

"تمہیں کیا لگتا تھا رجاں چغتائی، کہ تم مجھے دھمکاو گے اور میں ڈر جاؤں گی۔ مجھے نارمل سمجھنے کی غلطی کی ہے تم نے، اب اسکی سزا کاٹو گے"

گہرے اندھیرے میں نازک نسوانی وجود جو نفرت سے بھرا تھا، کسی مضبوط کسترتی جسم کے مالک وجود کو دیوار سے پن کیے دھاڑا، اس لڑکی کے بھورے سیاہی مائل بال ہو اسے اسکے چہرے اور کندھوں پر بکھرے تھے، وہ قد میں اسکے لگ بھگ برابر تھی، رجاں کی آنکھوں میں تیرتی وحشت کو خوف بننے میں لمحہ لگا لیکن پھر وہ مقابل کی عورت ذات یاد آنے پر غلیظ مسکراہٹ دیتے ہی ہنس پڑا۔

"ہاہا! تم نارمل نہیں ہو تبھی تو میرے سنی دماغ پر حاوی ہو دار یہ۔ جسم ہی تو مانگا ہے، تم جیسی لڑکی (خباثت سے آنکھ دبائی) کے اس معاملے میں کیا نخرے یار۔ تم بھول جاتی ہو کہ جتنی بھی نڈر ہو

جاو ایک عورت تو بہر حال رہو گی اور اس فیلیڈ میں تمہیں مجھ جیسے جو پوچھ کر تمہیں پائمال کریں، بہت کم ملیں گے۔ قدر کیوں نہیں کرتی، جھگڑا ختم کرو۔ پیچ آپ کرو اور راج کرو اس دنیا۔۔ پر۔"

اپنی گردن پر جکڑی داریہ کے ہاتھ کی گرفت مضبوط ہونے کے سبب اختتام تک رجال کا سانس اٹکا جبکہ داریہ نے اپنی ٹانگ اٹھا کر گھٹنہ اس بری طرح اسکے حساس مقام پر مارا کہ رجال کے حلق سے دلخراش دھاڑ نکلی اور نیویارک کی اس سیاہ فضا میں تحلیل ہو کر رہ گئی۔

"پوچھے بنا پائمال کرنے والوں کو سزا نہیں دے سکی لیکن تم جیسوں کو تمہاری مردانگی سمیت غرق کرنا داریہ کو بہت اچھے سے آتا ہے"

اسکے درد سے اٹے تاثرات والے چہرے پر کاٹ دار نگاہیں ثبت کیے وہ استہزایہ ہوئی مگر رجال اس سے طاقت میں دگنا تھا اور جب داریہ نے اس پر یہ حملہ کیا تو گویا نفرت کے سبب جسم میں لہو سلگا اسی سبب وہ داریہ کو ایک ہی جھٹکے سے پلٹا گیا اور اب وہ درد سے ہوتی بلبلاہٹ دباتا داریہ کو کاٹ کھاتے تیوروں سے دیوار سے لگا چکا تھا۔

"ہاہا! تمہاری یہی سوکھی دھمکیاں ہی تو کمزوری بن گئی ہیں رجال چغتائی کی۔ تم اب مجھے بھی بنا پوچھے تمہیں پائمال کرنے والوں میں شامل کر لو داریہ بی بی"

وحشت سے دھاڑتا وہ داریہ کی لیلین کی باریک شرٹ جھٹکے سے گلے میں ہاتھ ڈالے چیڑ گیا اور اس سے پہلے وہ داریہ کی ایک ہاتھ سے گردن دباتے اسکی بیوٹی بون پر جھک کر اپنے نوکیلے دانت گاڑتا، کسی بھاری ہاتھ کے سر کی پچھلی طرف پڑتے گھونسنے نے رجال کے دماغ کی چولیں ہلا دیں۔

جبکہ داریہ گلا دبنے کے درد سے کراہی اور سانس کی عدم دستیابی کے سبب وہیں لڑکھڑا کر زمین پر گری جبکہ اس سیاہ میں چھپے دراز قد و قامت والے جوان وجود نے اگلے دو منٹ میں رجال چغتائی کے چہرے کو لہو خانہ بنا دیا، ٹھیک جب وہ مرنے کے دہانے پہنچا تو اسے چھوڑتا وہ اپنی اندھیرے میں بھی سمندری طوفان کی طرح چمکتی آنکھیں رجال کی آنکھوں میں ڈالے اسکے پاس دوزانو بیٹھے جھکا سر گریبان سے پکڑے زمین کی سطح سے زرا اوپر اٹھایا، داریہ کے لاشعور میں وہ سب قید ہو رہا تھا۔

"اگر تم اس لڑکی کے ساتھ زرا سا بھی کچھ غلط کر دیتے تو یہی جگہ تمہاری قبر بنتی رجال چغتائی! یہ محفوظ ہے اسی لیے تمہیں زندہ چھوڑ رہا ہوں، رہی بات اس سزا کی تو یہ اسکی عزت پر ہاتھ ڈالنے کا انجام ہے۔ اسے میری پہلی اور آخری تنبیہ سمجھنا۔ اگر تم نے دوبارہ ایسا کرنے کا سوچا بھی تو تم سے تمہاری طاقت چھین لی جائے گی"

اس پر اسرار شخص نے ضرورت سے بھاری آواز جس میں طوفان ہلکور رہا تھا، کے سنگ رجال کے منہ پر اس وارنگ کے بعد گھونسا مارے چت کیا اور پلٹ کر ڈھکے چہرے کے بیچ سے دیکھائی دیتی آنکھیں نیم جان و برہنہ داریہ پر ڈالے اسکی طرف جھکا، فوراً سے اپنی سیاہ ہڈی اتار کر داریہ کو پہنائے اسکے تار

تار لباس سے دیکھاتی دیتے جسم کو ڈھانپا اور اسے اپنے بازوؤں میں اٹھا کر اس تنگ سنسان گلی سے تیز قدموں کے سنگ نکل گیا۔

وہ سب محسوس کر رہی تھی، اس شخص کا لمس، اسکے جسم کی حرارت، یہ تک کہ وہ کتنے قدم چلا، کتنے موڑ مرا، پر سانس اس قدر آہستہ اور تنگ تھی کہ سمجھ نہ پائی وہ کون ہے، اتنا یاد تھا کہ اس آدمی نے اسے اسکے ہی فلیٹ لایا، تاریکی میں ڈوبے بیڈ کے قریب لے جاتے میٹرس پر لیٹائے جھک کر اسکے کان میں بس ایک جملہ کہا تھا۔

"You are save Florence"

اسکی گرم مہکتی سانسوں کی حدت دار یہ کو بے ہوشی میں بھی گال اور گردن جھلساتی محسوس ہوئی تھی، لیکن پھر وہ وہاں سے اسی لمحے کسی آسیب کی طرح چلا گیا اور غائب ہو گیا۔

فجر کی دور پار ہوتی آذان پر دار یہ فوری اس خواب کے ٹوٹنے پر جاگ کر اٹھ بیٹھی، اے سی کی کولنگ کے باوجود پورا وجود عرق آلود تھا اور ڈر کے سبب جسم پر کپکپی طاری تھی۔

فوری لیمپ جلایا تو اسکا کمرہ نیم سنہری روشنی میں نہا گیا، جانے کتنی دیر وہ سینہ سہلاتی سانس استوار کرتی رہی۔

پھر اٹھ کر کمر ڈکی طرف بڑھی جہاں وہ ہڈی آج بھی اس نے اپنے اس محافظ کی نشانی کے طور پر سنبھال رکھی تھی۔

"آٹھ ماہ ہو گئے اس واقعے کو، لیکن میں تمہیں ڈھونڈ نہیں سکی، کون تھے تم آخر جسے میں محسوس کر سکی لیکن دیکھنے سے محروم ہو گئی۔ بس پلیز! مجھے مزید مت تکلیف دو۔ مجھے صرف ایک بار مل جاو تا کہ تمہاری یہ امانت لوٹا سکوں جس میں تم نے اپنی اتنی موجودگی بھر دی ہے کہ یہ آٹھ ماہ سے میرا سانس روکے ہوئے ہے"

اس ہڈی کو داریہ نے پچھلے آٹھ ماہ سے سنبھالا تھا، اس پر لگے سیل لوگو تک کی جانچ کی پر وہ کس نے خریدی، جان نہ سکی۔ نہ تو اسکے بعد رجاں چغتائی دیکھائی دیا، ہر رات داریہ کو اس رات کا خیال از سر نو اس شخص کی سرگوشی سے جوڑ دیتا۔

"You are save Florence"

وہ اسے تو بچا گیا پر اپنی خوشبو کے عشق میں داریہ زمیل خان کو سرتاپیر اسیر بنا گیا۔ بہت مشکل سے وہ اپنی بد حال کیفیت درست کرتی وضو کرنے بڑھی، لیکن نماز پڑھنے کے بجائے وہ قرآن کھول کر کاوچ پر آئے بیٹھ گئی، اس سے نماز نہیں پڑھی جاتی تھی، بہت کوشش کے باوجود بھی اور داریہ کو لگتا وہ اللہ کے ہاں سے اسکی بچپن سے کی جاتی نافرمانیوں کے سبب دھتکار دی گئی تھی کوشش ہی چھوڑ کر اس اللہ کی آخری کتاب کو پڑھنے کی کوشش کرتی لیکن اس میں ناکام نہ ہوتی، اسکی نظر سے آیات اور ترجمے گزرتے اور وہ آہستہ آہستہ اس بدحواس و بدخواہ کیفیت سے نکل آتی۔

جیسے اس وقت جب قرآن پاک بند کر کے غلاف میں لپیٹتے وقت اسکی سنہری آنکھیں سکون میں آچکی تھیں۔

پنجاب میں وادی سون سکیسر پاکستان کی قدیم اور خوبصورت وادی ہے جو قدرتی مناظر کی وجہ سے دنیا بھر میں شہرت رکھتی ہے۔ نوشہرہ اس وادی کا صدر مقام ہے اور ضلع خوشاب کی ذیلی تحصیل ہے۔ سکیسر پہاڑ کی چوٹی پر واقع ایک صحت افزاء مقام کا نام ہے۔ یہ ایک وسیع پہاڑی سلسلے کا عنوان ہے جس میں کئی وادیاں اور چھوٹے بڑے گاؤں ہیں۔

اس علاقے کو "وادی سون سکیسر" کہا جاتا ہے۔

عظیم مسلمان فاتح ظہیر الدین بابر کا پوٹھوہار کے علاقے سے گزر ہوا تھا۔ راستے میں ایک وادی تھی جس کے حسن نے بادشاہ سلامت کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پڑاؤ ڈالا۔ قدرتی حسن تو اس وادی کا تھا ہی بابر نے بھی اس وادی کے حسن میں اضافہ کرنے میں اپنا حصہ ڈالا۔ باغات اگانے کا حکم جاری کیا اور اس وادی کے بارے میں تاریخی کلمات ادا کیے۔ جو اس علاقے کے لوگوں کے لیے آج بھی باعث فخر ہیں ظہیر الدین بابر نے کہا کہ: "یعنی یہ وادی چھوٹا کشمیر ہے۔ اس بادشاہ کی چند نشانیاں آج بھی اس وادی میں موجود ہیں۔ اس وادی کا نام سون سکیسر ہے۔"

جولائی کا دل کش مہینہ اپنے جو بن پر تھا، وادی میں برسات کا موسم انتہائی پر لطف ہوتا جب پہاڑوں سے بہتے نالوں کا شور ایک خوبصورت سماں پیش کرنے لگتا۔ پھولوں اور سبزے میں ایک تروتازگی آجاتی تھی اور گرمی کے موسم میں سرد ہوائیں جاڑے کا احساس دلانے لگتیں۔ برسات کا مزہ ایسی صورت میں اور بھی بڑھ جاتا تھا جب کسی جھیل کے کنارے یا کسی پہاڑی پر چڑھ کر دیکھا جائے، وہاں سے وادی سون کے طول و عرض میں پھیلے ہرے بھرے کھیت جنت کا سماں پیش کرتے نظر آتے تھے۔ یہاں کا موسم انتہائی دل فریب سمجھا جاتا تھا۔ ذرہ سے بادل بنے اور پل میں برس کے آسماں صاف ہو جاتا البتہ سردیوں میں بارش کئی کئی روز تک جاری رہتی ہے۔ برسات کا موسم شروع تھا اور اس موسم کے آتے ہی یہاں کے حسن میں لامتناہی اضافہ ہو جاتا اور وادی اس موسم کی رنگینی میں اپنے راجکار کو پکارنے لگتی، کہا جاتا تھا کہ اگر کسی خاموشی جھرنے کے پاس بیٹھ کر محسوس کیا جائے تو دل "امان پروردہ" پکارنے لگتا تھا۔ وادی میں غائبانہ سے گیت اٹھنے لگتے تھے۔

کچھ ایسے۔۔۔۔۔

"وہ میرا ماہی ہے، جسے لوگ امان پروردہ کہتے ہیں وہ جس کے چہرے پر صبح ازل کا نور طواف کر کے آسمان کو دان ہوتا ہے۔

جسکی نیلی آنکھیں، اوچھالی جھیل کی دلکشی کو ماند کر سکتی ہیں۔

وہ اللہ کا نام لے تو پرندے تک اسکے سنگ مسحور کن حمد و ثناء میں ڈوب جاتے ہیں۔

اسکی امامت کے پیچھے صلوٰۃ قائم کرنا نمازیوں کو شرف لگتا ہے۔

وہ للکارتا ہے تو پہاڑوں کے سینے پھٹ جاتے ہیں، وہ مسکراتا ہے تو فضا میں ٹھنڈک پھیلنے لگتی ہے۔
وہ اپنے فرض میں کوتاہی کا مرتکب نہیں ہوتا۔

وہ سچا، دین دار اور خوبصورت میر اماہی ہے۔

وہ جو اس برے جہاں کی ہر ناپاکی کی آتش کے سامنے پاکی میں برسات سلاخ لگتا ہے۔

وہ جو ہر فرد، چرند پرند یہاں تک کے بے زبان ذی روح کی زبان ہے۔

سنو ناں! وہ میر اماہی ہے۔

اسے دیکھ کر یقین کامل ہونے لگتا ہے۔

میری ذات کا نجس اندھیرا زائل ہونے لگتا ہے۔

وہ وادی کی بہار کا من پسند چہرہ ہے۔

وہ سرتاپا اپنی اس کنیز وادی سون، اس نور نظر کا ٹھہرا ہے۔

وہ صرف میر اماہی ہے "

سر سبز اونچے نیچے پہاڑ، جھرنے، وادی سون کی ٹھنڈی فرخت دیتی لذت آمیز اداسی اپنے امان پروردہ

کو پکار رہی تھی کیونکہ اس کے آنے کے دن آچکے تھے، وہ آ رہا تھا۔ برسات میں پہاڑ پر اسکی آمد کا سن

کر پھر مور بھی نکل آتے تھے، وہ سب کا پسندیدہ تھا۔

شاہ حویلی کی عالیشان زیبائش پر اس فطرت و قدرت کی نگاہیں خیرہ تھیں، اوپر سے اس سبز و سفید پھولوں کے دامن میں اگے سبز پتوں کی بیلوں میں لپیٹی اس خوبصورت عمارت کی آسمان نے یوں لگا جھک کر سرپوشی کر رکھی ہے۔

وسیع و عریض مین گیڈ سے ملحقہ پورچ جہاں اعلیٰ پائے کی کئی میزبان، اور کرولا گاڑیاں کھڑی تھیں، چمکتی ہوئیں نئی نکور۔

بہت ہی وسعت پر پھیلے سرسبز لان میں پہاڑی اور میدانی ہر قسم کے گلاب اگے تھے، ہر قسم کا پھول بھلے خوشبور کھے نہ رکھے وہ شاہ حویلی میں موجود تھا۔

آسمان ہر دم سیاہ بادلوں سے ڈھکا ہوا کہ جیسے ابھی پھٹ پڑے گا اور دیکھتے ہی دیکھتے ہر شے برستی جل تھل کرتی بارش میں بہہ جائے گا۔

گھر کے آغاز میں خوبصورت سجاوٹی پردے، دیواریں، میز اور واسٹز آنے والے کو اس شاندار گھر میں خوش آمدید کرتے، روشن درودیوار جس کی ہر دیوار میں لگی اینٹ محبت سے نسب کی گئی ہو، پتھر سے بنا یہ اعلیٰ پائے کا گھر سچ میں اپنی مثال آپ تھا۔

"سال میں صرف دو ماہ کے لیے آتے ہیں وہ، لیکن زندگی انہی دو ماہ اس پتھریلے مکان میں جاگتی ہے، ورنہ تو یہاں دو سالوں سے دارم شاہ کے پر اسرار قتل کا ماتم منایا جا رہا ہے"

حویلی میں کئی سالوں سے کام کرتیں فردوس، نئے آئے اپنے دور پار کے جاننے والے خانسامے کو حویلی دیکھانے کے ساتھ یہاں کے درودیوار میں تیرتی وحشت کا سبب بھی گوش گزار کر رہی تھی، دونوں کا رخ باورچی ہال کی طرف تھا۔

"ہمم! میں نے تو سنا تھا وہ طبعی موت مرے، پھر قتل؟ بات سمجھ نہیں آئی آپا"

عامر نے اچنبھے سے فردوس کی طرف نظر جمائی جنھیں یہ سوال ناگوار لگا۔

"جتنا بتا دیا ہے کافی ہے، گہرائی میں جانے کی ضرورت نہیں۔ یہ رہا کچن اور اپنے کام پر لگو۔ یہاں جو اپنے کام سے کام نہ رکھے اسے عبرتناک سزا دی جاتی ہے۔ ناشتہ سب ٹھیک آٹھ بجے کرتے ہیں، اس سے ایک لمحہ بھی دیری ہوئی تو اپنی نوکری پہلے دن ہی چلتی سمجھنا"

مقابل کے طیش میں آجانے پر عامر گڑبڑایا، سادہ لوح ساستائیس سالہ آدمی تھا مگر کافی اچھا شیف جسے شاہ خاندان کے سب سے بھروسے مند فردوس صاحبہ کے گھر والے خانو اکبر نے یہاں نوکری دلوائی۔
"آپا غصہ تو نہ کریں، آپ بے فکر ہو جائیں میں سب سنبھال لوں گا۔ بس بتادیں سب ایک سا ناشتہ کریں گے یا۔۔۔؟"

عامر نے فوری گڑبڑاتے ہوئے مسکینیت اختیار کی جبکہ اسکی بات مکمل ہونے سے پہلے فردوس نے اشارتاً اسے خفگی سے بولنے سے روکا۔

"ہر گز نہیں، عزیزے جان ناشتے میں مختلف سلیڈ اور دلیہ لیتی ہیں اور دھیان رکھنا ہفتے کے سات دن فلیور الگ ہونا چاہیے ورنہ وہ ناشتہ نہیں کرتیں اور انکی ناراضگی حویلی کی جڑوں تک کو ہلا سکتی ہے، مایا کبیر دودھ میں بھیکے ٹوس لیتی ہیں چائے یا کافی آپیشنل ہوتی، اور ہاں شہد لازمی ہوتا۔ باقی شاہ سرکار یعنی تبریز شاہ ناشتے میں پراٹھا اور آملیٹ پسند کرتے ہیں مگر پراٹھا زیادہ آٹلی نہ ہو، ساتھ اچھی دودھ پتی۔ جبکہ ہماری پیاری سی ماول دودھ یا جوس کے ساتھ بیک آٹمز کھانا پسند کرتی ہیں، آج وہ ہیزل نٹ نیوٹیللا ڈونٹ کھائیں گی"

اتنی ساری ناشتے کی ریخ سنے خانسامے کا کلیجہ سامنہ کو آیا، دل تو یہی کیا یہیں فرش پر بیٹھ کر پیٹنے لگے۔
"اور وہ کیا کھائیں گے آپا جو آج رات واپس آرہے، فار انفارمیشن"
عامر نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"وہ ناشتہ حویلی نہیں کرتے بلکہ یہاں قریبی ایک ڈھابے پر باقاعدگی سے جاتے ہیں سوانکی طرف سے تمہیں ریلیف مل جائے گا۔ ویسے بھی ہمارے چھوٹے بابا اپنے کام خود کرنے کے دلدادہ ہیں"
زرا سی تسلی بھی عامر کو تنکے کا سہارہ لگی پر اتنا سب بنانے کا سوچے وہ پیلا پیلا پڑنے لگا۔
"کیا موت پڑ گئی ہے، ابھی تو لنچ ڈنر کا بتایا ہی نہیں"

فردوس نے خشمگیں نظروں سے عامر کے سپید پڑے چہرے کو ٹٹولتے استفسار کیا، مقابل نے فوری جبراً مسکراہٹ پھینکی۔

"نہیں آپا بس سوچ رہا تھا میں ننھی جان اور اتنی ہلکان، بنالوں گا آپ بے غم ہو جائیں"

فوری سے ایپرن پہنے وہ کچن میں گھسا جبکہ فردوس نے اسکو دیکھا جو سب سے پہلے ہاتھ دھو کر انکو سینٹائز کر رہا تھا جس پر وہ مسرور سی سنجیدگی کے سنگ بے فکر ہوئے باورچی ہال سے نکل گئیں۔

"یہ امیر زادے زیادہ کھائیں نہ کھائیں، چونچلے بہت کرتے۔ اگر سب ایک جیسا سب کھالیں گے تو کیا ہو جائے گا، ایویں خانساموں کی مٹی پلید کرنی اتنا کام لے کر"

عامر نے منہ ہی منہ میں کوستے بسوری شکل سے یہ سب بنانے کا آغاز کرتے اپنی آستینیں چڑھالیں جبکہ گہرا عاجز آیا سانس کھینچنا نہ بھولا۔

.._____..

"ویسے کیا زندگی ہے ناں ہماری ماموں، میں یعنی ایادز میل خان، کمسٹری گولڈ میڈل پروفیسر، آپ یعنی حمین چوہان جانے مانے مقبول ایونٹ اور گنائزر، جبکہ دار یہ ایک فینس سلیر ری اور ڈائٹیز سپیشلسٹ، پھر بھی اپنا ناشتہ ہم دو مسکین خود بنا رہے ہیں۔ ہک ہاہ!"

چائے چولہے پر چڑھاتے وہ گھنگھریالے بالوں والا دل جلا ایاد دل کے پھپھولے پھاڑتا کچن ٹیبل کی کرسی گھسیٹ کر آلیٹ کے لیے انڈے پھینٹتے وجیہہ مگر زرا میچور جناب کی طرف مڑا تو وہاں اڈتا قہقہہ خوبصورت و بے ساختہ تھا۔

"یس لاڈلے! کیونکہ ہم اتنا کما کر عیاشی نہیں کر سکتے بلکہ قرض کی سونامی میں ہچکولے کھا کر دوسری سانس بھرنی پڑتی ہے۔ ویسے خیر ہے آج یہ سب کیوں کہہ رہے ہو"

حمین نے اول جملے کہتے ہی اختتام تک پاس ہی آکر میز پر ہاتھ رکھ کر جھک جاتے ایاد کو دیکھا۔
"بس ایسے ہی قسمت کی سفاکیت حیران کر دیتی ہے، ممی کا لاڈلہ (یعنی آپ) ہمارے پیچھے رل گیا یہ غم زیادہ بڑا ہے"

ایاد کا اشارہ حمین چوہان کی ڈھل چکی جوانی کی جانب تھا کیونکہ دھاڑی کے زرا زرا سفند بال اگنے لگے تھے، حمین ہنس پڑا۔

"مجھے رلنے میں کوئی پر اہلم نہیں، جب تک تم دو میرے نازک کندھوں پر ہو، آپن ایسی ہی زندگی جیے گا"

گویا اس بار ہلکی سی جتاتی سلگتی کوشش کی گئی۔

"مطلب ہم آپکے کندھوں کا بوجھ ہیں، یار کہہ ہی دیا آپ نے آج۔ تو ایسا کریں اتار کر پھینک دیں اسے۔ اور اب دنیا کی کسی نازک دوشیزہ کو یہ موقع دیں کہ وہ آپ پر سوار ہو، قسم سے ماموں! آپکے بچے کیسے ہوں گے یہ سوچ سوچ کر ہی میں دنیا سے کوچ کر جاؤں گا، اف میری حسرتیں"

ایاد نے بڑی مہارت سے ٹاپک کو شادی کی طرف گھسیٹا جس پر حمین چوہان کی گھوری پائی۔
"تم مجھ پر کیوں احسان نہیں کرتے ایسا ہی، کسی کو تو پسند آجاو"

ماموں کے تپنے پر ایاد نے واپس کھڑا ہوتے شکل بسورتے ماموں کی جانب دیکھا۔

"اب میری شکل پر نس چار منگ جیسی نہیں ہے تو کیا پلاسٹک سرجری کروالوں، یا پھر میک آپ کرنا شروع کر دوں"

وہ چڑ گیا۔

"وہ سارے انکار تیری اس وجاہت خیز شخصیت کے سبب نہیں، فرعونی چپ کے باعث ہوئے۔ اب جب لڑکی کے سامنے بت بن کر جڑے بھینچ کر بیٹھ جائے گا تو وہ تو ڈر کر بھاگے گی ہی ناں۔ خدا کا واسطہ ہے ایاد صاحب! اپنے اندر تھوڑی خوش مزاجی انسٹال کر لیں، لڑکیوں کو جولی اور ہنس مکھ لڑکے اچھے لگتے ہیں۔ آدھے انکار تو تبھی ہو گئے جب لڑکی والوں کو پتا چلا موصوف کمسٹری پروفیسر ہیں"

ماموں کی دہائیوں پر وہ کرسی گھسیٹتا سا تھ ہی بیٹھا۔

"آپ تو جولی بھی ہیں اور ہنس مکھ بھی، پھر آپ پر کوئی کیوں نہیں مری۔ کاش کوئی اتنا شدید مرتی کہ آپ کو ہم سے چھین کر اپنا گھر والا بنا لیتی، قسم سے ماموں میں اور داریہ ساری عمر اسے دعائیں دیتے"

ایاد کی حسرتوں کی فہرست طویل تھی جبکہ داریہ جو ناشتے کی نیت سے ہی نیچے آئی تھی، حسب توقع دروازے میں رکی سینے پر ہاتھ لپیٹے دونوں کی باتیں سن کر مسکرا رہی تھی، اسکے سنہرے سیاہی مائل بن کی شکل میں آگئے، چہرہ قدرتی خوبصورت سے مالا مال پر ہمہ وقت رہتی وہ سنہری اداس آنکھیں سب پر بھاری تھیں۔

"بہت مری تھیں یار، پر جس پر میں شدید والا مر مٹا وہ ان میں شامل ہی نہیں۔ نہ چھیڑو ہمیں ایاد
میاں! ہم ستائے ہوئے ہیں۔"

ماموں کا فلمی پن دیکھتے ایاد تو مسکرایا ہی داریہ بھی اندر چلی آئی۔

"جس پر مر مٹا جائے نہ اسے بتانا پڑتا ہے، کم از کم کوشش تو کرنی ہی چاہیے۔ باقی ایاد لالہ کے لیے
دیکھیں کوئی رشتہ پلینز، میں انکو اکیلا دیکھ کر انکی ضائع ہوتی جوانی پر دکھی محسوس کرتی ہوں۔ اور آپ
بالکل بھی بورنگ نہیں ہیں لالہ، بلکہ ویسے ہی ہیں جیسے ایک سمجھدار لڑکی ایک پرفیکٹ انسان کے
بارے سوچتی ہے۔ سو آپکو بدلنے کی کوئی ضرورت نہیں"

داریہ کی آواز پر وہ دونوں متوجہ ہوئے جبکہ ایاد تو لاڈلی سے اٹھتے ہی لیٹ گیا البتہ حمین ضرور متبسم نظر
آیا۔

"سمجھدار لڑکی ہی تو نہیں چاہیے اس کے لیے، بلکہ کوئی آفت چاہیے جو اس سونے گھر کو بھی آفت خانہ
بنادے۔ سمجھدار مل گئی تو پہلے ہم ایک ایاد نامی بدروح برداشت کرتے تھے بعد میں دو دو سہنی پڑیں
گی۔ خیر تم لوگ بیٹھو باہر میں باقی کا ناشتہ لگاتا ہوں"

حمین نے داریہ کی اول بات یکسر گول کی جبکہ داریہ اور ایاد نے یوں ایک دوسرے کو دیکھتے سر ہلایا
جیسے کہہ رہے ہوں اس ماموں کا کچھ نہیں ہو سکتا۔

"پتا نہیں لوگوں کو آپ بدروح کہاں سے لگتے ہیں، شاید آپکے یہ کرلی بال لالہ"

باہر سٹنگ ہال میں لالہ کی بازو کے ہالے میں سمٹے وہ یکدم شرارت سے اسکے سامنے آن رکی۔
"داریہ"

اس درجہ چھیڑ خانی پر ایاد بہن کو گھورا تو وہ فوراً ہنستی بھیا کے بال دونوں ہاتھوں سے بکھیرتی کر سی
سنجھالے بیٹھ گئی، چھ فٹ قد، مضبوط جسامت پر سجتے چوڑے شانے، گورا رنگ سیاہ داڑھی، ویسی سیاہ
آنکھیں اور کرلی سیاہ سرمئی سر کے بال جنکو ہاتھوں کی مدد سے ایاد خان سیٹ کیے رکھتا، موصوف کا
رعب و دبدبہ ہی الگ تھا تبھی تو لڑکیاں لک وائز دیکھائی دیتے سحر سے ہی بھاگ نکلتیں۔

.._____..

سناپیر کا نشانہ عین بیچ سڑک پر مرکوز تھا، جہاں چند سوٹڈ بوٹڈ آدمی جگمگھٹے کی صورت کھڑے تھے، کئی
فٹ دور کی بلڈنگ کے باوجود بھی اس کا نشانہ چوکتا نہ تھا۔ بلیک ہڈی میں مکمل لپٹا وجود جسکا ہاتھ ٹریگر پر
تھا، اور پھر گہرا سناٹا پھٹ کر پھیلا۔ بریٹش وقع میں لپٹا وہ آدمی سڑک پر گرا آخری ہچکیاں لیتے لیتے دم
توڑ گیا، نشانہ لگتے ہی وہ بلڈنگ کا آدمی وہاں سے غائب ہو چکا تھا، ٹھیک ویسا آدمی مخالف بلڈنگ پر بھی
موجود تھا جو نشانہ چوکنے پر ایکٹیو ہو جاتا کیونکہ آج ہر صورت اس آدمی کی موت ضروری تھی۔

عوامی سڑک جس پر اس لمحے اس سیاسی اور نامور میڈیا سے جڑی ہستی کے لیے پروٹوکول تھا، اس
ہنگامے پر بھگدڑ مچ چکی تھی، اتنی سیکورٹی کے باوجود "حمید چغتائی" اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہو کر بھی
جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

ہر کوئی ہر اسات تھا۔

پورے اسلامہ آباد میں میڈیا کے موجود کارندوں سے یہ خبر اگلے ہی پل نشر کر دی گئی۔
بلڈنگ کی بیسمنٹ سے ایک ماسک پہن کر ہاتھ میں بڑا سا بیگ لے کر آتا تو انا آدمی تیز رفتاری سے
گیراج کی سمت جا چکا تھا۔

مکمل سیاہ میں، وہ تانا و مضبوط آدمی گیراج پہنچتے ہی پہلی کھڑی گاڑی کی ڈگی کھولتے ہی اپنے گلووز والے
ہاتھوں سے وہ بیگ اس ڈگی میں رکھتے ہی بند کر تا دوسری سمت لپکا۔

سامنے پہنچ کر وہ پشت کر چکا تھا، اسکا چہرہ چھپا تھا۔ اپنا ماسک اور گلووز اتار کر گاڑی میں اچھالتے ہوئے
وہ اپنی ہڈ کیپ ہٹاتے ہڈی بھی اتار چکا تھا۔

گاڑی سے لیڈر جیکٹ نکال کر پہنتا وہ تمام اتار اسامان سیٹ باکس کھول کر اس میں پھینکتا گاڑی میں
بیٹھا۔

اگلے دو سیکنڈز کے اندر اندر گاڑی اس پرائیوٹ ایجنسی کے گیراج سے زن کرتی باہر نکل گئی۔
"بریکنگ نیوز، نامور سیاسی کارکن اور پاکستان کے مشہور پروڈوسر کا دن دھاڑے مڈر ہو گیا، دیکھتے ہی
دیکھتے ایک اڑتی گولی انکی جان لے گئی۔ پولیس تفتیش کر رہی ہے، ابتدائی معلومات سے یہی پتا چلا ہے
کہ گولی آس پاس کی کسی بلڈنگ سے چلی ہے۔ پورا علاقہ سیل کر دیا گیا ہے، امید ہے جلد مجرموں کا
چہرہ بے نقاب کیا جائے گا مگر فی الحال کوئی کلو نہیں ملا"

ٹی وی پر چلتی پٹی، چغتائی پبلس کی دیواریں ہلا گئی۔

وہاں کی کرتا دھرتا ماریہ بیگم کی بھٹی آنکھیں یہ خبر سن کر سرخ ہو چکی تھیں، پورا پبلس تو پہلے ہی "رجال چغتائی" (ماریہ چغتائی کا اکلوتا پوتا) کی آٹھ ماہ سے گمشدگی پر غم سے نڈھال تھا، اس سے دو سال پہلے جہانگیر چغتائی بھی اچانک لاپتہ ہو گئے جنکی ایک ہی بیٹی تھی جبکہ بیوی حیات نہ تھیں۔

"ماموں جان کام۔۔۔ مڈر، اومائی گارڈ"

خوبرو سا جوان چہرے کی پریشانی اور تکلیف دہ باتا ساتھ نانی جان کو بھی قریب آتے سہارا دے چکا تھا جو نڈھال سی بے جان ہو کر اپنا سینہ جکڑے اپنے بیٹے کی عبرت پر صدمے سے صوفے پر ڈھے گئیں۔

"کھا گئے حمید کے ناجائز برے اور نجس اعمال اسے عاقب، ق۔۔ قانون جس مجرم کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا، اسے پھر وہی اپنے طریقے سے مارتا ہے۔ وہ آگیا ہے واپس عاقب، وہ کسی کو نہیں چھوڑے گا۔۔۔۔ وہ آگیا ہے"

غم سے چور مگر خوفزدہ سی ماریہ چغتائی کا یہ کہتے وقت سانس بگھڑا کیونکہ وہ اپنے خاندان کی تباہی اپنی آنکھوں سے دیکھ کر لرزا اٹھی تھیں اور عاقب حلق کے بل چلائے کسی کو مدد کے لیے پکار رہا تھا کیونکہ ماریہ صاحبہ کی سانسیں تھم رہی تھیں۔

"آپ ٹھیک ہیں ناں نانی جان، قمر۔۔۔ طارق۔۔۔ کہاں مر گئے۔۔۔"

عاقب موہان کے اپنے ہاتھ پیر پھول چکے تھے، اسکی ہجانی دھاڑیں سن کر ملازمین یہاں تک حمید کی زوجہ ثمن چغتائی اور جہانگیر چغتائی کی اکلوتی بیٹی انیب بھی دوڑ کر ہال پہنچے مگر ہر کوئی اپنی جگہ تھم چکا تھا۔

ٹی وی سکرین پر حمید چغتائی کی خون میں لت پت لاش ان سب کی ہستیاں فنا کر چکی تھی۔
بیٹھے بیٹھے چغتائی پیلس پر ہولناک قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔

"تو آرہے ہیں آج صاحبزادے! عزیزے جان، اس بار وہ آئیں تو ان سے رشتہ ازواجیت کی بات کیجئے گا"

ناشتے کی بڑی سی ٹیبل پر ناشتے سے خوشبو اگلنے تمام لوازمات لگ چکے تھے اور گھر کی سربراہ خوبصورت لباس پر باریک چادر اوڑھے بڑی کرسی پر شان و دبذب سے بیٹھیں، کچھ فاصلے پر برابرجمان خوبصورت اور سرخی مائل خدو خال کے مالک تبریز شاہ کی بات پر دھیماسا مسکرائیں۔

"وہ شادی کے جھنجھٹ میں نہیں پڑنا چاہتا ابھی تبریز، اسکی ذمہ داریاں اور فرائض پہلے ہی بہت ہیں۔ ویسے بھی جب مناسب وقت آئے گا اور اسکے دل کو کوئی پری پیکر بھائے گی تو وہ سب سے پہلے مجھے بتائے گا"

ماں جان کے جواب پر تبریز فوری سر ہلا گئے کیونکہ جو بات عزت زے کہہ دیں وہی حرف آخر ہوتی۔

"ہمم۔ چلیں جیسی آپکی اور داران ماہیر کی خوشی۔ وہ آپ کی وجہ سے دور رہ کر بھی شاہ انڈسٹری کے نجی معاملات سنبھالتے ہیں یہی غنیمت ہے، ورنہ ہم سب کچھ ہینڈل نہیں کر سکتے تھے، دارم کا بہت سہارہ تھا ہمیں لیکن جیسی اللہ کی مرضی"

ذکر ہی ایسا ہو گیا جو یکدم ہی وحشت و تکلیف کو بڑھا گیا۔

"قتل ہوا ہے میرا دارم سمجھے، طبعی موت نہیں مرا، جس دن اسکے قاتل کا نام جان گئی وہ دن اس قاتل اور اسکی نسل کی خوشحالی و سکون کا آخری دن ہو گا تبریز شاہ یہ بات اپنے دماغ میں بٹھالو۔ میں اور داران جی ہی دارم شاہ کے انتقام کے لیے رہے ہیں"

عزیزے جان کا غم و غصہ آتش بن کر پھٹا یہ تو مایا اور ماول پر انکی نظر پڑ گئی کہ اپنے عتاب کو دبا گئیں ورنہ درو دیوار لرزتے۔

"غلط بات ہے ماول، کیوں تم ہر روز شریں لگاتی ہو جب پتا ہے ہار جاو گی۔ میں بالکل بھی بھائی جان کے آگے سفارش نہیں کر رہی"

خوبصورت اور بانگی سی وہ تیس سالہ پیاری دوشیزہ کوئی اور نہیں داران ماہیر شاہ اور ماول کی اکلوتی خالہ اور تبریز شاہ کی سالی تھی، آپیا اور پھر بابا کی وفات کے بعد سے مایا کبیر اس گھر کی رہائشی اور فرد تھی، داران اور مایا لگ بھگ ہم عمر ہی تھے جبکہ دوسری گھنگھریا لے بالوں والی پیاری سی لڑکی ماول شاہ تھی اس حویلی کے جمود کی دشمن، اس گھر کی آفت۔

"پلیزنہ خالہ، بس آج۔ اگر میں نے ان بھوکڑ دوستوں کو پیزانہ کھلایا تو طعنے مار مار میرا جینا حرام کر دیں گی"

ماول نے میز تک پہنچتے پہنچتے اپنی معصوم خالہ کو اپنی طرف نہ صرف کر لیا بلکہ مایا اسکا ترسا چہرہ دیکھے
فوری جھانسنے میں آگئی۔

محترمہ یو ایس آئی میں پڑھتی تھیں، اور یہاں کے کسی کالج میں ایڈمیشن کے بجائے سکالرشپ پر ہی
اسکا ایڈمیشن یونیورسل کالج اسلامہ آباد میں ہوا اور روز دو ڈھائی گھنٹے کا سفر کیے وہ جاتی بھی اور شام
تک واپس آتی کیونکہ بابا نے ہو سٹل رہنے کی پر میشن نہ دی یہ کہہ کر کہ ہو سٹل بچیوں کے لیے سیو
نہیں، لیکن چونکہ ماول کو وہیں اپنی باقی دوستوں کے ساتھ ہی جانا تھا تبھی بابا اتنے دور کالج ایڈمیشن پر
بمشکل ہی سہی مان گئے، لیکن جب سے ماول نے کالج جوائن کیا اسکی شرارتیں زرا کم ہو گئیں کیونکہ دن
میں پانچ چھ گھنٹے تو بچاری کے سفر میں لگ جاتے، ہاں جب داران آتا تب وہ بھی اکیٹو ہو جاتی۔

ماول کی ایک بہت بری عادت تھی کہ وہ شرطیں لگانے میں بہت آگے تھی اسی بیچ اپنی پاکٹ منی کیا
ساری سیونگ برباد کر ڈالتی، آج بھی کچھ ایسا ہی تھا، شرط ہار کر اب دوستوں کے پیٹ بھرنے کو پیسے
چاہیں تھے، مایا دے دیتی پر تبریز شاہ نے سختی سے سب کو ایسا کرنے سے روک رکھا تھا، وہ ماول کے
لیے کچھ زیادہ ٹچی تھے کہ کہیں وہ بگھڑ نہ جائے لیکن موصوفہ آل ریڈی بگھڑ کر کالج کی ڈان مشہور
تھیں۔

"صبح بخیر عزت زے جان، بھائی جان"

مایا نے مسکرا کر دونوں نفوس کو مخاطب کیا اور وہاں پھیلی سرد مہری بھانپتی بیٹھی جبکہ ماول بھی دادو سے لپٹی پھر بابا کے گرد بازو پھیلائے ان سے گال پر بوسہ لیا اور انکے ساتھ ہی کرسی سنبھالے بیٹھی۔

"کیا کچھ ہوا ہے، بھیا آرہے تو کیا آپ دو کے چہرے انکے خوف سے سفید ہو گئے؟"

شرارت کے سنگ ماول نے دادی اور بابا کو دیکھا تو مایا نے اسے آنکھیں نکالیں۔

"سب ٹھیک ہے؟"

اس بار مایا نے دونوں کو مخاطب کیا۔

"جلد ہو جائے گا، ناشتہ شروع کیجئے"

عزیزے جان کی تاکید پر سب اپنا ناشتہ کرنے لگے جبکہ ماول آنکھوں کے اشارے کیے مایا کو اکسار ہی تھی۔

"بھائی جان! ماول کو کچھ کیش چاہیے تھا"

مایا نے آخر ہمت کر ہی لی جس پر تبریز شاہ نے گردن گما کر اپنی ایکسٹرا معصومیت کی دکان لاڈلی کو خشمگیں نظروں سے دیکھا۔

"کہاں اڑا دیتی ہیں آپ اتنے پیسے؟ آپکی عمر میں جب ہم تھے تو خود کماتے تھے۔ پوچھ لیجئے عزیزے

جان سے۔ قدر کیجئے میسر چیزوں کی ماول کیونکہ وقت ہمیشہ پلٹتا ہے، ان غریب لوگوں کا سوچئے جن

کے پاس۔۔۔"

بابا کی باتیں طویل ہوتیں اگر عزیزے بیچ میں نہ ٹوکتیں۔

"کیا جان مانگ لی ہے بچی نے؟ کس قسم کی تقریر تھی یہ تبریز۔ کان لج جاتی ہے وہ، سو ضروریات ہوں گی۔ اور تم یہ سفارشات لینا کب بند کرو گی۔ یہ جو کچھ ہمارے پاس ہے سب تمہارا اور داران کا ہے۔ ناشتے کے بعد فردوس کو کہنا وہ تمہیں کیش دے دے گی"

تبریز اور مایا دونوں کو چپ لگی کیونکہ عزیزے جان ایسی ہی سخت مزاج اور کھردری تھیں، انہیں محبت تھی تو صرف داران سے، ماول سے اور دارم شاہ سے۔ مایا کو تو وہ اول دن سے ناپسند کرتیں، حالانکہ وہ یہاں صرف داران کی ضد کے سبب رہ رہی تھی ورنہ اتنی خود مختار تو تھی ہی کہ اپنا ایسا ہی گھر لے لیتی، جبکہ تبریز سے انکا لگاؤ بھی اتنا خاص نہ تھا، شاید وہ حقیقت پسند اور دور لیش آدمی تھے تبھی، شاید وہ اپنے سے کم نسب لوگوں کے خیر خواہ تھے تبھی۔

"تھینکیو دادو، یو آر بیسٹ"

فوراً سے اٹھے کیش کی خوشی میں بنانا شتہ کیے وہ دادو سے لپٹتی بھاگ گئی یہ جانے بنا کہ تبریز شاہ اور مایا کس قدر افسردہ ہیں۔

"میں بھی چلتی ہوں، آج کچھ ایکسٹرا آرڈرز ہیں۔ ہیو آگڈ ڈے"

مایا نے بھی ناشتے کو بنا چھوئے ہاتھ پیچھے کیا اور رسان سے کہتی اٹھ کر چلی گئی۔

"مایا کو نیچا مت دیکھایا کریں عزیزے جان! ہماری لیے وہ زرشہ (بیوی) کی امانت ہیں، انکی خداری کو ٹھیس پہنچانا بند کر دیں۔ آپ کے بے جالاڈ نے داران کو تو بے حس بنا دیا، ہم نہیں چاہتے ہماری ماول بھی خود غرضی سیکھنے لگیں۔ اب آپ اکیلی کیجئے ناشتہ کیونکہ ہمارا دل آپکی سنگدلی سیر کر چکی ہے"

خفگی عیاں کرتے، تمیز کا دامن تھا مے بھی وہ اتنا کچھ ضرور کہہ گئے کہ عزیزے جان کی آنکھوں سے تپش نکلتی محسوس ہوئی۔

.._____..

"خدا یا! یہ ہمارا کال کیوں نہیں اٹھا رہا، اسکو ہمارا دل کو پریشان کرتے مزہ آتی۔ زما جان کال اٹھالے"

کوئی تیسری بار تھی جب خانو اکبر مسلسل فون ان ریج ایبل آنے پر تلملائے تھے، اپنے پٹھان لب و لہجے کے سنگ برہم ہوتے وہ کچھ زیادہ سرخ ہوئے جاتے سڑک پر آتی جاتی گاڑیوں کی جانب نظریں جمائے کھڑے تھے۔

"اور ماڑا! ہمارا کال اٹھالے، کیوں کرتی تو ایسا"

سخت خفت سے بڑبڑاتے وہ فون ہی سڑک کے بیچ مار ڈالتے جب دوسری جانب سے بھاری مسرور آواز سماعتوں سے ٹکراتے ہی غصے کا قتل کر گئی۔

"حکم خانو لالہ"

بھاری گھمبیر آواز جو دمکی ہوئی لگتی، اسی طرح بے حد کڑک لہجہ۔

"حکم کو مارو گولا، یہ تم کدھر ہوتی، کال کیوں نہیں اٹھاتی۔ ہم بتا رہی تمہیں جہاں پٹر لگا دے گا۔"
برہم خانو کے شکوے پر وہ اوشن گرے کبھی کبھی نیلے رنگ میں بدل جاتی آنکھیں پھیلیں، گاڑی میں
ڈراونا سامیوزک پلے تھا، رفتار حد سے سوا تھی۔

"آپ پہلے میرا جینڈر ٹھیک کر لیں لالہ، کتنی بار کہا ہے میں مذکر ہوں، مجھے فراغت ملی تو لگا لیجئے گا جو
لگانا ہے، ابھی ایک کام سے جا رہا ہوں، ٹھیک چار بجے آپ کو مل جاؤں گا۔"
باقی بات ایک طرف، وہ گرم کھولائے موصوف تو مقابل کی درستگی پر بپھرے۔

"اوائے خانہ خراب! مشکری کرتی ہم سے، ہم تمہیں سیدھی کر دے گا، جلدی سے زما موبائیل میں اپنا
فوٹو بھیجو، تاکہ زہ تسلی ملے کہ تم ٹھیک ہے۔"

حکم و اصرار کرتے فوری فون کان سے ہٹایا جس پر کچھ دیر بعد خبرو سے جناب کی سنجیدہ مگر پیاری
تصویر خانو اکبر کے فون سکرین پر ابھری۔

"اوائے زما زوائے! یہ کیا، گرمی دماغ میں تو نہیں گھس گیا۔"

کچھ تھا جس پر خانو کا دماغ اس تصویر کو دیکھتے چکرایا، جولائی کے موسم میں پہنی لیڈر جیکٹ۔۔
"لالہ! رہی سہی دماغ کی دہی آپ کر لیں یہی باقی ہے۔ ملتا ہوں پلیز دوبارہ کال مت کیجئے گا کیونکہ کالر

ٹیون میں بہت ہی خرافاتی گند اسانگ لگا ہے اور آپ ہر گز نہیں چاہیں گے کہ میں یہ سب سنوں۔"

سرد و سپاٹ لہجے میں بات مکمل کرتے ہی کال کاٹی جس پر خانو اکبر اتنا سامنے لیے فون سکرین کو گھورے پھر کانوں کو ہاتھ لگاتے توبہ کی۔

"زما خدا یہ! یہ کیسا آدمی ہے۔۔۔۔"

خانو اپنا ہی دل دہل جانے پر جھر جھری لیتے سیدھا اپنی کھڑی گاڑی کی طرف بڑھ گئے۔

جبکہ کچھ دیر بعد ایک ملگجی اندھیرے میں ڈوبا آفس منظر عالم پر آیا جہاں سامنے رولنگ چیئر پر سلجھی وضع والا ایک سوئڈ بوٹڈ چالیس پینتالیس سالہ مغرور آدمی بیٹھا تھا اور اسکے سامنے دو مختلف جسامت کے دراز قامت آدمی پشت کیے کھڑے تھے، یہ عمارت تھی ڈیفنس پرائیوٹ بیورو کی مین برانچ، یہ ادارہ پولیس کے بجائے سیدھا نیب اور ڈارک ولڈ سے مشروط تھا اور بڑے بڑے مجرموں کا بین الاقوامی طور پر ہینڈل کرتا تھا۔

"گولی کس نے چلائی تھی"

سامنے بیٹھے آدمی نے دونوں کو جانچتی نظروں سے دیکھتے پوچھا۔

"The credit goes to our talented Executioner"

میرے تو ہاتھ ہی کانپنے بند نہیں ہوئے"

پتلی آواز والے زرا دبلے آدمی نے ساتھ کھڑے موصوف کی طرف اشارہ کیا جبکہ اسکو سننے کے بعد مقابل بیٹھے اس سراج الحق نامی آدمی کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ ہمک گئی۔

"گڈ جاب، مرگیا سالہ خبیث ***۔ تمہاری دو ماہ کی عیاشی منظور کر دی گئی ہے لیکن یاد رہے اس بیچ تمہارے کیے کی ذمہ داری یہ ڈیفینس ایجنسی نہیں لے گی سواپنے اندر کے اس جلاد کو دو ماہ لگام ڈال کر رکھنا۔ تمہاری واپسی کے بعد ہم بڑی گندی مچلیوں کو دبوچیں گے"

ہیڈ سٹاف نے چند ضروری احتیاط بتاتے مقابل کے وجود میں کھولتے خون کو شانت کرنا چاہا جبکہ وہ اپنی جگہ سے بھاری قدم اٹھاتا طیش کے سنگ آگے سر کا تو سراج الحق کے چہرے کی ہوائیاں اڑیں۔

"آپ کیا مجھے بے لگام کہنے کی کوشش کر رہے ہیں؟"

ایک ایک ہاتھ دائیں بائیں سراج کی کرسی کی بازوؤں پر ٹکاتے وہ اسے اپنی طرف گما گیا تو داران ماہیر شاہ کی اوشن گریٹیش بلو آنکھیں سراج کی ڈرتی آنکھوں میں جم گئیں۔

"ن۔۔ نہیں تو، بس یہ کہا ہے کہ تم اب چڑیا بھی مارو گے تو اس کا حساب خود دینا ہو گا"

سراج الحق گڑ بڑایا، مقابل کا رعب ہی ایسا جان لیوا تھا۔

"ڈونٹ وری، بے زبان اور معصوم انسان ہوں یا جانور، مجھ سے خراش بھی نہیں پاسکتے، ہاں خود کو اور سمارٹ سمجھنے والے کچھ لوگ مجھے بری طرح کھٹکتے ہیں، دھیان رکھیے گا سراج الحق صاحب، میرے پھرے دماغ کی تابکاری کی آنچ نہ پہنچ جائے آپکو"

اسکے ڈرے چہرے کو محتوظ نگاہوں میں لیے وہ سراج کی گال تھپکتا واپس پیچھے ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے جیکٹ اتار کر میز کی سطح پر پٹختے، کف لنکس نکالتا سیاہ شرٹ کے کف فولڈ کر تا دونوں نفوس پر باری

باری تیر نگاہ ڈالتا آفس روم سے نکل گیا جبکہ اسکے جاتے ہی ان دو حضرات نے یوں سانس کھینچا جیسے اسکی موجودگی میں لمحہ بھر یہ سانس کا سلسلہ رک گیا ہو۔

"تمہارے گروں اور ہنر کو اسکے سامنے کیا ہو جاتا ہے یچی حیدر؟"

سارا عتاب سامنے کھڑے دوسرے شارپ شور ٹر پر اترا اور وہ جانتا تھا یہ داران کے حصے کی ڈانٹ ہے۔

"سر! مجھ سے گندے لوگوں کے قتل نہیں ہوتے یار"

یچی نے معصومیت سے عزرا دیا جس پر سراج الحق میز کی سح پیٹتا تنٹنا کراٹھ کھڑا ہوا۔

"کسی دن اسی سبب تم میرے ہاتھوں مر جاو گے، یہ مغرور دن بدن کامیابی کی سیڑھیاں چڑھتا جائے گا

اور ایک دن میں بھی اسکا ماتحت بن جاؤں گا۔ سیکھو اس سے کچھ، ہنہ۔۔۔ کچرا بھر رکھا ہے میں نے"

سراج نے کھولتے لاوے کی طرح یچی کو لتاڑا جبکہ وہ ایک کان سے سنے دوسرے سے نکالتا ڈھیٹ بنا

مسکراتا رہا اور سر خود ہی پیچ و تاب کھاتے آفس سے نکل گئے۔

"کیا سیکھو چیف، اس نے ہوا میں لات گما کر میرے تھنے کو سیک دینا ہے اگر کبھی غلطی سے بھی کہہ

دیا کہ مجھے آپ سا بننا ہے۔ جلاد ہے وہ، اور کب چاہے گا بھلا کے کوئی اس جیسا بنے"

یہ خود کلامی کرتے ہوئے یچی حیدر کی آنکھوں میں اختتام تک جو الوہی سی چمک جگی وہ بہت خاص تھی۔

"کیا کر رہی ہو تم آج لاڈلی؟"

ماموں کا کمرے کا دروازہ کھول کر جھانکنے پر دار یہ جو بیگ میں فون ڈال رہی تھی، پلٹی تو حمین کفس فولڈ کرتا اندر چلا آیا۔

"میں لیڈی آئین سے ملنے ہو سپٹل جاؤں گی بڈی، کل انکی شوگر بہت ہائی ہو گئی تھی اور انسولین لینے سے بھی فائدہ نہ ہوا، سوچ رہی ہوں انکو دیکھتی جاؤں، دین اسکے بعد شام میں ایک کمرشل شوٹ ہے۔ آپکو کوئی کام ہے تو بتائیں"

اپنے مصروف دن کا احوال بتاتی وہ آخر میں رک کر استفسار کرنے لگی۔

"نہیں کام نہیں ہے، ایاد کے لیے رشتہ دیکھنے جا رہا ہوں۔ تم ساتھ چلتی تو بہتر تھا"

حمین نے سر کھجاتے سبب گوش گزار کیا مگر وہ فوری مسکراتی کندھے اچکا گئی۔

"آپ تو واقعی سیریس ہو گئے، اتنی سپیڈ، پلیز بڈی یہ معاملات آپ ہنڈل کریں مجھے سخت و ہشت ہوتی

ہے۔ آپ کی کولٹیز پر پورا بھروسہ ہے، اور ہاں پہلے جا کر اچھے سے ہنڈل کر دئے گا تاکہ لڑکی

والے ایاد لالہ کو پسند نہ بھی کر سکے، میرے ہنڈسم سے ماموں کو ضرور چین لیں"

دونوں ہاتھوں سے حمین کی گالیں پکڑ کر کھینچتی وہ مقابل کو چھیڑ گئی تبھی تو وہاں غائبانہ دھواں اٹھ رہا

تھا۔

"تمہارے ماموں کو جس نے پسند کرنا ہو گا انہی سفید قلموں سے کرے گا، تم نہ ہاتھ آنا۔ ہمیشہ بھاگ نکلتی ہو، تبھی تمہارے لالہ کے سہرے کے پھول کھلنے سے پہلے گل سڑ گئے۔ جاو بھئی، میں ہوں ناں تم دو کی رینٹ پر لی گئی اماں۔ سنبھال لوں گا"

روٹھے حمین کی یہ ادائیں کس کو نہ پاگل کریں، داریہ کے چہرے کے تاثرات یوں تھے جیسے کوئی شرارت کرنے لگی ہو۔

"ایسی رینٹ کی اماں اللہ سب کو دے، آئی لو ویو"

زبردستی گلے پڑتی داریہ حمین کے نروٹھے پن میں کمی لائے اسے ہنسا کر اس سے پہلے کمرے سے نکلتی، انیب کی کال پر فون بیگ سے نکالے، ہاتھ میں اسکارف پکڑتی ہی نکل گئی جبکہ حمین بھی گہرا سانس بھرتا پیچھے ہی نکلا۔

"واٹ؟"

داریہ کی آواز میں صاف صاف صدمہ تھا، اپنے روم کی طرف بڑھتے حمین کے قدم بھی تھمے، میکاکی طور پر وہ ساکت و جامد داریہ کی طرف چلا آیا۔

"میری جان! رومت تم میں ابھی آرہی ہوں۔ ہوا کیسے یہ سب؟ کون تھے وہ لوگ؟"

داریہ کے سپید پڑتے چہرے پر نظریں جماتا حمین پر پریشان ہوا مگر اس جانب شاید وہ لڑکی روئے جا رہی تھی۔

"Ok relax Annu! I am coming"

مقابل کی تکلیف کے پیش نظر داریہ نے فوری تسلی دیتے کال کاٹی تو ماموں کو بے قراری سے منتظر پایا۔
"انیب کے تایا جان اور فینس پر وڈیو سر حمید چغتائی کا مڈر ہو گیا بڈی۔ مجھے چغتائی پیلس نکلنا ہوگا، میں پہنچ کر آپکو ڈیٹیل دیتی ہوں۔ انیب اور عاقب ٹھیک نہیں ہوں گے"

داریہ نے متفکر ہوئے ماموں کو انفارم کیا اور فوری حمین کی اجازت لیے روانہ ہوئی جبکہ اس مڈر کا سنہ حمین بھی تشویش زدہ دیکھائی دیا اور پھر کچھ دیر بعد واپس اپنے روم کی طرف بڑھ گیا۔

.._____..

"ہائے میرے ملینگا آج کتنے ہاٹ لگ رہے"

دس بج چکے تھے اور ماول صاحبہ کالج تشریف لے آئیں، بھکڑ دوستوں کو پیزا کھلانے کی امید دلانے کے بعد پہلی کلاس کمٹری کی لی جو حسب توقع پروفیسر ایادز میل خان اٹینڈ کرتے۔

اپنے گھنگھریالے بال ادا سے بکھیرے وہ ساتھ بیٹھی دوست ثانیہ کے باقاعدہ کان میں گھس کر منمنائی۔

"بک بک مت کرو ماول، انہوں نے سن لیا تو تم سمیت میری بھی صبح صبح پریڈ ہو جائے گی۔ ترسی عورت"

ثانیہ کاٹتے لہجے میں گھسمسائی۔

"یار یہ کلر کمبوج رہا ان پر، بلو اینڈ وائیٹ، کیا یہ اپنی شرٹ خود آئرن کرتے ہوں گے۔ بیوی تو ہے نہیں۔ اتنی اچھی پریس ملازمین تو نہیں کر سکتے۔ دھوبی بھی انکا بہت کمال کا ہو گا۔ شرٹ نئی بنادیتا"

بنا کوئی اثر لیے ماول پھر سے بڑبڑائی اور اس سے پہلے ثانیہ ٹھو کہ رسید کرتی، ایاد جو نومیر یکل حل کر چکا تھا، گھس مس پر پلٹا تو ثانیہ سمیت ماول کے چہرے کی رنگت بھی سفید پڑی۔

"ایک تو تم نے اس کالج کو اپنے فادر کی پراپرٹی سمجھ رکھی ہے، اوپر سے تمہارا کلاس میں یہ غیر مہذبانہ ایٹیٹیوڈ۔ تم سنجیدہ کب ہو گی؟"

ایاد کی اس فورٹھ سیر کی معصوم ترین بچوں والی کلاس میں صرف وہی نمونہ تھا جو ڈسٹربنس کریٹ کرتا۔

"ملینگا! سیریس نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ سیریس ہو تو یا بندہ مر جاتا یا اسکی شادی ہو جاتی ہے۔ اللہ اللہ مجھے ان دونوں سے ڈر لگتا ہے"

پوری کلاس کے سامنے وہ جب اسے ملینگا کہتی تب تو ایاد کا دل چاہتا اسکو بالوں سے پکڑ کر دیوار سے پیٹنے، اس لمحہ بھی ناجانے کیسے برداشت کر گیا۔

"گیٹ آوٹ فرام مائی کلاس، اور دو دن تک تم بین ہو۔ جب تمہیں تمیز آجائے بتانا۔ نکلو"

بورڈ مار کر ڈیسک پر پیٹھے ایاد نے سرد آواز میں چنگاڑتا حکم دیا جس پر سب سٹوڈنٹس سہمے پر ماول صاحبہ خوشی خوشی سب کے پیچ سے نکل کر عین ایاد کے سامنے رکی۔

"تھینکیو ملینگا، میں نے فزکس کا ٹیسٹ نہیں یاد کیا اب وہ کر لوں گی۔ آپ کی خیر ہے، باقی کسی پروفیسر سے بے عزت ہونا فورڈ نہیں کر سکتی۔ بائے، ہی ہی"

بنا کوئی شرم کھائے وہ ایاد کے دماغ کا کچرا کرتی یوں کلاس روم سے نکلی جیسے یہی تو چاہتی تھی جبکہ اس وقت ایاد نے جیسے اپنا غصہ ضبط کیا یا تو وہ جانتا تھا یا اسکا اللہ۔

سٹوڈنٹس بھی خوفزدہ تھے کہ کہیں پروفیسر ان سب پر ہی نہ پھٹ پڑیں پر وہ اب تو عادی ہو چکا تھا ایسے جبر کا۔

.._____..

"کیا کہیں گے آپ اس حادثے پر، کیا قانون کی گرفت سے بچ نکلتا وہ کئی معصوم زندگیوں کا قاتل ایک انصاف پسند کے ہتھے لگ گیا، عدالت نے اسکو جبر ابری کیا تھا، ویسے اسکی جان کو خطرہ تھا آخر کس سے؟"

میڈیا کے نمائندے موقع محل دیکھے بنا چغتائی پبلس کے غم و تکلیف میں ڈوبے اہل خانہ سے سوال پوچھ رہے تھے، خود انیب جہانگیر کے میڈیا ہاوس کے لوگ پبلس کے باہر تھے جو صرف انیب کی اجازت چاہتے تھے مگر اس وقت وہ اس حالت میں ہی نہ تھی کہ کسی کو کچھ جواب دے پاتی۔

عاقب ہی سب میڈیا ارکان کے سامنے تن کر کھڑا تھا۔

"یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے، آپ لوگوں کو اپنے چینل کی ریٹنگ سے غرض ہے۔ اور کیسا قاتل ہاں؟ جب عدالت نے انکو بری کر دیا تھا پھر آپ لوگ یہ بے بنیاد الزامات نہیں لگا سکتے میں تم سب کے چینلز پر کیس کر دوں گا سمجھے۔ نکالو ان سب کو باہر"

عاقب پھٹ پھڑا، ایک تو اتنی بڑی قیامت ٹوٹی اوپر سے میڈیا کا دباؤ، پریشور اور سوال اور دماغ خراب کر رہے تھے۔

"کئی معصوم لڑکیوں کی زندگی برباد کی ہے اس جانور نے، اور یہ کیس کرنے کی دھمکی ہمیں مت دیں مسٹر عاقف موہان کیونکہ ہم اپنا کام کر رہے ہیں، جو بھی اس مڈر کے پیچھے ہے اسکا نام سامنے آئے تو میڈیا ہی اسے اب سپورٹ کرے گا کیونکہ جس نے بھی یہ کیا ملک کو ایک غلاظت سے پاک کیا ہے"

یہ پرائیوٹ چینل کی گرم جوش اینکر تھی جس نے سب لوگوں کے سامنے حقائق اگل کر چغتائی خاندان کے اس جانور کو ننگا کر کے رکھ دیا، اور اس سے پہلے عاقب اس لڑکی کی زبان بند کروانے اسکی گردن دبوچنے پر اترتا، جگھٹے میں گھستی داریہ نے بمشکل اسے روک کر پڑے کیے اس ہاتھ پائی سے روکا۔

"داریہ میم"

کئی آوازیں بلند ہو کر داریہ کو بوکھلا گئیں جسے اس وقت عاقب کی سرخ لہو آنکھوں سے خوف آرہا تھا، اگر وہ بروقت نہ آتی تو وہ سب کے منہ توڑ ڈالتا۔

"آپ یہاں داریہ میم! حالانکہ آپ نے ہی حمید چغتائی پر ہراسمنٹ کا کیس کر رکھا ہے۔ آپ اپنے دشمنوں کے گھر، وضاحت دیں گی"

اسی لڑکی نے اب کی بار داریہ کو لتاڑا، عاقب کا ہاتھ داریہ نے مضبوطی سے پکڑا کیونکہ ابھی وہ اٹھ چکا ہوتا۔

"میری لڑائی جس سے تھی وہ مر گیا، ویسے بھی اس گھر میں میرے دو دوست رہتے ہیں۔ سو پلیز آپ لوگ اس وقت یہاں سے جائیں، حالات سازگار ہوتے ہی آپکو آپکے مطلب کے بیانات مل جائیں گے"

داریہ نے مفاہمت اپنائی اور مزید کچھ کہے سنے عاقب کا ہاتھ پکڑتی اس جگھٹے سے بچ بچاتی حویلی کے اندر لپکی تو گارڈز نے تمام میڈیا اہل کاروں کو زبردستی ہی سہی چلتا کیا۔

"میں اس لڑکی کا منہ توڑ دوں گا، ماموں قاتل نہیں تھے، ہاں مانا انہوں نے تمہارے ساتھ برا کرنے کی کوشش کی لیکن داریہ وہ قاتل تھوڑی ہیں، بہک گئے تھے یارا۔ یہ لوگ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ نانی جان یہ کیسے برداشت کریں گی اور ثمن ممائی"

اپنے ساتھ چلتے عاقب کے رک کر ہیجانی انداز میں سوال کرنے پر وہ دل مسوس کر رہ گئی، کیا بتاتی کہ باپ بیٹا دونوں ہی اس کو نوچنے کی بارہا کوشش کر چکے ہیں اور خوفزدہ تھی کہ ایک غائب تھا اور دوسرا آج مر گیا۔

"میں یہاں تمہارے اور انیب کے لیے آئی ہوں، اسکے علاوہ کچھ کہنا نہیں چاہتی۔ تم اپنے غصے پر قابو رکھو عاقب، تم ہی ہوش و حواس کھو کر پاگل پن پر اتر جاؤ گے تو ان تین عورتوں کو کون سنبھالے گا۔ میڈیا میں یہ غم و غصے کی لہر فطری ہے، پلینز کالم ڈاون"

وہ داریہ کے یہاں آنے کو بھی کہاں امید کر رہا تھا تبھی یکدم ہی نم آنکھوں سے اسکے دونوں ہاتھ تھام بیٹھا، داریہ خفیف سا گھبرائی۔

"تھینک یو داریہ! تم مجھے نہ روکتی تو ایک قتل میرے ہاتھ سے بھی ہو چکا ہوتا۔ اس دو ٹکے کی رپورٹر کا۔"

عاقب کے لہجے کی نفرت پر داریہ کو پریشانی ہوئی پر وہ جبراً مسکرائی جیسے اسکا شکریہ وصول کر رہی ہو۔
"چھوڑو اسے، اندر چلتے ہیں۔"

داریہ نے اس سے ہاتھ آزاد کروائے تو عاقب بھی اسکا ہمیشہ کی طرح برتاؤ گریز سمجھتے برا نہ مناتے ساتھ ہی اندر بڑھا، ثمن اور ماریہ چغتائی کی حالت خراب تھی پر انیب بھی کافی نڈھال لگ رہی تھی، اسکی آنکھیں سوجھ چکی تھیں۔

"داریہ"

داریہ کو دیکھتے ہی وہ لپک کر اسکی طرف آئی، داریہ نے گلے لگاتے اسکی پشت سہلائی جو برا رو رہی تھی، شاید بابا کی یاد زیادہ آرہی تھی۔

"شش! کالم ڈاون انوو۔ صبر کرو میری جان۔ اللہ کو یہی منظور تھا۔"

داریہ نے سامنے ہوتے اسکے آنسو پونجھے تو وہ آزار دگی سے سر گر گئی۔

"اس گھر پر منحوسیت اتر آئی ہے داریہ، مجھے اس پیلس کے چپے چپے سے خون کی بدبو آتی ہے، داریہ ایم فیڈ آپ۔ پہلے بابا، پھر رجاں بھائی۔۔۔۔ اور اب تایا جان۔ کچھ تو برا ہوا ہے ہم سب سے جو یہ عذاب اتر رہا ہے۔ تمہاری آہ لگی ہے اس گھر کو"

انیب کی بے سرو پا باتیں عاقب اور داریہ کو ہر اسماں کر گئیں۔

"کیا بک رہی ہو؟"

عاقب اسکی بازو دبو چتے گھورا تو وہ اسے پرے دھکیل کر پھر سے داریہ سے لپٹ کر رودی، داریہ نے خفگی سے عاقب کو دیکھا تو وہ فوری آنکھیں چرا گیا اور وہاں سے چلا بھی گیا۔

"میری آہ لگنی ہوتی تو ایک ہی گولی سے کام ختم نہ ہوتا حمید چغتائی کا، اور نہ وہ رجاں یوں لاپتہ ہوتا۔ بلکہ وہ دونوں باپ بیٹا سسک سسک اور بلک بلک کر موت مانگتے۔"

وہ یہ سب انیب سے بول گئی یہ جانے بنا کہ وہ دکھی ہے، انیب کی آنکھیں آنسوؤں سے بھرنے لگیں۔
"لیکن میں تمہارے بابا کے لوٹ آنے کی دعا پوری سچائی سے کرتی ہوں انوو! کیونکہ اس فیملی میں صرف وہی اچھے تھے۔ آئی ایم سوری لیکن میں تمہیں روائتی جملے کہہ کر تسلی نہیں دے سکتی، کیونکہ میں اس درندے کی موت پر زرا دکھی نہیں پرہاں مجھے میری انوو کی بھیگی آنکھیں مار بھی سکتی ہیں"

اپنے کہے سفاک جملوں کا تابناک اثر زائل کرتی وہ انیب کے آنسو پوروں سے چنتے بولی تو وہ پھر سے گلے لگ گئی۔

"آئی ایم سوہیلپ لیس داریہ"

انیب کی آواز کرچیوں میں بیٹی۔

"شش! بی بریو۔ چلو ماریہ دادو اور شمن آنٹی کے پاس چلتے ہیں، ان دو کا دکھ حقیقت میں بڑا ہے۔ آجاو شتاباش"

انیب کا دھیان اسکی تکلیف سے ہٹائے دارئے نے اسکا دھیان جس طرف دلوا یا، وہ دونوں سچ میں جیتے جی واقعی مرچکی تھیں۔

"پتا کرو کیا نام ہے اسکا، بڑی پھدک رہی تھی یہ۔ ہمارے خاندان کے بارے بھونکنے کی جرت کیسے کی اس نے۔"

عاقب نے باہر آتے اس بد زبان رپورٹر کے بارے اپنے آدمی کو حکم دیا جس پر وہ فوری سر ہلا گیا جبکہ عاقب نے حقارت کے سنگ اپنی سرمئی ہلکی دھاڑی مونچھ پر ہاتھ پھیرتے غیر مرئی نقطے پر نگاہ گاڑ لی۔

.._____..

"تو آپ داریہ زمیل خان، بدنام زمانہ اس فلم سٹار کے ماموں ہیں"

اپنی ایک اہم میٹنگ چھوڑے حمین نے پہلے ضروری فرض نبھایا، ایاد کے لیے دیکھی جانے والی لڑکی کافی اچھی تھی پر اسکی پھپھو نے حمین کو عجیب سی مشکوک نظروں میں لیتے جب یہ سوال کیا تو حمین کی پیشانی پر شکنیں نمودار ہوئیں، لڑکی کا بھائی اور ماں بھی اس شمیم نامی عورت کے اس سوال پر پریشان ہو گئے۔

"زبان سنبھال کر بات کریں محترمہ! میری بھانجی نے ایسا کوئی کام نہیں کیا کہ آپ اسے اس حوالے سے پکاریں"

تمیز کا دامن تھامتے حمین نے اس عورت کو اول نرم تنبیہ کی۔

"ہنہ! اب بھی کچھ کرنا رہ گیا ہے۔ شریف خاندانوں کی بیٹیاں وہ نہیں کرتیں جو آپکی بھانجی کرتی ہے۔ ہر دوسرے دن اسکا سکیئنڈل سامنے آتا ہے۔ کبھی اس خبیث نے داریہ زمیل خان کی عزت پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی کبھی وہ اسکا منہ توڑ آئی، کبھی کسی کی ہڈیاں کرک کر آئی۔ بھئی اگر اتنی ہی شریف پارسا ہے تو گھر کیوں نہیں بیٹھتی وہ حاجن۔ کیوں ایسے بدنام شعبے میں ہے کہ یہ گندے لوگ اسے نوچتے چیرنے کو لپکتے ہیں"

اس عورت کی زبان کے آگے خندق تھا، لڑکی کا بھائی اور ماں بچارے صدمے سے کچھ بول نہ سکے الٹا ان بچاروں کے چہرے کی رنگت پیلی پڑی۔

حمین چوہان سب برداشت کر سکتا تھا، داریہ کے خلاف ایسی بکو اس نہیں۔

"بس! بہت ہو گیا۔ مزید اگر آپ نے داریہ کے خلاف ایک بھی زہریلا لفظ اگلا تو میں ہماری عمروں کے بچے کا لحاظ بھول جاؤں گا۔ وہ کیسی ہے کیسی نہیں اسکا ثبوت پیش کرنے کی اسے ضرورت نہیں نہ آپ جیسے اچھوں سے اسے کوئی نیک نامی کا سرٹیفکیٹ چاہیے۔ نہیں چاہیے ہمیں آپکی بیٹی، خدا حافظ"

صبر کا پیمانہ لبریز ہوتے ہی حمین اپنی جگہ سے دلبرداشتہ ہوئے اٹھا اور ناصرف اٹھا بلکہ سخت اور طیش سے بھرپور لفظوں اور گھن گرج رکھتے لہجے میں اس عورت پر ہر چیز تفصیلی واضح کرتا آخری جملے مدھم افسوس بھرے لہجے میں ان ماں بیٹے سے کہے وہ وہاں سے چلا گیا جبکہ شمیم کو زرا بھی افسوس نہ تھا کہ اس نے کیا کیا۔

لڑکی کی ماں دل پر ہاتھ رکھے وہیں کا وچ پر لڑھکی، جبکہ وہ آدمی شمیم نامی عورت کی طرف غصے سے بڑھا۔

"آپ جانتی بھی ہیں پھپھو کہ آپ نے کیا کیا، میری بہن کا گھر بسنے سے پہلے اجاڑ دیا۔ آپکے ہوتے ہمیں دشمنوں کی ضرورت نہیں"

وہ لڑکا غم و غصے سے پھٹا پر وہاں تو پرواہ ہی نہ تھی، یوں تھا جیسے یہ کر کے اس نے کوئی اندرونی جلن نکالی ہو۔

حمین کا غصے سے چہرہ سرخ تھا، بس نہ چل رہا تھا پوری دنیا کو آگ لگا دیتا۔

جانے کیسے کر کے وہ گاڑی تک پہنچا پر آنکھیں تھیں کہ سماعت میں اترے سیسے کے سبب جہنم کی طرح ابل رہی تھیں۔

"کیسے کہہ سکتی ہے وہ یہ سب، میری داریہ کے بارے کوئی ایسی بکو اس کیسے کر سکتا ہے، میں ایسی ہر زبان جلا دوں گا جو اسے برا کہے۔ نہیں یہ مجھ سے برداشت نہیں ہوگا، میں نے اپنی زندگی ان دو کے لیے وقف کی لیکن اگر میں ان دو کو اس دنیا سے ہی نہ بچا سکا تو کیا فائدہ میرے ہونے کا؟ کیا فائدہ تمہارا حمین چوہان۔۔۔۔"

اس وقت وہ ٹھیک نہیں تھا، اپنا آپ زمین میں دھنسا ہوا محسوس ہوا، یوں لگا مدتوں کی ریاضت پل میں تباہ ہو گئی ہو، آنکھوں میں کسی نے ریت جھونک دی ہو، کوئی ہیبت ناک غم اسکے رندے دل کو کاٹ کر نگل رہا ہو۔

"میں آخر کیا کروں ایسا کہ وہ محفوظ ہو جائے، اس دنیا کی ہر گندی نظر سے۔ یہ کیسی بے بسی ہے، یہ کیسی آزمائش ہے میرے اللہ۔ آپ جانتے ہیں حمین کی جان ان دو میں بستی ہے"

اس شیر دل کی آنکھیں آبدیدہ تھیں، شاید وہ چیخ بھی پڑتا اگر فون کی سکریں پر کسی مہربان ہستی کا نام نہ ابھر آتا، حمین کا دل مزید بھر آیا۔

وہ سب جانتا تھا پھر بھی حمین کو یاد کرتا تھا۔

"تمہیں کیسے پتا چلتا ہے کہ حمین جل رہا ہے"

گاڑی سے ٹیک لگائے ہی حمین نے رندی آواز میں شکوہ کیا، مقابل وہ معزز ہستی کا نفرنس روم میں ابھی میٹنگ سے فراغت پائے اپنے آفس میں داخل ہوئی پر حمین کی آواز میں کھارے پن کی موجودگی تبریز کو افسردہ کر گئی۔

"کیونکہ جب ہم جلتے ہیں تو آپکو بھی سب سے پہلے خبر ہوتی ہے حمین! بتائیے کیا ہوا۔ کیوں آپکی آواز میں درد محسوس ہوا ہمیں"

تبریز کے اپنائیت بھرے استفسار پر حمین نے نم ہوتی آنکھیں بے حسی سے فوری رگڑ دیں۔
"کچھ نہیں تبریز، ایسے ہی"

حمین یہ سب بانٹ نہیں سکتا تھا، بانٹ لیتا تو بہت ہولناک قیامت خیز تقاضا بھی کرنا پڑتا۔
"حمین! ہم سے خود کو مت چھپایا کریں، بتائیں کیا دار یہ اور ایاد کی وجہ سے یہ ہنستا ہوا پروانہ غمزدہ ہے یا پھر ویران دل کی دہائی نے للکارا ہے"

تبریز کو کسی صورت قرار نہ آیا تو خود ہی متوقع آپشن سامنے رکھ گئے۔
"کچھ نہیں تبریز! تم نے پوچھ لیا سمجھو جو بھی غم تھا غلط ہو گیا"

وہ اب بھی نہ کہہ سکے اور اس وقت حمین کمزور پڑ رہا تھا تبھی تبریز شاہ نے یار کے درد کی آبرور کھ لی۔
"ہمم! زمیل جلال خان کا کچھ پتا چلا؟"

تبریز نے خود ہی موضوع بدلا، اور حمین کی سانس سی اٹکی۔

"نہیں، ناہی چلے یہی بہتر ہے۔ ورنہ سب ختم ہو جائے گا تبریز۔ میں اور تم بھی"

حمین نے دلبرداشتہ ہوتے کہہ کر رابطہ توڑا مگر تبریز کا مانو دل سست پڑنے لگا۔

سچائی سے صرف وہ دو یار واقف تھے، یہ سچائی کہ دارم شاہ کا قاتل کوئی اور نہیں ز میل جلال خان ہے۔

"باخدا! ہم آپکے اور اپنے یار انے کو مرتے دم تک ختم نہیں ہونے دیں گے عزیزم۔ اسکے لیے تبریز شاہ کو اپنی سب سے قیمتی شے بھی داو پر لگانی پڑی تو پیچھے نہ ہٹیں گے۔

یا اللہ! ہمارے اس اکلوتے یار کے دل کی تکلیف میں کمی کریں، اسکی بے بسی کا خاتمہ کر دیں۔ ہم آپ سے حمین چوہان کا اختیار مانگتے ہیں۔ ہمیں دے دیں"

وہ دعا معتبر تھی کیونکہ ایک دوست کے لیے تھی، وہ دعا مقدس ہو گئی جب اسے تبریز شاہ نے مانگا، اس عاجزی کے سنگ کہ اس پر مہر قبولیت لگنا طے ہو گیا۔

.._____..

"میں رک جاتی پر ہو اسپتال کچھ پیشنٹ دیکھنے ضروری ہیں، پلیر اپنا خیال رکھنا میں صبح پھر آؤں گی۔

تمہاری تائی جان اور دادو کو تمہاری ضرورت ہے۔ سب بہتر ہو گا، پریشان مت ہونا"

دوبجے تک داریہ چغتائی پیلس رکی مگر ہو سپٹل سے مسلسل کالز آرہی تھیں تبھی اسے تدفین کے فوری بعد انیب سے اجازت لینی پڑی، داریہ نے شام والی شوٹنگ کینسل کروا کے رات پر کر تولی تھی پر اب اسکا دل بہت تکلیف میں تھا، انیب اسے باہر تک چھوڑنے آئی۔

حویلی تعزیت کرنے والوں سے بھری تھی، سیاسی لوگوں کے ساتھ میڈیا سے وابستہ بھی کئی لوگ حمید چغتائی کی موت پر جمع تھے۔

"صبح ضرور آنا"

انیب کی التجاء پر داریہ نے اسے پکڑ کر گلے لگایا۔

"میری جان! سنبھالو خود کو۔ میں ضرور آؤں گی۔ جاو اب اندر میں چلی جاتی ہوں"

داریہ کے سبب انیب اب کافی حوصلے میں تھی، انیب کو اندر بھیجے وہ پلٹی ہی کہ عاقب سے ٹکراتے پنچی پر فوراً خود کو سنبھالتے ہوئے دو قدم کا فاصلہ بنا گئی۔

"مجھے بھی گلے لگا کر تسلی دے دو، میں بھی تو تکلیف میں ہوں"

عاقب کے ایسے شکوے کی اسے امید نہ تھی وہ بھی اس جگہ، اس موقع پر۔

"تم سنبھال سکتے ہو خود کو، داریہ کا کمزور سہارہ تم جیسے مضبوط انسان پر نہیں چٹتا"

وہ ہر معاملے کو خوبصورتی سے سنبھالنا جانتی تھی، وہ چھ سال سے اس فیلڈ میں تھی کہ اب راہ چلتے کانٹوں کو مسلنا اور ان سے بچنا دونوں سیکھ گئی۔

عاقب نے آئبر و اچکائے۔

"مضبوطی صرف باہر ہے، اندر سے تو اس حادثے پر میں بھی ریزہ ریزہ ہو گیا ہوں۔ اور تم کب سے خود کو اتنا رزاں سمجھنے لگی۔ تمہارا سہارہ خوش نصیب مرد کو ملے گا، ناز کرے گا وہ شخص جسے یہ بازو تھامنا چاہیں گے داریہ"

عاقب کی باتوں پر وہ بے اختیار ہنسی پھر فوری ہنسی روکی کیونکہ یہ جگہ ہنسنے والی نہ تھی۔

"سوری ہنسنا نہیں چاہیے تھا یہ بے حرمتی ہے۔ تم بہت اچھا مزاق کرتے ہو، یہ ہاتھ تک اچھوت ہیں، جسے چھو لیں گے اسے خاک کر دیں گے۔ اپنی اس تخیلاتی دنیا سے باہر نکل آؤ، داریہ زمیل خان کو آئیڈلائز کرنا بند کر دو عاقب۔ انیب کے پاس جاؤ اسے تمہاری ضرورت ہے"

وہ بھیانک حد تک حقیقت پسند تھی، جانتی تھی دنیا اسے کیسے الفاظ میں یاد کرتی ہے۔

"میں کسی خیالی دنیا کا باسی نہیں، میں داریہ زمیل خان کا دوست ہوں"

وہ اسے مخلص بنے جتا گیا اور اب کی بار وہ تھکا سا مسکائی، عاقب میں لاکھ برائیاں تھیں پر وہ داریہ کے لیے تھوڑا جنون ضرور پالے ہوئے تھا۔

"گلے پھر بھی نہیں لگانے والی"

وہ اسکی بات پر ویسا ہی مسکرایا۔

"اگر کبھی میری تھوڑی سی بیوی بن گئی تم پھر؟"

وہ اس سے آخری حد تک جا کر کوئی بھی سوال کر لیتا تھا کیونکہ دار یہ جانتی تھی ایسا کچھ نہیں ہونا تبھی مزاق میں لے جاتی۔

"دوستی میں جو سکون ہے وہ محبت میں نہیں ہے، مجھ سے تمہیں یا اس دنیا کے کسی انسان کو خالی پن کے سوا کچھ نہیں ملے گا عاقب۔ میرا اس زندگی گزارنے کا سبب عام لوگوں سے الگ ہے، میں عام لوگوں سے الگ ہی رہنا پسند کرتی ہوں۔ اچھا ہے کہ انیب کے بارے سوچو، وہ مجھ سے کڑور درجے بہتر بھی ہے اور یقیناً کل کو تمہیں محبت سے بھری ہوئی بھی مل سکتی ہے۔ مجھے محبت کے علاوہ ہر بدنام اور نیک کام کرنا ہے۔ کل ملتی ہوں"

بنا کوئی لفظی ہیر پھیر کیے وہ سادگی سے اپنی ذات کا خالی پن ہتھیلی کی طرح کھول کر رکھ گئی اور عاقب نہ اسے جواب دینے کے لائق رہا نہ روکنے کے پر اس لڑکی کو جاتے دیکھ کر اک حسرت بھری سانس ضرور کھینچی۔

یہ حسرت کے کاش وہ اسکی ہوتی۔

.._____..

چار کے بجائے داران ماہیر شاہ کو خانو اکبر تک پہنچنے میں پانچ بج گئے اور پھر جب وہ وادی سون کے اس مشہور ڈھابے کے پاس سے گزرا تو داران نے وہاں خاضری دینی ضروری سمجھی۔

وہ ڈھابہ ایک انیس سالہ جوان کا تھا جو باپ کی وفات کے بعد اپنے پیروں پر خود کھڑا ہو کر اپنے بابا کا کام نہ صرف مہارت سے سنبھال چکا تھا بلکہ وادی سون سکیسر کا ماہر ڈھابے والا بھی کہلاتا۔

"ناراض ہیں؟"

روٹھے خانو کو منانے کی کوشش شروع ہوئی، داران اس وقت بلیک جیز کے ہمراہ ڈارک براؤن سنگل ٹی شرٹ میں ملبوس تھا، لابلای و لا پرواہ سا خلیہ، مگر پھر بھی ہر خاص و عام کی نظریں اس لمحہ اسی دیو مالائی حسن کے مالک پر جمی تھیں۔

"زما جان! ہم روٹھی ہوئی ہے تم سے"

خانو کے جواب پر وہ منہ بسور گیا۔

"اف! آپکا جینڈر پر اہلم ٹھیک کرتے کرتے ہی مروں گا۔"

کوفت سے داران نے نظریں پھیریں تو عثمان کو آتا دیکھے نرمی آنکھوں میں اتاری جو خالص سبز کڑھائی لیے میز پر رکھتا خوش دلی سے قریب آرکتا مسکرایا۔

"ہم نان لاتا"

دونوں کو دیکھتے خانو اکبر روٹھی محبوبہ کی طرح وہاں سے غائب ہوئے۔

"کیسے ہو عثمان؟"

داران نے اسے پاس بیٹھنے کا کہا تو عثمان فوری کر سی سنبھال گیا۔

"بڑھیا ہوں لالہ، آپ آگئے تو میرے ڈھابے کے دن بھی پھر ہی جانے۔ دس ماہ انتظار کرتا ہوں۔ سچی جب آپ یہاں آتے ہو تو میرا رزق دگنا ہو جاتا ہے، گاہکوں کا رش لگ جاتا، آپ کی موجودگی مبارک جو ہے۔ کاش آپ کو کہہ سکتا کہ سارا سال آیا کریں"

عثمان کی انسیت کے آگے داران پل بھر لاجواب ہوا۔

"ایسا نہیں کہتے عثمان، میں کوئی برکت نہیں لاتا یہاں۔ یہ بس اتفاق ہے۔ تمہاری محنت کا ثمر ہی شاید ان دو ماہ پکتا ہو، کسی انسان کو اپنی جیت کا سبب کبھی مت سمجھنا، اللہ کے سوا رزق نہ کوئی کم کر سکتا ہے نہ بڑھا سکتا ہے۔ ماں ٹھیک ہے تمہاری؟"

اپنی بات سمجھانے کے فوری بات داران نے سوال کیا جس پر وہ فوری مسکرا دیا پر اسکی نظر داران کے بہت مہنگے فون پر تھی، ایسا فون تو شاید عثمان نے کبھی خواب میں بھی نہ دیکھا ہو، جبکہ داران اسکی تشنہ نظروں کا رخ فوری سمجھ گیا۔

"تمہیں پسند آیا فون؟"

داران کے سوال پر وہ گھبرا گیا، فوری نفی میں سر ہلایا۔

"جی بہت اچھا ہے اللہ آپ کو نصیب کرے لالہ"

عثمان نے فوری رشک سے بھری نظریں ہٹائیں۔

"یہ تمہارا ہے، اس سے شارٹس اور وڈیوز بنا کر اپنے کو کنگ یوٹیوب چینل پر ڈالو گے تو ویوز بڑھیں گے۔ کیمرے کا رزلٹ بہت کمال ہے۔ تمہارے لیے خانو اکبر آج ہی نئی سیم نکلوادیں گے، بس مجھے میری سیم لینے دو اس میں سے کیونکہ اہم نمبرز اور رابطے موجود ہیں"

داران نے مسکرا کر کہا اور فون سے سیم نکالی اور جب فون عثمان کی طرف سرکایا تو اس کی آنکھیں نم تھیں۔

"لالہ! م۔۔۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ میں نہیں لے سکتا یہ"

عثمان کی نم آنکھیں مشکوری سے بھری تھیں۔

"میرا یوٹیوب چینل نہیں ہے یار، ہوتا تو شاید یہ فون میرے کام آجاتا۔ جب تم بہت بڑے یوٹیوبر بن جاو گے تو مجھے ایک دو دن فری کا کھانا کھلا دینا، بس اتنی ہی قیمت ہے اس چیز کی۔ تم بھی خوش میں بھی خوش"

داران نے جس خوبصورتی سے عثمان کو ہنسیا وہ منظر دیکھ کر خانو اکبر کی آنکھیں بھی بھیگ گئیں جبکہ فون کو عثمان نے جب تھاما تو اس کا دل ہمک اٹھا۔

"لالہ! آپ ابھی بھی فری کھا سکتے ہیں۔ قسم سے اف بھی نہ کروں گا"

اس کا دل وسیع ہے تبھی تو داران کو خوشی ملی تھی عثمان کے خوش ہونے پر۔

"ابھی تم پر بہت فرض ہیں، ابھی تمہیں مشکل سے دوچار کرنا ٹھیک نہیں۔ ویسے بھی اس فون پر تمہارا حق مجھ سے زیادہ تھا۔ تبھی یہ حق دار تک پہنچ گیا۔ اب جاوشاباش، اور ہاں سپیشل اچاڑ بھیجو تاکہ سبر کڑھائی کا مزہ دو بالا ہو"

داران نے اسکی خوشی فرمائش کر کے بڑھائی جبکہ عثمان کا بس نہ چلا اپنی پلکیں تک بچھا دے، فون کو حفاظت سے سینے لگا تا وہ خوشی خوشی اٹھ کر گیا تو خانو کی نم آنکھیں دیکھ کر داران نے اپنا سر تھاما۔

"ایک تو میری زندگی میں جذباتی ملاکوں کی کمی نہیں ہے ماشاء اللہ سے"

داران کی کوفت پر وہ جو کچھ دیر پہلے روٹھے تھے، فدا و قربان ہو گئے، اپنی جگہ بیٹھے۔

"زما جگر پارم! آپکی سادگی پر قربان جائے ہم"

خانواکبر سے کچھ کہنا دو بھر تھا، جذبات بہت تھے پر الفاظ نادر۔

"شکریہ! اب کچھ کھالیں خانوالا"

وہ ایسے شکریاؤں سے کوفت کھاتا تبھی تو خانواکبر فوری بھیگی آنکھیں رگڑتے اس نروٹھے کو دیکھ کر جی اٹھتے ہنس پڑے۔

.._____..

دار یہ پہلے ہو سپٹل گئی، وہاں مس آنتن جو اسکی پرسنل پیشنٹ کے ساتھ اچھی دوست بھی تھیں، انہی کے ساتھ کچھ وقت گزارا، وہ دار یہ کو دیکھتے ہی مسکرا نے لگیں اور بس یہی لمحے تھے جب دار یہ اپنے ارد گرد حاوی گھٹن کم محسوس کرتی۔

سات بجے وہ ہلکا پھلکا ڈنرا انہی کے ساتھ کیے شوٹ کے لیے روانہ ہوئی، کیسی مقبول شیمو کا شوٹ تھا اور دار یہ نے اسے لیا کیونکہ ڈائریکٹر اسکی اچھی دوست تھی، وہاں سے دار یہ کو فری ہونے میں دس بج گئے، وہ واپس گھر آئی تو دونوں گھر کے باشندے اپنے اپنے کمروں میں جا چکے تھے، دار یہ نے پہلے روم میں جا کر فریش ہوئے چینج کیا پھر نیچے کچن میں کافی بنانے کی نیت سے آئی، لیکن اسکی عادت تھی وہ سونے سے پہلے لالہ اور ماموں کو انکے رومز میں جا کر سویا دیکھ کر تسلی کرتی۔

ایاد تو واقعی سوچکا تھا کیونکہ اسکی روٹین ٹف تھی، کالج کے بعد موصوف اکیڈمی جاتے اور وہاں بھی سر الگ کھانا پڑتا، اور کچھ ماول شاہ کسر پوری کر ہی چکی ہوتی۔

دار یہ نے آیت الکرسی پڑھ کر لالہ پر پھونکی اور اسی احتیاط سے کمرے سے نکلی جبکہ جیسے ہی حمین کے روم کا دروازہ کھولا، وہ جو کروٹ پر لیٹے ناسو پانے پر کسی غیر مرئی نقطے پر نظر جمائے ہوئے تھا فوری آنکھیں موند گیا، دار یہ رشتے کا پوچھنا چاہتی تھی پر ماموں کی نیند توڑنا اسے کبھی پسند نہ تھی۔

وہ انکے پاس آئی اور جھک کر اسلٹکی پیشانی پر سے بال ہٹاتے پیار کیا، کیونکہ وہ سچ میں دار یہ کے لیے ماں سے کم نہ تھا۔

اور پھر حمین نے لاڈلی کی آنکھوں میں ایسی دھول جھونکی کہ وہ مطمئن و مسرور سی پاس سے اٹھ کر اسی خاموشی سے کمرے سے چلی گئی، حمین گہرا سانس ہی کھینچتا رہ گیا۔

.._____..

داران کو ویسے تو ڈنر تک لازماً پہنچنا تھا مگر وہ خانو اکبر کے ساتھ شکار پر نکل گیا، تبھی وادی سون کے راجمار کو شاہ حویلی پہنچنے میں رات کے گیارہ بج گئے، سب سو گئے سوائے مایا کے کیونکہ وہ ایک بے سکون روح کی مالک جو تھی، اور کہیں نہ کہیں داران ماہیر کا ہمیشہ دیر کرنا بھی اسی سبب ہوتا کہ وہ سب سے پہلے مایا سے ملنے کا طلب گار ہوتا، تازہ دم ہوئے وہ بلیک میں ملبوس، سرخ و سفید رنگت، نیلی گریش آنکھوں کے سحر کے ہمراہ، اپنی پروقار شخصیت کے ہمراہ کسی کو بھی اپنا شیدائی کر سکتا تھا، سر اور داڑھی کے بال زرا زرا بھوراشیڈ دیتے جو اس کی شخصیت پر مزید پرکشش لگتا، وہ بلاشبہ وجاہت کا مالک تھا لیکن اس سے بڑھ کر اسکے پاس ایک خوبصورت قیمتی دل کی موجودگی تھی۔

"مس کیا مجھے؟"

نرمی سے داران کے سر کے گھنے بھورے بالوں میں لابی انگلیاں پھیرتی مایا، موصوف کی نیلی آنکھوں کی جنبش پر اپنے ہی سوال پر مسکرائی کیونکہ وہ مایا کی گود میں سر رکھے کاوچ پر لیٹتا ہی تب تھا جب وہ اسے بہت مس کر چکا ہو۔

"اگر میرے جواب سے آپ چھک اٹھیں گی مایا تو یس بہت کیا"

لا جواب کرتا سنجیدگی سے اٹا جواب، مایا نے اسکا ہم عمر ہونے کے باوجود کئی سالوں سے اسے زرشہ آپیا کی کمی ہونے نہ دی تھی۔

"میں نے بھی بہت کیا، جب تم یہاں نہیں ہوتے مایا کو لگتا ہے اس کی ہم جھولی، اسکی بچپن کی سہیلی کھو گئی۔ تمہاری ان گہری آنکھوں کے عقیدت بھرے رنگ بہت عزیز ہیں مجھے داران"

مایا کے لہجے میں ممتا اترتی دیکھے وہ فوری سر اٹھاتا اٹھ بیٹھا کیونکہ یوں وہ تبھی کہا کرتی جب بہت اداس ہوتی۔

"وہ تو سب ٹھیک ہے، لیکن آپکی آنکھوں میں آنسو کس لیے مایا"

ہاتھ بڑھا کر مایا کی بھیگی آنکھیں دیکھتے ان سے بہتی نمی انگلیوں کی پوروں میں سمیٹتے پوچھتا وہ پریشان تھا۔

"اس لیے کہ اجازت لینی ہے، مجھے اب جانے دو داران، اس حویلی سے۔ تم اور ماول اب خود کو اچھے سے سنبھال سکتے ہو۔ مجھے جانے دو تاکہ میں بھی اپنی زندگی کو آگے بڑھانے کا سوچ سکوں"

یہ تقاضا جب بھی مایا کرتی، داران ماہیر کا چلتا دل رکنے لگتا، وہ یک دم روٹھا، آنکھوں کے گوشے گلابی پڑ گئے، نیلی آنکھوں میں خزن اتر آیا۔

"سوچیں، لیکن میرے پاس رہ کر مایا۔ میں تو خود چاہتا ہوں ان ہاتھوں سے آپکو کسی بہترین کے سپرد کروں۔ کتنی بار بتاؤں کہ آپ ہمیشہ داران کے ساتھ زرشہ کی پرچھائی کی مانند رہیں گی، جس دن آپ یہاں سے گئیں وہ دن میرا بھی اس حویلی میں آخری ہو گا۔"

وہ داران کو تکلیف دینا نہیں چاہتی تھی پر عزیزے جان کے لفظی طنز اب اس سے برداشت نہیں ہوتے تھے۔

"ت۔۔ تم کیوں جاو گے بھلا، یہاں کے وارث ہو۔ داران سمجھنے کی کوشش کرو میری جان۔ بہت سال بیت گئے، مجھے کسی کمی کا احساس نہیں ہوا لیکن پھر بھی یہ میرا گھر تو نہیں"

وہ اسکی تڑپ کے باوجود قائل کرتی اس وقت داران کو اچھی نہ لگی تبھی تو وہ سخت ناراضگی سے نظر پھیر گیا، جبکہ غصے، بے بسی اور ناراضگی میں اس نے اپنی دائیں ٹانگ ہلانی شروع کر دی۔
مایا گھبرا کر اسکا ہاتھ پکڑنے لگی مگر وہ پاس سے اٹھ گیا۔

"جہاں داران ہے وہی مایا کا گھر ہے، آپ ہمیشہ بھول جاتی ہیں۔ آپ بھی ماں کی طرح مجھے چھوڑ جائیں گی تو میں کس کی گود میں سر رکھوں گا؟ کیا دادی جان کی۔۔۔ جہاں سر رکھتے ہی مجھے لگتا ہے دماغ میں کوئی ہلچل برپا ہو گئی ہو مایا۔۔۔ تب بھی چھوڑ جائیں گی مجھے؟ دوسری ماں ہیں ناں آپ میری؟ جتنا بڑا ہو جاؤں مجھے ماں تو چاہیے ہو گی ناں۔۔۔۔ پھر بھی جانا ہے آپکو؟"

وہ ایسا بیہوش صرف تبھی کرتا تھا جب سچ میں اس سے جینا ممکن نہ رہے، مایا نے اسکی بازو پکڑتے پوری قوت سے اپنی طرف پلٹایا تو داران کی خوبصورت آنکھوں میں آنسو دیکھ کر اپنی جگہ ہی دفن ہو گئی۔
کئی آنسو اسکی آنکھوں میں پھیل گئے۔

"داران! بچے ہو کیا۔ میں تمہاری ماں آخری سانس تک رہوں گی۔ ایسی باتیں دوبارہ مت کرنا۔ کسی نے اس حویلی میں تمہاری ایسی آنکھیں دیکھ لیں تو میری جان لے لے گا، پاگل کہیں کے۔ نہیں جاؤں گی کہیں بھلے مجھے سب دھکے مار کر کیوں نہ نکالیں۔ یہاں آؤ بتمیز"

مایا نے اسکے توانا وجود کو حصار تے گلے لگاتے ساتھ ڈانٹا بھی پر وہ مسکرا نہ پایا، اسے دکھ دیتا تھا مایا کے چھننے کا خیال بھی، وہ واحد تھی جس نے داران کی چیخیں، اسکا سسکنا، اسکا رونا اور اسکا تڑپنا دیکھ رکھا تھا۔

"میں آپکے بنا نہیں رہ سکتا مایا، انفیکٹ میں تو دعا کرتا ہوں آپکے لیے کوئی گھر داماد ڈھونڈ لوں۔ تاکہ آپ سچ میں ہمیشہ میری نظروں کے سامنے رہیں۔ مایا پلیز اگر کسی نے یہاں آپکو تنگ کیا ہے تو مجھے بتائیں، بولیں۔۔۔"

وہ اتنا جذباتی اگر خالا کے لیے تھا تو مایا رشتہ کرتی اس لڑکی پر جو اس ہیرے جیسے دل میں قیام پاتی۔
"نہیں داران، مجھے کسی نے کچھ نہیں کہا۔ اور کہا بھی تو اب مایا کسی کی نہیں سنے گی۔ لیکن گھر داماد والا کچھ زیادہ نہیں ہو گیا"

مایا کا موڈ بہتر ہوا تو اس نے آخری شرارت بھری بات سے داران کے چہرے کے اڑے رنگ بھی واپس لائے۔

"نو! آپ بہت قیمتی ہیں۔ آپ سے ماں کی خوشبو آتی ہے مایا۔ ایسی خوشبو جو بابا سرکار سے بھی نہیں آتی حالانکہ وہ جان جیسی تھیں ان کے لیے۔ آپ کی مسکراہٹ میں ماں مسکراتی ہیں، میں کیسے چاہوں گا اس مسکراہٹ سے محروم ہونا۔ میرے ذہنی سکون کی بہت فکر رہتی ہے آپ کو تو پلیر دوبارہ یہ ستم مت ڈھائیے گا۔"

اتنے مان سے وہ اسے معتبر کر گیا کہ مایا کچھ بول نہ سکی بس اسکے سینے جا لگی جو ایک عافیت بھری پناہ تھی۔

"اور مجھے بھی تم سے اس ماں جیسی بہن کی خوشبو آتی ہے، ایسی خوشبو جو ماں سے نہیں آتی حالانکہ وہ زرشہ آپا کی لاڈلی تھی۔ ہمیشہ خوش رہو، اللہ تمہاری زندگی سکون سے بھری رکھے"

مایا کا بات بات پر جذباتی ہونا داران کو مسکرا نے پر مجبور کرتا اور نہ وہ مسکراتا نہیں تھا، خوشی کے موقع پر بس سنجیدگی ترک کرتا لیکن یہ واحد مایا کبیر تھی جو اسے ہنسا بھی سکتی تھی اور رلا بھی۔

"بہت سکون ہے میرے پاس، سکون مت مانگا کریں میرے لیے"

ہمیشہ کی طرح وہ داران کے اعتراض پر ہنسی۔

"تو پھر مایا کیا مانگے اپنے اس شیر سپوت کے لیے"

آج مایا نے کچھ الگ جواب دیا۔

"جو کہوں گا مانگیں گی؟"

وہ سنجیدہ ہوا، دونوں بازو مایا کے کندھوں پر ٹکائے۔

"آفکورس"

مایا نے فوری ہامی بھری۔

تبھی وہ مایا کے کان کی اور جھکا، کچھ کہا تھا اس نے مایا کے کان میں جسے سن کر وہ حیرت کا شکار ہنس پڑی۔

"واٹ؟ کیا سچ میں۔۔۔ کیا وہ کوئی لڑکی ہے؟"

مایا کے تجسس بھرے سوال پر داران خالا کی خوش فہمی پر پھیکا زہریلا مسکرایا۔

"وہ ایک کیفیت ہے، مجھے لڑکیوں میں دلچسپی نہیں آپ جانتی ہیں"

اس سے خوبصورت جواب شاید ہی وہ دے پاتا۔

"تو کیا لڑکوں میں ہے"

مایا کو شرارت سو جھی۔

"استغفر اللہ مایا"

وہ خفت سے گھورا تو مایا کھکھلا کر ہنس دی۔

"دیکھو بر خوردار! اس حویلی کا اگلا وارث تبھی آئے گا جب تم کسی لڑکی میں انٹرسٹ لوگے"

مایا کی بات سننے وہ پلٹا کیونکہ خالا اس ٹاپک کو چھیڑ رہی تھی جو داران کی چڑ تھا۔

"وارث کو یہاں آنے میں کوئی دلچسپی نہیں، وہ آسمان پر روح بن کر ہی خوش ہے۔ کیا کرے گا اس وحشی دنیا میں آکر۔ خیر سونے جا رہا ہوں، باقی دماغ کل کھا لیجئے گا۔ شب بخیر"

اپنا دامن اس کانٹے دار موضوع سے چھڑواتا وہ فوری میز کی سطح پر جھکے اپنا فون اٹھاتا مایا کا سر چومتے فوری پاس سے گزرتا ہوا نکل گیا اور وہ کتنی ہی دیر داران کو کسی لڑکی کے سنگ ہی امیجن کرتی مسکراتی رہی۔

.._____..

"بہت جلد سامنے آؤں گا، بزدل نہیں ہوں۔ جو دل چاہتا ہے داؤ پر لگانے کی ہمت ہے مجھ میں"

چائے کی گرما گرم کیتلی آگ سے دھکتے مٹی کے چولہے پر سے اتارے دو ترکش کپس میں ایرانی قہوہ انڈلیتے وہ گھنی داڑھی مونجھ والا آدمی کسی سے غائبانہ غصے و حقارت سے مخاطب ہوا تو اس دوسرے شخص کے چہرے ہر استہزاء بکھرا۔

"اولاد تک"

دوسرا آدمی بھی اسی کا ہم عمر تھا، پر سچا اور کھرا۔

"داریہ کو بیچا نہیں تھا، ہارا تھا جہانگیر۔ مجھے اسکا ملال ہے۔ میرے پاس اور کچھ قیمتی نہ تھا اس لمحہ، مجھے مار دیتے وہ لوگ۔ مجھے پتا تھا وہ اپنا بچاؤ کرے گی، اسے اس جوا ری اور غلیظ باپ کا سایہ جنگجو تو پہلے ہی بنا کر

پروان چڑھا چکا تھا۔ میرا گناہ وہیں تک ہے لیکن میں نے دارم کو جان بوجھ کر نہیں مارا تھا۔ تجھے تو سب پتا ہے۔ تو بھی تو دو سال سے ناکردہ گناہ کی سزا جھیلتا کابل کی خاک چھان رہا ہے "

تو گویا وہ جنگلی علاقہ افغانستان کے ملک کا تھا جہاں وہ لوگ کچھ عرصے سے بری طرح پھنسے ہوئے تھے۔ جہانگیر چغتائی کرب سے ہنس دیے، انکی ہنسی دلگیر تھی۔

ایک گندا تھا تو اک اجلا پر دونوں دوست تھے اور آج اس وقت بھی ساتھ تھے جب اور کوئی میسر نہ تھا۔

"پھر بھی تیرے ہاتھ پر دارم شاہ کا خون ہے، سید زادے کا قتل کیا ہے تو نے بھلے وہ جتنا بھی برے اعمال کا مالک ہوتا، اسکے نام کے ساتھ لگتا سید بہت بڑا ایڈوانٹیج تھا اسکا۔ یہ بھول بھی معافی کے لائق نہیں ہے۔ وجہ جو بھی ہو، میں تو کسی بہت اپنے کے زہر کا ڈسا ہوں زمیل پر تو تو سر تا پیر زہریلا ہے۔ قہوہ پی اور سو جا۔ واپس جانے کا خیال چھوڑ دے کیونکہ وہ قیامت جو وقتی دب گئی ہے اگر برپا ہوئی تو سب ساتھ بہالے جائے گی۔ ہماری اولاد کو بھی اور اس بچپن کی رفاقت کو بھی "

جہانگیر نے تلخی و بربریت کا مظاہرہ کرتے اس قاتل جواری کو آئینہ دیکھایا اور اپنا کپ اٹھاتے وہاں سے اٹھ کر خیمے کی طرف بڑھ گئے پر زمیل خان کے اندر وقت کے ساتھ ساتھ خوف بڑھنے لگا تھا، اپنے بوئے کو کاٹنے کا خوف۔

ایک نئی صبح آچکی تھی۔

دارِ یہ صبح فجر کے بعد ہی ماموں کے نام ایک نوٹ (جس پر یہ لکھا تھا کہ وہ انیب کے پاس جا رہی ہے) لکھ کر کچن کی میز پر رکھے واپس چغتائی پیلس چلی گئی کیونکہ انیب کی فکر ہو رہی تھی۔
تبھی دارِ یہ کے آنے کے سبب عاقب بھی ایک اہم میٹنگ کے لیے خوشاب نکل گیا۔
مارِ یہ صاحبہ تو بستر سے آگئی تھیں، اب تک تعزیتی، چغتائی پیلس میں موجود تھے، جبکہ ثمن صاحبہ کو تو چپ لگ گئی تھی۔

"حوصلہ کریں آپ"

انیب زرا اپنے میڈیا ہاؤس کی طرف سے نشر کی کچھ بے جا فضول خبروں کی مذمت و تردید کے لیے کچھ دیر فون پر مصروف تھی تبھی دارِ یہ کمرے میں آئی جہاں ثمن، مارِ یہ کے پاس بیٹھیں انکا بے جان ہاتھ تھامے رو رہی تھیں، دارِ یہ نے اپنا ہاتھ ثمن کے کندھے پر رکھا تو وہ ایسے ہٹا گئی جیسے اچھوت ہو۔

"کیسے کروں ہاں، میرا سر ننگا ہو گیا ہے دارِ یہ بی بی۔ میری یہ ماں سے بڑھ کر پیاری ساس زندگی اور موت کی کشمکش میں ہے۔ میرا بیٹا آٹھ ماہ سے لاپتہ ہے۔ میں سر تا پیر اجر گئی ہوں، کہاں سے لاوں حوصلہ۔ اور تم کیوں دکھی ہو؟ تمہیں تو اپنے دشمنوں کی اذیت پر جشن منانا چاہیے"

اس وقت وہ عورت صدمے میں تھی تبھی دارِ یہ نے اسکی کسی بات کا برا نہ منایا اور پاس ہی بیٹھی۔

"اگر میری جگہ آپکی بیٹی ہوتی اور کوئی اس سے زیادتی کرنے کی بارہا کوشش کرتا تو کیا آپ اپنی بیٹی کو کوئی قانونی سٹیپ اٹھانے کی اجازت نہ دیتیں؟"

داریہ کے سوال پر ثمن نے اسے سو جھبی سنگدلانہ نظروں سے دیکھا اور ہاتھ بھی جھٹکا، بلکہ اٹھ کھڑی ہوئی جیسے چیڑ پھاڑ دے گی، داریہ بھی فوراً اٹھ کر کھڑی ہوئی۔

"خدا کا شکر ہے ایسی مصیبت اللہ نے مجھے دی ہی نہیں، بیٹیاں صرف آزمائش اور زلت ہیں۔ اور میری بیٹی ہوتی بھی تو وہ تمہاری جگہ کیوں ہوتی؟ وہ نیک اور شریف ہوتی۔ تمہاری طرح ہر گلی میں بدنام نہ ہوتی۔ تم نے یہ زلت اپنے مقدر میں خود لکھی ہے، اتنی ماہر ڈائبنٹیز سپیشلسٹ کے باوجود تمہیں کیا پڑی تھی اس گند میں کودنے کی؟ تم نے حمید چغتائی جیسے لوگوں کو اپنا جسم دیکھا کر ہی تو اپنے پیچھے کتوں سا لگایا ہے، پھر ان کا کیا قصور؟"

یہ بھلے زہر تھا پر پورا سچ ہوتا تو وہ پی بھی لیتی پر اس لمحہ اسے لگا وہ زمین و آسمان کے بیچ کہیں معلق ہو گئی۔

کوستی تھی اس دن کو جب اس نے اس گند میں قدم رکھا تھا، زمیل جلال خان نے ہارا تھا اسے ایک اپنے جیسے غلیظ آدمی کے پاس جوئے میں، اور داریہ کو اپنی عزت اور جان میں سے اس لمحہ کوئی ایک بچانی تھی، وہ مر جاتی تو اسکے ماموں اور لالہ بھی مرتے تبھی اس نے جینے کی کوشش کی، یہ بدنامی کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیا اور فلم انڈسٹری میں آگئی، ہاں اب داریہ اس فیلڈ میں کسی مقصد کے لیے تھی،

اور وہ مقصد ہی اس لڑکی کی تکلیفوں کا مرہم تھا لیکن وہ یہ سب کسی کو بتا نہیں سکتی تھی، نہیں بتا سکتی تھی کہ اسکا بال بال اب تک قرض میں جکڑا ہے۔

"میں نے اپنا ہر قصور مانا ہے اور یہ میری طرف سے کیے ہر اسمنٹ کے کیس کی فائل میں بھی درج ہے ثمن آنٹی، میں نے کب انکار کیا ہے۔ یقیناً آپکی بیٹی ہوتی تو بہت نیک ہوتی، میں نے کب کہا نیک ہوں۔ میں تو بس آپکی دل جوئی کر رہی تھی"

دار یہ کے نرم پڑنے پر وہ عورت سسک کر اس سے منہ ہی موڑ گئی، کیونکہ کہیں نہ کہیں خود بھی جانتی تھی ناگ کی زوجیت میں رہتی آئی ہے اور سپولے کو جنم دے بیٹھی ہے پر کیا کرتی، تھی تو اک عورت۔

"نہیں چاہیے ہمیں تمہاری دل جوئی، تم جا کر جشن مناؤ۔ ہم خود کو خود سنبھال لیں گے۔ جاو کیونکہ تمہیں دیکھ کر میرے زخم رستے رہیں گے، کبھی بھر نہ پائیں گے" ثمن کی تکلیف کا احترام اس وقت دار یہ پر فرض تھا۔

"جیسا آپ مناسب سمجھیں، ٹیک کئیر"

بنا کوئی اصرار کیے وہ کمرے سے گئی تو ثمن نے پلٹ کر اسکے گم ہوتے سراپے کو دیکھا پر پھر سے وہیں بیٹھے رونے لگیں۔

دار یہ کا پلین گھر واپسی کا تھا مگر انیب اسے باہر کی سمت جاتا دیکھے دوڑ کر پاس آئی اور ہاتھ پکڑے روکا۔

دار یہ کی آنکھوں میں خزن سا جمع تھا۔

"تم ٹھیک ہو دار یہ؟"

انیب کی آواز سی کانپی تو دار یہ نے اسکی گال سہلائی اور ایسا جگر پاش مسکرائی کے موسم سو گوار کر گئی۔
"ز میل جلال خان نے مجھ سے مجھے پیدا کرنے کا بہت بڑا تاوان لیا انوو، کہ آخری سانس تک میں انکی
بٹی ہونے کا ماتم ہی مناتی رہوں گی۔ کاش کسی فقیر کے گھر پیدا ہو جاتی، تھوڑی سی نیک نامی مل جاتی۔"
آج پہلی بار زندگی کے انیتس سال گزارنے کے بعد اسے لگا جیسے وہ بہت اکیلی پڑ گئی ہے۔

"وہ تم نے سنا نہیں کہ بدنام نہ ہوں گے تو کیا نام نہ ہو گا میری جان۔ کیا رکھا ہے نیک نامی میں جسکی ہر
لمحہ حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ اور اس رسوائی کو دیکھو کتنی با وفا ہے، پیچھا ہی نہیں چھوڑتی"
انیب اس جیسی تھی، پاگل، اس وقت لگی بھی۔

"لیکن اب میرا دل اس رسوائی سے ہولنے لگا ہے انوو، میری رسوائی میرے لالہ اور ماموں کی کتنی بڑی
آزمائش ہے یہ میں جانتی ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ مجھ سے کچھ کہتے نہیں کیونکہ جانتے ہیں دار یہ
خوشی سے بدنام زمانہ نہیں بنی، میرے ہر دکھ سے واقف ہیں، میں یہ تک جانتی ہوں کہ ایاد لالہ کو انکی
سنجیدگی اور رعب کے سبب نہیں، انکی اس بہن کی وجہ سے ری جیکٹ کیا جاتا ہے"

دار یہ کی آنکھوں میں بہت کم آنسو آتے لیکن جب وہ روتی تو پوری دنیا ماتم میں لگنے لگتی، انیب نے
اسے گلے لگایا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے، یہ ظالم دنیا کسی کو دے ہی کیا سکتی ہے لعنتوں اور گالیوں کے سوا۔ میرے بارے میں بھی تو لوگ ہزاروں بکواس کرتے، میں جو ہر دو نمبر ایرے غیرے نتھو خیرے کو بے نقاب کرنے اکیلی نکل پڑتی۔ دنیا میں چھپے درندوں کو سامنے لاتی ہوں تو لوگ مجھے ایپر شیٹ نہیں کرتے بلکہ پہلی بات میرے کردار پر کرتے ہیں کہ تو بہ کیسی لڑکی ہے، ان خطرناک آدمیوں پر اکیلے دھاوا بول دیتی ہے، یہ تک سوچ لیتے ہیں کہ یقیناً میں ان چھوٹی بھی نہیں رہی، یہ تک کہ اس نیوز رپورٹر کے ماں باپ کیسے بے شرم و بے حیا ہیں کہ لڑکی ذات کو یوں کھلے عام ایسے پیشے میں رلنے چھوڑا۔ لیکن میں تو کبھی اس کی اللہ سے شکایت نہیں کی، اور یہ تم سے سیکھا پھر تم کیوں چھوٹی چھوٹی ہوتی ہو"

یہ سب دردناک حوالے سننے دار یہ نے اپنے آنسو پونجھے اور انیب کے بے حد گھنگھریالے بالوں کو سہلاتی نمدیدہ مسکائی۔

"تم تو چیمپین ہو میری، میں ہوں ناں تمہیں ایپر شیٹ کرنے کے لیے۔ نہیں روو گی آئی پر امسس لیکن پلیز اب میں تمہارے گھر نہیں آؤں گی، تم سے تمہارے میڈیا ہاؤس ملوں گی یا پھر تم ہو سپٹل آجانا، گھر بھی آسکتی ہو۔ ماموں کے ہاتھ کی فرائڈفش ویسے بھی تمہاری فیورٹ ہے۔ اور ایاد لالہ اور تمہاری فینس لڈو فائیٹ جسکے میں اور ماموں ویسے ہی دیوانے ہیں اسے بھی کافی دن ہو گئے دیکھا نہیں"

دار یہ کی فرمائشی باتیں سننے انیب ہنس پڑی۔

"ایا دلالہ بلکل چیٹنگ نہیں کرنے دیتے مجھے اور میں ٹھہری دو نمبری کی استاد۔ چیٹنگ کے بنا آپن کا کہاں گزارہ۔

انیب کے شر انگیزی سے آنکھ ونگ کرنے پر داریہ کی مسکراہٹ بھی لوٹ آئی۔
"اگر تم انھیں لالہ نہ بناتی تو میں اب تک تمہیں انکی لیلی بنا چکی ہوتی انیب، لیکن خیر پھر عاقب بچارہ خالی ہاتھ رہ جاتا۔"

ہائے یہ حسرت جس پر انیب ہنسی لیکن آخری حوالے پر یوں ہوئی جیسے زبان پر کڑوے بادام کا زائقہ پھیلا ہو۔

"ان شاء اللہ جیسی اسکی حرکتیں ہیں وہ خالی ہاتھ ہی رہے گا"

انیب کی تپ پر داریہ نے حیرت سے اسے گھورا۔

"ہاں تو، جے کیو چینل کی رداناز ہے ناں۔ عاقب کے دو مسٹنڈے اسکے فلیٹ پر گئے تھے، دھمکانے۔ وہ تو اسکے ساتھ ہی میرا شو چلتا ہے تبھی اس نے یہ بات چینل انتظامیہ یا اپنے انکل کو بتانے کے بجائے مجھے بتائی اور میں نے معافی تلافی کیے بات سنبھال لی۔ اس لڑکی کا انکل یہاں کا چھٹا بد معاش ہے۔ تم سمجھاؤ عاقب کو داریہ، اسے کچھ ہوا تو داد و سچ میں مرجائیں گی"

یہ سب نیا نہیں تھا، آئے دن عاقب کی غنڈا گردی کے فسانے مشہور اور زرد زبان ہوتے۔

"اف عاقب! اچھا تم ریلکس رہو میں فری ہوتے ہی سمجھا دوں گی اسے۔ چلو اب میں جارہی گڈ بائے"

دار یہ نے اسے تسلی تھمائی اور اجازت لی جس پر انیب بھی واپس پیلس کی مین بلڈنگ کی طرف بڑھ گئی۔

.._____..

داران کے آنے کی خوشی میں ناشتے پر فردوس صاحبہ نے عامر سے خاص اختتام کروایا مگر وہ حسب توقع ناشتہ عثمان کے ساتھ کرنے سب کے جاگنے سے پہلے ہی نکل گیا۔

"آپ کی طبیعت اب کیسی ہے، دوبارہ تو نہیں بگھڑی لالہ؟ ڈائمیٹک پرسن ہیں اپنا خیال رکھا کریں" ناشتہ کرنے وہ یہاں اکیلا آتا تھا، اس وقت اسکے ساتھ خانو اکبر بھی نہ تھے، آج بھی عثمان نے داران کا فیورٹ ناشتہ بنایا تھا، اور وہ تھا ملٹی گرین ایو کا ڈوٹوسٹ۔

"نہیں کافی ماہ ہو گئے بہتر ہوں"

اس ڈھابے کی خاصیت یہ تھی کہ یہاں صرف پنجابی کھانے نہیں بلکہ چائینز، اٹیلین اور گریک ڈشیز بھی بنائی جاتیں۔

"ماشاء اللہ! آپکے لیے کچھ اور لاؤں۔"

عثمان نے اسے ناشتہ کرتے دیکھ کر نرمی سے پوچھا۔

"نہیں کافی ہے، اب میں چلتا ہوں۔ عزیزے جان برہم ہو رہی ہوں گی۔ کل ملتا ہوں"

داران نے رسائیت سے ناشتے کے بعد اجازت لی اور واپس پلٹا جبکہ واپس حویلی میں آیا تو حسب توقع ناشتے کی ٹیبل کے گرد بیٹھے وہ چاروں اشخاص داران کو آتادیکھے منہ پھلا چکے تھے۔

"سب ایک بار ہی مان جائیں کیونکہ باری باری منانے سے تھک سکتا ہوں"

موصوف خود بھی کر سی سنبھالے بیٹھے تو ماول اپنی جگہ سے اٹھی جبکہ اس سے پہلے کچھ کہتی داران نے اٹھ کر اسکی شرٹ دیکھتے بازو دبوی۔

"ماول! تم نے آتے ہی میری سب سے فیورٹ شرٹ پر قبضہ کر لیا"

ماول نے جو بادانت دیکھائے تو داران کی نرم سی سنجیدگی پر فوری اس سے لپٹ گئی اور داران نے یوں منہ بگھاڑا جیسے اس جونک کے لپٹنے پر بے چین ہوا ہو۔

"کیا کروں بھیا، میں ترس جاتی ہوں ان چوریوں کے لیے۔ کیسے ہیں؟ بڑے ہنڈسم ہو گئے ہیں۔ اب یہ گھوریں مت اور بتائیں میرے لیے کیا کیا لائے؟"

ماول کی باتیں سننے وہ اسے پکڑ کر کمرے کی راہ دیکھا چکا تھا تبھی وہ اپنے گفٹس دیکھنے ہنستی ہوئی دوڑ پڑی، داران نے مسکرا کر اسے جاتا دیکھا اور بابا سرکار کے اٹھ کر روبرو آنے پر آنکھوں میں عقیدت سمیٹ لایا۔

"فرزند! آپکی اس مسرور جوانی کو کسی کی نظر نہ لگے، خوش آمدید بابا کی جان۔ گلے لگیے"

تبریز کے گلے لگانے پر وہ نرمی سے بابا سے بغل گیر ہوا مگر اس بیچ برہم سی عزیزے سے نظر ضرور ملی۔

"دوماہ رونق لگنے والی ہے یہاں، ٹھیک ہیں آپ؟"

تبریز کے استفسار پر وہ سرسری سا سر ہلا گیا جبکہ ایک اہم میٹنگ کے لیے انھیں دیری ہو رہی تھی تبھی ابھی کے لیے اجازت لی تو مایا کو بھی کیونکہ جلدی پہنچنا تھا تو وہ بھی ساتھ ہی روانہ ہوئی۔

جبکہ ماول نے آج کالج سے چھٹی کر لی تھی کیونکہ وہ داران کے ساتھ مستی کرنا چاہتی تھی۔

"آپ تو روٹھ کر بہت حسین لگ رہی ہیں دادی سرکار! نظر اتار لوں"

جانتا تھا وہ سخت برہم ہیں پر جب انکو شانوں سے تھامتے اپنے سامنے کھڑا کیے لائے وہ لاڈ سے بولا تو عزیزے جان سے مزید سنگدل نہ بنا جاسکا۔

"تم آتے ہی مجھ سے کیوں نہیں ملتے داران؟"

فوراً سے دل پگھلا، اسکی صبح روشن پیشانی ان بزرگ لبوں نے چومی تو داران انکے سوال پر انھیں باہوں کے ہالے میں بھرتے مسکرایا۔

"کیونکہ مجھے اپنے لیے آپکو انتظار کروانا پسند ہے، پھر آپکا اضافی پیار اور یہ تڑپ دیکھنے کو ملتی ہے۔ اچھی

لگتی ہے مجھے، غرور آتا ہے کہ عزیزے جان اگر کسی کے لیے تڑپ سکتی ہیں تو وہ داران ہے"

وہ اپنے نام، اپنی آنکھوں کی طرح بولتا بھی خاص تھا، عزیزے کا سارا غصہ جھاگ بن گیا۔

"سلامت رہو دادی کی جان، میری آنکھوں کی ٹھنڈک۔"

وہ اس پر فدا و قربان ہوئیں جبکہ وہ انکے لاڈ ضرور وصول کرتا اگر اسے شاہ انڈسٹری نہ جانا ہوتا۔

"باقی کے پیار بھرے اقدامات بعد میں، اہم کام سے شاہ انڈسٹری جانا ہے۔ لیکن ڈنر آپکے ساتھ

کروں گا اور آپکے دس ماہ جمع ہوئے شکوے بھی سنوں گا"

فوری مقابل کو نرم امرتی لب و لہجے سے قائل کیا جبکہ عزیزے اسکی من موہنی صورت کا صدقہ اتارتے فوری ہامی بھر گئیں۔

"اللہ کی امان میں رہو"

دادی جان سے اجازت لیے وہ حویلی سے نکلا تو خانو اکبر حسب توقع اسکے منتظر تھے، داران کو آتا دیکھے جناب نے فوراً اپنا ڈرائیوری کا منسوب سنبھالا جبکہ داران نے بھی سن گلاسز آنکھوں پر چڑھاتے گاڑی میں سوار ہوتے ہی اپنا کل رات ہی نیا لیا جاتا فون نکالے مینجر کی آتی کال پک کرتے اہم بات کرنی شروع کر دی۔

.._____..

"باقی کی تمام ڈیلنگ ہمارے اوئر حمین چوہان کریں گے، وہ کچھ دیر تک خوشاب پہنچ جائیں گے۔ آپکا بہت نام ہے تبھی ہم ایک بار پھر اسلامہ آباد کا پورا شہر چھوڑ کر اپنے اس ہیونٹ پر فلاورنگ ورک آپ سے لینا چاہتے ہیں مس مایا کبیر"

حمین کی سیکرٹری سدرہ اس وقت مایا کبیر کی فلاور شاپ میں ایز آگیسٹ موجود تھی، اسے کافی کے ساتھ سپیشل پف پیسٹریز سرو کی گئی تھیں۔

یہ شاپ خوشاب کی سب سے فینس فلاور اینڈ بکے شاپ تھی جسے "Fragrant" کے نام سے جانا جاتا تھا اور اسکی مقبولیت کی مین وجہ مایا کبیر کی اپنی نر سری تھی جہاں شاپ پر موجود پھولوں کی اکثریت خود ماہر لوگوں کی نگرانی میں اگائی جاتی۔

"مجھے امید تھی کہ وہ ہم سے اگین ورک ضرور کروائیں گے، آپ نے بتایا تھا وہ لاسٹ بار کافی مطمئن ہوئے تھے"

مایا کے لیے ایسے بڑے اوٹ آف سٹی پر اجیکٹس ہمیشہ خوشی اور ایکسائٹمنٹ کا سبب ہوتے۔
"جی مایا کبیر! وہ تو آپکی سروس کے دلدادہ ہو گئے ہیں۔ پھولوں کی اقسام سے لے کر کوالٹی اور فریشنس کسی چیز پر آپ لوگوں نے کمپر وائز نہ کیا اور یہی آپکی مقبولیت کی وجہ بھی بن رہا ہے۔ اور ایسے خاص ٹیولپس جو صرف پیرس میں پائے جاتے ہیں انکی آپکی نر سری میں موجودگی پلس پوائنٹ ہے۔ پھر خاص طور پر Orchid , Gladiolus, Gerbera , Rose... مائنڈ بلیونگ"

سدرہ کی اتنی ستائش پر مایا پھولے نہ سمار ہی تھی تبھی کسی کی نظر اس سرخ ٹیولپ کے پھول پر پڑی اور ہٹنا بھول گئی، اپنی وجاہت خیز پرسنالٹی کے سنگ روڈ پر گاڑی کھڑے کیے اپنے گارڈ کے ہمراہ حمین ہاف وائیٹ شرٹ کے کمبو کے سنگ براون ڈریس کوٹ میں سجتا ہوا باہر نکلا تو شاپ کے مرروال سے اسے پھولوں کے ہالے میں بیٹھی مایا دیکھائی دی کہ سمجھنا مشکل تھا وہ پھولوں جیسی ہے یا پھول اس جیسے ہیں۔

حمین کی آنکھوں میں چلی آتی وارفتگی کی چمک، جولائی کے جو بن پردکتے کڑکتے سورج نے ادھار لے لی۔

منظروں میں مدہوش امرت گھلنے لگا۔

"سر آگئے"

سدرہ کی نظر پڑنے کی دیر تھی کہ مایا بھی زرا گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی، خوبصورت آبشاری بال کھولے، سادہ سے چھوٹی چھوٹی کڑھائی والی بوٹی سے سچی شرٹ کے ہمراہ زرا تنگ ٹراوز پہنے، بالوں کو اک طرف شانے پر پھیلائے، تروتازہ میک اوور سے چہرے کے روشن خدو خال اور حسین کیے، ہیلز پہنے بہت دلربا لگ رہی تھی پر اسکی نظروں میں عقیدت تب اتری جب اسکی حمین سے نظر ملی۔

"میں ابھی مایا سے آپکے کہے تعریفی جملے ہی کہہ رہی تھی سر"

سدرہ نے چمک کر ان دو کے بیچ کا فسوں توڑا۔

"یہ میرے منہ سے بھی تعریف سننے کی مستحق ہیں، ویل آپ اور آپکی ٹیم نے پچھلے ایونٹ کو کامیاب بنانے میں برابر حصہ ڈالا مایا کبیر۔ اور اسی کا شکریہ ادا کرنے کے لیے ہم دوبارہ آپکے فلاور فریگرٹ کی خدمات لینا چاہتے ہیں۔ لیکن ایونٹ اس بار بہت بڑا ہے، ایک ایوارڈ شو کی تقریب ہے جسکی تھیم بہار پر مبنی ہے۔ تو ہمیں ہر وہ پھول چاہیے وہ اس خبس کے موسم کے باوجود بھی بہار کی طرح کھلا لگ کر بہار کا

تاثر دے"

حمین نے سنجیدگی کے سنگ مایا کے زرا فاصلے پر رک کر تعریف کے ساتھ اگلا پر اجیکٹ پیش کیا جس پر مایا نے اک نظر سدرہ کو دیکھا پھر حمین کو اور فوری مسکراتی ہامی بھر گئی۔

"ہم اپنا بیسٹ دیں گے، آپ مطمئن ہو جائیں"

مایا کا یقین دلاتا میٹھا لہجہ ہی تو حمین کے دل پر دستکوں کا سبب بنا تھا، کچھ ماہ پہلے ہی وہ اسے پسند آئی تھی اور جب پتا چلا یار کی سالی یہی مایا ہے تو تب سے تو بنا سوچے وہ حمین کے دل کی مسند پر بیٹھ گئی، لیکن مایا اس سے یکسر بے خبر تھی۔

"میں مطمئن ہوں، اور یقیناً جب آپ کے ساتھ کام کروں گا یہ طمانیت بڑھے گی۔ پینٹ ڈیٹیلز آپ سے سدرہ ڈسکس کرے گی، اور ڈیکوریشن پیٹرن فائل بھی دے گی تاکہ آپ کو اندازہ ہو جائے کس قسم کے پھول اور کیسے تراش خراش میں درکار ہیں۔ بیسٹ آف لک اینڈ ہیو آگڈ ڈے"

وہ صرف مایا سے ملنے اتنے دور آیا تھا اور تبھی وہ بہت خوش تھی، حمین نے اپنی بات مکمل کی اور مسکرا کر اک آخری بار مایا کی آنکھوں سے آنکھیں ملانے کی گستاخی کیے فوری وہاں سے اپنے بکھیرے سحر کو اسی جگہ پر پھیلانے پلٹا اور باہر چلا گیا لیکن مایا کو سدرہ کی باتیں سنائی نہ دیں کیونکہ مایا کا دھیان تو حمین چوہان اپنے ساتھ باندھ کر لے گیا تھا۔

.._____..

شاہ فیملی، خوشاب ڈسٹرکٹ کی جانی مانی اولیمسیا (میں نے نام تھوڑا اصل والی سے بدل دیا ہے)

کیمیکل انڈسٹری کے مالک تھے، ملک کے اندر ہی نہیں بلکہ ملک کے باہر تک انکی مقبولیت تھی اور اکثر و بیشتر ورک پراجیکٹس بھی اوٹ آف کنٹری سے لیے جاتے جس میں تبریز شاہ کے سب سے خاص ترکیش استنبول کے رہائشی دوست مہمت اور مردان سرفہرست تھے، کیمیکل انڈسٹری ان کمپنیوں پر مشتمل ہے جو صنعتی، خاصیت اور دیگر کیمیکل تیار کرتی ہیں۔ جدید عالمی معیشت کا مرکز، یہ خام مال (تیل، قدرتی گیس، ہوا، پانی، دھاتیں اور معدنیات) کو صنعتی اور صارفی مصنوعات میں تبدیل کرتا ہے۔

کیمیکل پلانٹ میں سب ورکرز بہت ہونہار تھے تبھی تو انکے بزنس کو دن دگنی ترقی مل رہی تھی۔ کیمیکل پلانٹ ورکرز کیمیکل پروسیسنگ پلانٹس میں معمول کے کام انجام دیتے تھے، جیسے مواد کو پروسیسنگ ایریاز تک پہنچانا، اجزاء کو ہاپر میں ڈالنا، کیمیائی محلول کو گرم کرنے، ٹھنڈا کرنے اور مشتعل کرنے کے لیے مشینیں چلانا، کنٹینرز پر کور بھرنا اور باندھنا، اور مصنوعات پر لیبل اور معلومات منسلک کرنا، اور ہر پلانٹ لیبر کو اسکی محنت کا بھرپور معاوضہ ملتا تھا۔

شاہ خاندان کے ساتھ اس بزنس میں عاقب موہان سے پہلے اسکے والد جاسم موہان پارٹر تھے مگر انکی وفات کے بعد سے یہ پارٹر شب عاقب نے پوری ذمہ داری سے سنبھال رکھی تھی۔

ٹھیک بارہ تک داران ماہیر آفس پہنچ چکا تھا، پلانٹ کا وزٹ کرنے سے پہلے وہ کچھ دیر کے لیے مینجر سلطان سے ملنے بلڈنگ کی طرف بڑھا مگر توقع کے برعکس اسکی راستے میں عاقب سے ملاقات ہوئی۔

"اوہ ہو! بڑے لوگ آئے ہیں"

عاقب کی طنزیہ ٹون کے جواب میں ویسی شر دبار نگاہیں داران نے اس پر ڈالیں اور اپنے آفس آنے کا اشارہ کرتا پاس سے مغرور بنا گزر تا چلا گیا۔

عاقب نے اس خود بین شخص کی یہ سلگتی حرکت بس اس لیے سہہ لی کیونکہ داران ماہیر اس سے دگنے شنیرز کا مالک تھا۔

داران اپنی رولنگ چیئر سنبھالے میجر سلطان کے لائے کچھ چیک ہی سائن کر رہا تھا جب عاقب پر اعتمادی سے اندر آیا۔

داران نے سلطان صاحب کو جانے کا اشارہ کیا اور خود بھی اٹھ کر میز کرسی کے بیچ سے نکل کر ٹیبل کے پاس آرکا، خوبصورت مٹھاس سے لبریز چہرے پر مست تاثرات تھے جو مقابل کے اندر لگی آگ سے محظوظ ہونے کا سبب تھے۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟"

داران کو عاقب کی گستاخانہ نظریں اچھی نہ لگیں۔

"دیکھ رہا ہوں کہ تم واقعی اتنے انجان ہو یا بننے کی ادکاری کر رہے ہو"

عاقب کا طنز وہ فوری بھانپ گیا تبھی داران کے مغرور تاثرات میں سختی و تلخی کا ایک ساتھ اضافہ ہوا۔

"جو کہنا ہے صاف صاف کہو عاقب موہان"

اس بار لہجے میں سرسراتی تنبیہ تھی۔

"نیوز نہیں دیکھی؟ ماموں جان کا ڈر ہو گیا ہے"

عاقب کے جواب پر داران نے واقعی یوں ظاہر کیا جیسے اسے تو خبر ہی نہ ہو۔

"اوہ! سٹریٹج۔ مجھے تو لگا تھا اب وہ بچ نکلے گا پر اللہ کی بے آواز لاٹھی نے اسے بھی ہر دوسرے فرعون کی طرح جکڑ لیا۔ تمہیں تو پھر یہاں نہیں ہونا چاہیے تھا، گھر کے واحد مرد ہو اب، تعزیتی احباب کو ویلکم کون کرے گا چغتائی پبلس میں"

داران کے لہجے میں پھیلی مستی پر عاقب نے بڑی مشکل سے اپنے اٹھتے جلال کو سنبھالا تھا۔

"چغتائی پبلس کی عورتیں بھی مردوں سے کم نہیں ہیں سمجھے تم"

جواب خاصا جلدبات آیا جبکہ داران نے ستائشی آئینہ واپچکاتے متاثر ہونے والا رد عمل دیا۔

"سمجھ گیا، پلانٹ وزٹ کے لیے جا رہا ہوں۔ چلو گے تم؟"

داران نے گویا بات ہی ختم کی، عاقب نے نفی میں سر ہلایا جس پر داران اپنے بلیک گلاسز آنکھوں پر چڑھاتا پاس سے گزرتا آفس روم سے نکل گیا جبکہ عاقب نے جبرے بھیج کر اپنا طیش دبایا تھا۔

.._____..

ماول کا کالج سے چھٹی کرنا بیکار ہی گیا کیونکہ داران کو تنگ کرنے کا تو اسے موقع نہ مل سکا، وہ گھر جب بھی آتا تو دیکھنے تک کو نہ ملتا، اسکی زندگی کے دھندے اسے ہوش لینے ہی نہ دیتے دوسرا وہ خود کی

مصروفیت کو ہمیشہ اہم جانتا تھا، ماول کے لیے اسکے لائے گفٹس جن میں ماول کی پسند کی لاتعداد اشیاء تھیں ان سے بھی ایک دو گھنٹے بہلنے کے بعد وہ بور ہوئی، جیسے تیسے کر کے دن گزرا، شام کے چار بجے اور موصوفہ آکیڈمی روانہ ہوئیں، ہفتے میں دو دن وہ اسائنمنٹ اور پریکٹیکل ورک کے لیے آکیڈمی بھی جاتی تھی اور وہاں بھی وہ ہفتے کے دو دن ایادز میل خان کے لیے عذاب کا سبب بنتے۔

ثانیہ بھی اسکے ہمراہ ہی جاتی تھی پر وہ پڑھا کو تو تھی پر ماول کی طرح شرارتی نہ تھی۔

سب سٹوڈنٹس اپنے اپنے کام میں مگن تھے جبکہ ماول کو اس وقت صرف پروفیسر ایاد کی فکریں کھائے جارہی تھیں۔

"شاید کسی سے پیار کرتے تھے اور وہ پیٹھ میں چھرا گھونپ گئی ہو گئی کمینی بے وفاء اور میرے ملینگانے بھی دل مار لیا ہو گا، اپنے ارمان دریائے نیل میں بہا ڈالے ہیں، تبھی کسی لڑکی کو منہ نہیں لگاتے۔۔ آہ آپکا وہ بچا رامنہ میرے پیارے استاد محترم!"

کچی پینسل کی باریک نوک تیسری بار بھی دانتوں میں لے کر فکر کے سنگ کتر ڈالی اب تو زبان بھی سیاہ کروالی تھی محترمہ نے، وہ جو اپنے دھیان میں ہی ناک کی سیدھ میں جلوے بکھرتا، ہمہ وقت کا ناک پر کھنچا لیے سنجیدگی کی سب سے وحشی کیفیت میں آکیڈمی ہال ہی چلا آ رہا تھا جب ماول صاحبہ کے منہ سے یہ خوبصورت تجزیے کانوں میں پگھلے سیسے سے اترے تو بچا راسر تا پیر گھوم گیا۔ چہرہ سپید پڑا، ناک کے نتھنے پھولے، گردن کی رگ ابھری، کن پٹی کی رگ پھڑک کر رہ گئی۔

"تمہارے پاس خرافات کے سوا ہے کچھ سوچنے کو؟"

سر کے پار پرے کی جانب سے آتی خشونت بھری برہم آواز پر ماول نے ڈر کر گردن گمائی، ہونٹوں کی مت کچی پینسل کے کاربن سے مارے دانت بھی کالے کیے بیٹھی تھی فوراً پکڑے جانے پر مسکینیت سے ہنس پڑی اور خدا گواہ تھا ایاد خان کو انتہائی زہر لگی۔

"جی ملینگا، ہے نہ۔ میں سوچ رہی تھی آپکے پال سٹریٹ کروں تو آپ کیسے لگیں گے۔ آئیں نہ پلیز کچھ نیا کرتے ہیں"

فوری معصومیت سے آنکھیں پیپٹاتے اپنے کندھوں سے نیچے تک جھولتے سنہری سیاہ لیکن گھنگھریالے بال لہرائے بے باک آفر کی کہ چلو بال سیدھے ہو گئے تو مقابل مزید بجلیاں گرانے لگیں گے۔

"ہاں ان کتابوں کو ماچس جلا کر آگ لگا دو اور میرے سر پر عذاب بن کر نازل ہو جاو۔ اور یہ تم مجھے ملینگا کس خوشی میں کہتی ہو۔ جیسے تمہارا استاد نہیں بچپن کی ککلی ڈالنے والی سہیلی ہوں۔ باز آ جاو میرے صبر کی ایک حد ہے ماول شاہ"

ایادز میل خان کو اسکا بے تکلف انداز تلووں لگا سر پر بجھا۔ اور زرا اسی بے عزتی والی فیلنگ اس جانب بھی محسوس ہوئی پر بس ایک سیکنڈ کے لیے۔

"بچپن میں کسی نے میرے ساتھ ککلی نہیں ڈالی ہک باہ! کیا ہوتی ہے یہ حسین چیز۔۔۔ کاش کوئی مجھ معصوم کو بتانے والا ہوتا (جھوٹے آنسو گڑنے کی کوشش کرتے ہوئے آہ بھری) اور آپ مجھے میرے فیورٹ ملینگا جیسے لگتے ہیں، کیا کروں جناب گناہ گار سی زبان ہے آپکے سامنے پھسل پڑتی ہے"

ڈرامائی مگر چھ کے آنسو لمحے کے ہزارویں حصے ماول شاہ کی سنہری آنکھوں میں جگمگائے جبکہ اس فلاپ مووی کی پرلے درجے کی ریجیکٹ اداکارہ نے جو اتنے حسین و جمیل شخص کو ملینگا سے ملا دیا، ایاد کا دل چاہا اسے کچھ نہ کہے اپنا سر کسی دیوار سے زور سے پھوڑ ڈالے۔

اور دل سے ہر وہ رگ کھینچ لے جس میں یہ دنیا کی سب سے بڑی ڈارمہ کونین سانپ کی طرح کنڈلی مارے براجمان ہوتی جا رہی تھی۔

"ماول شاہ!"

خاموشی سے اپنا اپنا کام کرتے سٹوڈنٹس ایاد کی ضبط بھری غصیل دھاڑ پر اچھل پڑے پر آفریں تھی وہ ٹارچر مشین جسکے کان پر جوں بھی نہ رینگے۔

"ایسے نام مت لیا کریں کچھ کچھ ہوتا ہے"

دانتوں کی نمائش کیے زہریلا سا شرمانے کے بیچ بولی جبکہ ایاد نے زرا سا اسکی طرف جھکتے ہاتھ ڈیسک پر رکھتے ماول کی مسکراہٹ اپنے رعب سے غائب کی۔

"تم کیا چاہتی ہو تمہیں اکیڈمی سے نکلوا دوں؟"

لہجے میں تپش تھی جبکہ ماول نے فوری ڈر کر سر نفی میں ہلایا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

وہ بھی جو جھکا تھا فوری سیدھا ہوتے جبرے بھینچتا اس کے چہرے کے خوفزدہ تاثرات دیکھنے لگا۔

"پہلے ہی دو دن آتی ہوں، ظلم تو مت کریں۔ کلاس سے بین کرتے ہیں کیا کافی نہیں۔ اوکے میں ملینگا نہیں کہہ رہی کیونکہ شاید میرا فیورٹ ملینگا بھی ایسے ہی مائنڈ کرتا ہو گا۔۔۔ آپکو پتا ہے ایاد سر، بلیک بیوٹی کی آجکل وائیٹ بیوٹی سے زیادہ ڈیمانڈ ہے"

شرافت سے ویسے تو اسکا دور دور تک ناطہ نہ تھا مگر جب وہ اسکا مظاہرہ کرتی تو ایاد کو یقین کرنا پڑتا کیونکہ اور کوئی چوائز نہیں تھی۔

"اور کوئی بکو اس رہ گئی ہے؟"

سلگ کر پوچھا جس پر ماول نے شرارت سی آنکھوں میں بھرے فوری سر نفی میں ہلایا اور واپس بیٹھ گئی جبکہ ایاد نے خود بھی اپنی خون آشام آنکھیں اس پر سے ہٹا کر اپنے اندر کے افشار خون کو نارمل کیا اور غصے کو دباتا باقی سٹوڈنس کی طرف لپک گیا۔

جبکہ ماول اسکے جاتے ہی منہ پر ہاتھ رکھے ہنس دی۔

"انکی بیوی کوئی نیبی بچی ہی ہو جس کے منہ میں نہ زبان ہو اور نہ سینے میں دل، تبھی چلے گا ورنہ مجھ جیسی کوئی ٹیڑھی ہڈی پلے پڑی ناں تو بچاری کا ہفتے میں پانچ دن تو یہ موصوف غائبانہ قتل کریں گے، اپنی غصیل اداوں سے۔ ہائے"

اب بھی ماول شاہ باز نہ آئی، پڑھائی میں محترمہ بہت اچھی تھیں، گویا اس حد تک کہ پڑھے بنا اکثر ٹیسٹ پاس کر دیتی، تبھی تو فرصت کے سنگ اپنے فیورٹ کنوارے ٹیچر کی فکر کیا کرتی تھی، جیسے پارٹ ٹائم اسکی اماں یہی ہو۔

.._____..

"ہمیں ڈر لگتا ہے آپکی خاموشی سے، آپکے کبھی بھی روٹھ جانے اور کبھی بھی مان جانے پر"

اب اتنی دور خوشاب تک وہ آیا تو تبریز شاہ سے ملے بنا جانا حمین چوہان کو کہاں زیب دیتا تھا، تبریز نے اپنے اور حمین کے لیے لنچ لگوا یا، اسکے بعد وہ کچھ دیر چہل قدمی کے لیے پلانٹ کے وزٹ کو ساتھ آئے، تبریز کی بات سنے حمین رکا۔

(دونوں کی عمروں میں کافی فرق تھا پھر بھی وہ دو ایک دوسرے کے جگہری یار تھے، حمین کے بابا فرازم چوہان اور عزیرے جان کے شوہر یعنی تبریز اور دارم کے والد سید نادر کبیر شاہ آپس میں گہرے دوست تھے اور دونوں کی وفات بھی اکھٹی دو ہی دن کے فرق سے ہوئی، بس پھر خاندان تو جڑے نہ رہ سکے لیکن تبریز اور حمین کی دوستی آج بھی قائم تھی، حمین کی ایک ہی بہن تھی کومل جس نے چوہان خاندان سے بغاوت کر کے اپنے لیے کونکہ چنا، زمیل جلال خان کی صورت، بھاگ کر شادی کی تو کومل کو خاندان سے آکھ کر دیا گیا، پر جلد ہی کومل کو اس بات کا احساس ہو گیا کہ اس نے اپنے لیے خود زلت چنی ہے کیونکہ زمیل جلال خان ایک درندہ اور وحشی تھا، ایاد تو پہلے سال ہی کومل اور زمیل کی زندگی

میں آگیا اور ساتھ ہی ان بن جھگڑے فساد بھی بڑھتا گیا، کوئل نے اس شخص کے لیے اپنے بھائی (حمین) اور بابا کی عزت پیروں تلے روند دی، لیکن جب وہ پچھتانے لگی تو وقت گزر گیا، پانچ سال جیسے تیسے اس جواری کے ساتھ گزارہ کیا لیکن پھر وہ داریہ ز میل خان کو جنم دیتے ہی ز میل جلال کے جہنم سے آزاد ہو گئی، مرگئی وہ لیکن جاتے جاتے حمین کو آزمائش میں ڈال گئی، اپنے بھائی پر اپنے معصوم بے گناہ بچوں کی ذمہ داری ڈال کر، حمین رحم دل تھا، بہن تو اس کے لیے گھر کی دہلیز پار کرتے ہی مر گئی پر وہ ان بچوں کو بے آسہ نہ چھوڑ سکا اور انھیں ز میل جلال کے رحم و کرم پر چھوڑنے کے بجائے اپنے ساتھ لے آیا، جبکہ حمین کے والد فرازم چوہان کے دل کو اپنی لاڈلی کوئل کا صدمہ ایسا لگا کہ وہ جان کی بازی ہار گئے، ایک تو دوست بھی چھوڑ گیا اور وہ بھی یار کی موت کے دو دن بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

حمین کے کندھوں پر بابا کے کاروبار کے علاوہ چار سالہ ایاد اور چند ماہ کی داریہ کی ذمہ داری تھی، وہ خود بھی تو ابھی نوجوان تھا جس نے جوانی کی فصیل تک پار نہ کی، اس نے داریہ اور ایاد کے لیے بزنس کو توجہ دینی چھوڑ دی اور سب تباہ ہو گیا، فیکٹری پلانٹ بند ہوا، پلانٹ کے مزدور تنخواہیں نہ ملنے پر جاب چھوڑ گئے، کمپنی مقروض ہونے لگی تو اسے وہ سب بیچنا پڑا، یہ قرض باقی تھا کہ اسے پتا چلا کہ ز میل جلال خان ہر ماہ اپنے دو بچوں کے نام پر کئی لاکھ قرض لیتا ہے، بس وہ دن تھا اور ان تینوں کی زندگی جہنم بنا شروع ہو گئی اور خدا گواہ تھا آج تک وہ قرض اپنی پہلی صورت میں ویسے ہی برقرار تھا۔

لیکن اب حمین تھک گیا تھا، اپنے لیے نہیں، ایاد اور داریہ کے لیے جو اسے جان سے بھی عزیز تھے۔)
"مجھے خود بھی اس جگہ اپنی خاموشی کی توقع نہیں ہوتی تبریز جہاں مجھ سے میری تکلیف میرے الفاظ
چھین لیتی ہے۔ تم پریشان نہ ہو، ٹھیک ہوں"

حمین نے پھر سے بہلانا چاہا مگر اس بار تبریز نے اسکا بازو پکڑے ٹھہلنے سے روکا۔

"جو کہنا چاہتے ہیں کہہ دیں ہم سے، انکار یا اقرار جو بھی ہوا آپکے حق میں ہو گا حمین"

تبریز کے تاسف سے منت کرنے پر حمین پھر سے نظریں چرا گیا۔

"تم سے دونوں میں سے کچھ نہیں ہو گا، سو میں تمہیں کیوں کسی آزمائش میں ڈالوں؟ کیا اتنا کم ظرف اور
خود غرض سمجھتے ہو؟"

حمین کی مضبوط آواز سرگوشیوں میں ڈھلی۔

"آپ کیوں ہیں اتنے ضدی حمین چوہان، کیا ہم اپنا سر دیوار سے ماریں تب زبان کھولیں گے۔ بنا کچھ
کہے آپ ہمارے ضبط کی وسعت کا اندازہ کیوں لگانے بیٹھ جاتے ہیں ہر بار۔ جس شخص نے اپنی ذات کا
آئینہ (زرشہ) کھویا ہو وہ بڑے سے بڑے غم جھیل سکتا ہے، آپ تو ہمارے جگر کا گوشہ ہیں پھر یہ کیسے
تکلفات ہیں، کیسی جھجک ہے"

تبریز کا غصہ بھی محبت سے لبریز تھا تبھی تو حمین مسکرا دیا۔

"کیا فائدہ غصے کا جب اگلے کو لگے تم اسکے ساتھ لاڈیاں فرما رہے ہو"

حمین کی زبان پر ہوتی کھجلی اور اسکے نتائج یہ ہوئے کہ تبریز کی سرخ ہوتی نیلی آنکھیں مسکراتے لمس سے شفا یاب ہوئے چمک گئیں۔

"ہمارے غصے کا مزاق بنانا بند کیجئے حمین۔ بتائیے کیا چاہیے آپکو ہم سے؟"

اس بار سچ میں وہ دکھ کی انتہاؤں پر پہنچ کر بولے جس پر حمین غیر مرئی نقطوں پر نگاہیں دوڑاتا خود پر مسکرایا۔

"تمہارا داران اور اسکی امان پروردگی"

اک لمحہ اس انکشاف پر لگاز میں سی تبریز کے پیروں تلے سے سر کی ہے۔

"کیا؟ لیکن کس کے لیے؟"

تبریز کے سوال پر حمین نے جھٹکے سے اس بھولے بادشاہ کو خشمگیں نظروں سے گھورا۔

"اپنے لیے۔۔۔ حد ہو گئی ہے تبریز۔ آفلورس اپنی داریہ کے لیے۔ جلد یا بدیر سچائی کھل جائے گی اور

تم جانتے ہو تمہاری ماں میرے ایا اور داریہ کو کس طرح اسکے باپ کے کیے کی سزا دے گی، وہ جو پہلے

ہی نا کردہ گناہوں کی سزا جھیل رہی ہے پھر تو ایک قاتل کی بیٹی بھی ثابت ہو جائے گی۔ اس سے پہلے

کہ یہ بدنامی میری لاڈلی کی جان لے لے، تمہارے داران کی تھوڑی سی نیک نامی اسکے لیے چاہتا ہوں۔

تاکہ وہ تھوڑا سہی پر اپنی مرضی سے چند سانس لے سکے۔ پھر یہ سچائی کھل بھی گئی تو کم از کم عزیزے

کے ظلم سے میری داریہ بچ جائے گی، وہ اپنے خاندان کی بہو پر تو ستم نہیں ڈھاسکیں گی خاص کر ایسی

لڑکی پر جسے انہی کے پیارے پوتے کی امان پروردگی میسر ہوگی۔ اب بتاؤ ہاں کرو گے یا انکار۔۔۔۔۔ بولو"

حمین کا تقاضا تو سچ میں تبریز کی جان لینے سا تھا، یہ سچائی وہ حمین کو بھی نہیں بتا سکتے تھے کہ داران بھی اس حقیقت سے واقف ہے اور بس انتظار کر رہا ہے کب زمیل جلال خان اسکے لوگوں کے ہتھے لگے، یہی نہیں داران اس سب میں داریہ کو بھی برابر قصور وار مانتا ہے۔

"چپ کیوں ہو گئے؟ بولو ناں۔ کرو گے میرے لیے اپنا داران قربان؟"

یہ تو جان سے بڑھ کر مانگا تھا حمین نے کہ سچ میں تبریز کو لگا زبان رہن ہو گئی ہے، صدمے کی کیفیت محض مبتلا وہ کچھ بول نہ پائے۔

"نہیں ناں، تو پھر آئیندہ مجھ سے یہ مت کہنا کہ تمہیں میری خاموشی سے ڈر لگتا ہے تبریز۔ میں اپنے لیے سب برداشت کر سکتا ہوں، یہ تک کہ کوئی میری جان بھی لے لے لیکن میں اپنے ان دو بچوں پر مزید کوئی ظلم و زیادتی برداشت نہیں کر سکتا۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

تبریز کی خاموشی کو انکار سمجھتا حمین دلبرداشتہ ہوئے غصے سے اس شخص پر افسوس بھری نگاہ ڈالتا وہاں سے چلا گیا جبکہ تبریز شاہ خزن میں ڈوبتے چلے گئے۔

"کس قسم کی بیہودگی ہے یہ؟ کیا تم بھی اپنے باپ، ماموں حمید چغتائی اور رجال کے نقش قدم پر چلنا چاہتے ہو عاقب؟ اپنے سے کم درجہ عورت ذات کی جہاں کوئی بات برداشت نہ ہوئی وہیں اسکی عزت و وقار کی دھجیاں اڑادو۔"

دار یہ نے دوسرے شوٹ سے فارغ ہوتے ہی عاقب کے بجائے اسکے مینجر کو کال کی جس سے اسے پتا چلا وہ خوشاب سے واپس اسلامہ آباد نکل گیا اور عاقب کا اسکے بعد جیم ہی ہونا ممکن ہوتا تبھی وہ سیدھی دن ڈھلتے ہی اسکی فٹنس اکیڈمی چلی آئی، جو حرکت عاقب نے کی اسکے بارے فون پر دار یہ کو بات کرنا مناسب نہ لگا۔

"ایسا کچھ نہیں کیا میں نے، لگادی اس انیب فسادن نے تمہیں شکایت۔ تبھی زہر لگتی ہے مجھے وہ"

ویٹ غصے سے زمین پر مارے وہ ساتھی آدمی سے ٹاول لیتا پاس سے گزرنے لگا جب دار یہ نے اسکی بازو پکڑ کر لہرا کر اپنے سامنے کیا۔

"کل کو کسی کا اسی غصے میں ریپ بھی کر آنا"

دار یہ سے وہ اس قسم کے طنز کی امید کہاں رکھتا تھا تبھی تو اسکی آنکھیں صدمے سے ٹھہر گئیں، پھر ان میں اشتعال کی سرخی سمٹنے لگی۔

"اتنا گرا ہوا سمجھتی ہو مجھے"

اپنی بازو جھٹکتے چلایا کہ آس پاس کے اکا دکا ایکسرسائز کرتے لوگ بھی گردن گما کر دونوں کو دیکھنے لگے جس پر داریہ نے آواز مدھم کی۔

"جو بھی گری حرکتوں کے آس پاس بھٹکے وہ میرے لیے اس سے بھی بدتر شخص ہے، کیا غلط کہا تھا اس لڑکی نے کہ تم نے اپنے غنڈے اسکو دھمکانے بھیج دیے، آج غنڈے بھیجے، کل خود جاو گے۔ جس مرد میں سچ سننے اور برداشت کرنے کی ہمت نہیں ہوتی وہ مرد کہلانے کے لائق ہی نہیں ہے۔ اللہ نے عورت کو اگر جسمانی برداشت سے نوازا ہے تو مرد کو ذہنی برداشت بھی اسی طرح بخشی ہے۔ تم ایسی حرکتیں کر کے مجھے ایک دن کھو دو گے، انیب تو ویسے ہی تم سے عاجز آچکی ہے"

یہ غم و غصہ داریہ میں بہت سی وجوہات کی بنا پر تھا، پہلا کہ وہ اپنے دوست بہت احتیاط سے چنتی تھی، وہ خود جیسی بھی بری ہوتی، اسے لگتا اگر دوست اچھے ہوں، صحبت اچھی ہو تو اس اچھائی کا ہم پر بھی اثر ہوتا ہے، اسی اچھے اثر کے سبب انیب تو اسکی سب سے اچھی دوست تھی، عاقب بھی تھا کیونکہ وہ دو یکسر الگ روپ رکھتا تھا، ایک بہت اچھا اور ایک بہت برا، اسی سبب داریہ کے دوستوں میں اب تک شامل تھا۔ تیسرا کہ وہ اپنے سامنے کسی عورت کی انسلٹ یا تذلیل برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

"مجھے انیب کے عاجز آنے سے رتی برابر فرق نہیں پڑتا لیکن تمہارے کھونے پر مر جاؤں گا داریہ۔ تم مجھ سے محبت نہیں کر سکتی، نہ کبھی کرو گی پھر بھی میرے لیے تم سب سے ضروری ہو۔ معاف کر دو، تم کہو گی تو کسی لڑکی کی طرف برہم آنکھ اٹھا کر دیکھنا تک چھوڑ دوں گا بھلے کوئی عورت ذات میرے سینے

سے دل ہی کیوں نہ نکال لے جائے۔ لیکن یہ جبر، یہ سب تب سہوں ناں اگر مجھے رٹن میں کچھ ملنے کی امید بھی ہو"

دار یہ نے اسکی باتیں، یہ کبھی کبھی جاگتی دیوانگی دیکھنے کے بعد اسکو جن نظروں سے دیکھا وہ دل پر ضرب لگانے جیسی تیر تھیں۔

"ایک طرف تمہیں محبت ہے دوسری طرف تمہیں رٹن بھی چاہیے، یہ کیسی محبت ہے۔؟" اس کے سوال پر عاقب لمحہ بھر لا جواب ہوا، اسکی آنکھیں تشنگی کے لاوے سے اٹ گئیں۔

"تو کیا جب تمہیں کسی سے محبت ہوگی تم رٹن نہیں مانگو گی"

عاقب کے سوال میں جلن اور تپش تھی۔

"نہیں، میں اپنا حق مانگوں گی بس"

وہ مسکرائی تھی۔

"میں بھی تو کئی سالوں سے اپنا حق مانگ رہا ہوں دار یہ"

لہجہ یہ جتانے والا تھا جیسے وہ ہارنے لگا ہے۔

"حق صرف حق دار کو ملتا ہے"

دار یہ کے طنز پر وہ بے بسی سے جڑے بھیج گیا۔

"مانا میرے بہت افیر ز رہ چکے ہیں، ایک دو تو انتہائی سنجیدہ بھی رہے لیکن وہ صرف ٹائم پاس تھا۔ وہ سب لڑکیاں دل بہلانے کا کام کرتی رہی ہیں لیکن تم۔۔۔"

مزید داریہ نے بولنے نہ دیا اور ہاتھ کے اشارے سے روکا۔

"میں نے اس بدنامی و رسوائی کے باوجود صرف ایک ناممکن سی خواہش کی ہے عاقب کہ مجھے کسی ایسے انسان سے محبت ہو جس نے کسی کا دل بہلانے کو مجھ سے پہلے ایسے ناجائز تعلق کو گناہ سمجھا ہو۔ ہاں وہ پھر میرا دل بھی بہلائے تو قبول ہو گا، کم از کم مجھے یہ غرور تو مل جائے گا کہ داریہ کسی کی پہلی چوائز بنی ہے۔ ٹائم پاس ہی سہی پر کسی کی پہلی نظر میں آنا، پھر بھلے دھول بن کر اڑادی جاؤں قبول ہے۔ تم میرے دوست ہو پر میں اتنی حوصلہ مند اور مہمان نہیں ہوں کہ میں ہر ایک سے دل لگانے والے انسان کے ہاتھ اپنی واحد بچا کر رکھی قیمتی دل نامی دولت تمہادوں۔ ویسے بھی انیب اور تمہارا بچپن سے رشتہ طے ہے، اگر تمہیں سنجیدہ ہونا ہے تو اس کے لیے ہو جاؤ۔ وہ تمہیں چاہتی ہے بس تمہاری حرکتوں سے پریشان ہو کر اپنے دل کے جذبات مار دیتی ہے"

وہ یہ سب سنے اختتام تک داریہ کے دونوں بازو جکڑتا اسے اپنے قریب کر گیا جو داریہ کو تو کم از کم انتہائی ناگوار گزرا۔

"جن مغرور دلوں کی تمہاری طرح اضافی حفاظت کی جاتی ہے داریہ ز میل خان! وہی دل ایک دن کوڑی کے مول بھی خریدنے پسند نہیں کیے جاتے۔ وہی دل پائمال ہوتے ہیں جنہیں سینت سینت کر سنبھال کر رکھا جاتا ہے، یاد رکھنا"

وہ جتنا بھی غصہ تھی، عاقب کی ایسی بچگانہ دھمکی پر سارا عتاب بھول گئی، اپنے بازو اسکے ہاتھوں کی گرفت سے چھڑواتے دو قدم پیچھے ہستے سر کی۔

"بد عا دو گے کیا اب؟ جو دل ہمارے بس میں نہ ہو کیا اسے بد عائیں دینا اچھے لوگوں کا شیوا ہے۔ چلو تمہاری بد دعا بھی لے لی، کہتے ہیں دوستوں کی دی ہر چیز حق میں کہیں نہ کہیں اچھی ہوتی ہے" وہ اسے زچ کرتی برا بچھاڑ گئی، عاقب کا بس نہ چلا اپنے بال نوچ کر چلانے لگتا۔

"تمہاری بکو اس سننے کا سٹیمنا ختم ہو چکا ہے مجھ میں داریہ، چلی جاو اور خوار ہوتی رہو ایسے ناپید ہو چکے شخص کی تلاش میں۔ کسی مرد کی نظر میں آئی پہلی عورت بہت خاص ہوتی ہے، تم اتنی خاص نہیں ہو اور یہ سچائی تمہیں بھلے بری لگے پر یہی سچ ہے"

وہ لمحہ بھر اس تابناک نادیدہ تماچے پر مسکرا نا بھول گئی، لیکن پھر اس نے عاقب کے الفاظ کی حرارت کو سہا، برداشت کیا اور کھل کر مسکرائی، وہ یہ سب کہہ کر پلٹ چکا تھا۔

"دیکھا عاقب! میرے زرا اکسانے کی دیر تھی تم نے تو میرے لیے اپنی محبت کا جنازہ نکال دیا۔ بٹ ڈونٹ وری مجھے اس سب کی امید تھی اور جب سے داریہ کی امیدیں پوری ہونے لگی ہیں وہ ایک خوش و مطمئن لڑکی میں بدل گئی ہے۔

ایک آخری مشورہ سن لو، تم بھی اسی پہلی خاص (انیب) کے ہو جاؤ، ورنہ یاد رکھنا زندگی تم سے خاص و عام کے بیچ سیلکشن کا اختیار چھین کر ایک تیسرا آپشن بھی ایڈ کرے گی، بیچ بذات کا۔۔۔"

مضبوط لہجے کے سنگ وہ عاقب کا زہر اسی کو تھماتی آنکھوں میں اتر آتی نہی پر نا صرف پلٹی بلکہ جب تک عاقب پلٹتا وہ تیز قدموں سے تمام ایریا عبور کر کے جا چکی تھی۔

عاقب موہان پر اسکا آسمان گرائے۔۔۔۔ اس کے پیروں سے زمین کھینچے۔

.._____..

"حمید چغتائی کیس کے حوالے سے قانون کے رکھوالے ایکٹیو ہو چکے ہیں، خبر ملی ہے پورے ایریا کو سیل کروانے کے ساتھ آس پاس کی تمام بلڈنگز کو قانون کی پراپرٹی سمجھتے اپنا لائینڈ آرڈر چلایا جا رہا ہے"

یچی کی دی بریفنگ ایئر فون کی جانب سے سنے وہ جو واپس شاہ حویلی آنے کے بعد وادی سون کی سیر پر خانواکبر کے سنگ شام کے اس وقت نکلا تھا، کچھ سوچتے پر اسراری کے سنگ سر ہلا گیا۔

گہرے چار کول شلوار سوٹ میں اسکا پروقار و توانا سراپا انتہائی سچ رہا تھا، نظر نہ ٹھہر رہی تھی اس پر جمال پر، آنکھیں چاہتیں بس اسی کو دیکھتے رہو، اور وہ لا پرواہ مغرور اوچھالی کی دلفریبی میں گم تھا۔
"کچھ ملا ہے انھیں"

داران کے سوال پر کمپوٹر سکرین کے سامنے بیٹھے یحییٰ حیدر نے سر نفی میں ہلایا۔
"ابھی تک اطلاع تو نہیں آئی، ویسے میڈیا بڑا خوش ہے۔ اور ان لڑکیوں کے والدین بھی جن بچاروں کی ایڑیاں اپنی ہوس کا شکار ہوئی بچیوں کے لیے انصاف مانگتے عدالتوں کے چکر لگاتے گھس گئی تھیں۔ یہ تک اطلاعات ملی ہیں سر کے کچھ نجی قصبوں میں حمید جیسی غلاظت کے خاتمے پر ختم کیے گئے، دیگیں چڑھیں، نیازیں بٹیں۔ بنگڑے ڈالے گئے"

کسی کے قتل پر اگر اتنی خوشی منائی جا رہی تھی تو سمجھ لینا چاہیے وہ حقیقی واجب القتل ہے اور یہی داران کا ماننا بھی تھا۔

"یہ سب چھوڑو یحییٰ حیدر، یہ سوچو کہ وہ حمید چغتائی جن سیاہ قوتوں کے نزدیک صرف ہمارے شکار کے لیے پھینکا گیا ایک نوالہ تھا ان میں اصل ڈر پھیل چکا ہو گا۔ یہ نوالہ نگلا گیا ہے یہ بات ان لوگوں کے لیے ہضم کرنا مشکل ہو گی۔ سو اپنی آنکھیں ہر دم کھلی رکھنا، میں بھی محتاط ہوں"

داران نے اسے چند احتیاطیں بتائیں جس پر یچی حیدر کی آنکھیں بھی چمک گئیں، رابطہ توڑے داران نے اوچھالی جھیل کی دلکشی دیکھتے مسکراہٹ دی لیکن اگلے ہی پل اسکے خوب روچہرے پر اضطراب پھیل گیا۔

"کیا اس نے سنا ہوگا، کہ میں نے اسے کس نام سے پکارا تھا آٹھ ماہ پہلے، نہیں شاید اس نے یہ بھی نہ سنا ہو کہ وہ محفوظ ہے، وہ بے ہوش تھی یقیناً"

خود سے خود کلامی کرنے کے اختتام تک اپنے ہی خدشے کو داران ماہیر شاہ نے داریہ زمیل خان کی وہ حالت یاد کرتے رد کیا اور زرا نزدیک جا کر وادی سے ملنے کو قدم بڑھا دیے، وادی سون سکیسر اپنے راج کمار کو دیکھ کر گلاب کی طرح کھل چکی تھی۔

خوبصورت سی سر نمی شام خبس سے اٹے دن کے بعد سرد ہوا کے جھونکوں کے سنگ عالم جہاں پر اتری، نارنجی سورج افق کے پار اپنی ملگجی روشنی کا شربت انڈیلتا دیکھائی دے رہا تھا تو پرندے اپنے اپنے گھروں کو لوٹتے ہوئے اداسی کے وجود کو جنم دے رہے تھے۔

"اس عورت کی اتنی جرت، منہ کیوں نہیں توڑا آپ نے اس کا۔؟"

ساری سچائیاں جب حمین نے ایاد کو بتائیں تو اسکے جسم میں گردش کرتا لہو سلگ گیا۔

"میں کس کس کا منہ توڑ سکتا ہوں آخر ایاد، یہ بات داریہ سے مت کرنا۔ وہ پہلے ہی یہی سب سمجھتی ہے، اسکے دل کو چوٹ پہنچے گی"

وہ ماموں کے تاسف زدہ ہونے پر انکا ہاتھ جکڑ گیا جس پر حمین اسے دکھ سے لبریز انداز میں دیکھنے پر مجبور ہوا۔

"ماموں! مجھے شادی نہیں کرنی سواب آپ یا داریہ میرے لیے کوئی لڑکی دیکھنے نہیں جائیں گے۔ میں اس زندگی سے خوش ہوں آئی سوئیریار، نہ کسی کے خخرے اٹھاؤ نہ کسی کی ذمہ داری۔ اپنے کام سے کام رکھنے کا ویسے بھی شوقین ہوں۔ پلیز یہ ٹارچر خود کو دینا بھی بند کریں اور داریہ کو بھی۔ شادی ہی سب کچھ نہیں ہوتی"

یہ سب پچھلے کئی سال سے دیکھتے گویا ایاد کا بھی دل اکتا گیا، وہ داریہ یا ماموں کو مزید اذیت میں مبتلا ہرگز نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"میرے ہوتے ہوئے تم یا داریہ کسی چیز کی قربانی نہیں دو گے یہ بات اپنے ذہن میں بٹھالو، تم دو کی شادی میری ذمہ داری ہے ایاد، ذمہ داری سے بڑھ کر میرا ارمان ہے۔ میں چاہتا ہوں تم دو کی زندگی میں کوئی ایسا خاص ہو جو تم دو کا حمین جیسا خیال رکھے۔"

ماموں کی محبت کے آگے وہ لاجواب ہو گیا، پکڑ کر اس ڈھیٹ بندے کو گلے لگا لیا۔

"آپ انتہائی ڈھیٹ ہیں یار، خیر جا کر بات کریں اس سے، اگر آپ سلامت بچ گئے نہ اس شیرنی کے ہاتھ سے پھر سوچتے ہیں آگے کا"

ایاد نے گویا ہتھیار ڈالے اور رہی سہی کسر حمین کے فون پر آتے تبریز کے میسج نے پوری کی کہ انکا حوصلہ بڑھ گیا۔

"ڈنر کے بعد کرتا ہوں"

آج داریہ دونوں کی فرمائش پر بریانی بنا رہی تھی تبھی حمین نے سمجھداری کا ثبوت دیا کہ پہلے پیٹ پوجا پھر کام دو جاہی میں عافیت ہے۔

.._____..

شاہ حویلی کے خوبصورت سے ڈائننگ ہال میں ڈنر لگ چکا تھا اور سبھی آکر مسکراتے چہروں کے سنگ براجمان ہو چکے تھے، مایا اور داران ایک ساتھ بیٹھے ہمیشہ کی طرح ہلکی پھلکی گفتگو میں مگن تھے، ماول صاحبہ ہڈ فون کانوں پر چڑھائے پب جی کھیلتے ساتھ ویسے ہی منہ کے پوز دے رہی تھی جبکہ عزیزے جان اور تبریز کے چہرے پر بھی نرم سنجیدگی رقم تھی۔

"ماول! فون رکھ دو"

داران کے ڈانٹنے پر وہ اسکی بات ہو امیں اڑا گئی جس پر داران کو اٹھ کر میز کی اور جھکتے اسکا فون، ہیڈ فونز سمیت کھینچنا پڑا، بچاری چیخ بھی نہ مار سکی کیونکہ جانتی تھی داران گلا بھی دبا سکتا ہے۔

"اور یہ کیا تم سر پھاڑ خلیے میں گھومتی رہتی ہو، پہننے اوڑھنے کی تمیز بھول گئی ہے تمہیں، مایا سے ہی کچھ سٹائیل سیکھو، جنی کہیں کی۔ آپ لوگ اسے کچھ کہتے کیوں نہیں ہیں؟"

ماول نے ڈھیلی سی شرٹ کے نیچے کھلا سا پاجامہ پہن رکھا تھا جبکہ گھنگھریالے بال اس طرح پھیلے تھے کہ وہ خود ان میں چھپی ہوئی دیکھائی دے رہی تھی، اور اسکے ایسے کھلے بالوں سے تپ داران کو چڑھتی۔

"ہم کیا کہیں، یہ اپنی مرضی کی مالک ہیں۔ انھیں فقیر بن کر رہنا پسند ہے تو انکی مرضی"

تبریز نے بھی متبسم ہوتے فوری دامن بچایا تو وہ بابا کو معصومیت سے گھورتے دادو کی طرف دیکھنے لگی جو اسے فلائنگ کس کیے ان سب کی باتیں دوسرے کان سے نکالنے کا اشارہ کر رہی تھیں تبھی تو ماول ہنسی جبکہ عزیزے کے یہ اشارے باقی تینوں نے بھی پکڑے تو انکا معصومانہ سا چہرہ سب کو مسکراتے پر مجبور کر گیا۔

"جو مزہ فقیری میں ہے وہ سجنے سنور نے میں نہیں، ویسے بھی ماول شاہ بنا سچے سنورے اتنی پیاری ہے، اگر کبھی میرے طور اطوار میں شائستگی و نفاست آگئی ناں تو آپ نے ہی تنگ آنا کیونکہ روز پھر میرے رشتے آئیں گے، سب کہیں گے یہ حسینوں کی حسین، حسن کی امین ہمیں دے دیجئے"

خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آ جاتی ہے پر یہ تو کچھ زیادہ ہوا، جہاں سب اس لڑکی کی خوش فہمیوں پر مسکرائے وہیں داران نے ایسا سر دگھورا کے ماول کی ہنسی کہیں دفن ہو کر رہ گئی۔

"اسکے دماغ پر چڑھ گئے ہیں آپ سب کے لاڈ، زمین پر رہو سمجھی۔ ورنہ تمہیں ایسا زمین پر لاؤں گا کہ آخری سانس تک یاد کرو گی۔ لڑکیاں اتنی باتونی نہیں سمجھتی، فضول بولنے سے پرہیز کیا کرو"

برہمی جتنا وہ پل میں غصہ ہوا جبکہ ماول نے کونسا اسکی ماننی تھی سوادھار کی لی شرافت دیکھاتے وقتی جن بنتے لالہ کی بات مان لی۔

"اور لڑکے بھی اتنے خشک نہیں سمجھتے، بچاری مرے گی جو آپکے پلے پڑے گی۔ جوک پر آپکے حصے کا بھی ہنسنا پڑے گا اسے ہک ہاہ، ہائے میری مظلوم بھابھی پر مجھے ابھی سے رحم آرہا ہے"

اپنی پلیٹ میں تھوڑا سا پلاو ڈالے تمام مٹن پیسیز کو پرے کرتی بس ایک آلو ڈالے منہ ہی منہ میں بڑبڑائی (پلاو میں آلو اسکے لیے ڈالے جاتے) محترمہ چکن کے سوا کوئی میٹ نہیں کھاتی تھی اور آج سب داران کا فیورٹ بنا تھا سو چکن کہیں نہ تھا، داران چکن نہیں کھاتا تھا، سی فوڈ یا پھر مٹن وہ بھی بہت کم مقدار میں۔

"کیا بڑبڑا رہی ہو، اونچا بولو"

داران نے اسکی من من بھانپتے ڈپٹا تو فوری معصومیت سے سراٹھائے ہنس دی۔

"کچھ نہیں بھیا، میں یہ کہہ رہی تھی آپکی ہونے والی وائف کتنی لکی ہوگی۔ آزاد پاکستان میں بھی اسے ہندوستان والی فیلنگ ملیں گی۔ مطلب وی آئی پی"

نہایت پیار سے اس نے داران کو دیکھتے کہا جس پر باقی تین تو دبے دبے مسکرائے پر داران نے بس گھورنے پر ہی اکتفا کیا۔

"ہونے تو دو بھی اسکی شادی، اسکی بیوی کی آزادی کا ذمہ ہمارا"

اس بار مایا بھی ماول کے ساتھ ملی تو داران نے گردن موڑے اک خشمگیں نگاہ خالا پر بھی ڈالی۔

تبریز اور عزیزے جان ان تینوں کی یہ کھٹی میٹھی باتیں انجوائے کرتے ہی کھانا کھا رہے تھے۔

"فراغت پاتے ہی ہم سے کمرے میں آکر ملیے داران کچھ اہم معاملہ ڈسکس کرنا ہے"

ڈنر کے بعد تبریز کسی ضروری کال پر اسے پک کرنے سے پہلے داران سے مخاطب ہوئے اور اسکے سر ہلانے پر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

مایا اور ماول بھی اٹھ گئیں جبکہ ڈائنگ ہال میں صرف عزیزے اور داران رہ گئے۔

"کچھ پتا چلا داران، دارم کے قاتل کا؟"

عزیزے کے غم سے دوچار لہجے میں کیے سوال پر داران کے چہرے پر بھی اضطراب چلا آیا۔

"جلد معلوم کر لوں گا، آپ بے فکر رہیے۔ اسے انہی ہاتھوں سے زمین میں گاڑوں گا۔ جب آپ نے

یہ معاملہ میرے سپرد کیا ہے تو بے فکر ہو جائیں۔ بار بار یہ معاملات یاد کیے خود کو تکلیف نہ پہنچایا کریں"

لہجے میں پختی بے کلی پر قابو پائے داران نے، دادی سرکار کا ہاتھ تھامتے دباؤ ڈالنے کے بیچ تسلی دی جسے

انہوں نے وصول بھی تائیدی انداز میں کرتے سر ہلایا۔

"مجھے صرف تم پر ہی بھروسہ ہے داران، تبھی دو سال سے دل پر پتھر رکھے ہوئے ہوں۔ مانا میرے

دارم میں بہت سی بری عادات تھیں پر وہ ایسے مار کر عبرت بنا دیا جاتا، اسکا بھی مستحق نہیں تھا۔ تم سب

جانتے ہو"

ملاں ساعزیزے کی کاپتی آواز میں اتر۔

"سب جانتا ہوں دادی سرکار! تسلی رکھیے"

بظاہر وہ سنجیدہ تھا پر اسکے اندر جمع زہر سے اب تک کوئی واقف نہ تھا۔

"ہمم۔۔ تمہارے لیے کچھ ہے میرے پاس"

وہ یکدم ہی نادیدہ آنسو رگڑتے مسکرائیں، داران نے بھی چہرے کے خدو خال کا تناو زائل کیے تجسس سے دادی کی سمت دیکھا۔

"تمہاری فیورٹ کینڈیز"

فردوس کو اشارہ ملنے کی دیر تھی کہ وہ شیشے کا خو بصورت گول باول اٹھا کر قریب لائی، داران بے اختیار مسکرا دیا، باول رکھے فردوس ان دادی پوتے کی انسیت و محبت کا صدقہ اتارے واپس پلٹ گئیں۔

"آپکو ہمیشہ یاد رہتا ہے دادی سرکار"

انکا ہاتھ پکڑے عقیدت سے پشت چومتا وہ انکو ہمیشہ خود پر قربان ہونے پر مجبور کر دیتا۔

یہ خاص کیوی فلیور کینڈیز عزیزے خود داران کے لیے بناتی تھیں جسکا وہ بچپن سے بہت شوقین تھا، اسکی یہ عادت اب تک ویسی تھی، اسکی شوگر اکثر لورہتی جسکے سبب وہ ہمیشہ میٹھا اپنے پاس رکھتا، اور جب وہ میٹھا فیورٹ ہو پھر تو بات ہی الگ ہوتی، ڈائٹیز کی یہ بیماری اسے وراثت میں ملی تھی۔

"کیسے نہ یاد رہے، تم دادی کی جان ہو۔ بس ایک شکوہ ہے، سال کے دس مہینے تمہیں دیکھنے کو ترس جاتی ہوں"

وہ دادی کی محبت کا معترف تھا مگر بہت سی چیزوں میں اختلاف بھی رکھتا تھا۔
"دو ماہ سر پر سوار رہ کر پکا بھی تو دیتا ہوں آپکو، اگر دس ماہ دور نہ رہوں تو آپ داران کی شکل دیکھ دیکھ کر بیزار ہو جائیں گی۔ اور مجھے خود سے دوسروں کو بیزار کرنا پسند نہیں"
ایک کینڈی نکال کر اس نے دادو کو تھمائی، جبکہ ایک خود کھائی، وہ رشک سے داران کو دیکھ رہی تھیں۔
"تم چوبیس گھنٹے اور تین سو پینسٹھ دن بھی میرے پاس رہو تب بھی ایسی نوبت نہ آئے، جہاں رہو خوش رہو بس مجھے اور کچھ نہیں چاہیے"

اسکوریلیف دیا گیا تھا تبھی تو وہ مطمئن رہتا تھا، اپنے کام اپنے شوق کے لیے سال کے دس ماہ وقف کرتا تھا، نہ صرف ڈیفنس ایجنسی کا ماہر شارپ شورٹر اور آفیسر تھا بلکہ ایک منجھا ہوا ایتھلیٹ کوچ بھی تھا۔ یہ دونوں اس کے شوق تھے جنکو اس نے اولین ترجیح دی، باقی بزنس وہ صرف دادی کے کہنے پر سنبھال لیتا ورنہ اسے شاہ اند سٹری، کیمکل بزنس میں رتی برابر دلچسپی نہ تھی۔

"چلیں میں پھر جوائن کرتا ہوں، زرا بابا سرکار کی بات سن لوں۔"

باتوں کے بیچ اسے بابا کا بلانا یاد آیا تو فوری دادی سرکار سے اجازت لی جو سر ہلائے مسکرا کر اسے جاتا دیکھتیں خود بھی اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

.._____..

ڈنر کے بیچ داریہ کافی چپ رہی، اندر جب اسکے گھٹن بھر جاتی تو وہ بولنا چھوڑ دیتی، کبھی کبھی کوکنگ کرتی تھی پر بہت اچھی، ایاد اور حمین انگلیاں چاٹتے رہ جاتے، سب نے خاموشی سے ڈنر کیا تو داریہ نے خود ہی تمام برتن سمیٹے اور انکو دھونے خود بھی کچن کی سمت بڑھی، حمین نے بھی پیچھے ہی قدم بڑھائے۔

ڈھیلے سے وائیٹ ٹراؤزر اور پریل شرٹ میں وہ سادہ سی لگ رہی تھی، بال میسی جوڑے میں مقید اور پیروں میں گھر پہننے والے فلفی سیلپرز لیکن سادہ ہو کر بھی وہ ایک چار منس رکھتی تھی، اس کی ذات میں اک قدرتی کشش تھی۔

"بھئی ہولی وڈ تک اپنے ٹیلنٹ کے جھنڈے گاڑنے والی مغرور حسینہ برتن دھورہی ہے، وہ بھی مانجھ مانجھ کر۔ یہ میری گناہ گار آنکھیں کیا دیکھ رہی ہیں"

کچن میں انٹر ہوتے ہی حمین نے مصروف و مست انداز میں محو داریہ کو دیکھتے اندر گھستے ہی حیرت و شرارت کا اظہار کیا، وہ گردن موڑے ماموں کو دیکھ کر دھیماسا مسکائی۔

"آپ سے کیا چھپانا، یہی اصل ٹیلنٹ ہے میرا"

وہ بھی تو بلا کی درویش بنی، حمین چوہان ہنستا برابر آرکا۔

"ہٹو میں دھوتا ہوں، تمہارے ہاتھ خراب ہو جائیں گے"

حمین نے فوری کف فولڈ کرتے آستینیں چڑھاتے پیشکش کی۔

"رہنے دیں ماموں، قسمت خراب ہے تو ہاتھ ہو جائیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آپ بس سٹر ونگ سی کافی بنا دیں مجھے"

دار یہ نے فوری منع کرتے آخری رہ چکے برتوں کو ڈس واشر سے رگڑتے دوسرے کام پر لگایا اور حمین چوہان سے بہتر کافی اس دنیا میں کوئی نہیں بنا سکتا تھا۔

"جو حکم بھانجی، ویسے تم اب یہ کام کو زرا بریک دے کر اپنے بارے میں سوچو۔ تم دو پار لگو گے تو حمین چوہان کی قسمت بھی کھلے گی، دیکھو تمہارے ہنڈ سم اور ڈیشنگ ماموں کے بالوں میں سفیدی اترنے لگی ہے"

حمین نے دو کافی مگ شیلف سے اتار کر کیبنٹ پر رکھے اور کافی کی ایک ایک سپون ڈالے، شکر ایڈ کی اور اپنی حسرتیں کہتے سفید سفید ہوتی قلموں کی طرف دھیان دلوا یا، یہ سب اپنے منہ سے کہنے کا مقصد دار یہ کو شادی کے ٹاپک کی طرف لے کر آنا تھا۔

"میں آپ کو کب سے کہہ رہی ہوں کہ ہئیر ڈائے کر لیں، آپ کو تو اپنا خیال رکھنا ہی نہیں آتا۔ میں کل خود کرتی آپ کے بالوں کا ٹریمنٹ۔ باقی جتنا قرض اس بے رحم شخص نے ہمارے نام پر لے رکھا ہے، میرا تو بال بال جکڑا ہوا ہے۔ مجھے نہیں لگتا درایہ اسکے سوا کسی لائق بچی ہے۔ بائے داوے اس رشتے کا کیا بنا؟ ایا دلالہ پسند آئے انکو؟"

ماموں کے ارمان دبائے دل کی بھرپور خبر تھی اسے، تبھی تو فوراً وہ اپنی ماں جیسی بن گئی، حمین مسکرا دیا لیکن پھر داریہ ناچاہتے ہوئے بھی تلخ ہوئے اختتام فکر سے اٹے استفسار پر کرتی زرا پیچھے پلٹی۔

اور ہمیشہ کی طرح حمین کو جھوٹ ہی بولنا تھا۔

"نو بھانجی، آجکل کی لڑکیوں کو شوخ اور چینچل لڑکے پسند ہیں اور ایک ہمارے ایاد صاحب جو کمیکلزم میں رہ رہ کر شاید نیلا تھو تھا اپنی ذات کی چار منس اور دل کے ارمانوں کو بھی کھلا بیٹھے ہیں۔ لڑکی نے کہا ہے کہ آیا خان بہت بورنگ ہیں، انکے اندر جذبات پیدا کرتی کرتی وہ مر کھپ جائے گی۔ سوایز یوزول انکار ہو گیا"

حمین نے دل کے پھپھولے جی بھر کر پھوڑے، داریہ زخمی سا مسکرائی، تمام برتن دھو کر انکو ڈرائے کیے جگہ پر رکھا اور مکمل پلٹ کر حمین کے روبرو ہوئی۔

"تو پھر انکو رہنے دیں آپ شادی کر لیں، پلیز ماموں میں آپکو ہماری وجہ سے قربانیاں دیتے دیکھ کر تھک گئی ہوں۔ جیسے ہم دومی کی آپکے پاس امانت ہیں، آپ بھی ہماری ہیں۔ آپ نے ساری زندگی میرے اور لالہ کے لیے اکیلے گزاری، لیکن اب ہم دونوں اپنا اچھا برادیکھ سکتے ہیں۔ پلیز تھنک آباوٹ اٹ۔ زندگی ہیل بنی ہوئی ہے، کم از کم آپکو خوش دیکھ کر سکون ملے گا"

داریہ نے حمین کے ہاتھ سے مگ لیتے سائیڈ پر رکھا اور دونوں ہتھیلوں کو انکے چہرے سے جوڑا، یہ واحد ٹاپک تھا جس پر حمین چوہان ایک لفظ سننے کا متحمل نہ تھا۔

"میری جان، تمہارے اور ایاد میں بستی ہے داریہ، تم دو کو بنا کسی منزل پر پہنچائے حمین اپنی زندگی کو راستہ نہیں دے سکتا۔ اس کے لیے مجھے ہمیشہ اکیلا رہنا پڑتا ہے۔ جب تک تم اپنے بارے کوئی فیصلہ نہیں لیتی، مجھ سے ایسا کچھ مت کہنا۔ جہاں تک قرض کی بات ہے میرا کام بہت اچھا جا رہا ہے، ہم مل جل کر اتارتے رہیں گے۔ لیکن تم اپنی زندگی کے خوبصورت دن رائگاں کر رہی ہو، مجھے دکھ ہوتا ہے"

حمین کے لہجے کی تلخی پر داریہ نے بے بسی کے سنگ رخ موڑا، گلے میں کانٹے سے اگے تھے، تبریز نے کچھ دیر پہلے ہی حمین کو میسج بھیجا تھا کہ وہ داران سے بات کرنے لگے ہیں بس تبھی حمین بھی داریہ کو شادی والے ٹاپک پر لانے کی کوشش کر رہا تھا پر نہیں جانتا تھا وہ اک بے جان سی نشانی اور جاندار خوشبو کی آٹھ ماہ سے عاشق بنی ہوئی ہے۔۔

وہ ہمیشہ کی طرح نظریں نہ صرف چراگئی بلکہ کچن سے چلی گئی جبکہ اس لڑکی کی دبائی تکلیفوں میں اک دکھ اسی لا حاصل محبت و تلاش کا بھی تھا اور یہ بات وہ اپنے سائے تک سے چھپانے پر مجبور تھی، آج تو عاقب نے بھی اسے بہت تکلیف دی تھی، اسکی لا حاصل محبت سے جڑی رہی سہی امید توڑ دی۔

"داریہ جواب دو مجھے"

حمین بھی پیچھے ہی کمرے میں آیا تو وہ دیوار کے ساتھ لگی گرل کے پار دیکھائی دیتے نارنجی ڈوبتے سورج پر نظریں جمائے اپنے آپ سے روٹھی ہوئی کھڑی تھی۔

"کیا جواب دوں ماموں، میں شادی کے لائق بنی ہوں کیا؟ یہاں ایاد لالہ کے لیے لڑکی ملنا دو بھر ہے اور آپ میرے لیے یہ ناممکن بات کیے جا رہے ہیں۔ کیا کوئی شریف اور معزز خاندان مجھے اپنی بہو بنانا پسند کرے گا؟ کسی میں اتنا حوصلہ نہیں ہوتا کہ آنکھوں دیکھی مکھی نکل جائے۔ ریپ ویکٹم تک پر ترس کھالیا جاتا ہے کبھی کبھی اور بعض اوقات قسمت مہربان ہو تو انکو سچی محبت بھی مل جاتی ہے وفادار محافظ مرد کی لیکن ہم جیسوں کا تاریک ماضی کوئی برداشت نہیں کرتا۔ جو جان بوجھ کر اس گند میں اترے ہوں، وجہ کوئی نہیں دیکھتا نہ مجبوری۔"

اپنے غصے کو اس نے اندر نہ رکھا بلکہ سب کہہ دیا، حمین نے اسکے قریب رکتے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرا اور زخمی نگاہوں سے اسکا چہرہ دیکھتے ماتھا چوما، اس شفیق لمس پر وہ آنکھوں کو نم ناک ہونے سے روک نہ سکی۔

"چار ماہ کی تھی تم دار یہ جب اس حمین چوہان نے تمہیں اپنی خوشی بنایا تھا، اور آج انیس سال کی کامیاب اور سمجھدار لڑکی بن چکی ہو، جو مشکلات سے لڑنے کی ماہر ہے، جو نامیدی کو گناہ سمجھتی ہے۔ انیس سال کا تھا میں اس وقت۔ اتنا تم خود کو نہیں جانتی جتنا میں تمہیں جانتا ہوں۔ جب اتنے سال تمہیں بے بس نہیں ہونے دیا تو کیسے سوچ لیا آگے ایسا کچھ ہونے دوں گا۔ میں تمہارے لیے وہ سب کروں گا دار یہ جو ایک ماں کرتی ہے"

ماموں نے یہ سب یاد دلا کر داریہ کے آنسوؤں میں شدت لائی کیونکہ یہ آنسو نہیں یہ داریہ کے اندر کا غبار تھا جو اسے اندر ہی اندر رکھا رہا تھا تبھی تو وہ اسے رلا بیٹھا۔

"آپ آل ریڈی ایک ماں سے بڑھ کر کرچکے ہیں ہمارے لیے ماموں۔ پلیز مزید گناہ گار نہ کریں۔ دو سال میں آپ پچاس کے ہو جائیں گے، پلیز کسی کو چن لیں۔ آپ کی وہ تکلیف جو ہمیں صرف دیکھائی دیتی ہے اور ہم اسے مٹا نہیں سکتے وہ تکلیف آپ کو چاہنے والی ہی دور کر سکتی ہے۔ ہم مئی کو کل کو کیا جواب دیں گے؟ وہ پہلے ہی ہم دو کو آپ کے کندھے کا بوجھ بنا کر اس جہاں تڑپ رہی ہوں گی۔ انکی زمیل جلال جیسی سزا ہی کافی تھی ماموں آپ کی اور نانا جان کی نافرمانی پر، پلیز اس کرب سے نجات دیں مئی کو۔"

"

بہت برا روئی تھی وہ، جیسے زندگی ختم ہونے لگی ہو۔

یہاں تک کہ ان سنہری آنکھوں کی تیرگی حمین کی آنکھوں کے ساتھ دروازے میں کھڑے ایاد زمیل کی آنکھوں تک پھیل گئی۔

وہ ماموں کے سینے لگ کر سسک سسک کر رو رہی تھی جبکہ نہ تو ایاد کے پاس کوئی حرف تسلی بچانہ حمین کے پاس کوئی ڈھارس۔

.._____..

"واٹ! آپ نے یہ بات سوچی بھی کیسے بابا سرکار؟"

تبریز شاہ کے آگے کبھی زرا اونچی تک نہ ہونے والی آواز آج سرد و سپاٹ اور بے حد بے ادب تھی،
اوشن گریٹ بلو آنکھوں میں ایسی بے حسی اٹھ آئی کے مقابل ہستی دہل اٹھی۔

"کیا برائی ہے اس میں، ہم دو خاندانوں کے بیچ کا قتل و غارت ہی تو روکنا چاہتے ہیں فرزند، حمین ہمارا
واحد دوست ہے۔ ہم سے اسکی نایاب رفاقت چھن جائے گی۔ یہ حقیقت اگر عزیزے جان تک پہنچی تو
وہ انتقام کے بیچ انسانیت کا خون کر دیں گی"

بابا کی آواز شفقت و متانت کے غلبے سے حد درجہ بھاری ہوئی مگر وہ گریز برتتا منہ موڑ چکا تھا۔
آنکھوں میں نفرت نے سرخائی گھول دی۔

"کیا چاہتے ہیں آپ بابا سرکار؟ کہ میں ایک گھٹیا خاندان سے رشتہ جوڑوں۔ ایک حمین چوہان کی
شرافت کافی ہے کیا، ان باپ بیٹی کا کیا جنہیوں نے شاہ خاندان کا وارث چھینا ہے۔ دارم شاہ کا قاتل
ہے وہ ز میل، مجھے تو لگتا ہے اس فساد کی جڑ ز میل جلال کی وہ بیٹی تھی۔ میں سچائی تک ضرور پہنچوں گا۔
مجھے میری برداشت کے معاملے میں مت آزمائیں"

جانے وہ کس قدر ضبط سے گزرا کہ چہرہ سرخ بھبھول ہوا اور وجیہہ چہرے کے خدو خال تن گئے۔
"دیکھیں ماہیر! ز میل جلال خان مجرم ہے، اسکے دونوں بچے ہمارے حمین کی پرورش ہیں وہ برے ہو
ہی نہیں سکتے۔ حمین نے اپنی جوانی ان دو کے لیے رائگاں و وقف کر دی۔ سزاوار انکا باپ ز میل ہے تو
آپ کو اجازت ہے دارم چچا کی موت کا جیسا مرضی انتقام لیں پر دارم یہ ز میل خان کو اپنی امان پروردگی

سونپ دیں۔ حمین نے ہم سے پہلی بار اپنی لاڈلی کی سلامتی مانگی ہے۔ آپ بے رحم نہیں ہیں بابا کے دل کی ٹھنڈک۔ اس بچی کو عزیزے کے ظلم سے بچالیں"

تبریز شاہ کی آواز ڈوبنے لگی تو وہ جو پتھر بنا سر جھٹک کر مسلسل انکاری تھا، پلٹ کر دلسوز نگاہوں میں بابا سائیں کو سموتے قریب آیا۔

"وہ لڑکی نہ تو ہمارے معزز خاندان کی عزت بننے کے لائق ہے نہ داران ماہیر شاہ کی امان پروردگی کے۔ آپ پچھتائیں گے بابا سرکار جب وہ اپنے شر سے آپکے فرزند کو نگل گئی"

وہ صاف صاف لفظوں میں بابا کو دھمکا گیا کہ انہوں نے داران ماہیر کی ایسی ہولناک پیشین گوئی پر اپنا سینہ جکڑا۔

"آپ کے اندر عزیزے جان نے اپنی سفاکیت بھر دی ہے، آپ کو اسی کا شر نگلے گا۔ مان لیں ہماری بات، ہماری عزت رکھ لیں فرزند۔ جب تک یہ انتقام ختم نہیں ہوتا تب تک ہی سہی انھیں اپنی زوجیت بخش دیں"

بابا کا اصرار داران کے دماغ میں ہتھوڑے برساتا محسوس ہوا۔

"بولیں داران"

اس بار تبریز نے اسکی بازو پکڑتے اسکو اپنی سمت پلٹا کر جواب مانگا۔

"کیا یہ ایک وقتی تعلق ہوگا؟"

داران کے سنگدلانہ استفسار پر تبریز لمحہ بھر بوکھلائے۔

"یہ آپ پر منحصر ہوگا، جیسا کہ ہمیں یقین ہے کہ دارم شاہ کی موت میں کم از کم داریہ کا کوئی قصور نہیں سوجب یہ سچائی سامنے آگئی، بھلے انکے بابا مجرم ثابت ہو گئے تو ہمیں آپ سے انصاف و مہربانی کی توقع ہے۔ آپ انھیں شاہ حویلی کی اکلوتی بہو کے درجے پر فائز رہنے دیجئے گا اور اپنی زندگی کی خوشی کا اختیار انھیں سونپ دیجئے گا"

اس قدر آسانی سے تبریز شاہ نے اسکا حلق گھوٹا کہ وہ احتجاج بھی نہ کر سکا۔

"اگر میں کہوں کہ امان پروردگی بنا نکاح کے دوں پھر؟ ویسے بھی میں کوئی توپ چیز نہیں ہوں کہ آپ سب مجھ سے ایسی امیدیں لگائے بیٹھے ہیں۔ میں ایک عام انسان ہوں بابا سرکار، مجھ سے بھی کوتاہیاں ہوتی ہیں پھر آپ کو کیسے یہ یقین ہے کہ میری امان پروردگی کسی کو بچا سکتی ہے، بدل سکتی ہے"

تبریز تو اسکے سوال پر ہی تھم گئے، باقی باتیں تو سن ہی نہ سکے۔

"بنا اس خاندان کی بہو بنے وہ کیسے بچ سکیں گی داران اس انتقام کے طوفان سے اور عزیزے جان سے، کیسی بیوقوفانہ بات کی ہے۔ ہم خدا نخواستہ آپکے گلے میں کوئی طوق نہیں ڈال رہے، نہ آپ کو افضل و اعلیٰ کہہ رہے ہیں۔ آپ کو نیک قسمت ملی ہے، نیک نامی ملی ہے تو اسی کا تھوڑا فیض مانگ رہے ہیں۔ آپ کی صحبت اگر کسی کی عمر بھر کی تکالیف کا مرہم بنتی ہے تو یقین کیجئے یہ نیکی آپ کو سچ میں بہت افضل بنائے

گی۔ برتری کا معیار حسب نسب سے نہیں بلکہ تقویٰ پر ٹکا ہے، اور آپ بلاشبہ متقی پرہیزگار انسان ہیں۔ ہم سے بھی زیادہ سچے ہیں، ورنہ سب انسان تو ویسے بھی برابر ہیں۔"

کوئی اعتراض کا حق بچا ہی کب تھا کہ وہ بابا سرکار کے آگے اب کچھ بولتا۔

"دادی سرکار کو آپ لوگوں نے فرعون مشہور کر دیا ہے حالانکہ وہ صرف کھری ہیں، وہ کیوں کسی بے

قصور کو سزا دیں گی آخر۔ برائیاں سب میں ہوتی ہیں۔ خیر اس بعث کو ختم کیجئے بابا سرکار"

داران نے مزید بات کو تول نہ دیتے حتمی طور پر گزارش کی اور جانے بھی لگا پاس سے گزرنے لگا پر بابا کی پکڑاسکی بازو پر پھر سے مضبوط ہو کر روک گئی۔

"ہاں یاناں؟"

داران نے انکے سوال پر نظر بابا سائیں کے چہرے پر ڈالی۔

"ٹھیک ہے لیکن مجھے دو ہفتے چاہیں، اگر میں ان دو ہفتوں میں زمیل جلال کو نہ ڈھونڈ سکا تو اس نکاح

کے لیے میری رضامندی آپکو میرے ناکام ہونے سے مل جائے گی تب تک اس موضوع پر مجھ سے

بات مت کیجے گا۔ درخواست کرتا ہوں"

اپنا فیصلہ سنائے وہ متانت کے سنگ بابا کے ہاتھ سے بازو چھڑواتا انکے کمرے کی فصیل پار کرتا وہاں سے

اوجھل ہوا تو اس موہوم سی امید نے تبریز شاہ کو بے حد طمانیت بخش دی۔

"کیا ملا تمہیں داریہ کے کان بھر کر فسادن عورت؟ میں جتنی کوشش کرتا ہوں اسکے قریب جانے کی تم ہمیشہ کچھ ایسا کرتی ہو کہ وہ مجھ سے کوسوں دور چلی جاتی ہے۔ بولو؟"

چغتائی پیلس میں ڈنر آج بھی کسی نے نہ کیا، انیب نے بھی بس چند نوالے زبردستی لیے اور ملازمہ سے کہہ کر ڈنر ٹیبل سمیٹوا دیا، ایک نظر دادو کو دیکھنے ہی انکے کمرے میں داخل ہوئی تو عاقب جو انکے سرہانے بیٹھا تھا، انیب کو دیکھتے ہی جھٹکے سے پھنکار تا اٹھا اور پکڑ کر اسے کمرے سے باہر لے جاتے پست سی آواز میں انیب کی باغی آنکھوں میں جلتی آنکھیں گاڑے استفسار کیا۔

انیب نے اسے ناگواریت سے پرے دھکیلتے اپنی بازو اسکی گرفت سے چھڑوائی جس پر عاقب کے اندر مانو آگ کے شعلے لپکے۔

"تم اس کے لائق نہیں ہو اس لیے کرتی ہوں، ہمیشہ کروں گی۔ مر بھی گئی تو میری روح آکر یہ فریضہ نبھائے گی سمجھے تم"

ڈھیٹائی سے وہ عاقب کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے دگنی تابناکی سے بولی، وہ نشیلی آنکھیں رکھتا تھا جس میں دیکھتے وقت ویسے ہی وحشت محسوس ہوتی مگر انیب جہانگیر اس کے آگے اس سے دگنی وحشی بن جاتی تھی۔

"تمہارے یہ اچھے ہتھکنڈے تمہیں ہی برباد کریں گے کیونکہ تم مجھے داریہ سے جتنا دور کرو گی میرے اندر اسکی طلب اور زور پکڑے گی۔ تم تو اپنا چانس اب زیروہی سمجھنا"

وہ اسے جیسے خود سے محرومی کے ڈراوے دے کر دھمکا رہا تھا، انیب الٹا اسی کی خوش فہمیوں پر ہنس کر اسے اور آگ لگا گئی۔

"میری بربادی تمہارے ساتھ میں ہے، اور جس سے نفرت ہو اسے عاقب میاں کہاں منہ لگا سکتے ہیں سو میں تو بچ گئی تمہارے شر سے۔ میں نہ تمہیں داریہ کے لائق سمجھتی ہوں نہ اب اپنے۔ کسی خوش فہمی میں مت رہنا کہ تمہیں گلی گلی کی خاک چھاننے کے بعد بھی دسترس میں کھڑی انیب جہانگیر ملے گی۔ اگر کسی نے مجھے تم سے شادی پر فورس کیا تو زہر کھا کر مرنا زیادہ پسند کروں گی"

محبت ضرور کرتی تھی پر اپنی عزت نفس اسے اپنی جان سے کہیں درجے پیاری تھی، عاقب یہیں تو چکرا جاتا کہ داریہ کے بقول یہ لڑکی اسے چاہتی ہے پر انیب نے تو اسے کبھی یہ احساس نہ دلایا بلکہ وہ اینٹ کا جواب ہمیشہ پتھر سے دیتی چلی آرہی تھی۔

"تو ابھی کیوں نہیں مر جاتی؟"

انیب نے اس کے نفرت سے اٹے سوال پر لمحہ بھر نظر چرائی چاہی پر وہ اس کا بازو دبوچے نظریں چرانے سے جیسے روک گیا، انیب خفیف سا گھبرائی۔

"تمہیں مار کر ہی مروں گی، ابھی کیوں مروں؟ میرے مرنے کا تمہیں کوئی بڑا نقصان ہونا چاہیے، میری موت کا کچھ تو فائدہ ہو مجھے عاقب موہان۔ ہٹو راستے سے، آیا بڑا تیس مار خان۔ اور مجھے دوبارہ ہاتھ لگایا تو انگلیاں توڑ کر دوسرے ہاتھ میں دے دوں گی۔"

غصے سے وہ اسے پرے دھکیلتی عاقب کو جہاں کا تھاں دفن کرتی جلیلاتی ہوئی دادو کے کمرے میں داخل ہوئی جبکہ عاقب نے عتاب برداشت نہ کر پانے پر زور کا مکالمہ دیا اور پردے مارتے اپنا ہاتھ لہو لہان کر لیا لیکن دل پر رستے لہو کی تکلیف زیادہ سوہان روح تھی۔

.._____..

"واٹ؟ یہ تم کیا کہہ رہے ہو داران؟"

مایا کا سب سچائی جاننے کے بعد چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑا، اسکی آواز میں سلوٹیں پڑ گئیں۔

"یہی سچ ہے، اس نکاح کو روائیں مایا۔ سمجھنے کی کوشش کریں، جس قیامت سے بچنے کی خاطر بابا سرکار یہ جذباتی فیصلہ لے رہے ہیں وہ کبھی نہ کبھی تو ضرور آئے گی۔ زمیل خان ہی دارم چچا کا قاتل ہے اور اس بات کا ثبوت ہے میرے پاس۔ میں چپ صرف اس لیے ہوں کہ نہیں جانتا وہ مردود کہاں جا کر چھپا ہوا ہے"

صدے میں مبتلا مایا کو پہلوؤں سے تھامتے داران نے متانت و غضب کی ملی جلی کیفیت کے سنگ اس سے درخواست کی لیکن وہ تو ابھی تک سکتے کی سی کیفیت میں تھی۔

"تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے کہ دار یہ وجہ ہے اس قتل کی؟"

ابھی وہ منتظر ہی تھا کہ مایا نے نئے سوال سے لمحہ بھر داران کو خاموش کر دیا۔

"شاید اسکا بھی ثبوت ہو"

وہ غیر واضح وپراسرار لگا جس پر مایا جھنجھلاہٹ کا شکار دیکھائی دی۔

"شاید کا کیا مطلب، یقین ہے تو بات کرو"

وہ الجھ کر بولی۔

"او کے میرے ساتھ چلیں"

داران نے کچھ دیر حسب منشاء خاموشی اختیار کی پھر مایا کا ہاتھ پکڑتا وہ لان سے حویلی کی سمت بڑھا، سیدھا اپنے قدم اپنی اور دارم چچا کی کمبائن سٹڈی میں جا کر روکے، یہ جگہ دو سالوں سے بند تھی تبھی مایا کو گھٹن کا احساس داخل ہوتے ہی ہوا، داران نے مایا کا ہاتھ آزاد کیا اور لائیٹ اون کرتے میز اور کرسی کی طرف بڑھا اور وہاں رکھا لیپ ٹاپ کھول کر اون کیا، جیسے ہی وہ آن ہوا داران نے مایا کو اپنی سمت آنے کا اشارہ کیا۔

مایا نے داران کے قریب جاتے اسکے پاس رک کر اپنا ہاتھ داران کے شانے پر رکھا اور لیپ ٹاپ سکرین کی طرف جھکی۔

"کیا میں داران کو بتا دوں کے دارم شاہ کیسا انسان تھا؟ اور کیوں مایا مردوں سے خوف کھاتی ہے"

بھلے مایا کی نظریں سکرین پر یکدم چھا جاتے اندھیرے کی سمت تھیں پر کچھ تھا ایسا جو وہ داران کو بتانا چاہتی تھی۔

"یہ دیکھیں"

داران کی آواز پر وہ خیالات سے چونکی تو سامنے کوئی وڈیو چل رہی تھی، جہاں زمیل اور دارم دیکھائی دے رہے تھے، ان دو کے بیچ کیا بات ہوئی یہ تو سنائی دینا ممکن نہ تھا مگر زمیل نے گن دارم کے سینے کی طرف بڑھاتے ہی چلاتے فائر کیا تھا، یہ سب جیسے ہی ہوا تبھی اسی وڈیو میں دونوں وجودوں کا سایہ دیکھائی دیا، جبکہ دارم کا آدھا چہرہ اور اس کے کھلے بال اس وڈیو میں دیکھے جاسکتے تھے لیکن دوسری لڑکی کا بس سایہ تھا۔ ساتھ ہی وہ کلپ اینڈ ہوا۔

مایا نے خوفزدہ نظروں سے داران کو دیکھا جسکی آنکھوں سے نفرت کے سبب شعلے نکل رہے تھے۔
"اسکی بیٹی بھی وہاں تھی اور شاید ایک اور لڑکی بھی، میں قاتلوں سے کسی قسم کا تعلق نہیں بنانا چاہتا۔
اب تو آپ کو سب پتا چل گیا ناں، تو جا کر اپنے جیجو کو سمجھائیں کہ میں صرف وادی سون کا امان پروردہ ہوں، کسی قاتل یا مجرم کو حفاظت دینا میرے اس فرض کی توہین ہے، میں نے کبھی دارم شاہ تک کو پروٹیکٹ نہیں کیا تھا، جہاں وہ غلط تھے ہمیشہ چھوٹا ہونے کے باوجود میں نے انکی سرزنش کی"
داران نے اٹھ کھڑا ہوتے مایا کو دیکھتے لہجہ ہر ممکنہ سپاٹ رکھا، وہ تو یہاں تھی ہی نہیں، اسکی تو مانو روح سی فنا لگ رہی تھی۔

"آپ ٹھیک ہیں مایا، ڈریس مت۔ زمیل کو بھی ایسی ہی موت آئے گی"
اسے لگا شاید وہ مڑدیکھ کر ڈری ہے پروہ تو کچھ اور دیکھ کر کانپ اٹھی تھی۔

"ن۔۔ نہیں داران وہ زمیل کی بیٹی نہیں ہو سکتی۔ وہ اپنے بچوں کو ہمیشہ نقصان دیتا آیا ہے، اسکی حفاظت کے لیے اتنا بڑا قدم اٹھانے کی اس میں جرت ہی نہیں۔ وہ کوئی اور بھی ہو سکتی ہے میری جان، شاید دارم شاہ کسی لڑکی کے ساتھ برا کرنے والا ہو اور زمیل نے بچانا چاہا ہو، برے بھی تو نیکی کر سکتے ہیں ناممکن کچھ نہیں۔ ہو سکتا ہے یہ بھی کہ اس بیچ کوئی بعث ہو گئی ہو۔۔۔۔ ہمیشہ وہ تو نہیں ہوتا جو نظر آتا ہو"

مایا کی آواز نا صرف سرگوشیوں میں ڈھلی بلکہ وہ داران سے نظریں تک نہ ملا رہی تھی، داران کو اپنے سوالات کے جواب مل گئے تھے، مایا کی آنکھوں کی سرخی سے اور ہاتھوں کی لرزش سے۔

"آپ کبھی زمیل خان سے ملی ہیں مایا"

داران نے مایا کے دونوں ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں مقید کیے اور اسکے ریلکس ہونے کے بعد پوچھا۔

"نہی۔۔ نہیں تو"

مایا نے فوراً سے نظر چرائی۔

"او کے پریشان نہ ہوں میں نکاح کر لوں گا، لیکن پہلے کوشش ہے اس بھگوڑے کا پتہ لگا لوں۔ آپ شاید مڈر دیکھ کر ڈر گئی ہیں۔ جائیں جا کر سو جائیں۔ سب ٹھیک ہے"

مایا کے وجود میں پیدا کیپکاہٹ کچھ نئے سوال داران کے لیے وجود میں لائی، وہ تو پہلے ہی یہاں سے جانے کو بیقرار تھی فوراً داران سے ہاتھ چھڑواتی سٹڈی کے دروازے سے نکلتے ہی باہر بھاگ گئی۔

"کیا چھپا رہی ہیں آپ مجھ سے مایا"

مایا کی یہ بدحواس کیفیت داران کو بری طرح کھٹکی تھی اور جب تک وہ اس پیچھے کا بھید نہ جان لیتا، اسے قرار آنا بہت مشکل تھا۔

.._____..

"آئی ایم سوری بڈی"

اپنا سر حمین کے گھٹنے پر رکھے وہ میٹرس پر لیٹی تھی اور ماموں پیار سے پاس بیٹھے اسکے بالوں میں انگلیاں پھیر رہے تھے، پہلے تو وہ کچھ بول نہ پائی لیکن اب ہمت آئی تو لگا رو کر اس نے لالہ اور ماموں کو بہت پریشان کر دیا ہے۔

"سوری مت کیا کرو مجھ سے داریہ، سو جاؤ میں یہیں ہوں تمہارے پاس"

اس وقت حمین کو صرف تبریز کی طرف سے جواب کا انتظار تھا، داریہ نے سر گما کر آنکھیں اٹھائے ماموں کو دیکھا جیسے جاننا چاہتی ہو وہ اس لمحہ کس طرح کی کیفیت سے دوچار ہے۔

"آپ مجھے ڈانٹ رہے ہیں؟"

اسے یقین مانگتا دیکھے حمین اسکی گال سہلاتا نفی میں سر ہلا گیا۔

"نہیں تو، میں تمہیں ڈانٹ کر اپنا نقصان کیوں کروں۔ ایسی بریانی پلیز ہفتے میں دو بار بنا دیا کرو ہم بھوکوں کو"

وہ ماموں کے بہلانے پر بہل گئی کیونکہ انکا مان رکھا، اور واپس چہرہ گماتی آنکھیں موند گئی۔

حمین کا پاس ہی میٹرس پر رکھا فون میسج ٹون سے وابٹریٹ کیا تو حمین نے فوراً سے پیغام کھولا۔

"وہ مان گئے ہیں لیکن دو ہفتے کا وقت مانگا ہے ز میل خان کو ڈھونڈنے کے لیے، اب ان دو ہفتوں کے بیچ آپ دار یہ کو منالیں حمین۔ کیونکہ ز میل کا ملنا مجھے تو ممکن نہیں لگ رہا، وہ یقیناً پاکستان میں نہیں ہیں ورنہ اب تک مل چکے ہوتے۔ اور داران یہ دو ماہ تو پاکستان سے باہر نہیں جائیں گے کیونکہ یہ فیملی منتہتس ہیں۔"

اس پیغام کو پڑھنے کے بعد حمین کے ہونٹوں پر آسودہ سے تبسم نے احاطہ کیا، اک انسیت سے لبریز نظر دار یہ پر ڈالی تو وہ ماموں کے سر کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے پر ساری پریشانی و فکر فراموش کیے فوری سو گئی، وہ جتنی بھی اداس، تھکی ہوتی یہ اسکی نیند کے لیے ٹانک ثابت ہوتا تھا۔

.._____..

مایا بچن میں آئی اور ڈر کر دروازہ بند کیا، حلق سوکھا تو ڈسپینسر کی جانب بڑھے پانی کا گلاس بھر کر گٹا گٹ پیتی اپنی بگھڑی سانسوں کو استوار کرنے لگی۔

کچھ تو تھا جو مایا کو اتنا خوفزدہ کر چکا تھا، اسکے پیروں میں اتنی جان نہ تھی کہ وہ چند قدم اٹھا کر باورچی حال سے جاتی۔

داران نے مایا کی کیفیت سے ساری رات دماغ الجھتا محسوس کیا، عشاء کی نماز رات کے بجائے وہ کچھ دیر نیند لینے کے بعد دو بجے جاگا پھر ادا کی، تہجد گزار وہ ہر گز نہ تھا لیکن کبھی کبھار اپنے دل کے سکون کے لیے فجر کے بعد نوافل پڑھ لیتا، اسکے بعد نیند نہ آئی تو تین سواتین تک اپنے ماسٹر بیڈ روم سے نکل کر حویلی کا جائزہ لینے نکلا مگر کچن ہال کے بند دروازے تلے جلتی روشنی نے داران کو اپنی طرف کھینچا۔

دروازہ ہلکا سا دبائے وہ اندر داخل ہوا تو مایا کہ وہیں کرسی پر بیٹھ کر میز پر سر رکھ کر نیند میں ڈوبا دیکھے داران کو الجھن و فکر نے گھیرا۔

مایا ایسے ہی کہیں بھی صرف تب سوتی تھی جب وہ اپنے حواسوں میں نہ ہو ورنہ اس گھر میں شاید داران کے نزدیک مایا کبیر سے زیادہ کوئی نفاست و ترتیب پسند نہ تھا۔

"آپ خود مجھے بتادیں یہی بہتر ہے مایا ورنہ اگر میں خود آپ کی اس الجھن تک پہنچا تو آپ کو داران ماہیر شاہ کی شدید ناراضگی برداشت کرنی پڑے گی"

وہ خود کلامی کرتا اک نظر اس سہیلی اور دوسری ماں کو دیکھتا اسے بے آرام کیے بنا وہاں سے چلا گیا، یہی سوچیں دماغ میں محو گردش تھیں جب وہ باغیچے کی سمت آیا، سیاہ بادلوں کی آمیزش سے بھرا آسمان دیکھتے ہی دیکھتے قطرے ٹپکانے لگا، ساون کے مہینے میں ویسے ہی وادی سون بھیگی رہتی، بارشوں کی زد میں۔

"میں نے اسے یہ نام کیوں دیا تھا آخر؟ اور میں نے مایا سے ایسی ناکارہ دعا کیوں منگوائی؟"

اپنے آپ پر پہلی بار داران کو اس قدر غصہ آیا کہ یہ من پسند موسمِ زرا نہ بھارہا تھا۔
پھر اپنی ہی مایا کے کان میں کہی دعایا آئی۔

"I Want Florence"

اور یاد آنے کی دیر تھی کہ جبرے تن گئے، آنکھوں میں خود کے لیے غصہ اتر آیا۔
"زمیل کا پتا نہ ملا تو مایا کی دعا قبول ہو جائے گی، پہلی بار کسی مقبول دعا سے خوف محسوس ہو رہا ہے۔ کیا چیز ہے میرے اندر ایسی جسے وہ کھینچ رہی ہے، بنا جانے بھی۔۔۔"
اسے سمجھ نہ آیا وہ کیا سوچ رہا ہے، جبکہ قدرت ضرور جانتی تھی کہ کیا ہو رہا ہے تبھی یکدم خوشی میں آسمان ایسا برساکے لمحہ لگتے داران ماہیر کو وادی سون کی تیز بارش نے بھگو کر رکھ دیا۔

.._____..

اگلی صبح ہی دار یہ نے گزشتہ شب کی تکلیف سے خود کو نکالے پورا دن گھر کو دیا، ایک شوٹ تھا اسے کینسل کروادیا کیونکہ شام اسکی جرمنی کی فلائیٹ تھی، آئین صاحبہ سے کال پر بات کر لی، حمین کے بال ڈائے کیے اور دیکھتے ہی دیکھتے موصوف کو یاد سے بھی جوان دیکھے کھکھلا دی۔

ویسے بھی ایوارڈ سرمنی کی وجہ سے حمین کو خود بھی اپنی حالت کچھ درست کرنی ہی تھی۔

"بوڑھی گھوڑی لال لگام! کچھ زیادہ پیارا نہیں لگ رہا۔ لاڈلی ایک دو بال تو سفید رہنے دیتی میرے"

آئینے کے سامنے کھڑا اپنے عکس کو امید سے زیادہ بہتر دیکھتے اپنے اکا دکا مظلوم سفید بالوں کو اس شدت سے یاد کرتے منمنایا کہ دار یہ تک ہنس پڑی۔

"کیوں رہنے دیتی؟ آپ کی پسندیدہ فریگر نٹ لیڈی کو بھی تو پتا چلے کہ حمین چوہان اٹھتالیس کے ہو کر بھی پچیس کے لونڈوں کو کٹ مارتے ہیں۔ کل کو بات شادی خانہ آبادی تک پہنچی تو کم از کم وہ یہ اعتراض تو نہ کر پائیں کہ لڑکا میرے ساتھ سجتا نہیں"

شانے سے چہرہ جوڑے وہ ماموں کو خوا مخواہ خوشفہم کیے انکی لکس کو سراہتے گئی جس پر حمین نے عکس کے ذریعے ہی لاڈلی کی کھلی ہوئی مسکراہٹ گھوری۔

"خدا کا نام لو، میرا اور اسکا کوئی جوڑ نہیں۔ تمہیں بتا دیا تھا بس ایسے ہی تمہاری ضد و تسلی پر، لیکن سیریس مت ہو دار یہ"

حمین نے اسکے حصار سے نکلتے اپنی خفت پر قابو پاتے آنکھیں چراتے اپنا کہا جھٹلایا تو وہ ماموں کے پھر سے سامنے آئی اور دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر روکا۔

"میں بھی سیریس نہیں ہوں بس مجھے اچھا لگا کہ کوئی آپ کو اچھی لگی، ورنہ سالوں سے آپ کی سیکرٹری سدرہ بھی آپکے لیے آہیں بھر رہی تھی مگر آپ نے لفٹ تک نہ کروائی۔ میری مانیں تو جا کر سیدھا پرپوز کر دیں، چٹ منگنی پٹ بیاہ اور لے آئیں یہاں تاکہ وہ اپنی خوشبو اس بوسیدہ مکان میں بھی بکھیر کر سب تروتازہ کر دیں"

یہ سب سننے میں بہت خوبصورت سہی پر آسان نہ تھا، وہ لمحہ بھر کھویا لیکن پھر حواس باختہ ہو کر ہوش میں لوٹتے ہی داریہ کو منع کیا۔

"یہ سب چھوڑو۔ یہاں آوبات کرنی ہے"

چونکہ حمین آگے ایک دو ہفتے بہت بڑی تھا اور داریہ کا بھی جرمنی میں ایک ڈیڑھ ہفتے کے شورٹس کا اہم کام تھا تو حمین کو لگا وہ جلد ہی داریہ سے سارا معاملہ ڈسکس کر لے۔

ماموں کے ہاتھ پکڑ کر بٹھانے پر وہ فکر مند ہوتی ماموں کے کاوچ پر پاس ہی بیٹھنے پر اپنی تمام تر توجہ انکی طرف دیے بے چین سی ہوئی۔

"اگر میں تمہیں کسی سے نکاح کرنے کا کہوں؟ تو کیا تم بنا کسی اعتراض کے میری بات مانو گی"

یہ بالکل برقی جھٹکے سا سوال تھا، کتنی ساعتیں تو داریہ ماموں کا چہرہ ہی سن ہوئے دیکھتی گئی۔

"آپ مزاق کر رہے ہیں مجھ سے؟"

وہ حقیقت میں یہ سب سچ نہ مان سکی، یہ مضحکہ خیزی کی حد تھی۔

"نہیں، یہ تمہاری حفاظت و خوشی کی ایک کوشش ہو گی۔ میری بات سنو داریہ! یہ ایک حفاظتی تعلق

ہو گا، میں نہیں چاہتا تم مزید ز میل جلال کے کیے کی سزا بھگتو۔ میں تمہیں کسی کی امان پروردگی میں

سو نپنا چاہتا ہوں۔"

اب بھی داریہ کو اتنی کھلی وضاحت کے بھی کچھ سمجھ نہ آیا۔

"امان پروردگی! یہ کیا چیز ہے اب بڈی۔ دیکھیں میں جتنی مضبوط ہوں، میرا دل اتنا کمزور ہے۔ کون مل گیا ہے آپکو اتنا غیرت مند جسے داریہ زمیل خان کو بیوی بنانے میں اعتراض نہیں"

وہ اتنی حیرت زدہ تھی کہ سمجھ نہ پائی سفاکیت پر اتر آئی ہے، حمین نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا۔

"یہ ایک محفوظ تعلق کا نام ہے، شفقت اور انسیت سے لبریز رشتہ ہے۔ مجھ پر بھروسہ نہیں کرو گی؟ کیا بنانا مانتا پتا جانے تم میرے لیے یہ نہیں کر سکتی؟"

جذباتی طور پر وہ اسے یہ تمہید باندھے اتنا بے بس کر گیا کہ داریہ بس آنکھوں میں خزن لیے ماموں کو دیکھتی ہی رہ گئی۔

"بڈی! دیکھیں آئی ایم سوری مجھے یوں کمزور پڑ کر کل رونا نہیں چاہیے تھا۔ یقیناً آپ میرے لیے ڈر گئے ہیں تبھی یہ سب الٹا سیدھا کرنے لگے ہیں۔ آئی سویر ماموں میں اپنے لیے کچھ بھی نہیں چاہتی، حفاظت تک نہیں۔ پلیز میرے لیے میری ماں بننے کی کوشش میں آپ کسی مشکل میں مت پھنس جائیے گا۔ بتائیں کون ہے وہ آدمی، میں مل کر اسے سمجھاتی ہوں آپ کی باتوں میں نہ آئے"

اس بار وہ حمین کا ہاتھ جکڑتے منت و تاسف بھرے لہجے میں ماموں سے سوال کر رہی تھی جبکہ حمین نے نفی میں سر ہلاتے اسکو پکڑ کر یہ سب سوچنے اور بولنے سے روکنے کے لیے جھنجھوڑا۔

"داریہ! تمہیں کسی کی امان میں دینا چاہتا ہوں پلیز میرے سکون و اطمینان کے لیے مان جاو"

اس بار وہ سچ میں سرتا پیر گھومی، جب یہ سب برداشت نہ ہوا تو اٹھ کھڑی ہوئی، اضطراب سے بالوں میں ہاتھ پھیرے۔

"آجکل کے دور میں خود کو امان دینی مشکل ہے ماموں تو کسی دوسرے کو دینا تو دیوانے کا خواب ہے۔ پھر ایسا کون مل گیا آپکو؟"

اسکا شعور ایسے کسی تعلق کو تسلیم کرنے کے لائق نہ تھا، حمین بھی اٹھ کھڑا ہوا۔
"پلیز مان جاو"

ماموں اسے زچ کر گئے، بنا اس کے کہ بات بتاتے، الٹا پہلیوں میں گمارہے تھے۔
"ہمم اوکے واپسی پر آکر اس پر بات ہوگی، ابھی مجھے جانے کی تیاری کرنی ہے۔ میں سٹریس میں کام نہیں کر سکتی"

ان دماغ خراب کرتی باتوں سے جان چھڑوائے وہ یہ معاملہ جوں کا توں ادھورا چھوڑے کمرے سے نکل گئی جبکہ حمین کو اتنی تسلی ضرور ہو گئی کہ اس نے یہ سب داریہ کو بتا دیا۔

.._____..
"تمہیں تو کلاس سے سرنے بین کیا تھا، ماول ماول کیوں تمہیں ان سے بے عزتی کروا کے مزہ آتا ہے۔"

آج چونکہ پریکٹیکل ڈے تھا تبھی صبح ہی کمسٹری لیب میں فور تھ ہئیر کی کلاس جمع تھی، کچھ ہی دیر تک ایاد بھی آنے والا تھا۔

ماول کو ڈھیٹ بنے کلاس میں آتا دیکھے ثانیہ نے اسکے پاس پہنچتے ہی لپکھر دیا۔
"یار کلاس سے کیا تھا، پریکٹیکل ورک میں نہیں۔ اور ویسے بھی اگر یہ سب نہیں سیکھوں گی تو کل کو پیر میں یہ سب لکھنے اپنے مرحوم دادا کو بھیجوں گی"
بنا کوئی اثر لیے وہ لیب میں گھستی چلی آئی، ثانیہ نے بھی ہتھیار ڈالے اور اپنی جگہ سنبھالے کھڑی ہو گئی۔

"گڈ مارنگ کلاس۔۔۔۔۔ تم؟"

ایاد اپنے مخصوص رعب کو جھاڑتا لیب میں انٹر ہوا مگر ماول کی شکل دیکھتے ہی موڈ کا ستیاناس ہو گیا، اپنی طرف ایاد کی اچھلتی نگاہیں مرکوز پائے ماول سپاہیوں کی قطار سے آگے کو سرکی۔

"اگر مجھے یونہی پریکٹیکل ورک سے بھی بین کرتے رہے تو میں سپر میں نیلے تھو تھے کو بنانے کا طریقہ لکھ آؤں گی، اور تو کچھ آتا جاتا نہیں ہوگا، فیل ہوگئی تو آپکی ہی ناک کٹے گی۔ آپکا برسوں کا ریکارڈ ٹوٹ جائے گا ایاد سر کہ آپکی کلاس کا آج تک کوئی بچہ فیل نہیں ہوا"

اپنے بچاؤ کے لیے ماول نے فوری ایاد کو اسے بین کرنے کے نقصانات بتانے شروع کیے جس پر پوری کلاس کے سٹوڈنٹس بھی منہ میں مسکرائے۔

"یہ آخری وارنگ ہے ماول، اب اگر تم نے کوئی شرارت کی تو سیدھا دو ہفتوں کے لیے تمہیں کالج سے اوٹ کروادوں گا"

برداشت کے آخری کنارے کو تھامتے بڑے ضبط سے اس آفت کو ایک آخری موقع دیا، محترمہ پاچھیں کھولے مسکرا دیں۔

اپنے بگھڑے موڈ کو ایاد نے ٹھیک کیا اور کام کی طرف آیا، آج وہ لوگ سیلفورک ایسڈ اور فاسفورک ایسڈ سے جڑا پریکٹیکل ڈن کرنے والے تھے، لیب اٹینڈنٹ لڑکے نے ایاد کے بتائے تمام کمیکلز باہر لیپ میز پر رکھے تو تمام سٹوڈنٹس لمبے پورے لیب کے وسط میں نسب میز کے ارد گرد جمع ہو گئے جبکہ ماول نے فوری شروع والی جگہ میں زبردستی گھستے جب ارد گرد کھڑی لڑکا لڑکی کو دھکا دیا تو ایاد نے بہت مشکل سے اپنے غصے کو دبایا۔

"یہ سب آپکو باری باری خود بھی کرنا ہے، پہلی پریکٹس میں کر کے دیکھاؤں گا۔ اور پلیز سب اپنے ہاتھوں اور چہرے کی حفاظت خود کیجئے گا، پھر کوئی انگلی جلا بیٹھتا ہے اور کوئی آنکھیں۔۔۔ دھیان سے کام کریں سب"

کچھ سفوفی مرکبات میں سے ایاد نے وہ ٹیسٹ ٹیوب میں لیں اور بیکر میں پہلے سے موجود سلفیورک ایسڈ میں ملایا جس سے یکدم بہت شدید دھواں نکلا۔

ماول نے گھبرا کر وہیں رکھی چھوٹی سی والٹر بکٹ اٹھائی اور آگ سمجھتی اس بیکر سے اٹھتے دھوئیں پر
انڈیل دی، اک لمحہ تولیب کی فضا میں موت کا سکوت چھا گیا۔
"بیوقوف لڑکی!"

لیپ میں اخیر تپے ایاد کی خشونت بھری آواز گونجی، سارے سٹوڈنٹس کو سانپ سو نگھ چکا تھا۔
"گئی بھینس پانی میں، ماول کر دیا نہ پھر سے ار تھ ہوئے ملینگا کو چارج۔۔۔ اب تمہاری موت پکی"
پانی کی بکٹ شرافت سے گلاس میز کی سطح پر رکھے ایاد کے اپنے جیسے گھنگھریالے بالوں کو دیکھ کر ہمیشہ
کا سو نیا لقب اس بار با آواز بلند لینے کے بجائے زیر لب بڑبڑاتی مسکین مسکراہٹ دیتی وہ ڈر کر دیوار سے
لگے وائیٹ بورڈ سے جا جڑی کیونکہ اسے لگ رہا تھا جیسے نیکی کے بجائے پنگاہ ہو گیا۔
"وہ۔۔ وہ بیکر سے دھواں اٹھ رہا تھا نہ کتنا زیادہ، میں نے تو آپکی جان بچائی پانی پھینک کر۔ آگ لگ
جاتی تو آپ بھری جوانی کی آخری سیٹیج سے گر کر سیدھا مر حوم ہو جاتے سر"
ماول نے اپنی جانب سے احسان عظیم کی اطلاع دی جس پر ایاد خان کے بھیچے جبرے مزید سخت ہوئے،
غصے سے کھولتا ہوا وہ دو قدم اس آفت کی پر کالہ کے قریب ہوا، پورا کالج ڈیپارٹمنٹ جانتا تھا کہ ایاد
زمیل خان کا غصہ کس قدر بھیانک ہے لیکن وہ ماول شاہ ہی کیا جو ڈر جاتی۔

"تمہارے پانی پھینکنے سے ایسڈ ایکٹیویٹ ہو سکتا تھا اور پھر تم نہیں یہ پورا لپ دھماکے سے اڑ جاتا، میری تو چلو جوانی کی آخری سیٹج ہے، اپنے بارے میں کیا خیال ہے اماں ابا کے پنگوڑے سے نکلی نہیں ہو بنا کچھ دیکھے مر جاتی"

کمسٹری کے علاوہ لڑنے اور بحث کرنے میں بھی محترم گولڈ میڈلسٹ تھے، ماول کو سچ میں ہول اٹھے۔
"دیکھیں سر آپ ذاتیات میں نہ گھسیں، میں فیڈرپیوں یا جھولے لے کر سووں، بابا کی پر نسیر بنوں یا بھیا کے دل کی ٹھنڈک۔۔۔ بے بی بنوں، شو نا بنوں یا تھانا تھا یا میٹرل۔ پر سنل میٹر ہے میرا"
اپنا پر سنل میٹر اتنا تفصیلی بیان کرتی وہ ایاد کے غیض و غضب کو مزید ہوا دے چکی تھی۔

"بھاڑ میں گیا تمہارا پر سنل میٹر، نکولیب سے۔ غیر سنجیدہ سٹوڈنٹس کی یہاں کوئی جگہ نہیں۔ تمہاری تو پر نسل سے کمپلین کرتا ہوں آج۔ کم از کم دو ہفتے کے لیے کالج سے بین کرو اتا ہوں میں تمہیں"
پھرے شیر کی طرح وہ انگارے چباتا پھنکارا، باقی سٹوڈنٹس کی طرف متوجہ ہوا جبکہ ماول نے وائیٹ بورڈ سے کمر ہٹائے چہرے پر معصومیت سجائے داخلی دروازے کا رخ کیا، ٹوٹی ہوئی عاشقہ والی فیلنگ لائیں، آنکھوں میں مگر مچھ کے آنسو بھرے، باڈی لینگو تاج اخیر مظلومانہ کرتے اپنے کندھے ڈھلا کائے اور سلو موشن میں تین بار گردن پھیر کر ایادز میل خان کے کڑے تیور ڈبڈبائی آنکھوں سے دیکھے۔

"اچھا چلتی ہوں، دعاؤں میں یاد رکھنا۔۔۔۔۔"

اب بے عزتی پر وف ہونے کا ثبوت نہ دیتی تو اسے ماول کون کہتا، نہایت بے سراگنگناتی اس سے پہلے وہ
ایاد کے ہاتھوں ماری جاتی، ایک ہی خون آشام نگاہ سے پیر سر پر رکھے لیپ سے نکل کر دوڑی۔
تمام سٹوڈنٹس رازدار نہ ہستے مسکاتے دیکھائی دیے مگر ایاد نے سب کو ایسا سر دگھورا کہ حلق تک سسکے
خشک پڑے۔
"ڈنگر"

منہ ہی منہ میں کوفت سے بڑبڑاتا وہ واپس اپنا دھیان یکجا کرنے لگا جو کم از کم ماول شاہ ہر ملاقات میں
بکھیر دیا کرتی تھی، لیپ پانی پانی تو ہو چکی تھی، سارے خشک مرکبات کا بھی ستیاناس ہو گیا۔
"کل ہوگی لیپ آج ریسٹ کریں، یہاں کی صفائی کرو ساجد۔ دھیان سے کوئی چیز ڈیج نہ ہو"
اس قدر ٹیبل پر گند مچ چکا تھا کہ ایاد کا دل چاہا کہیں بھاگ جائے، بے دلی سے وہ آج کی لیپ کلاس
کینسل کرتا لیپ اٹینڈنٹ سے مخاطب ہوتے ہی اپنا فون ڈیسک سے اٹھاتا وہاں سے نکلا تو سب سٹوڈنٹس
نے مل کر اس بونگی کو اجتماعی دعا سے نوازا۔

ایاد کی لگائی کمپلٹین کا یہ نتیجہ نکلا کہ پرنسپل صاحب نے فوری عمل درآمد کرتے ماول کو وارننگ دی کہ
اگر وہ اب بھی باز نہ آئی تو اسے بنا اسکے یہاں آخری سال کی پرواہ کیے بنا کالج سے نکال دیا جائے گا،
ماول نے یہ سب اتنا سنگین نہ سوچا، معذرت بھی کی مگر دو ہفتوں کے لیے اسے کالج سے بین کر دیا گیا،

ماول سارا رستہ یہی پلین بناتی رہی کہ دو ہفتے گھر رہنے کا اپنے ٹبر کو کیا جواز دے گی اور پھر اسکے ماہر دماغ میں یہی خیال آیا کہ کہہ دے فری ہو گئے تمام سٹوڈنٹس لیکن ابھی فری ہونے میں ایک ماہ باقی تھا، ماول کو یہی لگا کونسا کسی نے جا کر کالج پتا کرنا ہے، اور پھر واپسی پر وہ ایاد سے ہمیشہ کے لیے ناراض ہونے کا فیصلہ بھی کر چکی تھی۔

ماول نے یہی بتایا سب کو کہ انکو فری کر دیا گیا جبکہ سب مان بھی گئے کہ بھلا وہ کیوں جھوٹ بولے گی، پڑھائی کے معاملے میں وہ کبھی نہیں بھاگی تھی، بس اسکا مزاج شرارتی تھا۔

دو ہفتے دار یہ کا بھی جرمنی میں ورک تھا، ایک ہالی وڈ مووی کی شوٹنگ تھی جس میں اسے مین رول پلے کرنا تھا، ایکشن اینڈ ہارر مووی تھی، وہ ماموں کو بنا جواب دیے گزشتہ شب ہی جرمنی روانہ ہو گئی، لیکن حمین چوہان نے بچاری دار یہ کو دو ہفتے ہاں اور ناں کے لیے اخیر ٹارچر کیا۔

جبکہ عاقب کا غصہ بھی ان چند دنوں میں جب اتر اتوا سے احساس ہوا کہ غصے کے ہاتھوں وہ دار یہ کو خود سے خود ہی متنفر کر بیٹھا ہے، اوپر سے دار یہ جرمنی جا چکی تھی تو اس سے رابطہ بھی ممکن نہ رہا، وہ اپنے شوٹس کے بیچ کسی سے رابطہ نہیں کرتی تھی سوائے ماموں کے۔

داران نے ان دو ہفتوں کے بیچ بظاہر تو ز میل جلال خان کی اپنے لوگوں سے تلاش کروانی جاری رکھی مگر کہیں وہ بھی یہی چاہتا تھا کہ وہ ابھی نہ ملے اور ایسا ہی ہوا، جب داران کے لوگ کابل کے اس کیمپ تک پہنچے تو جہانگیر اور ز میل کو وہ لوگ جنہوں نے اپنا ماتحت بنا رکھا تھا کسی اور شہر منتقل کر دیا، جبکہ

داران نے اپنے لوگوں کو مزید افغانستان میں تلاش سے روکا کیونکہ یہ انکے لیے خطرہ تھا، وہاں ایسے معاملات پر سخت پابندی کے ساتھ قتل و غارت کا بھی خطرہ تھا۔

دو ہفتے بیت چکے تھے، گزشتہ دو ہفتوں کے بیچ ہی حمین کا ایونٹ بھی پہلے سے دگنا شاندار گیا، چونکہ میڈیا سلیبر ٹیگز کا ایوارڈ شو تھا تو اسکی کامیابی پر پیمینٹ بھی اب تک کی سب سے ہائی ریٹج پر تھی، مایا کو خود توقع سے بڑھ کر سدرہ کی جانب سے پیمینٹ کی جانے کا آرڈر ملا، اور یہ مایا کے لیے ایک کامیاب تجربہ رہا۔

لیکن ان دو ہفتوں کے باوجود مایا، اپنے اس شب ڈرنے کا سبب داران سے ڈسکس نہ کر سکی، شاید وہ بہت زیادہ خوفزدہ تھی، سو جب داران نے بھی دوبارہ وہ ٹاپک نہ چھیڑا تو مایا بھی بہل گئی۔

دو ہفتوں سے ماول کو گھر دیکھ کر داران بھی مطمئن تھا مگر جب اس نے ماول کو اتفاق سے ناشتے کے بعد ثانیہ سے بات کرتے سنا تو سر تا پیر لاڈلی کی اس حرکت پر سلگ گیا۔

ماول کو ساتھ لیا اور پہلی فرصت میں اسکے کالج پہنچا۔

"دیکھیں داران صاحب! ماول کی شرارتیں اور بتمیزیاں حد درجہ بڑھ چکی تھیں تبھی ہم نے مجبوراً انکو کالج سے دو ہفتے کے لیے بین کیا تھا"

پرنسپل اسلام نے اپنے آفس کیمین میں آکر براجمان داران کو وضاحت دی لیکن وہ پوری کالج انتظامیہ پر برہم تھا۔

"آپکو کہا تھا اسکی جو شکایت ہو مجھے انفارم کیا کریں، پڑھائی کے معاملے میں آپ لوگ اسکا اتنا بڑا نقصان کیسے کر سکتے ہیں۔ مجھے بتاتے میں خود سمجھاتا اسے۔ اور شراتوں تک ٹھیک ہے، ماول بتمیز نہیں ہے۔ کس سے بتمیزی کی ہے اس نے زرا بتائیں گے آپ"

اپنے غضب پر ہر ممکنہ بندھ باندھے داران نے استفسار کیا جبکہ ماول صاحبہ کو تو اس وقت سانپ سونگھا تھا، وہ تو قبل از وقت بھیا اور ایاد سر کی فائیٹ تک امیجن کر چکی تھی تبھی تو ہاتھ کانپ رہے تھے۔

"بہت زیادہ بتمیز ہے آپکی بہن، جسے یہ تک علم نہیں کہ خود سے عمر ورتے میں بڑے استاد سے کیسے بات کی جاتی ہے۔ میرا بس چلتا تو اسے ہمیشہ کے لیے اوٹ کرواتا یہاں سے۔"

ایاد جیسے پر سنپل سر پہلے ہی داران اور ماول کی موجودگی کا بتا کر بلوا چکے تھے، پر سنپل آفس میں داخل ہوتے ہی اپنے اندر کی بھڑاس نکالتے قریب رکا تو داران نے پہلے تو یہ سب تحمل سے سنا اور اک خون آشام نظر ماول کر ڈالتے اٹھ کھڑا ہوتا ایاد کے مقابل آرکا۔

"تو یہ سب سیکھانا آپکی ہی ذمہ داری ہے استاد محترم، ویسے ایسا کہا کیا ہے اس نے آپکو مسٹر ایاد ز میل خان کہ آپ زہریلے ناگ کو مات دیتے محسوس ہو رہے ہیں"

اپنے لہجے میں دبے طیش پر قابو پائے داران نے مقابل کو ٹیس کرتے پوچھا۔

ماول نے حراساں نظروں سے بھاری بھاری دونوں کو دیکھا جو ایسے لگ رہے تھے کہ ابھی دست و گریبان ہو جائیں گے۔

"آپ خود پوچھ لیجئے گا، لیکن شکایت یا شکوے کا کوئی حق نہیں آپکے پاس۔ بہت مجبور ہوا تبھی یہ سٹیپ اٹھایا، اپنی زبان میں اسے سمجھا دیں کہ اگر اپنی ڈگری پر دھبہ لگوانا نہیں چاہتی تو انسانوں کی طرح یہ ایک ماہ پورا کرے۔ یہ دو سال برے ترین رہے میرے لیے صرف اس لڑکی کی وجہ سے۔ کالج کے کسی بھی فرد سے پوچھ لیں، آپ کو اسکے کارنامے بتا دے گا"

سہم کر ماول نے ایاد کے منہ سے یہ سب سنے جب بھیا کی طرف آنکھیں گمائیں تو داران نے ایسی نظروں سے دیکھا کہ ماول کو لگا اپنی جگہ دفن ہو کر رہ جائے۔

ایاد نے بھی دو سال کا غصہ اکٹھا ہی نکال باہر کیا تھا جسکی اسے بھی توقع نہ تھی۔

"جو بھی ہے، ماول ایسا کچھ نہیں کر سکتی مسٹر ایاد جس سے شاہ خاندان کے کسی فرد کا سر شرم سے جھکے۔

بہر حال آپ نے دو ہفتے اسکا جو نقصان کیا، حساب برابر ہوا۔ میں سمجھا دوں گا اسے لیکن ایسی سزائیں

آپ کو بھی زیب نہیں دیتیں تو ان فیوچر احتیاط کیجئے گا"

وہ بھلے بہت پر سکون لگ رہا تھا مگر داران ماہیر کی آنکھوں میں منجمد اشتعال کی زیادتی، ایاد کی آنکھوں سے ہر گز مخفی نہ رہ سکی۔

"ایکسیکوزمی"

ایاد نے اسکی دھمکی کو رتی برابر اہمیت نہ دی اور جیسے آیا ویسے ہی پرنسپل آفس سے نکل گیا، داران نے مٹھی بھینچتے اپنے غصے کو قابو کیا اور پلٹ کر پرنسپل اسلام کے سامنے ہوا۔

ماول کا شرمندگی سے سر جھکا تھا، اسے سمجھ نہ آئی ایاد سر اتنا سب کیسے بول گئے، حالانکہ وہ تو بس شرارت کر کے تنگ کرتی تھی، اور یہ ہمیشہ سے تھا۔ سکول میں بھی اس کی ایک ٹیچر ایسی ہی تھیں جسے ماول ناک تک عاجز کر کے رکھتی تھی لیکن اس بار ماول کو لگا شاید اس نے واقعی بہت بڑا جرم کر دیا ہے۔ اوپر سے اب جو داران سے بے عزتی ہونی تھی اسکا الگ قبل از وقت صدمہ لگا تھا، آنکھوں سے اہانت و سبکی کے سبب آنسو ٹپکنے لگے۔

"وہ ہمارے کالج کا سب سے ماہر پروفیسر ہے، ہم اسکا یہاں سے جانا اور اسکی ناراضگی برداشت نہیں کر سکتے داران صاحب۔ پلیز ہمارے کالج کی ریپوٹیشن کا سوال ہے۔ آپ ماول کو سمجھائیں کہ سکون سے رہے، ورنہ ایادز میل کا غصہ اسکے فیوچر کو تباہ بھی کر سکتا ہے"

معاملے کی نزاکت بھانپتے، داران کے غصے کو محسوس کیے پر نسیپل نے نرم سی تنبیہ کرنی ضروری سمجھی۔

"شکریہ اس دھمکی کے لیے"

داران نے بھی نرم ہی طنز کرتے جھک کر ماول کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ لیتا پر نسیپل آفس سے نکل گیا۔ پارکنگ تک لائے داران کو اسکا ہاتھ چھوڑنا پڑا کیونکہ وہ رونا شروع ہو چکی تھی۔

"آج تک جب جب میری انسلٹ ہوئی، اسکا سبب تم بنی ماول۔ کیا یہ صلہ ڈیزرو کرتا ہوں؟ کیا بکو اس کی ہے تم نے ایاد سے کہ وہ تمہاری شکل دیکھنے کا بھی روادار نہیں؟ بولو"

داران کی خون آلود رنگت اور پر تپش نظریں دیکھ کر ویسے ہی ماول کی جان جا رہی تھی تو بولنا تو ناممکن تھا۔

"ا۔۔ ایسا تو کچھ بھی نہیں کہا بھیا، ب۔۔ بس تنگ کیا تھا۔ شرارت کی تھی۔ ایسڈ والے بیکر پر پانی پھینکا تھا۔ اللہ کی قسم کوئی بتمیزی نہیں کی، میں آپکو بتمیز لگتی ہوں؟ میں تو ان کو تنگ کرتی تھی کیونکہ وہ ہنستے مسکراتے نہیں ہیں۔ اور آپ تو جانتے ہیں مجھ سے اپنے ارد گرد ایسے ربورٹ برداشت نہیں ہوتے۔ میں دو سال سے تنگ کر رہی۔ مجھے پتا ہوتا وہ مجھ سے اس سب کی وجہ سے اندر ہی اندر نفرت کر کے بیٹھے ہیں تو قسم سے شکل بھی نہ دیکھتی۔۔۔۔ آ۔۔ آئی ایم سوری۔"

اپنے اندر کی ساری سچائی وہ روتے روتے بتاتی اختتام تک داران سے لپٹ گئی جبکہ وہ نہ غصہ اتار سکا نہ ضبط کر سکا۔

"بہت غلط کیا ہے تم نے، تمہاری وجہ سے آج انتہائی انسٹ فیل کر رہا ہوں۔ کتنی بار تمہیں سمجھا چکا ہوں کہ تمہاری یہ حرکتیں ہم تو برداشت کر سکتے ہیں مگر کوئی غیر نہیں کرے گا۔ اب شرافت سے یہ مہینہ پورا کرو اور کل ایاد سے سوری کرو گی تم اور اسکے بعد خبردار اگر تم نے اس سے کوئی بھی فضول بات کی۔۔۔۔ بہت برا پیش آؤں گا"

وہ رودی تو داران کو بھی نرمی اختیار کرنی پڑی لیکن معافی پر تو وہ رونا بھولے زخمی شیرنی بنی بھیا کے سینے سے جدا ہوئی۔

"کیوں۔۔۔ کیوں مانگوں معافی۔ ہرٹ انہوں نے کیا ہے۔ میں تو اب انکو منہ بھی نہیں لگاؤں گی زکوٹا جن کہیں کے۔ اور اگر آپ نے معافی کے لیے فورس کیا تو میں دادو کو بتا دوں گی آپ کبھی کبھی سموکنگ کرتے ہیں۔ اور آپکی طبیعت جب بھی بگھڑے سموکنگ کی وجہ سے بگھڑتی ہے، پھر وہ آپکو کٹ لگائیں گی۔"

اپنے اندر دبی بیٹھی ماول کو سامنے لاتے دھمکاتی غرائی تو داران بس آنکھیں ہی نکال سکا۔
"اچھا لیکن شکایت نہ ملے تمہاری"

آنکھیں چراتا داران سرسری سا کہے جیسے بھاگ کر فرنٹ سیٹ سنبھالے بیٹھا، ماول کی ساری اداسی اڑن چھو ہوئی۔

"یہ ہوئی ناں بات، ماول کیسے کر لیتی ہے تو یہ مشکل کام گنوں کی سرکار"

بھیا کو اتنی جلدی سر سے ٹلتے دیکھ کر ماول کو اپنی خصوصیات پر پیار آیا، فوراً بھیا کے ساتھ ہی سیٹ سنبھالی لیکن اگلے ہی پل ایڈز میل خان کے لیے غصہ، آتش فشان بن گیا۔

.._____..

"مایا میم! حمین سر کی کال"

اپنی نرسری ایریا میں لگائے جاتے کچھ نئے پھولوں کو دیکھنے مایا شاپ سے کچھ دیر باہر آئی تو فون وہیں چھوڑ آئی، آج ہی اسے سدرہ کی جانب سے پیمنٹ ملی اور وہ اتنی زیادہ تھی کہ مایا تب سے کافی پریشان

تھی، سدرہ کو بھی کال ملائی جبکہ اسی سے لیے حمین کے نمبر پر بھی تاکہ پیمینٹ کے بارے بتا سکے مگر دونوں کافون نہ لگا، اب حمین نے فری ہو کر کال بیک کی تو اسکی شاپ کی کثیر ٹیکر اسکا فون لیے نرسری ہی چلی آئی اور مایا کی سمت بڑھایا۔

"اسلام و علیکم!"

گھبراہٹ پر قابو پائے مایا نے پھول سے لہجے میں سلامتی ارسال کی، کال "Fragrant Lady" کی ہے تبھی موصوف کا چہرہ متمتاتی خوشی سے کھل گیا، اپنے آفس میں رولنگ چیئر پر بیٹھے، جھولتے ہوئے وہ مدھر آواز سن کر سمائیل دیتے منظروں کو پاگل کر گیا۔

"وعلیکم السلام! تو یہ آپ ہیں۔ کیسی ہیں مایا کبیر؟ پیمینٹ مل گئی آپکو۔ سدرہ نے کچھ دیر سے بھیجوائی اس کے لیے معذرت"

دگنے نرم لہجے کے سنگ مقابل سے سوال پر سوال کیے، مایا کو سمجھ نہ آئی کیا بولے اور کیسے بولے کیونکہ کچھ تو تھا جو ہچکچاہٹ کا سبب تھا۔

"میں ٹھیک ہوں، جی مل گئی لیکن یہ بہت زیادہ ہے۔ میں آپکو اور سدرہ میم کو اسی لیے کالز کر رہی تھی۔ یہ لگ بھگ ڈبل ہے حمین سر، پھولوں کی بہت زیادہ قیمت ادا کر دی آپ نے"

جیسے تیسے خود کو ہمت دیتے اس قابل بنا سکی کہ وہ مدعا بیان کرے جبکہ دلکش مسکراہٹ نے حمین کے ہونٹوں کا احاطہ کیا۔

"نہ تو میں آپکا سر یا صاحب ہوں نہ سدرہ میم ہے، کہاں سے میم لگی ہے وہ آپکو؟ آپ مجھے مسٹر حمین کہہ سکتی ہیں۔ رہی بات پھولوں کی قیمت کی تو، میں نے پھولوں کے ساتھ انکی اضافی خوشبو کی قیمت بھی دی ہے۔ یہ میری خوشی سمجھیں اور اپنا انعام۔ اتنے لمبے فاصلے کے باوجود نہ تو پھول مرجھائے نہ ایونٹ اینڈ ہونے تک انکی دلکشی میں کمی آئی۔ آپ یہ ڈیزرو کرتی ہیں بلکہ اب سے حمین چوہان کو اپنا کلائنٹ سمجھیں"

خوبصورتی سے وہ مایا کی الجھن کو مسکراہٹ میں بدل گیا، بھلا خوشبو کی قیمت کون پاگل دیتا ہے، وہ تو پھولوں کا حصہ ہوتی ہے۔

"تھینک یو"

خوشی کی زیادتی کے سبب آواز کپکپائی تو وہ بس اتنا ہی بولی، حمین کو لگا کانوں میں امرت گھل گیا ہے۔

"My Pleasure,

جلدی دوبارہ زحمت دوں گا آپکو۔ اللہ حافظ"

وہ کم گو ہے اسکا احساس حمین کو تھا تبھی خود ہی اسے کسی مشکل سے دوچار نہ کرتے اجازت لی، مایا نے کال آف کی اور نا جانے کیا سو جھی کے حمین کا نمبر "Mr Hameen" کے نام سے سیو کر لیا، جبکہ یہ کرتے ہوئے وہ اتنا خوبصورت مسکرائی کے ارد گرد کھلا ہر پھول اس حسینہ کی مست و مخمور مسکراہٹ کا شیدائی ہو گیا۔

نکاح کے لیے اصل مسئلہ عزیزے جان کو منانے کا تھا اور یہ مہارت کا کام دیکھیے کس نے سرانجام دیا۔
"ہمم! امان پروردگی تک تو بات ٹھیک ہے تبریز لیکن لڑکی کون ہے اور کس خاندان کی ہے یہ بھی تو
بتاؤ"

امان سے جڑے نکاح یہاں کی ایک چھوٹی سی رسم تھی جو دراصل کسی کو حفاظت سونپنے، نیک ہدایت
دینے یا پھر کسی ظلم سے بچانے کو سرانجام دی جاتی تھی، اور اس پر کسی کا اعتراض بھی نہ آتا لیکن لڑکی کا
خاندان اور اسکے کردار کو لازماً پرکھا جاتا تھا۔

"بے فکر رہیے عزیزے جان! میرے حمین کی بھانجی ہے۔ آپ تو جانتی ہیں انکے والد کس قسم کے شر
انگیز آدمی ہیں، بس ایک مشکل میں انکے سبق پھنس گئی ہیں۔ حمین چاہتے ہیں کہ داران انھیں امان
سونپیں، جب تک مصیبت ٹل نہ جائے"

سلیقے و سنجیدگی سے تبریز شاہ نے اپنا مطالبہ ماں کے سامنے پیش کیا تو وہ کچھ سوچتے ہوئے سر نفی میں
ہلاتیں غیض سے لبریز نگاہ تبریز پر مرکوز کر گئیں۔

"وہ سپر ماڈل؟ دیکھو تبریز، مانا حمین تمہارا بچپن کا دوست ہے لیکن معاف کرنا اس نے اپنی بھانجی کی
تربیت بہت بری کی ہے، بدنام زمانہ ہے وہ، کیا داران ہی رہ گیا تھا اس بے لگام گھوڑی کے لیے۔ تم اس
کے لیے کسی اور مناسب فرد کی امان پروردگی تلاش کرو، میرے داران کا ایک معیار ہے"

اپنا فیصلہ سنائے عزیزے جان نے سرد تاثر کے سنگ خاموشی اختیار کی، گویا انکا انکار تھا، تبریز شاہ نے رحم طلب نگاہ ماں پر ڈالی اور اس سے پہلے مایوس ہوئے اٹھ کر جاتے، داران کی آواز پر ناصر ف اپنی نشست کے پاس اٹھ کھڑے ہوئے بلکہ عزیزے جان بھی متوجہ ہوئے داران کو ہال میں انٹر ہوتا دیکھنے لگیں۔

ماول نے راستے میں داران کو دھمکیاں دے کر یہ تک منوالیا کہ وہ اس دو ہفتے والے بلند ر کی بابا سے شکایت نہ کریں، جبکہ داران کو مانی پڑی کیونکہ وہ دھمکا براچکی تھی۔

"میں امان پروردگی کے لیے تیار ہوں"

جہاں داران کے پر اعتماد الفاظ تبریز شاہ کا غارت سکون بحال کر گئے وہیں عزیزے جان اس طرز کی بے ادبی پر غصے سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"لیکن وہ تمہارے لائق نہیں ہی داران، وہ ایک رسوا لڑکی ہے"

انکا اعتراض برحق تھا، داران چلتا ہوا عین دادی اور بابا کے قریب آکر رک گیا، سیاہ جینز کے سنگ وائیٹ ہاف سلیوز شرٹ کے ہمراہ سچ رہا تھا، کسرت کیے بازو شرٹ کی آدھی بازو سے جھانک رہے تھے اور گرمیش بلو آنکھیں ہمہ وقت غالب آئی مٹھاس و نمینکی کامرکب معلوم ہوئیں۔

"رسوائی کی زد میں آئے ہووے کو ہی تو سب سے زیادہ امان درکار ہوتی ہے دادی سرکار، آپ بے فکر رہیں۔ وہ لڑکی یہاں صرف میری امان کے حصار میں داخل ہوگی۔ مجھ سے یا میرے دل سے اسکا کوئی

تعلق نہیں ہوگا۔ معنیہ وقت تک یہ نکاح برقرار رہے گا اور پھر ایسے ہی سب ختم جیسے شروع ہوا۔ سو آپکو کسی قسم کی فکر و پریشانی پالنے کی ضرورت نہیں"

اپنے نرم مگر پر اثر لب و لہجے میں لا پرواہی سی سموئے وہ جس طرح پلوں میں عزیزے جان کے سارے اعتراضات کا جواب دے کر قائل کر گیا، خود تبریز اسکی ان صلاحتیوں پر گنگ رہ گئے، پر اسرار سی خوشی بھی انکے لبوں پر رینگئی۔

"وعدہ کرو مجھ سے داران، اگر تم اپنی بات سے پھرے تو عزیزے جان کا بھیانک روپ تم سمیت وہ لڑکی اور اسکا خبیث باپ بھی دیکھے گا"

یہ غم و غصہ ابھی تو اس بدنام لڑکی کے سبب تھا، جبکہ تب کیا قیامت آتی جب انھیں یہ پتا چلتا کہ وہی خبیث شخص ہی دارم کا قاتل ہے، آنے والے اس خوفناک وقت کا اثر لمحہ بھر داران اور تبریز دونوں کی آنکھوں میں لہرایا لیکن وہ دونوں ہی آج میں جینے کے قائل تھے۔

"میں وعدہ کرتا ہوں آپ سے، میرے اور اس لڑکی کے بیچ کوئی جذباتی وابستگی جنم نہیں لے گی۔ اب تو آپ پر سکون ہو جائیں"

ابھی اسے یہ وعدہ لینے میں کوئی قباحت محسوس نہ ہوئی کیونکہ وہ داریہ کے لیے دو مختلف طریقے سے سوچتا تھا، اور خدا جانے اس وقت وہ کس روپ میں تھا۔

تبریز تو پریشان تھے اسکے وعدے پر لیکن دادی سرکار ضرور مطمئن ہو کر داران کو گلے لگا گئیں۔

"ٹھیک ہے، اللہ اس امان کو قبول فرمائیں۔ کل شام میں ہے نکاح؟ کیا مجھے بھی جانا ہو گا اتنی دور؟"

تبریز تو سب کچھ طے ہونے کا یقین ملتے ہی مسکرا کر حمین کو اطلاع دینے بڑھے البتہ داران ضرور دادی کو بازو کے ہالے میں ہی لیتا انکے کمرے کی طرف ساتھ لپکا۔

"جی ظاہر ہے نکاح اسی طریقے سے ہو گا جیسے ہوتا ہے ہمارے خاندان میں، اور رخصتی بھی اسی اہتمام کے ساتھ ہوگی۔ میں اسکے لیے الگ کمرہ سیٹ کروانے کا کہہ دیتا ہوں آپ بے فکر رہیں، آپکو اپنے داران پر بھروسہ ہونا چاہیے۔ شادی داران آپکی پسند کی لڑکی سے کرے گا"

اس سے زیادہ شاید وہ کچھ نہ بھی کہتا تو یہ حرف آخر ثابت ہوا، جبکہ عزیزے مطمئن ہوئیں مسکرائیں۔

"خوش رہو میرے فرما بر دار بچے، ٹھیک ہے پھر وقت بہت کم ہے میں تیاریوں کا کہہ دیتی ہوں فردوس کو۔ تم مایا کو پیغام بھیجو کے آجائے تاکہ تھوڑی مدد کروادے۔ نکاح کا جوڑا، باقی ضروریات، شگن کے تحائف یہی ہو پائے گا، اور میرے خیال میں اتنا تکلف کافی ہو گا"

عزیزے اسے تمام تر لائحہ عمل ترتیب دیتے بتانے لگیں مگر داران انکو آزاد کرتا عزیزے جان کی کبرڈ کی طرف بڑھا، وہاں اک الگ خانہ تھا جہاں آج بھی زرشہ کے سہاگ کا جوڑا سنبھالا گیا تھا۔

داران کو کبرڈ کی سمت کھڑا دیکھے وہ بھی خوشگوار حیرت سے قریب چلی آئیں۔

"یہ بھی چلے گا، وقت کی ویسے ہی کمی ہے"

داران کے مشورے پر عزت زے جان نے اسکے ہاتھ سے زرشہ کا دوپٹہ جھپٹ لیا۔

"ہرگز نہیں، یہ جوڑا صرف شاہ خاندان کی بہو پہنے گی اور یہی رسم ہے"

دادی کے جھڑک کر انکار کرنے پر وہ تھوڑا مایوس ہوا۔

"وقتی سہی پر وہ بھی بہو بن جائے گی کل، پھر سے یوز کر لیں گے کونسا گھس جائے گا دادی سرکار۔ میں

نے تو آپکی آسانی کے لیے تجویز تھما دی تھی۔"

اپنی خواہش کو تجویز کا پیر ہن دیتا اس وقت وہ معصوم قسم کا شاطر لگا کہ عزت زے بھی دھوکہ کھا گئیں۔

"ہمم! بہو نہیں ہوگی وہ، خیر بات تمہاری بھی ٹھیک ہے، اتنی جلدی جوڑا بنے گا نہیں۔ لیکن اسے آتے

ہی کہنا جوڑا اتار کر مجھے واپس کر دے"

دادی کے مان جانے پر داران نے آدھے چہرے کی شرانگیز مسکراہٹ دیتے فوری سر ہلایا اور انھیں

دیکھتا ہوا کمرے سے نکلا تو ان خوبصورت آنکھوں میں بلا کی چمک منظروں کی بصارت خیرہ کر رہی

تھی۔

.._____..

"او میری جان! تم واپس کب آئی"

میڈیا ہاؤس میں انیب اپنے کچھ نیوز رپورٹر کے ہمراہ شو کی ریکارڈنگ کے لیے ہی تیاری کر رہی تھی جب مغرور حسینہ کو وہاں آتا دیکھے انیب مسکراتی ہوئی کبین سے نکلی اور لپک کر داریہ سے گلے لگتے ہی الگ ہوتے پر اشتیاق سے استفسار کیا۔

"فجر کی فلائیٹ سے، اچھا سالنچ منگو او میرے لیے شاباش۔ آتے ہی سو گئی تھی اور ابھی اٹھی تو سوچا کیا تکلف کروں لنچ بنانے کا، آج مہمان بن جاؤں انو کی"

بیگ وہیں ٹیبل پر رکھے کرسی پر براجمان ہوتے فرمائش کی، انیب نے فوری مسکرا کر گردن موڑے کسی لڑکی کو اشارہ کیا تھا، داریہ یہاں سب کو جانتی تھی اور انیب کی طرح اسکے چینل والے بھی اب تو اسکے اچھے دوست تھے۔

"ہا ہا صدقے! ایک تو تمہارا پتا نہیں چلتا کب آتی ہو کب چڑھیل کی طرح غائب ہو جاتی ہو، کیسے رہے تمہارے شوٹس؟"

انیب وہیں میز پر ٹکے داریہ کے خوبصورت چہرے اور چمکتی آنکھوں والے چہرے پر نظریں جمائے بولی تو آواز میں تجسس اٹھ آیا۔

"بہت تھکا دینے والے، تم بتاؤ کیس کی کیا صورت حال ہے۔ کچھ پتا چلا حمید پر گولی کس نے چلائی"

فوری مدد پر آئی جس پر انیب نے پراسراری کے سنگ میز پر رکھی فائیل اٹھا کر داریہ کی سمت بڑھائی جسے اس نے فوری تھاما۔

"سنا پڑ شوٹ تھا، گولی جس گن سے چلی وہ ڈیفینس ڈیپارٹمنٹ اور نیب سے ویریفائنڈ ہے۔ مطلب جس نے بھی شوٹ کیا اسے، یہ اسکی ڈیوٹی تھی۔ کیس بند ہو چکا ہے"

یہ سچ میں دارِیہ کے لیے جھٹکا تھا۔

"اگر قانون کے لوگوں نے اسے مارنا ہی تھا تو بری کیوں کیا عدالت نے، سزائے موت سنا دیتے منحوس کو، یہ کافی الجھا معاملہ تھا اتنی جلدی کیسے حل ہو گیا۔ عاقب تو بہت غصہ ہو گا؟"

یہ سب دماغ قبول نہ کر پایا اوپر سے عاقب کی اس معاملے کو لے کر حالت، دارِیہ پہلے ہی جان گئی۔

"وہ کہتا ہے خود تفتیش کرے گا، اور تمہیں پتا ہے اسے رجال کے بارے میں بھی کوئی کلو ملا ہے، کل رات میں نے اسے کسی سے بات کرتے سنا تھا"

لب و لہجے میں مقدور بھر خدشات سموتے انیب نے ایک اور بمب پھوڑا۔

"رجال سے تو میرا حساب بھی باقی ہے، مل لینے دو اسے۔ خیر تمہیں کچھ بتانے آئی تھی، کل شام نکاح ہے میرا اور چغتائی پولیس میں سے صرف تم انوائسٹڈ ہو"

دارِیہ نے یہ سب اتنی اچانک بتایا کہ انیب جھٹکے سے میز سے ہٹتے آنکھیں پھاڑے اسے گھورتی پکڑ کر اٹھائے اپنے سامنے کھڑا کر گئی۔

"واٹ؟ نکاح۔ اتنی اچانک۔۔۔ کیا کہہ رہی ہو۔ کس سے نکاح ہو رہا ہے۔ اور وہ ہڈی مین؟ تم تو اس سے ملنا چاہتی تھی، تمہاری خواہش تھی اس سے بات کرنا۔ اسے دیکھنا۔ داریہ یہ کہانی میں اچانک ولن کہاں سے آگیا پھر"

انیب کی کڑی نظروں اور سوالوں کے بدلے اس جانب شکست خوردہ تاثرات نے بے بسی کا فسانہ بنا کہے سنا دیا۔

"مجھے نہیں پتا لیکن ماموں کسی نیک پروانے سے میرا نکاح کر کے مجھے اس زلت و رسوائی سے بچانے کی کوشش کرنا چاہتے ہیں، آئی ڈونٹ نو کون ہے اور کون نہیں۔ میں یہ کبھی نہ کرتی لیکن تمہیں پتا ہے بڑی کو ہرٹ نہیں کر سکتی، سادگی سے نکاح ہو گا کیونکہ یہ حفاظت کی رسم کے لیے ضروری ہے۔ دو ہفتے سے ماموں نے میرا سر کھا رکھا تھا، ایک ہی ضد کے ہاں ہے تو آؤں نہیں تو جرمنی ہی سیٹل ہو جاؤں۔ کبھی کبھی انھیں ایسا دوڑا پڑتا ہے سو برداشت کے سوا آپشن نہیں کوئی"

یہ سب داریہ نے لا پرواہی سے بتا کر انیب پر گویا صدموں کے پہاڑ توڑے۔

"ان بلیو ایبل! اتنا تو پوچھ لیتی کون ہے یار۔ اور کیا وہ تجھے کام کرنے دے گا نکاح کے بعد؟"

انیب نے دل میں پلتے سوال کو زبان دی تو داریہ کے دماغ میں جھماکہ ہوا، چہرے کی رنگت سپید پڑی۔

"یار یہ تو میں نے پوچھا ہی نہیں، ویٹ میں ابھی پوچھتی ہوں۔"

فوری انیب کو ہونق چھوڑے داریہ نے اپنے ہینڈ بیگ سے فون نکالے ماموں کا نمبر ملایا۔

پہلی ہی بیل پر کال پک ہوئی۔

"سنیں بڑی! کیا آپکا وہ نیک پروانہ مجھے کام سے تو نہیں روکے گا؟"

اس وقت حمین اہم میٹنگ میں نہ ہوتا تو اس لقب پر ہنس پڑتا، بڑی دقت سے متبسم لبوں کو بھیج کر
اڈتا قہقہہ روکا۔

"نہیں روکے گا داریہ، تمہاری ہاں ہو گئی اس فائنل۔ نئے نئے سوال لانے بند کرو"
ماموں نے چڑ کر برہمی جتائی۔

"بڑا غیرت مند ہے، میز مجھے تو لگا داریہ کو شرافت کا سبق سیکھانے کے لیے پہلا سٹیپ میرے کام پر
پابندی لگا کر لے گا، ابھی سے سن لیں پھر میری حفاظت اس کے بس کا روگ نہیں"
ہلکی سی طنزیہ مسکراہٹ ماموں سے یہ سب کہتی داریہ کے ہونٹوں پر رینگتی، سیم انیب نے بھی سر
تھاما۔

"داریہ! سٹاپ"

غصے سے تنبیہ آئی پروہ ہنس کر رابطہ منقطع کرتی انیب کی طرف دیکھنے لگی۔
"نہیں روکے گا، مطلب سمجھتی ہو؟ یوز لیس فار داریہ ز میل خان۔ اگر غیرت مند نہ ہو ا پھر تو کوئی
مردوں والی بات ہی نہیں ہوگی اس میں۔ امان پروردگی نہ سہی ایڈو نچڑھی سہی"

دار یہ کی سلگتی ٹون پر بچاری انیب تنبیہ او نہوں ہی کرتی رہ گئی، دو ہفتے وہ گھوم کیا آئی، لگ رہا تھا اس نئے ایڈوانچر کے لیے بھرپور تیاری کر کے لوٹی ہے۔

.._____..

"یا میرے اللہ! وہ شخص داران ہے۔ یار آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا، راستہ پھیلا آیا ہوں میں"

ایاد دوجے تک کالج سے واپس آیا تو حمین لنچ بنا کر اسی کا منتظر تھا، نکاح کے بارے دونوں فریقین کی ہاں اور امان پروردہ کی حقیقت جب ایاد پر کھلی تو اک لمحہ تو اپنے داران سے روار کھے سلوک پر گھبرا اٹھا، بنا بنایا کام بگھڑتا محسوس ہوا، کل نکاح کے ڈنر کے لیے سب کھانے اور سوئیٹ ڈیشیز انیب اور دار یہ نے آرڈر کر دی تھیں، اب اتنا سب وہ کیسے بتاتے۔

"کیا مطلب؟ کیسا راستہ؟"

حمین کے لنچ کے لیے پلیٹس لگاتے ہاتھ پریشانی اور خدشے سے تھے۔

"اسکی بہن سٹوڈنٹ ہے میری، دو ہفتے پہلے کالج سے بین کروایا تھا، آج وہ اسے لے کر آیا تھا تفتیشی بن کر۔ میں نے بھی جتنا عتاب تھا اگل دیا۔ ناں ہو جانی یار، مجھے پتا ہوتا تو ہاتھ ہولار کھ لیتا"

ایاد صاحب کے کارنامے پر حمین نے اپنا سر تھام لیا، بمشکل کرسی پر لڑھکا، دل ہول اٹھا۔

"نہ تم خود کہیں فٹ ہوتے ہو نہ دار یہ کا کچھ ہونے دینا، اف ایاد اف۔ کیوں بین کروایا تم نے اسکی بہن کو، اس قدر جلا دینے کا شوق کیوں ہے تمہیں"

ماموں تو چڑھ دوڑے، بس نہ چلا اپنے سے دگنے والے کو کھینچ کر چیخڑ ٹھوک ڈالتے۔

"یار ماموں وہ مجھے بہت تنگ کرتی ہے، شکر کریں دو سال برداشت کر لیا اسے۔ لیکن کچھ ماہ سے اس کی یہ شرارتیں میری انا کو چھیڑنے لگی ہیں بس تبھی تپ گیا"

ایاد نے نظریں سی چرا تے اقرار جرم کیا، حمین کا پارہ ہنوز چڑھا تھا۔

"ایک تم اور ایک تمہاری انا، فون لا کر دو۔ داران سے بات کرنی پڑے گی۔ اللہ اللہ کر کے دار یہ اور وہ مانے ہیں، کچھ گڑبڑ ہوئی تو میں کیا کروں گا"

حمین کے ہاتھ پیر مارے گھنراہٹ پھولے، ایاد نے کوفت سے ماموں کی یہ اور ایکٹنگ ضبط کرتے فون لا کر دیا اور خود ناک چڑھاتا چینج کرنے چلا گیا۔

حمین کے فون میں داران کا نمبر سیو تھا، یہ الگ بات تھی کہ کبھی اسے حمین نے استعمال نہ کیا۔ پہلی ہی بیل پر فون اٹھالیا گیا، داران، لنچ کے بعد زرا اسطبل آیا تھا خانو اکبر کے ساتھ اور اپنے گھوڑے سے خاص ملاقات کی جارہی تھی۔

دوسری بیل پر داران نے "بارک" نامی گھوڑے کی گردن اور وہاں سجے سنہری بال پیار سے سہلاتے ہی خانو اکبر کا تھمایا فون لیتے کال پک کی اور زرا کچھ فاصلے کی سمت ٹہلنے لگا۔

"داران! میں حمین"

داران نے تعارف سنتے سر ہلایا، چال ڈھال میں احترام اتر آیا۔

"جی کہیے حمین چوہان"

ادب و احترام لہجے میں عودا جس سمیت داران نے مقابل سے کال کی وجہ دریافت کرنی چاہی۔

"جو کچھ ہوا، ایاد نے بتایا مجھے، میں نے بہت کلاس لی ہے اسکی۔ کسی سٹوڈنٹ کے ساتھ ایسا نہیں کرنا

چاہیے، پلیز تم اس سب کو درگزر کر دینا۔ ایاد نے اگر کوئی زیادتی کی ہے تو میں معذرت چاہتا ہوں"

داران کو حمین کے لہجے میں گھلی فکر سمجھ آرہی تھی پر اسے یہ اچھا نہ لگا، حمین اسکے نزدیک ایک بہترین انسان تھا جسے کسی کے بحاف پر شرمندہ و پر ملال ہوئے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

"وہ معاملہ، امان پروردگی سے الگ ہے۔ ماول کی شراتیں واقعی بہت بڑھ چکی ہیں۔ بے فکر رہیں ہم

بہن بھائیوں نے یہ بات خود تک ہی روک لی ہے۔ اور کسی اور کی جگہ آپ کم از کم مجھ سے کبھی ایکسیوز

مت کیجئے گا، میں آپکی بہت عزت کرتا ہوں"

عزت دینی بھی بخوبی جانتا تھا وہ جسکا ہر کوئی معترف تھا، حمین کے دل تک جو اطمینان اتر اس لمحہ، اسکی

بات ہی الگ تھی۔

"خوش رہو داران"

بس اتنا کہے حمین نے اجازت لی البتہ داران ضرور دلچسپ نگاہوں سے غیر مرئی نقطے کو دیکھتا شردبار

مسکرایا۔

"زما جان! کیا واقعی شادی کر رہی تو؟"

خانواکبر گھوڑے کو بھی چہل قدمی کرواتے ٹھیک داران سے کچھ فاصلے پر رکتے اسکے خیالات کو اپنے سوال سے منتشر کر گئے، فردوس اور خانواکبر کی شادی کو کافی برس بیت گئے مگر اللہ نے اولاد نہ دی، تب سے ان دو کے لیے مایا، داران اور ماول ہی انکے اپنے بچوں کی طرح تھے۔

"شادی نہیں کہہ سکتے خانوالالہ اس کو، تجربہ کہہ لیں۔ وقت آگیا ہے کہ میں دو بہریوں میں سے اپنا اصل چن لوں۔ شیر یا پھر گیدڑ"

اسکی کڑکتی آواز میں طوفانوں سا تلاطم اور چہرے پر سنگلاخ چٹان سی سختی در آئی۔

"تم شیر ہے زمازوئے، تم ہمارا شیر ہے"

وہ داران کے سنگ جڑے گیدڑ کے حوالے پر جذباتی ہوئے، آواز میں کھارا پن اتر ا۔

"وقت بتائے گا لالہ، آپ مجھ سے کیا عہد مت بھولیے گا، میرے راز آپکی امانت ہیں جب تک مجھے میرا اصل راز دان نہ مل جائے۔ جیسے ہی یہ بھید کھلے گا کہ وہ قاتل ہے یا میسحا، میں بھی جان جاؤں گا کہ کیا ہوں۔ بلکہ اپنا روپ خود طے کروں گا۔ اس شب میری سوچ، میرا دل اور میرے اختیارات کچھ لمحے کے لیے اسکی تکلیف پر اپنا ہج ہوئے تھے، اسی سانچے کا سبب تلاشوں کا اس امان پروردگی کے بھیس میں"

اپنی آنکھوں میں الجھن لائے وہ خانواکبر کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھتا تھپکتا ہوا وہاں سے انکے ہاتھ سے بارک کی رسی لیتا سنسنی پھیلائے آگے بڑھ گیا جبکہ خانواکبر مست سا ہنس کر سر ہلا گئے۔

"زما خدایہ! عشق میں مت مار دیجئے گا ہمارے اس خراب آدمی کی۔"

خود سے خود کلامی کرتے وہ وہیں واپس اسٹبل کی طرف چلے گئے کیونکہ داران اب کچھ دیر گھڑ سواری کرنے والا تھا اور بارک کے ساتھ وقت گزارنے کے موڈ میں تھا۔

.._____..

"میں اتنی بری لگتی تھی آپکو؟ بتا دیتے۔ ایسے بھڑاس نکال کر خود کا سارا میج خراب کر دیا۔ ایسے کون کرتا ہے بھلا؟"

جب سے ماول محترمہ کی حویلی واپسی ہوئی تھی، صدمے میں کمرے میں بند تھی، کبھی کبرڈ کی شامت لاتی کبھی ڈریسنگ پر رکھی چیزیں الٹ پلٹ کر اپنے اندر کا غصہ نکالتی، تکیوں پر دانت گاڑنے والا سٹیپ بھی ہو چکا تھا اور بیڈ کی چادر کو بھی گول گیند بنائے پورے کمرے میں فٹ بال کھیلی جا چکی تھی۔

"جب بات نہیں کروں گی، ہنسنا چھوڑ دوں گی پھر آپ ترسیں گے کہ ماول کوئی بات کرے۔ پر ماول بات نہیں کرے گی۔ اتنی بری تھوڑا ہوں۔ مجھے رونا کیوں آرہا ہے، مجھے تو غصہ آنا چاہیے ناں"

کمرے کے وسط میں چکڑ کاٹے دکھ سا محسوس ہونے پر وہیں بیڈ کی پائنٹی کی جانب نیچے فرش پر بیٹھے اپنے سارے آنسو رگڑ دیے۔

وہیں اپنے روم میں آئینے کے سامنے تروتازہ ہو کر بال ڈرائے کرتا یاد بھی کچھ ایسی ہی سوچوں میں منہمک تھا۔

"کچھ زیادہ ہو گیا یہ، لیکن اسے بھی تو سمجھنا چاہیے ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے۔ لا پرواہ سی لڑکی ہے، یقیناً بھول بھال جائے گی۔ اس صدی میں تو اسکے سدھرنے کا کوئی چانس نہیں"

وہ خود کو تسلی دے رہا تھا جیسے ماول باز نہیں آئے گی، شاید کہیں دل سے وہ اسکا سدھرنا چاہتا بھی نہیں تھا۔

"آپ کو میری شرارتیں اتنی بری لگ رہی تھیں تو ایک تھپڑ مار کر سیدھے سے کہہ دیتے، میں استاد سمجھ کر برداشت کر لیتی پر شائد سدھر جاتی لیکن جاتے جاتے یہ جو کیا ہے ناں، ماول دوبارہ کسی سے مزاق کرتے ہزار بار سوچے گی۔ آئی ہیٹ یو"

وہ یقیناً ایاد کے لیے کچھ خاص جذبات رکھے ہوئے تھی تبھی اس بات کو بہت محسوس کر گئی، چشم تر کسی غم کے شدید ہونے کا ثبوت تھی۔

"میں سوری کر لوں گا اس سے، جو بھی ہے سزا اسکی غلطی سے بہت بڑی تھی۔ اف ایاد، کیا ہو گیا تھا تمہیں۔ پتا نہیں وہ کیا سوچ رہی ہو گی۔"

یہاں بھی بے چینی عروج پر تھی، دل تسلی و بے تابی کے بیچ ہچکولے کھا رہا تھا، لیکن پھر معافی کا سوچے وہ کمرے سے نکل گیا۔

"کل آپکی شکل بھی نہیں دیکھوں گی، دیکھیے گا اب ماول آپکو منہ بھی نہیں لگائے گی۔ زکوٹا جن، سہی نام رکھا ہے آپکا۔ بل بتوڑے، ناساں چوڑے۔ نوڈلز جیسے بال، بلور جیسی آنکھیں، بطح جیسے ہونٹ اور

زار نے جیسی لمبی ٹانگیں۔ آئے بڑے پرنس چارمنگ، اسی سڑے پن کی وجہ سے ابھی تک آپ
کنوارے ہیں، اور جو آپ کی حرکتیں ہیں، کنوارے ہی رہیں گے۔"

اپنے آپ کا غصہ وہ یونہی بڑبڑا کر نکال رہی تھی جب مایا نے مول کی طرف سے اتنی خاموشی پر فکر سے
اسکے کمرے کا دروازہ کھولے جہاں کا تو اندر کی بے ترتیبی و تباہی دیکھ کر مایا ٹھٹکی۔

فوری اندر آتے ہی زمین پر بیٹھی مول تک پہنچی۔

"کل داران کا نکاح ہے اور تم یہاں بیٹھی ابھی تک صدمہ منارہی ہو، داران نے بتایا مجھے۔ کوئی بات
نہیں بچے، استاد تو ڈانٹتے بھی ہیں اور سزا بھی دیتے ہیں۔ چلو آؤ ہم مارکٹ چل رہے ہیں۔ بہت سی
تیا ریاں کرنی ہیں"

مایا نے اسے پیار سے گلے لگاتے بہلایا پھسلا یا مگر وہ مایا کا حصار جھٹکتی منہ پھلا کر میٹرس پر جالیٹی۔
"ابھی نہیں خالا، تازہ تازہ بے عزتی کا غم منانے دیں، آپ چلی جائیں فردوس آپا کے ساتھ۔ داران بھیا
سے بھی ناراض ہوں، ایسے تو کوئی اچانک مرتا بھی نہیں جس سپیڈ سے وہ شادی کرنے لگے۔ میں سب
سے ناراض"

روٹھی ہوئی تھی وہ پھر بھی مایا ہنس پڑی، قریب آتے جھک کر لاڈ سے اسکی گال چومی۔

"چلو تم منالو پھر ماتم، داران تمہیں خود منالے گا"

ہنس کر بچاری کو اکیلا چھوڑتی مایا کمرے سے نکلی تو مول کو اس بار شدید والا رونا آیا اور وہ روئی بھی۔

پورا دن داریہ، انیب کے ساتھ رہی، ماریہ چغتائی اور ثمن بھی حد درجہ صدمے سے نکل چکے تھے، یا یہ کہنا بہتر تھا کہ وہ دونوں حمید کے ایسے ہی انجام کی توقع رکھتی تھیں، داریہ بالکل بھی چغتائی پیلس جانا نہیں چاہتی تھی پر انیب زبردستی لے گئی کیونکہ ماریہ اسے یاد کر رہی تھیں۔

داریہ جب آئی تو ثمن کی سرد مہری بھی اسے کم لگی جبکہ ماریہ صاحبہ کے ساتھ تو انیب اور اس نے مل کر کیک بیک کیا کیونکہ انکی برتھ ڈے تھی، یہ آئیڈیا بھی انیب کا تھا تا کہ پیلس کے اندر چھائے موت و وحشت کے سائے ختم کیے جائیں۔

عاقب خوشاب تھا، وہ ایک دو دن کے گیپ سے ہی شاہ انڈسٹری جاتا، آجکل وہ کچھ پراسرار سرگرمیوں میں مصروف محسوس ہو رہا تھا، داریہ شام تک رکی تاکہ عاقب سے مل کر اسے بھی نکاح والی بات بتائے مگر شاید اس کو ابھی یہ پتانہ چلے اسی میں اللہ کی مصلحت تھی، تبھی داریہ چھ تک واپس چلی گئی اور رات پوری اسے ہو سپٹل ہی رہنا تھا، جبکہ سات بجے تک عاقب کی گاڑی، چغتائی پیلس کے پورچ میں رکی تو انیب جو کچن میں دادو کے لیے سوپ بنا رہی تھی، چولہے کی آنچ مدھم کرتی، پین ڈھکے کچن سے نکلی تو سیڑھیاں چڑھتے عاقب کو پکار کر روک بیٹھی، وہ رک تو گیا پر مڑنے کی زحمت نہ کی۔

"کہاں ہوتے ہو آجکل، سارا دن دادو تمہارا پوچھتی رہیں۔ انکی برتھ ڈے تھی آج، ہم ہمیشہ دھوم دھام سے مناتے ہیں لیکن اس بار تم ہی بھول گئے"

عاقب اسکے تمام سلگتے شکوے سنے جو دوزینے چڑھاتھا وہ بھی اترتا ہوا اکڑ کر اسکے سامنے تن گیا۔

"انہوں نے اپنا بیٹا کھویا ہے، ایسی خوشی اب وہ کیوں منانے لگیں؟"

لہجہ خفیف سا سلگا جبکہ انیب کو اسکی ٹون بری لگی۔

"وہ تو زندہ ہیں ناں، ایک مر جائے تو سب نہیں مرا کرتے۔ ایک دوسرے کے لیے جینا پڑتا ہے" موقع ملتے ہی وہ لڑنے پر اتری جبکہ اس وقت عاقب اس سے بات تو دور اسکی شکل دیکھنا بھی کھٹن جان رہا تھا۔

"ہو گیا تمہارا، جاسکتا ہوں؟"

اکتاہٹ سے جانے کی اجازت مانگی۔

"کیا سچ میں تمہیں رجال بھائی کے بارے خبر ملی ہے؟"

اپنا غصہ دبائے وہ زرا نزدیک ہو کر رازداری سے بولی، عاقب نے جھٹکے سے اسکی بازو دبوچی۔

"میری باتیں چھپ چھپ کر سنتے شرم نہیں آتی تمہیں؟"

لب و لہجے میں محسوس کن غصہ لیے وہ کاٹ کھاتا دھاڑا۔

"میں تو تمہارے دل کی دھڑکنیں بھی چھپ چھپ کر سنتی ہوں، باتیں کیا چیز ہیں"

کسی بے خود احساس کے تحت انیب جہانگیر کی آنکھوں میں یہ سوچتے نرمی اتری، جیسے یکدم سورج کے سامنے بادل آجائیں۔

وہ خود جھنجھلایا کیونکہ انیب اسے صرف عتاب سے دیکھنے کی عادی تھی۔

"اپنی آنکھوں کو تمیز سیکھا و انیب"

اسکی ذومعنی چپ پروہ گھبرا کر پلٹا۔

"کیوں تمہیں کاٹ گئی ہیں؟"

انیب کی زبان کو کہاں آرام تھا۔

"جب تک تمہاری ان آنکھوں اور زبان کے بیانات نہ مل جائیں، کاٹیں گی، بلکہ کاٹنے کے ساتھ کھا بھی جائیں گی۔"

سچ بولا نہیں شاید اگلا گیا تھا۔

"جو پوچھا ہے بتا دو پلیر، تائی جان اور دادو کے لیے ہی سہی"

وہ اس بار منت بھرے انداز میں منمنائی، عاقب پلٹا، ابلتی نگاہ انیب پر مرکوز کی۔

"زندہ ہے، ابھی کنفرم نہیں کے کہاں ہے اور اسکے ساتھ کیا ہوا۔ ابھی اسکا کسی سے ذکر نہ کرنا، داریہ سے بھی نہیں"

سنجیدگی سے جواب دیے عاقب نے اپنے قدم سیڑھیوں کی طرف بڑھائے جبکہ انیب بھی پلٹ گئی، داریہ کو وہ بتا کر کچھ غلط تو نہیں کر بیٹھی یہی سوچ کر تھوڑی پریشان نظر آئی۔

"یہ ایک وقتی تعلق ہے، خاندانی بھابھی نہیں آرہی تمہاری جو یہ منہ پھلا کر سب کا بایکٹ کیے بیٹھی ہو۔ اور منہ سیدھا کر لو ورنہ بابا سرکار کو تمہارے کارنامے بتا دوں گا پھر بھلے میری جتنی مرضی شکایتیں لگاتی رہنا"

دن سے ماول کے کمرے میں بند ہونے اور اس نکاح پر کیے اعتراض پر ڈنر سے پہلے داران اسے خود کمرے سے لینے آیا۔

"پھر بھی آپکی وائف تو ہوگی، نہ تو میں نے ڈریسز لیے نہ پلینز بنائے، نہ ڈھول ڈھمکا، اوپر سے میرے موڈ کا ستیاناس ہوا پڑا۔ میرے تو سارے ارمان ہو گئے ناں فوت۔ آپ اکلوتے بھائی ہیں میرے" رہ رہ کر تکلیف ہونے کے سبب اختتام تک نمی سی ماول کے لہجے میں گھل گئی۔

"تو تم ارمان نکالنا جب میری اصل میں شادی ہوگی، اس لڑکی سے جو عزت زے جان پسند کریں گی۔ یہ تو بس ایک فار میلٹی ہے۔ ادھر دیکھو ماول! موڈ ٹھیک کرنا ہے یا نہیں"

سمجھانے بجھانے کا مانو اس وقت مقابل پر اثر ہونا ختم تھا پھر بھی وہ داران کے شانے سے منہ جوڑے لیٹی، ان تپے جناب کو دھیماسا مسکرا نا پڑا، جیسی بھی تھی بہن تھی اور بہت پیاری تھی۔

"پھر پرامس کریں جب آپکی ریل شادی ہوگی تو سب میری مرضی سے ہوگا، دس دن تک جشن چلاؤں گی۔ وعدہ کریں بس تبھی موڈ ٹھیک کروں گی"

اس وقت یہ وعدہ بھی لینا پڑا اسے ورنہ ماول کی اداسی اسے بے چین کیے رکھتی۔

"او کے منظور ہے، اب منہ ٹھیک کرو اور آؤ۔ آج سب کھانا چکن سپیشل بنا ہے تمہارے لیے۔ کم فاسٹ"

گال نرمی سے تھپکاتا اسے خلیہ درست کرنے کا کہے داران اٹھ کر گیا تو ماول کا صدمہ زرا کم پڑا۔
تبھی ڈنر اس نے سب کے ساتھ اچھے موڈ میں کیا۔

جبکہ دار یہ آج گھر نہیں جاسکتی تھی کیونکہ اسکے بہت سارے پیشنٹس کی اپائنٹمنٹ تھی اور اسے آج ہی سب کلئیر کرنی تھیں۔

اگلی خوبصورت اور ابر آلود صبح وادی سون سکیسر کی دلکشی بڑھانے اتر آئی تھی، آج صبح سے موسم تر تھا، گاہے بگاہے رات سے اب تک ہوتی بارش نے جولائی کے آخری دنوں میں سردیوں کی صبحوں کی یاد تازہ کر دی، سردی کا احساس اتنا بڑھ گیا کہ شالیں اوڑھنے کی نوبت آگئی۔

اوپر سے سرد ہوائیں بھی دل و جان کو فرحت بخش رہی تھیں۔

ماول کالج جاچکی تھی جبکہ شاہ حویلی میں نکاح کی تیاریاں بھی عروج پر جاچکی تھیں، رات ڈنڈا کا سارا انتظام نیا آیا خانسامہ کرے گا یہی خبر جب داران کو ملی تو وہ عامر سے زرا خود ملاقات کرنے کچن ہال کی سمت بڑھا۔

"آئیے، کچھ چاہیے تھا آپکو"

عامر نے مسکراتے ہوئے داران کو وجہہ سراپے اور مونہ چہرے کو اشتیاق سے دیکھتے پوچھا۔

"نہیں! یہ بتاؤ سب بنا لو گے اکیلے یا میری مدد چاہیے؟"

عامر کو لگا تھا وہ نک چڑھا سا ہو گا لیکن داران کی سنجیدگی کے باوجود ایسی دوستانہ آفر پر عامر کے اندر کا دکھ آنکھوں میں جمع ہوتی نمی کے سنگ نکلنے کی کوشش کرنے لگا، بچارے کو دو ہفتے ہوئے تھے اور لگ رہا تھا جنگجوؤں کے خاندان میں آ بسا ہے جہاں ہر وقت کچھ نہ کچھ پکا کر انکے سامنے پیش کرنا پڑ رہا تھا۔

"آپ کیوں مدد کریں گے چھوٹے بابا، آپ تو مالک ہیں ناں۔ میں کر لوں گا"

بظاہر تو وہ رسان سے تکلف دیکھا گیا پر داران اس کے اندر کی اصل تکلیف بھانپتا دھیمسا مسکرا ہوا اور ارد گرد ترتیب سے رکھے آج کے پکوانوں کا سامان دیکھنے لگا۔

"میں بابا نہیں ہوں کسی کا نہ مالک، تم مجھے داران بھائی کہہ سکتے ہو۔ مجھے کو کنگ کا بہت شوق ہے، ان فیکٹ یونیورسٹی دور میں ایک کو کنگ میسٹیشن بھی جیتا تھا جہاں پانچ قسم کی ڈشیز بنانی تھیں وہ بھی خود سے، اور میری ٹاپ پر تھیں"

یہ خود کی تعریف کم بلکہ عامر کو دوستانہ ماحول دینے کی کوشش زیادہ تھی، عامر واقعی حیران ہوا، داران کو چکن وغیرہ میرنیٹ کر تا دیکھتے ہی اسے اسکی مہارت کا اندازہ ہوا۔

"آپا نے بتایا تھا آپ اپنے کام خود کرنے پسند کرتے ہیں، مجھے تو سچی پوچھیں تپ بھی یہ آپا کی گھپ ہی لگی تھی پر اب۔۔۔۔۔ ہی ہی۔۔ اب یقین آ گیا"

مختلف چیزیں اور مصالحے داران کو پاس کیے عامر نے دانت دیکھاتے بتایا تو داران کی بس آنکھیں مسکرائیں۔

"خانواکبر نے کہا تھا تم کام کے آدمی ہو، مجھے بھی گھپ ہی لگی تھی۔ اب لگ رہا ہے تمہارے ساتھ کچن میں کام کرنے سے مجھے بوریت نہیں ہوگی۔ چلو اسے فریج میں رکھو جا کر، اور دودھ لاؤ کھیر چڑھا دیتے ہیں۔ چھ گھنٹے لگیں گے ہماری خاندانی کھیر کو"

موصوف بنا مسکرائے بھی اپنے حساب باک کرنے کی حسین ادا سے عامر کو ہنسنے پر مجبور کر گئے، فوری سر ہلاتا وہ باول فریج میں رکھتا وہاں رکھی دودھ کلو کے بھینسوں کے خالص دودھ کی چار بوتلیں باہر نکال کر رکھنے لگا جبکہ سب سے بڑے دیگچے کو بڑے برنر پر چڑھا کر پہلے تو داران نے وہ آٹھ کلو دودھ گرم کیا، تب تک عامر نے دو سے تین پیالی چاول اچھے سے ابال لیے، اور پھر جیسے ہی دودھ ابلنے لگا، داران نے ان چاولوں کا پانی نچوڑ کر دودھ والے بڑے دیگچے میں ڈال دیے اور بڑے سے کرچھے سے ہلانے لگا، کچھ دیر بعد فارغ کھڑے عامر کو اپنا کام سونپا اور خود میوے جات اور ڈرائے فروٹس کو کلین کیے کاٹنے کے لیے شرٹ کی آستینیں چڑھا کر کرسی سنبھال لی۔

فردوس تین چار بار اس بیچ باورچی ہال آئیں تو عامر کو مفت کی گھوریاں دیتے جبکہ داران کو مہارت دیکھاتے دیکھ کر اس کا صدقہ اتارتے واپس چلی گئیں۔

فش پلاؤ داران خود بنانے والا تھا اور اسکے علاوہ کچے قیمے کے کباب، جبکہ کھیر بھی اسی کی ذمہ ساری تھی، عامر کا دل تو ناچ ناچ کر اس مدد پر خوشی منانے کا کیا پر ادب مخلوط خاطر رکھے وہ اپنا یہ ارمان، داران کے رعب کے آگے دل میں ہی دبا گیا۔

.._____..

ماول نے کمسٹری کی کلاس کا ٹائم کینٹن پر ہی بیٹھ کر دو سمو سے اور ایک سٹرنگ پی کر گزرا، لیکن جب کلاس اوور ہونے میں دس منٹ رہ گئے تو ایک اسی کی کلاس کی لڑکی اسے ڈھونڈتی کینٹن آئی۔

"ماول! سر ایاد بلارہے ہیں تمہیں"

سر پر کھڑے ہوتے وہ ندانامی لڑکی پیغام رسانی کرتی بولی مگر ماول نے سپاٹ چہرے کے سنگ منہ پھیرا جیسے سنا ہی نہ ہو۔

"ماول"

ندانے جھک کر اسے شانوں سے ہلایا،۔ ماول ایسا گھوری کے ندا سہم کر منہ بناتی پلٹ کر وہاں سے چلی گئی۔

"اب اگر اس بندے نے میری انسلٹ کی تو سب کے سامنے ماول سے گالیاں کھائے گا، چلیں مسٹر ایاد خان اگر آپ کو زلیل ہونے کا بہت ارمان جاگ رہا ہے اور اندر کے کیڑے کو آرام نہیں مل رہا تو چھیڑ کر دیکھ لیں مجھے"

بیگ اٹھا کر کندھے پر لٹکائے انتقامی تیور لیے وہ سٹرنگ کی بوتل کا آخری گھونٹ بھرتی بوتل مٹھی میں چڑچڑا کر مڑورتی کینٹن سے نکلے باہر لگے ڈسٹ پن میں پھینکتی سیدھی کمسٹری کلاس کی طرف گئی، اور

خدا گواہ تھا پورے دس منٹ گھسا کر کلاس ڈور تک پہنچی، اسی لمحے کلاس اور رہوئی جبکہ ایاد نے اک نظر دروازے کے پاس کھڑی باہر کی طرف نگاہیں پھیرتی ماول کو دیکھا۔

"ٹھیک ہے سٹوڈنس آپ لوگ جاسکتے ہیں"

ایاد کی آواز کان میں پڑنے کے باوجود وہ وہیں جمی رہی جبکہ پوری کلاس وہاں سے نکل کر چلی گئی۔
"اندر آو ماول"

ایاد نے اپنا فون ڈیسک سے اٹھاتے زرا پیچھے ہوتے رخ ماول کی طرف پھیرے آرڈر دیا۔

"جو کہنا ہے یہیں سے کہہ دیں، سن رہی ہوں بہری نہیں یوں"

غصے سے فوراً رخ سیدھا کرتے درشتگی سے جواب دیے سارے لحاظ بالائے طاق رکھے۔

"I said come in maval shah"

اپنی بات دہرانے کا وہ ہرگز قائل نہ تھا، وہ جتنی بھی ناراض ہوتی، ایاد کے غصے سے بولنے پر زرا اسی روم میں انٹر ہوئی لیکن ناراضگی اب بھی اس کی آنکھوں میں چینیج رہی تھی۔

"آگے آو مزید"

ضرورت سے زیادہ بھاری حکم ماول کو اعتراض نہ کرنے دے سکا، وہ مزید اندر آتے مناسب فاصلے پر آکر رک گئی، سرد مہری اسکے ہر موموں سے چھلکی۔

"جو ہوا وہ کچھ زیادہ سخت ہو گیا، مانا مجھے نہ تو تمہیں کالج سے اوٹ کر دانا چاہیے تھا نہ تمہارے بھائی کے سامنے وہ سب کہنا کسی طور مناسب تھا لیکن تمہاری شرارتوں سے میں کافی تنگ آچکا تھا۔ سواب سے تمہیں کسی قسم کی سزا نہیں دوں گا سو تم بھی یہ رہ چکے دن شرافت کا مظاہرہ کرنا۔ یہی سب کے حق میں بہتر ہے"

ماول سمجھ رہی تھی وہ معافی مانگے گا، اور خدا گواہ تھا وہ بنا سوچے معاف بھی کر دیتی پر اس آدمی کی انا پرستی اسے بھی بھری بلا بننے پر اکسا گئی تھی۔

"پہلی بات، شرارتیں نہیں تھیں وہ۔ میرا مزاج ہی ایسا ہے۔ دوسری بات شرافت کی بات کی ناں، تو کونسا ماول شاہ کے پورے شہر میں غنڈہ گردی کے اشتہار لگے ہیں۔ آپ سے تو زیادہ ہی شریف ہوں۔"

ماول کی وضاحت سننے غصے کے بجائے ایاد کو ہنسی آنے لگی جسے اس نے بہت مشکل سے حلق میں دبایا۔
"تیسری بات، کل تک آپ میرے فیورٹ ٹیچر تھے، اب دشمن عظیم ہیں۔ نہ تو آپ سے بات کروں گی ناں آپ کی طرف دیکھوں گی اور جب یہاں سے جاؤں گی تو نیاز بانٹ کر جاؤں گی کہ آپ سے جان چھوٹی۔ ایسا سلوک تو دشمن ملک کے جاسوس کے ساتھ بھی نہیں کیا جاتا جو آپ نے اس قیمتی ماول کے ساتھ کیا، جرم کیا تھا میرا، یہی کہ چاہتی تھی آپ مسکرانے لگیں۔ آج کے بعد میری توبہ جو ایسا کبھی خیال بھی سوچوں۔ آپ ضرور سوچیے گا کہ آپ کے اس سلوک نے ہنستی مسکراتی ماول سے یہ سب

چھین لیا۔ خود پر غصہ آیا، کاش دو سال واپس آسکتے تو میں لے آتی، اور اول دن سے ہی آپکی شکل خود پر حرام کر لیتی۔۔۔۔۔ سو مجھ سے کام کی بات بھی مت کیجئے گا ورنہ بہت منہ پھٹ سی لڑکی ہوں، نجانے کیا کیا کہہ بیٹھوں"

اسکا اسی جیسا آفت خیز غصہ، کوفت، شکوے سب سننے کے بعد ایاد نے سر کو ہلاتے اسکی ہر بات کی تائید کی۔

"بہت اچھی بات ہے تمہیں خود احساس ہو گیا، آئی ایم او کے وددس۔ ویسے بھی مجھے تم سے کونسے راز و نیاز بانٹنے ہیں کہ بات کی نوبت آئے گی۔ گڈ گرل"

ڈھیٹائی کا اگر کوئی ایوارڈ ہوتا تو ماول کے نزدیک وہ اسی سنگ مرمر کے پتلے کو دیا جاتا۔ نادیدہ سادھواں ماول کے کانوں سے اٹھا، دل تو یہی کیا ایاد کی گردن دبا کر ایک ہی جھٹکے سے مڑور ڈالے، جس مشکل سے اس نے اپنے ہاتھوں کو اس گستاخی سے روکا وہی جانتی تھی۔

"لیچر"

منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی اس سے پہلے وہ خود ہی چلی جاتی، ایاد نے اسکی بازو پکڑے پلٹایا۔

"کیا کہا؟"

وہ گھورا، ماول نے ایک نظر اسے اور ایک اسکے پرکشش مگر وحشی پکڑ رکھتے کھر درے ہاتھ پر ڈالی، پہلی بار اس نے ماول کو یوں چھوا، عجیب سا خوف تھا جو ماول کی آنکھوں میں آیا جس کے تحت ایاد نے فوراً بازو بوکھلا کر آزاد کر دی۔

"میں نے بتا دیا تو اے سی لگو انا پڑ جائے گا (آپکو لگی آگ کا اثر زائل کرنے کے لیے) کلاس میں، ہیو آ گڈ ڈے مسٹر ایاد خان، بد قسمتی ہے میرے استاد جی"

آنکھوں سے ہی سالم نگلنے کے انداز میں کرائے کی مسکراہٹ ایاد کی سمت اچھالتی وہ کلاس روم سے تند آندھی بنی نکل گئی البتہ ایاد ضرور اسکی پوری بات سمجھ گیا تبھی تو جبرے غصے سے تن گئے۔

"سمجھتی کیا ہے یہ خود کو، تمیز تو چھو کر بھی نہیں گزری اسے"

گہرے سانس بھرے اپنے آپ میں بھر جاتے اشتعال کے دھوئیں کو قابو کیے خود بھی موصوف ویسے ہی انداز و جلال سے کمسٹری کلاس کی حد و پار کر گئے۔

.._____..

خوبصورت سی شام اتر چکی تھی، نکاح مقدس کا وقت ہو گیا تھا، موسم تو اسلامہ آباد میں بھی بارش نے سرد کر دیا تھا تو وادی سون میں تو انتہائی جاڑے کا سماں یقینی ہونا تھا۔

"آپکی وجہ سے کر رہی ہوں، انجام کے ذمہ دار بھی آپ ہوں گے بڑی"

کچھ دیر پہلے ہی داریہ، انیب کے ساتھ سیلون ہو کر آئی، آبروان شیپڈ تھیں بس انکو ٹھیک کروانا تھا اور ویکس بھی کروالی، چونکہ دلہن کا جوڑا شاہ حویلی سے آنا تھا سو حمین نے بالکل نہ خریدا، انیب باہر ایاد لالہ کے ساتھ مہمانوں کے لیے لائے لوازمات وغیرہ کو دیکھنے کے ساتھ نئے برتن بھی نکال رہی تھی کیونکہ ڈنر تو باہر منگوایا گیا تھا پر سرو تو یقیناً خود ہی کرنا تھا، تو حمین اسی لمحے روم میں چلا آیا، داریہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی بس سہاگ کے سرخ جوڑے کی کمی تھی۔

ماموں کے ماتھا چومنے پر روہانسی ہوئے منمنائی۔

"اچھا انجام ہو گا امید ہے مجھے، لیکن یاد رکھنا وہ مزاج کا جتنا نرم ہے اتنا سخت بھی ہے۔ اور کبھی کبھی تبریز تک نہیں سمجھ پاتا کہ داران ماہیر کیا سوچتا ہے اور کیا کرتا ہے۔ میں امید کروں گے کہ تم اس امان پروردگی کو حقیقتی شادی میں جلد بدل دو گی، سچ پوچھو تو میری یہی خواہش ہے"

یہ نام سننے وہ ذہن پر زور دیتی ماموں کو گھوری، نام سے تو اس بندے کو بچپن سے جانتی تھی پر اب وہ کیسا ہو چکا ہو گا اس بارے کچھ علم نہ تھا۔

"اوہ! تو اپنے بیسٹو کا بچہ چنا آپ نے میرے لیے؟ تبریز انکل تو کافی سینسیبل ہیں۔ وہ کس پر گیا ہے جو مجھ سے نکاح پر راضی ہو گیا، ٹی وی نیوز نہیں دیکھتا کیا؟"

داریہ پھر سے سب دہرا کر حمین کو دکھ دے رہی تھی۔

"داریہ! پلیز"

ماموں کے تنبیہ کرنے پر وہ جبراً چپ ہوئی اور انکے گلے لگی، گلے لگنے کی دیر تھی کہ آنکھوں میں آنسو اتر آئے۔

"کاش وہ بے حس شخص بھی یہاں ہوتا"

وہ ماں کے بجائے زمیل جلال کو یاد کرے گی حمین نے کبھی نہ سوچا تھا تبھی تو صدمے سے اسکو خود سے الگ کر کے دیکھنے لگا جو رو رہی تھی۔

"کس منہ سے آئے گا وہ؟ کیا اس نے کچھ ایسا باقی چھوڑا ہے تم ایسی حسرت سوچ بھی سکو۔ دارم کو اسی نے مارا ہے سمجھی تم، اور میں یہ سب تمہیں اس عزیزے جان کے ظلم سے بچانے کو کر رہا ہوں۔"

مزید حمین کچھ نہ چھپا سکا، داریہ کو ہنسی آئی، حالات کی ستم ظریفی پر۔

"تمہارے ساتھ جو جو برا ہوا اسی شخص کی وجہ سے، مت بھولا کرو۔ ہم تینوں جو گری پڑی بے بسی کی زندگی جھیل رہے ہیں اسکی وجہ بھی وہ خبیث زمیل ہے۔ میں ہوں ناں تمہارے پاس داریہ، میں تمہاری ماں، تمہارا باپ سب ہوں۔ کبھی دوبارہ ایسا مت کہنا"

وہ ماموں کو ہرٹ کرنا تو ہرگز نہیں چاہتی تھی، بس دل میں آیا تو کہہ گئی۔

"نہیں کہوں گی، (پروہ قاتل کیوں بنے اسکی راز دان بھی صرف میں ہوں بڑی)"

اول تین حرفی جملے سے وہ حمین کو ہرٹ کرنے کی تلافی کر گئی اور باقی بس ماموں کے سینے لگے سوچ ہی سکی۔

نکاح کے لیے مہمان آچکے تھے، انیب اور ایاد نے ہی شاہ حویلی کے مہمانوں کو خوش آمدید کہا، ماول کے لیے ایاد کو دیکھنا پہلا جھٹکا اوپر سے انیب کے ساتھ ایاد کو دیکھنا تن من میں شرارے دوڑا گیا، شاید یہی وہ لمحہ تھا جب ماول کو خبر ہوتی کہ اسکے جذبات کا نام کیا ہے، حالانکہ انیب تو آج یہاں تھی ہی ان تینوں کی خوشی میں شریک ہونے کے ساتھ مدد کرنے کے لیے۔

تبریز، مایا، ماول، خانواکبر، فردوس، عزیزے جان اور داران تھے اور نکاح خواں انکے ہمراہ تھے۔ وہ لوگ کافی سارے تحائف بھی لائے۔

مایا نے داریہ کا جوڑا اور جیولری وغیرہ مسکرا کر انیب کے سپرد کی جبکہ ایاد نے سبکو چائے سرو کرنے کے لیے کچن کا رخ کیا۔

"میں ہلپ کر دوں انکی دادو؟"

ماول کے دھیمے سے سوال پر عزیزے پہلے تو اسے گھوریں مگر جب ماول نے معصومیت سے اصرار کیا تو وہ جبراً اجازت دے بیٹھیں، انیب کے کمرے میں جاتے ہی حمین باہر مہمانوں میں آیا، سب سے ملا، خوشگوار سی خوشی مایا اور حمین کی نظر ملتے ہی ان دو کے دلوں میں سرائیت کی، عزیزے اور داران کے تاثرات زرا سپاٹ تھے باقی سب بھرپور خوش دلی سے ملے تھے۔

"مجھے امید نہیں تھی آپ بھابھی کے بھائی نکلیں گے، وہ اچھے پن کا ڈرامہ آج تبھی کیا تھا کہ کہیں میں بگھڑ نہ جاؤں اور آپکی بہن کا رشتہ نہ ٹوٹ جائے۔"

ایاد جو پرو فیشنل طریقے سے چائے کپس میں ڈال رہا تھا، ماول کی عقب سے آتی آواز پر جڑے بھیج گیا
پر پلٹنے کی غلطی نہ کی۔

"تمہیں جو سمجھنا ہے سمجھو"

گویا اسکی کسی بات کو اہمیت نہ دی۔

"وہ لڑکی جو باہر ہے، سائیل پاس کیے آپکو دیکھ رہی تھی۔ گرل فرینڈ ہے کیا آپکی یا محبت؟ گھنگھریالے
بالوں والی"

یہ جانتے ہوئے کہ ایاد بات سے احتیاط کر رہا ہے، وہ ساتھ ہی آکر ایاد کی طرف چہرہ کیے آگے کو سرک
کر بولی تو ایاد نے نظریں گما کر ماول پر ڈالیں۔

"ہاں گھنگھریالے بالوں والی پسند ہے مجھے، اپنی پر اہلم"

اس لمحے وہ جلن کا اس قدر شکار تھی کہ سمجھ ہی نہ سکی کہ گھنگھریالے بال تو اسکے بھی ہیں، بس دل چاہا
ایاد کے بال نوچ لے۔

"تو کنوارے کیوں پھر رہے ہیں، اوہ بہن کی شادی کا ویٹ ہو گا یقیناً۔ تو پھر ہم کب امید رکھیں آپکے
ویسے کے زردے کا؟"

اپنے اندر کی جلن پر ماول سے قابو پانا محال ہوا، ایاد نے اسکے اندر تک جھانکا۔

"مہمان ہو تو مہمان کی طرح بیہو کر و ماول، بتمیزی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جاو باہر"

اسکے بے باک تیور بھانپتے ایاد نے کچھ سنگین ہو جانے کے ڈر سے پہلے ہی جھاڑ دیا، جبکہ ماول نے اپنے اڈتے غضب کو گہرا سانس کھینچے ان ہیل کیا۔

"یس جارہی ہوں، مبارک ہو آپکو گھنگھریا لے بالوں والی۔۔۔"

جاتے جاتے بھی اپنے اندر کا دھواں اگلتی گئی جبکہ ایاد نے اک نظر کچن کے دروازے سے باہر جاتی ماول پر ڈالی اور طیش زدہ سا ہوا۔

"کتنا بڑا رسک لے بیٹھا ہوں۔ بیوقوف لڑکی"

اپنی حرکت پر خود ہی غصہ آیا جبکہ اختتام تک ماول پر اترا۔

داران بلیک میں بہت پیارا اور ڈیسنٹ لگ رہا تھا لیکن جناب بیٹھے ایسے تھے جیسے زبردستی کی گئی ہو۔
دار یہ کو وہ اولڈ فیشنڈ لہنگا بہت پسند آیا، کلر بھی ڈارک میرون اور گولڈن تھا، جبکہ دار یہ پر وہ اس قدر خوبصورت لگا کہ انیب نے کئی بار اس کا صدقہ اتارا۔

وہ کئی بار برائیڈل شوٹس کر چکی تھی پر جو نکھار اور روپ آج دار یہ پر تھا وہ بلاشبہ داران ماہیر کی نسبت کے سبب تھا۔

مایا کے لیے بھی حمین کی موجودگی ایک سر پرانز رہی اور اس سبب وہ پورا وقت اک میٹھی سی مسروری میں مبتلا رہی۔

کچھ دیر میں نکاح کی رسم نبھائی گئی، نکاح خواں، حمین، اور ایاد، خود ہی روم میں آئے اور داریہ سے رضامندی لی جبکہ داران کا بھی نکاح باہر سب کے بیچ ہوا، اس نیک تعلق کے لیے سب نے مل کر اجتماعی دعا کی۔

جبکہ ڈنر لگانے کا انتظام بھی انیب اور ایاد نے مل کر ہی ڈانگ ہال میں کیا اور ماول کا بس نہ چل رہا تھا کہیں غائب ہو جاتی پر ایاد کو اس لڑکی کے ساتھ نہ دیکھتی۔

داریہ نے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے روپ کو دیکھتے سمائل پاس کی، وہ خود کو بھی خوبصورت لگ رہی تھی۔

"داران ماہیر شاہ! نام تو بہت خوبصورت ہے تمہارا، دیکھتے ہیں تمہاری امان کتنی خوبصورت ہے۔ پتا نہیں کیوں لیکن صرف ایک نکاح کی رضامندی دینے سے مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے کوئی حصار قائم ہو گیا ہو میرے گرد حفاظت کا۔ یہ واقعی تمہارا اثر ہے یا میری خوش فہمی، آئی ڈونٹ نو۔ لیکن میں اس ہڈی والے اپنے اصل محافظ کی تلاش ہرگز نہیں روکنے والی، کیونکہ تم میری امان ہو لیکن وہ شخص جس نے مجھے فلورنس پکارا وہی میری منزل اور میرا آخر ہے"

وہ خود سے اس رشتے کے جڑتے ہی عہد باندھ رہی تھی، یہ جانے بنا کہ اسکی منزل ہی اسکی امان میں اللہ نے مخفی کر دی ہے۔

ڈنر سب نے اچھے ماحول میں کیا، سرد مہری قائم تھی خاص کر عزت زے جان کے ہر عمل میں، انیب نے بھی داریہ کے لیے کھانا روم میں ہی لگوا یا، اسکا دل نہ چاہا پھر بھی انیب نے جب تک اسے کچھ نوالے کھلا نہ دیے سکون نہ آیا۔

ڈنر کے بعد شاہ فیملی نے رخصتی کے لیے اجازت لی، انیب، حمین اور ایاد نے اپنی دعاؤں اور پیار کے حصار میں داریہ کو شاہ خاندان کے افراد کے ساتھ روانہ کر دیا۔

ہاں یہ لمحہ ان تینوں کو بھی جذباتی کر گیا پر انیب نے ماموں اور لالہ کو سنبھال لیا اور تسلی دی کہ داریہ کے حق میں یہی بہترین ہے۔

داران کی گاڑی میں صرف وہ تھا اور بیک پر بیٹھی داریہ جس نے بھائی کا مداری دوپٹہ سر سے نکال کر شانوں پر ڈھکا لیا تھا اور اپنے فون پر ہی بزی تھی، جبکہ داران نے بھی اپنی خاموشی سارا رستہ نہ توڑی۔
"یہ خوشبو، اسکی خوشبو جیسی ہے"

عربک عود کی داران کے سراپے سے چھوٹی خوشبو گاڑی میں رچی بسی تھی، جسکا احساس داریہ کو کب سے ہو رہا تھا، جبکہ یہی خوشبو اس نے آٹھ ماہ پہلے اس انجان مسیحا کے جسم سے پھوٹی بھی محسوس کی تھی۔

"سیم بھی تو ہو سکتی ہے، تم بھی ناں داریہ۔ ہر آدمی میں اسی کو تلاشتی ہو"

اپنے خیالات خود ہی جھٹک کر وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی، بہت لمبا سفر تھا اور خاموشی سے کاٹنا تھا تبھی وہ تھک بھی زیادہ رہی تھی۔

داران نے ایک بار بھی فرنٹ مرر کی طرف دیکھنے کی زحمت نہ کی، لیکن داریہ نے جب جب نظر گمائی، داران کی لا پرواہ نگاہوں پر ضرور ثبت کی۔

"کچھ نہیں بولے گا یہ نیک پروانہ، چل داریہ سولے تھوڑا"

بنا آگے بیٹھے نک چڑھے کو اہمیت دیے داریہ آنکھیں موند گئی، یہاں وہ آنکھیں بند ہوئیں وہیں وہ اوشن گرینیش بلو آنکھیں فرنٹ مرر سے ان بند آنکھوں کو تاڑنے لگیں۔

"اپنے پاس تمہیں دیکھ کر عجیب سی کیفیت ہے، Florence میں منافق ہوں یا میرے خیالات، سمجھ سے باہر ہے۔ بہر حال داران ماہیر کی رازدان تم جیسی ہی ہونی چاہیے"

اسکی نیند دیکھتے ہوئے داران نے اتنی مدھم خود کلامی کی کہ اسے بھی بمشکل سنائی دی پھر داریہ تک پہنچنا تو ناممکن تھا جو مزے سے سوچکی تھی۔

.._____..

"بھابھی جانو، دادو کہہ رہی ہیں یہ جوڑا اتار کر دے دیں۔۔۔ سوری یہ بہت گندی بات ہے لیکن وہ اس جوڑے کو لے کر بہت حساس ہیں"

ابھی دو منٹ پہلے تو مایا، داریہ کو داران کے روم میں چھوڑ کر گئی تھی، ساتھ ہی ماول کی انٹری پر داریہ نے پہلے تو عجیب نظروں سے ماول کو دیکھا پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں اسکا کفن بنا کر دفن نہیں ہو رہی تھی قبر میں، حد ہوتی ہے۔ رکو یہیں میں اتار کر دیتی ہوں، دے آنا اپنی دادو کو"

داریہ کو یقیناً بہت برا لگا پر ماول بچاری کیا کرتی، دادو نے داران کو حکم دیا اور داران نے لگا دیا ماول کو کام پر۔

پانچ منٹ تک داریہ تمام جیولیری اور میک آپ سے آزاد گلابی چہرہ جو غصے اور مشقت کے سبب تھا نائیٹ سلک کا ٹراؤز شرٹ پہنے باہر نکلی اور جوڑا ایسے ہی گول مول دوپٹے میں لپیٹ کر ماول کے ہاتھوں میں تھمایا۔

"کہنا دھلو لازمی لیں، کہیں میری بدنامی کا چر اٹھیم نہ رہ گیا ہو اس میں"

داریہ نے ماول کو کہتے ہی منہ پھیرا تو وہ اداس سی کمرے سے وہ جوڑا لیے نکلی اور سیدھی دادو کے روم کی طرف ہی بڑھ رہی تھی جب داران نے آگے سے آکر ماول کو روک دیا۔

"چلو اب سو جاو جا کر، دے دوں گا دادی سرکار کو"

ماول سے جوڑا جھپٹے چلتا کیا تو وہ منہ پھلاتی وہاں سے چلی گئی جبکہ داران نے اپنے ہاتھ میں لیے جوڑے کو دیکھا، چہرہ سپاٹ ہی تھا اور بجائے دادو کے کمرے میں جاتا کہیں اور گیا، یہ کمرہ بھی بہت خوبصورت

تھا، داران نے وہ جوڑالا کر اپنی کبرڈ میں لگے کلاتھ بیگ میں لگائے ہینگ کیا اور چہرے پر غصہ سا سجائے کمرے سے نکل گیا۔

اسکے قدموں کا رخ اب اپنے کمرے کی طرف تھا جہاں داریہ موجود تھی۔

"تم میرے کمرے میں کس کی اجازت سے آئی ہو؟"

دروازہ کھولتے ہی پر جمال و وجیہہ چہرے کے تنے خدو خال مزید اکڑے، وہ جو ڈریسنگ کے سامنے کھڑی اپنا عجیب و غریب گھونسلہ نما بن کھولنے کے چکر میں اس سے الجھ رہی تھی، جھٹکے سے پلٹی۔
اک لمحہ اس سیاہ میں دکتے حسن کے مالک نے حسوں کو جنجھوڑ ڈالا لیکن وہ درایہ تھی جسے سنبھلنے میں بہت مہارت تھی، فوراً داران سے نظر ہٹالی۔

"تمہاری، جب منہ کھول کر قبول ہے کیا تھا۔ پلیز اس وقت میں بہت تھکی ہوئی ہوں، اگر لڑنا مرنا ہے تو کل پر رکھتے ہیں۔ وہ رہا کاوچ میں وہیں سوو گی تمہارے اس شانخی تحت پر سایہ بھی نہیں پڑنے دوں گی اپنا"

دراہیہ نے زندگی سے بیزار لہجے میں بعث و تکرار اور داران ماہیر کی جان فرسا موجودگی و نزدیکی سے جان چھڑوائی، جوڑے کے کھلتے ہی سنہری بال کمر تک کھل کر لہرائے، شکر کرتی اس سے پہلے وہ صوفے پر جا کر گر ہی پڑتی، داران نے اسکی بازو پوری قوت سے پکڑے بالکونی کا دروازہ کھولے لمحہ لگائے اسے ساتھ باقاعدہ گھسیٹے باہر دھکیلا، اس سے پہلے وہ اس درجہ حیوانی سلوک و پکڑ پر کوئی احتجاج

کرتی، گلاس ڈور منہ پر بند کیے وہ سفید سنہری پردے آگے گرا کر سفاکیت سے کمرے کی جانب پلٹ گیا۔

"واٹ! کمرے سے نکال دیتا تب سمجھ بھی آتی یہ دوفٹ کی بالکونی میں لٹکا کر ثابت کیا کرنا چاہتا ہے۔ اوہ ہیلو! تم کیا سمجھتے ہو خود کو؟ بکو اس آدمی"

دار یہ نے حلق کے بل چنگاڑتے پکارا مگر گلاس ڈور سے اسکی آواز اندر جانی ناممکن ہے یہی سوچ کر پلٹی اور ریلنگ کو تھام کر خوفزدہ ہوئے نیچے لان احاطے میں نظر گمائی۔

"ساری رات اس ٹھنڈ اور بارش میں کیسے رہوں یہاں تو لگ ہی نہیں رہا جولائی کا مہینہ ہے، اف ابھی سے پیر سن ہیں سردی سے، بندہ کوئی رسی ہی رکھ دیتا ہے جس سے نیچے چلی جاتی۔ چھلانگ لگائی تو اپنی ہی ہڈی ٹوٹے گی۔ اف یار! ماموں کس جہنم میں پھنسا دیا ہے آپ نے مجھے۔ کیا کروں،"

دار یہ نے پلٹ کر سلکی پردوں کی زرا اوٹ سے اندر جھانکا جہاں موصوف بلیک شرٹ اتار کر وارڈب کے پاس سلم فٹ پینٹ میں کھڑے دوسری شرٹ نکال رہے تھے، درایہ کی نظر اسکی چوڑی کسرتی سینے پر بنے دو تین بلب کے نشانوں پر گئی، ساری خفگی بھلائے وہ مزید گلاس سے جا لگی، تاکہ یقین کر سکے وہ گولیوں کے ہی نشان ہیں۔

"تین گولیاں؟ پھر بھی یہ زندہ ہے۔۔ ایسی حرکتوں پر ہی اسے ٹھوکا جاتا ہو گا۔ ہارٹ لیس آدمی، نئی نویلی دلہن کو کوئی اس طرح ٹھنڈ میں باہر دھکیلتا ہے۔ کیا کروں؟ ایک بار عزت نفس سائیڈ پر کر کے دستک دے لیتی ہوں شاید رحم کھالے"

دراپہ نے خود کلامی کرتے فوری گلاس ڈور زور سے پٹنا جس پر وہ دوسری میرون شرٹ اپنے شاندار وجود پر چڑھاتا واپس پلٹا، سلکی پردہ ہٹا کر آدھی بھیگ چکی دراپہ کو تمسخرانہ اوشن گریش بلو عقابی آنکھوں سے گھورتے نظر میں مرکوز کیا جسکی تپش کے سبب دراپہ کا گلاس ڈور پیٹتا ہاتھ حلق ساختک پڑتے تھما۔

"پلیز مجھے ٹھنڈ لگ رہی ہے، اگر تم مجھے کمرے میں نہیں دیکھ سکتے تو روم سے باہر جانے دو پر یوں۔۔ دیکھو بجلی کڑک رہی ہے، مجھے بہت ڈر لگتا ہے۔۔ تم سن رہے ہو۔۔۔ منخوس آدمی"

دراپہ نے پوری قوت سے اونچی آواز میں اسے ہوش دلانی جس پر وہ واپس پردہ اچھے سے سیٹ کرتا اس بار کوئی اوٹ بھی نہ چھوڑ کر گیا۔

دراپہ کا دل رونے کو تو چاہا مگر اس وقت گہرا سانس بھرے وہیں بیٹھ کر اپنی قسمت کو کوسنا ہی مناسب لگا۔

"کس قسم کا سفاک انسان ہے اوف! ایک بار مجھے اندر آنے دو داران ماہیر شاہ! میں نے تمہیں تمہاری نانی یاد نہ کروائی تو میں بھی داریہ نہیں۔ یا اللہ وہ نہیں مان رہا آپ یہ بارش زراروک دیں پلینز، ورنہ نمونیہ ہو جائے گا، میری شوٹنگ کا کیا ہو گا۔۔۔ اور بنا اس آدمی کو سبق سیکھائے میں مر گئی تو؟"

درایہ کورہ رہ کر خوف آیا مگر دران جا کر سوچکا تھا، اس میں اس وقت رحم و ترس جیسے سوفٹ ویئر خراب تھے۔

بارش رکی تو نہیں البتہ ساری رات بادل چمکتے رہے، ہلکی ہلکی بوند اباندی اور تیز سرد ہوائیں درایہ کو ٹھٹھراتی رہیں، سنگل سی بلیک سلک شرٹ اور پاجامے میں ملبوس تھی، ٹھنڈ نے واٹ لگادی تھی مگر خوش قسمتی سے اس ٹارچر کا اس پر زیادہ اثر ہو تا دیکھائی نہ دیا کیونکہ محترمہ فزیکلی کافی سٹرونگ تھیں۔

رات ساری داران ماہیر کو بدعائیں دینے میں کٹی، فجر کے بعد درایہ بھی وہیں بیٹھے بیٹھے سو گئی، تب جاگی جب دھوپ کی ملائم پر حدت کر نیں اسکے چہرے کو گدگدا کر جگا رہی تھیں ان میں گرمائش تھی، آسمان بھلے بادلوں سے اٹا تھا پر کبھی کبھی انکو چیر کر سورج میاں آنکھ مچولی کے کرتب فرما رہے تھے۔

درایہ نے جمائی لیتے سامنے آسمان کا خوبصورت منظر دیکھتے مسکراہٹ دی مگر جب گردن پھیری تو وہیں زمین پر دھواں اگلتا کریمی چائے کا کپ دیکھے داریہ کی پوری آنکھیں کھل گئیں اور سونے پر سہاگا اس پر باریک بلنکٹ کا ہونا جس نے داریہ کو کافی حرارت بخش رکھی تھی۔

"ی۔۔۔ یہ؟"

دراہیہ نے خوشگوار حیرت سے خود پر موجود بلیںکٹ چھوئے، پکڑ کر ہٹائے زمین پر رکھاگ اٹھایا اور اٹھی، گلاس ڈور پر ہاتھ ہی رکھا کہ وہ کھلتا گیا، کمرہ بالکل سنسان تھا مگر وہاں پھیلی داران ماہیر کی منفرد خوشبو یوں بکھری تھی جیسے وہ ابھی ابھی کمرے سے نکلا ہو۔

"دراہیہ! ناٹ اگین۔ یہ سب اس نے ہرگز نہیں کیا، خوش فہمی پالنے کی ضرورت نہیں۔ شاید مایا نے؟ وہی اس گھر میں ذمہ دار لیڈی ہیں، خیر اس چائے کی بہت ضرورت تھی"

دراہیہ نے اپنے دماغ کو خرافاتی سوچوں سے آزاد کیا اور چائے کا سیپ بھرتی، بلیںکٹ وہیں بیڈ کے میٹرس پر رکھے، پہننے کے لیے کوئی مناسب شاہ فیملی کی روایات کے مطابق کا کوئی جوڑا ڈھونڈتے ٹھٹکی کیونکہ چائے بہت مزیدار تھی اور یہ زائقہ بہت یونیک سا تھا، دراہیہ ز میل خان کے ہونٹوں پر رینگتی مسکراہٹ اسکورات کی ہر خفگی سے نجات دینے کا ثبوت تھی، سنسان کمرے میں اسکی مسکراہٹ اک فسوں برپا کر گئی۔

لیکن کچھ تھا جس پر دارہیہ کی مسکراہٹ غائب ہوئی اور وہ تھا کبرڈ میں صرف اسکے کپڑوں کا موجود ہونا، اسے اچھے سے یاد تھارات داران نے یہی کبرڈ کھول کر شرٹ نکالی تھی تبھی تو مگ وہیں روم میں آتے گلاس میز پر رکھے وہ ویسے سلک شرٹ ٹراوز پہنے بے ترتیب سے کھلے بالوں سمیت کمرے سے نکلی۔

اتفاق سے اسکی نظر اپنے کمرے سے کالج کے لیے نکلتی ماول پر پڑی۔

"ہیلو بھابھی جان"

داریہ کو دیکھتے ہی وہ لپٹی جس پر داریہ کو فت زدہ ہوئے اسے فوری پرے کر گئی مگر ماول نے برا نہ منایا۔

"اوکے اوکے بس چپکنا پسند نہیں ہے مجھے کسی کا خود سے، بھائی کہاں ہے تمہارا؟"

ماول نے اسکی پہلی بات پر منہ سا پھلایا جبکہ دوسری پر اپنے روم کے کچھ فاصلے پر اشارہ کیا۔

"اپنے دوسرے روم میں سو رہے ہیں"

ماول نے بتانا اور وہاں سے نیچے چلی گئی جبکہ داریہ نے بنا کچھ سوچے اپنا رخ داران والے کمرے کی طرف کیا، ڈور ناب گمایا تو وہ کھل گیا جبکہ اسے مزے سے سینے کے بل کروٹ پر سویا دیکھے داریہ کے تن بدن کو آگ لگ گئی۔

"مجھے بالکونی میں لٹکا کر خود یہ نیک پروانہ کیسے نیندیں پوری کر رہا، اٹس ٹوچ مسٹر"

دروازہ زور سے بند کیے وہ بیڈ کی طرف بڑھی جس پر داران دروازہ بند ہونے کی بھیانک دمک پر ناصر ف کسمسا یا بلکہ جب موصوف نے سیدھا ہوتے آنکھیں کھولیں تو سامنے داریہ کو پایا جو سینے پر بازو لیٹے باز پرس کرتی نگاہوں سے گھور رہی تھی۔

"کیا ہے تمہیں؟"

داران نے نیند کا خمار زرا دیر کو خود پر سے جھٹک کر لیٹے لیٹے اس تفتیشی نظر کا سبب پوچھا، داریہ کو اسکا لہجہ برا اور معیوب لگا۔

"تمہارا سر، کس قسم کے محافظ ہو تم میرے۔ وہاں میری موت ہو جاتی تو اور خود یہاں مزے سے سو رہے ہو"

غصہ سمجھ نہ آیا کیسے اتارے، وہ اس وقت لگ ہی ایسا رہا تھا کہ ابھی بکھری وجاہت داریہ کے حواس جکڑ سکتی تھی، اسکے ساحرانہ لکس پر کوئی بھی لڑکی بنا سوچے فدا ہو سکتی تھی۔

"جولائی کی بارش میں کوئی نہیں مرتا، جاو سونے دو"

نیند کو قربان نہ کرتے سمجھانے والے انداز میں کہہ کر واپس سونے کی کوشش کی گئی جبکہ داریہ نے جھک کر اس کے ہاتھ سے نرم تکیہ بے تکلفی سے جھپٹ لیا۔

"بھلے جولائی کی تھی، ٹھنڈ تو دسمبر والی تھی۔ کیا ہم الگ رومز میں رہیں گے؟"

داریہ نے مقابل کے غصے کے سبب فوری جتانے کے ساتھ اختتام کام کے سوال پر کیا۔

"بالکل ہم الگ رومز میں رہیں گے"

داریہ سے اٹھ کر تکیہ چھینتے سلگ کر جواب دیے داران نے منہ موڑا اور واپس گرنے کے انداز میں لیٹا۔

"تو مطلب وہ میرا روم تھا پھر کیوں نکالا تم نے مجھے"

داریہ کو اسکے نخرے غصہ دلارہے تھے تبھی اس بار تکیہ کھینچ کر دور فرش پر پھینکتے پوچھا۔

"گرما گرم چائے بنا کر اور بلینکٹ تم پر اوڑھا کے میں نے تلافی کر دی، اب جاو گی یاد دھکے دینے پڑیں گے"

داران نے ضبط کے آخری کنارے کو تھامتے وضاحت دی اور دوسرا تکیہ منہ پر دبانے لگا جب داریہ کی بات پر پھر سے رکا۔

"تو ایسا کام ہی کیوں کیا جسکی تلافی کرنی پڑتی، اور دھکے دے کر دیکھو، اپنے خوبصورت ہاتھوں سے محروم ہو جاو گے"

جان چھوڑنے والی تو وہ کہیں سے نہ تھی، داران نے صبر کا پیمانہ لبریز ہوتے دھاڑ کر تکیہ پرے مارا اور اٹھ کر بیٹھے ہی اسکا ہاتھ پکڑے خود اٹھنے لگا مگر وہ جو پہلے ہی ڈھیلی سی کھڑی تھی تو ازن برقرار نہ رکھتے اس کی سمت لہراتی داران پر جھک آئی جس سبب وہ بیٹھے بیٹھے پیچھے کو جھکے تکیے سے جا لگا، اک لمحہ تو داریہ کے حواس بھی ڈگمگا گئے داران کو اتنا ڈائریکٹ دیکھ کر، اسکا پہلو نشین ہو کر۔

داریہ کی پلکیں تب کپکپائیں جب کمر کے گرد حصار کیے داران کے بازو کی غیر معمولی حرکت، اسکا سانس حلق میں اور دھڑکنیں سینے سے لپٹا گئی۔

"اتنے قریب سے رسوائی کیسی لگتی ہے آج دیکھا ہے"

وہ خود بھی لمحہ بھر بھول گیا کہ یہ وقت اس قریب آجاتی لڑکی کو جھٹکنے کا ہے ورنہ وہ اسکی خوشبو پہچان جائے گی اور اسکی رازدان بن جائے گی، اور بنا ساری سچائیاں جانے وہ اسے یہ رتبہ کیسے لینے دیتا جبکہ

دار یہ تو اسکی آنکھوں سے الجھی تھی، خیال ہی نہ رہا کہ تھوڑا سا دھیان اسکے ہاتھ کی بازو پر پکڑ اور سانسوں کی مانوس حرارت پر بھی دے دیتی۔

"میں نے بھی تاریکی پہلی بار قریب سے دیکھی ہے تمہاری صورت، شکل اتنی اچھی اور اندر سے پتھر سے بھی سخت دل"

حواس یکجا کرنے کے باوجود وہ بے باکی سے اسے دیکھتی مقابلے پر اتری، البتہ نہ تو دار یہ زمیل خان رسوائی تھی نہ داران ماہیر شاہ تاریکی۔

"ہٹو پیچھے وزنی لڑکی"

اپنے آپ سے اسے پرے دھکیلا جس پر دار یہ سنبھل کر اٹھی مگر وزنی پر تو لہو میں شرارے اٹھ گئے۔
"ہاں خود تو جیسے چھوٹی موٹی کا پھول ہو، اتنے تم نازک مزاج۔ خبردار جو مجھے دوبارہ وزنی کہا، ابھی تو زندگی میں داخل ہوئی ہوں، اگلی بار سر پر بیٹھ کر بتاؤں گی وزن ایکچول میں کتنا ہے میرا"
اپنے غصے پر قابو پاتی وہ کھڑے کھڑے غرائی جبکہ داران اٹھ کر کھڑا ہوتے سلگتی نظروں سے دار یہ کا سپاٹ چہرہ دیکھتے سامنے آن تھا۔

"اپنی حد میں رہو، اس کمرے میں آج تو دنداناتی گھس آئی ہو، دوبارہ آئی تو اسکا انجام برا ہو گا۔ یہاں تم صرف امان میں آئی لڑکی کی حیثیت سے رہو گی، مجھ سے اس طریقے سے بات یا سوال جواب کرنے کی

جرت مت کرنا۔ اب جاو اور خلیہ درست کرو، دوبارہ کمرے سے باہر آو تو اپنے لباس پر نظر ثانی کر لینا"

اک اک حرف میں تپش بھرے وہ بولتا گیا یہاں تک کہ داریہ نے بے اختیار اپنی شرٹ کے اک دو لوز بٹنز پر ہتھیلی جمائی جو گرنے کے سبب پڑتے کھنچاؤ سے کھلنے ہی والے تھے، وہ خود بھی یوں شب خوابی کے لباس میں کمرے سے باہر گھومنے کی عادی نہ تھی پر پتا نہیں کیوں داران کے کپڑے جب کبرڈ سے غائب دیکھے وہ بے اختیاری میں باہر نکل آئی۔

"خلیہ درست کروانے کی ہمت ہے تو کروالو، میں تو اب سارا دن ایسے ہی گھوموں گی تمہاری اس حویلی میں۔ جب میرا اور تمہارا کوئی تعلق نہیں تو مجھ پر یا میرے خلیے پر بھی بات مت کرنا دوبارہ"

دگنی ناراضگی سے کہے وہ اس سے پہلے جاتی، داران نے بازو پکڑے اپنے واپس سامنے پلٹاتے داریہ کی سنہری تابناک اثر سے بھری آنکھوں میں آنکھیں گاڑیں۔

"ہمت بہت ہے، لیکن اسکے مظاہرے سے تمہاری روح نہ کانپ جائے گی۔ سو بہتر یہی ہے جا کر کچھ مناسب پہن لو"

لو دیتے حرارت خیز لہجے میں ایسی سرد تنبیہ تھی کہ داریہ کو اپنا حلق خشک پڑتا محسوس ہوا۔

"تمہاری اس بکو اس دھونس سے تو پتا بھی نہیں ہلے گا، داریہ تو بہت دور کی بات ہے۔ جو کرنا ہے کرو"

اسکے چوڑے سینے پر ہاتھ رکھ کر دباو دیتی وہ باغیانہ نظروں سے دیکھتی پیر پٹے ناراض سی، داران کے کمرے سے چلی گئی، داران نے اسکے جاتے ہی چہرہ موڑا، عجیب سی آنکھوں میں تپش اترنے لگی، لیکن نجانے کیوں کسی کو آج قرار ساملا تھا بہت، شدید والا۔

.._____..

رات نو تک تو عاقب نے انیب کی واپسی کا انتظار کیا مگر جب وہ نہ آئی تو نانو کے پاس ہی انکی گود میں سر رکھے سو گیا۔

انیب رات گیارہ تک واپس آئی تھی تو حمین اسے خود ڈراپ کر کے گیا تھا اور سارا دن کام وغیرہ کر کے اور نکاح کے فنکشن سے وہ اتنی تھک گئی تھی کہ آتے ہی سو گئی۔

ابھی صبح دس بجے وہ جاگی، داریہ کو سب سے پہلے کال کی مگر وہ شاید نہار ہی تھی تبھی پک نہ کر سکی، بھوک محسوس ہوئی تو انیب کمرے سے باہر آئے کچن کی سمت آئی تو عاقب کو اپنی سمت بڑھتا دیکھ کر رک گئی۔

"کہاں تھی تم کل رات؟"

عاقب نے قریب آکر رکتے استفسار کیا، لہجہ سرد تھا۔

"میں! میں داریہ کے پاس"

میں پر زور دیے ہونٹوں کو حصار نے والی دلکش مسکراہٹ سمیت چہک کر بولی، عاقب کو اسکے تیور کچھ مشکوک لگے۔

"رات تو تم اتنی دیر تک کبھی اسکے پاس نہیں رہی، اور تم بھول جاتی ہو کہ وہ ہم دونوں کی ایک جیسی دوست ہے۔ ہر وقت اسی کے ساتھ کیوں چپکی رہتی ہو تم، ایسے کونسے پر نسل افیر ز اور راز و نیاز ہیں تم دو کے جس سے میں محروم ہوں"

جلن کا گہرا اثر عاقب کے لہجے میں تفتیش کرتے سمٹا، انیب نے ہنس کر نفی میں گردن ہلائی۔
"جی نہیں، وہ تمہاری صرف دوست ہے اور میری بیسٹ فرینڈ۔ کل داریہ کا نکاح تھا، داران ماہیر شاہ جیسے بہت ہی ہنڈ سم اور اسکے لائق و مستحق انسان سے۔ اور اگر تم داریہ کو اتنے ہی پیارے ہوتے تو وہ تمہیں بھی ضرور انوائیٹ کرتی۔ پیچ پیچ افسوس تم اسکے لیے اپنی حرکتوں کے سبب ایک زبردستی اور مجبوری کے دوست بن کر رہ گئے ہو"

انیب نے آگے پیچھے کے سارے حساب اکھٹے چکا کر جو بمب سر پر پھوڑا اس نے عاقب کی آنکھوں میں ایک لمحے میں خون اتارا، لہو آشام آنکھوں میں اہانت نے دھندلاہٹ بھر دی، رگوں میں شرارتے اور دماغ میں ٹیس اٹھی۔

"کیا بکواس کی تم نے؟"

دونوں ہاتھوں میں وہ انیب کی بازوؤں کو دبوتے کھن گرج رکھتی آواز میں دھاڑا، انیب نے بناڈرے ایک ہی جھٹکا دے کر اپنی بازوؤں کو چھڑوانا چاہا مگر گرفت اس لمحہ حیوانی تھی، اسکا جھٹکا اک ناکام مزاحمت بن کر رہ گیا۔

"بچ۔۔ چھوڑو مجھے درد ہو رہا ہے۔ بچ گئی وہ تم سے عاقب موہان اور اس بات پر انیب ساری زندگی جشن منائے یہ بھی کم ہے۔ داران جیسے کوہی ڈیزرو کرتی تھی وہ۔ اگر کبھی تمہاری ہو جاتی تو نہ میں اسے معاف کرتی نہ تمہیں۔ تم نے اسے خود کھویا ہے، تم نے میرے جذبات کو خود وحشی بنایا ہے"

انیب کی چھتی ہوئی ناگوار نیت، یہ سوہان روح حقیقت، داران سے اپنے برے تعلقات کی یاد دہانی، پلوں میں داریہ کا داران کو مل جانا، عاقب نے ان سب صدمات پر انیب کو پرے دھکیلتے اپنے بال نوچ لیے، دل تو اسکا چاہا یہ سب جھوٹ ہو، حلق میں ایسا دباؤ تھا کہ نہ چینخنا آسان رہا نہ ڈھار کر فلک بوس آسمانی دیواروں کی کپکپاہٹ اتارنے کی ہمت بچی۔

"نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا۔ داریہ کسی اور کی نہیں ہو سکتی۔ وہ صرف میری تھی۔ میں اسے داران سے چھین لوں گا اور تم ساری عمر پھر اسکا ماتم کرنا تب بھی کم ہو گا۔ ایسا کیسے کر سکتی ہو تم دونوں میرے ساتھ۔۔۔۔۔ میں حساب لوں گا ہر چیز کا"

ہیجانی حالت میں وہ انیب پر چینختا ہوا اپنے کمرے کی طرف دوڑا، انیب کو لگا جیسے اسے تکلیف دینے کے چکر میں وہ داریہ کے لیے برا کر بیٹھی۔

"لعنت ہو تجھ ہر انیب، یہ پتا نہیں کیا کرے گا اب۔ پلیز اللہ بچالیں اس پاگل سے میری داریہ کو"

جذبائی کیفیت کو کوستی وہ پیچھے ہی دوڑی مگر عاقب کے ہاتھ میں گن دیکھے انیب کے پیروں سے جان نکلی، جب تک ہوش میں آئی عاقب نہ صرف چغتائی پلس سے باہر نکل گیا بلکہ جب تک وہ باہر گیڈ تک آئی عاقب کی گاڑی پلس کے گیڈ کو کراس کر کے باہر نکل چکی تھی۔

انیب پریشانی سے واپس گھر کی طرف دوڑی، کمرے میں پہنچ کر فون ٹیبل سے اٹھاتے ہی داریہ کا نمبر ملایا۔

داریہ نے نہا کر چنچ نہ صرف کر لیا بلکہ وائیٹ کرتی پاجامے کے ساتھ رسٹ کلر دوپٹہ جو شال جیسا تھا نکال کر میٹرس پر پھیلا دیا کیونکہ بارش کی وجہ سے اب تک کمروں میں ٹھنڈک کا احساس باقی تھا۔ گیلے بالوں میں برش کرتی داریہ کی توجہ فون کے رنگ ٹون نے کھینچی، برش وہیں ڈریسنگ ٹیبل پر رکھتی وہ فون کی طرف آئی اور مسکرا کر انیب کا نام دیکھتے کال پک کیے فون کان سے لگایا۔

"داریہ، عاقب۔۔۔۔ میں نے اسے بتایا تو وہ وحشی پاگل بن گیا۔ گن لے کر نکلا ہے یارا۔ سنبھال لینا" داریہ کی مسکراہٹ اس خبر نے تباہ کر کے رکھ دی۔

"اسی کی امید تھی مجھے، خیر میں سمجھا لوں گی اسے تم فکر مت کرو۔ کبھی تو اسے پتا چلنا تھا، بہتر ہے جلد پتا چل گیا"

وہ پہلے ہی سب سوچ کر بیٹھی تھی، انیب کو کچھ حوصلہ ملا۔

"ہمم۔ مجھے پھر انفارم کر دینا۔ وہ بد دماغ ہے کچھ برا بھی کر سکتا ہے داریہ۔ اپنی اور داران کی حفاظت کرنا اس سے"

انب کی آواز اب تک کانب رہی تھی۔

"او کے او کے ڈونٹ وری"

داریہ نے تسلی دیتے رابطہ توڑا جبکہ اس سے پہلے عاقب کو کال ملاتی، دروازہ کھلنے پر فون واپس میٹرس پر رکھ کر آنے والی ہستی کو دیکھ کر آنکھیں چرا گئی، منہ پھاڑ کر چیخ نہ کرنے کا کہہ کر للکار کر آئی تھی تبھی اپنے اتنے کمزور ارادے کے پگھلنے پر پشیمانی نے گھیرا، البتہ داران ماہیر کو بھی اسکی توقع کہاں تھی، رگ و پے میں داریہ کو یوں دیکھتے سرشاری اتر گئی۔

"سمجھدار ہو تم، ورنہ میں خود آگیا تھا چیخ کروانے کے لیے جو تم سے ہر گز برداشت نہ ہوتا۔ ایسے ہی میری ہر بات ماننا اسی میں تمہاری بھلائی ہے"

داریہ کو مشرقی مگر سادہ سے جوڑے میں دیکھ کر ہوتی تسکین کا غرور سے اعتراف کیے داران، دروازے سے ہی طر کے تیر برسا کر جانے لگا جب داریہ کی پکار پر رکا۔

"کسی خوش فہمی میں مت رہنا کہ تمہاری بات مانی ہے یا آگے مانوں گی، میری اپنی مرضی تھی تبھی چیخ کیا۔ تم نے حفاظت دی ہے، خرید انہیں ہے داریہ کو سو اپنی حد میں رہو"

وہ بھی ہر ڈھنگ جانتی تھی دکھتی رگوں کو چھیڑنے کا، طیش کی لہریں داریہ کی آنکھوں میں صاف دیکھی جاسکتی تھیں۔

"خوش فہمی میں تم ہو بی بی، یہی سمجھو تمہیں داران ماہیر شاہ نے خریدا ہے۔ زبان کم چلانا آگے سے۔ باہر آواب شرافت سے اور دادی سرکار کے ساتھ کچھ وقت گزارو"

دار یہ اسکے احکامات سنے چلتی ہوئی قریب آئی، بنا دوپٹے کے اپنی راعنائیاں کھلے بالوں سے اچھے سے ڈھانپے ہوئے تھی، چہرہ گلابی جو ان نیلی آنکھوں میں لطف پیدا کرنے کا سبب تھا۔

"مجھے تمہاری دادی سرکاراں کے ساتھ وقت گزارنے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے، اور یہ حکم بعد میں دینا پہلے میرے لیے ناشتہ بنواو"

رات سے بچاری کو بھوک لگی تھی پر اب تو انتڑیوں میں درد جاگ چکا تھا۔
"کچن میں جاو، فردوس اور عامر ہوں گے۔ ان سے کہو۔ یہاں نہ میں کسی کا ملازم ہوں نہ میرا کوئی ملازم ہے۔ سمجھ گئی"

دار یہ کی فرمائش پر موصوف کو پتنگے لگے تھے جسکا اسکے اگلے سپاٹ جواب سے پتا چلا، دار یہ نے منہ پھلائے اسے دیکھا مگر داران کمرے کا دروازہ بند کرتا وہیں سے چلا گیا۔

"اچھا ہے دو لگائے عاقب تمہیں آکر، اسی لائق ہو۔ پہلے تو سوچا تھا اسے کال کر کے جیسے تیسے کر کے روک لوں پر اب مزہ آئے گا جب وہ تم سے حساب لے گا"

اس وقت ہوش سے نہیں وہ پاگل پن کے سنگ سوچتی فون کو نظر انداز کرتی اپنا دوپٹہ اٹھا کر گلے میں دہرا رول کیے کمرے سے نکل گئی کیونکہ اب بھوک برداشت ہونی ناممکن تھی۔

سیدھی کچن میں آئی جہاں فردوس، عامر کے ہمراہ لنچ کی تیاری شروع کروا کر اسے ہدایات دے رہی تھیں، دار یہ کو کچن کے دروازے میں دیکھ کر ان دونوں کی آنکھوں میں احترام اتر آیا۔

"آئیے داریہ بی بی، کیا ناشتہ کریں گی؟"

نرم و شفیق انداز میں فردوس زرا قریب آئیں۔

"کچھ بھی اچھا سا، سوئیٹ بھی مل جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ دراصل مجھ سے بھوک برداشت نہیں ہوتی، یہی سمجھ لیں کے کھانا نہ ہوتا تو داریہ زمیل خان نہ ہوتی۔ میری صحت پر جا کر کم ناشتہ مت بنائیں، میں پنجابیوں کی طرح بے تکلف ہو کر کھاتی ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ میرے فکر پر اثر نہیں ہوتا"

داریہ کو لگا اگر ان لوگوں نے داریہ کی سنگل پسلی دیکھ کر دوبریڈ تھما دیے تو اسکا موڈ سخت برا ہو گا تبھی پہلے سے اس گھر کے کچن کے مالکان کو اپنی عادات و خوشی بتادی، عامر اور فردوس دھیماسا مسکرا دیے۔

"بے فکر رہیے، آپ بیٹھیں۔ سیر ہونے تک کھائیے گا نوٹیشن، ابھی عامر آپکا ناشتہ تیار کرتا ہے۔ بس ایک بات سن لیں آج آپ دیر سے اٹھیں پر یہاں سب آٹھ بجے ناشتہ کرتے ہیں یہ رول ہے۔ ہوپ سو آپ سمجھ گئی ہوں گی"

داریہ ویسے بھی فجر کے وقت ہی جاگ جاتی تھی سو اس رول پر اسے کوئی اعتراض نہ تھا۔

اسکی رضامندی ملتے ہی اسکا ناشتہ تیار ہونے لگا، داریہ بھی تب تک فون پر اپنے نیکسٹ شوٹ کاشیڈول دیکھنے لگ گئی۔

ماول کے ذہن و دل پر گھنگھریالے بالوں والی کسی ٹارچر کی صورت سوار تھی، کمسٹری کے پورے لیکچر کے بیچ ماول پینسل پکڑے بک پر جھکی رہی، نہ نظر اٹھا کر ایاد کو دیکھانہ اسے اپنا چہرہ دیکھنے دیا۔

"آپ سب اب پیپر کی تیاری شروع کر دیں، وقت کم رہ گیا ہے۔ امید ہے سب یہاں سے اچھے رزلٹ کے سنگ اچھی یونیورسٹیوں میں جائیں۔ ویسے آپ میں سے کیمیسٹ کون کون بننا چاہتا ہے اور کون صرف ایویں ہی کمسٹری پڑھ رہا ہے؟"

یہ موڈ کی خوشگواہی اس روٹھی بلا کو منانے کا حربہ تھی، ماول تب بھی نوٹ بک پر جھکی وہاں دل بنا کر میکانکی طور پر ایم کے ساتھ آئی لکھے جارہی تھی، جسکا اسے خود بھی ہوش نہ تھا۔

پوری کلاس ایاد سر کے سوال کے مسکرا کر جواب دے رہی تھی پر ماول کی دنیا تو شاید اندھیر پڑی تھی۔
"تم کیا بنو گی ماول؟"

اس بار وہ براہ راست مخاطب ہوا، گویا بیڑوں کے چھتے میں ہاتھ گھسا دیا ہو۔

ماول نے چونک کر گردن ترچھی کی پھر ایاد خان کو دیکھنے لگی۔

"میں کسی کی موت"

بنا کسی لگاؤ کے سیدھا سبھاو تننتا تے ہوئے جواب دیا، ساری کلاس کے سٹوڈنٹس نے عجیب نظروں سے گردنیں موڑ موڑ کر ماول کو دیکھا۔

"کیا دیکھ رہے ہو تم سب مڑ مڑ کر، اٹھو! عجوبہ ہوں کیا ہاں۔ اور محترم سر ایاد، آپ تو فالتوبات نہیں کیا کرتے تھے کلاس میں، آپ بدل گئے ایک دن میں یا آپ کا وقت و حالات بدل گئے"

بدلحاضی کے اگلے پچھلے ریکارڈ توڑتی وہ کھا جاتی نظروں سے سب پر برسی، یہاں تک کہ ایاد کو بھی رگڑ دیا۔

"کبھی کبھی ٹاپک سے ہٹ کر بھی بات ہونی چاہیے، ویسے بھی تھوڑا ہی وقت بچا تم سب کا یہاں تو اب ہلکی پھلکی چٹ چٹ بھی ہوا کرے گی۔ خیریت ہے ماول تمہیں کس نے زہر پلا کر آج کالج بھیجا ہے۔ ناگن بنی ہوئی ہو"

آگے پیچھے کے حساب ایاد نے بھی ایک ہی جواب سے چکائے، ماول نے واپس سر جھکا لیا۔

رونا آرہا تھا، اسی بیچ کلاس اوور ہونے کی بیل بجی تو سارے سٹوڈنٹس باری باری ایاد کو بائے کہتے مسکراتے کلاس سے نکلے پروہ اب سر ڈیسک پر رکھے لیٹ جاتی اپنی مصوری میں مصروف ہو گئی۔

ایاد کچھ فاصلے پر سٹوڈنٹس چیئر سنبھالے بیٹھا جہاں سے وہ روٹھا ہوا چہرہ صاف دیکھائی دے رہا تھا۔

پھولی ہوئی گالیں، کرلی بال پورے ڈیسک پر بکھرے تھے۔

"اب آپ مجھ سے چیڑی چیٹی باتیں کریں گے، تاکہ میں آپ کے رویے کا بدلا آپ کی بہن سے نہ لوں۔

تو سنیں! ایسی تھرڈ کلاس سوچ نہیں ہے میری۔ میں سب سے پیار کرنا پسند کرتی ہوں۔"

وہ جانتی تھی ایاد یہیں ہے پر جب بات مکمل کرنے کے بعد سر اٹھائے بیٹھی تو وہ زرا فاصلے پر فرصت سے اسی کو تنکے میں محو تھا، ماول نے فوری اپنا رجسٹر بند کیا جہاں وہ دل کے اندر جو لکھ چکی تھی اسے ایاد خان کی نظر تسخیر کر چکی تھی۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہیں؟ گھنگھریا لے بالوں والی سے مار پڑے گی" مقابل کی نظر اس قدر تسلسل سے محسوس کرتے ماول کا دل گھبرانے لگا۔

"دیکھو ماول! میں تمہارا ٹیچر ہوں اور تمہارا بھلا چاہتا ہوں۔ میرا مزاج ایسا ہی ہے کہ مجھے چھوٹی چھوٹی باتوں پر غصہ جبکہ بڑے بڑے معاملوں پر ہنسی آتی ہے۔ اگر تم میرے کسی رویے سے ہرٹ ہوئی ہو تو میں معذرت چاہتا ہوں۔ لیکن ایسے کلاس کے بیچ ہو کر بھی تم اگر توجہ نہیں دو گی اور اپنے کلاس میٹس کو ایسے جھاڑتی رہو گی تو کالج سے جاتے جاتے اپنی ریپو خراب کر بیٹھو گی۔ تم سمجھ رہی ہو میں کیا کہہ رہا ہوں، تمہارا مجھے تنگ کرنے تک ٹھیک تھا اس نارمل لیکن تمہارا یہ روٹھا رویہ سوالیہ نشان بن جائے گا۔ اور میں نہیں چاہتا تمہارے کردار پر کبھی بات آئے"

ایاد نے جو سمجھایا وہ ماول کو سمجھ آ رہا تھا تبھی اس کے لیے ایاد خان کی نظروں کے حصار میں پراعتمادی سے بیٹھنا محال ہوا، فوراً سے اٹھی، بیگ کندھے پر لٹکایا اور رجسٹر سینے سے لگائے تیزی سے دروازے کی طرف لپک پڑی۔

ایاد وہیں بیٹھا اسکی پشت تک رہا تھا۔

"اوکے، تو آپ یہی سمجھیے گا اب سے کہ ماول آپکی کلاس میں نہیں ہے۔ مجھ سے کوئی سوال جواب نہیں۔ میں بھی کچھ نہیں کہوں گی بائے"

بنا پلٹے ہی کہہ کر وہ چلی گئی جبکہ ایسا افسوس بھری سر دسانس کھینچنا رہ گیا۔
ماول کلاس سے نکلی تو ثانیہ نے اسکا ہاتھ پکڑے اپنی طرف کھینچا، کچھ فاصلے پر انہی کے کلاس کے چار اور سٹوڈنٹس بھی چھپ کر کھڑے تھے۔

"ماول! تیرا سر ایسا پر دل تو نہیں آگیا؟ لو وہو گیا کیا تجھے ان سے قاتلانہ والا"
ثانیہ کے خرافاتی سوال اور خباثت بھرے لہجے پر ماول نے کراہہ تھپڑ بناوارینگ اور سوچے اسکی گال پر دے مارا، جسکی نہ ثانیہ کو توقع تھی نہ ان چاروں کو، چونکہ ثانیہ اس گروپ کی گرو تھی تبھی وہ چاروں بھینسوں کی طرح طیش زدہ ماول کو دیکھنے لگے۔

"ایسی بکو اس آئینہ سوچنا بھی مت، اور کوئی کام نہیں رہا ہے تمہیں۔ گندی عورت۔ تم میری دوست نہ ہوتی تو میں اس پر تمہاری پسلیوں کو توڑتی"

باقاعدہ ثانیہ کو سلگ کر پرے دھکا دیتی ماول وہاں سے پیر پٹنے جیسے ہی گئی وہ چار چھپے نفوس پھنکارتے ہوئے باہر نکلے جبکہ ثانیہ کی آنکھوں سے شرارے نکلتے دیکھائی دیے۔

"اسکی جرت کیسے ہوئی تجھے مارنے کی، مرے گی یہ مغرور سکی عورت"
وہ لڑکا شائد ثانیہ پر فریفتہ تھا تبھی تو اسے بوائے فرینڈ والی آگ لگی۔

"مجھے مارے اس تھپڑ کی بہت مہنگی قیمت چکاو گی تم ماول شاہ، تم سب لوگ تیار ہو میرا ساتھ دے کر اس کی اکڑ توڑنے کے لیے؟"

یکدم ہی ثانیہ کے اندر ڈائن جاگی اور وہ چار تو تھے ہی ماول کو برباد کرنے پر تیار و چوکس۔
"ہم تیار ہیں، کل ہی یہ مشن پورا ہو گا۔ تم فکر مت کرو"

وہ لڑکا شاید سوچ چکا تھا کہ ماول کی اکڑ کیسے توڑنی ہے، ماول نہیں جانتی تھی کہ اسکے ساتھ کیسا ہاتھ ہونے والا ہے۔

.._____..

دار یہ لان میں ٹھہل رہی تھی، ناشتہ اس نے جم کر کیا، کوئی تکلف نہ برتا، خاص کر مزیدار کھیر جس کے لیے اسکے ہاتھ ہی نہ رکے، اور زیادہ کھا بیٹھنے کے چکر میں اب لان میں خوبصورت ابر آلود موسم کے حصار میں واک کی جا رہی تھی جبکہ اپنے روم کی بالکونی سے داران، تیز تیز چلتی دار یہ کو گہری نگاہوں میں سموئے ریلنگ پر ہاتھ جمائے زرا جھکا ہوا کھڑا تھا۔

"اتنی ٹھوسنے کی کیا ضرورت تھی کہ اب تم میرے لان کا کباڑا کرنے پر تلی ہو پچھلے دو تین گھنٹوں سے؟"

سلگتا ہوا طنز اوپری جانب سے آیا جسے سنے دار یہ رکی، نظر اٹھا کر اس مغرور کو دیکھتے زرا اسکی سمت نیچے کی طرف آئی۔

سینے پر بازو لپیٹے۔

"تم ہوناں، مالی بھی بن جاو گے۔ بقول تمہارے تمہارا کوئی ملازم تو ہے نہیں سو یہ کام بھی خود ہی کرو گے۔ اور لان واک کے لیے ہی ہوتا ہے۔"

جواب تو داریہ نے پہلے سے گڑھ کر رکھا ہوتا ہے، وہ اس سے دگنا جلا دیتا جواب دیتا مگر گیڈ کی سمت ہوتی ہلچل پر دونوں کی توجہ بھٹکی۔

چونکہ عاقب کو چوکیدار، داران کے بزنس پارٹنر کی صورت جانتا تھا تبھی اندر آنے دیا، لیکن تلاشتی لیتے وقت اسکی گن نکال لی۔

داریہ نے عاقب کو دیکھتے اپنے قدم اسکی طرف بڑھانے چاہے جب داران کے گھورنے پر اپنی جگہ جم گئی، وہ خود ہی ایک وحشیانہ نگاہ ٹیرس پر کھڑے داران پر ڈالتا داریہ کی سمت لپکا۔
"عاقب"

داریہ نے اسکے قریب رکنے پر اسے پکارنا چاہا مگر اس سے پہلے وہ داریہ کی بازوؤں کو پکڑے جھنجھوڑتا، داران کی دھاڑ پر تھما۔

"عاقب موہان، ہاتھ لگائے بنا بات کرو داریہ سے۔"

داران کی تنبیہ میں طوفانی گرج تھی جس پر داریہ اور عاقب دونوں کے چہروں پر سفیدی چھائی۔
"کیا ہو رہا ہے۔۔۔۔۔ یہ لڑکا۔ عاشق ہے کیا اسکا۔ داران یہ سب برداشت۔۔۔"

شور سنے عزیزے سیدھا داران کے کمرے میں چلی آئیں جس پر وہ انکی بات پوری ہونے سے پہلے حصار میں لیتا کمرے کے اندر بڑھا۔

"عزیزے جان! دوست ہے وہ۔ بس نکاح کی مبارکباد دینے آیا ہے۔ آپ جائیں اپنے روم میں، میں دیکھ رہا ہوں سب۔ اتنی جلدی اسکی عادتیں نہیں چھوٹ سکتیں نہ یکدم دوست۔ سمجھیں اس بات کو" مہارت تو اسے قائل کرنے میں تھی ہی جو ابھی مظاہرہ بھی کیا لیکن جو بھی تھا عزیزے کا عتاب سخت تھا، داران نے انھیں بہلا پھسلا کر خود کمرے تک پہنچایا۔

"تم کیسے کر سکتی ہو میرے ساتھ یہ داریہ؟ بولو۔ کیا یہی رہ گیا تھا دنیا جہاں کاربوٹک انسان اور مغرور۔ اگر اسکے ساتھ میری پارٹنر شپ نہ ہوتی تو میں اسکی شکل بھی نہ دیکھتا۔ مجھے بتاؤ کیا دھمکایا ہے اس نے تمہیں؟ یا پھر کوئی بدسلوکی کی۔۔۔۔۔ کہ تم اتنی جلدی اسکی ہو گئی۔۔۔۔۔"

عاقب نے داریہ کو چھونے سے پرہیز ہی برتا کیونکہ جانتا تھا داران اسے شوٹ کر ڈالے گا۔ داریہ نے اسکی ہر بات سنے نفی میں سر ہلایا۔

"دماغ چل گیا ہے کیا تمہارا، میں تو داران سے ملی ہی کل۔ یہ ماموں کا فیصلہ تھا عاقب پلیز سمجھنے کی کوشش کرو۔ ریلکس ہو جاؤ شاباش"

وہ اس وقت بہت بری حالت میں تھا، تکلیف کرب اور خسارے کی آگ میں پھونک رہا تھا۔

"ریلیکس نہیں ہو سکتا داریہ، کیسے ہو جاؤں بتاؤ۔ تم کسی اور کی کیسے ہو سکتی ہو۔ انجان آدمی سے نکاح کی کیا ضرورت تھی داریہ، میں جو تمہارے لیے مر رہا ہوں اسکی طرف کیوں نہیں دیکھا۔ بولو"

وہ بار بار اسے چھونے کی خواہش کرتا پر جیسے ہاتھ ہٹا لیتا اس سے داریہ کو اسکے اندر کا خوف واضح محسوس ہوا، عاقب کے کانپنے پینک کرنے پر وہ اسے گلے لگانا چاہتی تھی پر داران نے نجانے کب لان میں پہنچ کر ایک ہی جھٹکے سے ان دو کو گلے لگنے سے روکتے عاقب کو دھکا دے کر زمین پر گرایا۔

نہ صرف گرایا بلکہ اگر داریہ نہ روکتی تو وہ عاقب کا یہ پاگل پن کا دور اپنے ایک ہی گھونسے سے ٹھیک کر دیتا۔

"دوبارہ اگر تم نے میری بیوی کو چھونے کی کوشش کی تو یہی ہاتھ کاٹ دوں گا۔۔۔ نکل یہاں سے۔ لے کر جاؤ اور دوبارہ اگر یہ داریہ ز میل کا عاشق بن کر یہاں گھس پایا تو تم سب کی موت میرے ہاتھوں ہوگی"

عاقب نے حقارت سے خود پر چینیختے چنکاڑتے داران کو دیکھا جس کے خوف سے تھر تھر کانپتے گارڈز حکم بجالاتے عاقب موہان کو گھسیٹ کر اٹھاتے باہر کی طرف لے جانے لگے، داریہ تو اپنی جگہ اس جلاد کا یہ روپ دیکھ کر سن پڑ گئی۔

"تم اچھا نہیں کر رہے داران، تم مجھ سے میری داریہ چھین نہیں سکتے"

عاقب نے جاتے جاتے بھی دھاڑ کر لکارا، پر داران کن پٹی کی رگ مسلتا اسکی آواز کو ان سنی کیے جب پلٹا تو داریہ پر دگنا غصہ چڑھا جو بے تکلفی سے اسے گلے لگانے والی تھی۔

"کیا کرنے کی کوشش کر رہی تھی تم اس لفنگے کے ساتھ، کونسے رشتے نبھانے ہیں جو گلے کا ہار بننے کی جرت کی۔ اسکی تم سے انسانی دوستی برداشت کر لوں گا داریہ زمیل لیکن یہ برداشت نہیں کروں گا کہ تم اپنے نام کے ساتھ جڑے میرے نام کو پائمال کرو"

سخت خشونت بھری آواز جس میں چنگاریاں تھیں، وہ نرم مزاج شخص پوری قوت سے دھاڑا تھا، کہ شاہ حویلی کے در و دیوار لرزے۔

"تم بھی وہی نکلے نہ ٹیپیکل تھرڈ کلاس تنگ نظر مرد، جو عورت کو کسی مرد کے ساتھ کھڑا دیکھ کر یہی سوچتا ہے کہ دونوں کا چکر چل رہا ہے۔ تبھی مجھے ایسے خاندانوں اور لوگوں سے وحشت ہوتی ہے جو دوسرے کا دم گھوٹ دیں۔ سفاک اور تنگ نظر بھرے پڑے ہیں یہاں، ایک وہ تمہاری عزت کے جان۔ مجھ سے سہاگ کا جوڑا تک واپس لے لیا، ایک تم جسے تمیز و مروت چھو کر بھی نہیں گزری"

اپنی قوت سے دگنا چینیختی وہ مقابل کی رگوں میں دوڑتے لہو کی گردش اشتعال سے تیز کر چکی تھی۔
"اب اسی خاندان کا حصہ ہو تم۔ اپنی زبان اور نظریں میرے سامنے سنبھال کر رکھنا ایسا نہ ہو کوئی گناہ کر بیٹھوں جسکی تلافی جیتے جی ممکن نہ ہو اور اسکے لیے مجھے تمہاری بے کار جان لینی پڑ جائے"

بازو سے پکڑے جھنجھوڑ کر دبوچے اس سخت گرفت جیسے غیض و غضب بھرے سخت تاثرات اسکے چہرے پر بھی سمٹ گئے، وہ غصہ کرنے کا عادی نہ تھا پر یہ ضدی گھوڑی مجبور کر چکی تھی، فضا میں داریہ کا تمسخرانہ قہقہہ بلند ہوا۔

"جان تو میری کل ہی چلی گئی تھی جب مجھے تمہاری امان میں دیا گیا، جسے خود کسی کی امان نہ ملے وہ کسی اور کو کیا حفاظت دے گا۔ وحشی انسان گوٹو ہیل"

زہریلی ہنسی کے سنگ اس لڑکی کے زہر میں بجھے الفاظ نے داران ماہیر کے ماتھے کی رگیں پھولا دیں، اور فضا میں بلند ہوتے ہاتھ نے پوری شدت سے اس لڑکی کے نازک گال پر اس زبان دراری کی دردناک قیمت چسپاں کی۔

لیکن وہ سچ نہیں تھا، داریہ کا خیال تھا لیکن درحقیقت داران نے اپنا فضا میں بلند کیا ہاتھ مٹھی کی صورت کس کر جبراً خود کو اس گستاخی روک لیا تھا، اگر نہ روکتا تو خود کے اندر اٹھنے والے شور کو کبھی خاموش نہ کر پاتا۔

"تھپڑ مارنا چاہتے ہو؟ مارو۔ اپنی جاہلیت بھی دیکھا دو۔ ثابت کر دو کہ ظالم اور تنگ نظر کے ساتھ جاہل بھی ہو۔"

وہ اسے اکسانا بند نہ کرتی مزید قریب سر کی۔

داران نے ہاتھ پیچھے کرتے پہلو میں گراتے منہ موڑا۔

"ماروناں، مجھے بھی عاقب کی طرح دھکے دے کر نکال دو اپنے اس سونے کے پنجرے سے، دیکھا وناں جاہلیت اپنی کھل کر"

اسکے منہ موڑنے کو برداشت نہ کرتی اسکا ہاتھ پکڑے اپنی سمت موڑے چلائی تو وہ بھی پلٹا۔
"غیرت کہتے ہیں اسے داریہ ز میل خان"

تیکھی نگاہیں داریہ کے چہرے پر مرکوز کیے اطلاع دی گویا زہریلی باتوں کا تریاق کرنے کی کوشش کی گئی۔

آگے سے وہ ڈھیٹ بنی ہنسی۔

"جی نہیں، پاگل پن کہتے ہیں۔ کیا تم اپنے دوستوں کو گلے نہیں لگاتے؟"

وہ اس سے سوال ہی ایسا غلط و مکرو کر رہی تھی کہ داران کا غصہ ہولے ہولے شدت پکڑ رہا تھا۔

"مانا وہ پرفیکٹ نہیں ہے لیکن میرا دوست ہے اور تم نے اسے دھکے مار کر جو نکلوایا ہے اسکے انجام کے لیے تیار رہنا۔ اسی کا خیال کر لیتے کہ وہ بزنس پارٹنر ہے تمہارا پر نہیں، ہیر و پنتی دیکھانی زیادہ ضروری تھی۔ پر کسی خوش فہمی میں مت رہنا کہ تم جیسے سے لڑا کو بد تمیز سے کبھی امپیریس ہوں گی"

ہنوز اسے تیور دیکھانے کے بیچ کاٹ کھانے کو دوڑی جبکہ داران نے ارد گرد دیکھتے زرا بات کو سرگوشی کی صورت کرنے کے لیے جب چہرہ داریہ کی گردن کی اور سر کا یا تو وہ بدحواسی سے دور سرکنے لگی پر پیچھے ہٹ ہی نہ سکی۔

"تمہیں امپریس کرنے جیسے فضول کام مجھ پر نہیں سجتے داریہ زمیل خان"

داران کی دبیز پر تپش سانسیں داریہ کی گردن پر ریختی اسکی دھڑکنوں کو منتشر کر گئیں حالانکہ وہ بس غصے میں اپنی بات کہہ رہا تھا۔

"دور رہ کر بات کرنا دوبارہ، یہ بار بار میرے نزدیک آ کر تم شوہر والی فیلنگ مت دلاؤ مجھے۔ ہٹو۔"

اسکا وہ سحر جو داریہ کے سر پر چڑھ چکا تھا، جھٹکے خفت سے بڑبڑاتی اسے راہ کی دیوار کی طرح پرے سرکا گئی۔

"ہنہ! کچھ زیادہ فاسٹ نہیں جا رہی تم۔ اپنے دل اور دماغ کو اپنی جگہ پر رکھو لڑکی"

ایسی جرت کوئی داران کے سامنے کیسے کر سکتا ہے، گویا شوہر والی بات تلووں لگی سر پر بجھی۔

"لڑکی نہیں ہوں، اور تم نے جو شریف سادھی بھولی بھالی لڑکیاں دیکھ رکھی ہیں ان میں سے تو بالکل

نہیں ہوں۔ مائی نیم از داریہ۔ رہی اس دل اور دماغ کی بات، ان پر عرصہ ہوا لعنت ڈال چکی ہوں۔

داریہ زمیل خان صرف اپنے سٹمک کی سنتی ہے۔ پرے ہٹو بھوک لگ گئی ہے مجھے اس سستی ایکشن

مووی کو دیکھ کر"

مقابل کے رعب کا کباڑا کیے داریہ تیزی سے وہاں سے واک اوٹ کر گئی جبکہ داران اسکو تب تک

دیکھتا رہا جب تک وہ حویلی کے اندر جا کر گرم نہ ہوئی، اور سستی ایکشن مووی پر موصوف کی شرارتی

آنکھیں والڈ بڑا ظالم مسکرا کر فوری سنجیدہ ہوئیں پر موسم پر تو غضب ڈھل گیا تھا اس کلر لمحہ سے۔

"دادی سرکار! ابھی تک برہم ہیں"

اپنے کمرے میں گلاس وال کے پاس روٹھ کر کھڑیں عزیرے کو داران نے دروازہ کھول کر اندر جھانکتے دیکھ کر قریب آتے عقب سے بازوؤں میں حصار کر پوچھا تو انکے دل کی کدورت چہرے کے خدو خال میں چلی آئی۔

"کیسی خرافہ لڑکی ہے وہ جسکا عاشق پہلے ہی دن اس دہلیز تک چلا آیا جہاں پر ندے بھی آتے ڈرتے ہیں اور ایسا کیا ہوا کہ تمہیں اسے دھکے دے کر نکلوانا پڑا۔ داران! تم میری جان ہو۔ میں تمہیں ایسی شر انگیز عورت کے ہاتھوں متاثر نہیں دیکھ سکتی۔ مانا وہ بہت خوبصورت اور باغی ہے پر اپنے دل کو بہکنے مت دینا، یہ دونوں خصوصیات مضبوط سے مضبوط مرد کو جکڑنے کی قوت رکھتی ہیں۔ کیا وہ جاسم موہان کا بیٹا اب اس کا بدلا نہیں لے گا۔ بولو۔ کیوں پرانی آگ میں کودے ہو۔ اگر اتنی عاشقی ابل رہی تھی عاقب موہان کی تو وہی دے دیتا امان اس بدنام زمانہ کو"

بھلے یہ سب کڑوا سچ ہو پر اپنی زندگی کی سب سے عزیز ہستی کی زبان سے داریہ کے متعلق ایسا نازیبا سبے داران کے ماتھے کی رگیں پھول گئیں، دادی سرکار نے زہر میں بجھا کر لفظ نہیں تیر مارے تھے اسکی غیرت کو۔

"ایسے الفاظ مت کہیے دادی سرکار جو میرے دل کو چبھیں۔ ابھی وہ داران ماہیر شاہ کی عزت ہے۔ پلیز، آپ کے کہے زہریلے لفظ بھی سر آنکھوں پر اگر وہ مستحق کے لیے ہوں۔ داریہ زمیل خان اس لمحہ اسکی حق دار نہیں، رہی بات عاقب کی تو وہ بزدل انسان ہے۔ چھپ کر وار کرے گا، سینہ تان کر دوبارہ میرے سامنے آنے کی جرات نہیں کرے گا کیونکہ جانتا ہے ایک غلطی کرے گا تو اسکا کیریئر وہیں تباہ۔ سوریلکس"

وہ اتنا پرسکون تھا کہ عزت کے دل کی آخری تہہ تک دہل گئیں۔

"چھپے وار سہہ لو گے اسکے؟"

وہ اسے جنجھوڑتے گویا ہونیں، لہجہ آنچ دیتا ہوا، حرارت چھوڑتا محسوس ہوا۔

"سہنے کی نوبت نہیں آئے گی، چھپے واروں کو داران ماہیر بہت مہارت سے روکنا جانتا ہے۔ اور ہاں، میں بہک گیا جس دن، میری حیات کا کاررواں رک جائے گا۔ ایسا رسک نہیں لوں گا۔ کچھ دیر اپنا فیورٹ ٹی وی ڈرامہ دیکھ کر موڈ اچھا کریں۔ ڈنر آپکے ساتھ کروں گا"

شیریں پر اثر لب و لہجے سے دادی سرکار کی ساری چڑچڑاہٹ اپنے دامن میں سمیٹنا انکا ہاتھ چومے اپنے پر رعب سحر سمیت خوشبو بکھیرتا ہوا انکے کمرے سے نکل گیا، جبکہ وہ اتنی بڑی بات چپ چاپ پی گئیں جیسے انکے اختیار کاریمورٹ داران کے ہاتھ میں ہو۔

"اف!۔ میرے تو ہاتھ پیر پھول گئے تھے۔ لیکن داران کو اسے دھکے دینے نہیں چاہیں تھے داریہ۔ تم جانتی ہو عاقب کا غصہ"

انیب کی بے چینی سوانیزے پر ہوگی اسی کا احساس کیے داریہ نے حویلی کے فساد کے تھمتے ہی اسے کال کر کے صورت حال سے آگاہ کیا۔

"اس بندے کو میں کیا کہوں انوو! سائیکو لگتا ہے۔ میں تو عاقب کو سمجھا رہی تھی، اس میں پتا نہیں کونسا جن آیا۔ میں عاقب کو سمجھا لوں گی بس اسکا غصہ اتر لے"

داریہ کی امید نے انیب کو بھی حوصلہ دیا۔

"اللہ کرے تم سمجھا لو۔ ٹھیک ہے پھر بات ہوگی"

داریہ نے اسکے امید افزاء جملے پر خود بھی کال کاٹی تو ساتھ ہی ماموں کی کال پر دل چاہا انکے آگے داران کی گزشتہ شب کی ساری کارستانی کھول دے پر خود کو روک گئی۔

"داریہ! آریو اوکے؟"

معصومانہ انداز اور تھکا لہجہ داریہ کو مسکراہٹ بخش گیا۔

"جنگجو بھانجی ہے آپکی، چھوٹے موٹے فساد تو خود ہی ہینڈل کر لیتی ہے۔ اور فساد مچانے والے بھی۔ چل کریں میں بالکل ٹھیک ہوں"

پر لطف آواز کے سنگ اپنے آفس میں بیٹھے ورک فائیل سے زرا فراغت پاتے حمین کو مطمئن کیا تو ہنسی دونوں طرف عود آئی۔

"شکر ہے اللہ کا، داران ٹھیک ہے۔۔۔ آئی مین؟"

ماموں کی شرارتی سرگوشی اچھے سے بھانپنی تبھی مسکرائی۔

"جی جی اب اسی مظلوم معصوم کی فکر کیا کریں گے آپ، میری کس نے پرواہ کرنی۔ فکر ہوگی کہیں داریہ کے ہاتھوں ضائع نہ ہو جائے بچارا۔ فکر نہ کریں پورا گھنا میسنا اور چالاک ہے۔ نہیں مرے گا میرے ہاتھوں"

تفصیلی حوصلہ دیتی وہ مسکاتی دیکھائی دی۔ حمین اس بار کھل کر ہنسا۔

"ہا ہا تم میری تربیت ہو اسکا حق ادا کر دیا، چلو اب اسے قابو بھی جلد کر لو تاکہ شاہ حویلی کی لاڈلی بن کر سکون سے باقی زندگی جیو"

وہ تو یہی چاہتا تھا داریہ کے گرد سکون ہی سکون رہے پر خود داریہ نہ چاہتی تھی، دل جلاسا مسکرائی۔

"جی جی اور کام ہی کیا ہے مجھے"

طنزیہ سلگ کر جتاتی وہ حمین کی مسکراہٹ گہری کر گئی، داریہ کی آواز کی چہک سن کر حمین کو جو دلی اطمینان ملا وہ قابل دید تھا۔

جب سے وہ واپس اسلامہ آباد پہنچا، فٹنس آکیڈمی میں آکر پینچنگ بیگ کو پیٹ رہا تھا، عاقب کا پورا وجود پسینے سے شرابور جبکہ آنکھیں لہوا گل رہی تھیں، ارد گرد کے لوگ بھی حیرت و فکر سے آج عاقب موہان کے اندر کی یہ وحشت دیکھ کر ڈر رہے تھے۔

"تم دو کو الگ الگ لیول کا برباد کروں گا اب، تم نے جو زخم مجھے دیا ہے داریہ اسکا مرہم بھی صرف تم رکھو گی اور دنیا دیکھے گی مجھے ملتا مرہم، تم سمجھتے کیا ہو خود کو داران ماہیر شاہ! مت بھولنا کہ تمہارے کئی راز ہیں میرے پاس۔ میں آج قسم کھاتا ہوں کہ تمہیں برباد کر دوں گا"

وحشت خیز انتقام نے کسی ضدی اڑیل گھوڑے کی طرح عاقب موہان کا دامن جکڑ لیا تھا۔

"مجھے دھکے دے کر نکلوایا ہے، ایسے ہی دھکے تمہیں داریہ دے گی۔ میں تمہیں اسکی نظر میں دو کوڑی کا کر کے رکھ دوں گا۔ وہ صرف میری ہے، میں تمہیں اسے چھونے بھی نہیں دوں گا دیکھنا"

پینچنگ بیگ پر دراڑیں پڑنی شروع تھیں، عاقب کے ہاتھ کی انگلیوں کے کنارے لہو لہان ہو چکے تھے مگر اندر کی تکلیف تھی کہ ختم ہونے پر نہ آرہی تھی۔

"میرا بس چلے تو داریہ کی نظر میں اپنے سوا دنیا کا ہر مرد گرا دوں، تم اگر میری نہیں تو کسی اور کی کیسے ہو سکتی ہو بھلا۔ میرے اندر تمہاری طلب ایک لمحے میں آتش فشان پہاڑ بن گئی ہے داریہ۔ میں اب

اس شاطر چال باز سے اسی کے مکار انداز میں بات کروں گا"

جسم میں گردش کرتا لہو بھی اس وقت اسے درد بخش رہا تھا، سانس تنگ پڑتے ساتھ ہی پنچنگ بیگ مسلسل ہٹ ہونے کے سبب پھٹا تو اندر بھری ریت ایسی فضا میں پھیلی کہ عاقب موہان کی آنکھوں میں چبھ کر رہ گئی، جن آنکھوں میں اذیت پہلے ہی جنجر بنی ہو، وہاں ریت کی معصومانہ سی چبھن کیا کر لیتی آخر۔

.._____..
دن ڈھل رہا تھا، یہاں کا موسم ہر لمحہ حسین تر حسین ہوتا جا رہا تھا، اور صرف موسم وجہ تھا کہ داریہ کا دن اچھے سے گزرا۔

"دیکھو داریہ! تمہاری نجی زندگی کیا ہے اس سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ تمہیں کراچی آنا ہو گا۔ ارجنٹ ہے"

کچھ دیر کے لیے داریہ کے فون پر بہت اہم کال آئی تو اسے اپنے روم کے واش روم میں آنا پڑا، شاید احتیاط بہت لازم تھی۔

داریہ نے شاید اپنی شادی کا بتایا تھا تبھی اس پارسیاہ میں ڈوبا وہ چہرہ خفگی بھری اونہوں کرتا سنائی دیا۔
"وہ تو ٹھیک ہے لیکن ایک زر اسے کام کے لیے ہفتہ کیوں؟ دیکھیں مسٹر حسک مجھے اب اپنے سسرال بھی جواب دہ ہونا ہو گا۔"

وہ اعتراض کرنے والوں میں سے نہیں تھی تبھی اسکا یہ بہانہ مقابل طیش کے وجود میں آنے کا سبب بنا۔

"یہ میرا سر درد نہیں ڈیٹیکٹیوڈی کے! ہمیں وہ یو ایس بی ہر صورت چاہیے فلم کی مارکٹ لاؤنچ سے پہلے ورنہ ہم تباہ ہو جائیں گے۔ تم اس Patrick's Cathedral چرج کی لائبریرین رہ چکی ہو، تم پر کوئی شک نہیں کرے گا۔ اس یو ایس بی میں ہماری موت ہے سمجھو اس بات کو۔ اور باقی کے دن سکینگ پروسیس پر لگیں گے، اس کا تمام ڈیٹا ہماری ڈارک ویب تک پہنچانا بھی تمہارا کام ہے۔

We will give you 8 million for this small task"

آٹھ ملین کے لیے داریہ ضرور کچھ بھی کر گزرنے کا سوچ سکتی تھی۔
"گڈ، آجاؤں گی"

کہہ کر کال کاٹی جبکہ ساتھ ہی مخالف فلم ہاؤس کے مین چیئر پرسن کو کال ملائی۔
پہلی ہی فرصت میں کال پک کر لی گئی۔

"Something big dude, but i need 36 millions for this risk"

یہ رہا تھا داریہ کا اصل روپ، مقابل پر اسرار ہنسی کسی کے دانتوں سے ہونٹوں پر رینگتی۔
"مل جائیں گے، لیکن وہ حرام خور میرے قدموں میں لا کر پھینکو گی تبھی پیسہ تمہارے ہاتھ میں دوں گا"

شرط داریہ کے حق میں تھی، کاروباری شرائط مسکراہٹ دیے وہ کال کاٹ گئی۔

"وہ وقت دور نہیں ہے جب کابل کی سنٹرل جیل سے آپکی ضمانت کرواوں گی، آپکو سزا دینے کا حق صرف داریہ زمیل خان کے پاس ہے باباجان"

کچھ تو تھا داریہ کی آنکھوں میں، دکھ، نفرت اور شاید بے حد جنون۔

ٹھیک اسی لمحے داران کے پرائیوٹ نمبر پر ایک پیغام موصول ہوا، داران کچھ دیر عثمان کی طرف آیا تھا، خانو اکبر ہمراہ تھے اور آج دن میں ان کا نہاری کھانے کا پلین تھا۔

داران اپنی نشست سے یلکھٹ اٹھا، وہ پیغام کابل کی زبان "داری" میں تھا۔

جسے داران نے وہیں سے ٹرانسلیٹ کیا۔

"پچھلے دو سالوں میں زمیل جلال خان کی سات بار ضمانت رد ہوئی، اسکی بیٹی کی طرف سے اور وجہ تھی ضمانت کے پیسے میں ہوتا ہر ماہ کا سودی اضافہ، اس وقت وہ اور جہانگیر چغتائی، کابل کی سینٹرل جیل پل چرنی میں کسی آبائی باشندے کے قتل کے الزام میں بند ہیں۔ مزید معلومات نکلواتے ہی میں آپکو اطلاع دیتا ہوں"

یہ پڑھنے کی دیر تھی کہ داران کی آنکھوں میں لہو اترآ، جتنی نرمی اسکے دل میں داریہ کے لیے پیدا ہوئی سب واپس غصہ بن گئی۔

"آخر تم کرنا کیا چاہتی ہو داریہ زمیل خان، قاتل باپ کی ضمانت کروائی جا رہی ہے وہ بھی پچھلے دو سالوں سے۔ لیکن کیوں؟ ہو کیا تم۔ معصوم یا وحشی۔ جب تم جانتی ہو کہ وہ دارم شاہ کا قاتل ہے پھر بھی ضمانت پر اتنا زور کیوں؟"

پاگل ہوتے خود سے سوال کیا، اس وقت داران کا غصہ انتہاؤں پر تھا۔

"وہ باپ ہے اسکا"

داران کو اسی کے دماغ نے جواب دیا جس پر ناگوار نیت سے داران نے سر جھٹکا۔

"تو تمہارا مقصد ہر طریقے سے پیسہ کمانا ہے داریہ، اور یہ قرض اتارنے کے لیے نہیں بلکہ زمیل کی ضمانت کے لیے ہے، اور شاید اسکے پیچھے بھی کوئی بڑی وجہ ہے، اپنے ہاتھوں سے زمیل کو سزا دینا۔ میری نصیحت تمہارا حق ہے داریہ اور نہ سنبھلنے پر تمہیں ملتی سزا میرا فرض ہے"

حتمی طور پر داران نے فیصلہ کن ہوتے سوچنے کو ختم کیے واپس ڈھابے کی طرف قدم بڑھا دیے۔

.._____..

"کیا ہوا میرے بچے کا موڈ ابھی تک خراب ہے۔ اب بس بھی کرو ماول"

سر شام ہی ماول کمرے میں گھسی پردے گرائے تکیے پر اوندھی لیٹی تھی، مایا نے اندر آتے ہی پہلے تو پردے ہٹا کر شام کی مدھم سرسراتی روشنی کو کمرے میں آنے کا راستہ دیا اور پھر ماول کے سرہانے بیٹھے اسکے بالوں کو سہلایا۔

"ٹھیک ہوں خالا"

ماول کے منہ میں دبے سرگوشیانہ جواب پر مایا نے اسکی جبین چھوئی کے اسے فیور تو نہیں۔

"کہاں ٹھیک ہو؟ جب سے کالج سے آئی ہو دیوانے کی طرح پوری حویلی میں بولائی بولائی پھر رہی ہو۔

کوئی اور ٹنشن ہے میرے بچے کو تو شئیر و دمی خالا کی جان"

اسکے بکھرے بال سمیٹے، اداس چہرے پر نظریں رکھے مایا نے اسکے دل کو ٹٹولنا چاہا، ماول اٹھ کر بیٹھی اور

مایا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

"خالا! ممی اور بھیا کی ناراضگی کس بات پر تھی؟"

اٹھارہ سال ہو گئے تھے رر شہ اور تبریز کے ایکسیڈنٹ کو جس میں رر شہ موقع پر دم توڑ گئیں لیکن تبریز

بچ گئے، وہ وقت یاد کرنا کٹھن تھا۔

"وہ ملکیت کے حصار میں نہیں جی سکتا تھا اور رر شہ آپیا سے بڑا ہونے دینا ہی نہیں چاہتی تھیں۔ شاید

اس لیے کہ وہ انکو بہت منتوں مرادوں سے ملا اور بہت مشکل سے اسکی جان بچی، تم تو چھٹکی بجا کر آ گئی

میری گڈی"

مایا نے اسکا دھیان بٹایا تو وہ مایا کے گلے لگ گئی۔

"اس لیے نہیں ڈرتی تھیں ممی، اس لیے ڈرتی تھیں کہ بھیا انکے پریگنسیسی میں بہت زیادہ رونے کے

سبب مرتے مرتے بچے تھے کیونکہ ان دنوں بابا اور ممی کا بہت برا جھگڑا ہوا کہ بات طلاق تک پہنچ گئی

لیکن بچت ہو گئی۔ اور انکو ڈابٹیز بھی ممی کی کوکھ میں ہوئی تھی۔ تبھی وہ ایکسٹرا کثیر کرتی تھیں انکی، اور وہ چڑتے تھے۔ کہتے تھے ممی نے انکو شیر کی جگہ گیدر بنا دیا ہے۔ اٹھارہ سال پہلے جب ممی اور بھیا کا جھگڑا ہوا تو وہ دم گھٹنے پر بہت چینے تھے، مجھے خواب کی طرح یاد ہے سب "

ماول کے آنسو بے قابو تھے، مایا نے اسے خود سے لپٹا لیا، سر چوما۔

"رر شہ آپیا پوزیسو تھیں اسکے لیے، اور وہ پچھلے کئی سالوں سے رر شہ آپیا کی یادوں کے لیے ہے۔ بھول جاو سب۔ وہ جہاں ہوں گی داران کو شیر کی طرح جیتا دیکھ کر خوش ہوتی ہوں گی۔ میری جان رویامت کرو۔ ریکس "

وہ پلپی ہی مایا، بھیا اور دادو کے ہاتھوں میں تھی، بہت چھوٹی تھی کہ اب تو ممی کا لمس بھی بھول گیا۔ بابا سے پیار لینے کے لیے اسے جتن کرنے پڑتے تھے، وہ ماں کی طرح بار بار سینے تھوڑی لگاتے تھے۔ "ممی بہت یاد آرہی ہیں خالا "

ماول کی آواز میں نمی ہلکور رہی تھی۔

"میں ہوں ناں ممی، بس رونا بند۔ چلو آؤ میں تمہیں پیزا اپنے ہاتھوں سے بیک کر کے دیتی ہوں وہ بھی ڈھیڑ ساری چیز والا "

اسکا موڈ صرف یہی بحال کر سکتا تھا، فوراً رونا رو کے وہ مایا کے ہاتھ بڑھانے پر اپنا ہاتھ تھماتی اٹھ کھڑی ہوئی، مایا اور ماول نے پیزابیک کیا اور ساتھ داریہ کو بھی کچن ہی بلا لیا، دو پیس لیے داریہ بیچ سے اٹھ کر جلدی ہی بیزار موڈ لیے چلی گئی تھی۔

.._____..

"کیسی ہیں آپ؟"

داران اس وقت اپنے روم کی بالکونی میں کھڑا تھا، ابر آلود سی شام اتر آئی تھی، وادی میں جولائی کا آخری سورج افق کے پار کہیں ڈوب رہا تھا، دوسری جانب وہ ایک پرنسپل آفس تھا جسکی رولنگ کرسی پر ایک خوبصورت وضع والی عورت براجمان تھی جسکا چہرہ ابھی تک چھپا تھا، کچھ ایکسٹر اورک کے سبب وہ اب تک سکول میں موجود تھیں۔

"کیسی ہو سکتی ہوں"

دوسری جانب کسی کمزور و ناتواں ضعیف آواز نے بے بسی کا اظہار کیا۔

"سمجھ سکتا ہوں، لیکن کیا کروں فرض مجبور کرتا ہے آپ جیسی اچھی ماؤں کے کلیجے اجاڑنے کو۔ یہ بالکل ویسا ہے جیسی اپنی ماں سے اپنا آپ چھیننا مار یہ صاحبہ"

وہ اس وقت اپنے وی آئی پی نمبر سے کال کر رہا تھا، آواز بھی زرا بھاری تھی، دوسری جانب وہ ماں تھی جس نے دو ہفتے پہلے اپنا درندہ بیٹا کھویا تھا یعنی مار یہ چغتائی!

"پتا ہے مجھے، تم نے وارن بھی کیا تھا لیکن میں اسے بچا نہیں سکی۔ اسکے دل پر زنگ لگ گیا تھا۔ جسے موت ہی پگھلا سکتی تھی۔ جب ان چھ بچیوں کی مائیں نہیں مریں تو میں بھی نہیں مر سکتی Executioner"

ماریہ صاحبہ کی آنکھوں سے ضبط ٹوٹنے پر دفنائی پھوٹ پڑی۔

"مہمم کیا وہ موت کا مستحق نہیں تھا؟ دل سے پوچھیے"

داران نے سادھا سے سوال سے آغاز تسلی کیا۔

ماریہ صاحبہ کے لاشعور میں کچھ دردناک خیال ابھرے، وہ ایک سکول کی پرنسپل تھیں، ریٹائرمنٹ کے بعد سے اپنا ذاتی سکول چلا رہی تھیں، چونکہ جہانگیر (چھوٹا بیٹا) دو سال پہلے اچانک لا پتہ ہو گیا تو سکول کے کچھ نجی معاملات انھیں اپنے بڑے بیٹے حمید کو سونپنے پڑے۔

سب ٹھیک جا رہا تھا، اور پھر ایک دن اچانک سکول سے چھ عدد نویں اور دسویں جماعت کی لڑکیاں غائب ہوئیں، یہ لگ بھگ دو ماہ پہلے کی بات ہے۔

لڑکیوں کے والدین سکول پہنچے، بہت ہنگامہ ہوا، اسلامہ آباد کی پولیس تک انوالو وہوئی، لیکن کہیں سے ان چھ بچیوں کا سراغ نہ مل سکا۔

اور پھر ٹھیک دو ہفتے بعد ان چھ میں سے دو مری ہوئی بچیاں سکول کے دروازے کے پاس پڑی ملیں۔

جو باقی زندہ تھیں وہ بھی ظلم کا شکار ہو چکی تھیں اور انکو آگے بھیج دیا گیا تھا اپنے اصل مقاصد کے لیے اور جن دو معصوموں کا اس ظلم پر بچاؤ ممکن نہ ہوا وہ نہ صرف جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں بلکہ انکے جسم سے گردے، دل نکال لیے گئے، ان مردہ تازہ سلعے بے قصور وجودوں کو چپ چاپ دفن دیا گیا، چپ چاپ تو نہیں لیکن صبر کے گھونٹ کئی لوگوں نے بھرے، حمید چغتائی کے خلاف ایک آڈیو لیک ہوئی جس سبب کچھ لوگوں نے زور آزمائی کیے اسکے خلاف اریسٹ وارنٹ نکلوا یا لیکن وہ ایک طاقتور آدمی تھا۔

یہ کیس اسی ہفتے میں ڈیفینس بیورو کو بھی ملا، کیونکہ انہی لڑکیوں میں سے ایک لڑکی کا باپ برگیدیر تھا، اسی کی زور آزمائی سے یہ کیس سراج الحق کو ملا اور پھر داران اور یحییٰ حیدر اور انکی ٹیم تک منتقل ہوا۔ داران نے چار ہفتوں کے بیچ یحییٰ اور اپنی سولہ افراد پر مشتمل انٹیلیجنس ٹیم کے ساتھ مل کر اس سارے حادثے کی تفتیش کیے حقائق سامنے لائے، بہت بڑا انسان دشمن مافیا تھا وہ جس کا حمید ایک چھوٹا سا حصہ نکلا تھا، بقیہ چار لڑکیاں رشیا روانہ کی جا چکی تھیں، اب وہاں کیا ہو رہا تھا یہ داران کا اگلا مشن تھا ابھی کے لیے اسے بس یہیں تک آرڈرز ملے تھے۔

اور اس مافیا پر ہاتھ ڈالنے کے لیے حمید چغتائی کو مار دینے کے آرڈرز نیب اور ڈارک ولڈ کی جانب سے کسی سرکاری ڈیفینس ایسوسی ایشن کو نہیں بلکہ کرائم برانچ پر ایسٹ ڈیفینس انٹیلیجنس کو ملے۔

یہ سب ماریہ صاحبہ کو اس سکول کی اونر ہونے کے ناطے خفیہ طریقے سے سمجھایا گیا، قانون کے رکھوالے چند دن حمید کو اس کیس میں جیل کے اندر رکھ سکے اور انکی ہوائنکل گئی اور پھر خود سراج الحق نے اپنے ماہر شارپ شورٹرز کو آرڈرز دے دیے۔

"تو پھر ایک ماں کا دل معاف کر رہا ہے اس جلاد کو یا نہیں؟ ایک بد سلو کی پر سنگسار کیا جاتا ہے ماریہ صاحبہ لیکن دو پر یہ جلاد سزاوار کو واجب القتل ٹھہرا دیتا ہے۔ جب مجھ سے کوئی ماں روٹھتی ہے تو لگتا ہے میری ممی ناراض ہیں"

داران کے لہجے میں جو سوز اتر اس نے ماریہ کی آنکھیں بھیگو دیں۔

"تم نے کہا تھا جہانگیر زندہ ہے، رجال بھی، اگر انھیں مجھے لوٹا دو تو میں تمہیں معاف کر دوں گی Executioner، ابھی میرا دل بہت چھوٹا پڑا ہے"

کپکپاتے لہجے پر قابو پائے وہ بس منت ہی کر سکیں۔

"میں ضرور لاؤں گا جہانگیر کو آپکے پاس، اپنی ناراضگی کو بڑھنے مت دیجئے گا۔ میری اگلی وارننگ اپنے نواسے اور پوتے کے لیے سن لیں، آپکے داماد جاسم موہان نے جو گناہ اور زیادتی کیں ہیں، اپنی بیوی اور عاقب کی ماں کو مار دیا، ایسا نہ ہو اسکا پھل آپکے نواسے کو بھگتنا پڑ جائے۔ اپنی آخری جمع پونجیاں سنبھال لیں۔ اور رجال چغتائی آپکے بیٹے حمید کے نقش قدم پر پہلے ہی چل نکلا تھا۔ میرا کام تھا محتاط کرنا، اللہ نگہبان"

یہ سب سنے مار یہ صدمے میں تھیں، انکا پورا خاندان گناہ کے بدلے کی لپیٹ میں تھا، داران کو اس ماں کی نہیں ہر ماں کی ناراضگی سے خوف آتا تھا، کیونکہ رر شہ کی موت داران سے ناراضگی کی حالت میں ہوئی تھی اور تب داران ماہیر اندر ہی اندر خود بھی بارہ تیر سال کی عمر میں مر گیا تھا، اب وہ ناراضگی ماں بیٹے میں کیوں تھی یہ بھی ایک الگ معاملہ تھا۔

جو بھی تھا وادی سکیسر کے راج کمار کی آنکھوں میں نمی تھی، کسی کی کمی تھی۔

دار یہ جو کچھ دیر لان میں ٹہل کر موسم۔ انجوائے کیے اپنے کمرے میں جا رہی تھی، اچانک داران شاہ کو دیکھنے کا من کیا تو اس کے کمرے کی طرف بڑھی، اس کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور وہ سامنے بالکونی کے گلاس ڈور کے پار پشت کیے کھڑا دیکھائی دیا۔

"مشن بدلہ، آج تم رہو گے ساری رات بالکونی میں ماہیر شاہ! اور دار یہ اسکی تلافی بھی نہیں کرے گی" دے پیروں وہ بدلے کے ارادے سے داران کے کمرے میں آئی، بالکونی کے ڈور تک پہنچے جلدی سے اسے لاک کر دیا، داران نے گہرا سانس لیے آہٹ پر پلٹ کر دیکھا تو گلاس کے پار کھڑی تمسخرانہ مسکراتی دار یہ کو دیکھ کر داران کے ذہن میں کچھ غلط ہونے کا احساس سا ہوا۔

وہ طنزیہ سا ہنس بھی رہی تھی، داران نے ڈور ناب کو دو تین بار کس کر مڑو را اور لاک محسوس ہوتے ہی دار یہ کو گھورا جو آگے سے زچ کرتی مسکرا کر کندھے اچکا گئی۔

"اب مزہ آئے گا"

داریہ نے خود کو شاباشی دی مگر تب چونکی جب داران نے بالکونی میں لکی ریلنگ پر چڑھتے ہی نیچے چھلانگ لگا دی، اک لمحہ تو داریہ کو سچ میں لگا وہ یہاں سے گر کر ضرور مر گیا، پورا وجود لمحے میں گھوم کر رہ گیا۔

یہ تک سوچ بیٹھی کہ اس میں خودکشی کی کیا ضرورت تھی۔

فورا سے پریشان ہوئے لاک کھولا اور جلدی سے جنگلے کے پاس جا کر نیچے جھانکی مگر نہ لان کے احاطے میں داران تھا نہ اسکا نشان۔

"ہاہ! یہ انسان تھا یا بندر یا پھر کوئی خلائی بلا۔ گیا کہاں ہے۔ اوہ میرے اللہ! اس نے واقعی اتنی اونچی چھلانگ لگائی تھی یا میرے دماغ کو دھکا لگ گیا ہے"

داریہ کا صدمے سے رنگ فق اور حواس اڑے، پانچ منٹ آگے ہو ہو کر وہ نیچے جھانکی مگر جب وہ کہیں نہ دیکھائی دیا تو جب نم آنکھوں سے پٹی تو آگے گلاس ڈور پر ہاتھ رکھ کر ایکشن مار کر کھڑے داران کو دیکھتے ہی اسکے قریب سرکی، ہاتھ بڑھا کر اسکے دائیں رخسار کو چھوا جیسے یقین دلانا چاہتی ہو کہ وہ سچ میں ہے، داریہ کی اس حرکت پر داران بھی اسکے چھونے اور آنکھوں میں جمع فکر کے سنگ آتی نمی پر بوکھلایا، داریہ نے اسکو زندہ سلامت محسوس کرتے فوری ہاتھ پیچھے کیا، آنسو دبا لیے۔

"تم مر جاتے تو؟ ک۔۔ کیسے کو دگئے۔ ت۔۔ تم پلاسٹک یا ربڑ کے تو نہیں۔ خدا کی پناہ! کیا سر کس کے جو کر بھی تم ہی ہو۔۔۔۔ دیکھو میں ظالم ضرور ہوں لیکن پہاڑ جیسا دل نہیں، تم جب کو دے تو لگا سب ختم۔ ہارٹ فیل ہو جاتا بتمیز انسان"

وہ سمجھ نہ پائی روئے یا اسے ڈانٹے جبکہ ان اوشن گرینیش بلو آنکھوں میں داریہ کی بدحواسی پر الگ ہی خمار اتر آیا، فلورنس اپنے اصل نرم اور دل رباروپ میں آکر داران ماہیر کی حسوں کو جامد کر رہی تھی۔ آخر میں مکاتک داران کے شانے پر مار گئی جس پر وہ ہوش میں آگیا۔

"تم یہ چھوڑو، یہ سنو کہ دوبارہ مجھ سے بدلہ لینے کی کوشش مت کرنا۔"

وہ سنجیدگی اختیار کرتا اسے بے تکلفی سے دھمکا گیا۔

"تم برا کرو گے تو میں دگنا برا کروں گی، خیر کل میرا ایک شوٹ ہے مجھے کراچی جانا ہو گا ایک ہفتے کے لیے۔ سوچا تمہیں بتا دوں"

اپنی بات مکمل کیے وہ اسکے سحر سے بچ بچاتی بھاگ جانا چاہتی تھی پر وہ دروازے میں جم کر کھڑا تھا جس سبب داریہ کی آنکھوں میں آس اتر آئی۔

"بتانا کافی نہیں ہے، اجازت لو مجھ سے"

تحکیمانہ انداز جس پر داریہ تملائی۔

"اجازت کیوں لوں؟ خود مختار ہوں"

آواز میں غرور بولا۔

"شوٹ تو بہانہ ہے صرف، تمہاری آنکھیں بتا رہی ہیں کہیں اور جارہی ہو۔ کیا کسی کو پھر سے لوٹنے کا ارادہ ہے؟"

لمحہ بھر داریہ سہمی، اسے کیسے پتا وہ شوٹ پر نہیں جارہی۔

"کیا ڈکیٹ سمجھ رہے ہو مجھے، اچھا اگر کسی کو لوٹ بھی لوں تو کیا کرو گے۔" وہ حد جاننا چاہتی تھی ماہیر شاہ کی، بپھر کر بولی۔

"کبھی ایسا ہیر پھیر کرتے پکڑی گئی تو جانے دوں گا تمہیں"

ایسی مہربانی وہ کیوں کرے گا یہی سوچ کر داریہ کے دماغ میں گھنٹی بجی۔

"اور ایسا کر کے تم بدلے میں کیا ڈیمانڈ کرو گے؟"

سیدھا سبھا وہ لین دین پر اتر آئی۔

"اپنا حق"

بنا خائف ہوئے وہ اس سکون سے بولا کہ ماحول پر سکتہ طاری ہوا، حق کی بات پر داریہ کا مضبوط دل سینے میں اس درجہ استحقاق پر کپکپا اٹھا، وہ یہ بات بڑھانا ہی نہ چاہتی تھی کہ حق کی نوعیت یا گہرائی پوچھتی۔

"کیا تم جانتے ہو میں کہاں جارہی ہوں؟ کیسے جانتے ہو؟"

دار یہ نے گھبرا کر پہلا سوال کیا جس پر داران نے سر ہلانا تبھی وہ دوسرا بھی ساتھ ہی پوچھ بیٹھی۔
"دور ہو جاو اس سب سے، یہ تمہارے جیسی لڑکی کے کام نہیں۔ پیسہ تو مقصد نہیں ہو گا اس خطرناک
فیلڈ کے لیے، یقیناً تم کسی بدلے کے لیے گھسی ہو گی اس میں"

دار یہ کے چہرے کا رنگ فوری بدلا، وہ اسے انجان ہو کر بھی شاید اس سے زیادہ جانتا تھا۔
"ایسا کچھ بھی نہیں ہے، پتا نہیں کیا سوچ رہے ہو تم۔ مجھے تو تم جاسوس لگ رہے ہو اس وقت۔ تم کون
ہو ماہیر شاہ! پتا لگو کر رہو گی۔ خاص کر تمہارے یوں اتنی اونچائی سے چھلانگ لگانے نے مجھے
مشکوک کر دیا، یہ سخت ٹرینگ کے بنا مشکل ہے (اوپر سے تمہاری چیسٹ پر تین تین گولیوں کے
نشان)۔ میری آنکھیں تم پر ہیں"

اپنے ارادے اسے بتا بھی رہی تھی بس نشانات والی بات منہ میں گول کر گئی، داران نے یوں بے نیازی
سے نظریں پھیریں جیسے بہت محظوظ ہوا ہو ایسی سادگی اور دریادلی پر۔

"اپنی آنکھیں اپنی ٹھیک منزل تک کے راستے پر ٹکاو گی تو سیدھا راہ نظر آ جائے گا، مجھ پر توجہ ضائع
مت کرنا۔ اب نکلو یہاں سے"

اسے نصیحت کرتے ہی بد لحاظی سے راستہ چھوڑتے چلتا کیا جس پر وہ اچھے بھلے موڈ میں تھی، چڑ گئی اور
جاتے جاتے اپنے سیلپر میں مقید پیر کو زور سے ماہیر کے شوز پر مار کر پھنپھناتی ہوئی کمرے سے نکلتی چلی

گئی لیکن داران ماہیر ضرور زہر خند مسکرایا جیسے یقین ہو دار یہ کو پہلی تنبیہ کامیابی سے ارسال کر چکا

ہے۔

.._____..

رات مایا، ماول کے پاس ہی سونا چاہتی تھی، عزیزے کو تو ماول کی کنڈیشن نہ بتا سکی لیکن تبریز بھائی سے ضرور ڈسکس کیا، داران سے بھی جو تینوں ہی ماول کے کمرے میں تھے۔

وہ رات نو تک ہمیشہ سو جاتی تھی کیونکہ اسکے بعد اس سے سونا مشکل ہوتا، عزیزے اپنے روم میں کافی دیر سے سونے کا کہے جا چکی تھیں۔

"ٹھیک نہیں تھی، آپیا کو مس کر رہی ہے۔ پرانی باتیں دہرا رہی تھی۔ میں نے شام میں اسکا موڈ بہتر کرنے کی کوشش کی لیکن ڈنر کے بعد جب اسے دیکھنے آئی تو پھر رو رہی تھی۔ بہت مشکل سے سلایا اسے"

تبریز، ماول کے سرہانے بیٹھے غمزدہ تھے، زرشہ کی کمی پر تو وہ بھی ایسے نڈھال ہوتے تھے البتہ داران، خاموشی کے سنگ کھڑا ماول کی نیند میں ڈوبی آنکھوں کو تک رہا تھا۔

"اب ہم زرشہ کو کیسے لائیں ان کے لیے مایا، وہ وہاں چلی گئی ہیں جہاں سے چاہ کر بھی واپسی ممکن نہیں۔ خیر آپ دونوں جائیں آج ہم ماول کے پاس ہی بیٹھیں گے تاکہ یہ ڈر کر جاگیں تو ہمارے گلے لگ کر اپنا ڈر کہہ پائیں"

یہ خیال بہتر بھی تھا کہ تبریز اسے اپنا وقت اور توجہ دیتے، مایا نے فوری سر ہلایا جبکہ داران نے بھی جھک کر ماول کے بال سہلائے اور سر ہلاتا مایا کے ہمراہ ہی کمرے سے نکلا۔

"پریشان مت ہو، ابھی لاڈلی ہے ناں تبھی ہر چیز کو بہت فیل کرتی ہے۔ سمجھدار ہوگی تو خود کو سنبھالنا بھی سیکھ لے گی جیسے تم نے سیکھ لیا"

داران کی چال میں محسوس کن تھکن بھانپتے مایا نے اسکا ہاتھ پکڑے روکا تو وہ پلٹ کر آس سے مایا کو دیکھنے لگا۔

"میں نے تو ابھی بھی نہیں سیکھا، بس ڈھیٹ بن کر ضبط کرتا رہتا ہوں مایا۔ ماول بہت حساس ہے، تبھی چاہ کر بھی خود کو سنبھال نہیں پاتی۔ دعا ہی کر سکتا ہوں اسکے لیے"

نامیدی کے گہرے سائیوں میں ڈوبا ہوا تھا داران کا لہجہ، مایا نے دوسرا ہاتھ اٹھائے ہتھیلی اسکی ہلکی سرمئی داڑھی والی گال سے جوڑی۔

"دعا میں بہت طاقت ہے، تم اپنی بتاؤ۔ داریہ کیسی لگی تمہیں؟ مجھے تو کافی پیاری لگی وہ۔ تھوڑی سنجیدہ مزاج ہے پر دل کی مہربان لگتی ہے"

مایا نے اسکا دل ٹٹولنا چاہا جس پر داران نے جواباً خاموش سی جاسوس کریدتی نگاہ مایا پر ڈالی، اس نظر نے مایا کو جلد گھبراہٹ دینی شروع کی۔

"آپکو کیوں پیاری لگی، ایسا پیارا کیا کر دیا اس نے آتے ہی آپکے ساتھ مایا؟"

داران کا لہجہ کچھ مشکوک ہوا، درحقیقت داران کو اسی شب سے مایا کے گھبرانے پر شک تھا اور وہ بس اس شک کو مروتا شک ہی رہنے دینا چاہتا تھا پر اس اندر کے جاسوس کا کیا کرتا جو باہر اٹا اٹا کر سچائی کو جاننے کا طلب گار تھا۔

"اس کا کیا مطلب ہوا؟ آئی مین وہ مزاج کی تیز ہے تو تبھی اندازہ لگایا"

مایا نے نظریں سی چرائیں جس پر داران نے مایا کی ٹھوڑی پکڑتے چہرہ اپنے سامنے کیا۔

"مایا! کیا آپکے بارے کچھ ایسا ہے جو میں نہیں جانتا؟"

داران نے بہت نرمی سے وضاحت مانگی تب بھی مایا کے چہرے کی رنگت بدل گئی۔

"ایسا تو کچھ بھی نہیں ہے داران"

مایا نے اسکا ہاتھ پرے کرتے نظریں چرائیں، داران کے جبرڑوں میں تناوا ترا۔

مایا اسے برہم کرنے کا سامان کر رہی تھی۔

"دار یہ سے دوستی کر لیں جتنی جلدی ہو سکے، تاکہ اسکا اس حویلی میں دل لگ جائے۔ ماول اور آپ

اسے کمپنی دیا کریں بے شک وہ آدم بیزار رویہ اپنائے پھر بھی۔ عزیزے اور اسکا آمناسا منا بھی کچھ

طمأنیت بخش نہیں ہو گا سودھیان رکھیے گا اسکا۔ آرام کریں"

مقصد کی بات کیے وہ جیسے کہہ کر زینے چڑھا، مایا کو اسکے لب و لہجے سے چھلکتی ناراضگی محسوس ہو کر

اداس کر گئی۔

"میں تمہیں اگر سچ بتا دوں تو تمہارے اور عزت زے جان میں کبھی نہ ختم ہونے والی رنجش پیدا ہو جائے گی داران، اور میں تم سے تمہاری دادی کی بے لوث محبت کیسے چھین لوں۔ مجھے معاف کرنا" مایا کی آنکھوں میں ڈر کے ساتھ تکلیف اتری جسے ضبط کرتی اپنے کمرے کا رخ کر گئی۔

اور جیسا کہ داران کا اندازہ تھا وہی ہوا، داریہ نے پہلے پیکنگ کی پھر قرآن پاک کی تلاوت کی اور سونے لیٹنے والی تھی جب عزت زے جان بے تکلفی سے بنا اجازت کمرے اسکے کمرے میں آئیں۔ داریہ کو پہلے تو انکایوں آنا زہر لگا پھر انکی زہریلی نظریں سخت برقی اثر کرتی محسوس ہوئیں۔ انکی عمر کا لحاظ کرتی وہ اٹھ کر قریب آرکی۔

"تمہاری اس سے پہلے جو بھی غلیظ زندگی تھی اسے بھولو اور خود کو ملتی عزت و حفاظت کی قدر کرو لڑکی۔ اگر دوبارہ تمہارا کوئی عاشق یہاں دندنا تا آیا تو بالوں سے پکڑ کر تمہیں اسکے ساتھ چلتا کروں گی" عزیزے جان کا لہجہ زلیل کرنے سا تھا تبھی تو ہتک کے اس احساس نے داریہ کے جسم میں خون کی گردش تیز کر دی۔

"میں تو چلیں بدنام زمانہ ہوں میرا بتمیز اور برا ہونا بنتا ہے، آپ تو معزز ہیں، اونچے خاندان کی ہیں، اعلیٰ ذات۔ لیکن آپ کی زبان کی بد تہذیبی بتا رہی ہے آپ اصل میں کیا ہیں دادی سرکاراں" اپنی طرف سے تمیز کا دامن تھا مے طنز و بربریت سے جواب دیا پر عزیزے جان اس انسٹ پر جبرے بھیج گئیں، گویا آنکھوں سے اٹھتے نادیدہ آگ کے شعلوں سے اسے بھسم کر دیں گی۔

"اپنی ماں سے دو ہاتھ آگے کی بد زبان لڑکی ہو تم، کوئل چوہان بھی ایسی ہی تھی۔ بہت عزت و احترام کے ساتھ میں نے دارم کے لیے اسے مانگا تھا پر باپ بھائی کے سامنے اس نے سب کے بیچ آکر ہمارے منہ پر انکار کیا تھا، یہ کہا کہ وہ کسی اور کو پسند کرتی ہے اور طنز کیا کہ دارم کو گود میں نہیں کھلا سکتی۔ چند سال ہی تو چھوٹا تھا وہ اس اتھری گھوڑی سے لیکن پھر قسمت نے کیا کھیل کھیلا کہ اسکو ملازمیل جلال خان جیسا مردود۔۔۔ بہت ٹھنڈ پڑی تھی میرے اس سینے میں جب خبر آئی تھی کہ وہ باپ بھائی کے سروں میں خاک ڈال کر بھاگ نکلی"

اپنی ممی کے لیے ایسے تابناک گھٹیا الفاظ وہ برداشت کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی، اگر وہ بزرگ نہ ہوتیں تو اس بکو اس پر انکی جان لے لیتی، لیکن اسکی سنہری آنکھیں جیسے سرخ ہوئیں وہ داریہ کا ضبط بتا گئیں۔

"نہ تو میری ممی بد زبان تھیں نہ میرے بابا مردود، انہوں نے جو ظلم کیا میرے ساتھ کیا تو آپکو کیا تکلیف ہے۔ دوبارہ ایسا مت کہیے گا ورنہ کچھ برا ہو جائے گا میرے ہاتھوں آپکے ساتھ"

ناجانے وہ کتنا برداشت کر رہی تھی کہ آنکھیں انگارہ ہوئیں جبکہ داریہ سے اپنے لہجے میں اڈتی نفرت دہانی ممکن نہ ہوئی جو عزت زے کو آگ لگا گیا۔

اس سے پہلے بے قابو ہو کر اسکے منہ پر تماچہ رسید کرتیں، مضبوط ہاتھ نے انکے ہاتھ کو روکتے پہلو میں بڑے ادب سے گرایا اور آفرین تھی داریہ جو ویسے ہی تن کر کھڑی تھی پر پھر سہم کر رہ گئی۔

داران کی موجودگی ان دونوں کے لیے غیر متوقع تھی۔

"کہا تھا یہ ایسے سلوک کی حق دار نہیں، لیکن آپ نے نہیں سنا مجھے عزیزے جان"

اسکے غصے کی آنچ عزیزے کے اندر خوف سا لے آئی، دادی سرکار کے بجائے وہ انکا نام لے کر ہی انکو خوفزدہ کر سکتا تھا، اسکے چہرے کی سنگلاخ سختی بے رحم چٹانوں کو مات دے رہی تھی۔

خود داریہ کا دھیان تو کرب میں مبتلا ہونے کے باوجود داران کے پہلے جملے سے اٹک گیا۔

"داران! تم غلط سمجھ رہے ہو۔ اس نے میری بے عزتی کی ہے"

عزیزے جان کا تاسف سے ہکلانا سننے داریہ کا دل چاہا بالوں سے اس بڈھی کو پکڑ کر اس جھوٹ پر جنجھوڑے۔

"یہ ایسا نہیں کر سکتی۔ آپکو غلط لگا ہو گا۔ پلیز عزیزے جان! مجھے برہم مت کریں۔ میں کچھ نہیں کہہ رہا، بات یہیں ختم اس تنبیہ کے ساتھ کہ آپ اسکو مجھ سے جڑا سمجھ کر ویلیو دیں گی اس پورے عرصہ کے بیچ۔ شب بخیر"

اسکی نرمی میں بھی پھاڑ کھاتی وحشت تھی، عزیزے کا بس نہ چلا داریہ کی جان لے لیں لیکن اس وقت داران کی ماننی ضروری تھی تبھی سر ہلائے رعب و دبدبے کے سنگ وہاں سے چلی گئیں البتہ داریہ کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی ضرور عود آئی۔

"میں نے انسلٹ کی تھی"

داران کو دیکھتے وہ دو قدم اس اپنے اپنے لگتے شخص کے قریب آئی تو داریہ کو اس شخص کے سراپے سے اٹھتی وہی مانوس خوشبو شدت سے محسوس ہوئی جس سے اسکے حواس بھاری پڑے، دل کی نئی نئی خواہشیں سینے کے آر پار بکھرنے لگیں۔

"ویسی نہیں کی ہوگی جو تھپڑ نامی اس سزا کی مستحق ہو، پھر بھی یہی کہوں گا تمیز سے بات کرنا دوبارہ۔ وہ اس گھر کی بڑی ہیں۔ اپنے لاڈلے پوتے کو ایک بدنام زمانہ کے ساتھ دیکھ کر انکا دل جلنا فطری ہے" وہ اس پہلے سے تکلیف میں ڈوبی داریہ کو بدنامی و رسوائی کی یاد دلا کر پھر سے اسی مقام پر لایا جہاں وہ گھٹنے لگتی تھی، بھلا ایسی امان پروردگی کس کام کی پھر، کچھ کرچی ہوا تھا داریہ کے اندر، شاید سنبھال کر رکھا ہوا دل۔

"تو پوتا نہ کرتا ہاں، نہ اسے پھر یہ رسوا لڑکی ملتی" سفاکیت سے وہ اسکی نیلی آنکھوں میں جھانکی۔

"تم انکار کر دیتی"

دگنا ظلم ڈھایا گیا، وہ خود پر مسکرا کر نظریں پھیرے خود بھی پلٹ گئی۔

"ماموں کے بہت احسان ہیں، انھیں لگا تھا یہ بہتر ہے میرے لیے۔ میں نے سوچا کر لینے دیتی ہوں انکو یہ دل کی تسلی۔ انجام تو برا ہی ہونا ہے آئی نو"

وہ اپنے اجر نے کا یقین لیے اس حویلی میں آئی ہوگی، داران کا دماغ ایسی بے حسی پر جھنجھنا اٹھا۔

"تمہیں لگتا ہے تمہارے چچا کو میرے بابا نے مارا، کیا ثبوت ہے تمہارے پاس کوئی؟"

خود ہی داران کی خاموشی پر وہ واپس پلٹی، داران نے فوری نفی میں جب سر ہلایا تو داریہ کی آنکھوں میں اطمینان سا چھا گیا جسے داران نے بڑی دلچسپی سے دیکھا۔

"ہمم۔ خیر میری فجر کے وقت فلائیٹ ہے۔ جاتے ہوئے مل نہیں سکوں گی۔ گڈ نائٹ"

وہ خود ہی موضوع بدلے بھاری آنکھیں میچتے اسکے پاس سے جانے لگی تو داران نے بے اختیار اسکی کلائی تھام لی، وہ دادی سرکار کے داریہ کو کہے ہر حرف کو سن چکا، داریہ کے چہرے کا رنگ اسے چھونے پر بدلا، وہ بھی یہی چاہتا تھا وہ کچھ دیر ان زہریلی باتوں کو بھول بیٹھے۔

"میری بات ذہن نشین کر کے نکلنا سفر پر، کیونکہ اگر تم نے میری تنبیہ کو یو نہی سمجھا تو ہفتے بعد حالات اب سے یکسر مختلف پاو گی"

نا جانے وہ کیا کہنا چاہتا تھا، داریہ اسکے ہاتھ کے لمس کی شدت کو رد کر پاتی تو کچھ سنتی یا سوچتی۔

"ہاتھ چھوڑو میرا"

مزید اسکا استحقاق برداشت نہ کرتے وہ اس پر چینخی جسکی داران کو بھی توقع نہ تھی، اس نے اسکے ہاتھ کو آزاد کر دیا جس پر وہ تیزی سے اسکی نظروں سے او جھل ہوتی واش روم میں جا کر بند ہو گئی۔

داران نے کچھ دیر بند دروازے کو گھورا اور ساتھ ہی اپنے فون پر کوئی نمبر ملاتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

"ارجنٹ فلائیٹ چاہیے کراچی کی، جتنا ممکن ہو سکے جلدی"

اپنے کمرے کی طرف قدم بڑھاتے داران نے کسی کو سر دمہری سے کڑا حکم دیا۔

.._____..

ایک نئی صبح زمین زادوں پر اتر چکی تھی، داریہ تو فجر کے وقت ہی جا چکی تھی البتہ داران نے بھی پہلی
ارجنٹ ملتی فلائیٹ پکڑ کر پیچھے ہی جانا مناسب سمجھا۔

وہیں رات بھر بابا کے سرہانے بیٹھنے اور صبح جاگنے کے بعد ڈھیر پیار پائے ماول کی ساری اداسی دور ہو چکی
تھی اور وہ کالج چلی گئی تھی۔

"اچھانا اب بس کر دو غصہ، مانا کل بکواس کر دی تھی پر میرا مقصد تمہیں ہرٹ کرنا نہیں تھا ماول"
کمسٹری کلاس آج بھی حسب معمول رہی، نہ تو ماول نے ایاد کی طرف دیکھا نہ اس نے کوئی بات کی۔
بلکہ کلاس آف ہوتے ہی آج وہ سب سے پہلے کلاس روم سے نکلی۔

ثانیہ اور انکے گروپ کے باقی چار لوگ سب ہی ماول کے ارد گرد تھے، جبکہ ماول انکی شکل تک دیکھنا نہ
چاہتی تھی، ثانیہ نے اسکا ہاتھ پکڑے روکا تو اسکے چہرے کی مصنوعی شرافت تلے چھپی خباثت نہ بھانپتے
دل نرم کر گئی۔

"ہرٹ کی بات نہیں ہے، وہ ہمارے سر ہیں۔ ایسی سوچ پر ہی دو چیپٹریں تم کو لگنی ضروری تھیں۔ تم
لوگوں کے پاس بکواسیات کے علاوہ کچھ نہیں رہا، ہٹو مجھے کینٹن جانا ہے"

کاٹ کھاتی وہ ہنوز غصہ کرتی انکو پرے دھکیل گئی مگر ثانیہ نے فوری رونا شروع کیا جس پر ماول بھی بوکھلا کر رہ گئی۔

"ارے یار اس میں رونے کی کیا بات ہے"

ثانیہ کے جھوٹے آنسو دیکھ کر ماول کو اپنے کل والے تھپڑ پر شدید پشیمانی ہوئی، جبکہ باقی چار عدد افراد تو ثانیہ کی ایکٹنگ پر یہی سوچ رہے تھے کہ "کیا ایکٹنگ کر رہی ہے"

"ت۔۔ تم نے مجھے سزا تو دے دی تھی کل ماول، ایسے غصہ مت کرو۔ تم جانتی ہوں میں تم سے کتنا پیار کرتی ہوں"

آنکھیں جھپک کر آنسو آنکھوں میں دباتی ثانیہ پر کوئی بھی ہوتا ترس کھاتا، اور وہ تو ماول تھی جسے دیر تک کسی سے روٹھنا آتا ہی نہ تھا۔

"اچھا سوری، نہیں کر رہی لیکن تم سب کان کھول کر سن لو کہ وہ صرف ہمارے ٹیچر ہیں۔"

نرم پڑتے ہوئے بھی سب پر ایاد خان کی جگہ واضح کرنا اسے ضروری لگا، وہ سب ہی یوں سر ہلا گئے جیسے ماول کے ملازم اور زر خرید غلام ہوں۔

خیر ماول ان سب کے جھانسنے میں آئی اور سب ساتھ میں کینیٹین گئے۔

"ترتھ اینڈ ڈیر کھیلیں یار، بہت بوریت ہو رہی ہے"

انہی میں سے ایک جمشید نامی لڑکا بڑے دوستانہ لہجے میں اپنی بوریت کی دہائی دیتے بولا، سب متفق تھے، اور خود ماول کی یہ گیم پسندیدہ تھی، ابھی اسکا بھلے موڈ نہ تھا نہ پاس پیسے پھر بھی ثانیہ کے اصرار پر وہ مان گئی۔

کھیل شروع ہوا، سب نے ہی تقریباً ٹرتھ ہی لیا کیونکہ وہ سب کافی چالاک تھے، ٹرتھ میں بھی جھوٹ مار دیں تو کونسا پکڑے جاتے، سبکو ماول کی باری کا انتظار تھا کیونکہ وہ ہمیشہ ڈیر لیتی، اور اکثر شرط ہار کر پھر ان سب کی عیاشی کرواتی ٹریٹ دے کر۔

آخر کار ماول کی باری آ ہی گئی۔

ثانیہ سمیت ان سب کی آنکھوں میں زیریلی سی خوشی ابھر کر غائب ہوئی۔
"تو ماول ٹرتھ اینڈ ڈیر؟"

عمیر نامی لڑکے نے جواب معلوم ہونے کے باوجود چاپلوس بنے اشتیاق چھلکاتے پوچھا جس پر ماول نے فخریہ کالر جھاڑے۔

"آفکورس ڈیر، ماول ہو اور ڈیرنگ نہ کرے ایسا تھوڑی ممکن"

شوخی مسکراہٹ ان سب کمینوں کی طرف اچھالتے ماول نے خود پسندی کی انتہا کی۔

ثانیہ نے آنکھوں ہی آنکھوں سے اپنے بوائے فرینڈ کو کوئی شیطانی اشارہ کیا۔

"اوکے! تمہیں سرایاد کو آئی لو ویو کہنا ہو گا۔"

اٹس یور ڈیر۔۔۔۔ (اس سے پہلے ماول اس درجہ گھناؤنے ڈیر پر اب جھانڑ اس لڑکے کو رسید کرتی وہ فوری مزید بولا) بعد میں کہہ دینا ٹیچر سٹوڈنٹ والا لو اور یہ بھی کہ اٹس جسٹ گیم " ماول کا افشار خون زرا نارمل ہوا۔

"کس قسم کا گھٹیا ڈیر ہے، تم لوگ مجھ سے بدلے رہے ہو؟" ماول کو ان سبکی شکلوں میں چھپا شر دیکھائی دیا تو بولے بنانہ رہ سکی۔

"بدلہ! بہت افسوس ہوا۔ تم جانتی ہو ہم اس سے بھی چیز ی ڈیر دے چکے ہیں تو اس میں بدلے کی بات کہاں سے آگئی۔ یاد نہیں پروفیسر شمیم کی شرٹ کے پیچھے اڈیٹ بھی لکھا تھا تم نے، جب وہ بیٹھے بیٹھے سو گئے تھے۔ آج تک تو انکو پتا ہی نہیں چلا ہا ہا"

اس بار تانیہ بولی تھی، سب ہنس دیے ماول بھی باتوں میں آتی مسکرائی پر یہ والا زیادہ خطرناک تھا۔ "جو بھی ہے یہ والا میری موت بھی بن سکتا ہے، اگر میں ڈیر نہ کروں تو؟"

ماول نے سب کی جانب رحم طلب نگاہیں باری باری دوڑاتے ڈرتے ہوئے استفسار کیا۔ "تو کچھ نہیں اس بار تمہیں ہم سبکو پیزا ہٹ لے کر جانا ہو گا اور ہم تمہارے خرچے پر جتنے مرضی پیزے کھائیں تم روکنے کا اختیار نہیں رکھو گی۔ ہزاروں تک بات چلی جائے گی۔"

اتنی بھیانک سزا سنتے ہی ماول کا سر چکر آیا، وہ سب ہی دس دس پیزے بیٹھے بیٹھے کھا سکتے تھے تو خود کو گنگلی کرنے کا رسک لینے کے بجائے اسے مرنا ہی آسان لگا۔

"بہت ہی لچے کمینے لوگ ہو تم سب، آج کے بعد میں تم لوگوں کے ساتھ کبھی نہیں کھلیوں گی"
غصے کے ساتھ حقارت بھی بولی تھی ماول کے بے بس لہجے میں۔

سب شردبار نظروں سے پہلے ایک دوسرے کو پھر ماول کے سپید چہرے کو دیکھ رہے تھے۔
"ٹھیک ہے مت کھیلنا، بور ہوتی رہنا۔ جب تک لائف میں تھرل نہ ہو بلکل مزہ نہیں آتا۔ کیوں گائیز"
یہ دوسری لڑکی بیا بولی تھی اور سب بے شرمیوں کی طرح اسکی تائید بھی کرتے نظر آئے۔
"او کے منظور ہے مجھے، آتی ہوں"

ماول نے اٹھ کر سب پر نگاہ غیض ڈالتے فیصلہ کیا۔

"ثانیہ جاو تم گواہ ہو گی تم، بھئی ہمیں کیسے پتا چلے گا پھر کہ تم نے ڈیر مکمل کیا یا نہیں"
عمیر نے فوراً سے ثانیہ کو اشارہ کیا جس پر وہ گواہ بننے کے لیے فوراً ہنستی اٹھ کھڑی ہوئی، ماول نے غصے سے سبکو دیکھا اور تھرڈ ایئر کے کلاس روم کی طرف روانہ ہوئی، اس وقت ایاد کی تھرڈ ایئر کی کلاس ہوتی تھی، جب تک ماول کلاس روم تک پہنچی، سب سٹوڈنٹس جا چکے تھے بس ایک لڑکی کسی نو میریکل کے حوالے سے ایاد سے کچھ پوچھ رہی تھی۔

ماول دروازے میں آئی تو ایاد نے مصروف انداز میں اندر آنے کا اشارہ کیا جبکہ خود دوسری سٹوڈنٹ کو مین پوائنٹ سمجھاتے ہی فری کیا، ثانیہ فوری دروازے کی اوٹ میں چھپ گئی۔

ایاد نے اپنا فون ڈیسک سے اٹھایا اور ماول کی طرف بڑھا۔

"یس کوئی مسئلہ ہے ماول؟"

سجیدگی میں فکر ملائے بے تابی سے سوال آیا، دراصل ایاد کو آج ماول کی آواز نہ سننے پر پہلے ہی بے چینی لاحق تھی، آج وہ کچھ زیادہ ہنڈسم لگ رہا تھا، مکمل بلیک میں ایکسٹراسرخ و سفید چہرے کا رنگ مزید اجلا لگ رہا تھا، اوپر سے بھوری آنکھیں جن میں ماول اپنا چہرہ تک باسانی دیکھ سکتی تھی۔

"آئی لو ویو"

یہاں ماول نے ایاد کے سر پر بمب چھوڑا وہیں ثانیہ نے اپنی آستین میں چھپایا فون نکال کر اس سب کی وڈیو بناتے دوسرا ہاتھ منہ پر جماتے محظوظ ہوئی۔

ایاد نے پہلے تو کچھ لمحے ان الفاظ کو سمجھا، لمحے میں اسکے ماتھے پر شکنیں اتریں۔

"کیا بکواس کی ہے تم نے ہاں"

اسکی بازو پکڑ کر پہلی والی گرفت سے دگنی ناقابل برداشت پکڑ کے سنگ اتنا با آواز بلند بولا کہ پورے کمسٹری کلاس روم ہال میں وہ آواز گرجی۔

ماول کی زبان یہیں گنگ ہوئی، جیسے کچھ کہنے کی قوت ہی ختم ہو گئی ہو بس ایاد کے غصے اور بازو پر ہوتے درد کے سبب اسکی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔

"وہ۔۔ وہ میں"

کچھ بولنا مشکل تھا اوپر سے ایاد کا پرے دھکیل دینا جس پر وہ بمشکل گرنے سے بچ سکی پر آنکھوں میں اس درجہ دھتکاری عمل پر بے یقینی اتر آئی۔

"بس! ایک لفظ بھی نہیں۔ نجانے کس وجہ سے میں نے اپنے ہاتھ کو اٹھنے سے روک لیا ورنہ تمہارا منہ توڑ دیتا۔ میں نے تمہیں جو سمجھایا اسکا یہ اثر لیا ہے کہ اپنی اور میری اعلانیہ تذلیل کرواؤ۔ سمجھتی کیا ہو تم خود کو، اس قدر جرت اور بے باکی سے تم نے میرے سامنے یہ بکواس کرنے کی کوشش ہی کیسے کی۔ چلی جا ورنہ مر جاو گی میرے ہاتھوں سے"

ایاد خان کی سرخ ہوتی آنکھیں کسی خنجر کی طرح ماول کے دل میں گڑھ گئیں، یہ ڈیر تو اک بہانہ تھا، ماول کو اسکے سبب بہت بڑا سبق مل گیا تھا، ایاد خان کی جانب کبھی بھولے سے بھی قدم نہ بڑھانے کا سبق۔

"کون ہے وہاں؟"

اجلت کے سنگ کسی ڈھکے چہرے والے وجود نے روشنی گل ہوتے ہی کمسٹری کلاس روم کا دروازہ بند کیا، اور یہ روشنی بھی عمیر نے بروقت کنکشن کاٹ کر گل کی۔

ماول جو صدمے میں مبتلا اپنے ڈیر قبول کرنے کو کوس رہی تھی، ڈر کر بنا کچھ سوچے ایاد خان کی طرف بڑھتے اسکے سینے میں جا سمٹی، وہ خود اک لمحہ اس نازک کپکپاتے وجود کے آکر بری طرح سینے کے ساتھ ٹکرائے پر بے حس ہو کر رہ گیا، اسے دور بھی کر دیتا اگر وہ اندھیرے سے ڈر کر رونہ پڑتی۔

اس لیب روم میں چند روشن دانوں کے سوا کچھ نہ تھا اور وہ بھی آج اتفاق سے بند تھے، جس سبب تمام ہال کی روشیاں بند ہوتے ہی گہرا اندھیرا پھیل گیا۔

جبکہ دروازہ بند کرتے ہی ثانیہ نے مڑ کر عمیر کو اشارہ کیا جو پر نسیل آفس کی طرف بڑھ چکا تھا، کاغذ پر کچھ لکھے پتھر میں لپیٹے عمیر نے پر نسیل اسلام کے آفس کے باہر گزرتے وہ پتھر اندر پھینکا اور بھاگ گیا کہ اسے کوئی دیکھ نہ سکا۔

لیکن اس کاغذ کو زمین سے اٹھا کر اس میں دبا پتھر نکال کر پڑھنے کی دیر تھی کہ پر نسیل اسلام تنٹناتے ہوئے اپنے آفس روم سے نکلے۔

"ماول، رومت۔ ہٹو"

وہ باقاعدہ ڈر کر چیخ رہی تھی، اسے نائٹو Nyctophobia فوبیا تھا یعنی اندھیرے اور تاریکی سے وہ بچپن سے بہت ڈرتی تھی۔

اور اس بات کا ثانیہ کو بخوبی علم تھا، وہ ایسی دردناک چیخ رہی تھی کہ آوازیں باہر تک گئیں اور جب ثانیہ نے دیکھا سٹوڈنس جمع ہو رہے ہیں تو اس نے آہستگی سے دروازہ ان لاک کر دیا لیکن کھولاناں اور خود بھی تماش بین بن گئی۔

"ماول، چیخنا بند کرو بیوقوف"

ایک تو وہ اسکے سینے اس زور سے لپٹی تھی کہ ایاد سے پوری قوت لگا کر چھڑوانا محال اوپر سے اسکا یوں
چینخنا کیا قیامت لاسکتا تھا اسکا ایاد کو بخوبی اندازہ تھا۔

اور پھر باہر دیکھتے ہی دیکھتے سٹوڈنس اور ٹیچرز جمع ہوئے، پرنسپل اسلام بھی بروقت آوازیں سنتے آئے
اور جب آگے بڑھ کر دروازے کولات ماری تو وہ کھل گیا نہ صرف کھلا بلکہ سامنے کا منظر دیکھ کر انکے
پیروں سے زمین سرک گئی۔

ماول اسی لمحے بے جان ہو کر زمین پر گر گئی جبکہ ایاد اک نظر ماول اور اک پر سنپل اسلام کو دیکھ کر سکتے
میں جا چکا تھا، اب کیا ہونے والا ہے یہ سوچ کر ایاد کے رونگٹے کھڑے ہو چکے تھے۔

.._____..

"عاقب! کہاں تھے تم کل سے۔۔ میرے بچے کیا حالت بنالی ہے خود کی"

ساڑھے گیارہ بجے تک عاقب واپس کل کا گیا لوٹا تو انیب تو گھر تھی نہیں، شمن بھی عدت میں تھی اور
زیادہ وقت اپنے کمرے میں گزارتی، ماریہ بھی سکول کے لیے نکل رہیں تھیں جب عاقب کی ویران
اجڑی آنکھیں اور تباہ خلیہ دیکھتے قریب آئے اپنے نواسے کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرے سک
پڑیں۔

"نانی جان! مجھ سے کچھ بہت خاص چھن گیا ہے۔ اور میری بے بسی دیکھیں میں احتجاج بھی نہیں کر سکتا، کیا میں بہت برا ہوں؟ لڑکیوں کے ساتھ افیروز چلانا تو میں نے بابا سے ہی سیکھا تھا۔ دل لگی کرنا، انہیں خود سے کمتر سمجھنا۔ تو اس میں میرا کیا قصور کہ مجھ سے دارنہ چھین لی گئی"

وہ رو پڑا تو ماریہ کو اس کے رونے پر خوف آیا، خود سے لپٹا لیا، جیسے یہی کل اثاثہ ہو۔

"تم انیب کی طرف دیکھو، وہ تمہارے ساتھ بہت سچے گی عاقب میری جان۔ بیٹھو ادھر، دارنہ کی زندگی ان لڑکیوں جیسی نہیں ہے جو تمہاری گرل فرینڈ بنی یار ہیں۔ نہ انیب جیسی جسے گھر کا سکون تو کم از کم نصیب ہے، کسی ذمہ داری کا بوجھ نہیں۔ لیکن دارنہ کی زندگی بہت مشکل ہے، اگر وہ تم سے چھن گئی ہے تو اسی میں اللہ کی بہتری جانو، اسکی آسانی کے لیے دعا کرو اور اپنا دل میری انیب کے حوالے کرو۔ وہ تمہاری بری حرکتوں سے چڑتی ہے لیکن میں نے دیکھا ہے اسکی آنکھوں میں تمہارے لیے بہت محبت ہے، جسے نہ وہ ختم کر سکتی ہے نہ چھپا سکتی ہے"

ماریہ صاحبہ نے اس پور پور بنجارے بنے نواسے کو سنبھالتے ہوئے اپنا کمزور و ناتواں سہارا دیے کا وچ پر بٹھایا لیکن وہ انکی ہر بات سر جھٹکے رد کرتا گھرے گھرے سانس کھینچ رہا تھا۔

"میں مر جاؤں گا دارنہ کے بنانا نانی جان! کس سے کہوں مجھے وہ چاہیے۔ آپ نے تو میری کوئی بات کبھی رد نہیں کی تو مجھے اب بھی لادیں یار۔ وہ داران کی ہو گئی، اس شخص کی جو میرا خریف ہے۔ جو میرا دشمن ہے، جسے میرے سب راز معلوم ہیں"

وہ خود بھی کہیں خوفزدہ تھا کہ راز کھولے اسکے تو داران اسے بھی ننگا کر کے سارا بدلہ سود سمیت لے گا۔

کل سے اب تک سوچ سوچ کر بھی کوئی حل سو جھائی نہ دیا، کوئی شاطرانہ چال سمجھ نہ آئی۔
"تم اگر اسکے راز سنبھالو گے تو وہ بھی تمہارے سنبھالے گا، چھوڑ دو یہ سب۔ اپنی زندگی کو سادہ و آسان کرو۔ میری ساتھ سکول چلو، وائس پرنسپل کی پوسٹ سنبھال لو، بڑی رہو گے تو کوئی خسارہ تنگ نہ کرے گا"

ماریہ صاحبہ تو اپنی بچی چکی دولت کو سمیٹنے کی کوشش میں تھیں لیکن وہ ابھی کسی چیز کے لائق نہ تھا۔
"نہیں نانی جان! ابھی سانس لینا بھی دو بھر ہے۔ اکیلا رہنا چاہتا ہوں کچھ دیر"
مردہ سے لہجے میں کہتا وہ انکی بات رد کرتا اٹھ کر چلا گیا جبکہ ماریہ صاحبہ نے فوراً سے انیب کو کال کی جو اپنے شو کی لائیو کوریج کے لیے سیٹ پر پہنچ کر انتظامات دیکھ رہی تھی۔
دادو کی کال پر فوری پک کرتے فون کان سے لگایا۔

"فری ہو گئی تو پیلس آج جلدی آجانا، عاقب ٹھیک نہیں لگ رہا انوو۔ لڑائیاں اک طرف کر کے اسے اس وقت سنبھالو گی تو شاید تمہاری قدر سمجھ آ جائے اسے"

دادو کی تاکید سر آنکھوں پر لیکن عاقب کا ذکر ہی انیب کا منہ کڑوا کر گیا، ہاں دل تڑپتا تھا جسے وہ شٹ آپ کہنے کی ڈھیٹ حد تک عادی ہو چکی تھی۔

"ہمم۔ او کے دادو"

انیب نے انکی تشفی کروادی۔

"ہنہ! اسے قدر آہی نہ جائے میری۔ خود غرضی کا شہکار"

غصے سے بڑبڑاتی وہ خود بھی اپنی ٹیم کی سمت بڑھ گئی۔

.._____..

"میں نے تمہیں کتنی عزت دی، کتنا احترام دیا یاد ز میل خان۔ تمہاری صلاحیت کی قدر کرتا تھا ہمیشہ لیکن کبھی نہیں سوچا تھا جس ہونہار پروفیسر کے سبب ہمارا کالج ٹاپ ریٹنگ ہر ہے اسی کے سبب ہم بدنام زمانہ بن جائیں گے۔ تمہیں ایک سٹوڈنٹ کے ساتھ ایسا کرتے شرم نہیں آئی، دو ہفتے تم نے اسے کیوں بین کروایا اب سمجھ آرہی ہے مجھے"

ماول کی طبیعت اس قدر بگھڑ گئی کہ اسے سکول کے ٹیچر اسٹاف کے سنگ ہو سپٹل بھیجوانا پڑا، تبریز اور مایا کو اسکے بارے اطلاع بھی دے دی گئی جو بنا عزیزے اور داران کو بتائے ماول کے بے ہوش ہونے کا سنتے ہی اسلامہ آباد کے لیے نکل چکے تھے۔

ایاد اس وقت پر نسیل اسلام کے آفس میں کھڑا تھا جبکہ وہ اسے پتا نہیں کتنا زلیل، کتنا گھٹیا اور ایک ہی لمحے میں ہوس کا مارا سمجھ کر بہتان لگائے زہرا گل رہے تھے۔

ایاد کی آنکھوں سے ماول کا بے جان وجود ہٹتا تو وہ کچھ صفائی پیش کرتا، عجیب بو کھلاہٹ وان کہے دکھ میں گرا معلوم ہوا۔

"دیکھیں مسٹر اسلام، اتنا غلط بولیں جتنا بعد میں ازالہ ممکن ہو۔ میں کیسا ہوں اسکی صفائی دینے کی نہ مجھے آپکو ضرورت ہے نہ کسی اور کو"

اسکے سر دلچے میں انکی کی گئی تضحیک کے جواب میں غم و غصہ تھا، وہ ایاد کی اکڑ پر تنٹناتے ہوئے میز کی دبیز سطح پر ہاتھ مارتے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"اس بچی کی چینخیں پورے کالج نے سنی ہیں اور جو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ وہ کیا تھا؟ اُسا کونسا سبق تھا ایاد صاحب جو گلے لگ کر پڑھانا پڑا آپکو؟"

اسلام صاحب کے کریدتے طنز اور زہر خند دلچے میں لگائے نازیبا بہتان پر ایاد نے اپنے آپ پر بہت جبر کیا تھا، یہ اسکے سرخ بھبھول چہرے سے عیاں تھا۔

"کہا ہے ناں آپ کچھ نہیں جانتے تو مت بولیں ایسا ہولناک، وہ اندھیرے سے ڈر کر چینخ رہی تھی۔ شاید اسے کوئی فوبیہ تھا۔ اچانک سے کمرے کی لائٹس آف ہو گئیں، کسی نے دروازہ بھی بند کر دیا تھا تبھی خوف کے سبب اسے جو سمجھ آیا اس نے کیا۔ میں نے اگر ہوس ہی نکالنی ہوتی تو آٹھ سال سے اس کالج کا پروفیسر نہ ہوتا۔ میرے کردار پر بات کرنے سے پہلے آپ اپنے گریبان میں ضرور جھانکیے گا، آپکے ہی کالج کی ہونہار فزکس ٹیچر کیوں اچھی بھلی جاب چھوڑ گئی اچانک، بلکہ آپکے منہ پر مار گئی۔ تفصیل میں گیاناں تو مرچیں لگ جائیں گی آپ کو۔ میں اپنے کام سے کام ضرور رکھتا ہوں لیکن یہ مت

سمجھے گا یاد خان بہر ایا گونگا ہے۔ اسے ہوش میں آنے دیں، وہ خود بتا دے گی آپکو۔ لیکن اس سے پہلے گریز برتیں۔ بکو اس اگلنے سے "

اسلام کی بے جا بکو اس پر یاد کا چہرہ سرخ ہوا، گردن اور ہاتھوں کی شریانوں میں خون کا ابال تیز ہوا تو اس نے بھی کوئی رعایت نہ برتی مقابل کی عزت و ناموس پیروں میں کچلنے میں۔

"ت۔۔۔ تم۔۔۔ تم مجھے دھمکا رہے ہو؟"

اسلام کی چوری پکڑی گئی تبھی وہ اسکو دبانے کے لیے ہکلاہٹ پر قابو پاتا بپھر کر یاد پر چڑھ دوڑا، اسکا مشتعل ہوئے گریبان تک پکڑ لیا۔

"میں صرف آپکو آنے والی تباہی سے خبردار کر رہا ہوں"

اپنے گریبان سے انکے سخت پکڑ رکھتے ہاتھ بے دردی کے سنگ جھٹک کر آنکھوں میں آنکھیں دالے دھاڑا، اسکی آواز میں گونجتی وحشت اسلام صاحب کا کہیں دل لرزنا ضرور گئی۔

"یو آر فائرڈ، نکل جاو۔ تم جیسے استاد کے شر سے اب اس کالج کی بچیاں بالکل محفوظ نہیں۔ اور دروازہ باہر سے بند نہیں تھا بلکہ شاید اندر سے تھا، بروقت میں پہنچ آیا اور لائیٹس بند نہیں ہو سکتی ہیں کیونکہ جب میں نے دروازہ کھولا تو سب روشیاں آن تھیں، ماول جو بھی کہے، تم مزید یہاں نہیں رہو گے۔ مجھے دھمکی دی ہے، اب خود بھگتو"

آٹھ سال کی بنی بنائی عزت ایک لمحے میں خاک ہوئی تھی، دکھ نہیں تھا اسے، اذیت تھی، کیونکہ عزت بنانے میں بہت کچھ چلا جاتا ہے لیکن جب عزت ہی چلی جائے تو کچھ باقی نہیں بچتا۔

"ایزیووش مسٹر! دیکھتا ہوں میرے بنا آپ کس طرح اس کالج کی اب ریٹنگ برقرار رکھتے ہیں۔ آپ نے جو بلا وجہ مجھے بے عزت کیا ہے، اسکی یونہی پورے کالج کے سامنے معافی مانگنے پر آپکو مجبور نہ کر دیا تو میرا نام بھی ایادز میل خان نہیں۔ بھاڑ میں گئی آپکی جاب بھی اور آپ بھی"

طیش زدہ ہوئے وہ الٹا اسلام صاحب کو پتنگے لگاتا دو حرف اس سب پر ڈالے آفس روم سے آندھی طوفان بنا نکل گیا اور پرنسپل صاحب پیچ و تاب ہی کھاتے رہ گئے۔

"ایاد سر ایسا نہیں کر سکتے، ماول کو اندھیرے سے خوف آتا تھا۔ یاد ہے نہ ایک بار وہ پہلے بھی بے ہوش ہوئی تھی۔۔۔۔ مجھے لگتا ہے کسی نے ہمارے پیارے سر سے دشمنی نکالی ہے"

ایاد کی سماعت میں دو سٹوڈنٹس کی باتیں پڑیں تو وہ رکا، خود کی طرف ایاد کو آتا دیکھے وہ دونوں لڑکیاں فوری اسکی طرف متوجہ ہوئیں۔

"سر! ہمیں پتا ہے آپ کیسے ہیں۔ پلیز ٹنشن نہ لیں"

وہ لڑکی حد درجہ اداس تھی۔

"ماول کے بارے کیا کہہ رہی تھی تم رابیل؟ کیا اسے اندھیرے سے واقعی ڈر لگتا ہے"

ایاد نے اسکی بات نظر انداز کرتے فکر سے پوچھا جس پر وہ فوری سر ہلا گئی۔

"جی سر، اسے فوبیہ ٹائپ کا ہے کچھ۔ تین چار ماہ پہلے بارش کا دن تھا۔ پورا آسمان سیاہ پڑ گیا۔ ہماری کمپیوٹر کی کلاس تھی تو اس نے کہا وہ بھی آج ہمارے ساتھ یو نہیں جائے گی کیونکہ فری ہے۔ آپ کو پتا ہے کمپیوٹر لیپ کتنے ڈارک ایریا میں بنی ہوئی ہے اور اس دن اتنی آندھی آئی کہ لائٹ بھی کٹ گئی، بہت گہرا اندھیرا ہو گیا۔ وہ تب بھی ایسی ہی چسپخنی اور بے ہوش ہو گئی۔ تین گھنٹوں بعد ہوش آیا تو اس بے بتایا کہ وہ ڈرتی ہے۔ آئی تھنک اس دن آپ چھٹی پر تھے تبھی وہ ہمارے ساتھ کلاس لینے گئی تھی کیونکہ اسے کمپیوٹر کی میم سدرہ بہت اچھی لگتی تھیں"

جبکہ عمیر نے وہ روشیاں ٹھیک اس وقت آن بھی کر دیں جب پرنسپل اسلام ٹھیک دروازے کے پاس پہنچے۔

وہ سب تو ماول کو بدنام کرنا چاہتے تھے، اسے سزا دینا چاہتے تھے مگر ایاد پر سارا ملبہ گرنے پر وہ پانچ بھی سہمے ہوئے چھپے تھے۔

یہ لڑکی بھی ماول کی دوست ہی تھی پر اسکے سبجیکٹس الگ تھے، ایاد نے سر ہلایا اور پاس سے گزر گیا جبکہ وہ دونوں پھر سے اداسی سے جاتے ایاد کو تنکے لگیں۔

گاڑی سٹارٹ کیے وہ کالج سے نکلا اور سیدھا ہو اسپتال روانہ ہوا، فوبیہ تک تو سب ٹھیک تھا، اسے اصل غصہ اب تک ماول کی کی گئی بکو اس پر تھا اوپر سے اسلام صاحب نے جو سب کہا اور کیا اسکا ماتم تو ایاد خان فرصت سے مناتا جب ہوش آتی۔

دو گھنٹے کی فلائیٹ سے وہ کراچی صبح آٹھ تک ہی پہنچ گئی تھی، سب سے پہلے ایک چھوٹا سا ہوٹل بک کیا، سلیپر رُی ہونے کے سبب وہ فائیسٹار ہوٹلز کو نظر انداز کیا کرتی کیونکہ یوں کسی نہ کسی فین سے سامنا ہو جاتا، ایون ہوٹل سٹاف تک عجیب وی آئی پی پروٹوکول دینے لگتا جو داریہ کو ہر گز پسند نہ تھا۔ جس ہوٹل میں وہ رکی تھی وہ اتنا فینس بھلے نہیں تھا لیکن معیار اور پرائیویسی کے حوالے سے بہت اچھا تھا، داریہ پہلے بھی کئی بار یہاں رک چکی تھی۔

داریہ نے چینج کیے زر اماڈرن لباس کے بجائے سیاہ شارٹ سی کرتی شلوار پہنی جبکہ لائنگ اسکارف لے لیا، ہیلز پہنے، ہلکا پھلکا میک اپ اور کیے آنکھوں پر سیاہ چشمہ چڑھائے وہ جب ہوٹل سے چرج تک کیپ لیے نکلی تو کسی گاڑی نے اسکی کیپ کا پیچھا شروع کیا۔

Patrick's Cathedral

میں داریہ نے چھ ماہ لائبریرین کی جاب کی تھی تبھی آج بھی وہاں کے اونزداریہ کو نا صرف جانتے تھے بلکہ ہمیشہ بہت پیار سے ملتے، اور عیسائی برداری کے کئی لوگ اسکے جاننے والے اچھے دوست احباب میں شامل تھے۔

خود داریہ بائبل کو نہ صرف پڑھ چکی تھی بلکہ کئی سرچ پراجیکٹس میں بھی شامل رہی تھی، اور یہ تب چھ ماہ اسکی ڈیوٹی تھی اس چرچ میں رہ کر کچھ معلومات نکلوانا۔

دار یہ کے کان میں بلیک ہی ایئر فون نسب تھا جہاں سے اسے مطلوبہ لیپ ٹاپ تک پہنچنے کے لیے ہدایات دی جا رہی تھیں۔

وہ ایک سرمائے کار قدر تاسمی نامی آدمی تھا جس نے حسک نامی بظاہر ایک بہت بڑے فلم میکر کے تمام خفیہ راز جمع کر رکھے تھے، جو فلم حسک کے فلم ہاؤس نے بنائی وہ دراصل دوسرے کاظم مبین نامی فلم میکر کا چوری ہوا سکرپٹ تھا، یہی نہیں کئی پلے بیک میوزک اور سپین اور دبئی کی بک ہوئی جگہوں تک پر وہ غدار لوگ قبضہ کر چکے تھے اور انکی فلم بھی مارکٹ میں پہلے آچکی تھی۔

اب دار یہ دراصل حسک کے ساتھ نہیں بلکہ کاظم مبین کا ساتھ دینے والی تھی لیکن فی الحال اس قدر تاسمی سے وہ فیلش ہتھیانی تھی۔

اک الگ تھلک کونہ چنے ایک ماسک مین نے بھی جگہ سنبھالی، وہ جتنا چھپ جاتا اسکی اوشن گرئرش بلو آنکھیں اسکی شناخت کا راز کھول رہی تھیں۔

دار یہ لائبریری ہال میں ہی کاؤنٹرز کے پاس کتابوں کا سرسری جائزہ لے رہی تھی مگر اسکی عقابی نظر اندر سٹڈی ہال میں بیٹھے قدر تاسمی پر تھیں، جو کچھ کتابوں سے کاپی کیا مواد اپنے لیپ ٹاپ میں ٹائپ کر رہا تھا۔

دس منٹ یونہی سب چلتا رہا اور پھر کسی مزید کتاب کی تلاش نے قدر تاسمی کو اٹھ کر لائبریری کی سمت جانے پر مجبور کیا، یہی موقع تھا دار یہ کے پاس، لائبریری سٹڈی ہال میں اکاد کا لوگ ہی تھے جو سب ہی

پڑھنے میں مصروف تھے، صرف اس ماسک مین کے جس نے داریہ کے اندر قدم رکھنے پر خود بھی میز پر پڑی کتاب کھول کر اپنی طرف سرکا کر رخ زرا تر چھا کر لیا۔

داریہ نے فوری لائبریری ہال میں قدموں کی رفتار بڑھائی اور میز کے پاس سے گزرتے ہی اس نے آہستگی سے قدر تاسمی کے لیپ ٹاپ سے وہ فلیش اتار لی، اور وہیں ہی دوسرے کنارے گئی، تاسمی واپس آیا اور اپنا کام وہیں سے کرنے لگا اور اس سے پہلے قدر تاسمی کو فلیش کے غائب ہونے کی بھنک لگتی، داریہ نے تیزی سے لائبریری کی طرف واپس قدم بڑھائے، داران نے بھی ارد گرد دیکھتے فوری لائبریری کی طرف قدم بڑھائے، وہاں بڑا سا گلاس ڈور تھا جو کھڑکی سے نسب تھا، جو سیدھا چرچ کی پچھلی طرف بنے اوپن ایریا کی جانب کھلتا تھا۔

"ہلنا مت"

اپنے عقب سے سنائی جاتی برہم آواز پر داریہ کے چہرے کی رنگت بدلی، فوری پلٹی تو داران نے اپنے چہرے کا ماسک ہٹایا جبکہ دوسرے ہاتھ میں گن لیے اسی پر تان رکھی تھی جسے فوری ہٹانا پڑا۔

"تم؟"

داریہ کے لب بے ساختہ کپکپا اٹھے۔

"تم بھی میری دھمکی کو صرف دھمکی سمجھنے والوں میں شامل ہو گئی"

وہ اس وقت اس قدر غصے میں تھا کہ داریہ کو لگا کچھ بولی بھی تو سر پر آکر پھٹ جائے گا۔

"تو تم واقعی چوریوں پر اتر آئی؟"

اسکو دونوں بازوؤں سے پوری قوت سے دبوچے داران ماہیر شاہ نے ملحقہ دیوار سے پن کیا اور اسکی ڈری آنکھوں میں آنکھیں گاڑے تملایا، اسکی تپتی ہوئی سانس داریہ کے لب و رخسار جھلسانے لگی۔

"اٹس نن آف یور بزنس"

وہ اسکی گرفت جھٹک کر آنکھیں چراتی اپنے جذبات پر مکمل قابو پائے بے وجہ اس آسودہ حصار میں مچلی پر وہ گرفت کوئی عام نہ تھی کہ داریہ اس سے اپنی مرضی سے آزاد ہو پاتی۔

"اٹس مائی بزنس داریہ زمیل خان، جو پوچھا ہے اسکا جواب دوسیدھے طریقے سے"

ایسا پھاڑ کھاتا سوالیہ لہجہ کہ داریہ اس درجہ خشونت و ڈپٹ پر تھم سی گئی۔

"تم نے کہا تھا کہ کبھی میں پکڑی گئی تو تم مجھے چھوڑ دو گے"

اس کمزور لمحے وہ یہ یاد دلائے گی، داران ماہیر نے کرب سے جبرے بھینچ لیے، وہ اسے اس لمحہ بہت بری لگی۔

"تمہیں یہ بھی کہا تھا کہ اس سب سے دور ہو جاو"

غصے کو بہت دقت سے دباتے ہوئے وہ اسکو اپنا کہا تفصیلی یاد دلا کر داریہ کی ڈری آنکھوں میں جھانکا جہاں غصے کی چنگاڑی پھڑک کر تڑپ کا روپ دھارے داران کا امتحان بن چکی تھی۔

"میرا بال بال قرض میں جکڑا ہے، میں اپنی مرضی سے مر بھی نہیں سکتی"

وہ ناچاہتے ہوئے بھی داران ماہیر کی گرفت سے درد محسوس کرتی سسکی تو وہ گرفت اتنی گھٹا گیا کہ وہ
دار یہ کا درد نہ بنے۔

"میں تمہارا قرض اتار دوں گا"

وسعت دل نے انگڑائی لی، دار یہ نے جگر پاش نظروں سے اسکی مہربان ہوتی آنکھوں کو دیکھا، جہاں
سے وہ اسکے دل تک جھانک سکتی تھی۔

"کس رشتے سے؟"

وہ جاننا چاہتی تھی آخر داران ماہیر شاہ کی اس کے لیے فکر کس نوعیت کی ہے، وہ فوری نظر چرا کر اسے
آزاد کیے پلٹ گیا۔

آنکھوں میں ریت چبھی۔

"انسانیت کے رشتے سے"

داران کو یہ کہتے حلق کڑوا ہوتا محسوس ہوا جبکہ دار یہ کو یہ سن کر شدید ہنسی آئی لیکن اسی شدت سے وہ
اگلے ہی پل داران کی پشت گھورتی تکلیف سے رند گئی۔

"انسانیت کی ڈسی ہوئی دار یہ زمیل خان کو تم انسانیت کے نام سے بہلا نہیں سکتے، اس دنیا میں صرف دو
احساس پائے جاتے ہیں۔ ایک نفرت کا، ایک محبت کا۔ یاد رکھنا یہاں انسانیت نام کی تیسری کوئی چیز
نہیں اور تمہیں شاید آل ریڈی مجھ سے نفرت ہے، میرے پیچھے مت آنا ماہیر شاہ خدا کے لیے"

وہ اسکو دنیا جہان کا کرب بخشی جیسے اسکارف میں چہرہ چھپاتی لائبریری کی کھڑکی سے کود کر بھاگی، داران نے بے قراری سے پلٹ کر اسکی مدھم پڑتی خوشبو میں سانس بھرا، تو چہرے پر عجیب تڑپا ہوا خزن اتر آیا۔

"بیوقوف لڑکی"

داران نے گن جینز میں دباتے خود بھی اس تنگ سے جگہ سے بمشکل نیچے چھلانگ لگائی مگر داریہ تب تک وہاں سے غائب ہو چکی تھی۔

داران کو اسکو پکڑتے وقت ٹریکر داریہ کی آسین میں فٹ کرنے کا لمحہ یاد آیا، فوری اپنا فون آن کیے چرچ کے ایریا سے باہر نکلا تو ٹریکر ایک جگہ رکا دیکھے داران جلدی سے اس کے تعاقب میں نکلا مگر زمین پر اسے پڑا دیکھے داران کے پورے جسم میں لہو تپ گیا، وہ اتنی بھی بیوقوف نہ تھی کہ سمجھ نہ پاتی داران نے اسکی شرٹ کی آستین کے ساتھ کیا نسب کیا۔

داران نے اسکی تلاش جاری رکھی۔

جبکہ داریہ نے اپنا عام نمبر تو یہاں آتے ہی بند کر دیا تھا، اسکے پاس اس وقت لاسینسڈ سیم کا نمبر تھا جو ٹریس نہیں کیا جاسکتا تھا۔

وہ ایک ویرہاوس روانہ ہو چکی تھی۔

حسک کو بھی وہ فلیش لینے اور داریہ کو پیسے دینے وہیں آنا تھا لیکن داریہ کی جگہ اس جگہ حسک اور اسکے آدمیوں کو ملنے والا تھا کاظم مبین۔

.._____..

جب تک تبریز اور مایا گھبرائے ہو کھلائے سے سٹی ہو اسپتال پہنچے، ناصر ف ماول ہوش میں آچکی تھی بلکہ رورو کر اس نے پورا وارڈ سر پر اٹھا رکھا تھا، پہلے تو تبریز شاہ نے اسے الگ روم میں شفٹ کروایا اور پھر مایا کو اسکے پاس بھیجے خود وہ ڈاکٹر سے ماول کی کنڈیشن پتا کروانے بڑھے کیونکہ جو سٹوری ان دو کو کالج کی دو فی میل ٹیچرز نے سنائی وہ انکے رونگٹے کھڑے کر چکی تھی۔

"کیا کیا ہے اس پروفیسر نے تمہارے ساتھ؟ بولو ماول رو کر تکلیف مت بڑھاو خالا کی جان۔ کیا اس نے ہر اس کیا ہے؟"

ماول کو یہ دکھ رہا تھا کہ وہ کیسے ان کمینے دوست کے نام پر کالک لوگوں کی باتوں میں آئی اور ایاد پر اسکو لے کر کوئی آنچ آئی ہے یا نہیں اسکی گھٹن الگ ماول کی سانس روک رہی تھی۔

مایا کے تو ہاتھ پیر پھولے، اس سے دگنی پریشان تو وہ تھی کیونکہ کبھی ایسی سچویشن میں وہ بھی تورہ چکی تھی لیکن تب اس کے پاس مدد کے لیے کوئی نہیں تھا۔

"ن۔ نہیں۔ میں نے انکو کیا۔"

روتے روتے یہ انکشاف کرتی وہ پھر سے سسک پڑی جبکہ یہ سب سن کر مایا کی آنکھیں پھٹ سی گئیں۔

"کیا بکواس کر رہی ہو، میری جان رونا بند کرو۔ تمہارا یہ رونا نہیں سہہ سکتی۔ پرسکون ہو کر بتاؤ مجھے۔
ورنہ تمہارے بابا اس پروفیسر کا قتل کر آئیں گے اور داران کو پتا چلا وہ زمین میں گڑھے اس شخص کو
بھی نکال کر دوبارہ مارے گا۔ تو مجھے سب سچ سچ بتاؤ پوری بات"

مایا کو اس نے ایک جملہ کہہ کر ڈرا ہی اتنا دیا کہ اسے لگا جیسے سچائی تو کچھ اور ہی ہے۔
روتے روتے ہی سہی پر ماول نے ساری بات بتائی، بہوش ہونے تک جبکہ کئی رنگ مایا کے چہرے پر لہرا
کر گزر گئے۔

"کون تھے وہ؟ بتائیں ہمیں ماول۔ کس نے ہماری لخت جگر کے ساتھ بتمیزی کی کوشش کی"
ڈاکٹر کی طرف سے بس اتنا پتا چلا کہ ماول کو مائٹرسا انگزائی اٹیک ہوا تھا جبکہ فزیکی وہ بالکل ٹھیک ہے
لیکن تبریز بھی ان کالج کی ٹیچرز سے ملے اور ساری بات سننے جب غصے میں کمرے میں آئے تو وہ دونوں
ڈر گئیں، مایا نے ہی اٹھ کر بھائی جان کو روکا۔

"بھائی جان! بات سنیں۔ ایسا کچھ نہیں ہوا۔ بلکہ مجھے لگتا ہے وہ پروفیسر اور انکی جاب یقیناً خطرے میں
ہوگی"

مایا کے روکنے پر وہ انکو عجیب سا گھورے۔

"کیا کہنا چاہتی ہیں آپ مایا؟"

تبریز کا غصے سے خون چہرے پر چھلکا تبھی مایا نے انکو پکڑ کر ماول کے پاس بٹھاتے ساری تفصیل بتائی۔

"یا اللہ! یہ سب۔ کس قدر کند ذہن ہیں آپ ماول، اس قدر بیوقوفی کہ آپ کو بدنام بھی کر سکتی تھی۔ آپکے ان تمام دوستوں سے تو ہم نمٹ لیں گے پر آپکی جاہلیت پر دلی افسوس ہوا۔ پتا نہیں ایاد خان کس حال میں ہوں گے۔ ہمیں ابھی انکے کالج جانا ہوگا، ہم نہیں چاہتے ہمارا حمین پھر سے تکلیف میں مبتلا ہو۔ اللہ اللہ کر کے تو انکی داریہ کو لے کر فکریں اور تکلیفیں کم ہوں۔ مایا آپ ماول کا دھیان رکھیں، ہم آتے ہیں"

تبریز کو جب یہ علم ہوا کہ پروفیسر ایادز میل خان کی بات ہو رہی ہے بس پھر تو دل کر لایا اٹھا، فوری اٹھ کھڑے ہوئے، ماول کا پھر سے رونا شروع دیکھتے بابا نے ایسا گھورا کہ اسکے سارے آنسو حلق میں دب گئے، الٹا وہ سہم گئی۔

مایا نے پاس بیٹھتے ہی روتی ماول کو اپنے سینے لگایا۔

تبریز جب ہو اسپتال سے نکل کر پارلنگ کی طرف بڑھے تو ایاد کو گاڑی سے نکل کر اندر جاتا دیکھتے فوری پیچھے پلٹ کر اسے پکارے۔

وہ پریشانی اور اجلت میں ہونے کے باوجود پلٹا اور رکا، تبریز شاہ کو اپنے قریب آتا دیکھے ایاد کو فطری سی گھبراہٹ ہوئی۔

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

تبریز کے لہجے میں ہلکی سی تپش تھی۔

"ماول کو دیکھنے آیا ہوں، کیا وہ ٹھیک ہے؟ اگر ٹھیک ہے تو میں یہیں سے چلا جاتا ہوں"

ایاد نے نظریں چرائیں جو تبریز کو دگنی تکلیف دے گیا۔

"جب کچھ غلط نہیں کیا تو آنکھیں کیوں چرا رہے ہیں، حمین چوہان کی پرورش ہیں آپ ایاد خان۔ اور جتنا ہمیں حمین پر بھروسہ ہے اس سے دگنا ان کے لاڈلی لاڈلہ پر ہے۔ ماول ٹھیک ہے لیکن آپ کے لیے کچھ ٹھیک نہیں رہا ہو گا، ہمارے ساتھ کالج چلیں"

مقابل کی نرمی جسکی رتی برابر توقع نہ تھی، پائے ایاد حیرت میں ڈوبا، آنکھیں غصے اور تکلیف کے اثر سے اسکی بھی سرخ ہوئے جارہی تھیں۔

"نہیں، کسی کی سفارش اپنے کردار کے لیے مجھے منظور نہیں، آپکی بھی نہیں معزز تبریز شاہ۔ جس نے میرے حق میں یہ سب بگھاڑا ہے وہی درست کرے گی۔

کہہ دیجئے گا اپنی عقل سے پیدل بیٹی کو کہ ایاد خان سب برداشت کر سکا ہے، ایسی رسوائی نہیں۔

اجازت چاہتا ہوں"

اس وقت اگر اسکے ہاتھ میں ہوتا تو ماول کی جان لے لیتا، دکھ و غصے سے کہے وہ وہاں سے واپس پلٹا۔

"ہماری بات تو سنیے ایاد؟"

تبریز نے اسے تاسف سے آواز بھی لگائی پر وہ ان سنی کرتا انکی کسی منت کو چنداں اہمیت نہ دیے اپنی گاڑی میں سوار ہوتا دیکھتے ہی دیکھتے ہو سپٹل کے احاطے سے نکل گیا جبکہ تبریز شاہ کی آنکھیں دکھ کدہ بن کر رہ گئیں۔

.._____..

مافیا فلم انڈسٹری، گینگسٹر فلموں کا ایک ورژن ہوتی ہے۔ جرائم کی فلموں کی ایک ذیلی صنف ہے جو منظم جرائم سے نمٹتی ہیں، خاص طور پر مافیا تنظیموں کے ساتھ۔

مافیا مووی مجرموں کے منظم گروہوں کی ڈرامائی ہے جن کی غیر قانونی سرگرمیاں عام طور پر بین الاقوامی سطح پر چلتی ہیں۔

اس مافیا کے تحت ہی بالی وڈ، ہالی وڈ اور لالی وڈ میں کئی نامور ایکٹرز کی پر اسرار موت بھی ہو چکی ہے لیکن ان معاملات میں موت کو خود کشی یا ڈپریشن بنا کر پیش کرنا ایک جزوی اصول تھا، یہی مافیا کئی منجھے اداکاروں کے اور سرمایہ کاروں کو بھی بعض اوقات نگل لیتا ہے، اپنی مرضی کا کمرشل پیسہ نہ ملنا، فلم میں لیے ایکٹر کا بری طرح فلاپ ہونا، یہاں تک کہ کبھی کبھی اداکار کی فیملیز پوری اس سب ٹارچر سے گزرتی تھیں، داریہ جب اس پروفیشن میں آئی تو اسکا پالا بھی فلم مافیا سے پڑا تھا تب وہ ایک ہالی وڈ کے گرینڈ پراجیکٹ میں ایز آلید ہیر وین چنی گئی تھی، چونکہ داریہ کا تعلق انٹرنیشنل فلم میڈیا سے تھا تبھی اسکے لیے کہیں بھی کام کرنا آسان تھا۔

وہ جو میڈیا فلیڈ کی گندگی اور غلاظت پر کھ کر کافی مہارت اور چالاکی سیکھ چکی تھی وہاں اسے فلم انڈسٹری کے اندر کا یہ سیاہ گند دیکھائی دیا اور بس وہ دن تھا اور آج کا، اپنی اس فلیڈ آنے کی غلطی کو اس نے ہر دن سدھارا، لیکن اس بیچ دو خریفوں میں سچے جھوٹے کا فرق کرنا آٹے میں نمک تلاش کرنے سا تھا، بہت بار داریہ سے غلط فیصلے ہوئے لیکن اس نے ہر بار اسے سدھارا، آج بھی شاید اسکے ہاتھوں کچھ غلط ہی ہونے والا تھا۔

"اوہ داریہ تم نے کر دیکھایا"

ویرہاوس میں قدم رکھنے کی دیر تھی کہ حسک نامی خوبصورت خدو خال مگر فتنہ خیز تاثرات والا غیر مذہب و غیر ملکی آدمی ستانشی جملے اچھالتا دیوار کی اوٹ سے داریہ کو مسکرا کر تکتا ہوا باہر نکلا۔
"یہ تو کوئی بچہ بھی کر لیتا، اس آدمی نے اس فلیش کی خاص حفاظت نہیں کی تھی، کہیں کھو بھی سکتی تھی۔ مجھے سمجھ نہیں آئی پھر یہ معمولی کام مجھے کیوں دیا مسٹر حسک؟"
داریہ نے اصل فلیش جیسی ایک اور فلیش ہوا میں اچھال کر کیچ کی اور قریب آر کی تقشٹی نظریں حسک پر ڈالے اسکی آنکھوں میں جھانکی۔

"کیونکہ جن چیزوں کی حفاظت نہ کی جائے ڈی کے وہ زیادہ محفوظ رہتی ہیں۔"

وہ بھلے ایک فلم مافیامین تھا لیکن بات اس نے بہت پتے کی کی، داریہ متاثر کن مسکرائی۔

ایک بار پھر فلش اپنی ہتھیلی پر رکھی لیکن جیسے ہی حسک اسے اٹھانے لگا داریہ نے چالاکی سے مٹھی میں دبا پر ہاتھ ہوا میں اٹھا کر اسکی پہنچ سے دور کر دیا، حسک کے داریہ کی اس حرکت پر جبرے تن گئے۔
"تو پھر میں نے تم لوگوں کا یہ مقولہ بھی غلط ثابت کر دیا، اسکی تمام انفارمیشن تمہاری ڈراک ویب پر پہنچ گئی ہے۔ اب تم سیو ہو، میرے آٹھ ملین بھی مجھ تک پہنچ گئے سواب یہ فلش کیوں چاہیے؟"
داریہ کی یکدم نفقشی نظریں حسک کو خطرے کی گھنٹی لگیں۔

"دیکھو ہمیں کوئی ایسی انفو بھی مل سکتی ہے جو ہم خریفوں کے خلاف استعمال کریں۔ لاو دو۔ اور سکینگ کرو تمام ڈیٹا کی۔ ایسا نہ ہو کوئی فائل کرپٹ یا ایفیکٹ ہو گئی ہو۔ یہ بھی تمہارے کام کا حصہ ہے داریہ"

حسک نے بے تابی سے اسکے ہاتھ سے فلش جھپٹی مگر داریہ مسکرا کر دو قدم پیچھے ہٹی وہیں کاظم مبین اپنے کئی ساتھیوں کے ساتھ پورے ویرہاوس کو گھیرتا ہوا ریٹ کر چکا تھا۔

حسک نے ایک نظر کاظم کے خباثت بھرے محظوظ قہقہے پر ڈالی جبکہ دوسری خون آشام نگاہ داریہ پر جو فوری کاظم مبین کے ساتھیوں میں جا کھڑی ہوئی، اسکے چہرے پر استہزا بکھر گیا۔

"تو تم غدار تھی داریہ، اسکے لیے کام کرتی ہو تم؟"

حسک کے تن بدن کو مانو آگ لگی۔

"نہیں صرف کھرے لوگوں کا ساتھ دیتی ہوں، تمہیں کیا لگا۔ کسی کی محنت، پاور اور پیسہ اتنی آسانی سے ہرپ کر لو گے۔ وہ ڈیٹا نہ تو تمہاری ڈارک ویب تک پہنچا ہے نہ تم تک، سو بربادی مبارک ہو حسک آشام"

دار یہ نے کڑی آواز میں حسک کو اطلاع دی گویا اسکے کانوں میں پگھلا سیسہ انڈیلا جبکہ دار یہ کو یہی لگ رہا تھا کاظم مبین (جس سے دار یہ نے 36 ملین کی ڈیمانڈ کی تھی) کا مقصد بس حسک کی بربادی ہوگی لیکن اسکے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ کاظم مبین کھڑے کھڑے حسک کے سینے میں چھ کی چھ گولیاں گاڑ دے گا۔

خون کے کئی چھینٹے دار یہ تک بھی پہنچے جو اس سب پر پتھر اگئی۔

"دار یہ جانو کا! ایسوں کو صرف سزا دی جاتی ہے بچے۔ وارننگ نہیں۔"

اپنی خالی میگزین والی گن اپنے ساتھی کو تھماتے کاظم مبین نے مست لہجے میں کہتے سہمی دار یہ کو پکڑ کر اپنے روبرو لہرا کر کھڑا کیا، جس کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید تھا، ٹشو لیے اس نے دار یہ کے خوبصورت چہرے سے خون کے چھینٹے پونچھتے ہوئے لپکی نظروں پر ضبط کیا۔

"کیسے مار دیا تم نے اسے کاظم، برباد تو ہو ہی جاتا۔ سزا مل جاتی پھر یہ؟"

دار یہ کی آواز میں کپکپاہٹ تھی، آنکھوں میں تکلیف۔

جانتی تھی کئی دن تک اب سونہ سکے گی۔

"تم ایک پروفیشنل میڈیا مافیا ڈسٹکٹو ہو، میں تمہارے ٹیلنٹ کا قدر دان ہوں، لیکن میری ماں نہیں ہو
تم کہ تمہارے ہر ناکارہ سوال کا جواب دوں۔ حق پر میں تھا، جیت میری ہوئی۔ تمہارا کام ختم۔ پیسہ یعنی
36 ملین تمہارے اکاؤنٹ میں جا چکا ہے، اب اگلی ملاقات فرانس میں ہوگی وہ بھی جلد۔ وہاں بھی کسی
*** کو برباد کرنا ہے تمہارے ہاتھوں۔ چلو گھر جاؤ۔ چھوڑ کر آؤ بھی ہماری جاسوس کو باہر تک"

اس نے داریہ کی تضحیک کی اور کسی اور دشمن کو غلیظ گالی دی جس پر داریہ نے اپنے ہاتھ کو مکے کی
صورت کسا اور باقاعدہ نکالی جاتی ویرہاوس کے دروازے سے باہر دھکیلی گئی۔

"مجھ سے الجھنے کی غلطی کی ہے تم نے کاظم! اسکی سزا تو تمہیں سہنی ہوگی"

حسک کی بربادی پلین میں شامل تھی پر اسکی موت نہیں، داریہ جانتی تھی کہ اسے اس ایکسٹرا ہوشیاری
کی اب اس آدمی کو کیا بھیانک سی سزا دینی ہے۔

.._____..

پرنسپل اسلام کے آفس میں اس وقت ثانیہ اور اسکے چار عدد دوست موجود تھے، ٹیبل کے سامنے
رکھی کرسی پر تبریز شاہ بر اجمان تھے جنکی گاہے بگاہے پیچھے مڑتی برہم نظر ان پانچوں کی ٹانگوں کو کپکپا
رہی تھی جبکہ پرنسپل اسلام پشیمانی کے سنگ نظریں گرائے بیٹھے تھے۔

ساری بات تبریز شاہ نے نہ صرف گوش گزار کی بلکہ ان پانچوں کو بلوا کر ایک ہی بار سختی سے تفتیش کی تو پانچوں نے سارا کچھ سچ سچ اگل دیا الٹا جان کے لالے الگ پڑے تھے، ان لوگوں کی زرا سی غلطی نے انکے فیورٹ پروفیسر کی عزت پر حرف لایا تھا۔

"میں تو اپنی اسی جگہ دفن محسوس کر رہا ہوں خود کو تبریز صاحب، ان پانچوں نے مجھے زلیل و خوار کر کے رکھ دیا ہے۔ میں نے ایاد کو وہ وہ کہا جس تک آپکی سوچ بھی نہیں جاسکتی۔ میرے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ یہ لوگ ملوث ہوں گے اس سازش میں۔ سب اتنا حقیقی تھا کہ مجھے لگا ہی نہیں کچھ جھوٹ ہو سکتا ہے"

پشیمانی اور کرب کے علاوہ اک تکلیف اور پچھتاوے کی شدت بھی تھی جس نے پرنسپل اسلام کی آواز میں خراشیں ڈال دیں۔

"تبھی بڑے بزرگ کہہ گئے ہیں کہ آنکھوں دیکھا سب سچ نہیں ہے، سو پہلے پرکھیں پھر بولیں۔ اب ان پانچوں کی کیا سزا تجویز کریں گے آپ اسلام صاحب۔ بلکہ چھ کی، ماول بھی انکو ملی سزا میں برابر شریک ہوگی بھلے وہ ہماری بیٹی ہے۔ غلطی ساری انہی کی تھی۔"

تبریز شاہ سنجیدگی سے مدعے پر آئے، پرنسپل اسلام نے رحم طلب نگاہ تبریز شاہ پر ڈالی جو ان پانچوں تک پہنچتے طیش سے بھر گئی۔

"ان سب کو اس وقت کوئی دوسری سزا دینا انکے فیوچر سے کھیلو اور ہوگا، بس یہ سب ایاد سے معافی مانگیں اور اسے واپس کالج لے کر آئیں۔ اور یہ بھی کہ وہ میری کہی ہر بات درگزر کرے گا اور واپس ایز آکسٹری پروفیسر جوائن کرے۔ بس یہی سزا ہے انکی۔ میں اسکے پیر پکڑنے پر بھی تیار ہوں۔"

پرنسپل اسلام کی شرمندگی دیکھتے تبریز نے اس سزا کو بہتر اور مناسب سمجھا جبکہ وہ پانچوں بھی ڈبڈبائی آنکھیں لیے اس پر آمادہ تھے۔

"مناسب ہے، ہم چلتے ہیں پھر۔ ماول کو سمجھا دیں گے سب۔۔۔ اللہ حافظ"

معاملہ سمیٹے ہی تبریز شاہ نے اجازت چاہی جس پر پرنسپل اسلام نے اٹھ کر مصافحے کو ہاتھ بڑھایا جسے تبریز شاہ نے تھاما جبکہ خود بھی وہ پلٹ کر اکبر ہم نگاہ ان پانچوں پر ڈالتے اپنی شاندار پرسنالٹی کا سحر بکھیرے آفس روم سے نکل گئے۔

جبکہ اب پرنسپل اسلام تھے اور وہ پانچ جنگی اس وقت روحیں فنا لگ رہی تھیں۔

"تم لوگوں کی وجہ سے اپنا ہی تھوکا چاٹنا پڑ رہا ہے مجھے، جی تو چاہ رہا ہے سبکو کالج سے نکال دوں۔ دفع ہو جاو پانچوں اپنی یہ منحوس شکلیں لے کر۔"

جس قدر اسلام میں قوت تھی تمام تر استعمال میں لاتے چنگاڑتے ہوئے ڈپٹا، پانچوں مرجھائی شکلیں لیے فوری آفس سے نکلتے چلے گئے جبکہ انکے جاتے ہی اسلام نے مٹھی بھینج لی۔

تبریز نے مایا کو سب بہتر کامیج بھیجا اور یہ بھی کہ وہ پہنچ رہے ہیں دونوں تیار رہیں، لیکن تبریز پہلے جا کر ایاد اور حمین سے مل کر دل کی تسلی چاہتے تھے۔

ایاد جب سے گھر آیا اپنے روم میں ہی تھا، حمین آفس سے آکر چینیج کیے رومزہ کی طرح لہجہ بنانے میں مصروف ہو گیا، ایاد کس جہنم میں جل رہا اسے خبر ہی نہ ہوئی یہ تو اچانک پہلے تبریز کی آمد کے جھٹکے اور اس سے پتا چلتا معاملہ تھا جو اسے سن و ساکت کر گیا۔

"اتناسب کچھ ہو گیا؟ یا میرے اللہ"

حمین کے چہرے کی رنگت زرد پڑی جبکہ اسی لمحے دونوں کی توجہ اپنے کمرے سے نکلتے ایاد پر پڑی جو لاونچ میں ماموں کے ساتھ بیٹھے تبریز شاہ کو دیکھتا ٹھٹک کر رہا۔

اسے تبریز شاہ کی موجودگی سے پتا چل چکا تھا کہ جس تکلیف اور غصے کو وہ ماموں سے چھپا رہا تھا وہ انکے محترم یار کھول کھول کر بیان کر چکے ہیں۔

"ایاد"

ماموں کے پکارنے پر چار و ناچار ان تک پہنچا۔

"مجھے ابھی کسی سے کوئی بات نہیں کرنی، کچھ دیر جیم جا رہا ہوں، انجوائے کریں آپ دونوں"

بنا دونوں کی پریشانی کی کوئی فکر کرتا سپاٹ لب و لہجے میں کہے باہر کی طرف بڑھ گیا جبکہ حمین اور تبریز دونوں کے چہرے مر جھا کر رہ گئے۔

"آپ پریشان نہ ہوں، میں نے کالج جا کر کافی حد تک حالات کو بہتر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اب مجھے بھی اجازت دیں، عزیزے جان فکر مند ہو رہی ہوں گی ہم سب کی غیر موجودگی پر"

تبریز بھی اٹھ کھڑے ہوئے تو حمین بھی فوری کھڑا ہوا۔

"ایاد کی طرف سے معذرت چاہتا ہوں تبریز، غصہ اسکا بہت برا ہے۔ جو کچھ ہوا ویسے بھی وہ حق پر ہے۔ وہ آئے تو سمجھاؤں گا اسے"

حمین کے تاسف کے سنگ پشیمان ہونے پر تبریز نے پیار سے حمین کی گال تھپکائی۔

"وہ یقیناً جائز غصہ کر کے گئے ہیں، ہمیں برا نہیں لگا۔ چلیں پھر ملتے ہیں"

حمین انکی نرم سی حوصلہ افزائی پر قدرے پشیمانی سے نکل آیا، دروازے تک تبریز کو سی آف بھی کیا لیکن پھر اپنا ہی سر تھام کر رہ گیا۔

تبریز واپس ہو سہیل پہنچے تو ڈسچارج ہوتے ہی واپس خوشاب کی روانگی پکڑی، شکر کے عزیزے کو شک نہ ہوا کیونکہ ماول اور تبریز نے مایا کو پانچ بجے تک اسکی شاپ پر ڈراپ کیا خود شاہ حویلی پہنچے۔

عزیزے کو کوئی شک نہ ہوا کیونکہ اکثر ماول اکیڈمی کے بعد اتنے بجے ہی لوٹا کرتی تھی۔

تبریز کمرے میں آئے تو ماول بھی بابا سے ایاد کا پوچھنے انکے کمرے میں آئی پر چہنچ کر کے کمرے میں آتے تبریز شاہ نے ایسا ناراض نگاہوں میں سمویا کہ ماول کے پیر کپکپا گئے۔

"جو ہوا آپکی وجہ سے ہوا ماول، انکی شرافت اور نیک نامی پر کالک لگنے والی تھی۔ کس قسم کی پرلے درجے کی گھناونی حرکت تھی یہ۔ دماغ نام کی چیز نہیں ہے کیا آپ میں؟ اچھی لڑکیاں ایسے کسی بھی غیر محرم سے پرینک کرتی ہیں کیا۔ وہ کڑوڑوں میں ایک سہی پر آپ نے ہمارا سر جھکا دیا ہے۔ چلی جائیں اس وقت"

غصہ اب تک اخیر شدت لیے تھا، وہ قریب چلی آئی، نم نم آنکھوں سے بابا کو دیکھا۔
"بابا۔۔۔ میں۔۔۔ میں"

وہ روئی تو تبریز کا سخت دل پگھل گیا۔

"ابھی جائیں ماول، آپ سے کل داران ہی آکر اب نمٹے گے۔ آپ نے آج یہ حرکت کی تو کل اس سے بھی غلط کر سکتی ہیں۔ آپ کی سرزنش ضروری ہے۔ ہٹیں"

تبریز شاہ کے کچھ ماننے والے آج جمع تھے حویلی میں جو ہفتے کے کسی ایک دن وظائف وغیرہ لینے جمع ہوتے کیونکہ انکو تبریز شاہ کے بتائے وظیفوں سے ثمر ملتا، پھر طبعی مشورے بھی کیونکہ حکمت بھی جانتے تھے وہ۔

ماول پر اس وقت اس قدر غصہ تھے کہ اسکے بہتے آنسوؤں کی پرواہ بھی نہ کی اور پاس سے گزر کر اپنے کمرے سے نکل گئے۔

ماول کا دل بہت رنج میں تھا، اور داران کا سن کر تو وہ اور دکھی ہو چکی تھی کیونکہ وہ بابا کی طرح نرمی برتنے والا نہیں تھا۔

.._____..

"کیسے کوئی کسی کو کیڑے مکوڑے کی طرح مار سکتا ہے، وحشی ہو چکے ہیں لوگ"

اس وقت دار یہ کچھ سوچنا نہیں چاہتی تھی، جو کرنا تھا اسے کل کرنا تھا، سڑک کنارے ڈھلوانی لائن پر بیٹھے وہ اپنی آنکھوں کے سامنے حسام کے اندر اترتے گرم لوہے کا منظر سوچے جا رہی تھی، کچھ فاصلے پر ایک چودہ سالہ بچہ پکوڑے اور سمو سے اور جلیبی کی ریڑی لگائے ہوئے اپنے کام میں مگن تھا۔

"بابا جی! پکوڑے کھاو گی۔ پیسے نہیں ہیں تب بھی کوئی بات نہیں۔ یہ لو"

اسکی سوچوں کا خلاء، نرم معصوم آواز سے شناسا ہوا، دار یہ نے غائب دماغی سے اس بھولے سے بچے کو دیکھا جس نے پلاسٹک کی پلیٹ میں دس کے قریب پکوڑے رکھے تھے اور ہری لال چٹنی بھی۔

"ہیں پیسے، تمہارے لذیز پکوڑوں کی قیمت تو میرے پاس سے نکل ہی آئے گی۔ آؤ بیٹھو، کیا پڑھتے نہیں ہو؟"

دار یہ کی آنکھیں سارا غم بھولیں، بشر نامی وہ بچہ فوری دار یہ کے پاس ہی بیٹھا، کوئی گاہک تو تھا نہیں شام کے اس پل تبھی اسے فرصت ہی فرصت تھی۔

"پڑھتا ہوں مدرسے میں، آٹھویں کلاس میں ہوں باجی، بابا ایک ہفتے سے بیمار ہیں تو انکی ریڑی میں لگا رہا ہوں پر آتے جاتے لوگ مفت میں ہی مجھے بچہ سمجھ کر میرے پکوڑے سمو سے اٹھا کر چلے جاتے رہے، کچھ نے ہی پیسے دیے۔ آپ ادھر کیوں اداس ہو کر بیٹھی تھیں، کیا آپ بھی میری طرح غریب ہیں۔ میں نے آج اٹھارہ سو کمایا ہے، اگر چاہیں۔۔۔"

اس بچے کی تنگدستی اپنی جگہ لیکن داریہ تو اسکے سمندر سے بڑے دل پر آبدیدہ ہوئی، لپک کر اسکا گلوگیر لہجہ سنے ماتھا چوما جو اس بچے کو بھی اپنائیت بھرا احساس بخش گیا، اسکی گرے نم آنکھیں مسکرا دیں۔

"میں بھی غریب ہوں لیکن تمہاری طرح ابھی میرے پاس بہت بڑا دل نہیں ہے، اور ہاں اپنے حق کے لیے خود لڑنا پڑتا ہے۔ ایک کو اپنی چیز اٹھانے دو گے تو اسکی دیکھا دیکھی دو آئیں گے، دس کو رو کو گے تو ممکن ہے کسی ایک کو سمجھ آ جائے۔ عمروں میں کیا رکھا ہے بچے، اصل ہمت تو تجربہ دیتا ہے۔ اور غربت سے بڑا استاد کون ہو گا بھلا۔ کل سے تم کسی کو اپنی ریڑھی سے کوئی چیز مفت میں اٹھانے نہیں دو گے اور میں پورا دن تم پر نظر رکھوں گی"

داریہ نے اسے جو سمجھایا اس بشر نامی بچے کی معصوم کانچ آنکھیں جیسے بھیگیں وہ داریہ کا دل کاٹ گئیں، وہ معصوم بچہ رو دیا کیونکہ اتنا بہادر نہیں تھا۔

صبح سے داریہ کو تلاش کر کر کے تھک ہار جاتا داران رکا بھی تو ٹھیک اس سڑک کے دوسری پار جہاں سے اسے وہ لڑکی اس بچے کے ساتھ بیٹھی اس کو خود سے لگائے ہوئے دیکھائی دی، داران ماہیر شاہ کی آنکھوں کا سارا غصہ، دن بھر کی خواری، تھکاوٹ اس دنیا کے خوبصورت منظر نے نگل لی۔

"روتے نہیں ہیں، دنیا بہت بری ہے۔ روتوں کو اور رلاتی ہے۔ نام کیا ہے تمہارا؟"

داریہ نے اس کے آنسو پونجھے تو وہ سر ہلاتا اپنے رندے گلے سے تھوک نکلتا مسکرایا۔

"بشر"

اس کے نام کی مٹھاس پر داریہ مسکرائی، دونوں نے کچھ دیر خاموشی سے پکوڑے انجوائے کیے، وہ اتنے لذیز تھے کہ داریہ نے ایسا زائقہ فائوسٹار میں بھی نہ چکھا۔

پکوڑے سمو سے اور جلیبی تل تل کر اس بچے کے ننھے ننھے ہاتھ تک سو جے ہوئے تھے۔

"بہت ہی پیارا نام ہے تمہارا، آج سے تم داریہ کے دوست ہو۔ اور میں جب بھی کراچی آؤں گی تم سے ملوں گی بھی اور ہم یو نہی بیٹھ کر پارٹی کیا کریں گے۔ لیکن اس کے لیے شرط صرف اتنی ہے کہ تم بہادر بنو گے۔"

داریہ نے اسکی پکوڑوں والی پلیٹ اسے واپس دی لیکن اس وعدے کو کرنے میں بشر گھبرا ہوا تھا۔

داریہ نے اپنے فون کے کیس کو نکالا اور وہاں رکھے پانچ ہزار کے فولڈ دونوٹ نکال کر چپکے سے بشر کی جیب میں رکھے۔

"ب۔۔بابی"

وہ بوکھلا کر پیسے نکالنے لگا جب دارِ یہ نے اٹھ کھڑا ہوتے اسے منع کیا۔

"تمہارے لیے نہیں ہیں، تمہارے بابا کے لیے ہیں۔ شاید جو پیسے میرے کام نہیں آئے ان سے تمہارے بابا کو شفاء مل جائے۔ میرے لیے یہ صرف کاغذ کے ٹکڑے ہیں بشر، انکی کوئی ویلیو نہیں ہے اگر یہ کسی کا درد نہ مٹا سکیں۔"

وہ خود تکلیف میں تھی کہ بشر کو وہ بہت اپنی لگی، جیسے بڑی بہن ہو۔

"میری بھی ایک شرط ہے پھر، آپ ہمیشہ فری پکوڑے لیں گی۔ ورنہ میں نہیں مانوں گا بابی، اور بابا بھی ناراض ہوں گے"

بشر کی آواز آنسوؤں نے نگلی تو دارِ یہ فوری اسکو گلے لگاتی مان گئی۔

"اچھا بابا اوکے، میں اب سے بشر کی مفت خور گا ہک۔۔ ہا ہا اب خوش"

وہ ہنسی تو بشر بھی ہنسا، وہ دونوں ہنسنے تو انکی یہ خوشی دیکھ کر داران ماہیر بھی مسکرایا۔

"بابی آپ بہت پیاری ہو، مجھے پسند آئی ہو۔ اور کھاو گی پکوڑے"

بشر نے چہک کر دل تک پیش کر دینا تھا، وہ اتنا خوش تھا کہ دارِ یہ اپنی ٹنشن بھول ہی گئی۔

"مانا کھاپی کر میں موٹی نہیں ہوتی پر ایک اور پکوڑا کھایا تو ایسا ہی بد شکلا پمپل میرے منہ پر خاضری دینے آجائے گا، میرے حصے کا تم کھالو۔ اور ہاں اب گھر جاؤ کیونکہ کافی شام ہو گئی ہے۔ کل یہیں ملنے آؤں گی تم سے پھر تمہارے گھر کا ایڈریس بھی لے لوں گی"

پیار سے بشر کی گالیں سہلاتی وہ اسکو ڈھیر سارا خوش کیے فکر سے سمجھاتی بولی جس پر وہ فوری فرمانبرداری سے ہاتھ ہلاتا ہوا اپنی ریڑھی کی طرف بڑھا، تمام سامان وغیرہ سمیٹا اور ریڑھی لیے وہاں سے روانہ ہوا پر جاتے جاتے بھی پلٹ کر داریہ کو ہاتھ ہلانا نہ بھولا۔

وہ تب تک تو مسکراتی رہی جب تک اسے بشر دیکھائی دیا مگر اسکے اوجھل ہوتے ہی پورے وجود میں ایک بار پھر حسک کی لہو لہان حالت یاد کرتے کپکپاہٹ اتری۔

جس نے داریہ کے جسم تک میں لرزش جگائی، ابھی وہ اس ذہنی حالت میں ہی نہ تھی کہ یہ سوچ پاتی داران یہاں کیوں آیا اسکے پیچھے۔

وہ خود بھی ہوٹل واپس جانے کا ارادہ کیے جب مڑی تو سامنے کھڑے داران کو دیکھ کر ایک لمحہ تو اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔

"تم پھر سے؟"

داریہ کے منہ سے بنا سوچے نکلا، سانس وہ استوار کرتی سخت تکلیف کا شکار تھی۔

"کانپ کیوں رہی تھی تم؟ کیا کر کے آئی ہو۔ یہ۔۔۔ خون کی مہک آرہی ہے تمہارے لباس سے۔ کسی کا قتل کر دیا کیا؟"

بنا اسکے سوال کا جواب دیے وہ یہ سب بھانپتا پوچھتا داریہ کے دماغ کی چولیس ہلا گیا۔
"تم کیا و نمپائر ہو؟ جو تمہیں سوکھے خون کی مہک اور سیاہ لباس پر بھی رنگ نظر آگیا۔ ہو کون تم۔۔۔۔ یہاں کیا کر رہے ہو؟ میری جاسوسی کر کے ثابت کیا کرنا چاہتے ہو کہ بہت بری ہوں، اور تمہاری امان کے لائق نہیں ہوں۔۔ تو مت کرو کیونکہ میں یہ سب جانتی ہوں"

وہ سمجھ نہ پا رہی تھی اس پر اسرار شخص کو جو ایک طرف زہر لگ رہا تھا تو دوسری طرف کسی پر زور کشش کے سنگ ہر لمحہ داریہ کو جکڑ رہا تھا۔

"کہاں رکی ہو؟"

ایک بار پھر داریہ کی شکایت کو رتی برابر اہمیت نہ دیتے سپاٹ سوال، اسکی برداشت کی حد ختم کر رہا تھا وہ۔

"جاو سر سے اترو میرے"

چنگاڑ کر اسے بھاری وجود کو پرے کرتی وہ اس کچی سڑک کی طرف چل پڑی۔

"جو پوچھوں اسکا جواب دیا کرو داریہ"

اسکی بازو سے جنجھوڑے پلٹائے پست سا غراتے آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے داران کی یہ حرکت
دار یہ کو بھی چھیڑ گئی۔

"اور جب میں کچھ پوچھوں تو فرعون کی ممی بن جایا کرو خود تم۔۔۔۔ جاویا ر دماغ کی لسی نہ کرو میری۔
اس وقت تمہارا بھی خون کر دوں گی"

سخت بیزار موڈ میں کاٹ کھانے کو دوڑی۔

"یار نہیں ہوں میں تمہارا سمجھی"

داران کو ڈائریکٹ آگ لگی۔

"پھر کیا میری ماں ہو جو میرے سر پر ضرورت سے زیادہ چڑھنے کی کوشش کر رہے ہو؟"

وہ بھی جیسے ہر لحاظ بالائے طاق رکھ دیتی پنچے لڑانے کے چکر میں تمیز کا دامن جھٹک گئی۔

"کس قدر بتمیز ہو تم"

داران کو ہول اٹھے، آگے سے وہ اپنی بازو جھٹک کر چھڑواتی زہریلا ہنسی۔

"معلومات دینے کے لیے شکریہ، اب جاوے یا موت کے فرشتے کا انتظار کر رہے ہو یہاں کھڑے؟"

داریہ کی بتمیزی بڑھی، بلکہ اس وقت سامنے دیوار بھی ہوتی تو داریہ سرما لینے میں بھی کوئی عار محسوس

نہ کرتی۔

"تم ایسے نہیں مانو گی"

داران نے اسکی ہٹ دھرمی اتنی برادشت کی جتنی کر سکتا تھا، اور وہیں سے اسے بازوؤں میں اٹھائے

اپنی گاڑی کی طرف بڑھا، داریہ اسکی جرت پر جل بھن گئی اور جب تک بچوں کی طرح ٹانگیں ہلا کر

مزاحمت کیے اسکے شکنجے سے آزاد ہوتی وہ اسے گاڑی کی پچھلی سیٹ پر دھکیل کر بٹھاتے دروازہ ٹھک سے بند کر تاڈرائیونگ سیٹ سنبھال چکا تھا۔

"کس قسم کی جبر ت تھی یہ؟ اور کہاں لے کر جا رہے ہو۔"

پیچھے بیٹھی آگے کو جھک آتی اسکے کان میں چلائی۔

"موت کے کنوئیں میں"

دار یہ کیا کم منہ پھٹ تھی، داران نے تو شاید ڈگری لے رکھی تھی، دار یہ نے اتنے غصے کے باوجود مسکرا کر واپس پیچھے ٹک کر بیٹھے سر سیٹ سے ٹکالیا۔

"کہاں رکی ہو؟ بتا دو ورنہ اپنے ہوٹل لے جاؤں گا۔۔۔۔"

داران کی گاڑی سٹارٹ کرنے کے بعد دی دھمکی پر دار یہ ٹھٹکی۔

"مطلب؟"

دار یہ پھر سے اسکی طرف جھک کر کان میں گھسی، داران نے خود کے لیے اس لمحہ اللہ سے بس صبر مانگا۔

"مطلب۔۔۔ یادداشت کیا بہت کمزور ہے۔ تمہیں جانے دینے کی ایک قیمت تھی دار یہ زمیل خان اور

وہ تھی میرا حق"

اس سکون سے وہ داریہ کے حواسوں پر بجلی گرا گیا کہ کئی لمحے اس سے کچھ بولانہ گیا، وہ اسے عجیب سی نظروں سے گھوری، وہ ایسا لگتا تو نہیں تھا، پر اپنے حق کے معاملے میں داران ماہیر کو اتنا منہ پھٹ دیکھ کر وہ سراسیمگی کی کیفیت میں چلی گئی۔

فوری گھبرا کر اپنے ہوٹل کا بتاتی وہ پیچھے ہو کر ٹھیک سے بیٹھے شرافت کا نمونہ بن گئی، پھر نہ تو ہوٹل پہنچنے تک داریہ کے بولنے کی آواز آئی نہ سانس لینے کی۔

داران راستے میں ایک جگہ رکا اور جب واپس آیا تو داریہ کے لیے ایک سنپل سائنائیٹ ڈریس تھا، کچھ چاکلیٹس، کچھ پف پیسٹریز اور کچھ سٹریس ریلیز رپن کلرز۔۔۔

داریہ نے داران کے شاپنگ بیگ کو بھی شرافت سے تھاما مگر جب اس نے اندر موجود یہ سب دیکھا تو جھٹکا لگنا فطری تھا، یہ سب داریہ کا فیورٹ تھا، اور اسے اس وقت رپن کلرز کی بھی اشد ضرورت تھی۔ وہ ایک بار پھر اس شخص کی کڑوی ذات اور اس مٹھاس سے بھری پیش قدمی پر حیرت کا مجسمہ بن گئی۔ "ایسا کیوں لگتا ہے تم مجھے مجھ سے زیادہ جانتے ہو، اف میرا دماغ کام ہی نہیں کر رہا اور یہ مینا مجھ پر یہ سب کر کے لائن مارے جا رہا۔ اوہ میرے اللہ میرے حواس مجھے واپس کر دیں"

داریہ کا بس نہ چلا زور زور سے چلانے لگتی، گہرے گہرے سانس بھر کر خود کو کمپوز کرنے پر ہی گزارہ کرتی رہی۔

انیب کو پورا دن وقت ہی نہ ملا کہ وہ پیلس لوٹ کر جاتی، رات میں ہی گئی، دادو سے آتے ہی گھوری وصول کی کیونکہ وہ اسے صبح کہہ کر بھی گئی تھیں۔

پورا دن اپنی صحافت میں مگن وہ تھکی ہاری آتے ہی چیلنج کرنے گئی اور جب تازہ دم ہوئے واپس آئی تو دادو کو پچن سے نکلتا دیکھتے رکی۔

"کافی مانگی ہے اس نے، جاودے کر آؤ۔ بات تو تم نے میری نہ ماننے کی قسم کھا رکھی ہے انوو۔" برہمی جتا تیں دادو کو وہ مزید ناراض نہ کرتے مکھن لگاتی گال چٹا چٹ چوے مگ لیے فوری سڑھیاں پھلانگے چڑھی، عاقب کے کمرے کے دروازے میں پہنچ کر ہلکا سا دبایا تو وہ کھل گیا، صوفے پر دراز ہوئے وڈیو گیم کھلیتا عاقب اسکی آمد پر پیر کے تلووں تک جلا۔

انیب اندر وارد ہوئی، مگ میز پر عاقب کی پھیلی ٹانگوں کے پاس رکھتے پاس بیٹھنے لگی جب وہ ساند کی طرح پھنکار کر گھورا۔

"یہاں کہاں؟ نکلو"

مروت و لحاظ کو چھوئے بنا زہر اگلا، انیب نے ہاتھ سے اسکے میز پر پھیلے پیر پرے دے مارتے زمین کی جانب اتارے اور خود اس جگہ بیٹھی، عاقب نے جوائے سٹک میز پر رکھتے سیدھا ہو کر بیٹھتے ہی اسکی بازو پکڑے اٹھ کر گھسیٹا اور کمرے کے دروازے تک لائے انیب کی مزاحمت پر رکا۔

"کس قسم کے بے رحم انسان ہو، دھکے مت دو، تمہاری دل جوئی کرنا چاہتی ہوں"

انیب نے زور لگاتے اسکو دھکیلنے سے روکا۔

"جو زخم دے اسے دل جوئی کا کوئی حق نہیں، تم اور داریہ میری مجرم ہو اور رہو گی۔ بہت خوشی ہو رہی تھی تمہیں کہ داریہ مجھے تم سے کم سمجھتی ہے۔ مبارک ہو تمہیں تمہاری بیسٹی داریہ۔ میں اب اسے دوست نہیں سیدھا اپنی ملکیت بناؤں گا"

اسکے پھاڑ کھاتے تیز لہجے میں جلن تو تھی ہی، وارننگ بھی تھی۔

"وہ داران ماہیر شاہ کی ہے اور ان شاء اللہ آخری سانس بھی اسی کے حصار میں لے گی۔ تم کسی اپنے جیسی فسادن کو کیوں نہیں چن لیتے، تمہارا غم غلط ہو گا تو شاید یہ تن بدن کو لگی نادیکھائی دیتی آگ سرد پڑ جائے"

انیب اس سے اس بار اب زیادتی کر رہی تھی، وہ سمجھ نہ پاتی کہ کیا کیا بول جاتی ہے اور پھر اکیلے میں پھوٹ پھوٹ کر رونا پڑتا تھا۔

"آگ نہیں ہے اب یہ، پھٹنے کے دہانے آیا آتش فشان ہے انیب بی بی۔ تم تو اب اسکی اک چنگاری بھی نہیں سہہ سکتی۔ اس لیے تم جیسی فسادن کا پتا تو کٹا سمجھو۔ مجھے اگر کوئی عورت سکون دے سکتی ہے تو وہ داریہ ہے، اور اسے دینا ہو گا۔ اگر وہ داران کی رہی تو آخری سانس شاید چند دنوں میں ہی لے لے۔ ہر چیز کے لیے تیار رہنا، کیونکہ تم سبکی نیندیں اجڑنے والی ہیں۔ اب نکلو اپنی دل جوئی کا ٹوکرا اٹھائے"

انیب کی تذلیل کیے وہ اسے باقاعدہ کمرے سے نکال باہر کرتا اس کے منہ پر دروازہ بند کر گیا، لیکن آج انیب جہانگر کی آنکھوں میں وہ آنسو تھے جو اب سے پہلے وہ صرف تنہائی میں بہاتی تھی۔

.._____..

"آگیا میرا ہوٹل اب چلے جاو۔ یہاں میری تھوڑی سی عزت ہے"

ہوٹل وہ دو ساتھ پہنچے جبکہ انٹرنس پر ر کے داریہ نے اس کے بھی ساتھ چلے آنے پر بگھڑ کر روکتے پرے کیا۔

"کہنا کیا چاہتی ہو، میری موجودگی تمہاری عزت خراب کرے گی یا کمی کر دے گی؟"

وہ ہمیشہ ہی لڑنے پر تیار لگتا تھا اسے لیکن داریہ خاموش ہوئی کیونکہ سچ میں اس کے کہنے کا ایسا کوئی مقصد نہ تھا۔

"حق کی بات کی تھی تم نے، وہ میری بھلائی تو نہیں ہے کہیں سے۔ ویسے بھی داریہ میں مزید کسی سکینڈل کو برداشت کرنے کی ہمت نہیں ہے"

وہ اپنی بات سمجھانے کے چکر میں مزید بڑا بلند ر بلکہ غلط بات کہہ بیٹھی، داران کے غضب کو بڑھاوا دیا گیا۔

"میرے ساتھ تمہارا سکینڈل کیوں بننے لگا عقل مند خاتون، تم گرل فرینڈ نہیں ہو میری ناں محبوبہ۔
تھوڑی سی بیوی ہو بس۔ اور یہ کونسے حق کا سوچ کر بیٹھی ہو، خوابوں سے باہر تشریف لے آؤ۔ حق
صرف وہ نہیں ہوتا"

سخت اکتا کر وہ اسکے خیالات کا لیول سوچتا منہ بگھاڑتا "وہ" پر نظریں سی چراتا بولا جبکہ داریہ کو چنگاری
لگ چکی تھی لیکن واللہ اس داران ماہیر کی نظریں چرانے کا جان نکالتا لمحہ اس چنگاری کو پھر سے راکھ بنا
کر داریہ کے دل تک دھڑک جگا گیا۔

"اور تمہارا" میرا حق "سے مراد کیا تھا، مجھے اچھی صحت بنانے کے رہنما اصول سیکھانے تھے کہ چلو
تھوڑی موٹی ہو کر اپنا بھلا کر لے بچاری"

داریہ کو اسکی ڈبل کر اس وینگ باتوں پر اخیر غصہ آیا۔

"دیکھا، تمہاری سوئی موٹے ہونے پر ہی اٹکی ہے"

یہ جملہ داران نے بنا سوچے لڑنے کے موشن میں کہہ دیا لیکن جب احساس ہوا کیا واہیات بول بیٹھا
ہے، اپنے آپ کو چیپیریں مارنے کا دل چاہا، یا پھر زمین پھٹے اور وہ سما جائے اندر۔

دارنہ بھی منہ موڑے بمشکل ہونٹوں کو حصار لیتی بے ساختہ مسکراہٹ دقت سے دبای پائی، وہ داران کو
اس لمحہ کیوٹ امیجن کیے مسرور تھی۔

جب پلٹ کر اسے دیکھا تو موصوف گھبرائے ہوئے، پر اعتماد ہونے کی ناکام کوشش کرتے سیدھا داریہ کے دل کی گھنٹیوں سے جا لچھے۔

"اب جاوناں"

داریہ نے ہی بیچ کا فسوں توڑا۔

"نہ جاوں تو کیا کرو گی"

اپنے زبان کی بے لگامی کا توڑ کرتے زرا ایکسٹرا اکڑا گیا۔

"کچھ نہیں، اندر چلی جاوں گی ہوٹل میں۔ اور جا کر مزے سے سو جاوں گی۔ سیکورٹی کو کہہ دوں گی یہ آدمی مجھے چھیڑ رہا ہے۔ وہ خود نمٹ لیں گے"

داریہ نے مسکراتی سنجیدگی کے سنگ اپنے نیک ارادے بتائے۔

"زیادہ سمارٹ بننے کی ضرورت نہیں ہے، اپنے چھوٹے سے چھوٹے عمل کا سود سمیت بدلا پاؤ گی یاد رکھنا۔"

اسکے دائیں بائیں ہاتھ دیوار پر رکھے زرا جھکنے کے باوجود ایک جنٹل مین قسم کا فاصلہ برقرار رکھے داریہ کو دھمکایا لیکن وہ آگے سے زچ کر تاسکائی۔

"میں آل ریڈی سمارٹ ہوں، اب جاو بھی، یا نالاج بے بی کو گڈ نائٹ کسی چاہیے"

مقابل کو سلگا کر وہ محفوظ ہوئی کیونکہ وہ اسکے بہت قریب آکر داریہ کو اس شرارت پر خود اپنے خوبصورت نقوش سے اکسا چکا تھا لیکن اس بار تو حد کر دی اس آفت نے، داران نے بنا کچھ سوچے ایک ہی جھٹکے سے داریہ کی گردن دبوچی، محترمہ کی ساری مستی باہر آن ٹپکی۔

"ایسی نازیبا گفتگو تمہارے سرکل میں عام ہوتی ہوگی، ہمارے ہاں اسے بے شرمی گردانا جاتا ہے۔ ناتو مجھ سے ایسے لہجے میں دوبارہ بات کرنا نہ ایسے ستے الفاظ چننا مجھ سے مخاطب ہوتے وقت۔ سمجھ آرہی ہے یا دوسرے طریقے سے سمجھاؤں؟"

گردن پر اس وحشی کی پکڑ اس قدر سنگین تھی کہ داریہ دونوں ہاتھوں کی قوت سے اسکا ہاتھ پکڑے مزاحمت کر کے چند سانس لینے میں کامیاب ہوئی، پورا چہرہ سرخیاں چھلکا گیا۔

"آہہ"

اسکا ہاتھ جھٹک کر پوری قوت سے داران کو پرے دھکیلتی وہ گہرے سانس لیتی اپنی گردن مسئلتے اسے کاٹ کھاتا گھوری۔

"ٹھیک ہے درندے غلطی ہو گئی، مجھے کہنا چاہیے تھا باداب با ملاحظہ، کیا ایک خوبصورت بو سے کی حاجت ہو رہی ہے عالی جاہ کو یا ایسے ہی اپنے چرنوں (پیروں) کو زحمت دے لیں گے دفعتان ہونے کے لیے"

پہلے تو داران کو لگا اب وہ کچھ شرم کھا جائے گی پر داریہ نے تو نجانے کونسے بدلے نکالے تھے، داران کو لگا اگر دو منٹ رکا تو ہنس کر سارے رعب کی وفات کروا بیٹھے گا تبھی ایک ڈرامائی سی منحوس اور کھا جاتی نظر داریہ پر ڈالتا وہاں سے بھاگ نکلا اور اسکے جاتے ہی وہ اپنی گردن سہلاتی ہنسی اور پھر رات کی رانی تو تب دیوانی ہوئی جب ہوٹل کے لان سے گزرتا مسکراتا ہوا داران ماہیر شاہ دیکھائی دیا۔
واللہ اسکی آج والی مسکراہٹ، کئی مہنگے جوہرات گروی رکھ کر بھی نہ ملتی کسی کو، پر آفرین وہ حسینہ آفت و شر جسے بن مانگے مل گئی۔

.._____..

شاہ حویلی میں ڈنر سب نے خاموشی کے سنگ کیا جو یہاں کی روایت بھی تھی مگر بے جا چپ پر عزیزے فکر مند ہوئیں، مایا، تبریز یہاں تک کہ انکی بلبل یعنی ماول بھی سنجیدہ اور چپ تھی۔
"سب خیریت ہے؟ اتنی خاموشی کیوں ہے۔"

تینوں سے عزیزے جان نے کھر درے استفہامیہ لہجے میں بیک وقت سوال کیا، مایا نے پہلے ماول کو اک نظر دیکھا پھر تبریز کو تا سف کے سنگ، ماول زرا سا گھبرائی لیکن مختصر۔

"جی سب ٹھیک ہے عزیزے جان، ماول کے امتحانات قریب ہیں تبھی ہماری لاڈلی خاموش ہیں۔
پڑھا کو بننے کی کوشش کی جا رہی ہے"

نرم مسکراہٹ لبوں پر لیے ماحول کی تپش وحدت کم کرتے تبریز، عزت زے جان کو قدرے تشویشناک موڈ سے باہر لے آئے، مایا نے بھی ساتھ دیتے پھیلکی سی مسکراہٹ دی۔

ماول نے شاکی نظروں سے بابا کو دیکھا اور زبردستی کی مسکراہٹ اچھال کر تائید کیے اٹھ گئی، اب تک وہ ماول سے شدید ناراض تھے اور یہ ناراضگی ابھی مزید بڑھنے والی تھی، شاید تب تک جب تک ایاد خان کی تکلیف نہ مٹ جاتی۔

"بہت پڑھنا ہے مجھے دادو، میں اب جا رہی ہوں۔ ویسے بھی بھیا نہیں ہیں تو میرا دل بھی بور ہو رہا۔ گڈ نائٹ"

سب کی نظروں کے سامنے بیٹھنے سے جان چھڑواتی ماول گئی تو عزت زے جان کی برہم نگاہ تبریز پر جم گئی۔
"یہ داران اور وہ لڑکی کہاں ہیں؟ مجھے تو کوئی خبر دینا ضروری نہیں سمجھتا"
غصے کی ہلکی سی حرارت لہجے میں لیے تبریز سے سوال کیا۔

"وہ پوتی بہو ہیں آپ کی عزیز زے جان، وہ لڑکی کہنا انکی انسلٹ ہے۔ آپ جانتی ہیں وہ مشہور ماڈل اور فلم ایکٹر ہیں، یقیناً کوئی کام ہی ہو گا۔ جبکہ داران ان کے ساتھ گئے ہوں گے، آخر کو امان دے رکھی ہے۔ خیال تو رکھیں گے ہی دار یہ کا"

تبریز کا سپاٹ لہجہ انکو ہر گز پسند نہ آیا، جبکہ مایا کے اندر دن کے تماشے کے بعد اب ان ماں بیٹے کی بعث سننے کا سٹیمنا ہر گز نہ تھا تبھی وہ معذرت کرتی اجازت لیے اٹھ کر چلی گئی۔

"شرم نام کی چیز ہے کیا تم میں تبریز شاہ، سیدوں کی بہو بیٹیاں کا ایسے بدنام کام کرتے اچھی لگتی ہیں۔ نہ اسکے کرتوت اس قابل ہیں نہ اوقات کہ وہ اس خاندان کی کہلائے۔ آلے داران، یا تو امان کے بیچ اسکے کام کو روکو اے یا کہیں اور لے جائے اسے۔ میں لوگوں کو کیا جواب دوں گی، کیسی بدنام پوتی بہو لائی ہوں، ابھی یہ خبر زیادہ لوگوں تک نہیں گئی، جس دن کھل گئی یہ سچائی تو برداری تھو تھو کرے گی ہم پر"

عزیزے جان کا لہجہ ہی نہیں یہ تضحیک کرتے آنکھیں بھی دہک رہی تھیں۔

"برداری کو جواب دینے کے لیے ہم ہیں، آپکو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ آپ دارم کی برسی کی تیاریاں کریں عزیزے جان۔ اسے ایصال ثواب کی بہت ضرورت ہو گئی۔ خاص کر آپکی جانب سے بخشش کی دعاؤں کی۔ تھک گئے ہیں ہم سونا چاہیں گے"

والدہ کی باتیں نہیں بلکہ تیروں کو سہتے انکے سینے پر پڑا اشکاف ہی انکو سرد و سپاٹ بولنے پر مجبور کر گیا، وہ اٹھ کر گئے تو عزیزے جان کی آنکھیں ضبط سے سرخ پڑ گئیں۔

وہیں دوسری جانب ایاد دن کا گیارات گئے واپس گھر لوٹا تو حمین کو انتظار میں پائے لاونچ میں بیٹھے بیٹھے سوتا دیکھ کر سخت افسردہ ہوا۔

"ماموں"

بے قراری سے دروازہ لاک کیے اندر آیا اور پاس آکر رکتے پکارا، حمین چونک کر جاگا تو ایاد کو دیکھے اٹھ کھڑا ہوا۔

"زلیل انسان، کہاں تھے تم۔ دن سے تمہارا نمبر بند ہے۔ یہ جانتے بوجھتے کہ ایک پاگل ماما پیچھے سلگ رہا ہو گا فکر میں، میری کوئی اوقات ہے تمہاری نظر میں یا نہیں"

دکھ اور تکلیف کے سنگ حمین کو چینختا دیکھے وہ کچھ نہ بولا بس ماموں سے چپ چاپ لپٹ گیا، حمین چوہان کے غصے کو تکلیف و کرب بننے میں لمحہ لگا۔

اسکے گرد بازو جکڑے لاڈلے کو سینے میں بھینچ لیا۔

"آپ ہمارے سر کا سائبان ہیں، اوقات کی بات نہ کیا کریں۔ میں پریشان تھا تبھی فون بند کر دیا کیونکہ کچھ وقت اکیلا رہنا چاہتا تھا۔ ابھی بھی ٹھیک نہیں ہوں، لیکن آئی پر امس صبح تک ہو جاؤں گا۔ پریشان نہ ہوں یار، ہم صبح تفصیلی بات کریں گے"

اس وقت بھی وہ الجھا بکھرا اور اس قدر اکتایا ہوا تھا کہ حمین چاہ کر بھی اعتراض نہ کر سکا۔
ایاد کی اس وقت کی کیفیت سمجھ سکتا تھا۔

"ہمم۔ کھانا تو کھالو"

حمین نے تاسف سے اسکے چہرے پر نظریں جمائیں۔

"بھوک نہیں ہے، آپ کھالیں۔ فکر مت کریں، سنبھل جاؤں گا۔ شب بخیر"

اپنی طرف سے وہ اسے جتنا بھی مطمئن کرتا، حمین کا سینا ساری رات سلگنے ہی والا تھا۔

ایاد کو کمرے کا رخ کرتا دیکھے حمین تھکے ہارے انداز میں صوفے پر لڑھکا۔

ماول نے شام بابا کے فون سے چپکے سے ایاد کا نمبر اپنے فون میں سیو کر لیا تھا، جبکہ ثانیہ کی طرف سے اسے ان سب سمیت ماول کی سزا والا پیغام بھی مل چکا تھا، ان سب نے گروپ میں باری باری معافی مانگ کر روتے تڑپتے ایمو جیز کے سنگ ماول سے درخواست کی کہ وہ ایاد کو منائے جبکہ ماول جانتی تھی یہ ناممکن ہے پھر بھی اس نے ایاد کا نمبر تو حاصل کر لیا مگر کافی دیر تک وہ خود میں اس آتش کا دوسرا نام بنے جن کو کال ملانے کی ہمت ہی جمع کرتی رہ گئی۔

ماول نے ایاد کو کمبائنڈ واٹس آپ گروپ میں پہلے ایڈ کیا تا کہ ایاد خان کا انتہائی ری ایکشن دیکھ سکے مگر جیسے ہی ایاد نے نہا کر ٹاول گلے میں لٹکائے ٹراؤز شرٹ پہنے کمرے میں آکر نوٹیفیکیشن چیک کرنے کو فون اٹھایا، گروپ کی چیٹ اور سبکے معافی نامے دیکھتے ہی فوری چیٹ ریموو کرتے سب کو بلاک کیا سوائے ماول کے۔

اور ٹاول ہینگ کیے اس سے پہلے کمرے کی مین لائٹ آف کیے سونے لیٹتا، کال رنگ پر فون اٹھا کر دیکھتے کال پک کی۔

ماول کے ہاتھ تو ابھی سے کپکپا رہے تھے۔

"ایاد سر! میں م۔۔۔ ماول۔۔۔ پلینز مجھے بلاک کرنے سے پہلے ایک بار میری بات سن لیں۔ وہ سب ایک غلط فہمی تھی"

پہلے تو ایاد کو اسکی اس جرت پر طیش آیا، آنکھوں میں ابال سا چلا آیا۔

"بھاڑ میں جاو تم اور بھاڑ میں ہی جائے تمہاری غلط فہمی۔ آج تو تم نے مجھے کال کرنے کی جرت کی، دوبارہ یہ دہرایا تو اپنی اس غلطی پر ساری زندگی پچھتاو گی ماول شاہ۔ نہ تو میں تمہیں جانتا ہوں آج سے نہ پہچانتا ہوں۔ اور نہ کبھی تمہاری دوبارہ شکل دیکھنا چاہتا ہوں۔ اپنے سب دوستوں سمیت تم میری یادداشت اور نظروں سے گر چکی ہو"

اس شخص کے عضلات اس قدر تناو کا شکار تھے کہ وہ جتنا ممکن تھا ہر اگل بیٹھا، ماول نے ڈر کر اس کے فون کاٹنے سے پہلے کال کاٹ دی اس ڈر سے کہ وہ کہیں یہ نہ کہہ بیٹھے کہ وہ اس سے نفرت کرنے لگا ہے، اس لڑکی کا تو اس بات پر ساری عمر کا نقصان ہو جاتا۔

ایک طرف طیش تھا تو دوسری طرح سب کچھ ختم ہونے والی ویران دکھی کیفیت۔

وہ سر میٹرس ہر گرائے لیٹی، آنکھیں بھرنے لگیں، کنارے تک نمی آئی پھر آنسو بن کر رخساروں پر ریختی ماول کے بالوں اور گردن میں گم ہونے لگی۔

"میری ب۔۔ بات تو سن لیں، وہ ایک پرینک تھا۔ وہ صرف مزاق تھا، م۔۔ مجھے آپ سے محبت تھوڑا ہے۔۔۔۔ یہ کیا کر دیا میں نے۔ کیوں انکی ناراضگی مجھے بھی قطرہ قطرہ کھا رہی ہے۔ پلیز اللہ جی، انکا دل نرم کر دیں۔ کم از کم اتنا کہ میں انھیں اپنے 'آئی لو ویو' کی سچائی بتا سکوں"

روتے روتے وہ ہچکیاں بھرنے تک چلی آئی، اور پھر غم ورنج کی اس حالت نے اسکے وجود تک کو لرزا دیا۔

ایسی ہی کچھ بے حال کیفیت آج انیب جہانگیر کی تھی، عاقب کی جانب سے ملی تضحیک پر وہ آج اپنی محبت کا حتمی قتل کیے جنازہ پڑھنے والی تھی۔

"آج کے بعد اگر تمہارا دل عاقب کے لیے دھڑکا انیب تو میں تمہیں مزید زندہ رہنے نہیں دوں گی"

نفرت کے سنگ وہ خود کا عکس آئینے میں دیکھ کر جتنا ممکن تھا اتنا بلند چلائی کہ خوبصورت چہرے پر نادیدہ سی داڑیں چلی آئیں۔

آج وہ سب ختم کر چکی تھی، اب سے در بدر ہونے کی باری عاقب موہان کی تھی۔

.._____..

فجر کو ابھی وقت تھا، ساری رات اپنے ہوٹل کے آرام دہ بستر پر کروٹیں بدل کر وقت گزارنے کے بعد چار تک وہ واپس داریہ کے ہوٹل پہنچا اور ریسپشن پر کھڑے لڑکے کی طرف آیا۔

"جی سر میں آپکی کیا مدد کر سکتا ہوں؟"

نہند میں زرازراڈوبی آواز کے باوجود اس لڑکے نے خود کو مکمل تر و تازہ ثابت کرتے پوچھا۔

"داريہ زميل خان کس روم ميں رکي هے؟"

کاونڑ پر ہاتھ رکھ کر آہستگی سے پوچھا، ريسپشن بوائے نے پہلے تو اس نام پر عجيب سي نظروں سے داران کو گھورا۔

"سوري سر داريہ نام کي مہمان تو هيں ليکن ناٹ داريہ زميل خان"

يہ داران کے ماتھے پر شکنیں اور دل ميں خدشہ لانے والا جواب تھا۔

"واٹ؟"

بے اختيار حيرت و پريشاني عيائں کي گئي۔

"جی داريہ ماہير شاہ رکي هيں"

جبکہ اس سے پہلے داران کا غصہ پھر سے داريہ کے بھاگ نکلنے پر آتشي بنتا، ريسپشن بوائے کا اگلا جملہ اس

عتاب کي آگ پر برسات کي پھوار بن گیا۔

"کس جرت سے ميرانا م يوز کر رہي هے يہ"

داران کا خون کھولا پر کہیں دل نامي خرافاتي شے کو تسکين بھی ملي۔

"مجھے اسکے کمرے کي ڈپليکيٹ چابي چاہيے"

سنجيدگی سے اگلي ڈيمانڈ، مقابل ششدر هوا۔

"واٹ! سر ہم آپکو ایسے پاگل لگتے ہیں۔ کسی اور کے کمرے کی چابی آپکو کیوں دوں؟"

مقابل کا تپنا جائز تھا۔

داران نے اگلے ہی لمحے جینز کی جیب سے نکاح نامہ نکال کر اس لڑکے کے سامنے لہرایا۔

"بیوی ہے میری، نہیں چاہتا اسکی نیند خراب ہو۔ اور کوئی ثبوت چاہیے؟"

ریسیپشن بوائے شرمندہ ہوتا مسکین سی مسکراہٹ دیے فوری ڈپلیکیٹ چابی داران کو تھما گیا البتہ داران نے برہم نگاہ اس لڑکے پر ڈالی اور نکاح نامہ واپس فولڈ کیے جیب کا خزانہ بنا کر سنبھالتا چابی ہاتھ میں دباتا اس پر لکھے روم نمبر پینتیس کی طرف بڑھتے ہوئے کف لنکس اوپن کیے کف فولڈ کرتا ہوا سپاٹ لگ رہا تھا۔

ایک بار پھر خواب سے جاگنے کے بعد داریہ اس مسیحا کو یاد کیے، اسکے لا حاصل عشق کے پیچھے کروٹ پر لیٹی آنسو بہا رہی تھی، یہ ایک معمولی سی کہانی ضرور تھی لیکن داریہ کا اس نامعلوم شخص سے دل بہت بری طرح جڑا تھا، ورنہ اسکی آنکھوں میں آنسو لانے کی ہمت بہت کم چیزوں میں تھی۔

"تم مجھے مل جاتے تو میں تمہیں سیدھا پرپوز کرتی، قسم سے سنبھال لیتی تم سمیت تمہاری خوشبو۔ لیکن اب مجبوری ہے، جب تک کسی اور کے نکاح میں ہوں تمہیں کیسے یاد کر سکتی ہوں۔ گناہ ہو گا۔ ہاں مانتی ہوں پہلے ہی بہت گناہ گار ہوں لیکن کبھی چاہ کر غلط راہ نہیں چنی داریہ نے۔ آپ تو سب جانتے ہیں اللہ، داران جیسا بھی ہے لیکن میری زندگی میں شامل ہو چکا ہے۔۔۔۔"

خود سے لڑتے ہوئے وہ بار بار خود کو کمزور پڑنے پر ہمت دے رہی تھی لیکن کچھ ہونہ پایا، داران نے بنا آواز کے چابی سے دروازہ اوپن کیا اور کمرے کے اندر داخل ہوا، وہ اب تک ہر شے سے بے نیاز مخالف کروٹ پر لیٹی آنسو پونجھ رہی تھی۔

"میں کیوں آیا ہوں یہاں؟ ہاں تفتیش کرنے آیا تھا"

اس کے قریب آتے ہی داران کے حواس بکھرنے لگے تبھی اسے خود کو ہوش دلانی پڑی۔ جیسے ہی داران نے مزید فاصلہ کاٹا، اسے لگا وہ رورہی ہے، اسکی آنکھوں کی نمی لیمپ کی سنہری روشنی میں صاف دیکھائی دی تھی، داران ماہیر شاہ کے سینے میں چھپی تھی۔

"ابھی بھی اسکی خوشبو آس پاس ہے، داریہ تم پاگل ہو رہی ہو"

داران کے کانوں میں داریہ کی تشنہ لب و لہجے میں کی گئی سرگوشی پڑی، لمحے میں اسکی آنکھوں کی پتلیاں تب ٹھہر گئیں جب داریہ کی بازوؤں میں وہ ہڈی دیکھی جسے وہ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتی تھی، پچھلے آٹھ ماہ سے، داران کے دماغ میں تکلیف سی جاگی۔

"میری ہڈی"

داران نے دہل کا سوچا۔

"کیا یہ میری ہڈی کے عشق میں پڑی ہوئی ہے، آہ فلورنس، تم اور تمہاری یہ بیوقوفانہ حرکتیں"

عجیب سے سرور کے سنگ سوچتے وہ جھٹکے سے جھک کر اسکے سینے دبائی ہڈی کھینچ گیا، داریہ کرنٹ لگے انسان کی طرح پلٹی اور داران کو دیکھتے پہلے تو صدمے میں گری اور جب داران کے ہاتھ میں وہ سیاہ ہڈی دیکھی تو جن زادی بن کر اٹھتے ہی اس سے جھپٹ کر اسے دراز قد و قامت رکھتے شخص کو خود سے پرے دھکیل گئی۔

"تم یہاں کیسے آئے، اور خبردار تم نے اسے دوبارہ چھوا"

داریہ کے کاٹ کھاتے تیور دیکھتا وہ ٹھٹکا، گو ہڈی نہ ہو گئی داریہ کی جان ہو گئی۔

"کیوں۔ ایسا کیا خاص ہے۔ یہ کسی میل کی لگ رہی ہے۔ کیوں لپٹا رکھی تھی خود سے، کس کی ہے"

ایک بار پھر سب جانتے بوجھتے داریہ پر سوالوں کی بوچھاڑ کرتے اپنا لہجہ بھی عجیب تڑپا ہوا کیا، داریہ تو اسکی اس جرت پر آگ بگولا ہوئی۔

"اپنے کام سے کام رکھو سمجھے، جس کی بھی ہے۔ خود سے اسے لپٹاؤں یا پہنوں تم ہوتے کون ہو مجھ سے یہ سوال کرنے والے۔ نکلو میرے روم سے، ہوٹل کی منیجمنٹ کو شکایت کروں گی کہ کوئی بھی لچا لفنگا کیا میرے کمرے میں منہ اٹھا کر گھس جائے گا۔۔۔ کیا زنگ لگ گیا اس ہوٹل کی پرائیویسی کو"

اس ہڈی کو لے کر وہ کسی کی جان بھی لے سکتی تھی، ابھی تو بس چیر پھاڑ ڈالتے تیوروں پر ہی بس کر دی، داران اسکے اندر کی اس چڑھیل کو دیکھ کر صدمے کی سی حالت میں تھا۔

"لچا لفنگا لگتا ہوں میں تمہیں؟"

ہڈی اسکے ہاتھ سے کھینچے میسٹرس پردے مارتے ایک ہی جھٹکے سے داران نے اسکی بازو پکڑ کر ملحقہ دیوار سے لگاتے قہرناک استفسار کیا۔

"تو کیوں گھسے ہو یوں چوروں کی طرح، مقصد کیا ہے تمہارا۔"

دار یہ اپنی آواز کا ڈر کوشش کے باوجود ان گرنیش بلو آنکھوں کی حرارت کے آگے دبانہ پانی کمزور سی آواز میں منمنائی۔

"سچ جاننا، بتاؤ مجھے دار یہ خون کا کیا معاملہ تھا۔ کہاں گئی تھی۔ وہ فلیش کیوں چرائی۔ سب جاننا چاہتا ہوں۔ تم میری امان میں ہو اور مجھے تمہاری ہر حرکت کی خبر ہونی ضروری ہے"

فوری مدد پر آیا کیونکہ دار یہ کی آنکھوں میں اپنا ڈر جلاد سے برداشت نہ تھا۔

"یہ میری پروفیشنل زندگی ہے جس سے نہ تمہارا آج تعلق ہو گا نہ کبھی آئندہ، پرنسل زندگی میں تم جتنا مرضی دخل دو میں کچھ نہیں کہوں گی۔"

صلح جو ڈرے ڈرے لہجے میں وہ کیا کہہ بیٹھی ہے خود بھی اس اجازت کی تباہی کہاں جانتی تھی۔

"ٹھیک ہے پھر ہڈی کا معاملہ بتاؤ، میں تمہارے اس پرسنل کو جاننا چاہتا ہوں"

وہ یوں گرگٹ کی طرح بدلا جیسے آج اس کا مقصد ہی دار یہ کی اس مددگار کے لیے اہمیت جاننا ہو۔ اچانک سے دار یہ کی آنکھوں میں پھر سے نمی سی گھلنے لگی۔

"وہ اسکی ہے جس سے مجھے محبت ہے"

یہ جملہ اسکی شادی شدہ زندگی کو برباد کر دے گا یہ جانتے بوجھتے وہ بول گئی، کیونکہ دار ان سے اسے کوئی جذباتی لگاؤ نہیں تھا نہ اس کے ساتھ وہ کوئی فیوچر بنانے کی امید یا آس لیے ہوئے تھی، وہ خواب نہیں

دیکھتی تھی سو اسے سچ کہنا ہی مناسب لگا، جبکہ کسی کی حرکت کرتی کائنات وہ حرکت کرتے لب و چشمان روک بیٹھے تھے باخدا۔

اپنے سامنے وہ داریہ کے منہ سے یہ ان ڈائریکٹ اظہار سن کر بے حس و حرکت پڑے دل کو پھر سے دھڑک اٹھتا محسوس کر رہا تھا۔

اسکی داریہ کے گرد پکڑ ملائم ہو گئی، اسکا غصہ جھاگ کی مانند پگھل گیا، اسکی آنکھوں میں نرمی اتر آئی۔
"تو تم محبت کرتی ہو کسی سے؟"

اس لمحہ سادہ سی ڈری سی داریہ اسکے حواسوں پر سوار تھی۔

"ہاں۔ تمہاری امان سے بحفاظت نکل گئی تو داریہ پھر سے اسکی ہو جائے گی، تم سے پہلے بھی میں پچھلے آٹھ ماہ سے اسی کی تھی"

وہ اپنے دل کو مار دینا چاہتا تھا جو اس لمحہ سارے کھیل کو چوپٹ کر کے داران کو اسے گلے لگانے پر اکسا رہا تھا، ایک مرد میں کہاں اتنی طاقت رکھی گئی ہے کہ وہ خود سے محبت کرتی من پسند عورت کو نظر انداز تک کر سکے۔

"اوہ! تو اگر اس امان کے بیچ کچھ ایسا ہو گیا کہ تم میری ہو گئی پھر؟"

یہ سوال داران نے زہریلے لہجے میں کیا تا کہ داریہ کے دل تک کوئی لپک نہ جائے۔
داریہ نے جھر جھری لیتے ایسا سوچنے تک سے پناہ مانگتے اسکے ہاتھ سے بازو چھڑوائی۔

"ایسا کچھ نہیں ہوگا، جیسی تمہاری کانٹے دار زبان ہے اور جیسی میری کھردری ذات ہے، ہم دو کا کسی طرح کوئی جوڑ نہیں۔ ایک جیسے چارج جب ایک دوسرے کو برداشت نہیں کرتے تو لوگ کیسے کر سکتے ہیں۔ تم اور میں دونوں نیگیٹو چارج ہیں جو ہمیشہ ایک دوسرے سے دور دھکیلے جائیں گے۔ یہی ہماری قسمت بھی ہوگی"

زر اسانظر چرانے کے بیچ کیا، کیوں اور کیسے نامی تمام سوالوں کو جواب دیے وہ ماہر Executioner کو لا جواب کر گئی۔

"ہمم۔۔ ٹھیک کہا تم نے۔ اچھا ہوا تم نے بتا دیا محبت کے بارے میں، نا جانے کون بد قسمت ہے بچارا" داران کا افسوس زدہ لہجہ دار یہ کو تیر سا چبھا۔

"کہنا کیا چاہتے ہو، وہ بد قسمت ہو گا جسے دار یہ محبت کرے گی؟"

وہ اسے غصے سے زیادہ تکلیف میں لگی، داران بس اسے دیکھتا ہی رہا۔

"آفلورس۔ ایسی باغی، بے باک اور فتنہ لڑکی کیسے کسی کی خوش قسمتی ہو سکتی ہے؟"

وہ اس سے بھی زیادہ سفاک تھا، یہ تو ابھی ابتدا تھی، دار یہ نے دو قدم اسکے قریب رکتے اپنی پر نم آنکھیں ان رنگیلی وحشی آنکھوں میں گاڑیں۔

"عورت اگر اپنے من پسند شخص کے لیے بھی باغی، بے باک اور فتنہ نہیں تو کس کام کی ہے ماہیر شاہ۔ دنیا تو ویسے ہی اسے بیبی، شریف اور فرما بردار کے روپ کے سوا برداشت نہیں کرتی، مسل دیتی ہے۔

عورت اپنے اندر کا سارا حسن اپنے من پسند مرد کے لیے سنبھال کر رکھتی ہے، تم کیا جانو یہی اسکے اصل حسن کے تین پیمانے ہیں۔ تم فکر مت کرو، میں اس شخص کی خوش قسمتی ضرور بنوں گی جسے چاہتی ہوں"

اک اک حرف جتا جتا کر اس نے داران کے دل کو زخمی کیا تھا، بنا ہتھیار بازی جیت گئی تھی۔
"اور نہ بن سکی تو"

وہ حد جاننے ہر بضد ہوا، اسے داریہ کی بے خوف آنکھوں میں دیکھنا سکون بخش رہا تھا۔
"تو مر جاؤں گی"

قصہ ختم کر دیا، اک لمحہ داران کے چہرے کی دلکشی بھی مر گئی، فلورنس کی اداس آنکھوں کو دیکھ کر وہ شگونی آنکھیں پتھر اگئیں۔

"مر گئی تو اسے کیسے پتا چلے گا کہ تم اسے چاہتی ہو؟"

اپنے جذبات و احساسات پر قابو پانے میں اسے مہارت تھی تبھی ہوش و حواس تھامتے ہی اگلا سوال کیا۔ یہ لڑکی کچھ مختلف تھی، اسکی برداشت سے کھیل رہی تھی۔

"جب نوبت اسکے سبب میرے مرنے پر آگئی تو تمہیں کیا لگتا ہے وہ میری محبت کو جاننے کا حق دار رہے گا۔ ہر گز نہیں۔ مجھے مزید اس پر بات نہیں کرنی، تم جاو پلینز"

عجیب تڑپی ہوئی تھی وہ اس غائبانہ شخص کے لیے جبکہ یہ لذت و کیفیت داران پر سرور حاوی کر رہی تھی۔

"واپس شاہ حویلی چل رہے ہیں ہم کل، ریڈی رہنا"

وہ اسکو کہہ کر پلٹا جب داریہ نے بے اختیار اسکو روکنے کو ہاتھ تھاما، ہتھیلوں کی گرمائش ملی تو بے ساختہ دونوں کی آنکھیں بھی وصل انگیز ہونے لگیں۔

"کل رات تک بزی ہوں"

اسکا ہاتھ چھوڑتے جلدی سے آنکھیں نیچی کرتے بتایا۔

"اوکے لیٹ ٹائیٹ کی فلائیٹ ارنج ہو جائے گی"

بات ختم کیے وہ پھر سے جانے لگا۔

"سنو! تمہیں برا تو نہیں لگا؟"

داریہ نے اس بار ہاتھ نہ پکڑا بس عقب سے اسکی پشت تکتے ہی پوچھا۔

اب وہ کیا بتاتا کہ اپنا آپ زہر لگ رہا ہے، خود ہی کامنہ توڑنے کا دل کر رہا ہے۔

"برا کیوں لگے گا داریہ بی بی، کیا تم میری محبوبہ ہو۔ کیا میری گرل فرینڈ ہو۔ کیا قسمے وعدے لے

رکھے۔ کیا تمہارا پوزیسو ہیرو ہوں،"

پھاڑ کھاتے وہ پلٹا، داریہ کو لگا آنکھوں سے ہی نگل لے گا۔

"جتنا سب گنوا یا ہے، جب کسی کے یہ سب بنو گے کتنا فنی لگے گا"

سنجیدہ رہنا تو داریہ کو اس بندے کے آگے بھول ہی جاتا، اس لمحے جب وہ سخت چڑا تھا، داریہ کی یہ فضول کی اکساتی کوشش رنگ لائی۔

"کیوں میں جو کر ہوں؟ یا اوٹ آف داپلیٹ چیز ہوں۔ نہیں بتاؤ ہوں کیا تمہاری نظر میں۔ فنی کیا ہو گا؟"

دونوں بازو پکڑ کر اپنے نزدیک کھینچتے غصے کی انتہا کی، داریہ کو زرا بھی ڈرنہ لگا الٹا وہ مسکرا رہی تھی۔
"یہی کے تم کسی کو آئی لو ویو، آئی مس یو، میری جان۔ میری زندگی کہو گے تو تمہارے منہ پر کوئی نرمی نہیں ہو گی۔ کان سرخ، ناک اونچی، بھیجنے جڑے، خوفناک آنکھیں۔ شاید تم نے گن بھی اٹھا رکھی ہو۔۔۔ تمہاری بندی کو ہارٹ اٹیک آئے گا البتہ۔ میرے جیسی کو یہ فنی لگے گا سچی"

اسکے چہرے کا ہر ہر نقش اسی پوزیشن میں امیجن کیے داریہ نے ساری کہانی خود ہی گڑھ لی۔
داران نے اچھلتی نگاہوں میں وہ محظوظ چہرہ بساتے مزید قریب کیا جب تو داریہ کے چہرے پر رنگ سے لہرائے، گھبراہٹ و بے چینی کے، وہ باخدا خوبصورت لڑکی تھی، ایک ایک نقش فرصت سے تراشا گیا تھا، خوبصورتی اور حسن کو کندن بنا کر، آگ میں تپا کر اس لڑکی کے وجود کو بخشا گیا تھا، اسکی راعنائیوں میں داران ماہیر شاہ کو قابو کرنے کی بہت شدید صلاحیت رکھی گئی تھی، اسکے جسم کے نشیب و فراز،

داران ماہیر کے ہاتھوں کی ساخت کے مطابق تھے، وہ ایک دوسرے کو پورا کرتے تھے، ابھی سے، یہ سوچنا تک مدہوش کن تھا۔

"کیا تم نے مجھے لے کر اپنے اس کچرے دماغ میں چھٹے بد معاش کی لووسٹوری سوچ رکھی ہے؟" جو نقشہ دار یہ نے کھینچا وہ تو خوبخو ایسا ہی تھا، داران کو تلووں آگ لگ کر سر پر بجھتی محسوس ہوئی۔ "نہیں تو ماہیر شاہ! وہ بھی محبت پیار کے وقت اچھے سیسے بچے بن جاتے ہوں گے۔ تم اینگری برڈ والا بمب ہو بلیکو جس کے سر پر شرلی (آگ والی رسی) لگی ہوتی ہے۔۔۔۔۔ کبھی بھی کسی پر بھی بھمبیبیبیب"

شرارتی آنکھیں مٹا کر موٹے مٹکیے کا لے بمب سے ملاتی وہ ہنسی مگر داران کی آنکھوں کے کڑے وارن کرتے تیور اسے واپس شرافت کا مظاہرہ کرنے پر مجبور کر گئے۔

"ہو گئی تمہاری بکو اس ختم"

دانت نکوستے داران نے پوچھا۔

"یس، کیوں اب تمہیں کرنی ہے؟"

دار یہ کی زبان پر پھر کھجلی ہوئی۔

"تم کیا چاہتی ہو پھر سے تمہارا گلابادوں؟"

بازوؤں کو آزاد کرتے پرے ہٹتے دھمکاتے ہوئے پوچھا پر داریہ نے شان بے نیازی سے آبرو اچکائے۔

"ہاتھ بھی مت لگانا، پہلے ہی گردن پر نشان آگیا ہے"

اسے تنبیہ کیے وہ گردن مسلنے لگی جیسے پھر سے گھٹن یاد آگئی ہو، داران نے بے اختیار قریب ہوتے اسکے شانوں پر گرے گردن کو ڈھکے بال ہٹائے تو سچ میں داریہ کی گردن پر غیر معمولی سوجن تھی، داریہ تو اسکے اس بے اختیار عمل پر تھم گئی، اس شخص کے ہاتھ کی شافی پوریں اسکی گردن سے جب جب مس ہوئیں، داریہ اس کیفیت کے آرام سکون کو بیاں نہ کر سکتی تھی۔

وہ اسکے بے حد قریب ٹھہرا فرصت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"سنو! کافی ہینڈ سم ہو۔ سکن کیئر روٹین تو بتاواپنی۔ اتنی کلئیر سکن تو آج تک سو حرے آزما کر میری نہیں ہوئی۔ کیا میں چھو کر دیکھ لوں؟"

اسکے داڑھی کے بال جہاں سے شروع تھے وہاں داران کے آدھے رخسار پھیلے تھے، اسکا چہرہ بہت خوبصورت اور نیٹ تھا، داریہ کی فرمائش کا وہ کیا جواب دیتا کہ وہ اجازت کے بنا ہی انگلیوں کی پوریں اسکی دائیں رخسار پر سہلاتی یوں مسکرائی جیسے کسی انہونی خوشی ہونے ہر کوئی بچہ خوش ہوتا ہے۔

"تم لڑکے بہت لکی ہوتے ہو قسم سے، صابن سے منہ دھویا تب بھی لشکارے۔ اور ایک ہم مسکین لڑکیاں، کلیزننگ، سکرب، تھریڈنگ، سمو تھمگ، ماسکنگ، فلاں فلاں۔۔۔ مجھے ناں تمہاری اتنی اچھی سکن دیکھ کر جیسی ہو رہی ہے۔۔۔"

وہ اس سے یوں باتیں کر رہی تھی جیسے دونوں کا ازل کا یارا نہ ہو، اسکے چہرے کو چھو کر جو ظلم وہ داران ماہیر پر ڈھا رہی تھی اسکی توداریہ کو خبر ہی نہ تھی۔

"بتمیز لوگوں کے منہ پر اضافی پھٹکار پڑی رہتی ہے، ان سب سے بھی نہیں جاتی۔ جلیس ہو کر مزید نحوست میں اضافے سے بہتر ہے تم بتمیزی میں کمی کا سوچو"

وہ اچھے موڈ میں تھی جو داران کا برا وقت بن سکتا تھا تبھی اپنی کینچی جیسی زہریلی زبان چلائی اور اپنے جادو چلاتا دور ہٹا۔

داریہ نے جس برداشت سے اسکا یہ وار سہا وہی جانتی تھی۔

"خود تو تم جیسے ابھی ادب و تمیز کی کلاسز دے کر آئے ہو۔ بکو اس آدمی"

حلق کے بل چنگاڑی جبکہ وہ ان سنی کرتا دروازے کی طرف بڑھا لیکن کہیں اندر سے چاہتا تھا وہ کسی بھی بہانے روک لے، لڑنے کے لیے ہی سہی۔

"دوبارہ اس فضول ہڈی کو خود سے چمٹاتی نظر نہ آو، جب میری امان سے نکلو گی تب ہی دوبارہ اسے چھونا۔ اور یہ بات میں ہر گز نہیں دہراؤں گا۔ رات کو ملتا ہوں"

جاتے جاتے بنا پلٹے حکم صادر کیا اور نکل گیا جبکہ داریہ کا سارا غصہ داران کی جلن نکل گئی۔

داریہ نے ہڈی اٹھا کر اپنے سینے سے لپٹالی۔

"تھوڑا سا جنونی تو ہے یہ آدمی، ہا ہا اچھا ہے امان پروردگی کا وقت اچھا کٹے گا تمہارے ساتھ ماہیر شاہ۔
کچھ تم مجھے جلانا کچھ میں تمہیں خاکستر کروں گی"

مست سی خود کلامی کیے وہ ابھی داران سے ہوئی اپنی تمام باتیں دوبارہ سے سوچتی مسکرائی اور پھر وہیں بیٹھے ہڈی کو اپنے سینے لپٹایے ہی تکیے پر سر گر کر لیٹی، کچھ دیر تک آزان ہونے والی تھی سواب سونے کا تو اس کا کوئی موڈ نہ تھا، ہاں مسکرا نے کا ضرور تھا۔

.._____..

"مانا اس سے غلطی ہوئی لیکن اس بچاری کا کیا قصور اس میں کہ وہ اندھیرے سے خوف کھاتی ہے، تمہارا غصہ بے جا لگ رہا ہے مجھے"

ناشتے پر ایاد جلدی جاگا تو حمین نے بھی زرا پہلے بریک فاسٹ بنا لیا، ساری تفصیل ایاد سے سننے کے بعد بھی اسے ایاد کچھ زیادہ بریم لگا۔

"اسکی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا، جو زلت و رسوائی اسکی وجہ سے مجھے سہنی پڑی ہے اسے کبھی بھول نہیں سکتا نہ واپس جو اسنگ کا سوال پیدا ہوگا۔ نئی جاب کی آفر ہوئی ہے وہ بھی CUI

(Comsats University Islamabad)

میں اور میں نے رات ہی اوکے کر دیا، کچھ دیر میں انٹرویو ہے میرا"

قطعیت کے سنگ ایاد نے دل کسی صورت نرم نہ کرنے کا فیصلہ سنانے کے ساتھ جو جاب کا بمب پھوڑا وہ حمین چوہان کے دل کو دہلا گیا۔

"واٹ؟ CUI والوں کو دیکھو زرا۔ لگتا ہے تمہارے نکالے جانے کا ہی انتظار فرما رہے تھے۔ ایاد، تم کچھ زیادہ جذباتی نہیں ہو رہے۔ اتنے سالوں سے تم نے اس کالج کو اپنا بیسٹ دیا، ایک دم سب ختم کیسے کر سکتے ہو"

حمین کا لہجہ رند اتو ایاد نے چائے کا سیپ بھرتے اختتام تک ماموں کے چہرے پر تھکن سے دو چار ہوتے نظریں جمائیں۔

"پلیز ماموں، مجھے ان سب میں سے کسی کی شکل نہیں دیکھنی۔ ظرف کے معاملے میں کافی بد قسمت ہوں۔ آپ بھی جائیں آفس، میں بھی آدھے گھنٹے تک نکل رہا ہوں۔ ہاں سچ! داریہ کی کال آئی۔ ٹھیک تو ہے وہ؟"

ایاد نے ناشتہ ختم کیا اور اٹھ کھڑا ہوا، داریہ کو مس کر رہا تھا تبھی پلٹ کر رکتے پوچھ لیا۔
"ہاں میسج کیا تھا اس نے جانے سے پہلے کہ اوٹ آف سٹی جارہی ہے، تبریز بتا رہا تھا داران بھی ساتھ ہی گیا ہے۔ انٹرویو کے لیے بیسٹ آف لک"

حمین نے مصروف انداز میں جواب دیا اور برتن اٹھائے کچن کی سمت لپکا، ایاد نے بھی تائیدی انداز میں سر کو جنبیش دی اور اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

دوسری طرف ماول کالج کے لیے جاچکی تھی جبکہ مایا بھی تبریز شاہ کے ہمراہ اپنی شاپ جلدی نکل گئی اور عزیزے جان حویلی میں ہفتے بعد آتی دارم کی دوسری برسی کی تیاریوں کے سلسلے میں فردوس سے ہمکلام تھیں۔

"لسٹ بنالی ہے عزیزے جان! آپ ایک بار دیکھ لیں"

فردوس نے ہاتھ میں پکڑا سفید کاغذ، عزیزے کی جانب بڑھایا جسے انہوں نے سرسری سادیکھتے فردوس کو واپس پکڑایا۔

"ٹھیک ہے فردوس، تم خانو اکبر کے ساتھ جا کر یہ سب کام آج سے ہی شروع کروادو۔ ہر غریب مسکین تک یہ اشیاء ضرورت آج سے پہنچنا شروع ہو جانی چاہیں۔ جاوشاباش"

نرمی سے ہدایت کی تو لہجہ دارم کی موت کے دکھ سے دلگیر ہوا، فردوس اداس سی وہاں سے چلی گئیں جبکہ عزیزے جان کی آنکھوں میں آنسو چلے آئے۔

"کب سوچا تھا کہ تمہاری خوشیاں دیکھنے سے پہلے اس ماں کو برسیاں منانی پڑیں گی دارم، آہ میرے اڑیل بیٹے، تم نے مجھے کسی کے سامنے اپنی طرف داری کے لائق تو چھوڑا ہوتا"

اولاد جیسی بھی ہواں کے تو جسم کا حصہ رہی ہوتی ہے، وہ کیسے برا کہہ سکتی ہے، عزیزے جان کے لیے بھی وہ برا شخص، مکمل برا نہ تھا۔

وہ کم عمری میں ہی کومل چوہان کے عشق میں مبتلا ہو گیا، چونکہ چوہان اور شاہ فیملی دوست تھی، لیکن پھر بھی یہ بے جوڑ رشتہ تو کسی صورت مناسب نہ تھا لیکن یہیں سے ابتداء ہوئی تھی دلوں میں آتی کد رتوں کی۔

وہ دن آج بھی عزت زے جان کو یاد تھا جب دارم نے محض سترہ سال کی عمر میں اپنے سے کئی سال بڑی کومل چوہان سے عشق ہو جانے کے بارے عزت زے جان کو بتایا تھا، فرزام چوہان (حمین اور کومل کے والد) اور سید نادر کبیر شاہ (دارم اور تبریز کے والد) کی دوستی اس بے جوڑ رشتے سے متاثر ہو گئی اسکی پرواہ کیے بنا عزت زے جان نے اپنے شوہر کو دارم کی ضد کے آگے راضی کیا، وہ لوگ دارم کے لیے کومل کا رشتہ لینے گئے، حتیٰ کہ حمین اور فرزام چوہان نے کومل کو ان سب کے آنے کا بھی بتایا لیکن پہلے تو وہ سر پھاڑ خلیے میں ہی سب کے بیچ آئی اور پھر دارم کے رشتے سے ان سب کے منہ پر انکار کیا، تبریر اور زرشہ کاتب صرف نکاح ہوا تھا، رخصتی باقی تھی۔

کومل نے نہ صرف انکار کیا بلکہ دارم شاہ کے اندر اپنے انکار سے ایک جانور پیدا کر گئی۔ کومل کے انکار کے بعد دونوں فیملیز میں دوریاں آ گئیں مگر فرزام اور سید نادر کی دوستی پر کوئی اثر نہ پڑا نہ آگے حمین اور تبریز کی دوستی پر آج تک آنچ آئی۔

دارم نے کومل کی شادی ہو جانے کے بعد ایک دو سال اپنی ضد کا ماتم منایا لیکن اسکے اندر انتقام جاری رہا، وہ ہر صورت زمیل جلال خان کو تباہ کرنے کی کوششیں کرنے لگا، اسے جوئے، شراب پر اکسانے والے بھی دارم کے لوگ تھے، اسے اسکے پر اپرٹی ڈیلنگ کے کاروبار میں نقصان دینے والا دارم شاہ تھا، گو دارم شاہ نے کومل کے چھن جانے پر پانچ سال زمیل جلال خان کو ہر طرح نقصان پہنچایا کہ وہ پائی پائی کا محتاج ہوا، دارم نے یہ سب کومل کو واپس پانے کے لیے کیا لیکن وہ پانچ سال بعد اسے ملنے کے بجائے زمیل جلال کا دوسرا بچہ یعنی بیٹی (دارم) پیدا کیے مر گئی، دارم کے اندر بھی سب مر گیا۔

کومل مر گئی لیکن دارم کا انتقام اگلے ستائس برس تک جاری رہا، وہ زمیل جلال خان کو پھنسانے، اسے نقصان دینے کی ہر گھناونی سازش رچتا رہا، دارم بھلے برانہ تھا لیکن کومل کے عشق نے اسے ہر گرا کام کرنے پر مجبور کیا۔

یہ سب صرف عزیزے جانتی تھیں مگر جب یہ سچائیاں سیدنا در کبیر شاہ کو تب پتا چلیں تو وہ برداشت نہ کر سکے، ہارٹ اسٹروک ہونے کے سبب انکی جان گئی اور ٹھیک اسکے ایک دن بعد انکا یار فرزام چوہان بھی کومل کی پہلے نافرمانی اور پھر بربادی اوپر سے اکلوتے یار کی موت پر خود بھی دل کے دورے کے سبب وفات پا گئے، دارم نے ساری زندگی کومل کی موت کے ماتم میں اور زمیل کو نقصان دینے میں گزاری لیکن اسکی دو سال پہلے موت شدید ناگہانی ہوئی۔

عزیز نے آج تک وہ ساری گھٹن اپنے اندر جمع کر رکھی تھی، جو اب تنہائی میں آنسو بن جاتی تھی، خاص کر اپنے شوہر سید نادر کبیر شاہ کی موت، جس کا سبب وہ خود بھی کہیں نہ کہیں تھیں کیونکہ انہوں نے دارم کی غلطیاں ہمیشہ ڈھانپیں۔۔

دو سال پہلے جو ہوا وہ تو تھا ہی اتنا بھیانک کہ عزیز نے اسے یاد بھی کرنا چھوڑ چکی تھیں۔

آخر زمیل خان نے دارم کو کیوں مارا، اس وقت وہاں دارم کے علاوہ دوسری لڑکی کون تھی؟ اگر وہ لڑکی مایا تھی تو دارم یہ اور مایا نے ایک دوسرے کو پہچانا کیوں نہیں، کیا سبب تھا کہ وہ درندہ زمیل جو پہلے ہی اپنی بیٹی کو کم سنی میں جوئے میں ہارنے کے ماتم میں تھا، ایک قاتل تک بن گیا؟ یہ سب سوال دو سال پہلے برپا اس قیامت کے بعد اجڑ جاتے آشیانوں کے بلے تلے دبے تھے جسے وقت کی ہوا جلد کریدنے والی تھی۔

.._____..

"اگلے ہفتے میری ضمانت ہو رہی ہے"

جہانگیر نے بستر طے کیے لوہے کہ دو منزلہ بیڈ کے کنارے رکھتے ہوئے سگریٹ پھونکتے زمیل جلال کو بتایا۔

"ہیں؟ کون کروا رہا ہے؟"

زمیل کپکپاتا اٹھ کھڑا ہوا، چہرے پر گھبراہٹ اتر آئی۔

"نہیں جانتا، وکیل کوئی عربی آدمی ہے مجھے اسکی بات سمجھ نہیں آئی۔ بس اتنا پتا ہے وہ آدمی ماں کو جانتا ہے، ماریہ چغتائی سے کیا وعدہ نبھا رہا ہے میری ضمانت کروا کے۔ مجھے خود تجسس ہے"

جہانگیر چغتائی کی غیر واضح بات پر زمیل کو گھبراہٹ ہونے لگی، دو سال تک جہانگیر کے سبب وہ اس قید میں رہ لیا مگر اب کیسے رہے گا یہ سوچ کر سینے میں درد اٹھ رہے تھے۔

"یار تو مت جاناں، م۔۔ میں کیسے رہوں گا تیرے بغیر۔ میری تو ضمانت کا پیسہ ہی بہت ہے۔ خود کو بیچ دوں تب بھی کبھی جمع نہیں ہو گا۔ تو۔۔ تو مجھے چھوڑ جائے گا یہاں اس جہنم میں؟"

زمیل خان کی سرخ انگارہ آنکھیں دیکھ کر جہانگیر کا دل کٹ سا گیا۔

"مجھے نکلنے دے میں تجھے بھی نکالواؤں گا، میں اپنی انیب اور ماں سے دور رہ کر بہت تڑپا ہوں۔ بے گناہ پچھلے دو سال سے سزا بھگتی، وہ مجھے شاید مرا سمجھ کر صبر بھی کر بیٹھے ہوں گے۔ ایک بار مجھے جانے دے، تو گندامیلا قاتل جو بھی ہے، جہانگیر کا اکلوتا یار ہے۔ تجھے مرنے کے لیے اس پرانی جہنم میں جب اکیلا نہیں چھوڑا تو آگے بھی ایسا نہیں کروں گا"

دوست جیسے بھی ہوں، جسم کا حصہ ہوتے ہیں اور انکو کاٹ کر پھینکنا ہر کسی کے بس میں نہیں ہوتا، ناسوروں کو کاٹنا نہ جائے تو وہ پورے جسم کو زہریلا کرتے ہیں لیکن آہ جہانگیر آہ! جو زہریلا ہونے پر تیار تھا پر زمیل جلال خان جیسے ناسور کو جسم سے کاٹ کر پھینکنے پر نہیں۔

"میں مرنے سے پہلے ایک بار داریہ کے پیر پڑ کر اس سے معافی مانگنا چاہتا ہوں جہانگیر، صرف ایک بار پھر وہ بھلے اپنے ہاتھوں سے میری جان لے لے۔ وہ نفرت کے باوجود جانتی ہے مجھے کتنی تکلیف ملی۔ میں بزدل نہیں ہوں، میں بد قسمت ہوں بس۔۔۔ کہ مجھ پر میرے ہوتے ہوئے بھی میری حکمرانی نہیں نہ اختیار ہے"

کل کو جو نفرت اور انا سے بھرا تھا آج جب اکیلا پڑنے کا خیال آیا تو یار کے سامنے بچہ بنے بلک پڑا۔
"تو درندہ ہی رہے گا زمیل جو بھی کر لے، ناک رگڑ لے، معافیاں مانگ لے یا تلافی کے لیے مر جائے، رو کر ترس بٹورنے کی اہلیت ہے تجھ میں کمینے تبھی آج تک تجھے چھوڑ نہیں پایا۔ تجھے داریہ سے معافی مانگنے کا موقع ملنا چاہیے کیونکہ اس بچی کی زندگی بچپن سے اب تک اگر جہنم ہے تو تیری وجہ سے ہے۔ میں جاتے ہی تیری ضمانت کی ہر ممکنہ کوشش کروں گا"

جہانگیر چغتائی کی آنکھوں میں نمی تھی تو غم و غصہ بھی شدید تھا، دونوں اسی درد بھری کیفیت میں گلے لگے تو وہ منظر دلخراش تھا۔

وہیں داریہ نے ہوٹل سے گیارہ بجے نکلتے ہی اپنے ادھورے کام کی تکمیل کی جب روانگی پکڑی تو داران ایک بار پھر سیاہ ہیولہ بنے اسکے پیچھے نکل چکا تھا۔

زمیل جلال خان کی ضمانت کا پیسہ داریہ کے پاس مکمل ہو چکا تھا اسی سلسلے میں وہ ضمانت کے سلسلے کے حوالے سے ایک کال کرنے پر ایسٹ فون بوتھ تک آئی۔

اپنے وکیل کو تمام صورت حال سے آگاہ کیا اور تمام تر رقم پر ایسٹ ڈیلنگ اکاؤنٹ سے اسکے افغان اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کی، چونکہ اتنی بڑی رقم بنا چیکنگ کے عام اکاؤنٹ سے ٹرانسفر ہونا ناممکن تھی تبھی داریہ ایسے کام کے لیے اپنا پرائیویٹ آئی ڈی اکاؤنٹ یوز کرتی تھی۔

"آپ بے فکر ہو جائیں، سودی پیسے کی ادائیگی کے فوری بعد زمیل جلال خان کی ضمانت کے پیپرز سبمٹ کروادوں گا۔ جیسے ہی کوئی ابڈیٹ ملتی ہے میں آپکو انفارم کرتا ہوں میم"

وکیل کی جانب سے مطمئن حد تک اچھی خبر سننے وہ فون ہاتھ آفس سے نکل کر ایک اور جگہ گئی، وہ گاڑیوں کا شوروم تھا، داران اسکا مسلسل اس سب کے بیچ نہ صرف پیچھا کرتا رہا بلکہ فون بوتھ کی تمام انفارمیشن بھی اپنے انٹیلیجنس بیورو کی آئی ڈی کارڈ دیکھا کر اونر سے ہتھیائی۔

داریہ اس شوروم کے اونر سے جب ہاتھ ملائے مسکرا کر اسکا شانہ تھپک کر ملی، شوروم کے انٹرنس میں داخل ہوتے داران نے نظر داریہ کے اس ہاتھ پر جمائی جسے اس لڑکے ہاتھ سے مس دیکھ کر وہ دھک اٹھا۔

وہ لڑکا داریہ کا ٹیم ممبر تھا، بارس نام اور شکل و صورت کا بھی مہذب۔

ان دو کے بیچ کیا بات ہوئی داران کو جلن کے بیچ کچھ سننے کا ہوش نہ رہا لیکن جب داریہ اس سے اجازت لے کر چلی گئی تب داران نے کسی پر اسرار جن زاد کی طرح سر پر آتے ہی پچھلی طرف سے اس بارس کی گردن دبوچ کر وہیں شوروم ہال کی بڑی دیوار سے پٹخا۔

وہ آدمی حراساں ہو کر سیاہ میں لپٹے ماسک مین کی اوشن گریش بلو آنکھوں کے طیش سے گھبرا یا۔
"دوبارہ اگر تم نے اس لڑکی کو چھو اتو یہ ہاتھ کاٹ کر دوسرے ہاتھ میں دے دوں گا، یہ ہو گئی وارننگ
اب سیدھے سے بتانا شروع کرو کہ کون ہو، داریہ زمیل خان کو کیسے جانتے ہو اور وہ کیوں ملنے آئی
تھی؟ جلدی"

داران کی دہشت کے آگے بارس کی ہوا ٹائیٹ تھی اوپر سے جس طرح وہ ڈی کے میم پر حق جتا رہا تھا،
بارس کو اور پریشانی ہوئی، لیکن اپنی موت اسے ہر گز نہیں چاہیے تھی تبھی بارس نے سب بتانا شروع کیا
، اور وہ ایسا تو تھا ہی جو داران کے پیروں سے زمین کھینچ لیتا۔

.._____..

"کیا بات کرنی ہے تمہیں ہم سے انیب؟"

آج انیب میڈیا چینل آفس نہیں گئی تھی، تھوڑا بخار تھا دوسرا رات کی ماتم خواری کے بعد اس نے ایک
فیصلہ لیا تھا جس سے ماریہ چغتائی اور ثمن تائی جان کو باخبر کرنا ضروری تھا۔

"بابا نے میرا اور عاقب کا رشتہ طے کیا تھا، میں مر جاتی لیکن کبھی اس سے پیچھے نہ ہٹی لیکن اب نہیں۔
عاقب چوہان اگر اس دنیا کا آخری مرد بھی ہوا تو انیب کے لیے حرام ہو گا۔ سو مجھے آپ دو لیڈیز اس
معاملے میں ذہنی ٹارچر دینے کی کبھی کوشش مت کیجئے گا۔ میں اپنے پروفیشن کے ساتھ ہی بہت خوش

ہوں اور میرے لیے اب شادی یا محبت نام کی چیزیں بیکار ہیں۔ بعد میں آپ دو کا دل ٹوٹتا میرے کٹھور روپے سے تبھی میں نے سوچا آپ دو کو پہلے ہی خبردار کر دوں"

ایک رات کی آہ وزاری اسے اتنا بے حس کر گئی کہ انیب کو اپنا دھڑکتا دل صبح سے ایک پتھر محسوس ہو رہا تھا، ثمن اور ماریہ رنجیدہ ہوئیں، اس پیلس میں اور دکھ کم تھے کہ ایک اور ویرانگی کا اضافہ ہو گیا۔
"عاقب تم سے محبت کرتا ہے"

ثمن کے اس جملے پر وہ میز کی سطح پر ہاتھ مارتے اٹھ کھڑی ہوئی، اسکے اندر اتنا غصہ تھا کہ ثمن اور ماریہ خوفزدہ ہوئیں۔

"عاقب صرف مجھ سے محبت نہیں کرتا، اپنے جملے کی درستگی فرمائیں تائی جان اور اسکی محبت اب مجھے چاہیے بھی نہیں، لعنت بھیجتی ہوں اپنے ایسے دل پر جس نے اس کے لیے دھڑکنا چاہا۔ اور آپ دو آج کے بعد ہم دو کا نام بھی ساتھ نہیں پکاریں گی۔ اگر کسی نے مجھ سے زبردستی کی کوشش کی تو یاد رکھیے گا یہ پیلس اور آپ دونوں کو چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے یہاں سے چلی جاؤں گی۔ مجھے اور کچھ نہیں کہنا"

دونوں پر باری باری مشتعل نگاہ ڈالتی وہ ان دو کے دل بھاری کیے اپنے کمرے کی طرف ہی مڑی جب عاقب نے اسکی کلائی اچکتے روکا، انیب کی یہ سب فیصلہ کن باتیں وہ سن چکا تھا، رات کا نشہ اتر چکا تھا تبھی وہ لڑکی اسے اپنے فیصلے سے دہلا گئی۔

"یہ کیا بکواس کر کے آئی ہو؟"

وہ عاقب کی ہمت پر اسے پوری قوت سے دیوار کی جانب دھکیلتی خود کو چھڑوا گئی اور اس سے پہلے وہ پھر قریب آتا، انیب نے انگلی ہوا میں لہراتے خونخوار نگاہ اس پر ڈالے اسکے قدموں کو زنجیر کیا۔

"چھو نامت، ورنہ تم جیسا آتش فشان اپنی تمام تر آگ کے باوجود میری تکلیف کی حرارت کے سامنے سرد پڑ جائے گا عاقب موہان۔ جتنی محبت کی تم سے اتنی نفرت کروں گی اب۔ داریہ کی ڈھال بنوں گی، اس تک پہنچنے کے لیے تمہیں میری جان لینی ہوگی، یہی میری اس زندگی کا مقصد رہ گیا ہے"

وہ اسکے سائے تک کو اچھوت ثابت کرتی آج پہلی بار اپنے منہ سے محبت کا اعتراف کر رہی تھی لیکن اس اعلان کے سنگ کہ یہ محبت اب نفرت بنے گی۔

کیا کیفیت تھی اس شخص کی؟ مر جائے یا جی اٹھے۔

انسان کو دیر سے خبر ہوتی ہے محبت کی، دلوں میں بات چیت ازل سے طے ہوتی ہے۔

تبھی تو سینے میں کھنچا و نامی چیز جنم لیتی ہے۔

"مجھے تمہاری محبت یا نفرت میں زرا دلچسپی نہیں لیکن تم جہانگیر انکل کی آخری خواہش کو اتنی آسانی سے پیروں تلے روند دو گی یہ حیرت کا سبب بنا میرے لیے، میری جان چھوٹ گئی۔ رہی بات داریہ کی تو اس تک پہنچنے کے لیے اگر پہلا کام ہی تمہارا قتل ہو اتب بھی منظور ہو گا مجھے انیب جہانگیر۔ میں تمہیں کھو کر کسی قیمت پر نہیں پچھتاؤں گا، سینہ ٹھوک کر ہمیشہ کہوں گا کہ شکر ہے تم جیسی بلا سے نجات ملی۔

ایسی عورت جو اپنی محبت کا اظہار نہ کر سکتی ہو اسے کوئی حق نہیں پہنچتا محبت پانے کا۔ گوٹو ہیل"

اب وہ اسے رلا پانے میں ناکام تھا کیونکہ انیب اسکے اگلے زہر پر دگنی کیسلی ہنسی۔

اسکے شانے سے نادیدہ گرد جھاڑتے اپنی زہر خند نگاہ عاقب کی آنکھوں پر ٹکائی۔

"جو اظہار کے لائق نہ ہوں انکے نصیب سے ایسے سکھ ختم کر دیے جاتے ہیں، تم شکر مناوجی بھر کر مجھ سے جان چھوٹنے پر لیکن زرا سا ماتم اپنی اس بد قسمتی کا بھی ضرور منالینا۔ تم نے مجھے صرف بھاڑ میں بھیجا ہے، میں تمہیں بھاڑ میں چھوڑ کر آؤں گی اگر تم نے کسی بھی مزید لڑکی کی طرف قدم بڑھائے، یہ صرف داریہ کے لیے نہیں عاقب موہان۔ اس دنیا کی ہر لڑکی کے لیے سیم وارنگ سمجھنا۔"

اسکے سینے پر ہتھیلی سہلاتے اسکے حواسوں پر بجلی گرائے وہ اک کینہ تو زنگاہ ثبت کرتے اسکے سن تاثرات پر تمسخرانہ مسکاتی وہاں سے گئی لیکن عاقب کو لگا وہ سینہ سہلا کر نہیں وہاں آگ لگا کر گئی ہے۔ آنکھوں کی حرکت کرتی پیتلوں میں جان نہ رہی تھی، کچھ ہوا تھا، سینے کے پار کوئی تیر چبھاتا۔

.._____..

ماول کالج تو آئی لیکن نہ تو اس نے کسی سے بات کی نہ کوئی کلاس لی، بس چپ چاپ باہر لان میں بیٹھی رہی، ثانیہ اور باقی چاروں بھی ایاد سر کی واپسی تک بین تھے، ماول کے آنے کی جب اسلام صاحب کو اطلاع ملی تو انہوں نے اسے آفس بلوا کر پہلے تو معذرت کی پھر ایاد کے متعلق پوچھا لیکن ماول کچھ امید افزاء نہ بولی۔

"وہ جتنا غصہ ہیں واپس نہیں آئیں گے، میں باقی پیپرز کی تیاری گھر رہ کر کرنا چاہتی ہوں۔ پلیز میرا فیوچر خراب مت کریں پر نسیپل سر۔ میں اپنی شکل نہیں دیکھاؤں گی دوبارہ۔ میں ایاد سر کو واپس لانے کے لیے کچھ نہیں کر سکتی نہ وہ پانچ کر سکتے ہیں۔ آپ ان سب کے ساتھ جو مرضی کریں لیکن میں اس وقت کالج سے اوٹ ہونا فورڈ نہیں کر سکتی۔ میں نے بہت محنت کی ہے دو سال"

وہ رو نہیں رہی تھی پر بہت افسردہ اور تھکی ہوئی لگ رہی تھی، آنکھیں بھی سو جھبی تھیں۔

اسلام صاحب اپنی جگہ سے اٹھ کر ماول کی طرف آئے۔

"میں تمہیں نکال بھی نہیں رہا، لیکن ہمارے کالج کو اسکی ضرورت ہے ماول بچے۔ ورنہ بہت نقصان ہو گا۔ میں اسکے سامنے کس منہ سے جاؤں یہ سوچنا بھی محال ہے، ان پانچوں نے منہ چھپا لیا اور خود ہی دفع ہو گئے، لیکن تم سے مجھے کوئی شکایت نہیں رہے گی اگر تم ایاد کو واپس لاؤ۔ پلیز اپنی کوشش جاری رکھنا، تم اس کالج کی سب سے شرارتی سہی لیکن ہونہار سٹوڈنٹ ہو۔ اتنا تو کر ہی سکتی ہو"

اسلام صاحب کے لہجے کی منت و آزاری پر وہ دگنی رنجیدہ ہوئی، رات ایاد کے رویے کے بعد وہ اپنے اندر کبھی بھی دوسری کوشش کی ہمت نہیں لاسکتی تھی پھر بھی پر نسیپل سر کو دیکھتے ہامی بھر گئی۔

"ہمم۔ دوسری کوشش کروں گی لیکن کب نہیں جانتی۔ اللہ نگہبان"

بنا کوئی پختہ امید دلائے وہ انکے آفس سے گئی تو انکے اعصابوں پر تھکن بھی لا د گئی۔

داریہ کے ٹیم پارٹنر بارس کے بقول یہی وہ سنسان جگہ تھی جہاں اسکے لوگ داریہ کے حکم پر کاظم مبین کی دوسری بیوی کو کڈنیپ کر کے لایا جانا تھا، یہ بیوی کاظم کی دو ماہ پہلے والی تھی اور اس سے شادی بھی اس نے اپنی پہلی بیوی اور دو بچوں سے چھپ کر کی تھی۔

یہ ایک پرانا پٹرول پمپ تھا جہاں اب ہر چیز ناکارہ ہو چکی تھی، چھوٹا سا دو کمروں کا آفس روم تھا جہاں رکھا بوسیدہ ٹوٹا پھوٹا فرنیچر وہاں کی خستہ خالی کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

آج داران یہاں، داران ماہیر نہیں بلکہ Executioner بن کر آیا تھا، سیاہ میں سر تا پیر لپٹا، سر پر سیاہ کیپ، آنکھوں پر سیاہ چشمہ، چہرے پر سیاہ ماسک، سیاہ گلوڑ، شرٹ اور پینٹ تک سیاہ، پیروں میں مقید شوز بھی سیاہ۔

داریہ اس جگہ اپنے دو ہم عمر لڑکوں کے ہمراہ تھی اور سامنے ایک خوبصورت ماڈرن لڑکی کوریسیوں کی مدد سے کس کر باندھا گیا تھا، اسکی چینخیں نہ بلند ہوں تبھی کاظم مبین کی بیوی کے منہ پر کس کر کپڑا بھی بندھا تھا لیکن وہ خوف سے سر دپڑتی نم آنکھوں سے دو آدمیوں اور داریہ کو دیکھ رہی تھی، ہولے ہولے کانپ بھی رہی تھی۔

داریہ کا ایک جونئیر کال آپریٹنگ سسٹم سیٹ کیے کاظم مبین سے رابطہ بحال کرنے کے لیے ہینڈ کیری کمپیوٹرائز سسٹم پر مصروف تھا جبکہ دوسرا لڑکا داریہ سے اگلا لائحہ عمل جاننے پر بضد تھا۔ داران نے اپنی گن ہاتھ میں لیے گردن موڑ کر ان دو کو دیکھا۔

"اسکی کڈنی نکال کر کاظم مبین کوٹی سی ایس کریں گے، اسے کیا لگتا ہے مجھ سے دھوکہ کر کے وہ بچ سکتا ہے، سب برداشت ہے مجھے لیکن پیٹھ پیچھے ایسے وار نہیں۔ اور تم حسینہ ڈرو مت، تمہاری کڈنی تو ضائع ہوگی لیکن اس بہانے تم کاظم مبین کی بیوی کی حیثیت سے دنیا کے سامنے آ جاو گی"

دار یہ کے منہ سے یہ سب سن کر جتنا اسکے جو نئیر صدمے میں مبتلا تھے ویسی تشویش داران ماہیر کو ہوئی، وہ اسے ایسی نہیں سمجھتا تھا، وحشی۔

دار یہ نے اس لڑکی کے قریب جھک کر اسکا ماتھانمی سے پونجھا پر وہ بہت ڈر رہی تھی۔

لیکن دار یہ در حقیقت کسی کے ساتھ ایسا کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی، ایک لڑکی کے ساتھ تو ہرگز نہیں۔

"میم کنکٹ ہو گیا"

دوسرے والے نے رابطہ ہوتے ہی دار یہ کو اشارہ کیا جسکے بعد وہ ہڈ فون لیتی کر سی پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھی، اپنی محبوبہ نئی نویلی بیوی کے غائب ہونے پر کاظم کس اذیت میں ہو گا اسکی دار یہ کو بخوبی خبر تھی۔

"ت۔۔ تم کون ہو۔۔۔ کیسے جرت کی میری بیوی پر ہاتھ ڈالنے کی"

مقابل سائنڈ کی طرح دھاڑا، دار یہ نے ہنس کر ہیڈ فون پیس زر اکان سے پرے کیا پھر سے پہنا۔

"میں صرف تمہاری بیوی نہیں، تمہاری گردن پر بھی لمحہ لگاتے ہاتھ ڈال سکتی ہوں کاظم مبین۔"

ڈی کے کا اصول ہے کہ وہ ایک دھوکہ برداشت نہیں کرتی دوسرا مرد کی آنکھ سے ٹپکتی ہو س۔ لیکن تم نے مزاق سمجھا، اب بتاویہ پیاری بیوی عمودی ٹکروں میں چاہیے یا افقی۔۔۔"

داریہ کی آواز وہ پہچانتے اٹھ کھڑا ہوا، تن بدن میں آگ لگی، داران کی بھی برداشت دم توڑ رہی تھی۔
"د۔۔ اریہ جانو کا! مت کرو یہ قہر حاوی خود پر۔ مجھ سے پننگاہ مت لو۔ کہا تھا میں برحق ہوں۔ دھوکہ نہیں دیا، وہ حسک ایسی ہی موت کا مستحق تھا۔ چلو غصہ تھوک دو، مانتا ہوں میں تھوڑی بکواس کر گیا لیکن معاف کر دو۔ میری نیمل کو واپس دے دو وہ اس سب کو برداشت نہیں کر سکتی بہت معصوم سی ہے"
کاظم منتوں پر اتر اکیونکہ اسکے اندر بھی کہیں ڈی کے کا خوف کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔

"معافی نہیں دیتی ہوں، حساب لیتی ہوں۔ ایک شرط پر تمہیں معافی ملے گی۔ اور وہ یہ ہے کہ تم نیمل اور اپنی شادی کو ڈسکلوز کرو گے میڈیا اور اپنی فیملی کے سامنے۔ یہ لڑکی معصوم ہے تبھی تم جیسے قاتل اور لچے کے ہاتھ لگ گئی، اگر تمہیں مزید اپنے ہوس مٹانے کے لیے نیمل درکار ہے تو میری بات مانو ورنہ اسکی لاش تو ملے گی اسکی ڈیڈ باڈی پر پولیس کو انگلیوں کے نشان بھی تمہارے ملیں گے۔ چوانزاز یورز بڈی۔۔۔ جیسے ہی میڈیا پر تم دو کے رشتہ ازواجیت کی خبر نشر ہوگی اسی لمحے میرے لوگ تمہاری نیمل کو با حفاظت تم تک پہنچانے کے لیے روانہ ہو جائیں گے۔ بابائے"

سفاکیت سے کہتے ہی وہ کاظم کے منہ پر کال کاٹ گئی جبکہ کاظم کا بس نہ چلا داریہ کے کئی ٹکڑے کر دیتا۔

زیر لب گالی بکتا وہ تنٹناتا اپنے آفس سے نکلا البتہ داریہ تب مسکرائی جب نیمل کی آنکھوں کا سارا خوف شکر گزاری بنا۔

داریہ کو پتا تھا اب وہ نہیں چینیخے گی تبھی اسکے منہ پر بندھا کپڑا ہٹائے اس کی سمت جھکی۔
"تم ایسے گندے شوہر کو منہ بھی کیسے لگاتی ہو گی نیمل، سوچ کر ہی کراہت ہو رہی ہے مجھے۔ لیکن ہو سکتا ہے یہ تمہارے کسی گناہ کی سزا ہو، ایسی سزائیں سب کو کبھی نہ کبھی ہاتھوں سے سرزد ہوئے گناہوں پر ملتی ہیں۔ مجھے بھی ملی۔ خیر بنا پہچان کے زندگی سے بہتر ہے مر لیا جائے۔ ہوپ سو تمہیں اپنا یہ حق استعمال کرنا جلد آجائے۔ اس کا خیال رکھنا دونوں، کھانا وغیرہ کھلا دینا"
داریہ نے اک افسردہ نظر اس بمشکل انیس بیس کی عمر تک پہنچتی لڑکی پر ڈالی اور اپنے دونوں جوئیرز کے سپرد اسے کیے وہاں سے نکل گئی۔

داران کے پاس ایک بار پھر کچھ کہنے کو نہ رہا، لیکن دوسری تنبیہ کا وقت تھا تبھی جب داریہ وہاں سے باہر نکلی تو کسی مضبوط ہاتھ نے اسکے پیچھے کی جانب سے آکر منہ پر ہاتھ رکھا اور دوسرے ہاتھ سے اسکو قابو کیا کہ وہ ہل بھی نہ سکے، پھر منہ سے ہاتھ ہٹا دیا۔

داریہ اس شخص کی گرفت کے سبب مزاحمت نہ کر پاتی مکمل اسکی قید میں جکڑ گئی۔

وہ بھاری آواز جیسے ہی داریہ کے کانوں میں پڑی، وہ سن پڑی، ساری مزاحمت اپنے مہربان مسیحا کے پکارنے پر روک دی۔

"ت۔۔۔ تم۔۔۔ تم وہی ہو۔ تم وہی ہوناں مجھے رجاں سے بچانے والے۔ مجھے دیکھنے دو۔ پلیز ایک بار۔ میں تمہیں کب سے ڈھونڈ رہی تھی۔ مجھے دیکھنے دو۔ تمہاری ہڈی میرے پاس ہے۔ اسے لوٹانا ہے۔۔۔۔"

وہ اسکی جکڑے حصار میں اسکی اک جھلک دیکھنے کو بن پانی کی مچھلی پھڑپھڑا اٹھی، لیکن وہ اس شخص کو دیکھ پاتی ایسا داران نے ناممکن بنا کر اسے عقب سے مضبوطی سے حصار کر خود سے لگا رکھا تھا۔

"تم مجھے نہیں دیکھ سکتی Florence, جب تک تم اس سب کو چھوڑ نہیں دیتی جو کرتی پھر رہی ہو۔ مت کرو یہ، اسکا انجام برا ہو گا۔ ایسے انجام محبت کی کہانیوں کو شروع ہونے سے پہلے ختم کر دیتے ہیں" وہ اسے صرف سن پار ہی تھی اور اسکی وہی عود کی خوشبو محسوس کرتی بھی مچل رہی تھی کہ کچھ بھی ہو جائے وہ ایک بار اسے خود کو دیکھنے دے، مگر اکی مزاحمت داران کے نزدیک بہت ملائمت سے بھرپور تھی۔

داریہ کی آنکھ سے اک آنسو ٹپک کر اسکی رخسار پر رینگا، ایسی تکلیف تو اس نے زندگی میں پہلی بار محسوس کی تھی۔

"کیسی محبت؟ کیا تمہیں بھی مجھ سے محبت ہے۔ مجھے بچایا تھا ناں تم نے تب جب مجھ میں خود کو بچانے کی ہمت نہ رہی تھی۔ پلیز مجھے ایک بار خود کو دیکھنے دو التجاء کرتی ہوں۔"

وہ اس کو قائل کرتی سسک پڑی، اس معاملے میں بہت بزدل تھی۔

"کہا ہے ناں تم مجھے نہیں دیکھ سکتی Florence جب تک اس نام کی طرح نہ ہو جاؤ۔ میں محبت نہیں کرتا، میں بس ایک مددگار تھا تمہارا۔ وہ ہڈی پھینک دینا، مجھے ضرورت نہیں۔ میری جو چیز کسی اور کے لمس کی عادی ہو جائے وہ مجھ پر سوٹ نہیں کرتی۔ مجھے تمہارا شکریہ نہیں چاہیے، بدلنا چاہیے۔ تم اس نام کی طرح لگی تھی مجھے لیکن اب جان گیا ہوں کہ تم ایسی کہیں سے نہیں ہو"

وہ اس قدر آواز بدل چکا تھا کہ داریہ ساری زندگی بھی اس آواز کے پیچھے داران کو امیجن نہ کر پاتی، بس خوشبو ایک جیسی تھی، ہاں اس شخص کی تیز تھی جو داریہ کے سونگھنے کی حس کے شدید ہو جانے پر اسے تیز لگنے لگی۔

"ت۔۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ یکطرفہ کچھ نہیں ہوتا۔ میں پچھلے آٹھ ماہ سے تمہاری قید میں ہوں۔
نام تو بتا دو اپنا تاکہ کوئی تو شناخت ہو تمہاری۔ پلینز مجھے اس تکلیف سے نجات دو۔ بس ایک بار دیکھنے کی
اجازت دے دو۔ ویسے بھی میں کسی اور کی ہو چکی ہوں، تمہیں مانگوں گی نہیں۔ لیکن دیکھ تو سکتی ہوں۔
پلینز"

وہ اسے دیکھنے کو ترس رہی تھی، داران کو یہ کھیل ابھی سے تکلیف دینے لگا تو وہ آگے کیسے ثابت قدم
رہتا۔

"تم مجھے جلا د کہہ سکتی ہو،

EXECUTIONER....

اس سے زیادہ میں تمہیں کوئی حق نہیں دے سکتا۔

ہاں اگر تم مجھے دیکھنا چاہتی ہو، مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو تمہیں اس سب سے دور جانا ہو گا۔ یہی شرط ہے

"Florence"

دار یہ کو اسکی سانس کی حدت اپنے کان اور گردن کی رگوں میں منتقل ہوتی محسوس ہو رہی تھی اور وہ اسکی خوشبو حفظ کر رہی تھی۔

"میں یہ سب نہیں چھوڑ سکتی میری مجبوری ہے پلینز، اور ہاں یہ نام تم پر بہت سوٹ کر رہا ہے۔ مجھے تم جلا دہی لگ رہے ہو، لیکن کسی اور مہربان سی دنیا کے۔ میں جب داران کی امان سے نکل جاؤں گی تو تمہیں بنا شرط مانے ڈھونڈوں گی اور آج قسم کھاتی ہوں ڈھونڈ کر دیکھاؤں گی۔ تمہارا چھونا، تمہاری یہ

خوشبو تمہاری تلاش کے لیے کافی ہیں "Executioner"

وہ اسکے ذہن و دل کو تسخیر کرتی پورے یقین سے بولی جبکہ وہ اسکی خوش فہمی پر ہنسا تھا، دار یہ نے اسکی ہنسی بھی بنا دیکھے حفظ کر لی۔

"کسی کی امان سے نکلنا کیا اتنا آسان ہے فلورنس؟ بچی ہو تم ابھی۔"

ایک ہی جھٹکے سے وہ اسے خود سے پرے دھکیلتا وہاں سے بھاگ گیا اور جب تک دار یہ گرنے سے بچ بچاتی سنبھلی وہ اسکی آنکھوں کے سامنے غائب ہو کر کہیں گم گیا، دار یہ پاگلوں کی طرح پیچھے دوڑی، سڑک تک نکل آئی لیکن اسکی خوشبو چار سو ہوا کے ہاتھوں پر بکھری تھی پر وہ نہیں تھا۔

وہ ناچاہتے ہوئے بھی وہیں سڑک کنارے لگے پتھر پر بیٹھے رو پڑی، اسکی اسیری دن بدن اسکی سانسیں تنگ کرنے پر تلی تھی۔

"یہ کیسا کھیل کھیل رہے ہیں آپ میرے ساتھ؟ کیا اتنی بری ہو گئی ہوں م۔۔ میں۔ کوئی ایک تو مکمل مجھے دیا ہوتا آپ نے۔۔۔۔۔ یا داران یا یہ جلاد۔۔۔ (آسمان پر نظر جمائی جہاں دن کے وقت سیاہ کالے بادل جمع ہو رہے تھے)۔ بتمیز انسان۔ ہنس کر گیا ہے مجھ پر، مجھے چیلنج کیا ہے ناں تم نے Executioner، دیکھنا وہ دن دور نہیں ہے جب دارِ یہ تمہیں تمہارے سامنے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کھڑی ملے گی۔۔۔ دیکھنا تم"

اسکے آنسوؤں کی یہ پائمالی وہ شخص چھپ کر دیکھ رہا تھا، پر کچھ کرنا نہیں چاہتا تھا۔
وہ رورہی تھی، اور اسکے ساتھ پورا شہر رورہا تھا۔

.._____..

"May I com in sir?"

سدرہ نے آفس روم کے دروازے کے قریب آتے اجازت طلب کی، مصروف انداز میں لیپ ٹاپ کی سکریں پر نظریں جما کر کام کرتا حمین سرسری سا سر ہلائے اجازت دیتا واپس اپنا کام کرنے لگا، سدرہ نے حمین چوہان کی اس درجہ بے توجہی کو تحمل سے سہتے فائیل قریب آتے میز کی سطح پر رکھ دی، جب

سے داریہ نے اسکے بال ڈائے کیے تھے وہ مزید ہنڈسم لگتا تھا اوپر سے جناب اس بڑھتی عمر کے باوجود جاند ار اور پرو قار فکر اور قد کے مالک تھے، تو کیونکر نہ سدرہ اسکا ہونے کے لیے آہیں بھرتی۔

"اگر میرا تفصیلی جائزہ لے لیا ہو تو کہو کیسے آنا ہوا؟"

بنادیکھے بھی وہ جانتا تھا سامنے والے کی نظر کا مفہوم کیا ہے، سدرہ نے منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتے فوری فائیل خوش دلی سے مزید حمین کے آگے سرکائی۔

"سر آپ ہیں ہیں اتنے ہنڈسم کے جائزہ لینے پر مجبور ہو جائے اگلا، خیر یہ ہمارا نیا پراجیکٹ ہے۔ اس بار وادی سون خوشاب میں ہی ایک ہنگامہ سرجمنٹ سرمنی کا ایونٹ ہے وادی کی خوبصورت سی ایک جگہ پر۔ تو اگر آپ کہیں میں مایا کبیر کو ایک بار پھر ہائیر کر لوں؟"

سدرہ نے اول بہکی ٹون حمین کے غصے سے دیکھنے پر ناصرف بدلی بلکہ فوراً مدعے پر چلی آئی۔

"میں خود کہہ لوں گا، تم جا کر اسے فائل کرو"

حمین کا حکم چارو ناچار سدرہ کو ماننا پڑا لیکن حمین اس سے خود بات کرے گا یہ ضرور سدرہ کے اندر چنگاری بھڑکانے سا تھا۔

سدرہ کو آفس سے نکلتا دیکھے حمین نے اپنا غصہ قابو کیا اور لیپ ٹاپ کو بند کرتا اٹھ کر گلاس وال کے پاس جا کر اپنے فون کی سکرین سکرول کرتے مایا کا نمبر ملایا۔

وہ آجکل کافی اداس رہنے لگی تھی، خاص کر کل ماول نے جو کیا اس کے سبب اسکا نہ شاپ پر دل لگ رہا تھا نہ اپنی پھولوں کی نرسری میں۔

لیکن مسٹر حمین نام جب کال کی صورت اسکے فون پر ابھرا تو مایا کبیر کو یہ خبس بھرا دن اچانک خوبصورت لگنے لگا۔

"اسلام وعلیکم مایا، کیسی ہیں۔ میں ایک بار پھر آپکا سر کھانے حاضر ہو چکا ہوں"

فون لگتے ہی حمین کے لہجے میں شرارت اتری، وہ بھی کئی گھنٹوں بعد دھیماسہی پر مسکرا دی۔

"وعلیکم اسلام! مجھے خوشی ہوئی۔ کیا پھر سے کوئی ایونٹ آگیا؟"

وہ بھی مسکراتے نرم لہجے میں مدعے پر آئی۔

"جی، خوشاب میں ہی ایک نامور پولیٹیشن کی بیٹی کی انگیجمنٹ سرمنی ہے۔ تو آپ ایک بار پھر پھولوں کی ضرورت کے لیے میری فسٹ چوائس ہیں، ڈیٹیل فائل کل سدرہ وہاں آکر آپکو دے گی اور وہ جگہ بھی دیکھا دے گی، صرف سفید پھولوں کی تھیم ہے، آپکی نرسری کا ہر خوبصورت سفید پھول درکار ہو گا۔ ایونٹ دو دن بعد ہے"

سرسری سی معلومات تو حمین نے خود ہی دے دیں، جبکہ مایا کو حمین کے لیے کام کرنا پسند تھا تبھی اسکے ہر انداز سے آسودگی چھلکتی محسوس ہو رہی تھی۔

"ٹھیک ہے، ہم اپنا بیسٹ دیں گے اس بار بھی۔"

مقابل کے اسی نرم پھول لہجے پر تو حمین ہار رہا تھا، وہ بات بڑھاتا مگر وہ معصوم سی لڑکی بات بڑھانے ہی نہ دیتی۔

"ہمم۔ میں پرسوں ہی آؤں گا مین ایونٹ سے کچھ گھنٹے پہلے۔ تو اگر آپکو مناسب لگے کیا آپ ایونٹ کے بعد شام میں میرے ساتھ ایک کپ چائے پیئیں گی، کافی بھی چلے گی"

یہ پیشکش کرنا حمین کو مناسب نہ لگ رہا تھا پر ناجانے کس احساس کے تحت وہ یہ کہہ گیا، مایا کے لیے خود یہ کسی جھٹکے سے کم نہ تھا، حمین اسے متاثر ضرور کر گیا تھا لیکن تھا تو مرد ذات اور وہ اپنے اندر کے ڈر سے اب تک پیچھا نہیں چھڑوا پائی تھی۔

"آپکی خاموشی کو کیا سمجھوں مایا؟ کیا آپ مجھے غلط سمجھ رہی ہیں؟"

دونوں سوال اسکے مایا کے دل کو دھڑکا گئے۔

"نہیں، بس کبھی یوں کسی میل کے ساتھ چائے کافی نہیں پی۔ تبھی"

وہ صاف گوئی سے بولی۔

"اٹس اوکے، جیسا آپ ایزی رہیں۔ ملتے ہیں۔ اللہ حافظ"

حمین نے افسردہ ہوئے کال کاٹ دی جبکہ مایا کو اپنی بد الحاضی پر شدید غصہ آیا۔

"تم نے کیا سمجھا تھا حمین کہ وہ بھی وہی چاہے گی جو تم چاہنے لگے ہو، ہنہ بیوقوف آدمی جو ابج زرا بناتا تھا خود ہی اس چھپھوری آفر سے ٹکڑے کر دیا۔ کیا سوچ رہی ہو گی کہ کیسا بے تکلف آدمی ہوں۔ مجھے یہ

بات نہیں بھولنی چاہیے کے وہ داریہ ہی کی ہم عمر ہے اور میرا اسکے لیے یوں سوچنا اس لڑکی کے ساتھ ظلم ہے۔ یہ داریہ بھی ناں، فضول میں میرا دماغ خراب کر گئی ہے مجھے مایا کے لیے ایکسٹرا سنجیدہ کر کے "

اپنے آپ پر اس وقت حمین کو غصہ آرہا تھا، جبکہ کچھ دیر تو وہ پچھتا یا مگر پھر میسج پیپ پر بے قراری سے لپک کر میز پر رکھا فون اٹھا کر دیکھا۔
"میں آئس کریم کھاؤں گی"

حمین نے آنکھیں مل مل کر بھی دیکھیں لیکن یہ دلفریب حقیقت نہ بدلی، وہ سچ میں مایا کا ہی میسج تھا، مسکراتے ایموجی کے سنگ، حمین چوہان اسکے ایک میسج پر کھل اٹھا تھا جو یہ بتانے کو کافی تھا کہ مایا کو لے کر اسکے دل میں پروان چڑھتا جذبہ معمولی اور بھلائے جانے والا تو ہر گز نہیں ہے۔

.._____..

انٹرویو ایاد کا بہت اچھا رہا، اسے یقین تھا جاب اسی کو ملے گی لیکن اپنے اندر پل پل بڑھتی گھٹن سے فرار ناممکن تھا، وہ عجیب بیزار ہو رہا تھا، اپنے ہی فیصلے پر ٹکے رہنا دو بھر تھا، شاید قسمت ایادز میل خان کو بھی اسکے باپ کے کیے کی سزا دینے کا تہہہ کر چکی تھی۔

داریہ کی دھمکی کا اثر اس قدر جلد ہوا کہ اگلے چار گھنٹوں کے اندر اندر کاظم مسین نے پریس کانفرنس کیے نیممل نامی اس اپنے میڈیا ہاوس کی لڑکی سے شادی کو اناؤنس کیا، اب اس پر اسکی پہلی بیوی اور بچے اس کے ساتھ کیا کرتے یہی داریہ کی طرف سے کاظم کے دھوکے کی سزا تھی۔

اپنا کام ختم کیے وہ شام تک واپس بشر سے ملنے پہنچی، وہ اسکو دیکھ کر کھل اٹھا، بابا کے بہتر ہونے کا بتایا جسکی داریہ کو تھوڑی خوشی ہوئی۔

بشر کے گھر وہ ضرور جاتی پر اچھا محسوس نہیں کر رہی تھی تبھی اسکے گھر کا ایڈریس اور فون نمبر لے لیا، اور بشر کو رابطے میں رہنے کا یقین دلاتی واپس ہو ٹل پہنچی تو داران پہلے ہی روم میں ٹہلتا ہوا داریہ کا منتظر تھا۔

جسکی کم از کم داریہ کو امید نہ تھی۔

"ہو گیا تمہارا کام"

کمرے میں داخل ہوتی داریہ اسے دیکھ کر سپاٹ نظریں ڈالتے ہی پھیر گئی، اپنا فون میٹرس کی طرف اچھالا۔

"ہاں"

ایک لفظی جواب، وہ بارش میں بھیگتی رہی تھی تبھی کا جل بکھرا تھا، بال عجیب رف ہو رہے تھے اور کپڑوں میں بھی نمی تھی تبھی وہ اپنا جواب دیے شاہور لینے بڑھ گئی۔

داران نے اسکو خالی نگاہوں کے سنگ جاتے دیکھا اور وہیں کھڑکی سے لگ کر کھڑا اسکے نکلنے کا انتظار کرنے لگا۔

آدھے گھنٹے تک نہا کر خود کو ریلکس کیے بال ڈرائے اندر ہی کرتی وہ فل لینتھ ٹی شرٹ اور جینز پہنے کمرے میں آئی تو داران کو پھر سے دیکھ کر اپنے چہرے پر امڈتی ناگوار نیت چھپانہ سکی۔

"کیا مسئلہ ہے تمہیں ماہیر شاہ، سرپر کیوں سوار ہو۔ تمہاری اس کمرے میں موجودگی بے چین کر رہی ہے۔ جب کہا تمہارات کو فلائیٹ ہے تو ابھی سے میرے باڈی گارڈ کیوں بنے ہوئے ہو"

اسکی مسلسل موجودگی پر دار یہ تپ کر اسکے قریب آئی لیکن داران نے اسکی خفگی کو کوئی خاص توجہ نہ دی۔

"دس منٹ تک فلائیٹ ہے، رہی بات تمہارے باڈی گارڈ بننے کی تو اتنے برے دن نہیں آئے میرے"

مقابل کے دکھے دل کے باوجود وہ اسے ہرٹ کر گیا، کیونکہ اس وقت دار یہ کی یہ حالت تھی کہ غصہ بھی کرنے کی کوشش کرتی تو آنکھیں بھیگ جاتیں۔

"دعا کرو کبھی آئیں بھی ناں"

منہ پھیرے وہ میٹرس پر جا بیٹھی، جیسے اپنے آپ کو سنبھالنے میں ناکام ہوئی ہو۔

داران نے اپنی انا کو ترک کیا اور ساتھ ہی بیٹھا، تھوڑا سا فاصلہ رکھے، داریہ نے اس کے پاس بیٹھتے ہی جو چیز محسوس کی وہ داران کی کچھ الگ اور نئی پرفیوم تھی، تھی بہت اچھی لیکن پہلے والی نہ تھی تبھی وہ چہرہ میکا کی طور پر موڑے ساتھ بیٹھے داران کو دیکھنے لگی۔

"پرفیوم کیوں بدلی ہے تم نے اپنی؟"

داریہ کے سوال پر داران کے چہرے کی رنگت سی بدلی لیکن وہ اپنے تاثرات سنبھال گیا۔

"میں سمجھا نہیں؟ میری مرضی میں جیسی مرضی خوشبو استعمال کروں۔۔۔"

وہ خوشخواہ اسے دیکھتا اکھڑا۔

"نہیں میرا مطلب وہ نہیں تھا، جو پرفیوم تم نے پہلے یوز کی اسکا نام بتا سکتے ہو مجھے؟"

وہ تھوڑی نہیں کافی پریشان تھی کہ گھبرا گئی، داران کے زرا اسے کھر درے پن تک سے۔

"یاد نہیں مجھے، نہ اتنی گہرائی سے کبھی ایسی چیزیں نوٹ کیں۔ تمہارے پاس تو بہت فالتو ٹائم ہے ایسی

فضولیات کے لیے"

وہ پھر سے لڑنے والے انداز میں بولا لیکن وہ لڑنا نہیں چاہتی تھی، وہ ایک قبر میں زندہ اتر جانا چاہتی تھی

تاکہ اس وقت جو تکلیف اسکی نبضوں میں اتر رہی تھی اس سے نجات پاسکے، داران کے لہجے کی سرد

مہری پر داریہ کی آنکھیں دھندلا گئیں۔

"ابھی مجھ سے مت لڑو ماہیر شاہ، میں اپ سیٹ ہوں"

آنسوؤں کو دقت سے آنکھوں میں روکا تو وہ نمی داریہ کی سرگوشی میں چلی آئی، داران نے نظر جھکا کر داریہ کے ہاتھ کو دیکھا جس سے اس نے اپنی جینز مٹھی کی صورت تھائے سے دبوج رکھی تھی، پھر اسکا جھکا چہرہ دیکھا جہاں ضرورت سے زیادہ دکھ جمع تھا۔

"تو میں کیا کروں اگر تم اپ سیٹ ہو، اپنی ہی کسی الٹی حرکت کے سبب ہوگی"

اپنے دل پر لاکھ جبر سہی زبان کو زہرا گلنے سے وہ روک نہ سکا، داریہ نے گردن موڑ کر داران پر جیسی نگاہ ڈالی وہ دل پر خنجر کی طرح چلتی محسوس ہوئی۔

"اگر میں نے ماہیر شاہ کو بتایا کہ میں اس شخص سے ملی تھی تو یہ مزید زہرا گلنے کے ساتھ پتا نہیں مجھے کتنی بری اور بد کردار مان بیٹھے گا، نہیں مزید اسکی نظروں میں خود کو گرا دیا تو یہ میری زندگی جہنم کر دے گا۔ یہ کچھ کہتا ہے تو اچھا نہیں لگ رہا۔۔۔ ماموں آپ نے مجھے کہاں پھنسا دیا۔ کاش میرا داران ماہیر سے نکاح نہ ہوا ہوتا"

وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی یہ داران نے بھی گہرائی سے محسوس کیا، داریہ نے یہ سب زہرا کی طرح اپنے اندر نگل لیا۔

"چلنا چاہیے ہمیں"

وہ آنکھیں چراتی اٹھ کھڑی ہوئی، کیونکہ اسکے پاس کچھ نہیں تھا کہنے کو اور وہ نہیں چاہتی تھی اس کے اندر برپا قیامت کی اس لاپرواہ اور پتھر دل شخص کو خبر ہو۔

"کیا چل رہا ہے تمہارے دماغ میں"

اس سے پہلے وہ اپنا بیگ لیے فون اٹھا کر باہر کا رخ کرتی، داران نے بازو سے پکڑ کر اپنے سامنے کھڑا کیا پر داریہ کی آنکھوں میں اٹکے آنسو داران سے اسکا سارا سکون چھین گئے۔

"کچھ بھی نہیں، وہاں درد ہی اتنا ہے کہ کچھ سوچنے کی پوزیشن میں نہیں دماغ۔"

بھلے وہ حوصلے میں تھی پر اسکی آواز کے تسلسل کا بھاری ہونا داران کو دکھ دے رہا تھا، اس لڑکی کا حلق آنسوؤں کے پھندے سے جکڑا ہوا تھا اور داران کے پاس اسکے درد کا کوئی درماں نہ تھا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے مظلوم بننے کی کوشش کر کے تم بن بھی جاو گی؟"

وہ اسکے سوال پر لمحہ بھر کچھ بول نہ سکی یہاں تک سانس بھی نہ بھر سکی، بس بے یقینی سے داران کو دیکھتی رہی کہ وہ اتنا سفاک کیسے ہے۔

"مجھے کچھ بننے کی ضرورت نہیں ہے، مظلوم تو ہر گز نہیں ماہیر شاہ۔ ویسے تم کسی انسان کو امان دینے سے پہلے کسی کمزور سے جانور کو دے کر ٹرائے کر لیتے تو زیادہ بہتر تھا"

مزید اس میں داران کی باتیں سہنے کی ہمت نہ تھی تبھی زہر اس نے بھی جتنی قوت تھی اس کے سنگ اگلا۔

داران کے ماتھے پر لمحوں میں شکنیں اتریں۔

"کیا مطلب تھا اس بکو اس کا، ہاں"

طیش میں آتا وہ داریہ کی پر نرم مگر غصے کے طوفان سے بھری آنکھوں میں آنکھیں گاڑے چلایا۔
"کچھ نہیں، بکو اس کا کوئی مطلب نہیں ہوتا وہ شغل کے لیے کی جاتی ہے۔ چل ماہیر شاہ! بھڑکنے کی ضرورت نہیں۔ اور میں تمہاری امان میں ضرور ہوں لیکن ایک دن نکل جاؤں گی۔ سو اتنی زیادتی کرنا جتنی بعد میں برداشت کر سکو کیونکہ داریہ کسی کا حساب نہیں رکھتی"

اسے اپنے اندر کی جانور کی جھلک دیکھائے وہ اس پر حقارت سے نظر پھیرتی روم سے نکل گئی جبکہ داران اپنے ہی کھیل کے ہاتھوں ہارنے لگ گیا۔

کیسے کوئی اتنا ظالم ہو سکتا ہے؟ کیسے کوئی اتنا بے رحم ہو سکتا ہے؟ کیا انسانیت کے ناطے وہ اسکے آنسوؤں کو پونجھنا بھی اپنی توہین سمجھ رہا تھا۔

لیکن داریہ ضرور ایسے رویے پر روئی تھی، پتا نہیں کیوں۔ شاید اس لیے کہ اسے وہ چبھاتا تھا، راہ چلتے کسی مسافر میں بھی کسی کو روتا دیکھ کر نرمی اتر آتی ہے پر داریہ کو لگا جیسے وہ ایک پتھر سے منسوب کر دی گئی ہے۔

"مجھے لگا تھا میں حالات کی بے رحمی سہہ کر پتھر بن گئی ہوں لیکن غلط تھی، اب بھی داریہ کو رلایا جاسکتا ہے۔ تھوڑا سا ماہیر شاہ بن کر۔ رلا لو ماہیر شاہ! جی بھر کر رلا لو، تب تک رلاتے رہو جب تک داریہ کا امان سے بھی یقین نہ اٹھ جائے۔ میری کمفرٹ زون جہنم تھی، جہنم ہے اور جہنم ہی رہے گی۔ ڈیس

وہ جب تک اپنے پل پل بجھتے دل کو سنبھالتا، یہ سنگدلی کا ناطک از سر نو جاری رکھنے کی خود کو تلقین کر کے سمجھا کر باہر آیا، دار یہ اس کے کڑوے سلوک کی تپش پر رو کر آنسو پونجھ چکی تھی، اس کا دل ہلکا ہوا اب اسکی جوتی کو بھی پرواہ نہ تھی کسی کی۔

اور یہ اس نے پورے واپسی کے سفر میں داران سے کوئی بات نہ کر کے ثابت بھی کیا۔

.._____..

عاقب کچھ دیر شاہ انڈسٹری گیا، وہیں سے اسے داران کے کراچی جانے کی خبر ملی، دار یہ کا سکیجول بھی بزی آرہا تھا تبھی وہ کچھ میٹنگز اٹینڈ کیے شام تک واپس اسلامہ آباد آگیا لیکن دن بھر انیب کی جانب دھیان بھٹکتا رہا، ہاں اس دھیان کو سر سے اتارنے کے لیے وہ سگریٹ پھونکنے پر اتر آیا۔ انیب نے خود کو مضبوط کر لیا تھا تبھی وہ کچھ دیر صبح ریسٹ کرنے کے بعد دن تک واپس اپنی ڈیوٹی پر چلی گئی، کاظم مبین کی پریس کانفرنس کو رتیج خود جا کر لینے کے بعد سب سے پہلے نشر بھی اسی کے چینل پر ہوئی۔

دار یہ اور انیب کا ان معاملات میں مسلسل رابطہ رہتا تھا۔

جبکہ شاہ حویلی میں آج بھی ڈنر خاموشی کی نظر ہوا، اور یہ چپ یہاں کی روایت تھی، ایک ماول ہی یہاں شور مچانے اور بولنے والا فرد تھی لیکن اسے بھی دل کا روگ لگ گیا تھا۔

جبکہ حمین اور ایاد نے بھی آج ڈنر باہر کیا کیونکہ وہ ماموں کی بھینی بھینی خوشی بنا انکے کہے جان گیا اور جب حمین نے اسے بتایا کہ وہ اگین مایا سے پھولوں کے لیے کام کرنے والا ہے تو ایاد نے ماموں کے لہجے کی ہمک پر کچھ محسوس کر لیا تھا۔

تبھی ماما بھانجے نے ریسٹورنٹ جا کر کھا بے اڑائے۔

ماول نے ڈنر کے بعد بہت ہمت اکھٹی کی اور ایاد کا نمبر ایک بار پھر ملایا۔

حمین اور ایاد اسی لمحے گھر واپس آئے، ایاد اپنے اور ماموں کے لیے گرین ٹی بنانے کچن میں گیا تبھی حمین کی نظر ایاد کے فون پر پڑی جہاں ماول شاہ لکھا آ رہا تھا۔

"تمہارا فون آ رہا ہے ایاد"

ماموں صاحب سب جان کر گھنے میسنے بنے ٹی وی پر چلتی نیوز کو دیکھ رہے تھے تبھی ایاد نے ایک کپ ماموں کو دیا اور ایک خود اٹھائے دوسرے ہاتھ سے فون اٹھایا، حمین نے کن اکھیوں سے بھانجے کو دیکھا جس نے آگے سے معصومانہ سا تاثر دیا اور فون لیے اپنے کمرے کی طرف چلا گیا، البتہ حمین بھی کسی سے کم نہ تھا، جب بھانجے نے بنا کہے ماموں کی خوشی بھانپ لی تو حمین چوہان کیسے نہ ایاد کے اندر برپا قیامت کی خبر نہ پاتا، مسکرا دیا۔

"جب منع کیا ہے دوبارہ کال مت کرنا تو ایسی ہمت کرنے کی جرت کیسے کی؟"

وہ جانتی تھی پھاڑ کھائے گا اور وہی ہوا پھر بھی وہ ڈر کر کانپ کر رہ گئی، وہ اچانک دھاڑتا ہوا اسے خوفزدہ کرنے کا سبب بنا۔

"م۔۔ میری بات تو سن لیں، واپس آجائیں ناں ایاد سر۔ پرنسپل اسلام بہت شرمندہ ہیں۔ آئی سوئیر ہم سب آپکے پیر پکڑنے کو ب۔۔ بھی تیار ہیں۔ میں نہیں چاہتی آپ کے بارے کوئی یہ کہے کہ آپ الزام سے خود کو نکالے بنا ہی بھاگ گئے، جھوٹے الزام اور بہتان کو تو رد کرنے کے لیے سو سو جتن کیے جاتے ہیں پر آپ میدان چھوڑ گئے۔ نہ کسی کو ٹھیک سے سزا دی نہ صفائی"

بنا انجام کی پرواہ کیے وہ سب بول گئی جو اس نے سوچا بھی نہ تھا، پہلی بار وہ لڑکی اسے بیوقوف کے بجائے حساس اور سمجھدار لگی کہ ایاد خود کو ہوتی مسرت پر حیران سا ہوا۔

"مجھے کسی کو اپنے بارے صفائی دینے کی ضرورت نہیں ہے، اور مجھے پتا ہے کون کتنی سزا کا مستحق ہے سو میں دے چکا ہوں۔ تمہاری تو کوئی بات ماننا دور سننے تک کار و ادار نہیں ہوں کیونکہ تم نے جو بکو اس کی تھی وہ قابل معافی نہیں ہے۔ دوبارہ کال مت کرنا ورنہ مجبوراً مجھے تمہیں بھی بلاک کرنا پڑے گا"

وہ دل نرم کرنا ہی نہ چاہتا تھا، مول کی ہمت پھر ٹوٹ گئی تو آنکھیں بھگنے لگیں۔

"وہ پرینک۔۔۔۔"

اس سے پہلے وہ اسے اس بکو اس کا سبب بتاتی ایاد نے اس کے منہ پر کال کاٹ دی۔

"اوف! اوف اوف۔۔۔ یہ آدمی بات کیوں نہیں سن رہا۔ پرینک تھا وہ۔۔۔۔ اللہ جی میں کیسے بتاؤں انہیں۔ مجھے پتا نہیں آپ کتنی گندی لڑکی سمجھ چکے ہیں ایاد کہ مجھ سے بات بھی نہیں کرنا چاہتے۔ مر جاؤ تم ثانیہ۔۔۔ تم چاروں بھی مر جاؤ۔ میری زندگی جہنم بنا دی ہے تم سب کے شغل نے۔۔"

اس وقت ماول کا بس نہ چل رہا تھا وہ اتنا اونچا اونچا چینخنے کے زمین پھٹ جائے لیکن آہ یہ بے بسی، ہزار دکھوں سے زیادہ بھاری ہوتی ہے ہمارے حلق و اعصاب پر۔

.._____..

دار یہ اور داران کو واپس پہنچنے میں رات کے گیارہ بج گئے، شاہ حویلی کے تمام مکین سونے اپنے کمروں میں جا چکے تھے، بس فردوس اور عامر ہی کچن میں موجود تھے، خانو اکبر نے لان میں ہی دار یہ اور داران کو خوش آمدید کہا اور داران کے ہمراہ انکے کمرے کی طرف بڑھے شاید کچھ اہم معاملہ تھا۔

دار یہ بھی کافی تھک چکی تھی تبھی ہلکی پھلکی بھوک محسوس ہونے کے باوجود سیدھی اپنے کمرے میں چلی گئی، کچھ گھنٹے کی نیند لینے کے بعد ہی اسکے اندر جھلسی جان بحال ہو سکتی تھی۔

اے سی کے بجائے دار یہ نے پنکا لگایا مگر جیسے ہی وہ بیڈ پر آکر لیٹنے لگی، پنکے کو نجانے کیا ہوا کے چڑچڑا کر ساتھ ہی بند ہو گیا۔

"اسے بھی ابھی موت پڑنی تھی، جب مجھے سکون چاہیے ہوتا ہے دنیا کی ہر چیز میرا ہاسکون غارت کرنے پر لگ جاتی ہے۔ اب پھر سے اسکی شکل دیکھنی ہوگی، اوف کیا زندگی ہے میری"

سخت غم گیر ہوتی وہ پیروں میں فلیٹ چیل اریستی ٹراوزر شرٹ پہنے ہی کمرے سے نکلی مگر شال لپیٹ لی کیونکہ خواہ مخواہ داران کا لیکچر سننے کا حوصلہ نہ تھا۔

تب تک وہ بھی زرا میٹرس پر بیٹھا کھڑے خانو اکبر سے کچھ بات چیت کر چکا تھا اور جب کمرے پر دستک ہوئی تو خانو اکبر نے داران سے اجازت لی اور چلے گئے، تبھی دروازہ کھولتی وہ خانو اکبر کے سلام کا جواب دیتی داران کی طرف آئی جسے داریہ کے اس وقت یہاں ہونے کی ہر گز توقع نہ تھی۔

"میرے روم کا پنکھا چلتے چلتے بند ہو گیا ہے، ٹھیک کر دو پلیز اسے"

داریہ نے بنا لگاوٹ سیدھا سیدھا اپنا مسئلہ پیش کیا۔

"اے سی ہے ناں، وہ چلا لو"

سیدھا اور مناسب مشورہ دیے وہ اٹھا اور ریٹ وائچ اتار کر سائیڈ ٹیبل پر رکھی اور جب واپس سیدھا ہو کر داریہ پر نگاہ پڑی تو وہ غصے میں لگی۔

"تم ٹھیک نہیں کرو گے؟"

اسکی اکڑ پر داران کو بھی غصہ آیا۔

"کیا الیکٹریشن نظر آ رہا ہوں تمہیں؟"

پھاڑ کھاتا سوال جو داریہ کو تمام تر سرد مہری کے بھی زچ نہ کر سکا۔

"زبان چلانی تو بہت اچھے سے آتی ہے، پنکھے کا کپیسٹر ڈالنا بھی سیکھ لیتے۔ کسی کو تو کوئی فائدہ ہوتا تمہارا"

یہ شام والا حساب چکایا تھا دارا یہ نے، داران کے ماتھے کی رگیں طیش سے پھول گئیں۔

"بکو اس کرنے کی ضرورت نہیں، اول تو یہاں موسم کافی سرد ہے، اسکے باوجود اے سی چلانا ہے تو جا کر چلا سکتی ہو۔ تمہارے ہاتھ نہیں بندھے ہوئے"

بازو سے پکڑ کر اپنی غصے سے بھری آنکھیں دارا یہ کی سنہری آنکھوں میں ڈالے سمجھاتے ہوئے پھنکارا۔
"چھوڑو وحشی! جب میں بہت زیادہ تھکی ہوتی ہوں تو مجھے اے سی میں نیند نہیں آتی، میری پوری باڈی دکھنے لگتی ہے۔ ویسے تو موسم بنا پنکھا لگا کر بھی سونے والا ہے لیکن مجھ سے زرا بھی گھٹن برداشت نہیں ہے۔ میں پنکھا لگا کر لحاف اوڑھ کر سووں گی تو ہی میری تھکن اترے گی۔ اب سمجھ آگئی یا سٹیپ پیپر پر عرضی لکھ کر دوں"

دارا یہ نے اپنی بازو پہلی فرصت میں چھڑواتے تنٹا کر وضاحت دیتے اختتام طنزیہ لب و لہجے میں اکساتے ہوئے کیا۔

"تو سیدھے سے نہیں کہہ سکتی تھی یہ، تقریری بیان دینا کیا بہت ضروری تھا، یہاں سو جاو تم۔ میں وہاں سو جاؤں گا کیونکہ میری تم جیسی کوئی الٹی عادت نہیں ہے۔ اور یہاں دھیان سے سوئچ بورڈ آن کرنا، یہ پنکھا بھی نہ جلا دینا۔ جیسی تمہاری ارتھ ہوئی زبان ہے ویسے ہی ہاتھ ہیں، جس چیز کو ہاتھ لگاتے ہیں خرابی ہی پیدا کرتے ہیں"

پھاڑ کھاتے لہجے میں احسان عظیم جتنا ہوا داران اپنا کمرہ دے گیا تھا پر گز بھر لمبی زبان کے جو مظاہرے دیکھا کر گیا تھا اس پر داریہ کا بس چلتا تو اسی کمرے کے پنکھے سے داران کو لڑکا دیتی، مٹھیاں بھیج کر برداشت کرتی رہ گئی۔

"کس قسم کا لڑا کو بتمیز انسان ہے یہ، وحشی بکو اس آدمی۔ سمجھتا کیا ہے خود کو، اور مجھے کیا سمجھ کر رکھا ہے اس نے، کوئی غلام ہوں جسے جب چاہے جھاڑ دے گا۔ تم مجھے امان دے رہے ہو صرف اس کا لحاظ کر رہی ہوں ماہیر شاہ ورنہ تم پر دو حرف بھیج کر اب تک تمہاری زندگی سے نکل چکی ہوتی" جیسی بھی مضبوط اور بہادر تھی وہ لیکن کبھی ایسی بے بسی سے نہ گزری تھی جیسی اس حویلی میں اسکے جسم و جان پر طاری تھی، اس شخص کے سامنے حواسوں پر چھا جاتی تھی۔

"زرادل نہیں کر رہا تمہارے بستر پر لیٹنے کا۔ کاش یہ بیڈ پورے کمرے سمیٹ تمہارے سر پر مار سکتی" گہرے گہرے سانس بھر کر اپنے اشتعال کی لگا میں کستی داریہ یہاں بھی ہوتی گھٹن کے سبب کھڑکی کی طرف چلی آئی، تمام پردے ہٹا دیے، اے سی بند کیا اور آہستہ سا پنکھا چلا لیا تو غارت سکون واپس لوٹنے لگا۔

باہر باقاعدہ ٹھنڈ تھی جو کھڑکیوں کے کھلنے کے سبب جب کمرے میں داخل ہوئی تو داریہ کی آنکھیں پر سکون ہونے لگیں۔

وہ لان میں نظریں جمائے ہوئے کافی دیر کھڑی رہی مگر تب اسکی آنکھوں کی پتلیاں کھمیں کھمیں جب اسے لان میں داران حویلی سے باہر نکل کر آتا دیکھائی دیا، اسکے ہاتھ میں وہی ہڈی تھی اور دوسرے ہاتھ میں کچھ دبایا ہوا، اور چہرہ سنگلاخ چٹانوں سی سختی سے مزین، داریہ کے دل کو دھکا سا لگا۔

داران نے وہ ہڈی لان کے کنارے پتھر لی جگہ پھینکی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا ایک کونہ لائٹر سے جلا دیا، کچھ تنکے بھی اوپر رکھے جس کے سبب وہ بہت جلدی آگ پکڑ گئی۔
داریہ یہ منظر پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔

"ماہیر شاہ! اگر یہ میری ہڈی ہوئی تو آج تمہارا یہاں سے جنازہ نکلے گا"

کھڑکی کا پٹ پٹخ کر وہ تیزی سے ہوش کرتی بھاگ کر کمرے سے نکلی، راستے کی ہر شے کو ٹھوکر مارتے اسے یہ تک ہوش نہ تھی اسکا پیر بھی زخمی ہوا ہے۔

اسکے قدموں کی دمک سنے وہ آگ کے شعلوں کو سپاٹ نظروں سے دیکھتا پلٹا تو داریہ کو وہاں بھاگ کر رکنا دیکھے اسکے اور جلتی ہڈی کے بیچ میں لمحے میں حائل ہوا، داریہ نے یوں دیکھا جیسے چیڑ پھاڑ دے گی۔
"جلادی میں نے یہ فساد کی جڑ، بہت لپٹا رہی تم اسے خود سے۔ اب لپٹالو"

ظلم کا اگر کوئی آخری نقطہ ہوتا تو وہ داران کے اس عمل کو ہی کہا جاتا، وہ اپنی آنکھوں میں آنسو لیے اسے نفرت سے دیکھ رہی تھی۔

"ک۔۔ کیوں کیا تم نے یہ منحوس انسان، وہ کسی کی امانت تھی۔ ہٹو۔۔۔ کیسے جلا سکتے ہو تم میری امیدوں کو۔ اسی کے سہارے تو مجھے اس سے ملنا تھا"

اسے پرے دھکیلتی وہ جلتی آگ کے پاس جا بیٹھی، داران کو لگا وہ اسے جلا چکا ہے اور یہ راکھ داریہ کی ہے۔

وہ آدھی جل چکی ہڈی کو بھری ہوئی دردناک نظروں سے تکتے باقی کو آگ کی گرفت میں جاتا دیکھے وہیں گھٹنوں کے بل گرتے ہوئے بیٹھی، اس سے پہلے ہاتھ بڑھا کر اس ادھ جلی ہڈی کو جلنے سے بچاتی، داران نے اس کا ہاتھ پکڑتے نہ صرف اس سے روکا بلکہ اسے بازو سے دبوچ کر لہراتے کھڑا کیا۔

"میں تمہیں اپنی کوئی شرٹ دے دیتا ہوں، اس سے لپٹ لینا داریہ ز میل خان۔ لیکن وہ کیا ہے ناں جب تک تم میری ملکیت ہو، تمہارے ساتھ جڑی کوئی بے جان رقیب چیز بھی مجھے گوارا نہیں"

اب بھی اسے اپنے کیے پر کوئی ملال نہ تھا، داریہ نے مسلسل مزاحمت کرتے ناگوار نیت سے منہ پھیرا، وہ اس ہڈی کی طرح خود بھی آگ میں جھلس رہی تھی۔

"ہنہ۔ تمہاری شرٹ کو تو میں اپنے پیروں کے نیچے آئی زمین صاف کرنے کے قابل بھی نہیں سمجھتی ماہیر شاہ۔ تم نے اسے تو جلا دیا لیکن میرے دل سے اسے کیسے مٹاؤ گے اس جیتے جاگتے رقیب کو؟ بولو"

اس وقت دارے کی آنکھوں سے چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں، وہ داران ماہیر کا گریبان پکڑے اسکی گرنیش بلو آنکھوں کی تپش کو دو کوڑی کا کر کے رکھ گئی۔

"مار کر"

وہ بنا کوئی لحاظ کیے منہ پھاڑ کر اس آرام سے بولنے کے بیچ داریہ کے ہاتھوں سے گریبان جھٹک گیا کہ وہ سانس تک روک گئی، دو قدم اس سے دور دھکیلی گئی۔

"میں تمہیں اس کے لیے کبھی معاف نہیں کروں گی ماہیر شاہ، تم نے یہ ہڈی نہیں جلائی، تم نے میرے دل کو آگ لگائی ہے اور قسم کھاتی ہوں اب تمہاری دی امان کا کوئی لحاظ نہیں کروں گی۔ تم ایک تکلیف دو گے میں دس دوں گی۔ اب اسکی خاک منہ پر مل لینا، اسی لائق ہو تم۔ مجھے جلد تم سے نفرت ہو جائے گی، اور اس نفرت کے سبب تم بھی اسی ہڈی کی طرح جلو گے"

وہ اس لمحہ اس سے بات کرنا نہیں چاہتی تھی پھر بھی اپنی تکلیف نکال گئی، وہ داریہ کی نہ یہ تکلیف بھول سکتا تھا نہ نظر، نہ اسکے آنسو۔

"ٹھیک ہے جل لوں گا، مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے"

اسکی ڈھٹائی پر داریہ اسے پرے دھکیلتی وہاں سے روتی ہوئی بھاگ گئی جبکہ داران نے اس راکھ کو دیکھتے مسکرا کر وہیں دوزانوں بیٹھ کر ہاتھ بڑھا کر انگلی کی پوریں سیاہ کیں۔

"جب تک چاہوں گا، میں یونہی ستاؤں گا تمہیں۔ یہ میری ضد نہیں ہے داریہ، یہ میری عادت ہے۔ تم عجیب عادتوں کی ماری ہو تو داران ماہیر شاہ سنگین عادتوں کا مارا ہے۔ میں جاننا چاہتا ہوں آخر کیوں تم مجھ سے روتی ہوئی برداشت نہیں ہوتی، ایسا کیا رشتہ ہے میرے دل کا تمہارے آنسوؤں سے، مجھے جاننا ہے

کہ تم اصل میں کیا ہو، تم جس دن مجھ پر پوری کھل گئی، میں اپنے سارے جرم قبول کر لوں گا۔ میں اپنی ہر سزا سہوں گا لیکن تب تک سب ایسا ہی رہے گا۔"

داران نے وہ سیاہی مائل خاک اپنے ماتھے پر بالکل ویسے لگائی جیسے فوجی جنگ کے میدان میں اترتے وقت جیت کا عزم کرتے اپنے چہروں کو سیاہی مائل لکیروں سے بھرتے ہیں۔

جبکہ دارے کی تھکن کیا اترتی کے اسکی تو دنیا اندھیر کر دی تھی داران نے، بنا اے سی اور پنکھے کے ہی وہ واپس اپنے کمرے میں آئی اور دروازے میں بیٹھتی گئی۔

پورا جسم عجیب سے درد کا شکار تھا۔

"میں نے تمہاری امانت کھودی Executioner، اب مجھے کوئی حق نہیں کہ میں تمہیں دیکھ پاؤں یا ڈھونڈوں۔ دارے تمہارے معاملے میں بھی امین نہیں رہی، اس اور۔ کیونکہ میں تمہاری شرط جیتے جی تو نہیں مان سکتی۔ اور تم داران ماہیر شاہ! اپنے پیدا ہونے پر پچھتاو گے اب"

کتنی عجیب بات تھی وہ ایک ہی شخص سے محبت اور نفرت دونوں جذبے جوڑ رہی تھی، دونوں جذبے شدید تھے اور یہ شدت کبھی بھی خیر نہیں لایا کرتی۔

نظر اپنے زخمی پیر کے تلوے کی جانب گئی، اس سے خون نکل کر فرش پر نشان چھوڑ چکا تھا، لیکن دارے کو یہ چھوٹی موٹی خراشیں یا تکلیفیں محسوس ہی نہیں ہوتی تھیں۔

"وہ مجھ سے اس لیے نفرت کرتا ہے کیونکہ میں قاتل کی بیٹی ہوں، بدنام زمانہ ہوں اور شاید اسکے نزدیک بدکردار بھی۔ تو غلط کہاں ہے وہ داریہ؟ اس سے مجھے اچھے کی امید کیوں ہے جبکہ وہ بھی تو داریہ کو پتھر مارنے والی دنیا جیسا ہے۔ امان تو اس نے مجھے اپنی دادی کے قہر سے بچانے کو دی ہے، یہ عہد تو نہیں لیا تھا اس نے مجھے دنیا اور خود کے ظلم سے بھی بچائے گا۔ تو میں کیوں ہوں اس پر غصہ، غصہ تو اپنوں پر کیا جاتا ہے، وہ میرا نہیں ہے۔ میرا کوئی بھی نہیں ہے"

پیر کے زخم کو ہاتھ سے ہی دبائے وہ اپنی کچھ دیر پہلے کی سوچوں کو جھٹلا گئی، سچ ہی تھا اسے داران سے اچھے کی توقع کیوں ہوتی۔

"تمہیں اپنے زخموں پر بچپن سے خود مرہم رکھنے کی عادت ہے تو پھر کیوں امید کر رہی ہو وہ تمہاری تکلیف پر تڑپے گا۔ اسے میری کل دولت جلاتے شرم نہیں آئی جب تو مجھے قتل بھی کر دے گا تو پچھتائے گا نہیں۔ تم سے کیا شکوہ ماہیر شاہ، تم نے امان دینے کے باوجود میرے لیے خود کو دنیا کر لیا۔ بھاڑ میں جاؤ تم"

دھیرے دھیرے تکلیف بڑھنے لگی تو وہ زمین سے اٹھ کر لڑکھڑاتی ہوئی میٹرس پر بیٹھی اور آنکھوں میں اس قدر سوزش غم تھا کہ لیٹتے ہی اسکی آنکھیں نیند، تکلیف اور ناامیدی کے غلبے سے بند ہو گئیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ نیند میں اتر گئی۔

ابھی کچھ وقت ہی گزرا کہ دروازہ کھلا، داریہ کے زخمی پیر سے نکلتے خون کے دھبے وہ باہر دیکھ چکا تھا تبھی اس سے رہانہ گیا، وہ بیٹھے بیٹھے سو گئی تھی، داران نے اسے سو جے پیر کی جانب زخمی سی نگاہ ڈالی اور پھر دائیں طرف کروٹ بدل کر سوئی داریہ کو تکتا قریب آیا، فسٹ ایڈ باکس اس کے ہاتھ میں تھا اور وہیں

اسکے پیروں میں بیٹھے اسکا زخمی پیر اپنی تھائی پر رکھتے پہلے فسٹ ایڈ باکس سے کاٹن نکال کر سپرٹ لگائے خون صاف کیا اور پھر آہستگی سے اس لگے اتنے بڑے کٹ پر پیٹی باندھی۔

وہ گہری نیند میں کم، گہری تکلیف میں زیادہ تھی تبھی اسے کوئی ہوش نہیں تھا۔

اپنا کام مکمل کیے اٹھا، بے تاثر نگاہ دار یہ کے چہرے پر پھیرتے پلٹ کر کمرے سے نکل گیا۔

دیکھتے ہی دیکھتے وہ رات سحر کی روشنی سے بدل کر صبح بننے لگی۔

پیر میں کسی چیز کے دباؤ کے سبب ہوتے مبہم درد پر دار یہ کی آنکھ کھلی، کچھ قریب ہی بلند ہوتی آذان فجر کی مسحور کن آواز تھی کہ وہ اٹھ تو گئی مگر آذان مکمل ہونے تک کلمندی سے لیٹے اس آواز کو سنتی رہی۔

آج وادی سون کی آبائی مسجد میں آذان دینے والا داران ماہیر شاہ تھا، ایسی آذان جسے سب لوگ اپنے کام چھوڑ کر سنتے تھے، جو مہینوں بعد مسجد میں سنائی دیا کرتی تھی۔

"کتنی پیاری آواز ہے اس بندے کی، آواز ایک طرف کتنا سوز ہے اس کے لہجے میں۔ آپ نے اپنے بندوں کو کیسی کیسی تاثیر دے دی ہے، تھوڑی سی مجھے بھی دے دیں کہ میں آپکو مناسکوں"

وہ لیٹے لیٹے آنکھیں موند گئی، اسکی آنکھ سے نمی گر کر میٹرس میں جذب ہو گئی۔

"میں نہیں جانتی آپ نے میرے لیے کیا سوچا ہے اللہ، پر میں تھک گئی ہوں۔ یا مجھے یہ تھکن مٹانے کا کوئی راستہ دیکھائیں یا مجھے اپنے پاس بلا لیں۔ میرے اس دنیا سے جانے پر بس تین لوگ ہی تو رہیں

گے، میرے بڑی، لالہ اور میری انوو۔۔۔ لیکن اگر جیتے جی میں یو نہی سلگتی تڑپتی رہی تو ان تینوں کو ہوتی تکلیف میری موت کی تکلیف سے ہزار گنا زیادہ ہوگی۔"

وہ جینے پر مجبور تھی تو ان تین کے سبب ہی پر جسم سے قوت نچڑنے لگ گئی تھی۔

اسی کیفیت میں وہ اٹھ کر بیٹھی تو اسے یہ بتایا گیا کہ کوئی چوتھا بھی ہوگا اسکی موت پر متاثر ہونے والا، اپنے زخمی پیر کی مسیحائی دیکھ کر وہ حلق تک دھک گئی۔

"تم اس زخم کو کریدتے تبھی جچتا تم پر، مرہم لگا کر مزے برے لگ رہے ہو ماہیر شاہ۔ مجھے تمہاری کسی ہمدردی کی ضرورت نہیں۔"

غصے سے فوراً پیر سے پٹی اکھاڑ کر دو فٹ دور پھینکی، زخم قدرے مندمل ہو چکا تھا۔
اٹھ کر وہ ناراض سی تازہ دم ہونے بڑھ گئی۔

کچھ دیر تلاوت کی پھر کتنی ہی دیر کھڑکی کے ساتھ لگ کر کھڑی رہی، آج ماموں اور لالہ سے ملنے کا بہت دل چاہ رہا تھا تبھی جانے کا پلین بھی بنایا۔

آٹھ یو نہی بج گئے مگر وہ بھوکی پیاسی ٹھیک آٹھ بجے واپس میٹرس پر جا کر لیٹی اور سونے کی کوشش کرنے لگی۔

ماول نے ناشتے پر سبکو بتایا کہ وہ کالج سے فری ہو گئی ہے، جبکہ داران کو اب بھی یہ جھوٹ لگا مگر ماول نے کوئی صفائی نہ دی اور اٹھ کر چلی گئی۔

داران کو بابا سرکار اور مایا دونوں ہی کچھ اپ سیٹ لگے، لیکن چونکہ دونوں کو جانا تھا تبھی داران ان سے واپسی پر تمام معاملہ ڈسکس کرنے کا سوچتے خود بھی عثمان کی طرف ناشتہ کرنے نکل گیا۔

ڈیڑھ گھنٹے تک موصوف کی واپسی ہوئی تو سیدھا کچن میں آیا۔

"آپکو کچھ چاہیے داران بھائی"

عامر نے اسکو باورچی ہال کے دروازے میں کھڑا دیکھتے قریب چلے آتے پوچھا۔

"نہیں، کیا داریہ نے ناشتہ کیا ہے؟"

سرسری سے لہجے میں پوچھا تو عامر نفی میں سر ہلا گیا۔

"نہیں، وہ جاگی نہیں ہیں۔ انھیں کمرے سے نکل کر نیچے آتا نہیں دیکھا بھائی۔ آپا نے انکو کہا بھی تھا

آٹھ بجے جاگ جائیے گا پر شاید وہ لیٹ اٹھنے کی عادی ہوں"

عامر نے قدرے فکر سے جواب دیا، داران نے سر ہلایا اور زینے چڑھتا داریہ کے کمرے کی طرف

بڑھا۔

وہ کب سے سونے کی کوشش میں ہلکان ہوئے جارہی تھی پر اب بھوک اس ضد سے تگڑی محسوس ہو

رہی تھی۔

وہ کمرے میں داخل ہوا، اسکی نئی خوشبو اسکی موجودگی کا پتا داریہ کو کمرے میں پھیل کر کروا چکی تھی۔

لیکن وہ سختی سے آنکھیں بند کر گئی۔

داران پہلے تو اسے دیکھتا رہا پھر جھک کر دونوں ہاتھوں سے سے اسکی کروٹ سیدھی کیے اپنے مقابل کرتا باقاعدہ اسے اٹھاتے ہوئے زمین پر اتارے جیسے کھڑا کروا گیا، دار یہ آنکھیں پھاڑے اسکے اس بد تہذیب عمل پر سٹپٹا گئی۔

وہ اسکے روبرو مومی گڑیا ہے یہ اس پاگل بندے نے ثابت کر دیا تھا۔

"کل شام سے کچھ نہیں کھایا تم نے، کیا کوئی چلا کاٹ رہی ہو یا بھوک ہڑتال چل رہی ہے۔ دیکھو دار یہ زمیل خان! کوئی یہاں منتیں کر کے تمہارے منہ میں نوالے نہیں ڈالے گا، ناشتے کے وقت نیچے کیوں نہیں گئی تم؟"

اسکے سیدھے سادھے سوال پر وہ جو ہنوز اسکے حصار میں کھڑی سن معلوم ہو رہی تھی، پوری قوت سے اپنے بازو چھڑواتی اسکے سائے سے دور سر کی۔

"منتیں کروانے کی نہ مجھے عادات ہیں نہ شوق، بھوک نہیں ہے۔ اور کسی انسان کو متوجہ کرنے کے کچھ اسٹیکس ہوتے ہیں۔ لگتا ہے کسی جنگل سے آئے ہو تم"

دار یہ کا اشارہ داران کے کچھ دیر پہلے اسے لیٹے سے لمحے میں زمین پر کھڑا کروانے والی بے باک حرکت کی طرف تھا، داران نے تحمل سے اسکی کڑوی بات سنی گو وہ اسکا عادی نہ تھا۔

"میرا جنگلی پن ابھی تم نے دیکھا ہی کہاں ہے، کیا ہڈی کے جلنے کا ماتم منار ہی ہو۔ تو سن لو مجھے تم ایسا بیکار ماتم کرتی بھی نظر نہ آو"

ہر بات پر اعتراض کر کے داریہ کو زچ کر رہا تھا۔

"نہیں اپنے دل کے راکھ ہونے کا ماتم منار ہی ہوں، جیسے میرا تم پر کوئی حق نہیں ویسے تمہارا بھی مجھ پر ایسا کوئی حق نہیں سوان پابندیوں کا پٹارہ سمیٹ کر چلتے بنو۔ آج میں گھر جاؤں گی، اور وہیں رکوں گی۔ اپنی دادی سرکاراں اور اہل خانہ کو بتا دینا میری غیر موجودگی کا سبب"

اسکے علم میں اضافے کے ساتھ ہی وہ پلٹی مگر داران نے بازو دو بوج کر ایک ہی جھٹکے سے لہرایا تو وہ داران کے سینے سے ٹکرائی، لیکن فوری فاصلہ بنا کر گھورنے لگی۔

"میں ساتھ چلوں گا"

داریہ لمحہ بھر اسکے اتنے قریب جا کر واپس پیچھے ہٹنے پر فطری بدحواس ہوئی۔

"واٹ! تم کیوں جاو گے۔"

اصولی سوال تڑختے کیا۔

"تم پر نظر رکھنی ہے"

بنا خائف ہوئے چبا چبا کر بتایا گیا، داریہ دانت ہی کچکا کر رہ گئی۔

"میں کسی کے ساتھ بھاگ جاؤں گی یہ ڈر ہے کیا؟"

سلگتی طنزیہ مسکراہٹ ہونٹوں پر لیے داران کی آنکھیں ٹٹولنے لگی۔

"نہیں، تم کسی کے ساتھ بھاگ کر جہاں جاو گی اس جگہ کو تمہارے لیے جہنم بنانا میری اولین ذمہ داری ہے"

دگنی محظوظ شرارت کرتا وہ داریہ کو لمحوں میں خونخوار بنا گیا۔

"مجھے جہنم سے مت ڈرا و ماہیر شاہ! میں اسے اپنی مٹھی میں لیے پھرتی ہوں۔ ویسے یہ بھی جہنم ہے، تمہاری آنکھوں کے سامنے رہنا۔"

اس بار کھل کر مسکراتے ہوئے زہر میں بجھا بجھا کر داریہ نے اسے اسکی اوقات یاد دلاتے جملے کہے۔
"تو پھر مزے کرو، اسی ٹائپ کی جہنم میں۔ جب جانا ہو ابتدا دینا لے چلوں گا۔ اور ہاں عاقب سے دوفٹ کی دوری پر رہنا یہی اسکے حق میں بہتر ہے۔ بیہولانک گڈوائف ان فرنٹ آف ہیم۔۔۔۔۔ اوکے؟"
نرمی سے اسکی گال تھپکی تو داریہ نے اسکے ہاتھ کو فوری غصے سے پرے جھٹکا پر داران اسے سلگا کر آگ لگاتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"ناشتہ بجھو اور ہا ہوں، کر لینا۔ اور آگین اگر تم آٹھ بجے ناشتے کی میز پر نہ آئی تو سارا دن ہی بھوکا رہو گی۔"

جاتے جاتے بھی اسکے اندر دھمکی سے اپنا خوف جگانے کی بھونڈی کوشش کر کے گیا، داریہ اس پر تمسخرانہ ہنسی جیسے اسکی خوش فہمی پر بڑا انجوائے کر رہی ہو۔

"تمہارا یہ غرور ایک دن میں ہی مٹی میں ملاؤں گی ماہیر شاہ۔ اڑ لو جتنا اڑنا ہے، گروگے تو زمین نہیں ملے گی بلکہ کھدی ہوئی قبر ملے گی تمہیں"

اس وقت وہ اس سے اتنی تنگ تھی کہ سمجھ ہی نہ پائی کیسی بری بات کہہ گئی ہے پر جب کہہ بیٹھی تب احساس ہوا تو خود کی سرزنش کی۔

"کیا بکواس کر رہی ہو داریہ"

اپنے آپ کو ڈپٹے وہ ان فضولیات کو جھٹک کر وہیں سر تھا مے میٹرس پر جا بیٹھی کیونکہ اب صرف ناشتے کا انتظار تھا اور بھوک اوٹ آف کنٹرول ہو چکی تھی۔

.._____..

"انیب کا فیصلہ تم سن چکے ہو، اب آگے کا کیا ارادہ ہے۔ ماشاء اللہ سے سیٹل ہو۔ اپنے پیروں پر کھڑے ہو۔ داریہ بھی تمہاری نہیں ہو سکتی سو مجھے اجازت دو میں تمہارے لیے کوئی مناسب لڑکی ڈھونڈ لوں"

دو بجے تک ماریہ چغتائی سکول سے واپس گھر آئیں تو توقع کے برخلاف عاقب کو چغتائی پیلس پایا، وہ ایک اہم میٹنگ کے لیے خوشاب ہی روانہ ہونے والا تھا، بہت کچھ سوچا تھا اس نے۔

نانو کے پاس ہی کاوچ پر آکر بیٹھنے اور پوچھنے پر وہ اپنے فون کو سامنے میز کی کلاس سطح پر رکھے انکی جانب پلٹ کر بیٹھا۔

"اس گھر میں میری بیوی بن کر اگر کوئی آئے گی تو وہ داریہ ہے، آپ نے ہمیشہ ہر برے اچھے کام میں میری مدد کی ہے نانو۔ پلیز اس بار بھی میری رازدان بنیں۔ میں اس کے بنا نہیں جی سکتا۔ مرجاؤں گا۔ میں داریہ کو اس شخص سے واپس لوں گا، وہ نہ تو جانتی ہے اسے نہ پیار کرتی ہے۔ میں داریہ کو قائل کروں گا، وہ میری بات سمجھ جائے گی کہ وہ صرف میرے پاس محفوظ رہ سکتی ہے"

عاقب کی تمام باتیں سن کر ماریہ صاحبہ کے چہرے پر تناؤ آگیا۔

"تو کیا تم اس کا گھر خراب کرو گے، مارپیٹ کر کے چھینو گے اسے؟"

نانو کا لہجہ غصے سے لبریز تھا تو آواز بلند۔

"میں کوئی خون خرابہ کیے بنا اگر داریہ کو داران سے واپس لوں تو آپ میرا ساتھ دیں گی، قسم کھاتا ہوں ان دونوں کو کچھ نہیں کہوں گا۔ کوئی فساد برپا نہیں کروں گا۔ لیکن مجھے کسی اپنے کی ضرورت ہے، مئی بہت پیاری تھیں آپ کو، میں انکی امانت ہوں آپ کے پاس تو کیا آپ یہ سہہ لیں گی کہ آپ کا نواسہ ساری عمر تڑپتا رہے۔۔ مئی تڑپتی رہیں"

یہ سب جذباتی دھمکیاں ان بزرگ عورت کو کمزور کر گئیں جبکہ عاقب کے پاس چالیں چل کر بازی مارنے کا ہنر پہلے ہی موجود تھا۔

بیٹی بے موت مر گئی تو وہ سہہ گئی تھیں تب لیکن اب اسکی واحد اولاد بھی تکلیف سے گزرے یہ ان سے برداشت نہ تھا۔

"ہرگز نہیں، لیکن تم مجھ سے وعدہ کرو کہ اگر اس کے باوجود داریہ تمہاری نہ ہو سکی تو تم انیب کی ناراضگی نہ صرف دور کرو گے بلکہ اس سے شادی بھی کرو گے۔ بس اسی شرط پر نانی تمہارا ساتھ دے گی"

یہ شرط سنے عاقب کا حلق تک کڑوا ہو گیا لیکن اس وقت نانو کا تھوڑا سا راضی ہونا بھی غنیمت تھا، فوری انکے ہاتھ کی پشت چومتے ہامی بھرتے وعدہ کر لیا یہ سوچے بنا کہ اک دن قسمت عاقب موہان کو اسی وعدے کی حقیقت دیکھا کر مارنے کا فیصلہ کر چکی ہے۔

بے قدر دی کرنے والوں کی کبھی قدر نہیں کی جاتی یہی اصول فطرت ہے۔

عاقب نے نانو سے اجازت لی اور خوشاب کے لیے نکلا۔

سواد و گھٹے تک وہ شاہ اند سٹری پہنچا تو پتا چلا آج داران بھی آیا ہے۔

ایک ترکیش وفد اور اسکی ٹیم سے میٹنگ تھی مگر عاقب پہلے داران سے ملنا چاہتا تھا تبھی سیدھا اسکے آفس کی طرف بڑھا۔

مینجر سلطان کے ہمراہ داران کچھ ڈسکشن کر رہا تھا جب عاقب کو آفس روم کے دروازے کو کھول کر اندر آتا دیکھے ہاتھ کے اشارے سے مینجر سلطان کو بولنے سے روک گیا اور ایک آنکھ کی جنبش کی جس پر مینجر فائلز سمیٹتا ہوا دونوں کو پرائیویسی دیے آفس سے نکلتا چلا گیا۔

"بڑی جلدی آگئے ہو معافی مانگنے عاقب موہان"

بلیک جینز کے ہمراہ گرے ہینلے ٹی شرٹ پہنے داران گریس فل لگ رہا تھا، باقی اسکی لکس تھی ہی ہمیشہ ہر ایک سے ممتاز، وہ زیادہ نہ سچ کر بھی خوبصورت خدو خال اور نیلی آنکھوں کے سبب وجیہہ دیکھائی دیتا جبکہ عاقب بھی شکل و صورت کا کافی اچھا تھا بس خرابی دل و دماغ میں تھی جو کس کے نہیں ہوتی۔

داران کے چہرے پر بکھرا ہوا استہزاء دیکھتے بلکہ برداشت کرتے وہ دو قدم اٹھاتا داران کے عین روبرو آن رکا۔

"سہی کہا تم نے، کیا کروں پارٹنر شب کر کے اپنے پیروں پر کلہاڑی جو مار چکا ہوں کچھ سال پہلے۔ خیر تم نے جو میرے ساتھ کیا بھول رہا ہوں صرف اس لیے کہ یہ بزنس ریلیشن خراب نہ ہو۔ میرے اور تمہارے ڈیڈ کا بزنس میں ایز آپارٹنرز بہت نام رہا ہے اور میں نہیں چاہتا یہ روایت ہماری ذاتی جھگڑوں کے سبب ٹوٹے۔ داریہ کو بیوی بنا لیا تم نے لیکن وہ میری دوست ہے اس بات کو ذہن نشین کر لو۔ نہ تو تم مجھے اس سے ملنے سے روک سکتے ہو نہ بات کرنے سے"

عاقب اپنی بے عزتی بھول جائے یہ کہاں ممکن تھا، وہ تو ایسے تقریر جھاڑ رہا تھا جیسے داران اسے جانتا نہ ہو، رگ رگ سے واقفیت رکھتے انسان پر یقیناً کیا گزرتی ایسی مکر و اور جھوٹی باتوں سے، وہ ہنس پڑتا بلکل جیسے داران زہر خندی کی انتہاؤں کو پہنچے مسکراتا ہوا خود بھی دو قدم عاقب موہان کے مقابل چلا آیا۔

اسکی اوشن گرینیش بلو آنکھوں میں ہمیشہ سے اک طوفان ہلکورے لیتا تھا، جو سامنے والے کو ڈرا دیتا۔

"دوست ہو تم دار یہ کے ہاں؟ دیکھ لیں گے عاقب موہان۔ تم مل سکتے ہو اس سے جب چاہے لیکن جس لمحہ تمہارے اندر اسکے مقابل زر اسی بھی عاشقی جاگی وہ لمحہ تمہاری زندگی کا آخری بنادوں گا۔"

یہ وارننگ تھی اور ایسی جس نے عاقب کا حلق خشک کیا یہ الگ بات کہ وہ جبرے بھینچتا اپنے اندر کا ڈر قابو کر گیا۔

داران نے تپتی ہوئی مسکراہٹ دیتے اسکا سینہ تھپکایا اور میز کے سامنے لگی دو کرسیوں میں سے دائیں چئیر کی طرف بڑھا۔

"پرسنل زندگی کو میں بھی پروفیشنل سے الگ رکھنے کا عادی ہوں، اچھا سوچا تم نے۔ بیٹھو کافی منگواتا ہوں، کچھ نیکسٹ ڈریم پراجیکٹ کے متعلق ڈسکشن بھی کرنی ہے"

فوری پروفیشنل انداز اپنائے داران نے پر اعتمادی سے جگہ سنبھالی تو عاقب کو بھی چار و ناچار اسکے ساتھ ہی سامنے بیٹھنا پڑا، لیکن وہ سمجھ رہا تھا داران اسکے دھوکے میں آگیا ہے لیکن درحقیقت دھوکے میں ڈالنے کا شوق اس جلاد کو تھا۔

.._____..

عاقب میٹنگ کے بعد شاہ حویلی گیا تو گارڈز نے اسے دھکے دینے کے بجائے عزت و احترام سے اندر آنے کی اجازت دی، گن جسے وہ ہمیشہ پاس رکھتا تھا آج گاڑی میں ہی چھوڑ آیا۔

دار یہ سارا دن جم کر سوئی تھی تبھی تھکن اور اداسی دور ہو گئی پھر ماموں اور لالہ سے ملنے کی خوشی بھی تھی کہ چہرہ اپنی رعنائیوں کے سنگ چمک رہا تھا، رہی سہی کسر عاقب کو عزت و احترام سے شاہ حویلی کا مہمان بننتے دیکھ کر پوری ہوئی۔

وہ خوبصورت لان میں ٹہل رہی تھی تبھی عاقب مسکراتا ہوا وہیں چلا آیا۔

"تم مسکرا رہے ہو؟ مطلب غصہ اتر گیا"

دار یہ کو اسکی مسکراہٹ دیکھ کر حیرت ہوئی، وہ بھی شرمندہ ہوتے ہنس پڑا۔

"غصہ نہیں تھا ہرٹ ہوا تھا، لیکن جب داران نے آج بتایا کہ وہ تمہیں بھی بات بات پر ہرٹ کرتا ہے تو تمہاری فکر میں جبراسہی پر اس سے پیچ آپ کر لیا اور اسی نے مجھے تم سے ملنے کی اجازت دی۔ یہ اس آدمی کی فطرت ہے، وہ ایک مغرور اور پتھر دل انسان ہے دار یہ اور میرا وہ سارا غصہ اسی سبب تھا۔ میں تمہیں اسکا دیکھ کر برداشت نہ کر پایا تھا"

بہت چالاکی سے مظلومیت بھرے انداز میں عاقب نے اپنا کھیل شروع کیا، دار یہ کے چہرے کی رونق ماند پڑی۔

"کیا مطلب تمہارا؟ اس نے تمہیں کیوں بتائی ہماری پر سنل بات۔ اگر میں غلط نہیں تو وہ صرف تمہارا بزنس پارٹنر ہے ناں؟ دوست تو نہیں ہے"

دار یہ کے تن بدن میں آگ لگی، داران ایسا کیسے کر سکتا ہے اسکے ساتھ۔

"اسے تمہارے اور اپنے پرسنل کو عیاں کرنے کا کیا نقصان ہوگا؟ کچھ نہیں۔ ویسے بھی وہ دوسروں کو ہرٹ کرنا عزاز سمجھتا ہے تو کیوں نہ اسکا اظہار کر کے خود کو تسکین دیتا۔ خدا کا شکر ہے وہ میرا دوست نہیں، اور ایسے دوستوں سے اللہ بچائے جو دشمنوں سے بھی بڑھ کر زہریلے ہوں"

عاقب نے دل کی ساری جلن اور بھڑاس فرصت سے نکالی یہ جانے بنا کہ داریہ کے دل پر قیامت گزر رہی ہے۔

اسے داران سے کوئی امید نہ بھی ہو لیکن یہ سب برداشت کرنا داریہ کو عجیب سی اذیت پہنچا رہا تھا۔

"شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو، جب اس نے کچھ پرسنل نہیں رکھا تو میں بھی اسکا پردہ نہیں رکھوں گی۔ ہاں ہرٹ کرتا ہے مجھے لیکن تم تو جانتے ہو داریہ کو، ہرٹ کرنے والے کو اپنے رویے سے کیسی کیسی سزا دیتی ہے سو تمہیں میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ آجاو چائے پیتے ہیں، ویسے میں آج گھر جارہی ہوں۔ کل میں تم اور انیب لنچ باہر کریں گے، موڈ بھی فریش ہوگا"

داریہ سے وہ جو اگلونا چاہ رہا تھا، وہ تب بھی اس نے نہیں بتایا جبکہ ہرٹ والا تو عاقب نے تکالگیا تھا اور اسی پر شکر کر رہا تھا کہ تکالگ گیا اور داریہ اسکی باتوں میں آگئی۔

"نہیں چائے پھر کبھی، تم آرہی ہو تو اب کل ہی ملیں گے فرصت سے۔ تمہاری وہ جلا دن دادی ساس آتے ہوئے مجھے اپنی روم کی کھڑکی سے تاڑ رہی تھی۔ میں نہیں چاہتا اب ان سے دھکے کھاؤں۔ مزید بے عزتی افورڈ نہیں کر سکتا"

عاقب نے جو زہر پھیلا نا تھا وہ کام ہو گیا تو جانے کو مچلا جس پر داریہ نے بھی مسکرا کر اسکے رکنے پر اصرار نہ کیا اور گیڈ تک سی آف کرنے آئی مگر جب واپس حویلی کے قریب پہنچی تو عزیزے جان کی سالم نگلتی آنکھوں کا غصہ دیکھے بے خوف و خطر انکے قریب رکتی ہاتھ سینے پر لپیٹ گئی۔

"کیوں آیا تھا یہ؟"

عزیزے نے سوال نہیں کیا تھا بلکہ اپنے اندر کا غصہ اگلا۔

"میرا دوست ہے، مجھ سے ملنے آیا تھا۔ کیا کوئی مسئلہ ہے آپ کو دادی سرکاراں"

چبا چبا کر لفظ ادا کیے وہ انکو لگتی آگ کا سبب جاننے پر متجسس تھی۔

"بد زبان لڑکی! شوہر ہونے کے باوجود دوست یار رکھ کر ہم پر پوری برداری کی تھو تھو کر وانا چاہتی ہو۔ ہماری دی امان کا یہ صلہ دے رہی ہو تم نا ہنجار۔ اور داران پر کونسی کالے جادو کی پھونکیں ماریں کہ وہ تمہارے لیے میرے سامنے اکڑ گیا"

یہ سب سن کر داریہ کو حیرت تو نہ ہوئی لیکن ہنسنے کا دل ضرور چاہا۔

جبکہ داریہ کی مسکراہٹ عزیزے جان سے تحمل چھین گئی جسے کیے وہ اپنے ہاتھ کو تھپڑ کی صورت اٹھنے سے روکے ہوئے تھیں۔

"عاقب کو مجھ سے ملنے کی اجازت بھی آپکے پوتے نے دی ہے دادی سرکاراں، تو تھو تھو ہوگی تو آپکے پوتے کی وجہ سے ہوگی آپ پر۔ رہی بات پھونکوں کی تو ایک آپ پر بھی مار دوں تاکہ آپ بھی تھوڑی کم ٹا کسک ہو جائیں"

دل جلانے والی مسکراہٹ سمیت وہ عزیزے کا عتاب دہکا گئی، عزیزے جان نے لمحہ لگاتے داریہ کو بالوں سے پکڑا۔
"عزیزے جان!"

داران ماہیر کی خشونت بھری پکار پر انکے جاہلیت کی انتہا کیے داریہ کے بالوں کے گرد جکڑے ہاتھ کی گرفت خود بخود ڈھیلی پڑی، یہی سن کیفیت داریہ کی ہوئی۔
داریہ نے جھٹکے سے خود کو اس سنگی بڈھی سے دور کرتے پورچ کی جانب دیکھا جہاں سے داران ماہیر شاہ آندھی طوفان بنادونوں کی طرف چلا آ رہا تھا۔

"اب یہ سستی اکیٹنگ کر کے اپنی دادی پر چلائے گا اور اسکی دادی مجھے آل ریڈی جادو گردنی تو سمجھ چکی ہے اب پوتے کے چلانے پر ناگن بھی مان لے گی۔۔۔۔"

داریہ کے چہرے پر نہ کوئی پریشانی تھی نہ فکر بس جس طرح وہ غصے کی مشین بنا ہوا قریب آیا اسکے دادی کو دیکھنے کے انداز پر داریہ نے دل ہی دل میں پیشین گوئی کی۔

"میں نے بتمیزی کی تھی تمہاری دادی سرکاراں کے ساتھ، ان معصوم صاحبہ پر غصہ مت کرنا ماہیر شاہ۔ لومیرے بال تم کھینچ لو"

داریہ نے لمحہ لگاتے دادی پوتے کے بیچ آتے مظلومیت و مسکینیت کی انتہا کی، عزیزے تو اس شرانگیز لڑکی کے دھوپ چھاؤں سے تیوروں پر بل کھا کر رہ گئیں جبکہ داران نے اسے آنکھوں کی قوت سے ہی بیچ سے ہٹنے کی تنبیہ کی پر بھول گیا تھا وہ اس سے دگنی ڈھیٹ ہے، اسکا دل جلانے کو ناں کرتی مسکرائی۔

"کمرے میں جاو داریہ"

بازو سے داریہ کو پکڑے باقاعدہ دھکا دیے اس پر چلایا تو وہ سارے ارادے ترک کرتی سچ میں پریشان ہوتی وہاں سے چلی گئی کیونکہ داران کی آنکھیں عتاب و طیش سے لال دیکھ کر خفیف سی ڈر گئی تھی۔
"آپکا کسی کے ساتھ ایسا وحشی سلوک خواب میں بھی نہیں سوچا تھا، کیا یہ آپکو زیب دیتا ہے دادی سرکار۔؟"

جب اسے لگا داریہ جا چکی ہے تو غصے کو ہر ممکنہ خود میں دباتے ڈری عزیزے جان سے استفسار کیا پر وہ منہ پھیر گئیں جوانکی ناراضگی کا انداز تھا۔

داریہ حویلی کے دروازے میں چھپی یہ سب سن اور دیکھ رہی تھی۔

"میری طرف دیکھیں، دوبارہ اسکے بالوں کو نہیں چھوئیں گی آپ۔ ابھی تو یہ میری درخواست سمجھیں لیکن اگلی بار بنا کسی ادب و احترام کے سیدھی تنبیہ کروں گا۔ جب آپکو نکاح سے پہلے سب کلئیر کر دیا تھا، مطمئن کیا تھا تو آپکو کیا فرق پڑتا ہے کہ وہ لڑکی میرے ساتھ رہے، پاس رہے۔ بولیں۔ مسئلہ کیا ہے آپکا۔ شنیر ودی۔ لیکن اپنے معیار سے مت گریں"

دار یہ اسکی سب باتیں سنے حیرت میں اتر گئی، وہ اسکے بالوں کے لیے اتنا ٹچی کیوں ہو رہا ہے کہ اپنی پیاری دادی تک کو سنا دیں۔

عزیزے کا غصہ انکی آنکھوں سے ٹپک رہا تھا لیکن اظہار نہیں کر پار ہی تھیں۔

"کیا کلئیر کیا ہو گا اس نے اپنی دادی کو نکاح سے پہلے؟ شاید یہ کہ یہ میرے ساتھ کوئی فزیکل تعلق نہ بنائے۔۔۔۔۔ ہاں تبھی عزیزے نے داران کو امان کے اس نکاح کی اجازت دی ہوگی۔ کیونکہ اب تک مجھے یہ تو پتا چل گیا کہ میں ان محترمہ کو زہر سے بھی شدید بری لگتی ہوں"

دار یہ کا دماغ تیز تھا اور اسکی سوچیں بھی ایک دم درست سمت پکڑ چکی تھیں۔

"مجھے وہ تمہارے نام کے ساتھ بھی برداشت نہیں ہو رہی، وہ تمہارے بالکل قابل نہیں ہے۔ میرا دل سلگ رہا ہے داران۔ اور اگر تم یونہی اسکی طرف داری میں مجھ پر غصہ ہوتے رہے تو تمہاری دادی سرکار کا دل رک جائے گا۔ بھول کر بھی تم اسکے قریب گئے تو یاد رکھنا میں خود کی جان لے لوں گی"

عزیزے، داران کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کو مکاری سے سسک پڑیں لیکن داریہ کو دادی سرکاراں کے اس ہنر پر واہ واہ کرنی پڑی۔

"شاطر بڈھی، اپنے پوتے کو کیسے سبق پڑھا رہی ہے، اف لیول ہے دادی سرکاراں کا" داریہ کا شک و شبہات عزیزے کی دھمکی سے سچ ہوئے تو وہ زہریلا ہنسی البتہ اس نے داران کے تاثرات اور جواب کے لیے دم سادھ لیا کہ اس پر وہ نیک پروانہ کیا کہنے والا ہے۔

"طرف داری نہیں کر رہا اسکی، آپکے معیار کو گر تادیکھ کر میری برداشت پر وار ہو رہے ہیں۔ اور میں اسکے قریب کیوں جاؤں گا؟ یہ صرف امان پر مبنی تعلق ہے سمجھ لیں اس بات کو"

داران کا جواب سنے داریہ جب مسکرائی تو اس مسکراہٹ میں خوشی بھی تھی اور اداسی بھی۔

"چلو یہ تو طے ہو گیا کہ یہ مجھ سے امان کے بیچ لڑے گا، مجھے ہرٹ کرے گا لیکن کبھی اپنا جائز حق استعمال نہیں کرے گا۔ ریلیف مل گیا یہ جان کر۔ مجھے بھی تم سے کوئی رشتہ بھول کر بھی نہیں بنانا ماہیر شاہ! لیکن تمہارا میرے لیے ایسا جنونی رویہ سمجھ سے باہر ہے۔ ایک طرف تم ہماری پرسنل باتیں سر عام ڈسکس کرتے ہو اور دوسری طرف میرے آس پاس کسی کو برداشت بھی نہیں کرتے۔"

مزید دادی پوتے کی زہریلی گفتگو سننا منظور نہ تھا تبھی وہ جھنجھلائی سی اندر چلی گئی۔

"وہ عاقب کیوں آیا تھا یہاں؟"

عزیزے نے غصے کو اک طرف کرتے اکھڑتے ہوئے پوچھا۔

"وہ دوست ہے داریہ کا، عاشق بننے کی اگر دوبارہ جرت کرے گا تو دھکے نہیں دلو اوں گا بلکہ سیدھا زمین کی آخری تہہ میں گاڑوں گا۔ پلیر دادی سرکار، میری پریشانیاں اور فکریں مت بڑھائیں۔ چند دن کی بات ہے برداشت کریں۔ داریہ کا باپ جلد یا بدیر یہاں آنے والا ہے، جو بھی معاملہ تھا قتل و غارت اور فساد کا اسے جلد سمیٹ کر میں داریہ کو اس امان پروردگی سے آزاد کر دوں گا۔ اوکے۔ اس امان کو کچھ اور مت سمجھیں"

دادی کی تسلی اب بھی نہ ہوئی تبھی وہ کوئی زہریلی بات سوچتی محسوس ہوئیں۔

"ٹھیک ہے پھر مجھے اجازت دو کہ میں تمہارے لیے ایک خاندانی اور تمہارے قابل لڑکی ڈھونڈنا ابھی سے شروع کروں"

داران جانتا تھا عزت زے جان سے پیچھا چھڑوانا آسان نہیں ہے تبھی یہ زہر بھی پینے کی ہامی بھر لی۔
"ہمم سہی، لیکن یہ بات صرف ہم دو کے بیچ رہے گی۔ اور مجھ سے پوچھے بنا آپ لڑکی ڈن نہیں کریں گے۔ چلتا ہوں۔ داریہ کے ساتھ اسکے گھر جا رہا ہوں۔ کل تک واپس آجائیں گے، پہلے زرا ماول سے بھی ملنا ہے مجھے۔۔۔ ایکسیوزمی"

ہنکارہ بھرتے بے دلی سے اجازت دیے وہ جو بتا کر گیا اس سے بھی عزیزے کے اندر شعلے اٹھ چکے تھے۔

پر داران کی اجازت کی خوشی میں وہ اپنی یہ وقتی جلن بھول کر مسکرا دیں۔

تبریز شاہ، مایا مزید داران سے کچھ نہ چھپا سکے اور جو کچھ کالج میں ہوا اک اک حرف داران ماہیر شاہ کو اپنے کمرے میں بلائے شام ہی بتایا، مایا بھی وہیں تھی اور دعا گو تھی کہ داران کے قہر سے ماول بچ جائے۔

اسے بہت غصہ آیا، تکلیف ہوئی، پریشانی ہوئی لیکن وہ برداشت کر گیا۔

"ہم بھی ناراض ہیں ان سے کیونکہ ہمارا دل انکی بیوقوفی پر بہت سلگا ہے ماہیر، وہ شرمندہ ہیں لیکن انکی غلطی ایسی نہیں ہے کہ معاف کی جائے"

داران کو چپ محسوس کیے تبریز شاہ مزید اپنے غصے کا اظہار کیے بولے، داران نے سانس کھینچتے اک نظر بابا سرکار پر ڈالی اور پھر گما کر مایا پر۔

"اگر ماول نے بیوقوفی کی ہے تو ایاد خان نے بھی اسکا پورا بدلہ لیا ہے، ناراض مت ہوں اس سے بابا سرکار۔ وہ آجکل پہلے ہی ذہنی دباؤ کا شکار ہے۔ کل صبح ہی آپ اس سے اپنی ناراضگی دور کریں۔ رہی بات ماول کی سزا کی تو وہ مجھ پر چھوڑ دیں"

دونوں کو دیکھتے ہوئے اپنی بات کہی اور جانے کو اٹھا، مایا اسکے ہمراہ ہی تبریز شاہ کے کمرے سے نکلی۔

"تم اسے ڈانٹنا مت داران"

مایا نے اسکا ہاتھ پکڑتے روکا، داران نے رک کر گہری نگاہوں سے مایا کی آنکھوں کو کریدا۔

"ہمم۔ کچھ دن سے آپ مجھے وقت نہیں دے رہیں"

بنامایا کی بات کا جواب دیے وہ شکایت کر کے مایا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ سمیٹ لایا۔

"کچھ دن سے تم مصروف ہی اتنے ہو، کہو تو کل ہم ڈنر باہر کر لیں گے۔ داریہ کو بھی لے چلنا"
مسکرا کر فوری پلین بنایا۔

"اسے لے کر گیا تو آپ سے وہ بات نہیں کر سکوں گا جو مجھے کرنی ہے"

داران کالب و لہجہ پر اسرار تھا، مایا ٹھٹکی۔

"ایسی کیا خاص بات ہے، ابھی بتا دو"

مایا کو بیقراری نے گھیرا۔

"بس اتنا کہوں گا کہ مجھے آپ سے وہ جاننا ہے جو آپ سمجھتی ہیں چھپانے میں کامیاب ہو گئی ہیں"

مایا کا سر چومتا اپنے الفاظ کی حدت سے ڈراتا ہوا وہ ماول کے کمرے کا رخ کر گیا، مایا کے چہرے پر
ہزاروں رنگ آکر گئے۔

"اس دن میری گھبراہٹ پر واقعی اسے شک ہوا ہے، میرا اندازہ ٹھیک تھا تبھی مجھ سے اندر ہی اندر
روٹھا ہوا ہے۔ لیکن میں تمہیں سچ نہیں بتا سکتی داران۔ میں گڑے مردے اکھاڑ کر اس حویلی کا سکون
غارت کرنے سے ڈرتی ہوں"

مایا اب تک اپنے موقف پر پہاڑ سی ڈٹی تھی، سر جھٹک کر وہاں سے چلی گئی۔

داران نے ماول کے کمرے پر ہلکی سی دستک دی اور اندر داخل ہوا، میٹرس پر بکس پھیلائے وہ وسط میں الٹی لیٹی رجسٹر کھولے یونہی لکیریں پھیر رہی تھی جب داران کو دیکھتے نہ صرف گھبرا کر اٹھ بیٹھی بلکہ اس ڈر سے کہ داران بھیاسخت سزا دیں گے بیڈ سے اتر کر داران کے پاس آن رکی۔

"بابا ناراض ہیں مجھ سے، آپ مت ہو جانا۔ جو بات ایاد سر نہیں سن رہے آپ سن لیں۔ وہ صرف پرینک تھا بھیا، ان بھوکوں نے کہا تھا اگر میں نے ڈیر پورا نہ کیا تو وہ پتا نہیں کتنے پیزے کھائیں گے۔ اور آپ جانتے ہیں بابا مجھے ضرورت کے علاوہ پیسے نہیں دیتے۔ پھر میرا مزاق بنتا"

آنکھوں میں آنسو اور لہجے میں ندامت لیے وہ داران کو سب سچ سچ بتاتی اختتام تک دم سادھ گئی کیونکہ داران غصے میں تھا۔

"حیانا کی بھی ایک چیز ہوتی ہے ماول، تم جانتی ہو وہ ایک لڑکی کا زیور کہلاتا ہے۔ ہمارے مذہب میں غیر محرم کے ساتھ ایک عورت کو کس طرح بات کرنے کا حکم دیا گیا ہے سب معلوم ہے تمہیں پھر بھی اتنی بے باکی اور بے شرمی۔ یہ آزادی یہ پہننے اوڑھنے کی کھلی چھوٹ، یہ کواہنجو کیشن میں تعلیم کی اجازت تمہیں اس شرط پر دی گئی تھی کہ تم اپنی حدود اور مرتبے کا خود خیال رکھو گی۔ لیکن نہیں، پرینک کیا لیکن نہایت گھٹیا جو کسی کاکیریر تباہ کرنے والا تھا، اور تم پر بھی، تمہارے کردار پر بھی بات آسکتی تھی۔ یہ غلطی جو تمہیں بہت چھوٹی لگ رہی ہو گی، درحقیقت گناہ ہے ماول شاہ۔ لیکن تم بچوں کو آجکل یہ سب مزاق لگتا ہے، مذہب کو تم لوگوں نے فیشن کی طرح اپنا رکھا ہے، بہت مایوس کیا ہے،

بلکہ تمہاری اس حرکت نے مجھے بہت تکلیف دی ہے۔ ایاد خان ایک سلجھا اور سمجھدار انسان ہے، اس نے یہ سب برداشت کر لیا لیکن اسکے دل سے کبھی یہ کڑواہٹ نہیں نکلے گی۔ اب مجھے بتاؤ کہ کیا وہ واقعی پرینک تھا؟ یا تمہارے دل میں واقعی اس شخص کے لیے ایسے جذبات ہیں۔۔۔۔۔ یہ سب میں تم سے پہلی اور آخری بار پوچھ رہا ہوں"

وہ اسے شرمندہ کیے بنا اسکی سرزنش کر رہا تھا، وہ آنسوؤں کو سنبھالتی ہوئی داران کے آخری سوال پر ناکام ہوئی، مر کر بھی ہاں نہیں کہہ سکتی تھی، اس وقت خوف میں مبتلا تھی۔

"نہیں، پرینک ہی تھا بس"

ماول نے نظریں چراتے نفی کی۔

نظریں چرا کر صرف جھوٹ بولے جاتے ہیں یا سامنے والے کو ٹالا جاتا ہے یہ داران جانتا تھا۔
"اچھی بات ہے، ورنہ اگر کل کو تم یا ایاد کسی سنجیدہ رشتے میں بندھ جاتے تو یہ سب کبھی نہ کبھی کڑواہٹ ضرور بنتا۔ اپنے آپ سے حیا کو کبھی الگ مت کرنا، سوچنے، کرنے اور چاہنے سے پہلے یہ یاد رکھنا کہ تم لڑکی ہو اور ایک لڑکی پر جو حدود اللہ نے لاگو کیں ہیں وہ انہی کے حصار میں محفوظ ہے۔ ہاں بہت بار مجبوری اس حصار سے نکلنے پر مجبور کرتی ہے لیکن کم از کم میری بہن کو ایسی کوئی مجبوری نہیں ہے۔ اور تم اس پر اللہ کا شکر کیا کرو۔ اب پڑھ لو"

ایک ہاتھ سے اسکی گال سہلائی تو وہ فوری سر ہلاتی داران کے سینے لگی، اسکی تاکید سے مسکرا دی تو وہ بھی اپنا فرض نبھاتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

.._____..

جب سے داریہ کے آنے کی خبر آئی، ایاد اور انیب کچن میں گھسے تھے، انیب بھی سیدھا ایاد اور حمین کی طرف آگئی تاکہ ڈنر بنانے میں مدد کرے اور داریہ کو فل پر وٹو کول دیا جائے کیونکہ وہ نکاح کے بعد پہلی بار گھر آرہی تھی۔

ایاد اور انیب نہ صرف بہن بھائیوں جیسے تھے بلکہ دوستوں کی طرح بھی تھے، ایاد جس طرح فکر اور محبت داریہ کے لیے رکھتا ویسی انیب کے لیے بھی رکھتا کیونکہ ان سب کا بچپن کا ساتھ تھا۔
جو تکلیف انیب ابھی تک داریہ سے شئیر نہ کر سکی وہ ایاد کے سامنے کہہ دی اور عاقب کے اس درجہ سنگدلانہ اور بیوقوفانہ رویے پر ایاد خان کو دلی افسوس ہوا۔

حمین ابھی تک آیا نہیں تھا کیونکہ ریسنٹ پراجیکٹ پر ہی آج میٹنگز میں مصروف تھا مگر اس نے کہا تھا وہ داریہ اور داران سے پہلے پہنچ جائے گا۔

انیب بریانی بنا رہی تھی جبکہ ایاد نے مزیدار قورمہ تیار کر لیا تھا بس ہانڈی دم پر لگائے وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھا کھڑی انیب کو دیکھ اور سن رہا تھا۔

"عاقب کی عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں انو اور کچھ نہیں، ایسے لوگ دھکا کھائے بنا نہیں سنبھلتے۔ ہمیں داریہ کو خبردار کرنا ہو گا کہ وہ عاقب سے محتاط رہے"

ایاد سے وہ بالکل متفق تھی۔

"میں اسے داریہ یاداران کے رشتے کو کوئی نقصان پہنچانے نہیں دوں گی لالہ آپ فکر مت کریں"

انیب کی تسلی کے باوجود بھی ایاد خود پر سنلی بھی داریہ کو محتاط کرنے کا سوچ چکا تھا۔

"اچھا یہ بتاؤ کیا واقعی تم عاقب سے نفرت کرنے لگی ہو، مجھ سے جھوٹ مت بولنا کیونکہ ہم عاقب کے دماغی اس خناس کامل کو کوئی علاج کر سکتے ہیں"

ایاد نے کھڑی انیب کو وہیں پکڑ کر سامنے کر سی پر بٹھاتے جو پوچھا اس پر پہلے تو وہ کچھ بول نہ پائی کیونکہ ایاد لالہ کیا سوچ رہے ہیں یہ انیب کی چھٹی حس اسے کچھ حد تک سمجھا گئی۔

"محبت کبھی ختم نہیں ہو سکتی لالہ، وہ تکلیف، ضد اور غصے تلے دب جاتی ہے اور یوں لگتا ہے مر گئی لیکن چنگاری کی طرح ہمیشہ ہمارے سینے میں سلگ کر اپنے ہونے کا پتا دیتی ہے"

انیب کی محبت کوئی جذباتی لگاؤ یا جذبہ نہ تھا، بس وہ اپنی تذلیل برداشت نہ کر سکتی تھی اور ایسی خوشی جو بھیک کی صورت ملے انیب کے لیے دکھ سے کم نہ تھی۔

ایاد کی آنکھوں میں چمک سی چلی آئی۔

"بس پھر ٹھیک ہے میرے دماغ میں ایک پلین آیا ہے لیکن یہ صرف ہم دو کے بیچ رہے گا، دار یہ تک کو پتانہ چلے۔"

اتنی تمہید پر انیب کو تجسس سے زیادہ پریشانی ہوئی۔

"وہ کیا لالہ، بتائیں"

انیب نے فوراً ساری توجہ ایاد کی سمت کی۔

"میں اور تم ایک فیک انگیجمنٹ کریں گے، یہ سب کے نزدیک اصلی ہوگی لیکن صرف ہم دونوں کو پتا ہوگا کہ یہ ہمارا پلین ہے۔ عاقب اس پر اگر انتہائی رد عمل دیتا ہے تو اس سے تمہیں مزید اپنے مستقبل کو سیو کرنے میں مدد ملے گی۔ اگر اس پر عاقب کا کوئی خاص رد عمل نہ آیا تو میں پھر خود بھی تمہیں یہی مشورہ دوں گا کہ تم کسی لائق کو چن لو"

یہ سب سچ میں جھٹکا تھا، انیب ہونق بنی ایاد کا چہرہ تکے جا رہی تھی کیونکہ یقین آنا مشکل تھا جبکہ ایاد زمیل خان بھی یہ سب کسی وجہ کے تحت کرنے والا تھا، رجسٹر پر ماول نے جو آئی لکھا، بس وہی وجہ تھی پھر دل تکلیف میں ہو تو چاہتا ہے یا یہ تکلیف سزاوار کو بھی دگنی ملے یا پھر دونوں کی مٹ جائے۔

دیکھا جائے تو اس منگنی کے ڈرامے نے ہی شاید چار لوگوں کی زندگی کو جنجھوڑنا تھا، انیب سوچ میں گم تھی، عاقب نے جو انسلٹ کی اسکا بدلہ لیے بنا وہ اسکے لیے ویسے بھی دل نرم کرنا نہ چاہتی تھی۔

"ہم دار یہ اور حمین ماموں کو بھی اس ڈرامے میں شامل کر لیں اگر؟"

انیب نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا مگر ایاد نے فوری انکار کیا۔

"نہیں، صرف ہم دو جانتے ہوں گے۔ تم سوچ لو، پھر اگر تمہیں مناسب لگا تو سب پر ایک ساتھ یہ بمب پھوڑیں گے، تم یہ سمجھو کہ یہ ڈرامہ میرے لیے بھی کسی کے اپنے لیے جذبات جاننے کے لیے ضروری ہے۔ ہم دونوں بہن بھائی ہی ہیں، اوکے"

ایاد کی اس بات پر انیب کی آنکھوں میں جو شرارت اتری اس پر ایاد اس ہونہار لڑکی کو تکتا خود بھی ہنس پڑا جبکہ وہ ایکسائڈ تھا کہ ماول صاحبہ پر اس خبر سے کس قسم کی قیامت ٹوٹے گی۔
اف ظالم ایادز میل خان، ماول کو مارنے کے پلین بنا رہا تھا۔

.._____..

"تم تیار نہیں ہوئی؟ جانا نہیں ہے"

ماول کے کمرے سے نکلتا وہ سیدھا دار یہ کے کمرے میں آیا تو وہ بس چینج کیے سادہ سا جوڑا پہنے بال کھولے مشرقی بنی کھڑکی سے باہر جھانک رہی تھی، داران کی پکار پر جب وہ پلٹی تو تب اسے دار یہ کی تیاری دیکھائی دی، میروں جوڑے میں اس لڑکی کا سرخ و سفید رنگ اور نمایاں تھا اور ناز کی ور عنائیوں نے بھی تہلکہ مچا رکھا تھا، ہیلز پہنے پیر بھی پیارے لگ رہے تھے، المحضر وہ سر تا پیر سراپنے کے لائق لگ رہی تھی۔

"چشمہ لگو الو تاکہ ٹھیک سے دیکھائی دے"

جواب نہ دیتی تو اسے داریہ کون کہتا۔

داران نے اندر قدم رکھتے کمرے کے وسط تک آکر انکی رفتار مدھم کی اور داریہ تک باقی فاصلہ سوچ سوچ کر کاٹا۔

"تمہیں ٹھیک سے دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے مجھے، ویسے آل ریڈی میں چشمہ لگاتا ہوں لیکن ضرورت پڑنے پر"

خفیف سی تپش لے کر داران سے اسے سیدھا سبھاوجتایا۔
وہ نہ اداس تھی نہ خوش، وہ بس الجھی ہوئی تھی۔

"ہمم۔ تو تم نے اپنی دادی سرکاراں کو اس نکاح کے لیے کیسے راضی کیا تھا یہ تو بتاؤ۔ وہ میری ممی کو بہت برا سمجھتی ہیں، انکے بے بی دارم کو جو دھتکارا تھا ممی نے، میرے بابا کو تو ویسے ہی سب نے قاتل مانا ہوا ہے۔ اوپر سے میں آئے دن سکینڈلز میں رہنے والی بد کردار۔۔۔"

وہ روانی میں بولتی بلکہ اپنے ہی خلاف زہرا گلتی جس استحقاق کے سنگ چپ کروائی گئی وہ داریہ کے جسم میں اک نئی سی نشاط انگیز مگر حراساں سی کیفیت بیدار کر گیا، داران کے ہاتھ کی اگلی پوریں داریہ کے ہونٹوں پر جمی تھیں، اور اسکی آنکھوں میں غصہ تھا۔

"بدکردار نہیں ہوں تم، سو ایسی بات زبان پر مت لانا دوبارہ داریہ زمیل خان۔ میں یہ بھی برداشت نہیں کروں گا کہ تم میری بیوی کو ایسا سب کہو۔ رہی بات نکاح کے لیے دادی کو منانے کی تو یہاں میرا حکم چلتا ہے۔ مجھے کسی کو منانے کی نہ کبھی ضرورت پڑی نہ عادت ہو سکی"

فوری کسی بے وقت جذبے کے غالب آنے کے ڈر سے اپنے ہاتھ کی پوری داریہ کے نرم ہونٹوں سے دور کرتے اسکے چہرے کے قریب چہرہ لے جاتے کڑے الفاظ و تیوروں میں سمجھایا، سچ میں داریہ کو لگا وہ اسکی نہیں کسی اور ہی بیوی کی بات کر رہا ہے۔

"تم میرے لیے اتنے حساس کیوں ہو رہے ہو، مجھ سے تو لڑتے ہی ہو پر کسی سے بھی لڑ پڑتے ہو میرے لیے"

یہ سب داریہ کی الجھن تھی تبھی اس نے بنا سوچے داران کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے پوچھ لیا۔
"میں تمہارے لیے نہیں اس حق کے لیے حساس ہوں جو میری بیوی بن کر آجکل تمہیں ملا ہوا ہے۔
اس پوزیشن کے لیے جہاں تم کھڑی ہو، اس مرتبے کے لیے جو تمہیں میسر ہے۔ تمہاری جگہ کوئی اور
لڑکی بھی ہوتی تو داران ماہیر شاہ اپنے علاوہ اسے ہر کسی کے شر سے ایسے ہی محفوظ رکھتا۔"
داریہ کی الجھن سلجھ گئی تبھی وہ کچھ پر سکون ہوئی، گویا رہی سہی خوش فہمی بھی اپنی موت مر گئی۔
"اوہ! اپنے شر سے بھی بچاؤ تو زیادہ بہتر ہے۔ خیر دعا ہے جلد یہ حق کسی مستحق کو مل جائے جسکی حفاظت
کرتے تم اچھے بھی لگو۔ ماموں کی وجہ سے کیا میں نے یہ سب ورنہ اپنی حفاظت جیسے آج تک کرتی آئی
ہوں آگے بھی کر لیتی۔ میرے بابا نے ہی تمہارے چچا دارم کو مارا، ماموں نے بتایا یہ تم جانتے ہو لیکن تم

نے کہا تھا ثبوت نہیں ہے تمہارے پاس۔ میں کوشش کروں گی جلد یہ سب سمیٹ لیا جائے اور سچائی سامنے آئے۔ اور میں تمہاری امان سے نکل جاؤں۔ چلتے ہیں"

سب کچھ خود ہی طے کیے وہ پاس سے گزرنے لگی تاکہ اپنا بیگ لے سکے مگر داران نے کلائی اچکتے اپنے قریب سر کائے دار یہ کی اداس آنکھوں کو دیکھا۔

"اگر کہوں کے جھوٹ کہا تھا، ثبوت ہے میرے پاس تو؟"

دار یہ اسکے منہ سے یہ سب سنے اپنے چہرے کو سپید پڑنے سے روک نہ سکی۔

"تو میں یہی کہوں گی اس ثبوت سے کبھی بھی تم سچ نہیں جان پاؤ گے، ہاں اپنی طرف سے اپنے مجرم کو مار کر انصاف پسند ضرور بن جاؤ گے دنیا کے لیے لیکن حقیقت میں جانے ہو تم کیا بنو گے ماہیر شاہ! قاتل"

بنا کوئی واضح بات یا اشارہ دیے وہ ہنوز داران کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ چکی تھی۔

"مطلب تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ وہ ثبوت بیکار ہے، اگر میں یہ کہوں کے زمیل جلال کا دارم پر گولی چلانا ہے وہ ثبوت تو؟"

داران کے اپنے اندر کے غصے کو دباتے ہوئے سلگ کر پوچھا تو وہ تھکا ہوا مسکائی۔

"تو میں یہ کہوں گی کہ جاو جا کر میرے باپ کو ویسے ہی مار دو اگر اپنے اندر زہر بھر کر بیٹھے ہو۔ انتقام لے لو۔ اور اپنی دادی کو بھی اجازت دو وہ زمیل جلال خان کی اولاد کے انتقام کے ہاتھوں چیتھڑے اڑا دے۔ بھاڑ میں جھونک دو اس امان پروردگی کے نائک کو"

وہ اس پر چلائی تو داران کچھ لمحے بول ہی نہ سکا۔

"ایسا ہی سیدھا انتقام لینا ہو تا داریہ زمیل خان تو میں تم جیسی لڑکی سے نکاح کا رسک کیوں لیتا، اس قتل کے پیچھے کی وجہ جانے بنا کیسے حساب پورا ہو سکتا ہے؟ وہ وجہ تم بتاؤ گی مجھے"

وہ داران کے "تم جیسی" کہنے پر اسے خود سے نفرت سے پرے دھکیل گئی۔

"مجھ جیسی سے کیا مراد ہے، بدکرد۔۔۔۔"

ایک بار پھر وہ روکی گئی جبکہ اس بار داران نے غصے سے اسکا منہ جبرڑے سے دبوچے پکڑ کر روکا کہ داریہ کو اس وحشی کے ہاتھ کی انگلیوں نرم ملائم گالوں میں دھنستی محسوس ہونیں۔

"تم جیسی سے کیا مراد ہے یہ تم کبھی نہیں جان سکتی، سو فضول کے تکلے لگانا بند کرو ورنہ میرے ہاتھوں سے مر جاو گی داریہ خان۔ جتنی جلدی وجہ بتاؤ گی اتنی جلدی ہم دو کو نجات ملے گی۔ اس رشتے سے۔ کیونکہ جس وقت تمہارے باپ نے دارم چچا کو شوٹ کیا، تم وہاں موجود تھی، وڈیو ہے میرے پاس۔ باہر ویٹ کر رہا ہوں ایک منٹ میں پہنچو"

اس کمرے کی چھت داریہ پر گراتا وہ اس پر قہر ناک نگاہ ڈالے لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے چلا گیا جبکہ داریہ نے اپنا سینہ مسلتے گہری سانس بھرے خود کو میٹریس پر لڑھکا دیا، پورا چہرہ یوں تھا جیسے لہو نچر گیا ہو۔

"ی۔۔۔۔۔ یہ سب جانتا ہے۔ تبھی اسے مجھ سے بھی زمیل جلال خان جیسی نفرت ہے۔ کس نے بنائی ہوگی وہ وڈیو؟ کیا کوئی اور بھی ہے جو دو سال پہلے کی قیامت سے واقف ہے۔ لیکن کون؟۔ یہ سب تو ماموں اور ایا دلالہ تک نہیں جانتے۔ پھر؟"

داریہ کو اس وقت پینک اٹیک آرہا تھا، وہ پوری کانپ رہی تھی، آخر ایسا کیا ہوا تھا دو سال پہلے جس کے ذکر نے ہی داریہ کی یہ خراب حالت کر دی۔

.._____..

عاقب نے کل دن کی اپنے فیورٹ ریسٹورنٹ میں ریزرویشن کروالی تھی، فی الحال تو وہ صرف داریہ کے ساتھ ہی کل لپچ کرنا چاہتا تھا مگر جانتا تھا انیب نامی دم چھلی لازماً ہوگی بس زہر کے پیالے کی طرح یہ پی گیا لیکن اسی کے ساتھ انیب کی چغتائی پیلس میں غیر موجودگی بھی اسے اندر ہی اندر کھا رہی تھی۔

"بھلا رکنے کی کیا ضرورت تھی پر اے مردوں کے گھر، بیوقوف لڑکی"

عاقب نے پکن میں کافی پھینٹتے تپ جل کر سوچا اور کوفت سے بڑبڑاتا اپنے کمرے کی طرف بڑھا، دل کے اندر تند آندھی سب تھس تھس کر رہی تھی لیکن عاقب موہان کو تب خبر ہوتی جب یہ ہوائیں سب اڑا کر لے جاتیں۔

وہیں ماول کی اداسیاں تو بڑھتی جا رہی تھیں، ڈنر کے بیچ وہ چپ رہی جبکہ اسکی مزید چپ عزیزے سے برداشت نہ ہوئی۔

"کیا کوئی ایسی بات ہے جو میرے علم میں نہیں، ماول کو کیا ہوا ہے اداس لگ رہی ہے کچھ دن سے؟"
ماول آج بھی جلدی سونے چلی گئی جبکہ عزیزے کا استفسار صرف تبریز شاہ سے تھا۔
"پپر زکی ٹنشن"

مایا نے نرمی سے جواب دیا مگر عزیزے جان نے خفگی سے مایا کو گھورا۔
"تم سے نہیں پوچھا مایا کبیر"

عزیزے کا بے رحمانہ سلوک وہ تو سہہ گئی، اور کھانا ختم کرنے کا کہے سر ہلاتی اٹھ کر چلی بھی گئی لیکن تبریز شاہ کو ماں کا یہ لہجہ قدرے ناگوار گزرا۔

"کیوں کرتی ہیں آپ مایا سے یہ سلوک، وہ چپ ہیں ناں تو اسی میں بھلائی سمجھیں اپنی عزیزے جان۔
جس دن وہ بولیں تو نہ آپ کچھ بولنے کے قابل رہیں گی نہ کچھ کرنے کے۔ ماول کی فکر مت کریں۔ ہم اپنی بیٹی کی ہر اداسی کو دور کرنے کو موجود ہیں، کھانا کھائیے"

تبریز شاہ ادب و تمیز کا دامن تھام کر بھی عزیزے جان کے اندر خوف و حراس جگا چکے تھے جبکہ بھلے وہ پیچ و تاب کھاتی محسوس ہوئیں لیکن اس کے بعد بولنے کی جسارت نہ کی۔

.._____..

"ہم وہاں ایک ہی روم میں رہیں گے"

سارا راستہ خاموشی سے کٹا مگر جب دو سے تین منٹ کی دوری رہ گئی تب داران کے لب حکم دینے کو ہلے، رات ہو چکی تھی۔

دار یہ تمسخرانہ طنزیہ سا ہنسی۔

"تاکہ سب کو لگے تم بہت نیک شریف ہو، اور یہ لگے سب کو کہ تم نے دار یہ زمیل خان کو ہاتھ کا چھالہ بنا رکھا ہے"

طنزیہ لب و لہجے میں دل کے پھپھولے پھوڑے گئے۔

"میری عزت اور تمہاری عزت آجکل سانجھی ہے دار یہ خان! میں ذاتیات کو سرعام کرنا پسند نہیں کرتا۔ ہمارا چار دیواری کے پیچ کا تعلق جیسا بھی ہو، میں کبھی اجازت نہیں دوں گا کہ تم ہمارے رشتے کی تلخیاں سب کو بتاتی پھرو"

دار یہ کو اسکی باتیں سن کر کر حیرت و ہنسی ساتھ آئی، کیا عاقب اس سے جھوٹ بول رہا تھا؟ بھلا اسے جھوٹ کی کیا ضرورت تھی۔

"جتنا تم ہمارے پر سنل کو پر سنل رکھ رہے ہو سب خبر ہے مجھے، ویسے بھی تمہاری طرح نہیں ہوں، میں لالہ اور ماموں کو ٹنشن نہیں دینا چاہتی۔ ان کی تکلیف مجھے لے کر بہت مشکل سے کم ہوئی ہے، نام کا ہی سہی انکے نزدیک داریہ کا گھر بس چکا ہے۔ ان دو سے یہ خوشی مزاق میں بھی چھیننا نہیں چاہوں گی کبھی"

اول جملہ وہ دانستہ سلگانے کو کہہ کر رخ موڑ گئی لیکن داران اس لڑکی کے افسردہ لہجے کو جھٹلانہ سکا۔
"گڈ، بیہولائک نارمل وائف"

داران نے گاڑی روکتے ایک آخری تاکید کی اور باہر نکلا، کالونی ایریا کے پارکنگ میں گاڑی کھڑی کیے وہ گھر کی طرف بڑھے۔

داریہ تو اسکے آخری کہے جملے پر ہی تپ گئی، بڑی مشکل سے اپنے غصے کو دبایا۔
گھر پہنچے تو مسکراتے ماموں، لالہ اور انو کو دیکھ کر داریہ کی ساری اداسی دور ہوئی، جبکہ حیران وہ داران کے یکدم نارمل رویے پر ہوئی جو بہت احترام کے سنگ حمین سے گلے لگ کر ملا، ایاد سے بھی ہاتھ ملاتے گلے لگا، گویا داریہ کے لیے تو یہ جھٹکے سے کم نہ تھا۔

ان تینوں کو داریہ اور داران بالکل نارمل لگے، کیونکہ شاید اداکاری میں دونوں ہی منجھے ہوئے تھے۔
ڈنر پر بھی پانچوں نے مسکراتے ہوئے ایک دوسرے کی کمپنی انجوائے کی لیکن جب جب داران اور داریہ کی نظر ملتی، دلوں کو آگ لگ جاتی۔

ڈنر کے بعد مرد خضرات واک اور نماز عشاء کے لیے نکل گئے جبکہ انوونے بھی داریہ اور داران کا کمرہ سیٹ کیا اور داریہ کو اپنے ساتھ لائی۔

"میں رات یہیں رکوں گی، میں نے سوچا تمہیں می یا بہن کی کمی محسوس نہ ہو، مزے دار ناشتے کی تیاری بھی پلین کر رکھی ہم نے۔ داریہ؟ تم خوش تو ہو۔ داران ماہیر نے تمہیں پریشان تو نہیں کیا"

انیب کے روم میں آتے ہی داریہ اداسی سے اسکے گلے لگی تو وہ پریشان ہوئی۔

"میں ٹھیک ہوں انو، تم نے کبھی اکیلا نہیں چھوڑا مجھے۔ بہت شکریہ"

داریہ نے اسکی پریشانی ٹال دی جبکہ انیب نے بھی مزید اصرار نہ کیا۔

"تم میری جان ہو، خیر اب تم ریست کرو میں بھی کچن سمیٹ لیتی ہوں"

انیب کو لگا وہ تھکی ہے تبھی سہولت دینی چاہی۔

"میں بھی ہیلپ کرواتی ہوں"

داریہ بھی اٹھی پر انیب نے پکڑ کر روکا۔

"ہرگز نہیں، آج تم وی آئی پی گیسٹ ہو۔ داران ماہیر آتے ہوں گے۔ آرام کرنا دونوں۔ میں سب

سمیٹ چکی ہوں آل ریڈی تھوڑا سا کام ہے"

انیب نے اسے پیار سے قائل کیا اور ریلیکس کرتی کمرے سے نکلی، داریہ نے بھی گہرا سانس بھرا اور کچھ ہلکا پھلکا پہننے کی نیت سے واش روم گھسی۔

ایاد، حمین اور داران پہلے مسجد گئے، اسکے بعد تینوں نے واک کی، ایاد اور داران کے بیچ گزشتہ ماول والے واقعے کے بارے ڈسکشن ہوئی تو وہ دوستانہ تھی جبکہ داران سے بات چیت کر کے ایاد اور حمین کو دلی فرحت ملی کیونکہ داران نے خود کو ویسا ہی پیش کیا جیسا ایاد اور حمین کو مطمئن کر سکتا تھا۔ گیارہ تک وہ لوگ واپس آئے تو دونوں نے داران کو بھی ریسٹ کو بھیجا اور خود بھی تسلی آمیز مسکرائے۔

داران کمرے میں آیا تو داریہ لام لیٹ ہو کر چھت کو دیکھنے میں مگن تھی، داران نے بنا کوئی بات کی اور وہیں میٹرس پر بیٹھا، شوز اتارے اور وہیں دو تکیے درست کر تا خود بھی لیٹ گیا۔ داریہ نے چہرے پر چھا جاتی گھبراہٹ کو مہارت سے چھپایا۔ دونوں کے بیچ خاموشی بڑھتی جا رہی تھی، دونوں کے پاس ہی اس لمحہ سوچنے کے لیے زیادہ کچھ نہیں تھا۔

"سنو! کیا تمہاری زندگی میں بھی کوئی لڑکی ہے؟"

جب تک داریہ کو نیند نہ آتی اسے چپ رہنا مشکل لگا تبھی زرا ساداران کی طرف دیکھتے پوچھا جو ایک بازو فولڈ کیے سر کے نیچے رکھے دوسرا ہاتھ سینے پر جمائے چھت کی سمت دیکھ رہا تھا، داریہ کے سوال پر موصوف کے چہرے کے خدو خال کھینچ گئے۔

"ابھی نہیں ہے لیکن جلد آجائے گی"

داران نے جواب دیا لیکن داریہ کو حیران کے ساتھ کہیں دل سے سلگادینے والا۔
"ہمم۔ کوئی پسند ہے؟"

داریہ کو چین نہ ملا تو پھر سے سوال کیا۔
"نہیں لیکن جو زندگی میں آئے گی پسند بھی آجائے گی"
پھر سے سپاٹ جواب۔

داریہ نے خود کو غصہ نہ کرنے پر قائل کیا۔
"زندگی میں آنے والا ہر انسان پسندیدہ نہیں ہو سکتا، جیسے ہم دونوں ایک دوسرے کی زندگی میں تو آگئے لیکن مرتے دم تک پسند نہیں آسکتے"
وہ اسکی باتیں سن رہا تھا، سننا چاہتا تھا لیکن تاثرات ایسے منافقانہ بنا رکھے تھے جیسے وہ بہت جبر سے اسکی آواز برداشت کر رہا ہو۔

"ہم یہاں ایک ساتھ اس لیے نہیں ہیں کہ تم میرا انٹرویو لو، سو جاو چپ کر کے"
ڈانٹ کر داریہ کو فضول بولنے سے منع کیا۔
"انٹرویو ہی لے رہی ہوں، جان تھوڑا لی ہے"

سلگ کر منہ ہی منہ میں بڑبڑائی مگر جب داران نے اسے گردن ترچھی کیے دیکھا تو داریہ فوراً منہ پھیر گئی، دونوں کے بیچ ایک مزید انسان کے فٹ ہونے کی جگہ کا فاصلہ تھا مگر پھر بھی وہ پاس تو تھے۔

"ویسے میں سوچ رہی ہوں جس سے بہت غصہ اور ناراض ہوں اسی کے ساتھ ایک بیڈ شنیر کرنا پڑ رہا ہے، کتنا عجیب ہے ناں یہ۔ ورنہ جو داریہ کو پسند نہ ہو وہ آس پاس بھٹکنے کا حق بھی کھو دیتا ہے اسکے آگے"

پھر سے وہ بولی، چپ رہنا زیادہ بورنگ اور عجیب تھا۔

"سیم فیلنگ"

پتھر کی طرح مقابل کا دل راکھ کرتا وہ بولا تو داریہ نے ایک بار پھر گردن اور چہرہ اسکی طرف پھیرتے اس خوبصورت چہرے کو دیکھا جس کے پیچھے ایک وحشی چھپا تھا۔

"تمہیں مجھ پر کیوں غصہ ہے، تمہیں کس نے حق دیا ہے مجھ سے ناراض ہونے کا؟"

داریہ کو اسکے حق جتانے نے آگ لگا دی جو اسکے استفساری لہجے تک میں لپکی۔

"اسی نے جس نے تمہیں یہ حق دیے"

کھر دراجواب جیسے وہ مزید کوئی بات کرنا نہ چاہتا ہو۔

داریہ کو خود سمجھ نہ آئی وہ اس کی یہ سب باتیں سن ہی کیوں رہی ہے، کیوں اسے داران پر شدید والا

غصہ نہیں آرہا، کیوں وہ چیخ کر داران کے کان کے پردے نہیں پھاڑ پارہی۔

"تم سب کے ساتھ ایسے ہی ہو؟ آئی مین بد لحاظ؟"

یہ داریہ نے بڑی دلچسپی سے معلومات کے اضافے کے لیے پوچھا تھا، داران نے اکتائی سی سانس بھری اور خود بھی چہرہ داریہ کی طرف گمایا۔

"ہاں، میں ایسا ہی بتمیز ہوں۔ کوئی مسئلہ ہے تمہیں؟"

ڈھیٹائی کا مظاہرہ کیا گیا، داریہ اب کیا ہی کہتی غصے سے مزین ہنس پڑی جیسے اس کے اندر داران کو مار مار کر راہ راست پر لانے کی طلب جاگ رہی ہو جسے وہ دبائے پر قادر بھی نہ ہو۔

"بتمیزوں کو بتمیز ہی ملتے ہیں پھر انکو ایسی تمیز آتی ہے کہ خود کو بھی آپ آپ کرتے پھرتے ہیں۔ ویسے میں تمہیں لحاظ و مروت کی ٹپس دے سکتی ہوں"

داریہ کو اس سے بالکل ڈر نہیں لگتا تھا اور داران اسے مشورے کو سن کر زہریلا سا مسکرایا اور منہ بھی موڑ لیا۔

داریہ کو یہ انسلٹ سی لگی۔

"براہ مہربانی ان ٹپس پر خود عمل کر لو، اگر فائدہ ہو تو پھر آگے ٹرانسفر کرنا۔ دماغ مت کھاؤ"

داریہ کو اسکا ایڈیوڈ ایک آنکھ نہ بھاتا تھا اور ابھی بھی جیسے اس نے آپا نہ کھونے کی بھرپور کوشش کی یہ وہی جانتی تھی۔

"بتمیز"

منہ میں بڑبڑاتے داریہ نے منہ بھی پھیرا اور فون اٹھا کر توجہ موبائیل سکرین پر دی۔

کچھ ہی وقت گزرا کہ داریہ کو کھڑکھراہٹ سنائی دی، جب گردن موڑی تو داران نے کچھ منہ میں ڈالے
ریپر سائیڈ ٹیبل رکھتے خود بھی اپنا فون اٹھا لیا۔

"کیا کھا رہے ہو اکیلے؟ انسان پوچھ ہی لیتا ہے"

داریہ بولے گی اسکا داران کو بخوبی پتا تھا، سائیڈ ٹیبل سے کینڈی اٹھا کر فوری داریہ کی سمت سرکائی جسے
دیکھ کر وہ ناچاہتے ہوئے بھی مسکرا دی۔

فوری وہ کیوی فلیور کینڈی داران کے ہاتھ سے چھپٹتے مسکرائی۔

"تم بچوں کی طرح کینڈیز کھاتے ہو، تو وہ شاہ حویلی میں جگہ جگہ کینڈیز کے باول ڈیکوریشن نہیں سچ میں
ریئل ہیں۔ ہاہا میں حیران تھی کہ یہاں کوئی بے بی تو ہے نہیں، یقیناً یہ ڈیکوریشن ہوں گی۔۔ تو وہ بے بی
تم ہو"

داریہ کی ہنسی سنے وہ بھی لمحہ بھر مسکرایا لیکن فوری سنجیدگی اختیار کی بلکہ برہمی کے سنگ نظر گما کر
داریہ پر ڈالی جو دانت اندر کرتی کینڈی منہ میں ڈالے اسکا ریپر جان بوجھ کر داران پر پھینک گئی۔

"کیا بڑوں کے کیڈیز کھانے پر پابندی ہے داریہ صاحبہ؟ کیا اس پر لکھا ہے کہ صرف بچے کھا سکتے
ہیں۔؟"

چبا چبا کر ریپر اپنی گردن سے شرٹ کے اندر جانے پر اسے نکال کر نیچے پھینکتا داریہ کو گھورا جو آگے
سے کندھے اچکاتی کیوٹ لگی۔

"ہاہا نہیں لکھا تو نہیں ہے لیکن اتنا میٹھا کھا کر بھی تم زہر اگلو گے تو یہ ان معصوم مٹھاس بھری ٹکیوں کی توہین نہیں ہو جائے گی۔ ویسے یہ فلیور بہت ریئل ہے۔ مزے کی ہیں۔ اور دونوں۔"

دار یہ کی ہنسی اور داران ماہیر کو سلگانا جاری تھا، داران نے مسکراہٹ پر ہر ممکنہ بندھ باندھتے چار عدد مزید اٹھا کر دار یہ کی سمت مٹھی کیے ہتھیلی کھولی، دار یہ نے فوری اٹھاتے داران کی آنکھوں میں دیکھا جہاں سچ میں سب راز تھا، گہرائی تھی، شاید دلدل جیسی جس میں دار یہ ز میل خان کا ڈوبنا مشکل نہ تھا۔
"ہوم میڈ ہیں، نو آرٹیفیشل فلیور۔ مزید نہیں دوں گا"

واپس اپنے فون میں کھولی کچھ ای میلز دیکھتے جناب نے وضاحت کر دی، دار یہ نے چاروں اپنے تکیے کے نیچے رکھتے خود بھی بظاہر تو اپنے فون پر توجہ دی پر دھیان اسکا داران کے گرد جکڑا تھا۔

"کتنا عجیب ہے ناں یہ، اس سے زیادہ عجیب میں ہوں۔ کل تک اسے مار دینا چاہتی تھی پر آج۔ ہم۔ کیا ہو رہا ہے میرے ساتھ۔ جس نے میرے مسیحا کی واحد نشانی اور امانت میرے سامنے جلادی میں اسے کیسے معاف کر سکتی ہوں۔ جو مجھے مسلسل ہرٹ کر رہا ہے، مجھے ہرٹ فیل ہونا اس لمحے بند ہو گیا ہے۔ کیا یہ سب قدرت کے اشارے تو نہیں؟ کہ میں ایک لاکھ شخص کے لیے جذبات رکھنے کے بجائے اسکے بارے سوچوں جو ناچاہتے ہوئے بھی اس لمحے مجھ سے سب سے خوبصورت رشتے میں جڑا ہے۔ لیکن نہیں میں ماہیر شاہ کے لیے سوچ نہیں سکتی کیونکہ اس نے مجھے صرف امان دی ہے، اسکے علاوہ یہ مجھ سے بس سچ جاننا چاہتا ہے۔ پھر سب ختم، اور میرے پاس یہ خوبصورت تعلق نہیں رہے گا۔ پھر

میرے پاس جو ہو گا وہی لا حاصل انسان ہو گا جس نے میری زندگی بچا کر مجھے اپنا اسیر بنا لیا۔۔ مجھے منافقت سے بچالیں اللہ، پہلے ہی بہت گناہ گار ہوں "

داریہ کی آنکھیں بھلے فون سکرین پر تھیں پر ذہن و دل ہاں اور ناں کی تکرار میں ہچکولے کھا رہا تھا۔
ماہیر شاہ کی کشش، لا حاصل عشق، مسیحائی کا بدلا۔ سچ کی تپش۔ امان پروردگی سے اک دن نجات۔ یہ سب معاملات داریہ کو تکلیف دے رہے تھے۔

"یہ برا ہے یقیناً، اس کے دل میں رحم کی کمی ہے لیکن اتنے خوبصورت چہروں والوں کے دل پتھر کیوں بنائے جاتے ہیں اللہ؟۔ یہ خود سے محبت کرتا ہے۔ اسے حکمرانی کا شوق ہے۔ یہ اپنی ملکیت کی چیزیں ہوں یا انسان ان پر حق جمانے کا شوقین ہے۔ یہ سیدھا نہیں ہے، اسے الگ ہونے کا زعم ہے۔ اور میں جتنی بھی خطرناک ہو جاؤں، دل سے تو وہی چھوٹی سی سہمی داریہ ہوں جو اپنے آنسو خود پونچھ کر، لالہ اور ماموں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر مسکراتی ہوئی بڑی ہوئی ہے۔ مجھ سے کوئی محبت سے بات کرے گا تو میں جان بھی وار دوں گی، لیکن یہ نفرت سے بات کرے گا اور مجھے جان لے لینی چاہیے پر ایسا نہیں ہو رہا"

اسکی سوچیں بہت طویل تھیں، فون اک طرف رکھے وہ کروٹ بدل گئی، مزید خود کو تھکا نا نہ چاہتی تھی تبھی نیند سی محسوس ہونے پر آنکھیں بند کر گئی۔

ایک نیند ہی تھی جو داریہ پر ماں کی طرح مہربان تھی، وہ جب چاہتی تھی سو سکتی تھی۔

اور ایسے خوش نصیب اس دنیا میں بہت کم ہوتے ہیں، وہ سو سکتی تھی کیونکہ اسکے بھلے دل و دماغ پر کئی بوجھ تھے پر اسکا ضمیر مطمئن تھا، کبھی کسی کے ساتھ زیادتی نہ کی تھی داریہ نے، خود کے ساتھ دوستی نبھائی تھی اس نے زندگی کے ان انیتس سالوں میں۔

وہ جب گہری نیند میں اتر گئی تب کسی کا دل موم ہوا، داریہ کے کھلے بال اسکے تکیے پر بکھرے تھے اور ان سے خوبصورت اور اعصاب تروتازہ کرتی خوشبو آرہی تھی، داران نے فون کو غیر ضروری قرار دیتے سائیڈ میز پر رکھا اور اپنا تکیہ زرا داریہ کے تکیے سے جوڑا تو داریہ کے بکھرے بال داران کی دسترس میں آئے۔

وہ انکو آہستگی سے چھو کر سمیٹے ہاتھ میں لیے انکی خوشبو محسوس کرتا گہرا سانس خارج کر گیا، آنکھوں میں عجیب بے کلی اترتی چلی آئی۔

وہ کتنے ہی لمحے اس خوشبو کو چراتا رہا، محسوس کرتا رہا، سانسوں کا مسکن بناتا رہا اور کب اس پر بھی پہلو میں سمائی کائنات کے سبب نیند مہربان ہوئی خبر نہ ہو سکی۔

فجر کی دور پار ہوتی مدھم آذانوں کی شروعات ہو چکی تھی، ناجانے رات کے کس پہر وہ کروٹ بدل کر داران ماہیر شاہ کے تکیے پر منتقل ہوئی، کب اپنا ہاتھ اسکے سینے پر رکھ لیا اور کب دونوں کے اک دوسرے کی طرف ہوئے چہروں میں فاصلہ ختم ہو گیا۔

دونوں شاید اپنی زندگی کی پہلی پرسکون نیند میں ڈوبے تھے، داریہ کی عادات بہت پختہ تھیں، وہ اکثر آذان سے پہلے جاگ جاتی تھی اور آج بھی یہی ہوا، میٹھی سی نیند ہونٹوں کو چھوتی حرارت پر ٹوٹی، پہلے اسے لگایہ اسکا خواب ہے مگر نیند سے دھیرے دھیرے نکلتے اسے احساس ہوا وہ سچ میں کسی کی سانسوں کو چھو رہی ہے، ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھولیں اور فوری اپنا چہرہ خوفزدہ ہوتے پیچھے کوسرکایا، وہ داران کے اتنے قریب سو رہی تھی یہ سوچ کر پورا جسم اک بار تو کپکپایا، اپنا اسکے سینے پر جما ہاتھ ہٹاتے جلدی سے پرے سرک کر اپنا سر اپنے تکیے پر منتقل کرتے گہرے سانس بھرتے گھبراہٹ کو کم کیا، نا جانے یہ کیسی کیفیت تھی کہ اسے لگا وہ داران کو دیکھ نہ پائے گی۔

کچھ لمحے سر کے توداریہ نے پھر سے گردن گمائی، وہ اب تک سو رہا تھا، اور داریہ اسکو بنا کسی رکاوٹ کے دیکھ سکتی تھی۔

"یہ اٹھ جاتا پہلے تو کتنی شرمندگی ہوتی، پتا نہیں کیسی کیسی باتیں سناتا۔ اللہ آپ نے مجھے بچالیا۔"

اپنے پھولے سانس کو بحال کیے اس سے پہلے وہ اٹھتی، داران نے اسکی بازو پکڑے ایک ہی جھٹکے سے اپنی طرف کھینچا جس سبب وہ اسکی سمت جھکتے ہتھیلی داران کے سینے پر جماتی ٹکرانے سے بچی۔

"بتاؤ میل نے کیوں مارا تھا دارم شاہ کو، تم وہیں تھی اگر"

وہ نیند سے جاگتا تھا پر اسکی گریٹش بلو آنکھیں خمار سے لبالب بھری تھیں۔

"مر جاؤں گی لیکن اگر اس دھونس کے ذریعے آخری سانس تک پوچھتے رہو گے تو کبھی نہیں بتاؤں گی، بہت تیز ہوناں تم۔ تو خود ڈھونڈ لو وجہ۔ تم نے جو کیا میرے ساتھ اسکے بعد میں ساری زندگی تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گی"

ساری نرمی یکدم طیش و بربریت کا روپ بدل گئی، وہ مناسب فاصلے پر تھی پھر بھی داران کی خوشبو اسکے رونگٹے کھڑے کرنے کو کافی تھی، پرفیومز ایک جیسے ہو سکتے ہیں، کسی کے جسم کی خوشبو نہیں، وہ سہمی۔

"مرنے کا آپشن ایک طرف رکھو کیونکہ سچ بتائے بنا تم مر بھی نہیں سکتی، اگر تم یہ کھیل آخری سانس تک لے کر جانا چاہتی ہو تو تمہاری مرضی۔ مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے"

اسکی گال تھکتے وہ زہر بھرے اقرار کے سنگ ایک ہی جھٹکے سے اسے خود سے نہ صرف دور کر گیا بلکہ داریہ کے دیکھتے ہی دیکھتے اٹھا اور واش روم کی طرف بڑھ گیا۔

"اب تو بالکل نہیں بتاؤں گی اڑیل انسان۔ مجھے کیوں لگتا ہے داران ماہیر شاہ کے تم کوئی غیر نہیں ہو۔ تم لاکھ چھپالو لیکن یہ تمہارا اصل چہرہ نہیں ہے۔ اور اب داریہ تمہارا اصل چہرہ کرید کر رہے گی۔ مجھ سے دشمنی کرنے سے پہلے تم سوچ لیتے ایک بار کہ کس قسم کی جاسوس سے پالا پڑا ہے۔ میں تمہارا چہرہ تو کیا، تمہارے دل و دماغ میں کیا کیا ہے سب باہر نکال لاؤں گی"

وہ کسی بھی قیمت پر داران ماہیر سے محسوس ہوتی اپنائیت کو نظر انداز نہیں کر پارہی تھی، اور اب داران کو شاید اپنی فکر کر لینی چاہیے تھی۔

وہ تازہ دم ہوئے کمرے میں آیا، واپس آکر میٹرس پر بیٹھے شوز پہنے اور اپنا فون اٹھایے دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ دار یہ اٹھ کر راہ میں آئی۔

"کہاں جا رہے ہو؟"

دار یہ کی تفتیش خالص بیوی والی تھی۔

"ڈیٹ پر، اسکے بعد کچھ کام ہے۔ جب فری ہو جاؤ دوستوں اور فیملی سے تو مجھے ایک میسج بھیج دینا۔ میں پک کرنے آ جاؤں گا تمہیں"

سر سری سے حق جماتے انداز میں انعام کیے وہ لگا مگر وہ پھر راہ میں حائل ہوئی۔

"شرم نہیں آتی تمہیں، فجر کی آذانوں کا وقت ہے اور تمہیں ڈیٹ کرنی ہے۔ کوئی دین دنیا بھی جانتے ہو یا صرف زہرا گلنے کے شوقین ہو۔ ماموں نے تو بتایا تھا بڑے پرہیز گار ہو، وادی سون سکیسر کے امان پروردہ ہو۔ معاف کرنا لیکن مجھے تم عجیب ہی لگے ہو"

دار یہ ناچاہتے ہوئے بھی اپنی جلن عیاں کر گئی، جبکہ عجیب پر داران نے یوں نظریں گمائیں جیسے متاثر ہو اہو۔

"عبادت اور محبت پردے کی چیزیں ہیں، کسی کے ان پر سنل معاملات میں ٹانگ اڑانے سے پرہیز کرنا چاہیے دار یہ زمیل خان۔ اور مجھے تم سے پرہیز گاری کا سرٹیفکیٹ تو ہر گز نہیں چاہیے، تمہارے ماموں کافی سینسیبل سے آدمی تھے پتا نہیں انہوں نے تم سے ایسا مزاق کیوں کیا، اور ہاں عبادت کی خبر

صرف اسی کو ہونی چاہیے جسکی کی جاتی ہے، اور محبت کی خبر اسے بھی نہیں ہونی چاہیے جس سے ہو یہی اصول ہے میرا"

وہ اسے ٹیس کرتا ہوا آگے کو بڑھا لیکن پھر سے داریہ کے سوال پر لب بھینچتے رکا۔
"نہایت ہی عجیب اصول ہے، ویسے تم نے تو رات کہا تھا کوئی لڑکی نہیں ہے تمہاری زندگی میں۔ نام بتاؤ اسکا تاکہ میں اسے بھی ویسے ہی آگ لگا کر جلاؤں جیسے تم نے میری ہڈی جلائی"

اس لمحے وہ بس اسے جانے دینا نہ چاہتی تھی، داران نے پیچھے مڑتے حیرت سے داریہ کو دیکھا۔
"ڈیٹ کامیاب ہوگی تبھی تو وہ لڑکی میری زندگی میں آئے گی، میں نے رات یہ بھی کہا تھا کہ جلد آجائے گی۔ رہی بات ہڈی جلانے کی، اسکی وضاحت میں دے چکا ہوں۔ جب تم میری امان اور نکاح سے نکل جاوگی پھر جس مرضی سے لپٹنا مجھے اتنی سی بھی پرواہ نہ ہوگی۔ لیکن تب تک تمہارا سایہ بھی میری ملکیت ہے۔ ہٹو"

ایک طرف وہ اپنے الفاظ کی حرارت سے اسے متعبر کرتا تو دوسری طرف آنکھوں کی سرد مہری سے جھلسا دیتا، داریہ کچھ کہنے کے لائق نہ رہی۔

"مطلب کیا ہے تمہاری اس بات کا؟ میں کسی سے بھی لپٹ جاتی ہوں؟ کیا اتنا گھٹیا سمجھ رہے ہو"
انا پروار کیا تھا داران نے، وہ کیسے بخش دیتی۔

"داریہ! ایسے لفظ دوبارہ بھول کر بھی خود کو مت کہنا۔ بار بار وارننگ نہیں دوں گا"

اسکی بازو پکڑ کر اپنی اور سرکا کر ان آنکھوں میں آنکھیں گاڑے داریہ کو سہم جانے پر مجبور کرتا دھاڑا۔

ناجانے کیا تھا اس کے صرف "داریہ" پکارنے میں کہ پہلی بار اس لڑکی کے دل میں عجیب سی اذیت نمودار ہوئی۔

"اور تم نے جو بکواس کی ابھی؟ کیا وہ کہنا تمہیں زیب دیتا ہے؟"

وہ بھی بپھری، اس دردناک جملے نے داریہ کے اندر جن زادی سی قوت بھر دی۔

"ہاں نہیں زیب دیتا، لیکن میں تمہارے آگے اپنے کہے یا کیے کی وضاحت کا پابند نہیں ہوں۔"

ہٹ دھرمی سے اکڑ کر جواب دیا۔

"ہو پابند سمجھے، تم مجھ سے کی گئی زیادتیوں کی وضاحت دینے کے پابند ہو ماہیر شاہ۔ تم بھی دنیا جیسے ہو

جسے میرا کردار پرکھ کر خود ہی سب سوچنے کی عادت ہے۔ تو پھر تمہاری امان کا کیا فائدہ ہو گا۔ ایک

عزیزے کے ظلم سے بچانے کے بدلے تم شاید مجھے اس پوری دنیا کی دی تکلیف سے دگنی اذیت دو

گے۔ دیکھائی دے رہا ہے سو یہ میرے بندھے ہاتھ دیکھو اور اپنا احسان ابھی سمیت لو۔ میں دنیا سے

اکیلے نمٹ لوں گی لیکن تم سے نہیں مقابلہ کرنا چاہتی"

وہ بہت جلدی تھک گئی تھی، اسے دو چہروں والا یہ شخص ہرگز قبول نہ رہا۔

اسکے بندھے ہاتھوں کو اپنے ایک ہاتھ سے جکڑے نیچے کو کیے وہ ہاتھ کھولتے اسی ہاتھ سے داریہ کی ٹھوڑی پکڑی۔

"تمہیں مجھ سے مقابلہ کرنا ہو گا داریہ زمیل خان، جو میرے ہوتے ہیں انھیں میں سب سے پہلے خود سے مقابلہ کرنا ہی سیکھاتا ہوں"

اب بھی وہ اسکی بات پر بل کھا کر رہ گئی۔

"تمہاری نہیں ہوں میں ماہیر شاہ"

اس کو یہ نقطہ باور کروانے کو وہ تیز لہجے میں بولی۔

جبکہ داران زہریلا مسکرایا۔

"یہ تمہاری غلط فہمی ہے خاتون، ورنہ جب تک نکاح قائم ہے تم اتنی اپنی بھی نہیں جتنی میری ہو۔ میری شرافت کو میری کمزوری نہ سمجھنا، اوکے۔ اب اپنی فیملی اور دوستوں کے ساتھ پورا دن انجوائے کرو، میں تمہیں قید کر کے رکھنا خود بھی نہیں چاہتا، کیونکہ کوئی انسان کسی دوسرے انسان کا سب کچھ ضرور ہو سکتا ہے مالک نہیں بن سکتا۔ اپنی حدود کا خیال رکھنا، کیونکہ تم داریہ زمیل خان نہیں اب داریہ ماہیر شاہ بن چکی ہو۔ اپنے نام کے ساتھ لگتے اس شاہ کے سبب میں بھی کئی گناہ کرتے کرتے رک جاتا ہوں، کیا کروں مجبوری ہے داریہ، اونچے خاندان میں جو پیدا ہو گیا ہوں، جس میں میرا کوئی کمال یا

دخل نہیں۔ جب میں خود پر اتنی سختی کر سکتا ہوں تو تم کسی گماں میں نہ رہنا کہ تمہارے لیے کبھی بھی نرم پڑوں گا"

اسکے غصے سے سرخ چہرے پر تیز آنچ دیتی نگاہیں رکھتے داران نے اسے نہ چاہتے ہوئے بھی یہ جوابنا کہا تھا یہی آغاز تھا داریہ کے دل میں جنم لیتی خواہش کا۔

وہ اسے جب جب صرف داریہ پکارتا، وہ عجیب سا محسوس کرتی، دل ٹکڑوں میں بٹ جاتا۔
"بتانے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں، ثابت ہو گیا ہے کہ کس قدر خراب آدمی ہو۔ اور ہاں مجھ پر فضول کے حق جمانے بند کر دو، اور ایک نصیحت کہ اپنے کہے کا ہمیشہ پاس رکھنا، اگر تم بھول کر بھی میرے لیے نرم پڑے تو بری اور لمبی سزا کاٹو گے"
دگنے غصے سے وہ اسکو جتنا منہ پھیر گئی۔

"مجھے سزائیں کاٹنا پسند ہے، تم اپنا سیو پوائنٹ سوچ لو۔ کہ کہاں سے وہ چین پاوگی جو میرے سبب اجڑ گیا۔ ہیو آگڈ ڈے"

اسکی سماعت میں پچھلے سیسے جیسے الفاظ انڈیلتا اپنی تپتی سانسوں کی تپش داریہ کی گردن اور کندھے کی جانب بکھیرتا دور ہوا اور اپنا تمام تر سحر سمیٹے کمرے سے نکلا بھی اور اس زور سے دروازہ پٹخ کر گیا کہ داریہ ڈر کر اچھل پڑی۔

مرد میں طاقت ہوتی ہے وہ عورت کو مائل کر سکتا ہے لیکن محرم مرد میں اہلیت ہوتی ہے کہ وہ اپنی عورت کو کمزور بھی کر سکتا ہے اور مضبوط بھی۔
دار یہ کی آنکھوں کی ویرانی بتا رہی تھی وہ اسے بہت کمزور کر گیا ہے۔

.._____..

نیند سے جاگتے ہی کسماتے ہوئے ہاتھ کو فون تک پہنچاتے اٹھایا اور حسب معمول ماول نے سٹیٹس چیک کیے، لیکن وہاں جو منظر دیکھائی دیا اس پر ماول کی نیند بھک سے آنکھوں سے نچڑی۔
وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی۔

ایادز میل خان کا سٹیٹس لگا تھا جہاں اسکی مارننگ وائبرز دیتی ہاٹ پکچر تھی ساتھ کیپشن میں "Finally in a relationship"

لکھا تھا، سکائے بلو شرٹ میں وہ اپنے گھر کے ٹیرس پر کھڑا اسٹیمپ لگ رہا تھا، آنکھوں میں چمک تھی جبکہ ایاد نے اپنا سٹیٹس صرف ماول کو شو کر رکھا تھا۔
لمحہ لگا تھا ماول کی آنکھیں نم ہونے میں۔

"لگتا ہے اس گھنگھریالے بالوں والی کے ساتھ سیٹ ہو گئے، لیکن اس لچی حرکت کی کیا تک بنتی ہے۔
چھپو رہے۔ بس ایز آپروفیسر ہی فرعون تھے آپ، اب یوں ایسی ٹین ایجر والی حرکتیں کر کے بہت ہی
برے لگ رہے ہیں"

غصہ، جلن، حسد جانے کس کس آگ میں سلگ کر ماول نے اسکا سٹیٹس ہی ہائیڈ کر دیا تاکہ نہ نظر آئے نہ وہ تکلیف محسوس کرے۔

اٹھ کر فریش ہوئے واپس روم میں آئی اور فون کو نظر انداز کیے سیدھی بابا کے سٹڈی میں گئی کیونکہ انکی مزید ناراضگی اس سے برداشت نہ ہو رہی تھی۔

تبریز شاہ بھی کچھ دیر میں شاہ انڈسٹری نکلنے والے تھے، کچھ اہم فائلز کی ورق گردانی کر رہے تھے جب ماول نے دروازے پر دستک دی۔

"بابا، میں آ جاؤں"

ماول کی پکار پر تبریز نے فائل بند کی اور بھرپور توجہ اپنے جگر کے گوشے پر دی۔

"آ جائیں ماول"

فائل کو میز کی سطح پر رکھے وہ اٹھ کر آگے آئے، ماول بھی نظریں نیچی کرتی اندر چلی گئی۔

"آپ جو سزا دیں گے قبول ہے بابا، پر مجھ سے ناراض نہ ہوں۔ آپ جانتے ہیں میرے لیے ممی بابا

دونوں آپ ہیں۔ آپ ناراض ہیں تو مجھے کچھ اچھا نہیں لگ رہا"

قریب آتے ہی ڈبڈبائی اکھیاں بابا کے نرم تاثرات والے چہرے پر جمائیں اور بولی۔

"آپ بھی چپ اور بو جھل ہیں، یہ ہم سے بھی برداشت نہیں ہے بابا کی جان۔ لیکن آپ کی غلطی بڑی بھی تھی اور بری بھی۔ اگر آپ وعدہ کریں کہ دوبارہ ایسی نوبت نہ آنے دیں گی تب ہم معاف کرنے کے بارے سوچ سکتے ہیں"

وہ بابا کی ناراضگی دور کرنے کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار تھی، فوراً انکے سینے میں چہرہ چھپا لیا جیسے یہ نہ کرتی تو اپنے روپڑے سے بابا کو پریشان کر دیتی۔

اپنی بیٹی کے اطراف بازوؤں کا حصار بنا کر خود میں بساتے وہ بھی اسکا سر چومتے ڈھارس بخش گئے۔

اس کے دل کے بلکنے میں خاطر خواہ کمی آئی پر اندر برپا ہوئی قیامت کا سبب تو ایاد خان تھا۔

"میں وعدہ کرتی ہوں، میں آپکو، بھیا کو کبھی شرمندہ ہونے نہیں دوں گی"

جب دل پر جمع ہوتے آنسو بہا لیے تو زرا حوصلہ کرتی وہ روبرو ہوتے بولی۔

"ہمارے دل کا ٹکڑا ہیں آپ ماول"

بابا کے جبین چومنے نے ماول کو مضبوط بنا دیا کہ وہ مسکرا سکی۔

"چلیں آپ ریڈی ہوں، آج آپ ہمارے ساتھ شاہ انڈسٹری چل رہی ہیں۔ کل کو کیمیکل برانچ کی

انچارج آپکو ہی بننا ہے تو ابھی سے کام کو دیکھنا شروع کریں۔ آپکا بھی موڈ اچھا ہوگا، ہم جانتے ہیں پڑھ

پڑھ کر انسان کس قدر بوریت کا شکار ہو جاتا ہے"

بابا کے بہلانے پر وہ مسکرا دی کیونکہ خود بھی حویلی کے گھٹے ماحول سے نکل کر سانس لینا چاہتی تھی۔

فوری فرما برداری سے سر ہلا گئی جس پر تبریز پیار سے اسکی گال سہلاتے سٹڈی روم سے چلے گئے جبکہ ماول کی آنکھوں میں جلن جاگ گئی، ذہن و دل پر سوار تھی تو ایاد خان کے ریلیشن شپ میں ہونے کی سوختہ جان خبر۔

وہیں داران فجر کا غائب ہے یہ سن کر تینوں ہی ناشتے کی میز پر بے دلی سے آکر بیٹھی داریہ کی جانب جواب چاہتی نظریں ڈالے ہوئے تھے۔

"اسے کچھ کام تھا، شام میں پک کر لے گا"

داریہ کو ان تینوں کی نظروں سے بے چینی ہوئی تو جواب دے ہی بیٹھی۔

"چلو پھر ٹھیک ہے، میرا تو آج اور کل کا دن بہت بڑی ہے۔ ایاد اور انو و تمہیں کمپنی دیں گے لاڈلی"

ماموں نے اسکی پلیٹ میں فروٹ سیلڈ سرو کرتے سپون تھمائی جسے داریہ نے مسکرا کر تھاما۔

"میں نے بھی ایک کام سے جانا ہے، ان تین دوستوں کا لنچ اور اوٹنگ کا پلین ہے۔ ہے ناں؟"

ایاد کو انیب پہلے ہی لنچ کا بتا چکی تھی، انیب تو فوری مسکرائی لیکن داریہ کا دل ہر شے سے اچاٹ ہو چکا تھا، کہیں اندر دل میں یہ تپش تھی کہ وہ اسے اکیلا چھوڑ کر کیوں گیا ہے۔

"جی لالہ، آپ دو اپنے کام نمٹائیں اٹس اوکے۔ ویسے بھی دوستوں کی اوٹنگ پر پورا دن نہ نکلے تو حیرت کی بات ہے"

دار یہ نے مسکراتے لہجے میں ماموں اور بھیا کی فکر دور کی، حمین تو ناشتہ کرتے ہی نکل گیا جبکہ ایاد بھی کہیں روانگی کی تیاری پکڑے کمرے میں ریڈی ہونے چلا گیا۔

دار یہ اور انیب نے مل کر برتن وغیرہ سمیٹے پھر دونوں نے چینج کیا اور لنچ کی تیاری پکڑی۔

عاقب کو دار یہ نے پہلے ہی میسج کر دیا جو دونوں کو پک کرنے بارہ تک پہنچ آیا۔

دار یہ نے دونوں کے بیچ غیر معمولی کھینچاؤ تب ہی محسوس کیا جب وہ اسے لڑتے نہ دیکھائی دیے۔

"سب ٹھیک ہے"

دار یہ اپنا فون اٹھا کر کمرے سے بہت سوبر تیاری ہوئے سٹنگ ایریا میں آئی تو انیب کا وچ پر بیٹھی تھی

جبکہ عاقب خاموشی سے دیوار پر لگی پینٹنگ کی طرف متوجہ تھا۔

دار یہ کے سوال پر دونوں کے چہرے کے رنگ بدلے۔

"اسے صرف تمہاری وجہ سے برداشت کر رہا ہوں ورنہ ایک آنکھ نہیں بھار ہی فسادن"

عاقب کا ضبط و فتا جواب دے گیا، دار یہ نے پہلے خفگی سے عاقب کو دیکھا پھر جل بھن جاتی انیب کو جسکا

بس نہ چل رہا تھا عاقب کا منہ نوچ لیتی۔

"ویٹ! کس قسم کی جنگ چل رہی ہے تم دو کے بیچ۔ کزن ہو، دوست ہو اسکے باوجود کاٹ کھانے کو

دوڑتے ہو۔ مسئلہ کیا ہے تم دو کا۔ میرے اپنے مسائل کم ہیں کہ اب میں تم دو کے پنگے بھی ٹھیک

کروں۔ انسان بن جاؤ تم دو، ورنہ میں تم دونوں سے بات کرنا چھوڑ دوں گی"

دار یہ کو غصہ کسی اور پر تھا پر نکلا انیب اور عاقب پر۔

وہ دو اداس ہونے کے بجائے دار یہ کے ایسے رویے پر فکر مند ہوئے۔

"کیا ہوا ہے دار یہ؟ سب ٹھیک ہے۔ اس منحوس نے ہرٹ کیا؟ تکلیف دی۔ تمہیں چھوا۔۔۔ بولو؟"

عاقب کے دیوانگی بھرے وحشی سوالات پر دار یہ اور انیب دونوں ساکت پڑیں۔

"کس قسم کے سوالات ہیں یہ عاقب، وہ یہ سب کرے بھی تو غلط کیا ہے اس میں؟ تم نہیں جانتے میں کتنی بد لحاظ اور بری ہوں"

دار یہ الٹا اس پر چڑھ دوڑی، انیب نے بھی خونخوار نگاہ عاقب پر ڈالی جسے اپنی بے خودی پر خود بھی غصہ آیا، اسے اب چھپ کر وار کرنے تھے نہ کہ یوں کھل کر دار یہ کو بد گمان کرنا تھا۔

"وہ تمہیں ہرٹ نہیں کر سکتا نہ چھو سکتا ہے، تمہیں بتایا تھا وہ کس قسم کا فضول آدمی ہے۔ دار یہ پلیز میں دوست ہوں تمہارا، مجھے فکر ہے۔ تم دو کے بیچ کی معمولی سے معمولی نزدیکی، تمہارے لیے زندگی بھر کی سزا اور قید بھی بن سکتی ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آرہی آخر تمہارے ماموں کو وہ نمونہ ملا کیسے؟"

عاقب نے اس بار الفاظ کا چناؤ سوچ کر کیا لیکن اب پھرنے کی باری انیب کی تھی، جھٹکے سے عاقب کو دار یہ سے دور کرتے دھکیل گئی۔

"کس قسم کی واہیات باتیں کر رہے ہو، تم ہوتے کون ہو ان دو کے اتنے پر سنل معاملات کو ڈسکس کرنے والے۔ اور تم کیوں داریہ کے دل میں داران کے لیے زہر بھر رہے ہو۔ باز آجاو عاقب موہان، کیونکہ میری برداشت کی ایک حد ہے۔ اور تم، اسے سن کیوں رہی ہو۔ تھپڑ نہیں مار سکتی"

انیب کی آنکھوں سے دھواں اٹھ رہا تھا جبکہ داریہ کو انکی بحث سننے آنکھوں کے آگے دھندلاہٹ آتی محسوس ہو رہی تھی۔

"تم میرے ہاتھوں مرمت جانا، داران اسکے حق میں بالکل اچھا نہیں ہے۔ میں تمہاری طرح داریہ سے دوست ہو کر دشمنی نہیں کرنا چاہتا داران کی طرف داری کر کے۔ مجھے داریہ کی تم سے زیادہ فکر ہے"

عاقب نے بد لحاظی کے تمام ریکارڈ توڑے جھاڑ دیا۔

جبکہ انیب مٹھیاں بھیج کر اپنا غصہ ہی دباتی رہ گئی۔

"تم دونوں خاموش ہو جاو، اگر ایک لفظ مزید بولا تو دونوں کو تھپڑ پڑ جائے گا، اتنا اہم نہیں ہے ماہیر شاہ کے ہمارے بیچ گفتگو کا موضوع بنے۔ اب چلنا ہے تم لوگوں کو یا میں پلین ختم سمجھوں؟"

داریہ نے چیخ کر دونوں کو چپ کروایا جس پر عاقب کی آنکھوں میں سلگتا خمار اور انیب کی آنکھوں میں بے بسی اتر آئی۔

"کیوں نہیں، چلتے ہیں۔ بس اس انیب فسادن کے مشوروں سے بیچ کر رہنا داریہ۔ یہ تو ہے ہی فضول، صرف فساد ڈالتی ہے"

فوری داریہ کاموڈ بہتر کیے وہ چا پلو سی کرتا مسکرایا لیکن اسکے کان میں جھک کر جان بوجھ کر اتنا اونچا بولا
تاکہ انیب سن سکے لیکن وہ لعنت ڈال چکی تھی اب ان سب معاملات پر تبھی ان دو کے نکلتے ہی خود بھی
گہرا سانس کھینچتی پیچھے ہی چل پڑی۔

.._____..

گہری تاریک جگہ کسی آدمی کو آنکھوں پر پٹی لپیٹے، رسیوں کی مدد سے کرسی پر باندھا گیا تھا، بلیک ٹی شرٹ اور فوجی پرنٹ ٹراؤز میں بھاری بوٹس پہنے کھڑا وہ بانکا دبلا آدمی یکجی ہی تھا، اور پھر اس بند فیکٹری کے سب سے نچلے ٹنل ایریا میں بھاری قدموں کی آواز گونجی، رجال چغتائی کے چہرے کا خوف دیکھتے یکجی کھسیا۔

کچھ ہی لمحے گزرے کے سیاہ میں ملبوس جلاد اپنے ازلی بارعب خلیے میں یکجی حیدر کا کندھا تھپکائے عین کرسی گھسیٹ کر رجال چغتائی کے مقابل بیٹھا جو دم سادھے آہٹیں سن کر کانپ رہا تھا۔
"بہت شوق ہو رہا تھا تمہیں مجھ سے ملنے کا، اپنے باپ کے قاتل سے۔ لو آگیا ہوں۔ اب بتاؤ، کیا کر لو گے"

اسکے کان کی اور جھکتے ماسک کے تھرو بولتے آواز بھاری کیے داران نے اسکا چہرہ جبرے سے تھاما اور یہ پکڑ ہی ایسی تھی کہ رجال پھڑ پھڑایا۔

"ت۔۔ تو وہی ہے ناں۔ وہی آواز ہے۔ وہی دہشت۔ تو نے پہلے مجھ سے دار یہ کو بچایا اب میرے ڈیڈ کو مار دیا۔ کتے کینے ہے کون تو۔ میں تیرے اتنے ٹکڑے کروں گا۔۔۔۔۔"

مزید رجال کو پھڑپھڑانے کی مہلت نہ دی گئی اور Executioner نے اسکی گردن دبوچ کر بکواس اگلنے سے روکا۔

"آج تو تیری زبان پر اسکا نام آیا، ایک بار مزید آیا تو تیری آواز ہمیشہ کے لیے گل کردوں گا۔ میں وہی ہوں لیکن اب مرنے کی باری تیری ہے۔ اپنے باپ کے ادھورے کام پورے کرنے آیا ہے ناں تو واپس رشیا سے؟ تیری واپسی کو تیری زندگی کی سب سے بڑی بھول بنادوں گا اب"

رجال اسے دیکھ نہ سکتا تھا پر اس شخص کی نفرت کی تپش رجال کو آنکھوں کی بصارت بھسم کرتی محسوس ہوئی۔

"ک۔۔ کون ہے تو۔۔۔ تجھے یہ سب کیسے پتا"

رجال کا پورا وجود کانپا کہ کپکپاہٹ سسکاری میں چلی آئی۔

"میں ویسے تو محافظ ہوں لیکن تجھ جیسے زلیل مجھے جلاد کے نام سے جانتے ہیں، مجھے یہ تک علم ہے کہ تجھے اسی دن اپنے باپ یعنی حمید چغتائی کا کام تمام کرنے کے آرڈرز ملے تھے (مافیا میں یہ سب عام ہوتا ہے) اور اسی سبب تو رشیا سے پاکستان آیا۔ لیکن تیری معصوم دادی آگئی بیچ میں اور مجھے ایکشن لے کر کہانی سمیٹی پڑی، جلاد کا دل بہت نرم جو ہے، پگھل جاتا ہے روتی ماؤں کے لیے۔

ایک موقع دوں گا تجھے تیری دادی کی وجہ سے رجال۔ لیکن اگر تو نے وہ گنوا دیا تو تیری دادی کو خون میں لت پت اکلوتے پوتے کی لاش دیکھنے کا دکھ ہر قیمت پر اٹھانا پڑے گا۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ

تیرے اوپر والے یہی سمجھ رہے ہیں کہ حمید چغتائی کو تو نے ہی مارا ہے، تبھی وہ تیرے باپ سے بڑا رینک تجھے دے رہے ہیں۔ تو بھول گیا تھا کہ دنیا کے ہر رتبے سے افضل باپ بیٹے کا رشتہ ہے، باپ جیسا بھی ہو اسے قتل کرنا کتنا بڑا گناہ ہے تجھ جیسے بد کردار اور خبیث کو کہاں پتا ہوگا، اگر تیرے مافیا باس کو یہ حقیقت پتا چلی کہ تو نے اپنا کام پورا نہیں کیا تو وہ تیرے چیتھڑے اڑا دیں گے۔ اب مختصر یہ کہ بازی میرے ہاتھ میں ہے۔ میں ہوں وہ جو تیری لگا میں کسوں گا۔ فیصلہ تیرے ہاتھ میں ہے، ہمارا ساتھ دے اور ہمیں ان لوگوں میں گھسا ورنہ انت بری موت، جہنم اور لامتناہی عذاب ہے جسکی کمی رہتی دنیا و کائنات تک ممکن نہ ہوگی"

داران کا لفظ لفظ رجال کے اندر طوفان جگا رہا تھا، موت کسے چاہیے ہوتی ہے بھلا؟ رجال بھی وقتی سہی سہم گیا۔

"مطلب تو یہ چاہتا ہے کہ میں تجھے "Gavrill Master" اور اسکی دنیا میں لے جاؤں؟ بدلے میں تو مجھے بچائے گا؟ یہ تو ہو گئی کاروباری بات پر یہ بتا پہلے میری دادی کو کیسے جانتا ہے؟ اور داریہ کو؟"

رجال کی زبان سے ایک بار پھر داریہ سنے داران نے اس قدر اسکی گردن دبائی کہ رجال کے چہرے پر دم گھٹنے کے سبب سرخیاں چھلکیں، یچی تک فکر مند ہوا کہیں جلاد اسے مار ہی نہ دے۔

"کیوں مرنا چاہتا ہے، مت نام لے اسکا۔ رہی بات تیری دادی کی تو وہ میرے لیے قابل عزت ہیں۔ اب ہاں یاناں میں بول ورنہ یہیں تیرے خاتمے کے ساتھ ڈیل کینسل کر دوں گا"

داران کی تنبیہ سنے رجال کھانستا ہوا اپنا اکھڑا سانس بحال ہوتے تک ہانپتا رہا اور پھر فوری سر ہلایا۔

داران نے یچی کی سمت دیکھا، دونوں کی آنکھوں میں شرا انگیزی اتری۔

"گڈ، تجھے آزاد کر رہا ہوں۔ لیکن میرے ایک آرڈر پر تو اس جگہ پہنچ جانا جہاں بلایا جائے۔ جا کر ماں اور دادی سے مل لے، لیکن یاد رکھنا تیرے ہر قدم کی خبر ہوگی مجھے۔ پھینک کر آو اسے چغتائی پولیس کے باہر"

داران نے اسکی گردن آزاد کی اور اٹھ کر دو چوکس کھڑے آدمیوں کو حکم دیتے باہر کا رخ کرنے لگا جب رجال کی پکار پر رکا۔

"اچھا یہ تو بتا دے اس لڑکی سے کیا رشتہ ہے تیرا، تیری وجہ سے وہ مجھ سے بچ نکلی کمینی۔ بڑی اکڑ تھی اس میں، توڑنا چاہتا تھا۔ اسے برباد کر کے اپنے پیروں میں گرا کر تڑپانا چاہتا تھا پر پتا نہیں تو کہاں سے ٹپک پڑا"

رجال کی نفرت بھری باتوں پر لاکھ داران نے خود پر قابو کیا پر یہاں وہ خود کے بس میں نہ تھا، وہ دو آدمی جو رجال کے ہاتھ کھول کر ہتھ کڑی لگائے کرسی سے اٹھا چکے تھے داران نے انکو زرا اپیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا اور گردن سے رجال کو پکڑے پیچھے کودھکیلتے دیوار سے لگایا، اب تک رجال کی آنکھوں پر پٹی تھی۔

"تجھے اسکے پیروں میں گر کر اپنی حرکت کی معافی مانگنی ہے رجال وہ بھی ناک رگڑ کے، تیرے پیر پڑتی ہے اس کی جوتی، میں نہیں چاہتا کوئی حساب چکائے بنا تجھے موت آئے زلیل۔ رہی بات اس سے میرے تعلق کی تو تیرے جیسے غلیظ ملعون ان مقدس رشتوں سے ویسے ہی دور رکھے جاتے ہیں جیسے اچھوت مریض، صحت مندوں سے دور رکھا جاتا ہے۔ پتا چل گئی تجھے تیری اوقات، اب بھی کوئی آگ ہے تیرے اندر تو اسے بھی بجھا دیتا ہوں تاکہ تو سو بھی اپنی مرضی سے نہ سکے۔ تجھے اپنی ہی چینخیں بے آرام کریں"

اسکے بعد نہ تو داران نے کوئی رحم کھایا نہ رجال چغتائی کی دلخراش چینخوں کو سنجیدہ لیا، یچی تک کی آنکھوں میں داران کا یہ روپ دیکھتے ہر اس اتر آیا۔

"اب اسکی مرہم پھٹی اسکی ماں اور دادی ہی کرے گی، میں نے ایسا نہیں چاہا تھا پر یہ اسی لائق ہے۔ پھینک کر آو اسے"

داران نے ماسک چہرے سے اتار کر سرد حکم جاری کیا اور خود وہاں سے نکل گیا جبکہ یچی بھی پیچھے ہی لپکا۔

باہر ویران پارکنگ ایریا میں چار عدد گاریاں کھڑی تھیں، داران باہر آتا رہا اور یچی حیدر کی طرف پلٹا جسکے اپنے رنگ اڑے تھے۔

"جو چیپ ہم نے رجاں کے اندر فٹ کی ہے وہ ہمیں ہر خبر پہنچائے گی یچی، وہ کس سے ملے گا، کس سے کیا بات کرے گا سب کی مونیٹرنگ تم خود کرنا۔ مشن دوبارہ ایکٹیو ہونے سے پہلے ہمیں یہ کام ختم کرنا ہے۔ ضرورت پڑی تو ہمیں رجاں کو Master gravill کے ہاتھوں مروانا بھی پڑ سکتا ہے۔ ہر تیاری مکمل کر کے رکھو، اور ہاں دوبارہ مجھے فیملی ٹائم میں تنگ مت کرنا، تم جانتے ہو چھٹی کے دو ماہ مجھے جلادی کام کرنا سخت ناپسند ہے۔ اہم کام کرنا ہے مجھے اب، ٹیک کئیر۔"

خفیف سی برہمی عیاں کیے داران دیکھتے ہی دیکھتے اپنی گاڑی کی طرف بڑھا جبکہ یچی حیدر کے ہونٹوں پر رقص کرتی مسکراہٹ بہت خوبصورت تھی۔

کیونکہ آج وہ بھی جلاد کا ایک نیاروپ دیکھ چکا تھا، اور وہ تھی Executioner کی مخالف جنس کے لیے جنونیت۔

"دار یہ زمیل خان! تم یقیناً خاص ہو ہمارے جلاد کے لیے۔ ہاؤ کی یو آر"

مست سی مسکراہٹ دیے یچی واپس اندرونی طرف لپک گیا، داران وہاں سے سیدھا ریستورنٹ پہنچا۔ میز کی سطح پر لگ بھگ دس بارہ سیاہ ماسک اور سیاہ چشمے پڑے تھے، جبکہ رولنگ چیئر پر بیٹھا ماسک مین ریستورنٹ کے اونر کو اپنے سامنے دیکھ کر زہریلا مسکرایا۔

"کون ہو تم اور یہ کیسی جرت ہے۔ کیا مطالبہ ہے اسکا؟"

ریسٹورنٹ اونر سے پہلے تو اپنی کرسی پر بیٹھا وہ آدمی برداشت نہ ہوا دوسرا پورا اسٹاف الگ گھبرا یا ہوا تھا۔

"سریہ کہہ رہا ہے آج لنچ ٹائم یعنی دو سے چار تک تمام ویٹرز ماسک اور گلاسیز پہن کر ریسٹورنٹ میں آئے کسٹمرز کو سرو کریں گے"

یہ بائیس تیس سالہ ویٹر تھا جس نے داران ماہیر شاہ کا پیغام اونر تک پہنچایا جسے یہ سن کر آگ لگی۔
دونوں ہاتھ میز کی سطح پر رکھے آگے کو جھکتا اونر ان لینز کی آر میں براون لگتی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے تلملایا۔

"تم ہوتے کون ہو ہمیں آرڈر دینے والے؟ خود چلے جاو گے یا پولیس کو بلاؤں۔ یہ ریسٹورنٹ میرا ہے۔
ہم تمہاری بات کیوں مانیں۔؟"

اونر کی برہمی اور تپش کے آگے داران کرسی جھولتا زہر خند مسکرایا۔
اور پھر اس اونر کی آنکھوں کے سامنے انویسٹیگیشن کارڈ لہراتے کھسیانا مسکرایا، وہ ویٹر اور اونر دونوں ہی خوفزدہ ہو گئے کیونکہ وہ اپنی گن بھی نکال کر انھیں دیدار کروا چکا تھا۔

"چھوٹی سی مدد کر دو گے تو تمہارا ریسٹورنٹ چلتا رہے گا ورنہ ہمیں یہاں تالے ڈالتے ہوئے اتو وسا بھی رحم نہیں آئے گا۔ کسی کی جان نہیں لی جائے گی بس ایک چھوٹی سی ٹھیم کریٹ کرنے کا کہا ہے، منہ مانگے دام ملیں گے۔ چلو شاباش لگو کام پر"

دونوں ہی فرما برداری سے سر ہلا کر رنچر ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے ریسٹورنٹ کا ہر ویٹر ماسک اور چشمہ پہن کر تیار ہو گیا۔

دار یہ کے غصے کے سب وہ دو دوبارہ نہ لڑے، ریسٹورنٹ میں زیادہ رش نہ تھا لیکن جگہ سنبھالتے ہی دار یہ کو ارد گرد کا ماحول مشکوک لگا۔

"کیا تم دونوں کو کچھ عجیب نہیں لگ رہا؟"

دار یہ نے ہر ویٹر کو ماسک اور گلاسز پہنا دیکھ کر انیب اور عاقب کو متوجہ کیا جو ویسے ہی سڑے بیٹھے تھے کہ انکی آبرو ویشن ویسے ہی مردہ ہوئی تھی۔

"کیا مطلب عجیب؟"

عاقب نے ادھر ادھر نظریں گمائیں پر اسے تو کچھ نہ دیکھائی دیا۔

"ہر ویٹر نے ماسک پہن رکھا ہے اور سیاہ چشمہ، یہ کیا لاجک ہوئی؟"

دار یہ کی چھٹی حس اسے کچھ غلط کا سائرن دے رہی تھی تبھی ایک ویٹر ان کی ٹیبل تک آیا، براون آنکھوں والا وہ شخص قریب آ کر رک چکا تھا۔

"آج یہاں کچھ وی آئی پی گیسٹس کے سبب یہ تھیم لاؤنج کی گئی ہے، ایوری تھنگ از اوکے، باقی آجکل

شہر میں پھیلے آئی انفیکشن کے سبب بھی احتیاط کی جا رہی ہے۔ کیا لیں گے آپ لوگ؟"

داران کو کئی آوازوں کے سنگ بولنے کی ٹرینگ تھی اور اس وقت بھی وہ ایک منفرد آواز کے سنگ ان تین کے سنگ ہمکلام تھا پر توجہ داریہ پر تھی، وہ ایک تیز آدمی تھا تو کیسے نہ جانتا کہ داریہ کو داران پر شک ہو گیا بس آج کا یہ کھیل اسی شک کو دور کرنے کو رچا جا رہا تھا۔

عاقب اور انیب تو اپنا آرڈر دے چکے تھے جبکہ عاقب کے سوشی منگوانے پر داریہ نے جیسے منہ بنایا وہ داران نے دلچسپی سے نوٹ کیا۔

"گندے، کچی مچھلیاں کھاتے کھاتے ایک دن کچا گوشت بھی کھا لینا۔ یک۔ میرا آرڈر تم دو انوو۔۔ اور تم پلیز دو فٹ دور کر لو کرسی پر جتنی مرضی کھاتے رہنا۔ مجھ تک سمیل آئی تو منہ توڑ دوں گی"

داریہ نے منہ بگاڑتے عاقب کو ڈپٹا جس پر وہ آگے سے ہنس پڑا، انیب بھی مسکرا کر اپنا اور داریہ کا آرڈر دیے مسکرائی۔

داران نے بنا کچھ مزید کہے پلٹ کر واپس قدم بڑھائے، بیس منٹ تک ان سب کا کھانا تیار تھا، داران نے ایک دوسرے ویٹر جو آفس میں بھی موجود تھا ہمراہ ٹرالی کے ساتھ آتے خود پرو فیشنل طریقے سے تینوں کی پلیٹس سروکیں لیکن جب داریہ کے آگے اسکے لیے آرڈر کی بلیک بین کڑی رکھنے کو جھکا تب داریہ بھی اس آدمی کو دیکھتے ٹھٹکی۔

"ہیو آگڈ میل فلورنس"

وہ اسکے کان کی اور جھک کر بولا جس پر داریہ کے رونگٹے تک کھڑے ہوئے، اب اسے سمجھ آیا کیوں ہر ویڑنے ماسک پہن رکھا ہے، وہ بالکل سٹک ہو گئی، یہاں تک کہ داران وہاں سے چلا گیا۔

عاقب اور انیب اپنا لچ شروع کر چکے تھے، داریہ نے جان بوجھ کر جوس کے گلاس کو ہلکا سا دھکیلا تو وہ اس پر گرا، جس سبب وہ فوری اٹھی۔

"اوہ۔۔۔ یہ بھی ابھی ہونا تھا۔ تم دونوں شروع کرو میں ابھی آئی اسے صاف کر لوں ورنہ میرے فیورٹ ڈریس پر نشان آجائے گا۔ اور پلیز لڑنے مت بیٹھ جانا"

داریہ نے مہارت سے بہانہ کیا اور تیزی سے فون کلچ وہیں چھوڑے اس سمت گئی جہاں وہ ماسک مین گم ہوا۔

جیسے ہی داریہ نے ریسٹورنٹ کے کچن ہال کی طرف قدم بڑھائے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ وہاں نہ کوئی بندہ تھا نہ کسی کے ہونے کا نشان۔

"یہ سب لوگ کہاں گئے؟ تم کہاں ہو Executioner؟ میرے ساتھ ایسے کھیل مت کھلیو"

جب دیر تک کوئی دیکھائی نہ دیا تو داریہ با آواز بلند چلائی اسی لمحے کسی ہاتھ نے اسکی بازو پکڑی، پھر کسی کے دوسرے ہاتھ نے دوسرا ہاتھ تھاما اور اسے دیوار سے لگائے رو برو آیا۔

وہ براون آنکھیں تھیں جو دیکھائی دیں اور اسکی وہ خوشبو جسکی داریہ شیدائی تھی۔

"تو تمہاری آنکھیں براون ہیں؟"

وہ اسکی آنکھیں پہلی بار دیکھ کر مایوس ہوئی، یہاں شاید اسکے اشعور نے گرنیش بلو آنکھیں سوچی تھیں۔

"تم نے کوئی اور رنگ سوچا تھا کیا فلورنس؟"

وہ الگ ہی رو میں تھا، داریہ اس جگہ ہل بھی نہ سکتی تھی لیکن آج وہ اسے اپنی آنکھیں دیکھنے کی اجازت دیے بہت قریب تھا۔

"ہاں، داران کی نیلی ہیں۔ کل مجھے لگا جیسے تم اور وہ ایک ہو۔ ایک جیسی فیلنگ تھی پتا نہیں کیوں۔ شاید اس لیے کہ میں دنیا کے ہر مرد میں تمہیں ڈھونڈنے لگی ہوں جلاد۔ اچھا ہوا تم مل گئے، مجھے کچھ بتانا تھا۔ سب ختم کرتے ہیں، میں نے تمہاری ہڈی پھینک دی۔ میں تمہاری شرط نہیں مان سکتی، اس لیے اب تم کبھی میری راہ میں نہ آنا"

وہ بڑی دلچسپی سے اپنے شک کو یقین میں بدلتا دیکھ کر اپنے بروقت اٹھائے قدم پر مسرور تھا۔

لیکن وہ اس سے ہڈی کے جلنے کی بات چھپا رہی تھی شاید اس لیے کہ اسے تکلیف نہ پہنچے۔

"وہ میرے لیے بہت اہم تھی، تم نے اسی سے مجھے ڈھانپا تھا۔ لیکن کھو دیا اسے، یہی چاہتے تھے تم۔

میں تمہیں دیکھنے کی ساری خواہش اسی لمحے ختم کرتی ہوں۔ جب میں ماہیر شاہ کی امان سے نکل گئی پھر

سوچوں گی۔۔۔ تم تب تک شادی مت کرنا، پلیز"

وہ اسے ایسی باتوں سے پاگل ہی تو کر رہی تھی جسے اپنے کھیل داریہ کے آگے برے لگنے لگے۔

"تم اگر میری شرط مان لو فلورنس تو میں خود سے ڈھانپوں گا تمہیں۔ کسی بے جان چیز کی مداخلت نہیں رہے گی، کسی دوسرے کا وجود باقی نہ رہے گا۔ آگ سے کھیل رہی ہو، آگ سے کھیلنے والے جل جاتے ہیں، تم جلنے کے لیے نہیں بنی"

وہ اسکے لہجے کی شیرینی پر تڑپ اٹھی، وہ اس پر گہرا اثر رکھتا تھا، داریہ کی سنہری آنکھیں بھیگ گئیں۔
"میں ساری زندگی جلن سے ہی گزری ہوں، مجھے اب اثر نہیں کرتی کوئی بھی آگ۔ مجھ سے ایسے بات مت کرو کیونکہ تم نے کہا تھا محبت نہیں کرتے۔ تو ایسا لہجہ اور الفاظ بھی مت چنو جو مجھے گناہ گار بننے پر مجبور کر دیں۔ کہا ہے ناں سب ختم۔ میں کسی جلاد کو نہیں جانتی نہ فلورنس ہوں۔ میرا بھلا بہار، پھولوں کے کھلنے اور خوبصورتی جیسے احساسات سے کیا رشتہ۔۔۔۔۔"

ان آنکھوں کی تڑپ کے آگے داران کو آگ سرد لگی، وہ کیسے ابھی سے سب کھول دے کہ خود الجھا ہوا تھا، کھیل رچ رہا تھا اس بات تک پہنچنے کے لیے کہ داریہ واقعی اسکی فلورنس ہے یا نہیں۔
"ہاں میں مددگار ہوں تمہارا، لیکن تم ایسی ہو جس سے محبت بھی ہو سکتی ہے۔ تمہیں دیکھنے آیا تھا، آخری بار بتانے کہ خوشبو چلی جائے تو پھول مر جھا کر ختم ہو جاتا ہے فلورنس۔ میری خوشبو جھٹک کر ختم ہو جاو گی، اور تمہیں ختم ہوتے دیکھنا جلاد کے لیے مشکل ہے"

وہ اسکے احساسات تک سے داران پر موجود شک اکھاڑ کر بھوری آنکھوں میں بے خودی و خمار بھرے، آواز بدل کر داریہ پر اپنا سحر پھونک رہا تھا۔

"پچھلی بار تم رلا کر گئے تھے مجھے اب کیا مار کر جاو گے۔ ہٹو۔ نہیں سننی مجھے تمہاری کوئی بات۔ مجھے ختم ہونے میں کوئی مسئلہ نہیں ہے، منافقت سے بہتر شاید ختم ہونا ہی ہوتا ہے۔ دوبارہ میرے آس پاس دیکھائی مت دینا پلیز۔۔۔ میں کسی کی عزت ہوں، کسی کی عزت کو یوں ورغلا نا گناہ ہے۔۔۔۔ اور مخافطوں پر ایسے گناہ زیب نہیں دیتے۔ جب وہ مجھے چھوڑ دے گا پھر آنا اور اس نقاب کو ہٹا کر۔ اب تم سے بات تب ہی کرے گی داریہ"

اسکو لاکھ تکلیف کے خود سے جھٹک کر وہ چینیخی اور مڑ کر دیکھنے کی لاکھ حسرت پر بھی پیچھے نہ پلٹی لیکن کسی کی کا یا ضرور پلٹا گئی۔

"میں کسی کی عزت ہوں، کسی کی عزت کو ورغلا نا گناہ ہے"

داریہ کے حرارت چھوڑتے الفاظ کی بازگشت جلا د کے کانوں میں نگارے سے بجی، ان آنکھوں میں تیرگی لے آئی۔

"مخافطوں پر ایسے گناہ زیب نہیں دیتے۔"

بازگشت کی کھا جاتی وہشت اتنی بڑھ گئی کہ داران کو وہاں سے بھاگنا پڑا۔

.._____..

ایاد کا ضروری کام شاہ انڈسٹری میں تھا، اسے تبریز انکل سے اس دن روڈ طرح پیش آنے پر معذرت کرنی ضروری لگی تبھی وہ ایک کام سے خوشاب گیا تو واپسی پر تبریز شاہ سے ملاقات کرنے پہنچا، ماول بھی انکے ہمراہ تھی پر سلطان صاحب کے ساتھ وہ پلانٹ وزٹ پر نکلی تھی۔

"ہم جانتے ہیں آپ اس روز غصے میں تھے، ہمیں آپکے رویے کا برا نہیں لگا یاد۔ آپ بھی ہماری ماول کو اس مزاق کے لیے معاف کر دیں۔ وہ ایسی بالکل نہیں ہیں، دوستوں کے کہے میں آگئیں"

تبریز نے اسکے اور اپنے لیے کافی منگوائی اور ایاد کی معذرت پر بھرپور خوش دلی سے مسکرائے اور ماول کی طرف سے بھی شرمندہ ہوئے۔

"پریشان مت ہوں"

ایاد کا ذہن تو الجھا پر وہ تفصیل نہ پوچھ سکا۔

کچھ دیر تبریز شاہ کے ساتھ گپ شپ کیے ایاد نے اجازت لی مگر باہر کے راستے کی طرف گامزن تھا جب ماول آفس ایریا کی طرف آتی دیکھائی دی۔

دونوں کو اس جگہ ایک دوسرے کو دیکھ کر حیرت نے گھیرا۔

وہ بے بی پنک ٹوپیس میں بزنس ووین لگ رہی تھی، اور خوبصورت بھی۔

"تم یہاں؟"

ایاد کی حیرت عیاں کرنے پر وہ زہر سے گندھا مسکرائی۔

"فیوچر کی کیمیکل برانچ اونر ہوں، مجھے یہاں دیکھ کر حیرت کیسی۔ تو آپ مجھ سے مبارک لینے میرے شہر ہی چلے آئے ایاد سر۔ گنگھریالے بالوں والی مل ہی گئی آپکو"

جب سے بابا سے وعدہ کیا وہ فیصلہ کر چکی تھی ایاد جو مرضی کرے اب خود کو پریشان نہیں کرے گی مگر لگ رہا تھا اس کے ارادے یہیں تک مضبوط تھے بس۔

"ہاں مل گئی، پسند جو تھی۔ بہت جلد کسی باقاعدہ رشتے میں بھی بندھنے کا سوچ لیا ہے۔ اپنی سب سے شرارتی سٹوڈنٹ کو ضرور انوائیٹ کروں گا، بلکہ بتمیز اور زہریلی سٹوڈنٹ"

جان بوجھ کر وہ ماول کی جبری مسکراہٹ بھی نوچ گیا جو اس لڑکی نے جلانے کو ہونٹوں کی زینیت بنا رکھی تھی۔

"آپکو کیا لگتا ہے میں آپکی ان سب باتوں سے جل جاؤں گی؟ ہنہ۔ ملینگا آپ بہت معصوم ہیں۔ آپ جانتے ہی نہیں کہ جس "آئی لویو" نے آپکو مغرور کر دیا ہے اسکی اصل حقیقت کیا ہے"

ماول کا یہ الگ اور پر اعتماد روپ جھٹلانے والا کہیں سے بھی نہ تھا، ایاد ٹھٹکا، ماول کی ٹون بہت عجیب تھی، تو کیا وہ سمجھ گئی ہے کہ وہ اسے جلا رہا ہے۔

"ان تین حرفوں میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ ایاد خان کو متاثر کریں، یہ میرے نزدیک صرف ایک فضول گوئی تھی اور فضولیات پر مغرور نہیں ہوا جاتا۔ نہ ہی مجھے کوئی حقیقت جانی ہے"

ایاد نے بگھڑ کر بتایا، وکھل کر زخمی ہنسی۔

"میری زبان سے کہے گئے ان تین لفظوں کی اہمیت نہیں یہ کہیں، وہ گھنگھریا لے بالوں والی جب کہے گی تب تو آپ اسے دگنا جواب دیں گے۔ اور میں آپکو کوئی حقیقت بتانے کا شوق بھی نہیں رکھتی۔ پہلے ہی آپکے چکر میں بہت شرمندگی اٹھالی ہے"

بات کے اختتام تک خفگی سے ہونٹ بھینچتی وہ پلٹ گئی مگر پھر سے رکی۔

"اور ہاں آپکی شادی پر سب سے زیادہ خوشی مجھے ہوگی، بھلے آپ میرے ملینگا نہیں رہے لیکن آپکے گھر بسنے کی فکر سب سے زیادہ اب بھی مجھے ہی ہے۔ اور ہو سکے تو غصہ اترنے کے بعد ایک بار پر سنپل اسلام سے مل لیجئے گا۔ میں آپکا نمبر بھی ڈیلیٹ کر دوں گی، تاکہ نہ مجھ تک آپکی خبر آئے نہ مجھے آپکی فکر ہو۔ اب آگئی ہے ناں آپکی سپیشل ون، آپکو مزید بوڑھا نہیں ہونے دے گی، گڈ لک"

جذبات کی دھیمی دھیمی آگ ماول کے دل کو سلگا رہی تھی پھر بھی وہ بابا اور بھیا کی عزت پر اپنے یہ فضول جذبات وارنے کا فیصلہ کر چکی تھی۔

"ماول"

وہ جانے لگی جب ایاد کے پکارنے پر ناچاہتے ہوئے بھی چہرے کو سپید پڑنے سے روک نہ سکی۔

جب اسکی جانب پلٹی تو ہونٹوں پر جھوٹی مسکراہٹ بکھیرے ہوئے تھی۔

"اس سے پہلے آپ میرے دل کو موم کرنے کی خود غرض سی کوشش کریں میں آپکو سچ بتا ہی دیتی ہوں، وہ آئی لو یو صرف ایک پرینک تھا۔ میں نے ثانیہ کو تھپڑ مارا تھا جسکا بدلہ ان پانچوں نے مجھ سے

لیا، میری کمزوری تھی ڈیر لینا، بس اسی کا فائدہ اٹھائے ان پانچوں نے میری اکڑ توڑنے کا پلین بنایا لیکن یہ انکو بھی نہیں پتا تھا کہ مجھے مزہ چکھانے کے چکر میں وہ آپکو بدنام کر بیٹھیں گے۔ مجھے "آئی لویو" کہنے کا ڈیر ہی ملا تھا ورنہ آپ سے کون محبت کرے گا، ویسے اگر وہ تین لفظ سچ بھی ہوتے تو کیا فائدہ دیتے مجھے؟ اگر سچ ہوتے تو آپکے جواب پر ماول اوپر کا ٹکٹ کٹا چکی ہوتی (جبراً مسکرائی) بھلا محبت ایسی زلت و دھتکار کب سہہ پاتی ہے، وہ تو تپش کے نام سے جل جاتی ہے۔

اب سے میرے لیے بھی یہ جملہ بے وقعت ہو گیا ہے۔ میری وجہ سے آپکو جتنی تکلیف ہوئی، میں اسکے لیے معافی مانگتی ہوں۔ اب آپ مجھے کبھی نہیں دیکھیں گے، یہ بتمیز سی ماول سدھر گئی ہے۔ اللہ حافظ "

شائد یہ پہلا لمحہ تھا جب ماول کے الفاظ میں اسکی ایاد کے لیے محبت بولی تھی، کتنی مایوس اور اداس تھی وہ لڑکی، کسی کی محبت دھتکارنا تو الگ ہی درجے کا ظلم تھا ہی لیکن کسی کی مسکراہٹ چھیننا تو ظلم کبیرہ گردانا جاتا ہے۔

وہ یکدم زمین پر آگرا تھا، جسے جلانے کی کوشش کر رہا تھا وہی جلا کر راکھ کر چکی تھی۔

"ہر مزاق کی ایک سزا ہوتی ہے ماول"

وہ پھر سے جاتے جاتے رکی اور اچنبھے سے ایاد خان کے سپاٹ چہرے کو دیکھنے لگی۔

"تمہارے مزاق کی زیادہ سخت ہو گی"

وہ پھر سے بولا اور وہاں سے پلٹا لیکن ماول نے فوری پیچھے جاتے دوڑ کر اسکی راہ میں حائل ہوتے روکا۔

"کیا مطلب؟"

ماول ابجھی۔

"جلد پتا چلے گا تمہیں مطلب"

اسے راہ سے ہٹائے مزید اداس کرتا وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھا تو ماول بس آس سے اسے جاتا اور نظروں سے اوجھل ہوتا ہی دیکھتی رہ گئی۔

.._____..

"تم کہاں تھے سارا دن داران۔ اب آئے ہو وہ بھی صرف داریہ کو پک کرنے۔ ڈنر تو کر لو دونوں"

لگ بھگ چار بجے تک داران واپس آیا تو حمین سے ہی سامنا ہوا جسے اس نے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا، حمین اسے ساتھ لیے اندر داخل ہوا جہاں داریہ اور ایڈیٹیوی لاؤنچ میں بیٹھے کچھ بات کر رہے تھے جبکہ انیب گھر جا چکی تھی۔

داران پر نظر پڑتے ہی داریہ کا صبح والا غصہ دہکا، لیکن داران کی آنکھوں میں کوئی غصہ نہ تھا۔

"پھر کبھی، ڈنر حویلی ہی کریں گے۔ مجھے کچھ ضروری کام تھا بس سوچا آیا ہوں تو نمٹالوں۔ داریہ چلیں"

داران اسے ڈائریکٹ مخاطب کر رہا تھا تبھی داریہ کو چار و ناچار اٹھنا پڑا۔

"ہمم۔ بیگ لے کر آتی ہوں"

کہہ کر وہ کمرے کی طرف چلی گئی جبکہ ایاد بھی ٹھیک سے بیٹھا اور حمین نے بھی کچھ دیر داران کو زبردستی بٹھایا۔

"آنکھیں سرخ کیوں ہو رہی ہیں، کوئی الرجک ری ایکشن لگ رہا ہے"

حمین نے ہی داران کی آنکھوں کی سوجن نوٹ کی جسکی داران کو بھی خبر نہ تھی، لینز الرجک ری ایکشن تھا جو داران کو ہمیشہ لینزیوز کرنے پر ہو جاتا تھا۔

"جی شاید گرد چلی گئی ہے"

داران نے ٹالنے کی کوشش کی جبکہ دار یہ بیگ لے کر آتی مسکرا کر لالہ اور پھر ماموں سے ملی، داران تب تک اجازت لیے باہر نکل گیا۔

"خیال رکھنا اسکا، الرجک ری ایکشن ہوا ہے اسکی آنکھوں کو"

جاتے جاتے ایاد نے دار یہ کے کان میں کہا جس پر وہ رسان سے سر ہلاتی دونوں کو بائے کہے چلی گئی۔ جب تک پارکنگ میں پہنچی داران اپنی نظر والی عینک پہنے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالنے والا تھا جب دار یہ نے پاس آتے اسکو بازو سے پکڑ کر روکا۔

داران اسکی بے تکلفی پر مڑ کر گھورا۔

"میں ڈرائیونگ کر لیتی ہوں، تم کسی کھائی میں دھکیل دو گے کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ آنکھوں کو ریسٹ

اپنے بے تکلف عمل کی وضاحت دیے وہ اسکو پرے کرتی خود ڈائوننگ سیٹ سنبھالے بیٹھی جبکہ داران کو خود بھی ڈائوننگ کرنا مشکل لگ رہا تھا تبھی دل ہی دل میں داریہ کی فکر کھوجتے موصوف اکھڑے سے دوسری سمت سے آکر بیٹھے، دونوں نے سیٹ بیلڈ باندھا جبکہ داریہ نے تمام توجہ ڈائوننگ پر دی۔

"کیا ہوا ہے آنکھوں کو؟"

داریہ کے سوال پر داران نے گلاسیز اتار کر ڈیش بورڈ کی طرف رکھتے آنکھیں موند کر سیٹ زرا پیچھے کو بینڈ کی لیکن داریہ کے سوال کا جواب نہ دیا۔

"میں کچھ پوچھ رہی ہوں، اللہ نے سزا دی ہے۔ ڈیٹ کی۔۔۔ اور دیکھو نا محرم عورت کو۔ کیا بنا، لڑکی کی قسمت پھوٹی یا بچ گئی تم سے؟"

اپنے اندر کی جلن چھپائے نہ چھپ رہی تھی، داریہ کے سوالوں سے وہ بے آرام ہو رہا تھا۔

"خاموش ہو جاو داریہ"

بند آنکھیں کیے ہی منع کیا جبکہ داریہ نے جبرے بھینچتے لب اک دو بے میں پیوست کرتے سرسری سا اسے دیکھتے چہرہ سامنے کر لیا۔

"میں اس سے ملی تھی"

داریہ کو اس شخص کی چپ توڑنے کا بس یہی طریقہ سمجھ آیا لیکن داران نے کوئی جنبش نہ کی جیسے اسے اس لمحے کسی کی پرواہ نہ تھی۔

"اب کہاں گئی تمہاری غیرت، اس نے مجھے چھوا۔ بہت قریب تھا وہ میرے"

داریہ نے ستم پر ستم ڈھائے لیکن وہ اب بھی نہ ہلا، داریہ نے سرسری سا پھر گردن موڑی تاکہ اسکے چہرے کے تاثرات دیکھ سکے لیکن وہ چہرہ دوسری سمت پھیر چکا تھا، داران کو اپنی ہارٹ بیٹ اینارمل محسوس ہو رہی تھی۔

"داریہ! سٹاپ داکار"

وہ یکدم اسکی طرف پلٹا اور چلتی گاڑی کی پرواہ کیے بنا داریہ کے ہاتھوں میں موجود سٹیرنگ کو پکڑے بولا، داریہ کا غصہ فکر بنی، فوراسٹرک کی ایک طرف گاڑی لگاتے روکی، وہ اسکی تکلیف پر کہیں اندر سے ڈری۔

"آریو اوکے؟"

داریہ نے اسکی طرف پلٹ کر پوچھا جسکا چہرہ اور گردن یہاں تک بازو آہستہ آہستہ پسینے سے نم ہو رہے تھے اور شاید اسکے سینے میں درد بھی تھا جس سبب داران نے اپنے سینے پر ہاتھ جمار کھا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں، ڈونٹ ٹچ می"

اس سے پہلے داریہ انسانیت کے ناطے اسکی شرٹ کے دواپر والے بٹنز کھولتی تاکہ وہ سانس لے، وہ اسکا ہاتھ جھٹک کر لڑکھڑاتا ہوا گاڑی کا ڈور کھولے باہر نکلا، شوگر لیول لو تھا اور اسکی میڈیسن داران کے پاس ہمہ وقت موجود ہوتی تھی، داریہ نے جب دیکھا وہ کوئی ٹیبلیٹ لے رہا ہے فوری پاس رکھی پانی کی

بو تل اٹھائے خود بھی باہر نکلی اور داران کی طرف آئے رکی، وہ اسکی ٹیبلٹ نہیں دیکھ پائی تھی لیکن اندازہ ہو گیا کہ داران کو کیا ہوا، اس سے بو تل لیے منہ پھیر کر دو گھونٹ بھرتے لمبے لمبے سانس بھرے تو دو تین منٹ تک داران کی حالت سنورنے لگی۔

"آئی تھنک تمہارا شوگر لیول لو ہوا ہے،

- تمہیں کچھ کھالینا چاہیے۔ وہ سامنے شاپ ہے، کچھ کھانے کو مل جائے گا۔ کہو تو لا دوں؟"

وہ جیسی بھی خفا ہوتی، داران کو دیکھ کر بس پریشان تھی، داران نے گردن موڑے اسے جن ناراض نظروں سے دیکھا، داریہ آفر کرنے پر پچھتائی۔

وہ hypoglycemia پیشینٹ تھا، یعنی لو بلڈ شوگر، جبکہ داریہ اسکی حالت سے یہ جان چکی تھی۔

"کہا ہے ٹھیک ہوں، اور کوئی شوگر لیول لو نہیں ہوا میرا بلکہ تمہاری باتیں سن کر دماغ چکرا گیا تھا۔ چاہتی کیا ہو تم؟ کہ میں تم پر جاہلوں کی طرح چینخوں اور ہاتھ اٹھاؤں۔ یہ سب چھپانے والی باتیں تم کیسے بے شرمیوں کی طرح بتا رہی ہو، کیا سمجھ رکھا ہے؟ ہوں کیا میں؟"

کچھ سمجھ نہ آیا وہ کیسار د عمل دے کیونکہ دماغ واقعی تب سے سن تھا جب سے وہ فلورنس سے مل کر آیا تھا، اسے جان کر آیا تھا، اب داریہ پر چاہ کر بھی غصہ کرنا دو بھر محسوس ہو رہا تھا۔

"تم نے بھی تو ڈیٹ کا اعلان کیا تھا، میرا بھی فرض بنتا ہے تمہیں ویسی آگ لگاؤں۔ پھر بھی سوری۔ مجھے تمہاری طبیعت دیکھ لینی چاہیے تھی۔ بیٹھو ہمیں چلنا چاہیے"

وہ اسکے تیور تکتی بھاگنے لگی مگر داران کے پکارنے پر رکی لیکن پلٹ نہ سکی کیونکہ آنکھوں میں تکلیف ہی تکلیف تھی۔

"میں خود ڈائیونگ کر لوں گا، تمہارے کسی احسان کی ضرورت نہیں ہے"

داران نے اسکو پرے کرتے خود گاڑی میں بیٹھتے ہی سیٹ سنبھالی۔

"لیکن تم ٹھیک نہیں ہو"

داریہ نے اس سر پھرے کو سمجھانا چاہا لیکن ایسا گھورا کہ داریہ نے مزید کوئی منہ ماری نہ کی اور دوسری طرف آکر بیٹھ گئی۔

"دیکھو! خود تو مرو گے مجھے بھی مارو گے۔ مجھے چلا لینے دو"

داریہ نے ایک آخری بار اس دیوار سے سر پھوڑا۔

"کہا ہے ناں نہیں، خود مر بھی گیا لیکن تمہیں نہیں ماروں گا"

بے ربط ہی سہی پر وہ سلگ کر جو بولا اس سے ٹھیس سی داریہ کے دل تک پہنچی پر وہ کچھ نہ بولی بس منہ پھیر کر باہر کی جانب تگنے لگی کیونکہ داران کو دیکھتی تو خوا مخواہ دل جلتا۔

"اسے کچھ نہ ہو حویلی پہنچنے تک، ورنہ اسکی دادی نے مجھے زندہ زمین میں دفن کر دینا ہے"

داریہ نے دل میں سوچا اور داران کی سلامتی کی سارا رستہ بس عزتے جان کے منہ نہ لگنے کے سبب دعا مانگی۔

دو گھنٹے کا سفر ڈھائی تک مکمل کیے وہ حویلی پہنچے تو داران جب گاڑی سے نکلا تو اک لمحہ دھندلاہٹ سی آنکھوں کے سامنے آنے پر گاڑی کا سہارہ لے گیا جس پر داریہ فوراً سے اسکی طرف آئی مگر داران کی آنکھوں میں گریز دیکھتے کچھ فاصلے پر ہی رک گئی اور اسے تھا منے کو بڑھا ہاتھ بھی مٹھی بنا کر بھینچتے پیچھے کر لیا۔

"میرے بچے کرنے سے میرے اندر کا زہر تم میں ٹرانا سفر نہیں ہو گا بے فکر رہو، تمہارے اندر مزید زہر کو وصول کرنے کی ایسیلٹی نہیں ماہیر شاہ۔ خیر دشمنی اہنی جگہ لیکن داریہ کا دل ایسے معاملات میں بہت نرم ہے۔ گیٹ ویل سون"

وہ جیسے داریہ کے ہاتھ لگانے کو ممنوع جان رہا تھا، وہ یہ سب کہنے پر مجبور ہوئی، اسکی آنکھوں کی آس بھی خوبصورت تھی، وہ اس پر نرم نگاہیں جما کر مقابل کے حوصلے سے کھیل کر چلی گئی جبکہ داران ماہیر کو لگا وہ وقت سے پہلے ہمت ہار گیا ہو۔

دل تو پہلے ہی جگہ جگہ سے ادھر رہا تھا، یہ لڑکی پر سکون روح میں بھی شگاف ڈالتی جا رہی تھی۔
ڈنر پر سب موجود تھے سوائے داریہ کے اور داران کو رنگ برنگے کھانوں سے بھری میز بے رنگ، بے زائقہ اور بے رونق لگی، وہ جلدی ڈنر کیے اٹھ کر کچن ہال کی سمت گیا جہاں عامرا ایکسٹر چیزیں سمیٹ کر رکھ رہا تھا اور تبھی داران کی نظر کھانے سے سبھی پر پڑی۔

"داریہ نے کھانا کھایا ہے؟"

داران کے پوچھنے پر عامر فوری پلٹا۔

"جی کہہ کر گئی تھیں کمرے میں کھاؤں گی، میں بس دینے ہی جا رہا تھا"

عامر نے باقی کے کاموں کو چھوڑتے زرا گھبرا کر جواب دیا۔

"پہلے اسے کھانا دے کر آؤ پھر کچن سمیٹنا، سر درد کی ٹیبلٹ بھی لے جانا اسکے لیے۔ اور بعد میں مجھے

ایک کپ چائے بنا کر روم میں دے جانا"

داران کو خواہ مخواہ غصہ آیا کیونکہ ٹرے میں پڑا کھانا ٹھنڈا بھی ہو سکتا تھا، عامر نے فوری فرما برداری سے

ٹرے اٹھائی اور داریہ کے کمرے کا رخ کیا۔

داران کچن سے نکلا تو مایا کو دیکھتے بہت دقت سے مسکرایا۔

"سوری مایا آج بھی بات نہیں ہو سکی، ابھی بھی مشکل ہے، طبیعت بوجھل ہے۔ کیا کل پر رکھ لیں؟"

مایا کو ویسے بھی وہ تھکا ہوا لگا۔

"ہمم۔ لیکن میں تمہیں وہ سب سچائیاں کچھ شرائط پر بتاؤں گی۔ مجھے تم مایوس مت کرنا۔ میں تمہاری

اداسیوں سے بہت خوف کھاتی ہوں"

مایا نے دو سال کی چپ داران کی ناراضگی کے سبب توڑنے کا فیصلہ لے لیا تھا پر اب قسمت کو کچھ اور

منظور تھا۔

"کوشش کروں گا، شب خیر"

مایا کا ہمیشہ کی طرح پیار سے سرچومتے وہ پاس سے گزر گیا اور وہ آنکھیں نم کیے اسکو او جھل ہونے تک دیکھتی رہی۔

.._____..

چغتائی پیلس میں رات کے اس وقت خوشی و غمی کی ملی جلی کیفیت برپا تھا، رجاں کی آٹھ ماہ بعد واپسی خوشی اور شادی مرگ کی کیفیت مگر اسکا زخموں سے نڈھال ہو کر گیڈ کے باہر ملنا قیامت خیز۔

اسے فوری اسکے روم میں منتقل کرتے عاقب نے ڈاکٹر کو گھر ہی بلوایا جبکہ ماریہ چغتائی اور ثمن کی حالت رو رو کر خراب ہو چکی تھی، انیب نے ہی دونوں کو سنبھال رکھا تھا۔

رجاں بیڈ پر نیم جان پڑا زخموں اور تشدد کے سبب سسک رہا تھا جبکہ اسکی اس حالت کی وجہ ماریہ بخوبی بھانپ گئیں لیکن ثمن کی تکلیف لافانی تھی۔

ڈاکٹر نے آکر عاقب کا معائنہ وغیرہ کیا، کچھ پین کلرز دے کر نیند کی دوا دی تاکہ وہ صبح تک بہتر ہو جائے جبکہ جاتے ہوئے وہ سب کو رجاں کا خیال رکھنے کی تاکید بھی کر کے گئے۔

ثمن تو اسکے سرہانے سے اٹھنے کو بھی تیار نہ تھیں لیکن انیب نے جیسے تیسے کر کے دادو کو تسلی دی اور انکو تھوڑا سا ڈنر کروائے روم میں لے گئی جبکہ عاقب بھی ساری رات ثمن ممانی اور رجاں کے پاس ہی رہا، رجاں کی اچانک واپسی اور اس حالت نے عاقب کو کافی الجھا دیا تھا اور وہ اسکے ہوش میں آنے کا شدت سے منتظر تھا۔

وہیں داریہ نے بھی دوبارہ، داران سے کوئی بات نہ کی تھی، ڈنر کمرے میں کیا اور پھر سردرد کی گولی لیے سو بھی گئی، داران سے سویانہ جاسکا، تبھی فجر سے پہلے ہی وہ خانو اکبر کے ساتھ وادی سون گھومنے نکل گیا، جب دل میں خبس و گھٹن بڑھتی تو اسے چار دیواری میں سانس لینا مشکل لگنے لگتا۔

.._____..

رات ساری بیت گئی، اگلی دوپہر ایک بجے تک رجال کو کچھ ہوش آیا تو سرہانے بیٹھا عاقب دیکھائی دیا، وہ اس قدر بری حالت میں تھا کہ رات سے اب تک سکون پہنچاتی دواؤں کے باوجود اس سے کچھ بولنا محال تھا، ماریہ صاحبہ سکول جا چکی تھیں جبکہ انیب اور ثمن کچن میں تھیں تاکہ رجال کے لیے کچھ پرہیزی بنالیں۔

"کس نے کیا تمہارے ساتھ یہ رجال؟"

عاقب نے پہلو سے اٹھتے احتیاط کے سنگ رجال کو بیٹھنے میں مدد کرنے کے بیچ غصے سے پوچھا جو رجال کی حالت کرنے والے پر تھا۔

"جلاد نے، اسکا نام پورے Moscow (رشیا کا کریمینل شہر) میں خوف سے لیا جاتا ہے، پچھلے ایک ماہ سے میں کسی کی قید میں تھا عاقب، کچھ یاد نہیں ہے لیکن میرے جسم میں ایسی تکلیف تھی جیسے کانٹے پر ہوتی ہے۔ آٹھ ماہ پہلے بھی نیویارک میں اس آدمی نے مجھے بہت مارا تھا، بیس دن ہسپتال میں پڑا رہا، اور پھر ماسٹر گریول کے لوگوں کو جب پتا چلا میں حمید چغتائی کا بیٹا ہوں تو وہ مجھے گارڈین بن کر لے گئے۔ وہ

کہہ رہا تھا اسی نے ڈیڈ کو مارا ہے۔ وہ داریہ کا عاشق لگتا ہے، کیونکہ دونوں بار اس کتے نے میری یہ حالت داریہ کی وجہ سے کی۔"

اٹک اٹک کر سانس رکنے کے باوجود رجال نے جب یہ سب بتایا، عاقب نے ایک ہی جھٹکے سے رجال کا گریبان دبوچا، کیونکہ بات یہاں داریہ کی تھی۔

"کیا واقعی کچھ کیا تھا تو نے آٹھ ماہ پہلے داریہ کے ساتھ۔۔۔۔۔ بول کتے۔۔۔۔۔ ہر اس کیا تھا یا۔"

عاقب نے سارا رحم اک طرف کیا تو رجال بھی خوفزدہ ہوا۔

"میں نے اسے سیدھی سی آفر کی تھی اپنا آپ مجھے سونپنے کی، ویسے بھی وہ بدنام تھی، سوچا مزے لے لوں تھوڑے، پیسے دے دیتا اسے، جسکی وہ بچپن سے بھوکی ہے۔"

رجال کی باتیں سنے عاقب نے اسکی گردن دبوچتے واپس تکیے پر پھینکا اور سر کے بالوں میں ہاتھ پھیرتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"کس قسم کا غلیظ ہے تو رجال، یہ تو سوچ لیتا وہ ہماری بچپن کی دوست ہے۔ ساتھ پل بڑھی تھی۔ ابھی بھی وقت ہے واپس لوٹ آو نہ ماموں کی طرح بے موت مر جائے گا اور کوئی تیری لاش پر ماتم بھی نہیں کرے گا۔ داریہ تیری ہی تلاش میں ہے، غلطی سے بھی اسکے سامنے مت جانا ورنہ تجھے جیتے جی زمین میں گاڑ دے گی۔ پیسے کی بھوکی نہیں ہے وہ، بکو اس دوبارہ نہ کرنا ایسی، گھن آرہی ہے تجھ سے،

مردود"

عاقب زیر لب گالیاں بکتا غصہ و عتاب نکالتا کمرے سے نکل گیا جبکہ رجال ڈھیٹ بنادرد کے باوجود ہنس پڑا۔

"جلاد؟ آخر کون ہے یہ۔ داریہ کو کس کس سے چھینوں گا آخر۔ پہلے وہ داران اب یہ جلاد۔ کچھ بڑا پلین کرنا ہو گا عاقب۔ اس رجال کو تو کیڑے پڑیں، چغتائی خاندان کی عزت مٹی میں رول دی ہے باپ بیٹے نے۔"

عاقب کو اس وقت صرف اپنی فکر تھی، وہ رجال کے تمام مکرو دھندے جانتا تھا لیکن عاقب جتنا برا ہو جاتا کسی جرم میں نہیں پڑا تھا، اسے بس داریہ کا جنون تھا لیکن وہ بھی کھوکھلا، کیونکہ وہ دن دور نہیں تھا جب قسمت عاقب موہان کی آزمائش بھی طے کر دیتی، تب ایسی ٹھوکر لگنی تھی کہ اسے سب صاف دیکھائی دینے والا تھا۔

.._____..

حمین اور سدرہ بھی آج صبح سے خوشاب کے لیے نکل چکے تھے، ایونٹ بہت اچھا گیا، ایون سوچ سے بڑھ کر، مصروفیات کے سبب مایا بھی اپنی الجھنوں سے نکلی رہی۔

ایاد سارا دن گھر ہی رہا، ماول کے سزا کو سوچتا رہا، داران شام ہونے کے باوجود واپس حویلی نہ آیا، نہ داریہ کمرے سے نکلی، اسکے روم کی بالکونی سے سرد ہوائیں اور نمی وارد ہوتی رہی، شاید وہ بھی کہیں دل سے اداس تھی۔

سمجھ نہ پار ہی تھی دل و دماغ الگ الگ سمتوں میں کیوں سفر کر رہا ہے۔

حسب وعدہ ایونٹ کے بعد حمین اور مایا کیفے گئے، زیادہ رش نہ تھا، وہ بلیک کرتی شلواری پہنے گرے ایمبر اڈری والا دوپٹہ شانوں پر اوڑھے، ہیلز پہنے آج بھی بہت خوبصورت لگ رہی تھی لیکن اسی حساب سے حمین چوہان جیسے بارعب آدمی کے سامنے بیٹھ کر کمفرٹیبل نہ تھی۔

ایونٹ کے سبب حمین بھی آج کچھ الگ اور اچھی تیاری کے سنگ ڈیسنٹ و سوبر تو لگ ہی رہا تھا، اسکی آنکھوں میں مایا کبیر کے لیے جو اضافی عقیدت و پسند رقصاں تھی وہ مایا کے اطراف اک نادیدہ حدت حائل کیے ہوئے تھی۔

"اس دن مجھے پہلے تو لگا آپ ناراض ہو گئی ہیں، لیکن آپکے پیغام نے دل کو ڈوبنے سے بچا لیا۔ تھینک یو میرے ساتھ آنے کے لیے"

مایا پر ہوتا تو شاید ان کے بیچ کوئی بات نہ ہو پاتی تبھی یہ ملاقات ادھوری رہنے کے ڈر سے حمین نے خود ہی بات شروع کی جس نے اپنے لیے سٹرونگ سی کافی آرڈر کی تھی۔

"مجھے خوشی ہوئی، وہ سب میری نیچر ہے۔ بعد میں سوچا کہ شاید کچھ بد تہذیبی کر گزری ہوں، فوراً سے میسج کر دیا"

خود بھی بااعتماد ہوتے وضاحت دی تو حمین نے دلچسپی سے مایا کے چہرے کو دیکھا۔

ان گہری نگاہوں کی تپش کسی بھی عورت کو متاثر کر سکتی تھی، جب مرد کسی کے لیے جھکنے لگتا ہے تو اظہار کی شروعات آنکھوں سے ہوتی ہے۔

مایا کو ہر طرح کی نظروں کا مفہوم پتا تھا، جانتی تھیں کن آنکھوں میں شر ہے اور کن میں خیر۔
"آپ کنزرویٹو سی لگتی ہیں مجھے؟ کیا میرا اندازہ درست ہے؟"

حمین نے کافی کا سیپ بھرے پر سکون سے متبسم انداز میں پوچھا، پہلے تو وہ گھبرائی پھر سر ہلائے مسکرائی۔

"میں لوگوں میں گھلنا ملنا پسند نہیں کرتی، مجھے ڈر لگتا ہے۔ ایک لڑکی کو اسکا شوخ ہونا بہت نقصان دیتا ہے مسٹر حمین"

ناچاہتے ہوئے بھی وہ اپنی اصل کیفیت کہہ گئی لیکن بعد میں خود کو ملامت بھی کی کیونکہ حمین کی آنکھوں میں پھیلی فکر اسکے لیے اچانک بہت معتبر ہو گئی۔

"ہمم۔ آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ لیکن اپنے اندر کی شوخی کو اس ڈر سے ختم کرنا بھی مسئلے کا حل نہیں۔
ویسے اگر آپ میری دوست بنتی ہیں تو میں آپکو ہنسنے ہنسانے پر دوبارہ لگا سکتا ہوں"

وہ تھوڑا جان بوجھ کر بے تکلف ہوا۔

مایا کو دوستی پر غصہ سا آیا۔

"دوستی نہیں کر سکتی، مجھے نہیں پسند یہ سب۔ دیکھیں مسٹر حمین میں نہیں جانتی آپکے مجھے یوں انوائیٹ کرنے کے پیچھے کیا سبب ہے لیکن میں ایک بات صاف صاف بتانا چاہوں گی کہ میں کسی ری لیشن میں نہیں پڑنا چاہتی۔ اگر تو آپ ایسا کچھ سوچ رہے ہیں تو یہیں رک جائیں پلیز۔ آپ قابل عزت ہیں، مجھے آپکے ساتھ کام کرتے سیوفیل ہوتا ہے لیکن اس سے زیادہ مزید کچھ نہیں ہے۔ پلیز برامت منائیے گا"

وہ اسکے یکدم گھبرا کر یہ سب بولنے پر خود بھی پریشان ہوا، لیکن خوشی بھی ہوئی کہ وہ عام لڑکیوں جیسی نہیں، حمین جانتا تھا وہ پھر ناجانے کب اسے یوں ملے تبھی کوشش کرنے کا فیصلہ لیا کہ اس لڑکی کو بتا سکے دل کی بات۔

"اگر وہ ری لیشن نکاح کا ہو پھر بھی نہیں؟"

حمین ایسا سوال کرے گا مایا کے وہم و گماں میں بھی نہ تھا تبھی وہ سر تا پیر ٹھنڈی پڑ کر رہ گئی۔

"نکاح؟ یہ کیسا مزاق ہے۔ آپ مجھ سے بہت بڑے ہیں مسٹر حمین۔ یہ ناممکن ہے"

مایا نے فوراً سے انکار کیا لیکن حمین ایسے جواب کی ہی امید میں تھا۔

"آپ کا اعتراض برحق ہے مایا، لیکن مجھے آپ پسند آگئی تھیں تو سوچا بات دل کی دل میں رہ گئی تو آخری سانس تک تنگ کرے گی، اس گستاخی کے لیے معاف کر دیں۔ ٹھیک ہے میں دوبارہ کام سے کام ہی رکھوں گا۔ آپ کو پریشان نہیں کروں گا۔ یوڈیزرو بیٹر"

اسکے انکار کا احترام کیے حمین چوہان نے اپنی کہانی چند لمحوں میں ختم کر دی اور توجہ بھی مایا سے ہٹالی کیونکہ اسکے پاس سرے سے اب ایسا کوئی حق نہ تھا۔

کچھ لمحے تو دونوں چپ رہے، مایا کے لیے یہ مشکل تھا لیکن اب اس سے دو بھر حمین کی پھیری نظروں کو سہنا تھا، کسی کو چاہ بیٹھنے کی خطا بے اختیار ہوتی ہے، اور شاید اس کہانی میں وہ دونوں ہی مجرم تھے۔

"تبریز بھائی جان نہیں مانیں گے نہ داران، انکو آپکی عمر کا ایشو ہو گا"

بہت ہمت کیے مایا نے آخر بیچ کی خاموشی توڑی، حمین نے نظر پھیر کر مایا پر ڈالی جسکی نظر جھکی تھی اور وہ بے چین دیکھائی دی۔

"آپکو بھی ہے؟"

حمین کے سوال پر وہ چشمان اٹھے، عارضوں پر انکار کا پیلا پن اتر ا۔

"نہیں"

پھر سے نظر جھکی، اور یہیں حمین چوہان کا دل بھی اس لڑکی کے لیے تا عمر کے لیے جھک گیا۔

"ان دو کا اعتراض اگر دور کر دوں تو ہو جائیں گی میری؟"

ناجانے کیا تھا اس شخص کے لہجے میں کہ مایا کے پاس اقرار کے سوا کچھ نہ بچا۔

بس آنکھوں کے گوشے کسی کی اتنی تڑپ کے آگے بھیگ گئے۔

"آپ نے ن۔۔ نکاح کا کہا ہے بس"

وہ اپنے ٹوٹے لہجے کو مضبوط نہ بنا سکی، کوئی تکلیف تھی جس نے مایا کا دل جکڑ رکھا تھا۔
"سمجھ گیا، میری نہیں ہوں گی لیکن نکاح کے لیے رضامند ہیں۔ مجھے منظور ہے لیکن دوست تو بنیں گی
ناں؟"

وہ کیسے اسکی اتنی ذاتی خواہش سمجھ گیا ہے، مایا کا دل تڑپ اٹھا۔
"جی"

فوری کہہ کر نظر چرالی لیکن اسکی جی، میں حمین کی زندگی کا سارا سکون پنہاں تھا۔
اور اب حمین اس وادی سون میں آیا تھا تو بناداران اور تبریز کا اعتراض ختم کیے جاتا ایسا اسے کہاں
زیب دیتا تھا۔
دونوں کے بیچ پھر سے خاموشی حائل تھی لیکن اب وہ فسوں خیز تھی۔

.._____..

وہ شام گئے لوٹا تھا، مرغابیوں کا شکار کیے جنکو آج روسٹ کر کے کھانے کا بہت دل تھا، عامر کو کام پر
لگاتے وہ کچن سے نکلا تبھی بابا کی کال پر فوری پک کیے فون کان سے لگائے شاہ حویلی سے باہر نکلنے بڑھا۔
"حمین آرہے ہیں حویلی میں، کسی خاص مقصد کے لیے۔ آپ فردوس کو کہیے ڈنر میں انکا فیورٹ افغانی
ہلاو بنوالیں"

بابا کا حکم بجا پر حمین کے آنے کا خاص مقصد ضرور داران کو ٹھٹکنے پر مجبور کر گیا۔

"خاص مقصد! سب خیریت ہے بابا سرکار۔ وہ سو بار آئیں، داریہ سے ملیں لیکن مجھے خاص مقصد پر آپکا دیا زور کچھ سمجھ نہیں آرہا"

داران نے لان کے آغاز میں قدم رکھنے کے بیچ الجھ کر پوچھا۔

"ٹھیک ہے تو سنیں! وہ مایا سے نکاح کی خواہش کے سنگ آرہے ہیں۔ ابھی بس ہم سے اجازت لینے آنا چاہتے ہیں۔ اور پھر جب اجازت ملی تو کچھ دن تک سادگی سے نکاح ہوگا۔ مایا سے وہ اجازت لے چکے ہیں اور یقین مانے خوشی سے ہمارے پیر زمین پر نہیں لگ رہے ماہیر۔ زرشہ نے مایا کو ہماری امانت بنایا تھا، اور اگر مایا کو ہمارے حمین مل گئے تو سمجھیں وہ ایک خوبصورت زندگی پالیں گی"

یہ سب بھلے بہت اچانک تھا لیکن داران کے ہونٹوں پر رقص کرتی مسکراہٹ بتا رہی تھی وہ خود بھی مایا کے لیے کسی ایسے باکمال شخص کو ہی چاہتا تھا۔

اپنے کمرے کی بالکونی میں کھڑی داریہ نے جب مسکراتے داران کو لان میں ٹہلتے دیکھا تو سارے دن کی گھٹن لمحے میں اس شخص کو ٹھیک دیکھ کر ختم ہو گئی۔

"(مایا نے مجھے کیوں نہیں بتایا، بہت بری ہیں۔) میں کہہ دیتا ہوں فردوس آپا کو۔"

داران نے اول جملہ سوچتے بابا سے اجازت لی جبکہ مایا کو وہیں لان کی سمت آتا دیکھے داران نے زرا غصے والا تاثر چہرے پر جب لایا تب داریہ بھی ٹھٹکی۔

"کتنا ماہر ہے نہ یہ تاثرات بدلنے میں، کیا بل آجاتا اسکا اگر مسکراتا رہتا"

دار یہ کو اسکے چہرے کی مسکراہٹ غائب ہونے پر الگ ہی الجھن ہوئی لیکن وہ دونوں خالہ بھانجے کی باتیں نہیں سننا چاہتی تھی تبھی اپنے روم میں واپس چلی گئی۔

"داران! مجھے کچھ بتانا ہے تمہیں"

مایا کی بے قراری، داران کی سنجیدگی دیکھے پریشانی بنی۔

"حمین چوہان کب سے اچھے لگنے لگے آپکو؟ کیسے جانتی ہیں آپ انھیں مایا۔ وہ تو یہاں رہتے بھی نہیں ہیں۔"

مایا کے چہرے کا رنگ بدلا، تو گویا وہ سب خبر پا چکا تھا، داران کا تفتیشی انداز کسی کو بھی سٹپٹانے پر مجبور کر سکتا تھا پھر مایا تو تھی ہی بھولی بھالی۔

مایا نے ڈرتے ڈرتے اسے گزشتہ چند دنوں کا سارا احوال سنایا، جبکہ مایا اتنی آسانی سے کسی کی اسیر ہو جائے گی یہ داران کے لیے حیرت کا جھٹکا تھا۔

"اوہ! تو دو ملاقاتیں اور چند فون کالز، آپ تو بہت جلدی سیٹ ہو گئیں یار۔ اور ایک میں بچارا پچھلے دو سالوں سے آپکے لیے کوئی مسٹر پر فیکٹ ڈھونڈ ڈھونڈ تھک گیا۔ آپ تو شادی سے کتراتی تھیں، گھبراتی تھیں۔ پھر یکدم ہاں اوپر سے اتنے میچور انسان کو چوز کر لیا۔ آئی مین عمروں کا فرق اگر مشکل بنا تو؟ وہ بہت اچھے اور ڈیسنٹ انسان ہیں۔ ذمہ داریوں میں اپنا اچھا وقت گنوا دیا، لیکن آپ کو نہ سنبھال سکے تو میرے دل سے اتر جائیں گے"

داران نے ہر طرح سے مایا کو کریدا، وہ لمحہ بھر کچھ بول ہی نہ سکی، اٹھارہ سال بڑا تھا وہ مایا سے۔

"وہ جب داریہ اور ایاد کو سنبھال سکتے ہیں تو مجھے کیوں نہیں؟ مجھے وہ بہت اچھے لگے ہیں۔ مجھے آجکل کے لڑکوں میں ویسے بھی کوئی دلچسپی نہیں ہے، نہ میرے کوئی اونچے خواب ہیں۔ میں یہاں سے جانا چاہتی ہوں داران"

وہ آخر تک جیسے آنکھوں کو نم کیے سک اٹھی داران نے اسے خود سے پیار سے لگایا، آخر کو وہ اسکی دوسری ماں اور سہیلی تھی، اسکے رخصت ہونے کی سوچ داران ماہیر شاہ کا دل بھاری کر رہی تھی۔

"تو اصل وجہ یہ ہے، مایا۔ میں کیسے رہوں گا آپکے بنا۔ آپ نے مجھے چھوڑ کر جانے کا فیصلہ کر ہی لیا۔ ویسے نہیں تو ایسے ہی سہی۔"

وہ اسکی آواز میں ڈھلی اداسی پر اسکے حصار سے سہم کر نکلی۔

"میرے جانے میں ہی بھلائی ہے، تم تو مجھے سمجھتے ہو۔ تھک گئی ہوں۔ پلیز"

وہ جانے کس تکلیف سے بھاگ رہی ہے، داران کو سوچ کر دگنارنج ہوا۔

"سہی! پھر جانے سے پہلے بتا کر جائے گا کہ کس وجہ سے یہاں سے جانے کو تڑپتی رہی ہیں، میں ورنہ

آپکا ہاتھ پکڑ کر خود سے باندھ دوں گا مایا۔ میری الجھنیں سلجھانے میں مدد کریں"

وہ اس سے زبردستی نہیں کرنا چاہتا تھا جبکہ مایا میں ہمت آپچی تھی کہ وہ اسے اب سارے سچ بتادے۔۔

"وعدہ کرتی ہوں بتا کر اور سب سلجھا کر جاؤں گی، لیکن یہ بھی یاد رکھنا تمہارا سکون اجڑ جائے گا"

وہ اسے ڈرانانہ بھولی جس پر داران گہرا دلسوز مسکرایا۔

"پہلے کیا آپکو میں سکون میں لگتا ہوں، جائیے تیار ہو جائیں آپکے حمین صاحب ڈنر پر آرہے ہیں آپکو مانگنے۔ مجھ سے چھیننے"

ناچاہتے ہوئے بھی وہ آخر تک سلگا جس پر مایا بھیگی آنکھوں سمیت اسکی گال سہلاتی ہنس دی اور حویلی کا رخ کر گئی۔

دار یہ واپس بالکونی میں آئی تو داران کو اکیلا دیکھے فوراً سے واپس کمرے میں گئی اور پچھلے احاطے کی سمت سے سیدھی لان میں چلی آئی۔

"سنو!"

دار یہ کی پکار پر وہ بھی جو مایا کے پیچھے ہی جانے والا تھا، حیرت کے سنگ پلٹا، گھٹنوں تک آتی ہاف وائیٹ کرتی اور تنگ براؤن جینز کے ہمراہ شانوں کے اطراف اوئی سامٹی دوپٹہ لپیٹے بال کھولے ہوئے دار یہ دیکھائی دی، پورا دن آرام کیے وہ کافی تروتازہ لگ رہی تھی۔

"یہ کیا طریقہ ہے کسی کو بلانے کا؟"

وہ بلاوجہ بگھڑا۔

"جان کہوں کیا یا جان من"

سلگتی مسکراہٹ لبوں پر سجائے وہ زچ کرتی قریب آرکی۔

"اپنی حد میں رہو"

داریہ کی مسکراہٹ اور بے تکلفی دونوں داران کے سینے میں کھب گئیں۔

"اپنی حد میں ہی رہتی ہوں، کہنے کی ضرورت نہیں۔ بس انسانیت کے ناطے فکر ہو رہی تھی۔ اب طبعیت کیسی ہے تمہاری؟"

وہ لڑنے کے بجائے نرم لہجے میں بولی، داران کی آنکھیں پہلی والی دلکشی کے سنگ دیکھائی دیں اور وہ خود بھی پر سکون لگا۔

"کچھ نہیں ہو امیری طبعیت کو، تمہاری ہمدردی کی تو قطعاً ضرورت نہیں ہے"

وہ روڈ ہوا کیونکہ ابھی بھی وہ اسکے نزدیک مشکوک تھی۔

"اک بات کہوں ماہیر شاہ! کبھی کبھی انسان اتنا اکیلا کر دیا جاتا ہے کہ اسکے پاس حال پوچھنے کو کوئی دیوار بھی نہیں بچتی۔ تو میرا مشورہ ہے کہ ایسی بے لوث اور بے مطلب فکر ملے تو چپکے سے سنبھال لینی چاہیے، برے وقت میں تسلی و آرام بنتی ہے۔ میرا تم سے کوئی مطلب یا غرض نہیں ہے، سو میں کبھی اگر تمہارا حال پوچھوں تو اسے معمولی مت سمجھنا"

وہ اسکے بے حس رویے پر تھوڑی مایوس ہوئی، حال پوچھنا تو اسکے نزدیک ایک نیکی تھی اور داران کا رویہ ایسا تھا کہ وہ آئندہ یہ نیکی کرنے کا رسک نہیں لینا چاہتی تھی۔

"کیا تم ایسی اکیلی پڑی ہو کبھی"

وہ نہ تو ماہیر سے نرم لہجے کی توقع کر رہی تھی نہ نرم سوال اور اداسی کی تبھی دو قدم اسکے قریب چلی آئی، جب جب وہ اسکے اتنے قریب آتی اسے کوئی حفاظت کا الوہاسا احساس گھیر لیتا، وہ اپنائیت کی ریز محسوس کرتی، اسے داران سے اجنبیت یا بے چینی محسوس نہ ہوتی، وہ ایسا سوچتی جیسے خود ہی کے پاس آگئی ہے۔

"بہت بار، بلکہ بہت زیادہ بار۔ اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ لالہ اور ماموں نے مجھے کبھی اکیلا پڑنے دیا۔ بس میرا نصیب سمجھ لو، نصیب کے دکھ اٹھانے پڑتے ہیں۔ تم جتنا ہرٹ کرو گے میں حساب ضرور لوں گی کیونکہ مجھے زندگی نے پیچھے ہٹنا یا ڈرنا نہیں سیکھنے دیا۔ لیکن کبھی کبھی انسانوں کی طرح حال احوال جاننے کی کوشش کرو گے تو تمہیں الگ داریہ ملے گی، جو تمہاری امان کی قدر دان ہے اور اس نکاح کو ویلو دیتی ہے"

وہ نرم پڑا تو وہ دگنی ملائم ہو گئی، وہ فلورنس کے اسی روپ سے تو ڈرتا تھا، کہ کہیں اسکے عشق میں نہ پڑ جائے، جو جذبات محبت کے سانچے میں نہ ڈھل پائیں وہ عشق کے قالب میں ٹھیک فٹ آتے ہیں، وہ داریہ زمیل خان کی عادت سے ڈرتا تھا، اسکا عاشق بن جانے سے خوف کھاتا تھا۔

"مجھے نہ تو تمہارا حال احوال جاننے کی ضرورت ہے نہ اپنا بتانے کی، انسانیت کی توقع تو رکھنا ہی مت۔ خیر کام کی بات کرتے ہیں۔ جب تک تم امان میں ہو میرے ساتھ کچھ دن آفس جوائن کرو۔ اکیچولی کچھ دنوں میں ہمارے ترکش پارٹنر پاکستان آرہے ہیں، بابا سرکار کے دوست بھی ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اگلا

ڈریم پر اجیکٹ وہ مجھے ہم دو سے مل کر ایز آ میرج گفٹ دیں۔ کیونکہ امان پروردگی کی وہ لوگ بہت قدر کرتے ہیں، اس حوالے سے میں بہت ہائی ہو گیا انکی نظروں میں۔ وہ یقیناً تم سے ملنا چاہیں گے تو اپنے آنے والے دو ہفتے فری رکھنا۔ جب تک وہ یہاں رہیں گے تم میرے ساتھ آفس جاو گی بعد میں بھلے مت جانا۔ پہلے اس لیے بتا رہا ہوں تاکہ تم شور ٹس کا بہانہ نہ کر سکو"

وہ اسکے اول دو جملے سنے واپس زہریلی ہوئی جبکہ آفس کا بورنگ کام سنے بے دل ہوئی۔

"تو اب ان پر بھی جھوٹا ایمپریشن ڈالنا چاہتے ہو۔ ہاں بھئی بزنس بھی تو چمکانا ہے۔ امان پروردگی کے بھیس میں اپنے اچھے فائدے نکال رہے ہو ماہیر شاہ۔ چلو یہ بھی کر لو، کیا یاد کرو گے کوئی داریہ آئی تھی تمہاری زندگی میں۔ بتا دینا چلی جاؤ گی تمہاری پیاری بیوی بن کر"

طنزیہ لب و لہجے میں کہے وہ یہاں آنے پر ملامت کرتی پلٹی مگر داران نے بازو سے دبوچ کر لہراتے ایک ہی جھٹکے سے اپنے سامنے کیا۔

وہ سنہری آنکھیں آگ کی طرح جل رہی تھیں، تپش چھوڑ رہی تھیں، داران کی گریٹیش بلو آنکھوں میں دھنس رہی تھیں۔

"ٹھیک ہے تم انکو میری اصلیت بتا کر برباد کر دینا، لے لینا بدلا داران ماہیر شاہ سے، بہت ظلم جو ڈھا رہا ہوں تم پر"

وہ اسے سیدھا سیدھا اکسار ہاتھا، داریہ کو اسکی دماغی حالت پر بھی اب کے شبہ ہوا۔

"اتنا گرا ہوا سمجھتے ہو داریہ کو؟"

وہ اسکی گرنیش بلو آنکھوں میں دیکھتی اسکی منفرد خوشبو سے ڈسٹریکٹ ہوئی جو حواسوں پر سحر کی مانند حاوی تھی۔

اس شخص کے جسم کے اک اک گوشے سے اسکی اپنی خوشبو اٹھ رہی تھی، داریہ کہاں کہاں سے دامن بچاتی۔

"میں تمہیں کیا سمجھتا ہوں یہ بھی تم نہیں جان پاؤ گی داریہ خان، دیکھیں گے اسی دن کہ تم واقعی وہی ہو جو میں سمجھتا ہوں یا کچھ اور ہو۔"

وہ اسے اتنے قریب سے الجھا رہا تھا، وہ اسکے ہلتے ہونٹوں کو چھو کر نکلتی گرم سانسوں کی تپش لب و رخسار جھلستی محسوس کیے پیچھے کو سرک رہی تھی پر وہ گرفت بہت مضبوط تھی۔

"عجیب ہو تم، پلینز چھوڑو مجھے۔ ایک بتمیز لڑکی کو اپنے اتنے قریب نہیں لاتے، وہ کاٹ بھی سکتی ہے" داران نے اسکے دھمکانے پر جھٹکے سے داریہ کو آزاد کیا، داریہ کو اسکی گھبراہٹ اچھی لگی۔

"خود کو فضول کہنا بند کرو، سمجھ کیوں نہیں آتی تمہیں میری بات"

اسے غصہ کرنے پر داریہ گہرا مسکرائی۔

"ماہیر شاہ! میں جب تک تمہارے نکاح میں ہوں اس سے تو کیا کسی میل ایکٹر کے قریب بھی نہیں جاؤں گی نہ کسی کو سوچوں گی، یہ تمہارا حق ہے جو تمام تردشمنی کے میں تمہیں بنا ملاوٹ کے دوں گی۔"

اتنی امانت دار ضرور رہوں گی تمہاری کہ میرا حال صرف ایک مرد کے گرد گھومے، یعنی ماہیر شاہ، اپنے ماضی اور مستقبل کی گارنٹی نہیں لوں گی، وہ گندامیلا جیسا بھی ہے میری قسمت ہے جسے میں نہ بدل سکتی ہوں نہ بدلنا چاہوں گی۔ میں اپنے کام سے ایک ماہ کا بریک لے رہی ہوں، امید ہے اس بیچ سب ٹھیک ہو جائے گا اور میں بحفاظت تمہاری امان سے نکل جاؤں گی"

داران کے پاس کچھ کہنے کی تو دور سانس کھینچنے کی بھی ہمت نہ رہی، وہ لڑکی ایسا کرتی تو جلد داران کو اپنے قدموں میں جھکا ڈالتی لیکن اسے خبر ہی کہاں تھی کوئی اسکے کردار کی سچائی کا عاشق ہو چکا ہے، اب سے نہیں آٹھ ماہ سے الجھ رہا ہے اپنے دل و دماغ سے۔

"جس سے محبت ہو اسے سوچے بنا تو دوسری سانس نہیں آتی، تمہیں کیسے آئے گی پھر؟"

اسکا ہاتھ دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر یونہی دوست کی طرح پوچھنے لگا پر لہجے میں زہر انڈیلنا نہ بھولا، داریہ کی ساری توجہ تو داران کے ہاتھ کی جانب تھی جس سے وہ داریہ کی ہتھیلی انگلیوں کی پوروں سے دبا رہا تھا اور داریہ کو بہت سکون مل رہا تھا۔

"میں ایک ماہ پھر سانس ہی نہیں لوں گی یہی سمجھ لینا تم، لیکن داریہ منافق نہیں ہے نہ کبھی تم مجھے ایسا سمجھنا۔ مجھے جب دنیا بد کردار، بدنام رسوا کہتی ہے تو مجھے کچھ فیمل نہیں ہوتا، لیکن مجھے اس منافق نامی

لفظ سے بہت ڈر لگتا ہے ماہیر شاہ۔ یہ میرے لیے موت سے بھی بھیانک لفظ ہے"

وہ اس سے ہاتھ چھڑوا گئی مقصد داران کی توجہ ہاتھوں سے ہٹا کر اپنی آنکھوں پر ڈلوانا تھا۔

وہ داریہ کے ہر درد کو مٹانا چاہتا تھا، پر ناجانے کیوں پل پل بڑھا رہا تھا۔

"میں ایسا کچھ نہیں سمجھتا، وہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے"

داران نے بیچ کا فاصلہ سمیٹا ورنہ وہ اسے اس قدر چاہیے تھی کہ داران خوفزدہ تھا کہ یہ فاصلے کھڑے کھڑے ہی ختم نہ کر بیٹھے۔

"میرا ذاتی معاملہ فی الحال یہ امان اور تم ہو ماہیر شاہ"

وہ اسے ملائم لہجے سے لاجواب اور بے بس کر گئی۔

"حمین چوہان ڈنر پر آرہے ہیں، مایا کا ہاتھ مانگنے۔ جا کر تیار ہو جاؤ۔ فضولیات ہانکنے سے پرہیز کرو، بتمیز ہی ٹھیک لگتی ہو تم"

جلدی سے کہہ کر وہ داریہ کو حیرت میں دفن کرتا وہاں سے پھر بھاگ گیا جبکہ داریہ ماموں کی اس ہمت پر پھولوں کی طرح کھل گئی لیکن اصل میں اسکے کھلنے کی وجہ داران ہے یہ ابھی وہ خود بھی کہاں جانتی تھی۔

.._____..

"رجال کے زیادہ قریب بھٹکتی نظر مت آنا"

انیب کچن سمیٹ رہی تھی جب عاقب کافی بنانے کے بہانے آیا اور اسکے قریب عقب میں رکتے پھنکارتی ہوئی سرگوشی کی۔

"کیوں رجاں بھائی کرٹ مارتے ہیں؟"

انیب بپھر کر مقابل ہوئی جیسے چیر پھاڑ دے گی۔

"وہ کسی کا بھائی نہیں ہے، میرا کام تھا تمہیں سمجھانا۔ تم مجھے بہت زہر لگتی ہو لیکن بہر حال اس گھر کی عزت ہو"

ناچاہتے ہوئے بھی وہ اپنے لہجے میں اتر آتی سچائی جھٹلانہ سکا، کتنے ہی لمحے انیب اسے حیرت سے دیکھتی ہی گئی، پھر ڈر لگا کہیں پگھل نہ جائے تو فوراً منہ پھیر گئی۔

"تمہاری عزت تو نہیں ہوں، پھر فکر بھی مت کرو"

سلگ کر طنز کیا گیا۔

"اس گھر کی عزت میری عزت ہے، جو بکو اس کی ہے میں نے اس پر عمل کرنا اور نہ جان لے لوں گا تمہاری"

اس پر رعب جھاڑتے غرا کر کہتا وہ انہی پیروں کچن سے نکل گیا جبکہ انیب کی آنکھوں میں ناچاہتے ہوئے بھی نمی اتر آئی۔

اب تو اسے ایسا دلالہ کے ساتھ مل کر منگنی کا ڈرامہ ہر صورت کرنا ہی تھا۔

.._____..

آخر کار حمین نے بازی جیت لی، جسے منانے آیا تھا وہ دل و جان سے حمین کی خواہش پر راضی تھے۔

عزیزے جان کچھ سرد تاثرات کے ہمراہ دیکھائی دیں لیکن کہیں دل میں مایا کے لیے حمین جیسے انسان کا ساتھ اپنے پچھتاوے کی آگ پر پھوار بھی ثابت ہوا، وہ مایا سے نفرت کرتی تھیں لیکن اسے برباد و رسوا دیکھنے کی خواہش نہیں رکھتی تھیں، وہ اس حویلی سے چلی جائے گی یہ ان کے لیے شائد بہتر تھا۔ حمین کو کسی نے بھی اجنبیت کا احساس نہ ہونے دیا، مایا کا ہاتھ تھما دیا اور دارم کی برسی کے دو دن یعنی پانچ دن بعد سادگی سے نکاح کی تقریب رکھی گئی۔

ویسے بھی مایا خود بھی سادگی پسند تھی تو ایک ہی خوبصورت تقریب اسکے لیے کافی تھی، نکاح سے ایک دن پہلے چھوٹا سا مہندی کا فنکشن رکھا گیا تھا جو داران اور ماول کی خواہش تھی۔

مایا کی شادی بھلے سادگی سے ہوگی لیکن ماول اور داران کی خوشی خالا کے لیے ایک جیسی تھی، ماول اپنی ہی ادا سیوں میں گری تھی کہ اسے بھی سب سادہ ہی مناسب لگا۔

ڈنر کے بعد خود دار یہ ہی ماموں کو سی آف کرنے آئی تو خوشی کے مارے ماموں سے لپٹ گئی، ناجانے کتنی دیر روتی رہی، حمین کی اپنی آنکھیں سرخ ہو گئیں، زبردستی اپنی لاڈلی کو خود سے زرا سادہ اور کیا اور اسکا موہنا چہرہ ہاتھوں میں بھرا۔

جسکی آنکھوں میں تشکر اور دکھ ساتھ ہلکورے لے رہا تھا۔

"اب بھی رو رہی ہو، اب تو تمہارے بڈی کا دل اور گھر دونوں بس رہا ہے۔ تمہاری آنکھوں کے سارے آنسو مٹ جائیں بس یہی سوچ کر ہمت کی ہے دار یہ۔ اب بھی روتی رہو گی تو دکھ ہو گا"

وہ خود آزرده تھا لیکن دارِ یہ پھر سے ماموں کے سینے لگی۔

"ماموں! ی۔ یہ آنسو خوشی کے ہیں۔ آپ یہ سمجھیں یہ مُمی کے حصے کے بھی آنسو ہیں۔ مُمی آج بہت خوش ہوں گی، آپکا دل اور آپکی زندگی آخری سانس تک آباد رہے۔ مایا بہت اچھی اور پیور سول ہیں۔ لیکن کچھ کہنا چاہتی ہوں آپ سے"

دارِ یہ نے ذکر ہی ایسا کیا کہ حمین کی آنکھیں ویران ہو گئیں، پھر اسکی آخری تمہید تو تھی ہی جان لیوا۔
"ہاں کہو"

حمین نے بے قرار ہوتے پوچھا۔

"یہ بات ہم دو کے بیچ رہنی چاہیے، ایکچولی کچھ ایسا ہوا تھا دو سال پہلے جو میں نے آپ سے اور لالہ سے چھپایا تھا۔ آپکے منع کرنے کے باوجود میں بابا سے ملنے انکے ہوٹل گئی تھی۔ اور پھر۔۔۔۔۔"

نجانے دارِ یہ نے اسکے بعد کیا بتایا کہ حمین کے چہرے کی رنگت سفید ہوتی چلی گئی۔

"واٹ! تم نے یہ سب کیوں چھپایا ہم سے دارِ یہ۔ اوہ میرے خدا!"

حمین نے اپنا سر تھام لیا جبکہ دارِ یہ پشیمان سی ماموں کے غصے سے سہمی۔

"ماموں، مایا نے مجھے نہیں دیکھا تھا لیکن میں اس سب کی چشم دید گواہ ہوں۔ آپ مایا سے یہ کبھی مت پوچھنا، اگر وہ آپ سے محبت کرنے لگیں تو اپنی زندگی کی یہ تکلیف خود آپ سے شئیر کر لیں گی۔ تب مجھے نہیں پتا تھا مایا کبیر کون ہیں، پھر جب پتا کروایا تو معلوم ہوا آپکے بڑی تبریز شاہ کی سالی ہیں

۔۔۔ اور پھر جب مایا کا ذکر آپ نے کچھ وقت پہلے کیا ناں تب میں نے چاہا آپکو بتاؤں پر ہمت نہ ہو سکی۔ لیکن اب آپ کا حق تھا۔ بابا میرے علاوہ کسی کے مجرم نہیں ہیں ماموں، تبھی انکو سزا بھی صرف مجھ سے ملنی چاہیے۔ تبھی ضمانت کروانے پر لگی ہوں کافی وقت سے۔۔۔۔ مجھے معاف کر دیں پلیز"

دار یہ کے رونے کو برداشت نہ کرتا حمین اسکا ہاتھ پکڑے قریب کیے پھر سے اپنے سینے لگا گیا، زمیل خان بھلے سوپانیوں سے دھل بھی آتا تب بھی حمین چوہان کے نزدیک زلیل اور مردود تھا کیونکہ اس بد بخت نے اپنی اولاد کے سارے سکھ اور آرام نگل لیے تھے۔

"مایا کیوں چپ رہی دار یہ؟ میرا دل چاہ رہا ہے اسے اس سب پر جنجھوڑ دوں۔ اور تم میری بات کان کھول کر سن لو۔ تمہاری زندگی برباد کرنے کا گناہ بہر حال زمیل خان پر ہے، میں اسے کبھی معاف نہیں کروں گا دار یہ۔ اس کی وجہ سے ہم تینوں نے جو سہا وہ بہت برا ہے۔ تم اسے کبھی معاف مت کرنا۔ سن رہی ہو"

حمین یکدم پاگل ہوتے غرایا، بس نہ چل رہا تھا زمیل کی جان لے لے یا اس دارم کو پھر سے مار آئے۔
"میں نہیں جانتی مایا کیوں چپ رہیں، ہو سکتا ہے انکو چپ رہنے پر مجبور کیا گیا ہو۔ یہ اب آپ کو تلاش کرنا ہے۔ مایا کی تکلیفوں کو بنا اسکے بتائے دور کرنا ہے، اور مجھے پتا ہے میرے ماموں سے اچھی مسیحائی اس پوری دنیا میں کوئی نہیں کر سکتا، دار یہ اور ایاد اگر زندہ ہیں تو آپکے مرہم کے سبب۔ اب ریلکس ہو جائیں پلیز، میں آپکو دکھی نہیں کرنا چاہتی تھی"

ماموں کی آنکھوں کی نمی داریہ سے قطعاً برداشت نہ ہوئی تبھی تو وہ اس ہارے سے شخص کو حوصلہ دیتی خود بھی بہت دکھ میں مبتلا تھی۔

"میں ٹھیک ہوں، یہ سب داران کو بتا دو داریہ۔ تاکہ میں تمہاری اصل خوشیاں دیکھ سکوں"

ماموں کی التجاء پر وہ سپاٹ ہوئی۔

"نہیں بتا سکتی ماموں، اسے بتا دیا تو ہمارا رشتہ ٹھیک ہو جائے گا۔ رشتہ ٹھیک ہو گیا تو جذبات پیدا ہو جائیں گے۔ اور پھر میں اسکی امان سے کبھی نہیں نکل سکوں گی۔ اسی لا تعلقی کے بھرم میں ہی ہم الگ ہو جائیں یہی بہتر ہے۔ مجھے بھی تو کسی اور تک پہنچنا ہے اور وہ بھی شاید کسی اور کو چن چکا ہو۔"

وہ چاہتے ہوئے بھی کہہ نہ سکی بس یو نہی سر ہلا دیا، حمین نے اسکا ماتھا چوما اور اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا جبکہ داریہ نے آنسو پونجھے اور خود بھی واپس چلی گئی لیکن حویلی سے باہر نکلتے داران سے ٹکراتے ٹکراتے بچی اور آنکھیں چرا گئی۔

"رور ہی تھی؟"

داران نے ٹھوڑی کے ذریعے اسکا چہرہ پکڑ کر اپنی اور کرتے سرد سے لہجے میں پوچھا کیونکہ وہ داریہ کی نم پلکیں دیکھ بیٹھا تھا۔

"جیسے تمہیں تمہاری مایا بہت عزیز ہیں ویسے مجھے میرے ماموں بہت پیارے ہیں، ہم بہن بھائیوں کی ذمہ داری کی وجہ سے انکی زندگی ایسی محبت اور چاہ سے محروم تھی ماہیر شاہ لیکن اب نہیں رہے گی۔ مایا

بہت اچھی ہیں، بے فکر رہنا میرے ماموں جیسا انکو چراغ لے کر ڈھونڈنے کے باوجود نہ ملتا۔ بس ممی کے بحاف پر میں بڑی کے لیے تھوڑی جذباتی ہو گئی تھی۔ اور ممی کے حصے کے آنسو میری آنکھوں میں چلے آئے۔"

وہ ٹال بھی سکتی تھی، منہ پھیر کر جا بھی سکتی تھی لیکن اسے ناجانے کیوں اس لمحے ماہیر شاہ کو اپنی کیفیت بتانا اچھا لگا، اسکا دل ہلکا ہوا۔

"ہمم۔ آئی نو کہ وہ بہت اچھے ہیں۔ میں مایا کے لیے کسی دوسرے انسان کے لیے اتنا مطمئن کبھی نہ ہوتا جتنا حمین چوہان کے لیے ہوں۔"

داران نے بھی نرمی سے مگر سنجیدگی سے انسانوں کی طرح جواب دیا تو وہ تھکا سا مسکرائی اور بات ختم سمجھ کر پاس سے جانے لگی جب داران نے کلائی پکڑتے روکا، پہلے تو وہ حیران ہوئی پھر اسی حیرت کے سنگ واپس اسکے روبرو آن رکی۔

"ہمارا یہ تعلق تو ایک دن ختم ہو جائے گا لیکن اگر ہمارے اس کھوکھلے تعلق کے وسیلے سے مستحق دل جڑھ گئے تو یہ نیکی ہمارے نصیب میں لکھی جائے گی۔ کیا کچھ مانگ سکتا ہوں تم سے داریہ ز میل خان؟"

وہ مانگنے والوں میں سے تو نہیں تھا، اسکا یہ انداز بالکل الگ تھا، داریہ مسکرائی، اسے دلچسپی تھی کہ بھلا وہ کیا مانگنا چاہتا ہے اس تہہ دامن لڑکی سے۔

"اگر میرے پاس تمہاری مانگی ہوئی شے ہوئی تو ضرور دوں گی، تمہاری طرح انا کا مسئلہ نہیں بناؤں گی۔
بولو کیا چاہیے؟"

وہ مہربان تھی، آخر کو وہ داران ماہیر کی فلورنس بھی تو تھی۔
"میں چاہتا ہوں ماول کے لیے بھی تم لوگ ایاد کا رشتہ مانگو"

داران کے منہ سے یہ سنے دار یہ سچ میں صدمے میں چلی گئی، کل ہی ایاد نے اپنے اور انیب کے ری
لیشن کے بارے دار یہ سے ڈسکشن کی تھی اور وہ کافی پریشان بھی تھی، انیب اور ایاد اپنے ڈرامے کو جلد
سامنے لانے والے تھے اور اب ماہیر شاہ کا یہ تقاضا۔

"واٹ؟ ماول تو ابھی پڑھ رہی ہے ماہیر شاہ۔ اور تم جانتے ہو گزشتہ دنوں کیا ہوا۔ ایسے میں ان دو کا
رشتہ یہ کچھ ان فٹ نہیں ہو جائے گا۔ لالہ ماول کے ٹیچر ہیں، وہ کبھی نہیں مانیں گے"

دار یہ کو ہلکان دیکھے وہ اسکی کلائی پکڑے مزید قریب کھڑا کیے دار یہ کو خفیف سی گھبراہٹ بخش گیا۔
"جیسے میں اور ماول عمروں کے فرق کے باوجود ایک دوسرے کی خوشی اور دکھ جان لیتے ہیں یقیناً تم
بہن بھائیوں میں بھی ایسا ہی ہو گا۔ مجھے لگتا ہے ماول، ایاد کو پسند کرتی ہے لیکن اس نے مخض میرے
اور بابا سرکار کے سبب اپنی خواہش دبا لی۔ ایاد کو ماننا پڑے گا، ماول اندر ہی اندر گھٹ جائے گی۔ اسکی
خوشی کے لیے مجھے ایاد کو کڈنیپ کر کے لا کر اسکے حوالے کرنا پڑا تو شاید یہ بھی کر دوں۔ اس لیے کہ وہ

ماں کی امانت ہے، بہت بار اسے موت کی آغوش میں دیکھ چکا ہوں۔ اسے اس معاملے میں آزمانے سے خوفزدہ ہوں۔ تم سمجھ رہی ہو میری بات؟"

داران کی ہر بات برحق پر وہ محبت کرنے والے دل کا ایسا خیر خواہ ہو گا یہ داریہ کے لیے جھٹکا تھا۔
"ہمم۔ لالہ سے بات کروں گی۔ وہ کسی اور میں انٹر سٹڈ ہیں اور یہ بات انہوں نے کل ہی بتائی ہے۔
ماول کے لیے فکر ہو رہی ہے اب مجھے"
داریہ کے انکشاف پر داران کے جبرے بھیج گئے۔

"کون ہے وہ؟"

داران کا غصہ اسکی آواز میں چھلکا۔

"میری سب سے اچھی دوست انوو۔ بٹ انوو عاقب سے پیار کرتی ہے۔ لیکن کل ایاد لالہ نے بتایا کہ انوو اب انکے ساتھ ہے۔ سچ پوچھو تو میرے اپنے دماغ کا دہی بنا ہے۔ یہ نکاح ہو لے پھر مل کر سوچتے ہیں اس پر۔ غصہ مت کرو پھٹ جاو گے مسٹر بمب"

وہ لا پرواہی سے ہاتھ چھڑواتی پاس سے گزر گئی جبکہ داران نے بہت مشکل سے اپنے غصے پر بندھ باندھا۔

اگلے چار پانچ دن سکون سے گزرے، دارم کی برسی بھی ہو گئی، رجال، ماں اور دادی کی تیار داری اٹھا کر ہلنے جلنے لگا تھا پر اب بھی جلاد کے دیے زخم کراہنے پر مجبور کر رہے تھے، انیب بھی عاقب کی تنبیہ پر عمل درآمد کیے رجال سے دور ہی رہی۔

حمین کچھ پریشان رہا لیکن ایاد نے ماموں کے ساتھ مل کر شادی کی تیاریوں میں اسے گھسیٹ گھسیٹ کر گھسایا کہ حمین کی اداسی کی بینڈ بجاتی رہی، دارم اور داران کا اول تو آنا سا مناکم ہی ہوا، جو بھی ہوا دونوں نے زہریلے تیر ہی ایک دوسرے کی سمت چلائے۔

لیکن ہر گزرتے لمحے کے ساتھ وہ داران کو سوچنے لگی تھی، اسکے ساتھ شاہ انڈسٹری بھی جانے لگی، کام سے بریک لے لیا، زندگی میں جیسے اک ٹھہرا اور سکون لوٹ آیا۔

حویلی میں مایا کے نکاح اور رخصتی کی تیاریاں شروع تھیں، آج مہندی کی چھوٹی سی رسم تھی، فردوس پر عزیزے جان نے ذمہ ساری ڈال رکھی تھی اور خود پیچھے رہ کر مایا کے لیے دعا گو تھیں، اس سے آنکھیں نہیں ملا سکتی تھیں تبھی نفرت کا لبادہ اوڑھے رکھتی تھی، اپنی اولاد کو بھلا کونسی ماں، پرانی اولاد پر فوقیت دیتی ہے۔

ماول نیوٹرل رہنے کی کوشش میں تھی، ایاد کو جو بھی کہہ کر آئی تھی اپنا ہی سکون نکل رہا تھا، ایاد بھی دن میں کئی کئی سٹیٹس لگاتا اور وہ اسے بلاک کرتے کرتے رک جاتی۔

یہ کھیل جاری تھے اور ایک کھیل قسمت بھی کھیلنے والی تھی، جہانگیر کے ساتھ ساتھ ایک ہفتے تک زمیل جلال خان بھی رہا ہونے والا تھا اور اسی سبب جہانگیر نے اس کے ساتھ ہی واپس پاکستان جانے کا فیصلہ لیا تھا۔

وہ سچ جن پر وقت گرد ڈال چکا تھا، سامنے آنے والے تھے۔
خدا خیر کرے۔

.._____..

مسٹر مردان جو تبریز شاہ کے کلائنٹ کے ساتھ دوست بھی تھے، دودن پہلے پاکستان آچکے تھے، جبکہ ڈریم پراجیکٹ پر پچھلے دودن سے کافی کام ہو چکا تھا، ویسے تو داریہ کو کیمیکل بزنس کی الف بے بھی نہ آتی تھی لیکن چونکہ داران کی تاکید تھی تبھی وہ اسکے ساتھ آرہی تھی، جب بور ہوتی تو عاقب کے ساتھ وقت گزارتی، دونوں لنچ بھی اکٹھے کرتے اور داران ناچاہتے ہوئے بھی یہ سب ہونے دے رہا تھا کیونکہ آجکل کام کا بہت بڑا دن تھا، آج ہی یہ ڈیل فائنل ہونی تھی اور اسی سلسلے میں داران اور داریہ لنچ پر انوائنڈ تھے، مردان صاحب نے خاص وقت نکال کر اس خوبصورت کپل سے ملنے کی خواہش ایک خوبصورت ماحول میں بیٹھ کر لنچ کرنے کے ہمراہ کی۔

دوبجے تک داریہ اور داران ریسٹورنٹ کے لیے نکلے، میرون سلک سوبر لیئر ڈڈریس میں ہائی بلیک ہیلز پہنے وہ بہت حسین لگ رہی تھی، اسکی بہت دھیمی سی پرفیوم گاڑی کے ماحول و فضا کو داران کے لیے گھٹن بنا چکی تھی اور داران آج اپنی خوشبوؤں اور حسن گری کے باوجود داریہ کے آگے پھیکا پڑ رہا تھا۔ پچھلے دودن سے وہ داریہ کو عاقب کے ساتھ دیکھ دیکھ کر خاصا تپا ہوا تھا یہ اسکے خوبصورت چہرے کے جکڑے ہوئے تاثرات سے عیاں تھا۔

"کھانے میں کیا پسند ہے تمہیں؟"

داران کے سوال پر داریہ نے توجہ فون سکرین سے ہٹائی۔

"سیلمن اور سوشی کے علاوہ سب کھا لیتی ہوں کیونکہ الرجک ہوں ان سے شدید والی، کیوں پوچھ رہے ہو؟"

داریہ نے حیرت کا اظہار کرتے داران کے سپاٹ چہرے پر نگاہ ڈالی، لیکن وہ کچھ نہ بولا جس پر داریہ بھی منہ موڑ کر واپس فون پر مصروف ہوئی۔

دس منٹ تک وہ لوگ ریسٹورنٹ پہنچے مگر مردان صاحب کو آنے میں ابھی کچھ وقت تھا۔

"پتا نہیں اب اسکا منہ کیوں بگھڑا ہے، ایسے گھور رہا ہے جیسے نکل جائے"

داریہ کو اسکی نظریں برداشت کرنا مشکل لگ رہا تھا، جو اک لمحہ بھی داریہ پر سے نظریں ہٹائے بنا گھورے جا رہا تھا۔

"گھورنا بند کرو ماہیر شاہ! جو زہرا گلنا چاہتے ہو اگل دو۔ ضبط مت کرو پھٹ جاو گے"

داریہ کا صبر جب جواب دے گیا تو وہ بھی تنگ آ کر بول پڑی۔

"تم سے کم ہی زہر ہے میرے اندر"

طنز کے تیر وہ کیوں برسا رہا ہے یہ سوچتی وہ اسکی اور زرا جھکی۔

"کس بات کا غصہ ہے، آفس خود ہی جوائن کر وایا ہے۔ کوئی کام ہوتا نہیں تبھی عاقب کے ساتھ وقت گزار لیتی ہوں۔ کیا اسکی آگ لگی ہے تمہیں؟"

داریہ کا اندازہ ٹھیک تھا جس پر وہ ٹیبل کی سطح پر ہاتھ مارتے داریہ کو بھینچے خدو خال سے ڈرا گیا۔
"تم جس مرضی کے ساتھ وقت گزارو، مجھے کیوں پرواہ ہوگی"

وہ غصے میں بنا سوچے بڑبڑایا۔

"اس لیے کہ تم غیرت مند ہو ماہیر شاہ! بے فکر رہو اپنے وعدے پر قائم رہوں گی پورا ماہ۔ عاقب میرا دوست ہے لیکن مجھے اپنی حدود پتا ہیں۔ اس پر غصہ کر کے دل جلانے کی ضرورت نہیں"

وہ جب جب اسے ستانے لگتا، وہ صلح جو بن جاتی، ماہیر کے کیے کرائے پر پانی پھیر دیتی۔

اس سے پہلے وہ جواب دیتا، مردان صاحب کو انٹرنس پر دیکھے اپنے چہرے پر چھائے عتاب کو لمحہ لگاتے سکون میں بدلا کہ داریہ تک سن رہ گئی لیکن جب بھاری سی شفیق آواز سنی تب ہوش میں آئی۔

وہ خوبصورت سے انکل نما مردان داران سے گلے ملے جبکہ داریہ بھی چہرے کے تاثرات ٹھیک کرتی انکے سر پر ہاتھ رکھنے پر مبہم سا مسکرا دی۔

تینوں واپس بیٹھے۔

رسمی علیک سلیک ہوئی اور پھر لپچ کرنے کی طرف توجہ دی گئی۔

داران نے ویٹر کو ہاتھ کے اشارے سے پاس بلایا۔

"میں کرتا ہوں تمہاری فیورٹ ڈش آرڈر، پلیز آپ اپنا آرڈر دیجئے مردان"

اول جملہ سامنے بیٹھی ہستی سے کہے وہ مصروف انداز میں دوسری جانب بیٹھے مسٹر مردان سے مخاطب تھا جو داران کے اول جملے کو داریہ کے لیے اسکی محبت سمجھے لیکن حقیقت اسکے برعکس تھی۔

مردان صاحب نے گریوی پر یکلڈ بیف کے ساتھ ایک پلین سنپل ڈرنک منگوائی جبکہ درایہ خاموشی سے داران کی جانب حیران نگاہوں سے دیکھ رہی تھی جو اپنے ساتھ اسکے لیے بھی آرڈر پلیس کرتا سلگتی نظر ڈالے فوری پھیر گیا۔

"ڈرامے باز آدمی"

داریہ نے اس شخص کے پھر سے دو چہروں والے روپ پر اندر آگ جلتی محسوس کی۔ کسی کیمیائی زمین کے بارے اسکے بعد جب تک داران اور مردان میں بات چیت ہوئی، داریہ اور داران کی نظریں نہ ملیں بس وہ مسکرا کر دونوں کا ساتھ دیتی نظر آئی۔

کچھ دیر مزید ہوئی تو ویٹرز ان وی آئی پی گیسٹس کو سرو کرنے قریب آئے، درایہ نے اپنے سامنے رکھی جاتی پلیٹ میں سیلین فش کے ساتھ کچھ ساس اور رائس دیکھتے جھٹکے سے داران کی طرف دیکھا جو خود بھی ویسا ہی پلیٹر اپنے سامنے دیکھتا، استہزاء بکھرے چہرے اور شرر بار آنکھوں سے سرسری سا درایہ کو دیکھے مردان صاحب کو مسکرا کر لپچ شروع کرنے کا کہہ رہا تھا۔

داریہ نے فوری اپنے بیگ سے فون نکالا۔

"مجھے سلیمان سے الرجی ہے بتایا تو تھا، کیا تم یہ چاہتے ہو میں تمہیں یہاں بے عزت کر دوں۔ یہ جو ہم دو کے بیچ کی غائبانہ محبت کی تسبیح پڑھتے آدمی نے تمہیں تمہاری سوچ سے بڑا ڈریم پراجیکٹ دیا ہے، جو تمہیں بہت نیک اور پارسا سمجھ کر تم پر فدا ہوئے جا رہا ہے، جو سمجھ رہا ہے تم نے ایک لاچار اور مجبور خاندان کی مدد کی امان پروردگی بخش کر تو سنو تمہاری اس گندی حرکت پر، اسی لمحے تم سے تمہارا خواب چھین لے گا"

درایہ نے بظاہر تو چہرے پر دھیمی مسکراہٹ رکھی مگر اسکے داران کو ارسال کیے پیغام میں اسکا عتاب صاف چھلکا۔

داران نے فون بیپ رنگ پر فوری فون کو بنا چھوئے ہی آن ہو کر سکرین پر آتے میسج کو پڑھا، اس بیچ مردان مزے سے اس لوی ڈوی کپل کے سنگ باتیں کرتے ہوئے لپچ کر رہے تھے۔

"میں نے آج تک کسی کو سلیمان الرجک ری ایکشن ہوتے نہیں دیکھا۔ رہی بات پراجیکٹ کی تو سب خواب پورے ہوں یہ ضروری نہیں دار یہ صاحبہ، تم اب بھی لاچار اور مجبور ہو اور تب تک رہو گی جب تک میں چاہوں گا۔ آج بتا دو کہ تم کون ہو"

سنگدلی کے سنگ بڑی مہارت سے میسج ٹائپ کرتے فون کو غیر ضروری سمجھے اک طرف میز کی سطح پر رکھ دیا جبکہ دار یہ نے پیغام پڑھتے نظر اٹھا کر اسے رحم طلب ہوتے ہوئے دیکھا، دل تو یہی چاہا کہ پلیٹ اٹھا کر اسکے منہ پر پٹخ دے مگر دل کمبخت حد سے گزرنے سے روک دیتا تھا۔

"تم دو کی محبت اور اندر سٹنڈنگ کی مثالیں میں اپنے تمام بیٹوں کو دوں گا کہ آنے والی بہو بیٹی کو شان و عزت سے اسکا مقام دینا وہ داران ماہیر شاہ سے سیکھیں۔ سچ میں ماشاء اللہ نکل رہا ہے میری زبان سے۔ یہ پراجیکٹ تمہارا ہوا، اور اسکا کریڈٹ دار یہ بیٹی کو جاتا ہے"

مردان صاحب کے مسکراتے تو صیفی جملوں پر بظاہر تو وہ دو مسکرائے لیکن جیسے ہی انکی نظر ہٹی، ایک دوسرے کو اچھتی سنگدل نگاہوں میں سمو گئے جیسے وہ آدمی نہ ہوتا تو ایک دوسرے کو چیر پھاڑ کر رکھ دیتے۔

دار یہ نے چھری کانٹے کی مدد سے فشن پیس کیے تو داران نے چونک کر اسے دیکھا۔

"نہیں! تمہیں دوسرا آپشن چننا چاہیے، تم میرے لیے بھی وحشی بنو دار یہ"

داران کو اپنے اندر سے کر لاتی آواز سنائی دی جس نے اسکے خوبصورت و پر اعتماد چہرے پر انہونا خوف سمیٹ لایا، ایسی بے بسی و بے تابی میں وہ اپنی ٹانگ ہلانے لگتا جو اس نے اس وقت بھی شروع کر دیا۔

دار یہ اسے بنا دیکھے سپاٹ ہوتی اپنا لچ کرنے لگی مگر بہت چالاکی سے فشن کے پیسیز منہ سے نکال کر اپنی گود میں پھینکتی گئی، داران کے چہرے کا رنگ فق ہوتا گیا کیونکہ اسکے سامنے وہ یونہی تھی جیسے سب کھا رہی ہے، تب تو اس جلا د کا چہرہ سپید پڑا جب اس نے دار یہ کی پلیٹ مردان صاحب کی باتیں سننے کے بعد اچانک خالی دیکھی۔

مردان صاحب لہجہ کرتے ہی دونوں کو اپنے ولا اپنے بیٹے کی شادی کا انویٹیشن دیتے اجازت لیے اٹھے تو داران کو مجبوراً انکو باہر تک سی آف کرنا پڑا اور اسی کا فائدہ اٹھائے داریہ نے گود میں گری تمام فشن بائیس اٹھا کر اٹھتے جلدی سے کچھ دور رکھے ڈسٹ بن میں پھینکے اور اپنے ڈریس کے خراب ہونے پر فوراً واش روم کی طرف بڑھی، جب تک داران واپس آیا، داریہ اپنا ڈرنک پیتی اسے وہیں شان سے بیٹھی ملی، آنکھوں میں طنز و تکلیف کا طوفان بسائے ہوئے وہ اس وجہہ مگر دل کے سیاہ شخص کو دیکھ رہی تھی کہ آنکھوں میں ناچاہتے ہوئے غرور سمٹنے لگا جسے داریہ نے فوری جھٹکا۔

لمحے میں داران کا چہرہ طیش کی لہر نے گلابی کیا۔

"جھوٹ بولا تم نے مجھ سے؟"

داران کی آواز اس قدر سرد تھی کہ داریہ سے لمحہ بھر جواب سوچنا محال ہوا، دونوں ہاتھ میز کی سطح پر ٹکائے وہ اس سے جواب طلبی کرنے کے بعد منتظر تھا کہ وہ بولے، داریہ نے گلاس وہیں رکھا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کیوں ماہیر شاہ! مجھے ٹارچر کرنے کا ایک وار خالی چلا گیا اسی کی آگ لگ گئی ناں۔۔۔ کوئی نہیں جتنی آگ جلانی ہے اپنے اندر جلاو، جس دن داریہ چلی گئی تمہیں اور تمہارے دل کو سکون آ جائے گا۔ جا رہی ہوں، اس کے بدلے کے لیے تیار رہنا"

بنا اس سے اس سفاکی کا حساب لیے وہ دگنے غصے اور نفرت سے اسکی اوشن گر نیش بلو آنکھوں میں آنکھیں گاڑ کر نادیدہ آگ میں جلا کر خاک کرتی اپنا بیگ اور فون لیے پاس سے گزری تو باقاعدہ اسکے کندھے سے بڑی طرح ٹکڑا کر گئی جبکہ داران ماہیر، جبرے بھپچتا پیچھے ہی لپکاتے تک وہ ریسٹورنٹ سے نکل کر گاڑی میں جا کر بیٹھنے کے بجائے ٹیکسی کو میسج کر چکی تھی، سڑک کے کنارے داریہ کو نمائش کی دکان بن کر کھڑا دیکھتے داران کے تن بدن کو آگ لگی۔

"چلو"

اسکا ہاتھ پکڑے زبردستی گاڑی کی طرف بڑھا جس پر داریہ نے ایک ہی جھٹکے سے بازو چھڑوائی۔

"جیسے مجھے منافق لفظ سے ڈر لگتا ہے ویسے منافقوں سے بھی بہت نفرت ہے۔ تم مجھے مارنا چاہتے تھے، اس الرجک ری ایکشن سے میری جان جاسکتی تھی۔ آج تم نے کھل کر مجھے اپنی نفرت دیکھا دی۔ تاکہ میں تمہاری امان اور اس نکاح کو ویلیو دینے کے فیصلے پر پچھتاؤں۔ ہاتھ مت لگانا، چلے جاؤ۔ میں خود چلی جاؤں گی شاہ حویلی۔ تم جیسے کم ظرف کی مدد پر دو حرف بھیجتی ہوں"

اپنی آواز پبلک میں ہونے کے سبب دھیمی ضرور رکھی لیکن لہجے میں داران کے لیے صرف ناپسندیدگی اور غصہ تھا۔

"تم کیا چاہتی ہو میں اتنے لوگوں کے بیچ تمہیں اٹھا کر لے جاؤں؟"

داریہ اسکے بنا خائف ہو کر پوچھنے پر شذر رہ گئی۔

"مت کرو ماہیر شاہ، اتنا مت کرو"

وہ بے بس ہوئی لیکن داران نے خاموش تنبیہی نگاہوں سے ہاتھ پھیلا یا جسے داریہ کو چار و ناچار تھامنا پڑا۔

وہ یہاں سڑک کے بیچ تماشا نہیں لگانا چاہتی تھی۔

وہ اسکے ساتھ گاڑی تک آئی اور جبر ابیٹھی، داران نے بھی ڈار یونگ سیٹ سنبھالی اور گاڑی اس بپلک ایریا سے نکالی، وہ لوگ واپس شاہ حویلی کی جانب گامزن تھے، مہندی کا فنکشن کچھ دیر میں شروع ہونے والا تھا۔

"تم نے سلیمن کے ساتھ کیا کیا؟ کیونکہ تم تو زندہ ہو"

کچھ وقت گزرا تو ماہیر کے سوال پر وہ گہرا سانس کھینچ گئی پر منہ موڑے ہی رکھا۔

"بات مت کرو دو غلے انسان"

کاٹ کھاتے غرائی۔

"جو پوچھا ہے سیدھے سے بتاؤ"

حکم صادر کر کے رعب ڈالا، داریہ نے جھٹکے سے گردن موڑی، سمجھ نہ آئی کس قسم کی عجیب مخلوق ہے

وہ۔

"پھینک دی، کیونکہ مرنے کا کوئی شوق نہیں ہے مجھے۔"

دار یہ نے لفظ لفظ پر زور ڈالے آگاہ کیا۔

"ہمم۔ تم مردان صاحب کے سامنے میرے اچھے پن کی حقیقت بھی لاسکتی تھی۔ تم تو بدلہ لینے میں کبھی پیچھے نہیں ہٹی۔ موقع دیا تھا تمہیں لیکن تم نے امن چنا"
وہ پھر سے اسکی باتوں پر الجھی۔

"امن چنتی ہے اب میری چیل، تم کسی خوش فہمی میں مت رہنا کہ اب میں تمہارے لیے کوئی نرمی دیکھاؤں گی۔ جا کر اپنے دماغ کا علاج کرواؤ، کس پاگل اور خبطی سے پالا پڑ گیا ہے"
ایک بار پھر وہ بتمیزی پر اتری کیونکہ داران نے مجبور کیا تھا۔

"دار یہ بیہو!"

دانت نکوس کروارنگ دی گئی۔

"کیا بیہو ہاں، تم جو مرضی کرتے پھرو۔ آج اگر مایا کی مہندی نہ ہوتی تو میں تمہارا قتل کر دیتی یا کم از کم کوئی ایک ہڈی توڑ دیتی تاکہ تمہارے اندر کے اس ڈیش کیڑے کو آرام آتا۔ اپنی پیاری خالا کی خوشیوں سے محروم نہ ہو جاؤ بس یہ سوچ کر بخش رہی ہوں۔ آگے سے میرے ساتھ ایسی گیمز مت کھیلنا ماہیر شاہ کیونکہ میری بدعائیں خالی نہیں جاتیں نہ چلتے ہاتھ۔ آگے ہی نازک مزاج ہو، میری بد دعا کا بوجھ نہیں سہہ سکو گے۔ جبکہ میرا چلتا ہاتھ پڑ گیا تو دنوں تک بستر سے ہل نہ سکو گے، اپنی جان پر رحم کھاؤ"

وہ جن زادی کی طرح دھمکیاں دیے جا رہی تھی، داران نے پہلے تو برداشت کیں لیکن یہ کچھ زیادہ تھا تبھی جھٹکے سے گاڑی روکے وہ داریہ کی بازو دبوچ گیا، سیٹ بیلڈ بندھے ہونے کے سبب وہ کھینچ کر جب داران کی طرف کھسکی تو چہرے پر درد بھرے تاثرات چھا گئے کیونکہ سیٹ بیلڈ سینے میں دھنس چکا تھا۔

"کہاں سے لگا ہوں میں تمہیں نازک مزاج؟"

اسکے سیٹ بیلڈ کو ایک ہی جھٹکے سے کھولتے وہ داریہ کی پر حدت آنکھوں میں آنکھیں گاڑے بولا، اسکی بازو پر گرفت بھی سخت کی۔

"ماہیر شاہ! جب میں تمہیں نہیں چھو سکتی تو تم بھی مجھے ہاتھ لگانے سے پرہیز برتا کرو۔ کچھ کر دیا ناں اس بتمیز نے تو صدمے سے ہی مر جاو گے۔"

اسکے یوں بے تکلفانہ قریب کرنے پر داریہ کی زبان پھسلی لیکن اسکے کہے الفاظ کی تپش کے سبب جو سرور ساداران کی آنکھوں میں تیرا وہ داریہ کی دھڑکنیں سینے سے لپیٹ سا گیا۔

"کیا کرو گی، تمہاری بتمیزی کی حد کیا ہے آج بتا دو"

وہ خمار وقتی تھا جسے داران نے لڑاکا بنے استفسار میں بدلا۔

داریہ کا حلق خوا مخواہ سوکھتا گیا، وہ کوئی تو کشش رکھتا تھا، جس نے داریہ کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو اتنے پاس لا کر مفلوج کیا۔

"بتانے سے زیادہ کرنے پر یقین رکھتی ہوں، منہ نوچ لوں گی تمہارا"
کمزور نہ پڑنے کی کوشش کرتے وہ سنبھلی۔

"مجھے تم سے اسکی امید ہے پھر صدمے سے کیوں مروں گا میں، بڑی جلدی پھر گئی ہو تم"
وہ ایسی بے باک وضاحت سے اسکی برداشت کا امتحان لے گیا۔

"مجھ سے ایسی ڈبل مینگ باتیں مت کرو ماہیر"

وہ اسکو پرے جھٹکتی چلائی لیکن انچ بھی ماہیر سے دور نہ ہو پائی۔

"نہیں کروں گا، اپنی بتمیزی اور جہالت کی حد بتاؤ شاہاش"

ایک ہاتھ سے داریہ کی بازو جکڑے اپنی طرف کھینچ رکھا تھا تو دوسرے ہاتھ سے وہ اسکے منہ کو جکڑنے کی کوشش میں تھا مگر داریہ سنبھل کر اسکا ہاتھ جالائن سے ہٹاتی پوری قوت سے اسے خود سے دور دھکیل گئی۔

"وہ حد تم سے برداشت نہیں ہوگی ماہیر شاہ، دوبارہ مجھے ہاتھ مت لگانا ورنہ توڑ دوں گی۔ وحشی انسان"
کھولتے ہوئے وہ منہ پھیرتی بڑبڑائی جبکہ داران نے جھٹکے سے گاڑی سٹارٹ کی تو داریہ گرتے گرتے
بچی، ایسا گھوری جیسے جان لے لے گی۔

فوری سیڈ بلیڈ باندھا۔

"تمہیں چھو تا ہوں تو ہاتھ جلنے لگتے ہیں"

ساتھ بیٹھی داریہ کے جلال کو دعوت دیتے سرگوشی میں زہر انڈیلے بولا۔

"تو کس نے دعوت دی ہے، مت جلو۔ جان چھوڑو میری۔ سائیکو آدمی۔ تم جس کے بھی پلے پڑو گے روتی رہے گی بچاری۔ اپنے مقدر کو کوستی مر جائے گی"

اب کہیں تو غصہ نکالنا تھا، بس ہو گئی شروع۔

"دھیان سے، کہیں تمہیں ہی یہ مرتبہ نہ دینا پڑ جائے مجھے اس لیے بک بک بند کرو"

سلگ کر ڈانٹا، داریہ نے بہت خود کو روکا پر وہ اسے جاہل بننے پر اکسا گئا، جتنی قوت تھی اس کے سنگ داریہ نے اسکی بازو پر مکار سید کر ڈالا۔

داران نے بے اختیار سٹیرنگ سنبھالے ہاتھ کی بازو کو دوسرے ہاتھ سے درد پر سہلایا۔

"میرا بس نہیں چل رہا میں تمہاری گردن دبا دوں، اریٹیشن بوسٹر۔ اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو اک لفظ بھی مت کہنا، یہ پیچ تم ذیرو کرتے تھے اور بدلہ بھی سمجھ لینا اسے۔ اگر تم نے مزید بات کی ماہیر تو میں چلتی گاڑی سے یا تمہیں دھکا دے دوں گی یا خود چھلانگ لگا دوں گی"

اس سے پہلے وہ کچھ کہتا یا آگ اگلتا، داریہ کی بے بس تنبیہ پر تھم کر رک گیا، منہ تک موڑ لیا۔

اور پھر ان کے پیچ حویلی پہنچنے تک جبر اسی خاموشی ہی حائل رہی، داریہ نے بھی مایا اور حمین کی خوشی کے لیے یہ ساری کروٹ جھٹک دی ورنہ وہ شخص اسے بہت اذیت دے چکا تھا۔

فائنلی مہندی پر ہی اچانک نکاح کے پلین نے سب کو مزید سر پر اتر کیا، حویلی کو بہت خوبصورتی سے سجایا گیا تھا، حمین اور ایاد کے ساتھ انیب، مریم چغتائی اور عاقب بھی آئے تھے، کیونکہ انیب اور عاقب کے لیے حمین بھی ماموں جیسا تھا جبکہ ماریہ آنٹی کو خود حمین نے بہت پیار اور چاوسے انوائیٹ کیا تو وہ رد نہ کر سکیں۔

نکاح بہت سادگی سے ہوا، سب ہی اس رشتے کے لیے دعا گو تھے، بلیک اینڈ گولڈن بہت لائٹ ویڈیو فینسی جوڑے میں داریہ بھی شاہ فیملی کی سچ میں اکلوتی بہو کی طرح ٹھان بان سے سچی ہر کسی کو صدقہ اتارنے پر مجبور کر رہی تھی مگر داران نے شاید اتارا بھی تھا، مایا کے کل شادی کے جوڑے سے لے کر تمام چیزیں بھی حمین اور ایاد ساتھ لائے۔

ماول تو ایاد کو انیب کے ساتھ دیکھ کر ہی سلگ گئی، جو اس خوبصورت فنکشن کار ہا سہا جوش تھا وہ بھی مر کر رہ گیا البتہ ایاد کو زرارہ نہ آیا کہ وہ کیسا گندا کھیل کھیل رہا ہے۔

شاید محبت کی اک قسم خود غرضی بھی تھی، جو اس وقت انیب اور ایاد دونوں کو ضدی بنا چکی تھی۔ نکاح کے بعد باہر لان میں ہی کیے مہندی کے سیٹ آپ کی جانب حمین اور مایا کو ساتھ بٹھا کر فوٹو شوٹ وغیرہ چل رہا تھا، عاقب اور داریہ بھی اپنے اپنے فونز لیے ایک ساتھ کھڑے مسکرا کر خوبصورت کپل کی پکس لے رہے تھے، ایاد ماموں کو بہت پیارا سجا سنوار کر ایمر کلر کرتا اور سفید شلوار پہنا کر لایا باقی تو موصوف تھے ہی وجہہ۔

مایا بھی مہندی کے پیلے، ہرے اور لال شرارے میں بھلے اداس سی تھی پر پوری محفل پر حاوی لگ رہی تھی۔

"بے شرم آدمی! کیسے مجھے جلا رہے ہیں۔ اللہ کو حساب نہیں دینا کیا؟ اللہ جی مجھے کیوں تکلیف ہو رہی ہے ایاد کو اس لڑکی کے ساتھ دیکھ کر۔ کیوں رونا آرہا ہے"

ماول سب سے الگ تھلک آکر وہیں لان میں بیٹھی ہوئیں دادو کے پاس جا بیٹھی جو ماریہ صاحبہ کے ہمراہ گفتگو میں مگن تھیں، وہ دادو سے لپٹی تو عزیزے جان نے اسے خود سے لپٹایا اور شفقت سے سرچوما۔

"کیا ہوا، جاو خالا کے ساتھ پکس بنواو۔ پیپرز کی ٹنشن نے تو میرے بچے کی ساری چمک کھالی"

دادو کے لاڈ پر ماول کو اور رونا آیا اور اسی لمحے انیب بھی وہیں آئی لیکن ماول جیسے اسے غصے سے دیکھتی اٹھ کر گئی، انیب نے بمشکل مسکراہٹ روکے کچھ فاصلے پر کھڑے ایاد لالہ کو دیکھا تو دونوں نے آنکھ ونگ کی۔

"اللہ کرے آپ مرجائیں"

ایاد کو مسلسل انور کیے وہ آنسوؤں کو پونجھتی حویلی کی طرف بھاگ گئی، کیونکہ اس میں مزید ایاد کو انیب کے ساتھ دیکھنے کا حوصلہ نہ تھا بلکہ وہ ایاد کو اکیلا دیکھ کر بھی سلگ ہی رہی تھی۔

وہ کمرے میں آئی، دوپٹہ نوچ کر فرش پر دے مارتے وہیں سسکتی ہوئی ڈریسنگ پر جھکی۔

"کیا ہو رہا ہے م۔۔ میرے ساتھ، ایسا لگ رہا ہے کچھ اندر ہی اندر سلگ رہا ہے۔ مئی۔۔ کہاں ہیں آپ؟ مئی مجھے آپکی بہت یاد آرہی ہے۔ کسی کو سمجھ نہیں آرہی میری، مجھے خود بھی نہیں آرہی۔"

زرشہ کی بیڈ سائیڈ ٹیبل پر پڑی تصویر اٹھا کر وہ میٹرس پر بیٹھے رودی، آنکھیں لمحے میں ڈوب گئیں۔

اسکی غیر موجودگی سب سے پہلے داران نے ہی نوٹس کی تبھی وہ حویلی کی سمت آیا، ماول کے کان کا ائیر رنگ راستے میں شوز تلے آیا تو داران نے پیر ہٹائے جھک کر اٹھایا اور تیزی سے ماول کے کمرے کی طرف بڑھا۔

وہ رونا رو کے مئی کی تصویر سینے سے لگائے وہیں میٹرس پر دہری لیٹی تھی، داران کے دروازہ کھول کر اندر آنے پر وہ فوری ڈر کر اٹھ بیٹھی۔

"ماول! کیا ہوا تمہیں۔ یہاں کیا کر رہی ہو۔ روئی ہو تم۔ کیا بات ہے"

بھلے وہ رو نہیں رہی تھی پر داران نے اسکی نم نم پلکیں دیکھ لیں، پاس بیٹھتے ہی اسے اپنے ساتھ لگاتے ماں کی تصویر اسکے ہاتھ سے لی تو وہ چہرہ داران کے سینے میں چھپا گئی۔

"مئی یاد آرہی تھیں، بس اور کچھ نہیں۔ بھیا، میں ٹھیک ہوں۔ خالا چلی جائیں گی تو میں انکو بہت مس کروں گی، انکو حمین انکل کے ساتھ دیکھ کر خوشی سے رونا آ گیا بس"

وہ چھپا گئی، لیکن پھر بھی داران جان گیا اسے رونے پر کس نے مجبور کیا، خود بھی وہ انیب اور ایاد کو کافی بار ایک ساتھ مسکراتے دیکھ چکا تھا اور بڑی مشکل سے غصے پر قابو کیے ہوئے تھا۔

"مایا آتی رہیں گی، اداس نہیں ہو۔ آجاؤ انکے ساتھ جا کر بیٹھو۔ وہ بھی اداس ہوں گی۔ تم تو بہت بہادر تھی ماول، اچانک کیا ہو گیا ہے تمہیں۔ دیکھو مجھے وہ ارٹسٹ کرتی بہن چاہیے جسے میری شرٹس چرانے کا نشہ ہے، جسے بپ جی کھیلنے ہوئے کھانا کھانے کی لت لگی ہے۔ جسے ہر کام بگاڑنا آتا تھا۔ مت بدلوناں ماول، یہ افورڈ نہیں کر سکتا میں"

بھیا کی پیار بھری گزارش پر وہ روتی روتی ہنس پڑی تو وہ بھی مسکرایا۔

"مجھے تو لگا تھا آپ میری بری عادتوں سے تنگ ہیں، پر آپ تو فین نکلے میرے۔ میں ویسی ہی ہو جاؤں گی آپ پریشان نہ ہوں۔ آئی ایم اوکے۔۔۔ چلیں"

وہ اتنی حوصلے والی تو ہر گز نہیں تھی تبھی تو داران کو تکلیف دے رہا اسکا یہ جبراً مسکرا نا۔
"چلو"

اسکا ہاتھ پکڑے اسکا دوپٹہ اٹھا کر اسکے گرد لپیٹے وہ اسے ساتھ لیے باہر آیا، وہ کافی بہتر ہو گئی سوا اسکے بعد اسے یاد خان کی کسی حرکت کا اثر نہ ہوا۔

"آپ یو نہیں چپ رہیں گی؟"

سب پکس لے رہے تھے جبکہ داریہ مسلسل ماموں کو مایا سے باتیں کرنے پر اکسار ہی تھی، حمین کیا کہتا کہ مایا خود میں سمٹی ہوئی لگ رہی تھی۔

"چپ لگ گئی ہے"

وہ نظر سی جھکائی، حمین کو مسکرا نا پڑا۔

"ماموں! مایا کے تھوڑا سا تھ ہوں فریم میں فٹ نہیں آرہے۔ یہ پھول بھی آنے چاہیں۔۔۔ آپ دو ایک دوسرے کے پر سنل ہیں اب زرا جڑھ لیں کوئی کچھ نہیں کہے گا"

دار یہ صاحبہ اس بار سٹیج پر چڑھ آئی اور ماموں کے پاس آکر چھیڑا جس پر وہ لاڈلی کو آنکھیں ہی نکال سکا کیونکہ مایا سخت مضطرب ہوئی۔

"ہاتھ رکھ لوں؟"

حمین نے بوکھلاہٹ کا شکار مایا کو قریب کرنے کی نیت سے اسکے اطراف ہاتھ لپٹا کر بازو حائل کرنا تھا مگر اجازت مانگی۔

جبراً ہی سہی پر مایا نے سر ہلایا۔

"سامنے دیکھیں مایا، ڈریں مت مجھ سے۔ ہمارے بیچ بہت خوبصورت اور اپنائیت سے بھرپور شہ جڑھ چکا ہے۔ آپ مجھ پر آنکھیں بند کیے بھروسہ کر سکتی ہیں"

وہ خوف سے کانپ رہی تھی تبھی حمین کو اسکے کان کی اور جھک کر اسے اس پینک کیفیت سے نکالنا پڑا۔
"ریکس!"

مایا کے گرد حائل بازو والے ہاتھ سے اسکی بازو سہلاتے اپنے ساتھ لگاتے پر سکون کیا جس پر وہ دار یہ کی طرف دیکھنے لگی، دار یہ نے دونوں کی اس کلوز پوز میں پکچر لیے ہنس کر دونوں کا صدقہ اتارا۔

"تھینک یو مسٹر حمین"

وہ گھبراہٹ سے نکلی تو حمین کی طرف دیکھ کر بولنے کے بیچ ہچکچائی لیکن اسکا یوں مسکرا کر مخاطب ہونا کسی کے دل کی دنیا ہلا گیا تھا۔

وہ بنا کسی میک آپ کی زیادتی کے بہت سوبر سا تیار تھی، غزالی آنکھیں، نرم لب، لال گال، اور مسکراتے پر سکون خدو خال، وہ چہرہ ہی سکون تھا جب تو حمین آگے کا سوچ کر ہی سرشار ہوا۔

"اب بھی مسٹر حمین کہیں گی؟ مطلب کوئی جان، ہنی کچھ نہیں؟"

یہ سراسر شرارت تھی، مایا بلش کرتی نظر جھکا گئی۔

"Just kidding"

خود بھی ہنس کر جب چہرہ سامنے کو کیا تو دار یہ کی نظر اتارتی آنکھوں میں خوشی کے دیپک جلے دیکھائی دیے۔

"آپ کی ہنسی کو کسی کی نظر نہ لگے ماموں"

قریب آئے جھک کر ماموں کا ماتھا چومتے کمزور سی آواز پر بھرپور قابو پاتے دعا دی، جسکے جواب میں حمین نے اسکا ہاتھ چومنے کے ساتھ اپنی پہلو نشین کو دیکھا، جسکے گالوں میں حمین کی بدلی سی نظر سے پلوں میں گلاب اتر آئے۔

"مایا، آپ ہمیشہ میرے ماموں کے ساتھ مسکراتی رہیں۔ یہ بہت سوئیٹ ہیں اور جتنا میں آپکو یہ کچھ دن
آبزور کر سکی ہوں، آپ بھی میرے ماموں جیسی ہیں۔ اس دنیا میں شاید ہی آج مجھ سے زیادہ کوئی
خوش ہو"

اپنی خوشی کا اظہار وہ ٹھیک سے کرنے پار ہی تھی لیکن کوشش بھرپور کی۔
اور پھر داران اور ماول کو آتا دیکھے وہ دبے پیر سیٹج سے اترنے لگی جب داران نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ
میں جکڑتے روکا، یہ منظر کسی نے دیکھا ہو یا نہیں عاقب موہان کے اندر اذیت کی جلن اتار گیا۔
دار یہ پیچھے کو دو قدم سر کی تو داران کی رنگیلی آنکھیں اسے فرصت سے سراہنے پر لگی تھیں۔
وہ خود بلیک میں سوبر کے ساتھ ہنڈ سم لگ رہا تھا، گرنیش بلو آنکھیں اور بھورے سر اور دھاڑی کے بال
اور اسکی وجاہت میں اضافہ کر رہے تھے۔

"سٹے ودی"

داران کے آنچ بخشتے بھاری لہجے میں کہے اس جملے پر وہ نظر بے اختیار جھکا گئی اور اپنے ہاتھ کو دیکھا جو
داران کے ہاتھ میں دب سا گیا تھا، پھر آنکھیں اٹھا کر اسکے اتنے نرم لمس پر اس آتشی مزاج والے کی
آنکھیں حیرانگی سے کھوجنے لگی۔

فوٹو گرافرز دونوں کو کچھانچ تصویروں میں قید کر رہے تھے لیکن وہ دو ایک دوسرے کی قید میں تھے۔

وہ مان گئی، وہاں وہاں چلی گئی جہاں وہ اسکا ہاتھ پکڑے لے گیا، فیملی فوٹو شوٹ میں عزیزے بھی اٹھ کر سیٹج پر آئیں۔

فنکشن کے بعد ڈنر ہوا اور سب ملنے ملانے کے بعد رخصت ہوئے، مایا بھی کافی تھک چکی تھی تبھی داران اور ماول اسے روم میں لے گئے۔

دارینے سب کا اگین شکریہ ادا کیا اور گیڈ تک سبکو سی آف کرتی جاتے جاتے ایک بار پھر ماموں سے لپٹ گئی، کیونکہ یہ خوشی اسکی حسرت میں شمار تھی جس نے آج حمین کا دامن بھر دیا تھا۔

سب کے جانے کے بعد وہ خود لان میں چلی گئی، نجانے کیوں پر داران کے ہاتھ کی حرارت اسے اب تک اپنے مرمریں سپید ہاتھ پر باقی محسوس ہو رہی تھی اور وہ اس اچھوتے احساس کے ساتھ کچھ دیر اکیلا رہنے کی تمنائی تھی۔

.._____..

"کہاں جا رہے ہو رجاں؟"

جوس کا گلاس لا کر میز پر رکھتے ثمن نے ڈریسنگ کے سامنے سج دھج کر اپنے چہرے کے زخموں کو فاونڈیشن سے چھپاتے رجاں سے پوچھا جو ممی کے سوال پر دانت کچکچاتا پلٹا۔

"گھر رہ رہ کر گل جاؤں گا مام، دوستوں کے ساتھ کلب جا رہا ہوں۔ آجاؤں گا بارہ بجے تک"

پاؤڈر سے بیس سیٹ کیے اجلت میں میٹرس پر رکھا فون اٹھائے اس سے پہلے وہ پرفیوم سپرے کرتے جاتا، ثمن نے اسکی بازو پکڑے روکا۔

"میری ایک بات کان کھول کر سن لے رجا، اگر تو نے کوئی گری حرکت کرنے کی کوشش کی تو میں تیری خود جان لے لوں گی۔ پہلے ہی تیرے باپ نے کہیں منہ دیکھانے کے لائق نہیں چھوڑا، یہ تو شکر ہے ابھی میڈیا کو انکے کر توت نہیں پتا ورنہ ہم سب کا گھر سے نکلنا دو بھر کر دیتے۔ انیب نے سب سنبھال رکھا ہے۔ میری مان تو عاقب کے بجائے تو شادی کر لے اس سے۔ انسان بن جا رجا، میں تجھے کھونا نہیں چاہتی بچے"

ہر دوسری ماں کی طرح جذباتی بلیک میل کرتے ثمن نے اسکے بے راہ رو قدموں کو زنجیر ڈالنی چاہی پر وہ آگے سے قہقہہ مارے ماں کی گال ہی کھینچ گیا۔

"انیب کافی گرم مزاج ہے، میرے ساتھ نہیں چلے گی مام۔ مجھے کوئی بہن جی ٹائپ دیں یا جس کو مجھ سے مسئلے بھی ہوں تو بچاری ڈر کے مارے کہہ نہ سکے۔ آپ نے اپنی زندگی جی لی، تو خدا کے لیے میری زندگی پر قابض نہ ہوں۔ پہلے ڈیڈ کی چک چک تھی اب آپ نے منسب سنبھال لیا۔ مجھے یہ شادی شادی نہیں کرنی، ہنہ۔ ایک ہی شکل دیکھ کر بیزار نہیں ہونا۔ میں جیسے جیتا آیا ہوں بہت خوش ہوں۔ سو مر بھی گیا تو اک فاتحہ پڑھ دیجیے گا بس۔ لیکن مجھے اپنی زندگی میں رکاوٹ برداشت نہیں،

پھر وہ میری ضد کے بیچ آئے یا میرے دھندے کے بیچ۔۔۔۔۔ عدت پوری کریں اور کوئی بھلا مانس آدمی دیکھ کر گھر بسالیں"

نٹن تو اس کی باتیں سن کر زمین میں دھنس گئی لیکن آخری مشورے پر کھینچ کر رجاں کی نیل زدہ گال پر ایسا تھپڑ رسید کیا کہ خود ہی آنکھوں میں سرخی جمع ہو گئی جبکہ رجاں آگے سے متنفر سا مسکرایا۔

"تجھ جیسی اولاد سے بہتر تھا میں کوئی اینٹ پتھر جن دیتی، دفع ہو جا میری نظروں سے"

چینخ کر ثمن نے باقاعدہ اسے کمرے سے باہر دھکیلا جبکہ خود پھوٹ پھوٹ کر سسک پڑیں، ایسی اولاد اور شوہر ثمن چغتائی کی سزا ہی تو تھی، جہانگیر کا دل توڑنے کی سزا، کیونکہ وہ نازیہ (ثمن کی بڑی بہن اور جہانگیر کی بیوی) کو نہیں ثمن کو چاہتے تھے، لیکن ثمن کو حمید پسند تھا کیونکہ وہ چار منگ تھا، جبکہ جہانگیر سادہ مزاج۔

بہت بری طرح تکلیف دی تھی ثمن نے انکو، اور قدرت نے اس شخص کو بھلے نازیہ جیسی ہمسفر دی، انیب جیسی بیٹی دی پر ساری زندگی مشکلات سے گزارا۔

آج اس لمحے شمن کو اپنی کی زیادتی رلا رہی تھی، جہانگیر کو دی اذیت کاٹ کھا رہی تھی۔

وہ حمید سے شادی کرنے میں تو کامیاب ہو گئیں لیکن جہاں جہانگیر روشنی تھے تو حمید سیاہ اندھیرا، یا پھر چمکتی ہوئی جو چیز جسے یاس جا کر دیکھا تو بس چمک ہی تھی، اندر سے سب کھوکھلا تھا۔

دل توڑنے کی سزا اللہ اس دنیا میں ہی دیتا ہے، تبھی تو ثمن کو آج تک نہ شوہر کی طرف سے سکھ ملانہ اکلوتی اولاد کی طرف سے، پر اب انکے آنسو کس کام کے، خود غرضی کی سزا تو بہر حال کاٹنی پڑتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ثمن کو شادی کے چند سال بعد ہی یہ احساس ہو گیا کہ وہ حمید سے نہیں جہانگیر سے محبت کرتی تھیں اور پھر ہاتھوں میں کچھ نہ رہا، جہانگیر بھی ٹرویول ایجنسی کے مالک ہونے کی وجہ سے اکثر و بیشتر چغتائی پولیس سے دور رہے، کیونکہ نازیہ بہت جلدی چھوڑ گئی، انیب کی پرورش بھی ماریہ صاحبہ نے کی۔

.._____..

"تمہاری اور داران ماہیر کی سب سے خوبصورت تصویر، میں نے چپکے سے بنائی۔ دیکھو کیسی ہے"

داریہ کافی دیر سے لان میں بیٹھی تھی، انیب کے میج پر سوچوں سے نگلی اور پیغام پڑھا تو اس کے سنگ ارسال ہوئی سچ میں خوبصورتی کے پیمانوں کو مات دیتی اپنی اور داران کی تصویر دیکھ کر پھیکا سا مسکرا دی۔

کیا وہ ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے اتنے پیارے لگتے ہیں؟ کیا ماشاء اللہ کہنا چاہیے، یہی سوچے وہ کاوچ کی بیک سے لگتی آسمان پر چمکتے ستارے اور بادلوں کے گولے دیکھنے لگی جو سیاہی مائل تھے۔

داران نے کچھ دیر مایا سے بات کی لیکن وہ اچانک ہوتے سرد درد کے سبب بنا کچھ بتائے ہی چینخ کیے لیٹی تو اسکی آنکھ لگ گئی، داران نے بھی اسکے آرام کو سوچتے ہوئے سونے دیا اور صبح پر بات چپ رکھتا باہر

آیا، سب ہی تھک چکے تھے تو سونے جا چکے تھے، داران کچھ دیر چہل قدمی کی نیت سے باہر لان میں چلا آیا تو داریہ کو گم صم سا آسمان پر نظریں جما کر بیٹھا دیکھے کچھ دیروہیں رک کر اسے دیکھتا رہا اور پھر ساتھ ہی آکر بیٹھا تو داریہ یکدم خیالوں سے نکلی۔

وجہ داران کے سراپے سے اٹھتی مسحور کن خوشبو تھی جس سے داریہ کے گم حواسوں کا گہرا ناطہ تھا۔
"سوئی نہیں تم؟"

وہ یوں تھا جیسے سب ٹھیک ہو گیا ہو، نہ رنجش رہی ہو نہ شکایت۔
وہ ٹھیک سے بیٹھی، نا جانے کیوں داران کو پاس بیٹھا دیکھ کر نروس سی ہو رہی تھی۔
"ہمم۔ بس ایسے ہی"

الجھ کر جواب دیا گیا۔
"یہ دیکھو"

داریہ نے فون اسکی طرف کرتے پکچر دیکھائی جسے دیکھ کر داران کی سنجیدگی بڑھی۔
"کس فضول فوٹو گرافر نے لی ہے، بیکار"

داران نے ناگوار نیت سے نقص نکالا تو داریہ نے حیرت سے داران کو دیکھا۔

"بیکار صرف ایک چیز ہے اس میں، تم"
داریہ کا جوابی طنز، داران کی بے اعتنائی کو خاک کر گیا۔

"تم ہو بیکار"

مقابلہ بازی کی گئی، اسکے بچوں کی طرح تم ہو کہنے پر داریہ ناچاہتے ہوئے بھی فون دوسری جانب رکھتی مسکرا کر ٹیک لگا گئی۔

"کیوں ہو اتنے عجیب؟ کبھی ٹھہرتے ہی نہیں کسی جانب، نہ میرے پاس نہ مجھ سے دور۔ تمہارے اندر کاشور مجھ تک آرہا ہے ماہیر شاہ"

ان صندلی ہونٹوں پر شکوہ خود مچلا، حالانکہ جن نگاہوں سے وہ یہ کہتے ہی داران ماہیر کو دیکھ رہی تھی وہ داران کے دل میں مقید کر کے رکھے منہ زور طوفان کو اکسار ہی تھیں۔

"اپنا دھیان مجھ سے ہٹا و اسی میں تمہاری بہتری ہے"

وہ گہری نگاہوں سے داریہ کو دیکھ کر دریادلی سے مشورہ تھا گیا، نظر پھیری جو پھیرنی محال کر دی گئی تھی، وہ نرم ہوتی تو فلورنس بن جاتی، اور جب فلورنس بنتی تو وہ ہارنے لگتا، معاملہ ہارنے کے بعد یقیناً بہکنے پر جانے والا تھا۔

"کافی خوش فہم ہو، کیا تم ہی رہ گئے ہو میرے دھیان کا مرکز۔ اللہ اللہ۔۔ جو لوگ سیدھے منہ بات نہیں کرتے، وہ سیدھے طریقے سے داریہ کے دل میں نہیں اترتے"

وہ اسے مسکراتی، جتنی نظروں سے اپنے آپ کو سمجھنے اور جاننے کی آج پہلی بار دعوت دے رہی تھی اور وہ ٹھہرا ازل کا بدلحاظ و منہ پھٹ، لڑنے کا شوقین۔

"بات دھیان کی تھی پر یہ خرافاتی شے (دل) کہاں سے آن ٹپکی۔ فضول باتیں مت کرو مجھ سے۔
تمہارا مجھ پر کوئی جادو نہیں چل سکتا"

بلا کا مغرور بنا وہ اسے شکست کا عندیہ تھمائے اکڑا، لہجہ کھر درا ہوا جیسے اسے درایہ سے کچھ لینا دینا ہی نہ
ہو، ہاں اب تک نہیں تھا لیکن شاید آج کے بعد ممکن ہوتا۔

دونوں کے جسموں کے بیچ میں مناسب فاصلہ تھا پھر بھی دونوں ایک دوسرے کی جان کو آرہے تھے،
شاید ان کی کشش، کشش ثقل کو مات دینے کی قوت رکھتی تھی۔

"میں تم پر اپنا جادو چلانا بھی نہیں چاہتی، فضول اور بے کار حرکتوں سے اجتناب برتتی ہوں"
گردن واپس موڑے، اپنے پگھل جانے کا ارادہ ترک کرتی وہ خود بھی اپنے وقار میں واپس آئی، آسمان
کے چمکتے ستارے دیکھ کر اسکی رگ رگ میں سکون سرائیت کر گیا۔

اس کو کہاں زیب دینا تھا، داران ماہیر شاہ کے لیے نرم ہونا، وہ نرم ہو جاتی تو وہ سنگدل اسے اتنے
ٹکڑوں میں توڑتا کہ جڑنے کی اہلیت ہی نہ بچتی۔

داران نے گردن ناگواری سے پھیری، وہ داریہ کے چہرے پر براجمان سکون دیکھ کر سلاگا، وہ اسکی تھی
پھر اسکے بنا کیوں سکون میں تھی؟ یہی ایک واحد تکلیف آج داران کی نیند، سکون اور چین غارت کر
رہی تھی۔

"کس کے بارے میں سوچ کر مسکرا رہی ہو"

داران کے سوال میں جی بھر کر جلن تھی، وہ مسکراتور ہی تھی پر اسی ساتھ بیٹھے پتھر دل کے بارے میں سوچ کر۔

"اپنے بدلتے دل کے بارے میں"

نہایت ٹھنڈا لہجہ، جو مقابل کے جسم کی رگوں میں دوڑتے لہو کو بھی جما گیا۔

"بڑی جلدی نہیں کر دی"

داران کے لہجے میں صاف صاف طنز تھا، کھل کا ہنسنے کے ساتھ وہ زرارخ بھی داران کی جانب کیے پر شوق نگاہوں سے اسکا وجہہ خوبصورت چہرہ تکنے لگی جسکے خدو خال، خوا مخواہ کی جلن، ضبط اور خود اذیتی سے ہمہ وقت تناو کا شکار رہتے تھے۔

"دل کو بدلنے میں یا اس بدلاؤ کے بارے سوچنے میں؟"

دارایہ کو دلچسپ سوال کرنے کی عادت تھی اور داران کو ایسے جواب دینے کی جو جسم میں نمودار ہوتی امید کا نشان تک مٹا دیتے۔

"مجھ سے دھیان ہٹانے میں"

یہ پہلی بار ہوا تھا کہ اس گھمنڈی نے دارایہ ز میل خان کے آگے دل کے بعد زرا اپنا آپ بھی جھکایا، کیونکہ اس کے ہونٹوں سے نکلتے اس عام سے اعتراف میں بھی اتنی قوت تھی کہ وہ دارایہ کو ہر تکلیف لمحہ بھر بھلا گیا۔

"تم پر دھیان تھا ہی کب، یہ میری سوچوں کی توہین ہے"

تھوڑی انا کی ماری وہ بھی تھی، آخر کو دنیا کی وحشت سے لڑنے والی جنگجورہ چکی تھی۔

"اور تمہاری سوچوں میں آنا میری بد قسمتی"

جواب دگنے شر کے سنگ دیتے وہ محظوظ ہوا۔

دار یہ نے گہرا سانس کھینچا اور اپنا فون لیے اٹھ کھڑی ہوئی مگر داران نے بے اختیار اسکا ہاتھ پکڑے روکا۔

"کوئی کام ہے کیا؟ نیند آرہی ہے؟"

ماہیر کے بہکے بہکے سوالوں پر وہ ٹھٹکی، نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں"

دار یہ نے سہم کر بتایا جس پر وہ واپس اسی جگہ بٹھادی گئی۔

"تو یہیں بیٹھی رہو، کوئی مسئلہ ہے"

اسکی ٹون میں گزراش اور حکم کی ملی جلی سی ترنگ محسوس کیے وہ سر ہلاتی اسے ڈر کر دیکھنے لگی۔

"مایا کل چلی جائیں گی تو اداس ہو کیا؟ آئی مین تم ایسے مجھے روکنے والے تو نہیں ہو۔ تم تو شکر کرتے ہو

میری شکل او جھل ہو تمہاری نظروں سے"

دل میں اسکا رویہ کھٹکا تو وہ کہے بنانہ رہ سکی، داران نے اسکا ہاتھ آزاد کیا اور نظر بھی ہٹالی۔

"سچائی بتا دو داریہ"

وہ اسے دیکھے بنا بولا جبکہ داریہ کے چہرے کے رنگ بدلے۔

"بابا نے ہی دارم شاہ کو شورٹ کیا، بتا دیا سچ۔ ناویپی"

وہ سر سے اتارے یہ سب کہے اٹھنے لگی مگر اس بار پھر سے اسکا ہاتھ پکڑ کر واپس بٹھایا گیا۔

داریہ اسکے قریب ہو کر بیٹھنے پر ہچکچاسی گئی۔

"یہ تو جانتا ہوں، کیوں شورٹ کیا۔ کیا جرم تھا چاچو کا؟ بولو۔ تم وجہ تھی کیا؟"

وہ اسکے چہرے پر گہری نگاہیں پھیرتا جو بول رہا تھا داریہ کو یقین نہ آیا کہ وہ ایسا بھی سوچ سکتا ہے۔

"م۔۔ میں کیسے وجہ ہو سکتی؟ کیا مطلب تم یہ سمجھ رہے ہو کہ بابا نے میری وجہ سے دارم شاہ کو مارا۔ ہا ہا

واہ ماہیر شاہ۔ اچھا اب جو تم نے دماغ میں کہانی گڑھ رکھی ہے وہ بھی اگل دو۔ ہاں داریہ تو ہے ہی رسوا،

بدنام۔ یقیناً دارم نے کچھ کیا ہو گا داریہ کے ساتھ تبھی باپ نے جذباتی ہو کر دارم کو قتل کر دیا۔ یہی

سٹوری سوچ رکھی ہے؟"

وہ زہریلے الفاظ کے سنگ داران کی سوچ پر افسوس کرتی جیسے بول رہی تھی، داران کی برداشت سے

کھیل رہی تھی۔

"ہاں تمہیں وہاں دیکھ کر کوئی بھی سمجھدار انسان یہی سوچے گا"

داران نے غصے سے جواب دے کر اسے خاموش کرنا چاہا پر وہ ویسا ہی زہر خند مسکرائی۔

"اول تو تم سمجھدار کہیں سے نہیں ہو ماہیر شاہ! دوسری بات۔ میرے باپ میں ابھی بھی اتنا دم نہیں ہے کہ وہ میرے لیے کسی کی جان لے لیں۔ جس بیٹی کو جوئے میں ہار دیا، اسکی عزت جان کیوں بچائیں گے وہ؟ تم جانتے بھی ہو جوئے میں ہاری لڑکیوں کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟ وہ بھول جاتی ہیں کہ انکا کوئی باپ بھی ہے۔۔۔۔۔"

حسرت، تڑپ اور تھوڑی سی ناراضگی تھی جس سبب وہ آخر تک آنکھیں چراگئی، شاید وہ زندگی سوچ کر بھی داریہ کا وجود دیکھنے لگتا تھا۔

داران کو پہلی بار لگا جیسے وہ سچ میں اندھا، گونگا اور بہرہ ہے۔

"میں جب انکو بابا پکارتی ہوں تو میرے جسم کا ہر حصہ دکھتا ہے اس سے بڑی بد قسمتی کیا ہوگی میری، یہ رسوائی اور زلالت سے کہیں بڑا دکھ ہے، دل میں ہوتی تکلیف بیان سے باہر ہو جاتی ہے۔ وہ جیسے بھی ہوتے پرکاش سنگدل نہ ہوتے، خیر تم نے یہ کہانی سوچی ہے تو اسی کو سچ مان لو"

مزید جب بولنا مشکل ہوا تو وہ اس بار سچ میں اٹھ کر بھاگنے لگی لیکن ماہیر اس بار خود اٹھ کر اسکے بازوؤں کو تھامے روک چکا تھا۔

وہ سمجھنے والی کہانی نہیں سننا چاہتا تھا، اسے سچ جانتا تھا۔

"اپنی تکلیف تم مجھے کیوں بتا رہی ہو، یہ جانتے ہوئے کہ میں تمہارے زخم کو ناسور بنا دوں گا۔ کیا لگتا ہوں میں تمہارا؟ کیوں بدل جاتی ہو میرے سامنے۔ ایسے تو اچھی لگنے لگو گی، جو میری انا پر کاری وار ہو گا"

وہ تکلیف میں تھی تبھی اسے لگا دماغ چل گیا ہے تبھی الٹا الٹا سنانی دے رہا ہے، سر جھٹک گئی جیسے داران کے کہے کو وہم سمجھ رہی ہو لیکن داران ماہیر کی آنکھوں پر نگاہ گئی تو وہ خوف سے زرد پڑ گئی۔ کیونکہ یہ سب اس آنکھوں میں لکھا تھا۔

"تم میری کسی تکلیف کو نہیں بڑھا سکتے، وہ سب پہلے ہی ہائی لیول پر ہیں۔ بھول کر بھی مجھے اچھی مت سمجھنا ماہیر شاہ، ساری عمر امان پروردگی کے نام سے خوف کھاو گے۔ رہی بات اپنی تکلیف تمہیں بتانے کی تو میں یہ سمجھنا چاہ رہی تھی کہ زمیل جلال خان میرے لیے مر تو سکتا ہے لیکن کسی کو مار نہیں سکتا۔ تم تک سچ ضرور آئے گا لیکن مناسب وقت پر، شاید تب جب میں تم سے بہت دور جا چکی ہوں گی۔ تمہاری امان سے آزاد ہو کر اپنے محبوب کے پاس۔ اسکی باہوں میں"

آخری جملے وہ داران کی آنکھوں کے سرور کا قتل کرنے کو بولی اور کامیاب ٹھہری۔

"کیا تمہارا محبوب، تمہیں قبول کر لے گا۔ جب اسے یہ پتا چلے گا کہ تم داران کی ہو گئی ہو"

داران کا سوال نہیں تھا، چبھتا ہوا نشتر تھا جو داریہ کا دل لہو کر گیا۔

"م۔۔ میں تمہاری کیوں ہونے لگی، شکل دیکھی ہے تم نے اپنی۔"

گھبراہٹ میں وہ بچگانہ انداز میں بڑبڑائی۔

"کچھ وقت پہلے دیکھی تھی، تب تو اچھی خاصی تھی۔ اب بگھڑ گئی ہے تو علم نہیں"

داران کا انداز خالص زچ کرنے سا تھا، داریہ اسکی گرفت میں مچلی۔

"ہاں ڈریگن جیسی ہو گئی ہے"

اسے پرے دھکیلتے دو بدو غرائی۔

"اس ڈریگن جیسی شکل سے بھی میں تمہیں بہکا سکتا ہوں پھر تو داد کا مستحق ہوں"

مغرور ہوتے داریہ کی گھبراہٹ پر چوٹ کی تو وہ پوری قوت سے اسکے حصار سے آزاد ہوئی۔

"میں کب بہکی، کتنے جھوٹے ہو تم ماہیر شاہ، فطری گھبراہٹ کہتے ہیں اسے، تم میرے کو لیگ نہیں ہو

جس کے ساتھ میں کمفرٹیبیل فیل کروں نہ دوست کہ بے تکلفی والا سین ہو، تم الگ میٹیریل ہو گریز کیا

جانا ضروری ہے جس سے۔ داریہ ہوں میں سمجھے، تم جیسے کے آگے بہکنے سے بہتر ہے سر قلم کروا

لوں۔ تم مجھے آگے سے ہاتھ مت لگانا، ان فیکٹ میرا ہاتھ بھی مت پکڑنا۔ یہ کرتے ہوئے تم بہت لفنگے

لگتے ہو۔"

جو سمجھ آیا بولتے ہوئے اپنے کمزور لہجے کو تقویت دی لیکن اس بار داران کے پکارنے نے اسکے قدم

روکے۔

"داریہ"

وہ پکار کر قہر ڈھا چکا تھا، داریہ نے غصے سے پلٹ کر اسے گھوری دی۔

"وجہ بتا دو داریہ خان ورنہ تمہیں بہکا کر غضب ڈھا دوں گا، پھر تم داران ماہیر شاہ کے سوا کسی کی نہیں رہو گی۔ ویسے بھی ملکیت کے معاملے میں کافی جنونی ہوں۔ نفع نقصان نہیں دیکھتا ہوں بس کر گزرتا ہوں"

جانے وہ اسے کس طرز کا ڈرانا چاہتا تھا لیکن داریہ کے رونگٹے ضرور کھڑے ہو چکے تھے۔
وہ پلٹ کر حویلی کی طرف چلی گئی اور مڑ کر دیکھنے کی کوشش تک نہ کی جبکہ داران شاہ جبرے بھیج کر رہ گیا۔

ماول یو نہی لیٹ کر سٹیٹس چیک کر رہی تھی تبھی ایاد کا سٹیٹس اوپن ہوا، اسکی بہت خوبصورت پکچر تھی جس پر ماول کا غصہ از سر نو دہکا، ریپلائے اوپن کیے اس نے فوری کچھ ٹائپ کیا۔

"بہت منحوس لگ رہے ہیں"

پیغام فوری سینڈ کرتی وہ تب حیران ہوئی جب فوری بلوٹک لگی جیسے وہ اسکی چیٹ کھولے بیٹھا تھا، خوش فہمی کہہ لیں یا امید کہ ماول فوری اٹھ بیٹھی، وہ کچھ ٹائپ کر رہا تھا، ماول کا دل اوپر نیچے ہوا۔

"شکریہ تعریف کے لیے زہریلی"

ماول کی ساری امید اس نئے نام سے کرچی ہوئی

"جب شرم بٹ رہی تھی آپ چھانی لے کر کھڑے تھے، آپ جتنے ڈیسنٹ اور سوبر تھے خدا کی قسم اب اتنے ولد کے ٹاپ چھچھورے ثابت ہوئے ہیں۔ آپ کی وہ گھنگھریا لے بالوں والی بھی نیلا تھو تھا لگ رہی تھی"

ماول نے جل بھن کر میسج ٹائپ کیا اور اتنا غصہ تھی کہ بھیج بھی دیا، ایاد ہنس کر دہرا ہوتے بیڈ پر الٹا لیٹتے جواب ٹائپ کرنے لگا۔

"ارے کہاں، وہ تو آج دلربا لگ رہی تھی۔ اتنی خوبصورت کہ اگر میں شاعر ہوتا تو اس پر اک آدھ نظم لکھ ہی ڈالتا۔ اسکے بالوں سے پھوٹی خوشبو، فضاوں میں گھلی تھی اور موسم معطر کر رہی تھی۔ میں اسکے ان الجھے بالوں کا ہی تو عاشق ہوا ہوں زہریلی"

ماول کی آنکھوں سے یہ پڑھ کر آنسو موتیوں سے بہے، پگلی کیا جانتی کہ وہ ظالم اسے ہی خیالوں میں بسا کر ہانک رہا ہے۔

"مجھے زہریلی کہنا بند کریں، ہرٹ ہو رہی ہوں"

فوری میسج کر دیا، بنا سوچے۔

ایاد کی مسکراہٹ اس لڑکی کے اداس پیغام نے نگل لی۔

"بلاک کر دو۔ مت کرو بات۔ تم نے پوچھا تو بتا دیا میں نے۔"

بے رحم جواب جو ماول سے ساری راعنائیاں چھین گیا۔

"آپ کر دیں، اور فرصت سے مر جائیں"

اپنی طرف سے آخری میسج بھیج کر سارے رشتے ناطے ختم کرتی وہ لیٹ گئی لیکن جب میسج پیپ بجی تو خود کو روک بھی نہ سکی۔

"مر گیا تو میری الجھے بالوں والی کا کیا ہوگا، ابھی مرنے کا موڈ نہیں۔ چلو سو جاو بیچی ہو تم ابھی، یا پوگو دیکھو جا کر"

ایاد کا ستانا کسی کی جان پر بن رہا تھا اور وہ کھیل کھیلنے میں راحت محسوس کر رہا تھا، قسمت ایاد خان کو اس کھیل پر برا جنجھوڑنے والی دیکھائی دے رہی تھی۔

"آپ سچ میں اس سے شادی کر رہے ہیں؟"

کچھ دیر بعد وہ دل کے ہاتھوں مجبور ہوتی میسج ٹائپ کیے سینڈل کرتی جواب کے لیے سکرین پر نظر جما گئی۔

"آفکورس، پہلی بار کوئی پسند آئی ہے ماول شاہ۔ ویسے بھی تم ہی تو بوڑھا سمجھتی ہو مجھے، تو مجھے لگتا ہے اب گھر بسا لینا چاہیے۔ تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کہ تمہارے ٹیچر کا فائنلی کچھ ہو گیا"

ایاد خان کے لکھے اس پیغام میں ہلکی سی بھی جذبات کی رقم ہوتی تو وہ ضرور دل دھڑکنے کا بتاتی لیکن سپاٹ چہرہ کیے سمائی ایموجی بھیجے انٹرنٹ آف کیے فون تکیے تلے دبا دیا۔

"مجھے خوش ہونا چاہیے لیکن نہیں ہوں، کیوں نہیں ہوں؟ کس سے پوچھوں۔ سب کو اپنی زندگی سے فرصت نہیں ملے گی کہ ماول شاہ کا حال پوچھیں۔ بابا تو پہلے ہی بڑی رہتے تھے، بھیا بھی بھا بھی کے ہو گئے۔ خالا چلی جائیں گی، دادو سمجھ نہیں پائیں گی۔ مئی ہیں نہیں، اور آپ ایاد آج سے میرے لیے کچھ بھی نہیں۔ بس ماول ختم کر دو یہ بے چینی، تم اس تکلیف کا سبب نہ ہی جانو تو بہتر ہے"

تکیہ منہ پر دبائے آنسوؤں کو پلکوں کی باڑ میں چھپائے وہ پھر سے مضبوط ہونے کی کوشش میں تھی جبکہ ماول کو آف لائن دیکھ کر جو بے قراری ایاد پر طاری تھی اسکی تو شاید مثال ہی نہ تھی۔

"یہ تو طے ہے ماول کہ تم جل رہی ہو، لیکن میں کیوں سلگ رہا ہوں؟ وہم ہے شاید میرا، مجھے تم سے محبت نہیں بس میں تمہارے اپنے لیے جذبات جاننے کا حقدار ہوں۔ اگر تمہیں مجھ سے محبت ہے تو کہہ دیتی، نہ ضد پر اترتا۔ جسے محبت ہے وہی اظہار کرے بس، اگر تم اب بھی اپنے جذبات سے فرار کرنا چاہتی ہو تو ٹھیک ہے۔ جلد تم مجھے اور انیب کو آفیشلی ساتھ دیکھ کر اچھے سے سمجھ جاو گی کہ کیا چاہتی ہو"

بظاہر تو وہ خود کو تسلی دے رہا تھا کہ سب کچھ ماول کی طرف سے ہے لیکن حیران بھی تھا کہ ماول کو جلا کر اسکی دھڑکنیں کیوں دل کا ساتھ چھوڑ رہی ہیں۔

آہ ایاد خان آہ! ضدی اور سفاک انسان۔

جب سے عاقب، داران اور داریہ کو اتنا قریب دیکھ کر آیا تھا، کسی گیلی لکڑی کی طرح جل کر دھواں چھوڑ رہا تھا، ماریہ تو بہت تھک گئیں تبھی سونے چلی گئیں جبکہ انیب بھی اپنے لیے کافی بنا کر روم میں ہی جانے کا سوچ رہی تھی۔

عاقب باہر سے گزرا تو انیب کو دیکھتے کچن میں داخل ہوا۔

"یہ تم ایسا دلالہ سے کچھ زیادہ فری نہیں ہو رہی تھی آج، سگا بھائی نہیں ہے وہ تمہارا۔ کیوں تمہیں ہر چیز بتانی پڑتی ہے"

بظاہر فریج سے پانی کی بوتل نکالتے ہوئے دبے دبے لہجے میں انیب کی حرکت پر آڑے ہاتھوں لیا جو بنا پلٹے ہی عاقب کے جل اٹھنے پر مسکرائی، پھر شان بے نیازی سے اسکی طرف پلٹی۔

"تمہیں میرے ارد گرد گھومتے ہر مرد سے مسئلہ ہے، میرے پیارے شوہر کو کیسے برداشت کرو گے۔ جو صرف آس پاس گھومے گا نہیں بلکہ۔۔۔۔"

گویا انیب اسے مار ڈالنے پر کمر بستہ ہوتی ظلم کی اخیر کر گئی۔

بوتل کچن شیلف پر رکھے وہ بجلی کی رفتار سے انیب کے قریب رکتے دائیں بائیں سے ہاتھ شیلف پر ٹکاتا ٹھیک چہرہ انیب کے چہرے کے قریب لے جاتے رکا۔

"تم سے کون شادی کرے گا، تمہارے دل میں تو آل ریڈی عاقب موہان براجمان ہے۔ داریہ میرا جنون ہے، میرا سکون بنے گی لیکن میرا دل بہت بڑا ہے، میں تمہیں اپنا نام دے کر احسان کر دوں گا۔

مجھے دیکھ کر گزراہ کرتی رہنا، اور اگر میرا دل نرم پڑ گیا تو شاید اپنی قربت کے چند لمحے بھی میں تمہاری جھولی میں خیرات کی طرح ڈال دوں گا۔۔۔۔۔"

پہلے تو وہ اسکے اتنے قریب آیا یہ ہی انیب سے نہ سنبھالا گیا اوپر سے عاقب کی کی گئی تضحیک سے انیب کو لگا وہ اسکے منہ پر تماچا مار گیا ہے، ہتک کے احساس سے انیب کے چہرے کی رنگت سرخ ہوئی۔ ہاتھ کی پہنچ میں بریڈ پر مکھن لگاتی چھری آئی تو اسی کو عاقب کے کندھے میں بس زر اسکا گاڑا، وہ اس حملے کے لیے تیار نہ تھا لیکن اسکا فولادی جسم اس جھٹکے کو مہارت سے سہہ گیا، چہرے پر شکن تک نہ آئی۔

"تم ایک گھٹیا انسان ہو عاقب، غلیظ، اب تمہیں کسی اور سے شادی کر کے دیکھاؤں گی۔ دھیان رکھنا تم ہی ایک دن خیرات لینے والوں میں نہ شامل ہو جاؤ کہیں۔ کس چیز کا غرور ہے تمہیں، انیب جہانگیر کے دل کا مکین ہونے کا تو نکالتی ہوں آج تمہیں۔ تمہارے سارے شر سمیت اپنے دل سے۔ دعا ہے کہیں کے نہ رہو"

وہ گڑھی چھری اسکے کندھے سے نکال کر زمین پر پھینکے عاقب کی لہو آنکھوں میں آنکھیں گاڑے بولتے ہی اسے خود سے پرے دھکیلا، عاقب نے بے اختیار زخمی کندھے پر ہاتھ رکھا، اسکی شرٹ لہو لہان دیکھے انیب کی آنکھوں میں بھی سرخائی گھلی۔

"یہ جو لہو تم نے میرے جسم سے بہایا ہے، یہ تمہاری آنکھوں سے بہاؤں گا۔ تم مجھ سے نفرت نہیں کر سکتی یہی تمہاری کمزوری ہے انیب جہانگیر۔ میں تمہیں کسی اور کے لائق رہنے ہی نہیں دوں گا، بلکہ اب بھی تم کسی کے لائق نہیں۔ جتنا کہہ لو، تمہارا دل میری ملکیت ہے، تھا اور رہے گا۔ تم تڑپنے کے لیے تیار رہنا۔۔۔۔۔ وحشی عورت"

تنے ہوئے نقوش سمیت پر تپش لہجے میں غرا کر اسکے جسم پر کپکپی طاری کر چکا تھا۔
ان دو کو اس حال میں دیکھتا ابھی پیلس واپس آیا رجاں خباثت سے ہنستا کچن میں گھسا تو دونوں کے چہرے کارنگ بدلا۔

"اوائے ہوئے! یہاں تو وحشی فلم چل رہی ہے۔ ہائے میری شیرنی۔۔ اس نے کچھ کیا تمہارے ساتھ انوو۔ بہت اچھا کیا اس کو سزا دے کر۔ بھئی تم تو میرے ٹائپ کی ہو گئی ہو۔۔۔۔۔ شاباش۔۔۔۔۔ چیچ کل مجھ پر بھونک رہا تھا یہ، ہاں خصلت تیری بھی وہی ہے عاقب جو میری ہے"

پہلے ہی ایک اذیت اور ایک تکلیف سے گندھا تھا اوپر سے رجاں کی بکو اس صبر کا پیمانہ لبریز کر گئی۔
عاقب نے زخمی ہونے کے باوجود ہنس کر شر پھیلاتے رجاں کے منہ پر پوری قوت سے مکا جڑا، اور اس سے پہلے رجاں بھی بدلا لیتا، انیب نے کانوں پر ہاتھ رکھتے چیخ کر دونوں کو دست و گریبان ہونے سے روکا لیکن جب تک وہ دو متوجہ ہوئے، انیب فرش پر بے ہوش ہو کر گر چکی تھی۔
رجاں اور عاقب اپنا جھگڑا بھولے خوفزدہ ہوتے انیب کی طرف دوڑے۔

"انیب"

عاقب نے اسکی گال تھپکائی اور ساتھ ہی زمین سے بازوؤں میں اٹھاتا کچن سے نکل کر اسکے کمرے کی طرف لیے دوڑا، رجاں بھی کچھ پریشان سا پیچھے ہی دوڑا۔

آہستگی سے بیڈ پر لٹائے عاقب نے سائیڈ ٹیبل پر رکھی پانی کی بوتل کھول کر ہتھیلی تر کرتے انیب کے پیلے پڑتے چہرے پر لگائی، شور سنے ماریہ اور شمن بھی دوڑی انیب کے کمرے کی طرف آئیں اور آگے انیب کو بے جان سا دیکھتے دونوں نے دہل کر دل تھامے، عاقب موہان کو کوئی اس لمحہ دیکھتا تو جان جاتا کہ جسم سے قطرہ قطرہ جان نکلنے کا منظر کیسا ہوتا ہے۔

نہ تو اسے اس وقت اپنے زخم کی پرواہ تھی نہ آس پاس کا ہوش، بس انیب کی کھلی آنکھیں درکار تھیں۔ وہ ہوش میں آئی مگر سمجھنے سے قاصر تھی کہ وہ زندگی کے ساتھ مزاق کر رہی ہے یا زندگی اسکے ساتھ۔ ماریہ اور شمن نے دونوں کو اس سے پرے دھکیلتے خود قریب جا کر اسکے دائیں بائیں بیٹھیں، دادو کے سینے وہ چھپ کر جیسے لگی، ان دونوں نے رجاں اور عاقب کو ایک سی تپش سے دیکھا، انیب سے کچھ پوچھنا یا ان دو لفنگلوں کی باز پرس کا یہ مناسب وقت نہ تھا تبھی ماریہ نے فی الحال سب کو کمرے سے چلے جانے کا کہا۔

عاقب کا دل جانے پر رضامند نہ تھا پر شمن اسے لیے کمرے سے نکلیں تاکہ اسکے زخم کو جانچ سکیں۔ جسے خود بھی ہوش نہ تھی کہ وہ بے خودی میں اپنے جذبات کا تماشا دیکھا بیٹھا ہے۔

دار یہ روم میں آتو گئی مگر آج پہلی بار اس سے سوپانا حرام تھا، حالانکہ وہ ماموں کے خوشی سے بھری تھی پر ناجانے کیوں داران کے بدلے رویے کی پھانس حلق میں چبھ رہی تھی۔

کچھ دیر کروٹیں بدلنے کے بعد وہ دم گھٹنے پر اٹھ بیٹھی، نیم جان سی روشنی کمرے میں رقصاں تھی، پرسکون سی چپ تھی، پر دار یہ کے دل میں ہلچل تھی۔

ابھی وہ اسی کیفیت میں تھی جب سائیڈ ٹیبل پر رکھا فون رنگ کیا، دار یہ ڈر کر مڑی، اس لمحہ آہٹیں بھی جان کو آرہی تھیں۔

اپنے عرق آلود چہرے کو دوپٹے سے پونجھا اور پیر میٹرس سے نیچے اتارے سائیڈ ٹیبل پر رکھا فون اٹھایا جہاں پر ایسٹ نمبر کالنگ لکھا آرہا تھا۔
دار یہ ٹھٹکی۔

"یہ کون ہو سکتا ہے، جلا د"

پہلا خیال ہی مسیحا کا آیا، ڈرتے ڈرتے کال پک کی۔

"مجھے تو لگا کال کاٹ دو گی فلورنس، ماہیر شاہ کی جو ہو۔ اب کال پک کر لی ہے تو میرا فرض ہے تمہیں ایک بار پھر ورغلا لوں"

اپنے کمرے میں ٹہلتا داران ماہیر شاہ کافی دن بعد سگریٹ نوشی فرما کر آواز کو یکسر بدل کر مخاطب تھا۔

"کس قسم کے ڈھیٹ ہو، پرائیوٹ نمبر کیسے ہے تمہارے پاس۔ تم کون ہو؟ کیا میری طرح کوئی ڈیٹیکٹیو۔ کہاں سے پیچھے پڑے ہو میرے یار، اب تو مجھے یہ بھی شک ہے کہ کہیں کسی دشمن نے ناں تمہیں میرے پیچھے لگایا ہو کہ داریہ جو ہزار کوششوں سے قابو نہیں آتی اسے محبت کی مار مار کر جکڑ لو۔ تم دھوکہ تو نہیں کر رہے میرے ساتھ، ایسا نہ ہو میں ماہیر شاہ کو چھوڑ کر تم تک آؤں تو مجھے سیاہی اور دھوئیں کے سوا کچھ نہ ملے"

داریہ کے جواب کو سنے وہ دل کش مسکرایا، کچھ دیر پہلے کی خفگی کا وجود ٹوٹنے لگا سگریٹ زہر لگنے لگی تبھی جھک کر ایش ٹرے میں مسلتے منٹ فلیور کینڈی منہ میں لیے چبائی۔۔

"میں تمہیں اپنی سچائی بتا کر اپنے پیر پر کلہاڑی تھوڑا ماروں گا فلورنس، تم تجسس اور تڑپ میں رہو گی تبھی مجھ تک لوٹو گی۔ تجسس اور تڑپ ختم سمجھو ہمارے بیچ کا کنکشن ختم۔ داران ماہیر شاہ! یہی نام ہے ناں اس کا، کب تک ہوا سکی؟"

وہ مدھر مست بھاری آواز داریہ کو آج ادا اس کر رہی تھی۔

"پتا نہیں، شاید ایک ماہ۔ تم ایک یقین دے دو، تاکہ میں لڑکھڑانہ سکوں۔ کہہ دو کہ مجھ سے محبت کرتے ہو۔ تاکہ میں ماہیر شاہ کے بھول کر بھی قریب نہ جاؤں۔ پتا نہیں ہمارے بیچ فاصلے سمٹ رہے ہیں، نظر نہیں آرہا لیکن محسوس ہو رہا ہے۔ سو پلیز مجھے سچ بتا دو، تاکہ میں خود کو تمہارے لیے سنبھال

لوں۔ پھر ہم بات نہیں کریں گے نہ تم مجھ سے ملنے کی کوشش کرنا۔ یہ سب سمیٹ کر میں خود تمہارے پاس آ جاؤں گی۔ کہہ دو پلیز"

دار یہ کے خوف اتنے سنگین ہیں یہ سن کر داران کی آنکھوں میں سرور اتر آیا، تو کیا وہ بھی فاصلوں کے سمٹنے کی داران کی طرح گواہ ہے۔

یہ فاصلہ یقیناً دل کا تھا، اسکے بعد جسموں کا۔

"اور اگر کہوں محبت نہیں ہے مجھے تم سے فلورنس لیکن شاید تمہارے ساتھ رہنے کے بعد ہو جائے تو کیا تم میری خواہش چھوڑ کر قسمت کو قبول کر لو گی۔ ماہیر شاہ کو یہ فاصلے سمیٹنے کی اجازت دے دو گی" وہ دار یہ کے ساتھ کھیل کھیلنے کو برا جان رہا تھا، جب سے اس لڑکی کے دل سے متعارف ہوا تھا۔ دار یہ کچھ دیر خاموش رہی، خود سے لڑنے جیسی کیفیت تھی۔ دل پر جیسے کسی نے سل رکھ دی ہو۔ "شاید ہاں، جب تمہیں مجھ سے محبت نہیں تو میں تمہاری طرف کیوں آؤں گی؟ وہ جیسا بھی ہے لیکن تمہاری طرح بزدل نہیں ہے کہ چھپتا پھرے۔ شاید اسکا پلڑا بھاری ہو جائے۔ تو تم سوچ لو، میری محبت پانا چاہتے ہو یا نہیں۔ تیس سیکنڈ ہیں تمہارے پاس"

وہ فیصلہ کن ہوئی، تیس سیکنڈ کیا کسی کی ڈوبتی دھڑکنیوں کو بحال ہونے کو کافی ہوتے ہیں؟ ہر گز نہیں۔ تیس سیکنڈ دونوں پر قیامت تھی، وہ منافق بننے سے خوفزدہ تھی اور داران ماہیر بکھرنے سے ڈر رہا تھا۔

"ہاں، محبت ہو گئی تھی مجھے اس لمحہ تم سے جب تمہیں نیویارک کی اک ویران سڑک پر اکیلے چہینتے دیکھا تھا۔ میں نے تمہاری ضبط کی آخری حد سے محبت کی فلورنس، پیچھا کیا تمہارا، اور پھر رجاں چغتائی جیسے آدم خور نے جب میری فلورنس کی عزت پر ہاتھ ڈالا تو مجھے سامنے آنا پڑ گیا۔ میں خود کو تمہارے حوالے نہیں کر سکتا تھا، ایسا کوئی حق نہیں تھا تبھی اپنی خوشبو سے ڈھانپ آیا، اس یقین کہ ساتھ کہ تم میری قیدی بن جاؤ، میری قید تمہیں دنیا کی ہر دوسری قید سے نجات دے گی فلورنس"

یہ جانتے ہوئے کہ اس اظہار کے بعد وہ ماہیر شاہ کے سائے کو خود پر ممنوع کر دے گی، وہ بازی کھیل گیا۔

دار پہ کی آنکھوں میں نمی اتر آئی، پورے وجود میں سکون ہی سکون اتر گیا۔

وہ کسی کی اتنی خوبصورت محبت بھی ہوگی کب سوچا تھا، اس لمحہ ماہیر شاہ زہر لگنے لگا۔

"آئی ل۔۔ لو یو ٹو۔۔ پلینز میرا انتظار کرنا۔ میں تمہاری ہونا چاہتی ہوں Executioner - میں اب تمہارے سوا کسی کی نہیں ہوں وعدہ کرتی ہوں۔ اب میں تم سے تب بات کرنا چاہوں گی جب ماہیر شاہ کی امان سے نکل گئی۔ ٹھیک ہے ناں، اس سے پہلے مجھے کال مت کرنا۔ مجھے امین رہنے دینا، مجھے منافق نہ بننے دینا پلینز۔ اللہ حافظ"

خوشی کے آنسو ضبط کرتی وہ بنا جواب سنے کال کاٹ گئی اور وہیں سر تکیے پر رکھے مسکرائی لیکن کسی کی تو دنیا اندھیر ہو گئی تھی۔

فون میٹرس پر پھینکے وہ کمرے سے آندھی بنا نکلا، خود پر اختیار کھو بیٹھا۔

داریہ تب سہم کراٹھی جب اسکے کمرے کا دروازہ کھلا اور ماہیر شاہ بے خوف و خطر داخل ہوا تھا۔
"تم کیوں آئے ہو؟"

داریہ ڈر کر بیڈ سے سوالیہ انداز میں بھونیں اچکاتے اتری لیکن ماہیر شاہ کی آنکھوں میں غالب سرور پر گہرائی۔

"میں! اپنا حق لینے"

بنا سوچے ہی جملہ کہے کمرے میں چھا جاتی معنی خیز چپ کو توڑتے وہ دو قدم قریب آیا، جبکہ مقابل کی بہکی ٹون داریہ کا گلا سوکھا گئی۔

وہ پیچھے کو کھسکتی ڈریسنگ ٹیبل سے جا لگی، آنکھیں چراتے سرسری سے انداز میں سچو لیشن کو قابو کرنا چاہا اور پھر تھوک نکلے ماہیر کو دیکھنے میں ناراضگی و غصہ ملا لیا۔

"تمہارا مجھ پر کوئی حق نہیں ہے، ماہیر ش۔۔ شاہ۔۔۔ دیکھو مجھے تنگ مت کرو۔ جاو یہاں سے"

ان رنگ باز آنکھوں کے بے تکلف دیکھنے سے پریشان ہوئے داریہ نے اسے متانت سے سمجھانا چاہا لیکن آواز ٹوٹی جبکہ داران کو مزید قریب رکنا دیکھے داریہ کے جسم سے جان سی نکلی، اسکے حد سے زیادہ قریب آنے پر دم سادھ کر رہ گئی، اسکے بے لگام ہاتھ داریہ کی بازوؤں سے مس ہو کر برقی سا اثر چھوڑ رہے تھے۔

"یہ غلط تو نہیں ہے پھر تم کیسے مجھے دھتکارنے کی جرات کر سکتی ہو، میرا تم سے اپنا حق چاہنا جائز ہے۔ تو پھر یہ تکلیف کیسی داریہ۔ دل چاہ رہا ہے میرا، تمہیں بہکاؤں"

ضرورت سے بھاری لہجے میں بات مکمل کیے مزید قریب آیا جیسے سانس میں اگلے پل سانس کھینچ لے گا، داریہ نے دونوں ہاتھ اسکے سینے پر رکھتے اسے مزید پاس آنے تو روکا پر اس لڑکی کے ہاتھ باقاعدہ مقابل کی موجودگی پر کانپ رہے تھے، داریہ کے لیے یہ قیامت خیز بے بسی تھی کہ نہ وہ اسے جھٹک پا رہی تھی نہ قریب آنے دے سکتی تھی۔

داریہ کی آنکھوں میں دم توڑتی شکایت کا اثر ایسا پر تپش تھا کہ داران کو اپنے دل تک اسکی حرارت لپکتی محسوس ہوئی، داریہ نے محسوس کیا داران کے جو ہاتھ اسکی بازوؤں کو چھو رہے تھے اب دھیرے سے اسکی زیریں کمر کی جانب بھٹک کر داریہ کو حصار بخشنے کی کوشش میں ہیں، لیکن داران نے وہاں ہاتھوں کی گرفت بے حد ملائمت سے بھرپور رکھتے اسکی کمر کے نشیب و فراز کو اب بھی محسوس نہ کرنا ہی مناسب سمجھا۔

"دیکھنا چاہتا ہوں تم بہک کر کیسی لگو گی، عجیب جنون سا سوار ہو گیا ہے سر پر۔ مجھے پتا ہے یہ کیفیت لمحاتی ہے پر اسے رد نہیں کر پارہا"

داران کا بہکا ہوا یہ روپ قیامت تھا اور وہ جانتی تھی دو قیامتیں مل گئیں تو سب تباہ کریں گی، کمرے میں خنکی ہونے کے باوجود تپش سی دونوں کے گرد حائل تھی، ارد گرد سے بیگانگی کا دباؤ بڑھ رہا تھا۔

وہ کچھ بول ہی نہ پائی، وہ ہر سمت سے اسکو گھیر کر دنیا جہاں بھلا چکا تھا، اور ستم کہ وہ بھول جانا چاہتی تھی۔

"م۔۔ ماہیر شاہ! ہم دونوں رات گزر جانے پر پچھتاہیں گے سو روک لو خود کو۔۔۔ پلینز۔"

دار یہ نے اسکے قبضے میں آنے سے پہلی ایک آخری بار اپنے بچاؤ کی کوشش میں اسے خود سے پرے دھکیلا تو وہ کئی قدم دور ہوتے لہرائے سنبھلا اور پھر ساتھ ہی شر دبار سا مسکرا کر دار یہ کو جلا کر رکھ گیا۔

"مزاق کر رہا تھا تم سے، تم تو سچ میں سیریس ہو گئی۔"

دار یہ کو اسکے طنز پر آگ لگی، لپک کر اسکا گریبان دبوچ گئی۔

"تم اور تمہارے یہ گندے مزاق، کس قسم کے فضول آدمی ہو۔ ایکٹر میں ہوں پر مظاہرے تم کر رہے ہو۔ ماہیر شاہ! میرے صبر سے مت کھیلو"

گریبان دبوچ کر جتنے غصے سے کہہ سکتی تھی کہہ بیٹھی لیکن آواز اسکی قربت کی حرارت کے سبب خود بخود دبی، بس نہ چل رہا تھا اس بھونڈے مزاق پر داران کو جان سے مار ڈالتی۔

"کھیلنا پڑا مجھے دار یہ خان کیونکہ ٹریلر بھی تو دیکھنا تھا، میں جب چاہے جس لمحے چاہے تمہیں اپنے بس میں کر سکتا ہوں۔۔ کیسے؟ دیکھ تو لیا ہو گا۔ سو جلد از جلد مجھے سچائی بتا دو کیونکہ اگلی بار اگر میں تمہارے اتنے قریب آ گیا ناں تو وہ مزاق بھی ہو تو سچ میں بدل جائے گا۔ سچ بتاؤ، اپنی جان چھڑواؤ اور چلی جاؤ اپنے محبوب کے پاس۔۔۔۔۔۔۔۔ ڈیس اٹ"

داریہ کے تپے گال کو انگلی کی پور سے سہلانے کے بیچ اسکے ہونٹوں کے قریب سانس خارج کرتے، بہکے مگر سپاٹ انداز میں داریہ کی ہستی جنجھوڑتے دور ہوا جو آنکھیں سختی سے میچ کر کھولتی اسے کھاٹ کھاتے تیوروں سے دیکھنے لگی۔

"ایک نمبر کے خبیث ہو تم، میں بھی اگر بیچ بتا گئی تو داریہ نام نہیں میرا۔ تم مجھے اپنے بس میں تب تک کر سکتے ہو جب تک میں چاہوں۔ یقین نہیں آ رہا، ٹرائے اگین"

بہت ہلکا لے لیا تھا اس نے داریہ کو، میدان میں اب وہ اتری، دونوں ہاتھ داران کے شانوں پر رکھے تو وہ اسکی حرکت پر ٹھٹکا، ہونٹوں پر ریختگی دل جلاتی مسکراہٹ غائب ہوئی لیکن جب داریہ کے ہاتھ اسکی گردن کی اطراف بندھے تب داران نے اس بلا سے بچنے کو مزاحمت کرنی چاہی مگر ایک ہی دھکا دیے داریہ اسے بیڈ پر دھکیل کر گراتی اس کے پہلو میں گرتی سینے پر بے تکلفی سے حاوی ہوئی، بنا تکیے کے گر کر لیٹے داران سے اٹھا ہی نہ گیا کیونکہ داریہ صاحبہ کسی مخفی شر کی طرح سایہ فگن تھیں۔

"بہکا وناں اب، سٹی کیوں گم ہو گئی تمہاری ماہیر شاہ۔ چلو بہکاؤ۔"

مزید اس پر جھکتے اسکی غصہ دبا کر پھیلی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے مسکائی، فدا تو تب ہوئی جب داران نے اپنا چہرہ اسکی رسائی سے دور کیے موڑا۔

"ہٹو پیچھے داریہ"

داران نے پھیرے چہرے کے سنگ ہی آنکھیں بند کیے جلدی سے کہہ کر اسکے مومی وجود کو خود پر سے دھکیلنا چاہا پر وہ طاقت کے معاملے میں عام لڑکیوں سے کہیں زیادہ مضبوط تھی کہ ماہیر جیسے کسرتی وجود کے مالک جن کو کچھ دیر سہی پر قابو کر سکتی تھی۔

"کیوں ہٹوں، ابھی تو کوئی بڑا بھاشن جھاڑ رہا تھا۔ میں بہکی نہیں تھی، میں نے تم پر ترس کھایا تھا ماہیر شاہ سمجھے تم۔ آج کے بعد ایسی جرت مت کرنا ورنہ خوا مخواہ مجھ پر حراست کا تمہاری طرف سے کیس پڑ جائے گا۔ اور اب میں اپنے محبوب سے فضول معاملات کے سبب دور نہیں رہنا چاہتی"

وہ ایک ہی مزاحمت سے داریہ کا یہ سارا بھرم توڑ سکتا تھا، وہ اس سے کئی گنا مضبوط تھا لیکن ناجانے کیوں وہ اسے یوں مضبوط بھا ہی اتنی گئی کہ داران نے کمزور پڑنے اور کمزور دیکھائی دینے کا فیصلہ لیا، ویسے بھی آج اظہار ہوا تھا تو اتنا قریب سے وہ کچھ دیر اپنی فلورنس کو دیکھنا جائز سمجھ کر بے خود ہو رہا تھا۔

جو چمک داریہ کی آنکھوں میں اس لمحہ تھی اس کے لیے وہ جان بھی دے سکتا تھا بس سچ بچ کی رکاوٹ تھی اب۔

"ہم اوکے نہیں کروں گا، چھوڑو مجھے۔ کس قسم کی لڑکی ہو۔ داریہ لیومی"

ڈرامائی مزاحمت کرتا وہ منجھے اداکاروں کو مات دیتا ہوا دل ہی دل میں یہ لمحے جی رہا تھا، وہ ہنگامہ پرور سی لڑکی یوں بااعتماد ہی تو پسند آئی تھی اسے۔

"پتچ پتچ بے بی کو ددی (درد) ہو رہی ہے، ہنہ۔ آیا بڑا مجھے بہکانے والا۔ اب نکلو اور چلتے بنو اپنی خماری اور جنونیت کی پنڈا اٹھا کر۔۔۔۔۔ خبردار جو مجھے میلی آنکھ سے بھی دیکھا۔ آنکھیں پھوڑ دوں گی"

محترمہ کو ترس آ ہی گیا تبھی تو احسان جتاتی ہوئی اس پر سے اٹھی اور داران بھی یوں عاجز و مسکین بنا جیسے واقعی بڑا مجبور ہو پر دل تو قہقہے لگا رہا تھا، پلٹ کر داریہ کو دیکھے زہریلی گھوری دی اور اپنی شرٹ کی سلوٹیں ٹھیک کرتا پھنکارتا ہوا کمرے سے نکل گیا جس کے جاتے ہی داریہ نے فوری ڈر کر پیچھے ہی آئے دروازہ لاک کیا اور گہرے سانس بھرتی دروازے میں بیٹھتی چلی گئی، ساری مضبوطی نادیدہ ریت بن کر ہوا میں معلق ہوئی۔

دل چاہا آج بھی ویسا ہی چینے۔

"کیا کر رہے ہیں آپ میرے ساتھ اللہ، جب مجھے کسی سے محبت کروادی تو ماہیر شاہ کے لیے نرم تو مت کریں میرا دل۔ میں مر جاؤں گی پلیر رحم کریں۔ اف۔۔ میرا دل کتنا تیز ہو گیا تھا اسے یوں دیکھ کر، کوئی شرم خوف کوئی گھبراہٹ قائم ہی نہ رہی زیادہ دیر، مر جاو داریہ شرم سے اب۔ اف اف داریہ۔ وہ مجھ پر ہر طرح بھاری ہے، شکر ہے میرا رعب کام آگیا۔ اور یہ جم جا جا کر بنائی فزیکل تو انائی۔ ورنہ آج قہر لگ رہا تھا وہ کمینہ۔۔۔ اف داریہ کیا بکے جا رہی ہو۔

شاور لے لیتی ہوں تاکہ سن دماغ درست ہو۔۔۔"

نجانے کیا ہو گیا تھا کہ وہ خود ہی کو سستی بڑبڑاتی اٹھ کر واش روم میں بند ہوئی جبکہ داران کو آج یقیناً بہت خوبصورت نیند آنے والی تھی، نشاط انگیزی۔

.._____..

"کیا کیا ہے تم دونے اسکے ساتھ کہ وہ اتنا ڈر گئی"

ثمن نے اختیاط کے سنگ عاقب کی شرٹ اتارے پہلے تو اسکا زخم صاف کیا اور پھر اپنی طرف سے ڈریسنگ بھی کی جبکہ رجال بھی جو کچھ ہوا اس سے تھوڑا فکر مند تھا۔
عاقب کی تو آنکھیں ہی ٹھہری ہوئی تھیں۔

"قسم اٹھوا لیں مام میں جب آیا تو یہ دو چور سپاہی کھیل رہے تھے، اسی نے کچھ کیا ہے انوکے ساتھ۔
پوچھیں اس سے"

رجال کا ناگوار لہجہ برداشت کرتے عاقب کی آنکھوں میں لہو اتر آیا، اوپر سے ثمن ممانی کی آس بھری خوفزدہ نظریں اسے اور زمین میں گاڑ گئیں۔

"عاقب! تم ایسے تو نہیں تھے بچے۔ یہ لفنگا تو ہے ہی بد ذات پر تم تو اس گھر کے محافظ ہو۔ کیا یہ انیب کے انکار کا غصہ تھا جو تم اس پر نکالنے والے تھے۔ بتاؤ ناں بچے"

ثمن کیا پوچھ رہی ہیں، عاقب کو کچھ سنائی دیتا تو وہ جواب دیتا، اسے تو اپنا جسم سن محسوس ہو رہا تھا، کیا ثمن اسے ہوس کا مارا سمجھ رہی تھیں، لمحے میں عاقب کا سر پھٹنے لگا۔

"ہنہ! واہ رہا کیا ماں دی ہے۔ مروسب کے سب"

رجال نے جب ثمن کے منہ سے القابات سنے تو اپنی زندگی کو کوستا لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے چلا گیا لیکن ثمن ہنوز عاقب سے جواب کی طلب گار تھیں، انکے ہاتھ کوز خم سے پرے کیے وہ بنا کچھ کہے اٹھا اور شرٹ کا وچ سے اٹھاتے اس سے پہلے جاتا، آگے آکر کھڑیں ماریہ صاحبہ کو دیکھے رکا۔

نانی جان کی آنکھوں میں جو شکوہ اور غصہ تھا وہ عاقب کوز میں رہا سہا بھی گاڑ گیا۔

اور پھر بنا کچھ سوچے کھینچ کر نانی نے اسے تھپڑ مارا، اسے اب بھی کچھ نہ ہوا بس آنکھوں میں تیرگی چلی آئی۔

"ناگ باپ کے سپولے! اس لیے تجھے اپنے سینے سے لگا کر پالا کہ تو مجھے یہ دن دیکھائے۔ اپنی ماں پر تو زرا نہیں گیا بد بخت۔ مجھے لگا تھا میں تجھے اس جاسم موہان جیسے جانور سے چھین کر اپنے پاس لاؤں گی تو تو اسکے گندے خون کے اثر سے بچ جائے گا پر میں غلط تھی۔ سانپ کو جتنے پیار سے پال لو، وہ سب سے پہلے اسی پالنے والے کو ڈستا ہے۔ انیب کچھ نہیں بتا رہی لیکن اگر وہی ہو انہ جو حالات بتا رہے ہیں، میں مرتے دم تک تجھے اپنی شکل نہیں دیکھنے دوں گی۔"

جس سے امید تھی کہ بنا صفائی دیے یقین کا لمس بخشیں گیں اسی ہستی نے عاقب موہان کو اک محض شک کے سبب آسمان سے زمین پر پٹخ دیا۔

شاید وہ بھی اپنی جگہ درست تھیں اور ستم کہ عاقب کچھ بول بھی نہ رہا تھا۔

"ہمم۔ میرے اندر گردش کرتے جاسم موہان کے گندے خون کے باوجود اپنی تربیت پر تھوڑا بھروسہ کر لیتیں نانی جان۔ اب اسی فسادن کو لاڈلہ رکھیے گا، مر گیا عاقب موہان آپکے لیے۔ بلکہ آپ سب کے لیے"

تو قسمت نے طے کر دی تھی عاقب کی آزمائش، وہ ثمن اور ماریہ کا دل خاکستر کرتا بجلی کی لہر بنا بیرونی دروازے کی طرف بڑھا، یہاں وہ باہر نکلا وہیں انیب کمرے سے نکلتی ہونق دادو اور تائی جان تک پہنچی۔

"انوو! تم ٹھیک ہو۔ بتاؤ کیا کیا ہے عاقب نے تمہارے ساتھ؟"
ماریہ کا تو دل کئی ٹکڑے ہو گیا تھا، اور اپنے ہاتھ کو وہ نفرت سے دیکھ کر وہیں کاوچ پر لڑھک کر بیٹھیں۔
ثمن نے انیب کی طرف لپک کر اس کا چہرہ ہاتھوں میں بھرا۔
"کچھ بھی نہیں کیا، الٹا میں نے زخمی کیا اسے۔۔۔ کہاں ہے وہ۔۔۔ دادو"
ثمن کے چہرے کا رنگ اڑا وہیں اس انکشاف پر ماریہ چغتائی اپنے ہاتھوں اور زبان سے سرزد زیادتی پر سسک پڑیں، انیب فوراً سے پہلے دادو تک پہنچی۔

"یہ کیا کر دیا میں نے؟ او میرے اللہ۔"
ماریہ کی آہیں انیب اور ثمن کی آنکھوں میں بھی نمی لے آئیں، انیب ثمن تائی جان کو دادو کا خیال رکھنے کا کہتی پیچھے ہی باہر لپکی۔

عاقب کی گاڑی پورچ میں نہ تھی، انیب نے بھی گاڑی نکالی اور پیچھے ہی نکلی، اسکے فون پر کالز کیں لیکن پہلی کال جاتے ہی وہ فون سوئچ آف کر چکا تھا۔

"سب مجھے اگر اتنا گرا سمجھ ہی چکے ہیں تو اب میں بھی اپنے باپ کے ہی نقش قدم پر چلوں گا، انیب جہانگیر تم اس فساد کا حساب دو گی۔ تم چکاوگی مجھے پہنچتی اس تکلیف کا بدلہ۔ گھنی میسنی بولی نہیں، کیوں بولتی۔ مجھے تکلیف پہنچا کر بدلہ لے لیا تم نے، منحوس عورت۔ اب تم دیکھنا عاقب کا انتقام"

اس وقت عاقب کا بس نہ چل رہا تھا خود کو آگ میں جھونک لیتا یا پوری دنیا جلا کر خاکستر کر دیتا۔ جبکہ انیب پاگلوں کی طرح اسے ڈھونڈتی رہی، اور مایوس واپس پیلس لوٹی تو اسکی ناامیدی نے ثمن اور ماریہ صاحبہ کے دلوں پر قیامت ڈھادی۔

یہ گھر واقعی منحوس تھا آج انیب کو اسکا یقین ہو گیا تھا، اس گھر کے در و دیوار ماتی تھے، تبھی تو یہاں پھیلا دکھ ختم ہی نہیں ہوتا تھا۔

.._____..

اک نئی خوبصورت صبح زمین زادوں اتری اور خیر سے آج شان بان کے سنگ حمین چوہان، مایا کو لینے آنے والے تھے۔

سحر ہوتے ہی شاہ حویلی میں خفیف سی ہلچل برپا تھی، جبکہ مایا نے بھی نماز فجر ادا کی اور ساری سچائیاں بتانے کی نیت سے داران کے کمرے کی طرف ہی جانے کو نکلی جب عزیزے جان کو کمرے میں آتا دیکھ کر پریشان ہو گئی۔

پھر مایا نے نظریں جھکا لیں۔

کچھ دیر بعد وہ دو آمنے سامنے براجمان تھیں، مایا کی آنکھوں میں نمی تھی اور عزیزے جان کی آنکھوں میں غصہ۔

"دارم کی زندگی کو مل کے عشق نے تباہ کر دی تھی مایا، وہ تو اسکا جنون تھی لیکن اسکی اصل محبت تو تم تھی۔ بد قسمت تو میری اولاد تھی کہ پہلے عمر سے بہت بڑی لڑکی کے چکر میں پڑ گیا اور پھر عمر سے بہت چھوٹی کے۔ اس نے میرے سامنے تڑپ تڑپ کر تمہیں مانگا کہ بس مایا ہی ہے اب جو مجھے کو مل کا دکھ بھلا سکتی ہے۔ میں ماں تھی مایا، ماں بھی وہ جو بڑا تڑپی ہوئی تھی۔ میں نے تم سے دارم کی خوشی مانگی تھی لیکن تم نے نہیں دی"

وہ سب یاد کرنا مایا کے لیے اذیت کے سوا کچھ نہ تھا۔

"میں کسی کا غم دور کرنے یا دل بہلانے کے لیے نہیں بنی تھی عزیزے جان، افسوس کہ آپ نے مجھے بیٹی کی طرح تو دور انسان بھی نہیں سمجھا تھا جب مجھے بے ہوش کر کے دارم شاہ کو اپنے فارم ہاؤس لے جانے کی اجازت دی تھی، آپ کا یہی گناہ سب پر بھاری ہے"

مایا کی آنکھیں چھلکیں تو وہ اندر کا غبار نکالتی چیخ پڑی۔

عزیزے کی آنکھوں میں لہو اتر آیا۔

"لیکن اس نے تمہارے ساتھ کچھ غلط تو نہیں کیا تھا، بس تمہیں شادی کے لیے مناتا تھا۔ سمجھانا چاہتا تھا کہ وہ تمہیں رانی بنا کر رکھے گا۔ لیکن تم نے ضد کی تبھی وہ بھی ضد پر اتر ا اور تمہیں تکلیف دے گیا" عزیزے کی آخر تک جھکی نظروں کو مایا نے نفرت سے دیکھا۔

"اس کے بعد کچھ غلط کرنا باقی تھا؟ جنون جب اختیار میں نہ رہے تو انسان کو یا فرشتہ صفت بنا دیتا ہے یا جانور، وہ نہ مرتے تو جانور بن جاتے۔ آپ نے داران کو مارنے کی دھمکی دی بس تبھی میں چپ رہی عزیزے، ورنہ آج بھی اگر یہ سچ سبکو بتا دوں کہ دارم شاہ نے مجھ سے زیادتی کی کوشش کی اور مجھے ان تک دو سال پہلے اس رات آپ نے پہنچایا تو قیامت آجائے گی، خدا نخواستہ اگر بروقت وہ مددگار نہ آتا تو میں تو ختم ہو جاتی، دارم شاہ کے جنون کی بھینٹ چڑھ جاتی۔

آپ نے مجھے بڑا ستایا تھا تو میں نے بھی دو سال پہلے قسم کھائی تھی کہ اس آدمی کا نام سامنے نہیں آنے دوں گی جس نے دارم شاہ کو انجام تک پہنچایا۔ اب آپ کس لیے گڑھے مردے اکھاڑ رہی ہیں جب سودا برابری کا ہوا تھا، بولیں"

مایا کی نفرت عزیزے کے اندر بھی آگ لگا گئی۔

"تمہیں پھر سے دھمکانے آئی ہوں، اگر تم نے دارم اور میرے بارے میں یہ سب داران کو بتانے کی کوشش کی تو اب میں تمہارے حمین کو مروادوں گی۔ یہی نہیں اب تمہیں اس مردود کا نام بھی بتانا ہو گا جس نے میرے دارم کو مارا"

عزیز نے جیسے اٹھ کر مایا کی گردن دبوچی، مایا کی سانس تھمنے پر آنکھیں سرخ ہو گئیں۔

"ک۔۔۔ کس قسم کی سفاکیت ہے یہ۔۔۔۔ آپکے سینے میں دل نہیں ہے کیا۔ اسی پر شکر کریں کہ دارم شاہ کو کم از کم باعزت موت ملی ورنہ میرے پاس انھیں موت کے بعد بھی رسوا اور زلیل کرنے کا اختیار ہے۔ نام تو مر کر بھی نہیں بتاؤں گی اس محسن کا، اور اگر آپ نے حمین کے ساتھ کچھ کیا تو میری سفاکیت دیکھنے کی ہمت خود میں پیدا کر لیجئے گا۔ آپکا لاڈلہ بیٹا دارم ایک سائیکو تھا، ایک پاگل۔۔۔ کو مل کے لا حاصل عشق نے درندہ بنایا۔ مان لیں یہ بات۔۔۔ نہ مرتا تو زانی یا قاتل بن کر آپکے منہ پر کالک مل چکا ہوتا۔۔۔ تو احسان مند ہوں اس شخص کی جس نے اسے گناہ سے بچا کر موت دے دی۔ اس بچارے کے تو شاید دارم سے اپنے حساب تھے"

پوری ہمت سے وہ اپنی گردن عزیز سے چھڑوا گئی جنکی چلتی کائنات آج مایا نے روک دی تھی۔

"میرا بیٹا پاگل نہیں تھا، نہیں تھا پاگل۔ لیکن اگر تم نے میری بات نہ مانی تو میں ضرور پاگل بن کر دیکھاؤں گی، ڈھونڈ کر رہوں گی اس قاتل کو اور اسکی نسل تک اجاڑ دوں گی۔ حمین کی تمہارے سر پر

چھاؤں ہے ابھی لیکن اگر تم نے یہ سب سچائیاں کسی کو بتانے کی کوشش کی تو سب کو مار دوں گی۔۔۔ تمہیں بھی مایا۔ ذہن نشین کر لو"

ایک بار پھر مایا کی گردن دبوچ کر دھمکاتیں عزتے بے رحمی سے اسے دھکیلتی کمرے سے نکل گئیں جبکہ مایا نے درد کرتی گردن سہلاتے وہیں روتے ہوئے میٹرس کا سہارا لیا اور بیٹھی۔

"زیادہ نہ سہی مجھے کچھ لمحے سکون تو دے سکتی ہو، مجھے اس عورت کا غم تو بھلا سکتی ہو۔ پلیز۔۔۔۔۔ رحم کھاؤ۔ میں اس سے پہلے کچھ غلط کر بیٹھوں مجھے حق دے دو خود پر پلیز"

سماعت میں دارم کی موت سے چند لمحے پہلے کی گئی گزارش ابھری جس پر مایا کا وجود کپکپا گیا، وہ فارم ہاوس سے بھاگ کر لان میں آئی لیکن دارم نے اسے دبوچ کر پکڑے روکا اور اپنی سمت کھینچا، وہ سچ میں آخری وقت تک ایک مکمل حیوان بن چکا تھا۔

"دور ہٹیں دارم بھائی، ہوش میں آئیں۔"

اپنی سسکیاں کر لاتی ہوئی سنائی دیں، مایا نے دارم شاہ کی حیوانی گرفت میں مچلتے روتے ہوئے التجائیں کیں۔

"بکو اس بند، بھائی نہیں ہوں تمہارا۔ جان ہو تم میری، تمہاری جوانی صرف میری ہے کیونکہ بہت انتظار کیا ہے ٹھیک ہے اگر تم نکاح پر نہیں مان رہی تو میں تمہیں اپنی محبت ویسے بھی دیکھا سکتا ہوں لیکن پھر تم کسی کو منہ دیکھانے لائق نہ رہو گی"

مایا نے اپنے کانوں پر سسکتے ہوئے ہاتھ جمائے، وہ سب آج بھی اسکے جسم میں کپکپاہٹ لے آتا۔
"م۔۔ مجھے چھوڑ دیں دارم بھائی، خدا کے لیے رحم کھائیں۔ مجھے آپ نہیں پسند۔ مجھے خوف آتا ہے
آپ سے، پلیز چھوڑ دیں۔ مجھے مت چھوئیں ایسے۔ داران جان لے لے گا۔۔۔ ہٹیں ناں آپکو اللہ کا
واسطہ"

مایا نے بہت منتیں کیں پر دارم پر شیطان سوار تھا جو اسے درندہ بنا چکا تھا، ایک جنون نے اس شخص کو
اس مقام پر لایا تھا کہ اسے گناہ ثواب کی تمیز ہی نہ رہی۔
مایا کو آج بھی جب وہ سب یاد آیا تو اسے اپنے جسم سے کراہت محسوس ہونے لگی جسے روندانہ سہی
روندنے کی اخیر کوشش کی گئی۔

"بس مایا، ایک لفظ بھی نہیں۔ اب تم نے میری برداشت ختم کر دی۔ میں سب جائز چاہتا تھا لیکن تم
مجھے جانور بننے پر اکسار ہی ہو، ٹھیک ہے آج میری تم سے محبت کا ہر کوئی گواہ ہو گا۔"
دارم نے بہکے انداز میں کہا لیکن کسی لکار پر مایا کی سسکیاں کھمیں تھیں اور دارم کی وحشت کو لگام ملا۔
"گھٹیا، مردود۔۔۔ بے غیرت اپنے ہی گھر کی عزت پر ہاتھ ڈالتا ہے"

ز میل کو دیکھتے ہی دارم کے اندر شعلے جلے، اپنی گن ز میل سے پہلے اس پر تانی۔
"تجھ سے تو پھر بھی اچھا ہوں، تو نے تو عزت نیلام کر دی تھی ز لیل اپنی بیٹی کو جوئے میں ہار کر۔ میری
کو مل چھین لی اب کیا مایا کو چھینے گا۔ آج تجھے بھی مار دوں گا"

دارم سے اس وقت ز میل جیسے وحشی تک کو گھن آئی، یہ سچ میں تماچا تھا جسکی تکلیف ز میل سے زیادہ اس دن دارم کو ہوئی تھی۔

اور پھر مایا کو وہ ہولناک سی قیامت یاد آئی۔

یہ دو سال پہلے کی وہی رات تھی جب ز میل جلال خان اپنے مجرم کا نام جانا تھا، یہ حقیقت جانا تھا کہ اسے پچھلے تیس سالوں سے برباد کر کے رکھنے والا کوئی اور نہیں کوئل کا عاشق دارم شاہ ہے۔

"لمبی تلاش ختم ہوئی باس۔ آپکو برباد کرنے والا کوئی اور نہیں دارم شاہ تھا"

یہ پگھلا سیسہ اسی شام ز میل جلال خان کی سماعت میں اتر اٹھا، اپنے لوگوں کو حکم دیا کہ دارم جہاں ہے خبر نکالو۔

جس دن سے کوئل اور ز میل کی شادی ہوئی، ز میل کی تباہی شروع ہوئی، دارم نے ہر گرا کام کیا، ہر غلط کام کیا، ہر حد تک گیا، اپنے خاندان کی پاور استعمال کیے ز میل کو ہر جگہ بدنام کروایا، پانچ سالوں میں وہ شخص جو پیدائشی رئیس تھا، فقیر بن گیا، جواری، نشئی اور مجرم اور کہیں نہ کہیں کوئل کے صدمات اور تکلیف کا سبب بھی دارم بنا، جب وہ اسی نہ ہوئی تو اس بے درد شخص نے اسے کسی کانہ رہنے دیا۔

ز میل جلال ان تیس سالوں میں چھٹا بد معاش بن چکا تھا، ہر ناجائز کام کر چکا تھا سوائے قتل اور بدکاری کے، اس رات جب اسکے لوگوں نے مجرم کا نام تلاش کیے اسے بتایا تو وہ اپنی گن لیے اپنے اڈے سے نکلتا تب دارم یہ اتفاق سے بابا سے ملنے آئی کیونکہ وہ بھی کچھ حقائق کے سبب ز میل جلال پر نظر رکھواے

ہوئے تھی اور تبھی اسکے سامنے بابا کے بارے کچھ ایسی چیزیں آئیں جنہوں نے داریہ کو الجھا دیا، اس امید پر کہ اسکے بابا اتنے برے نہیں، وہ قطع تعلقی ختم کیے بنالالہ اور ماموں کو بتائے ز میل سے ملنے گئی۔

لیکن جب بابا کو اپنے ویرہاوس سے گن لے کر غصے سے جاتا دیکھا تو داریہ نے پیچھا کیا۔ دارم اپنے ہی فارم ہاوس میں تھا اسکی خبر ز میل کے لوگ اسے دے چکے تھے اور اسی رات وہ مایا کو اٹھا کر اپنے فارم ہاوس لایا تاکہ اس سے زبردستی نکاح کرے، عزت زے اس سب میں شامل تھیں، ہر تیاری مکمل تھی اور مایا مر تو سکتی تھی اس وحشی سے تعلق بنانا منظور نہ تھا، ہوش میں آتے ہی وہ چلانے لگی۔ مایا اس جنگلی سے خوف کھاتی تھی، نفرت کرتی تھی۔

داریہ جب بابا کے پیچھے دارم شاہ کے فارم ہاوس پر پہنچی تو ز میل کے لوگ پہلے ہی فارم ہاوس پر حملہ کیے دارم شاہ کے تمام گارڈز کو مار چکے تھے، گویا دو طرفہ یلغار تھم چکی تھی پر دھوئیں کے مرغولے آس پاس صاف دیکھے جاسکتے تھے۔

داریہ نے مسلسل بابا کا چھپ کر پیچھا کیا، اور پھر دارم کو مایا کے ساتھ بری طرح زبردستی و تشدد کرتے دیکھ کر ز میل کا اگلا پچھلا سارا غصہ، نفرت اور عتاب از سر نو دہکا، دونوں نے ایک دوسرے پر گن تانی جب اسی لمحے مایا نے ان دو کو سمجھانے کی خاطر بیچ میں آنا چاہا مگر دارم نے مایا کو بیچ سے پرے دھکا دیا، اور پھر ز میل نے دارم پر گولی چلانے کی نیت باندھی۔

"مجھے میری بیٹی بیچنے پر تو نے مجبور کیا تھا دارم، شراب کے نشے میں تھا اور تیرے بھیجے وہ لوگ مجھے اکساتے رہے۔ ایک کوئل سے شادی کے بدلے تو نے میری نس نس اجاڑ دی۔ تو مجھ سے بھی بڑا خبیث اور بد بخت ہے۔ مجھے پائی پائی کا محتاج کیا تو نے، میرے بچوں کا گناہ گار بنا دیا۔ صرف اک جنون کے پیچھے"

زمیل نے لفظ نہیں کہیے اس دن بلکہ ان تین افراد کی سماعت میں انکارے بھرے تھے۔
دارم کو اپنی سماعتوں پر جیسے یقین نہ آیا، باپ کے لیے نفرت کا پہاڑ دھماکے سے پھٹا اور اسکا شور دارم کے انگ انگ کو لرزا گیا۔

"ہاں سب کیا میں نے کیونکہ تو نے مجھ سے میری سانسیں چھینی، تو میں تجھے کیسے آسان سانس لینے دیتا۔ اور آج میں تجھ سے یہ ناکارہ زندگی بھی چھین لوں گا"

دارم کا اعتراف تو جیسے زمین اور آسمان کو ہلا گیا، اک آنسو دارم کی آنکھ سے ٹپکا تھا، اس ایک آنسو نے اس پر ہر گناہ اس لمحہ بجھنا تھا۔

مایا تو سہمی ہوئی تھی، اسکی تو زندگی اسے بنا کچھ ہوئے بھی ختم ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔
اور پھر ملگجی سے اندھیرے میں اچانک سے گن چلی تھی اور اندھیرے ملگجی فضا میں دو فائر ہوئے۔

وہ قیامت کی رات تھی، اس رات داریہ، مایا اور زمیل کے علاوہ یقیناً کوئی تو تھا لیکن دیکھائی نہ دیا مگر اس حادثے کے بعد کوئی وہاں پہنچا جسے ناصرف دارم کی لاش ملی بلکہ فارم ہاؤس کے لان میں لگے کیمرے کی ریکارڈنگ بھی اسی نے اپنے قبضے میں لی۔

اس ریکارڈنگ یعنی ثبوت میں کیمرے نے اندھیرے میں تینوں کو کیسچر کیا تھا لیکن ٹکنیکی خرابی کے سبب وڈیو میں قتل جیسا سب تو ریکارڈ ہو گیا لیکن باقی کی سچائیاں اور آڈیو کٹ ہو گئیں، بس داریہ کی جھلک قید ہوئی اور مایا کا سایہ۔

وہ وڈیو جو داران نے مایا کو کچھ دن پہلے دیکھائی تھی اس میں دارم پر زمیل نے گن تانی تو ضرور تھی لیکن جب فائر ہوا تب بس ایک فائر جیسی آواز آئی اور اچانک سے وہ وڈیو ختم ہو گئی، یعنی حقیقت اس وڈیو میں بھی پوری ریکارڈ نہ ہوئی تھی کیونکہ اصل میں دو فائر ہوئے تھے جبکہ وڈیو میں صرف ایک اور کچھ ایسے دیکھائی دیا جیسے دارم پر زمیل نے گولی چلائی۔

یہ ثبوت بے حد ادھورا اور نامکمل تھا پھر بھی اسے داران تک اس شخص نے اس حادثے کے سوا سال بعد یعنی آٹھ ماہ پہلے پہنچا دیا ٹھیک داران کے نیویارک میں داریہ سے ملنے کے ایک ہفتے بعد جب وہ واپس پاکستان آیا، فلورنس یعنی داریہ کے عشق میں گر افتار سا۔

ڈری مایا کو زمیل نے مسیحا کی طرح حفاظت دی سمجھایا کہ وہ نہ ڈرے، دارم اس کا گناہ گار تھا اور مایا کی عزت بھی بچا کر برادرانہ شفقت بخشی اور واپس حویلی بھی رازداری سے پہنچایا، تمام ثبوت مٹا دیے۔

دار یہ نے سب اپنی آنکھوں سے چھپ کر دیکھا لیکن سامنے نہ آسکی، تب جس تکلیف سے گزری تھی اب تک گزر رہی تھی، زمیل کو بھی خبر نہ ہوئی کہ دار یہ اس قتل کی چشم دید گواہ ہے، زمیل کو اس دوسرے فائر کا بتانہ چلا کیونکہ دونوں کی ٹائمنگ بالکل ایک وقت پر اتفاقاً ایک جیسی تھی، دارم کو مارنے والی گولی زمیل کی تھی یا دوسری، اس پر کسی کا نہ دھیان جاسکا نہ توجہ، زمیل کو یہی لگا وہ قاتل ہے تو جہانگیر کے ساتھ مل کر ملک سے فرار ہو گیا، لیکن وہاں ایک مقامی آدمی کا غلطی سے اس کے ہاتھوں قتل ہوا، جہانگیر ہمراہ تھا تبھی مرنے والے اس مزدور کے خاندان سے معافی تلافی کے باوجود بھی دونوں کو چھ سال کی کابل میں سزا ہو گئی اور دونوں ہی ساتھ غائب ہو گئے۔

اور آج تک یہ ادھورے معاملات ویسے ہی ادھورے اور تشنہ تھے اور وقت نے ان پر گرد ڈال دی۔
مایا دو سال پہلے مجبور تھی تو صرف داران کے لیے لیکن آج وہ داران کے ساتھ ساتھ حمین کے لیے بھی بے بس بنا دی گئی۔

"معاف کر دینا داران، میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتی"

مایا کا پھوٹ پھوٹ کر رونا ابھی نہ کوئی دیکھ سکتا تھا نہ اسکی تکلیف میں کمی ممکن تھی۔

.....

فجر کی کب سے بلند ہو کر خاموش ہوتی آذانوں کے بعد اس بے خبر شخص کو پرندوں نے بے آرام کیا،
چچہاٹ پر داران کی آنکھ کھلی تو مسکراہٹ، آنکھیں کھلنے سے پہلے عنابی ہونٹوں پر بکھری، آج کی اس

نہند کو وہ کیا نام دے سمجھ سے باہر تھا، سکون، راحت، قرار۔ جب محبت ہو جائے تو ہمارا دل الگ سے دھڑکنے لگتا ہے مگر جب اظہار کر دیا جائے تو جسم کا ہر خلیہ بدل جاتا ہے۔
یہ جانتے بوجھتے کہ وہ ایک ناقابل معافی کھیل کھیل رہا پھر بھی سکون تو تھا کہ جسے داریہ کا دل چاہتا ہے وہ داران ہے۔

کیا محبت اتنی سادہ ہوتی ہے کہ کسی کی نم آنکھوں سے ہو جائے، اسے داریہ کی بھیگی آنکھوں سے ہی تو ہوئی تھی، اسکی بے بسی سے، یہ تو وہ وڈیوراہ میں آگئی ورنہ آٹھ ماہ پہلے ہی اس شخص کو داریہ زمیل خان سے عشق ہو گیا۔

اسی ہفتے کے بیچ جب وہ پاکستان واپس آیا تو اسے وہ کوریر ملا، وڈیو کو بہت ماہ لگا کر بھی ریکورنہ کر پانے والا وہ نامعلوم شخص اسی وڈیو کو بھیج بیٹھا، بس اس میں داریہ کی جھلک دیکھ کر داران نے اس کھیل کو کھیلنے کا فیصلہ کیا، آٹھ ماہ لگ گئے، شاید ابھی اور بھی وقت لگتا۔

وہ ہر چیز سے واقف ہونا چاہتا تھا، لیکن قسمت میں اس پر سچائی کھلنا کسی اور طرح درج تھا۔
وہ اٹھ گیا، کھڑکیوں کے دبیز پردے ہٹا کر وادی سون کی ٹھنڈک سانسوں میں اتاری، اور پھر نظر لان میں اس صبح شال شانوں پر لپیٹ کر ٹہلتی داریہ پر جا ٹھہری۔

خود پر سکون نہند لے لی پر جانتا تھا داریہ کو بے سکون کر چکا ہے۔

"تم مجھ سے کب اپنی بے سکونی بانٹو گی فلورنس، کہو مجھے آکر کہ تمہیں تھوڑا سکون پہنچا دوں"

کہہ نہ پایا پر کہنا چاہتا تھا، داریہ نے قریبی مسجد میں آذان کے بعد کی جاتی تلاوت پر شال کو سر پر جب کیا، داران کو وہ دوپٹہ اوڑھ کر اور پیاری لگی۔

وہ من موجی سی تھی، زیادہ دیر نہ کوئی خوشی اسے خوش رکھ سکتی تھی نہ کوئی دکھ دکھی۔ داران کے نزدیک ایسے لوگ خوش قسمت تھے۔

"مجھے سب کی طرح آپکو پکارنا ہے اللہ، آپ نے جب سے سجدے کی توفیق چھینی ہے مجھ سے، میں نے آپکے حصے کا یہ وقت کسی کو نہیں دیا، بہت گناہ گار ہوں پر آپکی ہی ہوں۔ آپ تو سب کے مالک ہیں، تو کسی کی آس اور دعا سننے کے لیے سجدے کی شرط تھوڑا لگا سکتے ہیں۔ لیکن اب مجھے معاف کر دیں، بہت شکایتیں کرتی ہوں آپ سے، کیا کروں زندگی بہت مشکل جو ہے۔ مزید ناراض نہ ہوں مجھ سے میری بھول معاف کر دیں، مجھے واپس قبول کر لیں۔ کم از کم ٹوٹے پھوٹے سجدوں سے میں آپکو منانے کی کوشش تو کر سکوں گی۔ میں تھک رہی ہوں، مجھے آپکو ہگ کرنا ہے۔۔۔ زور سے، اور بہت رونا ہے"

وہ اس وقت کس سے باتیں کر رہی ہے پہلے تو داران حیران ہوا پھر جب غور کیا تو اس لڑکی کے چہرے کے خزن سے سب سمجھ گیا۔

کچھ وقت بیت گیا۔

"میں ساری رات ماہیر شاہ کی وجہ سے سو نہیں سکی، خود سے منافقت کی بو آرہی ہے۔ میں جس سے خوف کھاتی ہوں مجھے اس معاملے میں مت آزمائیں۔ ماہیر شاہ کی توجہ مجھ سے ہٹا دیں پلیز"

وہ کب پچھلے احاطے سے اترتا ہوا گملوں میں لگے گلابی پھولوں کے پاس بیٹھی داریہ تک پہنچا، اسے تو خبر نہ ہوئی لیکن داران اسکا آخری جملہ سن چکا تھا، بے ترتیب سے خلیے میں مغرور تاثرات لیے وہ بنا کسی نفاست و ترتیبی کے بھی بھلا لگ رہا تھا۔

"میری توجہ تم سے ہٹ گئی تو پہلی آگ تم اسی کو لگاو گی داریہ جو اسکی وجہ بنی۔ چلو تمہاری یہ دعا بھی قبول کروا تے ہیں، دیکھتا ہوں مجھے کسی اور کے ساتھ دیکھ کر تم کیا کرتی ہو"

وہ دبا دبا سوچتے مسکرایا، عزیزے جان کو خوش کرنے کے ساتھ زرا داریہ کو مزید ستانے کے موڈ میں تھا۔

ظالم کہیں کا۔

"آپ اسکی زندگی میں کوئی لڑکی لے آئیں تاکہ میری جان چھوٹے، میں سکون سے یہ دن پورے کر کے جلاد کے پاس چلی جاؤں۔ ہاں پلیزی یہ دعا اگر ٹھیک ہے تو ہی قبول کریں ورنہ اسے اگنور کیجئے گا پلیز"

وہ اللہ سے ایسے باتیں کر رہی تھی جیسے کسی دوست سے، وہ مسکرایا، سنتا رہا اسے۔

وہ جن ہاتھوں کی پوروں سے پھول کی پیتیاں چھو رہی تھی داران کا دل ان پوروں کو چھونے کا چاہا، الوہی سی خواہش تھی جسے دباتا ہوا وہ بنا داریہ کو مخاطب کرتا پاس سے گزر گیا، پورچ کی جانب کھڑی مایا دیکھائی دی تھیں، جو مالی انکل کو لان کا اچھے سے خیال رکھنے کی تاکید کر رہی تھی۔

داران کو دیکھتے مالی انکل دونوں کو مسکرا کر دیکھتے وہاں سے گئے تو داران نے مایا کو پکڑ کر اپنے مقابل کیا جو رو کر کافی بہتر ہو چکی تھی۔

"سر درد کیسا ہے مایا؟ آپ سو گئیں ورنہ میں خود دباتا آپکا سر، آپ بے آرام نہ ہوں تبھی مسیجائی نہ کر سکا۔ شادی کی ٹنشن لی ہے یا کوئی اور بات ہے۔۔۔"

مایا جتنا خود کو بہتر پیش کرتی، جب دل سلگتا ہے تو دھواں تو چھوڑتا ہی ہے۔
"سب کچھ بدل جائے گا، ٹنشن تو بنتی ہے۔ داران!"

جواب دینے کا اختتام مایا نے اسے بے قرار ہو کر پکارنے پر کیا۔

"بتا دیں کیا جانتی ہیں، کیوں پچھلے کئی سال سے یہ چار دیواری آپکی اذیت کا سبب بنی۔ میں بنا سچ جانے آپکو حمین چوہان کا ہونے نہیں دوں گا"

وہ بھی مدعے پر آیا جبکہ مایا بس اسکے سینے سے جا لگی، یہ مایا کا ٹالنے کا پرانا انداز تھا، داران کو غصہ سا آیا پر اپنا ہاتھ مایا کے اطراف لے جاتے اسکے کھلے بال نرمی سے سہلانے لگا۔

"اگر میں یہ کہوں کہ ابھی مجھ میں وہ سب بتانے کی ہمت نہیں تو؟"

مایا کی حرکتیں داران کو تپا رہی تھیں۔

"تو میں آپکو حمین چوہان کے پاس جانے سے روک لوں گا"

خفگی سے جواب دیا جس پر مایا مقابل ہو کر پھیکا سا مسکرائی۔

"آج جانے دو، اس گھر کی گھٹن سے نکلنے دو۔ میرے گھر کے مہمان بننا، پھر بتاؤں گی سب۔ تم یہ سمجھو یہاں مجھے خوف و وسوسے گھیر لیں گے۔ تم تو مایا کی ہر بے بسی اور مجبوری سمجھتے ہو۔ ایک آخری بار رعایت دے دو"

تو گویا وہ آج بھی کچھ نہیں بتائے گئیں، داران کی چھٹی حس پہلے ہی اسے ایسا اشارہ دے چکی تھی۔
"بہت ہی بے وفا نکلیں آپ مایا، حمین نہ ہو گئے آپکا بحال ہوا حوصلہ ہو گئے۔ تھوڑا نہیں بہت جل رہا ہوں۔ ٹھیک ہے آج آپکی شادی ہے، مان لیتا ہوں۔ لیکن اگلی بار انکار کیا تو کبھی نہ ماننے والا روٹھ جاؤں گا اور آپ ساری زندگی منانہ سکیں گی"

یہ تمہید خوفناک پر آج کے لیے وہ بخش رہا تھا مایا کے لیے یہی غنیمت تھی۔

"میری جان ہو تم"
مایا کی آنکھیں بھیگیں۔

وہ جب مایا کی جبین چوم رہا تھا تب داران کی نظر بے اختیار ان دو پر پڑی تو وہ الجھی سی بے چین روح والی مسکرا دی، داران کا یہ روپ قابل محبت تھا۔

"جب اپنی خالا کو یہ اتنا ایکسپریسیو ہو کر پیار جتاتا ہے تو اپنی والی سپیشل کے تو چھکے چھڑوایا کرے گا، پورا آفت ہے یہ آدمی۔ بلکہ کرنٹ ہے۔ اللہ جی مجھے اس خراب آدمی سے بچا کر رکھیے گا"

دار یہ نے اس ڈر سے نظر ہٹائی کہیں ماہیر شاہ کو لگ نہ جائے اور کمرے کا بھی رخ کر گئی، دار یہ، داران کو کن محبت و آس بھری نگاہوں سے تک رہی تھی یہ خانو اکبر وہیں گیڈ کے پاس کھڑے دیکھ کر دل ہی دل میں صدقہ اتار چکے تھے۔

"اور آپ میری واحد غمگسار، حمین چوہان کے ساتھ نئی زندگی بہت مبارک ہو مایا۔ وہ اچھے ہیں، سچ بھی رہے تھے آپ کے سنگ۔ خوش رہیے گا پلینز، اور کبھی کوئی اداسی یا پریشانی ہوئی تو مجھ سے مت چھپائیے گا"

نرمی سے مایا کو کہتا وہ ہیں سے حویلی کا گیڈ کر اس کیے نکل گیا کیونکہ نماز ادا کرنے کے بعد آج ناشتہ عثمان کے ہمراہ کرنا تھا اسے، خانو اکبر ہمیشہ کی طرح داران کے ساتھ ہی حویلی سے نکلے تھے۔ اور پھر حیسن سے تعلق کی گھڑی آگئی۔

انیب، گھر کے ٹنس ماحول کی وجہ سے ایونٹ میں شرکت نہ کر سکی اور فیور کا بہانہ کر لیا لیکن دار یہ نے جب اسے کرید اتو سارا معاملہ رات میں بتانے کا وعدہ کر گئی۔

حمین چوہان نے مایا پر دسترس اور ملکیت پائی اور یہ ابر آلود سے اس دن کی گواہی کے ہمراہ اور دلربا ہوئی۔

فنکشن آج بھی سادہ تھا، ماول کو آج ایاد نے بالکل نہ جلایا نہ اس لڑکی نے ایاد پر کوئی توجہ دی پر کہیں دل میں انیب کو اسکے ساتھ نہ دیکھ کر وہ پورا وقت کافی پر سکون رہی، ایاد اب بھی نہ سمجھا تھا اور اب اسے شاید بڑے دھکے کی ضرورت تھی۔

.._____..

خوبصورت دن بیتا تو گہری سہانی اور چمکدار رات چلی آئی، واپسی پر نونج چکے تھے۔

"آجائیں! کافی تھک گئی ہوں گی"

مایا کا ہاتھ پکڑے وہ کمرے میں لایا تو ہلکی پھلکی سی سجاوٹ مایا کی اداسی دور کر گئی، کمرہ ویسے بھی بہت روشن اور خوبصورت تھا۔

"تھوڑی سی"

مایا نے ہچکچا کر جواب دیا تو حمین نے کمرے کے وسط میں اسے لا کر کھڑا کرتے وہ مرمریں کو مل ہاتھ آزاد کرتے مایا کی خوبصورتی سرسری دیکھی اور آنکھیں اس دو آتشی حسن سے بچائیں۔

"آپ چیئنج کر کے ریلکس ہو جائیں، بہتر لگے گا۔ کچھ کھائیں گی؟"

حمین نے بلیذر اپنا بھی اتار کر ہینگ کرنے کے بیچ مایا کی جانب دیکھا جو نئے جگہ اور نئے ماحول میں تھوڑی ان کمفرٹیبل تھی۔

"چائے پیوں گی"

دھیمے سے بولی جس پر حمین مسکرایا۔

"تو پھر میرا فین ہونے کے لیے بھی تیار رہیے، کیونکہ مجھ سے اچھی چائے یا کافی کوئی بنا ہی نہیں سکتا۔
وہ ماہر تھا کہ کیسے مایا کو پر سکون کرے اسکا اندازہ مایا کو ہو رہا تھا، تبھی تو وہ ڈرے بنا فکر مند سا مسکرائی۔
"آپ خود کیوں بنائیں گے، کیا کوئی ہلپر نہیں ہے"

مایا کا سوال دلچسپ تھا، اور حمین کو جواب ایسا دینا تھا کہ وہ پری پیکر کھکھلا اٹھے۔

"نہیں، بندہ ناچیز ہر قسم کے کاموں میں ماہر ہے۔ ہاں گھر کی صفائی ستھرائی ہم ماما بھانجا ہر سنڈے مل کر کرتے ہیں اور یقین کریں مایا ہم اس دن کام کرنے والی ماسیاں نظر آتے ہیں"

شرارت پر اترتا وہ اپنے پول کھولتا ہوا تب ساکن ہو گیا جب دلہنا پے کے قہر ڈھاتی مایا ہنس پڑی۔ اسکی ہنسی نے جیسے اس جمود کے مسکن مکان کو لمحے میں گھر بنا دیا۔

یہ درود یوار تک اس ہنسی کا صدقہ اتارنا چاہتے تھے۔

بے اختیار وہ قریب آیا اور مایا کے ماتھے پر محبت سے ہونٹوں کو رکھتے دور ہٹا لیکن حمین کے اس چھوٹے سے ہر خماری سے پاک عمل نے مایا سے لمحہ بھر سانسیں چھین لیں۔

وہ ہونق بنی، حیرت کا مجسمہ دیکھائی دیتی حمین کی طرف آس سے دیکھنے لگی۔

"آپ ہنستی ہوئی بہت پیاری لگیں تو بے اختیار گستاخی سرزد ہو گئی۔ آئی ایم سوری۔ جو سزا دیں گی منظور ہے"

اپنے بے خود عمل پر وہ خود گھبرا گیا جبکہ مایا نے جلدی سے آنکھیں جھکالیں کیونکہ ان میں موتی چلے آئے تھے، شفاف موتی، مقدس اور پاک۔

وہ اس پہلے لمس کی راحت جھٹلانہ پار ہی تھی، حالانکہ یہ سب عام سا چھونا ہی تو تھا۔
"مایا! آئی ایم سوری"

گھبرا کر ان جھکی جھالروں کو اٹھنے کی ہمت بخشا اسکی ٹھوڑی پکڑے پکارا تو وہ ہمت کرتی دیکھنے لگی اور پھر صلح جوئی سے سر ہلائے واپس نظر جھکالی۔

"خیر آپ چینج کر لیں، میں آتا ہوں"

ماحول پر چھائی چپ توڑتے حمین نے جانا ہی مناسب سمجھا جبکہ اس کے روم سے نکلتے ہی مایا پلٹ کر ڈریسنگ کے سامنے رکی، کیا وہ واقعی ہنستی ہوئی اتنی خوبصورت لگتی ہے، یہی سوچ کر مسکرا دی۔
جبین پر حمین کے ہونٹوں کا لمس جاوداں تھا، مایا کو سکون دے رہا تھا۔

وہ اسے پہلی ہی نظر میں بھاگیا تھا، عورت بھی کیا چیز ہے، ناپسند مرد ترستا مر جائے پرواہ نہیں کرتی لیکن من پسند بس چھو بھی لے تو گلاب بن جاتی ہے۔

"آپ کا حق تھا یہ مسٹر حمین، سوری کون کرتا ہے۔ پاگل کہیں کے"

اپنے عکس سے حمین کے حصے کا شکوہ کرتی وہ دیوانی لگی، پھر جسم و جان پر بھاری جوڑے اور زیورات کا اخیر تشدد جان کو آتا محسوس ہوا تو ملحقہ چینجنگ روم میں داخل ہوئی، لپک کر وارڈرب کھولی تو بہاروں میں نظر آتے ہر رنگ جیسا خوبصورت جوڑا اپنی پوری آب و تاب سے مایا کی ستائش وصول کرنے کا منتظر ملا۔

مایا نے سب سے کم حسین مگر جاذب سی کریم کلر میں سرمئی رنگ کی آمیزیش والی کرتی شلوار چنی اور ہیلز سے پیر آزاد کیے وہی رکھی سادہ سی چپل پیروں میں اریسٹی کپڑے بدلنے بڑھی، پانچ منٹ تک واپس آئی اور وہیں اک تیسرے کنارے نسب کارنر کی جانب لگے سنک تک پہنچی، تمام زیور اتار کر سنبھالا، پھر وہیں تشو پیرز کے ساتھ ہی میک آپ ریموور وائپز والے ہولرزر سے وائپز نکال کر میک آپ ریمو وکیا، ہاتھ منہ دھو کر نئے نکور رکھے گئے ہینڈی ٹاول سے چہرہ، گلاب رخسار اور ہاتھ ٹیپ کرتی وہ کافی پرسکون سی باہر کمرے میں آئی تو جسم و جان پر حاوی بوجھ یکدم ہٹتا محسوس ہوا۔

نظر میز پر پڑی تو بھاپ اگلتا چائے کا گدگد دیکھے وہ مسکرائی اور کپ اٹھا کر کاوچ پر ہی بیٹھی۔ کمرے کو ستائشی نگاہوں سے تکتے پہلا سیپ لیا تو واقعی مزید اڑا لے پر تعریفی طرز کا مسکائی، اے سی کی کولنگ انتہائی تیز تھی جو موسمی جس کو اپنے اندر سمیٹ رہی تھی۔

اسکا یہ اعتماد حمین کے کمرے میں واپس آنے تک تھا، حمین شرٹ کے ایک اوپروی بٹن کو کھولے کف فولڈ کیے وائیٹ شرٹ اور ڈارک بلوٹ پینٹ میں ویسے ہی آج بجلیاں گرا رہا تھا، اوپر سے بھانجے نے سجانے سنوارنے میں کوئی کمی بھی نہ چھوڑی تھی۔

"چائے بہت مزیدار ہے"

بیچ کی معنی خیر خاموشی کو مایا نے ہی توڑا تو حمین فرصت سے اسکے زرافصلے پر ہی آبیٹھا۔

"فین ہوئی ہیں یا نہیں"

پر لطف انداز جبکہ مایا بس سر ہی ہلا سکی۔

"سب بہت جلدی میں کیا ہے مایا، شادی بھی کافی سادگی سے ہوئی۔ امید ہے آپکا کوئی ارمان ادھورا نہیں رہا ہو گا۔ پھر بھی کوئی کمی ہوئی ہے تو کوشش ہوگی ازالہ ہو جائے۔ آپ کو جو پسند ہے، جو درکار ہوا بس ایک حکم کیجئے گا"

جانے وہ کس رو میں تھا کہ اتنا سب کر کے بھی سوچ رہا تھا کمی کر دی جبکہ مایا تو حمین کے مزید شیریں لب و لہجے سے اسکے سحر میں گرفتار لگ رہی تھی۔

"سب بہت خوبصورت تھا، کوئی کمی نہیں بلکہ میری سوچ سے بڑھ کر تھا۔ پلیز آپ ایسا مت سوچیں۔ مجھے سادگی پسند ہے۔ اس سے بڑھ کر خوشی کیا ہوگی کہ اب میرا بھی ایک گھر ہو گا" وہ اسے مطمئن کرنے کی کوشش میں حمین چوہان کے دل کے تاڑ چھیڑ گئی۔

اپنا ہاتھ بنا سوچے مایا کی طرف سرکایا، ڈر بھی تھا کہ کہیں اس نے نہ تھاما لیکن مایا سے ایسی بد لحاظی نہ ہوئی، اس خوبصورت اور مضبوط ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیے آنکھیں حمین کی آنکھوں سے ملانے کی جرت کر گئی۔

"صرف گھر ہی نہیں، ایک پورا انسان بھی آپکا ہو گا مایا۔ اسے دوست بنائیں، بوائے فرینڈ بنائیں یا سرکا تاج، آپ پر چھوڑتا ہوں"

وہ اتنی اہم بات ایسے انداز میں کر گیا کہ مایا کی گھبراہٹ اڑن چھو ہو گئی، وہ اپنا ہاتھ حمین کے ہاتھ میں تھما کر ویسے بھی خود کو محفوظ جان رہی تھی۔

"ویسے آپ کی نرسری کا کیا ہو گا اور شاپ، کہیں آپکے چمن کے پھولوں کی آہ نہ لگ جائے مجھے کہ انکی بہار چرا کر لے گیا ہوں"

وہ چپ تھی تبھی حمین کو ہی بولنا پڑا، مایا نے سر نفی میں ہلاتے آنکھیں چرائیں۔

"میری جو نئیرز ہیں وہاں، دیکھ لیں گی۔ اور میں بہار کہاں سے لگی آپکو"

اول جملے تسلی جبکہ آخری سوال حمین کی آنکھوں میں چھائی عقیدت نے پوچھنے پر مجبور کیا۔

"یہ تو نہیں پتا کہ ایگزٹ کہاں سے لگی ہیں"

وہ معصوم بننے کی اداکاری کر تا مایا کو پھر مسکرا نے پر مجبور کر گیا۔

دونوں ہی مسرور سے تھے، مرد کا جو روپ مایا نے دارم شاہ کی صورت دیکھا، یہ شخص تو یکسر الگ تھا۔

مایا نے چائے بہت انجوائے کیے پی، خلوص کے ساتھ شاید کچھ ایسے مرکبات ڈالے گئے تھے جو مایا کی تھکن بھی ساتھ لے اڑے۔

"اب آپ یقیناً میری شکل دیکھ کر بور تو نہیں ہونا چاہ رہی ہوں گی، وہ رہا آپکا بستر، سو سکتی ہیں آرام کریں"

حمین نے ہلکی ہلکی مایا کی آنکھوں کی نیند دیکھتے اٹھ کھڑا ہوتے طے کیا جبکہ وہ بھی فوراً اٹھی۔

"اور آپ؟"

مایا کو لگا جیسے وہ یہاں نہیں سونے والا۔

"میں۔ مجھے آپ نے بتایا نہیں ابھی کہ دوست ہوں، بوائے فرینڈ ہوں یا سر کا تاج۔ سوا ابھی میں بے

نام سا آدمی آپ سے دور ہی اچھا ہوں"

وہ خوبصورتی سے بات بنا کر مایا کو لاجواب کر گیا، مایا نے اپنا ہاتھ آگے کو بڑھا کر جیسے حمین کے ہاتھ کی انگلیوں کو پکڑا وہ سچ میں بہت معصومانہ لمحہ تھا۔

"آپ بس مسٹر حمین ہیں اور کچھ نہیں، مت جائیں کہیں۔ بہت جگہ ہے یہاں۔ کہتے ہیں تو میں یہیں کا وچ پر۔۔۔۔"

وہ سوچ سوچ کر بولتی تب رک کی جب دھیرے سے حمین کے حصار میں قید ہوئی۔

وہ اسکے اطراف بازوؤں کو پھیلائے فرصت سے مایا کے چہرے کا ہر انگ نہا رہا تھا، مایا کو لگا وہ بولنے کی حس کھو بیٹھی ہے۔

وہ جواب دینا تو بھول ہی گیا، پہلی بار کسی مخالف جنس نے جکڑا اور ایسا جکڑا کہ حمین کے جذبات محبت کے سوا کوئی روپ سوچ ہی نہ سکے۔

"اگر میں کہوں کے آپکے ساتھ سونا چاہتا ہوں تو کیا جواب ہو گا آپکا، ویسے تمہید بتا دوں شرافت میرے انگ انگ سے ٹپک رہی ہے لیکن اتنا شریف بھی نہیں ہوں جتنا دیکھائی دیتا ہوں تو سوچ سمجھ کر جواب دیجئے گا"

حمین کی آفت خیزیاں وہ نازک جان کیسے سہتی، سرخ ہو کر رہ گئی، پلکیں جھک گئیں، عارضوں پر رنگ اترے۔

"مسٹر ج۔۔ حمین"

وہ شکوہ کناں ہوتی منمنائی۔

حمین نے بے اختیار اسکے ہونٹوں پر دو انگلیوں کی پوریں جما کر روکا۔

مایا سر تا پیر بہکے سے ٹرانس سے ہوش میں آئی۔

"اکیلے میں صرف حمین کہیں گی آپ"

وہ اسے قربت کے رولز سیکھاتا مایا کو برا آزار ہا تھا۔

وہ خوفزدہ ہو رہی تھی، حمین کے بڑھتے قدم جان پر بھی بن سکتے تھے۔

"پر۔۔۔ یہ ب۔۔۔ بہت مشکل ہے۔ اچھا نہیں لگے گا پلیز۔ مجھ سے نہیں ہو گا"

ہونٹوں پر نشیلی سی حرارت میں ڈوبی انگلیوں کی پوروں کی بندش ہٹنے پر وہ سرگوشیوں میں احتجاج کیے
بولی جبکہ دل میں دبے مایا کے لیے جذبات سے مغلوب ہو کر کن پٹی چومتا وہ بنا کچھ کہے دو قدم پیچھے ہوا
اور زرد پڑی مایا کی حالت پر محظوظ ہوتا دیکھتے ہی دیکھتے دروازے کی طرف لپکا۔

"جب تک آپ صرف حمین نہیں کہیں گی ہم ایک کمرے میں نہیں رہیں گے، چلیں شاباش تھوڑی
سی میرا نام لینے کی پریکٹس کریں اور سو جائیں۔ شب بخیر"

اسی متبسم کیفیت میں مایا کو اپنا دیوانہ کرتا ہوا وہ کمرے سے نکل گیا جبکہ مایا کو سمجھ نہ آئی اب روئے یا
ہنس پڑے۔

فیصلہ پر نرم آنکھوں سے مسکا دینے کا ہوا۔

ماموں کو روم سے نکلتا دیکھے چائے سے مستفید ہوتے ایاد صاحب آنکھوں میں گردن گما کر شرارت
سمیٹ لائے۔

"ممائی جان نے نکال تو نہیں دیا ماموں"

ایاد کی رازدارانہ سرگوشی پر حمین نے صوفے کا کشن ہی اٹھاتے بھانجے کا سر سیکا۔

"بچو مجھے تو نہیں نکالا پر ان شاء اللہ تمہاری بیوی تمہارے کر توت دیکھ کر پہلی رات ضرور تکیے سمیت

باہر دھکیلے گی۔ لکھ کر رکھ لولا ڈلے پھر نہ کہنا حمین چوہان نے بتایا نہیں"

خطرناک سی پیشین گوئی کرتے حمین صاحب، نادانستہ ایاد کے دل کو چھیڑ کر پاس سے گزر گئے کیونکہ وہ بھی کافی تھک چکا تھا اور چینیج کر کے ریلکس ہونا تھا۔

ایاد نے مزید ارچائے اچانک سے پھیکی محسوس کی اور بے دلی سے کپ میز پر رکھے پیچھے ٹیک لگالی۔ جو حرکتیں وہ کر رہا تھا، یقیناً اگر ماول سے اسکی کسی طرح شادی ہوتی تو وہ اسے ہر گز نہیں بخش سکتی تھی۔

جناب کا دل گھبرا یا پرھائے یہ انا کے مارے لوگ، زیادہ دیر خود کو اداس دیکھائی دینے بھی نہیں دیتے۔

اسی لمحے فون پر میسج ٹون بجی۔

ایاد نے بے قراری سے فون اٹھاتے کپ جھکے میز پر رکھا۔

"خیریت تھی آج؟ آپکی گرل فرینڈ نظر نہیں آئی۔ کہیں اسے ایک دو دن میں ہی عقل تو نہیں آگئی

ملینگا۔ بچاری آپ کی بیوی بنی تو مر تو ویسے ہی جائے گی اچھا ہے بروقت ہوش کر لے"

ماول نے چینیج کیا اور عامر بھیا سے شیک بنوا کر کمرے میں لائی اور مزے سے میسج ٹائپ کر کے بھیجا،

بظاہر تو ماول نارمل تھی پر دل میں کہیں الجھن اور تڑپ اب تک برقرار تھی۔

"وہ میرا ہونے کی تیاریاں کر رہی ہے، بڑی تھی۔ اور میری بیوی بن کر وہ کیوں مرے گی؟"

جواب میسج کے بجائے ایاد نے کال کر کے دیا جسے بوکھلائے ہوئے وہ اٹھا کر ملے جواب پر جل کر خاک ہوئی۔

"تیاریاں کیسی؟ کیا اپنے اندر سریے فٹ کروا رہی ہے"

ماول کی پر تپش حاضر جوابی پر ایاد کی آنکھیں خفیف سا مسکرائیں۔

"فضول باتیں مت کرو، تمہیں کیوں اتنی فکر ہو رہی ہے۔ میرے سوال کا جواب دو کہ کیوں مرے گی وہ؟"

آج خفیف سی آگ ایاد خان کے لہجے میں بھی تھی، ماول کا جی چاہا فون کاٹ دے پر اس آدمی کو آگ لگائے بنا پیچھے ہٹنا اب منظور نہ تھا۔

"اس لیے کہ آپ منہ سے آگ اگلتے ہیں، مر ہی جانا اس نے۔ وہ کیا ہے ناں آپ جیسے کڑوے کو کوئی کہاں برداشت کر سکتی ہے۔ میری دادو کہتی ہیں گھنگھریالے بالوں والے لوگ بہت معصوم یعنی بیوقوف ہوتے ہیں۔ وہ لڑکی بھی شاید معصوم ترین ہے جو آپ کے ساتھ پوری زندگی گزارنے کا سوچ رہی ہے"

یہ معلومات تو ایاد نے اکتیس سالہ زندگی میں کبھی نہ سنی جو آج ماول نے گوش گزار کی، اپنے ہنسنے کو وہ مشکل سے روک سکا۔

"اچھا ہے ناں میری ہاں میں ہاں ملائے گی، دب کر رہے گی، مجھ سے میری مرضی کا پیار کرے گی،

ویسے یہ مجھے نہیں پتا تھا۔ آج یقین آگیا کہ واقعی گھنگھریالے بالوں والے بہت بیوقوف ہوتے ہیں"

ایاد کی مسکراہٹ یہ سب کہتے گہری ہوئی لیکن ماول جو بے دھیانی میں اپنے بالوں کی لٹیں انگلی پر گمارہی تھی جب یاد آیا وہ بھی ایسے ہی بال رکھتی ہے تو چہرے کا رنگ لمحے میں فق ہوا۔

"آ۔۔ آپ مجھے کہنے کی کوشش کر رہے، میں بیوقوف نہیں ہوں سن لیں۔ میں بہت انٹیلیجنٹ ہوں"

چور کی داڑھی میں تنکا دیکھے وہ دلکش مسکرایا، صوفے کی پشت سے جا لگتے سر بھی ٹکا لیا۔

"اور ہاں کوئی آپ سے پیار نہیں کرے گی یہ میرا شراب ہے آپکو"

بنگالی بابا کی کمی تھی موصوفہ وہ بھی بن گئیں، ایاد ہنسا جبکہ ماول کورونا آیا۔

"اپنے شراب اپنے پاس رکھو، وہ مجھ سے اتنا پیار کرے گی کہ آج تک کسی نے ایسا سوچا بھی نہیں ہوگا"

ایاد کے لفظوں کی گہرائی تو نہ سمجھی پر لہجے کی شدت پر ماول کا سکون غارت ہوا۔

وہ آج پر سکون تھی لیکن اس ظالم آدمی کو اس کا سکون منظور نہ تھا۔

"ہمم۔۔ سہی۔ کریں آپ پیار۔ آپکے پہلے بے بی کے عقیقے پر آؤں گی بارودی جیکٹ باندھ کر۔ آپکی

ساری خوشیاں جلادوں گی"

دانت پیس کر بنا کوئی جلن کا تاثر دیے دانت پیستے ہوئے کہا لیکن ایاد کے ہونٹوں پر رینگتی مسکراہٹ کا

قتل کر گئی۔

"اچھا خیال ہے خوب رونق میلان لگے گا۔ مجھے تمہارا شدت سے انتظار رہے گا ہر لمحوں۔۔۔ او پس مجھے کال بند کرنی ہوگی میری جان من کی کال آرہی ہے۔۔۔ بابائے"

ایاد نے کہہ کر کال کاٹی جبکہ ماول نے فون سکریں کان سے ہٹائی اور غصے سے فون بیڈ کی جانب پھینکتے وہیں سر پکڑ کر بیڈ کے پاس بیٹھ گئی۔

'جان من' ماول کے دل پر بر چھی سا لگا تھا۔
اسے رلا چکا تھا۔

"کیوں تکلیف ہوتی ہے انکے یوں کرنے پر مجھے اللہ جی، وہ جس مرضی کو جان من بنائیں، کہیں، سمجھیں۔ مجھے کیوں جلن ہوتی ہے۔ میرا اندر کیوں سلگ اٹھا ہے۔۔۔ اللہ کرے آپ مرجائیں ایاد"
یہ دوسری بار ماول نے روتے ہوئے اسے بد دعا دی تھی، زمین ہلی تھی، معصوم کی آہ زمینی تہوں میں اتر کر لرزہ طاری کر دیا کرتی ہے۔

"نہیں اللہ نہ کرے، وہ نہ مریں۔ دار یہ بھابھی اور حمین انکل کے لیے تو وہ بہت پیارے ہوں گے۔
نہیں ماول دوبارہ ایسا مت کہنا"

اپنے ہونٹوں پر ہتھیلی جمائے ڈر کر دعا واپس لینی چاہی پر آہ تو آسمان پر جا چکی تھی۔

"ایسا ہی رہا تو میں پڑھوں گی کیسے، میرے خواب کا کیا ہوگا، بکس کھولتی ہوں تو انکی یاد آ جاتی ہے۔ کچھ بھی کرتی ہوں انکو مس کرنے لگتی ہوں۔ میرے ساتھ یہ کیا ہو رہا ہے۔ وہ اتنے برے ہیں پر پھر یاد

کیوں آتے ہیں۔ مجھے بہت برا لگ رہا ہے، آپکا کسی کے لیے خاص ہونا۔۔۔۔ بہت برا لگ رہا ہے
ملینگا۔۔۔"

وہیں ہچکیاں بھرتی وہ زمین پر ہی دہری ہوئی، ٹانگیں سمیٹ کر گہرے گہرے سانس کھینچنے لگی، اس نے
گویا اپنی نبض تھمادی تھی یوں جل کر یاد جیسے سنگدل کے ہاتھ اور وہ ظالم اس نبض کے ساتھ وحشیانہ
داو کھیل رہا تھا۔

.._____..

"آخر چاہتا کیا ہے یہ شرانگیز آدمی۔ اف۔ اچھا تم پہلے رونا بند کرو"

دار یہ نے ابھی تک چینج نہ کیا تھا، آج بلیک اینڈ سلور سی خوبصورت ساڑھی میں وہ چلتی پھرتی قیامت بنی
ہوئی تھی، پہلے تو مہمانوں کے جاتے ہی لان میں آکر انیب سے رابطہ کیا اور آگے سے سب صورتحال
جان کر دار یہ تک کا سر گھوم کر رہ گیا۔

"دادو میری وجہ سے اس سے جو کہہ بیٹھی ہیں وہ انکو کاٹ کھا رہا ہے دار یہ اور تھپڑ۔۔۔ دادو کا بس چلے
تو اپنا ہاتھ جلادیں، وہ سکول بھی نہیں گئیں۔ صبح سے رات ہو گئی۔ مسلسل روئے جا رہی ہیں۔ میں اور
تائی جان بھی انکو سنبھال سنبھال کر نڈھال ہیں۔ عاقب کا کوئی پتا نہیں، اسکا فون بھی بند ہے۔"

انیب کی ہچکیاں سننے دار یہ بھی پریشان تھی، انیب اس سے زیادہ مضبوط ہو کر رو رہی تھی تو یقیناً تکلیف
اس سے برداشت کرنی محال تھی۔

"میری جان! جیسے ہی اسکا غصہ اترے گا وہ واپس آجائے گا۔ تم جانتی تو ہو کہ کس قسم کا جذباتی اور ضدی ہے۔ انیب میں تمہیں روتا نہیں دیکھ سکتی۔ کہو تو میں آجاؤں؟"

داریہ سے یوں اتنے دور بیٹھ کر تسلی دینی مشکل تھی۔

"نہیں داریہ، میں ٹھیک ہوں۔ لیکن عاقب کی بہت فکر ہو رہی ہے۔ تم بس دعا کرنا کہ وہ جہاں ہو ٹھیک ہو۔ میں دادو کے پاس جا رہی ہوں، تم پلیز عاقب سے رابطہ کرو اور اسے کہو واپس آئے"

انیب کو جانے کی اجازت کے ساتھ تسلی دیے داریہ سوچ میں پڑ گئی۔

"جب انیب اور ایاد لالہ ایک ساتھ ہیں پھر انیب کی یہ تڑپ، کیا وہ عاقب کو سزا دینا چاہتی ہے۔ ایاد لالہ سب جانتے بوجھتے انیب کے ساتھ ریلیشن میں کیسے آسکتے ہیں۔ اور پھر ماہیر شاہ نے بھی تو پہلی بار کچھ انسانی کرتے ہوئے مجھ سے ماول کی خوشی مانگی۔۔۔۔۔ اف کتنا الجھا ہوا ہے سب۔ انیب بھی ٹھیک نہیں ہے ورنہ میں اس سے سچ اگلوں لیتی"

دار یہ کا ذہن ہر گز مطمئن نہ تھا، اوپر سے عاقب کی یہ حرکتیں اسے اور غمزہ کر گئیں۔
دار یہ انہی سوچوں میں گم تھی جب بارس (جویر) کی کال پر متوجہ ہوئی۔

"ہاں بارس، کہو میرے کام کا کیا ہوا؟"
دارپہ نے سنجیدگی کے سنگ استفسار کیا۔

"آپ کے کہنے کے مطابق میں ثبوت تلاشنے پر لگ چکا ہوں میم، دارم شاہ کا پوسٹ مارٹم ہوا تھا لیکن سننے میں آیا ہے کہ رپورٹ غائب ہو گئی تھی۔ رپورٹ مل جاتی تو ہمیں ثبوت مل جاتا کہ واقعی دارم کو لگنے والی گولی زمیل ہی کی گن سے نکلی ہے اور پھر ہم کچھ کر لیتے ان کے بچاؤ کے لیے لیکن اب جس کے پاس وہ رپورٹ ہے وہ خطرہ ہے ہمارے اگلے قدم کے لیے۔ مجھے لگتا ہے کوئی گڑبڑ ضرور ہے کیونکہ پورسٹ مارٹم کی رپورٹ یونہی غائب نہیں ہوئی"

بارس کی جانب سے ملی معلومات پر دارم کے چہرے کی رنگت بدلی۔

"کچھ بھی کرو بارس، وہ رپورٹ بابا کی واپسی سے پہلے تلاش کرو۔ مجھے وہ چاہیے سمجھو اس بات کو۔ اگر بابا واپس آگئے اور یہ چھپی بات کھل گئی تو یقیناً بابا کو بہت ستایا جائے گا، ممکن ہے فوری گرفتار ہو جائیں دارم کے قتل پر۔ میں جانتی ہوں دارم اس دن موت کا حق دار تھا، عدالت نہیں جانتی، وہ ثبوت مانگتی ہے۔ پلیز میرے بھائی تم میرے سب سے بہترین ساتھی ہو، میری مدد کرو"

لہجے میں تاسف گھلا تھا، وہ ہر طرح سے بابا کو بچانے پر لگی تھی لیکن آخر کیوں۔

"پھر ایک بار ہمیں فارم ہاؤس کی دوبارہ تلاشی لینا ہوگی میم، ہو سکتا ہے کوئی ایسا کلو مل جائے جو ہمیں اس وڈیو بنانے والے تک لے جائے یا کم از کم اس دن برپا ہوئی قیامت کا ثبوت مل جائے۔ مجھے ایسا لگتا ہے جس نے وہ وڈیو داران ماہیر شاہ تک پہنچائی ہے، رپورٹ بھی اسی نے آگے پیچھے کی"

بارس کا مشورہ معقول تھا، ویسے بھی دو سال سے وہ فارم ہاوس بند پڑا تھا، یہاں تک کہ دیکھ بھال کے لیے ایک لاغر سا آدمی کبھی کبھی وہاں دیکھائی دے جاتا۔

"تمہاری بات میں دم ہے، میں کل ہی جاتی ہوں"

دار یہ نے فوری ارادہ بنایا لیکن کچھ اور بھی تھا جو بارس بتانا چاہتا تھا۔

"میم اس دن جب آپ مجھ سے شوروم ملنے آئی تھیں تب کوئی جلا د قسم کا آدمی آیا تھا، بہت وحشت تھی اسکی آنکھوں میں۔ مجھ سے پتا پوچھا تھا اس جگہ کا جہاں آپ کاظم مبین کی بیوی کو لے کر گئی تھیں۔ بہت دن سے یہ بتانے کی کوشش کر رہا تھا پر ڈر لگ رہا تھا آپ غصہ ہوں گی۔ وہ بہت خطرناک تھا میم، آپ نے جو میرا کندھا تھپکایا اس پر وہ جل بھن گیا تھا۔ وارننگ دی کہ دوبارہ ہاتھ نہ لگاؤ۔۔۔۔۔ مینز پاگل تھا وہ اپنی حفاظت کیجئے گا"

بھلے بارس نے یہ سب خوفزدہ ہوئے بتایا پر دار یہ کے ہونٹوں پر ریلی سی مسکراہٹ چھوڑ گیا تھا وہ وحشی۔

"میرا ہی ساتھی سمجھو اسے، پاگل ہے وہ ڈونٹ وری۔ لیکن ہر کسی کے سامنے جھک جاو گے تو کسی دن دار یہ کی گن سے ہی مر جاو گے بارس۔ یاد رکھنا"

وہ مطمئن کرنے کے ساتھ ہی بارس کو دھمکا بھی گئی، انکے اس دھندے میں کمزور ساتھی سے بہتر پاور فل دشمن اہم تھا۔

"ج۔ جی میم"

ہکلاتے ہوئے فارس نے جان بخشی پر شکر کرتے ہوئے کال کاٹی جبکہ داریہ کے چہرے پر فکر کی پرچھائیاں اتر آئیں۔

"ہر کسی سے پنگے۔۔۔ تم بھی جنونی ہو یعنی۔ جس دن تم میرے ہاتھ آئے میں تمہاری آنکھوں میں انگلیاں گھسا گھسا کر سزا دوں گی تمہیں اسکی، اور ستم کے تمہارے وہ مضبوط ہاتھ بھی رسیوں سے باندھوں گی جس سے تم نے داریہ کو بے بس کیا تھا۔ اف داریہ اسے نہیں سوچنا امان کے بیچ"

خود ہی اس دشمن جان کو یاد کیے جیسے وہ خود پر برسی، لان کی طرف ہی خرا ماں خرا ماں چلے آتے سیاہ میں دکتے داران نے وہ مومنٹ بڑی دلچسپی سے نوٹ کیا، اسکی نیلی گرے رنگوں کی مرکب آنکھیں بلش ہوئیں۔۔

"میں نے ابھی چیلنج کرنا ہے،

How clumsy you are dariyah!

۔۔ کتنا مشکل ہے چیلنج کرنا یار۔۔۔۔۔"

دھیان اپنے سر آپے پر گیا تو داریہ کا دل چاہا یہیں بیٹھ کر رونے لگے کیونکہ سخت نیند آرہی تھی اور جانتی تھی منہ دھوئے گی تو نیند اڑ جائے گی۔

"میں مدد کروں چیلنج کرنے میں؟"

مغرور سا انداز لیے وہ کان کے پاس جھکتے شرم ساری بیچ کھاتے بولا جس پر داریہ ڈر کر اچھلی اور جب اس ناگ کو پلٹ کر سامنے دیکھا تو حلق تک کڑوی ہوئی۔

"تم ایلفی سے غرارے کرو وہ زیادہ بہتر ہے، تاکہ یہ خندق جیسا منہ نہ کھلے اور نہ اس میں سے آگ نکلے۔ کل سمجھایا تھا باز آ جا اور یہ لائیں مجھ پر نہ مارنا دوبارہ"

دنیا جہاں کا لڑکا انداز اپنا بے نرمی کو اک طرف کیے وہ چڑھ دوڑی، داران نے اسکی بازو پکڑ کر ایک ہی جھٹکا دیے جنبھوڑا۔

"منہ بند کرنے کا یہ طریقہ بہت اچھا لگ رہا ہے، آہا! اور یہ تو ایک شرافت سے اٹی ہوئی آفر تھی داریہ خان، لائن کہاں سے لگی تمہیں؟"

وہ اس سے سچ میں یہ معلومات جاننے کا متمنی چبا چبا کر بولا۔

"میں کل تمہیں اور تمہاری شرافت کو اچھے سے جان چکی ہوں سو مجھ سے فضول کی بات کرنے کی کوشش بھی مت کرنا۔ اور یہ بازو کیوں پکڑ کر مڑور ڈالتے ہو، تمہاری باندی یا کنیز نہیں ہوں۔ بات کرنے کے کچھ آداب ہوتے ہیں ماہیر شاہ۔ اور یہ ادب و احتیاط تب زیادہ کرنی چاہیے جب آپ کو پتا ہو سامنے موجود ہستی کسی اور کی امانت ہے"

داران کے قریب کرنے پر وہ دراصل بھڑکی کیونکہ اب ماہیر کے بھول کر بھی پاس نہیں جانا چاہتی تھی اور وہ اسے دور دیکھنا مشکل جان رہا تھا، سارا دن داریہ سے نظریں ہٹاتا رہا، لیکن وہ ظالم اب بھی ویسی

ہی آتشی بنی کھڑی ایمان ڈمگار ہی تھی، اوپر سے اسکی یہ غصیلی سنہری آنکھیں جنکا جام بنا پیے مست و بے خود کر سکتا تھا۔

"کس کی امانت ہو تم، نکاح میں میرے ہو تو پھر کسی دوسرے کی یہ جرت کہ تم پر اجارہ داری کا دعویٰ کر سکے، میں ایسے ہر بشر کو انگاروں پر گھسیٹ دوں گا۔ ملکیت ہو تم میری اور ملکیت بن کر رہو"

داران کے لہجے کی تپش نے داریہ کے دل میں طوفان سا برپا کیا، وہ تھم کر رہ گئی، کچھ بول ہی نہ سکی۔

"آئی مین بار بار اسکا ذکر کرنے سے پرہیز کرو ورنہ ایسا نہ ہو تمہیں اسکا کفن بھی نہ ملے داریہ خان"

اپنی شدت پسندی پر حیرت سے سوچتا خود سے ہی دشمنی نبھانے پر آنکھیں سی چراگیا لیکن باخدا داریہ کی آنکھیں اس پر سے انچ نہ ہلیں۔

"میرے لیے اسکی خوشبو ہی بہت ہے، تمہیں پتا ہے ماہیر شاہ جب میں نے اس کی پہنائی ہڈی اتاری تھی تو میرا لباس تار تار ہو چکا تھا۔ اس نے صرف میری عزت نہیں بچائی تھی، اس نے خود سے بھی مجھے بچایا تھا کیونکہ جب وہ مجھے میرے فلیٹ پر چھوڑ کر گیا میں اکیلی تھی۔ تم بھی مرد ہو، سمجھ سکتے ہو میں کیا کہنا چاہ رہی ہوں"

ناجانے کیوں پر داریہ کی آنکھوں میں مسیحا کو یاد کرتے نمی اتر آئی لیکن وہ درحقیقت محبت تھی۔

"تمہیں منع کر رہا ہوں اسکا ذکر کرنے سے"

اسکا منہ جبرے سے پکڑے جس بے دردی سے چلایا، داریہ سہمی۔

"نہیں کروں گی آج کے بعد لیکن مجھے اپنا مت کہنا دوبارہ، مجھے تکلیف ہوتی ہے"

اسکا مضبوط ہاتھ جبرٹوں سے ہٹاتے وہ جانے لگی پھر رو کی گئی۔

"شادی سمٹ گئی، اب میرے کہے کے بارے کیا سوچا تم نے؟ ایاد والا معاملہ"

سپاٹ لہجہ رکھتے وہ غصے میں ہی لگا، داریہ نے گہرا سانس کھینچا۔

"کل سوچتے ہیں اس بارے میں، ابھی مجھے نیند آرہی ہے۔"

بازو چھڑوائے داریہ واپس حویلی کی طرف بڑھی۔

"داریہ"

اسے لگا تھا وہ سرگوشی میں پکارا ہے لیکن وہ پھر بھی یوں رکی جیسے اس نے ماہیر شاہ کی پکار سن لی ہو۔

وہ پلٹی، وہ گریٹیش بلو آنکھیں اسکی آنکھوں کو چھو رہی تھیں۔

وہ قریب آیا تو داریہ کے دل کی دھڑکنیں اسے بڑھتی محسوس ہوئیں۔

"کیا وہ دوسری لڑکی مایا تھیں؟"

وہ پاس آکر رکا، داریہ کی سانسیں تھمیں۔

"نہیں میرا بھوت تھا دوسرا، اب خوش۔ ٹھنڈ پڑ گئی تمہارے جاسوس دماغ اور پتھر دل میں۔ کس قسم

کی ٹارچر مشین ہو تم۔ پکارتے نہیں ہو پھر بھی لگتا ہے پکار رہے ہو۔ تمہاری دادی کے بقول میں

جادو گرنی ہوں مگر مجھے لگتا ہے کالا جادو تم کرتے ہو گے۔ پر اسرار مشکوک قسم کے خراب آدمی ہو۔
دیکھو مجھ سے دو فٹ دور رہو۔ ایسے دیکھو بھی مت، میرے سامنے ادھر ادھر دیکھا کرو"

یہ تھکن اور ماہیر شاہ کی نزدیکی کا اثر تھا کہ وہ سدھ بدھ کھونے لگی، داران نے اسکو دونوں بازوؤں سے
پکڑ کر اپنے قریب سر کا یا تو وہ ان مہکی سانسوں کے حصار میں دم سادھ گئی۔

"ایسے پاگل پن کے مظاہرے کرنے سے گریز کرو داریہ، اچھی لگ رہی ہو"

داران نرم سر سراتے لہجے میں بے خودی ملائے بولا، داریہ کو پورے جسم میں چیونٹیاں پھرتی نوچتی
محسوس ہوتیں۔

"یا اللہ اس سے بچائیں مجھے، ی۔۔۔ یہ پھر سے مجھے بہکا رہا ہے۔۔۔۔۔ پلیز میری مدد کریں"

داریہ کے وجود میں غیر معمولی لرزش اور پھٹی آنکھیں تکتے داران نے جھٹکے سے اسے آزاد کیا اور وہاں
سے جتنی جلدی ہو سکا گیا کیونکہ دارِ سانس روکے ہوئے تھی، وہ حواسوں سے اترا تو سانس لے سکی
اور وہیں نرم گھاس پر گرنے کے انداز میں بے جان ہوئے بیٹھی۔

اپنے دل پر ہاتھ رکھا پر وہ حد سے سوا تیز تھا، داریہ وہیں لان میں گھاس پر لیٹی تو آسمان پر چھائے بادل
دیکھ کر، سرد سی ہواؤں کے جھونکوں پر بہت وقت بعد ٹھیک ہوئی۔

"م۔۔ مجھے ایک ہی وقت میں دو لوگوں سے ایک جیسی اپنائیت کیسے محسوس ہو سکتی ہے۔ م۔۔ مجھے یہ سزا نہ دیں اللہ۔ مجھے مزید رسوا ہونے سے بچالیں۔ ماہیر شاہ کا میرے قریب آنا مجھے اچھا کیسے لگ سکتا ہے۔۔۔۔۔ اف۔۔۔"

اس وقت وہ صرف ایک پاگل لگ رہی تھی، اسکے جسم میں اتنی جان نہ رہی کہ اب وہ ہل بھی پاتی، اسکی آنکھوں کے آگے دھواں سا بھر گیا۔۔

.._____..

فجر سے کچھ دیر پہلے ہی مایا کی ڈر کر آنکھ کھلی تو وہ گھبرا کر اٹھی، شاید نئی جگہ کا اثر تھا کہ وہ کچھ بے چین رہی، کمرہ کافی متعادل درجہ حرارت میں ڈوبا تھا جبکہ مایا کو مایوسی اس ویرانی کو دیکھ کر ہوئی۔

"تو وہ سچ میں رات نہیں آئے؟ ہم۔ تبھی مجھے بے چینی رہی"

مایا نے کمبل پرے کیا اور اٹھی، دوپٹہ اٹھا کر کندھے پر ڈالتی جوتے پہنے باہر جانے کو بڑھی، دروازہ کھولا ہی کہ لاونچ میں کاؤچ پر ٹی وی دیکھتے ہی سو جاتے ماموں بھانجے پر نظر پڑی تو مایا کی ساری اداسی دور ہو گئی۔

ایاد بھی بھنگی بنا وہیں مدھم مدھم خراٹے بھر رہا تھا جبکہ حمین کے سونے کے ڈیسنٹ انداز پر بھی مایا کا دل مچلا، کروٹ پر لیٹے ترتیب سے بازو سینے پر باندھے ہوئے تھا۔

"حمین"

مایا آہستگی سے پاس آئی اور مدھم مدھم سا جھک کر پکاری تاکہ ایاد کو آواز نہ جائے، حمین جو ابھی ہی ہاکی میچ دیکھ کر سویا تھا یکدم ہی جاگا اور مایا کو خود پر جھکا دیکھے پریشان ہو گیا۔

"آب ٹھیک ہیں، ماما؟ کہا ہوا کوئی مسئلہ ہے"

نیند میں ڈوبے ہی وہ جلدی سے آنکھیں ملتا اٹھ کر بیٹھا اور جیسے مایا کو کھڑے ہوتے گھیر کو پوچھنے لگا وہ ہنس پڑی، لیکن پھر مسکراتی ہوئی اسکا ہاتھ پکڑے کمرے میں واپس لائی، حمین صاحب اب تک حیران تھے کہ ہوا کیا۔

"آپ کو جگ رہی تھی بس، ٹھیک ہوں۔ آپ اور ایادیوں باہر کیوں سو رہے تھے۔ مجھے لگا آپ وہاں بے آرام ہوں گے، میں اٹھ چکی ہوں تو آپ اپنے بیڈ پر سو سکتے ہیں اب تبھی جگایا"

حمین کی آنکھوں کی پریشانی سرورسابنی، وہ اسے اپنی فکر کرتی بھلی کیسے نہ لگتی۔

"آپ نے تو مجھے ڈرا دیا تھا، میں اور ایاد تو یونہی لاونچ میں پڑے پڑے ہی سو جاتے ہیں۔ یہ ہماری عادت ہے۔ اسکے دبے دبے خراٹوں کا ایسا نشہ ہو گیا ہے کہ اب وہ خراٹے نہ مارے تو مجھے لگتا ہے میں سہانی لوریوں سے محروم ہو گیا ہوں"

ڈر سا ہٹا تو وہ یہ سب کہتا خود بھی ہنسا اور مایا کو بھی ہنسا بیٹھا لیکن اس بار مایا نے کھل کر ہنسنے کی غلطی نہ کی۔

"تو پھر پریکٹس کی آپ نے؟ حمین کہیں تاکہ میں کمرے میں ٹک سکوں"

وہ اس وقت اتنی پیاری لگ رہی تھی کہ حمین پر خواہ مخواہ خمار سا چھانے لگا، مایا سٹپٹائی۔

"آپ کو یہی کہہ کر جگایا تھا، اب آپ نے سنا نہیں تو میرا کیا قصور"

فوری آنکھیں پٹپٹاتی وہ حمین کے پاس سے پلٹنے لگی مگر اسکے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ حمین اسکی کمر میں اس بے تکلفی سے ہاتھ ڈالے اسے اپنے نزدیک کھینچ لے گا۔

مایا نے ہتھیلوں کو حمین کے شانوں پر ٹکاتے ٹکراتے ٹکراتے سے خود کو روکا۔

"ایک بار پھر کہہ لیں گی تو یہ ہونٹ تھک تھوڑا جائیں گے، ویسے بھی آپ بہت کم بولتی ہیں اور میں بہت باتونی ہوں۔ صرف حمین ہی نہیں آپکو اور بھی بہت کچھ کہنے کی پریکٹس کرنی ہوگی۔ جیسے حمین آپ کو کچھ چاہیے؟ حمین آپ اداس تو نہیں ہیں؟ حمین آپ مجھے ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں؟ حمین آپ مجھے اچھے لگتے ہیں"

وہ جس طرح گھبرائی سی لڑکی اس آفت آدمی کے بہکانے پر چہکی یہ مہارت صرف حمین چوہان کے پاس تھی۔

"حمین آپ کتنے فلرٹی ہیں"

ہونٹوں پر شرارتی مسکراہٹ لیے وہ سرگوشیوں میں بولی اور قہر ڈھا گئی، حمین تو اپنا نام سن کر ہی سٹک ہو گیا۔

"فلرٹ کروں، پیار کروں، بات کروں یا لڑوں اب آپشن صرف آپ ہی ہیں مایا، پلیز مجھے حمین پکاریں۔ صرف ایک بار اور۔"

مایا نے حمین میں کبھی یہ والی شدت اور بچنا امید نہ کیا تھا جو اس بندے نے پہلے ہی دن دیکھا کر مایا کو دھڑکن بنا دیا۔

وہ اتنی قوی گزارش تھی کہ مایا کی پلکیں حیا سے جھک گئیں۔

"حمین۔۔۔ پلینز میرے ساتھ روم میں رہیے گا کل سے"

صرف حمین کہہ دیتی تو وہ یقیناً خود بھی بہک جاتی لیکن فوری اداسی کے سنگ اگلا جملہ ملا لیا۔

"آپ کہیں تو آپکے دل میں گھس جاؤں؟"

وہ اب بھی خمار میں تھا، ہولے ہولے خود کو ہوش دلا رہا تھا، مایا آنکھیں چراتی اس درجہ وارفتگی پر مسکائی۔

"مسٹر حمین۔۔۔ تنگ مت کریں"

وہ گھبرائی۔

"اوکے نہیں کر رہا"

فوری مانا جبکہ دل و جان سے مایا کو دیکھا جا رہا تھا۔

"اچھا اگر آپ اجازت دیں تو کچھ پوچھ سکتی ہوں؟"

مایا تھوڑی الجھی تبھی اس نے مناسب سمجھا پوچھے۔

"آپکو ہر اجازت ہے، پوچھیں"

ایسا لہجہ جو خود سے محبت کروادے۔

"آپ کافی اچھا کماتے ہوں گے یقیناً، ایاد بھی پروفیسر ہیں، داریہ بھی کافی بڑی سلیبریٹی ہے۔ پھر بھی آپ اتنی سادہ زندگی جیتے ہیں، میسز عام سی۔ سیلپر تک نہیں، اور مزاج بھی آپ سب کے اتنے ڈاون ٹو ارتھ"

مایا کے خوبصورت سوال پر حمین نے اسکا ہاتھ پکڑے کاوچ پر بٹھاتے خود بھی ساتھ جگہ سنبھالی۔
"اب آپ میری وائف ہیں مایا تو یہ سب آپکو بتانا ہی ہوگا، سادگی ہمیں پسند بھی ہے لیکن ہماری مجبوری زیادہ ہے۔ ہم تینوں مل کر بہت اچھی اماونٹ کماتے ہیں لیکن اس کا اسی پرسنٹ قرض کی ادائیگی میں جاتا ہے۔ ہم تینوں مقروض ہیں، اور اسکی وجہ ہے وہ خبیث زمیل۔ اپنے معصوم بچوں کے نام پر ناجانے کتنے لاکھ قرضہ لیا، وہ بھی سود پر جو بڑھتے بڑھتے کڑوروں پر جا پہنچا۔ تبھی کفایت شعار بن گئے ہم، لیکن آپکو پریشان ہونے کی بلکل ضرورت نہیں ہے، چند ماہ میں ہم مکمل طور پر اس نحوست سے نجات پالیں گے"

یہ سب سن کر مایا کو یقین نہ آیا، ایک ہی شخص اتنا برا اور اچھا کیسے ہو سکتا ہے جبکہ مایا کی جھکی پلکوں کے پار اٹک جاتی شبنم کا سبب حمین بخوبی جانتا تھا پر ابھی یہ موضوع چھیڑنا مناسب نہ لگا۔
"میں اگر کچھ کر پاؤں تو پلیز بتائیں مجھے"

مایا نے نظریں اٹھاتے حمین کی جانب آس سے دیکھا، وہ والہانہ چاہ خیز نگاہیں مسکرائیں۔

"آپ میرا ذہنی اور قلبی سکون بنیں یہی ٹاسک ہے آپکا، باقی یہ معاملات بھی حل ہو جائیں گے آپ ریلکس رہیں"

حمین کے لہجے کی ملائمت نے مایا کی ہارٹ بیٹ مس کی۔

"اللہ انکو ہدایت دے، کوئی اپنے بچوں کے ساتھ ایسا کیسے کر سکتا ہے۔ شاید انکی کوئی مجبوری رہی ہو۔ اللہ سبکو آسانیاں دیں"

جھکی آنکھوں سے وہ متذبذب سی کیفیت میں بولی، حمین نے آگے کو سرک کر اسکی جبین چومی تو مایا نے بے اختیار گھبرا کر نظر اٹھائی۔

"آمین"

وہ مایا کی آنکھوں کا لطف بھانپ کر بولا۔

"آذان ہو رہی ہے، نماز پڑھ لیں پھر سو جائیے گا۔ اور ہاں مجھے بتا کر سویئے گا کہ آپ اور ایاد ناشتہ کب کرتے ہیں اور کیا کھانا پسند کرتے ہیں۔ فجر کے بعد مجھ سے سویا نہیں جاتا تو مجھے بہت خوشی ہوگی ناشتہ بنا کر۔ مصروف بھی ہو جاؤں گی"

اس سے پہلے بیچ میں ذو معنی فسوں بڑھتا مایا نے فوراً سے کہے اٹھ کر جانے کی تیاری پکڑی مگر تب بوکھلائی جب وہ بھی ساتھ ہی اٹھ کر مایا کو پکڑتے رو برو ہوا۔ وہ ہلنا تک مشکل جان رہی تھی۔

"آپ پہلے ہی دن کام پر لگنا چاہتی ہیں، مایا آپکو اس لیے نہیں لایا ہوں کہ آپ ہم سبکی ذمہ داری اٹھائیں۔ میں کوئی سیلپر اریج کرتا ہوں آج ہی، آپ کے آرام کو متاثر کر کے مجھے بے سکونی ہوگی"

نرم مگر باوقار لہجے میں اس نے مایا کو سمجھایا پر وہ اپنے گال سے جڑا حمین کا ہاتھ فوری ہاتھوں میں پکڑ کر بے قرار ہوئی۔

"نو بلکل نہیں، مجھے اور داران کو تو ہمیشہ سے اپنا کام کرنے کی خود عادت ہے۔ پلیز مسٹر حمین ایسا نہیں کریں۔ میں تو بوریت سے مر جاؤں گی۔ مجھے یہ حق دیں، ویسے بھی آپ تو میری ذمہ داری ہیں، جب تک ایاد کی کوئی دلہن نہیں آتی میں خوشی خوشی انکی بھی ذمہ داری اٹھالوں گی۔ سیلپر اچھی نہ ہوئی تو؟ مجھے کچھ دن تو دیں اگر مجھ سے سب ہینڈل نہ ہوا پھر بھلے آپ وہی کیجئے گا جو آپکو ٹھیک لگا"

مایا کی بے چینی، اسکا ٹھہر ٹھہر کر قائل کرنا وہ دیکھ کر دھیماسا مسکائے گیا۔

"آپ ایک ورکنگ لیڈی ہیں، میری ہو کر رہنے لگیں تو بری عادتیں ڈال دیں گی۔ پھر کبھی بھی آپ کے چاہنے کے باوجود آپکو کہیں جانے نہیں دوں گا تو اچھے سے سوچ لیں"

آنے والے وقت پر وہ حاکم ہو گا اسکا احساس دلاتے وہ مزید مایا کے زرا قریب ہوا، اس کے بالوں سے پھوٹی خوشبو محسوس کی تو سانسوں کو آرام سا ملا۔

"مجھے کہیں نہیں جانا، آپکے پاس ہی رہنا ہے"

فوری بنا انجام کی پرواہ کیے اسکے شانے سے لگتی بول پڑی لیکن اپنی بے خودی پر سہم گئی، آذان کی آواز پر حمین نے اسکا دوپٹہ شانے سے الگ کرتے جیسے اسکے سر پر اوڑھائے ہر سو لپیٹا، ان خوبصورت سیاہ آنکھوں کی عقیدت پر وہ لڑکی نثار ہوئی۔

"آپ مجھے روز فجر کے لیے جگا دیجئے گا مایا کیونکہ میں بہت لیزی ہوں اس معاملے میں، پڑھ لیں نماز۔ اللہ آپکی ہر دعا قبول کریں"

انہی محبت سے بھری نگاہوں میں مایا کو لیے کہہ کر وہ اسم محبت پھونکتا ہوا کمرے سے نکل گیا جبکہ مایا کی آنکھیں خوشی اور سکون کی زیادتی سے نم ہوتی چلی گئیں۔

.._____..

"او میرے خدا! مجھے صبر دیں"

اپنے روم کی بالکونی میں آنے کی دیر تھی کہ داران کی آنکھیں سامنے کا منظر دیکھ کر پھٹیں، وہ بھی ابھی آذان پر ہی جاگا تھا، دار یہ صاحبہ عین لان کے وسط میں مستانی بن کر لیٹی نیند میں ڈوب کر الگ ہی کھلے ڈھلے خواب خرگوش کے مزے لے رہی تھیں۔

ادھر ادھر دیکھتا وہ بھاگنے کے انداز میں پچھلے احاطے کی جانب سے لان میں اتر آیا، دار یہ کو یوں دیکھ کر اسکے دل پر کیا بیتی یہ اسکے چہرے پر غالب غصے اور کوفت کے تاثرات سے واضح تھا۔

"تم اتنی بونگی بھی ہو سکتی ہو امید نہ تھی فلورنس، ساڑھی پہن کر بیچ چور ہے میں بھنگیوں کی طرح سو رہی ہے۔ شکر ہے کسی نے اس آٹھویں عجوبے کو نہیں دیکھا"

منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے ماہیر نے اسکے بکھرے پلو کو سمیٹ کر اسکے گرد لپیٹا، حالانکہ اسکی ساڑھی کا بلاؤز فل تھا، پھر بھی لیٹے ہونے کے سبب اسکی کمر اور پیٹ کی راعنائیاں جھلک رہی تھیں اور سلیوز بھی ہاف تھے، داران نے آہستگی سے اسے بازوؤں میں اٹھایا اور حویلی کی پچھلی طرف سے ہی اندر داخل ہوا۔

وہ ہلی بھی نہیں، داران نے اسے اسکے روم میں لا کر اسی احتیاط و آہستگی سے اسکا سر تکیے پر رکھا پھر داریہ کو بھی پوری طرح میٹرس پر منتقل کیا لیکن نیند میں ہی داریہ نے بے اختیار اسکی شرٹ کے کھلے گریبان کو پکڑ لیا۔

داران نے اپنا ہاتھ اس تلے سے نکالا اور میٹرس پر ہتھیلی ٹیک کر سہارہ لیے دوسرے ہاتھ سے داریہ کے ہاتھ سے اپنا کولر آزاد کیا مگر اس سے پہلے وہ اس پر سے واپس اٹھتا، وہ لڑکی اپنی بے خبری اور راعنائیوں سے حواسوں پر چھانے لگی۔

جھک کر اسکے سر کے کھلے بالوں کے قریب ہوتے خوشبو سونگھی، وہ سنجیدگی سے اسکے چہرے کا اک اک نقش تکنے واپس اوپر ہوا، بہت راحت انگیز تھا یہ داریہ کے سکون کو فرصت سے تکنا، اس پر ملکیت کا غرور محسوس کرنا۔

"سچ بتا کر میری آسانی مجھے دے دو فلورنس، مجھ سے ضد مت کرو، مجھے اس کیفیت کو محسوس کرنے کے سارے حق چاہیں، میری آخری خواہش تمہاری آنکھوں میں داران ماہیر شاہ کے لیے محبت دیکھنا ہے، اور مجھے پتا ہے وہ دن میری موت سے پہلے ضرور آئے گا بھلے ایک لمحہ پہلے کیوں نہ سہی"

اسے دیکھنے سے ہی وہ سکون پارہا تھا، ایسے کوئی کسی کو دیکھ ہی نہیں سکتا جیسے داران، داریہ کو دیکھ رہا تھا۔ ایک آخری بار اسکی گردن کے گرد لپٹے کھلے بالوں کی خوشبو انیل کی اسکی بے داغ گال کو ہاتھ کی پشت سے سہلاتے داران واپس اٹھا اور اس سے منہ موڑے اٹھ کھڑا ہوا، گو وہ جانا مشکل کر چکی تھی پر داران ماہیر کو جانا پڑا۔

دس منٹ ہی گزرے، داریہ اپنے بستر پر کروٹ پر لیٹی تھی، ساڑھی اب تک اسکے وجود کا حصہ تھی بس پلوہٹ کر پورے میٹرس پر بکھرا تھا، وہ دھیرے سے بیدار ہوئی لیکن نا جانے کیوں آنکھیں کھولنے سے پہلے ہی اسکے چہرے کے زاویے بگھڑے۔

"داریہ! نو تم لان میں نہیں سو سکتی"

اپنی رات والی حالت یاد آتے ہی داریہ ہتھیلی میٹرس پر پھیرتے بڑبڑائی پر وہاں گھاس کے بجائے نرم گداز سطح دیکھتے آنکھیں کھول گئی۔

"مجھے تو یاد نہیں میں کب روم میں آئی، کیا ماہیر نے مجھے یہاں پہنچایا۔ ڈیش آدمی"

سارا منظر یاد آنے پر وہ فوری اٹھ بیٹھی، بھاگنے کے انداز میں پہلے یہ خود سے لیٹا تھان اتارنے واش روم گھسی، ڈھیلی سی شرٹ اور پاجامہ پہنے گردن شال لپیٹی اور کمرے سے نکلی۔
فجر کی آذانوں کی آواز بلند ہو رہی تھی۔

دار یہ نے داران کے کمرے کے باہر رکتے بے ترتیب سانس کھینچے اور جیسے ہی دروازہ کھولے اندر سر کیا تو وہ داران جو وضو کیے کمرے میں داخل ہوا، ٹھٹکا۔
"کیا یہ نماز بھی پڑھتا ہے"

دار یہ نے اسکے نم چہرے اور فولڈ بازو دیکھتے حیرت سے سوچا جسے لگا دار یہ کھڑے کھڑے وفات پا گئی ہے۔

"کیا ہے؟ صبح صبح نازل ہونے کا مقصد پوچھ سکتا ہوں"
داران کی جھاڑ پر وہ ہوش میں آئی، غصہ چہرے پر سجاتے ہی کمرے میں گھسی۔
"تم نے مجھے لان میں سے اٹھایا؟"

قریب رکتے تفتیش کرنی چاہی لیکن گھبراہٹ نہ چھپا سکی۔

"ہاں لان میں ایک مردہ پڑا تھا سوچا اسے ٹھکانے لگا کر ثواب کمالوں"

بے نیازی سے کندھے اچکا کر دار یہ کو سلگائے محظوظ ہوا جس نے ایک بار پھر اس کی ناک پھوڑنے سے اپنے ہاتھ کو روکا۔

"جگا بھی تو سکتے تھے، آئی فیل ایسیریس۔ اور تم نے مجھ پر پتا نہیں کون کون سی میلی نظر ڈالی ہوگی۔۔۔ میں بہت تھکی ہوئی تھی تو پتا نہیں چلا وہیں آنکھ لگ گئی"

آنکھیں چراتے ہوئے اپنی بات کہتے ہوئے وہ ماہیر شاہ کے سحر میں دانستہ الجھی، اسکے خوبصورت ہاتھ کو دیکھنے لگی جسے چھونے کی تمنا کسی بھی عورت میں جاگ سکتی تھی۔

"اول کہ میں ایسی نظریں رکھتا ہی نہیں جو کبھی میلی ہوں گی، تم پر میری ہر نظر جائز ہے داریہ خان۔ پھر بھی تمہاری تسلی کو بتا دیتا ہوں کہ میں نے تم پر نگاہ خیر رکھی تھی، ناکہ نگاہ شر"

اپنے آپ کو بری الزمہ کیے وہ داریہ کی بے خودی سے بے نیاز بیڈ کی طرف بڑھا اور جھک کر اپنا فون اٹھایا، داریہ کو اسکی پیور اردو حلق میں پھنسی محسوس ہوئی جبکہ خوشبو حواسوں کا نظام بگھاڑ گئی۔

"اب یہ کیا بلائیں ہیں، آسان اردو نہیں آتی کیا"

وہ جنبھلائی، داران پلٹا اور قریب آکر رکا۔

"آتی ہے لیکن تمہیں چھبہ بہ جائے، سننا چاہتی ہو خیر کی نگاہ کسے کہتے ہیں؟"

وہ اسکے روبرو کھڑا تھا، اپنی تمام تر وجاہت سمیت، ہاؤف وائیٹ شلوار سوٹ میں، دنیا کی تمام خوبصورتی کا مسکن لگ رہا تھا وہ مغرور۔

"ہاں لیکن بنا پاس آئے اور ہاتھ لگائے بتانا، کسی عملی سازش کی کوشش بھی کی تو تمہارے ناک کے نتھنے پھوڑ دوں گی جو غصے میں تمہارے دوشیر کی گھپاؤں جیسے پھول جاتے ہیں"

بظاہر وہ بہادری سے بولی لیکن اسکے لہجے میں تیر تاڈر ہی تو مقابل کا کام تمام کر گیا۔

"بڑی گہری نظر ہے تمہاری مجھ پر، خیریت تو ہے داریہ خان۔ دل تو نہیں آگیا تمہارا مجھ پر"

آنچ پہنچاتی پر حدت نگاہوں نے داریہ سے پھر سے سوچنے سمجھنے کی حس سلب کیے اسکے چہرے کی اور جھکا۔

"میرا دل جس پر آنا تھا آچکا ہے، تم خوش فہمی میں ہی مر جانا۔ جو پوچھا ہے وہ بتاؤ زیادہ فلا سفر بننے کی کوشش مت کرو"

غصہ دیکھتی وہ اسے مدعے پر واپس آنے کا کہتی پرے جھٹک کر گھوری۔

"خوش فہمیاں تو صحت کے لیے مفید ہیں، مضر تو غلط فہمی ہوتی ہے۔ خیر کی نظر وہ ہے جو کسی کا نقصان نہ بنے، جس سے دیکھنے والے کو قرار ملے اور جسے دیکھا جائے اس پر سکون نازل ہو، سمجھ آگئی یا تمہارے لیے دماغ کی ڈوئیشن مانگنی پڑے گی"

طنز کے تیر برسانا کیسے بھولتا، داریہ نے عجیب سی نظروں سے اسے دیکھا لیکن جب داران کے آخری جملے کا مفہوم سمجھتے غصہ ہوئی۔

"خود کو سمجھتے کیا ہو تم؟"

داریہ کو اسکا ایٹوڈ سخت ناگوار لگا۔

"ایک پہیلی"

وہ اسکے سپاٹ جواب پر چونکی، چہرے پر اضطراب چلا آیا۔

"اب ہٹو گی؟ مجھے جانا ہے"

دار یہ کو راستے میں جمادیکھے وہ بولنے پر مجبور ہوا تو دار یہ نے فوراً سے راستہ دیا۔

"کہاں جا رہے ہو؟"

دار یہ ناچاہتے ہوئے بھی روک بیٹھی۔

"ڈیٹ پر"

داران نے بنا پلٹے کہا اور مسکرا کر کمرے سے چلا گیا، دار یہ نے اپنے غصے کو دبانے کی بہت کوشش کی پر

پلٹ کر داران کے ڈریسنگ پر زور سے مکا مار بیٹھی اور اسی سبب وہاں رکھی خوبصورت سی ونگ کیپ

والی گولڈن پرفیوم اسکے ہاتھ سے لگ کر نیچے گری اور دیکھتے ہی دیکھتے کرچیوں میں بیٹی۔

پورے کمرے میں عود کی خوشبو بکھر گئی، دار یہ کو لگا اسکا دماغ اس خوشبو سے جکڑ کر رہ گیا ہے۔

"ی۔۔۔ یہ یہی ہے وہ خوشبو۔۔۔"

دار یہ نے لپک کر زمین پر جا بجا بکھرے شیشوں کو بدحواس ہوتے چھونا ہی چاہا جب داران نے سر پر

پہنچتے اس پاگل کو ان نوکیلے کانچوں کو چھونے سے روکتے گھسیٹ کر پرے کرتے کھڑا کیا، کچھ ٹوٹنے کی

آواز سننے وہ واپس آیا تھا۔

"ہاتھ کٹ جاتا تمہارا، کیا کر رہی ہو"

داران نے اپنے یوں تھامنے کی وضاحت کے ساتھ کھوئی ہوئی پریشان داریہ کی آنکھیں دیکھتے غصے سے دریافت کیا۔

"ماہیر شاہ! وہ بھی یہی خوشبو لگاتا ہے۔ مجھے اسکا نام بتادو"
وہ جس بے قراری سے پوچھ رہی تھی داران کچھ لمحے بول ہی نہ سکا۔

"Rasala"

بتاتے ہی داریہ کو احتیاط سے کانچ کے ٹکروں سے دور لے جاتے تھاماتو ان سنہری آنکھوں میں تشکر چھا گیا۔

"تھینک یو، یہ مجھ سے ٹوٹ گئی سوری! میں تمہیں سیم گفٹ کر دوں گی۔"

اسکے حصار سے نکلتی وہ فوراً سے کمرے سے باہر بڑھ گئی جبکہ داران نے اک ویران سی نظر ان کانچ کے ٹکروں پر ڈالی اور اک گہرا سانس کمرے میں پھیلی تیز خوشبو میں کھینچ کر رہ گیا۔

داریہ کو اس ٹرانس سے نکلنے میں کچھ منٹس لگے، ماہیر کے شاہ حویلی موجود نہ ہونے کا فائدہ اٹھاتی داریہ پانچ بجے خود بھی حویلی سے نکلنے کا ارادہ بنایا لان میں آئی، چونکہ داران حویلی سے گیا تو خانو اکبر اسکے ہمراہ جا چکے تھے، گیڈ پر صرف چوکیدار انکل موجود تھے وہ بھی کاندھے پر گن لٹکا کر چکر کاٹتے ادھر سے ادھر گشت کر رہے تھے اور ان کی آنکھ سے بچ کر ہی داریہ کو باہر نکلنا تھا، بارس، شاہ حویلی سے دو منٹ کی دوری پر جب پہنچا تو اس نے داریہ کو میسج بھیجا لیکن پہلے داریہ عاقب کی خبر لینا چاہتی تھی۔

دار یہ نے لان کے کنارے رک کر نظریں داخلی گیڈ پر رکھنے کے بیچ عاقب کو کالز ملائیں لیکن تین چار کے بعد اس نے اٹھالی۔

وہ کلب میں کاؤچ پر نیم دارز پڑا تھا، ارد گرد حرام مشروب سے بھرے آدھے اور پورے گلاس ٹیبل پر دھرے تھے، کلب میں چمکی روشیاں تو جل رہی تھیں پر سب لوگ جاچکے تھے، عاقب کے پاس جانے کو کوئی جگہ نہ تھی تبھی یہیں پڑ گیا۔

"خدا کے بندے! کہاں ہو تم، کل سے کالز کر رہی ہوں، بات سنو"

فون لگنے پر دار یہ کے چہرے کا پیلا مائل رنگ بحال ہوا تو غصے سے پھٹ پڑی۔

ابھی تک سحر پھیلی تھی، موسم بھی ابر آلود تھا کہ رات ہی کا سماں لگ رہا تھا اور اس اندھیرے موسم کا ہی دار یہ کو فائدہ ہونے والا تھا۔

"ک۔ کچھ نہیں سنوں گا، اب میں اسے وہ تکلیف دوں گا۔۔۔ ار یہ کہ وہ تڑپ تڑپ کر مر جائے گی" عاقب کا اٹکتا لہجہ سنے دار یہ کی آنکھوں میں لہو اتر ا۔

"بے شرم تم نے اس حرام چیز کو ہاتھ لگانے کی جرات بھی کیسے کی بزدل کہیں کے، جو مرد تکلیف سے بچنے کو حرام کی جانب لپکتا ہے وہ دار یہ کی نظر میں مرد ہی نہیں ہے، اب میرے سامنے آئے تو چپل سے پٹنے کی ہمت بھی جمع کر کے آنا۔ اس وقت تم سے بات کرنا دیوار سے سر پھوڑنا ہے۔ مر لو اچھے سے پھر تمہیں تفصیل سے جینے کی کلاس دیتی ہوں"

دار یہ کو اسکا ڈرنک ہونا آگ لگا گیا، فون بند کرتی جیبرز کی جیب میں ڈالتی وہ محتاط ہو کر راہداری پر پیر جماتی آگے بڑھی مگر گیڈ پر چوکیدار نے قبضہ جمار کھا تھا، تبھی دار نے کچھ سوچتے ہوئے حویلی کی پچھلی دیوار پھلانگنے کا سوچتے قدم واپس بڑھائے، وہ پچھلی دیوار دار یہ کے لیے پھلانگنا مشکل تو نہ تھا لیکن دار یہ کو پتا نہیں تھا کہ اس دوسری پار راستہ ہے بھی یا نہیں، رسک پر ہی وہ اپنے ارد گرد لپٹی شال نکال کر وہیں گول مول کرتی کیاری میں رکھتی فون جیبرز میں اچھے سے گھسائے شرٹ ٹھیک کرتی، بالوں کو اچھے سے جوڑے کی شکل دیے جھپ مارے دیوار پر ہاتھ رکھے لٹکی اور پھر پورا زور لگائے چڑھی، سامنے ہی کچی سڑک تھی اور دونوں طرف کا راستہ بالکل صاف تھا۔

دار یہ نے دیوار کے پار جھپ لگایا اور جلدی سے فارم ہاوس کی طرف جانے کو سپیڈ بڑھائی۔
کچھ دور ہی اسے درختوں کے جھنڈ میں بارس دیکھائی دیا جسکے ہاتھ میں ایک بیگ تھا۔

دار یہ نے اس تک پہنچے اپنا سانس بحال کرتے اشارہ کیا، اس بیگ کو کھولا تو اندر سے کالی ہڈی اور کالی ہی پیٹ ملی، ساتھ دار یہ کے لیے حفاظت کے لیے گن بھی موجود تھی، دار یہ نے انہی کیڑوں پر جلدی سے وہ ہڈی چڑھائی پیٹ پہنی اور چہرے پر ماسک لگاتے سر ہڈی کیپ سے ڈھکا اور بارس سے گلو ز اور گن لیتی اسکا کندھا تھپکائے یہیں انتظار کا کہے وہاں سے بھاگی۔

فارم ہاوس کا ایک ہی بوڑھا آدمی رکھوالا تھا، دار یہ پہنچ تو آئی پر اس جگہ دوبارہ آئے گی کبھی سوچا نہ تھا تبھی آنکھیں آگ پکڑ گئیں۔

لوہے کی جالیوں والے دروازے پر کنڈی لگی تھی، سامنے ہی چھوٹے سے سرونٹ کو اڑ میں پیلا بلب جل رہا تھا اور کوئی بوڑھا آدمی وہاں بیٹھ کر پشت کیے تلاوت میں مصروف تھا۔

داریہ نے دروازے کو دیکھا، اگر وہ زنگ آلود دروازہ کھولتی تو اس آدمی تک آواز جاتی تبھی داریہ نے ایک ہی چھلانگ لگاتے دروازے کو پھلانگا اور فارم ہاوس میں گھسی، چہرے پر سیاہ ماسک جبکہ ہاتھوں پر سیاہ گلوں بھی تھے، گن پر دونوں ہاتھ کی پکڑ بھی مضبوط تھی۔

داریہ آگے بڑھتی گئی، اسے کسی طرح آج کچھ نہ کچھ ڈھونڈنا تھا، داریہ اسی لان میں آئی، تو بے اختیار نظر اس جگہ کے ٹھیک اوپر بلڈنگ روف پر لگے پرانے سے کیمرے پر گئی۔

"اوہ! تو وہ وڈیو اس کیمرے کی تھی لیکن اسکی وڈیو چرائی کس نے، ماہیر شاہ تک کیسے پہنچی۔ ان سوالوں کے جواب اسی جگہ سے ملیں گے داریہ"

پہلے داریہ نے فارم ہاوس کے اندر جا کر تلاشی لینے کا فیصلہ کیا، زیادہ بڑا فارم ہاوس نہیں تھے، چار مین کمرے تھے جنکو داریہ نے سرسری سا گنگال لیا اور پھر جب واپس باہر لان کی طرف آرہی تھی تب اسے وہیں مٹی اور گھاس والے لان میں کچھ چمکتی چیز دیکھائی دی۔

داریہ نے فوری جھک کر اس مٹی میں آدھے دفن کف لنک کو نکالا، اسکی اوپروی سطح کو صاف کرنے کی دیر تھی کہ اس کف لنک پر لکھے نام نے داریہ کے پیروں تلے سے زمین کھینچ لی۔

"جہاں تک مجھے پتا ہے یہ فارم ہاؤس صرف دارم شاہ کا تھا، وہ یہاں اکیلا رہنے کے لیے آتا تھا۔ پھر اس کف لنک کا یہاں ہونا تو شک کی بات ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں وہ سب سچائی جانتے ہیں۔۔۔۔۔ اب یہ کیسے پتا چلے گا کہ یہ کف لنک دو سال پہلے یہاں گرایا اس سے پہلے یا بعد میں۔۔۔ اوف داریہ"

یہ ثبوت تھا لیکن غیر مطمئن سا پر پھر بھی داریہ اسکی آخری حد تک جا کر تفتیش کرنے کا فیصلہ کر چکی تھی۔

"اندر بھی ایک کیمرہ تھا، اس سے یہ حصہ تو دیکھائی دیتا ہو گا۔۔۔ یس داریہ"

داریہ کچھ سوچتے واپس اندر بھاگی، وہ لاونچ ایریا تھا جہاں سے باہر والے ایریا کو با آسانی دیکھا جاسکتا تھا۔ داریہ نے کیمرے کو پہلے دیوار سے اتارا اور اسکی دائرے کے تھرو وہ سیڑیاں چڑھی، اوپر والے پورشن میں اسے مطلوبہ کمرہ ملا جہاں بند کمپیوٹر سسٹم نصب تھا، داریہ نے جلدی سے اسے آن کیا، آن ہوتے ہوتے وہ سلوپرو سیسر کمپیوٹر سسٹم دس منٹ لے گیا لیکن داریہ نے تحمل سے انتظار کیا۔

وہاں دو سال پہلے کی تمام ریکارڈنگ، اس دن کی خاص کر سرچ کیں، وہاں اس وقت کی بس ایک ریکارڈنگ موجود تھی وہ بھی سٹنگ ہال کی۔

داریہ نے پھر بھی اسے بلوٹو ٹھکنٹ کیے بارس کے پاس موجود لیپ ٹاپ میں ٹرانسور کیا کیونکہ ابھی دیکھنے کا وقت نہ تھا۔

فون اپنی جیب میں گھسائے، کمرے کی لائٹس آف کرتی منہ پر ماسک لگائے اس سے پہلے وہ باہر نکلتی آگے سے آتے ماہیر کو دیکھ کر جلدی سے باہر بھاگ نکلی، ماہیر شاہ جو اتفاق سے فارم ہاؤس کی ابتری کا جائزہ لینے خانو اکبر کے سنگ وہاں آیا تھا، اس بھاگتے وجود کو دیکھتا خانو اکبر کے پاس سے تیزی سے اس بھاگتے سائے کے پیچھے لپکا۔

دار یہ سے جس قدر بھاگا گیا اس نے پوری کوشش کی مگر داران نے اس سے دگنا تیز بھاگ کر دروازے کے بالکل پاس آتے اسکی بازو پکڑ کر روکتے اسکا فرار ناکام کیا، اس سے پہلے اسکا ماسک کھینچتا، دار یہ نے گھوم کر اپنی ٹانگ ہوا میں لہراتے داران کے پیٹ کو ہٹ کیے اسے کچی زمین پر گرایا، دار یہ کے کیسچرٹ سے اٹے بوٹ کے تلوے کا نشان داران کی بے داغ قمیص پر چھپ گیا، لیکن اس لڑکی نے یہیں بس نہ کی بلکہ زمین پر گرے داران پر اپنی گن نکال کر تانی۔

"کون ہو تم؟"

داران کو اسکی سنہری آنکھیں سینے کے پار اترتی محسوس ہوئیں پر دار یہ سمجھ رہی تھی وہ دھول جھونک لے گی اسکی آنکھوں میں جوان کھیلوں کا ماہر تھا۔

"میں جو بھی ہوں، اپنے کام سے کام رکھو تم۔۔۔"

دار یہ کی بدلی آواز پر جھٹکا داران کو لگا۔

ایک لمحے میں اٹھا اور داریہ کا گن والے ہاتھ کا بازو پکڑا جس سبب وہ اس پر جاگری، اک لمحہ تو داریہ کو لگا اب وہ نہیں بچے گی کیونکہ داران نے اپنی بازو اسکے گرد جکڑ کر اسے اپنے نیچے کرتے دبوچ لیا، داریہ کو لگا اسکی سانس بند کر دے گا وہ وحشی۔

"یہ جگہ جہاں تم ہو میری ملکیت ہے، بولو ورنہ جان سے جاو گی"

داران، اس ماسک کے پار سے جھانکتی وحشی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے دھمکاتا ہوا تلملایا۔

"لیکن تم کسی انسان کے حاکم نہیں ہو کہ اگلوالو گے جو چاہے"

اپنی زمین پر گرنے کے سبب گر پڑتی گن ہاتھ لگتے ہی دارنہ نے اسکے بازو کو کچھ ایسے شوٹ کیا کہ گولی بس چھو کر نکلی لیکن داریہ کے گرد داران کی پکڑ ضرور ڈھیلی پڑی، داران اس سب کے لیے ہرگز تیار نہ تھا، اس سے پہلے وہ درد پر سنبھلتا، داریہ اسے خود پر سے پرے کرتی بجلی کی رفتار سے اٹھی اور اس بزرگ آدمی کو راہ سے پرے دھکیلتی ہوئی اس بار وہ کنڈی کھول کر بھاگ نکلی، وہ بزرگ چوکیدار بابا جب تک ہانپتے کانپتے داران تک پہنچے وہ زمین سے اٹھ چکا تھا اور اپنی بازو جکڑ رکھی تھی، پوری قمیص کی آستیں لہو سے تر تھی جبکہ داران کی آنکھوں میں زیادہ تکلیف کسی اور سبب تھی۔

"آپ ٹھیک تو ہیں چھوٹے شاہ جی"

خون دیکھ کر وہ بدر بابا آبدیدہ ہوتے بولے۔

"میں ٹھیک ہوں، فکر مت کریں۔ جائیں آپ"

داران نے انکو تسلی دی جبکہ اس سے پہلے خود بھی باہر نکلتا، زمین پر پڑی چمکتی چین دیکھتے حیرت سے جھکا۔

وہ چین اس نے ہاتھ میں لیے اٹھائی، آنکھوں میں تیرتی تکلیف بڑھ گئی۔

"داریہ! یہ تم نہیں ہو سکتی۔ کیوں آئی تھی آخر تم یہاں"

کچھ ٹوٹا تھا داران ماہیر شاہ کے اندر، شائد اسکا داریہ کے لیے دھڑکتا دل۔

ماہیر پر شوٹ کرنے کی اسکی بالکل نیت نہ تھی، بارس تک پہنچے اسے تمام سامان اور گن واپس کرتی وہ بس اسے جانے کا کہے حویلی بھاگی، بارس پوچھتا رہا لیکن جو نئیر تھا تبھی حکم پر عمل کیا، داریہ جس طرح آئی ویسے ہی واپس حویلی پہنچی، باہر سے دیوار پر چڑھنا دگنا مشکل تھا، اس سبب اسکی بازو چھل گئیں لیکن وہ ہمت نہ ہاری، لان میں چھلانگ لگاتے ہی اپنی شال کیاریوں سے نکالی اور تیزی سے پچھلے احاطے سے اپنے کمرے کی طرف بھاگی۔

بھاگنے کے سبب اسکا پورا جسم ہانپا، کمرے میں آئے دروازہ بند کرتی وہ گرنے کے انداز میں وہیں دروازے میں بیٹھی۔

دو تین منٹ داریہ کی سانس کو متوازن رفتار پر آنے میں لگے۔

"اسے شوٹ کیسے کر سکتی ہوں، اسے سچ میں معمولی ہی زخم آیا ہو اللہ۔ چینج کر لیتی ہوں، تاکہ کسی کو

شک نہ ہو"

اس وقت اسکے پاس افسوس کا بھی وقت نہ تھا، جلدی سے اٹھ کر پیروں سے شوز آزاد کیے اور چہنچ کرنے بڑھی، شوزوں پر لگی مٹی صاف کرنا لمبا کام تھا تبھی انھیں ایک پاسٹک بیگ میں ڈال کر واش روم میں رکھ آئی۔

کپڑے بدل کر نیوی بلو شارٹ کرتی کے سنگ کھلے گھیرے والی چکن کی شلوار پہنے بالوں کی ٹیل پونی بنائے ہلکا سا تیار ہوئی، پیروں میں فلیٹ چپل پہنی اور شانوں پر وائیٹ ہی دوپٹہ جو خوبصورت سٹون ورک سے بنا تھا شانوں کے گرد لپیٹے بالکونی میں چلی آئی۔

صبح کا سویرا بھلے ہو گیا تھا لیکن اچانک شروع ہوتی بارش کے سبب آسمان سیاہ بادلوں سے اٹ گیا۔ داریہ کی نظریں پورچ کی جانب تھیں، داران کو خانو اکبر نے لا پرواہی برتنے نہ دی اور ہو سپٹل لے کر گئے، ایک گھنٹہ مرہم پٹی پر لگ گیا، زخم کو جلد ریکور کرنے کے لیے کچھ پین کلرز تھے جنکے بغیر داران کے زخم ہیل ہونے مشکل ہوتے۔

"ہمارا تو جان نکل گیا تھا، تم ٹھیک ہے ناں زما جان"

ڈرائیونگ کرتے خانو اکبر نے گردن سرسری سی گمائی لیکن داران کی آنکھوں کی سرخی پر وہ خود گھبرا گئے۔

"نہیں ہوں۔ دل ٹوٹا ہے خانو لالہ۔ بہت تکلیف ہو رہی ہے"

داران کے الفاظ سنے خانو اکبر کے دل کو دھکا لگا، وہ سمجھ نہ پائے وہ کیا کہہ رہا ہے۔

"روئے تمہارا دشمن، ایسا کیوں بولتی ہے تو، شیر کا دل بہت بڑا ہوتا، نہیں ٹوٹ سکتی۔ کیا ہوا، ہم سے کہتی کیوں نہیں"

ان کا دل بیٹھا جا رہا تھا داران کی سوگوار نیت پر لیکن وہ کچھ نہ بولا، مٹھی میں داریہ کی چین دبائے منہ و منڈو کی طرف پھیر گیا۔

شاہ حویلی کا گیڈ کھلا، داریہ جو روم میں واپس بارش کے سبب جا چکی تھی فوراً سے باہر بھاگی، چھپ کر ماہیر شاہ کو بس سلامت دیکھنے کی آرزو تھی۔

وہ خانو اکبر سے پہلے نکلا، اسکی قمیص پر خون کا پھیلاؤ دیکھے دارنہ نے بے اختیار اپنے دل پر ہاتھ رکھا اور کمرے میں واپس آتی میٹرس پر سانس کھینچتے بیٹھی۔

خانو اکبر داران کو پکارتے رہ گئے لیکن اس وقت وہ کسی سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا تھا، سیدھا کمرے کی طرف چلا گیا۔

داریہ کو ایسا لگ رہا تھا جیسے اسکے جسم میں جان نہیں رہی۔

آٹھ بج گئے تو شاہ حویلی میں خانو اکبر کے کیے انکشاف پر ہلچل مچی، عزیزے، تبریز، ماول تینوں ہی دوڑے داران کے کمرے میں پہنچے جو چہنچہ کیے پین کلر لے کر لیٹا تو تھا پر حرام تھا جو اک منٹ آنکھ لگی ہو۔

اوپر سے بابا، دادی اور ماول کو کمرے میں آتا دیکھے وہ اٹھ کر بیٹھا اور پیر زمین پر اتارے۔

"میری جان! کس کی موت آئی ہے جس نے تم پر حملہ کرنے کی جرت کی۔۔ ٹھیک تو ہوناں دادی کی جان"

عزیزے اسکا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرے پیشانی اور اسکے دونوں گال چومتے فکر سے مخاطب ہوئیں، ماول بھی قریب آتی بھیا کے قدموں میں بیٹھی جبکہ تبریز سنجیدہ اور خاموش اپنی جگہ ہی رکے رہے۔

"بس گولی چھو کر گئی ہے، کیوں پینک کر رہے ہیں۔ ریلکس۔ کوئی نکلنا چور اچکا تھا جو فارم ہاوس گھسا، لیکن جب وہاں سے کچھ قیمتی نہ ملا تو جاتے جاتے انارڈی پن کا مظاہرہ کر گیا"

کمرے کے دروازے میں کھڑی داریہ کو بنا دیکھے محسوس کیے لہجے میں دانستہ غصہ چھلکاتے دادی اور ماول کو تسلی دی، وہ بھی اندر آئی اور تبریز شاہ کے ساتھ ہی کھڑی ہوئی۔

ماول اٹھ کر بھیا کے پاس بیٹھتے اسکی بازو سے لگ کر دیکھنے لگی، کبھی اسکے گالوں کو چھو کر محسوس کیا کبھی بھیا کا ہاتھ پکڑے چوما۔

جبکہ بہن اور دادی کے لاڈوں سے اکتائے داران کی حالت پر داریہ اور تبریز ایک سا مسکرائے اور دونوں کی نظر ملی۔

کچھ تھا داریہ کی آنکھوں میں جو تبریز کو حیرت میں ڈال گیا۔

"انھیں آرام کرنے دیں پلیز، آئیے عزت رے جان۔ آجائیں ماول۔ داریہ آپ ماہیر کے ساتھ رہیں ہم آپ دوکانا شتہ بجھوا دیتے ہیں"

جب داران کو کوفت ہونے لگی تو تبریز نے ہی اسے دادی بہن کے ایکسٹرا پیار نامی تشدد سے نجات دلوائی، دونوں بے دلی سے ہی سہی پر چلی گئیں جبکہ داران نے منہ پھیر کر واپس لپیٹتے کمر تلے آیا تکیہ نکالنے کو ہاتھ بند کیا تو دارنہ نے فوراً سے آگے کو آئے اسکی کمر سے تکیہ نکال دیا، داران نے اسے لمحہ بھر دیکھا اور ٹھیک سے لیٹا، داریہ کو اس سے خوف آرہا تھا۔

"درد تو نہیں ہو رہا زیادہ، پین کلر لی تم نے"

داریہ کی آواز اسے سخت بری لگ رہی تھی تبھی درد کے باوجود وہ اس سے مخالف کروٹ بدل گیا، داریہ نے فوراً سے دوسری طرف جاتے اسے پکارنا چاہا تو وہ پھر سے کروٹ بدل گیا لیکن اب داریہ مطمئن تھی کہ وہ درد میں نہیں ہے۔

"ماہیر"

وہ اسکے پاس ہی بیٹھی اسکی پشت تکتے پکاری لیکن داران نے قسم کھا رکھی تھی نہ بولنے کی۔
"یا اللہ اسے پتا تو نہیں چل گیا، سب برباد ہو جائے گا اگر اسے بھنک بھی لگی۔ میں نے تو آواز بھی بدل دی تھی"

دار یہ سوچوں میں ڈوبی خود سے لڑ پڑی، پھر اپنا ہاتھ بڑھا کر اسکے کاندھے پر رکھا تو ماہیر نے آنکھیں
سختی سے موند لیں۔

"ہاتھ ہٹا دیجھے"

آواز اتنی مدھم ہو کر بھی غرائی کہ دار یہ نے ہاتھ فوری پیچھے کو ہٹا لیا۔

"تم پر فیوم توڑنے پر ناراض ہو مجھ سے"

تھوک نگلتے خود کو ہمت دیتی وہ پھر سے اسے پکاری، داران نے کروٹ اسکی طرف پلٹی، دار یہ کے
چہرے کی رنگت بدلی کیونکہ وہ نظریں سالم جگر کو چباتی محسوس ہوئیں۔

"نہیں، میں اپنے ٹوٹنے پر ناراض ہوں۔ میرے شک ٹھیک ہوتے جارہے ہیں۔ تم وہاں کس مقصد
کے لیے گئی اب مجھے یہ کون بتا کر اس عذاب سے نکالے"

بولا وہ اب بھی نہ لیکن اسکی آنکھیں اتنا بولیں کہ تھک کر جھک گئیں۔

جھکی آنکھوں والا ماہیر شاہ سیدھا دار یہ کے دل کو جا لگا۔

"تھوڑا چڑچڑا ہو رہا ہوں انجشنز کے سبب، اور کوئی بات نہیں"

واپس پہلے جیسے لیے دیے لہجے میں جواب دیا تو دار یہ کا اتھل پتھل دل سنبھلا۔

"معاف کرنا تم پہلے بھی چڑچڑے ہی تھے اب تو چمچڑک لگ رہے ہو، وہ چمگاڈ کو پنجابی میں بولتے

ہیں، تفصیل نہ پوچھنے بیٹھ جانا"

داریہ کی زبان کو قرار نہ تھا، فوراً منہ پھٹ ہونے کا بر ملا ثبوت پیش کر بیٹھی لیکن داران کی سرد گھوری پر سانس بھی سوکھ گیا۔

"کیوں بیٹھی ہو میرے پاس، جاو سب کے ساتھ ناشتہ کرو"
بد لحاظی کے اگلے پچھلے ریکارڈ توڑے وہ برسا، داریہ کو اپنے یہاں بیٹھنے پر غصہ آیا۔
فورا اٹھی۔

"تمہاری تیمارداری کے لیے آئی تھی لیکن تمہاری اس زہریلی ٹون نے بتا دیا کہ تم مر بھی رہے ہوئے تو دوبارہ ایسا سوچوں بھی نہ۔۔۔۔۔"

غصہ جھاڑے اسکی بے حسی جتا گئی، داران کی آنکھیں جلنے لگیں۔

"حالانکہ میں اندر ہی اندر تمہاری سنگدلی دیکھ کر اصل میں مر ہی رہا ہوں"
آنکھوں سے ہی اسے سلگاتا رہا لیکن لب سی لیے۔

"کیا مسئلہ ہے، ایسی وحشیانہ، انتقامانہ اور ظالمانہ نظروں سے کیوں گھور رہے ہو"

جاتے جاتے داریہ کا دل گھبرا گیا، وہ نگاہیں سہنی کب آسان تھیں، داریہ کے ڈرے سوال پر وہ اس بار تکیہ منہ پر دبا گیا جس کا دوسرا مطلب گیٹ آؤٹ تھا۔

"بے حس"

زہر خندی سے کہے پھولے سانس کے ساتھ لمبے لمبے قدم اٹھاتی کمرے سے باہر نکلی تو دروازے کے ساتھ کمر جوڑے لگ گئی۔

چہرہ زردیوں میں ڈھلتا گیا۔

"اسے سچ میں پتا چل گیا ہے داریہ، اف برباد ہو گیا سب۔۔۔۔۔"

نچلا لب دانت میں لے کر اضطراب و بے چینی سے کاٹتی وہ اپنے کمرے کی طرف دوڑ گئی جبکہ اسکے جاتے ہی عامر ناشتے کی ٹرے کیے داران کے کمرے میں داخل ہوا۔

"لے جاؤ واپس عامر، مجھے کچھ دیر سونا ہے"

سپاٹ حکم پر عامر کے ہاتھ تھمے، ٹرے میز پر رکھتے رکھتے واپس اٹھالی اور فرما بر داری سے کمرے سے باہر نکل گیا۔

حمین نے گدھے کی طرح خراٹے بھرتے بھانجے کو بھی نماز کے لیے جگایا اور جب تک وہ لوٹے، مایا گھر کی صفائی کر چکی تھی، بظاہر تو گھر زیادہ بڑا نہ تھا لیکن چار عدد کمروں میں جھاڑو دینے، ڈسٹنگ کرنے میں مایا کو گھنٹہ لگا، پھر وہ خود بھی فریش ہوئی، چنچ کیا، میلے کپڑے جو بھی تھے انکو اکھٹا کیے لانڈری باسٹک میں رکھا، لائیٹ سا تیار ہوئی، بلڈی ڈارک ریڈ ڈریس میں دوپٹہ شانے پر پھیلائے سٹریٹ بال کھولے، حمین اور ایاد کے آنے کا انتظار کیا تا کہ ان سے پوچھ کر ناشتہ بنائے مگر پہلے دن حمین اسے یہ تکلف کیسے کرنے دیتا تبھی نماز کے بعد آکر فریش ہوئے چنچ کیے واپس نکلا اور نہاری اور حلوہ پوری کا بھوک بڑھاتا ناشتہ نہ صرف لایا بلکہ سکھڑپن کا مظاہرہ لیے ناشتہ ڈاسنگ پر لگا بھی دیا۔

ایاد تو ماموں کی حرکتیں دیکھتا مسکرا کر کمرے میں سونے چلا گیا، آج اسے کالج کی انتظامیہ نے انوائٹ کیا تھا تبھی ایاد نے بھی تمام ضد ترک کیے جانے کا فیصلہ کیا کیونکہ یونیورسٹی میں اسکی جوائننگ ایک ماہ بعد تھی۔

مایا نے اس بیچ داران کو کال کی لیکن اس نے اٹھائی نہیں، تبھی وہ تھوڑی پریشان سی ڈریسنگ کے سامنے کھڑی اپنے عکس کو دیکھ کر اداس ہو رہی تھی جب دروازہ کھلنے پر حمین کو اندر آتا دیکھے پلٹ کر اپنے نرمیوں میں لپٹے حس کے سنگ مقابل ہوئی۔

مایا پر یہ گلاب رنگ اس قدر کھل رہا تھا کہ حمین چوہان سے اپنی دھڑکنیں سنبھالنی مشکل ہوئیں، جیسے لمحہ بہ لمحہ وہ مایا کی الفت میں ڈوب رہا تھا یہی حالت اس صنف نازک پر بھی طاری تھی۔

مقابل کی گہری آنچ دیتی نگاہوں کے لمس پر بو کھلائے وہ جلدی سے شانوں پر پھیلا دوپٹہ سنوارے قریب چلی آئی۔

"آپ آگئے، ناشتہ ابھی بناؤں یا لیٹ کریں گے"

اپنی آنکھوں میں فکر کا خمار سجائے وہ حمین کو تمام تر شدتوں سے اپنی جانب مائل کر رہی تھی۔

"میں ناشتہ لے آیا ہوں، آج آپ نے جو ان ہاتھوں کو صفائی ستھرائی پر زحمت دی وہی کافی ہے۔ اور

ہاں لنچ ڈنر بھی میں لے آؤں گا۔ کم از کم آپکو تھوڑا تو سپیشل فیل ہو"

سیاہ سمارٹ فٹ ڈریس شرٹ اور ہاف وائیٹ پینٹ میں وہ لمبا چوڑا حمین چوہان بے حد سچ رہا تھا، اسے سے بڑھ کر مایا کو اسکے نرم خولہجے نے دلی مسرت بخشی۔

اسکے دونوں ہاتھ اپنی گرم ہتھیلیوں میں لیے دباتے جذبات کی دھیمی سی حرارت بھی سوچنی۔
"مجھے کل سے اب تک آپ آل ریڈی بہت سپیشل فیل کروا چکے ہیں، میں بہت لکی محسوس کر رہی ہوں خود کو"

وہ حمین کے خاص وجود کا حصہ بنی بہت قریب کھڑی سہولت سے اسے یہ اعزاز بخش گئی۔
"تھوڑا اور کر لیں، ویٹ"

مایا کے ہونٹوں کے کنارے مسکراہٹ میں تب ڈھلے جب حمین نے اسکے ہاتھ آزاد کرتے بیڈ سائیڈ ڈرا کھولے وہاں رکھی مخملی ڈبیہ وہیں کھول کر اس میں سچ کر چمکتی رنگ نکالی اور واپس مایا کی طرف بڑھا اور اسکا ہاتھ پکڑے اپنی طرف کھینچتے وہ خوبصورت سی گولڈ اینڈ ڈائمنڈ رنگ مایا کی مخروطی انگلی میں سجا دی۔

حمین کی سیاہ آنکھیں مایا کے چہرے پر رقم سرخی و جھنجھلاہٹ بھانپنے پوری آب و تاب سے چمکیں۔
اسکا ہاتھ اپنے قریب کیے پشت چومی جو مایا کی جان پر بنا۔
"کیسا ہے یہ؟"

وہ اسکے شفاف چہرے کو تکتا تھوڑا مزید قریب ہوا، مایا بدحواس سی ہونے لگی۔

"آپ کا دیا گفٹ مجھے ملے اب تک کہ تحائف سے افضل ہے، کئی گنا قیمتی"

مایا نے اسی حواس باختگی سے لب ہلاتے سرگوشیاں کیں، حمین کی آنکھوں کے کنارے سرور سے بھر گئے۔

"اور یہ آدمی کیسا ہے؟"

سیدھا سبھاو مایا کے کھلے بال سنوارتے نیا سوال پوچھتے نئی آزمائش میں ڈالا گیا۔

"بہت خوبصورت"

حمین کے چوڑے کاندھوں پر نگاہیں ٹکاتی زرا ان آنکھوں کا سایا حمین کے چہرے پر ڈال گئی جہاں سنجیدگی میں بھی تبسم گھلا دیکھائی دیا، مایا کے لب بھی مسکائے۔

"ہنڈسم نہیں ہوں کیا"

مسکراہٹ شرارت بنی، مایا نے پلکیں چھپکا کر رخ بدلا اور آئینے کے سامنے کھڑے عکس تکتی بالوں پر ہاتھ سہلانے لگی۔

"بتائیں ناں مایا، جیسا آپکے خوابوں کا شہزادہ ہونا چاہیے تھا میں ویسا نہیں ہوں جانتا ہوں۔ آپ تو میرے مقابلے میں بہت ہی تروتازہ اور چمکدار ہیں۔ لیکن مجھ سے یہ چمک کھو گئی ہے، میں بوسیدہ ہو

چکے موسموں کا ملین ہوں"

وہ جو حیا نشین ہوئے پلٹی تھی حمین کی ایسی گفتگو نہ سہتے اسکی جانب مڑی اور اپنی نرم گداز ہتھیلوں کو حمین کے دونوں اطراف داڑھی سے ڈھکے رخساروں سے لگائے نفی میں سر ہلا گئی۔

"ایسا دوبارہ مت کہیے گا حمین، چند گھنٹوں میں مجھے یہ یقین ہو گیا ہے کہ اگر مجھے دنیا کا سب سے دلکش اور رئیس آدمی بھی اپناتا مجھے وہ سکون کبھی نہ ملتا جو آپ کے بس ہاتھ تھامنے نے دیا۔ آپ میرے لیے دنیا کے ہر شخص سے زیادہ بہتر اور پیارے ہیں کیونکہ میرے لیے آپکو اللہ نے چنا اور میری مرضی شامل کی۔ آپکو اپنی تروتازگی کی فکر نہیں کرنی اب کیونکہ اسے واپس لانا اور دوام بخشنا میری ذمہ داری ہے، میں اگر آپ کے ساتھ سوٹ نہ کی تو اللہ سے کہوں گی میری تروتازگی اور چمک بھی چھین لیں اور مجھے بالکل آپ جیسا بنادیں۔"

ٹھہر ٹھہر کر لہجے کو نرم ہونے اور آواز کو ٹوٹنے سے بچاتی دقت سے بات مکمل کیے بس اسکے شانے سے لگ گئی، مایا اسکے لیے یہ سب کہے گی کبھی نہیں سوچا تھا۔

"مایا! آپ جیسا چاہیں گی ویسا بننے کی کوشش کروں گا، آپ نے مجھے جذباتی کر دیا"

وہ سینے سے لگی کھڑی سکون جیسا احساس اپنی ہتھیلی حمین کے سینے پر رکھے اسے پہنچا رہی تھی جب حمین کے بازو حفاظت کا حصار بنتے مایا کی کمر کے اطراف حائل ہوئے۔

حمین کی آواز کی لرزش پر مایا اسکے سامنے ہوئی۔

"آپ صرف میرے مسٹر حمین رہیں اور کچھ نہیں چاہیے"

حسین سی خواہش کی جو حمین چوہان کے سر آنکھوں پر ٹھہری۔

"وہ تو اب صرف آپکا ہی ہوں"

پھر سے سلجھے گھنے بالوں میں کھر در سی انگلیاں پھیرتے مایا کو جواب دیتے اسکی جبین چوم بیٹھا، لیکن وہ اس دھڑکتے عمل پر سہم گئی، حمین کے اس لمس میں شدت تھی، مایا کے کہے الفاظ کا صلہ تھا۔

"آپکو گھر جانا ہے؟"

مایا کی شکایت سوال سے دم توڑ گئی۔

"مجھے داران کی فکر ہو رہی ہے، تھوڑی دیر کے لیے چلتے ہیں پھر جلدی آجائیں گے"

مایا نے بھی داران سے رابطہ نہ ہو پانے پر رضامندی عیاں کی۔

"جیسا آپ کہیں، آئیں ناشتہ کر لیتے ہیں"

مایا کے اطراف بازو لپیٹے وہ اسکی خوشی فوری اسے دیتا اپنے ساتھ ہی کمرے سے لیے نکلا، اپنی لیڈی فریگرنٹ کو کرسی پیچھے سرکا کر بٹھاتے احترام بخشا اور خود بھی ساتھ ہی جگہ سنبھالی، یہ پہلی بار تھا کہ مایا سے اسکو بنا دیکھے بھی سانس لینا محال ہونے لگا، دیکھ لیتی تو شاید حمین کی محبت کے سوا ہر طلب ختم ہو جاتی۔

پین کلر کے سبب وہ کافی دیر سویا رہا، اور اسکے سکون کی خاطر عزیزے نے سبکو منع کر دیا کہ کوئی داران کو نہ جگائے، ماول بھی کچھ اہم کام سے کالج گئی تھی، پرنسپل اسلام نے ایاد کے ساتھ سب کو بلایا تھا۔ بارہ بجے تک خود ہی اسکی آنکھ بازو میں درد کی اٹھتی بھیانک ٹیسوں پر کھلی تو دیکھا وہ زخمی بازو پر کروٹ کیے سو رہا تھا، اپنی عقل پر ماتم کرنا چاہا۔

اٹھ کر بیٹھا تو تھکاوٹ اب تک دماغ کے خلیوں میں گردش کر رہی تھی، اٹھ کر تازہ دم ہوئے منہ ہاتھ دھوئے واپس روم میں آیا اور نظر کھڑکی سے لان میں ٹہلتی داریہ پر گئی۔

داران نے پلٹ کر ڈریسنگ پر رکھی داریہ کی چین اٹھائی اور غصے سے بھرا ہوا کمرے سے نکلا۔ داریہ کے کمرے میں پہنچ کر وہ چین اسکے تکیے کے پاس کچھ ایسے پھینک دی کہ لگے داریہ کے گلے سے اتر کر وہیں گری ہے، اور جب اسکے کمرے سے نکلنے کو دروازے میں آیا تو آگے سے داریہ روم میں داخل ہوئی۔

داران کو دیکھ کر اسکے چہرے پر سفیدی چھا گئی۔

داران نے نظر چرائی اور اس سے پہلے اسے نظر انداز کرتا کمرے سے نکلتا، داریہ نے اسکا مضبوط ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑتے دوسرے ہاتھ سے اسکے کاندھے کو تھامتے روکا۔

"ماہیر شاہ"

وہ کچھ کہنے کو بے تاب تھی۔

"ہاتھ چھوڑو"

اپنا ہاتھ چھڑواتے اسے پرے دھکیل کر جانے لگا لیکن وہ دروازے پر بازو پھیلائے سامنے آئی۔

"میں تمہیں سب بتانے کے لیے تیار ہوں"

داریہ نے اسکی غم و غصے سے پھٹتی آنکھوں کو دیکھتے ہار مانی مگر اسکی دودھیا کلائی پکڑ کر داران نے ایسا جھٹکا دیا کہ نتیجتاً وہ داران سے ٹکرائی۔

"لیکن اب مجھے کچھ نہیں جاننا، تم اپنی زندگی کی مالک ہو جو مرضی کرو۔ میری طرف سے بھاڑ میں جاو" دانت پیستے آخر تک دبی آواز میں جیسے چلایا، اسکے لہجے میں جنون ہلکورے لے رہا تھا، داریہ کو اس کے غصے کی اس درجہ شدت تکلیف دے رہی تھی۔

"میں وہاں گئی تاکہ کوئی کلوڈھونڈ سکوں، جس سے بابا کی بے گناہی ثابت کر سکوں۔۔۔۔۔"

اسکے منع کرنے کے باوجود وہ جب بولی تو داران نے اسکا منہ جبرے سے پکڑا۔

"ایک دم چپ"

چلاتے سمے داران کی آنکھیں لہو چھلکا رہی تھی جبکہ داریہ سنسنی خیز سی صورت حال میں خوفزدہ سی اسکی بازوؤں میں مکمل جکڑی ہوئی تھی۔

"مجھے لگتا میں بہت سمارٹ ہوں لیکن تم سے نہیں چھپ سکی۔ آئی ایم سوری شورٹ کرنا نہیں چاہتی تھی پر مجبوری تھی، لیکن میں نے تمہیں سب سے ہلکا زخم لگایا۔ بہتر ہو جاو گے۔"

داریہ کی تپا دیتی ڈھٹائی داران کو جڑے بھینچنے پر مجبور کر گئی۔

"کیا بکو اس کر رہا ہوں، خاموش ہو جاو۔۔۔ کیا تم یہ چاہتی ہو تمہیں امان دینے پر پچھتاؤں؟ تم ہی وجہ ہوناں دارم شاہ کے قتل کی۔ تبھی باپ کو بچانا چاہتی ہو۔ تم بھلے مجھے سینے پر مار دو گولی لیکن جھوٹ برداشت نہیں ہو گا مجھ سے داریہ خان"

اس لمحہ داران ماہیر کی آنکھوں میں شناسائی اور اپنائیت مرچکی تھی اور اسکا دکھ داریہ کو سب سے زیادہ تھا۔

"ہاں میں ہی وجہ ہوں تبھی اپنے بے قصور باپ کو دنیا والوں کی سزاؤں سے بچانا چاہتی ہوں، وہ صرف داریہ کے مجرم ہیں تو انکو سزا بھی میں دوں گی۔ تمہیں کہا تھا تم میری پرسنل زندگی میں انٹرفیر کر سکتے ہو بس اسی لیے بتا رہی ہوں۔"

داران کی گریٹش بلو آنکھوں کے گرد ہلکی سو جن زبردستی کی نیند اور اذیت کی عکاس تھی۔

"کیا کیا تھا دارم شاہ نے؟ جرم بتاؤ انکا"

سپاٹ لہجہ جو دل و جان کو سلگا گیا۔

"تم یہ سمجھ لو کہ جتنے ز میل جلال خان میرے مجرم ہیں اس سے دگنا دارم شاہ تھا۔ اگر تم یہ بات اپنی دادی کو بتانا چاہتے ہو تو بتا سکتے ہو، امان سے نکالنا چاہتے ہو وہ بھی کر سکتے ہو۔ قتل میری وجہ سے ہوا تھا تو

سزا بھی تم لوگ مجھے دے سکتے ہو لیکن میں کسی کو یہ اجازت نہیں دوں گی کہ وہ زمیل جلال خان کا بال بھی بیکا کرے۔"

وہ اس لڑکی کی جانب دیکھ رہا تھا، آنکھوں میں ملال، دکھ اور طیش لیے۔

"سزا چاہیے تمہیں؟"

داریہ نے جھکی نظریں سرعت سے اٹھا کر ماہیر شاہ کے تیور دیکھے، انتقامی نفرت کی سرخائی میں گھلی آنکھیں حلق سوکھا گئیں۔

"ہاں ڈائورس۔۔"

وہ بات مکمل نہ کر سکی کیونکہ داران اسکی سانسوں کو مخض سلگا کر ہی سزا سنا کر اسکو چلچلاتی دھوپ میں گھسیٹ گیا، داریہ نے کسی خدشے کے تحت ہونٹوں کو بھیجنے لیا، داریہ کی حرکت پر داران کا دل کند تیر میں گڑھ سا گیا۔

"آخری سانس تک تم اب میری قیدی رہو گی یہی سزا ہے تمہاری"

وہ ایسا فیصلہ سنانے کی جرات بھی کیسے کر سکتا ہے، داریہ نے اسکا گریبان دبوچ لیا۔

"نہیں۔ ایسا نہیں کر سکتے تم۔ مجھے میری محبت میرے سکون سے محروم ہونے کی سزا نہیں سنا سکتے۔ تم

اس سے اچھا ہے اپنی دادی کو بتا دو میں ان سے مقابلہ کر لوں گی لیکن مجھے تم سے اور تمہاری اس سزا

سے خوف آرہا ہے ماہیر"

بھلے وہ غصے میں تھی پر آواز اس انہونی پر کانپ گئی۔

"جب تک تم سچ نہیں بتاتی، سب صاف صاف نہیں کہتی میں تمہیں اس رشتے سے نکلنے نہیں دوں گا داریہ، میں تمہیں ز میل کا بچاؤ کرنے نہیں دے سکتا۔ اگر وہ قاتل نہیں ہے تو کون ہے بتاؤ، اور جان چھڑ والو مجھ سے۔ ورنہ اپنی محبت کی قبر بنا لو دل میں"

داران کے سفاک فیصلے پر ایک آنسو تیزی سے داریہ کی پلکوں کی بارپاڑ کر تا گال پر پھسلا۔
"تم ایسا نہیں کر سکتے میں تم پر کیس کر دوں گی، لے لوں گی خود آزادی تم جیسے وحشی سے" وہ بھی جیسے انتقامی ہو گئی۔

"ایسا کوئی حق نہیں دیا میں نے تمہیں بلکہ جب تک میں نہ چاہوں تم مجھ پر خلع کے لیے کیس بھی نہیں کر سکتی"

داران نے اسکی چلتی کائنات روکی۔

"میں اس کے باوجود تمہیں چھوڑ کر چلی جاؤں گی، ایسی کوئی وجہ نہیں ہے جو مجھے تم سے بندھنے پر مجبور کرے گی سمجھ لو اس بات کو"

وہ تندہی سے غرائی جبکہ داران نے اسے ایک ہی جھٹکے سے بند دروازے سے پن کیا، داریہ کو اس کے گرم سانس کی تپش لب و رخسار کو چھو کر بھسم کرتی محسوس ہوئی تو سانس ہی روک بیٹھی۔

"جب مجھے لگا تمہیں باندھنا ضروری ہو گیا ہے تب تمہاری سوچ سے کہیں بڑی بے بسی مسلط کروں گا تم پر، بنا اس رشتے سے نکلے اگر تم نے کسی دوسرے مرد کو دیکھا بھی تو میں تمہاری یہ آنکھیں ہمیشہ کے لیے بے نور کر دوں گا۔ اگر چھو اتو میں تمہاری جان لے لوں گا"

اس شخص کی جنونیت پر داریہ کو لگا وہ قبر میں گاڑ دی گئی ہے۔

"ای۔۔۔ ایسی نہیں ہوں میں، میری تذلیل کرنے کا کوئی حق نہیں تمہارے پاس"

نجانے کیوں پر داران کے خدشات و دھمکیاں سنے داریہ کو خود سے کراہت ہوئی کہ وہ اسکے بارے ایسا گھٹیا کیسے سوچ سکتا ہے۔

"تم ایسی نہیں ہو تبھی اب تک زندہ ہو، مجھے تو اب لگ رہا ہے اصل قاتل بھی تم ہو داریہ۔ اور ایسا ہوا تو میں پوری دنیا کو آگ لگا دوں گا تمہارے سمیت"

اسکی گردن کی ابھری رگیں ہاتھ سے سہلانے اور دبانے کے بیچ وہ اسکے روٹے کھڑے کرتا کانوں میں صور پھونکے دروازے سے پکڑ کر اسے ہٹاتا باہر نکل گیا لیکن داریہ پر اسکا آتا جاتا سانس ضرور تنگ کر چکا تھا۔

وہ گرنے کے انداز میں وہیں سہارہ لے پاتی کاوچ پر بیٹھی، چینخنا چاہتی تھی پر حلق سے سانس تک نکلنی دو بھر کر گیا تھا وہ۔

"تم آگ لگا بھی سکتے ہو ماہیر شاہ! لیکن مجھے کیا جلاوگے جو پہلے ہی آخری حد تک سلگ چکی ہے۔ تمہاری یہ نفرت مجھ پر بہت بھاری پڑ رہی ہے ناجانے کیوں، آج تک کسی کی نفرت اور دھتکار سے ایسی نہیں ڈری جیسی تمہاری تکلیف اور بے بسی سے۔ میں تمہیں سب بتا دوں گی لیکن تب جب زمیل جلال خان کو اپنی قید میں ڈال دوں گی۔ تب تک تمہیں برداشت کرنا ہو گا مجھے"

جب سانسیں بحال ہوئیں تو اسی درد میں لپٹی دار نے اپنی شکست تسلیم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

پورے کالج اور اسکی انتظامیہ کے سامنے پرنسپل اسلام نے ایاز زمیل خان سے اپنے رویے کی ناصرف معافی مانگی بلکہ اس روز جو بھی غلط فہمی ہوئی اسکے تمام حقائق بھی تمام سٹوڈنٹس اور ٹیچرز کے سامنے رکھے، ماول سمیت وہ پانچ بدتمیز مجرم بھی آج کالج آئے تھے، ایاز کے لیے یہاں واپس آنا ایک ناپسند عمل تھا لیکن شاید وہ بھی خود پر لگے اس بہتان اور الزام سے کہیں نہ کہیں بری ہونا چاہتا تھا۔

اسکے بعد ایاز کو پرنسپل اپنے آفس روم لے کر گئے، ماول اور ثانیہ کا گروپ بھی ہمراہ تھے جنکی آنکھیں ندامت سے بھیگ کر جھکی تھیں لیکن ماول کا سراٹھا ہوا بھی تھا اور آنکھوں میں بھی چمک اور پراعتمادی تھی۔

وہ دل سے کہیں مطمئن تھی کہ ایاز خان پر لگے الزام اور بہتان دھل گئے، اور وہ اسکی مزید مجرم نہیں رہی۔

"ایاد! ان پانچ کے بارے جو بھی فیصلہ لینا ہے تم لوگے۔ اگر تم چاہو تو میں انکو کالج سے اوٹ کر دوں گا"

پرنسپل اسلام نے متانت کے سنگ ایاد کی جانب دیکھا جو جتنا بھی ناراض ہوتا بہر حال ایک استاد تھا اور ویسے بھی ثانیہ اور اسکے دوستوں نے جو کیا مول سے حسد و انتقام کی خاطر کیا اور ایاد کے بقول انکو اتنی سخت سزا بھی نہیں ملنی چاہیے تھی کہ ان کے فیوچر برباد ہوتے۔

"آپ ان پانچوں کو ریگولر کر دیں، یہ معافی مانگ چکے ہیں۔ میرا نہیں خیال مزید سزا دینی بنتی ہے" ایاد کے نرم سے جواب پر ثانیہ اور اسکے چاروں دوست تشکر گزار نظروں سے ایاد کو دیکھنے لگے جبکہ خفیف سی حیرت مول کو بھی ہوئی۔

"بہت شکریہ ایاد سر، آپ کے اس احسان کے سبب ہمارا فیوچر سپاگل ہونے سے بچ گیا۔ ہم وعدہ کرتے ہیں دوبارہ ایسا کچھ نہیں کریں گے"

وہ پانچوں ہی اپنی غلطی پر سراپا شرمندگی بنے تھے، ایاد نے سرسری سا سر ہلایا جس پر پرنسپل اسلام کے اشارے پر وہ پانچوں آفس سے نکلے، اس سے پہلے مول بھی جاتی، پکار پر رکی۔

"مول تم رکو"

پرنسپل اسلام کے روکنے پر وہ چار و ناچار رکی لیکن مسلسل ایاد کو نظر انداز کیا۔

"اب تو میں نے تم سے معافی مانگ لی ہے، پلیز ایاد واپس آ جاؤ۔ اگر تم چاہو گے تو میں تمہارا سیلری پیسج بھی ڈبل کر دوں گا۔ پلیز ہماری ریپوٹیشن کا سوال ہے، تم واپس آنے کے لیے جو چاہتے ہو کرنے کو تیار ہوں"

ایاد ایسا انسان نہیں تھا کہ کسی کی بے بسی یا مجبوری کا فائدہ اٹھائے مگر سچ یہی تھا اس کا اس جگہ سے دل اٹھ چکا تھا۔

"دیکھیں مسٹر اسلام، مجھے فورس مت کریں۔ پہلے جب میں یہاں تھا تو اپنی خوشی اور شوق سے کام کرتا تھا، اپنا فرض نبھاتا تھا لیکن اب اگر مجبوراً یہاں رک بھی گیا تو میری اپنی خوشی شامل نہیں ہوگی۔ ہاں میں اتنا ضرور کر سکتا ہوں کہ اپنے کسی فیلو پروفیسر کو یہ جاب سچیٹ کر دوں"

نرم مگر سمجھاتے لہجے میں ایاد نے اپنا مدعا بیان کیا، پروفیسر اسلام نے گھبرا کر ماول کو دیکھا جیسے کہہ رہے ہوں وہ سفارش کرے۔

"تم جیسا تو نہیں ہو گا وہ، ماول تم کہو ناں اسے۔ شاید اپنی سب سے اچھی سٹوڈنٹ کی بات مان لے"

جب ماول نے پرنسپل صاحب کی آنکھوں کا اشارہ نظر انداز کیا تو وہ براہ راست اسے مخاطب کر گئے جو یہاں کھڑی بھی مجبوراً تھی۔

ماول کے چہرے پر خفیف سی تلخی سمٹی۔

"اب میں انکی اچھی سٹوڈنٹ نہیں رہی، پرنسپل سریہ آپکا اور پروفیسر ایاد کا مسئلہ ہے۔ میں کچھ نہیں کر سکتی۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں جاؤں"

ماول کے لہجے میں اجنبیت تھی، جیسے وہ ایاد کو رات آنسوؤں کے ساتھ ہی دل سے نکال چکی ہو۔
"اگر ماول شاہ سفارش کرے تو میں ایک ماہ رک سکتا ہوں، اسکے بعد ایک قابل پروفیسر ریفر کر دوں گا یہ میری ذمہ داری ہوگی"

ایاد کے مغرورانہ سے الفاظ سنے ایک ماہ کا ہی تنکے کا سہارہ پرنسپل اسلام کی آنکھوں میں شکر گزاری جبکہ ماول کے چہرے پر طیش ابھار گیا۔

"ماول کہو پلیز، کیونکہ بیج کے بیج کوئی اور پروفیسر آلوڈ نہیں ہوتا۔۔۔ پلیز ماول"
مٹھی میں اپنے دوپٹے کو دبوچ کر وہ سلگتی نگاہیں پھیر کر جب ایاد کو دیکھنے لگی تو وہ فرصت سے اسے ہی نہار رہا تھا۔

"ایاد سر پلیز واپس آجائیں"

ماول نے نظریں جھکائے ہی جبراً گزارش کی کیونکہ وہ اپنے ساتھ ساتھ اپنے دل کو بھی سکون دینا چاہتی تھی، گھر وہ رہ نہیں سکتی تھی اور یوں کالج آ کر کم از کم ایاد کو دیکھ لینے کی عیاشی تو آ جاتی، لیکن ماول اب اپنی جلن عیاں کرنے سے خود کو روک چکی تھی۔

"ہمم ٹھیک ہے، میں کل آ جاؤں گا۔ میری جاب COMSATS یونیورسٹی میں ہو چکی ہے، ایک منٹ بعد جائنگ ہے، تب تک میں آ جاؤں گا۔ اور ہاں تھینک یو فار ایوری تھنگ"

ایاد اٹھ کھڑا ہوا تو پرنسپل اسلام بھی اسکے دوستانہ انداز سے مصافحہ کو بڑھایا ہاتھ فوری تھام گئے جبکہ پلٹ کر ایاد، ماول پر سرتاپیر پر تپیش نگاہ ڈالتا آفس روم سے نکلا، پرنسپل اسلام ابھی بھی اداس تھے پر اتنے سارے سٹوڈنٹس کا کثیر خراب ہونے سے بچ رہا تھا یہی کافی تھا۔

"میں بھی جاؤں؟"

ماول نے خوشی اور غم میں ڈوبے اسلام صاحب کو مخاطب کیا۔

"بہت شکریہ تمہارا ماول بچے، ہاں جاو پڑھو شتاباش جا کر"

اجازت ملتے ہی وہ سانس کھینچتی خود بھی باہر نکلی تو ایاد کو کچھ فاصلے پر ساتھی پروفیسرز کے ساتھ کھڑا دیکھتی رکی۔

وہ اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"میں نے آپکا خود کو دیکھنا کتنا مس کیا بھلے زہریلا ہی سہی، میں آپکو کبھی یہ پتا نہیں لگنے دوں گی کہ آپکو کسی کے ساتھ دیکھ کر کتنا جلتی ہوں۔ نارمل ہو جاؤں گی اب، آپ جو نظر آنے لگیں گے"

بھلے وہ اداس تھی پر ایاد پر سے سارے الزام ہٹنے کی خوشی سب خلش پر بازی لے گئی۔

ایاد ساتھی پروفیسرز کو فارغ کرتا کب ماول کے کچھ فاصلے پر رکا، اسے خبر نہ ہوئی کیونکہ وہ گہرے خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی۔

"اہم اہم"

ایاد نے اسے متوجہ کیا جو ڈر کر چونکی اور پھر اس حیرت کو فوری غصہ اور سنجیدگی بنالی۔

"تو آپ کچھ دنوں کے لیے واپس میرے ٹیچر بن گئے ملینگا، اینڈ تھینک یو کہ آپ یہاں آئے۔ سب ٹھیک ہونے کے لیے آپکا ادھر آنا ضروری تھا۔ آپ کے علاوہ کسی پروفیسر یا ٹرینر کی ہمیں کبھی سمجھ نہ آتی۔ اور ہاں میں آپکو بلا وجہ مخاطب یا تنگ کرنے سے پورا پرہیز کروں گی۔ اور وہ سب فون پر جو میں بتمیزیاں کر رہی تھی اسکے لیے بھی سوری، ہوپ سو آپ بھی مجھ سے ناراض نہ رہیں اور زہریلی بھی دوبارہ نہ کہیں گے"

وہ ایک بار پھر تمیز و تہذیب کے دائرے میں کھڑی تھی، ہر احساس سے عاری ہو کر وہ ایک رپورٹ لگ رہی تھی، جس نے اپنے جذبات ڈسٹ بن کی نظر کر دیے ہوں۔

"اب میں تمہیں تنگ اور مخاطب کر کے ٹیس کروں گا، حتیٰ کہ ہر پریکٹیکل ورک تم لیڈ کرو گی۔ تمہیں ہی سب سے پہلے پراجیکٹ سبمنٹ کرنا ہو گا"

وہ جو سمجھ رہی تھی وہ اب انسانیت دیکھائے گا، یہ سب سننے وہ بھی تمیز کو خود سے گرد کی طرح جھٹک گئی۔

"میری طرف پہلے ہی آپکے بہت حساب جمع ہو گئے ہیں میلنگا، ایسا نہ ہو اس بار آپ کالج کے بجائے دنیا ہی سے نکال دیے جائیں۔ سو مجھ سے آپکا شرافت کا تعلق ہی سوٹ ایبل رہے گا۔ میں انسان لگ رہی ہوں لیکن مجھے حیوانی بننا بھی آتا ہے مائنڈاٹ۔ ایکسکیوز می میری اہم کلاس ہے"

اسکے پر سحر وجود کو نظر انداز کیے اپنے اندر کی جلن لاکھ دبانے کے باوجود عیاں کرتی وہ ایاد کے پاس سے گزر گئی لیکن اس پتھر دل کا دل ضرور آج اپنے مرکز سے ہلاتھا۔

"میں کیوں رک گیا یہاں آخر، حالانکہ اس جگہ سے اب نفرت ہے۔ کہیں وجہ تم تو نہیں ماول"

کچھ انکشاف دھکے اور ٹھڈے کھانے کے بعد ہوتے ہیں اور ایاد کو ماول سے محبت ہے، یہ انکشاف میں انہی میں سے ایک تھا۔

وہ اپنے دل میں آگ جلتی محسوس کر رہا تھا، بھانپڑ پھٹ رہے تھے، دل لاوے میں تحلیل ہو رہا تھا خدا خیر کرے۔

.._____..

دار یہ پورا دن پینک سی کیفیت میں رہی، اسکا سر بہت بری طرح درد کرتا رہا، فون بھی سائلنٹ پر کیے رکھا، حتیٰ کہ لنچ کے لیے بھی فردوس آپا کو منع کر دیا یہ کہہ کر کہ وہ سونا چاہتی ہے۔

داران کا غصہ ہر گز کم ہونے پر نہ آتا اگر لنچ پر اچانک حمین اور مایا کی آمد نہ ہو جاتی، سب نے نیولی کپل کی بہت او بھگت کی، عزت زے جان بھی مجبور امیزبانی میں شریک ہوئیں، تبریز بھی گھر ہی تھے۔

"جا کر داریہ کو بلا کر لائیں، بتائیں اسے حمین اور مایا آئے ہیں"

لنچ مہمانوں کی آمد کے سبب دیر سے لگ رہا تھا، داران خود کچن میں آیا اور فردوس آپا کو مخاطب کیے بولا اور انکے سر ہلانے پر واپس سٹنگ ہال میں چلا گیا۔

وہاں عزیزے ہی نے گولی والی بات چھیڑی تو مایا اور حمین بھی پریشان ہو گئے، داران نے دادی سرکار کو اس پر بہت گھورا لیکن پھر برداشت کر گیا۔

داریہ اپنے روم میں ٹہل کر بارس کو کال ملا رہی تھی کیونکہ جب داریہ نے فون دیکھا تو تین مس کالز تھیں۔

بارس نے فون اٹھا لیا تو داریہ کی جان میں جان آئی۔

"بارس، یہ مت کہنا کہ کچھ نہیں ملا"

داریہ کا سانس تمہید باندھتے پھول گیا۔

"مل گیا ہے، میں آپکو ایک کلپ واٹس ایپ کر رہا ہوں، دو سال پہلے کی اس رات وہاں اس حادثے کے ایک گھنٹے بعد کسی کو دیکھا گیا ہے"

بارس نے کہتے ہی کال کاٹی جبکہ ساتھ ہی داریہ کو ایک وڈیو کلپ ملی۔

داریہ نے فوری اسے پلے کیا، اندر لگے کیمرے سے فارم ہاوس کا لان دیکھائی دے رہا تھا جہاں سے داریہ کو کف لنک ملا اور وہاں سے جب تبریز شاہ گزرے تو داریہ کی آنکھوں میں چمک چھائی۔

دروازے پر ہوتی دستک پر داریہ نے فوری لپک کر دروازہ کھولا۔

"داریہ بی بی! داران صاحب کا کہنا ہے لُنج پر باہر آئیں، حمین اور مایا بھی آچکے ہیں"

فردوس کے بتانے پر داریہ نے سر ہلاتے انکو روانہ کیا اور واپس کمرے میں آئی۔

"تو وہ کف لنک اسی روز گرا، تو آپ آئے تھے حادثے کے بعد اس جگہ۔ دارم کی لاش بھی اگر آپ

نے ریسیدو کی تبریز انکل تو یقیناً آپ پورسٹ مارٹم کے بارے میں بھی جانتے ہوں گے۔ آپ نے وہ وڈیو

ماہیر شاہ تک پہنچائی اس پیچھے آپ کا مقصد اسکی آزمائش لینا تھا یا اسکی ذہانت کا امتحان سمجھ سے باہر

ہے۔۔۔۔۔ کیونکہ ماہیر شاہ نے جتنا اس وڈیو کے بارے میں ذکر کیا اس سے یہی لگتا ہے وڈیو یا تو ادھوری

ہے یا آڈیو کے بنا ہے۔ ورنہ اس روز دارم نے اپنے تمام گناہوں کا خود اعتراف کیا تھا اور اسے جاننے

کے بعد داران ماہیر شاہ کو کسی سچائی کی تلاش نہ رہتی۔ مجھے تبریز انکل سے جلد از جلد بات کرنی ہوگی"

آئینے کے سامنے رکے اپنے بال درست کرتی لائحہ عمل ترتیب دینے لگی، وہ اس وقت بلیک پلازوپنٹ

کے ہمراہ جینجر کلر فل کورڈ آپر میں بال کھولے اپنے پہلے خلیے میں واپس آچکی تھی۔

دوپٹے کے بنا وہ اس عزت دار خاندان اور انکی حویلی گھوم نہ سکتی تھی تبھی بلیک سٹالر گلے میں سیٹ کر

لیا، اپنی بلاک ہیلز سینڈل پہنے خود پر سرسری سی نگاہ ڈالی اور اس سے پہلے کمرے سے نکلتی، ماموں کو

دیکھ کر مسکرائی اور انکے فکر و محبت سے تنکے پر کھولے گئے بازوؤں میں جاسمٹی سینے لگی۔

داران پر گولی چلنے کا سننے کو سب سے معذرت کیے داریہ کو لینے کے بہانے چلا آیا۔

"یہ کیا سن رہا ہوں؟ داران کو کس نے شوٹ کیا؟"

ماموں نے بھی حال احوال جانتے ہی پریشانی سے پوچھ لیا جس پر داریہ کی نظریں جھکیں اور پتلیاں شبہنی ہو گئیں۔

"ماموں، میں گئی تھی۔ تاکہ بابا کی بے گناہی کا کوئی ثبوت ڈھونڈوں لیکن وہ بوتل کے جن کی طرح وہاں آگیا، کرنا پڑا۔ لیکن اسے شوٹ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوا وہ سب جان گیا"

داریہ کے منہ سے یہ سنے حمین سکتے میں اتر گیا، ماہیر شاہ کا ذکر کرتے داریہ کی پلکیں بھیگ گئیں۔

"داریہ! یہ کیا کرتی پھر رہی ہو۔ وہ چھوڑ دے گا تمہیں۔ میں پھر سے تمہاری تکلیف نہیں دیکھنا چاہتا۔

اسے سب سچ بتا دو وہ امان دے گا تمہیں۔ لیکن اس شرط پر کہ تم اس پر بھروسہ کرو، اس سے وفادار

رہو۔ زمیل کو اسکے کیے کی سزائیں بھگتنے کیوں نہیں دے رہی۔ کیا اسکی ایک نیکی اتنی بھاری ہے کہ تم

اس کے لیے اپنا یہ سکون داؤ پر لگا رہی ہو۔ بدزن مت کرو داران کو، ایک وہی ہے جو تمہیں عزیزے

سے بچا سکتا ہے۔ اسے بھی اپنے خلاف کر لو گی تو کون امان دے گا تمہیں"

حمین کا جی چاہا اسے جھنجھوڑ دے پر داریہ کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر رک گیا۔

"اس کی امان سے ہی تو نکلنا ہے مجھے ماموں، تبھی تو بابا کی نیکی کے صلے کے لیے لڑ رہی ہوں، مجھے کسی اور

کا ہونا ہے، مجھے یہ جہنم نہیں چاہیے۔ مجھے ماہیر شاہ کی امان نہیں چاہیے۔ پلیز مجھے یہاں سے لے جائیں،

ورنہ اسکی ناراض آنکھیں میرا دم گھوٹ دیں گی"

وہ روتی ہوئی کہتی گئی اور حمین کے دل پر کئی وار ہو گئے، وہ بے یقینی سے داریہ کو دیکھ رہا تھا جو ماہیر شاہ سے نجات کی طالب تو تھی پر اسکی آنکھیں تو کہہ رہی تھیں وہ مر کر بھی ماہیر شاہ کو چھوڑنا نہیں چاہتی۔

"تم کسی اور کو پسند کرتی ہو؟ داریہ یہ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔"

حمین کی اپنی آواز کانپی تو وہ ماموں کے سینے لگی پھر سسکنے لگی، پتا نہیں دل اتنا بھاری کیوں تھا کہ رونے کے سوا کوئی حل دیکھائی نہ دیا۔

"جی۔۔۔ ماموں وہ کہتا ہے نہیں چھوڑے گا مجھے، اور سچ بتا دیا تو میری زندگی کا دی اینڈ ہو جائے گا آپ جانتے ہیں سچ کیا ہے۔ پھر میں اپنی محبت سے بھی محروم ہو جاؤں گی۔ ماموں مجھے لے جائیں پلیز، وہ نجانے کیا کرے گا مجھ سے سچ اگلوانے کے لیے۔ اسکی نفرت کا پہاڑ مجھے زمین میں دفن کر دے گا۔"

وہ بچوں کی طرح ضد کرتی اسکے سینے سے لگی خوف بانٹ رہی تھی اور حمین کی آنکھیں سرخ انگارہ ہو کر رہ گئیں۔

سمجھ نہ آیا کہاں کو تا ہی ہوئی کہ وہ داریہ کی زندگی کو اتنے بڑے گرہن سے نہ بچا سکا۔

"رونا بند کرو، خبردار جو تمہاری آنکھیں اب بھیگیں دارِ۔۔۔ کچھ سوچ لیں گے، میں یوں ناں بچے۔"

بس

وہ رولی تب بھی آنسو نہ ختم ہوئے، حمین نے اسکی بوجھل آنکھوں کے آنسو پونچھے تسلی دی۔

"مجھے ایک دو دن کے لیے ہی ساتھ لے جائیں، میں اسکے سامنا نہیں چاہتی۔ پلیز"

داریہ کی آہ و فغاں میں ڈوبی آواز میں حسرت سے سلوٹیں پڑیں۔

"بھاگنا مسئلے کا حل نہیں ہے لاڈلی، جب تک میں زندہ ہوں کوئی تمہیں نقصان نہیں دے سکتا۔ کوئی کلو ملا تمہیں؟"

ساری سچائی سے اس وقت صرف حمین باخبر تھا، حمین کے پکڑ کر بٹھانے پر وہ بیٹھی بھی اور تبر نر شاہ والا معاملہ بھی ڈسکس کیا جو حمین کے لیے بھی برقی جھٹکے سے کم نہ تھا۔

"لیکن تب تبر نر نے کہا تھا اسے دارم کی لاش سڑک پر پڑی ملی تھی۔ مجھ سے بھی جھوٹ بولا اس نے، بچے گا نہیں۔ ایک لگاؤں گا تو سب فر فر بتائے گا"

اس وقت حمین کو یار پر بھی اخیر تپ چڑھی، داریہ کے آنسوؤں کے آگے وہ کسی کو اہمیت نہ دیتا تھا۔
"آپ کوئی بات نہیں کریں گے اپنے بڑی سے، مجھے نہیں لگتا وہ بھی کچھ جانتے ہیں، میں خود بات کروں گی۔ وڈیو پہنچانے کے پیچھے کوئی وجہ ضرور ہوگی۔ داران ماہیر شاہ کے پاس کیسی وڈیو ہے وہ بھی مجھے چیک کرنی ہوگی تبھی میری الجھن کا کوئی سرانکلے گا۔ خیر مجھے چھوڑیں آپ اپنی سنائیں؟ مایا کے ساتھ کیسا رہا وقت، وہ کمفرٹبل ہوئیں آپ کے پاس؟"

اپنی پریشانیوں کے چکر میں وہ ماموں کی خوشی بانٹنا تو بھول ہی گئی، حمین نے محبت بھری نگاہ داریہ پر ڈالی۔ اسکی گال سہلاتے سر کے بال چھوئے۔

"کافی حد تک لیکن میں اس وقت کا انتظار کروں گا جب وہ سب کچھ خود مجھ سے شئیر کرے گی، میں تمہارے لیے پریشان رہوں گا داریہ۔ دیکھو تم نے کوئی گناہ نہیں کیا، مجرم کو سزا دینے والا انصاف پسند ہوتا ہے میری جان۔ سب سے پہلے خود کو سنبھالو تا کہ بگھڑے معاملات بھی ہینڈل کر سکو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں، تم پر آنچ بھی نہیں آنے دوں گا"

اس وقت اگر ماموں نہ آتے تو وہ سچ میں بکھر جاتی پر ماموں کے سامنے رو کر وہ خود کو ہمیشہ مضبوط محسوس کرنے لگتی۔

رندے چہرے سمیت ہی مسکرائی۔

"ماموں! کچھ اور بھی کہنا تھا آپ سے۔ داران ماہیر چاہتا ہے کہ ہم ایاد لالہ کے لیے بھی ماول کا رشتہ مانگیں"

حمین کو ایک نئی پریشانی دیتے وہ جواب کی منتظر تھی۔

"ہیں! لیکن ایاد تو بتا رہا تھا وہ اور انیب۔۔۔"

حمین کا دماغ چکرایا۔

داریہ نے بھی الجھن سے سر جھٹکا۔

"پلیز ماموں لالہ سے بات کریں، ہو سکتا ہے اس سے ماہیر شاہ کا غصہ تھوڑا کم ہو جائے اور وہ دوبارہ مجھے ہمیشہ قید رکھنے کی بات نہ کرے۔ میں ماہیر شاہ کی قید انور ڈ نہیں کر سکتی بڑی، مجھے اسکے پاس جانا ہے، اپنی محبت کے پاس"

دار یہ کی پلکیں پھر نرم پڑیں۔

"شش! اس پر پھر بات کریں گے۔ میں یاد سے بات کر لوں گا ماول والے معاملے پر، آجاؤ باہر۔۔۔ اور ریلکس رہو۔ کچھ بھی نہیں ہوا ایسا کہ تم خود کو ہلکان کر دو۔ آجاؤ میرا بچہ"

حمین نے دانستہ دار یہ کی محبت والی بات رد کی جو اس نے بھی محسوس کیا، شاید حمین بھی اسے گناہ گار ہوتا نہیں دیکھنا چاہتا تھا، وہ کافی حد تک سنبھلی تو دونوں ساتھ ہی کمرے سے نکلے۔

مایا یہاں آکر دگنی اداس ہو گئی، جسکا اعتراف اسکے خوبصورت چہرے پر چھائی اداسی اور لبوں پر لگی چپ سے وہ کرتی بھی رہی۔ چار تک وہ لوگ واپس روانہ ہوئے۔

دار یہ کو تبریز شاہ سے آج تو بات کا موقع نہ ملا کیونکہ وہ اور ماہیر شاہ مایا اور حمین کو سی آف کرتے ہی شاہ انڈسٹری اہم مٹنگ کے لیے نکل گئے اور دار یہ پھر سے اپنے کمرے کی اداسی اور گھٹن کو لوٹ آئی۔

.._____..

مسلسل عاقب کی گمشدگی پر انیب کی برداشت دم توڑی اور وہ خود شام میں کلب پہنچی، وہ کلب انکے یونی فیلو جمی کا تھا اور انیب بھی اکثر وہاں آچکی تھی۔

کوئی برتھ ڈے پارٹی تھیم تھی جسکی ڈیکوریشن ہو رہی تھی جبکہ انیب سیدھی اندر آفس روم پہنچی۔
"ہے انوو!"

Long time no see.

جب سے تم جر نلسٹ اور چینل اونر بنی ہو، ہم غریبوں کو تو لفٹ ہی نہیں کرواتی "
جی اسے دیکھتا ہی اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا لپکا، انیب اسے لپٹا لینے پر بے آرام تو ہوئی لیکن جی کافی بے
تکلف تھا تبھی سہہ گئی۔

"ہاں کیوں کہ بگھڑے ریسوں کی شامت جولانی پڑتی، انکا کیا کرائہ بے نقاب کر کے۔ خیر عاقب کا پتا
ہے تمہیں؟ ایکچولی وہ میری کالز نہیں پک کر رہا"

انیب نے بھی سیدھا سبھا و کام کی بات کی جس پر جی دانت دیکھا گیا۔
انیب نے اسے آنکھیں نکالیں۔

"یہ باہر صوفے ہر ڈرنک پڑا ایک دو دن سے تمہیں ہی پکار کر پتا نہیں کیا بڑبڑاتا رہتا ہے، پوچھا تھا کیا
ہوا پر بتایا نہیں اس نے۔ دن کو شاہ انڈسٹری اور رات یہ کلب ہے اسکی آجکل دنیا"
انیب کی آنکھوں میں جی نے یہ بتا کر خاک جھونکی تھی۔

"ہمم۔۔ آج آئے تو دھکے دے کر نکال دینا اسے، سمجھ گئے۔ مجھے وہ بے یار و مدگار کلب کے باہر چاہیے
رات کو، ایسا بے بس جس کے پاس رات بسر کرنے کا ٹھکانہ نہ رہے"

انیب نے غصے کے سنگ جمی کو سمجھایا اور وہاں سے نکلتی گئی لیکن جمی ضرور خباثت بھرا قہقہہ مار گیا۔
"یہ نہیں سدھریں گے، لکڑوں کی طرح لڑ لڑ کر ہی مر جائیں گے"

جمی زیر لب بڑبڑاتا اپنے کام لگ گیا البتہ انیب کا موڈ اس وقت عاقب کے منہ پر تین چار جھانپا رسید کر کے ہی سہی ہونا تھا جو ممکن نہ تھا۔

انیب نے گاڑی کی طرف جاتے ہی اپنے فون پر ایاد خان کے لیے پیغام ٹائپ کیا۔
"لالہ! رات اس پتے پر پہنچ جائیں۔ ہم منگنی کریں گے آج ہی۔ اور پلیز جگہ کو لے کر کوئی آبجیکشن نہیں کیونکہ یہ ایک کلب ہے۔ آپکو بھی اگر ماول کو جلانا ہو تو جگہ اور ماحول جلتے پر تیل کا کام کرے گا۔
دس بجے پہنچ جائیے گا"

انیب نے میسج بھیجا تب وہ آکیڈمی میں تھا، کچھ سٹوڈنٹس کو لیکچر دے رہا تھا، انیب کا میسج پڑھ کر نا جانے کیوں ایاد کا وہ اول جوش ماند پڑ گیا، اک دل چاہا انیب کو منع کر دے پر یہ سوچ کر کہ یہ واہیات خیال اسی نے پیش کیا تھا مجبوراً سہی رک گیا۔

.._____..

"کل لاسٹ میٹنگ ہے، پھر تمہیں استنبول جانا ہو گا۔ میں حویلی کے نجی معاملات میں مصروف ہوں تو یہ پراجیکٹ تم ہی ہینڈل کرنا"

کانفرس روم میں شاہ انڈسٹری کے تمام ایمپلائے براجمان تھے، پراجیکٹر پر اب تک نئے پروجیکٹ کے بارے ڈیمو آن کھلا پڑا تھا، نئے کیمکل یونٹ کا قیام استنبول میں ہونا تھا جسکی تمام تر ذمہ داری پارٹنرز پر تھی، مردان صاحب نے پارٹنرز کی خاص توجہ کی ڈیمانڈ کی تھی۔

عاقب نے سرسری سائرسر ہلایا، تمام سٹاف بھی ڈسکشن مکمل ہوتے ہی کانفرنس روم سے نکل گیا، تبریز شاہ بھی ڈائریکٹر آف بورڈ وفد اور مردان کے ہمراہ اپنے آفس نکلے اور عاقب بھی داران کے ساتھ اسکے آفس پہنچا کیونکہ دو فائلز پر اسکا سگنیچر درکار تھا۔

داریہ سے بھی جب مزید کمرے میں قید نہ رہا جاسکا تو وہ مسیز آنتن کی کال پر فون لیے لان میں چلی آئی۔

"واٹ! آپ خوشاب آئی ہیں۔ مجھے لوکیشن بھیجیں میں ابھی آتی ہوں"

داریہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھلی۔

"میرے بھائی کا اولڈ ہوم ہے یہاں ڈاکٹر داریہ، تو یہاں کے بزرگوں کو ہر ویک میں ایک دن انکے گھر والوں سے ملانے کی ذمہ داری بردار نے مجھ پر ہی ڈال رکھی۔ آپ کی شادی ہوئی سنائیں نے، بہت سی باتیں کرنی تھیں میں لوکیشن بھیجتی ہوں"

وہ نہ صرف ترکیش تھیں بلکہ بہت اچھی اردو بولتی تھیں، داریہ کو تو پہلے ہی بہانہ چاہیے تھا حویلی سے کچھ دیر نکلنے کا تبھی جب مس آنتن نے ایڈریس بھیجا تو وہ لوکیشن کے حساب سے نزدیک ہی تھا، داریہ نے صرف خانو اکبر کو بتایا اور اجازت لے کر چلی گئی، انہوں نے ڈرائیور کو داریہ کے ساتھ بھیجا۔ وہیں عاقب اور داران کے بیچ غیر معمولی چپ تو تھی ہی اک کھنچاؤ بھی برقرار تھا۔

"کیسا چل رہا ہے سب داران؟"

عاقب کے سرسری سوال پر وہ بھی لیا دیا سر ہلا گیا۔

"داریہ سیٹل ہوئی تمہارے ساتھ؟، ایکچولی وہ بہت الگ ہے۔ عام لڑکیوں جیسی نہیں ہے۔ تم نہیں سنبھال سکتے"

عاقب کی حرکتیں جب داران سے برداشت نہ ہوئیں تو وہ اسے ناپسندیدگی سے گھورا، عاقب اٹھ کر پلٹا، شاید داران کی گھوری سہنا سکے بس کا نہ تھا۔

"تم دو کے بیچ کا ازدواجی رشتہ اس صدی تو سدھرنے کے چانس نہیں سو کیا خیال ہے ماہیر، پرانے قرابت دار ہونے کے ناطے ڈیل کریں۔ وہ میری دوست ہے تمہاری بیوی لیکن میرا نہیں خیال وہ جتنا وقت میرے ساتھ رہتی رہی ہے تمہارے ساتھ گزارتی ہوگی۔۔۔ تم تو ویسے بھی اسے جلد یا بدیر بیزار ہو کر چھوڑ دو گے تو جیسے ہمیشہ کی طرح اپنی چیزیں غریبوں میں بانٹتے ہو۔ اسے بھی مجھ غریب کو سو نپ دو۔۔۔۔۔ اس کے بدلے میں تمہیں ایک تگڑی رقم دے سکتا ہوں"

داران جو اسکی اول پکو اس پر فائیلز پر سے نظر ہٹائے اچھٹی سرسری نگاہ ثبت کیے دیکھ رہا تھا، عاقب کے منہ سے نکلتے ان الفاظ پر فائیلز خامشی سے کچھ فاصلے پر کھڑے میجر سلطان کے سپرد کیے انھیں آنکھوں کے خونخوار اشارے سے گم ہونے کا کہا جبکہ خود بھری موج کی ماند اٹھ کر وال کرافت کی صورت داران ماہیر کے آفس میں لگی شیر اور گیدر کی ملی جلی دلچسپ تصویر کو گہری نگاہوں سے دیکھتے عاقب کو پچھلی طرف سے گریبان میں ہاتھ ڈالے اس دردناکی سے پلٹایا کہ عاقب کے ہاتھ میں پکڑا کولڈ کافی کا مگ فرش پر چھنا کے کی آواز سے گر کر لمحے میں چور ہوا۔
دونوں کی آنکھوں میں ایک دوسرے کو سالم نگلنے جیسی قوت تھی۔

"وارن کیا تھا تمہیں کہ میری پرسنل زندگی میں ٹانگ اڑانے کی دوبارہ کوشش نہ کرنا، لیکن نہیں تم میرے سامنے کھڑے ہو کر میری ہی بیوی کا سودا کر رہے ہو، کیا تمہیں اپنی جان پیاری نہیں رہی بد بخت انسان"

داران کی بھاری آواز میں قہر شامل ہو کر اسے اور ہیبت ناک کر گیا پھر اسکی گریٹیش بلو آنکھیں جو اسکے پہنے لباس کا رنگ اوڑھے اس وقت گہرا نیلا رنگ اختیار کیے ہوئے تھیں ان میں ہلکورے لیتی نفرت عاقب کو اندر سے لرزا گئی۔

"بیوی! کیسی بیوی۔۔۔ ہاں۔ تم نے مجھ سے میری دوست چھینی۔ کتنے اچھے تھے ہم ساتھ۔ پتا نہیں تم کہاں سے ہمارے بیچ ٹپک آئے، تم نے دیکھا نہیں پچھلے دنوں وہ میرے ساتھ کتنی خوشی رہی، ہم نے

ہر روز لہجہ ساتھ کیا، وہ میرے ساتھ کھل کر جیتی ہے۔ جو بعد میں آئے اسے ہی دفنانا ہوتا ہے شاہ صاحب۔ آپ تو پرانی چیز کو دیکھتے نہ تھے حضور، اور اب میری پسند پر سانپ کی طرح جم کر بیٹھ گئے ہیں، یہ آپ کی توہین نہیں ہوگی۔ مجھے میری دوست کی ضرورت ہے، واپس دے دو مجھے میں بہت اکیلا پڑ رہا ہوں، مانتا ہوں اسے تمہاری امان میں دیا گیا کیونکہ اسکے باپ کے کر توت ایسے ہیں، وادی سون سکیسر کے اصول و شرائط کے مطابق لیکن وہ شاہ خاندان کی ایک بے ضرر بہو بن کر آئی تھی وہ بھی اپنے باپ کے شر سے بچنے کو۔ اسکا کام یہی ہے نہ کہ تم جیسے پتھر اور سنگدل کو رجاتی پھرے۔۔۔ ویسے بھی وہ تمہارے ٹائپ کی نہیں ہے داران"

عاقب نے اسکے عتاب و غصے کے سبب لہجہ دھیمہ کیا، لیکن داران نے اسکی گردن دبوچے ایک ہی جھٹکے سے اسے لکڑی کی چمکتی دبیز سطح والے ٹیبل سے جا پٹخایا، عاقب کا سانس سارکا، ویسے بھی رات پوری ڈرنک ہو کر اجڑا حال کیے رکھنے پر عاقب کے دماغ کی نسیں درد میں تھیں۔

وہ میز کی سطح سے بری طرح جڑا تھا اور داران ماہیر کا مضبوط ہاتھ اسے دبا دے کر شاید اس سخت سطح میں گھسا کر اسکی شکل مسخ کر دینا چاہتا تھا۔

"کیا تیرے ٹائپ کی ہے؟ جسے عورت کی تذلیل اور اسے استعمال کرنے کے سوا کچھ سیکھایا نہیں گیا۔ جیسے چھپٹنے اور دل بہلانے کے سوا کسی شے کی تربیت نہیں دی گئی"

داران کا لہجہ تمسخرانہ ہوا، عاقب کے اندر آگ لپکی۔

"مجھے تربیت کا طعنہ مت دینا ماہیر ورنہ تیری جان لے لوں گا"

جلکڑے ہونے کے باوجود وہ حلق کے بل دھاڑا۔

داران کے ہاتھ نے اسے مزید سطح میں گاڑا، درد کے سبب عاقب کے کان اور گال میں جلن اور ٹیس اٹھی۔

"تو پھر تو بھی ذہن میں رکھ عاقب موہان دوبارہ نہیں دہراؤں گا، اگلی بار تیرا اگلا لمحہ قبر میں ہوگا، پہلے وہ کیسی تھی اس سے میرا کوئی مطلب نہیں لیکن جب تک وہ داران ماہیر شاہ کی ہے تب تک اس کا سایہ بھی تو میری اجازت کے بعد دیکھ سکتا ہے، تو اکیلا پڑ گیا ہے تو جامر جا جان چھوڑ۔ آج تو تو نے اپنے اندر کی یہ گندگی میرے سامنے اگل دی اور میں نا جانے کیوں برداشت بھی کر گیا آخری بار لیکن اگلی بار تیری یہی زبان کاٹ کر ہاتھ میں دوں گا۔ اب دفع ہو جا اور اگر مجھے کچھ دن دیکھائی بھی دیا تو دنیا تیری عبرت بھی اسی لمحے دیکھ لے گی۔۔۔ نکل"

داران نے سرخ انگارہ آنکھیں عاقب پر گاڑیں اور اسے پکڑ کر آفس کے داخلی دروازے کی جانب دھکیلا، دل تو اسے ٹھڈے لاتیں مار کر اپنا غصہ کم کرنے پر آمادہ تھا مگر شاید یہ داران کے مزاج کے خلاف ہو جاتا۔

"تجھے یہ اکڑ بہت مہنگی پڑے گی، جسے اپنا کہہ رہا ہے وہی تجھ پر خاک پھینکنے والوں میں سر فہرست ہوگی، داران ماہیر شاہ پھر تجھے رونے کے لیے کوئی کونہ بھی نصیب نہ ہوگا۔ بچپن سے رونے کو کونہ

کھد رے ڈھونڈتا آیا ہے نہ، تجھے اس غرور کی سزا میں ایسی رسوائی ملے گی کہ تو آنکھیں بند کرے گا
تب بھی تجھے خود پر ہنستے بھیانک چہرے دیکھائی دیں گے "

عاقب نے اپنے سرخ ہوتے کان اور لال ہوتے رخسار کو مسلتے زہر خندی سے دھمکایا، داران نے اس
سے منہ موڑا، جیسے اسکی شکل بھی دیکھنے کے قابل نہ سمجھتا ہو۔

"نکل جا، ورنہ مر جائے گا"

داران نے ضبط کا دامن مشکل سے تھامتے دبی سی تنبیہ کی جبکہ عاقب ناصرف آفس سے نکلا بلکہ دروازہ
بھی پٹخ گیا، داران نے لپک کر میز کی سطح پر رکھا اپنا فون اٹھائے بنا سوچے دار یہ کانمبر ملایا۔

وہ جو اولڈ ہوم آکر سبکے لیے ساتھ لائے تحفے بانٹ رہی تھی، میسز آئتن کو انکی فیورٹ شوگر فری
چاکلیت دیے مسکرا کر اپنے ڈارک گولڈن بال لہراتی پلٹی، سنہری آنکھیں کچھ پار شیلف پر رنگ کرتے
فون پر مرکوز ہوئیں۔

"ایک منٹ"

میسز آئتن کو لاڈ سے کہے وہ فون کی جانب لپکی، مگر آگے فون سکرین پر "نیک پروانہ" کے نام سے سیو
کنٹکٹ کو دیکھے ویسی ہی نادیدہ آگ درایہ کے چار سو جلی، یہ نام اس نے ابھی راستے میں آتے ہی سیو کیا
تھا، دار یہ کو پہلی بار کسی کی کال اٹھاتے ڈر لگا۔

"یہ مجھے کیوں کال کر رہا ہے، اوف پھر سے غصہ کرے گا"

داریہ نے حیرت و خوف سے غور کیا مگر کال اسی بمب کی تھی اس کا یقین پاتے کال پک کی اور وہیں سے
ملحقہ بالکونی کی جانب نکلی، وادی پر اترے قہرناک دھند لکوں نے سون سکیسر کو حسن بخش رکھا تھا۔
"تم کہاں ہو؟"

فون لگتے ہی سرد سوال۔

"اپنے کام سے آئی ہوں حویلی سے کچھ دور"

داریہ نے خوف بھرے چہرے کے باوجود پورے اعتماد سے جواب دیا۔

"انفارم کیے بنا کیوں گئی تم؟"

دران کے لہجے میں پھر سے اڈتا استحقاق داریہ کو صدمہ دے گیا، اسے یاد تھا وہ اس سے ناراض ہے۔

"کیا اب مجھے اپنے آنے جانے سے بھی تمہیں باخبر کرنا پڑے گا، تمہارے گھر کی عام سی فرد ہوں سو

خانواکبر کو بتا کر آئی ہوں۔ تمہاری بیوی ہوتی تو شاید تمہیں بھی بتا دیتی"

داریہ کا طنز اس وقت اس پہلے سے بھرے شخص پر مزید قیامت ثابت ہوا۔

"کیا پھر کچھ ہوا ہے ماہیر شاہ؟"

مقابل کی جبرزدہ چپ اور ان ہیل کیے عتاب کو داریہ نے اس پار بھی محسوس کیا تبھی تو اناک طرف

کیے نرم لہجے میں بولی، اب اور کیا ہونا باقی تھا، دران نے کرب سے اسکی فکریہ سرگوشی رد کی۔

"تم جب بھی حویلی سے نکلو گی مجھے انفارم کرو گی اب سے، بھلے بھاڑ میں بھی جانا ہو۔ مجھے ہر لمحہ معلوم ہو کہ تم کہاں ہو۔ اور میں اپنی بات دوبارہ نہیں دہراؤں گا۔ لوکیشن بھیجو مجھے اپنی"

سپاٹ لب و لہجے میں حکم صادر کیے ٹھک سے منہ پر کال بند کیے داریہ کو غیض دلانے کی بھرپور کوشش کیے وہ خود بھی سلگ گیا۔

"یہ ایسا کیوں کر رہا ہے، میری فکر کر رہا ہے یا شک؟ یا پھر یہ تمہاری نفرت اور غصے کی کوئی نئی شکل ہے۔ فی الحال اسکی غلام ہوں تو کرنا تو پڑے گا۔ ویسے میں بھاڑ میں جاتے ہوئے صرف لوکیشن نہیں بھیجوں گی بلکہ تمہیں ساتھ لے کر جاؤں گی نیک پروانے"

داریہ بنا سچویشن کی سنگینی جانے لوکیشن اس کو بھیجتی واپس مس آنتن کی جانب بڑھ گئی جبکہ داران نے جب عاقب اور داریہ کی لوکیشن میں زمین آسمان کا فرق دیکھا تب اسکے دل کو زرا اتنا سا سکون آیا کہ وہ ٹھیک سے سانس لے سکا۔

.._____..

خوبصورت سی شام ڈھلی تو ایک بار بھر نم نم سی رات وادی سون سیکسر پر اتر آئی۔

کچن میں عامر اور فردوس سے ڈنر کو منع کرنے آئی مگر موڈ سٹر ونگ کافی پر تھا تبھی خود ہی بنانے لگی، ماموں اسے ساتھ نہیں لے کر گئے تھے لیکن شام میں مس آنتن سے مل کر وہ کافی ریلیکس ہو گئی، پھر اولڈ ہوم کے بزرگوں کی اذیت سے بھری کہانیوں میں داریہ کو اپنے دکھ زرہ لگے۔

"عامر ایک کپ چائے۔۔۔"

اپنے دھیان میں داران کچن ہال انٹر ہوا مگر داریہ کو دیکھ کر نہ صرف جڑے بھیجتا خاموش ہوا بلکہ منہ موڑے پلٹ بھی گیا۔

"میں بنا دیتی ہوں، زہر نہیں ملاؤں گی"

وہ ناچاہتے ہوئے بھی داریہ کے پکارنے پر رکا۔

"تم سے زہر کی بھی توقع رکھوں تو ایک دن پوری کر دو گی"

وہ اب بھی غصے میں تھا، پر وہ کہہ نہ پائی اسے اس غصے سے ایسی تکلیف پہنچ رہی ہے جو برداشت ہونی مشکل ہے۔

داران کے خوبصورت چہرے پر تناؤ اور آنکھوں میں غضب تھا، داریہ نے کچھ نہ کہا بس نظریں جھکا گئی اور داران کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ اتنی مضبوط ہو کر رو پڑے گی۔

وہ بے اختیار فاصلہ سمیٹے قریب آیا۔

"بنا دو چائے"

اپنا ہاتھ اٹھا کر دو انگلیوں سے اسکی ٹھوڑی پکڑی اور دوسرے ہاتھ کی دو انگلیوں سے داریہ کی گال پر پھسل آتا آنسو پونجھتے سرد لہجے میں اجازت دی۔

وہ سمجھ نہ پائی داران ماہیر شاہ کے اس چھوٹے سے عمل میں ایسا کیا تھا کہ جو جان جسم سے کھینچ گیا۔

"تم مجھے چھوڑ دو گے ناں۔ میں وعدہ کرتی ہوں ہر سچائی بتا دوں گی۔ لیکن مجھے خود سے مت باندھنا۔ مجھے میری محبت سے دور مت کرنا ماہیر شاہ کیونکہ اس ایک رشک کے سوا میرے شکستہ دامن میں کچھ نہیں کہ میں کسی کی محبت ہوں"

وہ نرم پڑا تو دار یہ نے جھٹ سے اسکی نرمی کا فائدہ اٹھا لیا، وہ اسی کے سامنے اسی کے لیے تڑپ رہی ہے یہ دیکھنے سے پہلے داران کا جی چاہا کاش وہ مر جاتا۔

"اور اگر ایسا ہوا کہ تمہارا دل مجھ سے جڑھ گیا؟ پھر بھی جانا چاہو گی"

وہ اب بھی سنجیدہ تھا، دار یہ نے نم ہوتی آنکھیں فوری رگڑیں۔

"دل صرف ایک سے جڑتا ہے ماہیر شاہ"

وہ اپنے کہے پر ڈٹ بھی گئی، ماہیر سے نظر ہٹا لی۔

"ٹھیک ہے وقت آئے گا تو دیکھیں گے، رونا مت"

وہ بھلے کھر درے لب و لہجے میں بولا ہو پر اسکا فقط یہ کہنا "رونا مت" دار یہ کو بہت بڑی ڈھارس لگا۔

"سنو! تم مجھے معاف کر دو پلیز۔۔۔ اس زخم کے لیے۔ یہ جانتے بوجھتے کہ تمہارا معمولی زخم بھی جلدی نہیں بھرتا میں نے یہ کیا۔۔۔ مجھ پر اس وقت درندگی سوار تھی شاید۔ میں اپنے ہوش میں نہیں تھی، میں تمہاری ایز آڈیٹیک سپیشلسٹ تھوڑی مدد کرنا چاہتی ہوں۔ منع مت کرنا مجھے افسوس رہے

دار یہ نے چولہا آف کیا اور بھرپور توجہ داران پردی جو چار و ناچار رک گیا۔

"ٹھیک ہے کرو مدد، کیا مدد کرو گی"

ماہیر شاہ نے دلچسپی عیاں کی۔

"تمہیں ون ویک تک صرف پروٹین سے بھرپور چیزیں کھانی ہوں گی، سی فوڈ اگر تمہیں پسند ہے تو میں تمہارے لیے کل کچھ اچھا سا بنا دوں گی اگر تم کہو تو۔ اور ہاں ہائی کاربوہائیڈریٹ اور فائبر چاہیے تمہیں ریکوری کے لیے، براؤن رائس اور بینز بیسٹ رہیں گے، اس کے علاوہ نان سٹارچی سبزیوں کا سوپ پیو گے تو دیکھنا دو دن میں تمہارا زخم بھر جائے گا"

اس وقت وہ اسے سچ میں مسیحا لگی جو کسی طرح اپنی غلطی کا مدد کرنے کو مر رہی ہو، کسی طرح چاہتی ہو داران کو آرام مل جائے۔

اسے مسرت ہوئی پر دیر پا نہ رہ سکی۔

"میرے لیے کچھ بنانے کی ضرورت نہیں ہے، میں نے نوٹ کر لیا سب احتیاط برت لوں گا۔ اس سب سے پہلی بار نہیں گزر رہا، یہ میری روٹین ہے۔ رہی بات زخم کی تو جو تم نے میرے حواسوں کو لگایا ہے وہ صرف تمہارے سب کچھ سچ اگلنے سے بھرے گا۔ میرے بارے میں فضول کی فکر کرنے کے بجائے تم یہ سوچو کہ میری قید سے نکلنا کیسے ہے، اور اسکی شرط سچ ہے"

ابھی وہ دارے کی فکر کا جواب نہیں دینا چاہتا تھا، ہرٹ تھا اور اسکا برملا اعتراف کیا تو دارے کا کچھ دیر کے لیے گلاب کی طرح کھل جاتا چہرہ مرجھا گیا۔

"سہی، چائے بھیجو ادوں گی"

پلٹ کر اپنی کافی کپ میں ڈالے وہ داران کی چائے کے لیے نیو کیٹل رکھے اس میں ٹی ڈالے، دودھ اور شوگر لینے مڑی تو داران سے ٹکراتے بچی۔

دونوں کی آنکھوں میں ایک دوسرے کے لیے ناراضگی سے بھری چاہ ہلکورے لے رہی تھی۔
"ودھاوٹ شوگر پیتا ہوں"

اطلاع دی گئی جیسے اپنے یہاں ہونے کی صفائی دے رہا ہو۔

"یہ تمہیں نقصان دے گی، میں دیسی شکر ایڈ کر دوں تھوڑی سی؟ کینڈیز جو کھاتے رہتے ہو۔ دانت خراب ہو جائیں گے۔ اس سے اچھا ہے اور یجنل مٹھاس یوز کر لو۔ وہ تمہارے ٹٹی کے لیے بھی مفید رہے گا۔ بلکہ میری مانو چائے پینا ہی چھوڑ دو، تازہ جو سیز یا کافی استعمال کرو گے تو ڈی ہانڈ ریڈر ہو گے"

داران نے دلچسپی سے اپنی فکر میں آدھی داریہ کو دیکھا جو اسے اپنی طرف متوجہ کے ساتھ مائل بھی کر رہی تھی۔

"کیا میں کسی ہو سپیٹل وارڈ میں ہوں، دوبارہ اگر تم نے اپنی سپیشلائزیشن جھاڑ کر مجھے نیم حکیم کی طرح مشورہ دیا تو گردن دبا دوں گا غصے میں۔ سخت زہر لگتے ہیں مجھے اس طرح والی نصیحتیں کرنے والے۔ جو کہا ہے کرو، نہیں کرنا تو مت کرو"

تپے لہجے میں اس سے پہلے وہ کچھ کہتا داریہ کے پکارنے پر رکالین پلٹنے کی غلطی نہ کی۔

"چائے میں زہر ملانے کی ضرورت نہیں ویسے، تم پہلا سیپ لو گے بچاری تمہارے منہ سے پھوٹتی ٹاکسک شعاؤں سے زہریلی خود ہی ہو جائے گی۔ بنا کر لاتی ہوں"

وہ خوش تھی کہ تھوڑا سہی وہ مان گیا ہے، اور داریہ کی اس خوشی پر داران کی آتی جاتی ہر سانس قربان تھی۔

"ڈرو اس دن سے جب یہی زہر تمہیں اپنے اندر اترتا محسوس ہو گا، بلکہ پناہ مانگو۔۔۔۔۔ مجھ سے فری ہونے کی دوبارہ کوشش نہیں ہونی چاہیے"

داریہ جو ایک بولڈ لڑکی کے ساتھ تھوڑی بہت بے باک تھی، داران کے اس بے ترتیب مگر معنی خیزی کی حرارت میں ڈوبے جملے پر کان کی لو تک سرخ پڑی جبکہ داران وہاں سے یہ سنسنی پھیلائے نکل گیا۔

"مجھے پتا نہیں کس کتے نے کاٹا تھا جو میں نے اس سے ایسی بات کی، منہ پھٹ آدمی۔ خدا کی پناہ۔ داریہ اپنا دماغ آگے سے اس کے سامنے لائن پر رکھنا"

خود کو ہی کوستی وہ اپنی داران ماہیر کے سبب بکھری توجہ سمیٹتے بڑبڑا اٹھی۔

.._____..

پورا کلب ہنگامی بنیاد پر انگیجمنٹ تھیم پر ڈیکوریٹ ہو چکا تھا، انیب نے اپنے سکول، کالج اور یونی کے کچھ دوستوں کو بھی دعوت دے رکھی تھی، سجاوٹ میں انیب اور ایاد کے نام لکھوائے گئے تھے، یہاں تک کہ کیک بھی بہت خوبصورت لایا جا چکا تھا۔

ایاد نے یہ سب ماموں سے ڈسکس نہ کیا کیونکہ وہ لوگ جب واپس آئے، ایاد پارٹی کے لیے کلب نکل چکا تھا، انیب بھی سیلون جا کر بہت ہی پیارا تیار ہوئی۔

عاقب موہان کو بھی جمی نے ہی میسج کیا کہ وہ کلب پہنچے کیونکہ خاص دوستوں کا ایونٹ ہے۔

عاقب کی نفرت کا غبار کچھ جم ہٹا، بینچنگ بیگ پر اپنی وحشت اتارنے کے بعد جب وہ کلب پہنچا تو آگے انیب اور ایاد اپنے خاص دن کو سیلر بیٹ کرتے دیکھائی دیے۔

منگنی کی رسم شروع ہونے والی تھی بس ایاد اور انیب مل کر کیک دیکھ رہے تھے جبکہ ایاد بے قراری کے سنگ انیب سے اس منگنی کو روکنے کی بات کرنے کی ہمت جمع کر رہا تھا، عاقب نے زمین پر پڑا کسی لڑکی کا بیگ ہی اٹھا کر خوبصورت دو منزلہ کیک پر دے مارا۔

پورے کلب میں عاقب موہان کی دھاڑ پر سناٹا چھا گیا تھا۔

ایاد اور انیب نے بیک وقت مڑ کر کلب انٹرنس کی جانب گردنیں گما کر دیکھا، انٹر ہوتے ہی وہ راہ میں آتی ہر شے کو راہوں کی دھول کی طرح تباہ کر کے ہوا میں اڑاتا چیڑ پھاڑنے ڈالنے والے تیوروں کے سنگ چلا آرہا تھا، پھرے عاقب کو کلب کے دو گارڈز دونوں بازو سے دبوچ کر انیب اور ایاد پر چڑھ دوڑنے سے بروقت روک گئے۔

"کیا واہیات پنا چل رہا ہے، اوہ ایاد خان آپ بھی ہیں، آپ تو کبھی شرافت کی دکان ہوا کرتے تھے، میرے گھر کی عزت کیا کر رہی ہے آپکے ساتھ کلب میں۔ تو اس دن انیب کے ارد گردیو نہیں منڈلایا

نہیں جا رہا تھا، نظر رکھی تھی آپ نے بیہودہ شخص، کیا تم سب لوگوں نے ایک ہی بار میرے سینے کو آگ لگانے کی ٹھان لی ہے۔۔۔ چھوڑو مجھے۔۔۔ جمی اپنے گارڈز کو کہہ مجھے چھوڑو ورنہ انکی مونڈیاں تن سے الگ پڑی ملیں گی تجھے "

عاقب کی دھاڑ پھر بلند ہوئی، تضحیک لٹاتا اسکا انداز اوع بھڑکیں انیب اور ایاد کو کھڑے کھڑے زمین میں دھنسا گئیں، کلب میں چلتا میوزک اچانک رک چکا تھا اور ہر کوئی عاقب موہان کو پھٹی آنکھوں سے پھنکارتا دیکھ رہا تھا، جمی کے دونوں گارڈز نے ڈر کر خود ہی اسکے بازو چھوڑے جبکہ ایاد تھوڑا پریشان تھا مگر انیب اس تماشے سے بہت خوش اور پرسکون تھی، عاقب کو تڑپتا دیکھ روح تک تسکین اتری تھی۔

"ہاں ہم ریلیشن میں ہیں، تمہارے سینے کو کیوں آگ لگ رہی ہے۔ تم تو مجھے بھائی کہتے ہو، بھائی کی خوشی پر خوش کیوں نہیں ہو۔ اسے تم فسادن کہتے ہو، تو آؤ ہمارے ساتھ جشن مناؤ کہ بلا تمہارے سر سے ٹل گئی عاقب موہان "

انیب کو پیچھے کرتے ایاد خود پہلے مقابلہ کرنے عاقب کے سامنے آیا، عاقب کی انگارہ بنی آنکھوں میں جھانک کر طنزیہ لہجے میں باور کروایا جس نے ویسی ہی آگ میں جھلسلی نگاہ انیب پر بھی ڈالی۔

"ایاد چھوڑیں اسے، ہر خوشی کے موقع پر اصل فساد مچانے کی عادت تو اسے ہے۔ آئیں ہم اپنی خوشی سیلبریٹ کریں "

انیب نے جب ایاد کا ہاتھ پکڑے عاقب کو بنا دیکھے استہزایہ ہوئے کہا تو بے اختیار عاقب نے ان دو کے ہاتھوں کو ناصرف الگ کیا بلکہ انیب کو بازو سے دبوج کر گھسیٹتا ہوا باہر بڑھا، جبکہ اپنی گن نکال کر کسی کو بھی پیچھے آنے سے روکنے کو ہوا میں فائر تک کیا۔

ایاد نے بھی جمی اور اسکے گارڈز کو مزاحمت کرنے سے روکا۔

انیب مسلسل عاقب کی وحشی پکڑ سے کلائی چھڑواتی چینختی رہی لیکن وہ اسے کلب کے باہر لاتا اپنی کھڑی گاڑی کے ساتھ لگائے پن کر چکا تھا، اسکے حاوی وزن سے انیب کا دم گھٹا، وہ اسے جان سے مار ڈالنے والا تھا۔

انیب کی مزاحمت لمحہ بھر تھی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے میں تمہیں کسی بھی نامحرم کے ساتھ منہ کالا کرنے دوں گا، چغتائی پیلس کی عزت جو رہ گئی تھی وہ تم نے آج اجاڑ دی، بہت نفرت ہے ناں تمہیں مجھ سے انیب جہانگیر، تو میں تمہیں خود سے نفرت کرنے کا پورا حق دوں گا۔ چلو میرے ساتھ"

اس وقت عاقب ہوش میں ہو کر بھی لگ نہ رہا تھا، انیب کے پورے جسم کو سرد پڑتا محسوس کیے وہ اسے زبردستی گاڑی میں دھکیل کر خود بھی بیٹھا اور جب تک ایاد باہر آیا، عاقب کی گاڑی جاچکی تھی۔

"ایاد بھائی، اب کیا کریں ہم؟"

جمی بھی ہانپتا ہوا باہر نکلا۔

"فکر مت کرو وہ اسے نقصان نہیں پہنچائے گا، خیر جتنی توڑ پھوڑ ہوئی تم بتاؤ میں پیمٹ کر دیتا ہوں"

ایاد نے جمی کے کاندھے کو چھوتے تسلی کے ساتھ ہی پیشکش کی۔

"ارے نہیں بھائی یہ دونوں سکی جگر کے ٹوٹے ہیں، بس ان کی یہ جنگ تھم جائے یہی چاہتا ہوں"

جمی کے لہجے کی انسیت پر ایاد نرمی سے مسکرایا اور خود بھی اجازت لیے اپنی گاڑی کی طرف بڑھا۔

لیکن رک کر پہلے اپنا فون دیکھا، گیلری میں انیب اور اسکی پکچرز تھیں جو منگنی کی ریہرسل کی تھیں،

ایاد خان کے دل کو منگنی کے ڈرامے کے فلاپ ہونے پر سکون جبکہ اسکے باوجود پکچرز ہاتھ لگنے پر مزہ آگیا۔

"اب دیکھتے ہیں تم جلتی ہو یا نہیں، چلو ایاد سٹیٹس لگا دو"

ایک آخری ستم کیے ایاد نے اپنی اور انیب کی پکچر سٹیٹس پر ڈالی لیکن خوشی میں وہ اونلی ماول کرنا بھول گیا، اور تبھی پہلا سٹیٹس چیک کرنے والی ہستی تھی حمین چوہان کی، مایا کے ساتھ ڈنر کیے بنا ہی وہ جس غصے سے گھر سے نکلا، مایا پکارتی رہ گئی لیکن خونخوار حمین پر اس وقت ایاد خان کا خون سوار تھا۔

.._____..

"کیا؟"

عاقب کی واپسی کی خوشی ابھی کسی نے منائی نہ تھی کہ اسکے اگلے حکم پر ماریہ اور ثمن دونوں حیرت کا مجسمہ بن گئیں۔

جبکہ جس طرح وہ انیب کو گھسیٹ کر لائے اپنے روم میں بند کر چکا تھا، وہ دونوں ہی خوفزدہ تھیں۔
"نکاح خواں آرہا ہے، اس سے پہلے کہ انیب بھی اس گھر کی عزت کو نیلام کرنے والوں میں شامل ہو جائے اسے لگام ڈالنی ہوگی۔ مجھے نہ کسی کو معاف کرنا ہے نہ کسی سے کوئی تعلق رکھنا ہے۔ لیکن انیب میرے نکاح میں رہے گی جب تک اسکے والی کا سراغ نہ مل جائے۔ جہانگیر ماموں انیب کو میری امانت بنا کر گئے تھے، اور میں نہیں چاہتا جب وہ لوٹیں تو انکی امانت میں انکو خیانت ہوئی ملے"
وہ ان دو کے اعتراضات سنے بنا دور کر گیا لیکن اب عاقب کے اس فیصلے نے ماریہ اور ثمن کو بہت دکھ دیا۔

عاقب سیدھا کمرے کی طرف بڑھا، لاک کھولے اندر داخل ہوا تو وہ جو کمرے میں خود مختار بلا بنی چکر کاٹ رہی تھی اسکے قریب آئی اور گریبان سے جکڑ گئی۔
"کیا کرنے والے ہو تم؟"

انیب کی آواز ناچاہتے ہوئے بھی بکھری۔

"تمہیں سزا دوں گا، ایسی کہ تم مجھے کسی کے ساتھ مل کر جلانے کے قابل بھی نہ رہو۔ چپ چاپ نکاح کر لینا اپنے سگوں کی موجودگی میں ورنہ تمہارے ساتھ گن پوائینٹ پر زبردستی بھی کر سکتا ہوں لیکن کیا ہے میرا بھی ایک معیار ہے"

وہ باقی تو کچھ نہ سن سکی، لیکن وہ اپنے جلنے کا اعتراف کیے انیب کو چونکا گیا، مزید اسکی کوئی بات سننے وہ وہاں سے نکل گیا جبکہ کچھ دیر میں سادگی سے نکاح ہوا، عاقب نے چند نکاح خواں کے ساتھ آئے دوستوں کو شکریہ ادا کیا اور وہیں سے چلا جاتا جب گیڈ کے پاس آتیں ماریہ نے اسکی بازو پکڑے روکا۔ وہ انکو دیکھ نہ سکا، نانی جان کا تھپڑ اب تک رگوں میں درد برپا کیے ہوئے تھا۔

نانی نے آگے بڑھتے پیار سے عاقب کی جب گال چومی تو ان بوڑھی عورت کی آنکھیں چھلکیں اور عاقب کی پلکیں بنا روئے بھگیں۔

"میرا ہاتھ ٹوٹ جائے جس سے میں نے تمہیں تھپڑ مارا، نانی کی جان۔۔۔ مت جاؤ مجھے چھوڑ کر" وہ اسکے پھیرے چہرے پر سسکتیں ہوئیں بولیں تب بھی وہ رحم دل نہ ہوا۔

"کیوں نہ جاؤں، مجھ بدکردار کا آپکے اس اونچے محل میں سایہ پڑ جائے گا۔ اپنے باپ کا خون اپنی رگوں سے نکال نہیں سکتا کیونکہ اسی پر زندہ ہوں، آپکے مارے تھپڑ نے اس لہو کو لاوا بنا دیا تھا۔ میں یہاں کبھی نہیں آؤں گا۔ انیب سے یہ تعلق بس جہانگیر ماموں کے آنے تک ہے، وہ آئے تو خود ان منحوس کو سنبھال لیں گے جس میں عاشقی ابل ابل کر اٹھ رہی تھی، میری زندگی ختم ہو گئی ہے۔ ایک آخری کوشش کروں گا دار یہ تک پہنچنے کی، ناکام ہو گیا تو آپ سب میری شکل کبھی نہیں دیکھ سکیں گے"

یہ سب کہتے ہی وہ سنگدلی سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھا، روتی کرلاتیں ماریہ کی کسی ہچکی کی آبرو نہ رکھی اس بکھرے شخص نے، انیب جب تک باہر آئی، ماریہ وہیں پورچ میں گریں بیٹھیں پچھتاوے کی آگ میں سلگ کر آنسو بہا رہی تھیں، انیب نے فوراً سے پاس بیٹھے دادو کو بازوؤں میں حصارا۔

"مجھے اسکی م۔۔ معافی دلوا دے انیب، میرا دل بند ہو جائے گا۔ وہ ٹھیک نہیں ہے پتر"

دادو کی حسرت پر خود انیب کی آنکھیں بھر آئیں، وہ انیب کو اپنے نام لگا کر کسی حساب لینے کا حق بھی نہ دے کر گیا، اصل رونا تو اسی بات کا تھا۔

"جانے دیں اسے، بہت اکڑ ہے۔ اس کے بجائے کہ آپ اس پر غصہ ہوں، اسی کے لیے روئے جا رہی ہیں۔ آخر وہ ہوتا کون ہے مجھ سے زبردستی نکاح کرنے والا۔ ہاتھ نہیں لگا ورنہ میں اسکی یہ اکڑ ایک منٹ میں نکال باہر کرتی۔ خبردار آپ روئیں، اٹھیں میرے ساتھ اندر۔۔۔۔۔"

بھلے وہ خود عاقب کے اس فیصلے پر جگر تک زخمی تھی پر کھوکھلا غصہ دیکھا کر بس دادو کا دھیان بھٹکا رہی تھی اور کامیاب بھی ہوئی۔

وہ انھیں لیے واپس پیلس کے اندر آئیں۔

"تم کیا کر رہی تھی انو کہ وہ اتنا غصہ ہوا کہ یہ سب کر بیٹھا، بتاؤ مجھے سب۔ کیوں وہ غیرت سے پھٹ رہا تھا۔ تم نے کچھ غلط تو نہیں کیا میری بچی؟"

کاوچ پر دادو کو بٹھاتے وہ بھی زہریلا سا مسکرائے پاس بیٹھی۔

"میں اور ایاد منگنی کر رہے تھے کلب میں"

انیب نے بمب پھوڑا، کمرے سے باہر آتی ثمن بھی ششدر رہ گئی۔

"واٹ! یہ کیا کر رہی تھی تم؟ ہم سے پوچھنا تو دور بتانے کی بھی زحمت نہ کی۔ بہت اچھا کیا عاقب نے۔ تمہاری عقل بھی ٹھکانے لگا کر جاتا تب زیادہ بہتر تھا۔ یا میرے اللہ اس گھر کی اولاد کو کونسا دھکا لگ گیا ہے"

ثمن نے تو صدمے سے کانپتا دل تھا مے ہول اٹھتے پاس آکر کہا جبکہ انیب ڈھیٹائی سے مسکرائی البتہ ماریہ صاحبہ رنجیدہ و پر ملال تھیں۔

"بہت تھک گئی ہوں، سونے جا رہی ہوں۔ جو لعنتیں اور ملا متیں کرنی ہیں آپ دو حسین لیڈیز کو تو بریک فاسٹ پر رکھتے ہیں۔ گڈ نائٹ"

بنا خائف ہوئے وہ اس سکون سے کہے گئی کہ لاونچ میں سکتے چھا گیا جبکہ ثمن بھی امی جان کے ہمراہ صوفے پر لڑھک گئی، رجال کا کوئی پتا نہیں تھا کہ کہاں ہے لیکن یچی اس پر مسلسل نظر رکھ کر تمام ڈیٹا جمع کرنے پر فائز تھا۔

انیب روم میں پہنچی تو عجیب سی خوشی پورا وجود گھیرے ہوئے تھی، فون آن کیے ایاد لالہ کو اپنی خیریت بتانے لگی تو انکا سٹیٹس دیکھے انیب کے چہرے کی ہوائیاں سی اڑیں۔

فوری کال کی، وہ گھر ہی پہنچ رہا تھا، دو منٹ کا فاصلہ رہ گیا تھا۔

"ہاں انوو! ٹھیک تو ہو؟"

ایاد نے گاڑی کی سپیڈ سلو کرتے فکر سے پوچھا۔

"لالہ اپنا سٹیٹس ہٹائیں فوراً، سب کو شو کر رکھا۔ عاقب نے مجھ سے نکاح کر لیا اور سب ٹھیک ہے۔ پلیز سٹیٹس ہٹائیں، پتا نہیں کس کس نے دیکھ لیا ہو گا"

انیب کی بات سنے ایاد نے اپنی کم عقلی کو جی بھر کر کو سا لیکن جب اسکی کال آف کیے سٹیٹس ریموو کرنے لگا تب ایاد کے چہرے پر کئی خوف کے رنگ آکر لہرا گئے۔
تیس سے اوپر لوگ سٹیٹس دیکھ چکے تھے۔

فوری ڈیلیٹ کیے وہ گھر پہنچا مگر گاڑی پارک کرتے جیسے ہی کالونی پہنچ کر اپنے فلیٹ کی طرف بڑھا،
ماموں کو راستے میں غصے سے ٹہلتا دیکھ کر دانستہ محتاط ہوا۔

"بے غیرت"

اس سے پہلے ایاد ڈر کر بھاگتا، حمین نے ایک ہی سکینڈ لگا کر اسے گردن سے دبوچ کر اپنی سمت دھکیلا۔
"ماموں یار جلا دیوں بنے ہوئے ہیں"

ایاد کی معصومیت پر حمین نے کھینچ کر اسکے سر پر چاٹا مارتے واپس بازو سے پکڑے جنجھوڑا، حمین کی
آنکھیں دھواں چھوڑ رہی تھیں، بس نہ چلا اس بے شرم بھانجے کا قیمہ بنا دے۔

"کلبوں میں منگنیاں کرنے والے لفنگے کو اور کیا پھولوں کے ہار پہناؤں، کہاں گیا تمہارا وہ سوبر اٹیوڈ، وہ گریس، یہ ترسے عاشقوں اور نافرمان اولاد والے کام تم پر سوٹ کرتے ہیں کیا ایاد خان۔ چلو آج تو میں تمہاری ٹیونگ کر ہی دیتا ہوں"

ماموں تو سچ میں خونخوار ہو رہے تھے، حمین نے کوئی رحم نہ کرتے گھسیٹتے ہی گھر کے اندر پہنچایا، مایا شاید سوچکی تھی تبھی آہٹ پر باہر نہ آئی۔

"یار میری بات تو سن لیں"

ایاد اپنی حفاظت کرتے منمنایا لیکن حمین کا دل چاہ رہا تھا اسکی جان لے لے، داریہ کو اب وہ کیا جواب دے اسکی تکلیف اس شخص کو بے حال کر رہی تھی۔

"کیا سنوں ہاں! تمہیں خبر بھی ہے داریہ کس تکلیف میں ہے۔ داران نے اس سے کہا کہ ہم ایاد کے لیے ماول کا رشتہ مانگیں۔ وہ داریہ سے بہت ناراض ہے، داریہ نے ریکوسٹ کی تھی کہ میں تم سے بات کر کے مناؤں تاکہ داران کا غصہ کم کر سکے لیکن اب تم جیسے لفنگے کا رشتہ لے کر جاتے مجھے خود شرم آئے گی۔۔۔ ڈوب مرو ایاد خان۔۔۔ اور اس انیب کی تو میں اسکے پیلس جا کر ڈھولک بجا کر آتا ہوں"

ماموں کا غصہ ایک طرف رشتے کی بات ایاد کو سر تا پیر جھنجھوڑ گئی۔

"ویٹ آمنٹ؟ کونسا رشتہ کیسا رشتہ"

حمین کو پکڑ کر جھٹکا دیتے وہ سرا سیمگی کیفیت میں بڑبڑایا۔

"بھاڑ میں گیا۔ ہٹو۔ شکل مت دیکھنا مجھے کچھ دیر تک ورنہ میں تمہارا قتل کر دوں گا"

حمین نے اسے پرے دھکیل کر غصے سے دفع دور کا ہوائی اشارہ کیا اور وہاں سے دلبرداشتہ چلا گیا، رہے سہے ایاد کے حواس ماول کے رپلائے میسج نے بکھاڑ دیے۔

"ڈیلیٹ کیوں کر دیا، میں دیکھ چکی ہوں سٹیٹس، بہت خوشی ہوئی، آپ اور انیب ہمیشہ خوش رہیں ایاد سر۔"

گویا جلتے بھڑکتے دل کو ماول کا یہ پیغام نوچ کھا گیا، لیکن وہ ضرورت تکلیف کی آخری حد پر جا چکی تھی۔
ایاد کو لگا یا اسکا سر گھوم رہا ہے یا زمین ہچکولے کھانے لگ گئی۔

.._____..

"اٹھو دار یہ"

گہری نیند میں وہ کچھ لمحے پہلے ہی اتری تھی، ماہیر شاہ کے بازو سے پکڑ کر برا اور حیوانی جھنجھوڑنے پر آنکھیں کھولے جب اسے دیکھنے لگی تو آنکھوں کے آگے اندھیرا اچھایا۔

"کیا ہے یہ، تمہارے بھائی نے منگنی کر لی۔ تم نے میری بات کو کوئی ویلیو نہیں دی۔ جب تم نے حمین چوہان کو کہہ دیا تھا تو انہوں نے ایاد کو اس سب کی اجازت کیسے دی"

اس روز جب داران نے حمین اور ایاد کے ساتھ وقت گزارا تبھی ہی ایاد اور داران نے بھی نمبر الپچینج کر لیا، چونکہ ایاد کا سٹیٹس سب کو شو ہوا تھا تو داران نے بھی اسے سین کیا اور طوفان بتمیزی بنا آگیا داریہ سے حساب لینے۔

وہ تو اٹھ بیٹھنے کے باوجود پاگلوں کی طرح چلاتے داران کو آنکھیں ملتی دیکھ رہی تھی کیونکہ سمجھ اسے ابھی بھی کچھ نہ آیا۔

وہ تو جب داران نے اسے سٹیٹس کا لیا سکرین شارٹ فون سامنے لہرا کر دیکھا یا تب داریہ کے سوتے حواس بیدار ہوئے۔

"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا، لالہ ہمیں بناتائے اتنا بڑا اسٹیپ لے ہی نہیں سکتے، لٹ می چیک" فوراً اسے آنکھوں دیکھے ثبوت کو جھٹلائے وہ جلدی سے سرہانے رکھے اپنے فون کی طرف لپکی اور آن کیے سٹیٹس کھولے لیکن وہاں ایاد کا کوئی سٹیٹس نہ تھا۔
"دیکھو، یہاں تو کوئی سٹیٹس نہیں ہے"

داریہ میٹر رس سے اٹھ کھڑی فون دیکھاتی داران کو گھورنے لگی جو فون جھپٹ کر سٹیٹس نہ موجود پائے اسے بیڈ کی اور اچھا لگیا۔

"مٹا دیا اس نے، اگر یہ سچ ہوا تو ایاد خان کے برے دن شروع"
وہ اسکے مسلسل ڈالے رعب پر چڑ گئی۔

"اوہیلو تم لڑکی والے ہو سو یہ زرا نخرے اور غرور پہلے کم کرو سمجھے،۔ ایسا نہ ہو یہ جو میرے خیال سے لالہ نے پرینک کیا ہو گا اسے سچ کر بیٹھوں۔ اول تم نے مجھے جس طرح جگایا، میرا صدمے سے ابھی تک دل دھک دھک کر رہا اوپر سے تمہاری یہ سستی ہٹ دھرمی اور مغروری۔"

وہ ہر معاملے پر بگھڑا ٹھی، داران نے جبرے بھینچتے اپنا فون جینز پاکٹ میں گھسایا اور جھٹکے سے اس پٹر پٹرنان سٹاپ شروع داریہ کی دونوں بازو دبوج کر اپنے نزدیک سرکایا، داریہ نے تمام تر غصہ ترک کرتے خوف میں ڈوب کر داران کی جلتی غصیلی نظریں دیکھیں۔

"اگر یہ پرینک نہ ہو اتو ایاد خان بہت بڑی سزا سہے گا، تمہیں وارن کیا تھا داریہ کہ ماول گھٹ جائے گی۔ اگر میری بہن کی زندگی پر آنچ بھی آئی تو تمہارا بھائی اسکا بدلا دے گا، کال کرو ایاد کو اور حقیقت پوچھو" داریہ نے اسکے طیش سے دبتے جلدی سے سر ہلایا اور داران کے آزاد کرتے ہی کال ملائی۔

ایاد نے فوراپک کی۔

"لالہ! کہہ دیں یہ سٹیٹس صرف اک پرینک تھا"

داریہ کی آواز میں پھیلا ڈر اور تکلیف بھانپنے ایاد کے دل کو دھکا لگا۔

"ہاں ہاں پرینک تھا داریہ، انیب اور عاقب کا نکاح بھی ہو چکا ہے۔ داران نے سٹیٹس دیکھ لیا تھا، پلیز سنبھال لینا"

ایاد نے لاونچ میں چکڑ کاٹتے بالوں میں ہاتھ پھیرے جلدی سے جواب دیا جس پر داریہ کا خوف قدرے زائل ہوا۔

"اوہ میرے اللہ! شکر ہے ورنہ صبح تک آپکو داریہ کی لاش ہی ملتی۔ چلیں کل بات کرتی ہوں"

آنکھیں نکالتی وہ داران کو گھورتے لالہ کو بائے کہتی فون واپس میٹرس پر اچھالتے لمحے میں داران کی شرٹ کا گریبان دبوچ گئی، داران نے اسکی غصے سے بھری آنکھیں دیکھتے پیچھے ہٹنا چاہا پر وہ اس وقت سخت چڑی ہوئی دیکھائی دی۔

"پرینک تھا، انیب اور عاقب کا آج نکاح بھی ہو گیا۔ لیکن اب تم بتاؤ تمہیں کیا سزا دوں؟"

اپنی آنکھیں ان رنگ باز آنکھوں میں گاڑ کر پست سا غرائی۔

داران نے اسکے دونوں ہاتھ پکڑے۔

"یہ کس قسم کا گھٹیا پرینک تھا؟ پوچھا کیوں نہیں تم نے اپنے لالہ سے۔ اور تمہاری لاش کیوں ملتی کل تک، زراروشنی ڈالو گی اس بکو اس پر"

جھٹکے سے اسکے دونوں مرمیں سے بازو داریہ کی کمر پر لے جاتے لاک کرتے ایک ہاتھ سے قابو کیے جبکہ دوسرے ہاتھ سے شعلہ باز نگاہوں والی کا چہرہ جبرے سے دبوچا۔

داریہ نے بہت ہل جل کی پر وہ اس سے ہر طرح طاقت ور تھا، پھر دارنہ نے مزاحمت یہ سوچ کر بھی ترک کر دی کہ اسکی بازو تھوڑی سہی پر زخمی ہے۔

"دھیان رکھنا زیادہ روشنی ڈال دی تو آنکھیں ہی نہ اندھی ہو جائیں تمہاری، لالہ میرے بہت سینسیبل انسان ہیں۔ اگر انہوں نے یہ پرینک کیا تو کسی وجہ سے کیا ہو گا۔ رہی بات میری لاش کی تو تمہیں تمہاری ان حرکتوں پر کئی ٹکروں میں کاٹ کر ٹھکانے لگانے کے بعد میں کونسا سلامت بچتی، مرے ہوئے داران ماہیر کی باڈی سے اٹھتے زہریلے وائرس میرا کام بھی تمام کر دیتے"

بناڈرے وہ لفظ لفظ غصے کے محلول میں ڈبو ڈبو کر بولی جبکہ داران کی آنکھوں میں عتاب کی گھٹا چھٹنے لگی۔

"ہاں تم اور تمہارا بھائی ہی ہے جو وجہ کے ساتھ بلند رمارتا ہے، باقی دنیا تو جھک مار رہی ہے ہاں۔ کچھ زیادہ ہی اوور کانفیڈنٹ نہیں ہو تم دار یہ خان؟ مطلب ہو کیا؟ یہ اڑان کس رشک پر بھر رہی ہو کہ آسمان سے اترنا اپنی تو صہیں سمجھتی ہو"

داران کی خون آلود رنگت دیکھتی وہ طنزیہ ہنسی تو داران نے مزید اسکو کستے ہوئے دار یہ کی یہ ہنسی اسی کے حلق میں دبائی۔

"میں ہاتھ پیر اس لیے نہیں چلا رہی کہ تمہاری بازو میں درد ہو جائے گا، اسکا یہ مطلب نہیں ہے تم مجھے خود سے جتنا چاہو قریب کر لو۔ چھوڑو ماہیر شاہ، مجھے ہرٹ کر رہے ہو۔ تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دینا مجھے"

غصے پر داران ماہیر کی قربت کی پھوار پڑی تو داریہ اسکی نزدیکی پر ہچکچاتے منمنائی لیکن وہ کہاں راضی تھا اتنی جلدی آج بعث سمیٹنے پر۔

"چلاو ہاتھ پیر، میں بھی دیکھتا ہوں کہ تم ہل بھی کیسے سکتی ہو"

ڈھیٹ بنا وہ داریہ کے صبر سے کھیل گیا۔

داریہ نے کچھ نہ سوچا اور ہونٹوں کی پہنچ میں آتی داران کی ٹھوڑی پر زور سے دانت گاڑتے پیچھے ہٹی۔ داران نے اسکی اس حرکت پر آگ بگولا ہوتے دیکھا لیکن دوسری جانب تو اپنی اس کاروائی پر سانس تھم چکی تھی۔

"کتنے انجکشن لگوانے پڑیں گے اب،"۔

غصے میں ہی حیرت عیاں کی تو داریہ کی جان میں جان آئی، شاید وہ اسکے کمزور پڑنے کو بھانپ کر پینترا بدلنا ہی بہتر جان رہا تھا۔

"پورے سو کیونکہ تمہیں ایک ناگن نے ڈسا ہے، چھوڑو مجھے ماہیر شاہ"

مجبوراً وہ اپنے ہاتھ چھڑوانے کو چلی۔

"چھڑوالو، آرام سے تو پکڑ رکھا، میرے ایک ہاتھ میں تمہارے دونوں ہاتھ قید ہیں۔ دیکھا واپنی پاور، دیواریں تو بڑی مہارت سے پھلانگتی ہو، کک بھی اچھی مار لیتی ہو، پہاڑ جیسے آدمی کو زمین پر گرا کر گن تانا تو تم سے بہتر شاید ہی کسی کو آتا ہو۔۔۔۔۔ چلو یہ ہنر بھی دیکھا و شاباش"

وہ اسکی بے بسی پر چوٹ کرتا اکسا گیا حالانکہ جانتا تھا وہ ہل بھی نہیں سکتی۔

"ماہیر" !

داریہ نے دانت پیستے چینخ ماری لیکن داران اسے موسیقی کی مانند سن کر محظوظ ہوا۔

"سوری کرو، ہر چیز کے لیے۔ دیواریں پھلانگنے کے لیے، مجھے کل مار کر زمین پر گرانے کے لیے اور ابھی یہ جو ڈسا ہے اچھا داری ناگن کے ٹیلنٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے۔۔۔۔۔ گڑگڑا کر معافی مانگو ورنہ صبح تک تمہیں ہلنے بھی نہیں دوں گا"

اپنے آپ کو داریہ کی جانب الگ طرح تنکے سے باز کیے داران نے اسے شرافت سے شرط سمجھائی، داریہ ویسے تو سوری کرنا فرض سمجھتی تھی لیکن ضد میں اس سے ایک تنکا ادھر سے ادھر نہیں کروایا جا سکتا تھا۔

"تم سے معافی مانگتی ہے میری چپل۔۔۔ مجھے مجبور مت کرو کہ میں تمہارا یہ ہاتھ توڑ دوں جس سے تم نے مجھے پکڑ رکھا۔ اور یہ ہاتھ ہٹا کر اہت اور الجھن ہو رہی ہے"

داریہ کی گردن کی غصے سے ابھرتی رگوں پر داران جان بوجھ کر اسے چرانے کو انگلیوں کی پوریں پھیرتا خواہ مخواہ سرور سا حاوی کر رہا تھا جبکہ داریہ کی ضد اس شخص کا پاگل پن تھا۔

"ٹھیک ہے ایز یوش۔۔۔ مت مانگو معافی"

داران نے بھی ڈھیٹوں کے تمام ریکارڈ توڑے جب داریہ کی شہ رگ پر انگلیاں پھیرتے اسکی ٹھوڑی اور پھر نچلے ہونٹ کو انگوٹھے کی پور سے سہلایا، داریہ کی آنکھیں خوف و حیرت سے پوری کھلیں۔

"م۔۔ ماہیر"

وہ اسکی کسی بات کو سننے کے موڈ میں نہیں تھا، اس سے پہلے داریہ کے ہونٹوں تک داران کی سانسیں بکھر کر اسکے اندر تک سرور اتارتیں وہ پوری قوت سے آنکھیں میچتی چینی۔

داران نے فاصلہ سمیٹا، نیلی آنکھوں کے کنارے مدہوش سی مسروری سے مزید حسین لگے۔

"سوری۔۔ آئی ایم سوری۔۔ میرے باپ دادا کی توبہ۔۔۔ پلیز ماہیر شاہ یہ نہیں۔۔۔ پلیز ہاتھ چھوڑو میں کان بھی پکڑتی ہوں۔۔۔"

ڈری کبوتری کی طرح وہ خوف زدہ ہوتی فر فر جرائم کا اعتراف کیے داران کے حواسوں تک اتری تھکن و تکلیف دور کر گئی۔

داران نے اسکے ہاتھ آزاد کیے تو وہ ڈر کر دو قدم پیچھے ہٹی، نظر جھکالی، کسی طرح اسکی نظروں سے بھاگنا چاہتی تھی پر وہ اسکے اندر تک جھانک چکا تھا۔

"جیسے لڑنے میں ماہر ہو، مقابلہ کرنے میں چمکین ہو اسی طرح میری نزدیکی سہنے میں اتنی اناڑی کیوں ہو داریہ خان! تم نے تو کہا تھا تم مجھے اس ایک ماہ کے بیچ سارے حق دو گے، یہ بھی تو میرا حق ہے پھر ایسا گریز کیوں؟"

وہ دو کے بجائے چار قدم اسکی طرف بڑھا کہ بیچ میں صرف ہوا کے گزر کا راہ بچا، داریہ کی سانسیں ٹھنڈی پڑی تھیں لیکن اسکی سانسوں میں حرارت پھر بھی رچ رہی تھی، داران کی موجودگی کی۔

"فزیکل کسی حق کی بات نہیں ہوئی تھی، میں نے تمہارے ذہنی اور دلی اطمینان کا کہا تھا۔ اور میں اس پر قائم رہنے کی کوشش میں ہوں۔"

نظریں چرا کر اپنی کہی بات دہرائی جبکہ بے دھیانی میں بیچ کا فاصلہ استوار رکھنے کو وہ اپنا ہاتھ داران کے سینے پر ٹکا چکی تھی۔

"مطلب زرا بھی خیانت نہیں کرنے والی تم، تمہارا بندہ تو بڑا لکی ہے۔ اسے تو چھلانگیں مارنی چاہیں خوشی سے، ہے ناں"

جانے وہ کس رو میں تھا کہ خود بھی بھٹک رہا تھا اور داریہ کو بھی بھٹکانے کے ارادے بنا رہا تھا۔

"تم کس لیے میرے حواسوں پر سوار ہو کر لام لیٹ ہونے کی کوشش میں ہو بے شرم، میں تو تمہاری نظر میں قاتل ہوں۔ ہٹو۔ مجھے تم زہر لگتے ہو، نہ تو اس رشتے کو میں سیریس لیا ہے نہ تمہیں۔ جاو کسی اور سے کرو یہ بہکی باتیں۔"

وہ گھبراہٹ چھپانے کو آڑے ترچھے جملے ہانکتی گئی لیکن داران نے اسکے کھلے بکھرے بال ہاتھ بڑھا کر جب سنوارے تو وہ چاہ کر بھی اسے دور نہ کر سکی۔

بلکہ وہ ہلنے کی بھی ہمت نہ رکھ پارہی تھی، اسکا ضبط ماہیر شاہ نے ختم کر دیا تھا اور منافقت سے بہتر تھا داریہ اپنی جان دے دیتی۔۔

داران نے اسکے بے داغ گال پر ویسے ہی ہاتھ کی پوریں پھیریں، اور اپنا چہرہ اسکے بالوں میں چھپایا، داران کے ہونٹوں کا جنٹل ٹچ داریہ کو اپنی شہہ رگ پر محسوس ہوا تو وہ ہاتھوں میں جکڑی داران کی شرٹ کو مٹھیوں میں بھینچ گئی، اسکے مہکدار بالوں سے چہرہ نکالے بے خود سی نگاہ داریہ کی خمار کے غالب آجانے سے بند ہوتی آنکھوں پر ڈالے چہرہ آگے کو سر کا تا کان تک لے کر گیا۔

"کیوں قتل کیا؟"

وہ اسکے کان کی لو کو ہونٹوں سے چھوتا داریہ میں اس سوال سے سرسراہٹ اتار گیا جسے داران نے سرگوشی کرتے ہی حصار بھی لیا، وہ بالکل مدہوش ہو گئی تھی لیکن جو سوال داران نے کیا اس پر داریہ کی آنکھ سے اک آنسو ٹوٹ گرا۔

"اسی کی وجہ سے تو بابا نے مجھے جوئے میں ہارا، میں بہت تکلیف سے گزری ماہیر۔ شاید وہ تکلیف تو ایجاد بھی نہ ہوئی تھی جو مجھ پر قیامت کی طرح ٹوٹی۔ پہلے ہی دن ان وحشی لوگوں نے مجھ سے میری معصومیت چھیننی چاہی، میں نے کیسے کیسے اپنی حفاظت کی یا میں جانتی ہوں یا میرا اللہ۔ اس روز دارم نے سب اعتراف کیے تھے، بابا کو برباد کرنے کا گناہ تسلیم کیا۔ جیسے بابا کی گن چلی میری بھی چل گئی،

لیکن مجھے یقین ہے وہ مرا میری گولی سے۔۔۔۔۔ وہ مایا کے ساتھ بھی زیادتی کرنے والا تھا، ماہیر میں نے وہ سب بے بس ہو کر کیا"

وہ نیم جان سی یہ سب بتا کر جیسے داران کے گلے لگی اس شخص کے وجود میں ان انکشافات سے اٹھتی ٹیسوں کو اس لڑکی کے گلے لگتے وجود نے شافی آرام بخشا لیکن وہ تب خوف سے سفید ہوا جب داریہ اسکی بازوؤں میں بے جان ہو گئی، داران نے وہیں میٹرس پر اسے لیٹایا اور اسکا ہاتھ پکڑے دوسرے سے اسکی جبین سہلائی تو وہ کچھ نہ بولی بلکہ ہوش سے بیگانی ہو چکی تھی۔

"داریہ۔۔۔۔۔"

داران کی آواز غم سے پھٹی لیکن وہ اسے سن نہ پائی، تکلیف کے غلبے نے داریہ کو ہر شے سے بیگانہ کیا۔ لیکن وہ سانس لے رہی تھی، داران کی رکی سانسیں سنبھل گئیں۔

"میں تمہیں بچاؤں گا داریہ، میں اپنی فلورنس کو اس بے بسی کی سزا جھلینے نہیں دوں گا۔ تو یہ تکلیف تھی جو مایا نے چھپائی مجھ سے۔"

وہ جھک کر بہت خود کو رد کرتا رہا لیکن اسکا دل نہ بہلا تو داریہ کی دونوں آنکھیں باری باری پیار سے چوم لیں جنکو درد سہنے کی بہت بری عادت تھی پر اب وہ ان آنکھوں کو صرف سکون دینا چاہتا تھا۔

جانے کیسا سکون تھا کہ وہ بے خبری میں بھی شانت ہو گئی، وہ کتنی دیر اسکے پاس اسکا ہاتھ پکڑے بیٹھا رہا، ہاتھ کی شفاف سفید جلد چومتا رہا۔

آدھا گھنٹہ گزرا تو داریہ کے بے حال حواس دھیرے سے بیدار ہوئے، داران نے فوراً سے اسکا ہاتھ چھوڑا جبکہ قریب سے اٹھ کر زرافا صلی پر جا بیٹھا۔

داریہ نے اپنا سر پکڑے آنکھیں کھولیں مگر ماہیر شاہ کو دیکھ کر غصے سے اٹھ بیٹھی۔

"تم ک۔۔ کیوں بیٹھے ہو یہاں۔۔۔ کیا ہوا تھا مجھے۔۔۔"

داریہ یوں بیہو کر رہی تھی جیسے اسے کچھ نہیں پتا بس اتنا یاد تھا آخری لمحے وہ اپنی من پسند خوشبو محسوس کر کے کسی اور دنیا میں چلی گئی تھی۔

"کچھ نہیں تم میرے قریب آنے پر بے ہوش ہی ہو گئی، مطلب فلموں میں اتنے بولڈ سینز کیسے کرتی ہو تم یہ بتاؤ، ریل لائف میں تمہاری بتی ہی گل ہو گئی"

وہ دلی تسکین کے سنگ داریہ کو ویسا ہی تنگ کر گیا جبکہ داریہ کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ لا عملی اور پینک اٹیک کے بیچ کیا قہر ڈھا بیٹھی ہے، انگڑائی اٹیک کے بیچ اکثر و بیشتر اسے کہے سنے جملے بھول جاتے تھے، یا یہ کہنا زیادہ بہتر تھا کہ دماغ سے معینہ مدت تک غائب ہو جاتے تھے، کبھی بھی جلدی بھی یاد آ جاتے اور کئی باتیں تو اسے آج بھی ٹھیک سے یاد نہ تھیں، جیسے آٹھ ماہ پہلے یہ کہ وہ شخص اس کے پاس سے فوراً نہیں گیا تھا بلکہ کتنی دیر تک اس کے سر ہانے بیٹھ کر اس کے تکلیف سے سکون میں جانے کا منتظر رہا تھا۔

"میں بولڈ موویز کرتی ضرور ہوں لیکن ان سینز میں میری جگہ میری باڈی پارٹنر ماڈل ہوتی ہے، اتنی بھی گری پڑی نہیں ہوں کہ اپنے مسلمان ہونے کی توہین ہی کر دوں، ہاں یہ پروفیشن میری مجبوری ہے لیکن اسے میں نے کبھی خوشی نہیں بننے دیا۔ اور میری فلم جینز ایکشن اور فینٹسی ہے، پتا نہیں کیا کیا سوچتے ہو تم میرے بارے میں"

فورا سے صفائی دیتی وہ درحقیقت داران کی نظروں میں مشکوک ہونے سے خوفزدہ تھی جبکہ وہ اسے اس سے زیادہ جانتا تھا بس یہ کھوج لگانے کی کوشش میں تھا کہ واقعی اسے سب کہا بھول گیا ہے یا نہیں۔
"اوہ! تمہاری کوئی مووی دیکھی نہیں۔ تبھی تمہیں مجھے دیکھ کر اٹیک آگیا۔ چیچ چیچ چلو عادت ڈال دوں گا"

بے نیازی سے کندھے اچکاتا ہوا وہ بیچ کی بعث ختم کیے جانے کو اٹھا تو داریہ چکراتے سر سمیٹ میٹرس سے اٹھ کر بیڈ سے اترے اٹھی اور اسکو روکا۔

"ویٹ ایکسٹر اسمارٹ مین! یہ عادت سے کیا مراد تھی۔ دوبارہ اگر تم میرے قریب آئے تو اچھا نہیں ہوگا۔ سمجھتے کیوں نہیں ہو بونگے کہ میں کسی اور کی ہوں، پوری کی پوری۔ میں مانتی ہوں تم بہت ہنڈسم اور ہاٹ ہو لیکن اسکا یہ مطلب نہیں ہے تم ہر کسی کو بہکا سکتے ہو۔ ایسے ہی میں تم مسکین پر ترس کھا بیٹھی تو پچھتاتی رہ جاؤں گی۔۔۔ سمجھے۔ وی۔۔۔ یسے تو میں بہت سخت لڑکی ہوں لیکن انسان تو ہوں ناں۔۔۔ اور انسان کا دل پگھل بھی سکتا ہے۔۔۔۔۔ ت۔۔۔ تم پلیز فاصلہ اختیار کیا کرو۔۔۔ گڈ نائٹ"

بے ربط جملے کہتی وہ خود کو صفائیاں دے رہی تھی کیونکہ داران تو جانتا تھا اسے اصل محبت تو مسیحا سے ہے لیکن وہ بڑی گہری نظریں رکھتی ہے، داران سے محسوس ہوتی الفت اور محبت نامی اپنائیت کو جھٹلانہ پارہی ہے، پھر بیچ کی نکاح کی کشش تو ویسے ہی ملکیت کے خمار طاری کر کے دماغ خراب کر دیتی ہے۔

"اوکے، ٹھیک ہے کام کی بات سنو، کل ہی بات کرو ماموں اور ایاد سے۔ سمجھ گئی۔ گڈ نائٹ"

خود بھی نہیں چاہتا تھا بے وقت بہکے تبھی نیا فریضہ سوچتے موصوف کمرے سے جانے لگا، داریہ نے سکون کا سانس بھرا لیکن اپنی ہی عجیب بھنگی کیفیت پر رونے کا دل چاہا تو پھر سے اسے روک گئی۔

"سنو!"

داران رکا اور پھر پلٹا۔

"میری ایک شرط ہے، مجھے وہ وڈیو دیکھنی ہے جو تمہارے پاس ہے"

وہ اسکے قریب آکر رکنے پر فوری سر نہ ہلا سکا، داریہ ذہین تھی اور ابھی وہ اسکا اپنے بارے مشکوک ہونا افورڈ نہیں کر سکتا تھا۔

"ہاں دیکھا دوں گا اگر دل چاہا تو"

خفیف سا چھیڑا گیا لیکن داریہ کی آنکھیں درد و نیند سے بو جھل تھیں تو وہ لڑنے کی ہمت نہیں رکھتی تھی۔

"اللہ کرے اس منٹل کا دل مان جائے، جاو اب کیا لوری سنانے رکے ہو"

کوفت سے پلٹ کر جیسے وہ میٹرس پر بھالو کی طرح گری، داران چاہ کر بھی مسکراہٹ کو خوبصورت
ہونٹوں پر چلے آنے سے روک نہ سکا لیکن داریہ کی اگلی ہی بڑبڑاہٹ پر فوری سنجیدہ ہوا۔
"بد تمیز"

با آواز بلند جتا کر موصوف کمرے سے نکلے جبکہ داریہ بھی نشیوں کی طرح وہیں نیند میں گم ہو گئی۔
ایاد والے معاملے کو لے کر داران مطمئن تھا تبھی اپنے روم میں جانے سے پہلے ایک نظر ماول کو
دیکھنے آیا، وہ اجلی سی روشنی میں میٹرس پر کروٹ کیے لیٹی تھی، اندھیرے کے ڈر کی وجہ سے وہ اپنے
کمرے کو بہت روشن رکھ کر سوتی تھی، اور ماول ہی کی وجہ سے شاہ حویلی میں رات کے سہ بھی بالکل
اندھیرا نہ کیا جاتا تھا، وہ سو رہی ہے تبھی داران اندر نہ آیا اور وہیں سے واپس گیا لیکن ماول شاہ کی بازو
ضرور لحاف سے باہر لٹک رہی تھی اور ناصر ف لٹک رہی تھی بلکہ اسکی کلائی سے لہو کے قطرے بھی
ٹپک کر چمکتے فرش آلودہ کر چکے تھے۔

.._____..

پچھلے بیس منٹس سے حمین کمرے میں اضطراب کے سنگ ٹھلنے کے ساتھ اپنے غصے کو ختم کرنے کی
کوشش میں تھا مگر ایاد کی حرکت بھلائی مشکل ہو رہی تھی۔

سوئی مایا کی طرف سرسری نظر ڈالے اس سے پہلے حمین گھٹن سی محسوس ہونے پر کمرے سے نکلتا، مایا
کی چیخ پر پلٹا، لپک کر بیڈ کے دائیں جانب لیٹی مایا کے پاس بیٹھتے اسکا کانپتا ہاتھ تھاما ہی کہ وہ جو کسی برے

خواب سے ڈر رہی تھی نہ صرف گھبرا کر اٹھی بلکہ حمین کے گرد مضبوطی سے بازو باندھے اسکے وجود میں سمٹ گئی، حمین کو اپنی پریشانی مایا کے کانپتے وجود کے آگے بھول ہی گئی۔
وہ بری طرح آنسو بہاتی حمین میں سمٹتی گئی۔

حمین سے کچھ بولا نہ گیا لیکن مایا کی بے جان پڑتی ٹھہری ہوئی دھڑکنیں اس شخص کے قوی حصار میں دھیرے دھیرے استوار ہونے لگیں۔

دونوں کے پاس بولنے کو کچھ نہ تھا، لیکن وہ بے زبان لمحے بھی ایک دوسرے کا سکون بن رہے تھے، کہہ رہے تھے کہ میں ہوں نا اب تمہارے پاس مایا۔
مت ڈرو۔

"ڈر گئی ہیں، برا خواب دیکھا ہے۔ پر سکون ہو جائیں"

مایا کے ہاتھوں کی پکڑ سے لگ رہا تھا وہ اسکے گلے لگ کر اپنے خوف سے گھٹ جاتی اگر وہ اسے میسر نہ آتا، اسے یوں گلے لگائے لگا کر یہ ڈھارس نہ دیتا کہ وہ اسکے پاس اسکی ذات کے اندھیروں میں روشنی بن کر ہمقدم رہے گا، اسکے ملائم معتر بالوں پر ہاتھ پھیرے نرمیوں میں گھلے لہجے میں پوچھا۔

"بس! میں ہوں آپکے پاس، میرے ہوتے ہوئے مت ڈریں۔"

وہ جب کچھ سنبھلی تو حمین نے اسے بکھیرے بال سمیٹتے ہوئے اپنا چہرہ پیچھے کرتے ان تر آنکھوں کو دیکھا اور پیار سے مایا کے رخساروں پر ریختی نمی ہاتھوں کی پوروں سے سمیٹی، مایا کی آنکھوں کا رہا سہا ڈر ہٹانے وہ اسکی عرق آلود جبین چومتے ڈر کا خاتمہ کرتا رو برو ہوا۔

"ٹھیک ہیں"

وہ کچھ بولتی تبھی حمین کی دھڑکنیں استوار ہو سکتی تھیں، آج یوں حمین کے گلے لگ کر وہ خوش بھی تھی اور دکھی بھی، ایسی محفوظ پناہیں تو ایک عورت کا خواب ہوتی ہیں۔ مایا اس حقیقت بنے شخص پر اس لمحہ اپنی ہر سانس فدا کر سکتی تھی۔

"جی"

کانپتی آواز پر قابو پائے حمین کی پریشان آنکھیں دیکھتے بولی اور پھر سے اس کے گلے لگی جو اس بار جاذب مسکرایا، جتنا غصہ اسے ایاد پر تھا یہ دوشیزہ یوں دھڑکنوں کے قرین آکر فراموش کر گئیں۔

"آپ کہاں چلے گئے تھے حمین، کیا کچھ ہوا تھا۔"

اسے حمین کے جانے کا منظر یاد آیا تو جلدی سے دور ہوئی، حمین کے دائیں رخسار سے اپنی ہتھیلی جوڑے پوچھنے لگی۔

اسکی گال سے جڑی ہتھیلی کو اپنے ہاتھ میں لیے عقیدت سے چومتے وہ جن مسکراتی نگاہوں سے مایا کو دیکھ رہا تھا وہ کسی بھی صنف نازک کو پاگل کر سکتی تھیں۔

"صبح بتاؤں گا، بلکہ صبح مل کر یاد کی پھینٹی لگائیں گے۔ آپ نے ڈنر کیا تھا؟"

مایا کو اتنا پتا چل گیا کہ یاد نے کچھ کیا تبھی مسکرائی لیکن آخری بات پر سر نفی میں ہلا کر نظر جھکا گئی۔
"میں کمرے میں لے آتا ہوں، خالی پیٹ سونا اچھی بات نہیں ہوتی۔ میں یاد پر بہت غصہ تھا تبھی چلا گیا"

اسکے پہلو سے وہ اٹھنے لگا پر مایا اس وقت ڈری ہوئی تھی تبھی بچوں کی طرح حمین کی شرٹ آستین سے پکڑے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"مجھے بھوک نہیں ہے، میرے پاس رہیں"

وہ اسکے سینے سے چہرہ لگاتی اسکے وجود میں چھپ سی گئی جبکہ حمین چوہان ایسے نازک گل بدن اور اسکی حرارت خیز قربت کو کیسے رد کرتا۔

"آخری سانس تک اب آپکے پاس ہی ہوں، چلیں پھر آجائیں سوتے ہیں۔ کافی رات ہو گئی۔"
خود سے لگائے ہی وہ نرم ہٹوں کی حدیں نچھاور کرتا اسے بٹھائے جب خود بھی پاس بیٹھا تو مایا کے ڈرے چہرے پر بہار آئی۔

دونوں ہی بلیک میں اور سحر خیز لگ رہے تھے اور دونوں کی آنکھیں تو ویسے ہی جادوئی شہر کا مے خانہ تھیں، مست و مسرور اور پر کیف۔

حمین کے تکیے درست کر کے کمفر ٹیبل ہوتے ہی وہ بھی ساتھ ہی بیٹھتی اسے دیکھنے لگی جو اسے اپنی طرف آنے کا کہنے پر ہچکچا رہا تھا لیکن مایا کی آنکھوں میں حمین کے سینے لگ کر رات بیتانے کی خواہش زوروں پر تھی۔

"میرے پاس آنا ہے؟"

وہ مایا کی نگاہوں کو تکتا سرگوشی میں بولا تو وہ بوکھلائی، لیکن پھر بچوں کی طرح سر ہلا گئی۔

"تو اتنا سوچ کیوں رہی ہیں، آئیں یہاں۔ آپکا سکون دوں آپکو"

اس پیار سے وہ اسے اپنے قریب بلا رہا تھا کہ مایا کی آنکھیں بھر آئیں جنکو چھپانے کو وہ فوری اسکی پھیلی بازو میں سمٹی اسکے مہکے مضبوط سینے میں جا بسی۔

آنکھ سے آنسو ٹوٹ کر حمین کے سینے میں گم ہو گیا۔

حمین نے ہاتھ کی انگلیوں کو پیار سے مایا کے بالوں میں پھیرا تو وہ اس سکون پر حیران رہ گئی۔

دل چاہا چہرہ اٹھا کر حمین کو دیکھے، کہ اس شخص کا مخض دیدار ہی دل کے خلیوں تک لہو کی گردش بڑھا رہا تھا۔

"سکون میں ہیں ناں،"

وہ بول کر مزید مایا کو اپنا دیوانہ کرتا تھا، اسکا کہا ہر لفظ مایا کو قابل محبت لگ رہا تھا۔

"بہت۔۔۔ اور آپ"

وہ فوری سراٹھا بیٹھی، خود غرض تو نہیں تھی کہ بس اپنا سکون ہی چاہتی۔

جبکہ اسکے سوال نے حمین کے خوبصورت بھرے بھرے ہونٹوں پر رقص کرتی مسکراہٹ سجائی، وہ بلاشبہ بہت اڑکیٹو تھا، اسکی گہری گھنی سیاہ بیرڈ اور مونچھ اس پر انتہا کی سجتی، چہرے کی ہر سلوٹ ڈھانپے ہوئے تھی، وہ گہری سیاہ آنکھیں رکھتا تھا جن میں اک سمندر جیسا سکوت تھا، پر طوفان بھی تھا۔

"میرے سکون کا تو پوچھیں ہی مت، آپ اس سینے سے لگتی رہیں گی تو مجھے بھی یاد رہے گا کہ اک دل حمین چوہان کے سینے میں بھی دھڑکتا ہے۔ آپ کے آنے کے بعد اسکی رفتار بڑھ گئی ہے، یہ بہت خوش ہے"

وہ امرت جیسے لفظ مایا کے انگ انگ میں شیرنی گھول رہے تھے، وہ کچھ لوٹانہ پانے پر پریشان ہوتی اس سے پہلے پہلو بدلتی، حمین نے اسکی بے داغ گرم گال جس انداز سے چومی، مایا چہرہ دور کرنا اور آنکھیں ہٹانا بھول گئی۔

"روئیں تو مت، ان ہونٹوں کی قسمت بڑی دیر سے جاگی ہے۔ یہ مٹھاس کو ترس چکے ہیں، جبکہ آپ شیرینی کا جہاں ہیں، آپکا میرے پاس ہونا ہی مٹھاس بن گیا ہے"

وہ سچ میں رو دیتی اگر وہ اسے بازو گرد حصار کر اپنے سینے میں بھینچ نہ لیتا، وہ اس میں چھپ گئی پر جانتا تھا رورہی ہے۔

"ا۔۔ اتناسب مت کریں، یہ میری توقع سے بہت زیادہ ہے۔ اچھے صدمات بھی جان لے لیتے ہیں، مجھ پر ابھی اپنی موجودگی کا سکون ہی طاری رہنے دیں، مزید سحر مت پھونکیں نا۔۔۔۔۔ میرا دامن تنگ پڑ جائے گا"

وہ سینے میں چہرہ چھپاتی ہچکیوں کی زد میں بولی جبکہ حمین مسکراتا چلا گیا ہاں اس مسکراہٹ میں خزن تھا۔
"جیسا آپ کہیں فریگرٹ لیڈی، چلیں سو جائیں۔"

اس حصار میں تو وہ مدتوں نیند لے سکتی تھی، آنسو حمین کی شرٹ سے ہی صاف کیے دانستہ چہرہ اٹھاتا تو وہ اسکی حرکت پر جب مسکرایا تو مایا کے لب بھی کھلے۔

"کوئی نہیں میری شرٹ کو اپنا ہی پر نسل ٹشو سمجھیں، نوپرا بلم"

وہ شرارت بھی ایسی حسین کر گیا کہ مایا کی آنکھیں اس سکون و خمار سے خود بو جھل ہو گئیں۔

اور دونوں ہی آنکھیں موندے ایک دوسرے کے بے حد قریب انتہا کے سچ رہے کہ رات کی مبہم چپ نے ان دو کسی اور ہی ستاروں کے جہاں کے ان روشن وجودوں کا صدقہ اتارا۔

.._____..

شاہ حویلی کی بلند و بالا عمارت کے چاروں طرف پھیلی ہریالی، صبح صادق کے لمحے کچھ زیادہ بھلی لگ رہی تھی، وادی سون سکیسر میں بارشوں کا نہ ختم ہوتا سلسلہ شروع ہونے کی پیش گوئی کی جا رہی تھی،

آسمان پر بادلوں نے گہرے اور بھدے مرغولوں کو پرنٹ کی صورت ترتیب دیا اور گاہے بگاہے چلتی تیز ہوائیں وادی کے ہر چپے چپے میں تازگی کا سحر بکھیر رہی تھی۔

ساری رات داران سے سویانہ جاسکا، وجہ ناجانے کیا تھی لیکن وہ مسجد روانگی سے پہلے اچانک سوچتا مول کے کمرے میں آیا، سوچا اسے نماز کے لیے جگا بھی دے گا۔

کمرے کا دروازہ کھولتے پہلے جھانکا پھر خود بھی داخل ہوا، تب حیرت و فکر کا جھٹکا لگا جب مول کو رات والی پوزیشن سے انچ بھی ہلانہ پایا، سرعت سے فاصلہ کاٹتے قریب پہنچا تو سفید چمکتے فرش پر بکھرے خون کو دیکھ کر داران کا چہرہ سپید پڑا۔

آگے بڑھ کر مول کو سیدھا کیا جسکا پورا جسم سرد پڑ گیا تھا، ڈرتے ڈرتے اسکی زخمی کلائی سے نظر بچاتے اسکی گردن کی مخصوص رگ دبائی تو دل سے جڑے رابطے کی بہت مدھم امید پاتے وہ اسکی پیشانی چومتا اٹھ کر باہر لپکا۔

داران کے چلانے پر حویلی کے بے خبر و سوئے افراد خوف سے جاگے، خانو اکبر کو علم نہ تھا پھر بھی داران کے حکم پر فوراً گاڑی تیار کی اور جب افراد خانہ نے داران کی بازوؤں میں بے جان مول کو دیکھا تو سبکے پیروں سے زمین سر کی تھی۔

اس وقت رونے چینختے یا افسوس کرنے کا نہ وقت تھا نہ مہلت۔

ماول کو ایمر جنسی ہو سٹل پہنچائے خود وہ انگاروں پر جلتا ہوا آئی سی یو روم کے باہر نڈھال کھڑا تھا، اعصاب پر ان کہی تکلیف کا دباؤ تھا تو گرنیش بلو آنکھیں ماتمی رنگ میں نہائی تھیں۔
کچھ ہی فاصلے پر آبدیدہ آنکھوں والے خانو اکبر ہر سانس کے ساتھ حویلی کی لاڈلی کی سلامتی کی دعائیں مانگ رہے تھے۔

کوریدور میں رونے کر لانے کی آواز گونجی اور تبریز عزیزے جان کو سنبھالتے دوڑتے وہیں پہنچے۔
دار یہ نے بہت جانے کا کہا لیکن عزیزے نے اسے وارن کیا تو وہ اصرار نہ کرتی حویلی میں رک گئی۔
"ک۔۔ کیسے کر سکتی ہے میری بچی، داران و

۔ وہ ٹھیک ہے ناں بچے۔ میرا دل بند ہو جائے گا"

عزیزے جان کی سسکیاں داران کو دماغ میں ہتھوڑے سے برستی محسوس ہو رہی تھیں۔
"وہ موت کے کنارے کھڑی ہے، ساری غلطی میری ہے، لا پرواہی برتی۔ اسے بے بس ہوتا دیکھتا رہا،
اسکی جلن میں کمی کو کوششیں کی پر دیر ہو گئی"

داران کی بہکی بہکی باتیں اور پھیکا مجرمانہ لہجہ تبریز اور عزیزے کی جان پر مزید بنا۔
"کیا کہہ رہے ہیں ماہیر، ہوش میں آئیں۔ وہ ٹھیک تھیں پھر۔۔۔ ایسا کیوں کیا"
اس بار تبریز بولے، آواز بکھر کر رہ گئی، لہجہ آنسوؤں کی آمیزش میں بھیگ گیا۔

"دعا کریں، آپکی دعائیں پر اثر ہیں ناں بابا سرکار تو آج آپکی زرشہ کی امانت کو شدت سے درکار ہیں۔ مجھ سے کچھ مت پوچھیں اس وقت پلیز"

وہ جانے کتنے ضبط سے بولا تھا کہ تنریز کو لگا جان اسکی بھی جارہی ہے، وہ آزر دگی سے اسکی گال تھکتے روتیں تڑپ کر آہیں بھرتی ماں کو تھامے کر سیوں کی جانب بڑھ گئے جبکہ داران کے دل میں اس لمحہ آگ لگی تھی۔

"تو وہ پرینک تم نے ماول کو مارنے کے لیے کیا تھا ایاد خان! میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اگر ماول کو کچھ بھی ہوا، میں نہیں بخشوں گا تمہیں"

رہ رہ کر خود پر غصہ آیا کہ کاش وہ رات ماول کا ماتھا چومنے قریب چلا جاتا، پوچھ لیتا اس سے کہ وہ ٹھیک ہے لیکن نہیں، اپنے سکون کی خاطر وہ ایک بار پھر خسارہ کما بیٹھا۔

وہیں دار یہ کونہ بیٹھے سکون تھا نہ ٹہلتے، ایاد لالہ کو بھی وہ نہیں بتا رہی تھی، لیکن دل تو ماول پر اٹکا تھا اور داران کی وہ تکلیف بھولے بھول نہ پارہی تھی۔

"یا اللہ پلیز ماول کو زندگی عطا کر، اسکے اس پاگل پن کی وجہ آپ نہ ہوں لالہ۔۔۔ اوف۔۔۔"

مسلسل جب آرام نہ ملا تو وہ حویلی سے نکلے ہرے بھگے لان میں چلی آئی، فون سامنے کرتے ایاد کا نمبر ملا ہی لیا جو اٹھ تو چکا تھا پر بستر چھوڑنے کی ہمت نہ ہو رہی تھی، حمین نے اسے آج فجر کے لیے بھی نہ جگایا اور اکیلا ہی مسجد نکل گیا۔

داریہ کی کال تھی تبھی ایاد گھبراہٹ کے مارے اٹھ بیٹھا، فوراً سے کال ریسو کی۔

"سب ٹھیک ہے داریہ؟"

اتنی صبح داریہ کی کال ایاد کو جنبھوڑ گئی۔

"نہیں، لالہ ماول نے اپنے ہاتھ کی نس کاٹ لی۔ وہ پوری ٹھنڈی پڑ گئی تھی، ایسے جیسے اسکے جسم سے سارا خون نچڑ گیا ہو۔ اسے ہو اسپتال لے کر گئے ہیں، ل۔ لیکن میرا دل بہت ڈر رہا ہے۔ اسے کچھ ہونہ جائے۔ بہت خون بہا اسکا"

داریہ کے ڈرے غم گیر جملوں نے ایاد خان کے دھڑکتے دل سے دھڑکن کی اہلیت ہی چھین لی، اسے لگا سچ میں وہ پتھر کا ہو گیا۔

"لالہ آپ نے تو کچھ نہیں کہا اسے؟ داران نے کہا تھا اسے لگتا ہے ماول آپکو چاہتی ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں سٹیٹس دیکھ کر۔۔۔"

داریہ کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ کال کاٹ گیا، مزید اک لفظ بھی سنتا تو دماغ کی رگ پھٹ جاتی۔

بیڈ سے لڑکھڑا کر اٹھتے ہوئے ایاد نے دونوں ہاتھوں میں اپنے سر کے بال لیے۔

"م۔۔ میں اتنا کیسے گر گیا؟ کہ اس معصوم کو اپنی جان ل۔۔۔ لینی پڑی۔ نہیں، ایسا لگتا ہے اسے کچھ ہوا تو میری دنیا اندھیر ہو جائے گی۔۔۔ نہیں ایسا نہیں ہو گا کچھ بھی، وہ ایسا نہیں کر سکتی۔ وہ چپ چاپ سب ختم نہیں کر سکتی۔۔۔۔ مجھے اسکے پاس جانا ہو گا"

کبھی نم ہونے والی پتھر آنکھیں آج اس گہرے صدمے پر پھٹ کر بہتے آتش فشان کا روپ دھار رہی تھیں، اسکا بس نہ چلا وہ اڑ کر ماول تک پہنچتا۔

راہ میں آتی ہر چیز کو ٹھوکر مارتے چنچل کرنے بڑھا، اسکے چہرے پر ایسا خزن تھا جو دھاڑیں مار مار کر کئی دن تک رونے والوں کے چہروں پر چلا آتا ہے۔

"ماول کو کچھ نہیں ہو گا، ابھی تو میں نے اسے بہت تنگ کرنا ہے۔۔۔۔۔"

وہ بڑبڑاتا ہوا کمرے سے نکلا تو کچن میں ناشتہ بناتی مایا باہر آئی لیکن ایاد کو نک سک تیار گھر سے نکلتا دیکھ کر حیرانگی سے پیچھے لپکی۔

"ایاد سنیں! کہاں جا رہے ہیں"

مایا پکارتی رہی پر اس شخص کی جان پر بنی تھی تو کیسے ماول کی آواز کے سوا کچھ سن پاتا۔
مایا بھی فکر سے دروازہ بند کرتی واپس اندر بڑھ گئی۔

ایاد نے گاڑی پارکنگ سے نکالی اور داریہ سے ہو سپٹل کا پوچھا، چونکہ داریہ نے ہو سپٹل کا نام تبریز شاہ کے منہ سے انکے جاتے سن لیا تھا تبھی لالہ کو میج میں بھیجا بھی اور یہ بھی کہا کہ وہ اسے جا کر سچویشن بتائے۔

کیونکہ داران، داریہ کی کال پک نہیں کر رہا تھا۔

"مجھے دگنا جلا لینا۔۔ لیکن اس دنیا میں اکیلا مت کرنا، میں کہاں سے لاؤں گا تم جیسی دوسری۔ م۔۔ میں تمہارے پیر پکڑ لوں گا، تم مجھے کہہ دیتی ناں۔۔۔ میں مان جاتا۔ میری یہ ضد تمہیں کھا گئی نہ تو مجھے میری اک اک سانس تا عمر نوچتی رہے گی۔۔ پلیز ماول مت جانا مجھ سے دور۔ میں تمہیں دوبارہ نہیں جلاؤں گا، تمہارے حصے کی ہر جلن خود پر روک لوں گا۔۔ وعدہ کرتا ہوں پلیز مجھے اس پچھتاوے سے بچالو"

ڈرائیونگ کرتے اس شخص کا سانس اکھڑ رہا تھا، کیا ستم تھا کہ اس لڑکی پر آئی تکلیف نے اس پر یہ انکشاف کیا کہ وہ تو ماول کے بنا مر جائے گا۔

یہ دو گھنٹے کا سفر اسکی زندگی کا سب سے تاریک، غمزہ اور بھیانک سفر تھا۔

.._____..

رات اسکی سڑکوں کی خاک چھانتے بیت گئی، لیکن اس صبح کے دامن میں عاقب موہان کے لیے صرف سوگ تھا۔

گاڑی اس نے جس جگہ کھڑی کی کہا جاتا تھا وہ بنجر سڑک ہے، کوئی آتا جاتا نہ تھا، کیونکہ وہ راستہ نہ تو متوازن تھا نہ کسی کو منزل پر پہنچانے میں مددگار، یعنی بانجھ بلکل عاقب موہان کی زندگی کی طرح۔ جس نے بچپن سے جوانی تک نا کردہ گناہوں کی سزا جھیلی تھی۔

گاڑی سے پشت ٹیکے کھڑا وہ تاحد نگاہ دھیرے سے آسمان کی وسعتوں کی جانب سرکتے ٹھنڈے سورج کو دیکھ رہا تھا، جس نے ابھی اپنے جس کو موسم کے سپرد نہ کیا تھا۔

وہ ٹوٹ گیا تھا، اسکے دماغ میں برپا شور اسکی شریانوں تک اذیت پہنچا رہا تھا، اسکی تکلیف وہ فیصلہ تھا۔ اسکی تکلیف تھا اس لڑکی کے سامنے ہار جانا۔

جسے شکست دینے کا ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کیا تھا۔ خود سے اعتراف کرنے کی راہ میں اپنی ہی موت حائل تھی۔

"یہ اعتراف کہ اسکو انیب جہانگیر سے ہی محبت ہے" ارے محبت نہیں عشق تھا۔

"تم نے مجھے ہرایا ہے، ایک ہی لمحے میں میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ تمہاری سزا یہی ہے کہ میں تمہیں ہر لمحہ سانسوں کے قریب رکھ کر بھی خود سے محروم رکھوں گا"

دل کے اندر برپا قیامت کر لائی۔

وہ برا نہیں تھا، اسے اس بے درد شخص نے برا بنایا تھا، جو اسکی ماں کو کھا گیا۔

سبرینہ چغتائی، نومولود سورج کی پہلی کرن جیسی خوبصورت اور شفاف حسینہ، سونے کی چمچ منہ میں کر پیدا ہونے والی ضدی اور پگلی، بابا کے دوست کے بیٹے پر مر گئی۔

اور وہ شاید پیدا ہی کاروبار کرنے ہوا تھا، چاہے جسم کا، چاہے دل کا ہو یا چاہے کسی معصوم جان کا۔ جاسم موہان، چمکتا ستارہ، بزنس اور کیمکل انڈسٹری کی دنیا کا بے تاج بادشاہ۔

شاید اسکی بھی کوئی دنیا ہوتی لیکن گلے پڑ گئی پگلی خواب و چاہ زادی سبرینہ۔

وہ جاسم موہان کو بے پناہ چاہنے لگی، چند فیملی گیٹ ٹو گیدرز، چند دیدار کی گھڑیاں اور سبرینہ اس مغرور اور بے درد پر لٹ گئی۔

لیکن جاسم موہان کسی ایک لڑکی پر شکر کرنے والا انسان نہیں تھا، اسے نئے نئے گرماتے وجود کی طلب تھی، اسکی نفسیاتی خواہشات جوانی کے عروج پر بے حد وسیع تھیں، ہر حربہ آزمایا کہ کسی طرح سبرینہ سے جان چھوٹے، اوپر سے دونوں فیملیز راضی، دباؤ۔ کیونکہ جاسم موہان کو بزنس میں خسارہ ہوا تو مدد ماریہ صاحبہ کے شوہر قمر چغتائی نے کر کے ویسے ہی موہان خاندان کو اپنے احسان تلے دبا دیا۔

سبرینہ کو تو جاسم موہان کے سوا کچھ دیکھائی دینا ہی بند ہو گیا تھا، اور پھر جاسم موہان اپنے معیار سے گر گیا، ایک آخری کوشش کی کہ وہ عزت دار گھرانے کی لاڈلی پیچھے ہٹے، بنا شادی کے سبرینہ کو تعلق بنانے پر مجبور کیا کہ یہی اسکی محبت کا امتحان ہے، فیصلے کا اختیار بھی چھوڑا لیکن خود ہی سبرینہ جیسی نوخیز کلی کے آگے بہک گیا۔

وہ بوس و کنار اور بھول کی کثافت سے اُٹی رات راز بن کر دھول کی طرح اڑا بھی دی جاتی لیکن سبرینہ کے امید سے ہو جانے کی خبر پر جاسم موہان کو اسکے نہ سہی اپنے خاندان کے وقار کو بچانا پڑا اور زبردستی سبرینہ سے شادی کر بیٹھا، اس شادی کے لیے اس نے شاید کچھ ایسا کھویا تھا جو اسے جانور بننے پر اکسا گیا۔۔

لیکن پہلی رات ہی اسے یہ پتا چلا کہ سبرینہ نے امید سے ہونے کا جھوٹ بولا ہے، صرف جاسم کو اسکے ساتھ کی گئی زیادتی کی سزا دینے کے لیے، بس وہ دن تھا سبرینہ نے سانس سانس اس جانور بن جاتے جاسم موہان کی دی سزائیں سہیں، پھر اہواض دی مرد، بے قابو درندے جیسا ہو جاتا ہے۔

عاقب تو شادی کے ڈیڑھ سال بعد جا کر پیدا ہوا وہ بھی شاید جاسم کے بہک جانے والی ہی کوئی شب تھی جو سبرینہ کو سزا ہی لگی، آنکھ کھولتے ہی عاقب نے زخمی ماں دیکھی اور چینختا چلا تا باپ۔

بچہ تھا، سمجھتا ہی رہ گیا کہ آخر وہ جھگڑتے کیوں ہیں، ماں روتی تو ماں کا بیٹا بن جاتا، باپ افسوس سے اپنے کیے پر پچھتا تا تو وہ باپ کی ہمت بن جاتا، باپ کونت نئی لڑکیوں کے ساتھ دیکھتا لیکن اعتراض کرنے کی جرت کی اجازت نہ ملتی، باپ ان لڑکیوں کے جسموں کے ساتھ کھیلتا اور ماں عاقب کے ساتھ آنسو بہاتی، نفرت کی چادر اوڑھ کر اپنی محبت پر ہر روز مٹی ڈالتی۔

لیکن پھر ایک دن سبرینہ اپنی محبت کی قبر میں اتر گئی، عاقب تو سو رہا تھا اور جاسم موہان نے اس رات سبرینہ سے معافی مانگی تھی، کیونکہ ان کئی سالوں کے ساتھ کے بعد اس شخص کو سبرینہ سے سچ میں

محبت ہو گئی (ایسے گناہ گاروں کو اللہ ایسی ہی سزائیں دیتا ہے پھر)، لیکن سبرینہ کے پاس نفرت بھی نہیں بچی تھی بس لاغر سا وجود جسے اس پاگل شخص نے اس روز اتنا روند ا کے سبرینہ نے آخری ہچکی بھی اسی شخص کے نوچ کر خود کو تسکین پہنچاتے ہاتھوں میں لی۔

عاقب کو تو ماں کی بس لاش ملی، اور وہ اس دن سمجھا مرنا کتنا خوفناک ہے۔

جاسم نے سبرینہ کو دفنایا اور اسی دن عاقب کو لے کر ملک سے چلا گیا، ننھیال سے ملنے نہ دیا، بہت جنگ لڑی ماریہ نے اپنی سبرینہ کی آخری نشانی واپس لینے کو، جب وہ بیس سال کا جوان بن گیا لیکن تب تک باپ کے نقش قدم، اسکی خصلت، اسکی عادات کا شکار ہو گیا۔

ماریہ نے قانونی طور پر اپنے نواسے کو واپس تو لے لیا لیکن اس بچے کی اندر کی ٹوٹ پھوٹ پر پہلی ملاقات میں پھوٹ پھوٹ کر روئیں جو نہ ہنستا تھا نہ رو سکتا تھا۔ جاسم نے مڑ کر کوئی خبر نہ لی، تب تبریز کے والد، حمین کے والد، اور جہانگیر کے بابا بزنس پارٹنر تھے اور چوتھا پارٹنر جاسم موہان تھا لیکن وہ عرصہ دراز سے ملک بدر رہا، اور پھر ایک دن اچانک خبر آئی کہ جاسم موہان نے اپنا سارا بزنس عاقب کے سپرد کر دیا، اسی وجہ سے عاقب، شاہ انڈسٹری کا پارٹنر بن گیا۔

جاسم شاید مرچکا تھا کیونکہ عاقب کو اس شخص کی سب سچائیاں معلوم ہو گئی تھیں، اس کے نزدیک تو مر ہی گیا، اس کے سوا کہ اسکی ماں کو بھی اسکے باپ نے مارا۔

یہ حقیقتیں ماریہ جانتی تھیں پر آج تک عاقب کو یہ سچ پتا لگنے نہ دیا کیونکہ جانتی تھیں وہ جتنا حساس ہے یہ سنتے ہی مر جائے گا۔

اور آج وہ پھر مر رہا تھا، اپنے اندر کی جنگ سے لیکن ماریہ کے پاس ہاتھ ملنے کے سوا کچھ باقی نہ تھا۔

.._____..

مسلسل سولی پر لٹکے افراد کو قرار دینے ڈاکٹر مصطفیٰ آئی سی یوروم سے باہر نکلے، اک نگاہ الگ الگ نوعیت کی تکلیف میں ڈوبیں عزت زے، تبریز اور خانو اکبر پر ڈالی لیکن جب اپنے پاس آکر رکتے وادی کے امان پروردہ کو دیکھا تو انکی آنکھوں میں اس صبر و ہمت کے پیکر کو دیکھ کر دکھ سمٹ آیا۔

"کیسی ہے ماول؟"

وہ انکی نظروں سے خوفزدہ ہوتے انکو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر بولا، اسی لمحے کچھ فاصلے پر جان ہارتا یاد سامنے کا منظر دیکھ کر اسے چھپا لیتی دیوار کی اوٹ کو تھامے رکا۔

"یہ اللہ کی کرامت ہی ہے کہ وہ بچ گئی، ورنہ اسکے اندر خون کا اک قطرہ بھی باقی نہ رہا تھا داران شاہ۔ کسی بہت پیاری دعا نے بچایا ہے اسے کیونکہ ہم ڈاکٹر ز کی قابلیت آج مفلوج ہو گئی تھی۔ ٹھیک ہے وہ لیکن ویکنس کی وجہ سے شاید لچھ گھنٹے ہوش میں نہ آسکے، جیسے ہی جسم کے خلیوں میں لہو کی گردش بحال ہوگی وہ زندگی کی طرف لوٹ آئے گی۔ بلڈ کا بروقت انتظام ہو گیا ورنہ مزید دیر ہوتی تو اسکا اندر سو جھ جاتا، پھر ہم اسے نہ بچا پاتے۔ ٹھیک ہے وہ، حوصلہ کرو۔۔۔۔۔"

یہ سب سنے عزت زے اپنا دل تھام گئیں، تبریز سسک پڑے، داران کی آنکھیں سرخ انگارہ ہو گئیں اور ایاد خان کو لگا اسکے پیروں تلے زمین نہیں قبر ہے، بس وہ ابھی گرے گا اور دفن ہو جائے گا۔ وہ مجرم۔ ماول کو دیکھنے آیا تھا لیکن اس سے اک قدم اٹھانا بھی ممکن نہ رہا۔

داران نے بظاہر تو ڈاکٹر مصطفیٰ کی تسلی پر سر ہلادیا لیکن اسکے سینے میں جو اس تکلیف کو سننے کے بعد درد اٹھا اس پر ہاتھ جماتے وہ شیر جیسا توانا ہو کر بھی لڑکھڑایا تو خانو لالہ نے لپک کر اس شیر کو سنبھالا، عزیزے اور تبریز کا رنگ بھی اڑا۔

"سنبھالو خود کو زما جان"

داران نے سہارہ لیا لیکن خود کو بظاہر سنبھال ہی لیا۔

"خانوا نہیں گھر لے جائیں، یہ ماول کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتے۔ اور انکے ساتھ رہیے گا۔ میڈیسن لے کر سلا دیں انکو"

داران کی چیسٹ پین صرف کچھ دیر نیند لینے سے بہتر ہو سکتا تھا تبھی تبریز شاہ نے خانو کو تاکید کی، داران، ماں کی امانت کو ایسے چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا تھا لیکن بابا سرکار کے سختی سے حکم دینے پر مجبوراً چل پڑا۔

تب تک ایاد جا کر گاڑی میں بیٹھ چکا تھا۔

شاہ حویلی واپسی پر ایک تو تیز بارش ہوئی دوسرا سارا رستہ داران کی چپ خانو اکبر کا دل چیرتی رہی۔

سحر سے داریہ پوری حویلی میں بے قرار پھر رہی تھی، گاڑی کے ہارن پر وسیع باغ پار کرتی جب تک پورچ پہنچی، خانواکبر ہی دیکھائی دیے۔

صبح کے تقریباً دس بجنے والے تھے۔

داریہ کو اپنے قریب آتا دیکھے مودب ہو کر رکے۔

"خانوالہ ماول کیسی ہے؟ اور ماہیر شاہ ٹھیک ہے"

داریہ اپنی بے چینی چھپانہ سکی۔

"خطرے سے باہر ہے لیکن ہوش میں نہیں آیا ماول بیٹی، وہ سینے کی درد سے نڈھال ہو گئی ہے، زما جگر

درد میں ہے"

خانواکبر کی روتی آنکھیں دیکھتی داریہ بھی اداس ہوئی۔

"کیا مطلب وہ گھر آچکا ہے، کہاں ہے؟"

داریہ نے ارد گرد نظریں پھیریں تو خانواکبر کے اشارے پر وہ تیزی سے حویلی کے اندر بھاگی، فردوس

آپا دیکھائی دیں تو ان سے داران کا پوچھا جنہوں نے بتایا کہ وہ میڈیسن لیے ماول کے کمرے میں گیا

ہے۔

دار یہ بھی پیچھے ہی بھاگی مگر داران وہاں تکیے تلے ماول کے لکھے تکلیف نامے کو پکڑ کر بیڈ کی پائنٹی کی جانب ہارا ہوا بیٹھا تھا، اسکی آنکھوں سے چند آنسو ٹپکے تھے جنہوں نے اس تحریر کو بھگو دیا لیکن اب صرف نمی باقی تھی۔

دار یہ نے دروازہ کھولا تو ماہیر شاہ کی بھیگی آنکھیں دیکھ کر دل کو ایسا دھکا لگا کہ وہ جلدی سے اسکے پاس بھاگ آئی۔

"ماہیر شاہ! ت۔۔ تم ٹھیک ہو"

دار یہ نے اسکو پکارنا چاہا جو پتھر کی طرح لگ رہا تھا، وہ کچھ نہ بولا بس وہ کاغذ دار یہ کی طرف بڑھایا، دار یہ نے فوراً تھاما اور سر سری سی داران کی سو جھبی آنکھیں دیکھتی وہ لیٹر پڑھنے لگی۔

"میں جب بھی بچپن سے اب تک کہیں اداس ہو کر چھپتی تھی تو مجھے سب سے پہلے تلاش کرنے والے میرا بھیا ہوتے تھے، مجھے یقین ہے آج بھی سب سے پہلے مجھ تک آپ ہی پہنچیں گے۔ مجھے پتا ہے آپ مجھے پہچنتی تکلیف پر بہت روئیں گے بھیا پر میں کیا کرتی، ماول شاہ رونے کے لیے تو نہیں بنی تھی اور مجھے لگ رہا ہے میں کبھی مسکرا نہیں سکوں گی اور روتی روتی مر جاؤں گی۔ اپنے بابا، بھیا کی عزت اور دادو، خالا کی تربیت کا حق صرف یہاں سے بہت دور جا کر ہی ادا ہو گا۔ مجھ سے نہیں رہا جائے گا، مجھے کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ مجھے پتا ہے اپنی جان لینے والے سے اللہ کتنے ناراض ہوتے ہیں پر میں انکے پاس چلی گئی تو ان سے لپٹ کر کہوں گی آپکی دنیا بہت بری تھی مجھے ہرٹ کر رہی تھی، مجھ سے سانس لینا مشکل ہو

رہا تھا۔ کہوں گی پلیز مجھے میری ماما کے پاس بھیج دیں، ان سے ایک بار گلے لگنے دیں۔ اگر آپ مجھ تک بروقت پہنچ گئے تو مجھے مت بچائیے گا بھیا، آپکا اپنی وجہ سے جھکا سر نہیں دیکھ سکتی ہوں۔۔۔ مجھے جانے دیجے گا۔

ماول"

یہ الفاظ نہیں تھے، درد کا پورا جہان تھا۔

"او میری پیاری ماول یہ تم نے کیا کر دیا"

بے ساختہ دار یہ بڑبڑا اٹھی پر جب داران کی آنکھوں کی پل پل بڑھتی تکلیف پر نگاہ پڑی تو کہیں دل کی شریانوں تک ٹیس پہنچی تھی۔

وہ سپر میٹرس کی طرف اچھالے دار یہ نے اس جھکے چہرے والے کو دیکھا، ہاتھ بڑھا کر اسکے دائیں رخسار کو چھوا جیسے اسے یہ بتانا چاہتی ہو کہ وہ اسکے پاس ہے۔

"نہیں روتے نہیں ہیں ایسے، تم ایسے کرو گے تو میں اگلی لڑائی میں اسے تمہارے خلاف استعمال کر لوں گی کیونکہ بہت بری ہوں۔ اسے کچھ نہیں ہوگا، اگر یہ سب ایسا دلالہ کی وجہ سے ہوا ہے تو میں وعدہ کرتی ہوں انکو خود سزا دوں گی۔ بس تم مت رونا"

وہ خود نہیں جانتی تھی کہ اسے داران کی آنکھوں میں یہ آنسو اتنے کیوں چھ رہے ہیں، وہ خود کو روتا دیکھ اور برداشت کر سکتی تھی جو اسے ناپسند بھی تھا لیکن ماہیر شاہ کو یوں بے بس دیکھ کر اسے اپنے اعصاب جکڑے محسوس ہوئے۔

اسکی آنکھوں تلے اکھٹی نمی ہاتھ بڑھا کر پونچھتے اسے ڈرامائی طور پر تنگ کر کے بہلانا چاہا۔
"وہ روٹھی ہوئی ماں کی لاڈلی تھی تبھی میرے پاس ماں کی آخری نشانی کے طور پر بہت عزت ہے، میں نے اسے کبھی رونے نہیں دیا، اس امید پر کہ اگر وہ خوش رہے گی تو میں ماں کو یوں منالوں گا، تبھی میں ماں کے گھٹنے سے خوف کھاتا ہوں، وہ پتا نہیں لگنے دیتی، وہ خود کو ہر جگہ سے ختم کر لیتی ہے۔ زرا سی میری، مایا کی، بابا یاد دی سرکار کی توجہ میں کمی پاتی تھی تو پہروں رو کر اپنی جان پر عذاب بنا دیتی تھی اور اب تو شاید اسے جی بھر کر سلگایا گیا ہے"

وہ جو بولنے کی ہمت کر رہا تھا، دار یہ اختتام تک اسکے لہجے میں گھل جاتی نفرت پر حراساں ہوئی۔
"سب سے بڑی مشکل یہی ہے کہ ایسے حساس بچوں کو سنبھالنا بہت مشکل ہوتا ہے، بیٹیوں کی ماں کو نہیں مرنا چاہیے، میں نے کوتاہی برت دی اسکے حوالے سے، اس نے اپنا سارا خون بہا دیا دار یہ۔۔۔ اور یہ الفاظ۔۔۔ تا عمر کے لیے میرے دل پر میری ناکامی کی صورت درج ہو گئے"
یہ سب سن کر وہ خود ڈوٹ سی گئی، پلکیں بھگولیں لیکن بس نہ چلا داران کو کہے کہ وہ یوں نہ کرے، کیا اسکی ماں اس سے ناراض ہیں، یہ اہم نقطہ تھا جو دار یہ کا دل چیر گیا۔

"ایسا مت کہو، سنبھالو خود کو۔۔۔ اس میں تمہاری کوئی کوتاہی کہاں سے آگئی"

وہ اسے سمجھانے میں جب ناکام ہوئی تو نازک بازوؤں کا ہار داران کے گلے میں پہناتی خود سے لگا بیٹھی، اس لمحہ سارا غصہ، سارا گریز اور ساری اجنبیت دھری کی دھری رہ گئی۔

وہ اسکو گلے لگانا نہیں چاہتی تھی پر نہ لگا کر خود کو ظالم لگتی، جبکہ داران کے لیے یہ دکھ زیادہ بڑا تھا کہ وہ اس لطف کو محسوس کرنے کے اس لمحہ اس طرح قابل نہیں جیسا ہونا چاہیے، جیسے اس لڑکی کی شان پر سجتا ہے۔

یہ سچ تھا کہ کسی کو سنبھالنے کے لیے جب کوئی گلے لگتا ہے تو رگ و پے میں بہت آرام اترتا ہے، لیکن صرف تب جب آپ سامنے والے کے دل میں دھڑکتے ہوں۔

دار یہ نے پیچھے ہو کر اسکے یکدم سکون کی شکل بن جاتے چہرے کو دیکھا اور پل بھر کو اپنی اس بے اختیاری پر نالاں ہوئے نظر بھی چرائی۔

"میں تمہیں روتا ہوا امیجن بھی نہیں کر سکتی، اپنا رعب برقرار رہنے دو۔ آئی پر امسس ماول جو سزا دے گی لالہ سہیں گے۔ اگر انہوں کو اس سیٹیج تک آنے پر مجبور کیا تو تم مجھے میرے بھائی کا نہیں اپنی بہن کا طرفدار پاو گے۔ پلیز کیا تمہیں یہاں درد ہے"

وہ اسکے پاس ہی بیڈ کی پائنٹی پر ساتھ جڑھے بیٹھی، کبھی اپنا دائیاں ہاتھ بڑھا کر اسکے آنسو پونجھتی کبھی پنچ میں موجود ہاتھ کی پشت پر اپنی انگلیوں کی پوریں سہلا کر ہتھیلوں کو جوڑے حرارت پہنچاتی، وہ

تسلی دینے کا ہنر رکھتی تھی، وہ مسیحائی جانتی تھی تبھی تو اسے جلاد نے اپنے دل اور روح کی رفوگر چننا تھا، یہ لمس کی خاموش زبان کچھ دیر ہی قائم رہ سکی، یکدم داران کے سینے میں اٹھتی ٹیسوں کو بھی وہ جان گئی تبھی بچ کا تھوڑا فاصلہ بنایا۔

،"Minor Chest Pain

میڈیسن لے لی ہے"

وہ درد سے لپٹے لہجے میں بولتے ہی پیچھے کو گرتے لیٹا تو دار نے فوراً سے اٹھ کر تکیہ اٹھائے داران کے سر کے نیچے رکھا، لیکن وہ آنکھیں بند کیے اسکا جب ہاتھ جکڑ گیا تو دار نے اس کے پاس ہی زرامیٹرس پر اوپر چڑھے بیٹھی۔

"ٹنشن مت لو پلیز، یہ تمہارے لیے ڈینجرس ہے۔ تمہیں کچھ ہو گیا تو میں کس سے لڑوں گی۔ دیکھو ہماری دشمنی اپنی جگہ لیکن میں کسی کو ان تکالیف میں ڈوبا نہیں دیکھ سکتی جو بہت سادہ درد دیتی ہوں۔ کیونکہ میں ان سے گزر چکی ہوں، ایسی حالت میں کسی کا ہاتھ تھام لینا بہت بڑی ڈھارس ہوتا ہے۔ اور میں تمہیں اپنی مرضی سے یہ ڈھارس دے رہی ہوں بھولنا مت، اور آگے سے مجھ سے بد تمیزی کم کرنا کیونکہ میں تمہارے رونے کا بدلے میں بہت مزاق بناؤں گی۔ تمہیں پتا ہے ناں میں کتنی خطرناک ہوں"

اسکے ہاتھ کو تھامے وہ بولتی گئی اور وہ سنتا گیا اور اسکے پاس اس سے بہتر جواب نہ تھا کہ اپنا سرتکیے سے اٹھا کر داریہ کی بینڈ ہوئے گھنٹے والی ٹانگ پر رکھ گیا۔

داریہ خفیف ساحیران ہوئی، وہ ادا اس اور خوبصورت لگ رہا تھا جبکہ ایسی سوچ پر داریہ نے خود کو کوسا۔
"تم جتنی بری ہو جاؤ، کسی کے آنسوؤں کا مزاق نہیں اڑا سکتی۔ خاص کر ان آنسوؤں کا جو کسی نے بہت تکلیف کے بعد صرف تمہارے سامنے بہائے ہوں"

اس وقت داریہ کو نہ تو مسیحا یاد رہا نہ یہ کہ وہ اسکی امانت ہے، بس وہ دل کے ہاتھوں مجبور داران کو میسر آئے لاجواب بیٹھی تھی۔

"ہاں شاید یہی میری کمزوری ہے، یہ ظلم بھی سیکھ لیتی تو شاید دنیا مجھے روندنے سے باز آ جاتی۔ پر وہ کیا ہے ناں ماہیر شاہ! دل نامی چیز اگر حساس عطا ہو جائے تو اس بیماری کا کوئی علاج نہیں"
وہ اختتام تک خود مسکرائی، داران کی آنکھیں غم سے آزاد اسی پر اٹھی اور جمی تھیں۔

"تم نے مجھے ڈھارس دی، کسی بھی وقت صلہ مانگ سکتی ہوں۔ آئی مین میرے سامنے جب چاہو رو سکتی ہو۔ ڈیل سمجھ لو۔ میں بھی تمہارے آنسوؤں کا مزاق نہیں اڑاؤں گا"

وہ لیٹے لیٹے ہی پیشکش کیے داریہ کو حسین مسکرا نے پر مجبور کر گیا۔

پھر وہ سر جھٹک کر ہنسی۔

"کیا یاد دلادیا، رونا نہیں آتا اب مجھے۔ بہت ساری بے بسی، زیادہ ساری ناامیدی اور ڈھیڑ سی اذیت مل جل کر بس چند آنسو ہی لاپاتی ہے داریہ کی آنکھوں میں۔ ویسے بھی رونے سے کچھ ٹھیک نہیں ہوتا تو کیا فائدہ۔ تمہاری پیشکش اچھی ہے لیکن میرے لیے بے کار ہے"

وہ مضبوط تھی تبھی تو آج داران ماہیر شاہ اسکے روبرو کمزور پڑنے پر بھی آمادہ تھا۔

داریہ کا کب سے بے دھیانی میں ایک ہاتھ ماہیر شاہ کے گھنے بھورے بالوں کو سہلائے جا رہا تھا۔
"پھر بھی کبھی چاہو تو"

وہ اب بھی ضد پر ڈٹا تھا، ماہیر شاہ کے اس ملائم، اصرار کرتے لہجے پر داریہ کے دل نے کئی بیٹس مس کر دیں، وہ یوں پیارا لگا اسے، ہر قسم کی ناگواریت اور ناپسندیدگی ختم ہو گئی۔

"ٹھیک ہے تمہاری پیشکش ایک کارڈ کی طرح سنبھال لیتی ہوں لیکن امید ہے یہ کارڈ اک دن بے کار چیز کی طرح میرے ہاتھوں سے ہی کہیں پھینک دیا جائے گا۔ خیر تم کچھ دیر آرام کرو۔ اور اگر مناسب لگے تو واپسی پر مجھے بھی لے جانا۔ میں خود ماول سے بات کروں گی۔ اسے یقین دلاؤں گی کہ زندگی اتنی چھوٹی سی بے بسی پر ختم ہونے کی مستحق نہیں ہوتی۔"

وہ ہاتھ روک گئی تو داران نے اسکا ملائم ہاتھ پورے حق سے پکڑ کر واپس سر پر رکھتے بالوں میں پھنساتے آزاد کیا۔

"ڈھارس دے رہی ہو تو ڈھنگ سے دو، جب تک نہ کہوں ہاتھ مت ہٹانا۔ بے فکر رہو کوئی خیانت نہیں ہو رہی بس فرض نبھار ہی ہو تھوڑا۔ تم اسکے باوجود اسی کی رہو گی جسکا ہونا چاہتی ہو"

وہ استحقاق سے اٹے الفاظ کے سنگ داریہ کو مبہوت کر گیا جبکہ وہ زبردستی بلکہ یوں اسکے خوبصورت بالوں کو چھونا خود بھی اچھا محسوس کر رہی تھی۔

وہ آنکھیں بند کر گیا لیکن داریہ اپنی ہی اس سنگدل کے لیے میسر آئی مسیحائی پر خوشگوار سی حیرانگی میں اتر گئی۔

"کچھ بھی کہہ لو لیکن تم اپنی بہن سے بہت پیار کرتے ہو ماہیر شاہ بلکہ سب سے، میں اللہ سے کہوں گی کہ تمہاری روٹھی ماں تم سے مان جائیں۔ اللہ نہ کرے میں کبھی دوبارہ تمہاری آنکھوں میں آنسو دیکھوں، امان دینے والوں پر کمزور پڑنا نہیں سجتا، وہ مضبوط اور جمے ہوئے ہی اچھے لگتے ہیں۔"

وہ اسکی پرسکون بند آنکھیں دیکھتی اسکے ہاتھ پر نگاہ دوڑائے بولی جو داران نے اپنے سینے پر رکھا تھا اور تبھی داریہ نے آہستگی سے اسکا میٹرس پر پڑا ہاتھ اپنے دوسرے ہاتھ میں لیا، شاید وہ اسے بھی حفاظت کا احساس دینا چاہتی تھی، داران کے ہاتھوں کی انگلیوں کا داریہ کے ہاتھ کی انگلیوں میں فٹ ہونا الگ ہی خوبصورت احساس کو جنم دے رہا تھا لیکن داریہ اس وقت کچھ سوچنا نہیں چاہتی تھی۔

بس اسکی جھنجھلاہٹ کو یہی سوال کافی تھا کہ دو لوگوں کے جسم کی خوشبو ایک جیسی کیسے ہو سکتی ہے؟

"سب سے پیار نہیں کرتا ہوں"

بہت کوشش کی کہ خود کو سویا ثابت کرے پر ممکن نہ ہوا، داریہ خان کی سرگوشیاں ایسے ہی جواب کی مستحق تھیں۔

داریہ نے گھبرا کر اسکی واپس کھلتی آنکھیں دیکھیں اور اسکے بالوں میں پھنسا ہاتھ اور اسکے ہاتھ میں پیوست دوسرا ہاتھ کھینچ کر گھوری۔

"تم بہت بے ایمان ہو، ایسے کسی کی خود سے کی باتیں نہیں سنتے۔ چھوڑو جانے دو مجھے"

وہ اپنے دل کی یہ بدلتی کیفیت اس پر آشکار ہونے پر مرے والی ہو گئی جبکہ داران نے اسکا اپنے ہاتھ میں مقید ہاتھ پکڑ کر کھینچا تو وہ اس پر جھک سی آئی، وہ داران کے ہونٹوں پر سے نظر بچا کر جب آنکھوں پر ڈال گئی تو لگا جیسے ایک بلا سے بچ کر دوسری کے شکنجے میں پھنس گئی ہو، اوپر سے داریہ اسکے اتنے قریب آ کر خود کو فراموش کرنے میں لمحہ نہ لگا سکی۔

"خود سے کی باتیں دماغ میں چپکے سے سوچی جاتی ہیں داریہ، جو آواز میں ڈھل جائیں وہ کسی نہ کسی کے سننے کے لیے ہوتی ہیں۔ تم سچ میں میرے لیے یہ دعا مانگو گی"

وہ اسے ایسے سوالوں سے منافقت پر اکسارہا تھا، اوپر سے ماہیر شاہ کا پھیکا لہجہ بھی داریہ سے برداشت کرنا مشکل تھا، ماہیر شاہ کا محبت کی شکل بن جاتا لہجہ یوں تھا جیسے داریہ کی پوری کائنات رقص کرنے لگی ہو۔

"ابھی میری ہر دعا تمہاری بہن کے لیے ہے، بعد میں سوچوں گی"

وہ اس پر سے واپس اٹھتے منہ پھیرتی اپنی منتشر حالت درست کرتی محسوس ہوئی۔

"تو پھر ایک دعا یہ بھی کرنا کہ تمہارا بھائی میرے ہاتھ سے نہ مرے"

ناجانے کیوں پر داریہ کا دور ہونا داران میں آگ دہکا گیا، داریہ نے حراساں ہوتے واپس دیکھا تو وہ زہر خندی سے وارنگ دیے منہ پھیر چکا تھا۔

"او کے اس پر بعد میں بات کریں گے، کچھ دیر سو جاو تب تک میں ایاد لالہ سے سب کچھ پوچھنے کی کوشش کرتی ہوں"

وہ روٹھ گیا تو داریہ نے تھوڑا سا منایا اور اٹھنے لگی جب وہ اچھے سے سرا سکی تھائی پر رکھے کروٹ بدل گیا۔

"ہلنا بھی مت یہاں سے"

درخواست نہیں بلکل آرڈر تھا جبکہ داریہ سے اس وقت وہ آرڈر بھی کر کے سب منوا سکتا تھا کیونکہ اس وقت وہ فلورنس بنی تھی، حد سے نازک، انتہا سے زیادہ حساس۔

"ایسے کہہ رہا جیسے میری گود رینٹ پر لی ہے، چھوٹا بچہ ہی ہے یہ بھی۔ وہ ٹیڑے منہ بنانا اور انگارے چبانے پر تو شاید اسکی انا مجبور کرتی ہے۔۔۔ مجھے آپ بھلے اس کے لیے جتنا مرضی نرم کر دیں لیکن مجھے ماہیر شاہ کی محبت سے بچالیں اللہ، ورنہ اگلی بار خود کی جان لینے کی باری داریہ زمیل خان کی ہوگی"

اس بار اس نے سچ میں یہ سرگوشیاں اپنے دل تک محدود رکھیں، وہ ہر لمحہ ماہیر سے جڑھ رہی تھی، ان کے بیچ کا یہ بے نام سا تعلق اپنی پوری شدتوں کے سنگ آگے بڑھ رہا تھا اور تبھی داریہ اپنے ڈر اور خوف سے لڑنے میں کمزور پڑ رہی تھی۔

وہ اسکو دیکھتے رہنے کی طلب میں مبتلا تھی، اور اب تو اسکے ہاتھوں کے چھونے کا احساس بھی داریہ کے سر پر سوار ہوتا محسوس ہو رہا تھا، کیونکہ وہ جب بھی اسے چھوٹا، گرم جوش سے جذبات جنم لیتے، انگ انگ میں داران ماہیر کی خوشبو جیسی حلاوت گھل جاتی۔

"میں نے تو روکا پروہ ان سنی کرتے بہت جلدی میں نکل گئے، آپ کال کر لیں"

نماز کے بعد حمین تھوڑی گروسری اور شاپنگ کے لیے نکل گیا، سوا دس بجے تک واپس آیا تو مایا پریشان تھی، پوچھنے پر ایاد کے جلدی میں جانے کا بتایا۔

"اچھا خیر ہو، آپ تو پریشان نہ ہوں۔ میں کچھ بیکری آئیٹمز بھی لایا ہوں آپ ناشتہ لگائیں میں ایاد کی خبر لیتا ہوں"

حمین نے فکر میں مبتلا ہوئے مایا کی گال سہلائی جس پر وہ سر ہلاتی کچن کی طرف بڑھی جبکہ خود حمین نے پیئٹ کی جیب میں پھنسا فون نکالے ایاد کا نمبر ملانے کو ڈائل لسٹ کھولی مگر ساتھ ہی تبریز کی کال پر پہلے وہ ریسو کی۔

"حمین!"

تبریز شاہ کی آواز کا کرب بنا کچھ بتائے ہی حمین کو چونکا گیا، مزید اصرار کیا تو ماول کے بارے سب بتاتے
تبریز شاہ کی آواز جیسے کانپتی رہی ویسی ہی کیفیت حمین کے دل کی تھی۔

"کیا؟ ایسا بھی کیا ہو گیا تبریز۔ کہ بچی نے ایسا سنگین قدم اٹھا لیا۔ وہ ٹھیک ہے ناں"

حمین کے سوال پر ر کے جو عزت کے کو بھی گھر جانے کو آمادہ کر کے ڈرائیور کے ہمراہ بھیجوا کر واپس
ماول والے کیریونٹ اور سیپرٹ روم کی طرف جا رہے تھے۔

"ہم نہیں جانتے حمین، وہ ہوش میں آئیں گی تبھی پتا چلے گا۔ انہیں کچھ ہو جاتا تو ہم کل کو زرشہ کو کیا
جواب دیتے۔ ڈاکٹرز تو پر امید ہیں پر ہمارا دل سلگ رہا ہے"

یار کا غم بڑا لاڈلہ ہوتا ہے، ایسا ہی محسوس ہوتا ہے جیسے اپنے ہی دل کی شریانیں سکڑ گئی ہوں۔

"مل کر سنبھال لینا اسے، پریشان مت ہو۔ میں اور مایا آئیں؟"

حمین کے پاس تسلی نہ تھی بس اپنی موجودگی کی موہوم سی ڈھارس تھی، سو پیش کر دی۔

"ڈاکٹرز نے کہا ہے آج ہم ماول سے نہیں مل سکتے، آپ اور مایا دعا کریں کہ ہماری ماول پہلے جیسی ہو

جائیں۔ ہم ٹھیک ہیں حمین، آپ کا کہہ دینا ہی بہت بڑی ہمت ہے۔"

وہ اس وقت ویسے بھی تکلیف میں تھے تو حمین کو بھی پریشان نہیں کرنا چاہتے تھے۔

"میں اور مایارات تک آتے ہیں، فکر مت کرو سب ٹھیک ہو گا۔ ماول کو جو بھی تکلیف پہنچی ہے اسے مل کر دور کریں گے۔ وہ حساس ہے بہت، اور تم جانتے ہو عزیزم! یہ حساس ہونا کتنی بڑا وبائی مرض ہے۔ جیسے ہی وہ ہوش میں آئے مجھے انفارم کرنا"

مایا کچھ کہنے لاؤنچ میں آئی مگر حمین کا آخری جملہ ادھورا سنے بھاگ کر اسکے قریب پہنچی، حمین نے کال بند کی اور پلٹا۔

"ح۔۔ حمین کون بے ہوش ہے"

وہ ڈری لگ رہی تھی۔

"ماول! اس نے مرنے کی کوشش کی ہے"

دونوں ہاتھوں سے مایا کا چہرہ تھامتے یہ قہرناک خبر تو دی پر ساتھ ہی رو پڑتی مایا کو اپنے حصار کا تھوڑا آرام بخشنے سینے لگایا۔

"روئیں مت دعا کریں"

اسکی پشت تھکتے حوصلہ دیا پر وہ روتی ہوئی حمین کا حصار جھٹک گئی۔

"میں اسے چھوڑ آئی، تبھی ہوا۔ وہ جب جب آپیا کو یاد کرتی ہے اسکی جان جاتی محسوس ہ۔۔ ہوتی ہے،

بہت مشکل سے سنبھلتی تھی، خالا کا بہت سارا لاڈ ملنے کے بعد۔ یہ جانتے بوجھتے میں اسے چھوڑ آئی۔"

مایا کو رہ رہ کر تکلیف کاٹنے لگی جس پر حمین بھی پریشان ہوا۔

"ارے۔ یہ کیا بولے جارہی ہیں۔ خود کو الزام نہ دیں وہ ٹھیک ہے۔ جو بھی ہوا سنبھال لیں گے۔ جیسے ہی وہ ہوش میں آئے گی میں آپکو لے جاؤں گا۔ لیکن پلیز ایسا مت کہیے گا۔ آپ کو کبھی نہ کبھی تو وہ گھر چھوڑنا ہی تھا، ماول کے پاس بھائی ہے، بابا ہیں۔۔ دادی سائیں بھی تو ہیں۔ ایسے خود کو کسی بھی انہونی کی وجہ نہیں مانا کرتے۔ اللہ کی آزمائش سمجھیں اسے"

حمین کی پریشانی تکتی وہ آنسو رگڑتے سانس کھینچتی تاسف سے اسے دیکھنے لگی۔

"لیکن اسے کسی ایسے کے حوالے کرنا چاہیے تھا پہلے حمین جو اسے بہت پیار سے سنبھال لیتا، ان کمزور لمحوں میں جب وہ ماں کے لیے تڑپتی ہے۔ عزت زے جان کو تو وہ اپنی تکلیف نہیں بتاتی، نہ بابا کو۔ اور داران جب تک پوچھے نہ وہ اندر ہی اندر گھٹتی رہتی ہے۔ ص۔۔ صرف مجھ سے کہتی تھی، ہر بات۔۔۔ مجھے اپنا آپ مجرم لگ رہا ہے، مجھے ابھی لے جائیں اسکے پاس۔ شاید اسے مجھ سے ممی کی خوشبو آئے تو وہ سنبھل جائے"

مایا کو یہ ملا کسی نوکیلے کانٹے کی طرح چبھ رہا تھا جبکہ حمین نے اس کانٹے نازک وجود کو پکڑ کر اپنے سینے میں بھینچ لیا تاکہ کسی طرح اس لڑکی کی سسکیوں میں کمی لائے۔

"رونا بند کریں مایا، آپ ریڈی ہوں میں لے کر چلتا ہوں ابھی۔۔ یہاں دیکھیں آپ کسی کو تکلیف تو دور زرا سی خراش دینے کا بھی سبب نہیں بن سکتیں۔"

اسکے اندر احساس سکون اتارے وہ پکڑ کر روبرو لایا پروہ بھیگی سو گوار آنکھوں سمیت حمین کے دل میں اتر گئی۔

"آپ تو صرف سکون ہیں، جس بھی رشتے سے جڑیں گی صرف راحت بنیں گی، روئیں گی نہیں۔ بلکہ اپنی خوبصورت مسکراہٹ سے ماول کو امید دیں گی۔ پر امسس می"

وہ ان بھیگی آنکھوں کے کنارے انگلیوں کی پوریں مس کرتا وہ نمی سمیٹے اسکی جبین چومتے روبرو ہوا تو وہ پر نرم آنکھوں سے ہی سہی پر سر ہلا گئی۔

سارے آنسو ضبط کر لیے۔

"چلیں جا کر ریڈی ہو جائیں، ناشتہ راستے میں کروادوں گا آپکو"

نرم حصار سے آزاد کیا مگر وہ جانے کے بجائے پھر سے بازوؤں کو کھولتی حمین کی پشت پر باندھے سینے سے جا لگی۔

"حمین آپ ب۔۔ بہت اچھے ہیں"

یہ اعتراف وہ اس دکھ کی گھڑی کر کے حمین کا ٹھہرا ہوا دل بھی رواں کر گئی۔

"اور میں یہ بات جانتا ہوں، سنبھل جائیں پلیز ورنہ کوئی گستاخی کر بیٹھوں گا"

وہ پھر سے روبرو ہوئی تو اسکی آنکھوں کا انس تکتے حمین کا دل اک نئی سی امنگ سے دھڑکا کیونکہ اس لڑکی کے ہونٹوں کی خوبصورتی سراہتے سراہتے حمین کی آنکھیں طلب سے جا جڑتی محسوس ہوئیں لیکن

یہ سب سننے کی دیر تھی کہ مایا پہلے ڈری، بوکھلائی، نظریں جھکالیں اور یوں بھاگی کہ اتنی دکھی سچویشن میں بھی حمین کی مسکراہٹ، ارد گرد چھائے جمود کی بینڈ بجا گئی۔

اف! وہ بے خود سا مسکراتا ہوا حمین چوہان، کسی کو اپنی ان اداؤں سے عشق کروانے کے چکروں میں تھا۔

.._____..

چیسٹ پین کی میڈیسن کے اثر کرتے ہی داران سچ میں سو گیا، گھڑی کے بارہ کے ہندسے پر سوئیاں گئیں تو ٹن کی آواز پر ہچکولے کھاتی دار یہ چونکی۔

اب تک وہ اسکو اپنی ٹانگ عنایت کیے اسکے سرہانے بیٹھی تھی کہ خود ہی بیٹھے بیٹھے اب نیند سے آنکھیں بند ہونے پر آگئیں۔

"کتنی اچھی میڈیسن تھی ناں اس نیک پروانے کی، بہت سکون ملا ہے اسے تبھی دو گھنٹے سے گدھے بیچ کر سو رہا ہے۔ اف میری ٹانگ، لگتا ہے جب تک اس کا سر ہٹے کا میری ٹانگ کو فالج آچکا ہو گا۔ کتنا بھاری سر ہے اسکا"

دار یہ کی ایک جگہ بیٹھے پسلیوں تک میں کھنچاؤ آچکا تھا تبھی اسکے ہلنے کے سبب داران کی بھی آنکھ کھلی، آنکھیں کھلتے ہی جمائیاں لیتی دار یہ کو دیکھتا وہ فوراً سے سر اسکی ٹانگ سے اٹھائے سیدھا ہوئے بیٹھا، خوب و تر و تازہ ہوتے چہرے کی ہوائیاں اڑیں۔

"تم تب سے یہیں ہو؟"

داریہ کی طرف دیکھتے وہ حیرانگی و پریشانی سے بولا، اٹھ کر اسکے پاس آیا تو وہ بھی کھڑی ہوتی زرا سن ٹانگ اور بے حس ہوتے پیر پر دبا دیتی اٹھی مگر داران نے فوراً سے اسکو سنبھالا۔
دونوں کی آنکھیں ملیں، دل دھڑکے۔

"ظاہر ہے دس کلو کا وزن تھا میری معصوم گود میں، اگر تم بہتر ہو تو چلو ہو اسپتال۔ پلیز مجھے لے کر جانا، تمہاری دادی سراکاں کو صبح کہا تو مجھے ایسا گھوریں جیسے میری جان لے لیں گی۔ تم تو اچھے ہو گئے ہو تھوڑے، میں ماول سے بات کرنا چاہتی ہوں"

داریہ نے ہنوز اسکا سہارہ لیتے ٹانگ کو ہلا کر جگانے کے بیچ تاسف بھری گزارش اب تک حیرت کا مجسمہ بنے داران سے کی جو اسے جیسے اپنی بازو تھا منے کو دیے کھڑا تھا، میکانیکی طور پر اپنا ہاتھ بڑھا کر داریہ کی گال کو چھوئے مسکرایا۔

داریہ کو لگا جیسے اسکے جسم کو کرنٹ لگا ہو۔

"تھینک یو"

وہ نرم مسکرایا تو داریہ پہلے اسکے ہاتھ کا گال پر لمس محسوس کرتی چونکی پھر داران کے الفاظ پر ٹھٹکی۔

"فار واٹ؟"

گھبراہٹا ہوا سوال الگ ہی خوبصورتی رکھتا ہے پھر وہ اگر داریہ پوچھے تو دلفریب۔

"جانے دو، میں ریڈی ہوتا ہوں تم بھی فریش ہو جاؤ۔ بیٹھ بیٹھ کر سن ہو چکی ہو گی۔ شاہد لے لو تاکہ تھکن اترے تمہاری۔ پھر چلتے ہیں"

وہ داریہ کی نیند و تھکن سے لبریز صورت دیکھتا دوستانہ انداز میں مشورہ تھماتا پاس سے گزرا تو داریہ کے ہونٹوں کو الو ہی سی مسکان چھو گئی لیکن داریہ نے لمحہ لگاتے اس مسکان کا گلا گھونٹا اور کمرے سے نکلی وہیں ایاد کے صبر کا پیمانہ بھی لبریز ہوا، مزید انتظار مشکل تھا تبھی ایک بار پھر ماول تک پہنچنے کا فیصلہ کرتے ہو اسپتال کے اندر بڑھا، خوش قسمتی سے کئیر روم کے باہر کھڑے تبریز اسی وقت ڈاکٹر کے ہمراہ انکے آفس کی طرف بڑھے اور تبھی اسکا فائدہ اٹھاتا ایاد خان ماول کو دیکھنے چل پڑا۔
دل کی دھڑکن آج اسکی بھی تھمی تھی کہ ماول نظر آئے تبھی قرار آئے گا۔

کوریدور کے دونوں طرف نظر ڈالے وہ روم کے باہر پہنچا تو نرس کے باہر نکلنے پر چھپنے کو دیوار کی ایک جانب ہو گیا تاکہ اسے شک نہ ہو، جیسے ہی وہ او جھل ہوئی ایاد دروازہ کھولے اندر داخل ہوا تو قصدا گھبرا کر بے جان لیٹی ماول تک پہنچا جسکا ایک ہاتھ ڈرپ کی زد میں تھا، بلڈ لگا تھا جبکہ دوسری زخمی کلائی پر سفید پٹی لپیٹی تھی پھر بھی خون کی ننھی بوندیں آویزاں ہو کر پٹی کی سطح میں سرخی چھوڑ گئیں۔

اسکے سر پر مستقل اسے آنکھوں کا محور بنائے کھڑا تھا کہ اس تسلسل پر ایاد خان کی آنکھوں میں تیرگی اتر آئی، ماول کی روئی جیسی نازک گالیں جن پر قدرتی سرخی اسکے چہرے کا حسن ہوا کرتی تھی، سپید اور بے رونق لگ رہی تھیں، اسکے مسکراتے چمکتے ہونٹ بالکل خشک لگ رہے تھے اور بند آنکھوں کے

باوجود ارد گرد سوجن صاف دیکھائی دے رہی تھی، وہ نورانی چمک سے لبریر وجود بجھ گیا تھا، ایاد نے بے اختیار پر کانپ جاتے دل کو سنبھالنے کو سینے پر ہاتھ جمالیا۔

"یہ کیا کر دیا میں نے تمہارے ساتھ ماول، میں خود کو کبھی معاف نہیں کر سکتا۔ ساری زندگی خود کو تکلیف دیتا رہوں تب بھی اسکا ازالہ نہ ہو گا۔ کیا کر دیا ہے تم نے میرے ساتھ ماول، ایسا لگ رہا ہے کسی نے میرے سینے سے دل نکال کر یہاں تمہاری صورت رکھ دیا ہے"

خسارے اور تکلیف کے احساس سے ایاد کی پلکیں نم ہوئیں تو اسکے پاس ہی ٹک کر اسے جن نظروں سے دیکھ رہا تھا ان میں امید مرتی ہوئی دیکھی جاسکتی تھی۔

"میں نہیں سمجھ سکا بروقت کہ تمہارا وہ تنگ کرنا، مجھ پر حق جمانا، مجھے مسکراتی گہرائی آنکھوں سے دیکھتے رہنا محبت بھی ہو سکتا ہے، کیا حیرانگی کی بات ہے، محبت تو ایک لمحے کا قصہ ہے۔ جیسے وہ لمحہ آج میں نے بھی محسوس کیا، جب اپنی اس دنیا کو ماول کے بنا سوچا تو اندھیرے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ میں بہت شرمندہ ہوں، میں نے تمہاری مسکراہٹ کھالی تم ساری زندگی سزا دے لینا لیکن ایک بار آنکھیں کھول دو"

اسے چھونے کا حق نہ تھا ورنہ اس لڑکی کو اتنے دور سے فقط دیکھنے پر اکتفا نہ کرتا۔ اور نجانے یہ ماول کی خوش قسمتی تھی یا بد قسمتی کے وہ دھیرے دھیرے اسی شخص کے روبرو زندگی کی طرف لوٹ رہی تھی۔

"کوئی آپ کی وجہ سے مرنا چاہے، تو یہ ڈوب مرنے کا مقام ہوتا ہے، یہ اپنی آنکھیں کھولو تاکہ میں انہی میں ڈوب کر مروں۔ میں ایسا ہی عجیب ہوں ماول، میں بہت ضدی اور ناکارہ انسان ہوں۔ مجھ سے یہ بے حسیاں اور ظلم سرزد ہو جاتے ہیں، خمیر ہی ایسا ہے۔ میں تمہیں چھو لوں؟"

وہ خود کو نہ روک سکا تو ماول کا ہاتھ دھیرے سے اپنے ہاتھ میں لے کر وہاں پھیلی نیلاہٹ دیکھتے کرب سے سانس لی اور اسکی ہتھیلی اپنے جلتے سلگتے سینے سے جوڑی۔

وہ آنکھیں ایاد کے ہاتھ تھامتے ہی کھلیں، پر ان میں دھند لکا تھا، ان میں دم توڑتی ہوئی آس تھی۔

"ک۔۔ کیا میری طرح آپ بھی اللہ کے پاس آگئے ملینگا۔ یہاں تو میرا پیچھا۔۔ پیچھا چھوڑ دیں"

ماول کے لفظ اور وہ نقاہت میں رچی سرگوشی ایاد خان کی آنکھوں کے کناروں تک درد ابھار لائی۔

"کاش میرے پاس یہ حق ہوتا کہ میں تمہاری ان کھلتی آنکھوں کو چوم کر بتا سکتا کہ میں تمہارا پیچھا

آخری سانس تک نہیں چھوڑوں گا۔ یہ کیا کر دیا ہے تم نے اپنے ساتھ؟"

وہ بھی اسکی نڈھال پڑتی سانسوں پر نظر ڈالتا ان کھلتی بند آنکھوں میں جھانک کر حسرت دل کہتا سوال

پر دم سادھ گیا لیکن ماول کے حواس مکمل طور پر جب بیدار ہوئے تو نا صرف اسکے چہرے کے زاویے

بگھڑے بلکہ وہ اچھوت کی طرح ایاد سے ہاتھ چھڑواتی اسے خود سے پرے دھکیل گئی۔

"آپ نے جرت کیسے کی میرا ہاتھ پکڑنے کی، آپ میرے لیے نامحرم ہیں اور مجرم بھی۔ میں زندہ ہوں؟ نہیں بھیا تو جان لے لیں گے۔ میں زندہ کیسے ہو سکتی ہوں۔۔۔ ہٹیں جانے دیں مجھے۔۔۔ میں کسی کا سامنا نہیں کر پاؤں گی۔ میں ان سب کی آنکھوں میں۔۔۔۔"

ہیجانی کیفیت میں وہ ڈرپ نیڈل ہاتھ کی پشت سے اکھاڑتی اس سے پہلے اس جگہ سے بھاگ جاتی، کھڑا ہونے کی کوشش میں ناکام ہوتی ایاد کی بے تاب تڑپتی باہوں کے حصار میں قید ہوئی، اسکا سر بری طرح درد میں تھا لیکن زیادہ تکلیف ایاد کے تھامنے نے دی کیونکہ وہ دکھتے سر کو اس شخص کے سینے سے بے بسی سے جوڑ گئی۔

"ایک بار اجازت دو گی تو یہ مجرم اپنے ہر جرم کے اعتراف کے ساتھ تلافی کرے گا اور تمہیں محرم بھی بنائے گا۔ صرف ایک بار"

وہ ایاد کے سینے بھینچنے کی اس کوشش اور جرت پر سلگ اٹھی، جسم و جان میں اٹھتی تکلیف کی پرواہ کیے بنا اسے پھر سے جھٹک گئی۔

سہارہ لیتی واپس میٹرس پر بیٹھی تو اسکا سانس جس سفاکیت سے پھول رہا تھا یہ دیکھنا ایاد پر قیامت ہی تو تھا۔

"سوچئے گا بھی مت، جا کر اس گھنگھریا لے بالوں والی کو بنائیں محرم۔ میں کون ہوں۔ میں پہلے ہی اپنے گھر والوں کو زندہ مار چکی ہوں اس حرکت سے، میری نظروں سے ہٹ جائیں ورنہ کچھ بہت برا ہو

جائے گا۔ اپنی شکل بھی مت دیکھائیے گا۔ نفرت ہے آپکے اس منہ سے۔۔۔۔ جائیں ورنہ میں چینیختے لگوں گی۔"

وہ اسکی موجودگی تک سے دکھ رہی تھی، اسکے کرلی بال اسکے پورے سراپے کو چھپائے ہوئے سوگواریت طاری کیے ہوئے تھے، وہ چلتا ہوا قریب آیا اور ماول کے قدموں میں بیٹھا، ماول نے گہرے گہرے سانس بھرتے اس شخص کی آنکھوں میں دیکھا۔

"تم کون ہو؟ اس سوال کا جواب آج ہی تو ملا ہے۔ ہم اس ذاتی لڑائی کو ذاتی نہیں رکھ سکتے ماول، بہت ذاتی کہ اسکی خبر صرف ہم دو کو رہے؟ جتنا ہرٹ کیا ہے تم سو فیصد زیادہ کر لینا لیکن وعدہ کرو خود کو دوبارہ ایک خراش بھی نہیں لگاؤ گی۔ یہ گھنگھریالے بالوں والی مسکراتی ہوئی اور تنگ کرتے ہی سجتی ہے، جس مرضی سے پوچھ لینا۔ خود سے مجھے بھی بہت نفرت محسوس ہو رہی ہے، پھر تم مجھے یہاں کیسے برداشت کر رہی ہو سمجھ سکتا ہوں۔ لیکن ایک چھوٹی سی ریکوسٹ ہے، مجھے یہ حق دے دو کہ میں تمہیں مناسبوں"

وہ اسکے قدموں میں بیٹھا فقیر ہی تو لگ رہا تھا، نہ تو آج وہ انار ہی تھی باقی نہ غرور، بس خزن ہی خزن بیچ گیا تھا اور ایک لامتناہی پچھتاوے میں ڈوبی ہوئی تڑپ جو ماول سے سوچنے سمجھنے کی حسیں سلب کر رہی تھی۔

"چلیں جائیں یہاں سے مجھے مزید رسوا مت کریں، ابھی مجھے سب کو اپنی اس حرکت کا جواب دینا ہے۔ مجھ سے، میرے دماغ سے، زندگی سے، رابطے سے اور دل سے اتنے دور چلیں جائیں جتنی میری ماما چلی گئی تھیں۔ کہ میں چاہ کر بھی ان تک نہ اپنی بات پہنچا سکتی ہوں نہ خود جاسکتی ہو۔ جائیں ورنہ۔۔۔۔"

اول جملے نفرت سے کہتی وہ سسک پڑی پر آخری پر چین پڑتی پر ایسا اٹھ کھڑا ہوا۔
اسکے آنسو پونجھنے چاہے پر وہ اسے ہاتھ کو بھی اس قابل نہ سمجھتی تھی کہ وہ ماول کے آنسوؤں تک کو چھو سکیں۔

"ماول رو نہیں ناں پلیز"

وہ اسکی گزراش پر منہ موڑ گئی، آنسو خود رگڑ دیے پر ایسا کو دیکھنا گوارا نہ کیا۔
"اوکے میں پھر آؤں گا، میں اب کہیں نہیں جاسکتا۔ مجبوری سمجھ لو میری، بے بسی سمجھ لو۔ تم سن رہی ہوناں میں اب تم سے دور جا ہی نہیں سکتا"

وہ اب بھی اسکی ایک نظر کو ترس رہا تھا جو آنکھیں پھیر کر ویسے بھی قہر ڈھا رہی تھی۔
"جائیں یہاں سے"

اس بار وہ حلق کے بل چلائی تھی مگر دروازہ کھول کر اندر آتے داران ماہیر شاہ کو دیکھ کر ماول اور ایسا دونوں کے چہرے سفید پڑے تھے۔

پیچھے پیچھے داریہ بھی اندر لپکی لیکن کچھ لمحے کو ماحول میں سناٹا رچ گیا۔

"تم کیا کر رہے ہو یہاں؟"

داران کی آنکھوں کا طیش تکتے اس سے پہلے ایاد کچھ بولتا، داران نے اسکا گریبان جکڑتے دیوار سے لگایا۔

ماول تو یہ منظر دیکھ کر کانپ گئی جسے داریہ نے قریب آتے خود سے لگالیا۔

"داران! مجھے ماول دے دو پلیر۔"

ایاد کی یہ گزارش ایک طرف داران کو آگ لگائی پر ایاد خان کی آنکھوں کی دم توڑتی روشنی نے اس لگی آگ پر پھوار بھی ڈال دی۔

جبکہ ماول تو سکتے میں تھی، داریہ تک کہ چہرے کی رنگت بدل گئی۔

"کیوں دوں؟ تاکہ تم اسے ہمیشہ سلگاتے رہو۔ تم نے پہنچایا ہے ناں میری بہن کو اس حال میں۔ تمہارا

سایہ بھی نہ پڑنے دوں اس پر۔ اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو دوبارہ میرے سامنے مت آنا ایاد خان ورنہ

میں تمہاری جان لے لوں گا"

ناجانے کس احساس نے داران کو رحم دل بنا دیا کہ وہ تنبیہ کرتا اسے آزاد کیے دروازے کی طرف

دھکیل گیا، اوپر سے جیسے ماول ہچکیوں کے سنگ روتی داریہ میں چھپی کانپ رہی تھی وہ منظر سب کے

لیے دلخراش تھا۔

"میں نے ایسا نہیں چاہا تھا، مجھے لگا اسکی پسندیدگی بس عام سی ہوگی۔ مجھے سیٹل دیکھے گی تو پیچھے ہٹ جائے گی۔ ہاں میں بیچ میں خود غرض بن گیا، جیلز کرنے کی خاطر فضول سے فضول حرکت کی لیکن مجھ سے اتنا بڑا ظلم ہو جائے گا یہ کبھی نہیں سوچا تھا۔ داران پلیرز، مجھے دے دو اسے میں اسے پہلے جیسا کر دوں گا۔ پھر تم بھلے اسے مجھ سے واپس لے لینا"

ایاد کی گزارش پر دار یہ تک کی آنکھیں بھیگیں، اوپر سے ماول کے حواس تو وہ شخص ویسے ہی اسکے لیے تڑپ کر جکڑ رہا تھا۔

داران نے پھر سے ایاد کا گریبان دبوچے لہرایا۔

"کھلونہ نہیں ہے یہ، جیتی جاگتی انسان ہے۔ میں مرا نہیں ہوں ایاد خان سنبھال لوں گا اسے، اپنی بہن کو زندگی کی طرف لانے کے لیے کیا تم جیسی موت کے حوالے کر دوں؟ اگر ماول کا نام بھی تمہاری زبان پر آیا تو یہ زبان ہی کاٹ دوں گا۔ چلے جاو۔ اس سے پہلے کہ بابا سرکار یہاں آئیں اور بات بڑھے۔ تم دار یہ کے بھائی اور حمین چوہان کے لاڈلے ہو صرف اس لیے تمہیں زندہ یہاں سے جانے کی اجازت دے رہا ہوں۔۔۔۔۔ لیکن اگلی بار تم مجھے لحاظ و مروت سے بہت دور پاؤ گے"

داران نے اسے پکڑ کر دھکیلتے آخری بار سمجھایا پروہ جانے پر راضی نہ تھا۔

"داران! مت کرو۔۔۔۔ میں نے اسکی ہنسی اجاڑی ہے، تو مجھے ہی واپس مسکراہٹ کو اسکے چہرے پر آباد کرنے کا حق دو۔ مجھے اتنا خالی مت کرو، تمہیں حق ہے ماول کی حفاظت کے لیے اس سختی کو کرنے کا لیکن مجھے اس سے دور مت کرو، یہ گلٹ میری جان پر بن جائے گا"

ایاد نے آخری حد تک اس پتھر کو پگھلانے کی کوشش کی پر داران نے گریز کا سرد تاثر دیے خاموشی اختیار کی۔

"دار یہ اسے کہو چلا جائے ورنہ میرا ہاتھ اٹھ گیا تو تم دونوں بہن بھائی کو بہت ناگوار گزرے گا"

داران کی سخت ٹون پر وہ اٹھ کر لالہ کی طرف بڑھی تو دونوں نے بیک وقت روتی ہوئی ماول کے پاس بیٹھتے داران کو دیکھا جو بھیا کے بیٹھتے ہی سسکتی ہوئی اسکے سینے میں جابسی، زخمی بازو تک دکھی پر داران کے دل میں برپا درد زیادہ شدید تھا۔

دار یہ نے ایاد کا ہاتھ پکڑا اور کمرے سے زبردستی باہر لاتی تیزی سے کوریڈور عبور کیے ہو سپٹل سے باہر لائی مگر ایاد اسکا ہاتھ چھڑواتا رہا اور اسے بھی پکڑ کر جھنجھوڑ گیا۔

"لالہ مت کریں، ماہیر شاہ آپ کو ماول نہیں دے گا۔ اور یہ اسکا حق ہے۔ مت کریں یوں اس کے آگے بار بار گزارش، مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔ گھر جائیں اور خود کو سنبھالیں"

کرب و دکھ سے دار یہ نے بھائی کو سمجھانا چاہا یہ جانتے بوجھے کہ وہ کتنے ذہنی دباؤ کا شکار ہے۔

"تم بھی نہیں سمجھ رہی مجھے، سفارش تک نہیں کی بھائی کی۔ تم بھی بے وفا ہو گئی داریہ، اب تمہیں ہم سے عزیز ماہیر شاہ ہو گیا۔ ٹھیک ہے میں چلا جاتا ہوں، اگر داران مجھے ماول کے زخموں کا مرہم بننے نہیں دے گا تو میں کسی اور طرح مدد ادا کر لوں گا، لیکن خود کو اتنی تکلیف ہر صورت دے کر رہوں گا جتنی میری وجہ سے ماول نے برداشت کی۔ یہ بات تم داران کو بھی بتا دینا"

ایاد نے اسکا ہاتھ جھٹکا اور غصے اور دکھ سے کہے وہاں سے گیا، داریہ پیچھے تک آئی، پکارتی رہی لیکن ایاد خان اسکی کسی پکار کو سنے بنا ہو سپٹل سے چلا گیا۔

داریہ نے اپنی نم آنکھیں رگڑیں اور واپس اندر گئی، تبر نزا بھی تک ڈاکٹر مصطفیٰ کے ساتھ تھے۔ داریہ سیدھی کمرے کی طرف بڑھی لیکن دروازہ کھولتے ہوئے اسکے ہاتھ ماہیر شاہ کے سوال پر رکے تھے، اور اندر ماول کی دھڑکن۔

"کیا دے دوں اسے ماول؟"

ماول نے خالی سو جھبی متورم سی آنکھیں اٹھا کر داران کو دیکھا۔

"ن۔۔ نہیں، مجھے نہیں چاہیں وہ۔ میں تو اچھی بیٹی ہوں ناں۔ میں آپکی اچھی بہن ہوں"

وہ اسکے ضبط پر اسے اپنے سینے لگا کر بھیج گیا۔

"میری جان! اچھی بیٹی کو بھی تو محبت ہو سکتی ہے۔ اچھے طریقے سے وہ محبت پاسکتی ہے۔ تم سے پوچھا تھا لیکن تم صاف مکر گئی۔ کہہ دیتی تو اس روز ایاد خان سے گزرا شیں کرنے والا داران ماہیر شاہ ہوتا کیونکہ

تمہاری خوشی کے لیے میں گھائے کا سودا بھی کر سکتا ہوں۔۔ خوشی خوشی۔ میں تمہاری مسکراہٹ مدھم نہ کرنے کے جتن کرتے کرتے تھک گیا اور تم نے زندگی اور موت کا اختیار کسی بے حس کے ہاتھ تھما دیا۔ کیسے ماول؟ ایسے نہیں ہوتا میرے بچے۔ ایسے کسی انسان کے ہاتھ ہنسنے رونے کا اختیار نہیں سونپا کرتے، کیا حال ہو گیا ہے میری گڑیا کا۔۔۔ یہ تم نہیں ہو، میری ماول تو اس بار مجھے کہیں ملی ہی نہیں۔۔۔۔"

وہ اس سے باتیں کرتا ہوا خود بھی تکلیف سے رو رہا تھا جبکہ ماول کو لگا وہ داران کو رلا کر قبر میں اتر جائے یہی بہتر ہے۔

"بھیا آئی ایم سوری، مجھے بہت تکلیف ہو رہی تھی۔ میرے سر میں بہت درد تھا، ایسا لگ رہا تھا میرا سر دھماکے سے پھٹ جائے گا۔ بھیا مجھے معاف ک۔ کر دیں۔ میں کبھی ایسا نہیں سوچوں گی، سٹرونگ بنوں گی۔ اچھے سے پڑھائی کروں گی اور اپنا خواب پورا کروں گی۔۔۔۔۔ آئی پرامسس میں کسی کو نہیں سوچوں گی۔۔۔۔۔"

اپنا ہاتھ بڑھائے داران کی آنکھ سے بہتا آنسو بونچھتی وہ عہد و پیمان باندھ رہی تھی تو وہ اسکا سر چومتا خود سے لگا گیا، داریہ کو اندر جانا مناسب نہ لگا تو وہیں باہر دیوار سے ٹیک لگا گئی، لیکن اس وقت داریہ کا دل چیخ کر رونے کا تھا۔

ڈاکٹر مصطفیٰ کے روم کی طرف سے آتے تبریز شاہ کو دیکھتی وہ دیوار سے ہٹی اور انکی طرف بڑھی جو خود بھی تھکے لگ رہے تھے۔

"آپ کب آئیں داریہ، داران ٹھیک ہے"

پاس رکتے داریہ کی گال سہلاتے شفقت سے پوچھا تو وہ بس سر ہلا گئی۔

"وہ ٹھیک ہے، تبریز انکل کیا ہم تھوڑی دیر بات کر سکتے ہیں۔ ماول کو ہوش آگیا ہے، ماہیر پاس ہے اسکے"

وہ داریہ کی تمہید پر تھوڑے پریشان ہوئے پر ماول کے ہوش میں آنے کی خبر نے کافی سکون بخشا۔
کچھ دیر تک ویسے بھی حمین اور مایا بھی پہنچنے والے تھے۔

"چلیں آجائیں کیفے ٹیریا چلتے ہیں"

تبریز نے اسکو بازو حصار کر ساتھ لیا تو وہ بھی مبہم سا مسکرائی۔

کیفے ٹیریا پہنچ کر دونوں نے کافی کے ساتھ کچھ کپ کیکس منگوائے۔

داریہ اب بہتر تھی جبکہ تبریز شاہ دلچسپی سے اس کی جانب متوجہ تھے۔

"میں گما پھیرا کربات نہیں کروں گی تبریز انکل، جس دن دارم شاہ کا مڈر ہوا آپ اسکے کچھ وقت بعد

فارم ہاوس گئے تھے یا نہیں؟"

داریہ کے سوال پر تبریز شاہ سٹک ہوئے، وہم وگماں میں بھی نہ تھا کہ وہ ایسا سوال کرے گی۔

"ہ۔۔ہاں گئے تھے ہم، لیکن یہ آپکو کیسے پتا داریہ۔"

تبریز کے ڈرے سوال پر وہ زرا ٹیبل کی اور جھکی، آنکھوں میں شرارے تیرے۔

"اسے چھوڑ دیں، آپ نے دارم کی ڈیڈ باڈی ریسو کی وہاں سے اور اسے حویلی لے کر گئے، لیکن سبکو یہ بتایا کہ وہ سڑک پر پڑا ملا۔ یقیناً وہاں اس روز اس حادثے کی ریکارڈنگ بھی آپ نے حاصل کر کے ماہیر شاہ کو بھیجی۔ اس سب کا سیدھا اور صاف مقصد بتادیں اور سب سے خاص چیز دارم شاہ کی پورسٹ مارٹم رپورٹ کہاں ہے"

داریہ کے تفتیشی لہجے پر تبریز پہلے تو خوفزدہ ہوئے لیکن چونکہ داریہ سب جان چکی تھی تو اب انکے کچھ چھپانے کا فائدہ نہ تھا۔

"جی ہم اس حادثے کے بعد پہنچے تو دارم کی لاش ملی، وہ کچھ غلط کاموں میں پڑ گئے تھے ہمیں اسی کی خبر ملی تو سوچا جا کر انکی سرزنش کریں۔ لیکن ہمیں وہاں انکی موت کا زخم ملا، ہمیں اس ریکارڈنگ سے یہ تو پتا چلا کہ قاتل کون ہے لیکن اس وڈیو میں سب واضح نہ تھا، عدالت ایسے کسی ثبوت کو نہیں مانتی۔ ہمارے ماہیر کچھ خداداد صلاحیت کے مالک ہیں پھر وادی کے امان پروردہ ہونے کے ناطے یہ ضروری ہے کہ وہ ذہین و فطین ہوں۔ ہم نے سوچا شاید جو وڈیو میں ہے وہ پورا سچ نہ ہو تبھی پہلے تو اس وڈیو کو ہر ممکنہ جتن کیے ریکورر کرنے کی کوشش کروائی پر سو سال بعد ہمیں مجبوراً وہ داران کو بھیجی پڑی کیونکہ وہ ظاہری کے ساتھ ایک قلبی بصارت بھی رکھتے ہیں۔ رہی بات دارم کی پورسٹ مارٹم کی تو وہ ہو سپٹل

سٹاف سے کہیں گم ہو گئی تھی۔ ہم نے وہ تبھی کروایا تھا تاکہ ہم کوئی زمیل کے خلاف ثبوت پاسکیں
لیکن وہ کھو گئی"

تبریز کے لہجے سے دار یہ کو لگ رہا تھا کہ وہ اک اک حرف سچ کہہ رہے ہیں۔
"ہم تو کیا آپ کو پتا ہے اس وڈیو فوٹیج میں میں بھی ہوں، اور ایک اور لڑکی کا سا یہ بھی"
اب حیران و شاک ہونے کی باری تبریز شاہ کی تھی۔

"نہیں، ہم نے تو اتنا غور ہی نہیں کیا، یا اللہ۔ یہ ہم نے کیا کیا۔ آپ وہاں کیا کر رہی تھیں دار یہ۔ کیا ہوا
تھا اس دن اور دوسری لڑکی خدا نخواستہ مایا تو نہیں تھیں؟۔ کیا واقعی آپ کے بابا نے ہی قتل کیا ہے؟
اوف تبھی داران آپ سے بد گمان تھے۔ انکو لگتا تھا اس قتل کی وجہ آپ ہیں۔ پلیز دار یہ ہمیں کچھ تو
بتائیں"

مایا والی بات پر دار یہ ٹھٹکی۔

"ویٹ! مایا کیوں ہوں گی؟ مایا کیوں کہا؟"

دار یہ کا شاطر دماغ اصل بات پکڑ چکا تھا۔

"دار صل، دارم کی بری نظریں تھیں مایا پر۔ اس پر کئی بار وہ ہم سے پٹے بھی۔ اور ہم عزیزے جان کا
دارم کے سبب مایا سے برے سلوک کے بھی گواہ ہیں۔ مایا نے دارم کے رشتے کو انکار کیا تب سے آج
تک عزیزے جان انکو بہت تکلیف دیتی آئی ہیں، دو سال سے یہ سلسلہ گہرا ہو گیا کیونکہ انکے سینے پر بیٹے

[illegible]

"پریشان نہ ہوں، میں وہ پوسٹ مارٹم رپورٹ ڈھونڈوں گی۔ جب مل جائے گی تو آپکو سب کچھ بتاوں گی۔ ہمارے بیچ جو بات ہوئی ہے وہ ہم تک ہی رہے پلیز"

دار یہ نے امید دلاتی نظروں سے پریشان ہوتے تبریز شاہ کی طرف دیکھا تو وہ رسان سے سر ہلا گئے۔

دونوں نے کافی پی اور تب تک حمین اور مایا بھی پہنچ گئے۔

مایا تو سیدھی ماول سے ملنے چلی گئی، جبکہ دار یہ بھی ماموں کے گلے لگتی مزید بہتر ہوئی۔

ماول اور داران میں اسکے بعد بات نہ ہوئی اور پھر جب مایا آئیں تو داران نے اپنا یہ مسیحائی فریضہ اپنی دوسری ماں کو تھمایا اور مایا کو دیکھنے کی دیر تھی کہ وہ روئی آنکھیں جب مسکرائیں تو مایا نے اسکے پاس بیٹھتے ہی اسے گلے لگا لیا۔

"میری جان! خالا قربان جائے۔ میرا بچہ۔۔۔۔ درد تو نہیں ہے"

مایا کی آنکھیں تو ماول سے زیادہ سو جھمی تھیں، ماول کو داران اتنا حوصلہ دے گیا تھا کہ وہ سنبھل بھی گئی اور رونا بھی ترک کر دیا لیکن ابھی کسی نے اس سے کوئی سوال نہ کیا کیونکہ یہ داران کی سب سے گزارش تھی۔

خود وہ کیفے ٹیریا چلا گیا، ہو سپٹل میں شاید اسکا بھی دم گھٹتا تھا۔

.._____..

دادو کے بستر پر آ لگنے نے گویا دن تک انیب کو ناصرف واپس گھر آنے پر مجبور کیا بلکہ وہ رورو کر عاقب کو مانگ رہی تھیں، یہ اسکے دماغ کو مزید سن کر گیا اوپر سے جب سے ماول کے بارے میں پتا چلا تھا اپنا آپ ایاد خان سے دگنا مجرم محسوس ہوا۔

دار یہ سے وہ مسلسل رابطے میں تھی اور ماول کی خیریت پوچھ رہی تھی۔

رجال آج گھر نہیں تھا، شاید آج وہ کسی اہم کام سے نکلا تھا۔

"انو! میری سانس سینے میں اٹک رہی ہے۔ میں مر جاؤں گی پتر، مجھے میرے عاقب کی معافی دلا دے"

دادو کی سسکیاں سننے وہ انکے سرہانے بیٹھی ان سے لپٹی خود بھی بہت اداس تھی۔

"مجھے نہیں پتا دادو وہ کہاں مرا ہے، ہر جگہ سے بلاک کر دیا ہے اس نے۔ بتائیں میں کہاں سے

ڈھونڈوں؟"

انیب بھی جیسے افسوس و غم سے پھٹ پڑی۔

"اسکے آبائی گھر جا، وہ وہیں ہو گا۔ وہی گھر جو میں نے تیری پھپھو سبرینہ کے نام کیا تھا۔ اور کوئی ٹھکانہ نہیں"

ماریہ چغتائی کے دیے حوالے پر انیب منہ بسور گئی۔

"وہ اس اجڑے بیابان میں کیا لینے گیا ہو گا دادو، اس بند حویلی میں تو روحیں بھی جاتے خوف کھائیں۔ وہاں نہیں جاسکتا ڈرپوک کہیں کا۔ اور آپ جانتی ہیں اسے ڈسٹ سے سبرینہ پھپھو کی طرح الرجی ہے، وہ اس دھول مٹی والے علاقے میں نہیں جاسکتا"

انیب نے سرے سے انکار کیا۔

"جاسکتا ہے کیونکہ وہیں اسکی ماں کی قبر ہے، تم اتنی سنگدل کیسے ہو سکتی ہو انوو۔"

اس بار کمرے میں داخل ہوتیں ثمن بولیں جنہوں نے ماریہ صاحبہ کے سوپ کی ٹرے میز پر رکھتے ہی دکھ سے انیب کو دیکھا۔

"اوہ! میرے ذہن سے نکل گیا۔ اچھا آپ دونوں اپنے جذبات سنبھالیں میں جا کر دیکھتی ہوں۔ لیکن

اگر اس نے آنے میں نخرے دیکھائے یا متمیزی کی تو لعنت بھیج کر واپس آ جاؤں گی"

انیب نے تو کہہ دیا پر ثمن نے آکر اسکے سر پر تھپہر دے مارا، ماریہ بھی غصے سے انیب کو گھوریں۔

"شرم کھا لو تھوڑی، شوہر ہے وہ تمہارا۔ جیسا بھی ہے تمہارے لیے قابل عزت ہونا چاہیے"

نٹن یہ کہتے روسی دیں تو انیب نے فوراً سے اٹھ کر تائی جان کو گلے لگایا۔

"آپ جیسی نہیں ہوں کہ زہر اگل لوں، آپکا ظرف بڑا تھا تائی جان کہ آپ نے حمید تایا کو انڑیج برداشت کیا جیسے وہ برے تھے لیکن میں اتنی باظرف نہیں ہوں۔ میں عاقب کو پہلے سیدھا کروں گی۔ دادو کا خیال رکھیں میں جاتی ہوں اس گلے کے ڈھول کے پاس"

انیب تلخ نہیں تھی پر وقت نے اسے سنگدل بنا دیا تھا، محبت کے سلیقے نہیں رہے تھے۔ وہ چلی گئی، وہ حویلی شہر کی آبادی سے دور جنگلی علاقے اور پہاڑوں کی طرف تھی اور وہیں سبرینہ کی بھی قبر موجود تھی۔

انیب کو وہاں پہنچنے میں گھنٹہ لگا۔

وہاں کے کئیر ٹیکر محمود صاحب سے اس نے دروازے میں ہی عاقب کی موجودگی کا پوچھ لیا تو مثبت جواب پر گاڑی سے نکلی اور حویلی کی طرف بڑھی۔

مگر اندر جاتے جاتے اسکے قدم باغیچہ کی جانب کھڑے عاقب پر پڑی جو اسی وقت سوئمنگ پول میں نہا کر نکلا صرف ایک چپکی سی شارٹس میں کھڑا گیلے بالوں میں ہاتھ مار رہا تھا، اسکا ہلکا گندمی پر کشش کسترتی وجود دور سے ہی چمک رہا تھا۔

اسکے زخم پر لگا بینڈیج گیلا ہوا تھا تبھی اس نے بے دردی سے اکھاڑ کر پھینکا۔

انیب نے اپنے پیروں میں آگرتے اس بینڈیج کو دیکھا اور، سیلز تلے دیتی اسکے پیچھے جارکی۔

"جن قدموں پر چل کر آئی ہو انہی پر چلتی ہوئی دفع ہو جاو"

وہ اسکے سلگنے پر ناصرف رکى بلکہ ایک ہى جھٹکے سے اسے اپنى سمت پکڑے موڑا، اسکے کندھے پر بنے زخم سے پھوٹا خون اسکے سینے پر لہراتى پانى كى بوندوں ميں شامل ہو رہا تھا۔
انىب نے اپنا اسكارف اتارا اور اسے گول سا كرتى اسکے زخم پر ركھ بیٹھى۔

"ميں نے زخم اس ليے نہيں ديا تھا كہ تم اسے ناسور بنادو"

وہ ناچاہتے ہوئے بھى اس سفاك كى آنكھيں تكتى تڑپ كر كہہ بیٹھى۔

"بن چكا ہے، زخم بھى اور ميں بھى۔ كيوں آئى ہو"

اسكى گردن دبوچتا وہ غرايا كہ اسكى انگارى سانس انيب كو جھلسا گئى۔

"دادو بہت مس كر رہى ہيں، كيوں انكو مارنا چاہتے ہو؟ مانا غلطى ہو گئى۔ اس تھپڑ كى وجہ ميں تھى عاقب۔
مجھے مار لو، دادو كے ليے ميرى جان بھى خاصر ہے تو تمہارا تھپڑ بھى سہہ لوں كى ليكن پليز واپس آو۔ ايسے
خود كو سزا مت دو"

وہ اس وقت اس سے لڑنا نہيں چاہتى تھى، نرمى اور محبت سے بات كيے دادو كے ليے منارہى تھى۔

"دوبارہ اگر تم يہاں آئى تو تمہارى لاش جائے كى يہاں سے، انھيں كہہ دينا مر گيا ہوں۔ اور تم نكلو

اب"

گردن سے پکڑے ہی پیچھے کودھکیلتا وہ اپنی شرٹ پول کے کنارے سے اٹھاتا گھر کی طرف بڑھا جسکی خستہ خالی دیکھ کر دل بیٹھا جا رہا تھا۔

"میں کہیں نہیں جا رہی"

حتمی فیصلہ کیے وہ پیچھے سے پکاری، عاقب کے قدم رکے لیکن جبرے بھینچتا وہ واپس پلٹا تو انیب گردن سہلاتی قریب جا کر پھر رکی۔

"یہاں کیسے رہو گے، کسی بھی وقت یہ گھر گر سکتا ہے۔"

فوری پریشانی میں بڑبڑائی۔

"اچھا ہے ناں میری قبر کھدوانے کی زحمت نہیں ہوگی میرے سگوں کو، اور تم میری دشمن۔ میں تمہاری بات سن ہی کیوں رہا ہوں"

بے حسی عاقب کی آنکھوں سے ٹپک رہی تھی جبکہ انداز و حشیانہ تھے، انیب پھیکا سا مسکرا دی۔

"تم جتنے بھی برے بن جاؤ، اپنے اندر کی معصومیت کو نہیں دبا سکتے۔ اس چھوٹے سے بچے کو تم نے آج

بھی اپنے اندر زندہ رکھا ہوا ہے جس نے اپنی پوری کائنات یعنی اپنی ماں کھوئی تھی۔ دادو کو کچھ ہو گیا تو

کیا کرو گے؟ کیا انکے ایک تھپڑ پر انکی محبت، پرورش، انکا خلوص، انکے لاڈ سب جھٹلا دو گے؟ پلیز عاقب

یہ مت دیکھو کہ تم سے یہ درخواست انیب جہانگیر کر رہی ہے، کوئی غیر اجنبی یا راہ چلتی ہوئی سمجھ لو

لیکن پلیز چلو میرے ساتھ"

وہ اس وقت اپنے لیے نہیں اپنی پیاری دادو کا کیس لڑ رہی تھی، تبھی عاقب کے روارکھے سلوک کی رتی پرواہ نہ تھی، جبکہ انیب اچھے سے جانتی تھی کہ وہ نانو سے کتنا پیار کرتا ہے، وہی تو تھیں جنہوں نے اس بیس سالامردہ احساسات والے عاقب کو جینے کی طرف لایا تھا۔

"میں اس گھر میں نہیں جاسکتا جہاں تم موجود ہو"

دل پگھلنے کے باوجود وہ سفاکیت سے باز نہ آیا۔

انیب کی پیشانی شکن آلود ہوئی۔

"ٹھیک ہے میں میڈیا ہاؤس شفٹ ہو جاؤں گی، لیکن دادو کو اس عمر میں تمہارے لیے ترستا ہوا نہیں دیکھ سکتی۔ منظور ہے"

وہ فیصلہ کرتی پلٹ گئی مگر عاقب کو اسکے لڑنے کی امید تھی مگر وہ تو بنا مقابلے کے ہتھیار ڈال گئی، اسکی بازو پکڑے اپنی سمت پلٹائے وہ اسکے چہرے کے سرد تاثرات دیکھنے لگا۔

"اگر کبھی میں نے یہ کہا کہ میں اس دنیا میں بھی نہیں رہنا چاہتا جہاں تم جیسی فسادن اور منحوس رہتی ہے کیا پھر بھی ایسی ہی فرما برداری دیکھا کر مر جاو گی؟"

لفظ لفظ زہر میں بجھائے وہ یہ سوال پوچھ کر انیب کے ضبط کا امتحان لے رہا تھا، انیب نے خفیف سے غصے کو قابو کیا اور اپنا ہاتھ جھٹک گئی۔

"نہیں تمہیں ہی اس دنیا سے چلتا کروں گی"

اپنی زمانے بھر کی سفاکیت سے بھری آنکھیں عاقب موہان کی آنکھوں میں گاڑے تڑخ کر بولی، اس سکون سے کہ مقابل کا قرار لٹ گیا۔

"نافرمان تو نہیں تھی تم، کیا یہ سپیشل آفر میرے لیے ہے مسیز"

وہ اسکی تمسخرانہ چہرے کے بے حد قریب جھک کر کی سرگوشی پر لبوں کو اک دو جے میں پیوست کرتی پیچھے کو سر کی، مگر عاقب نے اسکے دونوں بازو تھامے پکڑ کر اپنے نزدیک کھینچا، اور یہ سراسر سازش تھی اسے جواب بھلا دینے کی۔

"تمہارے لیے سپیشل آفر صرف جنہم کے فری ٹکٹ کی ہے،

جتنی فرما برداری مجھے میرے بابا جان سے وراثت میں ملی تھی وہ سب میں نے آنسوؤں میں کب کی بہا دی۔ مجھ سے مقابلے کی کوشش بھی مت کرنا عاقب موہان کیونکہ اگر تم نے میرا کوئی نقصان کیا تو تمہیں اسی سٹیج پر گھسیٹ کر لے جاؤں گی جہاں تم کچھ سال پہلے تھے"

اسکے ہونٹوں پر پھیلے زہریلے تبسم کے سحر کو چھنانکے

سے توڑتی وہ عاقب سے خود کو چھونے کا ہر اختیار

چھین کر دو قدم دور دھکیل گئی۔

اسکے زخمی سینے پر آج بھی انگلی سے نادیدہ لکیر بنا کر وہ پہلے سے زیادہ بھڑکتی جہنم بخش گئی جبکہ عاقب اسکی خوش فہمی پر زہر خند ہنسا اور انیب کو خود سے پرے ہوتا دیکھتے واپسی بازو سے جنجھوڑ کر اپنے قریب کھڑا کیا۔

"مقابلہ تو ہو گا اب، اور ڈنکے کی چوٹ پر ہو گا انیب جہانگیر"
اسکے طیش بھرے تبسم اور دھمکی پر انیب کو ہنسی آنے لگی جسے اس نے مشکل سے حلق میں دبایا۔
"اچھا ایسا ہے"

اسکے ہاتھ سے بازو جھٹکی، ایک ہاتھ سے اس نے عاقب کی گردن سہلائی اور دوسرے ہاتھ کی شہادت کی انگلی اسکے سینے پر پڑی چین لپیٹ کر نزدیک ہوئی جبکہ اسکی اس حرکت پر عاقب کی طنزیہ مسکراہٹ غائب ہوئی۔

"پھر مجھے تم ہمیشہ مقابلے کے لیے تیار پاؤ گے، بہت دکھ ہو گا تم سے رونے اور ہنسنے کی اہلیت چھین کر، آجانا کل سمجھ گئے"

غصے سے اسکے گریز کو تکتی درشتی سے گویا ہوئی جبکہ عاقب نے اسکے دونوں ہاتھ پکڑ کر کسی اچھوت کی مانند پڑے کیے تو وہ دو قدم دور ہوتی لہرا گئی۔

"کل واپس چلا جاؤ گا، اس سے پہلے اپنی یہ شکل گم کر لینا پیلس سے۔ بے فکر رہو انیب جہانگیر، تم جیسی فسادن اور سنی عورت کو پیلس میں کوئی بھی مس نہیں کرے گا"

تضحیک کرتا ہوا وہ ہنسا جبکہ انیب دگنا ہنس کر عاقب کو آگ لگا گئی۔

"دیکھیں گے بھی دیکھیں گے، دھیان رکھنا میری اک جھلک کے لیے فقیر ہی نہ بن جاؤ تم۔۔۔ اکڑ لو۔
بتا ہے تمہارا"

دگنا تمسخرانہ جواب دیتی وہ اس پر مسکراتی نگاہ ڈالے پلٹ تو گئی لیکن آنکھوں میں جو کرچیاں تھیں وہ پلٹتے ہی دنیا جہاں کے غم بنیں۔

وہ دور ہوئی اور عاقب اپنے عتاب کی لگائیں ہی کستارہ گیا، اسکے چہرے کی خدو خال میں دفناذیت گھلنے لگی۔

"اب تو سارے حق تھے تمہارے پاس، پر تم نے چنا تو مجھے پھر سے جلانا، مجھ سے محبت کے باوجود نفرت جتنا۔ یہ آخری چانس تھا تمہارے پاس انیب۔ آخری چانس کے بعد گنجائش ختم ہو جاتی ہے"
بہت دنوں سے بد صورت لگتی شام آج عاقب کو ناقابل برداشت لگی، محبت سب کا ذاتی فیصلہ تھا لیکن شاید خود بینوں کے نصیب سے محبتوں کے چیپڑ خارج ہونے کا وقت آچکا تھا، اب محبت نہیں ذاتی فیصلوں کی حدود میں صرف نفرت اور ضد بچی تھی۔

انیب نے گاڑی فوراً سے اس گھر سے نکالی لیکن اس لڑکی کی آنکھوں سے سیل رواں بہتا دیکے رخساروں پر اور تپش جگا گیا۔

"کبھی کبھی لگتا ہے تم سے محبت ہی میرے اب تک کے گناہوں کی سزا ہے عاقب، تم خود کو تکلیف دو یا مجھے، دونوں صورتوں میں اذیت تو مجھے ہی ملے گی کیونکہ تمہارے علاوہ انیب جہانگیر کے دل کا مالک بننے کی کسی اور بشر میں اہلیت نہیں۔ میں ہر ممکنہ تمہیں بکھرنے سے بچاؤں گی لیکن یہ امید مت رکھنا کہ انیب کبھی تمہارے سامنے جھکے گی"

وہ اپنی محبت کا اعتراف ہمیشہ کی طرح خود سے کر رہی تھی، اور شاید وہ برحق تھی، بے قدر شخص کے دامن میں محبت کے جتنے پھول ڈال دو، وہ اس خوشبو سے محروم ہی رہتا کیونکہ اسے دامن کو جھٹکنے کی عادت ہوتی ہے۔

.._____..

"ٹھیک ہے بارس، کل ہم اس ہو سپٹل جا کر پوسٹ مارٹم رپورٹ کے بارے تفتیش کریں گے۔ تم مجھے اس ہو سپٹل کی لوکیشن بھیج دینا۔ اور کچھ؟"

دار یہ فون کال پر ہو سپٹل سے باہر آئی تو خوبصورت ملگجی سی شام اتر چکی تھی، فضا میں نکھار کے سنگ شدید خنکی بھی گھلی جس سے دار یہ کو سنگل سی فل سائز اپر شرٹ پہنے ٹھنڈک کا احساس زیادہ گہرا ہو رہا تھا، جینز نے تو ٹانگوں کو قدرے حدت بخش رکھی تھی لیکن شال بہت باریک تھی اور موسم بہت سرد۔

لیکن وہ سرد پن کچھ ہی فاصلے پر پہنچ پر بیٹھے داران کو دیکھ کر نادیدہ سی تپش میں بدل گیا۔

"جی میم! کاظم مبین کی ڈائورس ہو گئی ہے۔ اسکی بیوی نے بچوں کی کسٹڈی تک کے لیے کیس کر دیا۔ آپ سمجھ سکتی ہیں کہ اس زخمی ریچھ کی اس لمحے کیا حالت ہوگی۔ اسکی بیوی اسکے میڈیا ہاؤس کی ایکویٹیل شنیر ہولڈر ہے۔ پلیز آپ اپنی سیکورٹی مضبوط کر لیں"

بارس کے لہجے میں داریہ کے لیے ڈھیروں فکر تھی، وہ زہر خندی سے متاثر کن مسکرائی۔
جیسی سزا چاہی تھی ویسی ہی دے کر اسے سرور آگیا۔

"بہت خوب! آگے سے داریہ کو دھوکہ دینے کی کوشش نہیں کرے گا۔ رہی بات میری حفاظت کی تو تمہیں کیا لگتا ہے بارس جس آدمی نے تمہیں داریہ کے زرا چھونے پر حراساں و خوفزدہ کر کے بھیگی بلی بنا دیا وہ مجھ پر کوئی آنچ آنے دے گا۔ ہرگز نہیں، اسکی محبت ہے ڈی کے، اپنی محبت پر آنچ بھی آنے نہیں دے گا۔ تم فکر مت کرو میری۔ اگلے مشن سے پہلے مجھے بابا والا معاملہ نمٹانا ہے، آج کل میں وہ بری ہو جائیں گے"

داریہ کے لہجے کا غرور بہت چمکدار تھا پھر وہ دیکھ بھی داران کو رہی تھی، ایسا لگ رہا تھا وہ پھر سے شک میں گری ہے، اور داران کو تو اس وقت اپنی فلورنس کو مزید بھٹکانے کا ہوش نہ تھا، ممکن تھا وہ جلد در لیا جاتا۔

بارس نے اجازت لی تو داریہ فون جینز کی پاکٹ میں گھساتی، باریک شال اپنے ارد گرد لپیٹے زینے اترتی ہوئی ہو سپٹل کے احاطے میں آگئی بے انتہا حسین ہریالی کی جانب بڑھی اور بنا آہٹ کیے داران کے ساتھ بیٹھے اسی کی طرح ڈوبتے سورج کے آسمان پر پھیلے نارنجی شربت کو دیکھنے لگی۔

"کیا سوچا ہے پھر تم نے ماہیر شاہ"

وہ مخاطب کرنے کے ساتھ گردن اسکی طرف گماگئی۔

داران نے ٹھہری ہوئی آنکھیں جھپکیں، پھر سانس فضا میں خارج کیا۔

"کس بارے میں؟"

داریہ کو اسکی غائب دماغی اور بے دلی بری طرح زچ کر گئی۔

"آفکورس ماول کے بارے میں، لالہ کی تڑپ سچی تھی۔ وہ سچ میں اپنے کیے پر۔۔"

وہ بولتی بولتی ماہیر شاہ کی سپاٹ گھوری پر خاموش ہو گئی۔

"سوال بھی پیدا نہیں ہوتا، ماول ابھی نا سمجھ ہے۔ اسکا فوکس اسکی تعلیم اور کئیرئیر پر ہونا چاہیے۔ اور

اسکے لیے میں جب تک یہاں ہوں ہر ممکنہ کوشش کروں گا"

آخری جملے سے وہ اپنے تئیں داریہ پر دھماکہ ہی تو کر گیا۔

"ویٹ! کہیں جانا ہے تمہیں؟"

وہ اسکی کلائی پر ہاتھ رکھتے آگے کو سرکتی غیر دانستہ پوچھ بیٹھی۔

داران نے اک نظر اسکے نرم سے لمس پر ڈالی، اسکا ہاتھ برف کی طرح تھا اور ناجانے کیا سو جھی کہ داران نے وہ سرد ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں لیا تو وہ لرز کر پلکیں جھکاتی اپنے ہاتھ کو دیکھنے لگی جو داران کے گرم ہاتھ میں دب کر سکون پا گیا۔

"تم کوئی سویٹر پہن لیا کرو، یہاں بہت ٹھنڈ پڑتی ہے۔ ابھی سے تمہارے ہاتھوں کا یہ حال ہے تو اکتوبر تک تو تم جی ہوئی ملو گی۔

لو جیکٹ پہن لو میری"

وہ اسکے چہرے کو تکتی حیران سی داران کے یکدم جیکٹ اتارنے پر ہوش میں آئی، اسے روکنا چاہتی تھی پر وہ جیسے اسکا خیال کر رہا تھا داریہ سے اعتراض نہ کیا جاسکا، وہ اسے جیکٹ پہنائے خود سنگل شرٹ میں بھی ٹھیک تھا، اسے اس سرد موسم کی عادت تھی۔

"اور اگر تمہیں ٹھنڈ لگ گئی؟"

وہ اپنے وجود کو گھیر لیتی حدت پر فکر سے داران کو دیکھنے لگی جو اسکا ایک ہاتھ پھر سے اپنے ہاتھ میں پکڑتا اسے گرمائش دینے کو آہستہ آہستہ رگڑ رہا تھا۔

"مجھے ٹھنڈ پسند ہے، میری نس نس میں اتر اہوا ہے وادن سون کا ہڈیاں جماتا موسم۔ تم جانتی ہو اکتوبر شروع ہوتے ہی یہاں پانی جمنے لگتا ہے، دھند چھانے لگتی ہے، آسمان کے دامن میں سورج کے لیے جگہ نہیں بچتی۔۔۔ یہ وادی گہرے، پرسوز اور خاموش جہاں میں بدل جاتی ہے۔ تمہارے ان سرد

ہاتھوں سے لگتا ہے تم سروائیو نہیں کر سکو گی، کوشش ہے اس سے پہلے ہی تمہیں امان سے آزاد کر دوں"

اس وقت وہ کوئی اور ہی ماہیر شاہ تھا، وہ یک ٹک اسکے ہلتے لبوں، مسکراتی آنکھوں اور مشوروں پر دم سادھے اسے دیکھ رہی تھی، وہ جیسے ہاتھوں کو حرارت دے رہا تھا یہ چھوٹا سا عمل بھی داریہ کو اس سے ٹوٹ کر محبت پر اکسانے کے لیے کافی تھا۔

"تم مجھے امان سے آزاد کرنے کے لیے بہت بے قرار ہو کیا؟"

وہ کھوئی کھوئی سی بولی، داران انتہائی سنجیدگی سے اسکے ہاتھ کی بڑھتی حرارت پر اسے آزاد کیے واپس ٹیک لگا گیا۔

"ہاں، سچ بتاؤ اور چلی جاؤ۔ تمہارا عاشق منتظر ہو گا"

وہ اسکے لہجے میں جلن تلاشتی رہی پر اب وہ کیونکر جلتا جب اسے یہ مان مل گیا تھا کہ وہ جتنے بھی روپ بدل لے، فلورنس صرف اسکی ہے۔

"مجھے کچھ دن دے دو، میں بتا دوں گی۔ مجھے بھی بہت جلدی ہے تمہاری امان سے نکلنے کی"

وہ رخ موڑ گئی، بظاہر اسکی ہاں میں ہاں ملائی پر ناجانے کیوں آج داریہ کو خوشی نہیں ہو رہی تھی۔

"گڈ"

ایک لفظی جواب دیا۔

"تمہارا زخم ٹھیک ہے؟"

داریہ نے پھر سے اسکی چپ سے بے چین ہوتے گردن موڑی۔

"ہاں کافی بہتر ہے، تمہارا دل ٹھیک ہے؟"

وہ اسکے محظوظ سوال پر ٹھٹکی، داران کی ٹون طنزیہ تھی۔

"کہنا کیا چاہتے ہو؟"

وہ لمحے میں بھڑکی۔

"یہی کہ تمہارے بدلے بدلے رنگ بتا رہے ہیں کہ تمہارے حواسوں پر کافی حد تک سوار ہو چکا

ہوں، ویسے سوچو اگر کل کو تمہیں اپنے اس محبت نامی آدمی کے پاس ہو کر میری یاد آئی تو؟ عادت کا

پلڑا محبت سے بھاری ہوتا ہے۔ اور تم ہو بھی میرے نکاح میں؟ انجام نہیں سوچا کبھی داریہ خان"

جانے وہ داریہ کی کونسی دکھتی رگ دبانا چاہ رہا تھا لیکن جو بھی تھا داریہ کو اسکے الفاظ جھلسا گئے۔

"تم بالکل بھی اچھے نہیں ہو"

لڑنے میں پہلی بار وہ ناکام ہوئی، منہ بھی پھیر لیا، آواز میں نمی سی گھل گئی۔

"کبھی یہ بھی نہیں سوچا کہ میرے پاس ہی رک جاؤ اگر؟"

وہ اسے ضبط سے کھیلتا اس بار حد کر گیا، داریہ نے اسکی طرف چہرہ کیا، وہ سنہری آنکھیں اس ادا اس شام

جیسی تھیں، تھکن سے لبریز۔

"میں فضولیات نہیں سوچتی"

اسکے جتانے پر داران نے مسکراہٹ دباتے تابع داری کا مظاہرہ کیا۔

"جب تم میری امان سے نکلو گی تمہیں ایک گفٹ دوں گا، ایسا گفٹ جو تم کبھی نہیں بھولو گی"

مزید تنگ نہ کرتے وہ یہ تجسس پھیلاتا داریہ کو اور زہر لگا۔

"مجھے نہیں چاہیے کچھ"

وہ منہ پھیر گئی، بے مروتی کی حد کی۔

"تم کسی بھی اچھے بھلے سمجھدار مرد کو ناکارہ کر سکتی ہو داریہ خان"

داریہ کو تکتے وہ مدہوشی سے بڑبڑایا، کرنٹ لگے انسان کی طرح وہ اسے گھوری۔

"واٹ؟"

دارنہ کے چہرے پر سرخی چھلکی۔

"کیا؟"

وہ کندھے اچکاتا انجان بنا تو داریہ کا دل چاہا منہ توڑ دے اس شخص کا۔

"کیا کہا تم نے ابھی؟"

داریہ نے تیور دیکھاتے استفسار کیا۔

"کچھ بھی نہیں، تمہارے کان بج رہے ہیں۔ وہی سن رہی ہو جو سننا چاہتی ہو۔"

فوری داریہ کے دماغ کی چولیس ہلاتے محظوظ ہوئے اسے پاگل ثابت کرنے کی کوشش کی۔
داریہ کے صبر کی حد یہیں تک تھی، جھٹکے سے اٹھی، جیکٹ اتار کر اسکی گود میں دے ماری۔
"مجھ سے بچ کر رہو ماہیر شاہ!"

وہ اسکے سر پر کھڑی ہوتی چلائی جیسے چیر پھاڑ دے گی۔

"کیوں تم کاٹتی ہو؟"

معصوم بننے کی زہریلی ادکاری کی گئی۔

"جب بھی دل تمہارے لیے نرم ہوتا ہے تم ایسی بکو اس بات کر دیتے ہو کہ میرے دل کے سب سے
نچلے خانے میں منتقل ہو جاتے ہو۔ کیری اون"

وہ بھی سلگ اٹھی جبکہ داران کو اس سے لڑ کر دماغ ریلکس محسوس ہوا۔

"مطلب میں تمہارے دل میں ہوں، خطرے کا آلازم ہے یہ داریہ خان پیچ پیچ۔ پہلی فرصت میں مجھے
دل سے نکال دو ورنہ تمہارے اختیار میں تمہاری سانس بھی نہیں رہے گی"

خود بھی اٹھ کر اس بے بس ہو چکی داریہ کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑتے بولا کہ وہ سر سے پیر تک دہک
اٹھی۔

"کس قسم کے بے ہودہ انسان ہو؟"

دار یہ کا دماغ گما کر رکھ دیا تھا تبھی تو وہ آس پاس کا کوئی ہوش نہ رکھتی برس پڑی، داران نے ہاتھ بڑھا کر اسکے منہ کو جکڑتے اسکے ہونٹوں پر انگوٹھے کی پور جمائی تو دار یہ کے جسم میں لہو جم سا گیا۔

"شش! اتنا چیخ کر سب کو بتانے کی ضرورت نہیں، میں جانتا ہوں اپنی بیہودگی۔ بہتر یہی ہے کہ گھر چلی جاؤ، ورنہ میں تمہیں پاگل کر دوں گا"

وہ نہیں چاہتا تھا دار یہ ان باریک کپڑوں میں یوں ٹھنڈ میں ٹھٹھرتی رہے جبکہ اب تو وہ پیر پکڑتا تب بھی وہ یہاں رکنے پر آمادہ نہ تھی، ماول کے پاس ویسے بھی مایا تھیں تبھی اسے اب جانا ہی بہتر لگا۔

"دوبارہ میرے ہونٹوں کو مت چھونا زہریلے آدمی"

اسکا ہاتھ پرے کرتی وہ ناگوار نیت سے غرائی۔

"کیوں کچھ کچھ ہونے لگتا ہے کیا؟"

وہ مدہوش شرابی بنا اسکی آنکھوں میں مست انداز سے جھانکا تو دار یہ کی روح تک اس شرباز آدمی کے سوال پر کانپی۔

"ہاں، میرے اندر بھی ایک کیڑا ہے۔ اور جب وہ مجھے کاٹتا ہے تو میرے دانت بھی چلتے ہیں اور ہاتھ بھی اٹھ جاتا ہے۔ اپنے خوبصورت چہرے کے نین نقش میرے انہی ہونٹوں کے اندر شرافت سے موجود تیز نوکیلے دانتوں کے پیارے حملوں سے بگاڑ نہ لینا، کوئی لڑکی منہ نہ لگائے گی پھر۔۔۔۔۔ جارہی ہوں میں، تم دل جوئی کے بھی قابل نہیں ہو"

تیزی سے بولتی ہوئی وہ اسکے سینے پر دبا دیتی اسے پرے دھکیلتی واپس ہو سپیٹل بڑھی تو داران اس کے بھاگنے کی سپیڈ پر مسکرا اٹھا، وہ لب مسکرائے تو شام خوبصورت ہو گئی۔

"میں اپنے چہرے کے نین نقش خراب کروانے کے لیے بہت بے تاب ہوں لیکن وہ کیا ہے نہ فلورنس، محبت بڑے صبر کی چیز ہے۔ پہلے تم سے جی بھر کر محبت نبھالوں پھر فزیکل ہونے کا زمانہ بھی آہی جائے گا جو یقیناً تم جیسی اتھڑی گھوری بہت خوبصورت بنائے گی۔ آہ! وہ دن میری زندگی کے راحت انگیز دن ہوں گے فلورنس جب میں تمہاری خوشبو اپنی ان سانسوں کا حصہ محسوس کیا کروں گا"

اس وقت وہ ہر دکھ بھولے بس کچھ لایعنی خیالات کی ڈوروں میں الجھا بے خود ہو رہا تھا۔
باخدا اسکی بے خودی موسم پر مدہوشی طاری کرنے کی اہلیت رکھتی تھی۔

آخر کار زمیل جلال خان کی ضمانت ہو تو گئی مگر ابھی اسے کابل چھوڑنے کی اجازت نہ ملی، لیکن جہانگیر اسکی آزادی پر اپنی رہائی سے دگنا خوش تھے، وہ بھی کل ہی آزاد ہوئے تھے جبکہ جہانگیر پر چلتا کیس بھی ختم ہو چکا تھا۔

سنٹرل جیل سے وہ لوگ پہلے ایک سرائے رکے، وہاں سے جہانگیر نے تگڑا سا کھانا خود بھی کھایا اور زمیل کو بھی عیاشی کروائی۔

جہانگیر کل رات ہی ایک تھری سٹار سادہ سے ہوٹل میں سائن ان کر چکے تھے سو سرائے سے واپس وہ لوگ سیدھا ہوٹل آئے۔

جہانگیر چونکہ ٹریول ایجنسی کے اوزر تھے تبھی کل سے ہی اپنے سٹاف میں سے کسی سے رابطے کی کوشش میں تھے لیکن ابھی تک کوئی جواب نہ آیا۔

زمیل تو آتے ہی نہانے بڑھ گیا، جبکہ جہانگیر اپنا دو سال سے بند فون لے کر اس نرم گدے والے سنگل بیڈ پر بیٹھے اور اسے آن کیا۔

دو سال بعد فون آن کیا تو سکرین کھلتے ہی اس پر سچی اپنی اور انو کی تصویر تکتے انکی خوبصورت گرے آنکھیں بھر آئیں۔

فون سکرین چوم لی۔

"بابا کی جان، پتا نہیں کیسی ہوگی تم۔ میں بہت جلد آرہا ہوں اپنے بچے کے پاس۔ یا اللہ مجھے خیر و عافیت سے میری بیٹی اور ماں تک پہنچا دیں"

دل انیب کی تصویر دیکھ کر بہت بری طرح تڑپا تھا، جہانگیر نے فوراً سے پہلے انٹرنیٹ آن کیا جو کافی سلو تھا لیکن اونلائن ایپس آہستہ آہستہ کھل رہی تھیں اور جو پہلی خبر انکے سامنے آئی وہ تھی "حمید چغتائی" قتل۔۔

جہانگیر کے چہرے کا رنگ فق ہوا۔

مزید تفصیل میں گئے تو حمید بھائی کے قتل کی ساری تفصیل آنکھوں کے آگے کھلتی گئی۔
"یا میرے خدا! یہ کیا ہو گیا"

جہانگیر کی آنکھوں میں سرخی جمع ہوئی، اسی لمحے زمیل شرٹ ٹراوز پہنے گلے میں ٹاول لٹکا کر بالوں کو رگڑتا کمرے میں آیا تو جہانگیر کی پھٹی آنکھیں تشویش میں ڈال گئیں۔
"کیا ہوا ہے؟"

زمیل نے اسے کندھے سے ہلاتے پوچھا۔
"زمیل! یہ دیکھ۔۔ حمید بھائی کا پچھلے دنوں قتل ہو گیا"
زمیل بھی لمحہ بھر ٹھٹکا لیکن خبر پڑھتے ہی گویا اسکے دل کو ٹھنڈک پڑی ہو۔
"مر گیا خبیث، بہت اچھا ہوا"

زمیل کے انتقامانہ بڑبڑانے پر جہانگیر نے شاکی نظروں سے زمیل کو دیکھا۔
"بھائی تھے وہ میرے زمیل"

جہانگیر اس آدمی کی سفاکیت پر دہل گئے۔

"بھائی نہیں تھا، تجھ سے تیری سانسیں چھیننے والا کنجر تھا۔ بڑا بد قسمت ہے تو جہانگیر، نہ یار سواد کا ملا تجھے نہ بھائی۔۔۔ اوپر سے محبوب جفاکار۔۔ جس دن اس نے تجھ سے تیری شمن چھینی تھی اسکو موت کی بدعائیں اسی دن میرے دل نے دی تھیں، شکر ہے میں جیتے جی اسکو مرتا دیکھ پایا"

اس دشمن جان کے ذکر پر جہانگیر چغتائی کی آنکھیں بھیگ کر رہ گئیں، پورے وجود میں اذیت پھیل گئی۔

زمیل کے اندر کوئی رحم جیسا مادہ نہ رہا تھا، جہانگیر تو غم سے آدھے تھے، جیسا بھی تھا ماں کا تو بیٹا ہی تھا اسکی طرح۔

"ماں جی نے کیسے سہا ہو گا یار، اور ث۔۔۔۔۔ ثمن۔۔۔۔۔"

جہانگیر کی اذیت تکتے زمیل لا پرواہی سے تولیہ کا وچ پر پھینکتا دوسرے سنگل بیڈ پر جالیٹا۔

"تیرے راہ کی رکاوٹ ہٹی، اب ثمن تیری ہے۔۔۔۔۔ اب ساری رات اسکی موت کا ماتم مت کرنے بیٹھ

جانا۔۔۔۔۔ خس کم جہاں پاک۔۔۔۔۔ ماریہ خالا بہت سمجھدار ہیں، جانتی ہیں موت سب کو آتی ہے۔ اور تیری انو

تھی نہ دونوں کے پاس، سب ٹھیک ہی ہو گا۔ کل چلا جا، میں بھی جلد آ جاؤں گا"

زمیل کو تو جیسے پرواہ ہی نہ تھی۔

جہانگیر نے اک غصیل نگاہ اس پر ڈالی اور سر تھام کر رہ گئے جبکہ زمیل نے لیٹے لیٹے مسکرا کر کروٹ

بدلی۔

آنکھوں میں تیرگی آئی کیونکہ جس وکیل نے اسکی ضمانت کروائی اس نے اشارے میں بتایا تھا کہ یہ

ضمانت اسکے کسی بہت قریبی نے کروائی ہے۔

زمیل کو دو سال پہلے کی وہ شام یاد آئی جب اس نے دارم کی پوسٹ مارٹم رپورٹ، ہو سٹل سٹاف کو دھمکا کر ہتھیائی تھی۔

وہ آج بھی اسکے لاکر میں محفوظ تھی۔

اور یہ پھیکی اداس اور افیت سے بھری مسکراہٹ بتا رہی تھی کہ زمیل جلال خان کو اپنی ضمانت کرنے والے کا نام پتا تھا۔

"بابا کی بہادر بیٹی، میں بد قسمت باپ تمہارا فخر نہیں بن سکا داریہ لیکن تم میرا فخر ہمیشہ رہو گی۔ میری آخری خواہش تم سے اور ایاد سے کی گئی زیادتیوں کی معافی مانگنا ہے، اللہ میرے گناہوں کی مجھے بھلے دردناک موت عطا کر دے پر تم دو سے معافی مانگنے کی حسرت پوری کرنے کی مہلت بخش دے بس" زمیل کی آنکھیں دفنا بھیگ گئیں جبکہ اک سکون بہر حال اس بد قسمت باپ کی رگوں میں اتر ا ہوا تھا۔

.._____..

داریہ، ماموں اور مایا سے مل کر خانو اکبر کے ہمراہ حویلی چلی گئی، جبکہ مایا نے ماول کے پاس رکنے کا اصرار کیا تو حمین نے خوشی خوشی اجازت دی اور خود بھی واپس اسلامہ آباد کے لیے نکلا تو داران اسے سی آف کرنے باہر تک آیا، تبریز بھی مایا اور ماول کے ساتھ ہی آج ہو سپٹل رکنے والے تھے۔

"مایا کو کچھ دن ماول کے ساتھ رہنے دیں، تاکہ وہ سنبھل جائے۔ آئی ہو پ آپکو کوئی اعتراض نہ ہو" داران کے نرم لہجے سے مخاطب کرنے پر حمین نے فوری مسکرا کر اسکا کندھا سہلایا۔

"بلکل کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ میرے خیال میں اس وقت وہ دونوں ساتھ رہیں یہی سب سے بہترین ہے۔"

حمین سے اس درجہ اچھے رویے کی داران کو امید تھی۔

"مطلب آپکو اپنی نئی نویلی بیوی کی دوری سے کوئی اعتراض نہیں حمین چوہان"

یہ بے تکلفی سراسر بیچ کی اجنبیت دور کرنے کو اپنائی گئی تھی تو حمین، داران کی چالاکی پر کھل کر ہنسا۔
"وہ تو بہت ہے داران، لیکن مایا کا دل یہیں رہ جائے گا۔ اور بنادل والی مایا میرے پاس کیسے پر سکون رہ پائیں گی"

اس سے زیادہ خوبصورتی سے کسی کو لا جواب کرتے داران نے آج تک کسی کو نہ دیکھا۔
"انکا دل آپکے پاس ہی ہے، اسکی ضمانت میں دیتا ہوں۔ حمین چوہان، میں آپکو انکل یا بھائی اس لیے نہیں کہتا کیونکہ آپ میرے نزدیک اس سے بہت زیادہ عزت کے لائق ہیں۔ اب تو میرے لیے باعث احترام ہیں کیونکہ میری مایا کی عمر بھر کی خوشیاں آپکے سنگ جڑی ہیں۔ وہ کبھی آپکی پریشانی بنیں، کبھی آپ انکو سمجھ نہ پائے، یہاں تک کہ انکے اندر پائی جاتی بڑھی روح سے بیزار ہو گئے تو ان کو کچھ کہنے کے بجائے مجھے واپس دے دیجئے گا۔ وہ جس سے بھی جڑتی ہیں اپنا سب لٹا دیتی ہیں، سو۔۔۔۔۔"

داران کی بات مکمل ہوتے ہی حمین نے اسکی گال تھپکتے خوبصورتی سے روکا۔

"میں مایا واپس کروں گا اس بارے تو سوچنا بھی مت، وہ بڈھی روح بن کر ستائیں یا دشمن جان بن کر آزمائیں۔ اب میرا سب ہیں۔ اس لیے لاڈلے! اب تم مایا کی فکر چھوڑ کر اپنے اور داریہ کے بارے میں سوچو۔ بہت عزت کرتے ہونا تم میری تو میری داریہ کو کبھی مت چھوڑنا۔ وہ کہے تب بھی نہیں"

آج حمین نے ایسا کچھ مانگ لیا جو داران دل و جان سے دینے پر راضی تھا۔

"لیکن اسکی پسند کوئی اور ہے"

داران کے انکشاف پر حمین کے چہرے کی رنگت بدلی، داریہ کی عقل پر پہلی بار حمین کا دل چاہا ماتم کرے، بھلا یہ بات داران کو بتانے والی تھی۔

حمین نظریں چرا کر رہ گئے۔

"پسند گئی بھاڑ میں، اللہ کا فیصلہ سب پر افضل ہے۔ بے وقوف لڑکی۔ خیر چلتا ہوں"

وہ حمین کے کیوٹ سے غصے پر مسکرایا اور انکے بھاگ جانے پر وہ مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"یہ ماما بھانجی تو کسی اور ہی دنیا کے مکین لگتے ہیں، پر یہ ایاد۔۔۔۔۔ فضول آدمی"

اول جملہ مست ہو کر ادا کرتا ایاد کے ذکر پر ہی کڑوے کیسلے منہ کے ساتھ داران سر جھٹکتا واپس اندر بڑھا۔

ماول کی مسکراہٹ سب کو مطمئن کرنے کو اسکے چہرے پر آچکی تھی۔

ایک طرف مایا بیٹھی تھیں دوسری طرف بابا، دادو سے بھی اس نے کچھ دیر پہلے وڈیو کال پر بات کی تو انہوں نے بھی بہت لاڈ دیے۔

داران دروازے میں رک گیا۔

"مجھے مئی بہت یاد آرہی تھیں، تبھی تکلیف کو کم کرنے کی کوشش میں یہ گناہ کر بیٹھی۔ بابا جان مجھے معاف کر دیں۔ خالا آئی ایم سوری"

ماول کی ڈبڈبائی آنکھیں تک کر وہ دو بھی اپنی آنکھیں بگھوئے بیٹھے تھے۔

تبریز شاہ کو یقین تو نہ آیا پر وہ ماول کی تسلی کو مان بھی گئے اور اپنے سینے لگا کر اسے معاف بھی کیا۔
داران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگئی۔

"ہمارے بس میں ہوتا تو ہم زرشہ کو جانے ہی نہ دیتے جان، صبر کیا کریں ماول۔ آپکو کچھ ہوا تو آپکے بابا کا چلتا دل رک جائے گا۔ کتنے لوگ، کتنے دل جڑے ہیں آپ سے۔ ہم سے وعدہ کریں آپ بے بسی کی جس بھی سیٹج پر ہوں کبھی ایسا نہیں کریں گی۔ ہم آپکو اب اکیلا پڑنے نہیں دیں گے۔ آپ کی مسکراہٹ میں ہماری زری مسکراتی ہیں، ہمیں اس سے کبھی محروم مت کیجئے گا۔ آپ شاہ حویلی کا نور ہیں، چمک ہیں۔ آپ ہمارے دل کی دھڑکن ہیں بچے"

اسقدر بابا کی تکلیف پر ماول کو رہ رہ کر اپنی حرکت پر غصہ آیا اور اب وہ سوچ چکی تھی کبھی ایسا کرنے کا سوچے گی بھی نہیں۔

"باباجان! میں وعدہ کرتی ہوں"

وہ روتی ہوئی سسکی تو تبریز بھی مسکرا کر اسکا سر چومنے لگے۔

وہ بہتر ہوئی تو فوری مایا سے لپٹی جسکا اپنا دل اب جا کر زرا سکون میں آیا۔

چونکہ ہو اسپتال رکنے کی صرف ایک انسان کو پر میشن تھی تبھی خانو اکبر کے واپس آتے ہی داران نے زبردستی بابا سرکار کو بھی گھر بھیج دیا کیونکہ وہ کب سے ہو اسپتال تھے اور کافی تھک گئے، داران نے انھیں اصرار نہ کرنے دیا جبکہ خود وہ ہو اسپتال ہی ٹھہرنے والا تھا۔

.._____..

حمین کو واپسی میں دو تین گھنٹے لگے کیونکہ وہ سیدھا آفس پہنچا، تو ایک ایونٹ مینجمنٹ میٹنگ اٹینڈ کرنی پڑی، نو بجے تک گھر پہنچا تو سٹنگ ہال میں ہی عاشق آوارہ بنے بھانجے کو دیکھ کر حمین نے روٹھی محبوبہ کی طرح منہ بسورا، ڈنر وہ لے آیا تھا تبھی سامان کچن میں رکھتا اس سے پہلے اپنے روم میں جا کر چنچ کر تا ، سن بیٹھے یاد تک آیا تو اسکی آنکھوں کی غیر معمولی سوجن پر حمین اپنا غصہ ترک کیے ساتھ ہی بیٹھا۔

"کہاں گئے تھے تم صبح صبح"

حمین کے استفسار پر وہ جو بنا آواز کے چلتے ٹی وی کو گھورے جا رہا تھا سر جھٹک کر گرا گیا۔

"کیوں آنکھیں سو جھائی ہیں، میری ناراضگی سے۔ اچھا ٹھیک ہے نہیں ہوں ناراض، ادھر دیکھو"

ایاد کی آنکھیں تکلیف میں دیکھتے حمین نے پیار سے پکارا تو وہ کچھ نہ بولا بس ماموں کی گود میں سر رکھے جب وہیں صوفے پر سمٹے لیٹا تو حمین کے دل کو دھکا لگا۔

"مجھ سے تو میری ساری خوشیاں ناراض ہو گئی ہیں، سب ختم ہو گیا ہے"

وہ کسی چھوٹے سے بچے کی طرح بلک اٹھا، یوں کر کے وہ حمین کا چلتا دل بند کرنے پر تلا تھا، ایک مرد یوں آنسو بہت ہی کرب کے مقام پر ہی بہاتا ہے اور ایاد تو ویسے بھی بہت مضبوط دل و اعصاب کا مالک تھا پر وہ کیا جانتا کہ ایاد خان کے دل کو بڑی بری ضرب لگی ہے۔

"کیوں مجھے ہارٹ اٹیک کروانا چاہتے ہو، کیا ہوا ہے میرے شیر۔ یہ آنسو کیوں۔ سب ٹھیک ہے؟ مانا میں کچھ زیادہ اوور ہو گیا تھا پر اگر میں نے اپنے بچے کا دل دکھایا ہے تو مجھے معاف کر دو"

حمین کی اپنی آنکھیں اس شیر جوان کو روتے دیکھ کر پگھلیں، کنارے سرخ ہو گئے۔

"ماموں! آپ کو دل دکھانا آتا ہی نہیں۔ بس ابھی کچھ مت پوچھیں مجھ سے، ورنہ میرا دل پھٹ جائے گا۔ یہیں رہیں میرے پاس"

ایسا تو ایاد نے کبھی بچپن میں بھی نہ ڈرایا تھا جیسے اس وقت وہ بکھرا ہوا ماموں میں سمٹا۔

حمین کا دل وسوسوں سے گھبرا یا پر ابھی اسے مناسب نہ لگا کہ ایاد کا دل ٹٹولتے۔

پیار سے اسکے گھنگھریا لے بال سہلانے لگا لیکن سچ یہی تھی ایاد کی تکلیف بھی حمین کے دل پر دار یہ کی طرح بہت بھاری اور گراں تھی۔

دار یہ شام میں واپس شاہ حویلی تو آگئی لیکن اس پر یہ انکشاف ہوا کہ وہ اپنا چین سکون تو سچ میں گنوا بیٹھی ہے۔

ماہیر شاہ حویلی میں نہیں تھا تو بس یہ سوچ کر اسکی رات صدیوں جیسی طویل ہو رہی تھی، وہ کبھی کسی پر انحصار کرنے کی عادی نہ ہوئی تھی لیکن یہ چند دن اسکے سارے بھرم توڑ رہے تھے۔

وہ بھلے الگ کمروں میں رہتے تھے پر اسکا حویلی میں ہونا ہی بہت تھا پر آج دار یہ کو یہ وحشت ناک درو دیوار چہرہ رہے تھے، عزیزے جان تو ساری رات اپنی ماول کی صحت کی دعا میں جائے نماز پر بیٹھی رہیں، وہ جتنی سفاک ہو جاتیں، اپنی اکلوتی پوتی میں یقینا انکی جان تھی۔

دار یہ سے جب اپنی حالت سنبھالنی مشکل ہوئی تو وہ اٹھ بیٹھی اور سانس گھٹنے پر بیڈ سے اترے روم اٹیچ بالکونی میں جا کھڑی ہوئی، کچھ حالت زار فضا میں گھلی خنکی سے بہتر ہوئی، توجہ میسج ٹون نے بھٹکائی تو دار یہ روم میں داخل ہوئی اور سائیڈ ٹیبل پر جھک کر فون اٹھایا۔

"مجھ سے ملنے کا دل چاہے تو ایڈریس بھیج رہا ہوں، یہاں آ جانا۔ شاید وقت آگیا ہے سامنے آنے کا۔

Executioner"

جلاد کے پرائیوٹ نمبر سے موصول ہوئے میسج پر دار یہ نے ریپلائے کرنا چاہا پر ایسا ممکن نہ تھا، اس رابطے کے ذریعے سے وہ صرف فلورنس سے مخاطب ہو سکتا تھا۔

"میں ماہیر شاہ کی اسیری سے نکلوں گی تو تمہیں مل سکوں گی ناں۔ میں کس کو اپنی تکلیف بتاؤں۔ ماہیر شاہ تو میری رگوں میں اترنا چاہتا ہے۔ ایسا ہوا تو میں تمہیں کیا منہ دیکھاؤں گی جس سے محبت کا دعویٰ کر بیٹھی ہوں"

آج پہلی بار اسے اپنے مسیحا کا رابطہ کرنا سوہان روح لگا۔

"اب تم یہ سوچ رہی ہو گی کہ مجھے کیسے خبر ہو گی کہ تم اس جگہ آئی ہو، تو بے فکر رہو میری ایک آنکھ ہمیشہ تم پر لگی ہے۔ اچھا سنو! اگر تمہیں تمہارے ماہیر شاہ سے ایچمنٹ ہو گئی تو ڈونٹ وری، میں کوئی حساب نہیں مانگوں گا، میری خوشی تمہاری خوشی میں ہے۔ میں بس تمہیں پر امن دیکھنا چاہتا ہوں، تم نے بہت ناحق لڑائیاں لڑیں ہیں۔ اب سکون پاؤ۔ چھوڑ دو یہ خونی پروفیشن اور گھر سنبھالو۔ وہ سکون پاؤ جسکی تم حق دار ہو"

اسکے اگلے بھیجے پیغام پر داریہ کو لگا پورے جسم سے سر دلہریں اٹھنے لگی ہوں۔

"اور اگر محبت ہو گئی؟"

وہ اذیت سے خود کلامی کرتی سکرین کو گھورنے لگی۔

"اور اگر محبت ہو گئی تو سمجھ لینا میں راستہ تھا اور ماہیر شاہ تمہاری منزل"

وہ اسکے جواب پر لرز اٹھی، اٹھ کر کمرے کے چار سو دیکھا، وہ اسے سن رہا تھا کیا جو اسکے من چاہے جواب دے رہا تھا، داریہ کی اس بے بسی پر پلکیں بھیگیں۔

"میں بہت بے سکون ہوں"

وہ وہیں فرش پر بیٹھی سکرین کو ڈبڈبائی آنکھوں سے دیکھتی دم سادھ گئی کیونکہ وہ ٹائپ کر رہا تھا۔
"میرا دل کہہ رہا ہے تم بے سکون ہو، اس پتے پر آ جانا جلد از جلد، میں خوشی خوشی تمہیں اپنی شرط،
خوشبو اور محبت کی قید سے رہائی دے دوں گا تاکہ تم کسی ایک کی ہو سکو، لیکن میں تمہارا خیال رکھنا کبھی
نہیں چھوڑوں گا فلورنس"

ایک بار پھر وہ ان لکھے لفظوں کو پڑھے بہت دقت سے رونا روکے ہوئے فون کو میسجز پر پھینکنے اپنا سر
ہاتھوں میں گرا گئی، اسکی آنکھوں کے آنسو فاصلے پر بیٹھ کر بھی کسی کے دل پر تیزاب کی مانند گر رہے
تھے۔

دار یہ نے لمبا سا سانس گھسیٹتے گرا سر اٹھایا تو خیال والے جملے پر داران کے اسکے ہاتھوں کو حرارت دیتے
لمحے کی یاد آئی، وہ مسکرائی تو بہت درد میں لگی۔

"ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ تم ماہیر شاہ ہی ہو، تم دونوں کا لہجہ ایک جیسا ہے، تم دونوں سے آتی وائبر بھی
ایک جیسی ہیں۔ اور تو اور قد بھی ایک سا۔۔۔۔۔ چھونے کا طریقہ بھی۔۔۔۔۔ میں پاگل ہو گئی ہوں کیا؟"
اس وقت اسے ماہیر شاہ ہی ہر جگہ دیکھائی اور سنائی دے رہا تھا، مسیحائی کی تو کوئی ویلیو ہی نہ رہی۔

"مجھے ماہیر شاہ سے محبت ہو گئی ہے کیا؟ واو دار یہ تمہارے لیے تو تالیاں بجنی چاہیں۔"
خود سے نفرت محسوس کرتی وہ خود پر چند آنسو بہانے کی آج شدید طلب گار تھی۔

جبکہ داریہ کی آنکھ لگتے ہی وہ اسکے کمرے میں داخل ہوا، درحقیقت اسکی اپنی رات گزرنی محال تھی، کچھ فاصلے پر رک کر اندھیرے میں ڈوبا وہ بس داریہ کو دیکھ رہا تھا۔

"دل کو یا تڑپنا چاہیے یا دھڑکنافلورنس، اور میں مزید تمہاری کسی تڑپ کے حق میں نہیں ہوں۔ یہ کھیل میں نے سچائی تک پہنچنے کے لیے کھیلا تھا، اور اب مجھے تمہاری آزمائش ہرگز نہیں لینی"

وہ اسکے پاس آیا، جھک کر اسکے گال پر اب تک پھیلی نئی انگلیوں کی پوروں سے صاف کی، اور جیسے آیا ویسے ہی کمرے سے گیا مگر اسکے وہم و گماں میں بھی نہ تھا کہ آزمائش لینے والوں کو بھی آزمائش سے اسی شدت سے گزرنا پڑتا ہے۔

.._____..

ساری رات ایاداموں کی گود میں سر رکھے لیٹا رہا اور فجر کی آذان کے بعد خود ہی اٹھ کر اک نظر سوئے حمین پر ڈالی، اور تھکاسا مسکرا کر اٹھے کل کے بھیانک دن کی تکلیف سے نکلا۔

وہ سوچ چکا تھا اسے تلافی کے لیے اب کیا کرنا ہے، حمین کی آنکھ کھلی تو آٹھ بج رہے تھے لیکن تب تک ایادگھر سے جا چکا تھا، ایک چٹ لکھ کر چھوڑ گیا تھا جبکہ حمین کے لیے مزید اردیسی ناشتہ بھی موصوف بنا کر گئے۔

"مئی ہوتیں وہ بھی شاید اتنا نہ کر پاتیں جتنا آپ نے کیا ماموں، مجھے کیا ہوا تھا ابھی خود بھی نہیں جانتا۔ آپ نے میری وجہ سے رات ڈنر نہیں کیا تو میری طرف سے یہ ناشتہ آپ کی عیاشی اور پیار سا تھینکو بھی۔ میں کالج جا رہا ہوں، رات کو ملوں گا"

ایاد کے لکھے الفاظ پڑھے حمین ہنس پڑا، لیکن پھر وہ ہنسی بجھ گئی یہ سوچ کر کے ایاد کے ساتھ ایسا کیا ہوا۔ حمین نے پہلے ناشتہ کیا اور فریش ہوتے ٹوپس پہنے تیار ہوتا خود بھی آفس نکلا مگر پارکنگ میں پہنچ کر گاڑی کا ڈور کھولا ہی کہ میسج ٹون پر حمین نے جلدی سے فون پینٹ کی جیب سے نکالے پیغام اوپن کیا۔

"حمین! آئی مس یو"

مایا کے اس ایک جملے نے حمین کی ساری تھکاوٹ کا توڑ کیا، وہ خود بھی بہت خوش تھی کیونکہ ماول اور داران مسکرا کر ناشتہ کر رہے تھے اور دن تک ماول کو بھی چھٹی ملنے والی تھی۔

حمین نے جو ابا کال کی تو مایا کے ہاتھ کانپے لیکن پھر خود کی اس کیفیت پر مسکراتی فوری کال پک کی۔

"میں نے نہیں کیا مس کیونکہ آپ بھلے مجھ سے جتنے بھی فاصلے پر رہیں، میرے دل سے اور آنکھوں سے جدا نہیں ہوں گی مایا"

ایسی ہی مارنگ ڈوز چاہتی تھی وہ جس سے اسکا دل دھڑک اٹھے۔

"مجھے لگتا ہے جلد آپ سے محبت ہو جائے گی مایا کو، کیونکہ دو دن میں ہی آپ نے مجھے اپنا اتنا عادی کر دیا ہے کہ مجھے آپ کے بنا ہر منظر پھیکا لگ رہا ہے"

ان امرتی سرگوشیوں پر کیونکر نہ خمار حمین چوہان کے سرچڑھ جاتا۔

"اور مجھے لگتا ہے آپ کو ہو چکی ہے، سنبھالیں خود کو۔ ورنہ ابھی آجاؤں گا آپ کو لینے، مجھے مت چھیڑیں صاحبہ میں خاصی ترسی ہوئی روح ہوں۔۔۔۔۔ ماول کیسی ہے؟"

خفیف سی بے خودی حمین کے لہجے میں کیا غالب آئی، مایا کے رخساروں پر پھول اتر آئے۔
شکر بجالائی کہ اس بندے نے موضوع بدلا۔

"ماشاء اللہ بہت بہتر ہے، دن تک یا شام تک ممکن ہے واپس چلے جائیں"
مایا نے بھی فوری حمین کے فرار میں ساتھ دیا۔

"ڈیس گڈ! چلیں پھر آپ انجوائے کریں میری بھی اہم میٹنگ ہے۔ میرا دن تو آپ کے اول جملے نے
ہی حسین کر دیا مایا، ٹیک کئیر"

نرم اور چاشنی سے لبریز لہجے میں حمین نے اسے اترانے پر مجبور کرتے رابطہ توڑا تو کتنی ہی دیر مایا کے
چہرے کے گلال ٹمٹماتے رہے پھر جب یہ سرخیاں مدھم ہوئیں تو وہ بھی مسکرا کر دونوں لاڈلوں کے
پاس چل دی۔

یہ دن، پچھلے دن سے زیادہ سرد تھا، داریہ صبح ہی جاگ تو گئی تھی بس کلمندی دیکھائے یونہی لحاف میں
پڑی رہی، ماول کو شام تک ڈسچارج کر دیا جانا تھا تبھی عزیزے بھی دوبارہ ہو سپٹل نہ گئیں۔

داریہ اٹھی، ڈھیلی سی کندھے سے ڈھلکی لوز شرٹ، ویسا ہی پاجامہ پہنے بالوں کو میسی جوڑے میں لپیٹے گیارہ تک لان میں آگئی تو فردوس نے اسکا ناشتہ باہر ہی لگا دیا۔

انیب کی کال پر داریہ کا ہاتھ رکا، چھری کا سٹاپلیٹ میں رکھے وہ فون اٹھاتی اٹھ کر ابر آلود موسمی اثر میں ڈوبے لان میں چہل قدمی کرنے لگی۔

انیب نے اپنا بیگ ملازمہ کو اشارے سے گاڑی میں لے جانے کا کہتے داریہ کی جانب توجہ کی۔
"ہاں داریہ، میں جا رہی ہوں میڈیا ہاؤس۔ اب سے وہیں رہوں گی۔ دادو اور تائی جان نے نیچے رو رو کر آنسوؤں کی ندیاں بہا دی ہیں"

انیب کی آواز میں تھوڑی سی اداسی حائل تھی۔

"اب تو نکاح ہو گیا انوو، اب کس قسم کے جھگڑے باقی ہیں تم دو کے۔ کیوں ان دو خواتین کو پریشان کرنے پر تلے ہو تم دونوں"

داریہ کی آواز میں تلخی سمٹ آئی، جبکہ انیب خود پر مسکرائی۔

"مجھ سے دادو کے آنسو برداشت نہیں ہوتے داریہ، دونوں بیٹوں کا غم سہنے کے باوجود وہ حوصلہ مند

ہیں لیکن آئی نو عاقب کمزوری ہے انکی۔ رہی بات جھگڑوں کی تو شاید ہم ہمیشہ یو نہی رہیں گے۔ تم جانتی

ہو اس نے کیا کہا تھا، یہ نکاح وہ صرف مجھے لگام ڈالنے کے لیے کر رہا ہے۔ بابا آگئے تو چھوڑ دے گا

مجھے"

ناچاہتے ہوئے بھی انیب کی آواز عاقب کی خود اذیتی سوچ کر کھاری ہوئی تو داریہ کو لگا اسکا دل بھی کسی طاقت نے مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔

"ایسا نہیں کرے گا وہ۔ میں تو اسکا بس لایعنی خواب ہوں، لیکن تم مقدم خواہش ہو۔ خواب تو ٹوٹ ہی جاتے ہیں انوو لیکن خواہشوں کو ضرور پورا ہونا چاہیے۔ دل چھوٹا مت کرو"

داریہ کی ٹوٹی پھوٹی ڈھارس پر انیب فوراً سنبھل گئی، جانتی تھی داریہ کے پاس جتنی ہمت ہوتی ہے ویسی ہی وہ تسلی دے سکتی ہے۔

"بلکل، میں بہت مس کر رہی ہوں تمہیں ملنے کا پلین بناو یا، اور ہاں یہ بتاؤ داران شاہ کے ساتھ تم سیٹل ہوئی یا نہیں؟"

انیب کے سوال پر داریہ نے ارد گرد پھیلی خوبصورتی کو یکدم ہی سو گواریت سے لبریز محسوس کیا۔
"ہم مل کر کریں گے اس پر بات، ابھی کچھ طبعیت ٹھیک نہیں ہے۔ اچھا جاتے ہوئے لالہ سے مل لینا اور ماموں کو جو ہوا بتا دینا۔ مجھے نہیں لگتا کہ لالہ بتا پائے ہوں گے۔ باقی ماول اب ٹھیک ہے تم فکر مند نہ ہونا"

داریہ ابھی خود تک سے اکتائی ہوئی تھی تبھی انیب نے بھی اصرار نہ کیا۔
"چلو ٹھیک ہے میں جاتے ہوئے ہو کر جاؤں گی۔ اپنا خیال رکھنا میری جان"

انیب نے پیار سے کہتے رابطہ توڑا اور کمرے سے نکلی جبکہ داریہ کی بھوک جو تھی وہ بھی مر گئی تھی
ادھورے ناشتے کے برتن سمیٹ کر خود ہی ٹرے اٹھائے اندر چلی گئی۔

کچن میں انٹر ہی ہوئی کہ عامر نے فوراً سے گھبرا کر داریہ کے ہاتھوں سے ٹرے لے کر تھامی۔

"مجھے کہہ دیتیں آپ، زحمت کیوں کی"

وہ شرمندہ ہوا تو داریہ پھیکا سا مسکرائی۔

"اس میں زحمت کی کوئی بات نہیں ہے"

نرمی سے کہے وہ کچن سے چلی گئی جبکہ عامر خوش دلی سے برتن سمیٹنے لگا۔

انیب نیچے لاؤنچ میں آئی تو دادو کے آنسو پھر سے چناب بنے ہوئے اسے روح تک دکھی کر گئے۔

اب انکو انیب کے جانے کا غم کھا رہا تھا، اور شاید انیب اور عاقب کے اختلافات کا بھی۔

"اف میری سینیٹی دادو! اب کیوں رو رہی ہیں؟"

قریب آتی وہ کاوچ پر انکے ساتھ بیٹھے ہی انکے سینے سے لپٹی مگر انکے آنسو تھے کہ رکنے پر نہ آئے، الٹا

شمن کی آنکھیں بھی اس یاسیت خیر ماحول سے لال ہوئے جارہی تھیں۔

"میں تم دو کی خ۔۔ خوشیوں کے لیے ترس ترس کر مر جاؤں گی انوو، اگر نکاح ہو ہی گیا ہے تو تم دونوں

انسانوں کی طرح صلح نہیں کر سکتے کیا؟ انوو اتنا بڑا پیلس ہونے کے باوجود تو آفس میں رہے گی یہ مجھ

سے دیکھا نہیں جائے گا پتر۔۔۔"

وہ خزن میں ڈوبیں آنکھیں ملاتے ہی سسک پڑیں جبکہ انیب اب انھیں کیا ہی کہہ کر بہلائے سمجھ سے باہر تھا۔

"میرا آفس، اس پیلس سے کم تھوڑی ہے دادو۔ آپ عاقب کے ساتھ رہیں۔ میں ناراض تھوڑا ہو رہی ہوں۔ اور جب وہ خوشاب جایا کرے گا یا اوٹ آف کنٹری یا سٹی تو میں آپکے پاس آ جایا کروں گی۔ آپ تو انوو کے فیصلوں کو سمجھتی ہیں۔ تو مجھے مزید افسردہ نہ کریں"

جانے بے بسی کا کیسا مقام تھا کہ یہ سب واضح کرتے وہ خود آنکھیں پر نم کر چکی تھی۔
"مجھے ایسے سکون نہیں آئے گا انوو، تو ہی جھک جا"

دادو جان مانگتیں تو وہ اک بار بھی نہ سوچتی اور ہتھیلی پر دھر دیتی لیکن یہ انیب کے بس کا روگ نہ تھا۔
"شمن تائی جھکی تھیں، آپ نے حشر نہیں دیکھا انکا۔ ایسا کوئی دن نہیں گزرا جب ہم نے انکی آنکھوں میں تکلیف نہ دیکھی ہو، ساری زندگی انکی عزت نفس کو مجروح کرواتے گزری، حمید تایا نے ایک دن بھی ان سے پیار اور عزت سے بات نہیں کی، مردوں کی ایک گندی فطرت ہے کہ وہ چاہتا تو یہی ہے کہ عورتیں اسکے پیچھے منڈلائیں لیکن اسکے دل میں وہی اترتی ہے جسکے پیچھے وہ خود منڈلاتا ہے۔ شمن تائی جان نے نہ اپنی قدر خود جانی نہ اس سفاک شخص کو کروائی۔ کیا آپ چاہتی ہیں وقت پھر سے دہرایا جائے۔ مجھے دوسری شمن دیکھنا چاہتی ہیں؟ نہیں ناں تو مجھے نکاح کے نام پر جکڑنے کی کوشش نہ کریں اور یہ امید تو قطعاً نہ رکھیے گا کہ میں عاقب کے پیچھے منڈلانے والی بنوں گی، مجھے اسکی نظروں میں نہیں

رہنا، میرا حق اسکے دل میں قیام ہے، ورنہ میں گھٹ کر مر جاؤں گی اور کسی کو خبر بھی نہ ہوگی۔ آپ دونوں ایک دوسرے کے پاس میری امانت ہیں۔ چلتی ہوں۔"

وہ یہ سب کہہ کر دل دکھانا نہیں چاہتی تھی لیکن شمن کے پھوٹ پھوٹ کر رو پڑنے پر گھبرا کر اٹھی اور انکو اپنے گلے لگایا، یہ منظر ماریہ صاحبہ کو بھی آبدیدہ کر گیا، انیب کا حرف حرف دل ناک حقیقت پر مبنی داستان تھی تو کیونکر نہ دل پھٹتے۔

"اب یہ آنسو ختم کر دیں تائی جان، اب آپ آزاد ہیں۔ رجال کی خبر رکھا کریں، وہ کہاں غائب ہے یہ جاننا آپ کی ذمہ داری ہے۔ جلدی ملیں گے۔ پلیز ایک دوسرے کا خیال رکھیے گا"

مزید رکتی تو شاید رو پڑتی تبھی آنکھیں چرائے یہ بھرم قائم رکھے ہی پیلس کے انٹرنس کی طرف چلی گئی جبکہ شمن نے اماں جان کے پاس بیٹھے ہی اپنا سر انکے سینے پر ٹکا دیا۔

یہاں انیب کی گاڑی پیلس سے نکلی وہیں عاقب موہان کی گاڑی مین گیڈ سے انٹر ہوئی، دونوں نے ایک دوسرے کو کراس کرتے ایسی نظروں سے گھورا جو جسم میں گردش کرتے لہو تک تپش جگا گئیں۔

لیکن یہ وقتی لمحہ تھا، دونوں کے دلوں کو لگا جیسے پتا نہیں کیا غضب ہو گیا، ایک آ رہا تھا اور ایک جا رہا تھا، جو دل محبت اور لگن میں پڑ جاتے ہیں انکو تو آہٹیں بھی ڈرانے لگتی ہیں۔

عاقب گاڑی کھڑی کرتا چابی کچھ فاصلے پر کھڑے آدمی کی جانب پھینکتا لمبے لمبے قدم اٹھاتا پیلس کی اندرونی طرف بڑھا، اندر چلتا ایمو شنل سین جاری تھا مگر عاقب کو دیکھتے ہی شمن اور ماریہ صاحبہ اپنی اپنی نشست سے یوں اٹھ کھڑی ہوئیں جیسے کمزور و ناتواں دل کسی من پسند خیال پر دھڑک اٹھتا ہے۔

"عاقب"

ماریہ صاحبہ کے لب پھڑپھڑائے اور باہیں اس لاڈلے کی طرف پھیلائے ضبط ٹوٹنے پر دفعتاً رو دیں مگر عاقب نے قریب جاتے انکے پھیلے بازو اک سرد نظر سے دیکھے اور تمام غصہ، پیگانگی اور سفاکی کا خاتمہ کیے انکے سینے لگا کیونکہ اسکا اپنا گزراہ نہ تھا ان شفیق بازوؤں کے بنا، نانو کو وہ اتنی تکلیف کیسے دے گیا یہ سوچ کر خود کو ملامت کی، جو پور پور رنجیدگی میں گری تھیں۔

"مجھے معاف کر دونانی کی جان، میں نے وہ سب غصے میں کیا۔ مجھے اپنی تربیت پر بھی بھروسہ ہے اور اپنی بیٹی کے خون پر بھی۔ میں نہیں جانتی کسی جاسم کو۔۔۔ دوبارہ نانی سے مت روٹھنا۔۔۔"

اسکے چہرے کو جا بجا چومتے ہی وہ معافی کی طلبگار ہوئے اسکا موہنا چہرہ آس سے تکتیں بولیں۔

"نہ کیا ہوتا تو واپس نہ آتا، روئیں مت۔۔۔ آپ میں جان بستی ہے عاقب موہان کی"

انکے بے لگام آنسو پونجھے اور انکو اپنے مضبوط بازو کے ہالے میں لیتے گلوگیر ہوتے بولا ساتھ ہی نظر ترچھی کیے اس نے شمن منانی سے بھی شفقت و محبت بھری نظریں وصولتے تائید میں سر ہلایا۔

"میں ناشتہ لگواتی ہوں، یقیناً تم نے میرے ہاتھ کے پر اٹھے بہت مس کیے ہوں گے۔ بیٹھو نانی جان کے پاس"

شمن بھی بھگیا سا مسکرا کر دونوں کو تکتی باورچی خانے کی جانب بڑھیں جبکہ ماریہ صاحبہ کی پلکیں ہنوز گیلی دیکھ کر وہ دکھی ہوتا پھر سے انکو اپنے سینے لگا گیا، اسے واقعی ایسا ہی لگا جیسے وہ نہ آتا تو نانی جان کا قاتل بن جاتا لیکن دھیان کی دوڑیں تو اب بھی اس جاچکی فسادن کے گرد الجھی تھیں۔

یہ درودیوار اسے اسکی غیر موجودگی کے سبب بہت پھیکے اور بدزائقہ محسوس ہو رہے تھے۔ جبکہ انیب سیدھی حمین کے آفس پہنچی، سب کچھ انیب سے جاننے کے بعد اسکو لگتا صدمہ فطری تھا کہ کتنے ہی لمحے وہ کچھ بول نہ پایا

"ہیں کہاں وہ؟ گھر ہیں"

انیب نے ماموں کے غیض و غضب سے ڈرتے موضوع بدلا پر وہ انیب پر بھی ویسا ہی ناراض تھا۔

"کالج گیا ہے، انوو۔۔۔ اتنا سب ہو گیا۔ وہ تو چلو عقل مت سے پیدائشی محروم ہے، اسکے جذبات تو زنگ کھا ہی گیا پر تمہیں کس کیڑے نے کاٹا تھا؟ دل تو چاہ رہا ہے دو تھپڑ تمہیں بھی لگاؤں اور اس ایاد کو بالوں سے پکڑ کر جھلاؤں۔۔۔ معصوم بچی۔۔۔ اسکو کچھ ہو جاتا تو کیا کرتے ہم۔۔۔ عمر بھر ہتھیلوں کو ملتے گزر جاتی لیکن کفارہ ادا نہ ہوتا"

حمین کے بات کرتے آواز ڈوبی جبکہ انیب بھی شرمندگی سے آنکھیں جھکا گئی۔

"ماموں مجھے تو پتا ہی نہیں تھا کہ ماول اتنا پیار کرتی ہو گی لالہ سے، نہ ایسا لالہ نے کہا۔ بس یہی بولے کہ کسی کی فیلنگز جاننا چاہتا ہوں۔ مجھے پتا ہوتا تو میں ایسا ظلم کیوں کرتی۔ لیکن یہ سچ ہے ماموں کہ وہ لڑکی لالہ سے بہت ٹوٹ کر پیار کرتی ہے"

انیب خود گھبرا کر بول اٹھی جبکہ جو حالت حمین نے ایاد کی دیکھی تھی اس سے یہ بھی ثابت تھا کہ یہ محبت یکطرفہ تو ہرگز نہیں۔

"اور ایاد بھی بہت پیار کرتا ہے، بہت بری حالت تھی کل اسکی"

حمین کے رونگٹے کھڑے ہوئے، کبھی خواب میں بھی وہ اپنے بچوں کی آنکھیں نم نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔
"ماموں کچھ کریں یار، وہ تبریز انکل تو آپکی بڈی بھی ہیں۔ ملو ادیس دونوں کو۔ مجھے بھی سکون ملے گا"
انیب کا بس نہ چل رہا تھا دونوں کو اسی لمحے ایک دوسرے کا کر دیتی لیکن حمین ایسا گھورا کہ انیب منہ بنا کر رہ گئی۔

"غصہ آرہا ہے مجھے تم دو پر، میں کچھ سوچتا ہوں۔ تم جاو ورنہ ایاد کے حصے کا بھی پٹ جاو گی انوو"
اس قدر رنجیدہ صورت حال میں حمین کے خود ساختہ خفگی بھرے جملے انیب کو ہنسا گئے پر وہ ہنسی بہت اجڑی ہوئی تھی، کیونکہ وہ آج خود بہت بکھری ہوئی تھی۔

"بھلے پیٹ لیں، آپکی مار بھی سر آنکھوں پر ہے ماموں، جو ہونا تھا ہو گیا، اب ایاد لالہ کی تکلیف کم کرنے کا سوچیں پلیز ورنہ میرا دل ہمیشہ گلٹ میں مبتلا رہے گا۔ خیر میں چلتی ہوں میری ریکارڈنگ ہے"

انیب کی التجائیں سنے وہ بس اسے گھور ہی سکا۔
جبکہ انیب چلی گئی لیکن حمین اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

.._____..

دن ڈھلا اور شاہ حویلی کے عمارتی سٹون ملبگی پن میں ڈوبتے الگ ہی سو گوار نیت کا سماں باندھنے لگے،
ماول لوگ ہو سپٹل سے حویلی کے لیے روانہ ہو چکے تھے۔

جبکہ دار یہ بھی کہیں جانے کو اپنی راعنائیوں سمیت جلوے بکھیرے تیار تھی، آریا پار ہونے والے اس
خاص دن سجناسنورنا ضروری تھا، آئینے میں اپنے عکس پر توصیفی نگاہ ڈالے دار یہ نے بالوں کو کھلا ہی
چھوڑ دیا، ہاف وائیٹ بولڈ کورٹیج نارمل لینتھ اپر کے ساتھ بلیک فل سائز gauchو پینٹ میں وہ بہت
ہی خوبصورت لگ رہی تھی، سر پر حجاب سیٹ کیا جو اسکے کھلے بالوں کی وجہ سے اڑے اڑے انداز میں
اسکی دلکشی میں اضافہ کر رہا تھا، ہائی بلیک ہیلز پہنے پر اعتمادی سے پلٹی اور میٹرس پر رکھا اپنا بلیک شائنی
کلچ ہاتھ میں لیے کمرے سے نکلی تو بارس کی کال بھی ساتھ ہی لی۔

"ہاں ٹھیک ہے، میں بھی آرہی ہوں"

جلدی سے بارس کو کہے وہ حویلی کے ہال سے نکلی جبکہ دل سے دعائیہی کر رہی تھی کہ دادی سرکاراں
سے ٹا کرانہ ہو مگر ایسا کیسے ہو سکتا تھا کہ دار یہ کچھ چاہے اور وہ ہو جائے۔

"نہ نمائش کی دکان بن کر کہاں جارہی ہو لڑکی؟"

عزیزے کے ٹوکنے پر وہ جو مین گیڈ کی جانب گامزن تھی، اس کڑوے لہجے والی پکار پر رکی پھر تھل و برداشت کے سنگ عزیزے جان کی جانب منہ پھیرا۔

"کیا میرے جسم کا کوئی حصہ نظر آرہا ہے، نمائش سے پھر کیا مطلب ہوا آپکا؟ کپڑے خود کو ڈھانپنے کے لیے ہوتے ہیں نہ کہ خود کو لپیٹنے کے لیے تو پھر؟"

جواب دینے والے لوگ تو ویسے ہی مقابل کو چبھتے تھے پر داریہ کے لیے تو خاص ڈسکاؤنٹ تھا، داریہ شدت سے چین کی نوعیت جاننے کو بیقرار لگی۔

"میرے سامنے زبان چلانے سے پہلے یہ سوچ لیا کرو کہ تم میرے ہی گھر میں کھڑی ہو، ایسا نہ ہو تمہیں ایسی جگہ غائب کروادوں کہ تمہاری ایک ہڈی بھی نہ مل سکے۔ کہاں جارہی ہو؟"

وہ سراسر تضحیک تھی لیکن داریہ تمیز تھا منے پر مجبور لمحہ بھر لب بستہ ہو کر رہ گئی۔

لیکن اسکی چپ کو اسکی کمزوری نہ سمجھا جائے تبھی ہوا کے تیز بیری جھونکے کی مانند وہ عزیزے جان کے منہ کے سامنے جاتی۔

لمحہ بھر وہ بھی بوکھلائیں۔

"آپ کی حاکمیت اس حویلی پر ہوگی لیکن داریہ پر نہیں، یہاں جو مجھ پر حق رکھتا ہے وہ صرف داران ماہیر شاہ ہے۔ اور اگر وہ کہے کہ سانس نہ لو، داریہ رک جائے گی۔ آفٹر آل وہ مجھ جیسی کو امان جو دے

رہا ہے۔ اسکے علاوہ تو میں کسی کے باپ کی بھی نہ سنوں۔۔۔۔ سو معذرت چاہتی ہوں کہ میرا آپکو بتانے کا کوئی موڈ نہیں"

تمام تر جبر کے عزیزے اپنی آنکھوں میں اس توہین پر اتر آتے اشتعال کو چھپانہ سکیں۔
"کہنا کیا چاہتی ہو؟ وہ تو تمہیں منہ بھی نہیں لگاتا۔ دیکھنا جلد تمہیں یہاں سے چلتا کیے میں داران کے شایان شان دلہن لاؤں گی۔"

اپنے اشتعال کو عزیزے اس سے بہتر طریقے سے شاید نکال نہ سکتی تھیں، داریہ کے تن من میں انگارے دہکے۔

"آپ شدید معصوم ہیں پھر دادی سرکاراں، ایسا کونسا مرد ہے جو اپنے نکاح میں موجود عورت کو منہ نہ لگائے۔۔۔۔ ہم تو بہت اچھے سے مل جل کر رہ رہے ہیں۔ میرا نہیں خیال کہ ماہیر شاہ کو میرے علاوہ کسی کی کبھی ضرورت ہوگی۔ تو آپ ایسا کریں کسی لڑکی کا خیال ابھی سے ترک کر دیں کیونکہ وہ بچاری مفت میں برباد ہو جائے گی۔ اور اسے برباد کروں گی میں"

بظاہر تو وہ مسکرا رہی تھی لیکن اسکے الفاظ میں رچی گھلی دھمکی پر عزیزے جان کے چہرے کی رنگت جیسے یکدم بدلی وہ داریہ نے محظوظ ہوتے دیکھ کر بے نیازی سے اپنی راہ لی۔

عزیزے کا بس نہ چل رہا تھا اس بد زبان اور گستاخ لڑکی کو پیچھے سے ہی دبوچ لیں۔

"ایسا نہیں ہو سکتا، داران مجھ سے کیے وعدے نہیں توڑ سکتا۔ یہ اپنے ماں باپ پر گئی ہے شاطر، صرف مجھے سلگا رہی ہے۔ تمہارا بندوبست اسی ہفتے کرتی ہوں داریہ بی بی، جو زلت تمہاری ماں نے ہمیں دی تھی اسکا تھوڑا بدلہ تو تم بھی سہو گی"

اپنے اگلے لائحہ عمل کو سوچتیں عزیزے جان سرتاپیر زہر میں ڈھلی محسوس ہو رہی تھیں۔
داریہ کو بارس گیڈ کے باہر ہی پک کرنے پہنچ چکا تھا، داریہ نے سیاہ گانگز پہن لیے اور وہ آدھے گھنٹے تک مطلوبہ ہو اسپتال بھی پہنچ گئے۔

داریہ نے بارس کو وہیں انتظار کا کہا جبکہ خود وہ اس سے اپنی لائسنسڈ گن لے کر جینز میں دبائے شرٹ ٹھیک کرتی ہو اسپتال کے اندر بڑھ گئی۔

جس سٹاف میمبر سے وہ رپورٹ گم ہوئی اسکے بارے تمام معلومات بارس پہلے ہی نکلوا چکا تھا۔
تبھی داریہ نے سیدھا اسی کو پکڑا، وہ ایک ے یس سالہ میل نرس تھا، داریہ نے اسے گھسیٹ کر میڈیسن وارڈ میں لائی جو ابھی خالی تھا اور اسکو شرافت سے کرسی دی جس پر وہ سوکھے پتے سا پھڑپھڑاتا بیٹھا۔
داریہ ٹیبل پر اسکے سامنے ہی ٹک گئی۔

اور پھر اپنے بیگ سے تین تصاویر نکالیں۔

"میں اچھے سے جانتی ہوں رزاق میاں کہ پورسٹ مارٹم رپورٹ کھوئی نہیں بلکہ غائب کروائی گئی تھی، اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری بیوی اور بیٹی تمہارے سائے سے محروم نہ ہوں تو مجھے سچ سچ بتادو کہ رپورٹ کہاں ہے۔ ورنہ۔۔۔"

وہ جو پہلے ہی ادھ مرا تھا، ایسی دھمکی پر تو اسکی جان لبوں پر چلی آئی، فوراً سے گڑ گڑاتے نفی کیے منت کی۔

"ب۔۔ بتاتا ہوں۔۔ وہ آدمی آیا تھا اس نے کہا تھا مار دے گا۔ اور رپورٹ مجھ سے زبردستی چھینی۔" رزاق کے بولنے پر داریہ نے تینوں تصویریں اسکے سامنے لہرائیں، ایک زمیل، ایک تبریز اور تیسری داران کی تھی۔

"ان تینوں میں سے کون تھا وہ؟"

داریہ نے گن کی نال اسکی گال میں گھسیڑتے سپات ہوتے پوچھا جس پر اس نے تھوک نگلتے تینوں کو دیکھا اور زمیل کی فوٹو نکال کر داریہ کی طرف پلٹائی۔

"بابا"

داریہ کی آنکھیں پھٹ کر رہ گئیں۔

"یہی تھا وہ آدمی، اسکے پاس بھی گن تھی"

رزاق نے گویا سسک کر تصدیق کی۔

"کیا تھا اس رپورٹ میں؟"

داریہ نے رزاق کا گریبان دبوچتے پھر سے قہرناک سرگوشی میں سوال کیا۔

"ابھی رپورٹ میں نے بھی نہیں دیکھی تھی، صرف یہی آدمی جانتا ہے۔ مجھے چھوڑ دو پلینز"

داریہ کی تسلی کرواتے ہی وہ بلکا تو داریہ نے گن ہٹائی اور تصویریں اٹھا کر بیگ میں رکھے ٹیبل پر سے اٹھی اور بنا کچھ کہے گن واپس چھپاتی اس روم سے نکل گئی۔

لیکن جسم و جان پر طاری تکلیف اس سے برداشت کرنی محال ہو گئی۔

"آپ نے یہ اچھا نہیں کیا ز میل جلال خان!"

سرخ انگارہ آنکھیں لیے وہ جیسے تیسے ہو سپٹل سے باہر آئی تو بارس گاڑی سے نکل کر فکر مندی سے داریہ کے پاس لپکا۔

"تم جاو بارس، مجھے کہیں اور بھی جانا ہے"

بارس کو کچھ پوچھنے کا موقع دیے بنا وہ اسکو جانے کا کہے خود وہیں سڑک کنارے چل پڑی۔

چالیس منٹ پیدل رستہ کاٹنے کے بعد وہ جھیل اوچھالی کے کنارے پہنچی تو عجیب سا سکون آس پاس پھیلا دیکھ کر اس سبز پانی کے پاس دوڑی۔

کلچ وہیں اک طرف پتھر کے پاس رکھا اور فون بھی مگر اس سے پہلے وہ اس نیلے سبز پانی کو چھوتی، کسی آواز پر اسکا ہاتھ تھا اور سانس رکی۔

وہ کرنٹ کھائے سیدھی ہوئے مڑی تو دس قدموں کے فاصلے پر جلاد کھڑا تھا، اپنے مخصوص ڈھکے پر اسرار سیاہ خلیے میں، آنکھوں کے سوا سب چھپا تھا، اور آنکھیں بھی بھوری۔

"تم اتنی جلدی آوگی میں نے نہیں سوچا تھا"

وہ سمجھ رہا تھا اسکا رچا کھیل بہت آسانی سے آج سمٹ جائے گا لیکن یہ داران ماہیر کی بھول تھی۔

"تم نے یہ جگہ کیوں چنی؟"

داریہ نے اسکی طرف قدم بڑھائے تو وہ بھی جھیل اوچھالی کی خوبصورتی دیکھتا شاید مسکرایا تھا، داریہ کو اسکے منہ پر لگے کالے ماسک سے اسکے تاثرات صحیح سے سمجھ نہ آئے۔

"میرے نزدیک یہ محبوب سے ملاقات کے لیے بہترین جگہ ہے، پھر وہ ملاقات پہلی ہو یا آخری"

ضرورت سے بھاری لہجہ اور آواز جس میں گھلے جواب نے داریہ کو بے چین کیا، وہ اک اک چھوٹا قدم بڑھتی اس کی طرف بے خودی سے جا رہی تھی۔

آج یا تو وفاداری نبھاتی یا پھر بے وفائی کرتی لیکن آج داریہ اس اذیت ناک کیفیت سے نکلنے کی ٹھان چکی تھی۔

"محبت کیسے ہوئی تمہیں مجھ سے؟"

وہ اس بار رکی، وہ بھوری آنکھیں داریہ نے غور سے دیکھیں جو کچھ عجیب تھیں، یعنی کہ عام بھوری آنکھیں اتنی چمکدار اور شفاف ہو ہی نہیں سکتی تھیں جبکہ اگر داران کو علم ہوتا کہ وہ لڑکی آج اسکے کتنے اندر تک جھانک رہی ہے تو یہاں اک لمحہ کھڑا ہونے کا رسک نہ لیتا۔

وہ چاہتا تو تھا کہ یہ کھیل ختم ہو پر داریہ اس پر کیسا رد عمل دے گی اب اسکا خوف بھی دل کے نہاں خانوں میں سر اٹھا رہا تھا۔

"میں ان دنوں نیویارک میں ایک آدمی کی تلاش میں گیا تھا، میرا کام ہر شام سے رات تک "ڈونا کیفے" کے باہر رک کر اس مشکوک آدمی کی سرگرمیوں پر نظر رکھنا تھا، زندگی میں پہلی بار میری توجہ کام سے ہٹی تھی، تم ہر رات اس کیفے کے باہر سے گزرتی تھی، سپاٹ، پتھر کی طرح منجمد تاثرات والی اور بہت تیز جیسے ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو"

وہ اسکے حدت انگیز لہجے اور انکشاف پر دھیماسا مسکرائی۔

"میں نے سوچا آخر یہ لڑکی اتنی تیز جاتی کہاں ہے؟ تجس ہی تو عشق کی ابتدا ہے فلورنس۔ ایک دن میں نے اس تجسس کے مارے اپنے قدموں کو تمہارے راستے پر ڈال دیا"

وہ اس بار خود دو قدم داریہ کے قریب آیا تو بالوں کو سمیٹنے میں ناکام حجاب داریہ کے کندھوں پر ڈھلک آیا تھا تبھی تو جلاد نے اسے داریہ کے شانوں کے گرد لپیٹا کیونکہ شام ہوتے ہی خنکی کی شدت بڑھتی تھی۔

وہ اسے دیکھ رہی تھی پر اسکے ہاتھوں کا لمس فراموش نہ کر پائی۔
"پھر؟"

وہ اسکا ہاتھ پکڑتی قریب ہوئی، داران نے اسکے اپنے قریب آرکنے کو دیکھا تو وہ آنکھیں جھکائے اسکے سینے سے اٹھتی خوشبو ان ہیل کر رہی تھی۔
کیسے نہ اسے داریہ زمیل خان پر پیار آتا۔

"پھر میں جو ایک ربوٹک چیز تھا، اس دن بہت مدت بعد مسکرایا، کیونکہ وہ لڑکی بہت سارے گلی کے رہائشیوں کو انکا ڈنر تقسیم کیے انہی کے بیچ بیٹھی کھانا کھاتی کبھی ہنس رہی تھی کبھی انکی کہانیاں سننے رو دیتی"

داریہ نے جھٹکے سے سر اٹھایا، دونوں کی آنکھیں ملیں۔

"وہ سب میرے دوست ہیں، ہر کسی نے میری مدد کی تھی۔ اس میں ایسا کیا خاص تھا؟"

داریہ کو لگایہ کوئی وجہ نہیں ہے محبت اور عشق کی تبھی تو اعتراض کر گئی۔

"خاص ہے نا، اسکے اگلے دن تمہارے ان دوستوں کے بیچ ایک میں بھی تھا، پہر وپیا۔ تم نے مجھے بھی ڈنر کروایا، تب تم ہم سب کے ساتھ لگ بھگ پندرہ منٹ بیٹھی۔ کسی نے تمہیں اپنا دکھ سنایا اور کسی نے تمہاری فلم کے قصدے پڑھے، کوئی تمہارے کانوں میں لٹکے سٹار ایئر رننگز کی تعریف کر رہا تھا اور ایک چھوٹی بچی جسے تمہارا گوجی بیگ پسند آیا تو تم نے اسکے کندھے پر لٹکا دیا۔ پھر اس بچی کی سڑک

کنارے ماڈلنگ دیکھ کر ہم سب اپنی اپنی کہانیاں بھول گئے۔ اس بچی کی خوشی پر اسکے ماں باپ سے زیادہ تم خوش تھی۔ پھر تم نے اپنی طرف دیکھتے ایک فقیر آدمی کو دیکھا اور محبت سے مسکرائی۔
وہ سب داریہ کے لیے خوبصورت یادیں تھیں، اسکی آنکھیں بھیگ گئیں، وہ سڑک پر بیٹھے ہر فقیر کی دوست جو تھی۔

"یہ مت کہنا میں تمہیں اس مسکراہٹ سے بھاگئی"

داریہ نے رونے پر بندھ باندھے سلگ کر جتایا تو شاید وہ ماسک کے پیچھے چھپے لب پھیلے تھے، شاید وہ مسکرایا تھا۔

"نہیں تو، تم نے مجھ سے پوچھا تھا۔ کہ کیا میں ٹھیک ہوں"

وہ داریہ کو یاد دلاتے اسی لمحے یعنی آٹھ ماہ پیچھے لے گیا تو داریہ نے ذہن پر زور ڈالتے وہ وقت یاد کیا۔

"تمہاری کیا کہانی ہے؟ میں تمہارے کچھ کام آسکوں تو بتاؤ؟"

داریہ نے سب کے بیچ بیٹھے پلٹ کر اس بڑھی بڑھی گرد سے اٹی داڑھی اور گھنگھریالے بالوں والے کو ملائمت سے دیکھا جو اسے اس لمحہ محبوبیت سے تک رہا تھا، پھر جب داریہ بے چین سی ہوئی تو ادب سے اپنی نظریں جھکا گیا۔

"جنکی کہانیاں بدنام ہوں؟ انکی مدد ہو جاتی ہے؟"

اس آدمی کے سوال پر دار یہ ہنسی تھی لیکن ناچاہتے ہوئے بھی وہ ان دوستوں کے بیچ مضبوط نہیں رہتی تھی سو آبدیدہ ہو گئی۔

"میری کہانی بھی بدنام ہے، لیکن میں اپنی ہمیشہ مدد کرتی ہوں۔ تمہاری بھی کروں گی" وہ دریادلی سے اس میلے کچیلے آدمی پر بھی دل و جان سے مہربان ہوئی تھی۔

"مجھ سے شادی کریں گی"

اپنی پھٹی جیکٹ کی اندرونی جیب سے اس آدمی نے ٹوڑی ٹہنی والا مر جھایا سا گلاب نکال کر دار یہ کو تھمایا تو وہ پہلے تو حیران ہوئی پھر اس کو بوڑھا اور دیوانہ خیال کرتی معصومانہ سا ہنسی، وہ بدھا، بد صورت اور مر چکی خوشبو والا پھول یوں اسکے ہاتھ سے لے لیا جیسے نہایت قیمتی ہو۔

"دوست بن سکتی ہوں، ان سب کی طرح۔ میری زندگی بہت تیز دوڑتی ہے دوست۔ محبت کر کے کسی کے ساتھ بس گئی تو یا وہ روند ا جائے گا یا میں بہت آگے نکل جاؤں گی۔ مجھے اپنی زندگی میں ایک اور کمزوری کا اضافہ نہیں کرنا۔ میں باز آئی۔"

وہ تب یہ کہہ کر واپس سب دوستوں میں گھل گئی تھی لیکن دار ان ماہیر شاہ کو اپنا غلام کر گئی۔ وہ ہوش میں واپس آئی تو پھر سے کھلادی۔

اس وقت اسے لگا وہ جنت میں ہے۔

"اوہ تو تم وہی ہو جس نے مجھے پرپوز کیا، بڈھے کہیں کے۔ میں نے انکار کیا اور تم نے کہا اس لڑکی کو دوسری طرح قابو کر لوں۔ رجال میرے ساتھ کچھ غلط کرنے والا ہے اسکی خبر کیسے ہوئی؟ کیا تم اسکے بعد بھی میرا پیچھا کرتے رہے؟"

اس وقت دار یہ کا دماغ ان سب نے سن کیا تھا جب کے داران نے اسکے کھلے بال سنوارتے اسکی سنہری آنکھوں کو انیسٹ سے دیکھا۔

"ہر لمحہ، میرا نیویارک میں تین دن کا سٹے تین ہفتے پر چلا گیا۔ تم جانتی ہو جب تم نے وہ پھول قبول کیا تبھی میں نے تمہیں یہ نام دیا، وہ صرف پھول نہیں تھا، وہ میری میلی ذات تھی جسکو تمہارے ہاتھ لگتے ہی رنگ لگے، تبھی تو تم میری فلورنس بنی۔ میں نے تمہارا پیچھا کیا، تمہاری شوٹنگ دیکھتا رہا، وہ تمہیں ایک ہفتے تک حراس کرتا رہا، تم منہ توڑ جواب دے کر مجھے متاثر کرتی رہی، میں تب تک چھپا رہنا چاہتا تھا جب تک میری فلورنس میں مقابلے کی قوت تھی، پھر اس رات تمہاری سنسان سڑک کے ار پار گونجتی چینخیں سنیں تو لگا میری فلورنس مقابلے سے تھک گئی ہے۔ رجال کی مشکوک نظریں پڑھتا رہا۔ اور پھر جب اسکے گھناؤنے ارادے معلوم ہوئے تو میں نے تمہارے احسان کا بدلا چکاتے تمہاری اسی رات مدد کی۔ اور رجال کو اس قدر ناکارہ بنا دیا کہ وہ کئی ہفتے تک یقیناً اپنے پیروں پر کھڑا نہ ہوا ہو گا۔ اسکے بہتر ہونے سے پہلے ہی تم یقیناً واپس آ گئی تھی"

وہ احسان والی بات پر تڑپی۔

"احسان کونسا؟"

داریہ کی آواز آنسوؤں نے نگلی۔

"میری میلی ذات کو پاک نہیں کیا تھا تم نے، وہ ایک مسکراہٹ جو تم نے مجھ بڑھے بنے بہرہ دے کو دی تھی، میں اس کے عوض اپنی ہر سانس بچ دوں تب بھی اسکا مرتبہ کم نہ ہو۔"

وہ اسکے آنسوؤں کو جیسے پونچھتا اسکی سانسوں کے قریب ہوا اس پر داریہ کو لگا وہ سچ میں ماہیر ہی ہے، اسکے آنسو پونچھنے کا انداز بھی اسی ظالم جیسا تھا۔

"مجھے یاد آگیا، تم نے جاتے جاتے کچھ اور بھی کہا تھا اس رات مجھے جسے میں نے ہنسی میں اڑا کر تمہاری پیٹھ تھپکی تھی"

وہ نم آنکھوں سے اسکا دھیان اپنے ہونٹوں سے بھٹکائی کھکھلا دی۔

"سب کو یہ قیمتی مسکراہٹ نہ بانٹنا، میرے جیسا ایک ہی کافی ہے تمہیں"

داریہ اسکے منہ سے وہی جملہ سنے رو پڑی، ہاتھ بڑھا کر اسکا ماسک ہٹانا چاہا مگر داران نے اسکے ہاتھ کو بروقت روکا اور ہتھیلی چوم لی، داریہ کو یقین تو آگیا تھا لیکن یہ ڈر بھی تھا کہ اگر یہ ماہیر نہ ہوا تو وہ اس شخص کے ساتھ گزارے ہر اک لمحے کو سوچتی ہوئی ہی مر جائے گی۔

"میں نے سچ میں وہ سب فراموش کر دیا تھا، جب تم نے مجھے بچایا۔ مجھے حفاظت دی ناں تو نے بہت کوشش کی تمہیں دیکھنے کی۔ لیکن مجھ سے نہ ہوا۔ سب یاد تھا، خواب بن کر اب بھی تم یاد ہو مجھے۔ شکل کے علاوہ خواب میں بھی تمہارے وہ سوندھی خوشبو۔ پلیرز دیکھنے دو اپنا چہرہ۔"

وہ اسکو دیکھنے کو ترستی ہکلاتے بولی پر اسکا ہاتھ داران کے ہاتھ میں بری طرح قید تھا۔

"پہلے سچ بتاؤ، کیا واقعی ماہیر شاہ سے محبت ہو گئی ہے؟"

وہ اسکے سوال پر مزاحمت ترک کرتی دم سادھ گئی۔

"اگر سچ کہہ دیا تو تم میری شکل بھی نہیں دیکھو گے"

بہت کرب سے وہ سرگوشی کر سکی۔

"لیکن اگر سچ کہہ دو گی تو مجھے دیکھ پاو گی"

وہ اس آخری کھیل سے خود بھی پریشان تھا، دار یہ نے سر جھٹک کر ہار مان لی۔

"تب تمہیں دیکھنے کا کیا فائدہ ہو گا جب تم میری شکل دیکھنا نہیں چاہو گے"

وہ حد سے زیادہ ظالم تھی، داران بہت کوشش کر رہا تھا کہ آنکھوں میں پانی نہ آئے ورنہ لینز سے ارجک

ری ایکشن شروع ہو جاتا لیکن یہ لڑکی جان لینے پر آمادہ تھی۔

"ٹھیک ہے تو کوئی ڈیل نہیں کرتے، سب ویسا ہی رہنے دیتے ہیں جیسے تھا"

وہ اسے آزاد کرتا دور ہوا، اسکے ہونٹوں سے ماہیر شاہ کے لیے محبت کا اظہار سننا چاہتا تھا لیکن دار یہ کیسے کر دیتی، پہلے ہی اسکے پر کٹ چکے تھے، یہ بھی کہہ دیتی تو جکڑ لی جاتی، کسی دیوار میں چن دی جاتی۔

"ہاں ٹھیک ہے، سنو کیا میں تمہارے گلے لگ جاؤں؟"

وہ یوں بولی جیسے سب ختم ہو گیا ہو، لیکن گلے لگنے کی بات پر داران نے حیرت سے اسکی سرخ ہوتی آنکھیں ٹٹولیں۔

"نو، ماہیر شاہ کی ہو تو اسکے ہی گلے پڑو جا کر"

کھرا جواب جس سے دار یہ کے اسکی طرف بڑھتے ہاتھ تھے، جلاد کے غصے سے منہ موڑنے پر دار یہ کی آنکھوں میں ویرانگی اتری۔

"پلیز"

دار یہ کی سرگوشی میں درد گھلا تو وہ اسے دیکھنے لگا۔

داران نے اسکے بکھرے بال ہاتھ بڑھا کر سمیٹنے چاہے مگر وہ اسکا ہاتھ ضد کے سنگ جھٹک گئی۔

"یہ نہیں چاہیے، مجھے گلے لگنے دونوں۔ ایک آخری بار اپنی خوشبو محسوس کرنے دو مجھے، اب تو میرے پاس تمہاری ہڈی بھی نہیں ہے"

وہ اسکے ٹوٹے کمزور لہجے پر پھر سے اسکے بال سہلانے لگا مگر دار یہ نے اس بار اجازت نہ لی اور اسکے توانا وجود کو مٹھلیں بازوؤں میں بساتی جب گلے لگی تو آنکھیں خود بخود سکون پاتے بند ہوئیں۔

داران تو حرکت کرنے کے بھی لائق نہ رہا تھا کیونکہ وہ اسکے سینے لگی شاید روئی تھی، وہ دکھ محسوس کرتا اسکے پشت پر ہاتھ باندھتا جب اسکا ہم قدم بنا تو داریہ نے فوراً سے وہ بازو جو اسکی پشت پر باندھے تھے، گردن کی اطراف حائل کر لیے۔

اور داریہ پر کھلا جیسے یہ قربت، یہ نشاط اس پر جائز ہے۔

یکدم سرور و سکون سے بند ہوتی آنکھیں کھولتی وہ داران کی گردن پر جھٹ سے اپنے نوکیلے دانت گاڑ کر داران کو ہوش میں لائی جو اسکی اس حرکت پر اسے پکڑ کر پرے دھکیل گیا، Executioner کو اپنی ضد مہنگی پڑی۔

"یہ کیا حرکت تھی فلورنس؟"

داران نے اپنی گردن پر ہتھیلی مسلی جہاں یقیناً سرخ مہر آویزاں تھی لیکن داریہ یوں پتھر تھی جیسے اس نے کچھ کیا ہی نہ ہو، اسکا چہرہ ہر احساس سے عاری لیکن آنکھیں سو جھ چکی تھیں، وادی سون سکیر میں اندھیرا بڑھنے لگا تھا، اب تو داریہ کو اسکی بھوری آنکھیں نظر آنا بھی بند ہو رہی تھیں کیونکہ اسکی آنکھوں میں بہت درد ہو رہا تھا۔

"سوری۔۔۔ مجھے جانا ہو گا"

وہ بڑبڑا کر اپنا بیگ اور فون اٹھاتی دوڑی مگر ماسک مین بنے جلاد نے ایک ہی جھٹکے سے اسکی بازو پکڑے اپنے سینے سے لگاتے لاک کیا۔

"بتاویہ کیوں کیا ہے؟ ورنہ جان لے لوں گا تمہاری"

اسکے جبرے کو پکڑے ان ڈری آنکھوں میں آنکھیں گاڑے داران نے اپنے عتاب پر دقت سے بندھ
باندھا۔

"میرا دل کہہ رہا ہے تم ہی ماہیر شاہ ہو، تبھی کیا یہ۔ اگر اسکی گردن پر ایسا نشان نہ ہوا تبھی مجھے یقین
آئے گا۔ تم اپنا چہرہ نہیں دیکھاتے، تمہاری آنکھیں دوسرے رنگ کی ہیں، تمہاری آواز بالکل مختلف
ہے پھر تم سے محسوس ہوتی اپنائیت اور اس دشمن جان کی موجودگی ایک جیسی کیوں ہے۔ میں پاگل ہو
جاؤں گی، مجھے تسلی کر لینے دو۔۔ تم بھی ایسا ہی بائیٹ کر لینا۔۔ بلکہ میری گردن ہی کاٹ دینا لیکن مجھے
کوشش کرنے دو۔ میں نہیں کہہ رہی کہ تم اپنی ضد سے ہٹو۔۔۔۔۔"

وہ اسکی گرفت میں مکمل بے بس ہوئے التجائیں کیے مچلی جبکہ داران کا دل بہت چاہا اسے بتادے سب
مگر ناجانے کیوں وہ ساری ہمت چھین بیٹھی تھی۔

"Accept me a little, just a little Florence"

وہ خود پر اختیار کھوتا ماسک میں چھپے ہونٹوں سمیت اسکے ہونٹوں کو نرمی سے چھو گیا تو داریہ اسکی جرت
پر تھم کر رہ گئی، آنکھیں خوف و حیرت سے کھل گئیں۔

لیکن جب احساس ہوا کیا کر بیٹھا ہے تو فوری اسے آزاد کرتا وہاں سے بھاگ گیا جبکہ داریہ وہیں بے جان
ہوتی بیٹھنے کے انداز میں گر پڑی۔

بھلے ان ہونٹوں کو ماسک نے چھپا رکھا تھا پر انکی گرمائش داریہ نے سانسوں میں گھلتی محسوس کی تبھی تو اسکے رونگٹے کھڑے ہو چکے تھے۔

"یہ ماہیر شاہ ہی تھا۔۔۔ یا میرے اللہ۔۔۔ مجھے جانا ہو گا۔ اگر تم ہی جلا د ہوئے ناں تو میں تمہیں آگ لگا کر جلاؤں گی ماہیر شاہ دیکھنا تم۔۔۔"

ہیجانی کیفیت میں اپنے ہونٹوں کو رگڑتی وہ گرتی پڑتی اٹھی، اور واپسی کو بھاگی۔

"یہ کیا کر دیا۔ میں بھاگ کیوں رہا ہوں۔۔۔ نہیں ختم کرنا چاہیے سب"

کچھ دور جاتے ہی وہ واپس پلٹا، منہ سے ماسک اتارے پتھریلی زمین پر پھینکتے واپس جھیل پہنچا مگر وہاں وہ کہیں نہیں تھی بس زمین پر اسکا اسکارف رہ گیا تھا۔

"داریہ میں تمہارا کیا کروں"

وہ اسکارف جھک کر اٹھائے مٹھی میں دبوچتا وہ بھی واپسی کو بڑھا لیکن داران کے پاس داریہ سے پہلے پہنچنے کے کئی طریقے تھے کیونکہ وہ ان وادیوں پہاڑوں، گھاٹیوں کے ہر راز سے واقف تھا۔

وادی آج پھر اپنے امان پروردہ کے لیے گیت گا رہی تھی، آج وادی سون سکیسر کے راج کمار کی سانسوں میں اسکے محبوب کی سانسیں گھلی تھیں، آج خوشبوؤں کی تفصیلی ملاقات ہوئی تھی تو کیونکہ نہ یہ رات تاروں سے بھر دی جاتی۔

شاہ حویلی میں ماول واپس آچکی تھی تبھی ڈنر پر خاص اہتمام ہوا تھا، داریہ پیدل ہی واپس آئی تو سیدھی اپنے کمرے کی طرف بڑھی، چیخ کیا اور سب سے پہلے ہاتھ منہ دھو کر خود کو اس شخص کے طلسم سے نکالے ہوش دلائی اور پھر تمام تر ڈر اور تکلیف کو خود پر سے مکمل مٹائے وہ ڈائنگ ہال چلی گئی۔

داران نے گردن کا نشان ناچاہتے ہوئے بھی ایسی اعلیٰ فائونڈیشن سے چھپایا تھا کہ داریہ کا دل ایک بار ضرور دہلنے والا تھا۔

عزیزے کے علاوہ ہر کسی نے داریہ کو مسکراتی نگاہ سے ڈائنگ ہال میں خوش آمدید کیا لیکن وہ بس ماہیر شاہ کو خالی نظروں سے دیکھ رہی تھی جو بہت پر سکون تھا اور ماول سے باتیں کر رہا تھا۔

"اگر وہ تم نہ ہوئے تو میں کیا کروں گی ماہیر، شاید اس احساس سے ہی مر جاؤں کے مسیحا نے خیانت کر دی۔ تمہارے حق میں ڈاکا ڈل گیا اور تم مسکرا رہے ہو کمینے"

کرسی سنبھالتے ہوئے وہ لمحہ بھر لڑکھرائی تو داران نے بے اختیار پاس ہی بیٹھتی داریہ کا جب ہاتھ پکڑا تو ہر فرد کی نگاہیں اس ہاتھ تھا متے منظر پر گئیں جبکہ عزیزے جان کے اندر انگارے دہک گئے۔

وہ بہت تکلیف میں تھی جبکہ داران نے اسکی آنکھوں سے بروقت نظر ہٹالی ورنہ سب بیٹھے حضرات کی موجودگی فراموش کرتے اسکی وہ پگھل کر پھٹ پڑتی آنکھیں چوم لیتا، ان ہونٹوں کو محسوس کرتا جنکی بناوٹ اسکی سانسوں کے اتار چڑھاؤ کے حساب سے ہی اللہ نے ترتیب دی تھی، اور اسے کہہ بیٹھتا کہ

اک پانی کے قطرے سے پیاس اور آگ نہیں بجھتی، بھڑکتی ہے، وہ جل رہا ہے، مزید اپنے لمس کی پھوار عنایت کرے تاکہ اسے بھی محبوب کا فیض ملے۔

جبکہ وہ پاس بیٹھی لیکن اسکی آنکھوں میں لمحہ بہ لمحہ زندگی مر رہی تھی، داریہ کے ہاتھوں پر جب داران کی نظر گئی تو وہ ہولے ہولے کانپ رہے تھے، داران سے سانس لینا دو بھر کر رہی تھی۔

"بس تھوڑی دیر داریہ"

وہ اسکو دیکھتا دقت سے دھیان ہٹا کر اپنا ڈنر کرنے لگا پر داریہ نے جس طرح حلق سے نوالے اتارے یہ بس وہ جانتی تھی یا اسکا اللہ۔

داریہ کو پورے ڈنر کے بیچ کسی کی کوئی بات یا کچھ سنائی نہ دیا بس وہ کسی طرح داران کو اکیلے دیکھنا چاہتی تھی تاکہ اسکی گردن پر وہ نشان تلاش کر سکے اور اس نشان کو پاتے ہی ہار مان لے۔

خیر ڈنر کے بعد ماول کچھ دیر دادو کے ساتھ لان میں واک کے لیے گئی تو داریہ نے ماہیر کو اپنے روم میں جاتے دیکھا تو ٹوٹی پھوٹی پر اعتمادی کے سنگ پیچھے ہی سانس کھینچے لپکی۔

زندگی اور موت کے بیچ ہچکولے کھاتی وہ کمرے کے باہر رک کر اپنے بار بار آنکھوں میں آتے آنسوؤں کو لگام ڈالتی خود کو مضبوط کیے اندر بڑھی تو وہ شاید کہیں جانے والا تھا تبھی پہننے کے لیے کپڑے نکال رہا تھا یا شاید داریہ کی آنکھوں میں دھول جھونکی جا رہی تھی۔

دروازہ کھلنے کی آہٹ پر داران کی آنکھوں کے رنگ سے بدلے، لیکن ازلی حیرت چہرے پر سجائے پلٹا تو وہ سوچ سے زیادہ قریب کھڑی نظر آئی، اتنی کہ اسکے خوبصورت چہرے کی رگوں تک بے بسی اور اذیت اتری ہوئی تھی، وہ بڑی بڑی گھنی پلکیں بھیگی تھیں مگر داریہ کی آنکھیں خشک تھیں۔۔
اک لمحہ تو وہ ٹھٹک کر رہ گیا۔

"کیا ہوا؟"

داران نے کچھ دیر بعد اسکی آنکھوں سے خوف کھاتے پوچھا جو پلکیں بھی جھپکنا بھول چکی تھی۔
"بہت کچھ"

داریہ نے اس کے ہاتھ سے شرٹ بے دردی سے کھینچ کر صوفے پر پھینکی، داران اسکی حرکت پر بھڑکے لب بھینچتے اس سے پہلے کچھ کہتا وہ اسکو دھکیل کر صوفے پر گراتی خود اس کے تھائی پر چڑھی۔

"کیا کر رہی ہو؟"

داران نے بے اختیار غصے سے بڑبڑا کر داریہ کو خود پر حاوی ہوتا دیکھے ٹوکا۔
"شش! کچھ دیکھنا ہے۔"

اسکا منہ جبرے سے پکڑ کر دائیں طرف کیے وہ اسکی شرٹ کا کالر پیچھے سر کا کر اسکی گردن ٹٹولنے لگی مگر وہاں تو اک نقطے جیسی چیز بھی نہ تھی، بلکہ صاف شفاف سرخ و سفید ابھری رگوں والی گردن تھی، وہ نشان داران کافی اعلیٰ مہارت سے چھپا چکا تھا۔

دار یہ کی آنکھیں خوف سے لمحے میں بھیگیں، تو کیا وہ گناہ گار ہو گئی ہے، پہلی سوچ آتے ہی جیسے وہ کانپی، داران اسکے وجود کی کپکپاہٹ سے بے خبر نہ تھا، وہ اپنی آنکھوں کے آنسوؤں پر مزید جبر نہ کر سکی۔

وہ اس پر سے ہٹ کر آنکھیں چراتی منہ موڑے چپ چاپ مایوس سی اٹھنے لگی مگر داران نے اسکی کمر جکڑے روکا تو وہ اسکے سینے لگتی اس قدر برا رو پڑی کہ داران کا دل مانوسینے میں کانپ اٹھا۔ اپنے کھیل پر لعنت بھیجی۔

اسکی نازک کمر میں بازو لپیٹے اسے کچھ دیر رونے دیا کیونکہ اس پر قرض تھا دار یہ کے آنسو تکتا۔
"کیوں رو رہی ہو دار یہ؟"

اسکے بال جو چہرے سے لگے آنسوؤں کی نمی سے چپک گئے انکو دار یہ کے سامنے ہوتے ہی پیار سے ہٹائے سرگوشی میں اسکی جھکی آنکھوں کو تکتے بولا تو وہ خزن و ملال میں ڈوبی یوں داران کو دیکھنے لگی جیسے کوئی کسی کو آخری بار دیکھتا ہے۔

داران کی آنکھوں میں ہلکی سی سرخی تھی، اس بار لینز سے نہیں داریہ کے ضبط پر وہ داران کی گرنیش بلو آنکھوں کا حسن بنی تھی۔

"م۔ ماہیر۔۔۔۔۔"

وہ اسکا نام پکارتی سسک پڑی اور پھر سے آنسو پونجھے سانس کھینچتا کہ بول پائے۔
داران کی آنکھوں کی سرخی گہری ہوئی۔

"م۔۔ ماہیر شاہ۔۔ میں نے کہا تھا تم سے کہ میں تم سے وفادار رہوں گی امان کے بیچ۔ جھوٹ بولا تھا۔
میں آج خود کو سچ میں بہت بری لگ رہی ہوں۔ کیونکہ میں نے تمہارے حق میں چپ چاپ خیانت
ہونے دی، ڈاکا ڈلنے دیا۔ بھلے تم نے کوئی حق نہیں مانگا مجھ سے لیکن پھر بھی تم حاکم تو ہونا
میرے۔۔۔۔۔ تم مجھے برا کہہ لو تا کہ میرا جودم گھٹ رہا ہے یہ تکلیف دور ہو۔ مجھے خود سے گھن۔۔۔۔۔"
وہ کسی غم سے چور بچے کی طرح اسکے سامنے بلک رہی تھی جبکہ داران نے ہاتھ بڑھا کر اسکے سارے
آنسو پونجھے اور ان خوبصورت ہونٹوں پر استحقاق بھری نگاہ پھیرتے ان بھیگی آنکھوں کو دیکھتے مسکرایا
اور اسکے ہونٹوں پر اسی ہاتھ کے انگوٹھے کو سہلاتے انکی نرمی پر آنکھوں میں خمار سا بھر لایا۔
اسکی یہ الگ سی مسکراہٹ داریہ کو روح تک لرزائی۔

"اپنے حق پر کسی کی نظر نہ پڑنے دوں، ڈاکا تو بہت دور کی بات ہے داریہ خان!"

وہ اسکے آنسو پونجھتا ہوا سحر خیر لہجے میں بولا تو داریہ کی آنکھوں میں آنسوؤں کی جگہ وہشت نے لی۔

"ک۔ کیا مطلب؟"

وہ اسکے سینے پر دباو دیے پرے سرکتی جن زادی بنی چلائی، اسکا دماغ پھٹنے لگا، وہ اسکے گردن کو اطراف سے ہاتھ جما کر قریب کرتا استحقاق میں گھلا مطلب سمجھانے لگا جب داریہ نے اسے غصے سے پرے جھٹکا اور اٹھ کر دو قدم دور ہوئی۔

داران بھی اٹھ کر اسکے قریب لپکا مگر وہ ہاتھ کے اشارے سے روکتے ہی سر بری طرح چکرانے پر اس سے پہلے گرتی، داران نے بروقت اسکے مٹھلیں وجود کو اپنے سینے کی راحت بخش کر سنبھالتے ہی خود میں بھینچا لیکن یہ صدمہ شاید داریہ کی پوری زندگی سے بڑا تھا تبھی تو وہ ہوش گنوا بیٹھی۔

اسے بازوؤں میں اٹھا کر نرم میٹرس پر لٹائے داران کے اسکے پہلو میں بیٹھتے ہی اسکی سرد پڑتی گال پر جھک کر پیار دیا تو آنکھ سے اک آنسو ٹپک کر اس کے وجود میں گم گیا۔

"میں نے اس کھیل کا انجام اتنا دردناک نہیں سوچا تھا داریہ، آئی ایم سوری۔ میں تمہاری ہر سزا کے لیے تیار ہوں۔ تم اتنی جلدی مجھ سے محبت کر بیٹھو گی، آہ یہ غرور! اور اسکی راحت اور اس پر داران قربان۔ مر بھی گیا تو کوئی ادھوری خواہش نہ رہے گی۔ میں نے وہ سب کر لیا داریہ جو ایک آوارہ عاشق کرتا ہے۔ اب تم قبول کرو یا دھتکار دو، میری قسمت۔۔۔۔۔"

اسکے دوسرے گال کو بھی ہونٹوں کی گرمی بخشتے وہ خود بھی سروہیں اسکے شانے سے ٹکا گیا، یہ رات کتنی دردناک ہونے والی ہے وہ اچھے سے جانتا تھا، وہ اسکی چلتی سانس اور رواں دھڑکن پر ہی سانس لے رہا تھا ورنہ شاید داریہ کو جتنی اذیت دے بیٹھا تھا اس کی ندامت کے بوجھ سے ہی مر جاتا۔

کچھ دیر تک وہ اٹھا اور فون پر کسی کا نمبر ڈائیل کیے کمرے سے نکلا، آدھے گھنٹے تک اسکے ہمراہ ڈاکٹر مصطفیٰ تھے جو داریہ کو دیکھنے، داران کے ایک بار کہنے پر چلے آئے دوسرا مول کا چیک آپ بھی کرنا تھا۔

داریہ کی کنڈیشن کے بارے میں وہ کچھ فاصلے پر کھڑا پریشان تھا، ڈاکٹر مصطفیٰ اسکا معائنہ ختم کرتے نیند اور سکون کا انجکشن دیے اٹھے تو داران کی جان سی نکلتی محسوس کیے اسکے قریب رکے۔

"سمجھ نہیں آتا تمہارے گھر کی عورتیں اتنی تکلیف میں کیوں رہتی ہیں داران شاہ، اس بچی کی تکلیف بہت زیادہ ہے۔ خیال رکھو ورنہ اسکے دماغ کی کوئی رگ بھی پھٹ سکتی ہے"

وہ شفقت سے کہہ کر پاس سے اسکی گال تھپکتے گزر گئے لیکن داران کو لگا وہ کھڑے کھڑے زمین میں دھنس گیا ہے، اب اس میں ہمت نہ تھی کہ داریہ کو چھو بھی پاتا، اسکی کیفیت بہت دل سوز تھی، درماں خود درد میں ہو تو سکون کا وجود سراسر خطرے میں پڑ جاتا ہے۔

.._____..

"کام شروع ہو چکا ہے باس، ٹھیک تیرہ دن بعد بحری جہاز کے ذریعے ہم روانگی پکڑیں گے"

گہرے تاریک کمرے میں اس وقت دو انسانوں کے سائے دیکھائی دے رہے تھے، جو اب اس آدمی نے اپنی کن پٹی مسل کر سگریٹ کا کش بھرا۔

ٹھیک کچھ فاصلے پر اپنی سولہ رکنی ٹیم کے ہمراہ گاڑی میں بیٹھے یحییٰ حیدر کے کمپیوٹر سسٹم سکرین پر ان آوازوں کی وابہر نشان لائنز کی صورت نمودار ہو رہی تھی۔

"ٹھیک ہے، مال کہاں ہے؟"

رجال چغتائی نے اسکے کندھے کو تھپکا اور اس آدمی کے اشارے پر وہ گودام میں کھڑے ٹرک کی جانب بڑھے جسے ایک سٹور روم کی طرح استعمال میں لایا گیا تھا۔

"تم لوگ جانتے ہوناں جلاد میرے پیچھے ہے، سو اس بار میں تم لوگوں کے ساتھ نہیں جاسکتا۔

Master Grivil سمجھ جائیں گے میری احتیاط۔ ان لڑکیوں کے گھر والوں کی کیا ڈیٹیل ہے؟"

اپنے آدمی کے ہمقدم چلتا ہوا وہ اس دروازے کے کھلتے ہی سامنے متوجہ ہوا جہاں لگ بھگ اٹھائیس کے قریب جوان اور خوبصورت لڑکیاں بے ہوش بندھی ہوئیں لائن وار بٹھائی گئی تھیں۔

"ایک ایف آئی آر کٹی ہے تھانے میں سب کی پر آپ جانتے ہیں کھوئی لڑکیاں اور نیلام ہوئی عزت کو

آج تک کوئی واپس نہیں لاسکا۔ یہ پھر ایسے گھرانوں سے ہیں جنکے گھر والے ایک پیشی تک کا بوجھ نہیں

اٹھا سکتے، فاتحہ پڑلیں گے۔ مطلب معاملہ امن سے بھرپور ہے"

اس ساتھ کھڑے آدمی نے خباثت سے اپنی مونچھ کو تاو دیتے ان معصوم لڑکیوں جن میں سے کئی کھلی ہوئی نو خیز کلیاں تھیں، پر نگاہ دوڑائے رجال کو بتایا جس نے پلٹ کر اس دلاور نامی آدمی کی پشت تھپکی۔ "سب سے نمکین پیس کو تیار کرو امیرے لیے بہت من ہو رہا ہے اپنی تھکاوٹ دور کرنے کا، اب سب کی سب تو ہم بدیس نہیں بھیجیں گے نہ۔ ہمیں بھی فیض ملنا چاہیے"

رجال نے انگڑائی لیتے بدن میں اب تک جلاد کے دیے زخموں پر ٹیس محسوس کرتے آنکھ دبا کر معنی خیزی سے حکم دیا اور وہاں سے چلا گیا جس پر دلاور نے حکم کی تعمیل کو کوئی لڑکی چھانٹنے کو قدم اندر بڑھائے ہی کہ ان لڑکیوں میں سے ایک ہوش میں آتے ہی دلاور کے سر پر لوہے کے سریے سے وار کر گئی، دلاور کو دوسرے سانس کی مہلت نہ ملی جبکہ دلاور کی دھاڑ سنے جب تک رجال اور اسکے لوگ ٹرک تک آئے، وہ بیلا نامی لڑکی باقیوں کو ہوش دلانے کی کوشش کر رہی تھی مگر تب دلخراش چینیخی جب رجال نے اسکو بالوں سے پکڑ کر باہر نکال کر گھسیٹا، اک زخمی نگاہ مرے دلاور پر ڈالی۔

"تجھے کیا لگتا ہے لڑکی اب تو زندہ رہے گی، میرے ساتھ کو مار دیا؟ پتچ پتچ اپنی موت اور بربادی کو تو نے خود دعوت دی ہے"

رجال کی آنکھوں سے ٹپکتی ہوس و وہشت پر اس لڑکی کا دم سا گھٹا مگر وہ بے بس تھی، رجال نے ایک ہی جھٹکے سے اسکا گریبان چاک کرتے زمین پر دھکا دیا، ہر طرف رجال کے لوگ اس ہوتے تماشے کو لپچائی نظروں سے یوں دیکھ رہے تھے جیسے چاہ رہے ہوں کہ رجال کی جگہ وہ ہوتے۔

داران کی توجہ فون کال پر منتشر ہوئی۔

کال یچی کی تھی تبھی وہ داریہ کے پاس سے اٹھا اور بھاگنے کے انداز میں فون لیے کمرے سے نکلا۔
"کسی ایک لڑکی کی بھی جان اور عزت نہ جائے، حملہ کرو یچی حیدر۔"

Its My Clear Order And Your Commad"

کمرے سے باہر نکلتے ہی اس جانب سے کچھ ایسا سنائی دیا کہ داران کی آواز میں طوفان ہلکورے لے اٹھا۔
"رجال چغتائی کو نئے درد دینے کا وقت بھی ہو گیا، دھیان رکھنا مرنا نہیں چاہیے اور تمہارے لیے ایک
ذمہ داری ہے، کچھ دیر تک پتا چلے گا تمہیں"

داران نے اگلی بات دانت پیسے کہی اور کال ڈسکنکٹ کی جبکہ خود سیڑھیاں اترتا ہوا ہال سے ہوئے شاہ
حویلی سے باہر نکلا۔

وہیں ویرہاوس کی چاروں جانب سے ہوتی گولیوں کی یلغار پر بیلا نامی لڑکی کے آدھے برہنہ وجود کو
نچتے رجال کے ہاتھ تھمے، گردن موڑ کر اس نے گولیوں کی آوازوں کے تعاقب میں کانپتے دیکھا جبکہ
اسکے لوگ بھی جوابی حملے کو بیرونی گیڈ کی طرف دوڑے میں چند سیکنڈز لگے انکو بھون ڈالتا یچی موت
کے فرشتے کی طرح گن کی نالی ساکت کھڑے اپنی سمت دیکھتے رجال پر تانے آگے بڑھا۔

کروٹ پر مڑ کر بمشکل سانس لیتی بیلا کی برہنہ کمر کو دیکھنے کی دیر تھی کہ یچی نے گن بڑے سکون سے
ساتھی کو کیچ کر وائی اور رجال کے منہ پر دو کرارے مکے ٹھوکتا اسے زمین بوس کر گیا۔

جلدی سے اپنی شرٹ اتارے اس نے اس نازک سی کانپتی لڑکی کے وجود کو چھپایا جبکہ خود ویسٹ سے اسکی جھانکتی دہلی بازوؤں نے بھی اسکے بعد رجاں کے ساتھ وہ کیا کہ اسکا ہر ساتھی منہ کھولے اس سلم سمارٹ یچی حیدر کے فولادی کارنامے دیکھے دنگ تھا۔

رجال کو اس نے ایسی ایسی جگہ گھسیٹا، شاید یہ معاملہ ہی ایسا تھا کہ وہ جن زادہ بنارجال کی شاید سانس ہی بند کر ڈالتا اگر اسکا اپنا ساتھی اسے بروقت پکڑ کر نہ روکتا۔

"سرمارنا نہیں ہے، یہ جلا دکا شکاری ہے بھولیں مت"

اس آدمی نے یاد دلادیا ورنہ بچی کا غصہ ابھی ٹھنڈا نہ ہوا تھا۔

"غلیظ انسان، تجھے تو کیڑے پڑیں۔ ماں نہیں ہے تیری۔۔۔ ملعون۔۔۔ اسے میری نظروں سے دور لے جا ورنہ میں اس کا خون پی جاؤں گا"

یچی کی شرٹ میں مکمل چھپی بیلا، چاہتی تھی اس شخص کو دیکھے جو شیر کی طرح للکار رہا تھا، اسکے لیے لڑ رہا تھا پر ابھی شرمندگی، صدمے اور تکلیف کا غلبہ تھا کہ وہ خود کو چھپانے میں لگی تھی ورنہ بہادری کا تو دوسرا نام تھا بیلا۔

"ان سب لڑکیوں کو بحفاظت انکے گھروں تک پہنچاؤ اور اس علاقے کے ایس پی کو اب میرا جلا دہی نمٹے گا۔ کتے جمع ہیں سب، مردار زلیل۔۔۔۔۔ سنو تم ٹھیک ہو؟"

وہ غرانے کے ساتھ ہی جب بیلا کو نرمی سے پکارتا تو وہ سہم کر سیدھی ہوئی، اس لڑکی نے ڈر کر آنکھیں اٹھائی تو یچی حیدر کی دنیا وہیں اندھیر ہو گئی۔

وہ کوئی اور نہیں یونی میں اس پر انتہا کی حد تک فریفتہ اور پاگل لڑکی بیلا بخاری تھی جس کی حرکتوں سے تنگ آئے یچی نے اپنی یونی تک بدل لی پر کبھی سوچا نہ تھا وہ اس بے باک حسینہ کو کبھی اس بے بس حال میں دیکھے یا اسکا مددگار بن جائے گا، گویا یہاں بیلا کی موجودگی ایک پلین کا حصہ تھا۔

وہ بے جان ہوتا وہیں اسکے پاس دوزانو بیٹھا لیکن اسکے وہم و گماں میں بھی نہ تھا کہ وہ یکدم رو پڑتی بیلا اسکے گلے لگ جائے گی۔

یچی کا دوزانو بیٹھے ہونے کے سبب توازن بگھڑا وہ نا صرف پیچھے کو گر ابلکہ جھٹکا لگنے سے وہ اسکے اوپر جا گری۔

یچی حیدر کے تمام ساتھی دبی دبی مسکراہٹ کے سنگ اس دلنشین حادثے پر نظریں چراگئے۔

"تم ابھی بھی ویسی ہی بے شرم ہو۔۔۔۔۔ ہٹو پیچھے"

جب اچانک اپنے اور بیلا کے بیچ نامناسب قربت کا احساس ہوا تو یچی اسکو پرے کرتا گھبرا ایا ہوا اٹھا تو بیلا کے آنسو لمحے میں پھینکی سی مسکراہٹ بنے۔

"پہلے تو تم نے یونی بدل کر مجھ سے جان چھڑوالی اب تو میری عزت بچا کر مجھے پکا عاشق کر چکے ہو"

وہ جس حال میں تھی اسکے باوجود اسکی یہ بات سننے یچی نے کھا جاتی نظروں سے دیکھا۔

"بکواس بند کرو، کیسے پہنچی تم یہاں؟"

یچی کا دماغ اسکی بک بک پر گھوما۔

"ہو سپٹل سے باہر آرہی تھی تو کسی نے میری گردن میں کچھ انجیکٹ کیا، اسکے بعد کچھ یاد نہیں"
بیلا کی بات سننے یچی ٹھٹکا۔

تو یعنی ہر لڑکی کے ساتھ ایسا ہی کیا گیا ہو گا مگر جہاں تک اسے یاد تھا بیلا تو امیر زادی تھی پھر وہ ان غریب اور لوور کلاس لڑکیوں میں کیسے تھی، وہ پھر سے اپنی شرٹ میں مکمل چھپ جاتی بیلا کو مشکوک ہوئے گھورنے لگا۔

"بابا کو بزنس میں بہت لاس ہو گیا، سڑک پر آگئے ہم۔ پی ایچ ڈی کی ڈگری لے کر ایک ماہ سڑکوں کی خاک چھانی اور مایوس ہو کر ایک نجی ہو سپٹل میں ایز آفریکل ٹرینر جاب کر لی۔ ایسے مت گھورو مجھے
یویو"

اپنی کر بناک زندگی کا مختصر احوال سنانے کے ساتھ وہ اسکو نک نام سے پکار کر گویا یچی کو چڑا گئی۔
دل تو یہی چاہا اس ٹارچر لڑکی کی گردن دبا دے۔

"خبردار اگر تم نے مجھے اس خرافاتی نام سے دوبارہ پکارا"

وہ دانت پیسے اپنے ارد گرد مٹر گشت کر کے ثبوت تلاشتے لوگوں کی موجودگی کے سبب دھیمما بولا تو بیلا کی سیاہ آنکھیں شرارت سے چمکیں۔

"تم اب بھی چڑو گے؟"

وہ مسکراتی زچ کر گئی۔

"ایڈریس دو میرے لوگ تمہیں گھر پہنچا دیں گے"

مزید اس سے منہ ماری کو ترک کیے وہ جانے لگا تو بیلانے اسکی بازو پکڑتے تھوڑا اسے قریب کیا تھوڑی خود ہوئی، یچی نے غصے سے بھنوائیں اچکائیں۔

"بابا کی چھ منٹ پہلے ڈیٹھ ہو گئی، سو سائڈ کر لیا۔ میں ایک ہو سٹل میں رہتی ہوں جسکا ماحول کچھ خاص اچھا نہیں۔ مجھے یاد ہے تم اپنی دادی کے ساتھ رہتے تھے۔ پیئنگ گیسٹ بنالو پلیز ساری عمر دعائیں دوں گی"

بیلانے کی ایسی ڈائریکٹ فرمائش پر یچی نے اسے ناگواری سے پکڑ کر پرے دھکیلا۔

"ساری عمر پچھتاؤں گا تمہیں پیئنگ گیسٹ بنا کر، نکلویہاں سے شاباش۔ جہاں تم جیسی لڑکی رہتی ہے وہاں کا ماحول ٹھیک رہ بھی کیسے سکتا ہے۔۔۔۔۔ ٹیم میں نکل رہا ہوں یہاں سب سنبھال لینا"

یچی نے جان چھڑوائی اور اپنے ساتھیوں کی سمت پلٹ کر انکو بریف کرتا باہر نکلا پر وہ آنکھیں باقی آفیسرز کی نظروں سے بچاتی اسکے پیچھے ہی ویس ہاوس سے باہر آئی، اتنی رات وہ ہو سٹل جانے کا رسک تو مر کر بھی نہ لیتی جہاں کے دروازے کو تھڑا سمجھ کر ویسے ہی محلے کے عیاش اور نشئی جمع ہو جاتے تھے۔

"کتنے ظالم ہو گئے ہو تم، یو یو"

وہ ضد میں بلکتی رو دی تو وہ تپ کر پلٹا پر بیلا سچ میں وہیں زمین پر چو کری مارے سسک سسک کر ٹسوے بہانے میں مشغول ناک رگڑتی اس لمحہ کیوٹ لگی کہ وہ پگھل گیا۔

"اف میرے اللہ یہ عذاب رہتا تھا کیا میری زندگی میں، دیکھو بیلا تمہاری وجہ سے یونی چھوڑی تھی اب اگر تم نے مجھے تنگ کیا تو دنیا چھوڑ دوں گا۔ میری دادی دل کی مریض ہیں۔ وہ تم جیسی لڑکی کے شر برداشت نہیں کر سکتیں۔ یہ بچی حیدر واحد آسرا ہے انکا"

وہ بے کس بنا سکے آگے ہاتھ جوڑ گیا تو وہ فوراً کپڑے جھاڑتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بس پیٹنگ گیسٹ بنالو، میں ترس چکی ہوں شفقت کو یو یو۔ پلیز"

وہ سچ میں اسے بہت تکلیف میں لگی تبھی تو اسکا دل تڑپنے لگا۔

"پہلے یہ خرافاتی نام یو یو کہنا بند کرو ورنہ دوں گا ایک جھانپڑ"

بچی کا ضبط دفناٹا تو وہ سہمی مگر پھر فوری اسکے مان جانے پر مسکادی۔

"میری دادی زیادہ چل پھر نہیں سکتیں۔ پیٹنگ گیسٹ تبھی بناؤں گا اگر انکی مفت والی فزیکل ٹرینر بنو

گی۔ ویسے میں کسی کام والی ماسی کو ڈھونڈ ہی رہا تھا۔ تم پر فیکٹ ہو، دوڑ دوڑ کر کام کرو گی"

بچی کے لیسٹوڈ پر وہ ہوئی تو غصہ پر ابھی اس دشمن جان کے پاس رہائش مل جاتی یہی بہت تھا۔

وہ اسے لیے آدھے گھنٹے تک گھر پہنچا، گاڑی پارک کی تو بیلا بھی ہچکچاتی باہر نکلی مگر وہ چھوٹا سا خوبصورت گھر دیکھے سکون رگ رگ میں اترا، یچی نے راستے میں رک کر پبلک سی ریڑی سے ہی ایک شرٹ خرید کر پہن لی تھی۔

"میں گھر صرف سنڈے کو آتا ہوں سو سنڈے کو تمہیں نچلے پورشن میں تشریف لانے کی کوئی اجازت نہ ہوگی اس وارننگ۔ اگر تم نے مجھے تنگ کیا تو اسی لمحے تمہیں اٹھا کر گلی میں پھینکوں گا۔ دادی جان کو تمہاری تشریف آوری کا کل تفصیلی بھی بتادوں گا ابھی تم جا کر فرنش ہو اور انہی کا کوئی جوڑا پہن کر ریٹ کرو"

وہ اسکو لیے گھر کے اندر آیا، نفاست چپے چپے سے چھلکی اور سکون اور خاموشی بھی، خود بھی وہ کمرے کی طرف لپکا جبکہ والدہ کی خاص کئیر ٹیکر اور کک کو اشارہ کیا جو بیلا کو اوپر چلنے کا اشارہ کر رہی تھی تاکہ اسے کمرہ دیکھا سکے۔

"اوائے یو یو"

وہ اپنے کمرے کی طرف جاتا مٹھیاں کستا پلٹا تو وہ بے باکی سے اسے فلائنگ کس کرتی جب سیڑھیاں چڑھی تو واجدہ نامی ملازمہ بھی شرم سے کانوں کو ہاتھ لگاتی کچھ بڑبڑائی جبکہ اس سے پہلے یچی کوئی چیز اٹھا کر مارتا وہ ہنستی ہوئی باقی سیڑھیاں پھلانگ گئی۔

"تیرے سکون کا جنازہ نکل چکا ہے یچی حیدر، اف میرے کس گناہ کی سزا ہے یہ لڑکی"

اپنا سر جکڑتا وہ دہائیاں دیتا اپنے کمرے میں گھس گیا۔

جبکہ پہلے جا کر داران کو ساری صورت حال بتائی کیونکہ ڈیوٹی از ڈیوٹی۔

"اب ان لڑکیوں کی جگہ ہماری ڈیٹیکٹایوز جائیں گی دو ہفتے بعد، پلین از ریڈی۔ اور اس مشن کو اس بار جلا دے ساتھ اسکی پرسنل پارٹنر بھی ہینڈل کرے گی اور ایک اور لڑکی جو اننگ دے گی۔ رجال کے ساتھ کیا ہوا یہ تیرہ دن تک کسی کو پتا نہ چلے، اسے مطلوبہ انجکشن دے کر اسکے پیلس کے باہر پھینکوا دو کہ وہ زندہ تو رہے لیکن زندوں میں نہ رہے، اسکا فون تم ہینڈل کرو گے۔ تمام ڈیلنگز بھی۔ ٹھیک تیرا دن بعد Executioner اکیٹو ہو جائے گا"

داران نے اسے بریف کیا جس پر یچی نے فوری ہامی بھری تو کال ختم ہوئی لیکن یچی حیدر کی نجی زندگی میں جو بھونچال آیا وہ واقعی سنگین تھا۔

کالج کے بعد ایاد جم گیا پھر یو نہی تنہائی میں شام سے رات ڈھال دی، واپس گھر پہنچا تو دل بھاری تھا کیونکہ ماموں کو اپنے کل والے حال کا جواب دینا تھا، پر وہ آیا تو حمین نے بہت اچھا اور نارمل بیہو کیا، دونوں نے ڈنر ساتھ کیا پھر حمین نے اسکے اور اپنے لیے چائے بنائی اور لاونچ میں لائے ایک کپ اسے تھمایا اور ایک خود پکڑ کر چسکی بھری اور جیسے اپنی ہی واہ واہ کی، ایاد ناچاہتے ہوئے بھی ہنس پڑا۔

"آپ جیسا زندہ دل انسان دوسرا نہیں ہو گا بڈی"

ایاد نے ماموں کے شانے پر سر ٹکاتے کہا تو حمین نے اسکی گال تھپک کر داد و صولی کو سر ہلایا۔
"اور تم جیسا کمزور دل بھی دوسرا نہ ہو گا، تم تو بڑی سے بڑی بات پر مسکرا دینے والے شخص تھے ایاد۔ تو کیا محبت کی چوٹ، حقیقتوں، اذیتوں اور خساروں سے زیادہ بری ہوتی ہے جو تمہیں توڑ گئی؟"

ماموں کا سیدھا سوال ایاد کی آنکھوں میں درد کی انتہا سمیٹ لانا۔
چائے کا مگ بے دلی سے میز کی سطح پر رکھے وہ ماموں کی طرف پلٹا۔
پلکیں نمی میں ڈوبیں۔

"سب جان گیا ہوں، اتنی محبت کرتے ہو اس سے؟"

ایاد کے بول نہ پانے کی لاج رکھے حمین نے اپنا کپ بھی رکھا اور دونوں ہاتھ اسکے شانوں پر رکھے ان
تشنگی کی ماری آنکھوں کو دیکھا۔

"جب اسے اپنے سبب موت کے منہ میں دیکھا تو میرا دل چھوٹے چھوٹے ٹکروں میں بٹ گیا ماموں،
وہ بہت چھوٹی سی ہے۔ معصوم اور شرارتی سی۔ جب یہ سوچا کہ اسے اس حال میں ایاد خان لایا تو اپنے
زندہ ہونے پر افسوس ہوا۔ میں اس دن چلا تو گیا اسکو دیکھنے لیکن شاید میں اب کبھی اس سے نظریں نہ
ملا سکوں گا۔ اس ننھے سے دل میں جو غم ہیں ناں ماموں، انکے آگے ایاد خان کی اذیتیں تو کچھ بھی
نہیں۔۔۔۔"

وہ بولتے ہوئے مضبوط آواز کو سنبھال نہ سکا تو وہ بھیگ گئی۔

حمین کے دل پر اسکی حالت تکتے ضرب لگی۔

"میں بات کروں تبریز سے کہ ماول ہمیں دے دیں؟ سب بتاؤں گا۔ فیصلے کا اختیار انکے پاس ہونا
چاہیے"

حمین اسکے پھٹے دل کی ر فوگری چاہتا تھا۔

"وہ آگینے کی طرح نازک ہے، اور میں بد لحاظ، وحشی جسے جذبات کو سنبھالنے کا ڈھنگ نہیں آتا۔
میرے ساتھ کہاں سجے گی وہ۔ اگر وہ داران کے سنبھالنے پر سنبھل گئی تو میں پیچھے ہٹ جاؤں گا۔ میں
اسے اور تکلیف نہیں دوں گا۔ داران نہیں دے گا مجھے ماول"

وہ مایوس تھا لیکن حمین کے ہوتے ہوئے اسکے دونوں بچے کبھی مایوس ہو ہی نہیں سکتے تھے۔
"کل مایا کو لینے جاؤں گا تو اپنی عرضی اپنے یار کو دے آؤں گا۔ میرے ہوتے ہوئے تمہیں مایوس
ہونے یا پیچھے ہٹنے کی ضرورت نہیں۔ مجھے اور مایا کو دیکھو، میرے سامنے وہ بھی آگینے سی شفاف ہیں
لیکن دیکھو ہم کتنے سجتے ہیں"

وہ ماموں کے بہلانے پھسلانے پر پھیکا سا ہنسا۔

"ماشاء اللہ آپ دو واقعی سجتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں لیکن آپ نے مایا کو کوئی ایسی گہری چوٹ نہیں
دی بڈی، لیکن میں نے جو کیا ماول کے ساتھ وہ خود میرے ساتھ اب سجننا نہیں چاہے گی۔۔۔۔۔ سوری
ماموں سونا چاہتا ہوں"

مزید شاید اس میں سچائی کا سامنا کرنے کی ہمت نہ تھی تو اسکے بہانے سے جانے پر حمین نے بھی نہ روکا،
جانے دیا۔

"آہ محبت! تم کس کس کو رلاو گی۔ اسکاٹانکا بھی مجھے ہی فٹ کرنا پڑے گا ستاد یو داس نہ ہو تو۔ اور پھر میں مایا کو لے کر کہیں گھومنے نکل جاؤں گا۔ سنبھالتے رہیں گے پھر یہ سر پھرے ایک دوسرے کو۔۔۔ آہ حمین آہ! تمہیں ایونٹ مینجمنٹ چھوڑ کر شادی کا دفتر کھول لینا چاہیے اب"

خود سے خود کلامی کرتا وہ جتنا خود کو پیارا لگا اتنا منظروں نے بھی اسکی اس بے خودی کا صدقہ اتارا۔ اور رہی سہی دل کی ٹھنڈک مایا کے میسج نے پہنچائی کہ جو ماول کے پاس ہی تھی مگر اسکے لیے دودھ لینے کچن ہال آئی تھی۔

"حمین! کل آجائے گا لینے۔ ماول نے کہا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے۔ میں پھر آ جاؤں گی یہاں لیکن کل پلینز آجائے گا"

اس اصرار و معصومیت کے ملاپ پر وہ کیونکر نہ باولا ہوتا۔
"میرے بنا رہنا مشکل ہے کیا؟"

وہ سیپلائے کی امید نہ کر رہی تھی کیونکہ بارہ بج رہے تھے تبھی یکدم ہی چونکی لیکن پھر دل تک جواب کی چاشنی نے راحت اتاری۔

"آپکو دیکھا نہیں تو دل اداس ہے"

وہ اپنی کیفیت کے حساب سے جواب دیے منتظر ہوئی کہ وہ اب کس طریقے سے دل دھڑکائے گا۔

"دونوں طرف اگر ایک جیسی کیفیت ہے تو مجھ سے ہچکچائیے گامت اب، میں آپکے ساتھ اپنا گزرا وقت مزید نزدیکیوں سے سجانے کا سوچ رہا ہوں"

ایسی بات وہ سوچ بھی نہ سکتی تھی جو حمین نے کہی جبکہ وہ اتنی نادان بھی نہ تھی کہ حمین کا اشارہ نہ سمجھی۔

گالوں میں شرم و حیا سے اترے گلاب مایا کے اندرون کیفیت عیاں کر رہے تھے۔

"خاموشی کو ہاں سمجھ رہا ہوں فریگرنٹ لیڈی"

وہ شوخ لہجے کی جسارت سے مایا کو سٹپٹانے پر مجبور کر گیا جس سے فون پر بات کرنا دو بھر ہوئی۔

"کب کی ہاں"

وہ فوراً سے بولی تو وہ کھل کر ہنسا۔

"ناں بھی کب کی، اف نیند بہت اچھی آئے گی مجھے۔ کچھ خمار کی کرم نوازی ہے جو آپکا سوچ کر ہی مجھ پر طاری ہونے لگا ہے۔ اب بس، کل بات ہوگی۔ آپ اپنی دوری سے بھی مجھے پیار کروانے کے چکر میں لگ رہی ہیں۔ ڈینجرس لیڈی بائے"

وہ جانتا تھا وہ کس کیفیت میں ہے تبھی مایا کے ان خوبصورت لمحوں کو اس نے اسکا بھی پر سنل ہی رہنے دیا جبکہ رابطہ ٹوٹنے پر دونوں طرف ہی خمار چھا گئی۔

وہیں ماول بیڈ پر نیم دارز ہو کر لیٹی بس اپنے اس بیوقوفانہ عمل کو سوچے جا رہی تھی۔

جب اس نے انیب اور ایاد کی فیک انگیجمنٹ پک دیکھی تو اس نے مرنے سے بھی کوئی اوپر کی بھیانک تکلیف محسوس کی تھی، وہ بے بس ہو گئی تھی۔

لیکن ہو سپٹل والا ایاد اسکو بھول ہی نہیں رہا تھا، نہ ایاد کی آنکھیں اسکے دماغ سے نکل رہی تھیں۔ نہ وہ آنسو جھٹلا سکتی تھی جو ایاد کی آنکھوں میں اسکے لیے تھے۔

"وہ کتنا ہرٹ تھے، وہ رو بھی رہے تھے۔ کیا وہ میرے لیے تھے انکے آنسو؟" وہ لیٹے لیٹے اس ایاد کو سوچتی آنکھیں بھگو گئی جو پہلے ہی سو جن میں گھری تھی۔ جلدی سے سائیڈ ٹیبل پر پڑا اپنا فون اٹھا کر ایاد کی چیٹ کھولی تو وہ آن لائن تھا۔ ماول کا دل چاہا اس سے اسکا حال پوچھے۔

"نہیں میں بہت غصہ ہوں، میں بالکل بات نہیں کروں گی۔ بہت غصہ ہوں۔ حد سے زیادہ" اپنی طلب کو خاموش کروانے کو وہ خود چیخنی پر اس وقت دل نشے کی طرح ایاد چاہ رہا تھا۔ کال آنے پر فون ماول کے ہاتھوں سے چھوٹ کر منہ پر گرا تو وہ ناک مسلتی فون کو ہی اٹھا کر پھیک دیتی اگر ایاد کا نام نہ دیکھتی۔

"میری ناک توڑ دی آپ نے، اب کیوں کال کر رہے ہیں یہ؟" وہ ناک مسلے کوفت سے اٹھ بیٹھی پر کوئی بے قراری سے کالز پر کالز ملا رہا تھا۔ ماول بھی دل کے ہاتھوں مجبور ہوئی اور پک کر بیٹھی۔

وہ جو لیٹا تھا اٹھ بیٹھا۔

"آپ روتے ہوئے چڑھیل لگتے ہیں، بس یہی بتانے کے لیے کال اٹھائی۔ خبردار مجھ سے کوئی فالتوبات کی۔ ورنہ بھیا کو بتادوں گی آپ مجھے تنگ کر رہے ہیں۔ آپکا نمبر سائبر اور پی ٹی آئی والوں کو دے کر آپکو تاحیات کے لیے بین کروادیں گے"

کال اٹھانے کی خفت وہ ڈانٹ کر دور کر گئی اور ایاد کو اسکی معصومیت گھائل کر گئی۔
"ماول، میں بہت تکلیف محسوس کر رہا ہوں"

ایاد کی بہت دیر بعد سرگوشی سنائی دی، ماول یوں تھی جیسے کلیجہ منہ کو آگیا ہو۔ وہ تڑپ اٹھی، اس ٹوٹے لہجے پر۔

"تو میں کیا کروں"

سنگدلی اسے کہاں آتی تھی پر کوشش اس نے پوری کی۔

"سفارش! کہ تمہیں میرا ہونا ہے۔ اپنے بھائی اور بابا کے آگے۔ یہ کہہ دینا کہ تمہیں ایاد خان کی اکڑ توڑنے کو خود سزا دینی ہے۔ تم آجاؤ ناں میرے پاس، آئی سوئیروٹھی اور ناراض سی ماول سزا ہی ہوگی میری"

وہ پھر سے اسے کمزور کر رہا تھا، جکڑ رہا تھا۔

جبکہ وہ بکھرتی آواز برداشت نہ کر پاتی بے آواز سارودی۔

"مجھے نہیں آنا آپ کے پاس"

وہ پورے اعتماد سے انکار کر رہی تھی۔

"یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے؟"

وہ اس کے لہجے کی دھمکی پر خوفزدہ ہوئی۔

"جی۔۔"

مضبوط بن کر جواب دیا۔

"ٹھیک ہے"

وہ اتنی جلدی کیسے مان گیا، ماول کا دل اس پر بھی رکا۔

"سنیں"

اس ڈر سے کہ وہ کال نہ کاٹے، پکار بیٹھی۔

"ماول ابھی کچھ سنائی نہیں دے گا"

وہ اکتائے ہوئے بولا۔

"کیا گارنٹی ہے کہ آپ مجھے دوبارہ نہیں جلائیں گے؟"

اس سوال کی ایاد کو امید نہ تھی، آنکھوں میں تیرگی اتر آئی۔

"مطلب جلائیں گے، میں بھی دادو کے لائے رشتے کو اوکے کر دیتی ہوں۔ آپ رہ لیں چپ"

اسکے بولنے سے پہلے وہ اسکو کہے غصے سے کال کاٹ گئی ساتھ فون بھی سوئچ آف کر لیا لیکن ایاد کا وہ اک لمحہ ماول کی اب تک کی ساری تکلیف پر بھاری پڑتا محسوس ہو رہا تھا۔

.._____..

"Welcome Inspector Bela in our detective branch DEW "

لان میں ٹہلتے داران نے فون پر مقابل موجود اس لڑکی کو اپنی ٹیم مئس پرو فیشنلی خوش آمدید کہا تو اسکی آنکھیں چمکیں۔

"Thank you Executioner "

بیلا کی آواز میں کڑک تھی۔

"ابھی تمہیں یچی کے سامنے ایسا ہی رہنا ہے جیسی بن کر اسکے گھر پہنچی ہو، اپنی ٹیم تیار کر لو۔ ٹھیک تیرہ دن بعد تمہیں رشین DEW آکیڈمی پہنچنا ہے، وہاں تمہیں تمہارا اگلا ٹاسک بتایا جائے گا۔ میں، یچی اور ہمارا چوتھا پارٹنر تمہیں رشہ میں ہی جوائن کریں گے"

سپاٹ اور ٹودی پوائنٹ بریفنگ سنے بیلا نے فرامرداری سے سر ہلایا۔

"اوکے سر، میں اپنی ٹیم پہلے ہی تیار کر چکی ہوں۔ لیکن کچھ کہنا چاہتی تھی۔ ایکچوولی یہ جو آپکا یچی ہے یہ میرا یو یو نکل آیا۔ کہانی سنائی تھی ناں آپکو، اپنی عاشقی اور دیوانگی کی۔ تو میرے بارے میں کچھ سوچیے پلیز"

بیلا کے ہچکچانے پر داران کی سنجیدگی زرا زائل ہوئی۔

"کام کے بیچ نجی زندگی کو سوچنے تک کا پرہیز کرو بیلا، ہاں اگر تم کامیاب ہو گئی تو خوش ہو کر شاید میں

تمہاری دیوانگی کے بارے کوئی سیریس سٹیپ اٹھالوں۔"

وہ جلا د بھلے تھا پر بیلا اسکے مکمل مایوس نہ کرنے پر مسکرا اٹھی۔

"آپ پہلے تو اتنے کول نہیں تھے Executioner"

بیلا کی حیرت فطری تھی۔

"تمہیں رہنے کے لیے جگہ چاہیے تھی ٹارگٹ کے آس پاس مل گئی، اگر مزید سر کھایا تو اٹھوا کر تھر

پھنکو ادوں گا۔ فوکس اون یور مشن بیلا بخاری۔ دوبارہ وارننگ نہیں دوں گا"

غرا کر ٹھک سے منہ پر کال بند کی جس پر بیلا اسی کی نقل اتارتی منہ بسور گئی۔

"کام تو چلتا رہے گا، میرا یو یو مل گیا مجھے یار۔ میرا پتلو سا یو یو۔۔۔ کتنا ہنڈ سم ہو گیا ہے وہ چوچا۔۔۔"

جبکہ اگلے ہی لمحے بیلا کا خوش ہو کر ناچنا بتا رہا تھا کہ وہ اس ڈیٹیکٹیو برانچ کے سپاٹ آفیسرز کو ہنسنا ضرور

سیکھانے والی ہے، یچی بھی چینج کیے ملازمہ کو ضروری باتیں سمجھائے واپس ہڈ کو اڑ رزروانہ ہو گیا۔

.._____..

یچی کی طرف سے سب اوکے کا اشارہ ملنے کی دیر تھی کہ وہ واپس شاہ حویلی کی جانب بڑھا، پہلے جا کر

ماول کو دیکھا جو مایا کے ساتھ ہی اسکی بازو سے چمٹ کر سو رہی تھی۔

دونوں ہی داران کے لیے بہت قیمتی تھیں، لیکن وہ افسردہ تھا کہ کسی کی بھی تکلیف ختم نہیں کر سکتا۔
دونوں پر انسیت بھری نگاہیں ڈالتا وہ داریہ کا خیال آتے ہی کمرے سے نکل کر زینے چڑھتا اپنے ماسٹر
بیڈ روم کی طرف بڑھا جہاں وہ اب تک جہازی سائز بیڈ کے دائیں کنارے گردن بائیں طرف پھیرے
سورہی تھی۔

وہ دروازہ بند کیے مرے مرے قدم اٹھائے اسکے پاس چلا آیا، جیکٹ اتار کر پہیے ہینگ کی اور شرٹ کی
ورزشی بازوؤں سے چپکی آستیں اوپر کو کھینچے اسکے پاس ہی بیٹھا اور اپنا خوبصورت اور مضبوط ہاتھ بڑھا کر
اسکے ماتھے کی حرارت دیکھی جو تھی تو کم پر جانتا تھا اس لڑکی کے اندر آتش فشان بن گیا ہے، وہ ذہنی
طور پر خود کو تڑپنے، رونے اور جلنے کے لیے تیار کر رہا تھا۔

وہ بھی سکون کی دوا کے زیر اثر تھی لیکن آج اسکی زندگی ایسے کرب سے دوچار ہوئی تھی کہ یہ نیند کی
دوا بھی اس پر بے اثر ہو گئی۔

اسکی سانس تیز ہوئی تو داران نے اسکا کانپتا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دباتے ہونٹوں کے پاس لائے
چوما۔

داریہ کی آنکھیں کھلیں، دھند لکا تھا ان میں، جان نکالنے والی تکلیف تھی۔
پھر جب وہ مکمل طور پر بیدار ہوئی تو آنکھیں اپنے ہاتھ پر ڈالیں جنکو داران نے اپنے لبوں سے عقیدت
سے جوڑ رکھا تھا، وہ بدحواس تھی۔

"مجھ سے شادی کریں گی؟"

وہ اسکے سوال پر ہر احساس سے عاری نظروں سے اپنے پاس کسی مجرم کی طرح بیٹھے داران کو دیکھنے لگی، پھر اسکی نظر داران کی گردن کی جانب بھٹکی جہاں سرخ نشان اب واضح تھا، پھر داران کی نیلی آنکھوں کو دیکھتے ہی اسکا ہاتھ چھڑوائے اٹھ بیٹھی تو وہ اسکی اور سرک کر اتنا قریب بیٹھا کہ دونوں کے چہروں میں ناہونے جیسا فاصلہ بچ گیا، وہ اسکی گرم سانسوں میں شامل ہوتی محسوس کر رہی تھی اور آنکھیں اپنی آنکھوں میں دھنستی ہوئی تبھی اسکا گلا سوکھا۔

"کبھی نہیں کروں گی، کیوں کیا تم نے میرے ساتھ یہ گھناونا مزاق؟ میں مر جاتی تو؟"

لمحہ لگا تھا داریہ کی آنکھوں سے نمی اسکی آنکھوں کے گوشوں تک ڈھلنے میں۔

"جواب نہیں ہے میرے پاس"

وہ اسکے جواب پر اذیت سے مسکرائی اور منہ بھی پھیرا اور نہ وہ اتنا قریب تھا کہ سانس بھی لیتی تو لمس بن جاتا۔

"گھٹیا ترین مردوں میں نمبر ون نکلے تم ماہیر شاہ، جس چیز سے داریہ خوف کھاتی تھی تم نے اسی پر آزمایا مجھے۔ مانا مجھے تم پر شک تھا لیکن پھر بھی یقین ملنے تک تمہیں میرے قریب نہیں آنا چاہیے تھا۔ پھر تم نے یہ نشان بھی چھپا دیا، یعنی تم نے ہر طریقے سے مجھے مارنے کی کوشش کی۔۔۔ تم۔۔۔"

وہ سب یاد کرتی کانپ اٹھی تھی، جبکہ داران کی آنکھوں میں جمع ہوتی تکلیف آج حدوں کو تجاوز کر رہی تھی، وہ آنکھیں پھیرنے کے بعد جب اسے غصے سے "تم" پکاری تو خود ہی داران کی سانس رکنے پر تھم گئی۔

"تم محبت نہیں کر سکتے، محبت میں آزمائش لینے کا موقع بھی ہو تو خوشی خوشی چھوڑ دیتے ہیں ماہیر۔ لیکن تم نے آخری لمحے تک مجھے جنجھوڑا۔ تم محبت نہیں کر سکتے، مجھے تم جیسے سوداگر سے محبت نہیں ہو سکتی۔ میں ایسے دل کو چیر پھاڑ دوں گی جو تمہارے لیے ایک بار بھی مزید دھڑکا۔ سن رہے ہو؟"

وہ خود بھی ٹھیک سے بول نہ پا رہی تھی اور تکلیف اتنی تھی کہ وہ سب سن نہ پا رہا تھا، بس اسے خالی نظروں سے تک رہا تھا۔

"اس زندگی نے مجھے سب سیکھا دیا، لیکن آنکھوں میں دھول جھونکنے والوں سے بچنا نہیں سیکھایا۔ تم نے مجھے اسی خوف سے مارا ہے جو میری کمزوری تھا، اب میری طرف تمہاری بس ایک چیز بچی ہے"

وہ آنسو رگڑ گئی، وہ اسکو دیکھنا بھی نہ چاہتی تھی تبھی حتمی فیصلہ کیا تا کہ جلد اسے جھٹک ڈالے۔

"کیا؟"

وہ اسکی طرف دیکھے گیا تو ہونٹوں نے بے جان سی حرکت کر کے سرگوشی کی۔

"سزا، دارم شاہ کو میں نے مارا تھا۔ میں نے۔ دار یہ زمیل خان نے۔ اور اب تمہاری سزا جانتے ہو کیا ہے، میں یہ اقرار جرم کروں گی سب کے سامنے۔ اپنے دل، دماغ اور اس جسم کو تکلیف کی زد میں جھونک دوں گی اور تم ساری زندگی بنا کسی آگ کے بھی جلو گے ماہیر شاہ"

شاید زندگی ایک پل میں ختم کیسے ہوتی ہے یہ داران ماہیر شاہ کو آج پتا چلا، وہ اسکی رگوں سے دھیرے سے جان کھینچ کر اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہاں ہلکورے لے اٹھتی تکلیف پر زہر خند مسکرائی تو داران کو لگا اسکا دل مر گیا ہے۔

"میں نہیں مانتا یہ"

وہ اسکی بازو پکڑ کر اپنے سینے میں بھینچ گیا کہ دار یہ کی آنکھیں کرب سے بند ہوئیں۔
"میں ایسا کچھ کبھی نہیں مان سکتا، ایسا ہوا بھی ہے تو میرے ہوتے ہوئے تمہیں کوئی چھو بھی نہیں سکتا۔"

اسکے ان پر استحقاق الفاظ کی اب کوئی وقعت نہ تھی تبھی دار یہ نے اسکو پرے جھٹکا۔
داران کی گریٹش بلو آنکھوں کی شکایت تکلیف دہ تھی۔

"تم ہو ہی کیوں، تم مر جاؤ۔ تاکہ میں بھی چین سے اپنے گناہ کا حساب چکا سکوں۔ تم مانو نہ مانو، میری جوتی کو بھی پرواہ نہیں ہے۔ تم نے میرے اندر کی امید قطرہ قطرہ کر کے توڑی ہے اسکا حساب تو تم بھی

چکاو گے، اب میں بچنا چاہتی بھی نہیں۔ مجھ سے دور ہٹو۔ میں تمہاری اب کچھ نہیں لگتی۔ میں لعنت بھیجتی ہوں اس امان پر جس نے مجھے ختم کر دیا"

وہ اسکے کیے کا ابھی صرف ایک فیصد لوٹا رہی تھی تو داران کی جان جا رہی تھی، اگر وہ برابری پر آتی تو سیچ میں وہ شخص اسکے پیروں تلے روند دیا جاتا۔
"فلورنس"

وہ اسکے اٹھنے پر خود بھی اٹھ کر اسکی بازو پکڑے اپنے حصار میں بھرے بولا تو داریہ نے اسکے زخمی بازو کی پرواہ کیے بنا اسکو پرے دھکیل کر میٹرس پر گرایا۔
"دوبارہ اس نام سے مت پکارنا"

وہ اسکے کمرے سے باہر بھاگنے پر پھر سے پیچھے لپکا اور دروازے کے پاس سے اسے گھسیٹ کر واپس پلٹا۔

"مجھے مت روکو، میں برباد کر دوں گی تمہیں ماہیر شاہ۔ ہٹو دور مجھ سے۔ تم بہت برے ہو، تم میری محبت کے نہیں نفرت کے لائق تھے"

اس بار ناچاہتے ہوئے بھی وہ آنسوؤں کی گرمائش میں لپٹے لہجے کے سنگ ٹوٹی پھوٹی آواز سے گڑ گڑائی تھی کیونکہ وہ اسے دیکھنا بھی مشکل جان رہی تھی۔

"تو کرو نفرت مجھ سے، کر دو برباد لیکن مجھے چھوڑو تو موت، معاف کر دو داریہ۔ مجھے یہ حق دو کہ میں تمہاری ہمیشہ حفاظت کر سکوں"

وہ اسکے لہجے کی تڑپ رد کرتی اسکی بے شرمی اور ہٹ دھرمی پر ہونق رہ گئی۔
کیا کچھ بچا تھا جو اس شخص نے یہ کہنے کی جرات کی۔
"تم حفاظت کرو گے؟ پہلے کی کبھی کسی کی؟"

وہ اذیت اور طنز میں ڈوبی اسکی آنکھوں کو دیکھتی مسکرائی، داران نے لمحہ بھر نظر پھیرتی۔
"میری طرف دیکھو ماہیر شاہ! تمہیں پتا بھی ہے تم نے مجھے کتنی تکلیف دی ہے۔ میں اتنی تکلیف تو کسی کو مر کر بھی نہ دوں، بہت چھوٹا دل ہے، جو پرندے کے پھڑپھڑائے پر بھی تڑپ اٹھتا ہے، جو پیر تلے کچل کر مر جاتی چیونی پر بھی رو پڑتا ہے۔ تم نے ایسا دل دکھایا ہے، بلکہ مجھے تو لگ رہا ہے میرے اندر اب دل ہی نہیں رہا، پھٹ گیا ہے اور اسکے نوکیلے زرے میرے پورے وجود میں گڑھ گئے ہیں۔ اب اس تکلیف سے مجھے کوئی نجات نہیں دے سکتا۔ تمہاری حفاظت بھی نہیں، تمہاری میسجائی پر کالک لگ گئی ماہیر شاہ۔ مجھے چھوڑ دو میں ایک لمحہ بھی یہاں نہیں رکوں گی۔۔۔۔۔ ختم ہوا سب، میں تمہاری بیوی نہیں ہوں"

وہ سسکتی ہوئی بھی نفرت سے بھری تھی، اسکا لہجہ کرچیوں میں بٹا تھا، اسکے پورے وجود پر تکلیف کی حرارت حاوی تھی جبکہ داران کچھ بولنے کے قابل ہی نہ تھا، وہ اسے معنوب ٹھہرا چکی تھی۔

"تم ہو، تم میری بیوی ہو اور رہو گی۔ مت رو داریہ پلینز"

وہ کمزور پڑی تو اسے اپنے سینے لگا کر سنبھالنا چاہا جسے داران کی باہوں کا حصار اور توڑ گیا۔

"مجھے تمہاری خوشبو نہیں چاہیے، دم گھٹ رہا ہے"

وہ اسکی گرفت میں پھڑپھڑائی تو داران نے اسے آزاد کیا۔

"میرے پاس کچھ ہے تمہارے لیے شاید اس خوشبو سے تمہارا دم نہ گھٹے"

وہ داران کے ہلتے ہونٹوں کو تکتی بدحواس ہوئی جب وہ اسے پکڑ کر بیڈ کی پائنٹی کی جانب بٹھائے خود

کبرد کی طرف بڑھا اور جب واپس آیا تو اسکے ہاتھ میں وہ ہڈی تھی۔

داریہ کی آنکھیں اسے دیکھ کر جلنے لگیں۔

"ی۔۔۔ یہ۔۔۔ یہ تو تم نے جلادی تھی ناں"

وہ بے قراری سے اسکے ہاتھ سے وہ ہڈی لیے اسکی طرف آنکھیں گما گئی۔

"اتنا بھی ظالم نہیں ہوں کہ تمہارا یہ اثاثہ چھین لیتا، جو جلائی وہ اصل نہیں تھی"

داران کے جواب پر وہ اسکی خوشبو سونگھے بھیگا سا جب مسکرائی تو داران کے تڑپتے دل کو قطرہ سہی قرار

آیا۔

وہ اس ہڈی کو اپنے سینے لگائے ہی وہیں کروٹ پر لیٹی جبکہ داران کی آنکھوں میں یہ منظر دیکھ کر دھند

چھا گئی، وہ رو رہی تھی پر اب اسکے انمول آنسوؤں میں تکلیف نہیں سکون و خوشی تھی۔

شاید داران کے لیے یہی سزا کافی تھی کہ اب اسکی رقیب اسکی خوشبو تھی۔

"مجھ سے بھی ایسی ہی خوشبو آتی ہے داریہ"

وہ اسکے پاس ہی بیٹھا، اسکے بال سہلانے چاہے پر وہ اسکا ہاتھ ہٹا کر ظالم بنتی دوفٹ پرے سر کے لیٹ گئی۔

"تم سے نہیں آئے گی اب، ظالموں سے اللہ اپنی خوشبو چھین لیتا ہے۔ تم اس خوشبو سے محروم ہو گئے ہو جو تمہیں مسیحائی پر عطا کی گئی تھی۔ کسی کو بھی دیوانہ کر دینے والی خاص خوشبو۔ آئی ہیٹ یو ماہیر شاہ۔ میں تم سے محبت کرنے پر سانس سانس پچھتاؤں گی۔۔۔۔۔"

وہ اسکے سامنے آنکھوں کے پاس ہو کر بھی اسی کے لیے رو رہی تھی، یہ دکھ تو بہت بڑا تھا، وہ اسکی ہڈی کو سینے لگاتی ہی آنکھیں موند گئی تو داران وہیں کاوچ پر گرنے کے انداز میں بیٹھا، جب داریہ کی جگہ خود کو رکھ کر سوچا تو روح تک کانپی۔

وہ بے بسی کی آخری حد پر جا کر رویا تھا، بالکل ویسا جیسے کوئی تمام تر سکون، راحت اور خوشی چھن جانے پر ہارتا ہے۔

وہ جو ہڈی کو سینے لگائے تھی، داران ماہیر کے خاموش آنسوؤں پر بھی تڑپ اٹھی، ہڈی پرے پھینکے وہ میٹرس سے پیر نیچے اتارتی اٹھ کر اسکے پاس آئی، اسکے قدموں میں بیٹھی، داران نے ہاتھوں میں گرایا سر اٹھایا تو اپنا ہاتھ بڑھا کر اسکے آنسو صاف کرنے لگی۔

"تمہاری سزا یہ بھی ہے کہ تم اب کبھی نہیں روگے"

وہ سپاٹ تھی، ہر جذبہ مر گیا تھا سوائے اسکے کہ اسے ماہیر کی تڑپ نوچ کر کھا رہی تھی۔
"نہ کبھی ہنسو گے"

شاید یہ سزا کا کوئی نیا رول تھا کہ وہ پل پل اسکے قریب ہوتی اسکے تھائی پر بیٹھی، بچوں کی طرح اسکے تمام آنسوؤں کو اسکی آنکھوں سے محروم کر دیا، اس آس کو دیکھنے لگی جو داران کی آنکھوں میں تھی۔
"میں تمہیں باقاعدہ سزا کل سناؤں گی، ابھی کے لیے میں ہر چیز بھولنا چاہتی ہوں۔ کیا تمہارے پاس کوئی ایسا میجک ہے؟"

وہ اپنے آپ میں نہ تھی، اس سے اپنا آپ سنبھالنا مشکل تھا، داران کے لیے وہ ہر لمحہ سزا میں اضافہ اور سختی شامل کر رہی تھی۔
"دار یہ! مت کرو پلیز"

وہ اس کے آگے جلاد ہو کر سسک پڑا، جبکہ وہ مسکراتی، اسکا بار بار نیچے کو جھکتا چہرہ اپنے سامنے کیا۔
"تم تو کسی کو تسلی بھی نہیں دے سکتے ماہیر شاہ، امان کیا دو گے۔ لیکن میں ناراض ہونے کے باوجود تمہیں رونے نہیں دوں گی۔ ٹھیک ہے میں اپنی تمام تکلیف اور غصہ ایک طرف کر دیتی ہوں۔ ہماری محبت اتنی بھی ارزاں نہ تھی کہ چھوٹے سے جشن کی حق دار بھی نہ ہو۔ ہاں ہمارے بیچ سب اتنی جلدی

ختم ہو جانا ضرور ایک ناٹھمنے والے ماتم کا مستحق ہے۔ ہم جشن کرتے ہیں پھر فرصت سے ماتم منائیں گے"

اب بھی وہ اپنے حواسوں میں نہ تھی، اس وقت اسے لگ رہا تھا ماہیر کے سوا اسکے درد کا کوئی علاج نہیں، وہ اسکے کوئل ملائم ہاتھ کو اپنے رخسار سے ہٹاتا منہ پھیر کر اٹھ جانا چاہتا تھا مگر وہ بازوؤں کا ہار اسکے گلے میں ڈال کر زنجیر کر گئی۔

"تم کہیں نہیں جاسکتے ماہیر شاہ"

وہ اسے حکم سنا کر پتھر اگئی اور پھر آگے کو بڑھ کر داران کے زیریں ہونٹ کو چھوا، اس لڑکی کے ہونٹوں کی عطا کردہ نرمی اتنی پر شفا تھی کہ داران کی آنکھ سے اک آوارہ سا آنسو نکل کر کہیں داریہ کے چہرے میں ہی گم ہوا تھا۔

"اس سچ کو کیسے جھٹلاؤں کے میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں ماہیر شاہ"

وہ اسکی آنکھوں کی اذیت سے ٹوٹ رہا تھا اور ستم کہ وہ اس سے تکلیف کو باہر نکالنے کا اختیار بھی چھین چکی تھی۔

"ہم دو کا کنکشن اس دنیا کا نہیں ہے، آئی فیل دس۔ تم جو بھی روپ بدل لو، میں تمہیں جن نظروں سے دیکھوں گی وہ مہربان ہی رہیں گی، ان آنکھوں کو جتنے مرضی پردوں میں چھپا لینا، کیا سیاہ، کیا بھوری۔۔۔ میں یہاں تک جھانکوں گی (اسکے دل پر انگلی رکھتے آنکھیں ماہیر کی سو گوار آنکھوں میں

ڈالیں)۔ یہ میری کمزوری ہے ماہیر شاہ۔ خیر اگر تم سزا اور ماتم سے پہلے جشن نہیں منانا چاہتے تو ٹھیک ہے"

اپنی بات مکمل کیے وہ اس سے اٹھ کر دور ہونے لگی تو داران نے بھی اٹھ کر اسکا بے اختیار ہاتھ پکڑا اور اپنی طرف موڑا جس سے اب نظر تک اٹھانا محال تھا تو وہ اپنے ٹوٹے دل کا بوجھ کیسے اٹھاتی سمجھ سے باہر تھا۔

"یہ بھی سزا ہے کیا؟"

اسکو اپنے سینے کے قریب لاتے اسکے بکھرے بال سمیٹتے داران نے دقت سے جملہ کہا تو وہ اسکے ہاتھوں کو پکڑ کر اپنے چہرے کے اطراف سے ہٹا گئی۔

"میں نے سوچا کہ تمہیں سزا سناتے وقت میری زبان نہ لڑکھڑائے تبھی جشن کا کہا، کہتے ہیں جشن ہمارے جسم میں ہمت بھرتا ہے۔ فیصلے کرنے آسان ہو جاتے ہیں"

وہ عجیب اہانت کے زیر اثر تھی، داران نے اسکی پہل کو رد کیا تھا تبھی وہ اب جشن پر بھی آمادہ نہ رہی۔
"ایسی سزا روز قبول ہے، بس ایسی ہی سزائیں دینا مجھے"

وہ اسکی خوش فہمی اور حسرت پر دل جلا مسکرائی حالانکہ مسکرا نا بہت محال ہو گیا تھا۔

"یہ بڑی سزا کا ٹریلر ہے ماہیر شاہ، تم پر ہے تم بنا ٹریلر کے کل ایک ہی بار فلم بھی دیکھ سکتے ہو"

وہ اسکو پرے کرتی واپس اپنے مخصوص اعتماد میں لوٹی، وہ اسے دیکھ نہ پایا تو آنکھیں بار بار چرانے لگا۔

"ناکارہ انسان"

اسکی آنکھیں چرانے والی حرکت پر داریہ حلق تک جلی اسے دھکیل گئی مگر داران نے بازو سے پکڑ کر کھینچے واپس پلٹایا۔

"کیا کہا تم نے؟"

وہ غصے سے بولا۔

"ناکارہ انسان ہو تم ماہیر شاہ، تمہیں بیوی سے پیار کرنے کی کوئی تمیز نہیں"

وہ جانتا تھا یہ اخیر دکھی طنز کس بات پر کیا گیا ہے، یہ پہلا لمحہ تھا جب داران کی تکلیف پر تھوڑا مرہم لگا۔
"ابھی تو تم کہہ رہی تھی میری بیوی نہیں ہو"

اسکے نم گال سے اپنی کھر دری گال ملائمت سے لگاتے اسکو اپنی غلطی یاد دلائی، داریہ اسکے لمس پر گھبرائی۔

"پھر کہہ دیتی ہوں، اور اب ڈٹ کر دیکھاؤں گی"

منہ پھیر کر کچھ پرے کرتی وہ اسکے احساس سے آزاد ہوتی نروٹھے اور ضدی پن سے بولی۔

"تھوڑی دیر بعد ڈٹ جانا"

اسکے پھیرے چہرے کے سبب داریہ کی گردن ماہیر کی آنکھوں کے سامنے تھی جسے چومنے کا شرف وہ کیسے جانے دیتا، ان ہونٹوں کی نرم سے نرم یہ پہلی شدت داریہ کو جس نئے نشاط سے ملوا گئی وہ ہر درد کی دوا بن گیا۔

وہ حیران رہ گئی کہ یہ کیا ہوا ہے۔

وہ اسکی طرف چہرہ گما کر ششدر نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"تم تو ابتدا پر ہی حیران ہو گئی، انتہا پر تو میری سزا بھی خود ہی رد کر دو گی۔ چلو تمہیں انتہا دیکھا کر اپنی سزا سے نجات کی ایک کوشش کرتا ہوں فلورنس"

اسکے نیم وا کھلے ہونٹوں پر نگاہ پھیرتے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کا ٹھنڈا لمس اس نے داریہ کی گردن پر سونپا پھر لکیر کھینچتے ہوئے اسکی رخسار سے کن پٹی تک آیا۔

"تمہاری کوشش صرف ایک کوشش بن کر اس رات میں دفن ہو گی"

وہ اسے اسکی شکست کا قبل از وقت عندیہ تھا، یہ تھی لیکن داران نے اسکے چہرے کی ہر ہر سلوٹ کو دیکھنے کے بعد چہرہ جھکا کر جب اسکے ہونٹوں کو چھوا تو ان سانسوں نے داران ماہیر شاہ کی پیش رفت پوری شدت سے سراہی۔

وہ آنکھیں بند کرتی ہاتھ اسکی گردن کے اطراف لے گئی، جو دھیرے سے اسکی گردن کے پیچھے جکڑ لیے اور خود کو داران ماہیر شاہ کے اک لمحے میں حوالے کر دیا، وہ نرمی سے اسکے ہونٹوں کی سلوٹوں کو

محسوس کرتا نرمیوں کو اسی مسروریت سے شدت میں بدل رہا تھا جیسا دھوپ چھاؤں سا مزاج اس لڑکی کا تھا۔

جانے کتنے لمحے اس محبت کی نظر ہوئے، وہ اس کے چہرے پر لہو سمٹ آنے پر اسکی گال چومتا دور ہوا تو وہ لمبا سا سانس کھینچتی بنا پلکیں اٹھائے سسک پڑی۔

"تمہیں دیر تک کوئی تکلیف نہیں ستاتی، تم بہت خوش قسمت ہو داریہ۔ میرا دیاز خم بھی بھر جائے گا۔ اگر تم مجھے پھر بھی سزا دینے پر خوش ہو تو مجھے منظور ہے، لیکن تم میری فلورنس ہمیشہ رہو گی۔ میں تمہارا خیال ہمیشہ رکھوں گا اور میں دوبارہ تمہیں کوئی تکلیف نہیں دوں گا"

وہ چاہتی تھی یقین کرے لیکن یقین کیا ہے یہی بھول چکی تھی، اس وقت اگر ماہیر سے دور ہوتی تو شاید دوسری سانس نہ لے پاتی، جیسے اسکا پورا وجود درد میں ہو اور دوا صرف یہ شخص بچا ہو۔

"لیکن میں تمہارا خیال نہیں رکھوں گی، میں تمہیں تکلیف دوں گی"

وہ سنگد لانہ ہو کر بولی حالانکہ اسکی آنکھیں اس وقت ایسی تھیں جیسے پھٹ پڑیں گی اور ان میں سے لہو چھلکنے لگے گا، وہ گہرا سانس لیتے اسکے سینے ڈھے گئی۔

"میرا یہ درد دور کرو ماہیر شاہ"

اسکی آواز بہت دور سے آتی سنائی دی لیکن وہ جیسی بھی کیفیت میں ہوتا، اس پر کہاں جچتا تھا محبوب کی خواہش کو رد کرنا۔

وہ اسے پکڑ کر روبرو لایا، نیلی آنکھوں پر پلکیں گرائے، بے قرار سی سانس اس داریہ کے وجود سے اٹھتی اپنی اور اسکی ملی جلی خوشبو میں کھینچی۔

داریہ نے لرزتی پلکوں کے بیچ اسے دیکھا اور نظر جھک گئی۔

گردن جھکا کر نرمی سے اپنے نشہ ہونٹوں کو اسکی جبین پر رکھا جس کے جان لیوا لمس پر وہ تڑپ کر آنکھیں اٹھائے پھر سے اسے دیکھنے لگی۔

ان آنکھوں میں رحم کی التجاء تھی جبکہ داریہ اس وقت بہت بے رحم بننے کی خواہش مند تھی۔

وہ خود اسکے گلے میں باہیں لپیٹ کر سانسوں کے قریب آگئی کہ داران کو اسکی کمر کے نشیب و فراز آج گہرائی سے محسوس کرنے پڑے۔

وہ چپ چاپ اسے دیکھتی اسکے وجود سے اٹھتی آسودگی خود میں جذب ہوتی محسوس کر رہی تھی، جبکہ اگلے ہی پل داران ماہیر کی التجائیں جب رد کردی گئیں تو داریہ کی نرم مخملی سانسیں اسے اپنی گردن کے اطراف محسوس ہو کر دل کو منتشر کر گئیں، جہاں دانت گاڑے تھے اسی نشان کو ہونٹوں کی بااثر مسیجائی بخشے چھو تو داران کے بازو اطراف لپٹے تھے بے اختیار کس کر رہ گئے۔

"اس سے زیادہ تمہیں بہکا نہیں پاؤں گی، تھوڑا خیال تم بھی کر لو میرا"

وہ اسے جذبات سے عاری پتھر لگا تو داریہ نے اپنا چہرہ اسکی ٹھوڑی اور کاندھے کے درمیان یعنی گردن میں گھسیڑا مگر داران کی برداشت وہ یہ سب کر کے ختم کر چکی تھی۔

وہ اسکو اپنا آپ بنا سوچے بہت محبت، شان اور اہتمام سے سو نپ بیٹھا، یہ سوچے بنا کہ یہ قدم اٹھانا اسکی بھول بن جائے گی۔

دار یہ نے لمحہ بھر بھی اسکی آنکھوں میں دوبارہ نہ دیکھا بس وہ اس دنیا سے بیگانہ ہونے کی خاطر اپنا سب کچھ اس پر وار بیٹھی جسے کل کے سورج کے ساتھ ہی خود پر تاحیات ممنوع کرنے والی تھی۔

شاید ان دو کی محبت جسمانی تو کبھی نہ تھی لیکن دار یہ نے اسے مجبور کیا اور دونوں کے بیچ کا سحر بظاہر ہمیشہ کے لیے توڑ دیا۔

وہ فجر کے وقت ہی غائب ہو گیا اور دار یہ نے بھی اسکے آس پاس نہ ہونے پر ہی آنکھیں کھول کر سانس بھرا۔

وہ یہ وقت آج بھی کسی کو نہیں دینا چاہتی تھی تبھی فریش ہوئی، وضو کیا اور اس سے پہلے قرآن پاک اٹھاتی، یو نہی دل چاہا کہ ایک بار سجدے کی پھر کوشش کرے۔

وہ کانپتے ہاتھوں سے جائے نماز تک پہنچی، اسے اٹھا کر زمین پر پھیلا یا، اس وقت اسکی آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا۔

دو سال سے تو وہ جائے نماز کو چھو بھی نہ سکی تھی لیکن آج اتنا ہی ہو جانے پر رو پڑی۔

پھر اپنے آنسو روک کر نماز کی نیت باندھی، اس پر اک سکون اور حوصلہ اترآ، اس نے دو سال بعد کامیابی سے جب نماز ادا کی تو سلام پھیرنے کے بعد اک شکرانے کا اضافی طویل سجدہ کیا جسکی قبولیت اس بات سے واضح تھی کہ جب وہ واپس اٹھی تو وہ جگہ اسکے شکر گزاری کے آنسوؤں سے تر تھی۔

"آپ مجھ سے راضی ہو گئے؟ صرف ماہیر کو اسکا حق دینے پر۔ یہ کیا بات ہوئی، میں نے اسے رات سزا دی ہے تاکہ وہ ہمارے بیچ کا سحر ٹوٹنے پر خود بھی ریزہ ریزہ ہو جائے۔۔۔ کیا وہ اتنا پیارا ہے آپکو؟ بولیں۔ آپکو اسکے ظلم نہیں پتا کہ اس نے کیسے بکھیرا ہے مجھے؟ ایسا نہ ہو میں اسکو سزا سناؤں تو آپ پھر روٹھ جائیں۔ مجھ سے اب نہیں روٹھنا پلیز، میں اسکو سزا ہر صورت دوں گی۔ اگر اب آپ مجھ سے روٹھے تو میں آپکے پاس آ جاؤں گی۔۔۔۔۔ بس اور کچھ نہیں ہے کہنے کو"

ٹوٹھی پھوٹی دعا کیے وہ جائے نماز سے اٹھی تو نظر زمین پر گری ہڈی پر گئی جسے داریہ نے کسی مقدس شے کی طرح اٹھا کر اپنے سینے لگایا۔

وہ کہاں چلا گیا یہ تکلیف بھی داریہ کے دل میں تھی۔

"بس داریہ اب تم ایک آنسو بھی نہیں بہاؤ گی"

اس ہڈی کو پیار سے تہہ کیے واپس کبرڈ میں رکھنے گئی تو وہیں پتھر بن گئی، وہاں ہینگ ہوا وہی قیمٹ تھا جو اس دن داریہ کے شوٹ کرنے پر داران نے پہنا تھا، وہ اسے بنادھوئے کلاتھ بیگ میں رکھے ہوئے تھا،

جس پر داریہ کے شوز کا نشان اب تک چپساں تھا اور آدھی سے زیادہ قمیص پر خون لگا تھا یہی نہیں ساتھ ہی داریہ کی شادی کا جوڑا دیکھ کر دل بھر آیا۔

"یہ آدمی پاگل ہے کیا؟ گندے یوز کپڑے کون ہینگ کرتا ہے۔۔۔"

داریہ نے اپنا اور اسکا جوڑا باہر نکالا اور گول مول کیے کا وچ پر پھینکا۔

اور خود صبح کے لیے کوئی جوڑا نکالنے لگی۔

داران اس وقت فجر کے بعد گاڑی سے ٹیک لگائے غیر مرئی نقطے پر نظریں جمائے تھا جب مسلسل اسکی چپ پر خانو اکبر کا دل ہولنے لگا۔

"زما جگر پارم! کیا ہوا۔ اتنی دل گرفتہ کیوں ہے"

انکے سوال پر وہ زرا زرا متورم آنکھیں ان پر ڈالے سر نفی میں ہلا گیا، اس وقت سفید شوار سوٹ میں وہ

اس قدر جاذب لگ رہا تھا کہ دیکھنے والی آنکھ بلا جھک ٹھہر کر اس حسن گر کا صدقہ اتار لیتی۔

پھر سوگ اور اذیت کی سرخی تھی ان گریٹ بلو آنکھوں میں۔

"رونے کا متبادل کیا ہوتا ہے خانو لالہ؟"

وہ انکے سوال کو رد کرتا اپنی ہی دھن میں بولا۔

"برداشت"

وہ یک لفظی جواب دیتے اسے اس سے تکتے لگے جسکے اندر ایک نہ ختم ہوتی جنگ چل رہی تھی۔

"اور برداشت کا؟"

وہ مزید بولا۔

"صبر"

اسکے بعد شاید سب سوال اور جواب ختم ہو گئے۔

"چلنا چاہیے حویلی"

وہ مزید کچھ بولے بنا گاڑی میں جا بیٹھا تو وہ بھی اپنی بھیک سی جاتی آنکھیں رگڑتے اپنی جگہ سنبھالنے لپکے۔

آج وہ دور کی مسجد آیا تھا، تو واپسی پر دس منٹ لگے۔

ناشتہ آٹھ بجے لگنا تھا مگر وہ چھ بجے تک پہنچ گیا، سو اپنے کمرے کا ہی رخ کیا اور اندر آتے ہی جو منظر دیکھا اسکا لہو کھول گیا۔

"ان کپڑوں کو ایسے کیوں پھینکا ہے تم نے؟"

داران اس سے پہلے آگے بڑھتا داریہ نے بیچ میں آتے اسے روکا۔

"دھلنے والے ہیں، اب کسی خوشبو یا کسی لمس کو سنبھالنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں مل تو گئی ہوں تمہیں"

وہ اسکے لہجے سے تڑپا جو سراسر تکلیف دینے والا تھا۔

"اوہ تو اصل سزا یہ تھی میری"

وہ طنزیہ ہوتا ان گلابی آنکھوں میں جھانکا جہاں وصل کا کوئی غرور، ملن کی کوئی خوشی یا کامیلت کا کوئی سکھ ڈھونڈنے سے بھی نہ ملا۔

"ابھی کہاں ماہیر شاہ، کچھ دیر باقی ہے ابھی اصل سزا میں۔"

اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی تو داریہ نے اجازت دی۔
فردوس مودب ہوئے اندر داخل ہوئی۔

"یہ کپڑے لے جایئے فردوس، انکو باقیوں سے زیادہ اچھے سے دھلوائیے گا۔ بہت گندے ہیں یہ"

داریہ نے بظاہر تو فردوس کو کہا لیکن دیکھ وہ ماہیر کے ضبط کور ہی تھی۔

فردوس فرما برداری کے سنگ وہ کپڑے وغیرہ لیے کمرے سے چلی گئیں جبکہ انکے جاتے ہی داران نے اسکی بازو دبوچی۔

"تم میری روح کو زخم دینا چاہتی ہو داریہ"

وہ جانے کس ضبط پر تھا کہ آنکھوں میں سرخائی گھلی لیکن وہ سارے آنسوؤں پر خاک ڈالے اب صرف سلگانے مسکرانے سے واقف تھی۔

"تم نے بھی تو میری روح جنبھوڑی تھی، بائے داوے رات جو ہمارے بیچ ہوا اسے بھی اپنی سزا ہی سمجھنا۔ مجھے ایک فائدہ ہوا ہے تمہارا ہو کر جو میں تمہیں بالکل نہیں بتا سکتی اس لیے اس سزا کے بیچ میں

تمہیں چھوڑ کر یا اس گھر سے جانے کا فیصلہ ترک کر رہی ہوں۔ تمہیں چھونے سے یا اپنے قریب آنے سے بھی نہیں روکوں گی لیکن تمہاری روح کو زخم بھی باقاعدگی سے لگاؤں گی۔

وہ اسکی طرف یوں عجیب نظروں سے گھورا جیسے داریہ کی دماغی حالت پر شبہ گزرا ہو۔

"تم سے نہیں ہو گا یہ، خود کو زخمی کرتی پھر وگی۔ ختم کرتے ہیں یہ جنگ۔ سب ٹھیک کر دیتے ہیں"

وہ ایک آخری بار منت کر رہا تھا پر وہ مسلسل مسکرا کر اسکے ضبط کا شیرازہ بکھیرنے کی کوشش میں تھی۔

"ایسے کیسے ماہیر شاہ، اس سزا کی ابتداء میں ہی داریہ نے اپنا آپ تم پر وارا ہے۔ میں پیچھے نہیں ہٹ سکتی۔ کاش تمہاری صورت اتنی پیاری اور معصوم نہ ہوتی، ظالموں کو ظالم شکل عطا ہونی چاہیے تاکہ کسی کا دل نہ رحم کھائے۔ اب سو سکتے ہو تم، میں اپنے روم میں جا رہی ہوں"

اسکے حصار سے خود کو جھٹکے وہ ایسا ممنوع تقاضا کر گئی کہ لمحہ لگاتے داران نے اسے بازوؤں میں اٹھایا۔

"یہیں رہو گی، جس دن یہاں سے گئی سو تن لاؤں گا تمہارے سر پر"

وہ اسکی دھمکی پر اسکا منہ ہی تکتی رہ گئی جو اسے میٹرس پر پھیکنتا ہوا خود بھی پاس بیٹھا۔

"دادی کا زہریلا بچھو۔ لاو سو تن۔ ابھی لاو جا کر۔۔۔ میں اسے کچھ نہیں کہوں گی تمہیں کسی قابل نہیں چھوڑوں گی"

اس قدر خطرناک دھمکی پر وہ پھیکا سا مسکرایا اور اسکی طرف جھکتے اپنا سرداریہ کے شانے پر ٹکا دیا تو وہ سارا غصہ بھول کر اسکے بھاری وجود کے بوجھ سے لہراتی تکیے سے جا لگی۔

"سردرد کر رہا ہے میرا"

وہ اسکے منمنانے پر سارا غصہ بھول گئی اور آہستگی سے اسکا ماتھا کنپٹیوں سے انگلیوں کے دباؤ سے دبانے لگی۔

"دنیا جہاں کا یہ نازک اندام و گلغام ہی ملنا تھا کیا مجھے، زرا زرا اسی بات پر اسکے نخرے شروع"
دل میں کہنے کی بات وہ با آواز بلند بڑبڑائی تو داران نے نظر اٹھائی تو وہ زرا اسی بوکھلائی۔
"زرا اسی بات نہیں ہے، تم نے بہت بڑی سزا آل ریڈی دے دی ہے۔"

وہ وہیں سے سرکتا اسکی گود میں جالیٹا، سرفاقی بہت درد میں تھا جسکا اثر داران کے چہرے اور آنکھوں پر حاوی تھا۔

"تم تو ایسے ماتمی ہو رہے ہو جیسے تمہاری عزت لٹ گئی ہو"

وہ بے ساختہ اسکا ماتھا دباتی بولی تو داران کی نظروں کے ارتکاز پر آنکھیں چرا گئی۔

"میرا غرور لٹ گیا ہے، میرے ارمان مر گئے ہیں۔ ایسے کون کرتا ہے داریہ، تم نے ہمارے سب سے خاص لمحے تکلیف، زبردستی اور جلن کی آگ میں جھونک دیے۔ ابھی بھی سزا دینا چاہتی ہے یہ پاگل"

وہ دلبرداشتہ ہوئے آنکھیں موند گیا تو اسکے کہے جملوں کی بازگشت پر داریہ کا پورا جسم لرزا۔

ہاتھ اسکے چہرے کے خدو خال پر پھیرے وہ اسکی بند آنکھوں کے باوجود غصیلی اداؤں پر ناچا ہتے ہوئے بھی مسکرائی۔

"مجھے تمہیں اپنے نام بھی تو لگانا تھا ماہیر شاہ، تاکہ تم کسی اور عورت کا سوچ بھی نہ سکو"

اس بار بس سوچ سکی یہ جانے بنا کہ اس شخص کی راحتیں، محبتیں اور شدتیں داریہ پر آکر ختم ہو گئی ہیں۔

..._____..

آج عاقب کی استنبول کی فلائیٹ تھی تبھی وہ نوبے تک ناصر ف جاگ کر فریش ہوا بلکہ ریڈی ہوئے نک سک تیار خوشبوؤں میں بسا پورچ تک آیا تو آگے سے ہڑبڑا کر آتے چوکیدار بابا کو دیکھتے رکا۔

"عاقب بابا باہر گیڈ کے پاس رجال صاحب زخمی پڑے ہیں"

چوکیدار بابا کی بات سنے عاقب زیر لب مغلظات بکتا انکے ہمراہ ہی گیڈ کر اس کیے باہر نکلا تو رجال کی حالت پر ترس کم عتاب زیادہ چڑھا۔

"اس خبیث کے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟ آئے دن اسے کوئی نہ کوئی میخ (مار) جاتا ہے۔ اٹھاو کبیر اس لاش کو"

عاقب کا موڈ صبح بگھڑا جبکہ دو اور گارڈز اندر سے بلوائے عاقب نے اس زخمی منحوس کو کمرے تک پہنچایا اور خود بھی ممانی اور نانی جان کو پکار تالاونچ میں داخل ہوا۔

ماریہ تو شاید سکول نکل چکی تھیں لیکن کمروں کی صفائی ملازمہ کے سر پر کھڑی ہو کر کرواتیں ثمن ضرور اسکے پکارنے پر سارے کام چھوڑے باہر لپکیں۔

"رجال آگیا ہے، ڈاکٹر کو کال کی ہے آتا ہو گا۔ پھر سے زخمی ملا ہے۔ پلیز ممائی جان اب اس کے پیروں میں زنجیر ڈال لیں ورنہ آپکو اسکی لاش پر ماتم کا موقع بھی نہ ملے گا"

یہ سب سخت الفاظ کہہ کر وہ ثمن کا دل دکھانا نہیں چاہتا تھا پر کر گیا جو جیسی بھی خفا ہو تیں اپنی اولاد کی تکلیف پر تڑپ کر کمرے کی طرف بڑھیں اور رجال کو زخمی نڈھال دیکھے بے قراری سے اسکے پاس لپکیں پر اب انھیں رجال پر ترس آتا تھا۔

عاقب کو بھی دیر ہو رہی تھی تبھی واپس پورچ کی جانب آیا مگر کسی کال پر اسکے گاڑی کی جانب جاتے قدم رکے۔

اچنبھے سے ان نان نمبر پر بے تاثر نگاہیں پھیرے کال پک کی۔

"عاقب موہان! یہیں نام ہے ناں تمہارا۔ دار یہ کے عاشق ہوناں؟"

آواز اور توضیحیک بخشے لہجے سے وہ فوری پہچان گیا، یہ یقیناً دار یہ کی دادی ساس ہی تھیں۔

"خیریت ہے آپ نے مجھے کیسے کال کر لی محترم خاتون"

وہ بھی سرد و سپاٹ جواب دیے دلچسپی سے اس کال کا مقصد جاننے کو بیقرار تھا۔

عزیزے جان نے تائیدی سر ہلایا اور پلٹیں۔

"ایک ڈیل ہے تمہارے لیے، شاہ انڈسٹری میں مزید چودہ شیئرز کا مالک بننے کی آفر ہے تمہارے

لیے۔ اور اسکے بدلے تمہیں ایک چھوٹا سا کام کرنا ہے"

چودہ شئیر زیقینا عزت زے جان کی ملکیت میں آتے تھے تبھی تو عاقب خوشگوار سی حیرت میں ڈوبا، اسے ہمیشہ سے لگتا تھا کہ شاہ انڈسٹری پر سب پارٹنرز سے زیادہ اسکے باپ کی محنت تھی اور اس حساب سے وہ مالک ہونا چاہیے مگر بد قسمتی سے داران کے شئیر زاب تک سب سے زیادہ تھے۔

"آہاں، ساونڈ انٹر سٹنگ دادی جی۔ کیا کرنا ہو گا مجھے اسکے لیے"

وہ بھی جیسے زہریلی ٹون میں انکے ساتھ مل گیا۔

"دار یہ کو ہماری زندگیوں سے نکالنا ہو گا، داران کی زندگی سے۔ اسکی نظروں سے، اور شاید اس کے دل سے بھی۔ وہ اس خاندان کے لائق نہیں ہے۔ اگر تم یہ کرتے ہو تو میں اپنے شئیرز تمہارے نام کر کے تمہیں اپنے پوتے داران کے برابر کی جگہ پر پہنچا دوں گی۔ یقیناً تم اس کے کئی سالوں سے طلب گار ہو"

تو گویا دوزہریلے ناگ ملنے والے تھے، یہ خطرے کی گھنٹی تھی۔

عاقب تو دنگ تھا کہ یہ دادی تو اس سے بھی دوہا تھ آگے کی فسادن ہے۔

"منظور ہے مجھے، لیکن مجھے داران ماہیر سے زیادہ شئیرز کا مالک بننا ہے شاہ کیمیکل انڈسٹری کا۔ مجھے

آپکے ساتھ ساتھ تبرت شاہ کے بھی کچھ شئیرز چاہیں ہوں گے۔ اگر آپ یہ کر سکتی ہیں تو میں کل واپس

آتے ہی یہ کام شروع کر دوں گا۔ آج میری استنبول روانگی ہے"

عاقب کے اتنے جلدی مان جانے پر عزیزے کو غش آتے آتے رہ گیا لیکن پھر انکی آنکھوں میں اس سودے پر چمک چھا گئی۔

"منظور ہے، داریہ کی اس حویلی میں واپسی کبھی ممکن نہیں ہونی چاہیے۔ اور یاد رکھنا جب تک زلٹ نہ آیا تمہیں ایک شیر بھی نہ ملے گا۔ کل کال کرنا مجھے"

رعونت سے حکم صادر کرتے ہی وہ سنبلی بڈھی کال کاٹ تو گئی پر عاقب کی صبح حسین ہو گئی۔

"ہا ہا اسے کہتے ہیں گھر کا بھیدی لٹکا ڈھائے۔۔۔ ہائے ساری اداسی ختم ہوئی۔ اب مزہ آئے گا۔ بہت اکڑ رہے تھے تم، تمہاری ہی دادی مجھے تمہارا لباس بنانے پر تلی ہے داران ماہیر شاہ۔۔۔ پتچ پتچ۔۔۔ ترس آرہا ہے۔ کمپنی بھی جائے گی اور داریہ بھی اور پھر میں تمہاری بے بسی کا تماشا دیکھ کر اپنے جلتے دل کو راحت دوں گا"

خود کلامی کیے وہ زہر خندی سے بڑبڑایا، پھر سے بدلے کا نشہ سر پر سوار تھا اور اسی کے زہر اثر وہ گنگناتا ہوا اپنی گاڑی میں سوار ہو گیا۔

.._____..

"پر نسل میم! آپ سے کوئی ملنے آیا ہے"

کچھ ضروری فائیلز کی ورق گردانی کرتیں ماریہ چغتائی، آفس روم کے دروازے پر ہوتی دستک پر متوجہ ہوئیں جہاں پیون کھڑا خفیف سی خوشی میں مبتلا بولا۔

"کون آیا ہے؟"

تھوڑی حیرت و فکر اکٹھی ملا کر پوچھا گیا لیکن انکے ساتھ ہی دیکھائی دیتے جہانگیر کو دیکھ کر اس ماں کی آنکھیں لبالب نمی سے ناصرف بھریں بلکہ وہ صدمے کی کیفیت سے دوچار سسک پڑتیں اپنی نشست سے اٹھ کھڑیں ہوئیں۔

پیون جذباتی سا مسکرائے دونوں کو اس خوشی سے بھرپور لمحہ لگائے اکیلا چھوڑے دروازے سے ہی پلٹ گیا اور اس سے پہلے ماریہ صاحبہ کی اپنے بچے کی یاد میں ترسی آنکھیں آنسوؤں کے غلبے میں ڈوب جاتیں وہ پاس آئے اور بنا اک لفظ کہے ماریہ کو اپنے گلے لگا کر بھینچ گئے تو کرب کے مارے دل کو آسودگی پہنچنے لگی۔

جانے کس کس دکھ پر وہ روئیں، کہ نحیف سا جسم لرزہ بر اندام ہو گیا۔
آنکھیں تو جہانگیر کی بھی تر ہوئیں جنکے لیے یہ دو سال اپنوں سے دور رہنا جگر پاش تھا۔
"میرا بچہ، ماں ک۔۔ کی جان۔ تم کہاں چلے گئے تھے۔ میرا سب سے پیارا بچہ"

انکو الگ کرتے ماتھا گال چومنے کے بعد ان ترسی آنکھوں نے ہونٹوں کا ساتھ دیے ہکلائے کی کوشش کی۔

"لمبی کہانی ہے اماں جان، مت روئیں۔ میں آگیا ہوں اب آپ بالکل اکیلی نہیں ہیں۔ حمید بھائی کی موت کا بہت افسوس ہوا۔ معاف کر دیں کہ غم کی اس گھڑی آپ کے پاس نہیں تھا یقیناً میری انو اور عاقب نے آپ کو سنبھال لیا ہو گا"

وہ اپنی ماں کے سب دکھوں سے واقف تھے، شوہر کھویا پھر بیٹی کی ناگہانی موت سہی، ایک بیٹے نے دوسرے بیٹے کی زندگی اجاڑی، دل اجاڑا، وہ ماں سہہ گئی۔ ایک بیٹا حد سے مہربان اور دوسرا حد سے سفاک۔ لیکن جہانگیر انکی طرح صابر تھا، پھر جہانگیر یعنی غم گسار بیٹے کا کھو جانا، اولاد مر جائے تو مائیں صبر کر جاتی ہیں لیکن کھو جائے تو ہر سانس کے ساتھ ماں بھی مرتی ہے۔

اور اب حمید جیسا بھی تھا انکی کوکھ سے جنم لیا بچہ تھا، اور ایک ماں کے لیے اولاد جیسی بھی ہو، اولاد ہی رہتی ہے۔

کئی آنسو بہانے کے بعد وہ انکو دائیں جانب آفس کارنر پر رکھے نئے دکتے فرنیچر کی جانب لائے اور کاوچ پر بٹھائے خود بھی انکا جھڑیوں والا مقدس ہاتھ چومتے وہ روبرو بیٹھے، وہ انکا خوبصورت بیٹا تھا پر اب وہ بھی بوڑھا ہو گیا تھا۔

وہ مسکرا کر اسکا ہاتھ چومے دیکھتیں پھر رو دیں۔

"میں نے اپنی زندگی میں ہر رشتے کو اہمیت دینے کی پوری کوشش کی اماں جان لیکن مجھ سے نہیں ہو سکا، دیکھیں یار کے سبب میں پھر اپنی ماں کو دکھ دے بیٹھا۔ معاف کر دیں پر اسے اس بیری ملک میں

اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ آپ جانتے ہیں زمیل میرے لیے صرف دوست نہیں ہے، وہ میری پرچھائی ہے، سیاہ ہی سہی پر ضروری۔"

وہ بولے پر آواز میں اب بھی دکھ گھلاتھا۔

وہ روتے روتے مسکرائیں۔

"اندازہ تھا مجھے، جلاد کی وجہ سے تم واپس ملے ہو مجھے۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ اسی نے کہا تھا کہ تم زندہ ہو"

یہ بات سنے جہانگیر ٹھٹکے، وہ خود بھی اپنی ضمانت کو لے کر حیران تھے۔

"کون ہے یہ جلاد اماں جان؟ کیا اسی نے میری ضمانت کروائی۔ آپ کیسے جانتی ہیں اسے؟"

جہانگیر کو پریشانی نے گھیرا جس پر ماریہ صاحبہ نے انکو ساری تفصیل بتائی جو جہانگیر کے چہرے کا رنگ اڑا گئی۔

"اس نے یہ بھی کہا تھا عاقب اور رجال کو بھی غلط راستوں سے روک لوں لیکن میں کیا کروں پتر،

رجال تو کسی کے کہے سننے میں نہیں رہا اور عاقب۔۔۔"

عاقب کا نام لیتے ہی وہ جب روئیں تو جہانگیر کا دل بیٹھا۔

"کیا ہوا عاقب کو؟"

وہ تڑپ سے گئے۔

"انیب اور اسکا نکاح تو ہو گیا لیکن ان دو میں جنگ چھڑ چکی ہے۔ میری انو واس ضدی کے سبب گھر سے چلی گئی۔ دونوں کی وجہ سے بہت پریشان ہوں"

اس بار تو جہانگیر کی آنکھیں سرخ پڑیں، پکڑ کر ماں کو واپس سینے لگایا۔

"میں آگیا ہوں، اپنی وہ ذمہ داریاں بھی نبھاؤں گا جن میں غفلت برت دی۔ آپ بالکل پریشان نہ ہوں۔ انو کہاں ہے؟ بتائیں میں اس سے ملنا چاہتا ہوں"

بیٹی کے لیے انکی محبت و تڑپ کسی سے مخفی تھوڑا تھی۔

"اپنے چینل آفس میں"

وہ انکے بتانے پر ماں کا ماتھا چومتے اٹھے تو ماریہ صاحبہ نے آس سے انکا مضبوط ہاتھ پکڑے روکا تو جہانگیر کے دل کو دھکا لگا۔

"اس کا نہیں پوچھا؟"

ماں کا دل تڑپ اٹھا، جہانگیر کو ہنسی سی آئی جسے انہوں نے ضبط سے سینے میں واپس انڈیلا۔

"ایسا حق آپ اور حمید بھائی مجھ سے برسوں پہلے چھین چکے ہیں۔ میں صرف آپکو اور انو کو جانتا ہوں"

وہ بے رحم بن کر ماں کو تڑپا گئے، وہ آس سے انکو تکتیں اٹھیں۔

"تب حمید نے خود کشی کی دھمکی دی تھی اگر میں نے تیری ثمن تجھ سے لے کر اسے نہ دی تو وہ حرام موت مر کر مجھے تا عمر کی تکلیف میں جھونک دے گا۔ پھر میں کیا کرتی کہ ثمن کو بھی اس بد بخت کی

وقت چکا چوندا سیر کر گئی۔ ثمن کو سزا تو شادی کی پہلی رات ہی مل گئی تھی، تجھے دھوکہ دینے کی۔ وہ پہلے ہی دن سے اس پر تجھے لے کر شک کرتا رہا۔ ثمن نے یہ سب کبھی کسی کو نہ بتایا۔ وہ اندر ہی اندر گھٹ گئی۔ پھر جیسی اولاد ملی، سب تیرے سامنے ہے۔ اب اسے تیری ضرورت ہے۔ رجال کو بھی تاکہ ہم مل کر اسے ایک آخری کوشش کر کے بچا سکیں، ورنہ وہ بھی حمید کی طرح مر جائے گا۔"

وہ پرانی باتیں تھیں جن پر جہانگیر مٹی ڈال چکے تھے پر اب بھی آنکھوں میں ریت اتر آئی۔
"ثمن میرے نکاح میں تھی، آپ نے اسے بہت قریب سے چھینا تھا مجھ سے۔ میری غلطی صرف یہ تھی کہ نکاح کے باوجود میں نے ثمن کو اک نظر بھر کر نہ دیکھا صرف اس وجہ سے کہ میں پورے حق ملنے کا منتظر تھا، میں ادھر رے رشتوں کا قائل انسان نہ تھا۔ اور اسے لگا مجھ میں تو جذبات و احساسات ہی نہیں ہیں۔ اسے چاہیں تھیں بہکی اور ترسی نگاہیں جو حمید بھائی میں نظر آئیں۔ اچھا کیا اس نے مجھے چھوڑ کر لالہ کی ہو گئی۔ اسکی حسرت بھی پوری ہوئی اور آپ بھی سرخرو ہو گئیں ایک بیٹے کو زندہ مار کر دوسرے کی جان بچالی۔۔۔"

وہ تلخی سے منہ موڑ گئے، ماریہ صاحبہ کا کلیجہ پھٹ گیا۔

"پھر یہی نہیں آپ نے اس لڑکی سے مجھے شادی پر مجبور کیا جو میرے لیے ہمیشہ بہن اور دوست جیسی تھی، ساری زندگی ہم ایک دوسرے سے نظریں چراتے رہے۔ انیب سے پہلے تک تو ہم دو کو بیچ کا جائز رشتہ بھی شرمندہ کرتا تھا پر وہ آئی تو کچھ تسلی ہونے لگی لیکن جب مجھے نازو کی عادت ہوئی، وہ دنیا ہی

چھوڑ گئی۔ اب میرے دل میں جو محبت بچی ہے وہ صرف میری انوکھے لیے ہے اور جو عزت و احترام ہے وہ آپکے لیے۔ بس۔۔۔۔ میں رات کو ملوں گا آپ سے، ابھی مجھے میری بیٹی کے پاس جانا ہے " غم و دکھ سے بھرا ہوا جہانگیر کا سینہ اسی سبب ہلکا ہو گیا، ماں اسکی ہر بات سہہ گئی۔

وہ اجازت لیے چلے گئے جبکہ ماریہ کی آنکھوں میں غم کا جہاں موجود تھا۔ انیب کے لیے آفس میں ایڈجیسٹ کرنا نارمل تھا، وہ ہمیشہ سے سٹر گلنگ گرل تھی، سو اسے جسمانی آرام و سکون یا کمفرٹ سے زیادہ اپنا وقار عزیز تھا۔ اپنے کہے کا پاس رکھتی تھی وہ۔

ریلیکسنگ روم میں وہ فجر کے بعد ہی ریکارڈنگ کر کے سوئی تھی مگر اسکی نیند ٹوٹی تو سرہانے کئی جانب بیٹھے بابا کو دیکھ کر، جو اسکے کھلے بالوں میں انگلیاں چلاتے جانے کب سے بیٹھے اسکے جاگنے کے منتظر تھے۔

وہ پہلے تو یقین ہی نہ کر پائی لیکن جب حواس بیدار ہوئے تو ڈر کر اٹھ بیٹھی۔ نیند سے بھری آنکھوں میں پانی اترنے لگا۔

"ب۔۔ بابا"

وہ ہاتھ بڑھا کر انکا گال چھوئے سسکی تو جہانگیر نے وہی ملائم ہاتھ پکڑا اور اسکی ہتھیلی چومی۔

"بابا کی جان۔۔۔۔"

اسے اپنے گلے لگاتے جہانگیر اسکے روپڑنے پر خود بھی آبدیدہ ہو گئے اور وہ جو خود آجکل تکلیف سے بھری تھی یہ پیاری آغوش ملنے کی دیر تھی کہ ہر غم اسکی آہ وزاری میں چلا آیا۔

"ک۔۔ کہاں چلے گئے تھے اپنی انوو کو چھوڑ کر۔۔۔ م۔۔ میں اکیلی پڑ گئی تھی۔ میں نے سوچا پتا نہیں آپکو دوبارہ دیکھوں گی بھی یا نہیں۔ بابا میں نے بہت مس کیا آپکو"

وہ رورو کر آدھی ہوتی زرا سنبھلی تو روبرو ہوتے ہی بچوں کی طرح سسک پڑی۔

"میں نے بھی بہت مس کیا اپنے بہادر بچے کو لیکن میں زمیل کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا، مجھے اسکے ساتھ جیل جانا پڑا۔ رابطہ نہیں کر سکا، ممکن نہ ہو سکا لیکن ایسا کوئی لمحہ نہیں گزر راجب میں نے اپنی انوو کو یاد نہ کیا ہو۔ میری تو جان بستی ہے میرے بچے میں، بس اب بالکل نہیں رونا۔ میری بیٹی رونے کے لیے نہیں رلانے کے لیے بنی ہے۔"

وہ اسکو اپنے سینے لگائے تھپک کر بولے تو وہ اس بار روٹھی، فوری الگ ہوئی۔
"آپ بھی اچھے دوست نکلے یعنی؟"

شکوہ تو تھا پر معصومیت انتہا کی تھی تبھی تو وہ جاذب مسکرا اٹھے۔

"اچھا دوست ہی تو تھا کہ تم میری اور نازو کی زندگی میں آئی، زندگی میں دو ہی تو دوست ملے مجھے اور اس پر بے حد فخر ہے۔ اُنک میرے بنا نہیں رہ سکتی تھی دوسرے کے بنا میں نہیں رہ سکتا تھا۔ جو دوستی نبھانا سیکھ لے اسے محبت کی نہ ضرورت رہتی ہے نہ طلب۔۔۔۔۔"

وہ بابا کی فلسفیانہ اور دوسرے معنوں میں محبت سے کنارہ کشی والی باتوں پر آج بھی منہ بسور گئی۔

"ممی کی لاسٹ وٹ جانتے ہیں ناں کیا تھی؟ کبھی آپکو ٹمن واپس ملی تو آپ منہ موڑنے کے بجائیں باہیں پھیلا کر اسے قبول کریں گے۔ اور ممی یہ ذمہ داری مجھ پر ڈال کر گئی تھیں، اور آپکو پتا ہے ناں انیب جہانگیر کچھ بھی ہو سکتی ہے غیر ذمہ دار نہیں۔ شی نینڈ زیو بابا جان، آپکو چھوڑ کر انہوں نے جو قیمت چکائی ہے آپکے رونگٹے کھڑے کر دے گی"

وہ اس موضوع کو چھیڑنا بھی نہ چاہتے تھے تبھی بیٹھے بیٹھے رخ بدل کر منہ موڑ گئے۔
"عاقب کی سناو؟ کیا مسئلہ چل رہا ہے"

بابا کے بات بدلنے پر وہ انکے حصار میں سمٹ کر بیٹھے سینے سے جا لگی اور یہ انیب کی بے بسی کی آخری حد تھی۔

"اس نے کہا تھا آپ کے آنے تک نکاح رہے گا پھر وہ مجھے چھوڑ دے گا"
انیب کی یہ بتاتے آواز درد سے رند گئی۔

جہانگیر نے اپنے سینے لگی انیب کا چہرہ اپنی سمت موڑا تو سن آنکھوں میں آنسوؤں کی جھل مل تکتے آسودگی سے اسکی جبین چومتے سب سمجھ گئے۔

"ایسا میرے جیتے جی نہیں ہو گا، وہ تمہارا ہی رہے گا۔ وقت ہو یا بے رحم حالات، کسی کو یہ اجازت نہیں دوں گا کہ جو میرے ساتھ ہو اوہ میری انو کے ساتھ کرے۔ اب چلو اٹھواتے وقت بعد تمہارا مہمان بنا ہوں، مزید ارسانا شتہ کرواوشا باش۔ اچھی مہمان نواز نہیں رہی میری بیٹی"

وہ اسکا مٹھیوں میں دبا دل فوراً بحال کرتے شرارت سے مسکرائے تو وہ بھی بہل جاتی مسکرا اٹھی۔

"بہت اچھی مہمان نواز نہ سہی میں اچھی بیٹی ضرور ہوں، ویسے جیل میں رہ کر بھی آپ اتنے ہی ڈیشنگ ہیں۔ زمیل انکل کے ساتھ رہ رہ کر آپ سے بھی ولنز والی وائبرز آنے لگی ہیں، بٹ یولک کول و دس ٹاسک ایٹوڈ"

وہ آج بھی بہت سوہر تھے، اوپر سے انکی لکس بھی ڈینجرس، جبکہ تکلیف انسان کو اندر سے گلا دیتی ہے پھر کبھی کبھی ایسا حسین بنا دیتی ہے کہ دیکھنے والی آنکھ دنگ رہ جائے۔

"دھیان رکھنا میں صرف زہریلا نظر نہیں آ رہا، ہو بھی چکا ہوں۔ کوئی الٹی ڈیمانڈ کی تو دو لگا بھی دوں گا"

اس بار انیب کھل کر ہنسی، اپنے معصوم نرم دل بابا کو جب دو لگاتے امیجن کیا تو اسکی ہنسی نکل آئی جبکہ اس سے پہلے وہ لاڈلی کا کان ہی دبو چتے، موصوفہ فوراً دم دبا کر بھاگ نکلیں۔

"بے رحم عورت"

وہ مسکراہٹ دوپل بعد ہی غائب ہو کر غصہ بن گئی، اور یہ غصہ شمن کے لیے تھا جو جہانگیر کو جب بھی یاد آتی وہ سرتاپیر جل جاتے۔

آٹھ کے بجائے تقریباً ساڑھے نو بج چکے تھے مگر داران ماہیر شاہ پر ایسا سکون حاوی تھا کہ اٹھنے کا من ہی نہ چاہا، لیکن داریہ کی ضرورت بس ہو گئی، ایک تورات بھی ڈھنگ سے اس نے کچھ کھایا نہیں تھا اوپر سے جو انرجی تھی وہ ماہیر شاہ ساری کھا چکا تھا اور اب تو بھوک کے سبب اسکی آنکھوں میں خواہ مخواہ پانی آئے جا رہا تھا۔

بھلے وہ بہت کمفر ٹیبل ہو کر بیڈ کراؤن سے لگے تکیوں سے کمر لگائے پر سکون بیٹھے انداز میں لیٹی تھی اور ماہیر شاہ کا سر اب تک اسکی گود میں تھا لیکن پیٹ میں بڑھتی بھوک کے سبب اسکی اچانک لگ جاتی آنکھ کھل گئی تو ٹائم دیکھ کر دل دہل اٹھا۔

"کتنے ظالم ہو تم ماہیر شاہ! کب سے سو رہا ہے یہ نہیں کہ میری حالت کا احساس کر لے۔ سب مرد اتنے بے درد کیوں ہوتے ہیں یار۔ میرے بڑی کو چھوڑ کر، وہ تو کسی اور ہی دنیا کے ہیں۔ باقی لالہ بھی سنگدل ہو گئے۔ اسکی کمی تھی یہ بھی ہو گیا"

اب تک داریہ نے اسکے گھنے سر کے بالوں میں انگلیاں پھیرنی جاری رکھتے اسکے پر سکون خدو خال پر نگاہیں پھیرتے سوچا تو دل خواہ مخواہ بھرنے لگا، وہ اتنے سکون میں تھا کہ داریہ کو اپنی تکلیف دہندگی طرح غائب ہوتی محسوس ہونے لگی، یہ کسی دوسرے انسان پر منحصر کرنے کا بہت بڑا سائن تھا اور داریہ کو تکلیف بھی تبھی ہوئی۔

"اف! اب تو سٹمک بھی دکھنے لگ گیا ہے۔ لیکن اتنی سنگدلی کہاں سے لاؤں کہ اسکا سکون خراب کر دوں۔ اسے دیکھ کر لگتا ہے نجانے کتنی مدت بعد نیند میں اتر رہا ہے۔ مار ڈالو گے تم مجھے ماہیر اپنی ان معصوم اداؤں سے۔۔۔۔۔ بلکہ قاتلانہ۔۔۔ کوئی انسان اتنا پیور کیسے ہو سکتا ہے، نہ لگاؤٹ نہ دل لگی۔۔۔۔۔ سیدھا عشق۔۔۔ میں جس طرح اسے توڑنا چاہتی تھی خوبخو ویسا ہی بکھرا ہے۔۔۔"

دل رونے پر بھی آمادہ تھا پر اپنے اندر سر اٹھاتے اس نئے جذبے کو رد بھی نہ کر پائی جو کل ماہیر سے جڑ کر انگ انگ میں نمودار تھا، محبت کے بعد دوسرا احساس سکون پہنچانے کا تھا جس میں داریہ سے بڑا ماہر شاید ہی کوئی ہوتا۔

پھر یکدم ہی اسے گزری رات یاد آئی، تو داریہ کا پورا وجود یکدم سر دپڑنے لگا، اس شخص کی سانسوں کی باس اپنے اندر محسوس ہوئی، اسکے پاس اپنا تو کچھ نہ رہا تھا، وہ ماہیر شاہ میں رنگ چکی تھی۔
"نہیں داریہ مت سوچو"

آنکھیں سختی سے میچ کر اس گزری رات کے سحر کو سر سے جھٹکا تو وہ خفیف سی حرکت پر ہی بیدار ہوا،
آنکھیں کھولتے ہی جو منظر تھا وہ داریہ تھی، ایسے منظر پر اسکی دوسری سانس قربان تھی۔
"داریہ"

وہ اسکے ملائمت سے پکارنے پر آنکھیں کھولے درد میں لپٹ کر اسے دیکھنے لگی جو دل و جان سے اسکے دیکھنے کا منتظر تھا۔

"آریو او کے؟"

ہاتھ بڑھا کر اسکی ترگال چھوئی تو وہ ہوش میں آئی، اسے خبر ہی نہ ہوئی کب پیٹ کے درد نے آنکھوں کے پانی کا روپ بدل لیا۔

"پیٹ میں بہت درد ہو رہا ہے"

وہ ناچاہتے ہوئے بھی درد میں لپٹ کر بولی تو وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھا، ہاتھ اس کے پیٹ پر رکھے ہلکا سا دبایا۔
"بتا نہیں سکتی تھی"

وہ اسے گھورا، بیڈ سے بھی فوری بوکھلا کر اتر ا۔

"خود نہیں جان سکتے تھے"

وہ بھی پیٹ پکڑ کر غرائی جبکہ وہ سر جھٹکتا کمرے سے نکلا، داریہ نے گہرے گہرے سانس بھرتے درد کو برداشت کیا، ٹھیک دس منٹ بعد وہ ناشتے کی فریش سی ٹرے سجوا کر لائے کمرے میں آیا اور جب داریہ کے سامنے رکھی تو وہ حیرت سے خود پر جھکے ماہیر کو دیکھنے لگی۔

"سب کھانا ہے"

وہ بول کر تو عام سے انداز میں گیا پر کچھ تھا اسکے لہجے میں، جس پر داریہ کو ٹوٹ کر پیار آیا۔
وہ چینج کرنے گیا جبکہ داریہ نے جلدی سے بریک فاسٹ سے سبجی رنگ برنگی ٹرے دیکھتے ہی ناشتہ شروع کیا، بریڈ کے ساتھ آمیلیٹ بھی تھا اور پراٹھا بھی، ٹماٹر کھیرے اور چند فروٹس سے بنا سلیڈ تھا

اسکے علاوہ ایک گلاس جو س، ایک گرما گرم چائے جبکہ بوائے ایگز کے ساتھ ایک عدد اپیل بھی موجود تھا، اور میشڈ پٹاٹو کی بلیک پیپر اور سالٹ والی بی گریوی جو داریہ کی فیورٹ تھی۔

ناشتہ وہ دس منٹ میں فنش کیے ٹرے اٹھا کر اٹھی اور اسے ٹیبل پر رکھے مسکرا کر ڈریسنگ کے سامنے آرکی۔

"یہ چاہتا ہے میں اسے سزا دینا بھول ہی جاؤں پر نہیں ماہیر شاہ! سزا تو تمہیں ہر دن دوں گی"

اپنے آپ کا جائزہ لینے کے بیچ وہ بڑبڑائی لیکن جب داریہ نے خود پر غور کیا تو اسے آئینے کے قریب جانا پڑا، اسکی خوبصورت گردن کی دائیں طرف کان سے زرا نیچے سرخ مہر آویزاں تھی، داریہ کے چہرے کا رنگ اڑا، وہ یہ نشان دیکھ کر پھر سے رات میں الجھی لیکن لا حول پڑھ کر خود کو واپس گھسیٹا اور بالوں کو گردن کے اطراف یوں بکھیرا کہ وہ نشان ماہیر تک کی نظر میں نہ آ سکے۔

کمرڈ کی طرف بڑھے کوئی فارمل سا جوڑا تلاش نہ لگی، تو سنپل ساٹو پیس ڈریس چنا جس میں کیپری پینٹ کے ساتھ شارٹ والیوم فراک تھی اور بہت خوبصورت لیمن کلر تھا، نکال کر باہر میٹرس پر رکھے وہ واپس پلٹی تبھی بلیک سلیم فٹ پینٹ کے ہمراہ ڈارک مڈی پالم کلر جرسی سٹف ٹائیٹ ہی شرٹ پہنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ماہیر کو روم میں آتا ہوئے دیکھے وہ اپنی جگہ جم گئی۔

دونوں کی نظر ملی، وہ یونہی دیکھتا اسکے قریب آیا تو داریہ نے فوراً اسے اپنی نظروں کا زاویہ پھیرا۔

"آگے سے اگر رات کے دو بجے بھی تمہیں بھوک لگی تو کہنے سے ہچکچانا مت، میرے لیے بھوکا رہنے کی ضرورت نہیں۔ ریڈی ہو جاو پھر چلتے ہیں نیچے۔ مایا بتا رہی تھیں کہ حمین آرہے ہیں۔ ناشتہ لیٹ کریں گے سب تم بھی تھوڑا اگین کھالینا کمپنی کو پھر"

وہ اسکے پاس سے گزر تا ڈریسنگ کے سامنے رک کر اپنا سر سری جائزہ لیے بالوں کو برش کیے پر فیوم کا اک سپرے کرتا ہوا پلٹا تو داریہ کو اسی جگہ جما پائے ٹھٹکا۔

"اوہ کہیں ڈر تو نہیں لگ بے بی کو کہ دادی سے پٹ نہ جاو اس زن مریدی پر۔ میں تو نیچے جا کر پہلا اعلان ہی یہی کروں گی کہ ماہیر شاہ نے مجھے ناشتہ بیڈ پر لا کر دیا تھا"

وہ شاید بھول گیا تھا کہ اسکی سزائیں عروج پر ہیں، وہ طنز ایا دلاتی دراصل خود کو ماہیر شاہ سے بچا رہی تھی جو اس وقت بہت خوبصورت لگ رہا تھا، سراہنے اور پیار کے لائق۔

"نظر لگی پڑی پہلے ہی ہمارے رشتے کو، تم کیا چاہتی ہو رہی سہی کسر بھی نکل جائے"

وہ جو اسکے سحر سے گریز برتتے دور کھڑی تھی، ماہیر کے کمر کس کر قریب سرکانے پر بوکھلائی، وہ اسکی خوشبو میں بدحواس ہو کر رہ گئی، جی چاہا اسکی شہہ رگ کے قریب جا کر اسکو محسوس کرے پر وہ خود پر جبر کر گئی۔

"ہمارے بیچ ایسا کوئی رشتہ نہیں ہے جسے نظر لگے گی، ہٹو مجھے چینیج کرنا ہے"

وہ اسکے چہرے سے پرے ہوتی آنکھیں چراتے نفی کر گئی لیکن داران نے اسکے چہرے کا بدلتا ہر رنگ اداس سی نظروں سے دیکھا۔

"داریہ"

وہ اسکی جان نکال لیتا تھا یوں پکار کر، وہ بھی تو تڑپ اٹھی اور فوراً سے ماہیر کی آنکھوں میں دیکھنے لگی، وہ اس قدر خوبصورت تھا کہ داریہ کو اس لمحہ اپنی محرومی سینے میں گڑھی لگی کہ وہ اسے چھو نہیں سکتی، وہ بے رحم جو بنی تھی اس وقت۔

"سردرد کیسا ہے تمہارا؟"

وہ اسکو سب بھلا دینا چاہتی تھی تبھی بات ہی بدل دی۔

"وہ درد دل میں منتقل ہو گیا ہے، میں تمہاری سزا کے بارے میں تشویش زدہ ہوں۔ کیا بہت سخت ہو گی؟"

جانے کیوں پر داریہ کو لگا اسکا سانس تھمنے لگا ہے۔

وہ اسکی کمرے کے انگ انگ میں گھلی خوشبو سے پہلے ہی پریشان تھی اور اب تو وہ سینے کے آس پاس تھا، اسے گھیرے ہوئے تھا۔

"ہاں ظاہر ہے سخت دل لڑکی کی سزا بھی ویسی ہی ہو گی"

وہ آنکھیں چرا گئی کیونکہ پلکیں بھیگ رہی تھیں پر آواز کو بھرپور مضبوط رکھا۔

"میں نہیں مانتا"

وہ اسکی گال سے ناک رب کرتا آنکھیں موند گیا جبکہ داریہ کا ضبط آزمانے کے باوجود وہ اسے جھٹکنا نہیں چاہتی تھی، یونہی اسکو پاس محسوس کر کے گہری گہری سانس بھرنا چاہتی تھی۔

"میں ماننے پر مجبور کروں گی دیکھنا"

وہ سفاکیت سے جتا گئی، داران نے ہاتھ اسکی دوسری گال سے جوڑتے اسکا چہرہ اپنی طرف موڑا۔
"میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا داریہ، سنو۔۔۔ دیکھو میری طرف"

وہ اسے کمزور کر رہا تھا، وہ اسکی طرف دیکھ لیتی تو کسی اور طرف دیکھنے کے لائق نہ رہتی۔
"نہیں دیکھنا مجھے تمہاری طرف"

وہ آواز کو ٹوٹنے سے بچاتی اسکے سینے میں چھپ گئی کیونکہ اسے دیکھنا جان کو سولی پر چڑھانے سا مشکل لگا اسے۔

"تم مجھے دیکھنے سے انکار کرو گی تو میں کسی اور منظر کو دیکھنے کے قابل نہیں رہوں گا"
جانے کیا تھا داران کے سادہ سے لہجے میں کہ وہ سینے سے دور ہوتی اسے پھر سے دیکھنے لگی، کتنا مشکل تھا اسے دیکھنا اور یہ خود کو سمجھانا کہ وہ اسے تڑپانے والی ہے۔

"ایسی باتیں عاشق کرتے ہیں"

وہ پھر سے مضبوط ہوئی، طنز کر گئی۔

"میں کیا ہوں تو؟"

اس بار داران نے اسکی گردن کی دائیں طرف ہاتھ رکھ کر پکڑتے چہروں کو اک انچ کے فاصلے پر رکھے سلگ کر وہ سنہری آنکھیں ٹٹولیں۔

"تم ایک بے رحم انسان"

داریہ کو کوئی خوف خدا نہ رہا، وہ سارے ستم خود ڈھا کر الزام داران پر ڈالے بری الزمہ ہو گئی۔

"فلورنس ڈرو اس لمحے سے جب میں واقعی بے رحم بن گیا"

خفیف سا غصہ دکھاتے داران نے ان مغرور اداؤں کا پرچار کرتی داریہ کو لتاڑا۔

"اچھا نہیں لگ رہا یہ نام مجھے"

بنا کوئی اثر لیے وہ پہلے والے اکتائے لہجے میں داران کی چاہ فوراً رد کر گئی۔

"تمہاری چوائز نہیں پوچھی"

وہ اسکے رخسار سے گردن تک جاتی باریک نیلی رگیں تک رہا تھا جو داریہ کے لہو چھلکاتے چہرے پر ابھر کر اک الگ ہی سرور طاری کر رہی تھی۔

"مجھے تم بالکل بھی اچھے نہیں لگتے"

داران کی نظروں کا مرکز ہولے ہولے اسکی پہلے سے سمٹی سانسوں تک پہنچنے سے پہلے ہی وہ تیزی سے بول کر رخ بدل گئی۔

"یہ تو مجھے کل اچھے سے بتا دیا ہے تم نے"

اسکی کان کی لو انگلی کی پور سے چھوئی داران نے اپنی انگلی اسکی گردن کی ابھری رگ پر دباتے ہوئے پھیر کر لکیر کی طرح اوپر کولاتے اسکے گال کو انگوٹھے کی پور سے دبا دیا، دار یہ کو اسکے یہ بھٹکتے ہاتھ اور انکی پوریں ڈسٹرب کر رہی تھیں۔

"وہ سزا تھی بس ماہیر شاہ"

وہ عجیب بے بس ہوئی، نہ اسے پاس سے جانے کا دل چاہا نہ اسکے پل پل بڑھتے اقدامات روکنے کی سکت بنی۔

"ہاں تھی پر ساتھ تم نے خود کو بھی برابر دی"

اس بار وہ مضبوط آواز کھاری ہوئی۔

"انف از انف ماہیر"

اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے وہ زہر خند لہجے میں تب غرائی جب ماہیر کے انگوٹھے کی پور نے اسکے نچلے ہونٹ کو چھوا۔

"کیا مسئلہ ہے دار یہ، تمہیں دیکھنے اور محسوس کرنے کا حق نہیں ہے کیا مجھے؟"

داران نے زرا فاصلے پر چہرہ لے جاتے اسکی ضبط سے لال ہوتی آنکھوں کو دیکھتے پریشانی و غصے سے سوال کیا۔

"تمہاری یہ حرکتیں برداشت نہیں ہو رہیں، تمہیں نہیں پتا لڑکیوں کے دل کی دھڑکن بڑھ جاتی ہے اس طرح اور وہ انکے سامنے قاتل بھی ہوا نکا تو بخش دیتی ہیں"

نرماہٹوں کی ملکہ نرم ہاتھ میں اسکا بے قابو ہاتھ جکڑ کر قید کرتی چہرے کے قریب آتی بے اختیار پڑتی غرائی کہ سانس پھول کر رہ گیا، رقص کرتا فسوں چھنا کے سے ٹوٹا۔
"بخش دیا تم نے مجھے؟"

اسی ہاتھ سے داریہ کے ملائم مہکدار بالوں کو مٹھی میں بھر کر انگلیوں سے گزارتے آس بھری سرگوشی کی، وہ اسکے بالوں سے اضافی انس رکھتا تھا یہ داریہ کو کل اچھے سے پتا چل چکا تھا۔
"تم قاتل نہیں ہو میرے"

ضرورت سے زیادہ بھاری لہجے میں بولتے ہی ان چشمان کے راز دیکھنے سے وہ محروم کیا گیا کیونکہ داریہ کی گھنی پلکیں یہ کہتے ہی انکا پردہ بن گئیں۔
"پھر کیا ہوں؟"

وہ اسکا منہ جبرے سے دبوچتا، پکڑ میں بے حد نرمی رکھتے اسے اپنی طرف دیکھنے پر مجبور کیے فسوں خیر لہجے میں بولا تو اسکی آنچ داریہ کے وجود کو لپیٹ میں لے گئی۔
"وہ جواب سے پہلے داریہ کا کوئی نہیں بنانا کبھی بنے گا"

وہ ادھوری باتیں کرنے میں ماہر تھی اور داران اسے پوری کرنے کا ہر طرح سے طلب گار۔

"کیا میں تمہیں چھو سکتا ہوں؟"

وہ اپنے ضبط کو ٹوٹا محسوس کیے اسکے ہونٹوں کے قریب سرک کر بڑبڑایا۔

"نہیں انوٹیشن کا ویٹ کرو"

وہ اسکے سینے پر غصے سے بھڑک کر دباو ڈالے جھٹک کر غرائی مگر یہ مزاحمت داران کی پیش رفت اور وارفستگی کے آگے ریت ثابت ہوئی، رات کی بسنت اس بار وہ اپنا حق وصولنے میں ضدی اور جنونی لگا، داریہ کو اسکی قربت سے خوف دلانے کی حد تک ظالم کہ وہ تھرا اٹھی۔

"تمہارا لمس میرے ارگرد پھیلی خوشبوؤں کو پاگل کر سکتا ہے، میں اذیت زادی، انھیں چھوڑ کر تمہارے لمس کے لیے پاگل ہونے لگوں گی۔"

اس کیفیت کو وہ بنا پرکھے بھی جنتی کہہ سکتی تھی، ایسا سکون اب سے پہلے داریہ کے لیے اس دنیا میں موجود نہیں تھا۔

"م۔۔۔ ماہیر"

وہ ماہیر شاہ کے ہونٹوں کی قوت لامسہ کی طوالت و رغبت کو نہ سہتی اپنے لمس پذیر ہوتے چلے جانے کی بے بسی اور تکلیف پر اسکا نام پکارتے اسے پرے دھکیل کر سسکی تو داران نے اسکا ہاتھ پکڑ کر خمار و تکلیف میں ڈوب کر بو جھل ہوتی آنکھوں سے تکتے دور جانے سے لمحہ بھر روکا۔

اس شخص کی آنکھوں کے جذبات داریہ کا سانس سینے میں فنا کر گئے۔

وہ اس بار اسے بنا چھوئے بھی روح تک چھو گیا کیونکہ داران اسکے لیے پورا ہی مرئی اور لمس پذیر بن چکا تھا، وہ ہونق پنے میں مبتلا داران کو اپنے حواسوں سے اتر کر پر اعتمادی سے جا کر میٹرس پر بیٹھ کر فون پکڑتا دیکھی غصے سے واپس پلٹی تو نظر آئینے پر دیکھائی دیتے عکس پر گئی۔

"مارڈالو گے تم مجھے"

وہیں سے جب نظر اس مغرور بن جاتے داران پر گئی تو اسکی سانسیں اب تک گلے میں ڈھلتی محسوس کیے دار یہ کوشدید رونا آیا تبھی فوراً سے اپنا جوڑا اٹھائے واش روم بند ہو گئی اور یہ فرار داران کی زیرک نگاہوں سے مخفی نہ تھا۔

وہ اندر آئی، کپڑے اندر رکھے جبکہ جسم سے ہمت نکل چکی تھی، وہ سنک تک آئی اور ہاتھ اسکے کناروں پر رکھے۔

"یہ کیسی سزا دی میں نے اسے؟ وہ کیوں نہ قربان ہوتا۔۔۔۔۔ اف دار یہ اف۔۔۔۔۔ یہ کیا کر دیا تم نے۔"

کل کا ہر لمحہ ذہن کے گوشے میں ابھر کر سرور اور مدہوشی کے سنگ تکلیف بھی ڈھا گیا۔
 داریہ نے اپنے خشک پرتے لبوں پر زبان پھیری اور آئینے میں خود پر اک پڑا مردہ نگاہ ڈالے چینیجنگ
 روم میں گھس گئی۔

کل کا ہر لمحہ ذہن کے گوشے میں ابھر کر سرور اور مدہوشی کے سنگ تکلیف بھی ڈھا گیا۔

داریہ نے اپنے خشک پرتے لبوں پر زبان پھیری اور آئینے میں خود پر اک پڑمرده نگاہ ڈالے چینجنگ روم میں گھس گئی۔

یچی دس بجے تک واپس گھر پہنچا تو ہنسی اور کھکھلانے کی آواز کانوں میں پڑی تبھی تو گاڑی کی چابی ابتدائی
ملحقہ دیواری میز پر رکھے وہ اس ہنسی کو دریافت کرنے تجسس کا مارا گھر میں داخل ہوا تو آگے کا منظر
دیکھ کر اسکی آنکھیں پھٹ سی گئیں۔

کاوچ پر اسکی دادی انجمن صاحبہ مزے سے بیٹھی تھیں اور بیلا کسی بیوٹی آئی کن کی طرح انکو مساج کر
کے انکے بالوں کو کرل کر رہی تھی، اپنی سادہ سی دادی کو فلم سٹار انجمن بنا دیکھے تو تند اندھی بنا دونوں
کے سر پر پہنچا تو دونوں کی مسکراہٹ اس سڑے کریلے کو دیکھ کر ایک ساتھ تھمی۔

"یہ کونسا بیوٹی پارلر چل رہا؟ دادی جانم۔۔۔۔۔ واٹ از دس؟"

انکے سچے روپ پر یچی غش کھا کر رہ گیا جبکہ اسکے وہم و گماں میں بھی نہ تھا کہ بیلا نے ناصر ف اپنا
تعارف دے دیا بلکہ دادی کو اپنے ٹیلنٹ کا فین بنا کر سہیلی بھی بنا لیا۔

"بھئی پتری، یہ بیلا میری نئی سہیلی ہے۔ اس نے کہا ہے مجھے اس عمر میں بھی گروم رہنا چاہیے۔ تو میں
نے سوچا بات تو سچ ہے، اب مرنے والوں کے ساتھ مرا تھوڑی جاتا، اللہ بخشے تمہارے دادا کو، خواب
میں اکثر آکر کہتے تھے انجمن سرخی کیوں نہیں لگاندی اڑیے، اب تو وہ بھی خوش ہوں گے۔ بیلا مجھے
بہت پسند آئی، مجھے تمہاری گرل فرینڈ قبول ہے"

دادی صاحبہ پر یہ جو جوانی کا دوڑا پڑا اسکا نزلہ اب بیلا پر گرنا تھا، وہ مسکرا کر ملازمہ کے سنگ ماسک سوکھانے کے لیے کمرے کی طرف دھیرے دھیرے چل پڑیں تو بیلانے آنکھیں پٹیٹا کر میک آپ برش یچی کی گال پر پھیرا تو وہ کرنٹ کھائے دور ہٹا جیسے وہ کھانے لگی ہو، غصے سے یچی کے کان سرخ جبکہ آنکھیں ویمپائر جیسی لگ رہی تھیں۔

"تمہیں بھی گروم کروں؟ قسم سے تھوڑا میک آپ کر لو گے تو عمران ہاشمی لگو گے"

بیلانے اسکے غصے کی پرواہ کیے بنا لہک کر اس کی طرف جھکتے آفر کی جس پر یچی نے اسکا ہاتھ پکڑ کر ایسا مڑوڑا کہ برش بیلا کی انگلیوں سے چھوٹ کر نیچے جا گرا، وہ خود کراہ اٹھی۔

"انکی عمر کا لحاظ کر لو، تم اتنی بے شرم اور بد لحاظ کیوں ہو؟ کیا تمہارے نزدیک زندگی صرف ایک مزاق ہے؟ کہا تھا نیچے مت آنا۔ کیوں آئی؟"

آنکھیں نکالنے کے ساتھ ہی وہ مقابل کی بے شرمی و بے باکی پر غصے سے پھٹا جبکہ بیلا کو ہاتھ کے درد کے علاوہ کوئی پریشانی نہ تھی، وہ یچی کے قریب آنے کو کافی ترسی ہوئی مخلوق تھی۔

"کیوں، کیا ہوا ہے انکی عمر کو۔ ایسا کونسا بیلی ڈانس آؤٹ فٹ پہنا دیا میں نے انکو کہ تم مجھے شرم کے لیچکر دے رہے ہو۔ یار تھوڑا سالک وائز ہی گروم کیا، انکی سلن اب تک بہت پیاری ہے۔ سادہ سی تھیں سوچا میری فراغت بھی کام لگے۔ نیچے نہ آتی تو جس سے مر جاتی۔ ویسے اتنے قریب سے تم واقعی عمران ہاشمی ہی لگتے ہو، پتا نہیں اسکی طرح بنو گے کب"

بیلا کی زبان کے آگے خندق تھا، جبکہ اس درجہ کھلی بکواس پر یچی نے اسے پرے دھکیلا تو وہ سیدھی صوفے پر جاگری اوپر سے وہ اس پر جھک کر بیلا کو چونکا گیا۔

"میری دادی کی دوست و ست بننے سے پرہیز کرو وہ صرف میری ہیں، انکی ٹرینز بن کر آئی ہو تو اس پر ہی توجہ دو۔ اوپر کا اے سی خراب ہے، آج آدمی آکر ٹھیک کر دے گا۔ دوبارہ اگر تم مجھے یہاں یا دادی کے آس پاس بلا وجہ بھٹکتی نظر آئی تو میں عمران ہاشمی تو نہیں خونخوار کلر ضرور بن جاؤں گا"

اک اک لفظ پر زور دے وہ واپس اٹھا تو وہ مسکراتی فدا نظروں سے اسے ہی تاڑ رہی تھی۔

"وہ دن کب آئے گا جب تم یہ حق مجھے لے کر بھی جتاو گے یو یو، کہ بیلا بخاری میری ہے۔ قسم سے میں تو تمہارے اتنا کہتے ہی مر جاؤں گی۔ کلر بننے کی ضرورت نہیں تمہیں"

وہ ڈھیٹوں کی سردار تھی جبکہ یچی نے خود پر اس وقت گھر آ جانے پر لعنت بھیجی۔

"ہزار ڈھیٹ مرے ہوں گے تبھی تمہارا جنم ہوا ہو گا، تم سے تو بات کرنا ہی فضول ہے"

وہ اٹے پیروں واپس بھاگا مگر اس لڑکی کی بات سنے کھولتا ہوا پلٹا۔

"تو پھر کچھ ایسا بند و بست کر دو کہ بات کے بجائے سیدھا سیدھا پیار کیا جائے"

وہ اسکے قریب سرکتی جان بوجھ کر یچی کو ستا گئی جس نے بہت مشکل سے اپنے ہاتھ کو اسکی گردن دبانے سے روکا۔

"نکلو ابھی کے ابھی"

وہ برداشت کا جنازہ نکلنے پر ہر لحاظ بالائے طاق رکھے اسے پکڑ کر بے دردی سے داخلی دروازے کی جانب گھسیٹتے غرایا تو وہ سچ میں ڈری اور اسکے روبرو مزاحمت کیے اس جن بنے آدمی کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے روکا۔

"اچھا سوری"

فوری آنکھوں میں آنسو لائی تو یچی غصے سے اسے پرے کرتا لمبے لمبے ڈگ بھرے گاڑی کی چابی اٹھائے گھر سے نکل گیا، بیلا نے ہنس کر گردن موڑی۔

"مغرور، ایک بار ہاتھ آگئے نہ تو گن گن کر بدلے لوں گی۔ کوچا۔ لمچو"

من ہی من میں خطرناک ارادے بناتی وہ کوئی سبکی یا اہانت جیسا کچھ بھی محسوس نہ کرتی کھلے دل سے مسکرا کر دادی کے کمرے کی طرف بڑھی کیونکہ ماسک کے ساتھ وہ انکو کچھ فزیکل ایکسرسائز بھی کروانے والی تھی البتہ یچی حیدر کی حالت کیا ہوتی یہ بتانے کی ضرورت ہی کہاں بچی تھی، یقیناً کوئی اچھی سی دیوار سر پھوڑنے کے لیے ہی ڈھونڈ رہا تھا۔

.._____..

"حمین میاں! تمہاری نیک نامی ہی تھی کہ میں نے تمہاری بھانجی کو اس امان پروردگی میں آنے کی اجازت دی ورنہ معاف کرنا خاصی لمبی زبان ہے اس لڑکی کی۔ زمیل کا کوئی اتاپتا معلوم ہوا؟ کب ختم ہو گا یہ سب۔ امان پروردگی طویل ہو تو مناسب نہیں ہوتی، امید ہے تم میری بات سمجھ گئے ہو گے"

فردوس اور مایا ڈانگ پر ناشتہ لگا رہی تھیں، ماول کو کسی نے جگایا نہ تھا جبکہ تبریز بھی ایک ضروری آفس کال سننے زرا شاہ حویلی سے باہر گئے تو حمین کو اکیلا دیکھتے ہی عزیزے جان نے فوراً سے حمین کو مخاطب کیے تمام تردلی کدورت اگلی، داریہ کے لیے انکے لہجے کی ناپسندیدگی پر حمین کے ماتھے کی رگیں خفگی و ناگواریت سے تنیں۔

"جلد پتا چل جائے گا، میری داریہ بالکل بھی بد تمیز نہیں ہے عزیزے جان۔ آپکو یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہوگی"

حمین نے ادب و احترام کے سنگ ہی مقابل کو سنبھل کر جواب دیا۔

"اس سے زیادہ بد تہذیبی اور بد تمیزی اور کیا ہوگی کہ گیارہ ہونے کو آرہے اور وہ اپنے کمرے سے نہیں نکلی، معاف کرنا لیکن مجھے تمہاری بھانجی جادو گر نی لگتی ہے۔ دیکھو حمین چوہان تم میرے تبریز کے واحد یار ہو تبھی میں تمہیں شرافت سے سمجھا رہی ہوں، اسے اپنی زبان میں سمجھا دو کہ داران سے دور رہے۔ ورنہ نتائج تم سبکو بھگتنے پڑیں گے"

وہ جو آیا تھا کہ ماول کو اپنے یار سے مانگے گا، ایسی تضحیک پر اسکی ہمت ہی ٹوٹ گئی، الٹا داریہ کی فکر، اچانک اذیت کا روپ دھار گئی۔

حمین کو غصہ نہیں آتا تھا پر آج وہ برداشت کی آخری حد پر چلا آیا محسوس ہوا۔

"آپ میرے لیے قابل عزت ہیں لیکن میری داریہ کے بارے ایسے بات کرنے کا حق آپکو بھی نہیں۔ وہ داران کی بیوی ہے، اور جب تک داران چاہے گا وہ اسکے قریب بھی رہے گی اور ساتھ بھی۔"

حمین نے بہت برداشت کا مظاہرہ کرتے عزیزے جان کو باور کروایا جس سے اس پر تپش ہستی کو پتنگے لگے۔

مایا کا دھیان اچانک سے لاونچ کی طرف گیا تو وہ حمین کو اتنے غصے میں دیکھ کر سہمی اوپر سے عزیزے جان کے ساتھ حمین کو بیٹھا دیکھ کر اس کا خدشوں کا مارا دل لرزا۔

"اگر عزیزے جان نے حمین کو کچھ غلط کہہ کر بدگمان کر دیا؟ نہیں میں حمین کو کھونا نہیں چاہتی۔ یا اللہ مجھ سے بھلے سب لے لیں، حمین نہیں"

مایا کو رہ رہ کر ہول اٹھے، عزیزے سے اسے کسی بھی گھٹیا پن کی توقع تھی جبکہ مایا کے پاس کھونے کو کچھ باقی نہ تھا۔

"ٹھیک ہے بھئی میرا کام تھا خبردار کرنا، میں چاہ رہی تھی شرافت اور بنا لڑائی جھگڑے یہ امان ختم ہو لیکن تم ماما بھانجی تو سر عام تماشہ چاہتے ہو۔ جیسا تم چاہو حمین میاں۔ اور ہاں مایا کو لے کر گئے ہو تو بار بار یہاں مت لانا کرو۔ میں اپنی پوتی کو خود سنبھال سکتی ہوں۔ ہمیں تم لوگوں کی ہمدردی نہیں چاہیے"

وہ ناصرف دل کی سخت تھیں اسکے ساتھ ساتھ دل کا خون کرنے میں لمحہ نہ لگاتیں، حمین کی برداشت دم توڑ گئی۔

"بہت ہو گیا، آپ اپنی حد پار کر رہی ہیں۔"

حمین کے اٹھ کھڑا ہونے پر سیڑھیاں اتر کر آتی داریہ اور داران بھی ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھتے تیزی سے ان دو کی طرف آئے۔

داریہ جانتی تھی ماموں کو غصہ بہت کم آتا ہے اور اس وقت وہ ماموں کی سرخ ہوتی آنکھیں دیکھ کر سمجھ گئی کہ عزیزے جان نے ہی اپنا زہر اگلا ہے۔

"سب ٹھیک ہے؟"

داران نے نرم نگاہ حمین پر جبکی تفتیشی سی دادی سرکار پر ڈالی جو معصومیت کا شہکار بنیں لاعلمی کا مظاہرہ کر گئیں۔

جبکہ داریہ اور حمین کی آنکھیں جب ملیں تو کہنے کی ضرورت نہ رہی، وہ بہت ڈسٹرب لگا۔

"میں پھر آؤں گا، اہم میٹنگ ہے تو بروقت پہنچنا ہے۔ مایا! چلیں"

وہ آنکھیں چرا کر بہانہ کیے جانے کو دو قدم پرے ہوتے مایا کی طرف پلٹا جو فوری سر ہلا کر بیگ اور چادر لانے کے لیے کمرے میں دوڑی۔

"پتا نہیں کیا کہا ہے میرے ماموں کو، پوچھ بھی نہیں سکتی"

دار یہ کادل سا گھٹا پر حمین نے اسکی جبین چومی اور مایا کے آتے ہی اسکے ہمراہ حویلی سے نکل گیا۔
خود مایا کو ساتھ چلتے حمین کی چپ سے خوف آیا۔

وہ لوگ پورچ کی سمت ہی بڑھ رہے تھے جب تبریز کے آگے سے آنے پر رکے۔
"حمین! کہاں جا رہے ہیں۔ ناشتہ کریں پلینز"

تبریز نے باری باری تڑپتی نگاہ ڈالتے روکنا چاہا۔
"مایا آپ گاڑی میں بیٹھیں"

حمین کے کہنے پر مایا نے فوراً سے سر ہلایا اور تبریز بھائی جان سے سر پر ہاتھ پھرواتی گاڑی کی طرف بڑھی
البتہ حمین کے دبے دبے اذیت بھرے غصے پر تبریز حراساں ہوئے۔
"ہمارا دل بند کر دیتی ہے آپکی یہ ظالم چپ، کہیے ناں حمین کیا ہوا ہے؟"
تبریز کا صبر جواب دے گیا تو حمین نے خود کو نار مل کیا۔

"مجھے اور کسی سے نہیں لیکن تم سے بہت امید ہے تبریز، میرے ایاد کے لیے اپنی ماول مجھے دے دو۔
جانتا ہوں میں نے ہمیشہ تمہیں بہت برابر آزمایا لیکن یہ آزمائش آخری ہوگی۔ تمہاری بیٹی بھی یہی
چاہتی ہے لیکن تم سب کی عزت پر حرف نہ آئے تبھی اپنی خواہش کو ختم کر چکی ہے۔ جبکہ ایاد کی بند
آنکھیں بھی گزشتہ دھکے سے ایسی کھلیں ہیں کہ اسے یہ بتایا گیا ہے کہ وہ ماول سے محبت کر بیٹھا ہے۔
تمہاری ماں نہیں مانیں گی کیونکہ وہ تو میری دار یہ کا بھی گھر خراب کرنے کی خواہشمند ہیں۔ داران کے

ساتھ اسے برداشت نہیں کر پارہیں تو ایسے بھی وہ اپنی لاڈلی پوتی بھی ایک بدنام شخص کے بیٹے کو ہرگز نہیں تھمائیں گی۔ میں اپنے لیے ہر جنگ لڑ سکتا ہوں لیکن تم جانتے ہو ان دو کے لیے نہیں۔ ایک ہفتہ ہے سوچ لو، انکار کرو گے یا اقرار میرے سر آنکھوں پر ہو گا۔

وہ تبریز سے گلے لگ کر یہ سب کہے آنکھیں چراتا پاس سے گزر گیا لیکن تبریز کی آنکھوں کے آگے دھند سی چھا گئی۔

وہیں اندر سنائے کو داریہ نے توڑا۔

"کیا کہا ہے آپ نے میرے ماموں سے؟"

داریہ کی آواز دھیمی تھی پر اس میں غصہ اٹھ اٹھا تھا، داران نے بھی عزت زے جان کے چہرے کو سوالیہ انداز میں دیکھا۔

"یہی کہ تمہاری زبان بہت لمبی ہے، رسوا اور بدنام بھانجی کے لیے اس کا دل اتنا وسیع ہے تو اگر تمہاری جگہ کوئی پاک دامن ہوتی تو بچا راکتوں کی گرد نیں کاٹ چکا ہوتا۔"

وہ لفظ نہیں تھے، انگارے تھے جو داریہ کے حواسوں پر گرائے گئے۔

"کس قسم کی گفتگو ہے یہ عزت زے جان، آپ اپنے معیار سے گر رہی ہیں"

اس سے پہلے داریہ کچھ جوابا کہتی وہ خود بیچ میں آیا لیکن آج عزت زے جان پر شیطان سوار تھا تو داران کا غصہ بھی خاطر میں نہ لائیں۔

"سچ۔ میں اس لمحے کو کوس رہی ہوں جب اس منحوس کو تمہاری امان کے لائق سمجھا۔ اسکے آنے سے شاہ حویلی میں بھی منحوسیت چھا گئی ہے۔ تمہیں اسکے قریب جاتے کراہت محسوس ہونی چاہیے، یہ ایک امان کا تعلق تھا پھر تم دورات ایک کمرے میں کیا کر رہے تھے۔ میری آنکھوں میں دھول جھونک رہے تھے۔ ابھی ختم کرو یہ امان، تم اس شرانگیز لڑکی کے قبضے میں آرہے ہو، مجھ سے کیے وعدے کب توڑ دو گے کوئی بھروسہ نہیں۔ طلاق دو"

عزیزے کی آواز حلق سے نگارے کی طرح نکل کر درودیوار لرزار ہی تھی جبکہ داران کے عتاب کو وہ ہوا دے چکی تھیں، طلاق لفظ پر داریہ کی روح کانپی اور داران کا دل۔

"یہ آپکے وعدوں پر اب ہر رات خاک ڈالے گا دادی سرکاراں، اسے کراہت نہیں ہوتی مجھ سے کیونکہ اسکے دل کی ملکہ ہوں۔ اور مجھے کسی اور کی دی عزت، نیک نامی اور محبت اب چاہیے بھی نہیں، میرے لیے داران ماہیر شاہ کی محبت بھری امان کافی ہے۔ اسے پتا ہے جس دن یہ مجھے چھوڑے گا داریہ دنیا چھوڑے گی۔ سو آپکے اقتدار کا وقت ختم۔ اور ہاں میں صرف بدنام رسوا اور منحوس نہیں ہوں، میں قاتل بھی ہوں"

اک لمحہ ہر فرد کو سانپ سونگھا، خود داران نے جھٹکے سے گردن موڑ کر داریہ کو سہم کر دیکھا، وہ نظر جگر پر تیر چھونے جیسی تھی۔

عزیزے جان نے اسکی بازو دبوچی تب بھی داریہ مسکرا کر داران کو یوں دیکھ رہی تھی جیسے کہہ رہی ہو یہی تھی تمہاری سزا۔

"کیا بکو اس کی ہے تم نے بد ذات، کس کا قتل کیا ہے"

عزیزے جان کا بس نہ چل رہا تھا وہ داریہ کی گردن کاٹ دیتیں، گھور کر پھنکارا اٹھیں۔

"آپکے دارم کا، میں قاتل ہوں۔ میں نے مارا ہے اس پاگل کو، داریہ زمیل خان نے"

شاہ حویلی کی چھت گویا ہر فرد پر دھماکے سے گری، حویلی قدم رکھتے تبریز بھی سفید لٹھے کی مانند ہوئے جبکہ داران کی آنکھوں کے کنارے درد سے لبریز ہوئے۔

"ک۔۔ کیا؟"

عزیزے کے ہاتھ کی پکڑ زرا ڈھیلی پڑی مگر ساتھ ہی انہوں نے جس شدت سے داریہ کے منہ پر تھپڑ مارا، تبریز اور داران کو بھی اس تھپڑ کی تکلیف ویسی محسوس ہوئی، جبکہ داریہ بس استہزایہ مسکرائی، اسے درد ہی نہ ہوا۔

"خبردار! اگر اب آپ نے اسے چھوا بھی۔۔۔"

اس سے پہلے عزیزے اسکی مسکراہٹ سے تپ کر ایک اور تھپڑ رسید کرتیں، داران نے ضبط ختم ہوتے ہی داریہ کو پکڑ کر اپنی طرف کیے دادی کا ہاتھ پکڑ کر روکے پہلو میں گرایا۔

"تم سن نہیں رہے۔۔ ی۔۔ یہ قاتل ہے"

عزیزے بدحواسی سے اسے کاٹ کھانے کو دوڑیں تو داران نے پوری قوت لگاتے دادی کو اس سے دور کیا۔

تبریز بھی تیزی سے اندر لپکے اور والدہ کو بھڑنے اور بپھرنے سے روکنا چاہا۔

"نہیں ہے وہ قاتل، لیکن میں ضرور بن جاؤں گا۔ دوبارہ آپ اسے چھوئیں گی بھی نہیں ورنہ ساری زندگی میری شکل دیکھنے کو ترسیں گی۔ یہ میری بیوی ہے، آپکی زر خیر غلام نہیں کہ جسے جب چاہے بے عزت کریں۔ اگر اس حویلی میں داریہ کی کوئی عزت اور ولیو نہیں تو مجھے بھی آپ لوگوں کی دی عزت اور محبت قبول نہیں۔۔۔"

سخت اور تلخ لہجے میں وہ دادی سرکار کو باور کرواتا داریہ کا ہاتھ پکڑتا واپس سیڑھیوں کی طرف بڑھا جو دھیماسا مسکرائی تو تھی پر داران کو ایسی سزا دینے پر دکھی بھی ہو گئی۔

تبریز خود سن تھے کہ نہ خود کو سنبھال سکتے تھے نہ عزیزے جان کو جو انگاروں پر خود کو لوٹا محسوس کیے داران کی گستاخی پر پھنکار رہی تھیں۔

گویا وہشت سی طاری تھی۔

وہ اسے کمرے میں لایا اور دھکیل کر میٹرس پر بٹھاتے خود چہرہ پھیر کر گہرے سانس لیتے اپنے بالوں میں انگلیوں کو پھیرے اپنے غصے کو قابو کرنے لگا جبکہ داریہ نے نظر جھکا کر اپنے ہاتھوں کو مڑوڑنے کے بیچ بمشکل خود کو سنبھالا۔

"تم۔۔۔"

اس سے پہلے وہ پلٹ کر چینختا، داریہ کی دائیں گال پر تھپڑ کی سرخی دیکھ کر اسکے دل پر ضرب لگی، تڑپ کر وہ اسکے قدموں میں بیٹھا، داریہ خفیف سا بوکھلائی جیسے اسکے چینختے سے ڈری ہو۔

"یہ کیا کر دیا تم نے داریہ، میں اتنی بری سزا کا مستحق نہیں تھا۔"

غم سے رندے لہجے میں داران نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اسکی گال چھوئی تو وہ جلن سا ہونے پر گردن موڑے منہ پھیر گئی۔

"مجھے تکلیف ہو رہی ہے"

وہ اسکا چہرہ کرب سے دیکھ رہا تھا جہاں لگے تھپڑ نے داران کی روح جھنجھوڑی تھی۔

"تبھی مجھے نہیں ہو رہی، اب تمہاری دادی میری جان لینے کی کوشش کریں گی۔ پھر تمہیں پتا چلے گا اصل سزا کسے کہتے ہیں ماہیر شاہ"

وہ غم سے پھٹے مگر سفاک لہجے میں بولی پر آواز کر چیوں میں بدلی۔

"ایسا میرے جیتے جی نہیں ہو گا، میرے جسم کو جتنے مرضی زخم دے لو داریہ لیکن اس روح کو گھائل مت کرو۔ کیونکہ یہ زخم پھر تم سے بھی سنبھالے نہیں جائیں گی۔ میں نہیں جانتا تم سے میرا کیا تعلق ہے لیکن جب تمہیں کوئی تکلیف دیتا ہے تو مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ میری برداشت مت آزماؤ"

وہ اسکے روبرو تھکے ماندے نڈھال حال کو آیا داریہ کی اتنی سی تکلیف پریوں تھا جیسے اسکی جان جا رہی ہے۔

"آزماؤں گی۔ ابھی تو تم مجھے مرتا ہوا بھی دیکھو گے"

وہ پھر سے اسکا ہاتھ جھٹک کر منہ موڑے اٹھ گئی تو داران نے اس بے رحم لڑکی کو دیکھا جو جتنی خوبصورت اس پیلے رنگ میں لگ رہی تھی اب اتنی ہی سوگوار ہوئے آئینے کے سامنے جا کھڑی اپنی گال کو اداسی سے دیکھنے لگی۔

وہ اٹھا اور اسکے عقب میں جاتے ہاتھ بڑھا کر اسکی اطراف باندھتے اپنے سینے سے لگاتے اپنی کھر دری گال داریہ کی درد میں مبتلا گال سے لگائی پھر چہرہ پیچھے کیے ہونٹوں سے چوما، داریہ پتھرائی رہی جیسے اسے کوئی فرق نہ پڑا ہو لیکن خدا گواہ تھا درد اپنی شکل بھلا گیا۔

"اس سب کی تباہ کاری میں سنبھال لوں گا، لیکن سزا کو یہیں ختم کرو اب۔ نکال لی ناں بھڑاس، اب بس داریہ۔ میری طرف دیکھو"

وہ اسے پکڑے روبرو لایا، لیکن وہ کچھ سمجھنا یا سننا نہ چاہتی تھی۔

"ابھی بھی ہے بھڑاس، بہت ہے"

وہ خالی نظروں سے اسے دیکھ کر جتا گئی تو وہ لب بستہ رہ گیا، جبرے بھیج کر اس سر پھری کو گھورا جو دماغ خراب کر چکی تھی۔

"مجھ پر نکال لو"

تاسف سے حل دیا گیا، وہ داران کے اپنے پاس ایسے ملائم اور خوبصورت روپ سے دہل جاتی تھی۔
"تم پر نہیں نکلتی"

بے بسی سے آنکھیں جھکا کر نظر اسکے چوڑے سینے پر ڈالتے بتایا تو وہ پھیکا سا مسکرایا۔
"پنچنگ بیگ چلے گا؟"

وہ جھٹ سے اسے دیکھنے لگی کیونکہ وہ مزاق کے موڈ میں لگا۔
"تمہارا پیٹ چلے گا"

غرا کر آنکھوں کو نمناک ہونے سے بچائے گھوری۔
"او کے ڈواٹ"

وہ اسے آزاد کرتا دو قدم پر ہوا تو دار یہ نے اسکے چہرے کو دیکھا جو اسے اپنا آپ کو ٹنے کو دیے ڈھیٹائی
سے اکسار ہاتھا۔

"تم ضائع ہو جاو گے"

اترا کر اپنی مضبوطی اور پھرتی سے ڈرانے لگی۔

"سزا ختم کر رہی ہوں لیکن خود کو عزت زے جان سے بالکل نہیں بچاؤں گی"

وہ اسکے قریب آئی اور دھیرے سے اپنا سر اسکے سینے پر رکھا، داران کو سمجھ نہ آیا اس پر مطمئن ہو یا بے چین۔

"میں ہوں ناں"

اسکے درد کرتے بالوں سے ڈھکے سر کو چومتے یقین دلایا تو وہ گہرا سانس بھرتی واپس اس سے دور ہوئی اور داران کی نیلی آنکھوں میں جھانکی۔
"دیکھتے ہیں"

وہ اسے اپنی حفاظت کے لیے آزمانے والی تھی جبکہ داران نے لپک کر اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرا، اس صلح جو فلورنس نے اسکے دل کی رفتار بڑھائی۔
"دیکھ لینا، اب بتا ونا راض تو نہیں ہو؟"

وہ اسے بے قرار دیکھ کر پھیکا سا مسکرائی، اس شخص نے اسے زمین سے آسمان پر پہنچایا، وہ کبھی کسی کے لیے سانسوں جیسی اہم ہوگی کبھی نہ سوچا تھا۔
"ہوں ناں، بہت ہوں"

آواز ڈوبی تو داران نے اسی خزن کے سنگ اسکو اپنے گلے اس شدت سے لگایا کہ داریہ کے جسم میں موجود درد کے آخری زرے تک نے آسودگی کا روپ بدل لیا۔

"میں تمہیں دوبارہ کبھی روتا نہیں دیکھنا چاہتا فلورنس، تمہارے آنسو تیزاب بن کر میرے سینے پر گرتے ہیں۔ پلیز مجھے معاف کر دو ہر گھناؤنے کھیل کے لیے، مجھ سے میرا یہ رفوگر مت چھینو۔ میں کچھ نہیں ہوں تمہارے بناداریہ۔ میرا دل زخموں سے بھرا ہوا ہے، تم ہی مرہم ہوا نکا"

وہ بس اس کے گلے لگ کر ہی اسکی ہو گئی، بک گئی، داران ماہیر کو اسکی ہر سانس چاہنے لگی تھی۔

تو وہ کیسے اسکو دھتکارتی۔

سو خون بھی کر دیتا تو آج اسے معاف کر چکی ہوتی۔

"اب دور ہو جاؤ، جا کر کام دھندا کرو۔ میرا سانس بند مت کرو ماہیر شاہ"

جب اسکی قربت کمزور کرنے لگی تو وہ اسکو جھٹک کر رخ بدل گئی۔

"یہاں کا درد کیسے کم ہو گا"

وہ اسکی گال تکتا اذیت سے بولا تو وہ قریب آتے داران کو پھر سے پرے کر گئی۔

"نہیں ہے درد، تم نے کسی درد کو بھی میرے پاس رہنے نہیں دیا ماہیر شاہ۔ پلیز ابھی چلے جاؤ مجھ سے

دور۔ میں ٹھیک ہوں"

وہ اس کے پاس سے جاتی میٹرس پر جا بیٹھی جبکہ وہ پھر بھی قریب آیا، جھک کر اسکی گال چومی تو داران

خو اخواہ ملول سی ہوئی۔

"شش! جا رہا ہوں۔ رات کو ڈنر باہر کریں گے۔ آرام کرنا اور باہر جانے کی بھی ضرورت نہیں"

پیار سے اسکے کندھے پر جھک کر نرمی سے سمجھایا اور واپس اٹھا، پھر سے اسکی گال ہتھیلی سے سہلائی، داریہ کو اسکی حرکتیں غصہ دلانے ہی والی تھیں جب وہ اپنی خوشبو بکھیرتا ہوا اسے اکیلا چھوڑے کمرے سے نکل گیا۔

داریہ نے پلٹ کر بند ہوتے دروازے کو دیکھا تو آنکھ پگھلی لیکن ہونٹ مسکرا دیے۔

"یا اللہ! یہ کس مٹی کا بنایا آپ نے۔ اف۔۔ میں تمہارے بنا اک لمحہ بھی نہیں رہ سکتی۔ اور تم چاہتے ہو میں کوشش بھی چھوڑ دوں اُسا کرنے کی۔ اسکی حفاظت کریے گا، کبھی اسکی جان پر بنی تو میری جان پہلے لیجئے گا۔ یہ الگ ہے، یہ واقعی وادی سون سکیسر کا راج کمار ہی ہے۔ کسی سے محبت ہو جانا جتنا خوبصورت ہے اتنا تکلیف دہ نہیں ہونا چاہیے۔ اسے سزا نہیں دے سکتی میں، کیونکہ وہ میری روح سے جڑ چکا ہے۔ اسے تکلیف ہوگی تو داریہ دگنا سلگے گی۔۔۔ آہ یہ کیا ہو گیا میرے ساتھ، میں ماہیر شاہ کی محتاج ہو گئی۔ سانس تک لینے میں"

وہ وہیں لیٹی تو خود سے نکھڑنے کا دکھ ستانے لگا پر یہ شاید داریہ کے آخری آنسو ہی تھے۔

.._____..

انیب نے سارا دن بابا کے ساتھ گزارا کیونکہ وہ یہ سب بہت مس کر چکی تھی، وہیں ماریہ سکول سے گھر پہنچیں تو کک کو سپیشل طور پر جہانگیر کی پسند کی ہر ڈش ڈنر میں بنانے کی جب تاکید کی تو تبھی ثمن، رجال کے لیے ٹھنڈا پانی لینے آئیں تو اماں جان کی خوشی پر خوشگوار حیرت کے سنگ انکے پاس آئیں۔

رجال کو کافی تیز بخار تھا تبھی ڈاکٹر نے پٹیاں کرنے کا کہا تھا۔

"سب خیریت ہے اماں جان! آپ مسکرا رہی ہیں"

شمن کے پوچھنے پر وہ نثار نگاہوں سے تکتیں پلٹیں۔

"ہاں میرا جہانگیر آگیا ہے"

شمن کے چہرے کی خوشی تاریکی میں بدلی، جبکہ شمن کی آنکھوں میں چلے آتے پانی پر ماریہ صاحبہ نے پکڑ کر اسے اپنے سینے لگایا، اور اس شفقت بھرے حصار کو پانے کی دیر تھی اس دکھیا ری عورت کا دل بھر آیا۔

"میں تیری اور اسکی ہر تکلیف سے واقف ہوں پتر، اس سے تجھے چھینا تھا تبھی اس معصوم کو پورا خالی کر دیا تھا۔ میرے لیے میرے دونوں بیٹے برابر تھے، تیری بھی وقتی خوشی اس سے الگ ہونے میں ہی تھی پر جو بھی ہے جہانگیر کا دکھ بڑا ہے۔ وہ حمید کے ہوتے تیس سالوں میں اس پیلس میں بمشکل دس بارہ بار آیا ہوگا۔ لیکن اب میں اسے کہیں جانے نہیں دوں گی، اللہ سے دعا کروں گی کہ وہ مجھے اور تجھے معاف کر دے"

ماریہ صاحبہ کی آواز نمی میں ڈوبی تو شمن بھی آنکھیں پونجھے روبرو ہوئیں۔

"میں سو پاک پانیوں سے دھل بھی جاؤں تب بھی انکی معافی کے لائق نہیں بن سکتی، ویسے بھی میں عدت میں ہوں۔ اپنے کمرے تک محدود ہو جاؤں گی۔ آپ کو حق ہے اپنے بیٹے کو پاس رکھنے کا۔ مجھے انکی معافی نہیں چاہیے۔ میں زرا پانی لینے آئی تھی"

ثمن نے کرب و ضبط سے گزرتے آنکھیں چرائیں اور چلی گئیں جبکہ ماریہ کا ہمکتا ہوا دل ثمن کی خود اذیتی پر بجھ سا گتا۔

وہیں حمین نے سارا رستہ اک لفظ نہ کہا، خود مایا میں سکت نہ تھی کہ وہ اس غصیلے حمین کو پکار بھی پاتی، شاید وہ اندر سے خوفزدہ تھی کہ عزیزے نے حمین کو بدگمان کر دیا۔

وہ مایا کو گھر ڈراپ کیے جب بنا کچھ کہے چلا گیا تب تو وہ گھر میں آتے ہی ضبط ٹوٹنے پر رودی۔ حمین پریشان تھا بس تبھی یہ خطا کر گیا، اگر زرا بھی اندازہ ہوتا کہ مایا اسکی چپ اور لا تعلقی پر کتنا ٹوٹ جائے گی تو ایسا چاہ کر بھی نہ کرتا۔

پورا دن مایا اداس رہی، آنسو بار بار آنکھوں میں آتے اور وہ خود کو بہلانے کے لیے گھر کی صفائی کرتی رہی، پھر چکن پڑا تھا تو بریانی بنالی، ساتھ راستہ بنا کر خود لنچ نہ کیا، ظہر کے بعد کچھ دیر ٹی وی دیکھا مگر پھر شام ایاد کے آنے پر دروازہ کھولنے گئی تو مایوس سی پلٹی۔

"سب ٹھیک ہے مایا؟"

ایاد کو مایا کی آنکھیں سو جھبی لگیں۔

"جی ایاد، آپ کھانا کھائیں گے۔ لگا دوں کیا؟"

مایا نے ٹالنے کے انداز میں نرمی سے پوچھا تو ایاد پریشان سا ہوا۔

"ماموں آتے ہوں گے پھر مل کر کھاتے ہیں"

ایاد نے اسے تو انکار کیا مگر مایا کے جاتے ہی ماموں کو کال کی جو آفس میں شام کے وقت ہی تاریکی کر کے بیٹھا گہری سوچوں میں گم تھا۔

"ہاں ایاد"

ماموں کا بجھا ہوا لہجہ سنے ایاد کو تکلیف پہنچی۔

"کیا ہوا ہے یار، آپ کی آواز اتنی ڈاون ہو رہی اور ادھر مایا کی آنکھیں سو جھبی لگ رہیں جیسے بہت سا روئی ہوں۔"

ایاد کی بات سننے کی دیر تھی کہ حمین کے چہرے کی رنگت اڑی۔

"او میرے خدا! میں آکر بات کرتا ہوں"

حمین نے فوراً سے پہلے بائے کہا اور خود کو ملامت کرتا فون اور کی اٹھائے کا نفرنس روم سے نکل گیا۔

آدھے گھنٹے کا راستہ دس پندرہ منٹ میں طے کیے وہ جب گھر پہنچا تو ایاد تازہ دم ہوئے وہیں لاونچ میں آ کر بیٹھے ٹی وی دیکھ رہا تھا۔

بیل بجنے پر اٹھ کر خود دروازے تک گیا اور ماموں کو اندر آتا دیکھے دروازہ بند کیے پیچھے ہی پلٹا۔

"کہاں ہے مایا؟"

متلاشی نظروں سے حمیں نے چار سو دیکھتے پوچھا مگر ایاد نے ماموں کا بازو پکڑے اپنی طرف سرکاتے انکی ڈوبی ڈوبی آنکھیں دیکھیں۔

"پہلے مجھے بتائیں کیا ہوا؟"

ایاد کا اصرار محبت و فکر سے بھرا تھا۔

"پہلے ان درد میں ڈوبی آنکھوں کی تلافی کرنے دو، ملتا ہوں"

ماموں کی بے صبری پر وہ اب کیا ہی روکتا، دل جلاسا ہنسے بازو آزاد کی اور یوں اشارہ کیا جیسے کہہ رہا ہو جا اپنی زندگی جی لے بسنتی۔

اور خود واپس مسکرا کر ٹی وی دیکھتے بیٹھا، مایا نے مغرب ادا کی اور جائے نماز طے کیے اٹھی ہی تھی کہ حمین کے دروازہ کھول کر آندھی کی مانند بے تاب و بے قرار اندر آنے پر جائے نماز کا وچ پر رکھتی خود بھی اسکی طرف آئی، ایک طرف پشیمانی تھی تو دوسری طرف ڈر۔

"مایا آئی ایم سوری"

اسکا رندا ہوا چہرہ ہاتھوں میں بھرتے ہی جیسے حمین نے اسکی آنکھیں چھوئیں، وہ ڈرنے کے بجائے الٹا حمین کی ایسی شدت پر پریشان ہو گئی۔

"ک۔۔ کیوں سوری کر رہے ہیں؟"

وہ مقابل کی تکلیف پر نرم سرگوشی کیے اسکے سینے کے بے حد قریب سر کی تو مایا کے مہکدار ریشمی کھلے بالوں پر اٹکا دوپٹہ پھسل کر اسکے شانوں پر ڈھلک گیا۔

"میرا دماغ اس قدر الجھا تھا کہ آپ سے صبح اک لفظ نہ بولا، اپنے ہوش میں نہیں تھا۔ معاف کر دیں، آپ کیوں روئی ہیں۔ میں نے رلایا آپ کو؟ کتنا برا ہوں۔ جن آنکھوں کو چو منا میرا سکون ہے ان میں درد کیسے بھر بیٹھا"

وہ اسکے احساسِ پشیمانی و کرب سے پینک ہونے پر سارا دکھ اور ڈر بھولے اسکے سینے سے لگی تب جا کر حمین کو قرار آیا، پر اپنی لا تعلقی پر وہ سخت افسردہ تھا۔

"حمین پر سکون ہو جائیں"

وہ اپنی ملائم گرفت بڑھاتی اسے تو انا وجود کو سمیٹے بڑبڑائی تو حمین نے گہرا سانس مایا کی گردن میں منہ گھسیڑتے کھینچا۔

"مجھے جنجھوڑ نہیں سکتی تھیں، یہ نہیں کہہ سکتی تھیں کہ مجھ سے بات نہ کرنے والے آپ کون ہوتے ہیں؟ مجھے انور کرنے کی ہمت کیسے کی۔ مجھے واپس لا کر پیار تک نہیں کیا۔ کیوں اپنے حق کے لیے نہیں بولیں آپ مسیز حمین، کیوں مجھے میری الجھن کے حوالے رہنے دیا۔ آپ کے پاس تو سارے حق ہیں، گلے لگ جاتیں یونہی، کچھ بھی کرتیں۔ پر یہ نہ ہوا ہوتا۔ میری وجہ سے آپ نے آنسو نہ بہائے ہوتے"

وہ بچوں سے بھی زیادہ جزباتی تھا، مایا کے تو اس کے الفاظ سن کر ہوش اڑنے لگے اوپر سے حمین کی گرم سانسیں مایا کو اپنی گردن کی اطراف جس شدت سے محسوس ہو رہی تھیں اس سے کھڑار ہنادو بھر تھا، وہ حمین کے غصے کے بعد اس جنونیت سے متعارف ہوئے اندر ہی اندر کانپ بھی رہی تھی۔

"ڈر لگ رہا تھا آپکی چپ سے، آپ نے نہیں رلایا۔ کوئی بات نہیں الجھنیں سب کی زندگی کا حصہ ہیں۔ سوری نہیں کریں میں ٹھیک ہوں حمین۔ میں نے کوئی حق اس لیے استعمال نہیں کیا کہ کہیں آپ کو خفانہ کر دوں"

اس کے سینے لگی اسکو گلٹ سے نکالتی مرہمی ہاتھ کی پوروں کو حمین کی پشت پر پھیرتی بولی جو خود بھی اس میں سمٹا ہوا اپنی ہر تکلیف والجھن سے لمحے میں نجات پا گیا پر مایا کے لیے اسکا یہ نیا روپ خود حمین کے لیے دل دہلاتا جھٹکا تھا۔

اسے مایا پسند تھی پر آج لگا وہ مایا سے بہت شدید محبت کر بیٹھا ہے، اسے رلانے کا احساس حمین کے جسم کو نوچتا محسوس ہو رہا تھا۔

"نہیں مایا میرا دل بہت تکلیف میں ہے، بتائیں کیسے تلافی کروں۔ کیسے ان آنسوؤں کی قیمت ادا کروں۔"

وہ اتنا بڑا ہو کر ضد میں مچلا تو مایا کے ہونٹوں پر تبسم کے اچھوتے رنگ کھلے، وہ اسکو تھامے رو برو ہوا، مایا کو حمین کے اس روپ نے بھی اپنا شیدائی کر لیا، وہ ہر لحاظ سے مایا کے لیے پرفیکٹ تھا۔

"مجھے پیار سے دیکھیں"

اتنی سادہ سی خواہش پر وہ اتنا سنجیدہ تھا، کربناک سا مسکرا دیا۔

"میں آپکو پیار سے چھونا چاہتا ہوں"

مقابل کے بے اختیار جواب نے مایا کے دل کی دھڑکنوں میں طوفانی ارتعاش پیدا کیا اور جس طرح وہ اسکے حیران چہرے اور تھمی سانسوں کے قریب آیا، مایا کا پورا جسم برف کی طرح ٹھنڈا پڑا۔

"ح۔۔۔ حمین۔۔۔ میں ناراض یا ہرٹ نہیں ہوں پلینز"

وہ صفائی دینے کو کسی خدشے کے سبب آنکھیں سختی سے موندتی سسکی تو آنکھوں میں آنسو چلے آئے البتہ حمین چوہان کی مدہوشی سوانیزے تک چلی آئی۔

"تو پھر قریب آئیں زرا"

دور دور سرکتی مایا نے بے ساختہ آنکھیں کھول کر اٹھائیں تو وہ اپنی گال اسکی طرف کیے اک ادنی سی عنایت کا منتظر تھا، مایا نے پورے دو منٹ تک اپنی حالت سنواری اور پھر قریب سرکتی ملائم ہونٹوں کو حمین کی گال سے مس کرتی پیچھے ہوئی تو اس میں حمین کی وارفتہ نظروں کو سہنے کی تاب نہ رہی۔

"دوبارہ آئیں قریب"

اس بار وہ اسے بے باک دیکھتے بولا تو وہ جھکی پلکیں اٹھائے ان اسود آنکھوں سے پریشان ہوئی کیونکہ دوسری گال پر عنایت کو حمین نے چہرہ نہیں موڑا تھا، وہ مایا کی دھڑکنوں کو یوں کیے بڑھا گیا۔

"ک۔۔ کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا"

وہ اسکے بے ساختہ ٹالنے کو بڑبڑائے جملے پر زردور ہوتا آفت خیز مسکرایا۔

"یعنی اتنا قریب آجائیں گی میرے؟"

حمین کے سوال پر مایا کان کی لو تک سرخ پڑی، اسکی بات کا مفہوم سمجھے آنکھیں جھکیں اور دل چاہا زمین پھٹے اور وہ دھنس جائے۔

"دوبارہ میں ایسا کروں تو یہاں سے پکڑیے گا مجھ بے شرم کو"

مایا کی گھبراہٹ دور کرنے کو وہ اسکے ہاتھوں کو گریبان پر رکھے قریب کرتا ان شبہی آنکھوں کو تکتے ہی مایا کی گال چومتا مسکرایا تو وہ خفیف سا بلش کی۔

اپنے ہاتھوں کو حمین کے گریبان سے نظریں چراتے ہٹانا چاہا پر وہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈالے اپنے سینے کے پاس لاک کیے جیسے وار فنگی سے تاڑ رہا تھا، مایا کے چہرے پر ہزاروں رنگ آکر گئے۔

"آپ بہت خراب ہیں حمین"

جلدی سے کہے وہ ہاتھوں کو اسکے گریبان سے ہٹاتی انکا ہار حمین کے گلے میں پروتی سینے میں منہ دیے چھپی تو حمین کا قہقہہ کمرے کا فسوں توڑ کر رکھ گیا۔

"آپ بھی ہو جائیں تھوڑی، تاکہ مل جل کر خرابی پیدا کریں"

مایا کی کمر سہلاتے حمین کی شر دبار دل دہلاتی سو گوشتی اور روح سہلاتی گرفت پر وہ دبا دبا سا ہنسی اور اسکے وجود کی پناہوں میں مزید سمٹ کر رہ گئی۔

"آئی ایم سوری آگین مایا، آپ حمین کے لیے بہت خاص ہیں"

وہ پھر سے سنجیدہ ہوا تو مایا نے چہرہ اسکے سینے سے نکالا اور بے تابی سے اسکی گال سے بے خودی میں آئے اچانک اپنے لب جوڑ گئی۔

"اٹس آو کے ناں۔۔ بس کریں۔۔ آجائیں چینج کر کے بریانی بنائی ہے"

فوراً سے اسکے حصار سے نکلتی وہ موصوف کی بھوک بڑھاتی پلوں میں بھاگ نکلی پر حمین پر اپنی طلب اور چاہت کے سحر بھی پہلے سے دگنی شدت سے پھونک گئی۔

اف وہ خود سے بے خود ہو جاتے حمین کا اسے مڑ کر تکلنا اور دل کے جذبات دباننا، دلفریب۔

.._____S Merwa Mirza Novels_____..

داران کو صبح تو اجلت میں شاہ انڈسٹری تکلنا پڑا مگر واپس آتے ہی سامنا عزت زے جان سے ہوا تو چارو ناچار وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھتے قدم روکتا انکے مداخلتی انداز میں زینوں کے سامنے تن جانے پر منہ غصے سے موڑ گیا۔

"سارے خدشے درست کر دیے تم نے میرے، وہ جب اپنے منہ سے خود کہہ رہی ہے کہ قاتل ہے تو تم اسے مجھ سے اور اسکی سزا سے کتنا بچاؤ گے داران؟"

انکے سیدھے سبھاو پوچھنے پر داران نے کوئی جواب نہ دیا جسکی تپش پر عزیزے جان کا لہو سلگا۔
"اگر سچ میں دارم کو اسی خرافہ نے مارا ہوا تو میں زندہ قبر میں گاڑوں گی اسے۔ آج یہ بات تم بھی سن لو
اور اسے بھی بتا دو جو باغیوں کی طرح اقرار جرم کرتے ہی بزدلوں کی طرح تمہاری ڈھال کے پیچھے
چھپ چکی ہے۔ ماں باپ ایسے تھے تو اولاد کیسے پیچھے رہتی، دو ہاتھ آگے ہی نکلی۔ ابھی تو ایاد صاحب
کے کارنامے بھی کھلیں گے، وہ بھی جلد یادیر اپنی تربیت کے نظارے کروائے گا"

دادی سرکار کا یہ بھیانک روپ ہی شاید داران کو آہستہ آہستہ بڑے جھٹکوں کے لیے تیار کرنے والا تھا
لیکن اس وقت اسکے نازک دل پر برقی جھٹکے پہنچے تھے، دادی سرکار کا مقام جو آسمان سا تھا اب گرا ہوا
دیکھائی دیا اور یہ داران کے لیے سب سے زیادہ اذیت ناک تھا۔

"میں آپ سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا، بہتر یہی ہو گا عزیزے جان کے چند دن میری راہ میں آنے کی
حماقت مت کریں"

بھینچی بھینچی سانس کھینچے اخیر تحمل کا مظاہرہ کرتے داران نے تنبیہ کی۔

"بے ادب، گستاخ۔ پہلے دادی کو مارنے کی دھمکی دی اور اب تمہیں میرا بات کرنا حماقت لگ رہا
ہے۔ اس لڑکی نے تمہیں میرا نافرمان کر دیا، کاش یہ دن دیکھنے سے پہلے مجھے موت آ جاتی۔ اس دن
کے لیے میں نے تمہیں اتنا پیار دیا، اتنی محبت دی؟ کہ تم میرے سر میں اک ایری غیری کی خاطر
خاک ڈالتے پھرو"

اب چونکہ داران ہاتھ نہ آرہا تھا تو عزتے نے رونے اور آہ وزاری کرنے کے سنگ جذباتی طور پر اس کے دل پر ضرب لگائی۔

"ایری غیری نہیں ہے وہ، بیوی ہے میری، اسکے لیے ایسی زبان استعمال مت کریں ورنہ نافرمانی کے ساتھ مجھ سے بد تمیزی بھی سرزد ہوگی۔ اس پوری دنیا میں اس وقت جو میرے لیے اہم ہے وہ داریہ ہے۔ میں اسکے لیے مر بھی سکتا ہوں اور کسی کو مار بھی سکتا ہوں۔ اگر آپ نے پیار دیا محبت دی تو میں نے دگنا عزت و احترام دے کر آپکو ہمیشہ بدلا لوٹایا۔ مجھے جو مرضی کہیں لیکن داریہ کو اک خراش بھی دیں گی تو درحقیقت آپ داران کی قبر کھودیں گی"

ضبط ختم ہونے پر وہ بھی چیخ اٹھا، جبکہ عزتے سن سی داران کی ٹون پر ہی سہم گئیں۔ وہ ہمیشہ دھیمی آواز سے بات کرنے کا عادی تھا، غصے تک میں لیکن اسکی آواز صرف اخیر ضبط آزمانے پر بلند ہوتی تھی۔

"سہی ہے لاڈلے! اچھا ہوا تمہاری ماں پہلے ہی مر گئی۔ ورنہ تم اسے بھی ایسا ہی زلیل کر کے مار ڈالتے، جلا ڈالتے۔ میرے دل سے اس بد بخت داریہ کے لیے صرف آہیں اور بدعائیں نکل رہی ہیں، دیکھتی ہوں تم اس فساد کی جڑ کو کب تک مجھ سے بچاتے ہو۔ میں اسے دارم کے قتل پر شاید معاف بھی کر دیتی لیکن اپنا پوتا چھیننے پر اسے جیتے جی جہنم سے گزاروں گی۔ اور تم اسکے وجود سے لگی آگ مر کر بھی سرد نہ کر سکو گے"

"ماں والی بات نہیں کرنی چاہیے تھی آپکو عزیزے، نہیں کرنی چاہیے تھی۔ دار یہ تم نے مجھے معیار کی سزا دی ہے، اور ستم کہ میں تم سے اسکی اب شکایت بھی نہیں کر سکتا"

پورے جسم کو آگ نے لپیٹ میں لیا تھا۔

عزیزے کا اپنا دماغ یہ قبول نہ کر رہا تھا کہ داریہ انکے شیر جوان بیٹے کو مار سکتی ہے اور اسی سلسلے میں عزیزے نے فوراً فون تک رسائی پائی اور کسی ولی نامی کو نٹکٹ کا نمبر ڈائل کیے فون کان سے لگایا۔

دوسری جانب وہ چائے کا ہوٹل تھا جہاں مہندی حسن کا گیت بج رہا تھا اور ایک مصروف سابرٹھی عمر والا آدمی قیمص کی جیب سے فون نکال کر اس پر لکھے نمبر کو دیکھ کر پریشان ہوا۔

"ماں جی! خیریت ہوگی یقیناً۔ دو سال بعد مجھے کیسے یاد کیا؟"

وہ آدمی گھگھایا گیا۔

"تم سے ملنا ہے مجھے ولی بچے، تم دارم کے قریبی ساتھی تھے، مجھے اسکے بارے ہر چیز جانی ہے۔ ہر چیز"
عزیزے کے تڑپے لہجے کو بھانپے ولی کے چہرے کا رنگ اڑا۔
"میں کل حاضر ہو جاؤں گا شاہ حویلی"
وہ ممنایا، لیکن درحقیقت ڈرا ہوا تھا۔

"نہیں یہاں نہیں، تم دارم کے فارم ہاؤس آکر ملنا مجھے۔ کل رات نوبتے۔ اللہ حافظ"
عزیزے نے کہتے ہی رابطہ توڑا تو اس جانب وہ ولی نامی آدمی نے جب سانس کھینچی تو اسکے چہرے پر غم پھیل گیا۔

"معاف کریے گا دارم سائیں، مجھے اب سب بتانا ہی ہو گا"
شاید اک ولی ہی تھا جواب اصل رازدان تھا، کیونکہ درحقیقت دارم کی موت گولی لگنے سے ہوئی ہی نہیں تھی، اسکی موت کیسے ہوئی یہ یا تو ولی جانتا تھا یا ز میل جلال خان۔

.._____S Merwa Mirza Novels_____..

"بابا جان! دادو اور بھیا کیوں لڑ رہے تھے۔ کیا کچھ ہوا ہے۔ اور مایا کب گئیں؟"
ماول دنگو جاگی پر فردوس نے اسے کھانا دے کر دوا دی تو اسکی غنودگی کے باعث وہ پھر سو گئی، سات بجے تک آنکھ کھلی تو سرہانے بیٹھے تبریز کو دیکھتے جاگی اور کچھ داران اور عزیزے کی بعث نے بے چین کیا،

کچھ دیر پہلے ہی داران واپس آیا تھا اور دادی پوتے میں زبردست جنگ ہوئی جسکی آوازیں پوری شاہ حویلی میں گونجتی رہی تھیں۔

"مایا صبح چلی گئیں، آپ سو رہیں تھیں میری جان۔ رہی بات عزت زے جان اور داران کے لڑنے کی تو آپ دھیان مت دیں۔ آپ ہم سے بات کریں، آپکی طبیعت کیسی ہے اب؟ درد تو نہیں ہے ہماری گڑیا کو؟"

بابا نے اس پیار سے بہلایا کہ وہ فوری اٹھ کر بابا کے سینے سے لپٹی اور آنکھیں موندے مسکرائی۔

"میں بالکل فٹ ہوں، ایون سوچ رہی کل کالج بھی جاؤں۔ آپ پریشان نہ ہوں"

وہ سچ میں ٹھیک تھی یہی یقین پانے کو تبریز نے اسکو دیکھنا چاہا تو ماول سینے سے دور ہوئے حیرانگی سے بابا کے چہرے کو دیکھنے لگی۔

"ٹھیک ہے ضرور جائیں، لیکن ہمیں آپ سے کچھ بات کرنی تھی۔ کیا آپ نے ایاد خان کی وجہ سے یہ کیا؟"

ماول کے چہرے کا رنگ اڑا، تبریز کو حمین کی بات سے یہی لگا تو دل چاہا ماول سے پوچھیں۔

کسی سنگدل کے ہاتھ وہ اپنی زرشہ کی امانت تھوڑا سونپ سکتے تھے بھلے پھر حمین کا لاڈلہ ہی کیوں نہ ہوتا۔

"ماول ہم سے جھوٹ نہیں کہیں گی آپ، ہماری آنکھوں میں دیکھیے"

ماول کی جھکی نظروں سے تنگ آتے تبریز نے اسکا چہرہ اوپر کو کیے سوال دہراتے سختی سے پوچھا تو وہ آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو بھر لائی۔

"وہ مجھے جلا رہے تھے بابا جان، شاید جاننا چاہتے تھے کہ ماول محبت کرتی ہے یا نہیں لیکن انکا یہ غلط طریقہ میری جان پر بن گیا۔ میں ہی کمزور دل نکلی ورنہ دگنا جلاتی انکو۔ میں نے کچھ غلط نہیں کیا نہ کبھی آپکا سر جھکانے کی وجہ بنوں گی بس مجھے لگا تھا میں اس دنیا سے چلی جاؤں گی تو وہ بہت تڑپیں گے۔ بھول گئی تھی کہ میرے بابا اور بھیا تو جیتے جی مر جائیں گے۔ آئی ایم سوری، آپ بھلے میرا گلا دبا دیں"

آنسوؤں میں گھلتی سسکیوں کے سنگ اس نے جب یہ سب بتا تا تو تبریز کی آنکھوں میں تیرگی اتر آئی۔

"آپ بہت بیوقوف اور سنگدل ہیں ماول، ایسی سخت سزا نہیں دیتے کسی کو کہ وہ بے بسی کی موت مر جائے۔ محبت تو خود دیکھائی دیتی ہے، احساس بن کر۔ آپ جانتی ہیں ہم زرشہ سے بہت محبت کرنے کے باوجود انکو کبھی مکمل خوش نہیں رکھ سکے، وہ محبت کی دیوی تھیں لیکن ہم اکتا جانے والے بے دل انسان جنکا اک حد سے زیادہ محبت سے دم گھٹنے لگتا۔ برابری نہ ہو تو سب دھیرے دھیرے ختم ہو جاتا ہے، جیسے ہماری زرشہ ہو گئیں"

بابا کی تڑپ پر وہ گھبرا کر انکا ہاتھ ہونٹوں سے لگا گئی اور پھر ہاتھ بڑھا کر انکے آنسو پونچھے۔

"ممی پاگل تھیں کیا آپکے لیے؟"

ماول کے سوال پر وہ بھیگی آزرده ہنسی ہنسے۔

"سوچ ہے آپکی، وہ خود سے جڑے رشتوں کے لیے بہت جنونی تھیں۔ وہ چاہتی تھیں تبریز شاہ ہر سانس انکے ساتھ لیں۔ آپ تو بعد میں آئیں لیکن میں اور داران اچھے سے انکی جنونیت سے واقف ہیں۔ داران ان سے اکثر تبھی روٹھے رہتے کیونکہ وہ انکو جکڑ کر رکھتی تھیں۔ شاید اس لیے کہ زرشہ نے اپنے پیرنٹس اور دو بہن بھائیوں کو ایک ساتھ کار حادثے میں کھو دیا، اور جب قسمت انکو ہمارے پاس لائی تو وہ محبت میں پڑیں پر ڈر اور خوف سے نکل نہ سکیں۔ حتیٰ کہ میں زیادہ دیر انکی آنکھوں سے اوجھل ہوتا تو وہ مرنے کے قریب پہنچ جاتیں، جب داران ہو سٹل گیا تو پیچھے سے انکا نروس بریک ڈاؤن ہو گیا صرف داران کے دور جانے پر۔۔۔۔۔۔۔۔ عورت اتنا جنونی ہونا تو صرف اپنا نقصان کرتی ہے بچے، آپ کسی مرد کے لیے اتنی جنونی مت ہوئیے گا۔ آپ تو کانچ سی ہیں، خدا نہ کرے ہم آپکو کبھی خراش تک آتی دیکھیں"

بابا کے خوف دیکھتی وہ خود سہم گئی، خود کشی کی کوشش کر کے وہ یہ ثابت کر چکی تھی کہ وہ ایاد خان پر کس حد تک فدا ہو چکی ہے۔

لیکن اب واپس پلٹنے کا کوئی رستہ نہ تھا۔

"آپ ایاد سے شادی کریں گی؟"

بابا کے یکدم سوال پر وہ ہونق رہ گئی، چونک کر بابا جان کی طرف دیکھا۔

"آپ چاہتے ہیں ایسا؟"

وہ انکے سوال پر سوال کیے آس سے تکتے لگی۔

"آپ کی چاہت ہماری چاہت سے سو گنا افضل ہے ماول، آپ کو پہلے ہی ماں جیسی ہستی سے محروم ہو کر جینا پڑا۔ ہم نہیں چاہتے محبت کے معاملے میں بھی آپ حسرتوں کا شکار ہوں۔ ایک ہاں کہیں گی تو ہم آپکے لیے ایاد لے آئیں گے"

وہ سچ میں یوں تھی جیسے خواب دیکھ رہی ہو، اس کی زبان تو سل گئی پر آنکھ سے اک آنسو ٹوٹ کر رخسار پر ضرور رینگتا چلا گیا۔

"مجھے نہیں چاہیں وہ، میں دادو کو انکے پرپوزل پر ہاں کرنے والی ہوں۔ سرسری سا ذکر کیا تھا انہوں نے کچھ دن پہلے۔ مجھے نہیں مرنا بابا، ایاد خان کو میں اتنی آسانی سے نہیں ملوں گی"

وہ سنگدلی سے منہ پھیر گئی جبکہ تبریز کا دل لرزا۔

"آپ بدلہ لیں گی؟ مت کریں۔ وہ ٹوٹ جائیں گے"

بابا کا سمجھانا بے کار رہا۔

"دادو کا موڈ خراب ہو گا بھیا سے لڑ کر، میں انکے پرپوزل کے لیے ہاں کہوں گی تو یقیناً ان کا موڈ اچھا ہو جائے گا۔ میں انکے پاس جا رہی ہوں"

آنکھیں چراتی وہ اٹھ کر بیڈ سے اترے بھاگ گئی، تبریز اسے بلاتے رہ گئے مگر وہ ضد پر اڑی تھی اور اب ایاد کی جان لے کر ہی دم لینے والی تھی۔

بلیک شفون کی کرتی جس پر بلیک ہی پرل ورک بہت نفاست سے ہوا تھا جبکہ ساتھ کھلا پلاز و پہنے ویسا ہی باریک دوپٹہ خوبصورتی سے بانیں کاندھے پر ڈال کر شانے پر ڈھلکائے، خوبصورت، سیلزمیں پیر مقید کیے وہ آئینے کے سامنے اپنا امرتی عکس نہار کر مبہم سا شوخ مسکرائی، اسے سیاہ رنگ پسند تھا پر آج وہ اپنے پسند کارنگ اپنے پسندیدہ ماہیر شاہ کے لیے پہن کر تیار ہوئی تھی، ہلکے گولڈن ٹچ دیتے آبشاری گھنے بال اسکے روپ پر اور نیچ رہے تھے۔

میک آپ کے نام پر گھنی پلکوں کو مسکارے اور لائٹس سے سجایا جبکہ ہونٹوں پر سرخ رنگ سجائے قدھاری چہرے کی راعنائیاں مونچرائز سے نمایاں کیں۔

"میں تمہاری امان میں آتے ہی حسین ہو گئی ورنہ آج سے پہلے مجھے داریہ بالکل پسند نہ تھی، عام سی تھی۔ پر اب لگتا ہے خاص ہوں۔ بھلے اس پوری دنیا میں صرف کسی ایک کے لیے ہی سہی"

خود کلامی کیے وہ خود سے نظریں ہٹائے وال کلاک پر ڈال گئی جیسے داران کے صبح کہے ڈنروالے معاملے کی منتظر ہو، وہ خود بھی اس گھٹن سے نکل کر آزاد فضا میں داران کے ساتھ کچھ وقت گزارنے کی طلب گار تھی۔

سیڑھیوں پر کافی دیر بیٹھنے کے بعد وہ اٹھا اور کمرے کا رخ کیا، داریہ نے آہٹ پر گردن گمائی تو داران جو کافی برے موڈ میں آرہا تھا، داریہ کو سرتاپیر نفاست سے تیار دیکھتے دل تک جل گیا، اوپر سے وہ مسکرا بھی ایسے رہی تھی جیسے جھٹکے سے جسم سے جان کھینچ لے گی۔

مگر وہ ضرور داران کی آنکھوں کی غیر معمولی جلن بھانپ کر قریب چلی آئی۔
"کیا تم کسی سے لڑ کر آرہے ہو"

داریہ کی خوشبو میں سانس کھینچتا ماہیر اسکے سوال پر کچھ نہ بولا بس اپنا ماتھا اسکے کاندھے پر ٹکائے بازوؤں میں اسکے مرمریں وجود کو تھام بیٹھا۔

داریہ کو خوف نے گھیرا۔

"ماہیر شاہ"

وہ اسکی آواز سننے کو تڑپی تو داران کے وہ ہاتھ جو نرمی سے اسکے گرد جکڑے تھے، شدت کے سنگ داریہ کے گرد باندھے اور وہ ٹوٹی ٹہنی کی طرح اسکے گلے جا لپٹی۔

داریہ کے ہونٹوں پر زخمی مسکراہٹ ابھر کر معدوم ہوئی، داریہ کو لگا شاید ہی اس سے زیادہ خوبصورتی سے کسی نے کسی کو آج تک گلے لگایا ہو گا۔

پورے پانچ منٹ تک نہ وہ ہلانا اس نے داریہ کو خود سے انچ بھی دور ہونے دیا، ہاں اسکی گرفت بڑھتی رہی، داریہ کو محسوس ہوا جیسے ماہیر کے دل کی دھڑکن اسکے دل میں جذب ہو گئی ہے۔

اسکا جب دم سا اٹکنے لگا تب وہ خود بھی اسے دیکھنے کی نیت سے بازوؤں کو ڈھیلا کر گیا تو داریہ فوراً سے اس کے سامنے ہوئی۔

"یہ پہن کر جاو گی ڈنر پر،"

وہ اچانک سے نارمل ہوا تو داریہ نے حیرت سے اس کے بدلتے تاثرات جانچے۔

"ہاں کوئی خرابی ہے؟"

وہ اپنی تیاری پر نگاہ دوڑائے پوچھنے لگی، بے قراری اس کے سوال سے ٹپکی۔

"ہاں، میں بات کرنا بھول جاؤں گا۔ ڈسٹرکٹ کرو گی تم۔ پبلک میں تھوڑی عزت ہے میری جو میرے بار بار بھکنے سے سراسر خطرے میں جاسکتی ہے، میری بے خودی بے حجاب صرف تمہارے آگے ہو یہی بہتر ہے۔ دنیا ہمارے بچ کہیں بھی فٹ نہیں آسکتی داریہ"

پہلے تو داریہ کو اسکی بات سمجھ نہ آئی لیکن جب ماہیر نے اسکی سانسوں کی خوشبو سونگھ کر اسکی آنکھوں کو دیکھا تب وہ سمجھی کہ یہ ماہیر نے تعریف کا بمب پھوڑا ہے۔

وہ بے اختیار ہنس پڑی، داران لمحے میں مسمرائز ہوا۔

"تم سیدھے سے نہیں کہہ سکتے تھے کہ قیامت لگ رہی ہو"

شکوہ بہت خوبصورتی سے داریہ نے کیا، وہ مسکرا رہی تھی، اپنی پوری دلکشی کے سنگ۔

"تمہیں صرف میری قیامت رہنا ہے، دنیا کے لیے تم قہر ہی ٹھیک ہو"

اس بار داریہ کی صرف خوشبو نہیں وہ لب و رخسار کا عنابی رنگ داران کے استحقاق نے چھیڑا تو داریہ اسکے لہجے کی خماری اور جنونیت کی جھلک پر حواس باختہ ہوئی۔

"یہ تعریف تھی یا بے عزتی۔۔۔ قیامت، قہر۔۔۔ واٹ از دس ماہیر شاہ"

آنکھیں چراتی وہ درحقیقت اپنی اتھل پتھل دھڑکنیں سنبھال رہی تھی، وہ بناوارنگ دیے اسے اپنے بس میں کرنے کا ماہر تھا۔

"ایک وعدہ کرو داریہ، بلکہ ایک فیور دو مجھے۔ اپنی حفاظت خود بھی کرو گی۔ مجھ سے زرا سی لا پرواہی برتی گئی تو کچھ بھی ہو سکتا ہے، کیونکہ میں بھی ایک عام سا انسان ہوں جس سے غلطیاں ہوتی ہیں۔ میں چاہتا ہوں تم میری یہ سزا بھی معاف کر دو، اس کے بدلے جو چاہو گی کروں گا۔ جو مانگو گی لا کر دوں گا" وہ اتنے پیار سے بول رہا تھا کہ داریہ کو سکون سا ملا تبھی وہ آخر تک سر ہلا گئی۔

"کر لیا وعدہ، لیکن اپنی مسیحائی خود نہیں کروں گی۔ بچاؤ بھی صرف تمہاری خاطر۔ اب یہ مت کہنا کہ مجھے اپنی مسیحائی بھی خود کرنی ہو گی۔ میرا دل اٹھ جائے گا تم سے"

وہ اسکے جواب پر تلخی سے مسکرایا، وہ اس سے یوں پیار پیار سے جان بھی مانگتا تو وہ ناں ناں کر کے بھی تھما ڈالتی۔

"نہیں، تمہارا دل مجھ سے نہیں اٹھنا چاہیے۔ گارنٹی دو"

وہ پھر سے ضد میں مبتلا لگا اور داریہ کا دل نہ چاہتا اسے ٹالے۔

"یہ بھی دی"

وہ سرشاری سے مسکائی، داران قربان ہوا۔

"کوئی چادر اوڑھ لو، میں تمہیں ڈھانپ کر رکھنا چاہتا ہوں"

اسے نرمی سے کہہ کر آزادی دی مگر وہ دور نہ ہوئی، اسکے دونوں گالوں سے ہاتھوں کی ہتھیلوں کو لگایا اور اسکی داڑھی سے ڈھکی ٹھوڑی پر آہستگی سے بائیٹ کیا، دونوں بے ساختہ ہنس پڑے۔
"مجھے لگاپیار کرو گی"

وہ اسے دور ہونے پر منہ بسور تاشکایت کر گیا۔

"وہ فریضہ میری آنکھیں نبھار ہی ہیں، میری آخری سانس تک نبھائیں گی۔ یہ اس لیے کیا تاکہ تمہیں پتا چلے کہ قیامت کے ساتھ میں تھوڑی قہر تمہارے لیے بھی ہوں۔"

خوبصورتی سے جواز دیے وہ پلٹنے لگی مگر داران نے اسکی کلائی اچکتے روک کر واپس خود کی طرف موڑا۔

"میں ہمیشہ تمہیں سنبھال کر رکھنا چاہتا ہوں داریہ، مجھ سے کھومت جانا۔ سنا تم نے؟"

جذبات کی شدت میں ڈوبی داران کی سرگوشی داریہ کے دل میں انسیت کے دیپ جلا گئی۔

"سنا بھی اور ازبر بھی کر لیا"

سحر زادی کی طرح اسم محبت پھونکتی سرگوشی کی تو دونوں کی سانسوں نے ایک دوسرے کو گرم جوشی سے چھو اُپر اس سے پہلے وہ اسکو ہونٹوں کا سنگم بنائے جکڑتا، وہ دلربا بنی منہ پھیرے رسائی سے نکل گئی۔

"تھوڑا تو سحر قائم رہنے دو عاشق والا، شوہر بننے کی پڑی رہتی تم سب مردوں کو۔ ہک ہا۔ ویری بیڈ ماہیر شاہ۔ ویسے غلطی تمہاری بھی نہیں، میں ہوں ہی حسین۔ جب خدا حسن بانٹ رہا تھا میں حسن کی دیگ میں جو گر گئی تھی"

کبرڈ کی طرف بڑھے دار یہ نے بلیک شال نکال کر اوڑھی اور اپنے نازک وجود کو ویسا ہی ڈھانپا جیسا ماہیر کی آرزو تھی اور جب شوخ ہوتی یہ کہے پلٹی تو داران کی مسکراہٹ نعمت خداوندی لگی۔
"وہ حسن کی دیگ بہت بڑی بھی تھی یقیناً"

ماہیر نے بھی حساب بے باک کیا تو وہ پاس آتی دبا دبا سا مسکرائی۔

"کیا میں خوبصورت ہوں؟"

وہ پاس آئے رکی تو داران نے لب کاٹتے آنکھ چرائی۔

"چلتے ہیں"

اسے گھیر کر موصوف اس خطرناک سوال کو تشنہ ہی چھوڑے حسن زادی کو ساتھ لیے کمرے سے نکل گئے جبکہ دار یہ کے دل کی دھڑکنیں داران کی یہ حرکتیں حد سے تیز کر دیتی تھیں۔

ماول دادی سرکار کے کمرے کی طرف آئی تھی مگر کچھ سنا تھا اس نے جس سبب وہ بنا کچھ کہے واپس کمرے میں لوٹ آئی، بابا کو دیکھا جو وہیں آنکھیں موندے بیٹھے تھے۔
وہ پاس آئی اور بابا کے ماتھے پر پیار دیا تو وہ اس ملائم لمس پر فوری گھبرا کر جاگے۔
"مجھے یاد چاہیں"

وہ زرا ڈری ہوئی تھی، تبریز پہلے تو حیران ہوئے لیکن پھر اٹھ کر اپنی پری کو اپنے آغوش میں لیتے سینے لگایا۔

"ہمیں آپ سے یہی امید تھی، خوب سزا دیجئے گا انھیں لیکن جائز طریقے سے۔ ابھی ہم صرف آپ دو کا نکاح کر دیں گے۔ کیونکہ عزیزے جان ابھی اس پر نہیں مانیں گی۔ مناسب وقت پر ہم اس رشتے کو انکے سامنے رکھیں گے۔ یاد نے جو کیا وہ برا تھا لیکن وہ ایک بہت اچھے انسان ہیں۔ اور آپ کو ہمارے حمین کا شفیق سایہ تو ملے گا ہی مایا واپس ملیں گی اور یقین جانے ماول، آپ حمین کے گھر اس حویلی سے زیادہ خوش، محفوظ اور آسودہ رہیں گی۔ ہم آج ہی داران سے بات کرتے ہیں"

بابا نے آسودگی سے اسکی جبین چومی اور بہت ساری خوشی دیے وہ اسکے کمرے سے نکلے لیکن ماول خوش نہیں تھی، ڈری ہوئی بھی تھی اور گھبرائی ہوئی بھی۔

"بہت ستاؤں گی، لیکن آپ کو اپنا کہنے کا جو حق ملے گا ملینگا وہ میری جان سے بھی افضل ہے"

وہیں میٹرس پر بیٹھے وہ نم سا مسکراتی وہیں دہری ہوئے لیٹی تو آنکھیں نا جانے کس احساس نے نم کر دیں۔

.._____S Merwa Mirza Novels_____..

"اپنی روشنی اس نے مجھ سے واپس چھین لی

یہ کہہ کر کہ میرے لیے صرف اندھیرا بنایا گیا ہے"

اس پبلِس میں جہانگیر نے قدم رکھے تو ہمیشہ کی طرح ثمن کی موجودگی کا تیر سینے میں چبھا، وہ حمید اور ثمن کی مہندی والی رات ہی اس پبلِس سے چلے گئے تھے، فرار کیا تھا کہ جس عورت کو چاہنے، سراہنے اور چھونے کے کئی خواب سجائے تھے جب وہ اپنے ہی بھائی کی آغوش میں دیکھی تو انکی سانس رک جائے گی۔

پھر جب ماریہ نے بہت منت کی تو وہ دو ماہ بعد گھر آئے، دو دن رہے اس بیچ نازیہ یعنی ثمن کی بڑی بہن جو جہانگیر کی ہم عمر بھی تھی اور بچپن کی دوست، ان کے ساتھ ماں کی زبردستی پر نکاح میں بندھ گئے۔ پھر انکا فرار دو سال پر محیط رہا، ٹریول بزنس کے سبب جہانگیر چغتائی ہمیشہ مختلف ممالک میں رہائش پذیر رہے۔

دو سال بعد بھی ماں کی سسکیاں واپس لائیں، اور پھر جب وہ آئے تو ثمن اور حمید کی زندگی میں اولاد نامی خوشی دیکھ کر انکو بھی لگا جیسے اب برابری کا مقابلہ کرنا چاہیے۔

بس ماں کی خواہش تسلیم کی اور نازیہ کو رخصت کر لائے، لیکن اسے پیلس نہ رکھا بلکہ جہاں جہاں ٹرویل کرتے نازیہ انکے ساتھ جاتی، چند ماہ میں وہ وفا شعار نازیہ، جہانگیر کی ناز و بن گئی، شروع شروع میں وہ دوست بن کر رہے، نازیہ کے دل میں جہانگیر کی بے انتہا محبت اللہ نے ڈال دی۔

پھر آہستہ آہستہ جہانگیر کو احساس ہوا کہ وہ نازو کے ساتھ زیادتی کر رہے ہیں، اسے اس رشتے کے حق سے محروم رکھ کر، حالانکہ وہ جہانگیر سے کبھی شکایت نہ کرتی انکی بے رخی یا تعلق کے لیے برتے گریز کی۔

جہانگیر نے پھر نازو کو اسکا حق دے دیا، حالانکہ وہ ثمن کے سوا کسی عورت وجود کا اپنے قریب آنا ہرگز نہیں چاہتے تھے۔

نازیہ پر تو بہار آگئی، اور یہ بہار اس عورت نے انیب کی صورت جہانگیر کو لوٹائی اور اپنی امانت دے کر دنیا سے چلی گئی۔

وہ بہت کر بناک دن تھا، جہانگیر کو لگا انہوں نے اپنا آدھا دل کھو دیا، کیونکہ انکے پھٹے دل کی رفوگر تھی نازو، لیکن وہ انیب کو جہانگیر کا حوصلہ بنا گئی۔

جہانگیر نے اپنی چند ماہ کی انوو، واپس گھر آکر اپنی ماں کے حوالے کی یہ کہہ کر کہ اسکی تربیت وہ کریں۔ پھر انیب کو دادی نے پالا، انیب سب کے لیے خاص تھی، ثمن کی زندگی حمید نے پہلے ہی دن دوزخ کر دی، اس پر شک کرتا کہ نکاح کے باوجود وہ دو کیسے ان چھوئے تھے؟ اسے لگتا تھا دونوں کا تعلق بنا تھا،

ہر بات پر وہ شمن کو زلیل کرتا۔ اسے اترن کہہ کر بلاتا، چھوٹے بھائی کی اترن۔ لیکن انو کے پیلس آنے کے بعد شمن نے خود کو رجا اور انو میں مصروف کیا، پھر حمید کا بھی شمن سے تعلق برائے نام رہ گیا، وہ ایک دوسرے کو بلانا چھوڑ گئے۔

انیب سے شمن کو جہانگیر اور اپنی بڑی بہن کی خوشبو آتی تو اسے سکون ملتا لیکن وہ سکون اپنی غلطیوں کو سوچ کر غارت بھی ہو جاتا۔

حمید اور جہانگیر بھائی تھے پر دونوں ضروری بات کے علاوہ کبھی ایک دوسرے سے نہیں بولے تھے، شاید دونوں کے دل میں ایک دوسرے کے لیے محبت مر گئی تھی۔ ایک کے دل میں تکلیف تھی اور دوسرے کے دل میں غصہ۔

آج پھر سے وہ لوٹے تھے، انیب اور ماں جان نے ڈنر پر محبت کی انتہا کیے جہانگیر کی پسند کا ہر پکوان پیش کیا، وہ بظاہر مسکراتے رہے پر خدا گواہ تھا آنکھیں بس شمن کی اک جھلک کو تڑپ رہی تھیں۔

"ایک بار میرے سامنے آ جاؤ، اتنا حوصلہ ہو کہ تم ٹھیک ہو"

انکا دل شمن کو پکار رہا تھا جو خود کو بالکل نظر بند کیے رجا کے سرہانے بیٹھی تھیں جسے ہوش تو آتا تھا پر وہ پھر سے بے جان ہو جاتا۔

یہ آج کی بات نہ تھی، جب جب جہانگیر پریس آیا کرتے، حمید، ثمن کو کمرے میں بند کر دیا کرتا تھا۔ کبھی اتفاق سے کہیں وہ ثمن کو دیکھ لیتے تو تسلی دے دیتے دل کو کہ وہ زندہ ہے۔ لیکن آج حمید تو مرچکا تھا لیکن ثمن نے خود کو پھر بھی قید کیا تھا۔

وہ رجاں کے سرہانے بیٹھیں پھوٹ پھوٹ کر رو پڑیں۔

جانے کتنا دکھ بھرا تھا کہ انکی سانس اس آہ وزاری پر بکھرنے لگی۔

جہانگیر یکدم انو و اور ماں کے پاس سے اٹھے، دل چاہا رجاں کے بہانے وہ ثمن کو دیکھیں پر خود پر جبر کرتے مٹھیاں بھیج گئے۔

"میں کچھ دیر سونا چاہوں گا، معافی چاہتا ہوں"

جہانگیر ضبط کی انتہا کیے انیب اور ماریہ صاحبہ سے معذرت کرتے اپنے کمرے کی طرف چلے گئے۔

جبکہ انو و اور ماریہ صاحبہ کا چہرہ بھی جہانگیر کے ٹوٹے دل نے خزن کا مسکن بنا دیا۔

.._____..

عثمان کا پورا دھابہ سرخ گلابوں سے سجا تھا، ہر ٹیبل پر جمگھٹے کی صورت عنابی گلابوں کے گلدستے سجے تھے اور جب وہ داران کے ساتھ پیدل ہی اس خوبصورت جگہ پہنچی تو ستائش میں حیران سا مسکراتی ماہیر شاہ کو انسیت سے دیکھنے لگی۔

"یہ کیا؟"

وہ ہنسی پر اسکی ہنسی اس رات کو چمکانے کا سبب بنی۔

"تمہارے لیے وادی سون سکیسر کے راج کمار کا پہلا تحفہ"

اسکی مخمور ہنسی کے صدقے جاتا وہ جواب پورے اعتماد سے دے گیا، وہ ضرور جواب دیتی پر مسکرا کر ایک سرخ گلاب کی ٹہنی تھام کر پاس آتے عثمان کو دیکھ کر دھیان ماہیر سے جبراسہی ہٹا گئی۔

"وادی کی سب سے مہربان باجی کے لیے، آپ دو کو خوش آمدید"

عثمان کی انسیت تکے داریہ نے پیار سے اسکا تھمایا گلاب پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے اس کی گال سہلائی۔
"یہ عثمان ہے، میرا چھوٹا سا دوست۔ بہت کمال کا شیف ہے"

داران کے تعارف پر وہ جی اٹھا جبکہ داران ماہیر شاہ کا دوست ہونے پر داریہ نے آنکھوں میں عثمان کے لیے مزید چاہ اتار لی۔

"مل کر خوشی ہوئی تم سے، میں تمہارے ہاتھ کی سب سے فینس ریسی ٹرائے کرنا چاہوں گی۔ پھر ہی مانوں گی تم شیف ہو یا نہیں"

وہ سنی سنائی باتوں پر کہاں کان دھرتی تھی، عثمان تو کھکھلانے لگا، فوراً سے دونوں کو راستہ دیا اور سب سے اچھی اور بہتر حالت والی میز کی جانب اشارہ کیا۔

داران نے داریہ کے لیے خود کرسی پیچھے سرکائی جبکہ وہ مسکرا کر بیٹھی تو داران نے بھی ٹھیک سامنے اسکی آنکھوں کے حصار میں آتے اپنے سحر بکھیرتے ہوئے جگہ سنبھالی۔

وہ دونوں ایک ساتھ جاذب القلوب لگے۔

عثمان فوری وہاں سے ڈھابے کی طرف غائب ہوا۔

ایک تو سردین فضا میں رچا تھا اوپر سے ماحول کی گرمائٹ اک الگ سکون برپا کر رہی تھی۔

داران کی والہانہ چاہت کے رنگوں میں گندھی نظر مستقل داریہ پر تھی جو ارد گرد پھیلی قدرتی خوبصورتی میں محو اسے بھی فراموش کر چکی تھی، وہ کبھی آسمان پر پھیلی ان گنت ستارے تکتی کبھی سرد ہوا کے گاہے بگاہے چلتے جھونکوں سے اپنی چادر سنبھال کر سر ڈھانپنے لگتی، اور یہ سلسلہ اچانک تھا جب داریہ کی بے ارادہ نظر ماہیر سے ملی، اسکی محبوبیت پر قربان ہوئی۔

وہ نظر جھکا گئی لیکن پھر اعتماد سے واپس دیکھا تو وہ اب اپنی نظر ہٹا چکا تھا۔

داریہ ہنس دی۔

"مجھے ایسی جگہوں پر ہمیشہ لے کر جانا"

داریہ کے لبوں نے جنبش کی، داران نے آنکھیں اس کے روپ سروپ پر ڈالیں، واللہ وہ قیامت تھی۔

"تم ہمیشہ چل پڑو گی؟"

سوال خاصی سنجیدگی سے آیا، وہ گہری نگاہیں ماہیر شاہ پر ڈالے یہی سوچ رہی تھی کہ کیا سوچ کر اس شخص نے یہ پوچھا ہو گا۔

"ہمیشہ تو نہیں لیکن کبھی کبھی شاید"

اسکی آواز میں اک ادا اور غرور تھا۔

"اچھا لگتا ہے تم پر اترانا، اتراتی رہا کرو"

اسے ماہیر کے اس ایک سادہ جملے نے سرخ کر دیا، شاید وہ محبت کی انتہاء تھی، وہ نظر جھکا کر دلسوز ہوئی، جانے کیا یاد آگیا۔

"ہمیشہ تو نہیں لیکن کبھی کبھی ضرور اتر اوں گی"

جھکی آنکھوں کے سنگ، ہی نم آواز میں بولی۔

داران ماہیر شاہ زرا ٹیبل کی اور جھکا، دونوں ہاتھ کتھی میز پر رکھتے اسے کھوجنے لگا۔

"ایک آفر کروں تو قبول کرو گی؟"

وہ اسکے سوال پر متحسّس ہوئی۔

"کیسی آفر؟"

حیرانگی ہی حیرانگی تھی۔

"ماسٹر گریول کو چھوڑ کر میرے لیے کام کرو"

اس بار زمین داریہ کے پیروں سے سر کی تھی۔

وہ سفید ہو کر رہ گئی، جو راز اس نے خود تک سے چھپایا تھا وہ ماہیر شاہ کی زبان پر دیکھے وہ روح تک لرزی تھی۔

"ت۔۔۔ تم۔۔۔"

وہ پینک کی تو داران نے اسکا میز پر رکھا ہاتھ نرمی سے اپنے ہاتھ میں دبایا، وہ یکدم شانت ہو گئی۔
"میں جانتا ہوں تم پانچ سال سے اسکے ہی میڈیا مافیا ڈیپارٹمنٹ کی انچارج ہو، لیکن وہ جلا د کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ ایز آلور نہ سہی بیوی ہی سہی تمہیں میری طرف ہونا چاہیے فلورنس۔ ہاں اسکا ساتھ چھوڑنے کی قیمت تمہاری جان ہے لیکن یہاں تمہاری حفاظت Executioner کرے گا"
وہ کچھ بول پانے کے لائق نہ تھی، بس اگر داران نے ہاتھ نہ تھاما ہوتا تو اسے کچھ ہو جاتا، جان نکل ہی جاتی۔

"کہیں ایسا تو نہیں یہ سب کھیل تم نے صرف مجھے اپنی طرف کرنے کو کھیلا ہو؟ محبت بس فرض کے بیچ کی دھول نکلے؟"

یہ سوال کرتے دار یہ کی آنکھوں میں جلن تھی۔

"محبت سب ہو سکتی ہے، دھول نہیں۔ تمہیں ایک لمحہ بھی لگا کہ میری قربت کھیل ہو سکتی ہے"

پہلی بار دار یہ کو اس شخص سے خوف آیا۔

"لیکن تم بہت خطرناک نکل سکتے ہو"

وہ ڈرنے والوں میں نہ تھی پھر بھی بولتے سے سہم گئی۔

"تمہارے لیے سوال بھی پیدا نہیں ہوگا، آفر قبول ہے؟"

وہ اس پر دونوں صورتوں بھاری تھا، ماہیر شاہ کی داریہ بن کر فدا تھی تو جلا د کی فلورنس بن کر مستانی۔

"ڈر لگ رہا ہے، میں مر گئی تو تمہارا کیا ہوگا؟"

وہ اسکے ڈر کی اس درجہ معصومانہ نوعیت پر اسکے ہاتھ کی پشت کو انگوٹھے سے سہلانے کے بیچ ایسا طلسمی مسکرایا کہ وادی سون کی ٹھنڈک اور بڑھ گئی۔

"کم آن ڈی کے، دشمن رہو گی تو میرے ہی ہاتھوں مرو گی۔۔ لیکن ہاتھ ملاو گی تو رو حیں ایک کر دوں گا، یعنی ایک نہیں تو دوسرا بھی نہیں۔ میرا نہ سوچو، میں چاہتا ہوں تم اپنا سوچو۔ ہر طرح تمہارا محافظ مجھے بننا ہے۔ کیا میرا التنا حق بھی نہیں؟"

وہ اسکے برقی شاطر لہجے پر ویسا ہی زہریلا مسکرائی اور اس سے جھٹ سے ہاتھ ملایا۔

"محبت اور امان دیکھ لی تمہاری، کھیل بھی دیکھ لیے تم جیسے شرانگیز کے۔ تمہیں سزا سناتے اور جھیلے بھی دیکھ لیا۔ اب تمہیں دیکھنا چاہتی ہوں"

وہ کھل کر وارفتگی سے مسکرائی، وہ اسکے سامنے بے نقاب ہو چکی تھی۔

"Welcome Lady Executioner in our detective branch DEW"

وہ پر اعتمادی سے گردن اکڑائے زبردستی تھوپتا بولا، داریہ کو رشک سا آیا، پر بظاہر وہ اتر اہٹ و دل نشینی سے ہنس پڑی۔

"مطلبی انسان"

اسکا ہاتھ چھڑواتی وہ جتا گئی تو اس بار مقابل حسن و شر کے ملاپ والا وہ بشر بھی کھل کر ہنسا۔
"میرے ہوتے ہوئے جلاد کو اب کسی دشمن کی کہاں ضرورت رہے گی، ٹھیک کہاناں؟"
اس اتر اہٹ پر تو وہ جان بھی قربان کر دیتا۔

"ایک دم کریکٹ۔۔۔۔۔ تم میرے ساتھ سجو گی"

اسکی نظروں کی حدت پر داریہ کی پلکیں اس درجہ پاگل پن پر جھک گئیں۔
امیجن کرتے وہ کہیں اور ہی پہنچا، داریہ نے چھٹکی بجا کر اسے خیالی پلاؤ بنانے سے روکا کیونکہ عثمان انکے لیے مزیدار سے ڈنر سے سجاڑے لا چکا تھا۔

تازہ دریا کی مچھلی کا سپیشل سوپ تھا جسے چاولوں کے آٹے سے بنے ٹوڈلز کے ساتھ کھایا جاتا، اسکے علاوہ دیسی میں مٹن کڑائی، اور میٹھے میں لب شریں، سلاد کی لمبی ریخ اور روغنی نان۔
مینو دیکھ کر ہی دل نہال ہوئے۔

عثمان دونوں کو عافیت سے کھانا کھانے کی دعا دیے واپس چلا گیا۔

لیکن وہ دو اب ایک دوسرے کو مسکراتی سلگتی آنکھوں سے تاڑ رہے تھے۔

"تمہیں مسلسل دیکھنا بہت صبر کا کام ہے داریہ"

وہ جو اپنے لیے سوپ باول میں لے رہی تھی، داران کی گل فشانی پر کمال بے نیازی سے آئبر و اچکائے گھوری۔

"اور تمہارے اس مسلسل دیکھنے کے بیچ بھی میرا کفر ٹیبل رہنا، کڑی برداشت کا مظاہرہ"
وہ دگنی معنی خیزی سے جملہ اچھال کر مقابل کے دل میں تھلکہ مچا گئی۔
"تمہاری برداشت قابل داد ہے"

وہ داریہ کے خالی سوپ میں فش پیس خود ایڈ کرنے کے بیچ پس لب بڑبڑایا تو داریہ نے اسکی اس حرکت پر گھوری دی۔

"لیکن تمہارا صبر ناکارہ، اپنی آنکھیں اور ہوش سنبھالو۔ بھٹک رہے ہیں۔ مجھے آرام سے کھانے دو"
فوری گھورتے ہوئے مقابل کی بے جان کر دیتی وارفتگی سے پناہ چاہی تو وہ داریہ کے ایک دم درست پکڑنے پر آنکھیں چراتا شرافت تھام گیا کیونکہ اسکے سامنے اب کوئی عام سی جاسوس نہیں، جلادن بیٹھی تھی۔

ڈنر خاموشی کے سنگ ہوا لیکن دونوں کی آنکھوں میں ایک سے بڑھ کر تیکھی شرارت موجود رہی، عثمان کا دونوں کا شکریہ ادا کیا جبکہ یہ ڈنر بالکل فری بھی تھا اور عثمان کی طرف سے دونوں کا شادی کا تحفہ

بھی بن گیا کیونکہ جب داران نے پیمٹ کرنی چاہی تو عثمان نے وہ پانچ ہزار کے دونوٹ لے کر داریہ پر وارے اور واپس داران لالہ کی ہتھیلی میں تھما دیے۔

"یہ مسجد میں دے دیجئے گا، انھیں ابھی خبر نہیں لالہ یہ کتنی قیمتی اور قسمت کی دھنی ہیں۔ آپ دو کا جوڑا ہمیشہ ساتھ سبجے دعا ہے میری"

وہ انیس سالاد بلا سا بظاہر لا پرواہ سانو جوان ایسی بات کر گیا کہ داریہ نے گھبرا کر اسے دیکھا پھر لا جواب ہوتے داران کو جو اسکی گال سہلاتا وہاں سے نکلا تو داریہ نے بھی شفیق سی نگاہ عثمان پر ڈالی اور اپنے سر پر چادر درست کرتی داران کے پیچھے ہی بڑھ گئی۔

عشاء کی قریبی ہی مسجد میں بلند ہوتی آذان پر دونوں کے بیچ سیدھی کچی سڑک پر چلتے بات نہ ہوئی لیکن داریہ کا ہاتھ داران نے ضرور آہستگی سے پکڑ لیا۔

"آؤ تمہیں اپنی وادی کی ابائی مسجد دیکھاتا ہوں، نماز بھی ادا کر لیں گے۔ خواتین کے لیے پردے کا اور الگ سے خود نماز کی ادائیگی کا پورا انتظام ہے۔۔۔۔"

داریہ نے اسکے جواب میں مسکرا کر سر ہلایا اور داران کے ساتھ ہی مسجد میں داخل ہوئی، ابتدائی دیوار کے ساتھ نسب خوبصورت باکس کے پاس آتے ہی داران نے پیسے اس میں ڈالے جسے داریہ نے دیکھ کر من ہی من میں رشک انگیز سائیل پاس کی۔

خود وہ اذان کے بعد کھڑی ہوتی جماعت کی جانب بڑھا تو دارِ یہ کو بھی دو عورتیں خوش دلی سے بغل گیر کیے ملتی ہوئیں حجروں کی طرف لے گئیں۔

جماعت داران نے کروائی، چھوٹی سی مسجد کچھا کچھ نمازیوں سے بھری تھی اور پہلی صف میں تبریز شاہ بھی کھڑے تھے، یہیں جمعے کے روز وہ درس و تدریس کے لیکچر دیا کرتے تھے، وادی سون سکیسر کے لوگ تبریز شاہ کو بہت مانتے تھے، انکے نرم و شفیق مزاج کے دلدادہ تھے۔

شاید جب اللہ کا پیغام دینے والا نرم دل، رحم دل اور پرہیز گار ہو تو اس کے لیے فطری انسیت، اللہ کی طرف سے دلوں میں نمودار ہو ہی جاتی ہے۔

دارِیہ نے بھی خلوت میں نماز عشاء ادا کی، حجرہ بہت خوبصورت اور عطر کی خوشبوؤں سے مہک رہا تھا اور اتنی پاکیزگی اور خاموشی تھی کہ روح شاداب محسوس ہوئی۔

وہاں بہت سی خواتین تھیں جو نماز کے بعد تلاوت، قرآن پاک کی تفسیر میں مشغول ہوئیں، دارِیہ بھی وہیں بیٹھے سب کو سنتی رہی اور پھر داران کے بھیجوائے پیغام پر سب خواتین سے اجازت طلب کیے نکلنے ہی لگی جب ایک عورت کی بات اس کے کانوں میں پڑی۔

"اللہ جسے چن لے ہاجرہ! میری دادی کہتی تھیں کبھی کبھی بہت گندامیلا اور برا انسان بھی اللہ کے لاڈلوں میں شامل ہوتا ہے۔ اس بچی کو دیکھ کر ایسا ہی لگا۔ کیا ماضی کیا مستقبل۔۔۔ وہ سنوارنے پر آتا ہے تو حال کو سب سے جاذب رنگتا ہے۔ مجھے تو دارِیہ کا دامن ہر سیاہی سے پاک دیکھائی دیا آج"

یہ پہلی بار تھا کہ دارِیہ نے کسی کے منہ سے اپنے لیے ایسے روح جھوڑتے اچھے الفاظ سنے تھے، وہ تیزی سے حجروں سے نکل کر باہر آئی تو داخل پٹی کی جانب ہی اسے داران کھڑا دیکھائی دیا۔

"اچھا لگا؟"

دار یہ کی خوشبو سے اسکو پہچانتا وہ فوری پلٹا تو وہ چادر کے پلو سے چہرہ چھپاتی پاس آئے ڈھکے چہرے پر سے چادر ہٹائے فوری سر ہلا گئی، اسکی گلابی آنکھیں جو تڑپا دردناک فسانہ سنار ہی تھیں داران نے اسے نہ کرید اور اسکا ہاتھ واپس پکڑے مسجد سے نکلا۔

دونوں کے بیچ شاہ حویلی پہنچنے تک پھر سے کوئی بات نہ ہوئی۔

عزیزے کی نفرت انگیز نظریں دونوں پر حویلی انٹر ہوتے ہی اپنے کمرے کی کھڑکی سے جمیں اور تب تک قائم رہیں جب تک وہ حویلی کے اندر نہ چلے گئے۔

دار یہ اسکے ہمراہ ہی کمرے میں آئی، تھوڑا تھک سی گئی تھی تو چادر سر سے اتار کر رکھے بنا چینج کیے ہی پیروں سے سیلنز کو اتارے میٹرس پر لیٹ گئی۔

دھیان کہیں الجھا تھا۔

سادہ سے ڈارک چاکلیٹی شلوار سوٹ میں خوبصورت لگتا ماہیر جب تک چینج کیے باہر آیا وہ کروٹ پر لیٹی دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر گالوں کے نیچے دیے جاگی سوئی سی کیفیت میں تھی۔

وہ پاس آیا، سائیڈ ٹیبل پر رکھے فون پر بابا کا میسج دیکھا کر پاس ہی بیٹھے جھک کر دار یہ کی کن پٹی چومی۔

"گڈ نائٹ"

وہ خمار جھٹک کر اسے دیکھنے لگی۔

"کہاں جا رہے ہو؟"

وہ اسکے سوال پر انگلی کی پورا سکی جبین پر سہلاتا گال تک لایا۔

"بابا نے کچھ بات کرنی ہے"

ملائمت سے بھری سرگوشی کی، محبت سے لبریز۔

"میں سو جاؤں گی، سوچ لو"

وہ کروٹ سیدھی کیے اسے شرارت سے دیکھنے لگی جو جھک کر ہاتھوں کو اسکے تکیے کے دائیں بائیں رکھ کر
ٹپکے اسکی ناک سے ناک رگڑتا مسکرایا پھر سانسوں کی خوشبو ان ہیل کی۔

"سو جاؤ، سوچ لیا"

داران اسے خود سے آزادی دے رہا تھا، تاکہ وہ بھی اپنے جسم اور دماغ کو آرام دے۔

"تم بہت اچھے ہسبنڈ ہو"

دار یہ کالا ڈصدقے لائق تھا، وہ اسکی دھاڑی کے بالوں کو کھجاتی ان گرنیش بلو آنکھوں کو رغبت سے
تکتے بولی۔

"تم بھی بہت اچھی وائف ہو، سو جاؤ"

اسکی نرم گال کو بھرے بو سے سے چومتا گال کو سرخی عنایت کیے اس پر سے اٹھا اور جان جو کھم والا یہ
گر نر برتتے اٹھ کر اس سے دور ہوا اور داریہ کی خمار آلود آنکھوں میں تکتا ہوا ہی کمرے سے نکلا تو
داریہ نے سرور سے اپنی آنکھیں موند لیں۔

وہ کمرے سے نکل کر نیچے آیا، اور سیدھا بابا سرکار کی سٹڈی کی جانب قدم بڑھائے۔

تبریز کچھ فائلز کی ورق گردانی کر رہے تھے جب وجاہت و اعتماد کے مالک داران ماہیر شاہ کو دروازے
کے پاس کھڑا اجازت طلب دیکھے مسکرا کر فائل سامنے ٹیبل پر رکھے اٹھ کر اسے اندر آنے کی اجازت
دی۔

"آپ نے کچھ بات کرنی تھی بابا سرکار، پہلے بتا دوں کہ داریہ کے صبح والے انکشاف یا عزیزے جان
سے ہوتی میری بعث کے حوالے سے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا"

وہ ان معاملات سے اکتایا تھا کہ پہلے ہی تمہید باندھی لیکن تبریز سر نفی میں ہلا کر اپنے شیر سپوت کو
شانوں سے تھامے دیکھنے لگے۔

"ہم ماول کے حوالے سے بات کرنا چاہتے ہیں، ہم نے سوچا ہے کل انکا اور ایاد کا وہیں حمین کے گھر
سادگی اور رازداری سے نکاح کر دیا جائے۔ عزیزے جان کو ابھی ہم خود اس بارے بتانا مناسب نہیں
سمجھ رہے، کچھ وجوہات ہیں جو آپ پر وقت پر کھلیں گی۔ ماول کو سکون ملے گا اس سے اور ہمیں ماول کا
سکون ہر قیمت پر چاہیے"

یہ سچ میں داران کے لیے جھٹکا ہی تھا، کچھ دیر تو اس سے اک لفظ نہ بولا گیا۔

"لیکن اگر ایاد خان نے کل کو پھر ماول کی زندگی خطرے میں ڈال دی؟ یا عزیزے جان کے علم میں یہ

سب آنے کے بعد برپا ہوتی قیامت نے ماول کو نقصان دیا پھر؟"

وہ تلخ ہوا، ماول کی پسندیدگی اپنی جگہ پر ابھی تک اسکا ایاد پر سے غصہ ہٹا نہ تھا۔

"کل کی کسی کو خبر نہیں ہوتی بابا کی جان! آج میں جینے والے ماہیر شاہ، ایسے خدشوں کو زبان پر لاتے

کافی عجیب لگ رہے ہیں۔"

بابا کے مسکراتے طنز پر اسکی سنجیدگی بھی زائل ہوئی۔

"میرے نزدیک یہ فیصلہ جذباتی ہے باقی جیسا آپ چاہیں، ماول کو آپ کالج سے جلدی پک کر لیجئے گا اور

پہنچ جائیے گا اپنے بڑی کے گھر۔ میں بھی دار یہ کے ساتھ شاہ انڈسٹری جاؤں گا تو اسی بیچ ہم اسلامہ آباد

نکل جائیں گے نکاح میں شرکت کے لیے"

نرمی سے سخت تنازع کے بارے تنبیہ کیے وہ سب سہولت سے طے کرتا جانے کو پلٹا تو بابا کے پکارنے پر

رکا۔

دونوں کی آنکھوں میں ایک جیسی نرمابٹ تھی۔

"دار یہ کو بچا لیجئے گا ماہیر، وہ آپ کے ساتھ آخری سانس تک رہنا اور جینا ڈیزرو کرتی ہیں۔ اگر انہوں نے دارم کو مارا بھی ہے تو ہمیں یقین ہے ان پر خون معاف ہو چکا ہو گا۔ باقی آپ تحقیقات کریں اور اس رپورٹ تک پہنچیں۔ شاید امید کی کرن وہی ہو"

بابا کے دکھی لہجے پر وہ انکا کاندھے پر دھرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے سادگی سے مسکرایا۔
"وہ میرے ساتھ مرنے کے بعد بھی اس دوسرے جہاں رہنا ڈیزرو کرتی ہے۔ اسے بچانے کے لیے مجھے اس قتل کا الزام اپنے سر پر لینا پڑا تو یہ بھی کر گزروں گا"

تبریز شاہ کا دل پنکھ بن گیا، ماہیر کی نفرت کا محبت میں بدلنا آج کا بڑا سکھ محسوس ہوا۔
"اللہ آپ کی محبت کو نظر بد سے بچائیں، آرام کریں۔ کل بڑا دن ہے"

بابا کی دعا پائے وہ انکا ہاتھ عقیدت سے چومتا سر ہلائے سٹڈی سے چلا گیا لیکن تبریز شاہ کی آنکھیں خوشی کی زیادتی سے نم ضرور ہو گئیں۔

داران جب تک واپس آیا، دار یہ ایک پرسکون نیند میں ڈوب چکی تھی تبھی اسکے آرام کو پیش نظر رکھے وہ اس کے پاس ہی زرا فاصلے پر آکر لیٹ گیا اور کروٹ دار یہ کی طرف بدلی، اسے دیکھنے لگا، اسے دیکھتے دیکھتے ہی وہ نیند میں اترنے کا خواہش مند تھا۔

"کس قدر زہریلی خاتون ہیں عزیزے جان، اتنا معزز خاندان اور ایسی خصلت۔ سہی کہتے ہیں عادتیں فطرت بنتی ہیں اور فطرت بدلنا ناممکنات میں سے ہے ماموں۔ آپ ٹنشن نہ لیں۔ داریہ اپنی حفاظت کر لے گی۔ اگر ماہیر میں زرا بھی عقل و شعور ہو تو داریہ کے خوبصورت دل کو ضرور تسخیر کر لے گا۔ ایک بار وہ داریہ کی ڈھال بنا تو اسے تیز آندھیاں بھی کچھ نہیں کہہ سکیں گی"

ساری تفصیل ڈنر کے بعد جب حمین نے ایاد کے سامنے بتائی تو اسکا بھی دل و دماغ دہل گیا۔ مایا تو کچن سمیٹ کر روم میں جا چکی تھی اور درحقیقت وہ کوشش میں تھی کہ حمین سے آنے سے پہلے سو جائے کیونکہ نزدیکیوں کے خدشات نے اسکی دھڑکنوں کی رفتار بڑھا رکھی تھی۔

"اسی امید پر تو اپنی جان سے پیاری داریہ کو وہیں چھوڑ آیا، داران بے رحم لگتا ہو گا پر ہے نہیں۔ وہ جب داریہ کو دیکھتا ہے تو اسکی آنکھوں میں محبت کا بو جھل پن حاوی ہوتا ہے"

حمین کی آواز غم سے کھاری ہوئی تو ایاد نے ماموں کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں مضبوطی سے لیے دبایا۔

"ہمم۔۔ تو یعنی آپ نے بات نہیں کی پھر ماول کے بارے؟"

ایاد یہ پوچھنا نہیں چاہتا تھا پر کل سے دل پر سل دھری ہوئی تھی تو پوچھ بیٹھا، ماول نے اس کے بعد اپنا فون آن نہیں کیا تھا۔

"کی ہے۔۔۔۔ تبریز کی کال"

ابھی حمین نے پوری بات نہ بتائی کے میز کی سطح پر حمین کا پڑافون، بجا تو اس پر لکھا نام اس وقت حیرانگی کا سبب بنا۔

"ہاں تبریز"

حمین کی آواز میں بیقراری تھی لیکن اگلے ہی پل حمین چوہان جیسے مسکرا دیا اس پر یاد کی سانسیں سی تھمیں۔

"تم مجھے ان احسانات سے مار ڈالو گے ظالم، ملتے ہیں کل"

حمین کا دوستانہ بھی وکھرا تھا جبکہ ماموں کے چہرے کو بے قراری سے تکتے یاد نے یوں آئبر و اچکائے جیسے انکی مسکراہٹ کا سبب جاننے کو مر رہا ہو۔

"کل تمہارا اور ماول کا نکاح ہے، یہیں پر۔ یعنی وہ کل یہاں آئے گی اور تمہاری ہو جائے گی۔ خوش ہو جاو میرے دیو داس"

ایاد کو لگا ماموں اسکی تکلیف بڑھانے کو جان بوجھ کر ستارہ ہے ہیں، بھلا ایسا کیسے ممکن ہو سکتا تھا۔
"ماموں یہ مزاق کا وقت ہے کیا؟"

ایاد کی مضبوط آواز بکھری تو اس درد بھری حیرت پر حمین نے اسے پکڑ کر خود میں بھینچ ڈالا۔

"مراق نہیں ہے، یقین نہیں آتا تو اپنی حسینہ سے خود پوچھ لو۔ چلو اب دکھڑے سمیٹ کر اگلی زندگی کے بیٹھ کر خواب سجاو لاڈلے میں چلا سونے بہت تھک گیا ہوں۔ کل کی ساری تیاری تمہیں ہی کرنی ہے"

ماموں صاحب تو ہارٹ اٹیک دے رہے تھے جبکہ ایاد کی حواس باختگی ہنوز قائم تھی، جیسے اسکا دل و دماغ اس پر یقین کرنے کے قابل ہی نہ رہا ہو۔

فوراً سے اٹھ کر کمرے کا رخ کیا اور بے تابی سے جھک کر میٹرس پر پھینکا گیا فون اٹھا کر کمرے کے وسط میں چکر کاٹنے کے بیچ ماول کا نمبر ملایا، تبریز نے داران سے بات کی اور پھر ماول کو کل کے مبارک فریضے کا بتا کر اسے ڈھیروں دعائیں دے کر نکلے تو اس نے بھی کل سے بند فون آن کیا اور آن ہوتے ہی ایاد کی کال پر اسکا دل تھم گیا، سانس رک گئی۔

جسم سے اس نئے احساس پر سرد لہریں اٹھیں۔

بالائی لب کا کونہ دانت تلے دبائے وہ پہلے تو فون کو اک طرف رکھ گئی مگر جب بے چینی کی حدیں تجاوز ہوئیں تو جلدی سے کال پک کی، فون کان سے لگایا اور اپنے دل کی دھڑکنیوں کی فریکوینسی کو ایاد خان کے کہے لفظوں کا محتاج کیا۔

"جو سنا کیا واقعی سچ ہے؟"

ایاد کی آواز میں ٹھہرا استفہام ماول کو ساکن کیفیت سے واپس لایا۔

"صرف نکاح ہوگا، میں آپکی نہیں ہونے والی۔ مجھے چھونے کی کوشش بھی کی تو پھر سے خود کے ساتھ
برا کروں گی۔ مجھ سے کوسوں دور رہیے گا، دیکھیے گا بھی مت"

ٹھہر ٹھہر کر وہ ڈرے دے الفاظ کہہ کر ایاد کو یقین کے ساتھ مسکراہٹ بھی بخش گئی۔
"تم نے خود ہاں کی؟"

وہ اب بھی شادی مرگ کی سی کیفیت میں تھا، ناجانے کیا تھا اسکے لہجے میں کہ ماول کو اپنی جان نکلتی
محسوس ہوئی۔

"نہیں محلے والوں نے کی"

کمزور پڑنے کے بجائے رعب کے سنگ دل جلایا۔

"میں تمہیں بہت جلد منالوں گا، دیکھنا تم"

اس بار ایاد خان کی آواز میں حق بولا تھا، وہ گھبرائی، اسے یاد تھا جب ایاد نے اسے پہلی بار چھوا تھا تو اسے
بہت الگ سی راحت محسوس ہوئی پھر جب ڈر کر وہ اسکے سینے لگی تھی تو اسے دنیا بھول گئی تھی، ایاد
زمیل خان کا اشارہ اپنی نزدیکی اور قربت کی ملائم، ساعتوں کی جانب تھا جو ماول پر شرطیہ بھاری پڑنے
والی تھیں۔

"خوش فہمیاں۔ بائے مجھے سونا ہے"

در حقیقت وہ کانپ سی گئی تھی، دل چاہا ایاد کے دماغ دل سب سے نکل کر کہیں چھپ جائے۔

"ماول"

وہ ایسے پکارا جیسے مرتے ہوئے کوئی کسی حبیب کو آخری بار پکارتا ہے، وہ دل پر ہاتھ رکھ کر آنکھوں میں آنسو سمیٹ کر دم سادھ گئی۔

"اگر تم کسی اور کی ہو جاتی تو شاید میرا دل اسی لمحے رک جاتا، تھینک یو مجھے ماول دینے کے لیے۔ گڈ نائٹ"

اس شخص نے کوئی اظہار نہ کیا لیکن یہ چند لفظ ماول کی ساری تکلیف کی تلافی کر گئے تو وہ خوف کھا گئی کہ اب ایاد کو سزا کس بل بوتے پر دے گی۔

.._____..

حمین کمرے کا دروازہ کھولے اندر آیا تو وہ جوا بھی تک سوپانے میں ناکام تھی، جھٹ سے آنکھیں بند کر گئی، جبکہ حمین سمجھ گیا تھا فریگرنٹ لیڈی کی یہ ننھی منھی بچاؤ کی کوشش۔

کمرے می مین لائیٹ آف کیے وہ خاموشی سے اے سی کی سپیڈ بڑھا کر ریمورٹ آرام سے سائیڈ پر رکھے مایا کے برابر لیٹا اور باریک پائنٹی کی جانب پڑا بلینکٹ اٹھا کر خود پر تان لیا۔

اور مایا کے ٹھٹھرنے کا ویٹ کرتا اندر ہی اندر مسکرایا۔

مایا کو اچانک سے ٹھنڈ سی محسوس ہوئی تو اسکی بند پلکیں لرزیں۔

"اے سی کی کولنگ بڑھائی ہے حمین نے یقیناً، میں تو جم جاؤں گی صبح تک۔ بلیںکٹ کر لیتی ہوں آرام سے اٹھا کر"

مایا نے آنکھیں موندے ہی دماغ چلایا پر نفی میں سر ہلا گئی۔

"نہیں نہیں انکے سو جانے کا ویٹ کرتی ہوں"

پہلے خیال کو رد کیے وہ پرسکون ہوئی پر حمین بھی ٹھیک ٹھاک شرارتی اور آفت انسان تھا، زرا پرے سرکا اور کمبل کو ارد گرد ایسے لپیٹا جیسے کفن لپیٹا ہو۔

پانچ منٹ گزرے تو مایا کے پیروں کے تلوے ٹھنڈے پڑنے لگے، اسکے سلک نائیٹ تراو زر شرٹ میں بھی سردی گھسنے لگی، اوپر سے گلا بھی پیاس سے خشک پڑا۔

"اب تک سو گئے ہوں گے"

مایا نے خود کو تسلی دی جبکہ پہلے ایک آنکھ کھولے دیکھنا چاہا تو وہ مزے سے منہ تک کمبل تانے بیچ میں گھسا تھا۔

مایا نے شکر بھرا سانس لیا اور احتیاط سے اٹھ کر بیٹھی مگر اسکے پاؤں کی طرف تو کوئی چادر یا بلیںکٹ تھا ہی نہیں۔

"اے سی سلو کر دیتی ہوں، اتنا تیز اب کون چلاتا ہے۔ جس تو راتوں میں کم ہو گیا ہے کافی۔"

مایا نے چادر ڈھونڈنے کے بجائے بہتر حل سوچا اور آس پاس نگاہیں گمائیں مگر اے سی ریمورٹ حمین والی طرف سائیڈ ٹیبل پر پڑا ہوا تھا۔

فوری اٹھی اور کھڑے ہوتے ہی بنا آواز چلتی اسکی طرف آئی اور آرام سے اے سی ریمورٹ اٹھا کر سپیڈ پہلے جتنی نارمل کی اور اس سے پہلے نظریں اے سی پر ڈالے ہی ریمورٹ واپس رکھتی وہ میز کے اوپر رکھنے کے بجائے نیچے جا گرا۔

مایا نے کان میں انگلیاں دیں کیونکہ اتنی خاموشی میں ریمورٹ پیٹنے کی آواز پر مردہ بھی اٹھ جاتا۔ حمین نے چہرے سے کمبل ہٹایا تو مایا کے چہرے کا فق رنگ دیکھے مینا گھنایوں تاثر دینے لگا جیسے واقعی گہری نیند سے جاگ اٹھا ہو حالانکہ باریک کمبل کے پیچھے سے مایا کی ساری حرکات و سکنات دیکھی جا رہی تھیں۔

"سو جائیں سو جائیں کچھ نہیں ہوا بس ریمورٹ گرا تھا"

مایا نے بچوں کی طرح اسکے سینے کو جھک کر تھپکاتے ڈر کر واپس سلانا چاہا تو حمین نے بہت مشکل سے قہقہہ روکا اور ایک ہی جھٹکے سے مایا کو پکڑ کر خود پر گرایا کہ اسکی پوری دنیا رک گئی۔ وہ سمجھ نہ پائی زندہ ہے یا وفات پا گئی۔

اوپر سے حمین کے بے خود ہو کر دیکھنے پر مایا یوں ہوئی جیسے کاٹو تو لہو نہ بچا۔

"مجھ سے بھاگ کر کہاں جائیں گی؟"

وہ سراسر قہر لگ رہا تھا، اسکے انداز میں مہربانی اور نرمی تو تھی پر اک تیزی اور شرارہ بھی تھا جو مایا کے پورے وجود کو گرفت میں لیے ہوئے تھا۔

"ج۔۔ حمین۔ میری جان نکل جائے گی سوچیے گا بھی مت"

وہ یوں ڈر کر منمنائی جیسے وہ اسکی گردن کاٹنے لگا ہو۔

"تو ایک پرامسس کریں پھر، دوبارہ مجھ سے بچنے کو ایسے بہانے نہیں بنائیں گی۔ آپ جتنا وقت چاہیں گی حمین دے گا لیکن مجھے اپنی قربت، اپنے ساتھ اور اپنے خوبصورت وقت سے محروم نہیں کر سکتیں آپ"

مایا کا ڈرا ہوا دل زرا سنبھلا کیونکہ وہ اسکی جبین چومتا اسے سکون دے چکا تھا۔

"جی پرامس، چھوڑ دیں مجھے"

وہ یوں اس پر جھکی تھی کہ یہ نزدیکی مایا کو بھی مشکل سے دوچار کر سکتی تھی، حمین نے فرآغ دلی سے اسے آزاد کیا تو وہ جلدی سے سنبھل کر بیٹھی اور دوسری طرف سے جب آکر واپس لیٹی تو اسے لیٹتے ہی حمین نے اپنی بازو پھیلائی، ہچکچاتے ہوئے وہ اپنا سر حمین کی بازو پر رکھے آہستگی سے اسکے سینے میں چھپی۔

"جھجک کے علاوہ کوئی دوسری وجہ ہے تو آپ شئیر کر سکتی ہیں، میں جانتا ہوں ہماری شادی تقریباً رینج جیسی ہی ہے لیکن آپ مجھے بہت پیاری ہو گئی ہیں مایا۔ اگر آپ کو میرے قریب آنے پر ڈر لگتا ہے، یا آپ کمفرٹیبل نہیں ہوتیں تو کھل کر بتا سکتی ہیں۔ ہر مسئلے کا علاج محبت ہے، میں محبت کر لوں گا آپ سے"

حمین نے شدت سے چاہا کہ کاش مایا اسے اب اپنی زندگی کی تکلیف بتائے لیکن یہ سب زبان پر لانا وہ بھی حمین کے آگے ابھی مایا کے لیے بہت دردناک تھا۔

"آپ ایسا مت سوچیں حمین، میں کوشش کروں گی خود آپکے قریب آنے کی۔ ڈر تو بالکل نہیں لگتا بس۔۔۔"

کچھ دیر لگانے کے بعد وہ بولی، حمین نے اس کے بے بس ہو کر چپ ہونے کی لاج رکھتے اسے اپنے سینے میں چھپایا اور وہ سچ میں چھپ گئی۔

"اچھا چھوڑیں اس ٹاپک کو، آپ کو ایک مزے کی بات بتاتا ہوں۔ کل آپ کی ماول اور ایاد کا یہاں نکاح ہے"

ابھی وہ پچھلے صدمے سے نہ سنبھلی کہ حمین نے ایک اور بمب پھوڑا اور ساتھ ہی ماول اور ایاد والا تمام معاملہ بھی اس حراساں مایا کے آگے گوش گزار کر دیا۔

مایا سے سچ میں کچھ رد عمل دیا ہی نہ گیا بس آنکھیں نم کیے وہ حیرت سے حمین کو دیکھنے لگی۔

"اتناسب کچھ ہو گیا اور مجھے خبر بھی نہیں"

آنسو چھپانے کو مایا نے زور زور سے آنکھیں جھپکیں، ہونٹ بھی زور سے بچوں کی طرح بھیجنے لے۔
"کل آپ اچھے سے خبر لیجئے گا دونوں کی، اب ختم کریں یہ آنسو۔ خوشی ہو یا غم، آپ انہی میں
مصروف ہو جاتی ہیں۔ ڈوب جائیں گی ان میں"
صدیوں کی تھکن تھی حمین کے الفاظ میں جب وہ اسے رونے سے روک رہا تھا، وہ منہ پھلائے رہی۔
"میں غصہ ہوں"

مایا نے غصیلی سرگوشی کی تو اس پر بھی اسکے رونے پر حمین ہنسا، لیکن مایا رونا بھول گئی، وہ بہت ہی
خوبصورت ہنستا تھا، مایا کے ارد گرد سب رک گیا۔
"آپ کتنا پیارا غصہ ہوتی ہیں یار"
حمین کے بے تکلف لہجے پر مایا کا دل بے ہنگم ہوئے دھڑکا۔
"حمین میں چینخنے لگوں گی"

وہ اسکا تڑپنا دیکھے گھبرا گیا، فوری ہنسی ہونٹوں سے غائب کی۔
"بری بات، آپ چینخنیں گی تو حمین ڈر جائے گا"
وہ معصومانہ چہرہ لیے مایا کی خفگی پلوں میں ختم کر گیا۔

"حمین آپ اتنے اچھے کیوں ہیں، آئی مین ضرورت سے بہت زیادہ۔ میں نے کبھی خواب میں بھی
نہیں سوچا تھا کہ میری زندگی میں ایک اتنا خوبصورت اور نرم دل انسان بھی آئے گا۔ آپ بھی میری

خوشی ہیں، بہت اچھا لگتا ہے آپ کے پاس رہنا۔ آپ کو دیکھ کر آپکی یہ شرارتی آنکھیں دیکھنا۔ آپ نے اپنے اندر کے سارے رنگ اتنے اچھے سے کیسے سنبھالے ہوئے ہیں"

حمین کے چہرے پر چھایا نرم تاثر جو اسکی نرم طبیعت کا عکاس تھا، مسروریت میں بدلا، خوشی کی انتہا میں۔

"میرا دل کہتا تھا میری خالی زندگی میں آپ جیسی انوکھی لڑکی آئے گی، جسے میرے محبت بھرے دو لفظ ہی کافی ہوں گے۔ تو اسی خدشے کے تحت میں نے خود کو سنبھال لیا۔ رہی بات اچھا ہونے کی تو مجھے نہیں لگتا میں نے آپکے ساتھ ابھی تک کچھ اچھا کیا ہے، میں نے آپکے ساتھ ابھی صرف عام سی باتیں کی ہیں مایا، بہت سی خوشیاں دینا چاہتا ہوں۔ اپنے سبب آپکا سکون بڑھتا دیکھنا چاہتا ہوں۔ آپکی آنکھوں میں اپنے اس ہمسفر کے لیے رشک دیکھنا چاہتا ہوں۔ اور یہ بھی کہ عمروں کے طویل فرق کے باوجود ہم آئیڈیل کیل بنیں"

حمین کے لفظوں میں شامل ہوتی شدت پر مایا کے حواس چٹخے، وہ محسوس ہی نہ کر پائی کہ وہ حمین کے کتنے قریب اسکی بازو پر سر رکھے بے باکیت سے اسے تک رہی ہے، جب احساس ہوا کہ یہ نزدیکی جان لے گی تو زرا چہرہ سر کا گئی۔

"حمین میں سو جاؤں؟"

وہ اسکے شانے میں منہ دیے سسکی تو حمین نے اسکی پشت تھپک کر اسکے بالوں میں انگلیاں پھیرتے کان میں آمادگی بھری سرگوشی کی۔

"سکون میں آجائیں مایا، کم از کم میری وجہ سے پریشرا نرمت ہوں۔ مجھے کوئی جلدی نہیں ہے۔ ایسے روئیں گی تو میں پریشان ہو جاؤں گا"

اسکے سر کو چومتے سمجھایا تھا، جانے کیوں پر مایا سے آنسو روکنے محال تھے۔

"حمین، آپ میرے پ۔۔ پاس نہ ہوتے تو شاید میں مر جاتی"

تکلیف میں ڈوبے وہ یہ بول تو گئی پر حمین کا دھڑکتا دل سکڑا، فوری پکڑ کر اسے اپنے سامنے لایا۔

"ایسی فضول بات نہیں کریں گی دوبارہ، اور روئیں گی تو بالکل نہیں۔ مجھے نرم دل اور خوبصورت سمجھیں پر یاد رکھیں کہ غصے کا بہت ہی بھیانک ہوں۔ خونخوار درندہ بن جاتا ہوں"

یہ سراسر مایا کو جوک لگا تبھی تو وہ روتے روتے جیسے ہنسی، وہ خود بھی لا حول پڑھتا خود کو خونخوار درندہ سوچ کر ہنس پڑا۔

"آپ زندگی جیسے ہیں حمین"

اسی درد بھری کیفیت میں مایا نے اپنا چہرہ اٹھا کر حمین کی صبح پیشانی چومی، اک سرشاری اس شخص کے رگ و پے میں اتری۔

"بس سو جائیں مایا، یہاں آئیں"

جانے کس ضبط سے گزرتے وہ اسکے چہرے سے نظریں ہٹاتا اسے حصار میں بھر کر بولا کہ مایا کو اسکے لہجے کی حدت کے آگے اب سچ میں سونا ہی بہتر لگا۔

.._____..

"تم جس دن مجھ سے مقابلہ کرنا سیکھ گئی تو دنیا کی کسی مصیبت سے نہیں ہارو گی"

فجر کی آذائیں آہستگی سے دور پار بلند ہو کر خاموش ہوئیں تو داران کی آنکھ بھی کھلی مگر آنکھیں کھلتے ہی اپنے سینے سے گال جوڑے شانے پر حاوی ہو کر لیٹی داریہ کو دیکھ کر بے ساختہ ان نیلی آنکھوں نے مسکرا کر اس لڑکی کی یہ سلپینگ بیوٹی سراہی۔

وہ اسکے پاس جب بھی آئی تھی الگ اور پیارے روپ میں بدل جاتی، وہ کیسے نہ اتراتا کہ داریہ نے شاید اسکی کسی بات کو رد کرنا سوچنا ہی چھوڑ دیا۔

ہاتھ بڑھا کر داران نے اسکے کھلے بال چھوئے، وہ اسکا نقش نقش چرا رہا تھا، پھر جب وہ بے چین محسوس ہوئی تو داران نے اپنا اسکے اطراف حائل ہاتھ اسکے گرد لپیٹا اور داریہ کو میسٹرس پر منتقل کیے خود اسکی طرف کروٹ بدل کر زرا جھک سا آیا، ایک ہاتھ اور بازو کا داریہ کے سر کے آس پاس حصار سا بنائے دوسرے ہاتھ سے داریہ کے چہرے کا نقش نقش انگلیوں کی پوروں سے محسوس کرنے لگا۔

"تم میری رازدان بن گئی داریہ، کس قدر مہربان دل بخشا گیا ہے تمہیں۔ میں کہوں کے سانس نہ لو گر تم وہ بھی چھوڑ دو گی۔ جو کہتا ہوں آنکھ بند کیے کرتی چلی جا رہی ہو۔ یہ خراب آدمی مزید خراب ہو رہا ہے"

وہ اسکی سانسوں میں مدہوش ہونے کو مچل رہا تھا، آنکھیں سرخ ہوئیں، ضبط کی طنابیں چھوٹنے ہی والی تھیں کہ وہ مانوس سی خوشبو پر آنکھیں کھول گئی۔

"مجھے کل بھی ایسی ہی صبح چاہیے تھی لیکن تم بھاگ گئے تھے، تھینکو۔ آج نہ بھاگنے کے لیے" داریہ کی آواز اسے ہوش میں لائی تو وہ لب بھیج کر پیچھے ہونے لگا مگر وہ اسکی گردن کے اطراف ہاتھ لے جا کر باندھے اسکے گلے جا لگی جس سبب داران کے سیدھا ہونے پر وہ اسکے حصار میں قید اس پر حاوی ہوئی۔

"تم مجھے پاگل کر دو گی داریہ، جب تک میں نہ کہوں اتنے قریب مت آیا کرو۔" وہ اسکے لہجے کی تڑپ پر گھبراتی فوراً سے دور ہوئی، میسٹرس پر منتقل ہوتے ہی بوکھلائے مایر کو دیکھا تو اچانک سے اسکا ماتھا چیک کرنے لگی۔

"بخار بھی نہیں ہے، پھر بہکی بات کس خوشی میں کی؟ میں تمہاری بیوی ہوں ماہیر شاہ۔ میں تمہیں کسی بھی وقت ہگ کر سکتی ہوں۔ حالانکہ مجھے یہ سب پسند نہیں ہے لیکن مجھے اچھا لگتا ہے تمہارے قریب ہونا"

وہ نرمی سے اسے کہے بید سے اٹھنے لگی تو داران نے اسکی کلائی پکڑی اور خود بھی اٹھ بیٹھے اسے پکڑ کر واپس اپنی طرف جھٹکا دیا تو وہ ماہیر پر گرنے لگی پر سنبھل کر اسکے تھائی پر ایڈ جسٹ ہو سکی لیکن خفا تھی۔

"آئی مین"

اس سے پہلے وہ کچھ بولتا داریہ نے اسکے ہونٹوں پر ہاتھ کی چاروں انگلیوں کو ناراضی سے رکھا۔
"تمہارا جو بھی مطلب ہے، مجھے نہیں جاننا۔"

وہ اس کی ناراضگی تکتا دبا دبا مسکرایا،

"جان لو ناں، آئی فیل سوریلکس وین وی ہگڈ۔ لیکن وہ کیا ہے ناں مجھے ہمیشہ سے سٹریس فل رہنا پسند ہے۔ تھوڑا سٹریس بھی دوگی تبھی لیول برابر ہو گا۔ لڑ کر، تھوڑا غصہ کر کے۔ دو تین طنز بھی مار سکتی ہو۔ یہ کیا بی بیویوں کی طرح جاگتے ہی میٹھا سا ہگ۔۔۔۔ ایسے تو ہماری لائف چمچچی والی سوئیٹ ہو جائے گی۔ ائی نو میری شوگر لور ہتی ہے پر پھر ہائی کا عارضہ بھی لگ جائے گا"

وہ جس خوبصورتی سے داریہ کے ہونٹوں پر اسکی اپنی اصل والی مسکراہٹ لایا وہ سچ میں محبت کے لائق تھا، وہ سمجھ نہ پائی اب کیسے زہریلی ہو پائے جب خود ہی اتنی خوش تھی۔

"تم کتنے بڑے ڈارمے ہو ماہیر شاہ، ٹھیک ہے اب سے روز جاگ کر تمہیں ایک زور کی کک ماروں گی یا تمہاری گردن پر ایسے دانت گاروں گی کہ تمہاری دردناک چینخ شاہ حویلی میں گونجے گی۔ اتنا زہر کافی ہے؟"

دارمے نے بھی فوری حساب باک کیا، داران کھل کر مسکرایا، وہ تھی ہی ایسی۔
"تم کیا چاہتی ہو؟"

وہ یکدم رومانیت میں لوٹا، اسکا لہجہ محبت سے چور ہوا۔

"میں! وہی جو میں نے آج کیا۔ تمہیں واقعی میرا ہگ کرنا ریٹیٹ کر رہا تھا ماہیر شاہ؟"

وہ یکدم ہی بتاتی بتاتی اداس ہوئی۔

"ہاں 'صرف' ہگ کرنا ریٹیٹ کر گیا"

وہ صرف پر خاص زور دیے دارمے کی دھڑکنوں میں ہلچل مچا گیا، وہ بلش کرتی نظر جھکا گئی۔

"بول نہیں سکتے تھے؟"

وہ اسکی خمار میں ڈوبی آنکھوں کو سرسری سا تکتے شرمگین ہوئے منمنائی۔

"سمجھ نہیں سکتی تھی؟"

وہ بھی تو داران ماہیر شاہ تھا، جان لینے میں ماہر۔

جارحانہ انداز میں داریہ کی سانسوں پر اپنی محبت کی مخصوص مہر عطا کیے اچھی خاصی ساعتوں کے بعد ہی دور ہوا، وہ کتنے ہی لمحے رکی دھڑکن کو بحال کیے اس سے نظر چرائے رہی۔

"ایک اچھی نیوز ہے تمہارے لیے"

داریہ نے جھٹ سے اسکی آنکھیں دیکھیں۔

وہ حیا کی پیکر بنی ویسے ہی داران کو دنیا بھلانے پر تلی تھی تبھی وہ خود موضوع بدل گیا۔

"ایاد اور ماول کا نکاح ہے، کیوں کب کیسے۔ وہیں چل کر بتاؤں گا لیکن آئی ہو پ یہ اتنی سی نیوز بھی تمہارے لیے بہت ہوگی"

داریہ بے اختیار ہنسی، دل چاہا ماہیر کا منہ چوم لے پر ابھی وہ تھوڑی مشرقی بنی تھی تبھی یہ خوشی ضبط کر گئی۔

"تم نے لالہ کو اپنی ماول دینے کا فیصلہ لیا، تھینکیو ماہیر"

ناچاہتے ہوئے بھی وہ دکھی سی ہوئی۔

"جب تم میرے اتنے قریب ہو کر صرف ماہیر کہو گی ناں تو انجام کی ذمہ داری ہر گز نہیں لوں گا۔

آخری وارننگ ہے، ابھی صرف تم میرے قریب آئی ہو۔ میرا تمہارے قریب آنا پینڈنگ ہے یاد

رکھنا۔ اور تب طوفان آئے گا فلورنس"

اسکا چہرہ جڑے سے دبوچے جن جان لیوا نظروں سے اسے وارن کر گیا، داریہ نے نچلا لب دانت میں لیتے ماہیر کو ڈر و سرور کے سنگ دیکھا اور اس سے پہلے وہ داریہ کی اس اکساتی حرکت پر اسکی جان نکالتا وہ ہنس کر اس جن سے دور سرکتے اٹھ کر بھاگ نکلی اور واش روم میں جا بند ہوئی۔

"داریہ!"

داران نے دانت نکوس کر تکیہ اٹھائے فرش پر مارا جبکہ اندر وہ کھل کر دانت نکالتی ماہیر شاہ کو اسکی فرمائشی ٹنشن دے کر اشکراٹھی۔

.._____..

نوبے تک عاقب کی واپسی پیلس میں ہوئی، استنبول کی میٹنگ بہت اچھی رہی تھی تبھی عاقب کے چہرے پر اضافی چمک تھی مگر پیلس کی راہداری کر اس کرتے جب نظر لان میں ٹہلتی انیب پر پڑی تو اسے یہاں دیکھ کر تن من میں شرارے دوڑے۔

"تم کیوں آئی ہو یہاں،"

انیب نے بابا کے آنے کی خبر کچھ دیر پہلے ہی داریہ کو دی جس نے بدلے میں دن کو اسے بھی لالہ کے نکاح کے لیے انوائیٹ کیا مگر اسے سختی سے کہا کہ یہ بات عاقب کو پتہ نہ چلے۔

انیب بازو دبوچے جانے پر پلٹی جو سیدھا آندھی بنا اسی کی طرف آئے رکا۔

"ٹھیک ہے داریہ ملتے ہیں پھر"

انیب نے داریہ کو بائے کہا جبکہ خود عاقب کے سامنے پلٹی جو اس خوبصورت صبح کی طرح تیکھا اور
ڈیشنگ لگ رہا تھا، اسکے اندر ضد اور غصہ نہ ہوتا تو یقیناً وہ ایک پرفیکٹ مرد کہلاتا۔
"کیا داریہ آرہی ہے؟"

عاقب کی ٹون بدلنے پر انیب کا ماتھا ٹھنکا۔

"اچھے سے سوچ لو کہ کس سوال کا جواب پہلے چاہیے"

انیب کے زچ کرنے پر عاقب کی آنکھوں میں غصے کا ابال اٹھا۔

"تم سے منہ لگنا ہی نہیں چاہتا"

اسے پرے دھکیلا مگر وہ اس بد تمیزی پر اسکی بازو پکڑے سامنے لائی، عاقب نے اک نظر اسکے ہاتھ پر

ڈالی جو عاقب کی بازو جکڑے تھا اور دوسری انیب کی باغیانہ نظر پر۔

"کوئی اور تمہیں منہ لگائے گی یہ خوش فہمی تو کبھی مت پالنا"

سیدھا سیدھا عاقب کو خاکستر کیا گیا۔

"کیا میرے پاس آنے کے لیے ترس رہی ہو انیب جہا نگیر"

وہ ہمیشہ کی طرح غرور میں دھت ہوئے انو کی تضحیک کرتا مزاق اڑا گنا، تھپڑ مارنے کو وہ ہاتھ اٹھا چکی

تھی پر عاقب نے اسکے ہاتھ کو بروقت گال سے پٹخنے سے روک کر اس زور سے جکڑا کہ درد کے سبب

انیب کی آنکھوں میں پانی اتر آیا۔

"بکواس بند کرو اپنی تم، کونسے پرنس چارمنگ ہو جو انیب جہانگیر ایسی سوچ دماغ میں آنے بھی دے گی۔ لیکن تم ضرور ترسو گے اور وہ دن دور نہیں۔ بابا آچکے ہیں واپس سو مجھے طلاق دو حسب وعدہ۔ پھر میرے اندر جس مرضی کے لیے عاشقی ابلی، تمہارا کوئی تعلق نہیں رہے گا"

وہ سمجھ نہ پایا کہ اسکا دل یہ سن کر پھٹ سا کیوں گیا تھا، طلاق نام کے لفظ پر عاقب کی روح کانپی تھی لیکن بہت مختصر تھا وہ آگہی کا لمحہ۔

"ماموں آگئے ہیں؟ آریو سیریس"

وہ اسکی بات بری طرح رد کیے معصوم بنا جس پر انیب کو اور تپ چڑھی۔

"بات مت ٹالو، ابھی دو مجھے طلاق"

وہ اس شخص کی سنگدلی سے عاجز آئے چینخی۔

عاقب کی نگاہوں کا مرکز انیب کے بھینچے لب تھے۔

"ماموں جب تک نہ کہیں کوئی طلاق نہیں ہوگی ہمارے بیچ، ویسے بھی ہمارا جسمانی تعلق تو ہے نہیں تو تمہیں کس بات کی جلدی ہے۔ ڈر رہی ہو؟ کہیں تم میرے آگے کمزور نہ پڑ جاؤ"

انیب کی برداشت سے وہ سفاکیت سے کھیلا جس نے نفرت سے منہ موڑ لیا پر دل کیسے موڑتے ہیں اب بھی نہ سمجھ سکی۔

"تمہاری چپ بتا رہی ہے کہ اب بھی چاہتی ہو مجھے"

اسکی برداشت کی آخری حد کو کرید کر عاقب نے اپنی موت کو بلایا تھا۔

"میں تم جیسے دوغلے کو نہیں چاہتی جسے یہی نہیں پتا وہ خود کیا چاہتا ہے۔ میری بازو چھوڑو عاقب"

غصے سے پھٹتی آواز میں انیب نے اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ کر واضح کیا، وہ بازو چھوڑنا تو چاہتا تھا پر اس سے ہو ہی نہ سکا۔

"پتا ہے مجھے، میں داریہ کو پانا چاہتا ہوں اور تمہیں تڑپانا چاہتا ہوں۔ سنپل"

وہ اسکے چہرے کے اک انچ تک رکے دیے جواب پر دم بخود رہ گئی، اذیت اسکی رگ رگ میں اتری۔

"تم بہت عجیب ہو انیب جہانگیر، کنفرم نہیں ہو رہا کہ میرے قریب زیادہ تڑپو گی یا مجھ سے دور۔ سو میں دونوں حدیں آزماؤں گا۔ طلاق نہیں دوں گا اب کسی قیمت پر"

عاقب کے زہر میں لپٹے یہ ذو معنی الفاظ، انیب کی سانسیں پھلا گئے جنہیں وہ انیب کو سنبھلنے کی مہلت دیے بنا اپنے ہونٹوں کی حرارت سے اور سست کر کے فوری اس کی تھم جاتی سانسوں پر محظوظ ہوتے دور ہو گیا۔

"تم نہایت گھٹیا ہو"

انیب نے اسکی حرکت پر اندر کا غبار پوری شدت سے نکالا۔

"یہ تو زیادہ مزیدار ہے، میری حرکت بھی اور تمہارا تڑپنا بھی، ویکم ان فزیکل ریلیشنشب ڈارلنگ۔ آگے سے میرے سامنے بکواس کرنے سے گرتز برتنا"

اسکو دھکیل کر پرے کیے خود وہ تیزی سے پیلس کی طرف گیا کیونکہ ماموں کو ملنے کو شدت سے بے قرار تھا۔

جبکہ انیب کا غصہ یکدم تکلیف بنا اور پھر پھیکی سی مسکراہٹ کیونکہ عاقب کے ہونٹوں کا لمس اسکے کہے الفاظ کی طرح زہریلا نہیں بلکہ بہت خوبصورت تھا اور یہی تضاد انیب کی اس پھیکی مسکراہٹ کا سبب تھا۔

"ز میل ٹھیک تھا؟ وہ کیوں نہیں آیا"

ماریہ کے پاس بیٹھ کر پوچھے سوال پر جہانگیر کے ہونٹوں کو سرد مسکراہٹ چھو گئی۔

"آجائے گا، کیس ابھی چل رہا ہے تو ہفتہ مزید کابل چھوڑے کی اجازت نہیں تھی۔ رہی بات ٹھیک

ہونے کی تو اسکے دل کے رستے زخم کہاں ٹھیک رہنے دیتے ہیں اسے اماں جان"

آج ماریہ نے سکول سے بھی چھٹی کی تاکہ فرصت سے بیٹھ کر بیٹے کے ساتھ دکھ سکھ بانٹیں، جہانگیر

کے جواب پر وہ آزرده ہوئیں پھر توجہ دونوں کی بھٹکی۔

عاقب سیدھا ماموں کے کمرے کی طرف گیا تو نانو کو بھی وہیں روم میں پائے مسکراتا اندر داخل ہوا ہی

کہ جہانگیر نے گرم جوشی سے اٹھ کر اپنے بھانجے کو گلے لگایا، عاقب کی خوشی دیدنی تھی۔

"کہاں چلے گئے تھے آپ یار، بہت مس کیا ہم سب نے"

عاقب کے جذباتی ہونے پر وہ بھی کچھ غم زدہ ہوئے اور یہی کیفیت ماریہ چغتائی کی تھی۔

"بس یہ سمجھ لو قسمت نے در بدر ہی رکھنے کی قسم کھائی ہے، تم سناؤ کیوں میری انو کو پریشان کیا ہوا ہے
تم نے۔ دیکھو کان کھینچ دوں گا اگر اسے ستایا"

وہ بھول گیا تھا کہ اب پیارے ماموں اس کڑوی کریلی کے سبب سرسب بھی بن گئے اور تبھی انکے رعب
میں آتا وہ جمل سا ہوئے سر کجھاتا اس سے پہلے دو نو گیارہ ہوتا، جہانگیر نے اسکی بازو پکڑے روکا۔

"جتنی وہ میرے دل کا ٹکڑا ہے تم بھی ہو، رجال بھی ہے۔ میں نے تم تینوں میں کبھی فرق نہیں رکھا۔

اگر تمہیں انو جیسی قیمتی دولت مل ہی گئی ہے تو اسکی قدر کرنا ورنہ میں خود اسے تمہاری بے قدری پر تم
سے چھین لوں گا عاقب۔ اور اس معاملے میں نہ ماموں کی معافی ملے گی نہ تمہارا لاڈ چلے گا"

جہانگیر نے بہت صاف لفظوں میں اسے سمجھایا تھا، لیکن عاقب کے دماغ پر جنون کا خناس ہی ایسا تھا کہ
اسے وقت و حالات کی نزاکت سمجھ ہی نہ آرہی تھی۔

"ماموں اپنی اس زہر کی پریا کو بھی سمجھالیں مجھ سے ضد نہ کرے، خیر میں فریش ہو لوں پھر جوائن
کرتا ہوں۔ آپ ماں بیٹا کریں باتیں تب تک"

بظاہر شکایت کی آرمیں وہ جان چھڑوا کر بھاگا تھا پر جہانگیر اور ماریہ مبہم سا جیسے مسکرائے اسکا سبب
عاقب کے دل کی وہ سچائی تھی جو وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔

ناشتے پر شاہ حویلی کے سب افراد غیر حاضر تھے، ماول دادو کے لاکھ منع کرنے کے باوجود کالج جانے کو بناناشتے کے ہی بابا کے ساتھ نکل گئی، عزت زے کو فردوس نے سرو کیا انکا سوپ مگر وہ بے دلی سے ڈائنگ میز کے گرد خالی کرسیوں کو دیکھے سلگیں، اور پھر ننگ سک تیار، نظر لگ جانے کی حد تک حسین وہ جوڑا بھی کمرے سے نکل آیا۔

"تم گاڑی میں ویٹ کرو"

داران نے جان بوجھ کر دادی کے سامنے داریہ کا خوبصورت ہاتھ پکڑے چوما اور وہ بھی جواباً سلگتی مسکراہٹ سے دادی سرکاراں کا ڈھیروں خون جلاتی پر اعتمادی سے باہر کی طرف بڑھی۔

"شرم وغیرت بچ کھائی ہے کیا، ایسے خرافاتی منظر دیکھنے ہی باقی تھے؟ کرنا کیا چاہتے ہو آخر۔ مجھے جلا کر مارو گے داران۔ میرے بچے کی قاتلہ کے ہاتھ چومو گے؟ کیا ہو گیا ہے تمہیں ناہنجار"

ضبط کا دامن چھوڑتے وہ داران کی گستاخی پر اٹھ کر چلائیں پر داران کے کان پر توجہوں بھی نہ رینگے۔
"وہ قاتلہ نہیں بلکہ میرے فیوچر بچوں کی ماں ہے، ہاتھ چومنا تو بہت کم ہے۔ میں آپکو اس سے زیادہ حسین مناظر بھی دیکھا سکتا ہوں لیکن وہ کیا ہے ناں آپ کا پوتا بہت حیا والا ہے۔ اور ویسے بھی اپنی بیوی کا ہاتھ چومنا کوئی بے شرمی کا کام نہیں، رہی بات اسکے قاتلہ نہ ہونے کی تو جلد ثبوت آپکے سامنے لاوں گا سو تب تک مجھے اور داریہ کو ان مکرو نظروں سے دیکھنا بند کر دیں دادی سرکار۔ میں اور داریہ شاہ انڈسٹری جارہے ہیں، شام تک واپسی ہوگی۔ آپ اس حسین حویلی میں بورنہ ہوں اکیلی اسکے لیے

آپکی پرانی تین چار سہیلوں یعنی شمیم آنٹی، جہاں آرا آنٹی اور مہرو آنٹی کو بلایا ہے۔ امید ہے آپکا دن اچھا گزرے"

تو گویا داران نے دادی جان کو حویلی میں جکڑنے کا پورا انتظام کیا تھا، یہ تینوں ہی انکی اچھی دوستیں تھیں پر آجکل تو عزت زے جان کو اپنا آپ بھی زہر لگ رہا تھا، تمللا کر رہ گئیں پر داران مزے سے انکو پیچ و تاب کھاتا چھوڑے فردوس آپا کو انکا دھیان بھٹکانے کا اشارہ کیے خود بھی روانہ ہو گیا۔

گاڑی میں آکر موصوف بیٹھے تو جیکٹ اتار کر پچھلی طرف پھینکی، نظر واپس مڑتے داریہ سے ملی جو گولڈ کلر بہت سوبر ڈریس میں پریوں جیسی لگ رہی تھی، اور اس وقت بھی خوبصورت سی چادر سے خود کو ڈھانپا ہوا تھا۔

"ہاتھ چومنے کی کیا ضرورت تھی، نظر لگ گئی تو؟"

وہ ناچاہتے ہوئے بھی اس مومنٹ کو سوچتے ڈر گئی کیونکہ دادی کی کینہ تو ز نظر خوفزدہ کر رہی تھی۔
"تمہیں میرے کسی عمل پر اعتراض کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ نظر کی ایسی کی تیسی۔ میں جو چاہوں گا وہی کروں گا"

وہ الگ ہی موڈ میں تھا، بربریت سے اٹی ضد میں۔

فسوں کے زیر اثر پھر ہر شے نے خاموشی کا لبادہ اوڑھا جب وہ جھک کر سر تر چھائیے اسکی گال چومتا پچھے ہوا اور سیٹ بلیڈ باندھتے ہی گاڑی سٹارٹ کی، داریہ نے ہنس کر سر جھکا لیا، جیسے کہہ رہی ہو تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا۔

.._____..

حسب معمول حمین ناشتے کے بعد کچھ ایک دو مٹنگنز کے سبب آفس نکل گیا، مایا اور ایاد نے ہی ساری تیاریاں کمر کس کر کرنی شروع کیں، وہ مایا سے ماول کی پسند پوچھنے کے بعد اسے مارکٹ لے گیا تاکہ ماول کے لیے نکاح کا خوبصورت جوڑا لیا جاسکے، وائیٹ اور گولڈن شفون اور چکن کاری کے کام والا جوڑا ہی دونوں کو پسند آیا، پھر ایاد نے موتیے کے پھولوں والی جیولری بھی لی کیونکہ مایا نے اسے بتایا تھا کہ ماول کو ایسی جیولری بہت پسند ہے۔

شاپنگ میں دونوں ممائی بھانجے کو دو تین گھنٹے لگے، پھر واپسی پر کچھ بو کے بھی خریدے تاکہ لاونچ میں جہاں نکاح ہو گا وہاں کی سجاوٹ کی جائے، لائننگ والی چھوٹی چھوٹی سلور بتیاں بھی لیں۔ واپس آئے مایا نے کچن سنبھالا جبکہ ایاد نے جلدی سے لاونچ کی ڈیکوریشن کی، دو آدمی بھی بلوائے جنہوں نے ساتھ مل کر ڈیکوریشن جلدی سیٹ کر دی۔

مینو میں حمین کہہ کر گیا تھا کہ ایک دوڈ شیز بنانی ہیں باقی وہ لے آئے گا تو مایا نے چکن جل فریزی بنایا، ساتھ فروٹی فائیو فلیور کپ کیکس یکس کیے رشین سیلڈ بنایا، باقی کی تین سے چار مینوڈیشٹرز حمین کی ذمہ داری تھی۔

ایک بجے تک سب تیار ہو گیا تو مایا نے ایاد کو بھی جا کر زرا چمکنے دکنے کو بھیجا اور خود بیل بننے پر دروازہ کھولنے گئی تو آگے انیب مٹھائی کی مزیدار ریخ والے باکس کے ساتھ سلور اور گولڈن نکاح سپیشل نیم والے ڈھیروں گلیٹر ڈیلون ہو امیں اڑاتی چمکتی اندر داخل ہوئی تو مایا چمکتا سا مسکرا دی۔

"مایا آپا، کیسی ہیں؟"

انیب نے بیلون چھوڑے تو وہ روف سے جا چپکے اور خود وہ خوش دلی سے مایا کے گلے لگ کر ملی۔

"میں ٹھیک ہوں، اصل رونق تو اب آئی ہے ان بیلونز سے۔ بہت اچھی لگ رہی ہو"

مایا نے دگنی مسکراہٹ سے جواب دیا جس پر انیب بلش کی۔

"تھینکیو مایا آپا، یہ بتائیں دلہامیاں کہاں ہیں ماوِل کے اور آپکے۔ اور پرفیکٹ کپل نہیں پہنچا کیا؟"

انیب کو سب خالی لگا تو دل چاہا تھوڑا ہلا گلا ہو۔

"ایاد تیار ہو رہے ہیں جبکہ حمین بس آتے ہوں گے، اور داران کا میسج آیا تھا آدھے گھنٹے تک پہنچ جائیں گے"

مایا نے مٹھائی باکس انیب کے ہمراہ کچن میں رکھا اور ساتھ اسے جواب بھی دیا۔

"او کے تو پھر آپ بھی ریڈی ہوں بھئی، سوئیٹ سا۔ میں تب تک ایاد لالہ کی خبر لیتی ہوں۔ پوچھوں تو سہی کیا فیلنگز ہیں موصوف کی"

انیب نے شرارت سے کہا اور مایا کے سر ہلانے پر وہ مسکراتی ہوئی ایاد کے کمرے کی طرف بڑھی، روم ڈور کھلا تھا اور تبھی انیب نے دروازے میں انٹر ہوتے ہی ہنڈ سم لالہ کی نظر اتاری۔ جسکے چہرے پر انو کو دیکھ کر ویسے ہی سائیل آگئی۔

"چشم بد رو رہو! پہلے جلا کر جان لی آپ نے اس مسکین کی اب کیا اپنے جلووں سے ہلاک کریں گے۔ لالہ قسم سے آپ پر ایکسٹرا روپ آیا ہوا۔ ادھر دیکھیں۔ شکر ہے اس گھونسلے کو آپ نے سلجھا لیا"

انیب تو اسکی تیاری پر ہی تھی جبکہ ایاد نے مڑ کر خشمگیں نظروں سے انیب کے کرل بال دیکھے۔

"بھولو مت تمہارے پاس بھی گھونسلہ ہی ہے"

ایاد کے منہ بسور نے پر وہ کھل کر ہنسی۔

"کیسی فیلنگ ہیں؟ اف آپ سے زیادہ تو میں خوش۔"

انیب کے لیے واقعی یہ بہت خوشی کا لمحہ تھا، لیکن اسکی اصل خوشی کہیں دل سے عاقب کی جانب سے میسر آتی وہ ضدی قربت ہی تھی جو اسکے اندر کو پھول سا کھلا گئی۔

"فیلنگ بہت سموتھ ہیں، میمنز ایسا لگ رہا ہے گلے میں موجود طوق ہٹ گیا انوو۔ کبھی سوچا نہیں تھا وہ میرے دل کے لیے اتنی قیمتی ہوگی۔ وہ جب ہاتھ سے ریت کی طرح پھسلی تب میرے جسم سے سہی معنوں میں جان نکل رہی تھی۔ تب جانا کہ میں تو اسکی محبت میں پاگل ہو گیا ہوں"

ایاد کا یہ سب جذب سے کہنا اور اسکا محبت پاش لہجہ دونوں ہی انیب کو رشک میں مبتلا کر گیا لیکن پھر وہ اداس ہو گئی۔

"لالہ! میں سوری کرتی آپ سے۔ آپ کو روک سکتی تھی لیکن آپ کے ساتھ مل کر ماول کو تکلیف دینے میں شریک ہو گئی۔ میں اس سے معافی مانگوں گی تبھی سکون ملے گا۔ اور پلیز دوبارہ اسے کبھی مت جلائیے گا۔ بہت پیاری اور معصوم سی ہے۔"

انیب کی آنکھیں سی بھریں تو ایاد نے اسے گھور کر یہ ایمو شنل ہونے سے روکا بھی اور اسکا بے اختیار ٹپکتا آنسو بھی پونجھا۔

"غلطیاں کر کے ہی سیکھا جاتا ہے، تمہیں چھوٹا چھوٹا ہونے کی ضرورت نہیں ہے انوو۔ ساری غلطی میری تھی۔ یہ سب چھوڑو، تم بتاؤ عاقب کارو یہ بدلا؟ تمہارے بابا بھی آگئے ہیں نا۔۔۔ تو کیا اب ڈیٹ ہے"

ایاد نے اسکی اداسی بھی کریدی جس پر وہ زہر بھرا مسکرائی۔

"اسکے سر پر دار یہ کا جنون سوار ہے، شدید دھکے کی ضرورت ہے اسے"

انیب کا موڈ بگھڑا تو ایاد دل جلا سا مسکرایا اور آئینے کے سامنے پلٹ کر اپنے عکس کو دیکھ کر پرفیوم سپرے کی۔

"ان شاء اللہ وہ دھکا خود داریہ دے گی اسے، تم فکر مند مت ہو۔ اب بتاؤ کیسا لگ رہا ہوں"

کف لنکس لگانے کے بعد موصوف نک سک شوز چڑھائے تیار پلٹے تو انیب جو اداس تھی کھکھلا دی۔

"ایک دم آفت"

انیب نے ہنس کر ایاد کا اعتماد بڑھایا۔

"اہم اہم اسے بھی لگوں گا کیا؟"

ایاد کی ٹین ایجر حرکتیں انیب کو جب گد گدار ہی تھیں تو اس معصوم پگھلی کی توجان پر بن جاتیں۔

"اللہ ایادز میل خان آپ تو گئے کام سے۔۔۔۔۔"

انیب نے اپنا سر تھام لیا جبکہ اس پر دونوں ہی شریر ہنس پڑے۔

مایا بھی چیخ کر چکی تھی، میرون بہت ہی لائیٹ ویٹیڈ ڈریس چنا لیکن اس بانگی پر انتہاؤں کو چھوتے ہوئے سجا۔

ڈور بیل پر انیب خود ہی مایا کے کمرے کے باہر سے انکو آرام سے تیار ہونے کا کہے دروازہ کھولنے گئی اور آگے سے ماموں کو ڈھیڑ سی شاپنگ بیگز پکڑا دیکھے فوراً سے کھانے وغیرہ کا سارا سامان ہاتھوں سے لیا۔ اور کچن بڑھی۔

"میں دیکھتی آپ زرا اپنی حسینہ کوچیک کریں جا کر ماموں۔ حسن کی ملکہ بنی ہوئیں۔"

اس سے پہلے وہ موصوف، تمام کھانا سنبھالنے میں ہاتھ بٹاتے، انیب کے خطرناک ہنسنے پر اسکی گال مڑورتا وہ آنکھیں چراتا ہوا کچن سے نکلتا تو انیب کی ہنسی نے ماموں کا پیچھا کیا۔

"اللہ جی یہ حسین پل صد اسلامت رہیں، آج تو دن ہی میٹھا ہے"

موصوفہ مست ہو کر خود کلامی کیے کام لگیں جبکہ حمین کے قدم تو اپنے روم کے دروازے میں ہی تھمے۔

وہ آپسراہ بنی مایا، اس پہاڑ جیسے حمین چوہان کو کسی بھی لمحے زیر کرنے لگی تھی۔

"خدا کی بندی آپ میرا کتنا امتحان لیں گی"

بے خود پکار پر مایا ڈر کر پلٹی تو حمین کو دیکھے اسکی آنکھوں میں حیا و محبت کے دیپ جلے، وہ خود آج ڈارن میرون ٹی شرٹ اور بلیک پینٹ میں بہت سوبر اور گڈ لنگ لگ رہا تھا۔

"حمین۔۔ی۔۔ یہ سب سے سادہ جوڑا پہنا ہے"

پاس رکے حمین کو اداسی سے تکتے بتایا جیسے یہ بتانے کی کوشش کی ہو کہ آپکا امتحان نہیں لینا چاہتی۔
"قصور تو آپکا ہے جو ہر رنگ میں سج جاتی ہیں مایا حمین، ایک تو میں آج بہت خوش ہوں دوسرا آپکو دیکھ کر خوشی کا لیول سنبھالنا مشکل ہو رہا ہے۔ میں آپکے اس روپ کی نظر اتار لوں"

سنجیدہ ہونٹوں کے کنارے حمین کی چاہت و خواہش پر مسکراہٹ میں ڈھلے تو وہ خود قریب ہوئی اور اپنی ملائم گال حمین کے ہونٹوں کے آگے سرکائی اور اس بیچ اسکی بھاری خم دار پلکیں آنکھوں کا پردہ بنیں۔

"ایسے کہاں اترے گی نظر"

اسکی گال پر اپنا پر شدت لمس بخشے اس سے پہلے وہ خود پر اختیار کھوئے بھٹکتا، کھلے دروازے کو دیکھے مایا فوراً اسے اسکے سینے میں چہرہ چھپا کر کندھے سے جا لگی۔

"بہت پیاری لگ رہی ہیں باخدا، جیسے یہ رنگ ایجاد ہی آپکے لیے ہوئے ہوں۔ مایا سنیں ناں"

وہ اب بھی ہوش میں نہ تھا، جبکہ اسکے پکڑ کر روبرو لانے پر مایا ڈری۔

"حمین سنبھالیں خود کو پلیز۔۔۔ میں روپڑوں گی"

رونے کا کہنے سے پہلے ہی آنسو مایا کی پلکیں بھگو گئے۔

"اچھا اچھا سنبھالتا ہوں رویئے گامت ورنہ کچھ کر بیٹھوں گا"

ڈر کر دھمکی دیے وہ اتنا کیوٹ لگا کہ وہ پھر روتے روتے ہنسی۔

"پاگل ہیں آپ حمین، بہت پاگل"

وہ اسکے سینے سے لگتی جذبات سے بھاری سرگوشی کرتی حمین کا اتھل پتھل دل منٹوں میں راہ راست پر لائی، حمین نے اس نازک سی جان کو اپنے حصار میں بھینچا جو اسکے جذبات کا گہرا اثر تھا، وہ برداشت کر گئی یہ شدت کیونکہ بہت ستارہی تھی اس پیارے شخص کو۔

"آپ کر رہی ہیں خود کے لیے، ہر لمحہ مجھ میں اتر رہی ہیں۔ یونواٹ، مجھے تو اب خود سے آپکی پرفیوم کی مہک فیل ہونے لگی ہے۔ تھوڑی تھوڑی آپکی بھی۔"

وہ سچ میں ایک جذباتی سالڑکالگ رہا تھا جو بے قراری سے اپنی محبوبہ کو اپنے جذبات سنارہا ہو۔
"ح۔۔ حمین بس کریں پلیز، جان لے رہے ہیں"

وہ اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرے جنجھوڑ گئی، حمین کے ہونٹوں پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"بچ نہیں پائیں گی آپ میری شدتوں سے"

وہ اسکے استحقاق چھلکاتے لہجے پر کانپ اٹھی۔

"جانتی ہوں، کوشش کر لینے دیں"

مبہم سی سرگوشی کیے وہ مقابل سرور اتار گئی۔

"چلیں کر لیں، جی بھر کر کوششیں کر لیں۔ یہ یقین میرے لیے کافی ہے مایا کہ آپ صرف حمین کی

ہیں۔ آپ میری ہیں، بے انتہا"

اس شخص کے جذبات تک مایا کے دامن سے کڑوروں درجے بھاری اور وسیع تھے پھر جب وہ سچ میں اپنا بنائے گا تو مایا کیا کرے گی یہی سوچ کر اسکا دل تیز دھڑکنے لگا۔

"آپ کی یہ باتیں ہی کسی دن میرا دل بند کر دیں گی، چلیں جا رہی ہیں"

اب بھی اگر وہ نہ بھاگتی تو ہار دیتی اپنا سب کچھ، حمین نے شرارت سے اسے تھامے روکا اور اک شدید محبت و تپش بھری جسارت مایا کے کان کے نیچے گردن کے آغاز میں کرتا اسے اخیر آزماتے آزاد کیے جیسے گردن اکڑاتا تازہ دم ہونے بھاگا اس پر مایا کے ہونٹوں کو چھوتی رسیلی سی مسکراہٹ نے ماحول کو معطر و جان لیوا کر دیا۔

سر سے اس بندے کو دقت سے جھٹکے مایا کمرے سے نکلی تاکہ انیب کی مدد کر سکے۔

وہیں دوسری جانب داران کے اچانک گاڑی روکنے پر داریہ چونکی۔

"ہم یہاں کیوں رکے ہیں ماہیر شاہ"

داریہ نے باہر جھانکتے غیر معروف سی سڑک پر نگاہیں دوڑاتے حیرت عیاں کی۔

"دومنٹ دو آتا ہوں"

اسکا ہاتھ تھام کر گال انگلی سے چھو کر بے فکر کیے وہ گاڑی سے نکلا مگر داریہ کی نظریں اسی کا پیچھا کرتی بے چین ہوئیں۔

وہ کسی شاپ میں داخل ہوا، وہ انٹیک جیولری شاپ تھی تبھی تو داریہ کو شدید تجسس ہوا۔

خیر انتظار کے سوا آپشن نہ تھا تبھی اپنے فون کو آن کر لیا، ٹھیک دو منٹ بعد وہ اسے واپس آتا دیکھائی دیا تو اسکے ہاتھ میں دو چھوٹے سے جیولری پیکس تھے۔

وہ واپس بیٹھا اور ڈور بند کیے ایک جیولری باکس وہیں ڈیس بورڈ پر رکھے دوسرا زراداریہ کی طرف بیٹھے اسکی سمت بڑھایا۔

داریہ نے مسکرا کر فون واپس بیگ میں رکھے جھٹ سے وہ جیولری بیگ لیا مگر اندر سے بلیک کلاسی سا باکس دیکھے وہ مسکرا کر پھر سے ماہیر کو دیکھنے لگی۔

"کیا یہ شادی کا گفٹ ہے؟"

کھولے بنا ہی تصدیق کو مچلی مگر داران نے نفی میں سر ہلایا کیونکہ اصل گفٹ تو اصل والے دھواں دار ملن کے بعد ہی سوٹ کرتا۔

"اوکے آئی ایم سوا ایکسائڈ"

چہک کر گہرا سانس بھرے داریہ نے جب اسے اوپن کیا تو سامنے پہلے ایک گولڈ کارڈ تھا جس پر فلورنس لکھا تھا، وہ ہنس پڑی، داران یہی سوچ رہا تھا کوئی اتنا حسین اور مکمل کیسے ہنس سکتا ہے۔

"یہ شاپ میری ہے، فلورنس۔ میرے ایک بہت اچھے انکل نما دوست اسے سنبھالتے ہیں، باقی ڈنڈا زائر میں بھی ہوں پر نکما سا، ہماری ہر نئی کو لکشن کا نام فلورنس سے جڑا ہوتا ہے۔ وہ ایرانی ماہر جیولر ہیں اور یہ انکے ہاتھ کا سب سے حسین پیس ہے جو میں نے دیکھتے ہی تمہارے لیے علیحدہ کر دیا تھا۔

Its called florentine lace diamond Magic"

وہ اسے اس خوبصورتی کے تمام پیمانوں کو مات دیتی بہت خاص سی رنگ کے بارے بتاتا ہوا داریہ کو سچ میں مبہوت کر گیا۔

"یہ بہت خوبصورت اور ہیوی ہے لیکن میں تو رنگز نہیں پہنتی ماہیر۔ اسکا تو سائز ہی اتنا بڑا" وہ اسکا دل توڑنا نہیں چاہتی تھی پر یہ رنگ اس کے لیے بیکار تھی، اسے رنگز پہنا بہت برا لگتا تھا۔

"مجھے پتا ہے داریہ، اسے پریس کرو"

داران نے اسکو پھر سے حیران کیا تو داریہ نے فوراً اسے اسے پریس کیا تو وہ ناصرف ایک چھوٹے سے پینڈٹ میں بدلی بلکہ اس کے اندر سے نہایت باریک چین نکل کر داریہ کے ہاتھ میں آگئی۔

وہ سچ میں دوبارہ ہنسی۔

"اوہ مائی گارڈ، اٹس بیوٹی فل ماہیر شاہ"

وہ رنگ ایک فلورل فلاور پینڈٹ میں بدل گئی جسکی چین اس مہارت سے بنی تھی کہ وہ دھاگے جیسی تھی پر مضبوطی میں اتنی ہی پائیدار۔

"آئی نو، میں نے جب اسکا یہ جادو دیکھا تو دل پھسل گیا تھا۔ اٹس فاریو"

اسکی ہنسی کو نظر بھر کر تکتے ماہیر نے واپس سٹمرنگ سنبھالا مگر داریہ نے اسکو پکڑ کر گلے لگتے ایمو شنل ہوئے داران کو بھی اک لمحہ بوکھلا کر رکھ دیا۔

"تھینک یو ماہیر لیکن اتنے کیوٹ مت بنو پلینز۔ روڈ سے اچھے لگتے ہو۔ میں اسے کبھی نہیں اتاروں گی۔ یہ بہت پیارا ہے"

وہ اسکے گلے سے ہٹ کر الگ ہوتی شکوہ کرتی بولی تو داران نے اسکے ماتھے پر ہاتھ رکے اس آفت کو خود سے دور کیا جو کاررو مینس کا موڈ اتنے قریب آکر اور جھپٹ کر ویسے ہی بنا چکی تھی۔

"اوہیلو مسیز! آئی ایم ناٹ کیوٹ شیوٹ۔۔۔ آئی ایم ڈیم ہاٹ"

مغرور بنا وہ کالر جھاڑتا جیسے شوخی مارتے بولا، داریہ کی ہنسی کار میں جلت رنگ بنی گونجی۔

"اوہ مائی مسٹیک! مسٹر ہاٹ آپکی ہائٹس کہیں آگ نہ لگا دے اے سی چلا دیں پلینز"

داریہ نے شرارت سے کہتے فوراً وہ پینڈٹ پہنا کیونکہ پرانا اس نے دوبارہ پہنا ہی نہ تھا، اب چونکہ وہ ماہیر کی فلورنس تھی تو یہی نازک سا پھول ہی اسکی گردن پر سجتا۔

داران نے آئمبر و اچکا کر گھورتے اے سی آن کیا جبکہ منہ پھلا کر خود بھی ڈائوننگ سٹارٹ کی پر داریہ کی خوشی کا صدقہ اتارنا نہ بھولا۔

وہ لوگ آدھے گھنٹے تک پہنچے تو ماول اور بابا سے وہیں پارکنگ میں ملاقات ہوئی، ماول کافی نروس تھی پر بابا اور بھیا کے سبب اسے کافی تسلی رہی۔

حمین مایا انیب نے چاروں کا شاندار ویلکم کیا پر انیب ایاد کو اپنی جگہ کچن گھسا آئی تو وہ ماول کو دیکھ نہ سکا، جب تک باہر آیا، ماول کو مایا اپنے ساتھ کمرے میں لے کر جا چکی تھیں۔

گھر کی سجاوٹ سبھی کو بہت پسند آئی، تبریز شاہ کو دکھ تو تھا کہ وہ ماں کو دھوکہ دے رہے ہیں لیکن شاید وقت کا یہی تقاضا تھا۔

اور پھر ماول کو مایا نے خود تیار کیا، اسکی جو گھبراہٹ تھی وہ داریہ اور انیب کی پیار بھری شرارتوں نے کم کر دی اور پھر انیب کا معافی مانگنا بھی تو ماول کو بہت سا خوش کر گیا، وہ اسکے نکاح پر اور زیادہ مطمئن ہوئی۔

ایاد کو کسی نے ماول کو نکاح تک دیکھنے نہ دیا حتیٰ کہ خود داریہ پہرے دار بنی رہی اور لالہ اپنی لاڈلی کے ستم سہتے رہے۔

پھر وہ مبارک گھڑی آئی جب ماول اس شخص کی ہو گئی جس کو دل و جان سے سب سوئپ چکی تھی، وہ لمحہ ان دونوں کے تکلیف کی جہنم میں جلتے دلوں کو راحتوں سے بھر گیا۔

چونکہ اتنا ہیوی ڈریس کیری کیے رکھنا ماول کے لیے ایک طرح ٹارچر تھا تبھی مایا اسے نکاح کے بعد ہی واپس روم میں لائی تاکہ وہ چینج کر کے ریلکس ہو جائے۔

ماول نے جیسے کمرے میں آتے ہی دوپٹہ نکال کر بیڈ پر پھینکے سانس کھینچی، خالا کی شرارتی مسکراہٹ دیکھے خفیف سا بلش کی۔

"خالا کی جان! کیسی فیلنگ ہیں؟"

مایا نے قریب آتے ہی اسے اس سجتے سہانے روپ کی نظر اتاری اور ملائم زرا زرا کانپتا ہاتھ چومے پوچھا۔

"ابھی تو کچھ فیل نہیں ہو رہا، بس دل ڈر رہا ہے۔ دادو جان لے لیں گی"

اس خوبصورت لمحے وہ عزت زے جان کے خوف سے پریشان ہوئی تو مایا نے فوراً اسے اسے گلے لگا کر پرسکون کیا۔

"نہیں لیں گی، انکی جان تم میں بستی ہے۔ ابھی اس مومنٹ کو انجوائے کرو۔ میری دعا ہے تم جلد یہاں خالہ کے پاس آ جاؤ، اب اداسی ختم کرو اور چینج کر لو پھر سب مل کر کھانا کھاتے ہیں۔ میں اپنے روم سے تمہارے کپڑے لاتی ہوں، تب تک تم تازہ دم ہو کر میک آپ وغیرہ ریموو کر لو"

مایا کی ممتا بھری آغوش ہو یا تسلی سب ہی ماول کو بہت ہمت دیتا تھا، اس لمحے بھی وہ نڈھال سی پری جیسے مسکرائی، مایا کا اپنا دل مسرور ہوا۔

ماول نے پیار سے مایا کی گال چومی اور اپنا شرارہ سنبھالتی اٹیچ چینجنگ روم میں داخل ہوئی، مایا کی ہر آتی جاتی سانس ماول اور ایاد کے لیے دعا گو تھی، اس سے پہلے مایا کمرے سے نکلتی، ایاد کو دیکھے خوشگوار سی شرارت سجائے راہ میں ولن بنے رکی۔

"آپ تو بہت اچھی سی فرینڈ ہیں نا، مایا، کیا مجھ معصوم کو ملنے بھی نہیں دیں گی"

یہ مکھن صرف ماول کے دیدار کے لیے لگایا گیا، مایا سب سمجھی۔

"جی بالکل، ملنے پر پابندی ہے۔ اسکے پورے حق سے یہاں رخصت ہو کر آنے کا انتظار کریں ایاد۔ آپ جانتے ہیں ناں وہ کس ٹروما سے گزری ہے۔ ابھی بھی بہت گھبراہٹی ہوئی ہے۔ ایسے میں تنہائی اور قربت اس کا کڑا امتحان لے گی"

مایا نے ماں کی طرح ماول کو سپورٹ کیا، ایاد نے سمجھے کے انداز میں سر ہلایا۔
"میں بس دیکھنا چاہتا ہوں، سب کے بیچ اسے تو دیکھا پر وہ مجھے کیسے دیکھ رہی تھی اس سے محروم ہو گیا۔
میں اسے پریشان نہیں کروں گا مایا، بس چند منٹس دے دیں"
وہ سنجیدگی سے مایا سے جیسے اجازت مانگ رہا تھا وہ اس انداز پر پگھل گئی۔
"ہمم ٹھیک ہے لیکن صرف پانچ منٹ، کسی کو پتا چلا تو آکر ڈلگے گا۔ وہ میک آپ ریمو کرنے گئی ہے،
آپ مل لیں میں تب تک اسکے کپڑے لاتی ہوں"

مایا کی اجازت پر ایاد کا چہرہ کھل گیا، دل تو چاہا مایا کو لپٹ کر شکریہ کہے پر بھلے رتبہ بڑا ہو وہ اس سے عمر
میں ایک دو سال چھوٹی تھی تو مناسب نہ لگا لیکن وہ اپنی دوستانہ مشکور مسکراہٹ سے حساب چکا گیا۔
"آپ بہت سوئیٹ ہیں مایا، میرے ماموں کی پرفیکٹ وانفی۔ تھینک یو سو مچ"

ایاد کے ضرورت سے بھاری پڑتے لہجے پر مایا بھی شرمیلا سا مسکرائے کمرے سے گئی اور جیسے مزید
پرائیویسی کو دروازہ بند کر گئی اس پر ایاد کو ممانی جان پر اور پیار آیا۔

ڈارک براون پینٹ کے ہمراہ کریم کلرٹی شرٹ اور آج تو بال بھی بہت خوبصورتی سے کرل سے نکال کر سیٹ کیے گئے تھے اور یوں وہ پہلے سے زیادہ حسین دیکھائی دے رہا تھا پھر ویسے بھی اسکی وجاہت کا مقابلہ تو مشکل تھا۔

"فائنلی"

ایاد نے پر جوش ہوئے سانس کھینچی اور ڈریسنگ روم کی طرف بڑھا، وہ جو پارٹی میک آپ ریموو کرنے کے بعد فیس واش کیے چہرہ ٹشو سے ٹیپ کر رہی تھی، دروازہ کھلنے کی آہٹ پر متوجہ ہوئی۔

"لے آئیں کپڑے خالا۔۔۔۔"

مسکرا کر پلٹی تو وہیں پتھر اگئی، ایاد کو اپنے سامنے دیکھ کر اسکے چہرے کی رنگت زرد پڑی۔

"آ۔۔۔ آپ۔۔۔ آپ یہاں کیوں آئے۔ جائیں یہاں سے پلیز۔ خالانے دیکھا نہ تو شرم سے مر جاؤں گی"

گھبراہٹ ترک کیے وہ رونے کے دہانے پہنچتی خود ہی اس شخص کے پاس آگئی جو ماول کو قریب آتا دیکھے مسمرا نڑ ہوا، سرخیوں میں ڈھلے شفاف چہرے والی وہ لڑکی تمام تر سادگی کے سینے میں اترتی معلوم ہوئی۔

"مایا کی اجازت لی ہے، اک نظر دیکھنے دو خود کو چلا جاؤں گا"

اپنا ہاتھ بڑھا کر وہ اسکی بے داغ ملائم گال چھوتے بولا تو ماول نے فوراً سے اسکا ہاتھ ہٹایا۔

"نو۔ جائیں آپ۔ میں تھک گئی ہوں مجھے نہیں دیکھانا اپنا آپ کسی کو"

دل کی سست پڑتی کیفیت پر وہ منہ پھیرے اتنا آہستہ بولی کہ ایاد کو اسکے پیچھے آکر رکنا پڑا تا کہ اسے سن سکے۔

"ماول"

وہ اسکی پشت سے لگتا ہاتھ اسکے پیٹ پر رکھے اپنے سینے لگائے اسکی وہی دہک اٹھتی گال چوم گیا، ماول جس نے بہت سی مزاحمتیں کرنی تھیں، بے جان ہو کر رہ گئی، ایاد نے اسکے اطراف لپیٹے ہاتھ سے اسکا ہاتھ پکڑا تو اب تک بندھی سفید پٹی پر نگاہ پڑتے ہی ایاد کی آنکھوں میں سرخی اتری۔

"تم اس دنیا کی سب سے خوبصورت نکاح کی دلہن ہو، سنا تم نے؟"

اسکے کان سے ہونٹوں کو جوڑے ہنوز حصار میں بھرے سرگوشیانہ ستائش کی تو ماول کے ہونٹوں پر خفیف سی سرور آگئیں مسکراہٹ ابھر کر معدوم ہوئی۔

"لیکن آپ برے ترین نکاح کے دلہ۔۔۔"

اس سے پہلے وہ اسکے حصار میں پلٹ کر اسکی شاندار تیاری میں نقص نکالتی، ایاد کو دیکھ کر اسکی زبان رہن ہوئی، وہ اسکے لیے دنیا کا سب سے خوبصورت مرد تھا۔

ایاد اسکی خاموشی پر اسکے گلابی ہونٹوں کو دیکھنے لگا جنھیں وہ کاٹنے کے سنگ پریشان تھی کہ کیسے ایاد زمیل کو برا کہے، وہ اس وقت بہت ہنڈ سم لگ رہا تھا، دونوں آج اپنے کرلی بالوں سے محروم تھے، ماول نے سٹریٹ کروائے تھے جبکہ ایاد نے بھی گرلز سے آزاد کروا کے فسوں پھیلا رکھا تھا۔

"مجھے ایسے نہیں دیکھیں میں بہت ناراض ہوں"

جب وہ ہارنے لگی تو فوراً سے خود کو سنبھال کر اپنی آنکھوں کا زاویہ بدلا۔

"رہوناں تو، میں کونسا منانے آیا ہوں ابھی"

وہ اسے دیکھے بنا بھی اسکے لہجے کی ذومعنی تپش سے سلگی، پھر سے دونوں کی مدہوش آنکھیں ملیں۔

"مجھے ماننا بھی نہیں ہے"

جتاتے معصومانہ شکوے کے سنگ بولی، ایاد نے اسکے ملائم مگر بے انتہا گھنے بالوں کو جب پکڑا تو ماول کی آنکھیں نیچی ہو گئیں۔

پھر ایاد کے ہاتھوں نے اسکے رخساروں کے گرد حصار بنایا۔

"تم میری ہو گئی ماول، میں اس خوشی سے مرہی نہ جاؤں"

بے بس ہو کر اسکے چہرے کی اور جھکتے جھکتے وہ رخ بدل کر اسکی جبین چومتا ہوا ماول کو اک نئے احساس قربت کا شیدائی کر گیا، جسکی آنکھیں خود بخود نشاط کی زیادتی پر بند ہوئیں۔

"بس ملینگا، ایسے بیہوش کر میں جیسے سب بالکل نارمل ہے۔ مجھے مت چھوئیں"

مزید ماول میں قابلیت نہ تھی کہ وہ ایاد کی جانب سے کوئی بے اختیاری برداشت کر سکتی، ابھی سے اسکے پیروں سے جان نکل رہی تھی۔

"کیوں نہ چھوؤں، نہ چھو اتو یقین کیسے آئے گا کہ تم میرے پاس ہو"
وہ ضد میں انکار کر گیا، اسکی خمار کے غلبے سے آواز تک بھاری ہوئی۔

"میں آپکے پاس نہیں ہوں، مجبور آئی ہوں ورنہ آپکا دل بہت جلانا تھا ابھی۔ ہاتھ ہٹائیں"
اسکے ہاتھوں کو پکڑ کر پرے کیے وہ ناراضی سے پیچھے ہٹی تو وہ اسکی سوچ سے زیادہ قریب سانسوں کے بلکل سنگم پر آ بسا۔

ماول کے جسم میں برق سی اتری۔
"تم دل جلاو گی تو یہی لگے گا بس گرم ہوا کا اک جھونکا آیا ہے، تم سے نہیں ہو گا ماول۔ ہتھیار پھینک دو۔"

وہ مغرور ہوا کیونکہ اسکی محبت ہے یہ نشہ سر پر چڑھ کر بول رہا تھا، ماول نے اسکی خوش فہمی پر ہنس کر جلانے کا آغاز کیا تو وہ بھی اسکے ساتھ مسکرایا۔

"ہتھیار نہیں پھینکوں گی، تڑپاؤں گی"

وہ بے باکیت سے دانت پیس گئی۔

"تو تڑپاؤناں"

وہ کسی مست شرابی سا سر جھٹک کر اکساتے منمنایا، اسکے لہجے کی ٹون پر ماول حراساں ہوئی۔

یہ ایاد تو بہت جان لیوا تھا۔

"پاس نہیں آؤں گی"

ہمت کر کے مزید ستم ڈھایا۔

"میں آ جاؤں گا، ہمیشہ۔ ہر بار"

وہ تو جیسے راضی و رضا بیٹھا تھا، اپنے لمس کی عنایات کرنے کو۔

"دور کر دوں گی"

پورے اعتماد سے اپنی ناراضگی جتائی۔

"دور کرنے نہیں دوں گا"

اسکے چہرے کا نقش نقش آنکھوں سے چومتے معنی خیز نتائج بتائے، ماول کی دھڑکنیں کانوں میں بجنے

لگیں، جسم سے سر دلہریں اٹھنے لگیں۔

"ہرٹ کروں گی"

اس بار وہ آنکھیں اداسی سے نم پڑیں تو ایاد کا دل چاہا کاش وہ آنکھیں پوری شدت سے چوم لے۔

"اس سے پہلے ہی ہرٹ ہو جاؤں گا"

وہ اسے اتنی محبت سے جواب دیے بولا کہ ماول نے لحظہ بھر نظریں جھکائیں۔

"مناؤں گی بھی نہیں"

اس بار اسکی آواز موتیوں سی بکھری۔

"میں خودمان جاؤں گا"

اس اعتراف پر وہ سچ میں دیوانگی میں دھت لگا، مول کا دل اسکی مٹھی میں جا رہا تھا، ایاد خان کے جسم سے اٹھتی مردانہ کلون کی جاندار مہک نے کچھ مقابل ہر قہر ڈھار کھا تھا کچھ اس پر جمال شخص کی یہ بے خودی و خماری مول کو کہیں کانہ چھوڑ رہی تھی۔

"میں آپکا سکون تباہ کروں گی"

اس بار وہ سچ میں روٹھی۔

"میرے پاس ایسا سکون آپکا ہے مول ایاد خان جو تباہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اب بس چپ۔۔۔۔۔"

اسکے ملائم ہونٹوں پر انگلی رکھ کر لاجواب ہو جاتی اس لڑکی کو روکا، بس یہیں تک تھی اس شخص کی برداشت، یہیں تک تھا اسکا صبر، یہیں تک تھی اسکی مول سے دور رہنے کی قوت۔

"ہٹیں۔ میں آپکی یہ خوش فہمی دور کر دوں گی ایاد خان، مجھے نہیں چھوئیں گے آپ دوبارہ۔ دوسری کلائی بھی کاٹ لوں گی"

اس سے پہلے وہ انگلی ہٹا کر ان ہونٹوں کی نرمی جھک کر محسوس کرتا، وہ دبا سا چلائی اور پوری قوت سے جب ایاد کو خود سے دور کیا تو اسکا گلا گھٹ سا گیا۔

"واٹ؟"

وہ سر تا پیر گھوما۔

"یس۔۔۔ نکلیں۔ بالکل خوبصورت نہیں لگ رہے۔ نہ مجھ پر بھاری ہیں۔ چلیں مجھے سانس لینے دیں۔ میں نے کہا تھا بہت بری ماول ہوں۔ آج جتنی ہمت دیکھائی ہے دوبارہ ایسا سوچیے گا بھی مت۔ ماول آپ سے ناراض ہے، ماول کا دل دکھایا ہے۔ اتنی جلدی نہیں ملیں گا"

وہ اسکو دھکیلتی باہر روم میں نکالتی خود دروازہ اسکے منہ پر لاک کر کے وہیں زمین پر بیٹھی اور اگر ایاد چاہتا تو وہ اسے اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں سکتی تھی لیکن وہ یہی چاہتا تھا، کہ وہ لڑکی کوئی تو مزاحمت کرے۔

"بہت ظالم ہو تم ماول"

دروازے سے کمر ٹیکے اتنی آواز میں بولا جو ماول کو با آسانی سنائی دی، اپنی سرخ ہوتی آنکھوں کی نمی ہتھیلی سے رگڑے وہ پر اعتمادی سے اٹھی۔

"جائیں کیوں پھر سے میری جان لینے پر تلے ہیں، چلے جائیں۔ میرا دم گھٹ رہا ہے سمجھ جائیں ناں"

وہ جس دل سے ایاد کے بخشے جاتے مرغوب لمس سے خود کو محروم کر چکی تھی اسکا کرب ماول کے آخری جملے میں اتر ایاد نے صاف محسوس کیا۔

"او کے جارہا ہوں، میں بالکل جان نہیں لوں گا تمہاری۔ یہ حق بھی صرف تمہارے حوالے کرتا ہوں۔
لیکن تم اب اپنی نہیں ہو، پوری میری ہو یاد رکھنا"

نرم و باوقار سرگوشی میں بہت سی چاہت جنون اور الفت سموئے وہ ماول کا دل پر سکون کرتا بیڈ روم
سے نکلنے لگا تو داخل ہوتی مایا کو دوبارہ سے مشکور نظروں سے دیکھنا نہ بھولا۔
مایا نے ماول کے کپڑے اٹھائے ہی چینجنگ روم کے باہر پہنچتے ناک کیا۔
"میں ہوں ماول"

خالا کی آواز پر وہ نہ صرف پلٹی بلکہ دروازہ کھولتے ہی باہر آئے مایا سے روتے پلٹی کہ خود مایا کا دل تھم کر
رہ گیا۔

پکڑے کپڑے بیڈ پر رکھتے مایا نے اسکی کمر تھپکی لیکن وہ بہت برا روئے گئی۔
"بس بس میری جان! کیا ہو گیا میری گڑیا۔ ہرٹ کیا ہے ایاد نے۔ بتاوا بھی کان کھینچ کر آتی ہوں"
مایا کا دل اسکا رونادیکھے بیٹھا جا رہا تھا جبکہ ایاد وہیں دروازے کے باہر رکا کرب کی حد تک پہنچا اس لڑکی
کی سسکیوں کو برداشت کر رہا تھا۔

"ن۔ نہیں خالا، ا۔ انکو دوبارہ میرے پاس مت آنے دینا آپ۔ وہ کھا جا۔ جائیں گے مجھے"
روتے روتے اسکی ہچکیوں میں دبی بات پر ناصر ف مایا یکدم مسکرائی وہیں وہ باہر کھڑا دیو داس بھی
جاذب سا مسکرایا، اس جاذبیت میں ڈھیروں سرور تھا۔

"ہاہا پاگل، یہاں آؤ۔ بس کرو رونا۔ نہیں کھائیں گے، آدم خور نہیں ہیں۔ بس۔ یہ لو کپڑے اور چینج کرو۔ پھر ہم باہر چلتے ہیں کھانا لگ گیا ہے۔ پھر تم لوگوں نے شام سے پہلے واپس بھی جانا ہے تاکہ عزیزے جان کو شک نہ ہو۔۔۔ چلو شاباش"

مایا نے لاکھ جتن کر کے اس باولی کو ڈر سے نکالتے بھیجا اور جب ہنس کر پلٹی تو دروازے میں کھڑے ایاد کو دیکھے وہ ہنسی مسکراہٹ بنی۔

"کھائیے گامت اسے، آپ نے تو اسے اور ڈرا دیا ہے ایاد"

مایا یکدم اداس ہوئی۔

"اسکی ساری اداسائیاں، اسکے ڈر آج سے میرے ہیں، تھینک یو آگین مایا۔ آپ سچ میں بہت اچھی ہیں۔ میرے ماموں کی قربانیوں اور تکلیفوں کا صلہ۔ ہمیشہ آباد رہیں۔ یہ ایاد آپکا احسان مند رہے گا اس ملاقات کے لیے۔ لے آئیں اسے باہر"

محبت اور شفقت لٹاتا وہ گیا تو مایا اتنے خلوص پر شرمندہ سی ہو گئی، پر جو بھی تھا ایاد کی محبت اور انسیت نے اسے ماول کی ہر فکر سے آزاد ضرور کیا۔

.._____..

عاقب نے پورا دن ماموں کو کمپنی دی اور وقتی طور پر اسکے ذہن سے داریہ کے آنے والی بات بھی نکل گئی نہ اس نے انیب کی غیر موجودگی کا نوٹس لیا۔

ثمن پورا دن اپنے کمرے میں رہیں، یا پھر رجاں کے کمرے میں، جبکہ بظاہر جہانگیر جتنے بھی مطمئن ہوتے انکو ثمن کی یہ قید کاٹ کھا رہی تھی۔

تین بجے تک لنچ بھی ماریہ، عاقب اور جہانگیر نے کیا اور اسکے بعد عاقب کچھ ضروری کام کے سبب لیپ ٹاپ لیے گارڈن میں چلا گیا، ماریہ کچھ دیر رجاں کے پاس بیٹھیں پھر سونے کمرے میں چلی گئیں تو جہانگیر بھی رجاں کو دیکھنے اسکے کمرے کی طرف بڑھے۔

ہاں انکے قدم من وزنی بھاری تھے پر دل کے ہاتھوں مجبور تھے، وہ جیسا بھی تھا، ثمن اور حمید کی اولاد تھا اور وہ چاہ کر بھی اس سے منہ نہیں موڑ سکتے تھے۔

جہانگیر نے کمرے کے دروازے کے قریب رکے ہمت کرتے دستک دی مگر اندر پھیلی خاموشی پر وہ سمجھ گئے کہ ثمن موجود نہیں تبھی دروازہ کھولے اندر داخل ہوئے، رجاں کو ہوش تو آتا تھا لیکن بہت سخت فیور کے سبب وہ بالکل نڈھال تھا اور کچھ اسے لگتے خاص کیمکل انجکشن کا بھی اثر تھا جو دو ہفتے تک برقرار رہنے والا تھا۔

رجاں کی زخمی حالت دیکھ کر جہانگیر کی آنکھوں میں دکھ اتر ا۔

قریب آکر وہ اسکے پاس بیٹھے اور اسکے سینے پر رکھے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"غلطی تمہاری نہیں ہے رجا، تمہاری ماں اور تمہارے باپ نے لا پرواہی برت دی، نہ ایک دوسرے سے باوفا رہے نہ اپنی اولاد سے۔ تم سنور سکتے تھے لیکن نہیں میرے بچے تمہارا اجداد مقدروہ دوسیاہ بخت کھا گئے"

انکی یہ آزدہ سرگوشی دروازے میں آتی ثمن نے سنی تو فوراً ڈر کر اوٹ میں چھپ گئی، آنسوؤں سے آنکھیں بھریں، وہ آدھا گھنٹہ رجا کے پاس بیٹھے بس اسے افسوس، کرب اور اذیت سے دیکھتے رہے اور جب پھر اٹھ کر واپسی کی راہ لی تو کسی کے وہاں سے بھاگنے پر جب باہر آئے تو ثمن کے آنچل کا اک بے مراد سا کنارہ ہی دیکھ پائے۔

"ہمیشہ مجھ سے ایسے ہی بھاگتی رہی تم ثمن، لیکن اب ضرورت نہیں تھی تمہیں۔ میں بہت پیچھے رہ گیا ہوں"

ناچاہتے ہوئے بھی انکی آواز سرگوشی کرتے خزن سے کانپ گئی، تھکے قدموں سے وہ بھی گھٹن سے نجات کے لیے لان کی جانب نکل پڑے۔

.._____..

سب نے چار تک مل کر اچھے ماحول میں نہ صرف لہجہ کیا بلکہ ایاد اور ماول کو ڈھیروں دعاؤں سے نوازا، ماول لہجہ کے بیچ بہت بے قرار رہی کیونکہ گاہے بگاہے ایاد کی نگاہوں سے ٹپکتی شدید وارفتگی اسے سلگا رہی تھی تبھی تو لہجہ کے بعد اس نے بابا کو کہہ کر جلدی مچادی کہ اسے واپس جانا ہے سو تبریز بھی اسکی

فطری گھبراہٹ سمجھ کر آمادہ ہوئے اور جلد ہی اجازت طلب کی البتہ داران اور داریہ نے بعد میں آنے کا کہا تھا لیکن درحقیقت داریہ کارکنے پر من تھا۔

انیب بھی کچن وغیرہ کا سب کام مایا اور داریہ کے ساتھ سمیٹ کر خود بھی چلی گئی کیونکہ اسے ڈر تھا کہ انیب عاقب اسکو گھر نہ پا کر پیچھے ہی نہ چلا آئے۔

سات بج چکے تھے، موسمِ اسلامہ آباد میں بھی بہت شاموں کو سہانا ہونے لگا تھا۔
"کیا ہو گیا ہے؟"

داریہ اسکا ہاتھ پکڑے روم میں لائی تو داران نے اسکے ملائم ہاتھ کو جکڑ کر اپنی طرف کھینچے دوسری بازو گردِ حصاری جس پر داریہ نے بوکھلا کر ماہیر کی آنکھوں میں دیکھا، اسکے سینے جھک کر اسکی مدہوش خوشبو ان ہیل کی پھر سے ان رنگیلی آنکھوں کو کھوجا۔

"میں رک جاؤں ماہیر؟"

نجانے کیوں پر ماموں اور لالہ کے پاس رکنے پر وہ بہت شدید آمادہ تھی، داران نے فوراً بچوں کی طرح نفی میں گردن ہلائی۔

"پلیز۔ میرا دل نہیں چاہ رہا واپس جانے کو"

فوراً سے وہ نم آنکھوں سے مان کے سنگ بولی تو داران نے اسکے بال ہاتھوں کی انگلیوں میں گزار کر سنوارے اور جھک کر اسکی جبین چومتا پیچھے ہٹا۔

"میرے بنارہ لوگی؟"

پراسرار آنچ دیتی سرگوشی کی گئی گویا وہ اپنی اہمیت جاننا چاہتا تھا۔
"نہیں"

بناسوچے تاسف سے بولی، داران کے خوبصورت ہونٹوں پر رقص کرتی مسکراہٹ حسین رخ بدل گئی۔

"میں بھی نہیں رہ سکتا، ایک دن بھی نہیں۔۔۔۔۔"
لہجے میں شدت تھی پردار یہ پریشان ہوئی۔
"تو پھر؟"

وہ حواس باختگی سے بڑبڑائی۔

"تو پھر یہ جلا دن! مجھے بھی اپنا مہمان کرلو۔"

وہ اتنی اداس تھی کہ اس بارے سوچ ہی نہ سکی، اپنی کم عقلی پر جیسے مسکرائی وہ سب سے حسین تھا۔
"میں تمہیں اپنے ساتھ باندھنا نہیں چاہتی لیکن میں خوش ہوں کہ تم میرے ساتھ رکو گے، تھینکیو"
وہ اسکے قریب ہوتی اسکے چہرے کو پیار سے تکتے جو تکلفات نبھار ہی تھی اس نے اب داران کو بور کیا۔
"تم حق نہیں جما سکتی؟ تھینکیو کرنا ضروری ہے کیا؟ لمحے بھی اجنبیت کا کوڑا مارتی ہو"
وہ بگھڑا، وہ خود اسے چڑنے پر دم سادھ گئی۔

"ارے نہیں تو، مجھے اچھا لگتا ہے تھینکیو کہنا"

وہ اسکا موڈ بحال کرنے کو اسکے چہرے کو چھوئے اپنی طرف موڑے سمجھانے لگی۔

"مجھے نہیں کہا کرو"

وہ منہ پھلا کر جانے لگا جب وہ راہ میں آئی۔

"اچھاناں منہ تو مت بگھاڑو۔ اوکے سوری"

سوری سن کر تو وہ اور تپا، نرمی سے داریہ کی گردن دبوچی لیکن آج داریہ کو ہلکی سی بھی گھٹن ہونے نہ دی الٹا وہ آنکھوں میں شرارت بھرائی۔

"کیا سوری بھی نہ کروں؟"

وہ اسکی غصے سے بھری آنکھوں کو دیکھتے سوال کر گئی تو ماہیر نے اسکی جکڑی گردن سے ہاتھ ہٹاتے شہہ رگ سے لے کر اسکے کان کی لو تک کو چوما جس پر داریہ کی آنکھوں میں سرور جبکہ ہونٹوں پر ہمکتی مسکراہٹ اتر آئی۔

"تم بس وہی کیا کرو بس جو مجھے پسند ہے"

وہ اسکی گردن اور بالوں میں چہرہ چھپاتا اسکی کمر ہاتھ ڈال کر کسے سینے سے لگا گیا تو داریہ نے اسکے توانا وجود کو اپنی بازوؤں میں حصار کر خود کو سنبھالا اور نہ گر جاتی۔

"سنو!"

وہ اسکے انٹرپٹ کرنے پر بد مزہ ہوئے پیچھے ہوئے گھورا۔

"پہلے مجھے سنو! کیا تم نے میرا دیا پھول سنبھالا تھا؟ یا پھینک دیا"

وہ اس سے یہ سوال کر کے داریہ کو ششدر کر گیا، عجیب تڑپا ہوا لہجہ تھا ماہیر شاہ کا۔

"پھینک دیا تھا"

وہ اسکا دل بری طرح چور کر گئی تو داران نے اسے جھٹکے سے آزاد کیا، اس پر سے آنکھیں بھی ہٹائیں، داریہ پھیکا سا مسکرائی۔

"بد تمیز ہو تم"

وہ بچوں کی طرح جھگڑالو انداز میں کہے دور ہوا تو داریہ نے اسکا مضبوط ہاتھ پکڑے دور ہونے سے ناصر ف روکا اور اسکا ہاتھ پکڑے ایٹج روم کی طرف بڑھی۔

"اتنی بھی نہیں ہوں، پتا نہیں کیا سوچ کر سنبھالا اسے۔۔۔۔۔ یہ دیکھو"

داریہ نے بک شلف میں رکھی لاتعداد کتابوں میں سے ایک انگلش رومنٹک ناول نکالا اور جب اسے درمیان سے کھولا تو وہی بھدا، میلا اور بد صورت پھول نہایت خستہ حالت میں فلورنس نے سنبھالا تھا۔ داران نے بے یقینی سے اس پھول کو چھوا پھر اسکی ہاتھ سے داریہ کی گال چھوئی۔

"اگر تم نے اسے پھینک دیا ہو تا تو میں تم سے بہت برا روٹھ جاتا"

وہ اس بک کو بند کیے واپس رکھتا داریہ کے جیسے گلے لگا، وہ اس کے اس بچگانہ انداز اور لہجے پر تھکا سا مسکرا دی۔

"اب تو نہیں روٹھو گے ناں، بڑے سے بے بی"

وہ اس کی اداسی پر چوٹ کیے شرارت پر اتری تو وہ اسے اتنا بھیج گیا کہ داریہ کی ہلکی سی چیخ نکلی۔

وہ اس کو آزاد کیے پیچھے کو ہوا تو داریہ شاکی نظروں سے اس کو دیکھ رہی تھی۔

"میں بہت تنگ کر رہا ہوں تمہیں کیا؟"

داریہ اس کے سنجیدہ ہونے پر قریب آئی۔

"کس نے کہا ماہیر، تم مجھے تنگ نہیں کرو گے تو میری سانس مجھ پر تنگ ہو جائے گا۔ کیا اداس ہو؟ کچھ

پریشان کر رہا ہے تو میں ہوں ناں۔ شئیر وومی"

وہ اسے تھوڑا ڈسٹرب لگا شاید وہ عزیزے جان کی طرف سے ذہنی دباؤ میں تھا۔

"بس ایسے ہی دل بھاری ہو رہا ہے"

وہ رخ بدل کر میٹرس پر جا بیٹھا تو داریہ بھی بے قراری سے ساتھ ہی بیٹھی، اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

"ماول کی وجہ سے؟ ادھر دیکھو۔ تم مجھ سے سب کہہ سکتے ہو۔ میری امان کہیں بوجھ تو نہیں

بن۔۔۔۔"

داریہ کا جملہ مکمل نہ ہوا کیونکہ وہ اسے دیکھ ہی ایسے سنگدلانہ رہا تھا کہ اس کی زبان رکی۔

"دار یہ یہ امان میرے لیے میری زندگی جیسی ہے، بوجھ نہیں ہے۔ سوچ سمجھ کر بات کرنا دوبارہ"
وہ سخت بپھرا تھا، دار یہ نے فوراً سے رحم طلب سی نگاہ ان خفا آنکھوں پر ڈالی۔
"تو مجھ سے شنیر کرو"

وہ اسکی اداسی برداشت نہ کر پائی تھی۔

"I feel for you madly Dariyah"

وہ اسکا اتنا سنگین مسئلہ سن کر اداسی سے مسکرائی۔

"اف ماہیر اف"

وہ مسکراہٹ اگلے ہی لمحے کوفت بنی، دل چاہا اسکا سر پھوڑ دے۔

"یہ بہت بڑا مسئلہ ہے دار یہ، تم مزاق سمجھ رہی ہو۔ پاگل ہو رہا ہوں میں تمہاری محبت میں، Я
безумно

влюбляюсь в тебя."

وہ اسکے مختلف زبانوں میں یقین دلانے پر ہنسی اور مکا اسکے بائیسپس پر دے مارا لیکن جب وہ کراہا تو یاد
آیا ابھی زخم مکمل نہیں بھرا، تو دار یہ کی یہ کیے خود ہی جان نکلی۔

"Я так сильно тебя люблю, Дарья"

وہ اسکے چہرے کی اور لہراتے اپنے پاگل پن کا پورا ثبوت دیے دار یہ کو بھی صدمے دے رہا تھا۔

"ماہیر بہت زہریلے لگ رہے ہو قسم سے"

دار یہ کوا سکی یہ بہکی مدہوش حرکت غصہ دلا گئی۔

"اور یہ منہ ٹیڑھا میڑھا کرنے والی زبان میرے سامنے نہ بولو، مجھے الجھن ہو رہی ہے"

وہ منہ پھلا گیا تو دار یہ نے مزید کلاس لی۔

"میں نے اظہار محبت کیا تھا فلورنس، دل توڑ دیا میرا"

سستی ایکٹنگ کے مہنگے ایکٹر نے سب کو پیچھے چھوڑا، دار یہ نے آنکھیں چنی کیے اس کو گھوری دی۔

"تو آئی لو ویو بول دونوں سیدھے سے"

وہ اس بار ادا اس ہوئی۔

"ناں۔۔ اب تمہاری سزا ہے۔ سب سے بری بری زبانوں میں اظہار محبت کروں گا کہ تمہیں پتا ہی

نہیں چلے گا کیا کہا۔ پھر جب تم میرا دل توڑو گی تو میں منہ پھلا لوں گا"

اپنی خفیہ پلاننگ منہ پھاڑے بتاتا وہ اس وقت سچ میں چھوٹا بچہ لگ رہا تھا۔

"تم جس بھی زبان میں کہہ لو، میں تمہاری آنکھوں میں دیکھ کر ٹرانسلیشن کر لوں گی"

دار یہ نے بھی اسکی ناراضگی پلوں میں دور کی پر اب وہ موصوف مغرور ہو کر ادائیں دیکھانے والے

تھے۔

"میں تمہیں اپنی آنکھوں میں دیکھنے ہی نہیں دوں گا"

اس بار وہ اٹھ کر اسکی تھائی پر بیٹھی اور دونوں بازو ماہیر کے گلے میں جمائے لیں۔

"ایسا مت کرنا"

وہ اسکی آنکھوں کو باری باری ہونٹوں سے چھو کر ٹرانس میں بول گئی پر داران کو تسخیر کر لیا۔
"تمہارا تو نہیں پتا کہ کب انسانی زبان میں اظہار محبت کرو گے لیکن میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں
ماہیر۔ بہت زیادہ۔۔۔۔۔ تمہاری ان آنکھوں کی گہرائی جتنا"

جذبات کی رو میں بھٹک گئی تھی وہ، دل کے ہاتھوں مجبور تھی کہ آج ماہیر کی قیدی بھی بن گئی۔
"اتنی بھی گہری نہیں ہیں"

وہ اسے ہوش دلانے کو بولا۔

"میں تو غرق ہو گئی ان میں، کبھی نہ ابھرنے کے لیے ڈوب گئی"
خود سے بچھرنے کا غم کر لایا تھا اسکی اٹکتی سانسوں کے بیچ جنہیں داران نے مرہمی لمس بخش کر سکون
دیا۔

"بس کریں مس پگلی رلائیں گی کیا"

اسکی سانسوں کو ملائمت سے آزادی دیتے ماہیر نے ان آنکھوں کی نمی مسکراہٹ میں اس شریہ جذباتی
جملے سے بدلی۔

"کبھی سیریس مت ہونا تم ماہیر شاہ"

وہ خفگی سے اس پر سے اٹھ گئی۔

"میں جیسا ہوں غنیمت سمجھو داریہ، جیسا تمہیں ملتا ہوں ویسا کسی اور کو نہیں ملا۔ میرے اندر چھپے اک چھوٹے سے بچے کی بھی آئیڈیل ہو تم"

وہ بے اختیار پلٹی، اس بندے پر غصے کے ساتھ پیار بھی آیا۔

"اور تمہاری کیا ہوں؟"

اب وہ اہمیت جاننا چاہتی تھی۔

"میری۔۔۔۔۔ میری تم فلورنس ہوناں"

اٹھ کر اسکی آنکھوں میں رشک بھرے وہ اسکے بالوں میں انگلیوں کو پھیرتا ہوا پاس سے گزر کر کمرے سے نکل گیا تو داریہ وہیں درد سے بھرا مسکرا کر بیٹھی۔

ابھی تک سمجھ نہ پائی تھی ماہیر کو، پر اسکے ہر روپ سے، ہر رنگ سے، ہر پہر روپ سے اسے شرطیہ عشق ہونے والا تھا یہ طے ہو چکا تھا۔

جب تک وہ باہر آیا، ایاد اور حمین ٹیرس پر جا چکے تھے جبکہ مایا دونوں کو وہیں چائے دیے داران اور داریہ کو بلانے نیچے آئی تو آگے تن کر کھڑے بھانجے کو دیکھتی پہلے تو ہانپی پھر جب داران نے مایا کو حصار میں لیا تو خوبصورت مسکرائی۔

"کیا تم اور داریہ رکنے والے ہو؟"

مایا نے شوخی کے سنگ پوچھا۔

"یس، وہ رکنا چاہتی ہے۔ اور مجھے بھی آپکا مہمان بننا تھا، یہاں آئیں"

داران اسکا ہاتھ پکڑے لاونچ کی سمت بڑھا اور اسے بٹھاتے خود بھی بیٹھا تو مایا کو اسکے انداز دیکھ کر ڈر لگا کیونکہ آج وہ ٹلنے والا کہیں سے نہ لگا۔

دار یہ بھی دونوں خالا بھانجے کو ساتھ بیٹھا دیکھے مسکرا کر کمرے سے نکلی اور سیڑھیاں چڑھ گئی۔

"بن گیا مہمان، اب بتانا شروع کریں مایا اپنی تکلیف، کیونکہ اب کوئی بہانہ نہیں سنوں گا"

وہ دار یہ کے ساتھ رک چکا تھا، ماول اور تبریز شاہ تو شام ہی واپس نکل گئے تھے اور اب شاید وہ مایا کے دل کا کرب بانٹنا چاہتا تھا۔

مایا نے اسکو خوفزدہ نظروں سے دیکھا اور پھر نظر جھکا کر داران کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

"پہلے وعدہ کرو اس سب کو لے کر کسی سے کوئی حساب نہیں مانگو گے، میں تم پر اپنے سبب آنچ بھی برداشت نہیں کر سکتی داران"

مایا کی آنکھوں میں آنسو دیکھتے داران کا کلیجہ سا پھٹا، اندازہ ہو رہا تھا اسے کہ مایا کس سے ڈر رہی ہے۔

"ٹھیک ہے بتائیں مجھے"

ضبط و برداشت کے سنگ وہ مایا کو بہلا گیا۔

"دارم شاہ، کومل کے دکھ کو میرے پہلو میں بھلانے کے خواہش مند تھے، پہلے تو سب ٹھیک تھا لیکن اچانک انکا مجھ سے رویہ بدلنے لگا، تم جانتے ہونا میں انکو بڑے بھائی کی طرح سمجھتی تھی تو بے تکلف

ہو جاتی تھی لیکن مجھے زرا اندازہ نہ تھا کہ میری بے تکلفی، میرا ہونا دارم شاہ کو بھٹکا دے گا۔ تب میں نا سمجھ تھی لیکن جب شعور آیا تو مجھے برا لگتا تھا انکا دیکھنا۔ یہ سب اچانک بہت شدت اختیار کر گیا۔ وہ مجھ سے شادی کے خواب سجانے لگے۔ عزیزے جان کو بھی ساتھ ملا لیا لیکن میں کبھی مر کر بھی انکو ایسی نظر سے نہیں دیکھ سکتی تھی"

مایا نے اپنا سر داران کے کاندھے پر ٹکاتے اسکی بازو سے لگے بتانا شروع کیا، داران پر کرب اتر رہا تھا۔ "لیکن میرے انکار کو دارم شاہ نے اپنی ضد بنالی، وہ مجھے پانچ سال ٹارچر کرتے رہے، ہرٹ کرتے رہے۔ مجھے ان سے نفرت ہو گئی داران۔ بہت نفرت۔ پر انکی ضد نہیں ختم ہوئی، ٹارچر تک تو میں سہہ گئی، اپنی بدنامی سے ڈرتی تھی لیکن جب وہ مجھے فزیکلی ہراس کرنے لگے تو مجھ سے برداشت نہ ہوا، میں نے تبریز بھائی جان کو بتایا، بہت لڑے وہ میرے حق میں اپنی ماں سے لیکن عزیزے نے انکو بھی بہت ہرٹ کیا، یہ تک کہا کہ وہ رز شہ کے قاتل ہیں۔ وہ بچارے خود ٹوٹ گئے تو مجھے کیا سنبھالتے یا میرا کیا دفاع کرتے۔ عزیزے کی شہ پر دارم شاہ کبھی بھی میرے روم میں آ جاتے، مجھے چھونے کی کوشش کرتے۔ مجھے تکلیف دیتے تھے"

مایا کی آنکھیں بھیگیں تو داران نے آہستگی سے اسکے ہاتھ سے بازو چھڑوائے گرد بازو حصار کر اپنے سینے لگایا اور پیار سے اسکے بال سہلاتے سر چوما۔

"مجھے کیوں نہیں بتایا، کیا مر گیا تھا میں مایا؟"

وہ اسکے دردناک سوال پر سسک پڑی۔

"ا۔ ایسا مت کہو داران۔ تم یہاں بس دو ماہ کے لیے آتے تھے تو جب مجھ میں یہ سب بتانے کی ہمت آتی تو تمہاری واپسی کا وقت آجاتا، دوسرا عزیزے جان نے مجھے کہا کہ اگر میں نے یہ کسی کو بتایا تو اس فرد کی جان لے لیں گی۔ میں نے کہاناں میں خود تو مر سکتی ہوں لیکن تم پر اپنے سبب آنچ بھی برداشت نہیں کر سکتی"

وہ روتی ہوئی داران کو اور غصہ دلارہی تھی۔

"آگے بتائیں"

وہ سپاٹ ہوا پر نیلی آنکھیں اذیت خانہ بن گئیں۔

"آگے کیا بتاؤں، وہ مجھے اٹھا کر فارم ہاؤس لے گئے، میرا پانچ سال کا گریز کچھ اثر نہ کر سکا۔ مجھ سے زبردستی نکاح کرنا چاہتے تھے۔ لیکن میں نہیں کرنا چاہتی تھی، مجھے گھن آتی تھی اس انسان سے۔ اور وہ پاگل تھے۔ مانتی ہوں انہوں نے کبھی اپنی حد نہیں توڑی پر اس دن وہ مجھے نوچ کر کھا جاتے اگر وہ مسیحا نہ آتا۔ وہ زمیل تھے، تمہاری داریہ کے بابا۔ دارم شاہ نے اس دن یہ اعتراف کیا کہ وہ زمیل کو برباد کرنے کا سبب ہے۔ کوئل کے چھن جانے کی سزا دی۔ بس پھر اس تڑپے شخص نے ماردی گولی۔۔۔۔۔"

اور مجھے بچایا بھی اور بے فکر کر کے واپس حویلی پہنچا دیا"

مایا کی خزن زدہ صورت تکتا وہ تکلیف کی آخری حد پر کھڑا تھا۔

"دو سال گزر گئے مایا، ایک دن بھی آپ میں ہمت نہیں آئی کہ مجھے اعتماد میں لیتیں۔ میں سچائی کی تلاش میں در در بھٹکتا رہا اور آپ منہ سی کر بیٹھی رہیں۔ دارم شاہ تو اپنے کیے کا پھل بھگت رہے ہوں گے اور ان شاء اللہ تاقیامت بھگتے رہیں گے لیکن آپ نے یہ بے اعتباری دیکھا کر میرا دل ٹکڑے کر دیا"

داران کی شکوہ کناں درد بھری سرگوشی پر وہ اسکی طرف ڈر کر دیکھنے لگی گویا جسم سے جان سی سر کی۔
"ایسے مت کہو"

آواز میں خراشیں پڑیں، داران نے اذیت سے منہ پھیرا۔

"آپ ایک بار مجھے کوئی اشارہ ہی کر دیتیں، آپکو اتنا ڈر پوک نہیں سمجھتا تھا مایا۔ جس نے اپنے دکھ بھول کر بہادری سے دو ٹوٹے دل جوڑے تھے وہ اتنی کمزور کیسے نکل سکتی ہے۔ اگر آپ مجھے بتاتیں تو میں خود دارم شاہ سے اس کا حساب لیتا، اب میرے اندر کی یہ آگ کیسے سرد پڑے گی۔ کیسے لٹاؤں گا آپکے احسانوں کا بدلہ مایا، بولیں کیسے چکاؤں گا ان راتوں کا حساب جب میرے لیے آپ پوری پوری رات میرے سرہانے بیٹھ کر گزار دیتی تھیں"

وہ اسکے سوالوں پر روتی اسکا چہرہ تھام گئی کہ آنسو بے قابو ہوئے۔

"میں نے کوئی احسان نہیں کیا، تم اور ماول میرے ہی وجود کا حصہ تھے اور رہو گے۔ میں بس ڈرتی تھی کہ تم دادی کی محبت سے محروم نہ ہو جاؤ۔ پھر اگر تمہیں یا ماول کو کچھ ہو جاتا تو میں آپیا کو کیا جواب دیتی

بولو، اب بھی تم عزیزے سے کچھ مت کہنا داران۔ وہ تمہارے ساتھ ساتھ ج۔۔ حمین کو بھی کچھ کر دیں گی"

ڈر سے کپکپاتی مایا کے ٹوٹے الفاظ سنے داران نے اسے اپنے سینے لگائے اس کے آنسو خود میں گھوٹے جو حمین کے لیے داران سے زیادہ ڈری تھی۔

"جب تک زندہ ہوں آپ کے حمین کو کچھ نہیں ہونے دوں گا، میں بہت پیار کرتا ہوں آپ سے مایا۔ بہت زیادہ، آپ تھیں تو ہی یہ بزدل ساداران، رزشہ کی موت برداشت کر سکا تھا۔ آپ پاس تھیں تو خفا ماں کا گم ہونا سہہ پایا، جانتی ہیں ناں کسی روٹھے ہوئے انسان کا اس دنیا سے چلے جانا سب سے بڑا دکھ ہے۔ میرے پاس ہے یہ دکھ، پھر بھی میں نارمل ہوا آپ کی بدولت۔ کیسے برداشت کروں یہ۔ جب صلہ لوٹانے کا وقت آیا تو آپ نے اپنی حفاظت کا موقع ہی نہیں دیا۔ یہ ماں کی موت سے زیادہ دکھ دے رہا ہے۔۔۔۔ یہاں چھ رہا ہے آپ کا کرب"

وہ اپنے سینے کا درد ہاتھ رکھ کر دیکھا رہا تھا جبکہ مایا کے پاس رونے کے سوا کوئی جواب نہ تھا، وہ بہت نالاں تھی، داران کی تکلیف پر اسکی جان جا رہی تھی۔

"کہاں جا رہے۔۔ ہو؟"

داران کے یکدم اٹھنے پر وہ بھی سہم کر اٹھی، اسکی توانا بازو پکڑے اپنی طرف گھسیٹا۔

"ابھی مجھے جانے دیں مایا، دم گھٹ رہا ہے۔ کچھ دیر واک کرنا چاہتا ہوں"

اسے نرمی سے راہ سے دھکیلے وہ گھر سے نکلا تو مایانے آنسو رگڑے اور واپس لڑھک کر بیٹھی۔
پھر سے ان آنکھوں میں تیرگی اترنے لگی۔

داران کی گھٹن دن بدن بڑھتی تھی، کم نہیں ہوتی تھی، کیا کوئی ماں اپنے بچے سے روٹھ سکتی ہے، نہیں
پر اسے یہ دلا سہ کسی نے دیا ہی نہیں تھا۔

"تمہیں میری محبت زنجیر لگتی ہے داران، تمہیں قید لگتی ہیں ماں کی باہیں۔ ہاں۔۔۔ تمہارا دل مجھے
دیکھنے کو نہیں تڑپتا تبھی کئی کئی دن رابطہ نہیں کرتے۔۔۔۔۔ لیکن میں کیا کروں، جنم دیا ہے۔ میرا دل
تمہارے سینے میں اٹکا ہے بچے۔۔۔۔۔"

ماں کی گلوگیر آوازیں اور ایسے کئی جملے آج بھی اسے ڈراتے تھے، بہت وقت بیت گیا تھا لیکن پھر بھی
اب وہ اس آواز کے لیے بہت ترستا تھا۔

وہ سڑک پر چل رہا تھا لیکن ٹھنڈی ہوا کے باوجود اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ سانس لینے سے محروم ہو گیا
ہو۔

.._____..

دس تک بچی گھر آیا تو پہلی باریوں تھا کہ اپنے ہی مکان کی چوکھٹ پار کرتے ہچکچاہٹ کا سامنا تھا۔
دادی جانم کیا کہیں گی اسکے آنے پر؟ حیران ہوں گی تو وہ کیا جواب دے گا؟ بیلا نے ستایا تو اس بار کونسی
بات کہہ کر اسکے دل میں سلاخ گاڑے گا۔

خیر ڈپلیٹ کی سے دروازہ کھولے اندر بڑھا، ابتدائی لاؤنچ میں دھرے چمکتے صوفے پر اپنا فون، اور گاڑی کی چابی پھینکی۔

ملازمہ کچن سے نکل کر حیرانگی سے کھانے کا پوچھنے لگی پر وہ نفی میں سر ہلائے آنکھ چرا تا سیدھا دادی کے کمرے میں گیا جو بیڈ پر لیٹیں کمر کے پُچھے دو تکیے رکھے مزے سے ایتنا بھ بچن کی کوئی پرانی فلم دیکھنے میں مشغول تھیں۔

بیچی کو دیکھے انکی ضعیف صورت پر روشنی آگئی اور اس سے پہلے دادی کوئی سوال کرتیں وہ بھولے بیے بچے کی طرح آکر بیڈ پر چڑھ بیٹھے انکی گود میں سر رکھے لیٹ گیا۔

انجمن نے ٹی وی کا والیوم میوٹ کیا اور سوہنے پوتے کے بال سہلائے اور ساتھ ہی جھک کر اسکا ماتھا چوما۔

"تو کہاں آگیا اتنی جلدی گھر، کہیں گرل فرینڈ کی کشش تو نہیں کھینچ لائی"

جس سوال سے بچنا چاہتا تھا دادی نے وہی کر کے دکھتی رگ پکڑی۔

"کون گرل فرینڈ؟"

بیچی گھنا بنا۔

"وہی بیلا۔ اچھی لگی مجھے۔ اب دیکھ نہ یچی پتر میں کہاں ان آدھی معذور ٹانگوں سے تیرے لیے گھر گھر جا کر کڑی ڈھونڈتی۔ اللہ نے خود بھیج دی۔ میری زندگی آج ہے کل نہیں ہوگی، تو کسی کے متھے لگ جائے تو مجھے بھی حوصلہ ہو جائے"

دادی کی آس اور حسرت پر وہ لب بھینچ کر گردن موڑ گیا، نگاہ میوٹ ٹی وی سکرین پر ڈالی۔
"نہیں ہے وہ میری گرل فرینڈ، بس پیننگ گیسٹ ہے۔ اور یہ بکواس اس نے کی آپ سے؟"
وہ پھر سے دادی کو اختتام تک منہ سیدھا کیے سخت گھورا تو وہ یچی کے تپنے پر اداس ہو کر منہ پھلا گئیں۔
"وہ تو کہہ رہی تھی تجھ سے بہت پیار کرتی ہے، یہ بھی کہہ رہی تھی اپنا لمبچو اور سڑو پوتا مجھے دے دیں میں ٹھوک ٹھاک کر ٹھیک کر دوں گی"

بیلا کی کہی باتیں از سچ دادی نے دہرائیں تو وہ کرنٹ لگنے سے جھٹکے پر فوری اٹھ بیٹھا۔
"خبردار آپ نے اس کی اس وائیٹ ڈیمانڈ پر کان بھی دھرے دادی جانم، یاد رکھیے گا کسی نہر میں جا کر چھلانگ لگا دوں گا۔ زہر لگتی ہے وہ مجھے۔ اسکی کلاس تو میں لیتا ہوں، سمجھتی کیا ہے۔ حاکم ہے کیا مجھ پر"
یچی کا غم و غصے سے پھٹنا دیکھے انجمن اتنا گھبرا گئیں کہ اسے روک بھی نہ پائیں، اپنا سر تھام لیا جبکہ وہ بھری موج بنا سیدھا اوپر والے پورشن پہنچا مگر غصے میں لحاظ بھی ترک کر بیٹھے جب کمرہ کھولے اندر گھسا تو وہ زمین پر لیٹی چھت کو گھور رہی تھی، شاید کچھ سوچ رہی تھی اور سوچنے کے لیے بیلا بخاری کو سخت کھر در ی یا فلیٹ جگہ لیٹنا پڑتا۔

"کو نسے چلے کاٹ رہی ہو، اٹھ کر کھڑی ہو"

اسکے سر پر پہنچ کر وہ پھنکارا تو بیلا فوراً سے مسکرائی اور اپنا ہاتھ اٹھا کر یچی کی طرف بڑھایا۔

"سہارہ نہیں دو گے یو یو"

بیلا کی بہکی ٹون پر یچی نے اسکا ہاتھ واپس اسکی طرف گرایا جبکہ واقعی اسکی گردن دبا ڈالتا اگر وہ شرافت سے خود نہ اٹھ کر سامنے کھڑی ہوتی۔

"کیا بکواس کی ہے تم نے دادی سے، تم میری گرل فرینڈ کب بنی؟ دیکھو بیلا مجھے تمہاری یہ اوٹ آف لائن حرکتیں نہایت زہر لگ رہی ہیں۔ میری برداشت کو مت آزماؤ"

آج وہ پہلے سے زیادہ ہارش تھا، آواز بھی پھٹ رہی تھی۔

"تو بنا لو گرل فرینڈ، نہیں آزماؤں گی برداشت۔ لک ایٹ می یو یو کس چیز کی کمی ہے مجھ میں، خوبصورت ہوں۔ بہکانے کی اہل ہوں پھر اور کیا چاہیے تمہیں؟"

وہ بھی جیسے اسکے گلے پڑنے کو تیار اسکے گریبان کی اطراف ہاتھوں کی پوروں کو بے تکلفی سے جماتے نزدیک ہوئی۔

"شرم اور حیا کی کمی ہے۔ کسی سے ادھار کیوں نہیں لے لیتی"

اسکے ہاتھ پکڑ کر ایک ہی جھٹکے سے پیچھے لے جاتے دیوار سے پن کرتے زہر خندی سے اسکے چہرے کو نہارتے روح تک جنجھوڑا۔

"ادھار ہم غریبوں پر بند ہے ناں یو یو، تم دے دو تھوڑی شرم، تم میں ایکسٹرا بھری ہوئی ہے"

اب بھی بنا خائف ہوئے وہ یچی حیدر کی برداشت سے کھیل گئی جو سمجھ نہ پا رہا تھا یہ عورت کی کونسی بگھڑی شکل ہے۔

"اپنی حد میں رہو بیلا"

دانت نکواس کر چلایا، شاید اپنے اندر کی آواز دبانے کی کوشش کی تھی اس نے۔

"حد میں ہی ہوں ورنہ کب کا تمہیں اپنے آگے جھکا چکی ہوتی، لیکن عورت جس سے محبت کرتی ہے اسے سر کا تاج ہی بنانا جائز سمجھتی ہے۔ مجھے کسی نے محبت کے ڈھنگ سیکھائے ہوتے تو میں بھی شرم و حیا کی دیوی بن جاتی، لیکن میں نے صرف تمہیں چاہنا سیکھتے ہی ہر سیکھ رد کر دی۔ میں یہیں ختم ہو گئی یچی حیدر"

وہ اسکی آنکھوں کے بے انتہا شدید جذبات پر تھم سا گیا، وہ سنجیدہ تو جان کو آتی محسوس ہوئی۔

اک لمحہ وہ خود بھول گیا تھا کہ کس قدر وہ بیلا کے قریب کھڑا ہے کہ زرا سی حرکت گناہ کا روپ بدل جاتی۔

"مجھے تم میں کوئی دلچسپی نہیں ہے، نہ مجھے تم جیسی بے شرم لڑکیاں پسند ہیں۔ آخری بار کہہ رہا ہوں بیلا، اگر تم نے مزید کوئی حد پار کی تو میں صرف تمہیں یہاں سے نہیں نکالوں گا، غیرت میں آکر دنیا سے ہی چلتا کروادوں گا"

وہ اس سے دور ہوا، اس لڑکی کی گردن سے اٹھی مست گلاب سی خوشبو یچی حیدر کے حواس سن کر چکی تھی۔

"کر دینا، میرا ویسے بھی دنیا میں کوئی نہیں۔ مجھے وہ موت بھی دل و جان سے قبول ہے جو تمہاری شکل میں آئے، میں نے دل کو بہت بہلایا پر یہ منحوس مارا تم سے آگے سوچتے ہی بند ہونے لگتا ہے۔ ہائے میرا کلمو ہا دل"

اول جملے وہ اس پلٹ چکے بیری پیا کو جتلاتے ہی سینہ پیٹے میٹرس پر لڑھکی پر یچی نے جانے کتنی برداشت کی کہ چہرہ سرخ بھبھول ہو گیا۔

پھری تند آندھی کی طرح وہ کمرے سے نکلتا دروازہ پٹح کر گیا تو کہنی کے بل کروٹ بدلتی بیلا کے ہونٹوں کو سرور بھری مسکان نے چھوا۔

"تم ایک بار حق دو خود پر یو یو، میں اک لمحے میں تمہیں اپنا نہ بنا دوں تو میرا نام بیلا نہیں۔"

وہ حق یقیناً اس شخص کی ملکیت کا تھا لیکن آہ بیلا کی قسمت بہت اجرٹی ہوئی پڑی تھی۔

.._____..

"مجھے بہت غصہ آیا تھا جب ماہیر نے مجھے بتایا، شکر ہے تمہاری محبت وہی نکلا داریہ۔ میرے تو پیروں سے اس لمحہ زمین نکل گئی تھی"

دس بج چکے تھے پر ماما بھانجی کی باتیں جاری تھیں، ایاد تک کچھ دیر پہلے جمائیاں لیتا لیتا وہیں سو گیا تو حمین نے اسے زبردستی سونے بھیجا مگر داریہ کا دل کہاں بھر سکتا تھا ماموں کی شفیق آغوش سے۔
وہ آرام دہ کاوچ پر انکے سینے لگی بیٹھی انکے ہمراہ آسمان پر نکلا چاند دیکھ رہی تھی۔

"ہاں بہت آزمائش لی اس نے میری لیکن میرے دل کے سارے بوجھ اتر گئے ماموں، آپ نے مجھے چلچلاتی دھوپ سے نکال کر ہمیشہ اپنے پروں کا سایہ دیا، آپ مجھ سے لمبی عمر پائیں"
سینے سے سر اٹھائے داریہ نے اپنی زندگی کے اس قیمتی سرمائے کو دیکھا جس کے لیے وہ آنکھیں بند کیے جان دے سکتی تھی، اور قسمت دیکھیے آج حمین کے دونوں لاڈلے بھی سکون میں تھے اور وہ خود بھی سکون پا گیا۔

"میں خوش ہوں، میری لاڈلی اب دل سے مسکراتی ہے"

حمین نے پیار سے اسکا ماتھا چوما تو وہ ماموں سے لپٹی، اتنا سکون تو ماں کی آغوش بھی نہ دے سکتی تھی۔
"میں نے کہیں پڑھا تھا ماموں کہ جو اللہ کی بہت پیاری روحیں ہوتی ہیں وہ انکا بہت امتحان لیتا ہے، جیسے آپکا لیا۔ پر انعام میں وہ اس بندے کے دل میں اپنی صفات کے صدقے نور بھرتا ہے۔ وہ اس انسان کو بے حد مہربان، بے حد رحم کرنے والا اور محبت سے بھر دیتا ہے آپکی طرح۔ جب بھی میرے سامنے محبت کا ذکر ہوتا ہے مجھے صرف آپ یاد آتے ہیں۔ کوئی اتنا اچھا کیسے ہو سکتا ہے بڑی، آپ محبت کے لائق ہیں۔ آپ جان ہیں میری"

ماموں پر تو اسکی جان قربان تھی جبکہ حمین اسکی اتنی محبت پر جذباتی نہ ہوتا تو کیا کرتا۔

"آپنی نے بہت دل دکھایا، میرا اور بابا کا داریہ۔ لیکن وہ ہمارے دل میں تو ہمیشہ رہیں گی۔ بابا انکو یاد کرتے چلے گئے، میرے ان ہاتھوں میں دم توڑا تھا، آخری لفظ انکی زبان پر "میری کو مل" تھا، اس تکلیف کے بعد میرے نزدیک ہر دکھ چھوٹا پڑ گیا۔ جیسے تم دو کو میری ضرورت تھی ویسے تمہارے اس ماموں کو بھی تم دو کی ضرورت تھی۔ تمہیں دیکھ کر تو میری تکلیف غائب ہو جاتی تھی، اتنی پیاری سی گڑیا تھی میرے پاس۔۔۔ بھورے بال سنہری آنکھیں۔۔۔"

وہ سب یاد کرتے داریہ بھی روئی اور آنکھیں حمین کی بھی بھگیں۔

"تبھی تو آپ جیسا ہم دونوں کے لیے اور کوئی نہیں، جب مایا کو دیکھتی ہوں اللہ پر بہت پیار آتا ہے۔ دل چاہتا ہے وہ کہیں ملیں تو میں زور سے لپٹ جاؤں۔ تھینکیو بولوں۔۔۔۔۔ کہ میرے ماموں کو مایا دی۔ آپ نہ ہوتے تو داریہ اور ایاد بھی نہ ہوتے"

آج وہ کچھ زیادہ ٹچی ہو رہی تھی اور حمین کو بھی رلار ہی تھی۔

"اچھا بس اب، پھول جائیں گے تمہارے ماموں اتنے پیار پر"

حمین نے اپنی بھگی آنکھیں رگڑتے ڈرامائی سا ڈانٹا تو وہ بھگی آنکھوں سمیت ہنسی۔

"پھول بھی گئے تو ڈیشننگ ہی لگیں گے، ماموں آپکی داڑھی کے بال پھر سے سلور ہو رہے تھوڑے تھوڑے۔ کل پھر سے ڈائے کر دوں کیا؟"

وہ قریب ہوئی تو ہاتھ بڑھا کر حمین کی داڑھی چھوئی جس پر وہ اسکا ہاتھ پکڑے چومتا نفی میں سر ہلا گیا۔
"نہیں، ایسے زیادہ ہنڈ سم لگتا ہوں۔"

حمین کی اتر اہٹ پر داریہ نے صدقہ ہی تو اتار لیا۔

"اوائے ہوئے، ماشاء اللہ۔ آپ سو سال کے بھی ہو گئے تو اتنے ہی ہنڈ سم لگیں گے۔ فٹ بھی تو کتنا رکھا ہے آپ نے خود کو۔ ہماری ذمہ داری بھی آپ کو خود سے غافل نہ کر سکی اسکی مجھے بے حد خوشی ہے۔ اور اب تو مایا کے سبب آپکے چہرے پر ایکسٹر اگلو ہے۔ نظر نہ لگے آپ کو"

وہ اتنی پیاری باتیں کر رہی تھی کہ حمین کے ہونٹوں سے لمحہ بھر بھی مسکراہٹ نہ ہٹی پھر مایا کا سوچتے ہی اسے یاد ستائی، دو تین گھنٹے ہو گئے تھے اسے مایا کو دیکھے۔

"رات کافی ہو گئی، چلیں ہم بھی چلتے ہیں۔ ماہیر اور مایا ساتھ تھے جب میں اوپر آئی۔ اب تک تو دونوں سو گئے ہوں گے۔"

خود داریہ کو بھی ہلکی ہلکی نیند آرہی تھی مگر اسے ابھی عشاء پڑھنی تھی، بہت مشکل سے اس سے اسکے اللہ مانے تھے سو اس معاملے میں وہ بہت جذباتی تھی۔

"چلو آ جاؤ، یاد پر تو آج ایکسٹر اخماریاں چڑھی ہوئی تھیں۔ خراٹے دیکھے تھے تم نے اسکے۔ مجھے تو یہ سوچ کر غش آرہے کہ جب ماول کو پتا چلے گا کہ اسکا ہنڈ سم ڈیشنگ اور گریس فل سا آدمی اتنے بھیانک خراٹے لیتا ہے تو بیڈ سے گود کر جان نہ دے دے"

حمین نے داریہ کو اٹھ کر حصار اتو وہ بے اختیار ماموں کی بات پر ہنسی۔

"ہا ہا قسم سے بہت گندے لگتے ہیں لالہ خراٹے مارتے ہوئے، اللہ ماول کو صبر دے"

داریہ نے بھی ہنسی روکتے وہ سچو لیشن امیجن کی اور جھر جھری لیے حمین کو بھی ہنسا گئی۔

دونوں ساتھ نیچے آئے تو کافی خاموشی تھی، داریہ ماموں کو گڈ نائیٹ کہے کمرے میں گئی تو ماہیر کا نام و نشان نہ پائے تھوڑی فکر مند تو ہوئی مگر پھر پہلے نماز پڑھنے کا ارادہ بنائے وضو کرنے بڑھی اور واپس آکر ماہیر کو میسج بھیجا اور جائے نماز لیے اسے بچھا کر نماز کی نیت باندھی۔

وہیں حمین کمرے میں آیا تو مایا کروٹ پر لیٹی بظاہر سوئی لگی تھی تبھی وہ چینج کرنے چلا گیا لیکن واپس آیا تو مایا کو ویسا ہی سو یا پائے بے قرار ہوا کیونکہ وہ اتنی جلدی سونے والی تو تھی نہیں۔

خیر شرٹ کی بازو اوپر کو کھینچ کر چڑھائے مین لائیٹ آف کیے وہ اپنی جگہ آکر لیٹا تو مایا کی اسکی طرف پشت تھی۔

اسکے کھلے بال تکیے پر بکھرے تھے، حمین نے کچھ دیر تو اسے دیکھا مگر پھر اٹھ کر مایا کے عقب میں اسی کے تکیے پر سر رکھے اسکے بالوں کو سمیٹ کر انکی خوشبو سانسوں میں اتارنے لگا لیکن اسے محسوس ہوا جیسے مایا سو نہیں رہی بلکہ کانپ رہی ہے۔

حمین نے ایک ہی جھٹکے سے اسکے نیچے سے بازو گزار کر جب اپنی طرف مایا کو پلٹایا تو وہ سچ میں روتی کانپتی اسکے سینے میں سمٹ گئی۔

حمین اسکے تڑپ کر رو دینے پر بوکھلایا، اسکا بکھرا ہوا وجود اپنے حصار میں لیے سمیٹا، وہ جیسے تڑپ کر ہچکی بھر رہی تھی اس سبب اسکی سانس اکھڑنے لگی۔
"کس نے رلایا ہے آپکو مایا"

اسکے سر کو چومتے ہوئے سرگوشی میں پوچھا جسے بس حمین کے سینے لگ کر اپنی ساری تکلیف سے نجات پانے کے سوا زندہ رہنے کا کوئی حل نظر نہ آیا۔

"نہ آپ اپنی تکلیف کہہ رہی ہیں نہ میری سن رہی ہیں، ایسے کیسے چلے گا۔ ادھر دیکھیں۔ بے شک رو لیں لیکن مجھے دیکھیں"

وہ کیسے دیکھ پاتی کہ درد کی رمزیں اسکے پورے وجود کو زخم بنا چکی تھیں، پھر بھی وہ رونا رو کے، سانس سادھے، آنکھوں کو دھندلایا ہی چھوڑے سینے سے چہرہ علیحدہ کیے حمین کو دیکھنے لگی۔

"آ۔۔ آپ کو کیا ہوا حمین؟ کہاں درد ہے؟"

وہ اپنا رونا بھول گئی صرف حمین کی تکلیف پر۔

اس پر حمین چوہان کی پوری جان جیسے اسکی آنکھوں میں سمٹ آئی۔

"ان آنکھوں میں مایا جو آپکے یہ آنسو دیکھ کر غم سے دکھ رہی ہیں"

بہت دیر بعد وہ بول سکا، مایا نے رونا روک دیا پر اب بھی بہت سے رونے کے سبب خزن اسکے ملائم چہرے میں کھبا ہوا تھا۔

"او کے میں نہیں رورہی"

فوری اپنے آنسو صاف کر دیے۔

"کیا ہوا ہے؟ کیوں رورہی تھیں؟"

وہ اسکے سوال پر لحظہ بھر نظر چراگئی اور یہ جواب تھا کہ وہ ابھی کچھ نہیں کہہ پائے گی۔

"جب دل چاہا بتانے کا تو اک لمحہ بھی دیر مت کیجئے گا، میں ہمیشہ آپکو سننے کے لیے موجود ہوں"

اسکی جبین چومتے مزید حوصلہ دیا جو مایا میں تسلی سرائیت کر گیا۔

"ہمیشہ؟"

وہ اسکے معصومانہ سوال پر مسکرا کر سر ہلا گیا تو مایہ کی آنکھوں سے چھن چکی امید اور زندگی واپس چمکنے لگی۔

"جی ہمیشہ، کسی بھی وقت۔ کبھی بھی۔"

جذبات کی شدت نے حمین کی آواز اس قدر بھاری کر دی کہ وہ مجذوب لگا، دیوانہ۔

"حمین آپکی بیرڈ میں یہ کہیں کہیں سلور بال بہت پیارے لگ رہے ہیں"

وہ فوراً سے اسکے چہرے کی خوبصورتی میں کھوئی، ملائم پوروں سے اسکی بیرڈ چھونے لگی۔

"آپکو پسند آئے؟"

وہ اب بھی مدہوش سا تھا، محبت سے بھرا۔

"جی، یہ آپکی خوبصورتی کو لاکھ گنا بڑھا رہے ہیں۔ سر کے بال آپ ڈائے کر سکتے ہیں پر پلیز انکو کبھی مت کیجئے گا"

وہ پیار سے بھری ہر دکھ سے آزاد تھی۔

اسکے ملائم ہاتھ کی پوریں حمین نے اسکا ہاتھ پکڑے لبوں سے چومیں تو گدگداتے احساس پر مایا کے چہرے پر گلال اترے۔

"سر کے بال میرے ہیں ہی بلیک، جیسا آپ کہیں گی ویسا ہی ہو گا۔ آپ کا حکم چلے گا حمین پر"

وہ جان مانگتی تو وہ بھی دے دیتا، وہ یہی سوچ رہی تھی کیسے اس شخص کو اتنی دیر سے ملی۔

اسے لگا جیسے حمین سے اسکا تعلق بہت قدیم ہے۔

"آپ بہت پیارے ہیں حمین"

وہ کہتے ہی نظر جھکا گئی، اسے اچھا لگتا تھا حمین کا عملی استحقاق۔

"آپ جان سے پیاری ہوتی جا رہی ہیں، پلیز رویا مت کریں۔ جب بھی رونے کا دل چائے بس میرے پاس آ جایا کریں۔ میں آپکو اتنے پیار سے سے گلے لگاؤں گا کہ آپ دکھ کا لفظ ہی بھول جائیں گی"

اسکے بالوں کو سنوارتے، اسکے بے داغ گال کو چھوئے وہ اس میں سکون ہی تو بھر رہا تھا، وہ جانتی تھی وہ سچ کہہ رہا ہے، وہ ابھی ہی تو یہ محسوس کر چکی تھی۔

دل پھٹ رہا تھا لیکن حمین کے گلے لگنے کی دیر تھی کہ اسے یاد ہی نہ رہا کہ وہ کتنے کرب کا شکار تھی۔

"میں ایسا ہی کروں گی"

آنکھوں میں جھانکتی وہ ہمت کیے قریب ہوئی اور زرا حمین کا چہرہ دوسری طرف کیے اپنے ہونٹوں کو اسکی گال سے جوڑا، ناصرف پیار میں ڈوبا لمس بخشا بلکہ ہاتھ کو حمین کی دوسری گال سے جوڑے وہیں ٹھہری رہی، شاید وہ حمین کو پاگل کر دینا چاہتی تھی۔

حمین نے اسکے سرتلے رکھی بازو اپنی اور لپیٹی تو وہ مزید اسکے وجود میں جذب ہوتی سینے لگی لیکن ہنوز اسکے ہونٹوں کا لمس حمین کی گال سے وابستہ رہا۔

"بس کریں مایا، آپکی اتنی محبت کہاں سنبھالوں"

وہ بے چینی سے بڑبڑایا تو مایا نے فوراً سے چہرہ اسکی گردن میں گھسیڑ کر چھپا لیا، اپنی اس بے باکی پر اب وہ صبح سے پہلے حمین کا سامنا کہاں کر سکتی تھی۔

"بس اتنی قریب بھی رہیں تو بھی مجھے بے انتہا سکون پہنچاتی رہیں گی، میری ساری تھکن آپکے ہونٹوں کی اک مختصر مسکراہٹ کی مار ہے۔"

اتنے پیارے اظہار پر وہ دبا دبا رشتک آمیز مسکرائی اور حمین جانتا تھا وہ اب بہت بہتر ہے تبھی خود بھی آنکھیں موند کر اس احساس سکون میں اترنے لگا۔

.._____..

"کافی"

وہ لان میں ٹہل رہا تھا تو انیب اپنے ساتھ اسکے لیے بھی کافی بنالائی۔
"مجھے نہیں پنی"

ایک نظر پلٹ کر انیب پر ڈالے منہ موڑا، انیب نے اسکی پشت گھورتے ہی کافی وہیں گھاس میں الٹ دی اور خود مزے سے کرسی پر بیٹھ گئی جیسے عاقب کی اس لمحہ اسکی جوتی کو بھی پرواہ نہ ہو۔
عاقب پلٹا تو رگوں میں دوڑتا ہوا خون کھولا۔

"بندہ انسیسٹ ہی کر لیتا ہے، کتنا دل تھا اسکے ہاتھ کی کافی پینے کا۔ اکڑیلی عورت"
دانت پیسے دل کے پھپھولے پھوڑے پر وہ تو یوں تھی جیسے اسے عاقب کی رتی برابر پرواہ نہ ہو۔
کچھ دیر تو وہ واک کرتا اسے چور نگاہوں سے دیکھتا رہا مگر جب انیب نے اسکے سوا ارد گرد کا ہر چہ چہ دیکھنے اور حفظ کرنے کے بعد بھی اسکو اگنور کرتی رہی تو وہ قریب آیا اور پھر دونوں ہاتھ اس لوہے کی کرسی کی بازوؤں پر ٹکائے انیب کے چہرے کی اور جھکا۔
انیب ڈر کر پیچھے ہوئی۔

"کس چیز کی اکڑ ہے تم میں؟"
جلتی ہوئی نظر تھی لیکن لہجے میں کرب تھا۔

انیب نے ہاتھ بڑھا کر خالی مگ جب آگے سرک کر میز کے کنارے رکھا تو بے دھیانی میں جھکے عاقب کے ہونٹ اسکی گال سے مس ہوئے۔

اسی جھٹکے پر انیب کے ہاتھ سے کپ نیچے گھاس میں جاگرا، دونوں کی آنکھیں ملیں، کوئی تو کھنچاؤ تھا دلوں میں جو پیدا ہوا تھا۔

"مجھے اس بات کی اکڑ ہے کہ میں تمہارے بنا نہیں مروں گی"

اسی نزدیکی پر بیٹھے ہی وہ پر اعتمادی سے بولی، عاقب کی نظر اسکے چہرے میں غصے کے سبب دیکھائی دیتی نازک رگوں پر تھی، پھر اسکے ہونٹوں پر گئی، صبح کا وہ لمحہ دونوں کو ازبر تھا۔
اس لمحے کی سوندھی چھن بھی چنگاری بن کر سینے میں سلگ رہی تھی۔

"کیوں نہیں مروں گی"

وہ پھر سے اپنے اصل کی طرف جا رہا تھا، اس عاقب میں بدل رہا تھا جو اس لڑکی کے آگے ہارا ہوا ہے۔
"اس لیے کہ مرنا نہیں چاہتی، تم جیسے کہ لیے مرنا، موت کی تو صہیں ہو گی"
اب بھی وہ کچو کا لگانے سے باز نہ آئی۔

"آہاں۔۔۔۔۔ کسے بیوقوف بنا رہی ہو انیب جہاں گیر۔۔۔ صبح ویسے کافی عیاشی کروادی میں نے تمہاری،
یقیناً میری عنایت ہو اوں میں اڑا چکی ہو گی تمہیں"

وہ جب جب کمزور پڑتا ایسا زہرا گلتا کہ انیب کی آتی جاتی سانس جھلس جاتی۔
"اس بیہودگی کے جواب کا پینڈنگ تھپڑ سنبھال رکھا ہے میں نے، کھاو گے کیا؟"
اسکو پرے جھٹکے وہ اٹھ کر دگنا غرائی، عاقب کا لہو سلگا۔

"تم"

اس سے پہلے وہ اسکو کچھ کر دیتا، انیب نے اسکے مزید قریب ہو کر اپنی آنکھیں ان وحشی آنکھوں میں گاڑیں۔

"وہ تم نے اپنے آپ کو سکون اور راحت دی تھی، میرا نہ نقصان ہوا نہ فائدہ۔ مجھ سے مت الجھو عاقب۔ آخری وارنگ دے رہی ہوں۔ مجھے اب تم سے جڑی نہ عنایت متاثر کرے گی نہ زیادتی۔۔۔ میں تمہارا معاملہ اللہ کے حوالے کر چکی ہوں"

اسکے اندر کے شور کو سننے کے باوجود جھٹلائے وہ نرمی سے وارن کرتی واپس پیلس کی طرف گئی پر عاقب کا قرار بھی خود سے لپیٹ کر لے گئی، اسکی حالت اس وقت سچ میں ایسی تھی کہ وہ ہر چیز نسیت و نابود کرنے کا خواہش مند تھا۔

اف یہ بے بسی۔

"کہاں رہ گیا ہے یہ بندہ؟"

دار یہ نماز مکمل کیے اٹھی، جائے نماز طے کیا اور حجاب کی صورت لپیٹے دوپٹے کو اتار کر ہینگ کیا،
ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی خود پر سر سری سی نگاہ ڈالتے پلٹی اور جھک کر نرم بستر پر پڑا فون اٹھایا تو
نہ تو میسج سین ہوا تھا نہ کوئی دارا ان ماہیر شاہ کا پیغام۔
اسے فکر ہونے لگی تبھی کال ملائی۔

لیکن بیل کی آواز کمرے کے پاس سنائی دی تو فون آف کیے رکھتی وہ اس سے پہلے دروازے کی طرف بڑھتی وہ خود ہی ڈور کھولتا کمرے میں آگیا۔

داریہ کے دل کو دھکا لگا کیونکہ داران کی آنکھیں خفیف سی سوجن کا شکار تھیں، باڈی لینگوئج سے بھی وہ تھوڑا رنجیدہ لگ رہا تھا۔

"کہاں چلے گئے تھے، یہاں آؤ۔۔۔"

داریہ نے اسکا فون پکڑ کر سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور اسکا ہاتھ پکڑے اپنے قریب لائی۔
"واک کرنے گیا تھا"

نظریں چراتے بتایا اور داریہ کے حصار سے نکلنے لگا جب وہ پھر پکڑ کر روک گئی۔
"ادھر دیکھو، ماہیر!"

وہ اسکا چہرہ اپنی طرف گماتے بولی مگر اسکی ہٹ دھرمی پر اختتام تک چلائی۔
داران کو اسے دیکھنا پڑا۔

"ہٹویار، موڈ بہت خراب ہے۔ سو جاو داریہ"

اپنے درد سے لبریز دل کی ٹیسیں دباتا وہ اسے راہ سے ہٹائے جا کر صوفے پر بیٹھ گیا، داریہ کو سمجھ نہ آئی
اب کہاں سر مارے۔

"تم مجھے غصہ دلارہے ہو"

داريہ نے اسکی اس چپ پر تلملاتے کہا پر وہ سر صوفے کی بیک پر گر اتا کشن اٹھا کر سینے میں دبوچ گیا،
آنکھیں بھی بند کر لیں۔

"اوکے فائن، مت بتاؤ۔ میں بھی سونے لگی ہوں"

دل تو ماہیر کے لیے بہت پریشان تھا پر وہ اس وقت غصہ تھی تو فوراً سے جا کر لیٹ گئی، گال پھول رہے
تھے۔

کچھ دیر تو وہ اس پتھر نما شخص کو امید سے دیکھتی رہی لیکن پھر آنکھیں بند کر لیں۔

کچھ دیر ہی گزری تھی جب داریہ کو اپنے شانے پر دباؤ محسوس ہوا، وہ اسکے پاس لیٹے اپنا سر اسکے سینے پر
رکھے اس سے لیٹ چکا تھا۔

بند آنکھوں سے ہی داریہ کے لبوں پر زخمی مسکراہٹ ابھر آئی۔

"جب پتا ہے میرے بنا اب نہیں رہ سکتے تو اتنے بھرم کیوں دیکھائے"

اسکے بھاری سر کا بوجھ خوشی سے قبول کیے وہ اسکے بالوں میں انگلیوں کو پھیرنے لگی۔

"میں ایسا ہی ہوں، بد تمیز"

وہ ویسے ہی چہرہ چھپائے بڑبڑایا، داریہ کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"بتاؤ کیا ہوا؟ کیا تمہیں سانس نہیں آرہا ماہیر"

وہ اسکے بے جان سے سینے سے خوف کھا گئی جیسے لگا وہ سانس نہیں لے رہا تبھی داران کو زرا اوپر ہوتے اس لڑکی کو دیکھنا بھی پڑا اور اسکے سامنے سانس بھی لینی پڑی۔

"کچھ دیر لگا تھا نہیں آئے گا پر بڑی وفا بھری پڑی ہے اس زندگی میں۔ تم خوش ہو یہاں؟ میزاں دیواروں سے تو بہت محبت ہو گی تمہیں"

وہ ٹال رہا تھا، داریہ نے اسکے سر کے بالوں کو سہلاتے اسکے چہرے کو بغور دیکھا۔

"میرا سوال مت ٹالو ماہیر، بتاؤ کیا ہوا ہے۔ روئے ہو؟"

وہ اپنے موقف پر ڈٹی تھی، داران نے لمحہ بھر سرخ پڑتی آنکھیں چرائیں۔

"ماہیریوں نظریں مت چرایا کرو پلینز"

وہ تاسف سے منمنادی۔

"میرے دل میں ایک درد رہتا ہے کہ اگر اسے آواز دی جائے تو میری زبان جل جائے گی داریہ، اگر

میں نے اسے اندر کی گہرائیوں سے چھپانے کا انتخاب کیا تو مجھے ڈر ہے کہ یہ میری ہڈیوں کو مکمل طور پر

چیر دے گا اور اگر میں نے اسے دل سے نکال دیا تو مجھے ڈر ہے کہ یہ پوری دنیا کو جلا دے گا۔"

وہ بس یہی بولا، اسکی آواز ڈوب گئی۔

"ماں کیوں روٹھی تھیں تم سے؟"

داریہ کو لگا وہ شاید اسی تکلیف کا ذکر کر رہا ہے۔

"تم بھی روٹھ جاو گی، میں کسی کو زیادہ دیر خوش نہیں رکھ سکتا۔ مجھے شدید محبتوں اور اٹیچمنٹ سے وہشت ہوتی ہے۔ فوبیہ کہہ سکتی ہو۔۔ بابا جیسا ہوں شاید۔ ہماری خاندان میں مرد کنزرویٹو ہیں جبکہ عورتیں جنونی۔"

وہ بنا دیکھے بولا کیونکہ اسے خود کو سکون بھی پہنچانا تھا داریہ کی خاص خوشبو سے۔

"میں تم پر کبھی مسلط نہیں ہوں گی، مجھ سے وہشت نہیں ہوگی دیکھنا"

وہ مسکرائی تو داران اٹھ کر سیدھا ہوا اور اب اسکا سرداریہ کی بازو پر تھا، وہ زرا اسکی طرف کروٹ بدل گئی تاکہ اسے ٹھیک سے دیکھ سکے۔

"ہو پ سو"

وہ پر امید ہوا۔

"تمہیں بھوک تو نہیں لگی؟ آئی مین لیٹ لنچ کیا تھا ناں تو ڈنر کسی نے نہیں کیا۔ لیکن اگر تمہیں کچھ کھانا

ہے تو بتاؤ میں لا دیتی ہوں"

داریہ کو اسکے ڈائسٹیک ہونے پر فکر ہوئی۔

وہ بھی کروٹ داریہ کی طرف بدل گیا۔

"میٹھا؟"

وہ اسکی فرمائش پر افسردہ ہوئی۔

"نوو۔ کچھ بنادیتی ہوں"

فورا سے حل بتایا۔

"نہیں نہیں زحمت ہوگی"

وہ اسے پکڑ کر روکتا فوری منع کر گیا۔

پھر اچانک داریہ کو کچھ یاد آیا تو وہ پلٹی اور دوسرے تکیے کو جب اٹھایا تو وہاں وہی کیوی فلور کینڈیز دیکھے کھکھلا دی۔

فورا سے چاروں اٹھا کر واپس پلٹی۔

"یہ تب سے یہیں ہیں؟"

داران کو ہنسی آئی تو وہ بھی مسکرائی۔

"اسی دن کی منتظر تھیں، یہ لو"

داریہ نے اپنی بازو اسکے سر سے نکالی اور ایک کھول کر داران کے ہونٹوں کے قریب لائی تو داران نے منہ کھولا۔

مسکرا کر وہ اس بار اسکی بازو آفر کرنے پر خوش دلی سے اپنا سر رکھے اسکی طرف واپس رخ کیے لیٹی۔

"تم اپنے پاس کچھ نہ کچھ میٹھا رکھا کرو"

وہ اسکی تاکید پر مسکاتی سر ہلا گئی۔

"ویسے تو تم بھی کافی میٹھی ہو لیکن میں ایکسٹراز ہریلا ہوں تو تمہاری مٹھاس دیر پا اس زہر کو دبا نہیں
سکتی"

وہ مزید بولا تو داریہ نے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ مارا۔

"بکومت"

وہ گھوری۔

"بتاؤ ناں ماں کیوں ناراض تھیں؟"

وہ اس کی ہر تکلیف بانٹنا چاہتی تھی تبھی پھر اصرار کر بیٹھی۔

"چاہتی تھیں انکے پلو سے بندھ کر بیٹھ جاؤں، بہت ہارش اور روڈ تھا میں۔ مجھے لگتا تھا یہ ماں کی باہیں تو
ہمیشہ یونہی کھلی ملنے والی ہیں تبھی قدر نہیں تھی۔ اور اب۔۔۔"

وہ کہتے کہتے رکا تو داریہ نے اسکی گال سہلاتے ان خوبصورت آنکھوں میں تسلی بھری نگاہ ڈالی۔

"اور اب ترستا ہوں کاش ایک بار وہ دیکھائی دیں، گلے لگنے کو ملیں۔ میں نافرمان بیٹا تھا داریہ۔ یہ تکلیف
میری روح میں اتری ہوئی ہے۔ وہ جو کہتی تھیں میں چڑ کر الٹ کرتا تھا، کہ کسی طرح انکے ایکسٹرا پیار،

لاڈ، فکر سے نجات پاسکوں۔ یہ تو انکے مرنے کے بعد کھلا کہ مائیں تو ساری ایسی ہی ہوتی ہیں، چھوڑو یار"

یہ سب یقینا داران کی ذات کی تارکیاں تھیں جنہیں وہ کسی سے شئیر کرتے بھی دکھتا تھا، جیسے اس نے

آخر میں ٹالا وہ لمحہ داریہ کو بہت تکلیف ہوئی۔

"میں نے تو ممی کا ایک لمس بھی نہیں پایا، ماموں بتاتے ہیں ممی نے آخری ہچکی بھرنے سے پہلے میری بس گال چومی تھی"

وہ داریہ کی طرف دیکھنے لگا جو مسکراتی رہی تھی پر اسکی آنکھوں میں آنسوؤں کا سمندر تھا۔
"اٹس اوکے داریہ، ماموں ہیں ناں تمہارے پاس ماں کی پرچھائی سے۔ انہوں نے ان گالوں، اس چہرے کو بہت چوما ہو گا۔ تمہاری ممی کے حصے کا بھی"

وہ اسکے آنسو پونجھتا جیسے لاڈ سے بولا وہ ناچاہتے ہوئے بھی کھل سی گئی۔
"لیکن ممی نے حسرت کی ہوگی مجھے گود میں بھرنے کی، بس یہ تکلیف کبھی کبھی کمزور کر دیتی ہے"
وہ نظر جھکائے بولی، آواز گھٹ سی گئی۔

"جو اس دنیا سے جلدی چلے جاتے ہیں وہ خوش قسمت ہیں داریہ، بی بریو"

اسکو پکڑ کر دھیرے سے اپنے سینے بھرتا وہ خود بھی تلخ ہوا تھا۔

داریہ کا تڑپتا ہوا دل اسکی گرفت ملتے ہی چین سا پانے لگا۔

"ہاں لیکن پیچھے رہ جانے والوں کا تو کچھ باقی نہیں رہتا"

اسکے جملے میں درد کا جہاں تھا جو داران نے گہرائی سے محسوس کیا، وہ کچھ نہ بولا، اسے اپنا احساس دلاتا رہا کہ وہ اسکے پاس ہے۔

"کیا کر سکتے ہیں قانون قدرت ہے"

وہ اسکے بہت دیر بعد بولنے پر زرا اسکے سامنے ہوئی، اسے دیکھنے لگی۔

پھر اسکی گال چومتی مسکرائی۔

"ماں اپنے بچوں سے نہیں روٹھ سکتی، اپنے دل کے اس درد کا مرہم تم خود ہی بنو گے تو قرار پاو گے
ماہیر۔ ورنہ یہ پچھتاوا تمہیں کھا جائے گا"

وہ فلورنس تھی جس نے پہلی بار داران ماہیر کو ایک ایک ایسی تسلی دی جس کے لیے وہ برسوں سے مر
رہا تھا۔

"دل چاہ رہا ہے تمہاری بات پر یقین کر لوں"

وہ خفیف سا غمگین ہوا۔

"دل غلط نہیں ہو سکتا"

وہ مزید پر ہمت مسکائی۔

"تم سے کبھی وہشت نہیں ہوگی آج ہی یقین ہو گیا"

وہ اس بار جی اٹھی تھی، کتنا اچھا لگتا تھا وہ کوئی اعتراف کرتا ہوا۔

"وہ کیسے؟"

وہ متجسس ہوئی، دل الگ دھڑکا۔

"کیونکہ تم سے بات کر کے میری ساری وہشتوں کو دفات موت آگئی، مرہم کبھی درد نہیں دے سکتا۔ تم مرہم ہو میرے دل کا"

جانے کیا تھا اس شخص کے سادہ سے لہجے میں کہ وہ پوری جان سے لرزی، اسکی آنکھوں میں نمی چھلکی۔
"کبھی پ۔۔ پھر بھی درد بن گئی تو معاف کر دو گے نا؟"

دار یہ کی آواز میں خراش آئی۔

"میں آج ہی تمہیں اپنا ہر درد معاف کرتا ہوں، یہاں تک کہ خون بھی"
وہ تو بعث و تکرار کا ہی قتل کر گیا۔

دار یہ سے مزید آنسو نہ سنبھالے گئے تو اسکے گلے لگتی اس پر حاوی ہوئی، نا جانے کتنی دیر روتی رہی اور وہ اسے سینے کی راحتیں بخشتا مسکراتا رہا۔

"تمہیں پتا ہے دو سال سے اللہ پاک ناراض تھے لیکن جب ہم ایک ہوئے وہ مجھ سے راضی ہو گیا، کیا تم نے سفارش کی تھی"

جب رو کر دل ہلکا ہوا تو وہ یہ راز بھی کہہ کر رو برو ہوئی، وہ گریں بلو آنکھیں محبت، محبوبیت کے اعلیٰ درجے پر فائز تھیں۔

"جس سے اسکی ماں روٹھی ہو، اس سے اسکا رب بھی روٹھ جاتا ہے۔ مجھ نافرمان کی سفارش کہاں سنی جا سکتی ہے پھر۔ یہ تمہاری اپنی جزاء ہے داریہ۔ اپنا انعام ہے۔ میں تو خود اسے منانے کے جتن کر رہا ہوں"

وہ یہ کہتے عجیب درد میں ڈوبا لگا۔

داریہ نے اسکی صبح پیشانی چومی۔

"میں کروں گی سفارش، وہ میرے بہت قریب آکر مجھے سنتا ہے ایسا میرا ایمان ہے، تب بھی سنتا تھا جب مجھ سے ناراض تھا۔ میں تمہارے لیے ہر وہ دعا مانگوں گی جو اپنے لیے مانگتی تھی بس تم دوبارہ کبھی مت رونا۔ پراس می"

خود رو رہی تھی پراس سے وعدہ مانگتے وقت کیا پر اعتمادی تھی کہ وہ داریہ کی اس معصومیت پر ہنس دیا۔
"میں ایمو شنل فول ٹائپ ہوں، کبھی کبھی رونا نکل ہی آتا ہے"
وہ بے بسی بھی آفت رکھتا تھا، وہ بھی پھیکا سا ہنسی۔

"یہ بھی تمہارا چارم ہے، کسی بہانے تو تم اپنے آسمان سے نیچے اتر کر میرے برابر آتے ہو۔ چلو پراس کرو"

وہ مان سے وعدہ مانگ رہی تھی۔

"میرا کوئی آسمان نہیں ہے بلکہ میں تو خود کسی کے آسمان کا ادنیٰ سا ستارہ بن چکا ہوں"

وعدہ ٹال کر وہ اسے مہبوت کر گیا، اسکی بے آرام دھڑکنیں نرم لمس سے پرسکون کیں، بنا کسی جنونیت کے وہ اسکو پیار کیے زیادہ پاگل کرتا تھا۔

"نو۔ چاند۔"

وہ اسکے روح جنبھوڑتے لمس پر مسکرائی۔

"چاند ہی سہی"

وہ کھورہا تھا اس میں، وہ بہت پیاری تھی اسے۔

"چلو اب نگل بھی دو کینڈی، کیا بچوں کی طرح چبائے جارہے ہو۔"

وہ یکدم ہی اسکے بھینس کی طرح منہ ہلانے پر گھوری جس پر وہ بھی ہنسا۔

"تمہیں میرا کچھ اتنے پیار سے کھانا بھی جیلس کر رہا ہے کیا داریہ؟"

وہ مست سا آنکھ دبائے بولا جس پر وہ مکا مار ڈالتی اگر سچ میں اس پر پیار نہ آیا ہوتا۔

"ہاں یہی سمجھ لو، دانت برش کر کے سونا ورنہ صبح دانت پکڑ کر بیٹھے ہو گے۔ چلو اب میں سو رہی بہت

نیند آرہی"

اسکے چہرے سے نظر ہٹائے وہ دور ہونے لگی جب ماہیر نے اسکا فرار ناکام کیا اور اسے واپس خود میں

لیپیٹا۔

"مجھے مزید باتیں کرنی ہیں"

وہ بگھڑا ہوا بولا۔

"اف ماہیر منہ تھک گیا ہے میرا، کل کر لینا پلینز"

وہ نیند سے جھلاتی چڑی اور اب ہی تو داران کو مزہ آیا اسے ستانے کا۔

"نو۔۔۔ ابھی"

وہ اسکو گد گدی کر تا نہایت زہر لگا۔

"م۔۔۔ ماہیر۔۔۔۔۔"

وہ چینخی۔

"او کے او کے سسرال میں پٹوانہ دینا، جاو سو جاو۔ جان چھوڑو"

اچانک سے موصوف کو یاد آیا کہ وہ سسرال ہیں تبھی تو داریہ اسکے چھوڑ کر اٹھنے پر پر خمار سا مسکرائی۔

"گڈ گڈ، ایسے ہی ڈرتے رہنا"

وہ اسے چڑاتی انگڑائی لیتی بولی تو ماہیر کا رخ واش روم سے سیدھا داریہ کی طرف ہوا اور وہ اسے بیٹھ کر

خود پر جھکتا دیکھے ڈر گئی۔

"ڈرتا تو میں کسی کے باپ سے بھی نہیں لیکن وہ کیا ہے ناں داران ماہیر شاہ تمہارے لیے کچھ الگ ہے۔

تمہاری نیند بہت پیاری ہے مجھے۔ یہ تم پر مہربان ہے، اور میں اس پر۔۔۔ گڈ نائٹ"

وہ اسکے پر خمار انداز پر دگنا نشیدہ ہوا، داریہ نے اسکے جھک کر بجشتے شب عیش والے حدت خیز لمس پر تڑپ کر آنکھیں میچیں۔

"م۔۔ ماہیر"

وہ اسکے دور ہونے پر بند آنکھوں سے بڑبڑائی تو جان بوجھ کر بالکل دور ہو گیا۔

"بس بس زیادہ پھیلو مت، عاشق بھی رہنا ہے مجھے"

بے نیازی کی حد کرتے موصوف چل پڑے پر داریہ پر اضافی بہار ضرور اتر چکی تھی اور اسی سکون سے وہ اپنا آپ اپنی مہربان نیند کے حوالے کر گئی۔

.._____..

یچی کی نیندیں ختم ہو چکی تھیں، وہ لان میں ٹھل رہا تھا لیکن درحقیقت گہرے گہرے سانس کھینچے اپنے اندر کی گھٹن باہر نکال رہا تھا۔

کیا اسکی بھی کوئی کہانی تھی؟ یچی کے والدین بہن بھائی کہاں تھے آخر؟

چھ سال پہلے مشہور ہو سسپٹل کے کوریڈور میں کھڑے یچی حیدر کی حالت جان لیوا تھی، بلیک کھلے گریبان والی شرٹ، جینز پر لگے خون کے دھبے، گردن اور ہاتھوں پر سوکھ چکے بہت پیارے خون کے نشان، بکھرے بال، سرخ اجڑی اداس آنکھیں، اور رندے چہرے پر ویرانگی کے سائے۔

ایک طرف ماں باپ کی موت، دوسری طرف بہن کی گمشدگی، تیسری طرف پیاری دادی کو آیا ہارٹ اٹیک۔

وہ اپنی حالت یاد کیے کپکپا اٹھا۔

اسے آج بھی وہ بھیانک دن یاد تھا جب چھ سال پہلے کچھ نامعلوم لوگوں نے اسکے ڈیڈ کی گاڑی پر حملہ کیا، تب گاڑی میں سلمان حیدر، انکی بیوی ماہین حیدر اور یچی کی سولہ سالہ بہن سوہا حیدر موجود تھی، سلمان حیدر ایک آرمی کرنل آفیسر تھے جنکو ان دنوں ایک خاص مشن ملا تھا (رش یہ کے کرم نیل شہرم و سکو کے ڈان کو بے نقاب کرنے کا جسکی مداخلت ملکی ڈیفینس ڈیپارٹمنٹ کے ساتھ قانون اور میڈیا میں بھی بڑھ چکی تھی)، لیکن کچھ نامعلوم طاقتوں کو کرنل سلمان حیدر کی ایمانداری اور اس ماف کیس سے وابستگی منظور نہ تھی تو پہلے انہوں نے اوچھے ہتھکنڈوں سے انکو اور پوری فیملی کو دھمکایا، لیکن جب وہ بہادر اور ایماندار سلمان حیدر پیچھے نہ ہٹے تو ان لوگوں نے ناصرف سلمان حیدر اور انکی بیوی کو شوٹ کر کے مارا بلکہ اسکی بہن سوہا حیدر (جو سولہ سال کی ہونے کے باوجود ماہرہ یکر تھی) کو اٹھا کر لے گئے، وہ سچ میں قیامت تھی جس نے یچی اور انجمن کو جیتے جی مار دیا، ان وحشی لوگوں نے یہیں بس نہ کی، سوہا کے ساتھ بظاہر زیادتی کر کے اسے منہدم لاش بنا کر انکے گھر کے باہر پھینک گئے، یہی نہیں اس لڑکی کا پورا چہرہ مسخ کر دیا تاکہ شناخت و پہچان نہ ہو سکے، اسکی کلائی میں بھائی کا دیا بریسلٹ پہنا دیا تھا جس سے بظاہر پہچان ہوئی اور اسے چپ چاپ دفن دیا گیا لیکن درحقیقت وہ لاش سوہا

کی نہیں تھی، بلکہ وہ کوئی اور بے کار مال سمجھ کر وہ لوگ ختم کیے پھینک گئے، یحییٰ حیدر اور انجمن کی تو دنیا جڑ گئی تھی تین جنازوں کے ساتھ تبھی یحییٰ کو خیال ہی نہیں آیا کہ وہ اس ڈیڈ باڈی کی کوئی سائنٹیفک جانچ کرواتا، بہن کی مزید زلت اسے برداشت نہ تھی تو اس معاملے کو چپ چاپ اسکی قبر میں دفن کر دیا۔

تین تین بہت پیارے کھودے، ہنس مکھ دادی دل کی مریض بن گئیں، اس قدر ذہنی دباولیا کہ ٹانگوں پر فالج پڑا، یہ تو علاج معالجے کے بعد اب جا کر وہ کچھ بہتر ہوئیں مگر اب بھی زیادہ دیر چلنا ممکن نہ تھا۔ اور خود یحییٰ ان تینوں کی موت کے انتقام کی خاطر بابا کی ریفر کی اس سپیشل فورس میں خود بھی آگیا کیونکہ یہ سلمان حیدر کی خواہش بھی تھی، تب وہ یونی میں نیا نیا گیا تھا لیکن اس حادثے کے بعد اسکی زندگی الٹ جوانی، شوخی اور مستی سے خارج ہو گئی۔

ان میڈیا، ڈیفینس اور جوڈیشل نل ماف.. یا لوگوں کا بہت بڑا نیٹورک تھا تبھی تو یحییٰ اکیلا کچھ نہ کر سکا، لیکن پھر وہ دو سال پہلے جلاد سے ملا، اسے امید ملی کہ اب وہ ضرور اپنے بابا ماں اور بہن کی موت کا انتقام لے گا۔

وہ جب یونی مکمل کرنے کے بعد مزید دو سال فورس اور ٹریننگ کے بعد ڈی فنس بیورو کا جونیئر انویسٹیگیشن آفیسر اینڈ شاپ ش ورٹر کا رینک پا گیا تب اسے جلاد کی شاگردی ملی، اس نے اپنی تکلیف کسی کمزور لمحے جلاد سے بانٹ دی، اور پھر اسکی لڑائی بھی جلاد کی لڑائی بن گئی جیسے وہ ہر کسی معصوم کی

جنگ اپنے سر لینے کا پہلے ہی عادی ہو چکا تھا اور سب سے پہلے داران نے سوہا حیدر کی قبر کھدوائی، اس ڈیڈ باڈی کا فتویٰ کے سنگ طبعی / فارنس ک جائزہ کروانے کے بعد اسے کسی دوسری جگہ عزت و احترام سے واپس دفنایا اور پھر یہ بات ڈی این اے رپورٹ سے ثابت ہوئی کہ وہ لڑکی سوہا (بیچی حیدر کی بہن) نہیں ہے نہ اسکی ہم عمر، گویا بیچی اس دن بہت مدت بعد ٹھیک سے سانس لے سکا اور انجمن بھی کچھ زندگی کی جانب لوٹ آئیں کہ پوتی زندہ ہو سکتی ہے۔

سوہا حیدر کہاں تھی؟ زندہ تھی یا مر گئی کچھ خبر نہ تھی لیکن داران ماہیر شاہ کو لگتا تھا جیسے اس مشن کے بعد وہ سوہا تک ضرور پہنچ جائیں گے تبھی یہ ذکر اس نے بیچی سے بھی کیا اور تبھی سراج الحق (ہیڈ) کے آرڈر یا انکی سختیوں کی پرواہ کیے بنا بیچی اس کیس میں پچھلے ڈیرھ سال سے صرف داران کے آرڈرز فالو کر رہا تھا۔

”تم زندہ ہوگی سوہا، بس اسی تسلی نے مجھے ثابت قدم اور دادی جانم کو زندہ رکھا ہے“ وہ کرب سے سانس کھینچے لان میں لگی کر سی پر لڑھکا، اسکے اندر یہ حادثے سب ختم کر چکے تھے، تبھی تو جب چھ سال پہلے یونی میں وہ بیلا سے ملا تو مرا ہوا تھا، چند ماہ اس لڑکی کا محبت، جنون اور کرش نامی ٹارچر سہنے کے بعد خود ہی یونی چھوڑ گیا، کیونکہ وہ اپنی زندگی میں مزید کوئی بھونچال برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

”کیوں ہو تم اتنے ہارش یو یو؟“

وہیں بالکونی پر کمرے سے نکل کر آتی بیلا کی نظریں اس دشمن جان پر پڑیں تو وہ یونہی اسے دیکھ کر بڑبڑائی، ابھی جانتی نہ تھی کہ یچی کے دکھ کیا ہیں۔

”میرے دل پر کتنی اذیت جمی ہے، تم نہیں جان سکتی بیلا۔ جس انسان کی زندگی کا مقصد ہی بس انتقام ہو اسے آخر کسی اور شے میں کہاں قرار آ سکتا ہے بھلے پھر وہ تم جیسی عورت کی لذت آمیز باہیں ہی کیوں نہ ہوں۔ میں تمہیں بے عزت کر کے خوشی محسوس نہیں کرتا نہ کبھی کی۔ لیکن تم یچی حیدر کو ملی ہی تب تھی جب میں اندر سے مرچکا تھا۔ پلیز میری زندگی سے نکل جاو“

وہ اپنا سر ہاتھوں میں گرا گیا تو بیلا کا دل چاہا اسکے پاس جا کر قدموں میں بیٹھے اسکا دکھتا سر دبائے، اسکی جلتی آنکھیں چھو لے لیکن پھر یچی کا گریز یاد آیا تو اپنی خواہش کا گلا گھوٹے بولائی مایوس سی واپس کمرے میں چلی گئی۔۔

جبکہ یچی پر یہ سوہان سی گہری رات مزید گہری ہوتی چلی گئی۔

وہیں دوسری جانب داران کو اسکی مطلوبہ اہم خبریں موصول ہو چکی تھیں۔

”اوہ تو ضمانت کروالی اس نے اپنے باپ کی، ٹھیک ہے کل کیس کا جیسے ہی فیصلہ ہو تم نکل آنا کا بل سے۔

موسکو پہنچ جانا عمر آفندی، ہمارے لیے اس سال کا سب سے بڑا کیس آچکا ہے، ڈیرھ سال کی محنت ہے

ہماری۔ ہمارے ڈی فینس ب یورو سے پورے م لک کی امیدیں جڑی ہیں۔ امید ہے تم ہمارا موسکو میں

اچھا استقبال کرو گے“

جب تک داران واپس روم میں آیا کسی اہم کال پر مصروف تھا، اس جانب سے جہانگیر کی پاک واپسی کے ساتھ زمیل کے کیس کی مثبت اینڈنگ کی خبر اسی کے آدمی نے پہنچا دی جسے داران نے جواباً بریف کر کے رابطہ توڑا۔

داران نے فون جھک کر سائیڈ میز پر رکھا اور خود داریہ کو دیکھتا اسکے پاس بیٹھا جو سوچکی تھی۔
”تمہیں استعمال کرنے والا ہوں داریہ، ہوپ سو تم مجھے معاف کر دو۔ تم ہی ہمیں ماس ٹر گریول کی آرم ی میں لے کر جاو گی، میں وعدہ کرتا ہوں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا، لیکن تمہارا اعتبار ایک اور بار بری طرح ٹوٹ جائے گا۔ نجانے تم مجھے پھر سے موقع دے سکو گی یا نہیں۔ لیکن یہ سچ ہے اگر تم مجھ سے دور ہو گئی تو مر جاؤں گا، یہ چند دن میری زندگی کے خوبصورت ترین دن ہیں جو تمہاری قربت، سنگت اور صحبت میں گزر رہے ہیں“

یہ اعتراف کرتے ہوئے وہ بہت غمزدہ تھا، جس لڑکی پر آنچ بھی برداشت نہ تھی اسے اپنے ہاتھوں سے موت کے منہ میں دینا کتنا مشکل تھا یہ اس شخص کے پھٹے ہوئے دل اور کھارے لہجے سے صاف عیاں تھا، اپنی اسی تکلیف کو کم کرنے کو وہ اسکے ماتھے پر جھکا اور مہر چاہت عطا کی، پھر اسے محبت اور آزر دگی سے تکتا واپس سیدھا ہوا۔

داران ماہیر شاہ جو موس کو کا جلا د تھا، اسے سب سے پہلے یہی سیکھایا گیا تھا کہ اپنے دفاع کے لیے سب سے پہلے اپنے قریبی لوگوں کو کیسے استعمال کیا جاتا ہے، داریہ کو اس مشن میں شامل کرنے کا فیصلہ اس

نے تب اچانک کیا جب اسکے پرسنل جاسوس کی جانب سے کچھ دن پہلے یہ خبر ملی کہ ماسٹر گریول دار یہ پر بہت اعتبار کرتا ہے، ناصرف اعتبار بلکہ دار یہ کے لیے دلی وابستگی بھی رکھتا ہے، اب یہ نازک خبریں داران کو کسی اندر کے جاسوس نے ہی فراہم کی تھیں جو آل ریڈی ماسٹر گریول آرمی میں داران کے رائٹ ہینڈ کے بھیس میں موجود تھا (داران کا اہم مددگار) لیکن اس کا ہونا کافی نہ تھا، مقابلے کے لیے جلاد کو اس آرمی کے اندر پوری طرح گھسنا تھا، داران بیک وقت موس کو کا جلاد اور اپنے ملک کا دفاعی آئی سر اور شارپ شورٹر کیسے بنایا ایک دردناک کہانی تھی، یہ سب کب شروع ہوا المبا فسانہ تھا، رشین ڈی ڈبلیو ای ایتھلیٹ اکیڈمی کا او نر بھی اصل میں Executioner ہے یہ بات کوئی نہیں جانتا تھا تبھی تو وہ اب تک دشمنوں پر بھاری تھا۔

اب وہ جاسوس کون ہے یہ بھی ایک راز تھا۔ بہت بڑا راز۔

یہ سب معاملات وقت پر کھلنے تھے مگر داران کو اس وقت دکھ تھا تو دار یہ کے لیے کہ وہ اسے اندھیرے میں رکھ کر دھوکہ دے رہا ہے۔

ورنہ دار یہ کی زندگی کو رسک میں ڈالنے سے بہتر تھا وہ خود مر جاتا۔

وہ اسکے پاس ہی بیٹھا رہا، نیند آنکھوں سے کوسوں دور جا چکی تھی۔

.._____..

حمین ساری رات کچھ ٹھیک سے سو نہ سکا، مایا کے لیے وہ بہت ڈسٹرب رہا لیکن وہ پوری رات بہت سکون سے سوئی رہی۔

فجر میں حمین نے ایاد کے ساتھ داران کو بھی جگایا اور مسجد نکل گئے، داریہ نے بھی نماز پڑھی اور پھر سے سو گئی پر مایا نہ سو سکی بلکہ گھر کی صفائی وغیرہ کرنے کے بعد خود بھی تیار ہوئی، ایاد اور داران تو نماز کے بعد آگئے مگر حمین وہاں سے گھنٹہ جاگنگ اور جیم کے لیے نکل جاتا تھا تو اسکو واپسی پر دیر ہو جاتی، محترم کے فٹ رہنے کا یہ راز تھا جسے وہ کسی کو بتاتے نہ تھے، پونے آٹھ تک حمین واپس آیا تو مایا کچن میں تھی، دروازے سے اندر جھانکتے محترمہ کو ناشتہ بنانے میں محو دیکھے بنا مخاطب کیے ہی وہ فریش ہونے بڑھا، نہا کر ٹراؤز شرٹ پہنے وہ روم میں آیا، آفس جانے میں ابھی ٹائم تھا تبھی اسکا موڈ یہی تھا کہ سب مل کر ناشتہ کریں۔

کچن میں آیا تو مایا کو آملیٹ بناتے دیکھ کر خاموشی سے عقب میں آرکا اور اسکے اطراف ہاتھ لے جا کر باندھے مایا کی گال سے چہرہ جوڑا۔

حمین کی نزدیک موجودگی پر مایا تو سین کے رنگوں سے سبک گئی۔

”میں آج کسی میڈ کو دیکھتا ہوں، آپکو ہر وقت کام کرتا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔“

اسکے کھلے آبشاری بالوں کی مہک سانسوں میں بھرتے ہی اطلاع دی جس پر مایا اسکے حصار میں گھبرا کر پلٹی۔

”ہر وقت کہاں ک۔۔۔“

اس سے پہلے وہ کچھ بولتی حمین نے اسکے نرم ہونٹوں پر انگلی رکھے خاموش کروایا۔

”کچھ نہیں سنوں گا اس بارے تو زحمت نہ کریں اعتراض کی مایا، میڈ ایک دو گھنٹے کے لیے اس وقت آیا کرے گی ناشتہ بھی بنا دے گی اور گھر کی صفائی بھی۔ آپ لنچ بنالینا اور ڈنر۔۔۔ جبکہ برتنوں کے لیے ڈش واشر موجود ہے۔ سمجھ گئیں؟“

وہ سنجیدہ تھا تبھی مایا تھوڑی ڈری کیونکہ نہیں چاہتی تھی وہ غصہ ہو۔

”آپ ناراض ہیں حمین؟“

اسکی بے لوث فکر کے آگے لمحہ بھر حمین بے بس رہ گیا، کیا بتاتا کہ ساری رات اسکی تکلیف کو سوچتا رہا ہے۔

”بلکل نہیں“

بظاہر تو وہ ناں کر رہا تھا پر مایا کو حمین کے لہجے کا اضافی انس غائب لگا تو آنکھیں سی بھرنے لگیں۔

”نہیں ہوں، ثبوت دوں کیا؟“

وہ اسکی طرف دیکھنے لگی تو نظروں کا مفہوم سمجھے مایا کی پلکیں ماہی بے آپ سا پھڑپھڑا گئیں، فوری رخ موڑ گئی پر درحقیقت حمین سے پھر سے بھاگی تھی۔

”میں ہلیپ کروں؟“

حمین بھی اسکے ساتھ کھڑا رد گرد نظریں گمانے لگا، مایانے ماتھے کی جانب جھولتی بالوں کی لٹیں ناز سے کان کے پچھے اڑیسیں اور فوراً سے پلٹی۔
”میں کرلوں گی حمین“

حمین اسکی دبی دبی مسکراہٹ دیکھتا وہیں کرسی گھسیٹے بیٹھا جبکہ مایا کے چہرے پر اک رنگ آرہا تھا اور اک جارہا تھا، لیکن حمین نے بھی قسم اٹھا رکھی تھی آج اچھا خاصا ستائے گا۔

”خطرناک ہوتے جارہے ہیں حمین، اللہ جی پلیز مجھے تھوڑی ہمت اور بہادری دیں تاکہ کچھ صلہ لوٹا سکوں۔ ہاتھ کیوں کپکپا رہے ہیں میرے۔۔۔ اف مایا ریلکس۔ وہ صرف دیکھ رہے ہیں، کھائیں گے نہیں“

آمیلیٹ کے لیے پھینٹے انڈوں میں کیوب شیپڈ سبزیاں ایڈ کرنے کے ساتھ وہ چیز بھی ڈال رہی تھی، لیکن مسلسل ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر بیٹھے حمین کی وارفتہ نظروں کی تاب کے آگے اسکی جان بھی جارہی تھی۔

”آپ نہیں بچیں گی مجھ سے مایا“

بے خودی سے وہ اس لڑکی کی یہ جان لیوا گھبراہٹ تکتا خود کو سمجھا رہا تھا، کیونکہ دل تو حمین صاحب کا اس لمحہ ہاتھوں سے نکلتا محسوس ہو رہا تھا۔

نہند بھک سے آنکھوں سے اڑی تو وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی، پورا کمرہ سنائے میں ڈوبا تھا، کچھ لمحے لگے تو ہوش پائے ماول نے بجتے فون کو دیکھ کر سینے پر ہتھیلی سہلائی، پھر وقت دیکھا تو آٹھ بجنے والے تھے۔
”ڈرا دیا“

پیچھے کو جھکے ماول نے فون اٹھا کر اس پر لکھے ایاد کے نام کو غصے سے دیکھا، ابھی وہ اسے اٹھانے کا ہی سوچ رہی تھی جب کال بند ہوئی۔

تیرہ مس کالز دیکھ کر اسکی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔
”کیا یہ جھلے ہو گئے ہیں“

ماول کو لگانا جانے کو نسی قیامت آگئی تبھی فوری کال بیک کی، بیڈ پر چوڑے ہو کر لیٹے ایاد کے صبر کی حد ختم ہونے ہی والی تھی جب ماول کے رابطے نے کچھ حوصلہ دیا۔
”کہاں تھی تم؟“

فون اٹھاتے ہی جھاڑا، ماول کا منہ بنا۔
”موت کے کنوئیں میں موٹر سائیکل چلا رہی تھی، مطلب حد ہے۔ سو رہی تھی۔ کس خوشی میں کالز پر کالز کیے جا رہے ہیں“

اس جانب کی بے چینی کا گلا پوری سفاکیت سے گھوٹے وہ الٹا باز پرس پر اتر آئی۔

”وہی خوشی جو کل ہم دونوں کو ملی تھی، میں روز صبح تمہاری آواز سننے کے بعد ہی بستر کو بائے کہوں گا اب سے۔ یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ میری کال اٹھاو گی“

اس درجہ حق جتانے پر ماول کی کن پٹی کی رگیں پھڑک اٹھیں۔

”آپ اپنی حد میں رہیں سمجھے، نہ تو کال اٹھاؤ گی نہ مجھے آپ سے باتیں کرنی ہیں۔ بند کر رہی ہوں“ غصے سے بھاری پڑتی آواز کے سنگ مقابل کا دل توڑتے رابطہ منقطع کرنا ہی چاہا کہ ایاد کے پکارنے پر رک گئی۔

”ایسا کرو گی؟ سوچ لو۔ اگلی بار ہاتھ آو گی تو سود سمیت حساب چکاؤں گا سارے“

اسکی معنی خیز دھمکی پر ماول کی آنکھوں میں اضطراب سمٹ گیا۔

”کو۔۔ کونسے حساب“

دلیری سے سوال کیا۔

”وہی جو کل چکانے والا تھا لیکن تم زہریلی ناگن بن گئی فوراً“

ایاد کے اول جملے پر ماول کی شرم کے بوجھ سے پلکیں بو جھل ہوئیں پر اگلے جملے پر ساری بے خودی جھٹک کر دانت پیس اٹھی۔

”آپ ہوں گے زہریلے“

جب کچھ سمجھ نہ آیا تو جلدی سے یہی بول گئی۔

”کالج آرہی ہو؟“

ایاد نے بنا کوئی اثر لیے سوال کیا تو ماول نے فوراً سے کالج نہ جانے کا پلین بنایا۔
”نو“

فوری جواب دیا، ایاد کو مایوسی ہوئی۔

”میں سوچ رہا تھا ہم لنچ ساتھ کریں گے کسی اچھی جگہ، تھوڑا تو نارمل بیہو کرو“

دل تو اسکا بد تہذیبی پر آمادہ نہ تھا پر ماول بار بار خود کو یاد دلارہی تھی کہ وہ مشن بدلہ کی کھلاڑی ہے۔
”مجھے کوئی لنچ نہیں کرنا“

روٹھ کر منع کیا۔

ایاد اٹھ بیٹھا، بیڈ سے پیر لٹکائے اور پھر اٹھ کر کھڑکیوں کے پردے ہٹا کر ہلکی پھلکی روشنی کو اندر آنے کی دعوت دی۔

”تو کیا کرنا ہے تمہیں؟“

لہجہ آگ چھوڑ رہا تھا، ماول نے آنکھیں لرز کر جھپکیں۔

”آپ سے کنارہ“

دوبدو مقابل کو جلا کر راکھ کرنے کی کوشش کی۔

وہ پھیکا پر جان نثار ہوتے لب بھینچ گیا۔

”دو کنارے ایک دوسرے کو چھونہ سکیں پردیکھتوسکتےہیں، دور سے ہی سہی۔

I want to see you.

ایسے نہیں مانوگی توحق استعمال کرنا پڑے گا“

رعب ڈالا کہ اب وہ ڈرے گی پر ناجی۔

”لیکن آپکو دیکھ کر میرا دل ہرٹ ہوگا، مجھ پر ملامت کرے گا کہ کیسے انسان کی ہو گئی ہوں“

اس بار وہ ایاد کا دل دکھا گئی پروہ اس میں بھی خیر ڈھونڈ لایا۔

”چلو تم نے مانا تو سہی میری ہو گئی ہو“

ایک جملہ ہی تھا پر قہر ناک۔

”ایاد پلینز، دور رہیں مجھ سے“

وہ عاجز آ گئی۔

”اب صرف موت ہی مجھے تم سے دور کر سکتی ہے، اگر چاہتی ہو میرا دور ہونا اور سہہ لوگی تو میری گردن

تمہارے حوالے، پیر رکھو، دباویا کاٹ دو مرضی ہے“

وہ ایاد کے پھیکے لب و لہجے پر گھبرا اٹھی۔

”ا۔۔ ایاد!“

اسکی آواز ٹوٹ کر بکھر گئی۔

”شش! اتنے دور بیٹھ کر رونے کی کوشش بھی مت کرنا۔“

وہ اسکے استحقاق چھلکاتے دھمکانے پر دم سادھ گئی۔

”اگر آپ میرے رونے سے ہرٹ ہوتے ہیں تو بہت رونا ہے مجھے“

بے حسی کی حد ماول پر ختم تھی۔

”میں تمہارے مجھ پر ہنسنے پر بھی ہرٹ ہوں گا، میرے لیے رونے کے بجائے مجھ پر ہنس لو“

رسانیت سے درست طریقہ بتایا، وہ اسکے کمزور سے لہجے پر اداس ہوئی۔

”آپ ٹھیک ہیں؟“

دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اسکا خیال کرنے لگی تو ایاد کی ساری تھکن بس یہ تین لفظ لے اڑے۔

”نہیں، تمہیں دیکھنا ہے مجھے۔ خود کو بھلے ہاتھ مت لگانے دینا، کل سے زیادہ برا جھٹک دینا لیکن اتنی

اجازت تو دو کہ منانے کے لیے میں تمہاری آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کی آسانی پاسکوں“

اسکے بھاری لب و لہجے میں عود آتی چاہت پر ماول کی آنکھیں جھلملائیں۔

”آپ بہت برے ہیں ملینگا“

بھرائی سرگوشی کی گئی۔

”تم تو نہیں ہونا، میں منالوں گا تمہیں ماول۔ دنوں میں ہی، کل ہی منالیتا لیکن تم روٹھ کر اور حسین

لگ رہی تھی“

اک جذب کے عالم میں یاد کے ہونٹوں سے موتی سے لفظ بکھرے، محبوب کون بننا نہیں چاہتا، عورت تو ویسے ہی اپنے من پسند شخص کی زبان سے دو محبت بھرے الفاظ سے ہی خریدی جاسکتی ہے۔
”جھوٹے“

منہ پھلا گئی تو وہ بنا دیکھے اسکی کیوٹ صورت امیجن کیے ہنسا۔
”آرہی ہوناں؟“

تڑپ کر سوال کیا۔

”جی، پر آپکے لیے نہیں۔۔۔ بائے“

جلا کر فون بند کر گئی لیکن خدا گواہ تھا پورے وجود میں اتنی سی یاد کے خیال و فکر نے بہار رائج کر دی تھی۔

ایاد کو یہ صبح کچھ زیادہ خوبصورت لگنے لگی۔

.._____..

”ہمم۔ اچھی خبر دی تم نے، جیسے ہی کیس کا فیصلہ ہو مجھے انفارم کر دینا۔ انکی پاکس تان لینڈنگ ہوتے ہی کڈنیپ کرنا ہے۔ تمہیں سب سمجھا چکی ہوں بارس۔ بہت سزا سہہ لی ناکردہ، اب زرا اپنے جرائم کی اصل سزا سہنے کی باری ہے“

ماہیر کی نیند کا خیال کیے وہ فون واش روم میں لائے بارس سے بات کر رہی تھی جس نے یہ بتایا تھا کہ کل زمیل جلال خان کے کیس کی آخری ہیرنگ ہے اور اس پر قتل کیس بند ہونے کے پورے چانس تھے۔

”ٹھیک ہے“

داریہ نے کہتے ہی رابطہ توڑا تو آنکھیں جل سی اٹھیں۔

”کس نہج پر لے آئے ہیں آپ مجھے کہ آپکو کڈنیپ کرنا پڑ رہا ہے۔ بہت سے حساب باقی ہیں زمیل جلال خان، میں نہیں چاہتی دنیا کی دی سزائیں سہنے میں آپ اتنے لگن ہو جائیں کہ میری سزا سہنے کی آپکو مہلت نہ ملے۔“

”You will pay for everything“

نفرت اپنی جگہ لیکن دل کے اک کونے میں داریہ کو بہت درد محسوس ہوا، آنکھوں میں نمی آگئی جس سے نجات کو اس نے نل کھولے منہ دھویا اور ٹاول سے صاف کیے کمرے میں آئی تو ماہیر کو سویا دیکھ کر ہر دوسری چیز بھول گئی۔

وہ فجر کے بعد آکر خود بھی سو گیا تھا، شاید اسے بھی داریہ کے پاس اچھی نیند آتی تھی۔

بے حال نڈھال سے قدم اٹھائے وہ پاس آئی، بیٹھی اور بیٹھنے کی دیر تھی کہ داران نے اپنا سرا سکی دہری ہوئی ٹانگ پر رکھا اور ہاتھ پکڑ کر چوم لیا، یعنی وہ جاگ گیا تھا۔

”نیندا اچھی آئی؟“

اسکے بال سہلاتے پوچھا۔

"Heavenly peaceful"

وہ بند آنکھیں کیے ہی سرگوشی میں بولا۔

”اٹھ جاونا شتے پر سب منتظر ہوں گے، پھر واپس بھی تو جانا ہے“

داران کی کلمندی دیکھتے وہ اسے نرمی سے بولی تو وہ اٹھ کر بیٹھ گیا، سوئے سے جاگ کر وہ کچھ زیادہ پرکشش لگتا، اسکے چہرے کے خدوخال میں معصومیت اتر آتی۔

”کیا دیکھ رہی ہو؟“

داریہ کو اپنے چہرے کے انگ انگ پر نگاہیں جمائے محسوس کیے وہ اسکے ناک سے ناک ملاتا بولا۔
”یہی کہ کتنی گلو سنگ سکن ہے تمہاری، ایک اضافی بال نہیں بیئرڈ کے علاوہ۔ اور میں، ویکس نہ کروں تو جنگلی بھالو بن جاؤں“

وہ اسکی جیلیسی پر اپنی گال اسکی گال سے رگڑتا چھو گیا تو وہ چڑ گئی۔

”کتنی پیاری لگو گی تم جنگلی بھالو بن کر داریہ“

وہ اسکے مزاق اڑانے پر دھیرے سے اسکی بازو چھونے لگی کیونکہ دیکھنا چاہتی تھی اسکا زخم اب بہتر ہے یا نہیں۔

”کیا کر رہی ہو؟“

وہ اسکے گریبان تک پہنچنے پر ٹھٹکا۔

”تمہیں زور کا مکا مارنا ہے سودیکھ رہی دکھے گا تو نہیں“

دار یہ نے اسکی شرٹ کے دو بٹن ہی کھولے جب وہ اسکے دونوں ہاتھ ایک ہی ہاتھ میں دبوج کی دوسرے ہاتھ سے اسکی کمر کسے خود پر جھکا گیا۔

”ایسے والا چھیڑنے سے گریز کرو دار یہ، میں خود کو قابو کر رکھ رہا ہوں ایسا نہ ہو تمہاری ایسی حرکتوں پر بگھڑ جاؤں۔ بھولو مت ہمارے بیچ محبت کے علاوہ ایک اور رشتہ بھی جڑا ہے جسکے تقاضے تمہاری جان لے سکتے ہیں“

دار یہ اسکے لہجے، الفاظ اور انکی حرارت پر فطری شرم و حیا غالب آنے پر ہاتھ پیچھے کھینچ گئی۔

”کو نسا؟“

وہ آنکھیں چراتی اسکی گرفت سے نکل کر اٹھ کھڑی ہوئی، داران کی آنکھوں میں سرور اٹا تو موصوف بھی اٹھ کر کھڑے عقب سے بازوؤں کے ہالے میں اسے نرم سا حصار گئے۔

”پلے گروپ کی بچی ہو؟ اتنی تم معصوم“

اسکی گردن کی دائیں طرف کندھے پر مسکراتے ہونٹوں کے جاندار لمس سے دار یہ کے اندر تک سکون اتارا، جبکہ وہ لب کاٹتی اسکے طنز پر منہ ہی منہ میں مسکا دی۔

”تم نے خود کو قابو کیوں کر رکھا ہے“

وہ کچھ لمحوں بعد پلٹی، دھیرے سے اسکے چوڑے سینے تک نگاہ اٹھائی، دونوں ہاتھ اسکی کمر کے اطراف ٹکائے، ہمت کی اسکے چہرے کو دیکھے پر داران کو دیکھ نہیں پائی۔

”میں کیوں بتاؤں“

وہ کندھے اچکا گیا تو داریہ نے نظر اٹھائے اسے دیکھا۔

”او کے مت بتاؤ“

لاپرواہی سے بولی پر داران نے اپنی کمر پر ٹکا رکھی اسکی دونوں ہتھیلیوں کو پکڑے اپنی گردن کی جانب سے پیچھے لے جاتے جمایا اور خود دونوں بازو داریہ کی نازک کمر میں امر بیل سے لپیٹ کر سانسوں کے قریب کیا۔

اسکی اتنی نزدیکی پر داریہ کا حلق سوکھ کر رہ گیا۔

اسکی خلاوت خیز قربت داریہ کو جکڑ گئی۔

”اس لیے کہ جو ہمارے بیچ جائز رشتہ ہے اسکے شدت پسند تقاضے مجھے تمہارے لیے بے درد بنا دیں گے اور میرا بے حد ہو جانا ہمارے ان مومنٹس کو، ہماری محبت کے میجیک کو سپاٹل کر سکتا ہے۔ پہلے ہی تم نے بے وقت بہکا کر مجھ سے کافی کچھ چھین لیا تھا“

داریہ حیران تھی، پتا نہیں ڈرا رہا تھا یا بہکا رہا تھا، یا شاید شکایت کر رہا تھا وہ سمجھ نہ پائی۔

”ہاں تو سزا دی تھی“

وہ مضبوط ہوئی جیسے اس نے کچھ غلط نہ کیا ہو۔

”میں بھی دوں گا دیکھنا“

وہ ضد میں لگا تو دار یہ خوف کھاتی اسکی رنگین آنکھیں دیکھنے لگی۔

”میں نے کیا کیا ہے جو تم مجھے سزا دو گے“

وہ ڈر گئی، بلکہ تڑپ اٹھی۔

”شاید کچھ ہو جائے تم سے“

وہ اسے الجھا گیا پر جب دار یہ سچ میں پریشان ہوئی تو اسکی جبین چوم کر سکون میں لایا۔

”میری باتوں کو سیریس مت لینا، میں ایویں ہانک دیتا ہوں“

اسکی دونوں اداس آنکھیں اپنے ہونٹوں کی ٹپکتی چاہت سے چھوئیں تو وہ مسکرا دی۔

سرور اتر آیا تھا اسکے وجود پر۔

”ماہیر۔۔۔ ہم سزا سزا کھیلنا کب بند کریں گے؟“

اس سے پہلے وہ اسکے چہرے کا ہر ہر نقش چھوتا وہ بولی تو دار ان بے خود ہونے سے رک گیا۔

”کیا مطلب ہوا اسکا؟“

وہ اسکے سوال پر تپتی۔

”پلے گروپ کے بچے ہو؟ اتنے تم معصوم“

غراہی تو اٹھی، داران کا چھت پھاڑ تہتہ کمرے میں گونج کر رہ گیا۔
”ہٹو! بد تمیز“

اسکے ہنسنے ہر اسکے توانا وجود کو پرے دھکیلتی اپنا دوپٹہ اٹھائے کمرے سے نکل گئی جبکہ وہ ہنسنا بڑے جان لیوا مسکرا نے میں لمحہ لگائے بدلاتھا اور پھر تکلیف دہ سنجیدگی میں۔

.._____..

”اسلام و علیکم“

شمن کو اندازہ نہ تھا وہ جلدی ناشتہ بنانے آئیں گی تو تب بھی جہانگیر کی نظر میں آجائیں گی، کل پورا دن کوئی کام نہ کرنے اور کمرے میں پڑے رہنے پر وہ مرنے والی ہو گئی تھیں تبھی سوچا جب تک کوئی جاگتا ہے وہ ناشتہ بنالیں مگر باورچی خانے میں ابھرتی نرم سلامتی پر انکا آتا جاتا سانس رکا، ملازمہ پاس ہی کھڑی تھی تبھی شمن کو کچھ حوصلہ ہوا۔

”و علیکم اسلام“

بنا پلٹے ہی وہ سر پر دوپٹہ اوڑھے اتنا آہستہ بولیں کہ جہانگیر کو سننے میں بہت مشکل ہوئی۔

”رشیدہ ان سے پوچھو کیا چاہیے انھیں“

شمن نے سرگوشی کی جس پر ملازمہ مودب ہوتی جہانگیر کی طرف دیکھنے لگی۔

”پوچھ کر بتائیں رشیدہ کہ آلو والے سپیشل پرائیڈ مل سکتے ہیں؟“

جہانگیر بھی کسی سے کم تھوڑا تھے۔

”کہو مل جائیں گے کچن سے جائیں“

ثمن نے دوبارہ منمناتے کہا جس پر رشیدہ پریشان ہوئی کہ اب گھر کے مالک کو کچن سے نکلنے کا کیسے بولے۔

رشیدہ کی پریشانی کے پیش نظر وہ خود ہی چلے گئے تو ثمن کی سانس میں سانس آئی۔

”آپ ڈرتی ہیں ان سے یا گھبرا رہی تھیں؟“

رشیدہ اور ثمن میں بے تکلفی تھی کیونکہ رشیدہ اور اسکا گھر والا طارق، پشتینی ملازمین تھے۔

”تمہیں کیا لگتا ہے یہ ڈر اور گھبراہٹ تھی، یہ ندامت اور شرمندگی تھی رشیدہ، یہ اعتراف تھا اس بات

کا کہ میں انکو منہ دیکھانے کے بھی لائق نہیں ہوں۔ جاؤ تم آلو بوائے کے لیے رکھو“

ثمن کی تکلیف دہ بات رشیدہ کو اداس کرنے کے ساتھ کچن کے باہر ہی کھڑے جہانگیر چغتائی کی جان پر بن گئی۔

”کس قسم کی خود اذیتی ہے یہ ثمن، آخر تم اتنی بری کیوں ہو“

دلبرداشتہ ہوتے وہ وہاں سے گئے تو لاونچ کی جانب ماریہ صاحبہ کو دیکھا تو ماں کے پاس بیٹھے جنہوں نے

اپنے بچے کے چہرے کا صدقہ اتارا۔

"عاقب اور انوکا کیا سوچا پھر؟"

ماریہ صاحبہ کے لہجے میں شفقت کے بعد آس جمع ہوئی تبھی دونوں کی بیک وقت نظر جم کر کے واپس آتے عاقب پر پڑی۔

"یہاں آو عاقب"

ماموں کے آواز لگانے پر وہ کمرے میں جانے کے بجائے تابعدار بنا ٹھیک انکے سامنے آ رکا۔
"حکم کریں ماموں"

عاقب کی فرمانبرداری پر دونوں ہی پھیکا سا مسکائے۔

"انیب کو بلا کر لاؤ، تم بھی آؤ فریش ہو کر۔ کچھ اہم بات کرنی ہے"

ضروری بات پر دیے جہانگیر کے زور پر عاقب کا ماتھا ٹھنکا مگر جاسوس سی نگاہ ڈالے جبراً سر ہلائے وہ وہاں سے کھسکا۔

پہلے جا کر نہا کر فریش ہوا پھر نک سک تیار ہوتا انیب کے کمرے کی طرف جاتے دندنا تا ہوا اندر گھسنا تو وہ لیا دیا سا ہاتھ روب پہنے بال ڈرائے کر رہی تھی، دروازہ کھلنے اور عاقب کی انٹری پر ڈرائیو ڈریسنگ پر پیٹھے ہی ہڑبڑا کر پلٹی، عاقب اسے اس خلیے میں دیکھتا اپنی جگہ تھم گیا جو شرم، غصے اور خفت سے پھٹ پڑنے والی بعد میں اسے لعینتیں برسانے کو ٹالے اپنے کپڑے اٹھا کر اس سے پہلے بھاگتی، عاقب نے لمحے کے ہزارویں حصے اسکی بازو دبوچ کر قابو کیا۔

انیب کا پورا وجود عاقب کے حصار میں جکڑتے سن پڑا اور سرخ چہرہ سفید ہو گیا۔
"ک۔۔ کس قسم کی بیہودگی ہے یہ،"

وہ اسکے نم نم چہرے پر بہک اٹھا تھا اوپر سے یہ خلیہ ویسے ہی اچھے بھلے کو پاگل کر دیتا۔
"تمہیں یاد دلا دوں کہ بیوی ہو میری فی الحال، یہ تو کیا اس سے بھی گئے گزرے خلیے میں بھی تمہیں
دیکھ سکتا ہوں۔ کمرہ لاک کیوں نہیں کیا اگر نمائش کی دکان بن کر بال سکھانے کا اتنا ہی شوق چڑھ رہا
تھا"

عاقب کے غیرت میں ڈوبے گھن گرج رکھتے استفسار پر انیب کی پلکیں ندامت اور شرم سے گیلی
ہوئیں۔

وہ اس پر چلانے کے لائق بھی نہ رہی، کیونکہ وہ ایسی نظروں سے گھور رہا تھا جو انیب کی جان پر بن رہی
تھیں۔

"لیومی عاقب"

ضبط کے سبب اسکی آنکھوں میں نمی چھلکی، عاقب کا دل لرزا تھا اسکی اچانک لال انگارہ ہوتی آنکھوں
پر۔

"آنسرمی، اگر دوبارہ ایسا ہوا تو گلابادوں گا۔"

کوئی بھی ملازم آسکتا تھا۔ سوچو بابا آجاتے تمہارے۔ کوئی عقل نام کی چیز ہے یا مجھ سے نفرت میں ضائع کر بیٹھی ہو۔"

وہ اسکے برحق اعتراضات کے سبب لڑنے سکی بلکہ الٹا اثر مندہ ہوئی کیونکہ خلیہ واقعی نازیبا تھا۔
"او کے میری غلطی ہے۔ مجھے لگالاک ہے۔ رات کو لاک نہیں کیا تھا"

انیب نے اسکی گرفت میں مچلتے بھونڈا سا آنکھیں چراتے جواز دیا تو عاقب تمسخرانہ مسکرایا۔

"کیوں کہیں میرا انتظار تو نہیں کر رہی تھی؟ کہ تمہارا یہ حسن سراہنے چلا آؤں گا۔"

عاقب کی تضحیک کرتی ٹون پر وہ مزاحمت تیز کرتی پھنکاری۔

"اپنی حد میں رہو، بکو اس کرنے کی ضرورت نہیں"

دانت پیسے وارن کیا مگر عاقب سے اسکے چہرے سے نگاہ ہٹانی حرام ہو رہی تھی، دل چاہ رہا تھا اسکے چہرے کی رگ رگ کو چھو لے، اتنی حسین تو وہ اسے کبھی نہیں لگی تھی جتنی کل سے محسوس ہو رہی تھی۔

جبکہ اس وقت وہ خود کو بالکل عاقب کے رحم و کرم پر محسوس کیے بے جان تھی۔

"ع۔۔ عاقب چھوڑو مجھے۔ جانے دو"

وہ اسکی گرفت میں مچل تو دور جب ہلنے کے بھی قابل نہ رہی تو آنکھیں نم ہوئیں پر عاقب اسکے احتجاجی ہونٹوں کی خوشبو محسوس کرتا اسکی آنکھوں کو شدت رکھتی نگاہوں سے دیکھ کر اسے شاید یہیں ختم کرنے کا ارادہ رکھتا تھا، بھلا ہوا نیب کے فون پر آتے میسج نے جو یہ ٹرانس توڑ گیا۔

عاقب نے جھٹکے سے اسے آزاد کیا اور خود پلٹ کر جھکتے انیب کا فون اٹھالیا۔

"عاقب میرا فون مت چھونا"

انیب چینیخی مگر عاقب نے میسج کھولا تو سامنے جو کھل چکا تھا اس پر اک زہریلی مسکراہٹ اس شاطر کے ہونٹوں پر رقص کر گئی۔

"تو کل تم اس فنکشن پر گئی تھی، داریہ نے ایک بار پھر میرے سینے پر جنجر کھونپا ہے۔ اور تم نے ساتھ دیا اسکا۔ بہت خوب انیب جہانگیر"

تکلیف تو تھی پر عاقب کا دل اب انیب اور داریہ دونوں کو جان سے مارنے کا کیا۔

"دیکھو عاقب! یہ سب اچانک ہوا۔ کسی کو نہیں بلایا گیا تھا۔ سادگی سے نکاح ہوا"

انیب نے اسکے لہجے کی حقارت سے ڈرے سمجھانا چاہا پر وہ خونخوار نگاہوں سے انیب کا سانس اسی میں دفنا گیا۔

"پھر تمہیں کیوں بلاتی ہے وہ، کیوں دیتی ہے داریہ تمہیں مجھ سے زیادہ اہمیت۔ بس بہت ہوا اب میرے صبر اور برداشت کی حد ختم"

وہ اسکے چہرے کو دبوچے غرایا کہ اسکی شدید دہکی سانسیں انیب کے اندر آگ سی اترتی محسوس
ہوئیں۔

"ع۔۔ عاقب"

وہ اسکو قائل کرنا چاہتی تھی پر عاقب نے جب اسکے ہونٹوں پر نظریں باندھیں تب انیب کو لگا وہ اسکو
مار ہی ڈالے گا، لب بھینچتی وہ خاموش ہوئی۔

"اگر تم دو سکینڈ میں یہاں سے غائب نہ ہوئی تو انجام کی ذمہ داری میری نہیں انیب جہانگیر"
عاقب اسکے ٹہنوں سے اٹھے ہاتھ روب پر سرتا پیر نگاہ ڈالے بولا ہی اس قہرناکی سے کہ وہ فون پر لعنت
بھیجے تیزی سے کپڑے اٹھا کر اپنی عزت بچائے بھاگی جبکہ عاقب نے پوری چالاکی سے ایاد اور ماول کے
نکاح کی پکس اپنے فون میں ٹرانسفر کیں، ایک چیز اسے عجیب لگی تھی کہ وہاں عزیزے نہیں تھیں اور
اسی نے عاقب کی شیطانی رگ پھڑکائی۔

تصویریں اپنے فون میں لیے انیب کا فون پھینکتا ہوا وہ کمرے سے نکلا تو عزیزے جان کو کال ملا چکا تھا۔
دوسری جانب سے فون فوری اٹھا لیا گیا۔

"سوری کل کال نہیں کر سکا، ویسے کام تو ہوتے رہیں گے دادی جان پہلے تو مبارک باد وصولیے"
عاقب کی شرانگیز جوابی کاروائی سنے عزیزے اپنی جگہ سے تنٹنائے اٹھ کھڑی ہوئی، اسکی شاکی و طنزیہ
ٹون پر وہ خفیف سی برہم ہوئیں۔

"مبارک؟ کس چیز کی"

عزیزے کی حیرت پر عاقب موہان کا زہریلا قہقہہ بلند ہوا۔

"ارے ارے، چھپائیں مت۔ ایک طرف آپ داریہ اور اسکے بدنام خاندان سے اپنے پوتے کی نجات چاہتیں دوسری طرف اپنی پوتی بھی دے دی خانوں کو۔۔۔۔۔ مبارک وصول کریں عزیزے جان۔ پوتی کے نکاح کی"

عاقب نے جو انگارے اگلے وہ اس جانب چلتی کائنات روک چکے تھے، عزیزے جان کو لگا کسی نے پگھلا ہوا سیسہ انکے کانوں میں انڈیل دیا ہے۔

"کیا بکواس کر رہے ہو"

خود کو سنبھالتے ہوئے دانت نکوسے۔

عاقب ہنسا۔

"سچ سچ آپکو بتایا ہی نہیں گیا دادی جان اور آپکی ناک تلے آپکی ہی لاڈلی کی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ کر دیا گیا۔ قسم سے دلی دکھ ہو رہا ہے۔ آپ پہلے یہ دکھ اور صدمہ منالیں ہم کام کی بات کل کریں گے۔ میں آپکو تصویریں واٹس ایپ کر دیتا ہوں"

گرم لوہے پر وار کیے اپنے اندر کا اگلا پچھلا سارا زہرا گلے نہ صرف عاقب نے فون بند کیا بلکہ تصویریں بھی بھیج دیں، عزیزے جان کے پورے جسم کو نادیدہ سی آگ نے اپنی لپیٹ میں لیا۔

انکا بس نہ چل رہا تھا ہر نافرمان کو کھڑے کھڑے زمین میں گاڑ دیں۔

"یہ اچھا نہیں کیا تم نے تبریز شاہ، اچھا نہیں کیا۔ میری نافرمانی کر کے تم سب نے اپنی زلت اور تکلیف کو بلاوا دیا ہے۔ میری پوتی میری اجازت کے بنا ایک قاتل، نشئی اور جواری کے بیٹے کو تھما دی۔ تم مر جاتے تبریز لیکن یہ نہ کرتے"

عزیزے کا پورا جسم نفرت سے کپکپا گیا، کل رات وہ ولی سے ملنے بھی نہ جاسکیں، سہیلوں کی وجہ سے عزیزے جان سے جانے نہ ہوا تو آج ولی سے پھر ملنے جانے والی تھیں لیکن پہلے اس جرم کی سزا سب کو دینے کا فیصلہ کر چکی تھیں۔

وہیں عاقب کے کلیجے کو یہ کر کے اتنی ٹھنڈ ملی کہ اس نے ایسا قرار تو سوچا نہ تھا، ناشتے پر سب موجود تھے، انیب بھی سپاٹ چہرہ لیے ریڈی ہوئی آئی اور بابا کے سامنے والی کرسی سنبھال لی۔

عاقب نے اک سلگتی معنی خیز نظر انیب کے رندے چہرے پر ڈالی جو پھٹ پڑنے والی دیکھائی دی۔
"میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اگلے ہفتے تم دو کی باقاعدہ شادی کر دی جائے، نکاح ہو گیا ہے تو میرا نہیں خیال اب دیری کی ضرورت ہے۔ اماں جان کی بھی یہی خواہش ہے۔ اب تم دونوں بتا دو کہ تیاریاں شروع کی جائیں؟"

جہانگیر نے بنا کسی لپٹی کے اپنا فیصلہ سنایا، انیب کے چہرے کی رنگت بدلی جبکہ عاقب کے لیے شادی اک عجیب موضوع تھا۔

"بابا مجھے ابھی شادی نہیں کرنی"

ابھی عاقب سوچ ہی رہا تھا کہ وہ انکار کر دے پر انیب نے پہلے بازی مار کر اسکی انا کو لکارا۔

"تم کیا انکار کرو گی، مجھے خود تم جیسی فسادن کے منہ لگنے کا کوئی ارمان نہیں"

نانو اور ماموں کی موجودگی کے باوجود وہ ہر لحاظ بالائے طاق رکھے تلملایا مگر انیب نے جو ابا ایسی دہکی نظر سے دیکھا جس پر عاقب گر بڑا گیا۔

"یہ تو پتا ہے مجھے"

بظاہر وہ چپا کر بولی مگر جانتی تھی جسے اشارہ دیا ہے وہ اچھے سے سمجھ گیا ہو گا۔

"بیہو عاقب! تم بھول رہے ہو کہ وہ تمہاری منکوحہ ہے۔ کس قسم کی بد تمیزی ہے"

جہانگیر سے اسکی انیب سے روار کھا لہجہ برداشت نہ ہوا۔

"آپ مجھے ڈانٹ رہے ہیں ماموں، اپنی بیٹی کا لہجہ سنیں گے تو غش پڑ جائیں گے۔ میرا تو اسکے مقابلے

میں کافی مہذب ہے۔ مجھے کوئی شادی نہیں کرنی، ایک ضروری کام سے جانا ہے مجھے"

عاقب نے سلگ کر برہمی جتائی اور اٹھ کر چلا گیا جبکہ اسکی بد تہذیبی جہانگیر اور ماریہ دونوں کو بالکل اچھی نہ لگی، انیب جانے کس ضبط کو تھا مے بیٹھی تھی۔

"آپ دوبارہ یہ بات مت کیجئے گا، اب اس شخص کو شادی کے لیے میں نے ترسایا نہ تو میرا نام بھی انیب جہانگیر نہیں۔ اور خبردار اگر آپ اسکی منتوں پر اترنے سے پہلے اس بارے مانے۔ میں بھی دیکھتی ہوں اسکی اکڑکتے دن چلتی ہے۔ معافی چاہتی ہوں مجھے آفس نکلنا ہے۔ ہیو آگڈ ڈے"

اپنا حتمی فیصلہ سنائے وہ بھی اٹھ گئی جبکہ جہانگیر اور ماریہ اسکا منہ ہی تکتے رہ گئے۔

جب کہ دونوں سے بات کر کے ملتے نتائج پر سر تھام لیا۔

"یہاں تو آوے کا آواہی بگھڑا ہے اماں جان"

جہانگیر نے رحم طلب نگاہ جب ماں کی جانب ڈالی تو وہ بے بسی سے کندھے اچکا کر رہ گئیں۔

ناشتہ سب نے بہت اچھے ماحول میں کیا، مایا اور داریہ نے برتن سمیٹے تو حمین بھی آفس کی تیاری کرنے روم کی طرف بڑھا البتہ ایاد کالج جانے سے پہلے لاونچ میں کوئی میچ دیکھتے داران کے سامنے آ بیٹھا۔

داریہ اور داران کی بھی بس واپسی تھی، داریہ چینیج کرنے کا بول کر ہی گئی تھی۔

"کچھ کہنا ہے تمہیں ایاد خان؟"

ایاد کی بے چینی پر داران نے ٹی وی سکرین سے نظریں اسکے چہرے تک گما گیا۔

"ہاں میں ماول کو لنچ پر لے کر جانا چاہتا ہوں، آج ہی نہیں ہمیشہ۔ آئی مین بار بار اجازت نہیں لوں گا کیونکہ وہ میری بیوی ہے۔ سو تمہیں بتانا میرا فرض تھا"

ایاد کا تپا دیتا مغرور انداز داران کو جڑے بھینچ لینے پر مجبور کر گیا۔

"دیکھو ایاد! یہ نکاح بابا کی وجہ سے ہوا ہے، میری رائے شامل تھی لیکن رضامندی نہیں اور دادی سرکار بھی ابھی ناواقف ہیں۔ تو اسکا انجام کچھ بھی نکل سکتا ہے مت بھولو کہ ماول پر عزت زے جان کا ہم سب سے زیادہ حق ہے کیونکہ وہ پلی ہی انکی گود میں ہے۔ ماول کو اپنی عادت مت ڈالو، وہ بہت حساس ہے"

داران کے اعتراضات پر ایاد غصے سے اٹھ کھڑا ہوا تو داران کو بھی اٹھنا پڑا۔

"تم کہنا کیا چاہتے ہو کہ اس رشتے کا انجام برا ہو گا؟ کیا تمہیں یہ لگتا ہے میں اسے بیچ راہ چھوڑ دوں گا۔ بیوی ہے وہ میری داران ماہیر شاہ، اور جتنا اب میرا اس پر حق ہے، اسی دادی کا بھی نہیں ہے"

ایاد کے لہجے میں حق کے ساتھ برہمی بھی بولی۔

"دیکھو ایاد، جب تک وہ سب کی رضامندی کے ساتھ تمہارے گھر رخصت ہو کر نہ آجائے، تمہارا اس پر کوئی حق نہیں ہے۔ مجھے کوئی انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور مت کرنا، اس سے دور رہنا"

داران نے اپنی تنبیہ صاف لفظوں میں کی جبکہ ایاد کچھ بولتا اس سے پہلے ڈور بیل رنگ کی۔

حمین ریڈی ہوئے کمرے سے نکلا تو اسی نے دروازہ کھولا مگر آگے سے عاقب کو دیکھ کر لمحہ بھر ماحول پر سناٹا چھا گیا۔

"آو عاقب، کیسے ہو؟۔ مجھے دیر ہو رہی ہے، تمہیں میرے لاڈلے کمپنی دیں گے۔ آجاؤ"

حمین نے اس بلا کو باقیوں کے سر تھوپا اور خود پچن کے دروازے میں آجاتی مایا کو اک محبت بھری نظر بختا نکل گیا۔

داران تو اس کی شکل بھی نہ دیکھنا چاہتا تھا تبھی منہ موڑے واپس بیٹھ گیا۔

"لگتا ہے کوئی گرما گرمی ہوئی ہے یہاں، کیری اون میں ویسے بھی داریہ سے ملنے آیا تھا"

عاقب کی جرت پر جہاں ایاد کا رنگ بدلا وہیں داران کو تو آگ ہی لگ گئی اوپر سے جس بے تکلفی سے وہ داریہ کے روم کی طرف گیا، ایاد اور مایا دونوں نے ہی داران کے ماتھے کی پھولتی رگیں ایک سے خوف سے دیکھیں۔

داریہ تیار ہو چکی تھی، بس لائسنر کے بعد مسکارہ لگا کر فائنل لک ہی دیکھ رہی تھی جب دروازے کی آہٹ پر مسکرا کر پلٹی مگر عاقب کو دیکھ کر اسکی مسکراہٹ غائب ہوئی۔

"بہت سجا جا رہا ہے اپنے ان کے لیے؟"

عاقب کا نشتر سا لہجہ داریہ کو پریشان کر گیا۔

"آو باہر چل کر بات کرتے ہیں، تم کبھی پہلے میرے روم میں نہیں آئے ایسے تو اب ایسی جرت۔ بہت بری بات ہے عاقب"

داریہ کو اسکی یہاں موجودگی پر گھبراہٹ ہوئی تبھی وہ دروازے کی طرف بڑھی مگر عاقب نے اسکا ہاتھ پکڑے روکا۔

"کیوں کر رہی ہو میرے ساتھ یہ؟ کیوں اپنی ہر خوشی ہر دکھ سے کوسوں دور کر دیا مجھے۔ انیب کو مجھ سے زیادہ اہمیت دے کر تم میرا دل راکھ کر چکی ہو۔ کیسے؟ کیوں نہیں کل بلایا تم نے مجھے؟ کیا میں اتنا بے اعتبار ہو چکا ہوں؟"

اس وقت وہ ڈرامے کر رہا تھا، داریہ کی نرمی کا ناجائز فائدہ اٹھا رہا تھا اور داریہ کو اسکے لہجے سے بہت چبھن ہوئی۔

"دیکھو عاقب ایسی کوئی بات نہیں ہے بس تھوڑی بے یقین تھی تمہارے غصے اور جذباتی پن کو لے کر" داریہ نے آنکھیں چرائیں۔

"ہاں مجھے لے کر تمہیں ٹرسٹ ایشو ہے لیکن ایک ایرے غیرے کی ہوتے ہوئے تمہارا دل زرا نہ کانپا۔"

عاقب کی آواز میں سختی آئی جبکہ وہ یوں کمرے میں اسکے ساتھ خود کو مجرم محسوس ہو رہی تھی تو داران کا سوچ کر تو جان جا رہی تھی۔

"وہ ایرا غیر انہیں ہے عاقب، زبان سنبھالو۔ کہا ہے ناں ہم باہر چل کر بات کرتے ہیں" داریہ نے غصے پر قابو پاتے ایک آخری کوشش کی مگر جیسے ہی عاقب نے اسکا بازو دبوچا، کمرے کا دروازہ کھلا جبکہ داریہ کا بازو عاقب کے ہاتھ میں دیکھنے کی دیر تھی کہ داران نے نہ آو دیکھانہ تاو، عاقب کو گریبان سے دبوچ کر دروازے سے جڑی دیوار کے ساتھ باقاعدہ گھسا کر رکھ دیا۔

"میں تمہارے ان ہاتھوں کو دوبارہ کسی شے کو چھونے کے لائق نہیں چھوڑوں گا اگر تم نے دوبارہ داریہ کو چھونے کا خیال بھی سوچا"

داران نے ایک ہاتھ اسکی گردن پر جبکہ دوسرا اسکے اسی ہاتھ کو دبوج کر دیوار سے لگایا جس پر پڑتے دباو سے عاقب کے ہاتھ کی پشت چھیل چکی تھی۔

داریہ قریب آئی، داران کو پکڑ کر دور کرنا چاہا لیکن اسے ٹس سے مس نہ کر سکی۔

"د۔۔ دوست ہے وہ میری،"

عاقب نے گھٹی سی ہڈ دھرمی دیکھاتے مزاحمت کی جس پر داران نے اسکی گردن پر جما ہاتھ اس قدر دبایا کہ عاقب کا خوبصورت چہرہ لال ہو کر رہ گیا۔

"لعنت بھیجتی ہے وہ تم جیسے کی دوستی پر، دوبارہ داریہ کے آس پاس بھی دیکھائی دیے تو میں تمہیں مفلوج کر کے رکھ دوں گا۔ اپنی ان زرا سی فولادی ہڈیوں پر غرور مت کرنا، میرے آگے نہیں ٹکیں گی۔۔۔ اب نکل یہاں سے خبیث"

داران نے اسکو پکڑ کر جیسے دروازے سے باہر دھکا دے کر دروازہ بند کیا، وہ اہانت و زلت عاقب میں آتش فشاں دہکا گئی، مایا اور ایاد تو عاقب کے پھنکار کر وہاں سے جانے پر خوفزدہ تھے۔

جبکہ اندر کمرے میں سناٹا تھا، داریہ میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ اسے پلٹا کر کوئی جملہ کہہ پاتی۔

"م۔۔ ماہیر"

بہت دیر بعد اسکے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر پکارا تو جس انداز میں وہ پلٹا، داریہ دو قدم ڈر کر پیچھے سرکی۔

وہ قریب آتا گیا یہاں تک کہ داریہ کو ڈریسنگ سے پن کر دیا۔

"م۔۔ مجھے غلط سمجھ رہے ہو، اُسے لگ رہا ہے میری گردن کاٹ دو گے"

ماہیر کے غصے سے وہ پناہ مانگ اٹھی۔

"کیوں تمہیں ہاتھ لگایا اس نے، کیسے کرنے دیا تم نے۔ تم سر سے پیر تک میری ہو داریہ، تمہیں

میرے علاوہ اب کوئی چھو بھی نہیں سکتا۔۔۔ سنا تم نے، کھینچ کر منہ پر تھپڑ کیوں نہیں مارا جب اس نے

چھوا تمہیں۔ بولو"

ماہیر کی ٹون اس وقت وحشی تھی، جبکہ داریہ کبھی کسی سے نہ ڈری لیکن اس وقت لگ رہا تھا اسے کچھ ہو

جائے گا۔

"ریلیکس۔ وہ کل کے لیے غصہ تھا۔ تھوڑا پوزیسو ہے۔ جسٹ فرینڈز ماہیر۔ یعنی وہ جیسٹ تھا کہ میں نے

انیب کو بلایا پر اسے نہیں۔۔۔۔ پاگل ہو رہا تھا، تھپڑ مار دیتی تو ہرٹ ہو جاتا"

وہ ہر لفظ گنوا گئی لیکن پھر بھی ٹوٹی پھوٹی کوشش کی پر داران کو رتی برابر سکون نہ ملا۔

"ہو تا رہے پاگل لیکن دوبارہ تمہیں کسی نے ٹچ بھی کیا تو میں پاگل ضرور ہو جاؤں گا داریہ۔ یہ مجھ سے

برداشت نہیں ہو رہا"

وہ اسکو فوری خود سے لگاتا ڈرے لہجے میں بولا تو داریہ نے اس سے دگنی شدت اس قربت میں انڈیل لی، اسکے سینے میں جذب ہو گئی جو اسکی گردن کی رگیں چھوتا اسکے بالوں میں چہرہ چھپائے ہر نرمی ترک کر چکا تھا۔

"اوکے آئی پر امسس نہیں چھونے دوں گی، لیکن تم غصہ مت کرو۔ اٹس ہر ٹنگ م۔۔۔ ماہیر"

اسکو پر سکون کرتے اسکی پشت سہلائی لیکن اسکا افشار خون داریہ کے کراہنے پر بحال ہوا تو فوری اسے اپنی سخت آغوش سے آزادی دی۔

"چلتے ہیں یہاں سے"

وہ الگ ہوتے ہی اسکا ہاتھ پکڑے دروازے کی طرف بڑھا تو داریہ نے ہاتھ کھینچا جس پر وہ رک کر پلٹا تو ان سنہری آنکھوں کے بہکے بہکے تیور داران کا غصہ بھی قدرے زائل کر گئے۔

"مجھے تمہارا یہ رخ تو پتا ہی نہیں تھا، اگر تم واقعی میرے لیے اتنے جنونی ہو تو اس قدر خطرناک مشن میں مجھے کیوں لے کر جا رہے ہو۔ یہ جانتے بوجھتے کہ ماسٹر گریول کے آس پاس میری جان سے زیادہ میری عزت کو خطرہ ہو گا۔ ایکچولی میں نے تمہیں بتایا نہیں لیکن وہ دل ہی دل میں مجھے پسند کرتے ہیں، دو تین بار پرپوز بھی کر چکے ہیں لیکن میرے انکار پر بالکل برانہ منایا اور میرے فیصلے کو قبول کما۔ جب انکو پتا چلے گا میں انہی کے دشمن سے ہاتھ ملا چکی ہوں تو میری جان تو ہر گز نہیں لیں گے بلکہ۔۔۔۔۔"

اس سے پہلے وہ مزید ناقابل برداشت جملہ بولتی، داران نے اس وقت کے موڈ کے حساب سے داریہ کی جان نکال کر رکھ دی جیسے روکا، کتنے ہی لمحے وہ دوسری سانس نہ بھر سکی۔

جب آنکھیں داران سے ملیں تو اس شخص کی بے رحم قربت سے نم ہو چکی تھیں۔

"ایسا جس نے سوچا بھی اسے چیڑ پھاڑ کر رکھ دوں گا، اپنی عزت پر کبھی سمجھوتہ مت کرنا۔ اپنی عزت اور ساکھ بچانے کے لیے اگر تمہیں کسی قریبی کو مارنا بھی پڑا تو تم کرو گی، اور یہ میرے آرڈر میں شامل ہو گا ڈی کے"

وہ یکدم ہی کاروباری بن گیا، داریہ کا دل چاہا رو دے، حلق آنسوؤں سے بھر گیا۔

اسے لگا جیسے وہ قیامت کا سائرن سن رہا ہے۔

"بکو اس مت کرو ماہیر"

وہ اسکے سینے پر مکا مار گئی۔

"تمہیں پہلی اور آخری بار اپنے ساتھ لے جانا اس لیے ضروری ہے کہ تم اس سب سے توبہ کر لو، اور

میری بھولی سی ہاوس وائف بننے پر آمادہ ہو جاؤ۔ پھر صرف میں جلاد بن کر تباہی مچاؤں گا اور تم مجھے تباہ

کرنا جلاد بن، اپنے جلوؤں سے"

وہ اسکے آنسوؤں کو پونجھتا اسکی تکلیف منٹوں میں دھول کر گیا، داریہ سمجھ نہ پائی ہنسے یا چیخے۔

"مطلب تم چاہتے ہو میں سب چھوڑ دوں؟ ٹیپیکل شوہروں کی طرح قید کرنا چاہتے ہو"

وہ تڑپ ہی تو اٹھی تھی، اس دلدل میں اتنی گہری اتر چکی تھی کہ واپسی کا کوئی راستہ نہ بچا۔

"ہاں چار بچوں کی سلاخوں کے اندر"

وہ اسکی سانسوں کی مہک ان ہیل کرتا بہر کا تو داریہ نے اسے خود سے بے رحمی سے دور کیا۔

"ماہیر آئی ایم سیریس"

وہ باقاعدہ چلائی۔

"میں کونسا مزاق کر رہا ہوں، کچھ ایسا کرنا چاہتا ہوں کہ تم یہ وحشی کھیل ترک کر کے میری پناہوں میں

ڈر کر چھپ جاؤ۔ اور کہو کہ ماہیر شاہ! مجھے تم سے دور نہیں جانا۔ مجھے اس دنیا میں کسی کو یاد نہیں رکھنا۔

مجھے صرف تم آس پاس کافی ہو"

وہ اپنے آپ میں نہیں تھا، داریہ کی روح کپکپا رہی تھی۔

"میں ہار نہیں مانوں گی، مجھے چھپنا ہی ہوتا تو پناہ تو میرے ماموں کی بھی بہت محفوظ اور مضبوط تھی۔

چیلنج ہے تمہیں ماہیر شاہ کے جتنا مرضی مجھے پیچھے ہٹنے کے لیے مجبور کر لو، منہ کی کھاو گے"

وہ بھی فوری ڈی کے بن کر غرائی، داران نے دانت پیسے، وہ ایکسائٹ ہوا، خمار آلود گریٹ بلو آنکھوں

میں بلا کی شیطانیت اور شرارت چلی آئی۔

"یہ چیز میری جلا دن"

وہ اسی اکساتے جوشیلے انداز میں اسکی غصے اور بے بسی سے پھول جاتی گال چھوئے ارٹھٹ کر تا چلایا تو دار یہ نے اسے خود سے پوری قوت سے پرے بھی جھٹکا اور اس قدر غصہ تھی کہ اپنا پیر زور سے داران کے پیر پر مارا، پر داران بس زر اسامنہ بنا کر سہہ گیا۔

"تم! تم! ماہیر۔۔۔"

دار یہ کا بس نہ چل رہا تھا اپنے بال نوچ لیتی یا داران کا گلا دبا دیتی۔

"میں۔۔۔ آئی نو بہت پیارا ہوں"

وہ اسکے سینے پر برستے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامتا اسے پکڑ کر اپنے سینے سے جوڑے خماری سے بولا تو دار نے یوں اسکی زہریلی آنکھیں دیکھیں جیسے نوچ کر نکال پھینکے گی، یہ ماہیر شاہ اس سے برداشت نہ ہو رہا تھا، وہ اندر ہی اندر جھلس رہی تھی۔

"میں تمہیں براہراہوں گی، بیبی بیوی نہیں بننا مجھے تمہاری سمجھے، ایسا دوبارہ سوچا تو تمہارے سینے میں سوراخ کر دوں گی۔۔۔ میں بہت بے رحم ہوں۔۔۔ کسی خوش فہمی میں مت رہنا"

اسے پرے کیے وہ وارن کرتی پیر پیٹنے کمرے سے نکلی تو داران نے بے تکلف ہو کر ہونٹوں پر مچلتی مسکراہٹ کا گلا گھونٹے بنا اسے ہونٹوں پر بکھرنے دیا۔

"آہ دار یہ! تمہاری اس بے رحمی پر بھی داران ماہیر شاہ قربان"

وہ اپنے سینے کو سہلا تا سچ میں اس وقت کوئی سکی آدمی لگ رہا تھا، بہت خوفناک۔

جسکے آس پاس نادیدہ آگ کے شعلے جل رہے تھے اور شدید جس اگلتا دھواں اٹھ رہا تھا۔

.._____..

ماول نے کالج میں دو ہی کلاسیز لینی تھیں سو وہ ایک بجے تک فری ہو گئی، ثانیہ اور اسکے دوست ماول سے کئی فٹ کے فاصلے پر رہتے تھے اور خود ماول بھی کسی کو لفٹ نہیں کروا رہی تھی، کمسٹری، فزکس کے پریکٹیکل کے لیے آرہی تھی ورنہ کلاسیز تو ختم ہو چکی تھیں۔

اس سے پہلے وہ ویٹنگ روم میں آکر ڈرائیور کو ریما سنڈر کا میسج کرتی جو کچھ دور ہی کیفے میں منتظر تھے، کسی نے تیزی سے اسکے ہاتھ سے فون جھپٹا۔

وہ جنٹل مین بنا، مغرور تیوروں اور ڈھیر سارے استحقاق کے سنگ اتنا سچ رہا تھا ماول کی سٹی گم ہوئی۔ ایاد نے ناصر ف اس سے فون لیا بلکہ ہاتھ پکڑتا باہر نکلا، ماول نے ارد گرد گھبرا کر دیکھا تو زیادہ رش نہ تھا، لیکن ایاد نے گیڈ سے نکلتے خود ہی ہاتھ چھوڑا اور اپنی گاڑی کا فرنٹ ڈور ماول کے لیے کھولا جس پر وہ بنا کوئی اعتراض کیے سوار ہوئی۔

ایاد بھی دوسری طرف سے آکر بیٹھا اور پہلے اس ایریا سے گاڑی نکالی، ماول نے گردن موڑ کر ونڈو سے باہر تیز تیز گزرتے مناظر پر نظریں جمائے اپنے غصے اور گھبراہٹ کو قابو کیا۔

مگر تب چونکی جب ایاد ایک ہاتھ سے سٹیرنگ سنبھالے دوسرا ہاتھ ماول کے ہاتھ میں لیے انگلیوں میں پھنسا چکا تھا، ماول نے بہت زور لگایا مگر گرفت بہت مضبوط تھی، آنکھوں میں آنسو لے آئی۔

"کس قسم کا تماشہ ہے یہ، آپکو میری عزت کی فکر نہیں ہے۔ میرا ہاتھ پکڑ کر جیسے لائے ہیں کسی نے دیکھ لیا ہوا تو۔۔۔۔ اوپر سے۔۔۔۔"

وہ بولتے بولتے روتی چپ ہوئی تو ایاد نے گاڑی زراروک کر سڑک کی سائیڈ پر لگائی۔

"میں نے آفیشلی سب سٹاف کو اپنے اور تمہارے نکاح کا بتا دیا ہے، کوئی دیکھتا ہے تو دیکھتا رہے۔ جس نے تم سے کوئی بات کرنے کی کوشش بھی کی اسے میں دیکھ لوں گا۔ رومت، میرے سامنے دوبارہ تمہاری یہ آنکھیں نم نہیں ہونی چاہیں ماول۔ تمہاری عزت مجھے جان سے بھی پیاری ہے"

ظالم ہو کر بھی اس شخص کا یہ مہربان انداز ماول کے دل میں حشر ہی تو برپا کر گیا۔

"ج جھوٹ۔ آپکو صرف اپنی خوشی عزت ہے۔ صرف اپنی۔ جب تک خود کو تکلیف نہ ہوئی آپ نے تکلیف دینا نہیں چھوڑی۔ ویسے کیا رہ جائے گا آپکے پاس ایاد اگر میں یہ کہوں کہ اب محبت نہیں ہے آپ سے مجھے"

اس درجہ کٹھور بات پر ایاد نے اسکا وہی جکڑا ہاتھ اپنی طرف کھینچا تو وہ اس پر گرتے گرتے پچی۔

"اب کہو کیا کہا؟ نہیں ہے محبت؟"

وہ بھڑک کر رہ گیا، ماول کا سانس اتنی نزدیکی پر گھٹا جس سبب وہ نا صرف اسے پرے کر گئی بلکہ ونڈو کے ساتھ جا جڑی اور منہ بھی پھیر لیا۔

"نہیں ہے، مجھے آپ سے محبت نہیں ہے۔"

آواز میں دنیا جہاں کی تکلیف اتر آئی۔

"او کے موڈ ٹھیک کرو، یہاں ہو کر بیٹھو"

ایاد نے ہی غصے بھرا گھونٹ بھرتے ہتھیار پھینکتے اسکو پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹا تو وہ اسکی پکڑ کی سختی پر کاٹ کھاتی گھوری۔

"آپکے قریب نہیں بیٹھنا"

آنکھوں میں آنکھیں ڈالے چلائی، اخیر زچ کر چکی تھی۔

"میں تمہارے کتنے قریب آسکتا ہوں یہ تمہیں اچھے سے پتا ہے، سو مجھے تنگ مت کرو"

نہایت تحمل کے سنگ اسے باز رہنے کی وارنگ دی۔

"میں تنگ کر رہی ہوں یا آپ؟ آپ میرا ہاتھ نہیں پکڑیں گے۔ بس تبھی موڈ ٹھیک کروں گی"

مزید وہ بھی اسے ستانا نہ چاہتی تھی تبھی فوراً آنکھیں چراتے حل بتایا۔

"یہاں میں تمہیں اپنے دل سے لگا کر رکھنے کے لیے مر رہا ہوں اور تم نے ہاتھ تک پکڑنے پر پابندی لگا

دی؟ یہ کیا طریقہ ہے ماول۔ کیسی بے حسی ہے۔ ایسے مت ستاویا را۔ اتنا برا گناہ بھی نہیں کیا، کیا تم نے

کہا تھا مجھ سے کہ چاہتی ہو، پسند کرتی ہو محبت ہوں تمہاری۔۔۔ تو کیا مجھے خواب آنا تھا؟ میں نے تو وہی

کیا جو مجھے ٹھیک لگا۔۔۔۔"

وہ بھی جیسے اتنے گریز پر پھٹ پڑا، لمحہ بھر ماول سے اسکی آنکھوں سے نظر ہٹانا اجیرن ہوا۔

"ہاں جلانے کے علاوہ تو جیسے کوئی آپشن تھا ہی نہیں، مان لیں کے آپ ضدی اور مغرور انسان ہیں جو ٹوٹا تو فورڈ کر سکتا ہے لیکن جھکنا نہیں"

ہمت کرتی وہ اسے دیکھنے لگی اور لہجہ بھی آگ چھوڑنے لگا پر ایاد کی آنکھوں کی خفگی لمحہ لگاتے مدھم ہوئی۔

"اتنا جانتی ہو جب میرے مزاج کے بارے میں تو کیسی ناراضگی ماول، کیا بچا پیچھے؟" وہ اسکے بدلے لہجہ اور مائل کرتی لکس سے بروقت منہ پھیر گئی ورنہ شاید خود ہی کوئی خطا کر بیٹھتی، ملکیت کا نشہ، کئی نشیلے مشروبات پر بھاری ہوتا ہے۔

"اگر لپچ نہیں کروانا تو بتادیں پلیز میں ڈرائیور انکل کو بلوالوں۔ وہ تھوڑا پاس ہی کیفے پر بیٹھے میرے منتظر ہیں"

ماول کی بے اعتنائی پر ایاد نے اسکی بازو پکڑے اس بار سوچ سے زیادہ جنبھوڑتے اپنی طرف پلٹایا کہ ہونٹوں میں ایسی نزدیکی آگئی کہ لگا سانسیں ایک دوسرے سے بدل گئی ہیں، وہ کانپ سی گئی۔

"میرے سوال کا جواب دو ماول، کیوں برداشت آزما رہی ہو۔ تمہیں دیکھائی نہیں دے رہا کہ میں کس اذیت کا شکار ہوں"

آغاز غصے سے ہو اپرا اختتام تک ایاد کے لہجہ کو سو گواہی چھو گئی، ماول نے بھی خود کو سنبھالا۔

"میری بھی تو برداشت آزما چکے ہیں، میں بھی تو بہت بری افیت سے گزری ہوں۔ میں اس لیے ناراض نہیں کہ آپ نے جلاہا تھا مجھے، میرے جلنے کی خبر پانے کے باوجود جلانا جاری رکھا یہ دکھ ہے میرا۔ بتائیں ٹھیک کہہ رہی ہوں ناں؟ اگر یہ جھوٹ ہوا تو اپنا سب ابھی آپکے حوالے کر دوں گی۔ لیکن اگر آپ کو ماول سے اتنی سی بھی محبت ہے تو سچ کہیں گے"

وہ اسے کٹہرے میں یوں لاکھڑا کرے گی ایاد نے کب سوچا تھا کیونکہ یہ تو جھوٹ نہیں تھا، وہ جان بوجھ کر ماول کو جلا رہا تھا، ناجانے جلتے دل کو اس لمحے نے کیسی تسکین دی تھی، شاید مرد کے اندر اپنے پیچھے کسی عورت کو تڑپتا دیکھنے کی یہ خواہش فطری موجود ہوتی ہے۔

"یہ سچ ہے کہ مجھے تمہاری جلن کی اول لمحے سے خبر تھی پر یہ کمینہ دل تمہیں جلاتا جا رہا تھا جیسے کوئی جنون سوار ہو گیا ہو۔ میں جاننا چاہتا تھا تمہارے جذبات واقعی محبت ہیں یا بس پسندیدگی۔۔۔ تو اس خرافاتی دل کے کہے میں آگیا"

وہ کس چالاکی سے سارا ملبہ دل پر ڈال گیا کہ ماول کو ہنسی آگئی۔

"دل بہت پاک اور پیارے ہوتے ہیں، سارا فساد یہ نفس اور شیطان پھیلاتا ہے۔ سچ بتائیں میری تڑپ پر سرور آ رہا تھا ناں؟ سیٹیفیکیشن مل رہی تھی ناں؟"

ماول کی تکلیف پر اس بار خوف کھانے کی باری ایاد کی تھی پر وہ بے بسی سے سر ہلا کر ماول کو بہت بڑی افیت دے گیا۔

"واو ملنگا! آپ تو بہت ہی چھچھورے ہیں۔ اب مجھے بھی حق دیں کہ میں بھی اس سرور اور سیٹیفیکیشن کے مزے لوں۔"

وہ یکدم طنز کرتی سفاک ہوئی، ایاد خان کے پاس اک لفظ نہ بچا۔

"بکو اس بند کرو ماول"

اسکی برداشت ٹوٹی۔

"سچ یو نہی کڑوا لگتا ہے، یقین کریں ایاد میں اس سچ سے کہیں زیادہ کڑوی ہوں آپکے لیے ابھی، تو میرے قریب آنے کی بے کار کوشش بند کر دیں۔ بھوک لگ رہی ہے"

اپنی بات سمجھانے کے ساتھ ہی وہ منہ موڑ گئی جبکہ داگولڈ میڈلسٹ، ماہر فطین کمسٹری پروفیسر اس چھوٹی سی لڑکی کے آگے کچھ بولنے کے لائق ہی نہ رہے۔

.._____..

گہرے سانس بھرے خود کو تقویت دینے کی کوشش کرتے ہوئے وہ گاڑی سے باہر نکلا، بالوں میں اضطرابی انداز سے ہاتھ پھیرنے کے بیچ نظر اپنے ہاتھ کی پشت پر گئی جہاں سرخی اور کھروچ دیکھتے نفرت میں بتدریج اضافہ ہوا۔

"اب تم دیکھنا داران میں تمہیں کیسی چوٹ دیتا ہوں، اب مجھے کسی کی پرواہ نہیں۔ تمہارا داریہ پر حق جتنا مجھ سے ہر گز برداشت نہیں۔ تمہیں اپنے ان پیروں میں گراؤں گا، تمہیں برباد کر دوں گا"

غصے نے اسکی سدھ بدھ بھلا دی، اس ویرانے میں اسکو کھل کر چیخنے کی سہولت تھی۔

اسی لمحے عاقب کا فون رنگ کیا۔

انٹرنیشنل کال تھی تبھی اسکاماتھا شکنوں سے بھر گیا۔

"یس عاقب موہان سپیکنگ؟"

فون لگتے ہی عاقب نے غصے کو دباتے پوچھا۔

"عاقب سر آپکے لیے ایک بری خبر ہے"

اس جانب سے کوئی ہو سپیٹل روم کے باہر کھڑا تھا۔

"کیسی بری خبر؟"

دل کا نپا تھا۔

"آپکے کہے کے مطابق میں فائنلی کئی سال کی تلاش کے بعد آپکے فادر تک پہنچ گیا تھا، لیکن بد قسمتی۔

آپکے ڈیڈ مسٹر جاسم موہان کا میری نظروں کے سامنے بہت برا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ ہی ازان آئی سی

یوروم ان کریٹیکل سچویشن"

یہ سن کر عاقب کی آنکھوں میں دھندلاہٹ بھر گئی۔

دماغ سن ہو گیا، سماعت سائیں سائیں کرنے لگی۔

"م۔۔۔ مرجائیں گے کیا؟"

کچھ لمحے بعد وہ مردہ سی آواز میں بولا۔

"He want to meet you sir"

اس آدمی کے لہجے میں تیرگی اتری۔

"یہ حادثہ نہ مار سکا انھیں تو میرا انکار ضرور مارے گا، میں نہیں آؤں گا جمشید، ایسے نام والے کسی آدمی کو عاقب موہان نہیں جانتا۔ چیخ کر بتانا اس شخص کو۔ کہ عاقب موہان، سبرینہ کی قبر میں انکے ساتھ ہی دب گیا تھا۔ جب تک وہ مرنے جائیں، کال کرنے کی جرت مت کرنا"

جبر و صبر کا پیکر بنا وہ کہتے ہی کال بند کیے فون مٹھی میں دبوچے وہیں گاڑی سے لگے ہی بیٹھ گیا، اس ویران سڑک پر وہ اکثر آتا تھا، اپنے وہ ماتم منانے جو اسکے بہت ذاتی تھے۔

"نانی جان کو لگتا ہے میں کچھ نہیں جانتا، ہا ہا۔ میں سب جانتا ہوں کیسے میری ماں مری۔ مائیں قبر میں بھی چلی جائیں، اولاد سے بات کرنا نہیں چھوڑتیں، اس ویرانے میں جہاں وہ دفن ہیں، فضائیں تک بین کرتی ہیں، ہوائیں سوگ زدہ ہیں، تو کیا میں نہ سمجھ پاتا کہ یہ ماتم کیوں ہے؟۔ جس شخص کی جان میری ماں نہ لے سکی، اسکی جان یہ بیٹا لے گا۔ یہی انصاف ہے۔ تم تڑپ تڑپ کر مرو گے جاسم موہان۔۔۔۔۔ اسکے بعد ہی میں جی سکوں گا"

تو گویا سچ عاقب جانتا تھا، غلط لگتا تھا ماریہ کو کہ وہ سہہ نہیں سکتا، وہ چپ چاپ سب سہہ رہا تھا، تبھی تو اس تکلیف نے اسے نیم بنادیا، ہر ڈھنگ ہر سلیقہ بھلا دیا تھا۔

عاقب نے اپنا فون کھولا اور تمام شو شل ایپس پر اپنی سیاہ ڈی پی لگا دی، واٹس ایپ انسٹا فیسبک سب پر۔

آفس پہنچ کر اپنی ٹیم کے ہمراہ شوٹ کی تیاری کرواتی انیب چائے پینے کو کچھ دیر بیٹھی تو یکدم سکرین پر عاقب کی ایف بی بلیک ڈی پی دیکھے ٹھٹکی۔

یہ ڈی پی اس شخص نے ہمیشہ تب تب لگائی تھی جب وہ کچھ برا کرنے والا ہوتا تھا۔

انیب نے کپ وہیں رکھا اور عاقب کی لوکیش دیکھے ٹیم کو آدھے گھنٹے کا کہے وہاں سے نکلی۔

وہ زیادہ دور نہ تھا تبھی انیب دس منٹ تک مطلوبہ جگہ پہنچی، دور سے ہی گاڑی سے لگ کر بیٹھا عاقب دیکھائی دیا جو اپنے زخمی ہاتھ کا ماس پکڑ پکڑ کر کھرچنے کا خود اذیتی بھرا کام مزے سے سرانجام دے رہا تھا۔

"کیا ہوا ہے اسے؟ یہاں ایسے کیوں بیٹھا ہے؟"

انیب نے باہر نکل کر ڈور بند کیا اور حیرانگی و پریشانی کے سنگ وہ عاقب کی گاڑی کی طرف لپکی۔

"اب کونسا فساد برپا کرنے والے ہو؟ اگر داریہ اور داران کو الگ کرنے کا سوچا تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا"

وہ اسکے سر پر کھڑی چلائی تو عاقب نے ہنس کر گردن موڑی، خفیف سی عاقب کی انگارہ آنکھیں انیب کا دم نکال گئیں۔

وہ لپک کر اسکے پاس دوزانو بیٹھی کیونکہ اسکے ہاتھ سے خون رس رہا تھا۔

"ی۔۔۔ یہ کیا ہوا ہے۔۔۔ ایکسڈنٹ ہوا ہے۔ عاقب"

انیب کی فکر گہری نگاہوں سے تکتے عاقب کو عجیب سی ہنسی آئی جب انیب نے اسکا ہاتھ فکر سے چھوئے
اسکو پکارا۔

"تکلیف ہو رہی ہے انیب جہانگیر کو؟"

وہ اسکے مست لہجے پر غصیلی گھوری۔

"نہیں، بہت خوشی ہو رہی ہے تمہیں یوں بیٹھا دیکھ کر، سفاک درندی جو ہوئی۔ ادھر دیکھو! کیا ہوا ہے
تمہیں۔ کسی سے پٹے ہو یا کسی کو مار کر آئے ہو۔ اب اگر تمہاری وجہ سے دادو یا بابا کو کوئی پریشانی ہوئی تو
میں بہت برا پیش آؤں گی"

وہ اسکی فکر میں ہلکان تھی پر اسکے آگے جھکے گی نہیں اسکا بھی لب و لہجے کی سختی سے خوب پرچار کیا۔
"تم پہلے کونسا اچھے سے پیش آتی ہو مجھ سے، جاو یہاں سے انیب۔ میں کسی کو ماروں یا پٹوں۔ نن آف
یور بزنس۔ اکیلا چھوڑ دو۔ فسادن کے بعد کیا جونک کا منسب بھی سنبھالنے کا ارادہ ہے، چپکی اریٹیننگ
جونک"

وہ مسلسل اسے ٹیس کرتا اسکے ضبط سے کھیل رہا تھا جو یہاں آنے پر خود کو ملامت کر رہی تھی، پر
ناچاہتے ہوئے بھی وہ عاقب کے دکھ کو جان گئی تھی کیونکہ وہ ٹھیک سے اسے نہ جلا رہا تھا نہ لڑ رہا تھا۔

"میں جونک بنی تو تمہارا سارا خون چوس جاؤں گی جو تمہارے اندر لاوے کی طرح ابلتا رہتا ہے، سیدھے سے بتاؤ گے یا نہیں؟ یہاں دیکھو تم مجھ سے چھپ نہیں سکتے کیونکہ میری ان آنکھوں میں عقاب سی تیزی ہے"

اس بار وہ اسکا منہ جبرے سے دبوچ کر اپنی طرف کیے دھمکائی، اگر عاقب تکلیف میں نہ ہوتا تو انیب کی اس جرت پر اسے دیوار میں چنواچکا ہوتا پر اس وقت وہ چھوٹا سا بچہ تھا، جسکا دل چینخ رہا تھا۔
"اپنی آنکھوں کی عقابی تیزی سنبھال کر رکھو اپنے پاس، جاو یہاں سے۔ شکل بھی نہیں دیکھنی مجھے تمہاری"

اسے پکڑ کر پرے کیا تو وہ سڑک پر گر سی گئی کیونکہ دوزانو بیٹھی تھی جبکہ خود وہ اٹھ کھڑا ہوا۔
انیب نے مٹی سے اپنے کپڑے جھاڑے اور اٹھی۔

"اتنی بری لگتی ہے شکل تو اپنی حد سے باہر کیوں نکلے تھے؟"

انیب کا سوال عاقب کے حلق میں موجود دباو میں اضافہ کر رہا تھا، اسکا بس نہ چلا انیب کی نظروں سے غائب ہو جائے۔

"کہا تھا قریب آ کر بھی سزا دوں گا اور دور رہ کر بھی، زیادہ خوش فہمی کی ضرورت نہیں۔ تم میرے لیے دل بہلانے کا سامان ضرور بن سکتی ہو میری چاہت نہیں"

وہ کمزور ہو رہا تھا تبھی جس قدر ظلم سمجھ آیا ڈھادیا لیکن انیب ہنس پڑی، اس جھوٹے پر جس سے جھوٹ بولنا محال تھا۔

"دل بہلانے کا سامان بھی کیوں بنوں پھر؟ ہم ڈائورس کر لیتے ہیں۔ تاکہ تمہارے پاس یہ واہیات آپشن سرے سے بچے ہی ناں۔ دل بہلانے والی چیز کو دل بہلا کر پرے مار پھینکتے ہیں۔ چلو تم بھی کرو دیکھتی ہوں کتنی دور پھینک سکتے ہو"

انیب نے اسکی دکھتی رگ اکھاڑ کر رکھ دی۔

وہ اسکی بازو دبوچے اپنی سمت کھینچے گھورا پر انیب پر اعتماد ہوئی۔

"کیوں؟ تکلیف ہوئی؟ نہیں پھینک سکتے؟ جان چلی جائے گی؟ مر جاو گے؟"

انیب اسکا ضبط آزمانے کے در پر اتری تھی پر واقعی اس شخص کی جان جاتی محسوس ہو رہی تھی۔

"نہیں۔ میں نے ابھی تک دل بہلایا ہی نہیں ڈھنگ سے۔ یہ کر لوں بعد میں پھینکوں گا۔ اتنی دور کہ تم خود کو بھی نہیں مل پاو گی"

وہ پھٹ پڑا تھا، انیب کو لگا کسی نے آنکھوں میں دھول جھونک دی ہو، جلن ہوئی تھی۔ آنکھوں سے ہوتی ہوئی پورے جسم کو خاکستر کر گئی۔

"یونواٹ عاقب موہان! اب میں چاہتی ہوں تم تڑپ تڑپ کر میری آرزو کرو اور تمہیں میری اک جھلک بھی دیکھنی نصیب نہ ہو۔ گوٹو ہیل"

اسکے سینے پر دباو ڈالے وہ آج سب ختم کرتی پلٹ گئی، عاقب نے نہ روکا، وہ جارہی تھی، پھوٹ پھوٹ کر رودی، اسکے آخری آنسو وہ پتھرائی آنکھوں سے دیکھ اور سن سماعت سے انکی تڑپ سن رہا تھا پریوں ہوا جیسے وہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکے گا۔

حلق سوکھ گیا تھا، قہہ پڑ گیا تھا اسکی ذات میں ہر نم کا۔

وہ چلی گئی، آخری بار اپنی محبت پر سارا رونے کے بعد اور اب عاقب موہان کو دھکا لگنے کا مقررہ وقت پہنچ آیا تھا۔

.._____..

مایا نے داران اور داریہ کو رخصت کر دیا تھا، مایا ادا اس تھی کیونکہ داران اس سے بھی خفا تھا۔

وہ لوگ واپس خوشاپ روانہ تھے، دو گھنٹے ہو چکے تھے بس دس منٹ کا فاصلہ باقی تھا۔

اور ان پورے دو گھنٹے داریہ نے اس سے ایک لفظ نہ کہا نہ بات کی اور ابھی آگے قیامت جو آنی تھی وہ

الگ کیونکہ عزیزے جان سزا سنانے کو بے تاب اپنے مجرموں کی شدت سے منتظر تھیں۔

"ہے! بول لو ورنہ گاڑی کہیں مار ڈالوں گا"

داریہ اسکے بے قرار لہجے پر اسکی طرف ہوئے گھوری۔

"بات مت کرو مجھ سے"

دار یہ کی آواز نمناک ہوئی، داران نے اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے دار یہ کا ہاتھ پکڑ کر انگلیوں میں انگلیاں ڈالتے قریب لایا اور چوما، دار یہ نے پھر سے ماہیر شاہ کو دیکھا پر اب انداز میں کوئی خفگی نہ رہی۔

"پھر کس سے کروں بات، میرا اتنا پر سنل ہے ہی کون تمہارے سوا"

محبت پاش لہجے پر وہ سارا غصہ، ڈر اور تکلیف بھول کر نرم پڑی۔

"مجھے آج زندگی میں پہلی بار کسی سے اتنا ڈر لگا ماہیر، اور وہ تم ہو"

وہ پگھل جاتی تھی کیونکہ فطرتا مہربان تھی، وہ بگھڑتے دیر نہ لگاتا تھا کیونکہ فطرتا ضدی تھا۔

"مجھ سے مت ڈرو، میں تو تمہارا ہوں۔ یہاں آؤ"

ہاتھ سے پکڑے ہی اپنی طرف کھینچا تو وہ سیٹ بیلڈ کھولے اسکے سینے سے جا لگی اور آنکھیں بھی موند لیں۔

"مجھے ایسا کوئی آرڈر مت دینا، سن رہے ہوں ناں۔ تمہیں دار یہ کا پتا ہے وہ مر جائے گی"

اسکو ڈرائیونگ کرتا دیکھے وہ اپنا سر اٹھائے، ہاتھ اسکی بیرڈ پر پھیرے تاسف سے سمجھا رہی تھی، داران نے اسکی جبین چومی اور سرسری سا اسکی طرف دیکھے واپس سامنے دیکھنے لگا۔

"سٹاپ دس نان سینس دار یہ، کلوز کرو اس ٹاپک کو۔ اگر ان دنیاوی معاملات کے سبب تم نے ہمارے

رشتے کے بیچ ٹنشن کریٹ کی تو بھیا نک روپ دیکھو گی میرا"

وہ اسے چلانے پر خوف سے اس کے پہلو سے جب چپکی تو داران نے سپیڈ سلو کرتے اسکی طرف دیکھا جو سچ میں سہمی تھی۔

"میں آل ریڈی تمہارا بہت بھیانک روپ دیکھ چکی ہوں۔ پلیز ماہیر مجھے اس امتحان میں مت ڈالو۔ مجھے مت تنگ کرو"

شاہ حویلی آچکی تھی تبھی داران نے چوکیدار بابا کے دروازہ کھولتے ہی گاڑی پارک کی اور داریہ کو پرے کیے نہ صرف خود باہر نکلا بلکہ اسکی جانب آکر ڈور کھولے ہاتھ پکڑ کر باہر لایا، داریہ نے تیرسی نگاہ داران کے سپاٹ چہرے پر ڈالی۔

"تنگ تم کر رہی ہو، اگر میرے پاس کوئی اور چوانز ہوتی تو کیا میں ایسا کرتا؟ بولو۔۔۔۔۔"

وہ اسکو دونوں ہاتھوں سے پکڑے جنجھوڑتے بولا۔

"لیکن تم مجھے اس سب سے پیچھے ہٹانا چاہتے ہو میری تکلیف وہ معاملہ ہے، میں تمہاری ہمیشہ پارٹنر نہیں رہ سکتی کیا؟ اگر تم نے مجھے قید کرنا چاہا ناں ماہیر تو۔۔۔۔۔"

وہ اس کے جنجھوڑنے کے باوجود بولی لیکن اسکی بات داران نے درشتی سے کاٹی۔

"تو کیا۔۔۔ کیا کر لو گی تم؟"

وہ ہر لحاظ بھولے غرایا۔

"تو میں تمہیں پھر سے تمہارے دشمنوں کی صف میں کھڑی ملوں گی"

دار یہ نے اسکے حواس پر کوڑا برسائے اسکی بصارت اندھیر کر دی۔

عزیزے جان جو ہارن سن کر آئی تھیں، آگے سے ان دو کو لڑتا دیکھے خوشگوار حیرت سے حویلی کے دروازے سے باہر نکلتے ہی رک گئیں۔

"تو سن لو دار یہ، اگر تم نے ایسا کیا پھر تمہاری جان لیتے وقت مجھے اتنا سا بھی رحم نہیں آئے گا" داران کے جسم کا فشار خون بڑھا کچھ ضبط سے چہرے کی رگیں تن گئیں، وہ ایسا مسکرائی کہ وہ مسکراہٹ داران کے کلیجے میں خنجر کی طرح دھنس گئی۔

"کتنی بار لو گے جان اس بے جان کی؟ جتنی بار چاہے لے لو معاف کر ہی دوں گی، اتنی محبت کرتی ہوں۔ لیکن میں نے تمہیں انجام سے باخبر کر دیا ہے، میں تمہارے ساتھ چلوں گی لیکن یہ سب اپنے دماغ میں بٹھالینا۔ میری مانو گے تبھی ہم ایک ساتھ چل سکیں گے ورنہ دوسری دونوں صورتوں میں ہمارے راستے ہمیشہ کے لیے الگ ہو جائیں گے۔ تمہارا تو نہیں پتا لیکن میں تم سے بچھڑ کر ایک سانس بھی نہیں لے پاؤں گی ماہیر"

وہ کرب کی انتہاؤں کو پہنچی، اسکی جلتی آنکھوں میں اپنی پگھلی آنکھیں ڈالے قہر برساتی اس سے پہلے جاتی، سامنے تن کر کھڑیں عزیزے کو دیکھے ساکن ہوئی، داران بھی فوری پلٹا۔

"بہت اچھا لگاتم دو کو لڑتے دیکھ کر، کہا تھا تمہیں داریہ بی بی کہ تم زیادہ نہیں ٹکوی، میرا جو یہ لاڈلہ اور اکلوتا پوتا ہے یہ تم جیسی بیچ رسوا کو زیادہ دیر برداشت کر بھی نہیں سکتا تھا، مجھے تو شدت سے تمہارے طلاق یافتہ ہونے کا انتظار ہے۔ خوب جشن مناویں گی میں اس دن"

عزیزے کے زہر میں بجھے الفاظ پر اس سے پہلے داریہ کچھ بولتی، داران نے اسکی بازو دبوچے روکا، داریہ نے ایسی نظر سے ماہیر شاہ کو دیکھا جو شکایتوں کا پلندہ تھی۔

عزیزے نے اک متغیر نظر داران کے ہاتھ میں دبی داریہ کی بازو پر ڈالی۔

"ہاں لاڈلے تو کیسا رہا فنکشن پھر؟ میری نافرمانی کو خوب انجوائے کیا؟"

اب کی بات ٹھٹکنے کی باری داران کی تھی، خود داریہ کے چہرے کا رنگ بدلا۔

"کیا مطلب ہے آپکا؟"

وہ داریہ کا ہاتھ چھوڑے انکی طرف قریب ہوا پہلے ہی انکے لہجے پر آگ بگولہ ہوا تھا۔

آنکھوں میں باغیانہ تپش اتری تھی۔

"کیا لگا تھا میری ناک تلے ماول کو کسی بھی لپے لفنگے کے ہاتھ تمہا دو گے اور مجھے خبر نہ ہوگی، مجھ سے یہ

منخوس برداشت نہ تھی اور تم نے ایک منحوسیت اپنی بہن کے سر پر بھی تھوپ دی۔ تمہارا باپ تو ہمیشہ

سے میرا نافرمان رہا ہے لیکن تم نے بھی خوب نقش قدم کی پیروی کی ہے، اور ثابت کیا ہے کہ اسی جیسے

نا فرمان ہو"

عزیزے کے الفاظ سننے کی داریہ میں سکت ختم ہو گئی، وہ پہلے ہی بہت دکھی تھی اوپر سے لالہ کے لیے ایسے الفاظ اسکی روح جھجھوڑ رہے تھے۔

"لچا لنگا آپکا بیٹا تھا میرے لالہ نہیں"

داریہ کی برداشت ختم ہوئی، اس سے پہلے عزیزے کا ہاتھ اٹھتا داران نے انکے ہاتھ کو دبوج کر پرے کیا، داریہ کا بس نہ چلا اس عورت کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹے۔

"چھوڑو داران میں اس زبان دراز کا منہ نوچ لوں گی"

عزیزے کو آپا کھوتے دیکھ کر داران دھاڑا۔

"فردوس"

اسکی دھاڑ پر شاہ حویلی کی دیواریں لرزیں، فردوس دوڑتی ہوئی باہر لپکی۔

"اپنی عزیزے جان کو سنبھال لیں ورنہ کچھ کر بیٹھوں گا، اور تم۔۔۔۔۔ چلو"

داران نے بے قابو دادی کو فردوس کے سر ڈالا اور خود داریہ کا ہاتھ پکڑتا اندر بڑھ گیا۔

"نوچیں تو سہی منہ، میرے پاس بھی ہاتھ ہیں۔ کوئل نے تو صرف بے عزت کیا تھا آپ اور آپکے

سپوت کو۔۔۔ میں دن میں تارے دیکھاؤں گی۔۔۔ کیسی وحشی اور زہریلی عورت ہیں آپ، یہ نہیں کہ

پوتی کو اتنا اچھا سا تھی مل گیا، شکر کریں، زہرا گل رہیں۔۔۔۔۔ آپکا بس نہیں چل رہا آپ ہم سبکے سینوں

سے دل نکال کر چبا لیں۔۔۔۔۔ چھوڑو ماہیر۔۔۔۔۔"

داریہ نے بے دردی سے ماہیر سے ہاتھ چھڑوایا اور پیچھے پلٹی، داران کا صبر جواب دے چکا تھا۔
واپس لپک کر اسے دبوچا مگر وہ دو تو ایک دوسرے کو نگلنے پر تیار تھیں۔
"داریہ۔ منہ بند کرو۔۔۔"

ماہیر نے اسے قابو کرتے منع کیا پر وہ اسے بھی دھکیل رہی تھی تبھی داران کو مجبوراً اسے سب کے سامنے ہی بازوؤں میں اٹھانا پڑا، فردوس اور عزیزے دونوں کا اس پر منہ کھلا جبکہ داریہ کی زبان شرم و حیا سے بند ہوئی۔
"کتنی لڑا کا ہو تم؟"

وہ اسے اٹھائے ہی زینے چڑھا، شاہ حویلی میں داخل ہوتے ہی غصے سے بڑبڑایا جسے ماہیر بھی زہر لگ رہا تھا۔

"تمہاری دادی سے کم۔۔ اتارو مجھے"

وہ بچوں کی طرح مچلی مگر داران نے اسے کمرے میں لے جاتے بیڈ پر باقاعدہ کسی بے جان چیز کی طرح لا کر پھینکا تو وہ باقاعدہ رو دینے والی آنکھوں سے اسے گھوری۔
"ایک لفظ بھی نہیں"

اس سے پہلے وہ چینختی، داران نے اسکی طرف جھک کر جبراً دبوچا۔

"ٹھیک کہہ رہی تھی تمہاری دادی سرکاراں، تم مجھ جیسی کو برداشت نہیں کر سکتے"

یکدم ہی وہ روئی، اسکا روناداران کا سانس روک گیا تبھی تو وہ پاس بیٹھتے ہی اسکی طرف اذیت سے چہرہ کیے دیکھنے لگا۔

"دار یہ! اے مت رو۔۔ لک ایٹ می سوئیٹ ہارٹ"

وہ تڑپ اٹھتا اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرے اسکی آنکھوں میں جھانکتے آنسو پونجھنے لگا پر وہ اس وقت بہت ڈسٹرب تھی۔

"ن۔۔ نو۔۔ آئی ایم ناٹ یور سوئیٹ ہارٹ۔"

وہ بلک اٹھی، جبکہ داران نے اسے اپنی اور دھکیلتے اپنے سینے میں بسایا، پوری قوت سے کہ وہ اس میں چھپ سی گئی۔

"یو آر دار یہ!۔ ڈونٹ کرائے مائی گرل۔۔۔ بس بس"

اسکی ہچکیوں کو سنناداران کا کڑا امتحان تھا، وہ سنبھالے نہ سنبھل رہی تھی۔

"ت۔۔ تمہاری دادی کو اللہ کا کوئی خوف نہیں، میرے لالہ کو ایسا بولنے کی ہمت کیسے کی۔ مجھ سے

نفرت کے بیچ وہ سب کو زخم لگائیں گی۔۔۔ تم بھی لپیٹ میں آ جاو گے ماہیر۔۔۔ سب ختم کرتے ہیں"

وہ اسکے سسک سسک کر بولنے پر تھم سا گیا، جھٹکے سے اسے الگ کیا تو دار یہ کی جان نکالتی نظر نوچ کھا گئی۔

"آج تو تم نے یہ کہا، دوبارہ مت کہنا دار یہ۔"

کچھ بھی نہیں ہوگا۔ میں سب سنبھال لوں گا۔ میں ہم دونوں کا رشتہ بھی سنبھالوں گا۔"

وہ اسے بے قراری سے یقین دلانے لگا تو داریہ کو یہ صرف بہلا والگا۔

"اتناسب نہیں سنبھلے گا تم سے"

وہ سرگوشی میں بولی تو آواز ٹوٹی، داران نے اسے تکیے پر نرمی سے لٹایا اور اسکی سانسوں پر قابض ہوا، داریہ کو اسکے لمس کی حرارت سانسوں کو آزاد کرنے کے بعد چہرے اور گردن کے انگ انگ تک محسوس ہوئی جس نے اسکے وجود کے ہر درد کا رابطہ دل و دماغ سے توڑ دیا۔

"پلیز تم دوبارہ مت رونا، بھروسہ رکھو مجھ پر۔۔۔۔۔ کچھ دیر سو جاو داریہ۔ میں سب ٹھیک کر دوں گا۔"
اسکو شانت تو وہ پیار نچھاور کیے کر ہی چکا تھا پر داریہ ابھی بھی سرخ آنکھیں لیے ہی اسے تک رہی تھی۔
"م۔۔۔ ماہیر"

وہ اسے پکاری تو آواز میں نمی اتری۔

"جی سوئیٹ ہارٹ"

وہ نرمی سے اس پکار کا جواب جھک کر چہرے پر دیے واپس اٹھا، ناچاہتے ہوئے بھی وہ پھیکا سا مسکرائی، وہ سوئیٹ ہارٹ کہتا بہت پیارا لگا تھا اور اس وقت خود پر جھکے ماہیر کی جان لبوں پر اٹکی صاف دیکھ رہی تھی۔

"یو لوی؟"

وہ اسے بھی قید کرنا چاہتی تھی اور وہ ہوش میں ہی نہ تھا۔

"یس، میڈلی لوو دیو۔۔۔ ریلی لوو یو۔۔۔"

وہ اسکے ماتھے پر پیار دیے اسکی نم گالوں کو دیوانہ وار چومتا اسکے آگے ہار گیا جبکہ دار یہ کی مسکراہٹ اس بار بہت ظالم تھی۔

"فائنلی۔۔۔ کہلوالیا تم سے۔۔۔۔۔ اب یقین ہے تم سب سنبھال لو گے"

اسکی گردن میں بازوؤں کا ہار پروے وہ اسے بالکل خود پر جھکا گئی
کیونکہ کچھ دیر اب وہ اپنی مرضی سے داران کو بے انتہا چاہتی تھی، اپنی خواہش کے عین مطابق۔

.._____..

"آپ پر چلتا کیس ختم ہوا مسٹر ز میل، اب آپ کابل چھوڑ کر کسی بھی وقت جاسکتے ہیں"
کابل کی مقامی زبان میں بولے جاتے یہ لفظ ز میل کو اس وقت تکلیف اور خوشی کی زیادتی بخش چکے تھے، دو سال کا کڑا اور سوہان روح انتظار ختم ہو گیا تھا۔

عدالت سے باہر آتے اس مجرم، اس گنہگار کی آنکھوں میں آنسو تھے، پچھتاوے کے۔

"میں آ رہا ہوں دار یہ، تمہیں یہ بتانے کہ تمہارے بابا قاتل نہیں ہیں"

زمیل نے آسمان کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھا، پور پور میں اذیت گھلی تھی، پھر یہ تکلیف سنبھالی اور سب سے پہلے یہ خبر جہانگیر کو دی جو خود بھی آج اپنے آفس آئے تھے، سٹاف ہی کے ہمراہ کچھ بات کر رہے تھے جب انکے فون پر زمیل کا پیغام ابھرا۔

بہت حسین سی مسکراہٹ اس خبر کو پاتے ہی جہانگیر چغتائی کے خوبصورت چہرے میں گھل کر رہ گئی، زمیل کو وہ فرصت سے کال کرتے مگر اس وقت اپنے سٹاف سے بات کرنا زیادہ اہم تھا۔

.._____..

لنچ کے بیچ دونوں میں مزید کوئی بات نہ ہوئی، ریسٹورنٹ سے نکل کر ہی ایک غیر معروف سڑک کے کنارے ایاد کی گاڑی سے لگ کر کھڑی تھی، ایاد بھی ساتھ تھا پر بالکل سپاٹ۔ کچھ دیر بعد کوئی گاڑی سڑک سے گزرتی تو لگتا دنیا میں شور نامی شے ہے ورنہ ان دو کے بیچ تو سناٹا چھایا تھا۔ شاید ماول نے اس سے ہر لفظ چھین لیا تھا۔

"میں نے گونگے ہونے کے لیے بھی نہیں کہا تھا اب"

وہ بولنا تو نہ چاہتی تھی پر چپ رہتی تو دل جلتا مگر وہ کچھ نہ بولا۔

ناک کی سیدھ میں ہاتھ سینے پر باندھے دیکھتا رہا، ماول نے کوفت سے سر جھٹکا تو ساتھ سے ہٹی سامنے ایاد خان کے بالکل قریب آرکی۔

ایاد نے اسکی آنکھوں کو دیکھا جہاں اب ندامت تھی۔

"چلتے ہیں، تمہیں کالج ڈارپ کر دیتا ہوں۔"

وہ ہٹنے لگا مگر ماول نے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر روکا۔

"میں نے کچھ کہا ہے کیا؟ آپ نے جرم کا اعتراف کیا ہے۔ تو اب سزا کے لیے دل بڑا کریں۔"

اسے دیکھتے ہی وہ نگاہیں بدل کر پھر سے اسکے عقب میں دیکھنے لگا۔

"کر لیا ہے بڑا، دل بھر کر دو سزا۔ لیکن کوئی انہونی ہو گئی تو رونا مت پھر مجھے"

سفاکیت سے ماول کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑتے اسکا دل جنجھوڑا، وہ یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی کہ بل کھا کر رہ گئی۔

"ا۔ ایاد۔۔۔ یہ کیا بول رہے ہیں"

اسکا ہاتھ دونوں ہاتھوں میں لیے جیسے اسے اسکی بے رحمی بتانی چاہی۔

"ٹھیک کہہ رہا ہوں، ہاتھ رکھو میرے دل پر"

وہ اسکا وہی ہاتھ پکڑے سینے سے جوڑ گیا، ماول نے محسوس کیا وہاں دل نہیں انگارہ دھرا ہے۔ جو

دھرکنے کے بجائے دھک رہا ہو۔

"ب۔۔ بہت سلو ہارٹ بیٹ ہے"

وہ بدحواسی سے بڑبڑائی تو وہ اسکی معصومیت پر مسکرایا، مسکراہٹ میں کچھ تشنگی کا عنصر غالب تھا۔

"کس نے کی سلو؟"

وہ اسکے سوال پر نظر جھکا گئی۔

"جب دل چاہا تیز بھی کر دوں گی"

وہ بوکھلائی اور ہاتھ بھی ہٹا لیا، واپس ایاد کے کندھے سے لگ کر گاڑی سے ٹیک لگا گئی۔

لیکن اب ایاد کی کیفیت مختلف تھی، دونوں کی آنکھیں مسکرا کر ایک دوسرے کو گرویدہ کر رہی تھیں۔

"ایسے مت دیکھیں"

کچھ دیر تو وہ سہ گئی لیکن جب مسلسل وہ اسے دیکھ کر پریشان کرنے لگا تو فوری اسکا چہرہ دوسری طرف کیا، ایاد نے اسکا وہی ہاتھ بروقت اپنے ہاتھ میں لیا اور ہتھیلی چومی، ماول کی پلکیں سی لرزیں۔
"اچھا لگتا ہے تمہیں دیکھنا، ٹھیک ہو؟"

وہ اسکی اب تک کلائی پر بندھی پٹی پر انگلی پھیرے بولا تو ماول بھی اداس ہوئی۔

"ہمم۔۔ بہتر ہوں اب"

وہ اسکی فکر کا خو بصورتی سے جواب دیے اپنا سر ایاد کے کاندھے پر ٹکا گئی تو اسکے بے تاب دل کو بھی زرا قرار آیا۔

"ہمیشہ ٹھیک رہو، چلیں یا کچھ دیر رکو گی؟"

اسکے کاندھے ہر ٹکے سر پر ایاد کو لگا وہ تھک گئی ہے، جب سے اسے بلڈ لگا تھا وہ بہت تھکاوٹ کا شکار رہنے لگی تھی، زیادہ دیر کھڑی بھی رہتی تو آنکھوں کے آگے دھندلکے آنے لگتے اور سر دکھنے لگتا۔
"کیا ہوا؟ ٹھیک ہو تم۔۔۔"

وہ اسکو بے جان دیکھتا بازو اسکے نازک وجود کے اطراف لپیٹے اسکے حلاوت سے سینے لگ جانے پر گھبرا یا مگر وہ بس اسکے قریب رہ کر کچھ دیر سانس بھرنا چاہتی تھی۔
"ماول، بولونا۔۔۔"

ایاد کو اسکے مکمل ایاد پر بوجھ منتقل کر کے بے حس ہونے پر ٹنشن ہوئی مگر ماول نے اپنا ہاتھ اسکے دل پر رکھا اور نظریں اٹھا کر اس شخص کو دیکھنے لگی جسکے بنا اسکی نہ کوئی زندگی بچی تھی نہ خوشی۔
"آئی۔۔۔"

وہ بس بولنے ہی لگی "عاقب اور انوکا کیا سوچا پھر؟"
ماریہ صاحبہ کے لہجے میں شفقت کے بعد آس جمع ہوئی تبھی دونوں کی بیک وقت نظر جم کر کے واپس آتے عاقب پر پڑی۔
"یہاں آو عاقب"

ماموں کے آواز لگانے پر وہ کمرے میں جانے کے بجائے تابعدار بنا ٹھیک انکے سامنے آ رکا۔
"حکم کریں ماموں"

عاقب کی فرمانبرداری پر دونوں ہی پھیکا سا مسکائے۔

"انیب کو بلا کر لاؤ، تم بھی آؤ فریش ہو کر۔ کچھ اہم بات کرنی ہے"

ضروری بات پر دیے جہانگیر کے زور پر عاقب کا ماتھا ٹھنکا مگر جاسوس سی نگاہ ڈالے جبراً سر ہلائے وہ وہاں سے کھسکا۔

پہلے جا کر نہا کر فریش ہوا پھر نک سک تیار ہوتا انیب کے کمرے کی طرف جاتے دندنا تا ہوا اندر گھسنا تو وہ لیا دیا سا ہاتھ روب پہنے بال ڈرائے کر رہی تھی، دروازہ کھلنے اور عاقب کی انٹری پر ڈرائیو ڈریسنگ پر بیٹھے ہی ہڑبڑا کر پلٹی، عاقب اسے اس خلیے میں دیکھتا اپنی جگہ تھم گیا جو شرم، غصے اور خفت سے پھٹ پڑنے والی بعد میں اسے لعنیتیں برسانے کو ٹالے اپنے کپڑے اٹھا کر اس سے پہلے بھاگتی، عاقب نے لمحے کے ہزاروں حصے اسکی بازو دبوچ کر قابو کیا۔

انیب کا پورا وجود عاقب کے حصار میں جکڑتے سن پڑا اور سرخ چہرہ سفید ہو گیا۔

"ک۔۔ کس قسم کی بیہودگی ہے یہ،"

وہ اسکے نم نم چہرے پر بہک اٹھا تھا اوپر سے یہ خلیہ ویسے ہی اچھے بھلے کو پاگل کر دیتا۔

"تمہیں یاد دلا دوں کہ بیوی ہو میری فی الحال، یہ تو کیا اس سے بھی گئے گزرے خلیے میں بھی تمہیں

دیکھ سکتا ہوں۔ کمرہ لاک کیوں نہیں کیا اگر نمائش کی دکان بن کر بال سکھانے کا اتنا ہی شوق چڑھ رہا

تھا"

عاقب کے غیرت میں ڈوبے گھن گرج رکھتے استفسار پر انیب کی پلکیں ندامت اور شرم سے گیلی ہوئیں۔

وہ اس پر چلانے کے لائق بھی نہ رہی، کیونکہ وہ ایسی نظروں سے گھور رہا تھا جو انیب کی جان پر بن رہی تھیں۔

"لیومی عاقب"

ضبط کے سبب اسکی آنکھوں میں نمی چھلکی، عاقب کا دل لرزا تھا اسکی اچانک لال انگارہ ہوتی آنکھوں پر۔

"آنسرمی، اگر دوبارہ ایسا ہوا تو گلابادوں گا۔"

کوئی بھی ملازم آسکتا تھا۔ سوچو بابا آجاتے تمہارے۔ کوئی عقل نام کی چیز ہے یا مجھ سے نفرت میں ضائع کر بیٹھی ہو۔"

وہ اسکے برحق اعتراضات کے سبب لڑنے سکی بلکہ الٹا اثر مندہ ہوئی کیونکہ خلیہ واقعی نازیبا تھا۔

"او کے میری غلطی ہے۔ مجھے لگالاک ہے۔ رات کو لاک نہیں کیا تھا"

انیب نے اسکی گرفت میں مچلتے بھونڈا سا آنکھیں چراتے جواز دیا تو عاقب تمسخرانہ مسکرایا۔

"کیوں کہیں میرا انتظار تو نہیں کر رہی تھی؟ کہ تمہارا یہ حسن سراہنے چلا آؤں گا۔"

عاقب کی تضحیک کرتی ٹون پر وہ مزاحمت تیز کرتی پھنکاری۔

"اپنی حد میں رہو، بکو اس کرنے کی ضرورت نہیں"

دانت پیسے وارن کیا مگر عاقب سے اسکے چہرے سے نگاہ ہٹانی حرام ہو رہی تھی، دل چاہ رہا تھا اسکے چہرے کی رگ رگ کو چھو لے، اتنی حسین تو وہ اسے کبھی نہیں لگی تھی جتنی کل سے محسوس ہو رہی تھی۔

جبکہ اس وقت وہ خود کو بالکل عاقب کے رحم و کرم پر محسوس کیے بے جان تھی۔

"ع۔۔ عاقب چھوڑو مجھے۔ جانے دو"

وہ اسکی گرفت میں مچل تو دور جب ہلنے کے بھی قابل نہ رہی تو آنکھیں نم ہوئیں پر عاقب اسکے احتجاجی ہونٹوں کی خوشبو محسوس کرتا اسکی آنکھوں کو شدت رکھتی نگاہوں سے دیکھ کر اسے شاید یہیں ختم کرنے کا ارادہ رکھتا تھا، بھلا ہوا نیب کے فون پر آتے میسج نے جو یہ ٹرانس توڑ گیا۔

عاقب نے جھٹکے سے اسے آزاد کیا اور خود پلٹ کر جھکتے نیب کا فون اٹھالیا۔

"عاقب میرا فون مت چھونا"

انیب چینخی مگر عاقب نے میسج کھولا تو سامنے جو کھل چکا تھا اس پر اک زہریلی مسکراہٹ اس شاطر کے ہونٹوں پر رقص کر گئی۔

"تو کل تم اس فنکشن پر گئی تھی، داریہ نے ایک بار پھر میرے سینے پر جنجر کھونپا ہے۔ اور تم نے ساتھ

دیا اسکا۔ بہت خوب انیب جہانگیر"

تکلیف تو تھی پر عاقب کا دل اب انیب اور داریہ دونوں کو جان سے مارنے کا کیا۔

"دیکھو عاقب! یہ سب اچانک ہوا۔ کسی کو نہیں بلایا گیا تھا۔ سادگی سے نکاح ہوا"

انیب نے اسکے لہجے کی حقارت سے ڈرے سمجھانا چاہا پر وہ خونخوار نگاہوں سے انیب کا سانس اسی میں دفنا گیا۔

"پھر تمہیں کیوں بلاتی ہے وہ، کیوں دیتی ہے داریہ تمہیں مجھ سے زیادہ اہمیت۔ بس بہت ہوا اب میرے صبر اور برداشت کی حد ختم"

وہ اسکے چہرے کو دبوچے غرایا کہ اسکی شدید دہکی سانسیں انیب کے اندر آگ سی اترتی محسوس ہوئیں۔

"ع۔۔ عاقب"

وہ اسکو قائل کرنا چاہتی تھی پر عاقب نے جب اسکے ہونٹوں پر نظریں باندھیں تب انیب کو لگا وہ اسکو مار ہی ڈالے گا، لب بھینچتی وہ خاموش ہوئی۔

"اگر تم دو سکیئنڈ میں یہاں سے غائب نہ ہوئی تو انجام کی ذمہ داری میری نہیں انیب جہانگیر"

عاقب اسکے ٹہنوں سے اٹھے ہاتھ روب پر سرتا پیر نگاہ ڈالے بولا ہی اس قہرناکی سے کہ وہ فون پر لعنت بھیجے تیزی سے کپڑے اٹھا کر اپنی عزت بچائے بھاگی جبکہ عاقب نے پوری چالاکی سے ایاد اور ماول کے

نکاح کی پکس اپنے فون میں ٹرانسفر کیں، ایک چیز اسے عجیب لگی تھی کہ وہاں عزیزے نہیں تھیں اور اسی نے عاقب کی شیطانی رگ پھڑکائی۔

تصویریں اپنے فون میں لیے انیب کا فون پھینکتا ہوا وہ کمرے سے نکلا تو عزیزے جان کو کال ملا چکا تھا۔ دوسری جانب سے فون فوری اٹھالیا گیا۔

"سوری کل کال نہیں کر سکا، ویسے کام تو ہوتے رہیں گے دادی جان پہلے تو مبارک باد وصولیے"

عاقب کی شرانگیز جوابی کاروائی سنے عزیزے اپنی جگہ سے تنتنائے اٹھ کھڑی ہوئی، اسکی شاک و طنزیہ ٹون پر وہ خفیف سی برہم ہوئیں۔

"مبارک؟ کس چیز کی"

عزیزے کی حیرت پر عاقب موہان کا زہریلا قہقہہ بلند ہوا۔

"ارے ارے، چھپائیں مت۔ ایک طرف آپ داریہ اور اسکے بدنام خاندان سے اپنے پوتے کی نجات چاہتیں دوسری طرف اپنی پوتی بھی دے دی خانوں کو۔۔۔۔ مبارک وصول کریں عزیزے جان۔ پوتی کے نکاح کی"

عاقب نے جو انگارے اگلے وہ اس جانب چلتی کائنات روک چکے تھے، عزیزے جان کو لگا کسی نے پگھلا ہوا سیسہ انکے کانوں میں انڈیل دیا ہے۔

"کیا بکواس کر رہے ہو"

خود کو سنبھالتے ہوئے دانت نکوسے۔

عاقب ہنسا۔

"تج تج آپکو بتایا ہی نہیں گیا دادی جان اور آپکی ناک تلے آپکی ہی لاڈلی کی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ کر دیا گیا۔ قسم سے دلی دکھ ہو رہا ہے۔ آپ پہلے یہ دکھ اور صدمہ منالیں ہم کام کی بات کل کریں گے۔ میں آپکو تصویریں واٹس ایپ کر دیتا ہوں"

گرم لوہے پر وار کیے اپنے اندر کا اگلا پچھلا سارا زہرا گلے نہ صرف عاقب نے فون بند کیا بلکہ تصویریں بھی بھیج دیں، عزیزے جان کے پورے جسم کو نادیدہ سی آگ نے اپنی لپیٹ میں لیا۔ انکا بس نہ چل رہا تھا ہر نافرمان کو کھڑے کھڑے زمین میں گاڑ دیں۔

"یہ اچھا نہیں کیا تم نے تبریز شاہ، اچھا نہیں کیا۔ میری نافرمانی کر کے تم سب نے اپنی زلت اور تکلیف کو بلاوا دیا ہے۔ میری پوتی میری اجازت کے بنا ایک قاتل، نشئی اور جواری کے بیٹے کو تھما دی۔ تم مر جاتے تبریز لیکن یہ نہ کرتے"

عزیزے کا پورا جسم نفرت سے کپکپا گیا، کل رات وہ ولی سے ملنے بھی نہ جاسکیں، سہیلوں کی وجہ سے عزیزے جان سے جانے نہ ہوا تو آج ولی سے پھر ملنے جانے والی تھیں لیکن پہلے اس جرم کی سزا سب کو دینے کا فیصلہ کر چکی تھیں۔

وہیں عاقب کے کلیجے کو یہ کر کے اتنی ٹھنڈ ملی کہ اس نے ایسا قرار تو سوچا نہ تھا، ناشتے پر سب موجود تھے، انیب بھی سپاٹ چہرہ لیے ریڈی ہوئی آئی اور بابا کے سامنے والی کرسی سنبھال لی۔

عاقب نے اک سلگتی معنی خیز نظر انیب کے رندے چہرے پر ڈالی جو پھٹ پڑنے والی دیکھائی دی۔
"میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اگلے ہفتے تم دو کی باقاعدہ شادی کر دی جائے، نکاح ہو گیا ہے تو میرا نہیں خیال اب دیری کی ضرورت ہے۔ اماں جان کی بھی یہی خواہش ہے۔ اب تم دونوں بتادو کہ تیاریاں شروع کی جائیں؟"

جہانگیر نے بنا کسی لپٹی کے اپنا فیصلہ سنایا، انیب کے چہرے کی رنگت بدلی جبکہ عاقب کے لیے شادی اک عجیب موضوع تھا۔

"بابا مجھے ابھی شادی نہیں کرنی"

ابھی عاقب سوچ ہی رہا تھا کہ وہ انکار کر دے پر انیب نے پہلے بازی مار کر اسکی انا کو لکھا۔

"تم کیا انکار کرو گی، مجھے خود تم جیسی فسادن کے منہ لگنے کا کوئی ارمان نہیں"

نانو اور ماموں کی موجودگی کے باوجود وہ ہر لحاظ بالائے طاق رکھے تلملایا مگر انیب نے جو ابا ایسی دہکی نظر سے دیکھا جس پر عاقب گڑ بڑا گیا۔

"یہ تو پتا ہے مجھے"

بظاہر وہ چپا کر بولی مگر جانتی تھی جسے اشارہ دیا ہے وہ اچھے سے سمجھ گیا ہو گا۔

"بیہو عاقب! تم بھول رہے ہو کہ وہ تمہاری منکوحہ ہے۔ کس قسم کی بد تمیزی ہے"

جہانگیر سے اسکی انیب سے روار کھا لہجہ برداشت نہ ہوا۔

"آپ مجھے ڈانٹ رہے ہیں ماموں، اپنی بیٹی کا لہجہ سنیں گے تو غش پڑ جائیں گے۔ میرا تو اسکے مقابلے میں کافی مہذب ہے۔ مجھے کوئی شادی نہیں کرنی، ایک ضروری کام سے جانا ہے مجھے"

عاقب نے سلگ کر برہمی جتائی اور اٹھ کر چلا گیا جبکہ اسکی بد تہذیبی جہانگیر اور ماریہ دونوں کو بالکل اچھی نہ لگی، انیب جانے کس ضبط کو تھامے بیٹھی تھی۔

"آپ دوبارہ یہ بات مت کیجئے گا، اب اس شخص کو شادی کے لیے میں نے ترسایا نہ تو میرا نام بھی انیب جہانگیر نہیں۔ اور خبردار اگر آپ اسکی منتوں پر اترنے سے پہلے اس بارے مانے۔ میں بھی دیکھتی ہوں اسکی اکڑ کتنے دن چلتی ہے۔ معافی چاہتی ہوں مجھے آفس نکلنا ہے۔ ہیو آگڈ ڈے"

اپنا حتمی فیصلہ سنائے وہ بھی اٹھ گئی جبکہ جہانگیر اور ماریہ اسکا منہ ہی تکتے رہ گئے۔

جب کہ دونوں سے بات کر کے ملتے نتائج پر سر تھام لیا۔

"یہاں تو آوے کا آواہی بگھڑا ہے اماں جان"

جہانگیر نے رحم طلب نگاہ جب ماں کی جانب ڈالی تو وہ بے بسی سے کندھے اچکا کر رہ گئیں۔

ناشتہ سب نے بہت اچھے ماحول میں کیا، مایا اور داریہ نے برتن سمیٹے تو حمین بھی آفس کی تیاری کرنے روم کی طرف بڑھا البتہ ایاد کالج جانے سے پہلے لاونچ میں کوئی میچ دیکھتے داران کے سامنے آ بیٹھا۔
داریہ اور داران کی بھی بس واپسی تھی، داریہ چہنچ کرنے کا بول کر ہی گئی تھی۔
"کچھ کہنا ہے تمہیں ایاد خان؟"

ایاد کی بے چینی پر داران نے ٹی وی سکرین سے نظریں اسکے چہرے تک گما گیا۔
"ہاں میں ماول کو لنچ پر لے کر جانا چاہتا ہوں، آج ہی نہیں ہمیشہ۔ آئی مین بار بار اجازت نہیں لوں گا کیونکہ وہ میری بیوی ہے۔ سو تمہیں بتانا میرا فرض تھا"
ایاد کا تپا دیتا مغرور انداز داران کو جبرے بھینچ لینے پر مجبور کر گیا۔

"دیکھو ایاد! یہ نکاح بابا کی وجہ سے ہوا ہے، میری رائے شامل تھی لیکن رضا مندی نہیں اور دادی سرکار بھی ابھی ناواقف ہیں۔ تو اسکا انجام کچھ بھی نکل سکتا ہے مت بھولو کہ ماول پر عزت زے جان کا ہم سب سے زیادہ حق ہے کیونکہ وہ پلی ہی انکی گود میں ہے۔ ماول کو اپنی عادت مت ڈالو، وہ بہت حساس ہے"

داران کے اعتراضات پر ایاد غصے سے اٹھ کھڑا ہوا تو داران کو بھی اٹھنا پڑا۔
"تم کہنا کیا چاہتے ہو کہ اس رشتے کا انجام برا ہو گا؟ کیا تمہیں یہ لگتا ہے میں اسے بچ راہ چھوڑ دوں گا۔
بیوی ہے وہ میری داران ماہیر شاہ، اور جتنا اب میرا اس پر حق ہے، اسی دادی کا بھی نہیں ہے"

ایاد کے لہجے میں حق کے ساتھ برہمی بھی بولی۔

"دیکھو ایاد، جب تک وہ سب کی رضا مندی کے ساتھ تمہارے گھر رخصت ہو کر نہ آجائے، تمہارا اس پر کوئی حق نہیں ہے۔ مجھے کوئی انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور مت کرنا، اس سے دور رہنا" داران نے اپنی تنبیہ صاف لفظوں میں کی جبکہ ایاد کچھ بولتا اس سے پہلے ڈور بیل رنگ کی۔ حمین ریڈی ہوئے کمرے سے نکلا تو اسی نے دروازہ کھولا مگر آگے سے عاقب کو دیکھ کر لمحہ بھر ماحول پر سناٹا چھا گیا۔

"آو عاقب، کیسے ہو؟۔ مجھے دیر ہو رہی ہے، تمہیں میرے لاڈلے کمپنی دیں گے۔ آجاو" حمین نے اس بلا کو باقیوں کے سر تھوپا اور خود کچن کے دروازے میں آجاتی مایا کو اک محبت بھری نظر بخشتا نکل گیا۔

داران تو اس کی شکل بھی نہ دیکھنا چاہتا تھا تبھی منہ موڑے واپس بیٹھ گیا۔

"لگتا ہے کوئی گرما گرمی ہوئی ہے یہاں، کیری اون میں ویسے بھی داریہ سے ملنے آیا تھا" عاقب کی جرت پر جہاں ایاد کا رنگ بدلا وہیں داران کو تو آگ ہی لگ گئی اوپر سے جس بے تکلفی سے وہ داریہ کے روم کی طرف گیا، ایاد اور مایا دونوں نے ہی داران کے ماتھے کی پھولتی رگیں ایک سے خوف سے دیکھیں۔

دار یہ تیار ہو چکی تھی، بس لائنز کے بعد مسکارہ لگا کر فائنل لک ہی دیکھ رہی تھی جب دروازے کی آہٹ پر مسکرا کر پلٹی مگر عاقب کو دیکھ کر اسکی مسکراہٹ غائب ہوئی۔

"بہت سجا جا رہا ہے اپنے ان کے لیے؟"

عاقب کا نشتر سالہجہ دار یہ کو پریشان کر گیا۔

"آؤ باہر چل کر بات کرتے ہیں، تم کبھی پہلے میرے روم میں نہیں آئے ایسے تو اب ایسی جرت۔ بہت بری بات ہے عاقب"

دار یہ کو اسکی یہاں موجودگی پر گھبراہٹ ہوئی تبھی وہ دروازے کی طرف بڑھی مگر عاقب نے اسکا ہاتھ پکڑے روکا۔

"کیوں کر رہی ہو میرے ساتھ یہ؟ کیوں اپنی ہر خوشی ہر دکھ سے کو سوں دور کر دیا مجھے۔ انیب کو مجھ سے زیادہ اہمیت دے کر تم میرا دل راکھ کر چکی ہو۔ کیسے؟ کیوں نہیں کل بلایا تم نے مجھے؟ کیا میں اتنا بے اعتبار ہو چکا ہوں؟"

اس وقت وہ ڈرامے کر رہا تھا، دار یہ کی نرمی کا ناجائز فائدہ اٹھا رہا تھا اور دار یہ کو اسکے لہجے سے بہت چبھن ہوئی۔

"دیکھو عاقب ایسی کوئی بات نہیں ہے بس تھوڑی بے یقین تھی تمہارے غصے اور جذباتی پن کو لے کر"

دار یہ نے آنکھیں چرائیں۔

"ہاں مجھے لے کر تمہیں ٹرسٹ ایشو ہے لیکن ایک ایرے غیرے کی ہوتے ہوئے تمہارا دل زرا نہ کانپا۔"

عاقب کی آواز میں سختی آئی جبکہ وہ یوں کمرے میں اسکے ساتھ خود کو مجرم محسوس ہو رہی تھی تو داران کا سوچ کر تو جان جا رہی تھی۔

"وہ ایرا غیر انہیں ہے عاقب، زبان سنبھالو۔ کہا ہے ناں ہم باہر چل کر بات کرتے ہیں"

داریہ نے غصے پر قابو پاتے ایک آخری کوشش کی مگر جیسے ہی عاقب نے اسکا بازو دبوچا، کمرے کا دروازہ کھلا جبکہ داریہ کا بازو عاقب کے ہاتھ میں دیکھنے کی دیر تھی کہ داران نے نہ آو دیکھا نہ تاو، عاقب کو گریبان سے دبوچ کر دروازے سے جڑی دیوار کے ساتھ باقاعدہ گھسا کر رکھ دیا۔

"میں تمہارے ان ہاتھوں کو دوبارہ کسی شے کو چھونے کے لائق نہیں چھوڑوں گا اگر تم نے دوبارہ داریہ کو چھونے کا خیال بھی سوچا"

داران نے ایک ہاتھ اسکی گردن پر جبکہ دوسرا اسکے اسی ہاتھ کو دبوچ کر دیوار سے لگایا جس پر پڑتے دباو سے عاقب کے ہاتھ کی پشت چھیل چکی تھی۔

داریہ قریب آئی، داران کو پکڑ کر دور کرنا چاہا لیکن اسے ٹس سے مس نہ کر سکی۔

"د۔۔ دوست ہے وہ میری،"

عاقب نے گھٹی سی ہڈ دھرمی دیکھاتے مزاحمت کی جس پر داران نے اسکی گردن پر جما ہاتھ اس قدر دبایا کہ عاقب کا خوبصورت چہرہ لال ہو کر رہ گیا۔

"لعنت بھیجتی ہے وہ تم جیسے کی دوستی پر، دوبارہ داریہ کے آس پاس بھی دیکھائی دیے تو میں تمہیں مفلوج کر کے رکھ دوں گا۔ اپنی ان زرا سی فولادی ہڈیوں پر غرور مت کرنا، میرے آگے نہیں ٹکیں گی۔۔۔ اب نکل یہاں سے خبیث"

داران نے اسکو پکڑ کر جیسے دروازے سے باہر دھکا دے کر دروازہ بند کیا، وہ اہانت و زلت عاقب میں آتش فشاں دہکا گئی، مایا اور ایاد تو عاقب کے پھنکار کر وہاں سے جانے پر خوفزدہ تھے۔ جبکہ اندر کمرے میں سناٹا تھا، داریہ میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ اسے پلٹا کر کوئی جملہ کہہ پاتی۔

"م۔۔۔ ماہیر"

بہت دیر بعد اسکے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر پکارا تو جس انداز میں وہ پلٹا، داریہ دو قدم ڈر کر پیچھے سرکی۔ وہ قریب آتا گیا یہاں تک کہ داریہ کو ڈریسنگ سے پن کر دیا۔

"م۔۔۔ مجھے غلط سمجھ رہے ہو، اُسے لگ رہا ہے میری گردن کاٹ دو گے"

ماہیر کے غصے سے وہ پناہ مانگ اٹھی۔

"کیوں تمہیں ہاتھ لگایا اس نے، کیسے کرنے دیا تم نے۔ تم سر سے پیر تک میری ہو داریہ، تمہیں میرے علاوہ اب کوئی چھو بھی نہیں سکتا۔۔۔ سنا تم نے، کھینچ کر منہ پر تھپڑ کیوں نہیں مارا جب اس نے چھوا تمہیں۔ بولو"

ماہیر کی ٹون اس وقت وحشی تھی، جبکہ داریہ کبھی کسی سے نہ ڈری لیکن اس وقت لگ رہا تھا اسے کچھ ہو جائے گا۔

"ریلیکس۔ وہ کل کے لیے غصہ تھا۔ تھوڑا پوزیسو ہے۔ جسٹ فرینڈز ماہیر۔ یعنی وہ جیسٹ تھا کہ میں نے انیب کو بلایا پر اسے نہیں۔۔۔۔ پاگل ہو رہا تھا، تھپڑ مار دیتی تو ہرٹ ہو جاتا"

وہ ہر لفظ گنوا گئی لیکن پھر بھی ٹوٹی پھوٹی کوشش کی پر داران کو رتی برابر سکون نہ ملا۔

"ہو تا رہے پاگل لیکن دوبارہ تمہیں کسی نے ٹچ بھی کیا تو میں پاگل ضرور ہو جاؤں گا داریہ۔ یہ مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا"

وہ اسکو فوری خود سے لگاتا ڈرے لہجے میں بولا تو داریہ نے اس سے دگنی شدت اس قربت میں انڈیل لی، اسکے سینے میں جذب ہو گئی جو اسکی گردن کی رگیں چھوتا اسکے بالوں میں چہرہ چھپائے ہر نرمی ترک کر چکا تھا۔

"اوکے آئی پر امسس نہیں چھونے دوں گی، لیکن تم غصہ مت کرو۔ اٹس ہر ٹنگ م۔۔۔ ماہیر"

اسکو پر سکون کرتے اسکی پشت سہلائی لیکن اسکا افشار خون داریہ کے کراہنے پر بحال ہوا تو فوری اسے اپنی سخت آغوش سے آزادی دی۔

"چلتے ہیں یہاں سے"

وہ الگ ہوتے ہی اسکا ہاتھ پکڑے دروازے کی طرف بڑھا تو داریہ نے ہاتھ کھینچا جس پر وہ رک کر پلٹا تو ان سنہری آنکھوں کے بہکے بہکے تیور داران کا غصہ بھی قدرے زائل کر گئے۔

"مجھے تمہارا یہ رخ تو پتا ہی نہیں تھا، اگر تم واقعی میرے لیے اتنے جنونی ہو تو اس قدر خطرناک مشن میں مجھے کیوں لے کر جا رہے ہو۔ یہ جانتے بوجھتے کہ ماسٹر گریول کے آس پاس میری جان سے زیادہ میری عزت کو خطرہ ہو گا۔ ایکچولی میں نے تمہیں بتایا نہیں لیکن وہ دل ہی دل میں مجھے پسند کرتے ہیں، دو تین بار پرپوز بھی کر چکے ہیں لیکن میرے انکار پر بالکل برا نہ منایا اور میرے فیصلے کو قبول کما۔ جب انکو پتا چلے گا میں انہی کے دشمن سے ہاتھ ملا چکی ہوں تو میری جان تو ہر گز نہیں لیں گے بلکہ۔۔۔۔"

اس سے پہلے وہ مزید ناقابل برداشت جملہ بولتی، داران نے اس وقت کے موڈ کے حساب سے داریہ کی جان نکال کر رکھ دی جیسے روکا، کتنے ہی لمحے وہ دوسری سانس نہ بھر سکی۔

جب آنکھیں داران سے ملیں تو اس شخص کی بے رحم قربت سے نم ہو چکی تھیں۔

"ایسا جس نے سوچا بھی اسے چیڑ پھاڑ کر رکھ دوں گا، اپنی عزت پر کبھی سمجھوتہ مت کرنا۔ اپنی عزت اور ساکھ بچانے کے لیے اگر تمہیں کسی قریبی کو مارنا بھی پڑا تو تم کرو گی، اور یہ میرے آرڈر میں شامل ہو گا ڈی کے"

وہ یکدم ہی کاروباری بن گیا، دار یہ کا دل چاہا رو دے، حلق آنسوؤں سے بھر گیا۔
اسے لگا جیسے وہ قیامت کا سائرن سن رہا ہے۔

"بکو اس مت کرو ماہیر"

وہ اسکے سینے پر مکا مار گئی۔

"تمہیں پہلی اور آخری بار اپنے ساتھ لے جانا اس لیے ضروری ہے کہ تم اس سب سے توبہ کر لو، اور میری بھولی سی ہاوس وائف بننے پر آمادہ ہو جاؤ۔ پھر صرف میں جلاد بن کر تباہی مچاؤں گا اور تم مجھے تباہ کرنا جلاد بن، اپنے جلوؤں سے"

وہ اسکے آنسوؤں کو پونجھتا اسکی تکلیف منٹوں میں دھول کر گیا، دار یہ سمجھ نہ پائی ہنسے یا چینجے۔

"مطلب تم چاہتے ہو میں سب چھوڑ دوں؟ ٹیپیکل شوہروں کی طرح قید کرنا چاہتے ہو"

وہ تڑپ ہی تو اٹھی تھی، اس دلدل میں اتنی گہری اتر چکی تھی کہ واپسی کا کوئی راستہ نہ بچا۔

"ہاں چار بچوں کی سلاخوں کے اندر"

وہ اسکی سانسوں کی مہک ان ہیل کرتا بہکا تو دار یہ نے اسے خود سے بے رحمی سے دور کیا۔

"ماہیر آئی ایم سیریس"

وہ باقاعدہ چلائی۔

"میں کو نسا مزاق کر رہا ہوں، کچھ ایسا کرنا چاہتا ہوں کہ تم یہ وحشی کھیل ترک کر کے میری پناہوں میں ڈر کر چھپ جاؤ۔ اور کہو کہ ماہیر شاہ! مجھے تم سے دور نہیں جانا۔ مجھے اس دنیا میں کسی کو یاد نہیں رکھنا۔ مجھے صرف تم آس پاس کافی ہو"

وہ اپنے آپ میں نہیں تھا، داریہ کی روح کپکپا رہی تھی۔

"میں ہار نہیں مانوں گی، مجھے چھپنا ہی ہوتا تو پناہ تو میرے ماموں کی بھی بہت محفوظ اور مضبوط تھی۔ چیلیج ہے تمہیں ماہیر شاہ کے جتنا مرضی مجھے پیچھے ہٹنے کے لیے مجبور کر لو، منہ کی کھاؤ گے"

وہ بھی فوری ڈی کے بن کر غرائی، داران نے دانت پیسے، وہ ایکسائٹ ہوا، خمار آلود گریٹیش بلو آنکھوں میں بلا کی شیطانیت اور شرارت چلی آئی۔

"یہ چیز میری جلاوطنی"

وہ اسی اکساتے جوشیلے انداز میں اسکی غصے اور بے بسی سے پھول جاتی گال چھوئے ارٹھٹ کرتا چلایا تو داریہ نے اسے خود سے پوری قوت سے پرے بھی جھٹکا اور اس قدر غصہ تھی کہ اپنا پیر زور سے داران کے پیر پر مارا، پر داران بس زرا سامنہ بنا کر سہہ گیا۔

"تم! تم! تم! ماہیر۔۔۔"

دار یہ کابس نہ چل رہا تھا اپنے بال نوچ لیتی یا داران کا گلا دبا دیتی۔

"میں۔۔۔ آئی نو بہت پیارا ہوں"

وہ اسکے سینے پر برستے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامتا اسے پکڑ کر اپنے سینے سے جوڑے خماری سے بولا تو دار نے یوں اسکی زہریلی آنکھیں دیکھیں جیسے نوچ کر نکال پھینکے گی، یہ ماہیر شاہ اس سے برداشت نہ ہو رہا تھا، وہ اندر ہی اندر جھلس رہی تھی۔

"میں تمہیں براہراؤں گی، بیبی بیوی نہیں بننا مجھے تمہاری سمجھے، ایسا دوبارہ سوچا تو تمہارے سینے میں سوراخ کر دوں گی۔۔۔ میں بہت بے رحم ہوں۔۔۔ کسی خوش فہمی میں مت رہنا"

اسے پرے کیے وہ وارن کرتی پیر پٹنے کمرے سے نکلی تو داران نے بے تکلف ہو کر ہونٹوں پر مچلتی مسکراہٹ کا گلا گھونٹے بنا اسے ہونٹوں پر بکھرنے دیا۔

"آہ دار یہ! تمہاری اس بے رحمی پر بھی داران ماہیر شاہ قربان"

وہ اپنے سینے کو سہلاتا سچ میں اس وقت کوئی سکی آدمی لگ رہا تھا، بہت خوفناک۔

جسکے آس پاس نادیدہ آگ کے شعلے جل رہے تھے اور شدید جس اگلتا دھواں اٹھ رہا تھا۔

.._____..

ماول نے کالج میں دو ہی کلاسیز لینی تھیں سو وہ ایک بجے تک فری ہو گئی، ثانیہ اور اسکے دوست ماول سے کئی فٹ کے فاصلے پر رہتے تھے اور خود ماول بھی کسی کو لفٹ نہیں کروا رہی تھی، کمسٹری، فزکس کے پریکٹیکل کے لیے آرہی تھی ورنہ کلاسیز تو ختم ہو چکی تھیں۔

اس سے پہلے وہ ویٹنگ روم میں آکر ڈرائیور کو ریما سنڈر کا میسج کرتی جو کچھ دور ہی کیفے میں منتظر تھے، کسی نے تیزی سے اسکے ہاتھ سے فون جھپٹا۔

وہ جنٹل مین بنا، مغرور تیوروں اور ڈھیر سارے استحقاق کے سنگ اتنا سچ رہا تھا ماول کی سٹی گم ہوئی۔ ایاد نے ناصرف اس سے فون لیا بلکہ ہاتھ پکڑتا باہر نکلا، ماول نے ارد گرد گھبرا کر دیکھا تو زیادہ رش نہ تھا، لیکن ایاد نے گیڈ سے نکلتے خود ہی ہاتھ چھوڑا اور اپنی گاڑی کا فرنٹ ڈور ماول کے لیے کھولا جس پر وہ بنا کوئی اعتراض کیے سوار ہوئی۔

ایاد بھی دوسری طرف سے آکر بیٹھا اور پہلے اس ایریا سے گاڑی نکالی، ماول نے گردن موڑ کر ونڈو سے باہر تیز تیز گزرتے مناظر پر نظریں جمائے اپنے غصے اور گھبراہٹ کو قابو کیا۔

مگر تب چونکی جب ایاد ایک ہاتھ سے سٹیرنگ سنبھالے دوسرا ہاتھ ماول کے ہاتھ میں لیے انگلیوں میں پھنسا چکا تھا، ماول نے بہت زور لگایا مگر گرفت بہت مضبوط تھی، آنکھوں میں آنسو لے آئی۔

"کس قسم کا تماشہ ہے یہ، آپکو میری عزت کی فکر نہیں ہے۔ میرا ہاتھ پکڑ کر جیسے لائے ہیں کسی نے دیکھ لیا ہوا تو۔۔۔۔ اوپر سے۔۔۔۔"

وہ بولتے بولتے روتی چپ ہوئی تو ایاد نے گاڑی زراروک کر سڑک کی سائیڈ پر لگائی۔

"میں نے آفیشلی سب سٹاف کو اپنے اور تمہارے نکاح کا بتا دیا ہے، کوئی دیکھتا ہے تو دیکھتا رہے۔ جس نے تم سے کوئی بات کرنے کی کوشش بھی کی اسے میں دیکھ لوں گا۔ رومت، میرے سامنے دوبارہ تمہاری یہ آنکھیں نم نہیں ہونی چاہیں ماول۔ تمہاری عزت مجھے جان سے بھی پیاری ہے"

ظالم ہو کر بھی اس شخص کا یہ مہربان انداز ماول کے دل میں حشر ہی تو برپا کر گیا۔

"ج جھوٹ۔ آپکو صرف اپنی خوشی عزت ہے۔ صرف اپنی۔ جب تک خود کو تکلیف نہ ہوئی آپ نے تکلیف دینا نہیں چھوڑی۔ ویسے کیا رہ جائے گا آپکے پاس ایاد اگر میں یہ کہوں کہ اب محبت نہیں ہے آپ سے مجھے"

اس درجہ کٹھور بات پر ایاد نے اسکا وہی جکڑا ہاتھ اپنی طرف کھینچا تو وہ اس پر گرتے گرتے پئی۔
"اب کہو کیا کہا؟ نہیں ہے محبت؟"

وہ بھڑک کر رہ گیا، ماول کا سانس اتنی نزدیکی پر گھٹا جس سبب وہ نا صرف اسے پرے کر گئی بلکہ ونڈو کے ساتھ جا جڑی اور منہ بھی پھیر لیا۔

"نہیں ہے، مجھے آپ سے محبت نہیں ہے۔"

آواز میں دنیا جہاں کی تکلیف اتر آئی۔

"او کے موڈ ٹھیک کرو، یہاں ہو کر بیٹھو"

ایاد نے ہی غصے بھرا گھونٹ بھرتے ہتھیار پھینکتے اسکو پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹا تو وہ اسکی پکڑ کی سختی پر کاٹ کھاتی گھوری۔

"آپکے قریب نہیں بیٹھنا"

آنکھوں میں آنکھیں ڈالے چلائی، اخیر زچ کر چکی تھی۔

"میں تمہارے کتنے قریب آسکتا ہوں یہ تمہیں اچھے سے پتا ہے، سو مجھے تنگ مت کرو"

نہایت تحمل کے سنگ اسے باز رہنے کی وارنگ دی۔

"میں تنگ کر رہی ہوں یا آپ؟ آپ میرا ہاتھ نہیں پکڑیں گے۔ بس تبھی موڈ ٹھیک کروں گی"

مزید وہ بھی اسے ستانا نہ چاہتی تھی تبھی فوراً آنکھیں چراتے حل بتایا۔

"یہاں میں تمہیں اپنے دل سے لگا کر رکھنے کے لیے مر رہا ہوں اور تم نے ہاتھ تک پکڑنے پر پابندی لگا

دی؟ یہ کیا طریقہ ہے ماول۔ کیسی بے حسی ہے۔ ایسے مت ستاویا۔ اتنا برا گناہ بھی نہیں کیا، کیا تم نے

کہا تھا مجھ سے کہ چاہتی ہو، پسند کرتی ہو محبت ہوں تمہاری۔۔۔ تو کیا مجھے خواب آنا تھا؟ میں نے تو وہی

کیا جو مجھے ٹھیک لگا۔۔۔۔"

وہ بھی جیسے اتنے گریز پر پھٹ پڑا، لمحہ بھر ماول سے اسکی آنکھوں سے نظر ہٹانا اجیرن ہوا۔

"ہاں جلانے کے علاوہ تو جیسے کوئی آپشن تھا ہی نہیں، مان لیں کے آپ ضدی اور مغرور انسان ہیں جو

ٹوٹنا تو افورڈ کر سکتا ہے لیکن جھکنا نہیں"

ہمت کرتی وہ اسے دیکھنے لگی اور لہجہ بھی آگ چھوڑنے لگا پر ایاد کی آنکھوں کی خفگی لمحہ لگاتے مدھم ہوئی۔

"اتنا جانتی ہو جب میرے مزاج کے بارے میں تو کیسی ناراضگی مائل، کیا بچا پیچھے؟" وہ اسکے بدلے لہجے اور مائل کرتی لکس سے بروقت منہ پھیر گئی ورنہ شاید خود ہی کوئی خطا کر بیٹھتی، ملکیت کا نشہ، کئی نشیلے مشروبات پر بھاری ہوتا ہے۔

"اگر لہجہ نہیں کروانا تو بتادیں پلیز میں ڈرائیور انکل کو بلوالوں۔ وہ تھوڑا پاس ہی کیفے پر بیٹھے میرے منتظر ہیں"

ماول کی بے اعتنائی پر ایاد نے اسکی بازو پکڑے اس بار سوچ سے زیادہ جھنجھوڑتے اپنی طرف پلٹایا کہ ہونٹوں میں ایسی نزدیکی آگئی کہ لگا سا نہیں ایک دوسرے سے بدل گئی ہیں، وہ کانپ سی گئی۔ "میرے سوال کا جواب دو مائل، کیوں برداشت آزما رہی ہو۔ تمہیں دیکھائی نہیں دے رہا کہ میں کس اذیت کا شکار ہوں"

آغاز غصے سے ہو پر اختتام تک ایاد کے لہجے کو سو گوارا چھو گئی، مائل نے بھی خود کو سنبھالا۔

"میری بھی تو برداشت آزما چکے ہیں، میں بھی تو بہت بری افیت سے گزری ہوں۔ میں اس لیے ناراض نہیں کہ آپ نے جلاہا تھا مجھے، میرے جلنے کی خبر پانے کے باوجود جلانا جاری رکھا یہ دکھ ہے میرا۔ بتائیں ٹھیک کہہ رہی ہوں ناں؟ اگر یہ جھوٹ ہوا تو اپنا سب ابھی آپکے حوالے کر دوں گی۔ لیکن اگر آپ کو ماول سے اتنی سی بھی محبت ہے تو سچ کہیں گے"

وہ اسے کٹہرے میں یوں لاکھڑا کرے گی ایادنے کب سوچا تھا کیونکہ یہ تو جھوٹ نہیں تھا، وہ جان بوجھ کر ماول کو جلا رہا تھا، ناجانے جلتے دل کو اس لمحے نے کیسی تسکین دی تھی، شاید مرد کے اندر اپنے پیچھے کسی عورت کو تڑپتا دیکھنے کی یہ خواہش فطری موجود ہوتی ہے۔

"یہ سچ ہے کہ مجھے تمہاری جلن کی اول لمحے سے خبر تھی پر یہ کمینہ دل تمہیں جلاتا جا رہا تھا جیسے کوئی جنون سوار ہو گیا ہو۔ میں جاننا چاہتا تھا تمہارے جذبات واقعی محبت ہیں یا بس پسندیدگی۔۔۔ تو اس خرافاتی دل کے کہے میں آگیا"

وہ کس چالاکی سے سارا ملبہ دل پر ڈال گیا کہ ماول کو ہنسی آگئی۔

"دل بہت پاک اور پیارے ہوتے ہیں، سارا فساد یہ نفس اور شیطان پھیلاتا ہے۔ سچ بتائیں میری تڑپ پر سرور آ رہا تھا ناں؟ سیٹیفیکیشن مل رہی تھی ناں؟"

ماول کی تکلیف پر اس بار خوف کھانے کی باری ایاد کی تھی پر وہ بے بسی سے سر ہلا کر ماول کو بہت بڑی افیت دے گیا۔

"واو ملنگا! آپ تو بہت ہی چھچھورے ہیں۔ اب مجھے بھی حق دیں کہ میں بھی اس سرور اور سیٹیفیکیشن کے مزے لوں۔"

وہ یکدم طنز کرتی سفاک ہوئی، ایاد خان کے پاس اک لفظ نہ بچا۔

"بکو اس بند کرو ماول"

اسکی برداشت ٹوٹی۔

"سچ یو نہی کڑوا لگتا ہے، یقین کریں ایاد میں اس سچ سے کہیں زیادہ کڑوی ہوں آپکے لیے ابھی، تو میرے قریب آنے کی بے کار کوشش بند کر دیں۔ بھوک لگ رہی ہے"

اپنی بات سمجھانے کے ساتھ ہی وہ منہ موڑ گئی جبکہ داگولڈ میڈلسٹ، ماہر فطین کمسٹری پروفیسر اس چھوٹی سی لڑکی کے آگے کچھ بولنے کے لائق ہی نہ رہے۔

.._____S Merwa Mirza Novels_____..

گہرے سانس بھرے خود کو تقویت دینے کی کوشش کرتے ہوئے وہ گاڑی سے باہر نکلا، بالوں میں اضطرابی انداز سے ہاتھ پھیرنے کے بیچ نظر اپنے ہاتھ کی پشت پر گئی جہاں سرخی اور کھروچ دیکھتے نفرت میں بتدریج اضافہ ہوا۔

"اب تم دیکھنا داران میں تمہیں کیسی چوٹ دیتا ہوں، اب مجھے کسی کی پرواہ نہیں۔ تمہارا داریہ پر حق جتنا مجھ سے ہر گز برداشت نہیں۔ تمہیں اپنے ان پیروں میں گراؤں گا، تمہیں برباد کر دوں گا"

غصے نے اسکی سدھ بدھ بھلا دی، اس ویرانے میں اسکو کھل کر چیخنے کی سہولت تھی۔

اسی لمحے عاقب کا فون رنگ کیا۔

انٹرنیشنل کال تھی تبھی اسکاماتھا شکنوں سے بھر گیا۔

"یس عاقب موہان سپیکنگ؟"

فون لگتے ہی عاقب نے غصے کو دباتے پوچھا۔

"عاقب سر آپکے لیے ایک بری خبر ہے"

اس جانب سے کوئی ہو سپیٹل روم کے باہر کھڑا تھا۔

"کیسی بری خبر؟"

دل کا نپا تھا۔

"آپکے کہے کے مطابق میں فائنلی کئی سال کی تلاش کے بعد آپکے فادر تک پہنچ گیا تھا، لیکن بد قسمتی۔

آپکے ڈیڈ مسٹر جاسم موہان کا میری نظروں کے سامنے بہت برا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ ہی ازان آئی سی

یوروم ان کریٹیکل سچویشن"

یہ سن کر عاقب کی آنکھوں میں دھندلاہٹ بھر گئی۔

دماغ سن ہو گیا، سماعت سائیں سائیں کرنے لگی۔

"م۔۔۔ مرجائیں گے کیا؟"

کچھ لمحے بعد وہ مردہ سی آواز میں بولا۔

"He want to meet you sir"

اس آدمی کے لہجے میں تیرگی اتری۔

"یہ حادثہ نہ مار سکا انھیں تو میرا انکار ضرور مارے گا، میں نہیں آؤں گا جمشید، ایسے نام والے کسی آدمی کو عاقب موہان نہیں جانتا۔ چیخ کر بتانا اس شخص کو۔ کہ عاقب موہان، سبرینہ کی قبر میں انکے ساتھ ہی دب گیا تھا۔ جب تک وہ مرنے جائیں، کال کرنے کی جرت مت کرنا"

جبر و صبر کا پیکر بنا وہ کہتے ہی کال بند کیے فون مٹھی میں دبوچے وہیں گاڑی سے لگے ہی بیٹھ گیا، اس ویران سڑک پر وہ اکثر آتا تھا، اپنے وہ ماتم منانے جو اسکے بہت ذاتی تھے۔

"نانی جان کو لگتا ہے میں کچھ نہیں جانتا، ہا ہا۔ میں سب جانتا ہوں کیسے میری ماں مری۔ مائیں قبر میں بھی چلی جائیں، اولاد سے بات کرنا نہیں چھوڑتیں، اس ویرانے میں جہاں وہ دفن ہیں، فضائیں تک بین کرتی ہیں، ہوائیں سوگ زدہ ہیں، تو کیا میں نہ سمجھ پاتا کہ یہ ماتم کیوں ہے؟۔ جس شخص کی جان میری ماں نہ لے سکی، اسکی جان یہ بیٹا لے گا۔ یہی انصاف ہے۔ تم تڑپ تڑپ کر مرو گے جاسم موہان۔۔۔۔۔ اسکے بعد ہی میں جی سکوں گا"

تو گویا سچ عاقب جانتا تھا، غلط لگتا تھا ماریہ کو کہ وہ سہہ نہیں سکتا، وہ چپ چاپ سب سہہ رہا تھا، تبھی تو اس تکلیف نے اسے نیم بنادیا، ہر ڈھنگ ہر سلیقہ بھلا دیا تھا۔

عاقب نے اپنا فون کھولا اور تمام شو شل ایپس پر اپنی سیاہ ڈی پی لگا دی، واٹس ایپ انسٹا فیسبک سب پر۔

آفس پہنچ کر اپنی ٹیم کے ہمراہ شوٹ کی تیاری کرواتی انیب چائے پینے کو کچھ دیر بیٹھی تو یکدم سکرین پر عاقب کی ایف بی بلیک ڈی پی دیکھے ٹھٹکی۔

یہ ڈی پی اس شخص نے ہمیشہ تب تب لگائی تھی جب وہ کچھ برا کرنے والا ہوتا تھا۔

انیب نے کپ وہیں رکھا اور عاقب کی لوکیش دیکھے ٹیم کو آدھے گھنٹے کا کہے وہاں سے نکلی۔

وہ زیادہ دور نہ تھا تبھی انیب دس منٹ تک مطلوبہ جگہ پہنچی، دور سے ہی گاڑی سے لگ کر بیٹھا عاقب دیکھائی دیا جو اپنے زخمی ہاتھ کا ماس پکڑ پکڑ کر کھرچنے کا خود اذیتی بھرا کام مزے سے سرانجام دے رہا تھا۔

"کیا ہوا ہے اسے؟ یہاں ایسے کیوں بیٹھا ہے؟"

انیب نے باہر نکل کر ڈور بند کیا اور حیرانگی و پریشانی کے سنگ وہ عاقب کی گاڑی کی طرف لپکی۔

"اب کونسا فساد برپا کرنے والے ہو؟ اگر داریہ اور داران کو الگ کرنے کا سوچا تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا"

وہ اسکے سر پر کھڑی چلائی تو عاقب نے ہنس کر گردن موڑی، خفیف سی عاقب کی انگارہ آنکھیں انیب کا دم نکال گئیں۔

وہ لپک کر اسکے پاس دو زانو بیٹھی کیونکہ اسکے ہاتھ سے خون رس رہا تھا۔

"ی۔۔۔ یہ کیا ہوا ہے۔۔۔ ایکسڈنٹ ہوا ہے۔ عاقب"

انیب کی فکر گہری نگاہوں سے تکتے عاقب کو عجیب سی ہنسی آئی جب انیب نے اسکا ہاتھ فکر سے چھوئے اسکو پکارا۔

"تکلیف ہو رہی ہے انیب جہانگیر کو؟"

وہ اسکے مست لہجے پر غصیلی گھوری۔

"نہیں، بہت خوشی ہو رہی ہے تمہیں یوں بیٹھا دیکھ کر، سفاک درندی جو ہوئی۔ ادھر دیکھو! کیا ہوا ہے تمہیں۔ کسی سے پٹے ہو یا کسی کو مار کر آئے ہو۔ اب اگر تمہاری وجہ سے دادو یا بابا کو کوئی پریشانی ہوئی تو میں بہت برا پیش آؤں گی"

وہ اسکی فکر میں ہلکان تھی پر اسکے آگے جھکے گی نہیں اسکا بھی لب و لہجے کی سختی سے خوب پرچار کیا۔
"تم پہلے کونسا اچھے سے پیش آتی ہو مجھ سے، جاو یہاں سے انیب۔ میں کسی کو ماروں یا پٹوں۔ نن آف یور بزنس۔ اکیلا چھوڑ دو۔ فسادن کے بعد کیا جونک کا منسب بھی سنبھالنے کا ارادہ ہے، چپکی اریٹیننگ جونک"

وہ مسلسل اسے ٹیس کرتا اسکے ضبط سے کھیل رہا تھا جو یہاں آنے پر خود کو ملامت کر رہی تھی، پر ناچاہتے ہوئے بھی وہ عاقب کے دکھ کو جان گئی تھی کیونکہ وہ ٹھیک سے اسے نہ جلا رہا تھا نہ لڑ رہا تھا۔

"میں جونک بنی تو تمہارا سارا خون چوس جاؤں گی جو تمہارے اندر لاوے کی طرح ابلتا رہتا ہے، سیدھے سے بتاؤ گے یا نہیں؟ یہاں دیکھو تم مجھ سے چھپ نہیں سکتے کیونکہ میری ان آنکھوں میں عقاب سی تیزی ہے"

اس بار وہ اسکا منہ جبرے سے دبوچ کر اپنی طرف کیے دھمکائی، اگر عاقب تکلیف میں نہ ہوتا تو انیب کی اس جرت پر اسے دیوار میں چنواچکا ہوتا پر اس وقت وہ چھوٹا سا بچہ تھا، جسکا دل چینخ رہا تھا۔
"اپنی آنکھوں کی عقابی تیزی سنبھال کر رکھو اپنے پاس، جاو یہاں سے۔ شکل بھی نہیں دیکھنی مجھے تمہاری"

اسے پکڑ کر پرے کیا تو وہ سڑک پر گر سی گئی کیونکہ دوزانو بیٹھی تھی جبکہ خود وہ اٹھ کھڑا ہوا۔
انیب نے مٹی سے اپنے کپڑے جھاڑے اور اٹھی۔

"اتنی بری لگتی ہے شکل تو اپنی حد سے باہر کیوں نکلے تھے؟"

انیب کا سوال عاقب کے حلق میں موجود دباو میں اضافہ کر رہا تھا، اسکا بس نہ چلا انیب کی نظروں سے غائب ہو جائے۔

"کہا تھا قریب آ کر بھی سزا دوں گا اور دور رہ کر بھی، زیادہ خوش فہمی کی ضرورت نہیں۔ تم میرے لیے دل بہلانے کا سامان ضرور بن سکتی ہو میری چاہت نہیں"

وہ کمزور ہو رہا تھا تبھی جس قدر ظلم سمجھ آیا ڈھادیا لیکن انیب ہنس پڑی، اس جھوٹے پر جس سے جھوٹ بولنا محال تھا۔

"دل بہلانے کا سامان بھی کیوں بنوں پھر؟ ہم ڈائورس کر لیتے ہیں۔ تاکہ تمہارے پاس یہ واہیات آپشن سرے سے بچے ہی ناں۔ دل بہلانے والی چیز کو دل بہلا کر پرے مار پھینکتے ہیں۔ چلو تم بھی کرو دیکھتی ہوں کتنی دور پھینک سکتے ہو"

انیب نے اسکی دکھتی رگ اکھاڑ کر رکھ دی۔

وہ اسکی بازو دبوچے اپنی سمت کھینچے گھورا پر انیب پر اعتماد ہوئی۔

"کیوں؟ تکلیف ہوئی؟ نہیں پھینک سکتے؟ جان چلی جائے گی؟ مر جاو گے؟"

انیب اسکا ضبط آزمانے کے در پر اتری تھی پر واقعی اس شخص کی جان جاتی محسوس ہو رہی تھی۔

"نہیں۔ میں نے ابھی تک دل بہلایا ہی نہیں ڈھنگ سے۔ یہ کر لوں بعد میں پھینکوں گا۔ اتنی دور کہ تم خود کو بھی نہیں مل پاو گی"

وہ پھٹ پڑا تھا، انیب کو لگا کسی نے آنکھوں میں دھول جھونک دی ہو، جلن ہوئی تھی۔ آنکھوں سے ہوتی ہوئی پورے جسم کو خاکستر کر گئی۔

"یونواٹ عاقب موہان! اب میں چاہتی ہوں تم تڑپ تڑپ کر میری آرزو کرو اور تمہیں میری اک جھلک بھی دیکھنی نصیب نہ ہو۔ گوٹو ہیل"

اسکے سینے پر دباو ڈالے وہ آج سب ختم کرتی پلٹ گئی، عاقب نے نہ روکا، وہ جارہی تھی، پھوٹ پھوٹ کر رودی، اسکے آخری آنسو وہ پتھرائی آنکھوں سے دیکھ اور سن سماعت سے انکی تڑپ سن رہا تھا پریوں ہوا جیسے وہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکے گا۔

حلق سوکھ گیا تھا، قہہ پڑ گیا تھا اسکی ذات میں ہر نم کا۔

وہ چلی گئی، آخری بار اپنی محبت پر سارا رونے کے بعد اور اب عاقب موہان کو دھکا لگنے کا مقررہ وقت پہنچ آیا تھا۔

.._____S Merwa Mirza Novels_____..

مایا نے داران اور داریہ کو رخصت کر دیا تھا، مایا داداس تھی کیونکہ داران اس سے بھی خفا تھا۔

وہ لوگ واپس خوشاپ روانہ تھے، دو گھنٹے ہو چکے تھے بس دس منٹ کا فاصلہ باقی تھا۔

اور ان پورے دو گھنٹے داریہ نے اس سے ایک لفظ نہ کہا نہ بات کی اور ابھی آگے قیامت جو آنی تھی وہ

الگ کیونکہ عزیزے جان سزا سنانے کو بے تاب اپنے مجرموں کی شدت سے منتظر تھیں۔

"ہے! بول لو ورنہ گاڑی کہیں مار ڈالوں گا"

داریہ اسکے بے قرار لہجے پر اسکی طرف ہوئے گھوری۔

"بات مت کرو مجھ سے"

دار یہ کی آواز نمناک ہوئی، داران نے اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے دار یہ کا ہاتھ پکڑ کر انگلیوں میں انگلیاں ڈالتے قریب لایا اور چوما، دار یہ نے پھر سے ماہیر شاہ کو دیکھا پر اب انداز میں کوئی خفگی نہ رہی۔

"پھر کس سے کروں بات، میرا اتنا پر سنل ہے ہی کون تمہارے سوا"

محبت پاش لہجے پر وہ سارا غصہ، ڈر اور تکلیف بھول کر نرم پڑی۔

"مجھے آج زندگی میں پہلی بار کسی سے اتنا ڈر لگا ماہیر، اور وہ تم ہو"

وہ پگھل جاتی تھی کیونکہ فطرتا مہربان تھی، وہ بگھڑتے دیر نہ لگاتا تھا کیونکہ فطرتا ضدی تھا۔

"مجھ سے مت ڈرو، میں تو تمہارا ہوں۔ یہاں آؤ"

ہاتھ سے پکڑے ہی اپنی طرف کھینچا تو وہ سیٹ بیلڈ کھولے اسکے سینے سے جا لگی اور آنکھیں بھی موند لیں۔

"مجھے ایسا کوئی آرڈر مت دینا، سن رہے ہوں ناں۔ تمہیں دار یہ کا پتا ہے وہ مر جائے گی"

اسکو ڈرائیونگ کرتا دیکھے وہ اپنا سر اٹھائے، ہاتھ اسکی بیرڈ پر پھیرے تاسف سے سمجھا رہی تھی، داران نے اسکی جبین چومی اور سرسری سا اسکی طرف دیکھے واپس سامنے دیکھنے لگا۔

"سٹاپ دس نان سینس دار یہ، کلوز کرو اس ٹاپک کو۔ اگر ان دنیاوی معاملات کے سبب تم نے ہمارے

رشتے کے پیچ ٹنشن کریٹ کی تو بھیا نک روپ دیکھو گی میرا"

وہ اسے چلانے پر خوف سے اس کے پہلو سے جب چپکی تو داران نے سپیڈ سلو کرتے اسکی طرف دیکھا جو سچ میں سہمی تھی۔

"میں آل ریڈی تمہارا بہت بھیانک روپ دیکھ چکی ہوں۔ پلیز ماہیر مجھے اس امتحان میں مت ڈالو۔ مجھے مت تنگ کرو"

شاہ حویلی آچکی تھی تبھی داران نے چوکیدار بابا کے دروازہ کھولتے ہی گاڑی پارک کی اور داریہ کو پرے کیے نہ صرف خود باہر نکلا بلکہ اسکی جانب آکر ڈور کھولے ہاتھ پکڑ کر باہر لایا، داریہ نے تیرسی نگاہ داران کے سپاٹ چہرے پر ڈالی۔

"تنگ تم کر رہی ہو، اگر میرے پاس کوئی اور چوائز ہوتی تو کیا میں ایسا کرتا؟ بولو۔۔۔۔۔"

وہ اسکو دونوں ہاتھوں سے پکڑے جنجھوڑتے بولا۔

"لیکن تم مجھے اس سب سے پیچھے ہٹانا چاہتے ہو میری تکلیف وہ معاملہ ہے، میں تمہاری ہمیشہ پارٹنر نہیں رہ سکتی کیا؟ اگر تم نے مجھے قید کرنا چاہا ناں ماہیر تو۔۔۔۔۔"

وہ اس کے جنجھوڑنے کے باوجود بولی لیکن اسکی بات داران نے درشتی سے کاٹی۔

"تو کیا۔۔۔ کیا کر لو گی تم؟"

وہ ہر لحاظ بھولے غرایا۔

"تو میں تمہیں پھر سے تمہارے دشمنوں کی صف میں کھڑی ملوں گی"

دار یہ نے اسکے حواس پر کوڑا برسائے اسکی بصارت اندھیر کر دی۔

عزیزے جان جو ہارن سن کر آئی تھیں، آگے سے ان دو کو لڑتا دیکھے خوشگوار حیرت سے حویلی کے دروازے سے باہر نکلتے ہی رک گئیں۔

"تو سن لو دار یہ، اگر تم نے ایسا کیا پھر تمہاری جان لیتے وقت مجھے اتنا سا بھی رحم نہیں آئے گا" داران کے جسم کا فشار خون بڑھا کچھ ضبط سے چہرے کی رگیں تن گئیں، وہ ایسا مسکرائی کہ وہ مسکراہٹ داران کے کلیجے میں خنجر کی طرح دھنس گئی۔

"کتنی بار لو گے جان اس بے جان کی؟ جتنی بار چاہے لے لو معاف کر ہی دوں گی، اتنی محبت کرتی ہوں۔ لیکن میں نے تمہیں انجام سے باخبر کر دیا ہے، میں تمہارے ساتھ چلوں گی لیکن یہ سب اپنے دماغ میں بٹھالینا۔ میری مانو گے تبھی ہم ایک ساتھ چل سکیں گے ورنہ دوسری دونوں صورتوں میں ہمارے راستے ہمیشہ کے لیے الگ ہو جائیں گے۔ تمہارا تو نہیں پتا لیکن میں تم سے بچھڑ کر ایک سانس بھی نہیں لے پاؤں گی ماہیر"

وہ کرب کی انتہاؤں کو پہنچی، اسکی جلتی آنکھوں میں اپنی پگھلی آنکھیں ڈالے قہر برساتی اس سے پہلے جاتی، سامنے تن کر کھڑیں عزیزے کو دیکھے ساکن ہوئی، داران بھی فوری پلٹا۔

"بہت اچھا لگاتم دو کو لڑتے دیکھ کر، کہا تھا تمہیں داریہ بی بی کہ تم زیادہ نہیں ٹکوی، میرا جو یہ لاڈلہ اور اکلوتا پوتا ہے یہ تم جیسی بیچ رسوا کو زیادہ دیر برداشت کر بھی نہیں سکتا تھا، مجھے تو شدت سے تمہارے طلاق یافتہ ہونے کا انتظار ہے۔ خوب جشن مناویں گی میں اس دن"

عزیزے کے زہر میں بجھے الفاظ پر اس سے پہلے داریہ کچھ بولتی، داران نے اسکی بازو دبوچے روکا، داریہ نے ایسی نظر سے ماہیر شاہ کو دیکھا جو شکایتوں کا پلندہ تھی۔

عزیزے نے اک متغیر نظر داران کے ہاتھ میں دبی داریہ کی بازو پر ڈالی۔

"ہاں لاڈلے تو کیسا رہا فنکشن پھر؟ میری نافرمانی کو خوب انجوائے کیا؟"

اب کی بات ٹھٹکنے کی باری داران کی تھی، خود داریہ کے چہرے کا رنگ بدلا۔

"کیا مطلب ہے آپکا؟"

وہ داریہ کا ہاتھ چھوڑے انکی طرف قریب ہوا پہلے ہی انکے لہجے پر آگ بگولہ ہوا تھا۔

آنکھوں میں باغیانہ تپش اتری تھی۔

"کیا لگا تھا میری ناک تلے ماول کو کسی بھی لپے لفنگے کے ہاتھ تھما دو گے اور مجھے خبر نہ ہوگی، مجھ سے یہ

منخوس برداشت نہ تھی اور تم نے ایک منحوسیت اپنی بہن کے سر پر بھی تھوپ دی۔ تمہارا باپ تو ہمیشہ

سے میرا نافرمان رہا ہے لیکن تم نے بھی خوب نقش قدم کی پیروی کی ہے، اور ثابت کیا ہے کہ اسی جیسے

نا فرمان ہو"

عزیزے کے الفاظ سننے کی داریہ میں سکت ختم ہو گئی، وہ پہلے ہی بہت دکھی تھی اوپر سے لالہ کے لیے ایسے الفاظ اسکی روح جنبھوڑ رہے تھے۔

"لچا لنگا آپکا بیٹا تھا میرے لالہ نہیں"

داریہ کی برداشت ختم ہوئی، اس سے پہلے عزیزے کا ہاتھ اٹھتا داران نے انکے ہاتھ کو دبوج کر پرے کیا، داریہ کا بس نہ چلا اس عورت کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹے۔

"چھوڑو داران میں اس زبان دراز کا منہ نوچ لوں گی"

عزیزے کو آپا کھوتے دیکھ کر داران دھاڑا۔

"فردوس"

اسکی دھاڑ پر شاہ حویلی کی دیواریں لرزیں، فردوس دوڑتی ہوئی باہر لپکی۔

"اپنی عزیزے جان کو سنبھال لیں ورنہ کچھ کر بیٹھوں گا، اور تم۔۔۔۔۔ چلو"

داران نے بے قابو دادی کو فردوس کے سر ڈالا اور خود داریہ کا ہاتھ پکڑتا اندر بڑھ گیا۔

"نوچیں تو سہی منہ، میرے پاس بھی ہاتھ ہیں۔ کوئل نے تو صرف بے عزت کیا تھا آپ اور آپکے

سپوت کو۔۔۔ میں دن میں تارے دیکھاؤں گی۔۔۔ کیسی وحشی اور زہریلی عورت ہیں آپ، یہ نہیں کہ

پوتی کو اتنا اچھا سا تھی مل گیا، شکر کریں، زہرا گل رہیں۔۔۔۔۔ آپکا بس نہیں چل رہا آپ ہم سبکے سینوں

سے دل نکال کر چبا لیں۔۔۔۔۔ چھوڑو ماہیر۔۔۔۔۔"

داریہ نے بے دردی سے ماہیر سے ہاتھ چھڑوایا اور پیچھے پلٹی، داران کا صبر جواب دے چکا تھا۔
واپس لپک کر اسے دبوچا مگر وہ دو تو ایک دوسرے کو نگلنے پر تیار تھیں۔
"داریہ۔ منہ بند کرو۔۔۔"

ماہیر نے اسے قابو کرتے منع کیا پر وہ اسے بھی دھکیل رہی تھی تبھی داران کو مجبوراً اسے سب کے سامنے ہی بازوؤں میں اٹھانا پڑا، فردوس اور عزیزے دونوں کا اس پر منہ کھلا جبکہ داریہ کی زبان شرم و حیا سے بند ہوئی۔
"کتنی لڑا کا ہو تم؟"

وہ اسے اٹھائے ہی زینے چڑھا، شاہ حویلی میں داخل ہوتے ہی غصے سے بڑبڑایا جسے ماہیر بھی زہر لگ رہا تھا۔

"تمہاری دادی سے کم۔۔ اتارو مجھے"

وہ بچوں کی طرح مچلی مگر داران نے اسے کمرے میں لے جاتے بیڈ پر باقاعدہ کسی بے جان چیز کی طرح لا کر پھینکا تو وہ باقاعدہ رو دینے والی آنکھوں سے اسے گھوری۔
"ایک لفظ بھی نہیں"

اس سے پہلے وہ چینختی، داران نے اسکی طرف جھک کر جبراً دبوچا۔

"ٹھیک کہہ رہی تھی تمہاری دادی سرکاراں، تم مجھ جیسی کو برداشت نہیں کر سکتے"

یکدم ہی وہ روئی، اسکا روناداران کا سانس روک گیا تبھی تو وہ پاس بیٹھتے ہی اسکی طرف اذیت سے چہرہ کیے دیکھنے لگا۔

"دار یہ! اے مت رو۔۔ لک ایٹ می سوئیٹ ہارٹ"

وہ تڑپ اٹھتا اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرے اسکی آنکھوں میں جھانکتے آنسو پونجھنے لگا پر وہ اس وقت بہت ڈسٹرب تھی۔

"ن۔۔ نو۔۔ آئی ایم ناٹ یور سوئیٹ ہارٹ۔"

وہ بلک اٹھی، جبکہ داران نے اسے اپنی اور دھکیلتے اپنے سینے میں بسایا، پوری قوت سے کہ وہ اس میں چھپ سی گئی۔

"یو آر دار یہ!۔ ڈونٹ کرائے مائی گرل۔۔۔ بس بس"

اسکی ہچکیوں کو سننا داران کا کڑا امتحان تھا، وہ سنبھالے نہ سنبھل رہی تھی۔

"ت۔۔ تمہاری دادی کو اللہ کا کوئی خوف نہیں، میرے لالہ کو ایسا بولنے کی ہمت کیسے کی۔ مجھ سے

نفرت کے بیچ وہ سب کو زخم لگائیں گی۔۔۔ تم بھی لپیٹ میں آ جاو گے داران۔۔۔ سب ختم کرتے ہیں"

وہ اسکے سسک سسک کر بولنے پر تھم سا گیا، جھٹکے سے اسے الگ کیا تو دار یہ کی جان نکالتی نظر نوچ کھا گئی۔

"آج تو تم نے یہ کہا، دوبارہ مت کہنا دار یہ۔"

کچھ بھی نہیں ہو گا۔ میں سب سنبھال لوں گا۔ میں ہم دونوں کا رشتہ بھی سنبھالوں گا۔"

وہ اسے بے قراری سے یقین دلانے لگا تو داریہ کو یہ صرف بہلا والا گا۔

"اتناسب نہیں سنبھلے گا تم سے"

وہ سرگوشی میں بولی تو آواز ٹوٹی، داران نے اسے تکیے پر نرمی سے لٹایا اور اسکی سانسوں پر قابض ہوا، داریہ کو اسکے لمس کی حرارت سانسوں کو آزاد کرنے کے بعد چہرے اور گردن کے انگ انگ تک محسوس ہوئی جس نے اسکے وجود کے ہر درد کا رابطہ دل و دماغ سے توڑ دیا۔

"پلیز تم دوبارہ مت رونا، بھروسہ رکھو مجھ پر۔۔۔۔۔ کچھ دیر سو جاو داریہ۔ میں سب ٹھیک کر دوں گا۔"
اسکو شانت تو وہ پیار نچھاور کیے کر ہی چکا تھا پر داریہ ابھی بھی سرخ آنکھیں لیے ہی اسے تک رہی تھی۔
"م۔۔۔ ماہیر"

وہ اسے پکاری تو آواز میں نمی اتری۔

"جی سوئیٹ ہارٹ"

وہ نرمی سے اس پکار کا جواب ہونٹوں پر دیے واپس اٹھا، ناچاہتے ہوئے بھی وہ پھیکا سا مسکرائی، وہ سوئیٹ ہارٹ کہتا بہت پیارا لگا تھا اور اس وقت خود پر جھکے ماہیر کی جان لبوں پر اٹکی صاف دیکھ رہی تھی۔

"یو لوی می؟"

وہ اسے بھی قید کرنا چاہتی تھی اور وہ ہوش میں ہی نہ تھا۔

"یس، میڈلی لوو دیو۔۔۔ ریلی لوو یو۔۔۔"

وہ اسکے ماتھے پر پیار دیے اسکی نم گالوں کو دیوانہ وار چومتا اسکے آگے ہار گیا جبکہ دار یہ کی مسکراہٹ اس بار بہت ظالم تھی۔

"فائنلی۔۔۔ کہلو الیا تم سے۔۔۔۔۔ اب یقین ہے تم سب سنبھال لو گے"

اسکی گردن میں بازوؤں کا ہار پروے وہ اسے بالکل خود پر جھکا گئی
کیونکہ کچھ دیر اب وہ اپنی مرضی سے داران کو بے انتہا چاہتی تھی، اپنی خواہش کے عین مطابق۔

.._____S Merwa Mirza Novels_____..

"آپ پر چلتا کیس ختم ہوا مسٹر ز میل، اب آپ کابل چھوڑ کر کسی بھی وقت جاسکتے ہیں"
کابل کی مقامی زبان میں بولے جاتے یہ لفظ ز میل کو اس وقت تکلیف اور خوشی کی زیادتی بخش چکے
تھے، دو سال کا کڑا اور سوہان روح انتظار ختم ہو گیا تھا۔

عدالت سے باہر آتے اس مجرم، اس گنہگار کی آنکھوں میں آنسو تھے، پچھتاوے کے۔

"میں آ رہا ہوں دار یہ، تمہیں یہ بتانے کہ تمہارے بابا قاتل نہیں ہیں"

زمیل نے آسمان کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھا، پور پور میں اذیت گھلی تھی، پھر یہ تکلیف سنبھالی اور سب سے پہلے یہ خبر جہانگیر کو دی جو خود بھی آج اپنے آفس آئے تھے، سٹاف ہی کے ہمراہ کچھ بات کر رہے تھے جب انکے فون پر زمیل کا پیغام ابھرا۔

بہت حسین سی مسکراہٹ اس خبر کو پاتے ہی جہانگیر چغتائی کے خوبصورت چہرے میں گھل کر رہ گئی، زمیل کو وہ فرصت سے کال کرتے مگر اس وقت اپنے سٹاف سے بات کرنا زیادہ اہم تھا۔

.._____S Merwa Mirza Novels_____..

لنچ کے بیچ دونوں میں مزید کوئی بات نہ ہوئی، ریسٹورنٹ سے نکل کر ہی ایک غیر معروف سڑک کے کنارے ایاد کی گاڑی سے لگ کر کھڑی تھی، ایاد بھی ساتھ تھا پر بالکل سپاٹ۔ کچھ دیر بعد کوئی گاڑی سڑک سے گزرتی تو لگتا دنیا میں شور نامی شے ہے ورنہ ان دو کے بیچ تو سناٹا چھایا تھا۔ شاید ماول نے اس سے ہر لفظ چھین لیا تھا۔

"میں نے گونگے ہونے کے لیے بھی نہیں کہا تھا اب"

وہ بولنا تو نہ چاہتی تھی پر چپ رہتی تو دل جلتا مگر وہ کچھ نہ بولا۔

ناک کی سیدھ میں ہاتھ سینے پر باندھے دیکھتا رہا، ماول نے کوفت سے سر جھٹکا تو ساتھ سے ہٹی سامنے ایاد خان کے بالکل قریب آرکی۔

ایاد نے اسکی آنکھوں کو دیکھا جہاں اب ندامت تھی۔

"چلتے ہیں، تمہیں کالج ڈارپ کر دیتا ہوں۔"

وہ ہٹنے لگا مگر ماول نے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر روکا۔

"میں نے کچھ کہا ہے کیا؟ آپ نے جرم کا اعتراف کیا ہے۔ تو اب سزا کے لیے دل بڑا کریں۔"

اسے دیکھتے ہی وہ نگاہیں بدل کر پھر سے اس کے عقب میں دیکھنے لگا۔

"کر لیا ہے بڑا، دل بھر کر دو سزا۔ لیکن کوئی انہونی ہو گئی تو رونا مت پھر مجھے"

سفاکیت سے ماول کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑتے اس کا دل جنبھوڑا، وہ یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی کہ بل کھا کر رہ گئی۔

"ا۔ ایا۔۔۔۔۔ یہ کیا بول رہے ہیں"

اسکا ہاتھ دونوں ہاتھوں میں لیے جیسے اسے اسکی بے رحمی بتانی چاہی۔

"ٹھیک کہہ رہا ہوں، ہاتھ رکھو میرے دل پر"

وہ اسکا وہی ہاتھ پکڑے سینے سے جوڑ گیا، ماول نے محسوس کیا وہاں دل نہیں انگارہ دھرا ہے۔ جو دھرکنے کے بجائے دہک رہا ہو۔

"ب۔۔۔ بہت سلو ہارٹ بیٹ ہے"

وہ بدحواسی سے بڑبڑائی تو وہ اسکی معصومیت پر مسکرایا، مسکراہٹ میں کچھ تشنگی کا عنصر غالب تھا۔
"کس نے کی سلو؟"

وہ اسکے سوال پر نظر جھکا گئی۔

"جب دل چاہا تیز بھی کر دوں گی"

وہ بوکھلائی اور ہاتھ بھی ہٹالیا، واپس ایاد کے کندھے سے لگ کر گاڑی سے ٹیک لگائی۔
لیکن اب ایاد کی کیفیت مختلف تھی، دونوں کی آنکھیں مسکرا کر ایک دوسرے کو گرویدہ کر رہی
تھیں۔

"ایسے مت دیکھیں"

کچھ دیر تو وہ سہہ گئی لیکن جب مسلسل وہ اسے دیکھ کر پریشان کرنے لگا تو فوری اسکا چہرہ دوسری طرف
کیا، ایاد نے اسکا وہی ہاتھ بروقت اپنے ہاتھ میں لیا اور ہتھیلی چومی، ماول کی پلکیں سی لرزیں۔
"اچھا لگتا ہے تمہیں دیکھنا، ٹھیک ہو؟"

وہ اسکی اب تک کلائی پر بندھی پٹی پر انگلی پھیرے بولا تو ماول بھی اداس ہوئی۔

"ہمم۔۔ بہتر ہوں اب"

وہ اسکی فکر کا خوبصورتی سے جواب دیے اپنا سر ایاد کے کاندھے پر ٹکا گئی تو اسکے بے تاب دل کو بھی زرا
قرار آیا۔

"ہمیشہ ٹھیک رہو، چلیں یا کچھ دیر رکوگی؟"

اسکے کاندھے ہر ٹکے سر پر ایاد کو لگا وہ تھک گئی ہے، جب سے اسے بلڈ لگا تھا وہ بہت تھکاوٹ کا شکار
رہنے لگی تھی، زیادہ دیر کھڑی بھی رہتی تو آنکھوں کے آگے دھندلکے آنے لگتے اور سر دکھنے لگتا۔

"کیا ہوا؟ ٹھیک ہو تم۔۔۔"

وہ اسکو بے جان دیکھتا بازو اسکے نازک وجود کے اطراف لپیٹے اسکے حلاوت سے سینے لگ جانے پر گھبرا یا
مگر وہ بس اسکے قریب رہ کر کچھ دیر سانس بھرنا چاہتی تھی۔

"ماول، بولوناں۔۔۔"

ایاد کو اسکے مکمل ایاد پر بوجھ منتقل کر کے بے حس ہونے پر ٹنشن ہوئی مگر ماول نے اپنا ہاتھ اسکے دل پر
رکھا اور نظریں اٹھا کر اس شخص کو دیکھنے لگی جسکے بنا اسکی نہ کوئی زندگی بچی تھی نہ خوشی۔

"آئی۔۔۔"

وہ بس بولنے ہی لگی تھی پر پھر بروقت خود کی سرزنش کی۔

"رک کیوں گئی؟"

وہ اسکے ہونٹوں کے بے حرکت ہونے پر بے بسی سے اسکی گال چھوتے بولا مگر وہ آنکھیں چراتی اسکے
حصار سے نکلتی گاڑی میں جا کر بیٹھ گئی۔

ایاد نے گہرا سانس فضا کے سپرد کیے خود بھی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور اک نظر گردن پھیر کر بیٹھی
ماول کو دیکھنے لگا۔

"مجھے کالج ڈراپ کر دیں پلیز"

بنادیکھے ہی انفارم کیا جبکہ ایاد کے دل کا بوجھ کم ہونے کے بجائے ماول کا یہ ادھورا جملہ بڑھا گیا تھا۔

اب وہ شاید ایاد کو دیکھنا بھی نہ چاہتی تھی تبھی اس نے بھی مجبور نہ کیا اور اسے شرافت سے کالج ڈراپ کیے تب تک وہیں رکا جب تک ماول کو ڈائیورپک کر کے لے نہ گیا۔

.._____S Merwa Mirza Novels_____..

وہ اسکے اتنے قریب تھی کہ داریہ کی سانس میں سانس لیتے داران کو ہوش میں رہنا مشکل لگ رہا تھا، کچھ دیر پہلے ہی وہ سوئی پر داران کو جکڑ رکھا تھا کہ وہ ہلتا بھی تو داریہ جاگ جاتی۔
"آفت!"

وہ مدہوشی سے اسکے ٹکڑ ٹکڑ تکتا بڑبڑایا، کتنے رنگ تھے اس لڑکی کے، داران ماہیر شاہ شاید آخری سانس تک دریافت کرتا تب بھی کچھ ایسے بچ جاتے جو تسخیر ہونے سے رہ جاتے۔
"آئی ایم سوری داریہ! تمہیں تکلیف ہونے دی، تم جب یوں روتی ہو دل چاہتا ہے پوری دنیا کو جلا دوں۔ مت رویا کرو یوں"

اسکی جبین محبت سے چومے وہ خود بھی اس کے پاس سے اٹھنا نہیں چاہتا تھا پر نیچے جو فساد مچا تھا اسے داران کو خود ہی ٹھیک کرنا تھا کیونکہ جانتا تھا بابا یا ماول عزیزے کا مقابلہ نہیں کر سکتیں، لہجے میں اضافی بو جھل پن عود آیا۔

"تمہیں سکون پہنچانے کے لیے میں اپنا آپ ختم بھی کر سکتا ہوں، تمہیں سکون ملتا ہے تو مجھے بھی ملتا ہے داریہ۔ اس چہرے سے عشق ہے مجھے، ان آنکھوں سے پیار ہے۔ تم سے محبت ہے۔ تم داران ماہیر شاہ کے لیے بے حد ضروری ہو"

اسکے چہرے کی آسودگی تکتا وہ نرمی سے اسکے ملائم خدو خال تکتا ہوا اسکی نیند کے باوجود اس پر فدا اور قربان ہو رہا تھا، وہ زرا اسی ماہیر کی قربت اور استحقاق پائے ہر فکر سے آزاد ہو کر نیند کی آغوش میں ایسے چلی گئی جیسے اس پر مدہوشی پھونک دی گئی ہو، وہ اسے دیکھتا الوہی چمک سے مسکایا کیونکہ داریہ کو پر سکون کرنا اسکے لیے بہت آسان تھا، اسے تھوڑا سا میسر آ کر وہ تڑپتی روتی سسکتی داریہ کو لمحے میں شانت کر سکتا تھا۔

خود پر غرور کرنے کا دل چاہا جسے ایسی بیوی عطا ہوئی تھی جو ہر طرح سے قبول تھی۔
"کتنی معصوم ہو تم داریہ، مجھ سے شر انگیز کے ہاتھ کیسے آ لگی۔ دعا ہے یہ سنگدل تمہارے ملائم دل کو توڑ نہ بیٹھے۔ میں تمہارے دل کو توڑنے سے بہت ڈرتا ہوں، بہت۔۔۔۔۔ یہ بالکل ایسے ہے جیسے جیتے جی اپنے جسم کے ٹکڑے کر دیے جائیں"

وہ اسکو مسلسل دیکھ رہا تھا جو اپنا نازک سا وجود اسکی کسرتی پناہوں میں چھپائے اسکے سینے پر سوئی تھی، تحت بنا کر اس پر مالک بنی تھی۔

داران نے اسے حصارے ہوئے زرا کروٹ بدلی اور داریہ کو آرام سے میٹرس پر منتقل کیا، اسکا سرملائم تکیے پر رکھا، پیروں کی جانب رکھے لحاف کو کھولا اور اس پر کروائے جھک کر اسکا ماتھا ہونٹوں سے چھوا اور اپنی شرٹ کی سلوٹیں سنوارتا خود بھی بیڈ سے اتر کر اٹھا، آئینے کے سامنے اک نظر خود پر ڈالے بیٹھے شوز واپس چڑھائے اور کمرے کی مین لائیٹ آف کیے باہر نکلا۔

جانتا تھا اب عزیزے سے سامنا صبر و برداشت کا امتحان ہو گا لیکن اسکے باوجود وہ انکے سامنے جانتا جو لاونچ ہال میں نفرت کا شہکار بنی پھنکار رہی تھیں۔

"شرم نہیں آئی تمہیں اسکو گود میں اٹھاتے ہوئے، کہاں گئی تمہاری حیا شرم۔۔۔ سب بیچ کھائی ہے؟" داران ڈھیٹ بنا ٹھیک انکے سامنے لگے کاوچ پر ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے بیٹھا تو اسکا سکون دادی سرکار کو تلوں لگ کر سر پر بجھا، بھڑکتی آتش کی ماند لپک پڑیں۔

"عزیزے جان! کام کی بات کریں۔ آپکو یہ خبر کس نے دی؟ کونسا جاسوس چھوڑ رکھا ہے" وہ اکتاہٹ دیکھتا موضوع بدلنے پر آمادہ ہوا عزیزے جان منہ ناگواری سے اسکی جانب سے پھیر گئیں۔

"ٹھیک ہے میں خود پتا لگوالوں گا، میری بات غور سے سنیں۔ ماول پسند کرتی ہے ایاد خان کو۔ سو میری درخواست ہے کہ اس معاملے سے دور رہیے۔ ماول یا بابا سرکار کی انسلٹ نہیں کریں گی آپ۔۔۔۔۔ ٹھیک ہے؟"

مقابل کی ٹھٹھرا دیتی سر دچپ پر بہت تحمل دیکھائے چند احتیاط گوش گزار کیں مگر عزیزے جان اپنی جگہ سے تلملا کر اٹھیں تو اسے بھی چار و ناچار بیچ چکے دادی کے ادب کی خاطر اٹھ کر کھڑا ہونا پڑا۔

"ماول کو میری لاش پر سے گزرنا ہو گا اس رخصتی کے لیے۔ یہ بات تم اچھے سے دماغ میں بٹھالو۔ ایاد نے ہی پھنسا یا ہو گا میری معصوم ماول کو ورنہ اسکی چوائز اتنی گھٹیا نہیں ہو سکتی۔ ماول کو سمجھانا اسکی دادو کا کام ہے لیکن یہ سب کر کے تم اور تبریز میرے دل سے ہمیشہ کے لیے اتر گئے۔ زرا غیرت نہیں آئی، میری آنکھوں میں دھول جھونک کر۔۔۔۔۔ تم پر اس داریہ نامی کلمو ہی کا اثر ہو گیا ہے"

بہت برداشت کے باوجود داران سے داریہ کے متعلق یہ سب ہضم نہ کیا جا کا تو آندھی کی طرح لپک کر اس نے دادی کے دونوں بازوؤں سے جب پکڑا تو خفیف سا ڈر عزیزے کے چہرے پر بھی چھلک آیا، ابھی تو وہ اس عورت سے اپنی مایا کی تکالیف کا حساب بھی لینا چاہتا تھا لیکن یہ سب سامنے آگیا تو وہ حساب داران نے بعد کے لیے رکھ چھوڑا۔

"داریہ کے بارے ایسی زبان استعمال مت کریں عزیزے جان، مجھ سے کوئی بے ادبی سرزر ہو جائے گی۔ وہ میرے لیے اس پوری دنیا میں سب سے زیادہ مقدس ہے۔ یہ بات اپنے دماغ میں بٹھالیں۔ اپنے معیار اور رتبے کا خیال کریں ورنہ میں آپ سے باہر آیا تو آپ نظریں اٹھانے کے بھی لائق نہ رہیں گی۔ میرے دل سے لہو ٹپک رہا ہے، مجبور مت کریں کہ کچھ کر بیٹھوں"

ہاتھ دھیرے سے سرکا کر دادی کی گالوں سے جوڑے بظاہر ملتجی مگر قہرناک اثر چھوڑتی وارنگ دے گیا جبکہ عزیزے کو لگا جیسے داران انکے بارے سب جانتا ہے تبھی تو وہ لمحہ بھر چپ ہوئیں۔

"اتنی مقدس ہے، سر پر بٹھالو اسے۔ میرے لیے وہ دو کوڑی کی ہے۔ وہ اسکا بھائی، اسکا باپ۔۔۔ اسکا ماموں۔۔۔ سب گھٹیا۔۔۔۔۔ میں مر جاؤں گی لیکن کبھی داریہ کو اس خاندان کی بہو نہیں مانوں گی۔ جبکہ رہی بات ماول کی تو طلاق ہوگی اسکی اور ایسا ماول خود کہے گی اپنے منہ سے"

عزیزے زہرا گلنے سے باز نہ آئیں، جبکہ داران کی برداشت ختم ہونے کے دہانے پہنچی، جبرے بھینچ گئے، چہرے پکی رگیں ابھریں۔

"اگر آپ نے ماول کو ذہنی ٹارچر کرنے کی کوشش کی تو اس شاہ حویلی کی دیواریں آپکا زندان بنا دوں گا، اور اسے دھمکی مت سمجھیے گا دادی سرکار۔۔۔ کیونکہ ماول کے معاملے میں میرے دل میں کسی کے لیے رتی برابر رحم نہیں ہے۔"

تمام سنگین نتائج کے بارے آگاہ کیے وہ مزید کچھ سنے وہاں سے واپس چلا گیا جبکہ عزیزے جان نے گہرا سانس بھرے اپنے عتاب کو قابو کیا کیونکہ انٹرنس کی جانب سے ماول دیکھائی دی۔

"دادو! کیسی ہیں۔۔۔ کیا ہوا آپ کا فیس۔۔۔ سیلو کیوں رہا ہے؟"

ماول نے قریب آتے ہی انکے رندے چہرے کو دیکھتے ڈر کر پوچھا مگر عزیزے کچھ نہ بولیں بس جن شاکہ نظروں سے ماول کو دیکھ رہیں تھیں وہ سخت گھبرا کر رہ گئی۔

"کہیں دادو کو پتا تو نہیں چل گیا"

ماول نے انہونی کے احساس سے سہم کر سوچا۔

"ایاد خان سے نکاح کر کے، میری آنکھوں میں دھول جھونکنے کے بعد تم اس قدر بے شرمی سے آنکھیں کیسے ملا سکتی ہو مجھ سے؟"

ماول کی آنکھیں پتھرائیں، چہرہ زرد ہوا۔

"د۔۔ دادو۔۔"

پھر دفعتاً مقابل کی بدگمانی اور غصے کی شدت پر نازک آنکھیں بھیگیں پر عزیزے نے اسے مزید بولنے سے روکا اور پرے دھکیل کر وہاں سے چلی گئیں، ماول نے لڑکھڑاتے ہوئے خود کو سنبھالا اور کاوچ پر بیٹھ گئی۔

لمحے میں آنکھیں چھلکیں۔

"سب تباہ۔۔ ہو گیا"

تکلیف کی شدت پر ماول کپکپا کر رہ گئی،

سمجھ نہ آیا اب وہ کیا کرے۔

ایاد کو ماول سے مل کر کچھ تسلی مل گئی تھی تو وہ شام اپنے یونی دوستوں کے اصرار پر انکے ساتھ گھومنے نکل گیا، مایا کو وہ بتا گیا کہ لیٹ آئے گا، جبکہ دن میں، سیلپر فریدہ بھی آئیں جنہوں نے حمین کا نام لیا، اور یہ بھی بتایا کہ وہ روز صبح سات بجے آیا کرے گی اور لنچ بھی بنا دیا کرے گی۔

بس تبھی مایا تھوڑا منہ پھلائے گھوم رہی تھی، حمین آج بھی کسی ایونٹ میں مصروف تھا تبھی واپسی پانچ بج گئے، مایا نے کھانے کے لیے چکن قورمہ بنایا تھا ساتھ بوائے رائس اور سیلڈ بھی بنالیا تھا۔

بس حمین کا انتظار کرنے کو وہ لاونچ ایریا میں آ بیٹھے ٹی وی دیکھ رہی تھی۔

اسی لمحے بیل بجی، چہرے کے خدو خال میں ناراضگی بھرے وہ اٹھی۔

ابتدائی دیوار پر لگے مرر میں اپنے روپ پر نگاہ دوڑائے دروازہ کھولا، موتیے کے پھول جیسا اجلا سفید رنگ پہنے وہ سیاہ گھنے بال کھولے جب حمین چوہان کا ویکم کرتی تو کتنی تباہی مچتی یہ بتانے کی ضرورت ہی کہاں تھی، دروازہ کھولنے کی دیر تھی کہ حمین کی بے ساختہ ٹھہر جاتی نگاہ پر مایا خود ہی مبہوت ہونے کے شر سے اندر پلٹ گئی۔

حمین نے خود کو ہوش دلائی اور اندر داخل ہوا، ڈور بند کیا اور گاڑی کی چابی ابتدائی میز پر رکھے وہ مایا کے پیچھے ہی لاونچ میں چلا آیا۔

"کیا بات ہے مایا، خفا ہیں۔ اتنا پھیکا ویکم"

اس سے پہلے وہ بچن کا رخ کرتی، حمین نے فون میز پر رکھے واپس اٹھتے اسکی کلائی اچک کر اپنے نزدیک کھینچا۔

وہ گھنی پلکیں، چشمان پر پردہ بنی تھیں۔

"جی۔ آپ نے اپنی مرضی کر ہی لی۔ فریدہ آئی تھیں۔ وہ تو کہہ رہی تھیں سب کرنے کا کہا ہے آپ نے انکو"

مایا کی آنکھوں میں یہ شکوہ کرتے نمی اٹڈ آئی تو حمین فوری ہنس پڑا، وہ منہ اور پھلا گئی۔

"جی آپ صرف مجھے دیکھیں اور ڈنر بنائیں گی، باقی سب وہی کرے گی۔ اس میں روٹھنے کی کیا بات ہے، مجھے اپنی مسکراہٹ دیں تاکہ میری تھکن اترے۔"

وہ اپنا ہاتھ اسکی کمر میں ڈالے مزید کھینچ گیا تو وہ لہرا کر اسکے سینے جا لگی، دل کی دھڑکن حمین کی بے تکلفی پر سینے سے لپٹ کر رہ گئی۔

"ح۔۔ حمین۔ میں بور ہو جاؤں گی"

پھر سے رونا پلکوں کی باڑ تک لائے گلو گیری سے بولی تو حمین نے اسکی گال پر ہونٹوں کا دکھتا لمس عطا کیے اسے سب بھلا کر رکھ دیا۔

"میں بور نہیں ہونے دوں گا، اگر چاہتی ہیں تو کل سے آپ بھی میرے ساتھ آفس چلیں۔ میری باس بن کر۔۔۔۔"

وہ اسکے ہر مسئلے کا حل جیب میں لیے گھومتا تھا، وہ بے اختیار اپنا چہرہ حمین کی گردن میں چھپا گئی تو حمین نے سرور سے اسکے اطراف سے بازو باندھتے آنکھیں موندیں۔

"میں پھولوں کی زبان سمجھنے والی لڑکی ہوں، بورنگ سے ایونٹ اور انکی میٹنگز نہیں سہہ سکتی"

وہ اسکے سینے سے جا لگی جیسے اسے حمین کے اتنے قریب راحت مل رہی ہو۔

"تو آپ پھر کیا چاہتی ہیں مایا؟ اگر کہیں تو آپکو یہیں فلاور شاپ اوپن کروادوں؟"

وہ اس بار سچ میں حمین کی آفر پر شاک ہوئی، اسکے روبرو ہوئی تو حمین کو اسکی آنکھوں کا حیران رنگ بہت ہی پیارا لگا۔

"حمین! میں کچھ بھی نہیں چاہتی سوائے آپکی محبت کے"

اسے حمین پر ڈھیروں پیار آیا، وہ سمجھ نہ پائی کہ یہ شخص کیسے اتنا شیریں ہے۔

"تو ہے ناں میری محبت آپکے پاس"

اسکی سانسوں کی خوشبو میں دم بھرتے وہ اسکے اتنے نزدیک آ گیا کہ مایا سے آنکھ چھپکنا بھی ممکن نہ رہا۔

"م۔۔۔ محبت کرتے ہیں؟"

وہ نزدیکی کے باوجود ان خوبصورت آنکھوں میں دیکھ رہی تھی، ڈر نہیں لگ رہا تھا۔

"لگ تو یہی رہا ہے بہت محبت کرنے لگا ہوں، آپکی موجودگی سکون، سکھ، خوشی اور ایسے ہر جذبے کو

جنم دے رہی ہے جس سے میرا برسوں سے رابطہ نہ تھا"

حمین نے جو اظہار کیا وہ مایا کی جان پر بنا، وہ بہت روک رہی تھی خود کو کہ نہ روئے، حمین کے لیے یہ لمحے خاص رہنے دے پر وہ دل پر بھاری پڑ رہا تھا، اپنی تمام تر شدتوں کے۔

"ل۔۔ لگنے اور ہونے میں فرق ہوتا ہے حمین"

وہ نظر جھکا گئی، آواز میں مایوسی چھائی۔

حمین نے اسکی ٹھوڑی پکڑ کر اوپر کی اور ان ڈری، سہمی، تڑپی آنکھوں کو جس شدت سے باری باری چوما اسی شدت سے مایا کی کمر پر گرفت بھی سخت کی۔

"یہ فرق آپکے زرا سے میری سمت آنے کی مار ہے مایا"

وہ جس شدت سے اسے کچھ قریب چاہ رہا تھا، مایا کی روح کانپ اٹھی۔

"حمین۔۔۔۔۔"

وہ اسکے پیش رفت کر اٹھتے ہونٹوں پر بے اختیار ہتھیلی جمائے پکاری، لہجہ ایسا تھا جیسے وہ ہارنے لگی تھی۔

"مایا نہیں کریں پلیز"

اسکا ہاتھ پکڑ کر ہٹائے وہ اپنی خواہش کو خود پر بری طرح سوار محسوس کیے بے بس ہو گیا۔

"ح۔۔ حمین کھانا"

جب کچھ سمجھ نہ آیا تو یہی بڑبڑائی لیکن حمین نے اسے بہلانے نہ دیا اور مایا کے ہونٹوں کو اپنی سانسوں کی بس نرم سی رداسو نپتے اس لڑکی کی جامد پڑتے ہی سنبھالنے کو سینے لگایا تو وہ یوں گھبرا جاتی اسے لپٹی

جیسے کوئی بے حد ڈر جاتا ہے، یہ ایک بالکل معصوم، پر حیا اور حسین لمس تھا، بنا کسی شدت اور جنون کے، جو مایا کو سر تا پیر حمین کی چاہت میں گرفتار کر سکتا تھا۔

کتنی ہی دیر وہ اسے اپنے وجود کا من پسند حصہ بنائے اس سکون کو خود میں جذب کرتا رہا جب تک مایا کے دل کی دھڑکن معمول پر نہ آئی اس نے دور ہونے نہ دیا۔

"اب آپ کھانا لگا سکتی ہیں، میں نے اتنے پر ہی اپنی کافی تھکن اتار لی"

دھیرے سے اسے آزاد کیا تو مایا نے زندگی کی ساری ہمت لگاتے اسکو نظر اٹھا کر دیکھا تو آنکھوں میں ڈھیروں آنسو جمع تھے۔

"د۔۔ دوبارہ نہیں حمین۔۔۔۔۔ کچھ ہو جائے گا مجھے"

وہ اسکے بدلے انداز نہ سہہ پاتی بول پڑی، نظریں پھر جھکا لیں۔

"میں خود کو آپ کی جان پر بننے نہیں دوں گا گھبراہٹیں مت، آپ کو میری ہر طرح کی چاہت ملے یہ حق ہے

آپکا۔ چلیں ریلکس ہوں یہ تو کچھ بھی نہیں تھا۔ میں چیخ کر تاہوں تب تک آپ کھانا لگائیں"

اسکا سر چومتا اسے پر سکون کیے وہ گیا تو مایا نے سنبھلنے کو کچن کا رخ کرتے دیوار تھامی کیونکہ وہ جو جتا کر

گیا تھا اس سے یہی ثابت ہو رہا تھا وہ بہت شدت پسند بھی بنے گا۔

آنکھیں بند کیے حمین کے خوبصورت لمس کو محسوس کیا تو چہرے کی جلد میں شرم سے سرخیاں اتر

آئیں۔

"یہ اے۔۔۔ تے پیارے کیوں ہیں اللہ، ہر ادا ہی جان نکال لیتی ہے میری۔۔۔ اف میں نے سچ میں مر جانا ہے۔۔۔"

مایا کا سانس اب تک ٹھیک سے رواں نہ تھا جبکہ حمین صاحب نے تو لگتا تھا مایا کو گوڈے گوڈے اپنے عشق میں خود سے پہلے ہی ڈبو دیا تھا۔

کھانے کے بیچ مایا سے نظر اٹھانی محال رہی اور حمین سے ہٹانی لیکن وہ خود ہی فاصلہ استوار کیے ڈنر کے بعد مایا کو واک کا کہے نکل گیا جبکہ اسکے جاتے ہی مایا جب دروازہ بند کیے واپس آئی تب ٹھیک سے سانس لے سکی لیکن اب اپنے اندر اس نرم چاہت خیز کاوش سے بھر جاتی حمین کی خوشبو سے نجات پانا اسکے لیے ناممکن ہو چکا تھا اور یہ بے حد روح پرور احساس تھا، اور نیا بھی جو مایا کو پھول کی طرح کھلا چکا تھا۔ وہ خود ہی مسکائے گئی، مسکراہٹ نے ہونٹوں کو ویسے ہی چوما، جس پیار کی مایا مستحق تھی۔

.._____..

"میرے بچے کیا ہو گیا ہے تمہیں؟"

رجال کے سرہانے بیٹھی ثمن بے حد رنجیدہ تھیں، وہ بخار سے تو آزاد ہو گیا لیکن اپنی جہنم میں ابھی سے جلنے لگا تھا۔

ثمن کو اس پر رحم سے زیادہ ترس آتا تھا، اگر اسکی اپنی کوکھ سے بھی یہ پیدا ہوا ہوتا تب بھی رجال کا یہ حال دل میں رحم ہی پیدا کرتا۔

ہاں یہ سچ تھا کہ رجال، حمید کا تو بیٹا تھا پر اس کی ماں ثمن نہیں بلکہ ایک طوائف زادی فرح تھی۔
یہ وہ راز تھا جس سے صرف ثمن اور حمید چغتائی واقف تھے اور بہت بعد میں جا کر ماریہ واقف ہوئیں۔
وہ اچانک ماضی میں کھو گئیں، جب جب انکا دل جہانگیر کے لیے تڑپتا تو وہ اپنے ماضی کو یاد کرتیں تاکہ
اپنی اوقات خود کو یاد دلا سکیں۔

اور خود کو سمجھا سکیں کہ وہ جہانگیر کے پیروں کی خاک کے برابر بھی نہیں۔
تیس سال پہلے ثمن اور جہانگیر کا نکاح، ماریہ اور انکے شوہر کی خواہش جبکہ جہانگیر کی چھپی محبت کے
سبب ہوا، جسے وہ رخصتی تک چھپانے کا سوچ چکے تھے کہ پہلی شب وہ اس شوخ، چنچل اور حسین سی
ثمن سے اپنی محبت کا اعتراف کر اسے حیران کریں گے۔

ثمن اور نازیہ، ماریہ صاحبہ کی اکلوتی اور پیاری محروم بہن کی بیٹیاں تھیں، اپنی بہن کی وفات کے بعد وہ
دونوں کو اپنے پیس لے آئیں۔ جہاں نازیہ سمجھدار، سلیقہ مند اور سگھڑ تھی وہیں ثمن بے حد شوخ،
چنچل اور حسن پرست تھی۔

پیس آتے ہی اسکی نگاہیں، حمید چغتائی پر جمیں، وہ بے باک میڈیا میں رہنے والا حسن میں بھی کافی لکی
تھا، پھر اسکے آگے پیچھے گلیم، لڑکیوں کے ہجوم، اسکا اٹیٹیوڈ، اسکی لکس کسی بھی لڑکی کو متاثر کر سکتی
تھیں، جبکہ جہانگیر تو بچپن سے ثمن کو دل ہی دل میں بسائے تھے، وہ کبھی سامنے بھی آجاتی تو فطری حیا
کے سبب وہ کترا کر راستہ بدل لیتے، کوئی اور لڑکی ہوتی تو انکی اس ادا پر مر جاتی لیکن ثمن کو کچھ خاص

متاثر نہ کیا، وہ آگے پیچھے گھومنے والے حمید کے خواب دیکھنے لگی لیکن خالا جان نے اچانک سے اسکے اور جہانگیر کے نکاح کا فیصلہ کر دیا، وہ حمید سے شادی کرنا چاہتی تھی پر نازیہ نے ماں بن کر سمجھایا کہ حمید لا پرواہ اور باغی ہے، جو مل رہے ہیں وہ بہتر ہیں۔

کیونکہ جہانگیر جتنے ثمن سے کتراتے، انکی دوستانہ محبت ساری نازیہ کے لیے وقف تھی کیونکہ مزاجا وہ ان جیسی درویش تھی۔

نازیہ نے تو ثمن کی بھلائی چاہی، اور اس سبب ثمن نے نکاح بھی کر لیا لیکن خوش نہ تھی، حمید سے مل کر اسے اکساتی کہ وہ تو اس سے محبت کرتی تھی، حمید شاطر تھا، اپنے بھائی سے حسد اور جلن ویسے ہی اسکی رگوں میں دوڑ رہا تھا تو دل لگی کرنے پر آمادہ ہو گیا، اچانک سے گھر مٹن حمید کی محبت کا وبال اٹھ گیا۔

وہ سب سے لڑ مر گیا، کہ وہ ثمن کے بنا مر جائے گا، پہلے تو حمید کا اس ڈرامے کے پیچھے یہی مقصد تھا کہ وہ ثمن کو جہانگیر سے الگ کرنے میں بس مددگار بنے گا لیکن جب اسے یہ پتا چلا کہ جہانگیر کا عشق ہے ثمن، بس وہ اس سب کو ریلسٹک کرنے لگا، خود کشی والا تو پلین میں بھی شامل نہ تھا لیکن حمید نے ماں کو دھمکی دی کہ اسکی ثمن دیں ورنہ مر جائے گا۔

ماریہ صاحبہ نے یہ ستم بھی ڈھادیا، لیکن جہانگیر اس سب کے بیچ جیتے جی مر گئے۔

حمید کو ثمن کی قسمت پر ترس آیا تھا اس روز جب وہ اسکے نکاح میں آئی، بہت خوش تھی وہ لڑکی، دلہناپے کا قہر ڈھاتی ہوئی، ایک بورنگ اور ناپسند سے انسان کو چھوڑ کر حمید جیسے چارمنگ کی ہو کر

ہواؤں میں اڑ رہی تھی جو اسکے بقول اسکا عاشق تھا، جو زیادہ ہنڈ سم تھا، زیادہ ہاٹ تھا، زیادہ کامیاب تھا، جنونی عاشق کا بھیانک روپ کھلا پھر جب حمید پہلی رات ہی شراب کے نشے میں دھت کمرے میں آیا۔ پہلا جھٹکا، وہ سہہ گئی کہ چلو شادی کی کچھ زیادہ خوشی ہوگی تو یار دوستوں نے پلا دی پر دوسرا جھٹکا تب لگا جب حمید نے اسکے پہلو میں بیٹھ کر اسکی تذلیل کی۔

"تم بہت خوش ہوگی، تمہیں حمید چغتائی جیسا چار منگ، ہنڈ سم اور بے حد کامیاب انسان مل گیا لیکن مجھے ایسا کوئی مان نہیں۔ مجھے ملی تم سی ناشکری لڑکی اوپر سے میرے عاشق بھائی کی اترن بن کر، ایک ماہ نکاح رہا ہے تو کچھ تو ہوا ہو گا تم دو کے بیچ۔۔۔۔۔ بوس و کنار۔۔۔۔۔ یا پھر"

اس سے زیادہ وہ لڑکی سن نہ سکی جسکی سیج سجنے سے پہلے اجر تتی محسوس ہو رہی تھی۔

"بس حمید آگے کچھ مت کہیے گا، میرے اور جہانگیر کے بیچ صرف ایک کاغذی رشتہ تھا۔ میں آپکو چاہتی ہوں ناں تو پھر ایسا سب سوچیں بھی مت۔۔۔ میں صرف آپکی ہوں، کسی مرد نے نہیں چھوا۔۔۔۔۔ قسم اٹھوالیں"

شاید یہ فطری خوف تھا کہ ثمن صفائیاں دیے سسک پڑی پر آگے سے وہ وحشی بنا ہنسا تھا، بھلا یہ اس جیسے کے لیے کہاں قابل یقین بات تھی۔

"تم مجھے چاہتی ہو پر وہ میرا چھوٹا بھائی وہ تو تمہارے لیے کب سے تڑپ رہا ہے، م۔۔۔ میں نے اسے خود اماں جان کے سامنے روتے بلکتے دیکھا۔ وہ کہہ رہا تھا وہ ثمن سے بہت محبت کرتا ہے مت چھینیں۔ قسم

سے ان کانوں سے اس مضبوط پہاڑ کا بلکنا سنا۔۔۔ پھر ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ نکاح کے باوجود اس نے تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگایا؟"

مدہوش مشروب کے نشے میں دھت اس ظالم آدمی نے جہانگیر کی محبت اس خاص لمحے ثمن پر عیاں کی کہ وہ کچھ دیر دوسری سانس نہ بھر سکی۔

"آپ میرے قریب آکر دیکھ لیں خود، آپکو اگر کسی اور کا اتنا سا بھی سائہ دیکھائی دیا مجھ پر تو جان لے لیجئے گا۔ لیکن ایسے میرے دل کو مت توڑیں، مجھے رسوا نہ کریں"

وہ تمام تر تکلیف کے روپڑی تھی پر حمید اسے یوں پرے دھکیل گیا جیسے وہ اچھوت ہو۔

"میں تمہارے قریب آگیا اور تم کسی اور کی نکلی تو پھر میں کیسے اپنی مجروح انا کو سکون دوں گا؟ تم حمید سے پہلے مجھے ملتی تب میں تم پر خوشی سے لٹ کر بہت خوش کرتا۔ پر پتا نہیں کیوں تمہارا یہ جسم یہ حسن، سب اترن لگ رہی ہے"

وہ تمام تر بے خودی کے دلہن بنی ثمن کو دھتکار رہا تھا مگر پھر اس مدہوش مشروب کے اثر میں دھت وہ اسکے قریب ہوا، وہ ہچکیوں سے روتی اسے سراٹھا کر دیکھنے لگی۔

"چلو دیکھ لیتا ہوں"

وہ اس پر اس بدبو اگلتے چہرے کے سنگ حاوی ہوا، لیکن ثمن کے لیے وہ لمحے یوں تھے جیسے وہ سہاگن نہیں ہوئی بلکہ اسکی عزت کی دھجیاں بکھیری گئی ہیں۔

اپنی ہوس مٹانے تک حمید کا کافی نشہ اتر چکا گیا، لیکن اپنے کیے اور کہے کے تضاد پر اسے کوئی شرم نہ آئی۔

"بہکا دیا تم نے مجھے پر سکون نہیں ملا، کیسے بے برکت عورت ہو تم ثمن"

وہ شرٹ پہنتا پھنکار تاپاس سے اٹھا، اک نظر رو رو کر آدھی ہوئی چادر سے خود کو ڈھانپ کر چھپی اجڑی ثمن پر ڈالی۔

"آپ میری اتنی تذلیل کیسے کر سکتے ہیں؟"

ثمن کی آواز تکلیف سے لرزی جس پر حمید قہقہہ لگایے اس کی بے بسی پر ہنسا۔

"کیا کروں ناشکری عورت کسی مرد کے سر پر نہیں بیٹھ سکتی، ویسے بھی میں کسی اور کے لیے دل سے

بہت پہلے لٹ چکا ہوں، یہ سب بس ایک کھیل کھیلا، اور تمہیں پتا ہے میری نئی نویلی دلہن! وہ میری

شہزادی میرے بچے کی ماں بھی بننے والی ہے، کل ہی پتا چلا تھا، اف کیا سکون دیتی ہے وہ مجھے۔۔۔۔۔ تم تو

اسکے پیروں کی خاک بھی نہیں نکلی۔ تمہارے اس وجود میں کوئی اٹریکشن نہیں محسوس ہوئی، سر سے

اتر گئی تم ایک ہی جھٹکے میں۔ لیکن تمہیں کبھی طلاق نہیں دوں گا، جہانگیر کو سزا ملے گی ہر اس چیز کی جو

اس نے مجھ سے چھینی، ماں کا پیار ہو یا پھر بابا کی توجہ انکی شاباشی یا انکی جائیداد۔۔۔۔۔ سب اسی کو ملا لیکن وہ

کہتے ہیں مکمل جہاں کسی کو نہیں ملتا۔۔۔۔۔ سو جہانگیر کو سب مل گیا لیکن اسکی ثمن نہیں ملے گی۔۔۔۔۔ اور

جو ہمارے بیچ ہوا اسے پہلی اور آخری عنایت سمجھنا، کل کو حمید مر بھی گیا تو جہانگیر کے حصے میری اترن

آئے گی۔۔۔۔ حساب پورا ہو جائے گا آج کی اس بھول کا۔۔ اب رہو تم اس سچے کمرے میں خود غرض عورت، چمکتی چتر کو سونا سمجھنے والے ایسے ہی خوار ہوتے ہیں، کل تمہیں مجھ سے بھی کوئی حسین مرد دیکھائی دیا تم تو اس کے لیے بھی رالیں ٹپکانے لگو گی، اپنی محبت کی قبر پر ماتم کرو اب ثمن۔ جہانگیر کو چھوڑ کر میرے پیچھے آگئی۔۔۔ ہا ہا ہو قوف۔۔ میں چلا اپنے فارم ہاؤس۔۔۔۔ میری جان انتظار کر رہی ہے وہاں"

وہ کئی تماچے تھے جو ثمن کی روح کو شادی کی پہلی رات پڑے تھے، اور وہ جس دن سہاگن ہوئی اسی دن سرتاپیرا جڑ گئی۔

وہ اس دن بہت روئی لیکن اس لیے نہیں کہ من پسند شوہر نے رکھیل کی طرح زلیل کیا ہے بلکہ اس لیے کہ اس نے محبت کا پورا جہاں کھودیا تھا، جہانگیر کی صورت۔

بات یہیں ختم نہ ہوئی، وہ بہت جلد امید سے ہوئی مگر جس تکلیف سے گزر رہی تھی وہ بچہ زیادہ دیر جی نہ سکا، اسکے بعد حمید نے نو ماہ تک ثمن کی طرف منہ بھی نہ کیا، بلایا تک ناں، اور جب ثمن کی برداشت ٹوٹ گئی تو وہ پھٹ پڑیں، جہانگیر تو اسی نکاح والی رات پیلس چھوڑ کر چلے گئے، نازیہ بھی خالا کو چھوڑ کر بابا کے پرانے گھر واپس چلی گئی یہ کہہ کر کہ وہ یہاں پر سکون نہیں لیکن درحقیقت وہ جہانگیر کے ساتھ ہی انکے آفس کام کرنے لگ گئی تھیں، ان دو کی دوستی ایک دوسرے کا مرہم بنی کیونکہ نازیہ کے دل

میں جہانگیر پوری شدت سے موجود تھے، اسے اچھا لگا کہ وہ جہانگیر کے آس پاس رہے، ماریہ صاحبہ کی اجازت بھی تھی تو وہ مان گئے۔

نوماہ کی برداشت کے بعد ثمن، جواب مانگنے چل پڑی۔

"نہ اپنے قریب رکھتے ہیں نہ مجھے کسی لائق چھوڑا ہے، کیا اتنی بڑی سزا کی مستحق تھی؟"

اس رات وہ حمید کے فارم ہاؤس چلی گئی تھیں جہاں اسکی پہلی بیوی فرح موجود تھی اور اسکی کوکھ میں موجود بچہ وہ بھی وارث جو بس دنیا میں آنے کو تھا، اپنا حق مانگنے کی آخری کوشش کی تھی ثمن نے۔

"تم جیسی ناشکری عورتوں کی یہی سزا ہے، ذرا عزت نفس نہیں ہے تم میں۔ ہوتی تو اسی رات شرمندی سے مر جاتی۔ تمہیں تو تمہاری اولاد نے بھی برداشت نہ کیا"

حمید نے رعونت سے ثمن کے منہ پر لفظی تیزاب انڈیلا۔

"ٹھیک ہے ڈائورس دیں مجھے، اور رہیں اپنی بیوی اور بیٹے کے ساتھ۔ میں جہانگیر کے پیر پکڑ لوں گی،

معافی مانگ لوں گی۔ وہی لائق تھے میری محبت کے"

وہ چینخ اٹھی، نوماہ بہت تھے۔

"ایسے کیسے؟۔ ناں۔۔۔ پہلے جہانگیر کی شادی ہو لے پھر تمہیں لاوارث کروں گا"

حمید نے اسکی بے بسی کا مزاق اڑایا تب اسکی وہ طوائف بیوی بھی ثمن پر ہنسی تھی، ثمن نے اک کرب بھری نگاہ اس سفاک عورت کی کوکھ پر ڈالی تھی جو حمید کے گلے لگ جاتی پیار وصولنے لگی، ثمن کرچیاں سی آنکھوں میں لیے پلٹی اور چلی گئی، دور تک ان دو کی ہنسی نے اس عورت کا کلیجہ کاٹا تھا۔

اس رات تو ثمن لوٹ آئی لیکن ایک ہفتہ گزرا کہ حمید کی بیوی فرح نے ایک بیٹے کو جنم دیا۔

ثمن اس تکلیف کو جب برداشت نہ کر پائی تو جہانگیر سے ملنے چلی گئی، اس کے ساتھ جو نو ماہ بیٹی وہ سب جہانگیر کو بتانا چاہتی تھی لیکن جب وہ وہاں پہنچی تو جہانگیر اور اپنی بڑی بہن نازیہ کو ایک ساتھ بیٹھے مسکراتا دیکھ کر بنا کچھ کہے پلٹ آئی، اس دن ثمن کو یہ پتا چلا کہ درحقیقت اسے محبت تو جہانگیر سے تھی، اس شخص سے جسے کھودینے کے بعد ثمن کو اللہ نے سزا کے طور پر جہانگیر کی محبت میں ڈال دیا۔ وہ لوٹ آئی، پیچھے مڑنے کا ہر راستہ بند ہو گیا۔

اب اسے حمید سے طلاق بھی نہیں چاہیے تھی، اسی رات حمید اپنے بیٹے کی خوشی منانے کے بعد ایک بار پھر نشے میں دھت گھر آیا۔

"خبر ملی ہے جہانگیر تمہاری بہن کے آگے پیچھے لگا ہے۔۔۔ ہا۔۔۔ اب میں تمہیں طلاق دیتا ہوں ثمن کیونکہ تمہاری کوئی اوقات نہیں رہی"

وہ جو پہلے ہی جہانگیر اور بہن کو ساتھ دیکھ کر آدھی مر گئی تھی، اس قیامت پر تو پوری مر گئی۔

"ن۔۔ نہیں اب مت دیں طلاق مجھے"

شمن نے اٹھ کر بدحواسی سے اسکے منہ پر ہاتھ رکھا جسے پکڑ کر وہ ناگوار نیت سے فوری جھٹک کر پرے کر گیا۔

"میں تمہیں اپنے پورے ہوش و حواس میں طلاق دیتا ہوں۔ میں تمہیں طلاق دیتا ہوں شمن"

وہ طلاق دے چکا تھا، شادی کے نو ماہ بعد ہی۔

لیکن قدرت کو کچھ اور منظور تھا، اچانک سے حمید کی بیوی رجا کی پیدائش کے دو دن بعد ہی مر گئی، اور حمید اپنی اور فرح کی نشانی کو کیسے رلنے دیتا، لے آیا شمن کو اپنے فارم ہاؤس اٹھا کر اور نہ صرف اس بچے کو شمن کی گود میں ڈالا بلکہ طلاق سے بھی مکر گیا۔

حمید اچھے سے جانتا تھا اس بچے کو نہ ماں قبول کریں گی نہ بابا، تبھی اسکا یہی ارادہ تھا کہ وہ ہمیشہ فرح اور اپنے بیٹے رجا کو اپنے ساتھ ہی اپنی دنیا میں رکھے گا لیکن قسمت کو یہ منظور نہ تھا، اسے شمن کی محتاجی کرنی پڑ گئی۔

ماریہ بھی مطمئن ہو گئیں کہ چلو حمید، شمن کو ساتھ لے گیا ہے تو دونوں ساتھ خوش رہیں گے لیکن وہ تو شمن کو اپنے بیٹے کی آیا بنانے لے کر گیا تھا۔

"ہاتھ مت لگائیں"

وہ اسے چھونے پر چیخنی، اسکی چینخوں کے ساتھ بستر پر پڑا وہ چند دن کا بچہ بھی ماں نہ ملنے پر بلک رہا تھا۔

"میں نشے میں تھا، بھول تھی وہ طلاق۔۔۔ تم اب نہیں جاسکتی مجھ سے دور ثمن۔۔۔ مجھے اور رجال دونوں کو تمہاری ضرورت ہے۔۔۔ دیکھو یہ بچہ رل جائے گا"

ثمن نے اس سوداگر کو دیکھا جو خود غرضی کے تمام پیمانوں کو مات دے رہا تھا۔
اپنی محبت کی اس نشانی کو بچانے کے لیے وہ ثمن کی زندگی کو پھر گرہن لگانے والا تھا۔
وہ بچہ کمزوری بن گیا ثمن کی کیونکہ اس سب میں وہی بے قصور تھا۔

"ایک شرط پر رکوں گی، اگر آپ ساری زندگی مجھے ہاتھ نہ لگانے کا وعدہ کریں۔ آپ کے لیے وہ طلاق بھول ہوگی لیکن میرے لیے آپ جیسی نحوست سے آزادی تھی اور مجھے میری جان سے بھی عزیز ہے۔ میں اس بچے کے لیے آپکی بیوی بنے رہنے کا نائک کر لوں گی، کیونکہ جہانگیر کی زندگی کو اپنی جیسی نحوست ویسے بھی نہیں دے سکتی۔ وہ نازو آپا کے ساتھ وہ ساری خوشیاں پائیں جو میں نے اجاڑ دیں۔"
اس لمحے حمید کو ایسا لگا تھا جیسے وہ ثمن نہیں، جہانگیر چغتائی کی محبت میں فنا ہو جاتی عورت ہے جسکے سارے سکھ صرف جہانگیر کے سکون سے جڑ گئے تھے، اب تماچہ لگا حمید کے منہ پر۔

رجال، حمید کو بہت عزیز تھا اور تبھی اس نے یہ ڈیل کی، کیونکہ عورتوں کی اسکے پاس کمی نہ تھی لیکن رجال کی ماں صرف ثمن ہی بن سکتی تھی۔

خود غرض تو وہ ویسے بھی تھا، ثمن کی زندگی میں کوئی خوشی یا ارمان بچہ ہی نہ تھا تبھی وہ اپنی سزا پر راضی ہوئے رجال کی ماں بن گئی۔

اور جب حمید اور ثمن سو اسال بعد واپس پیلس آئے تور جال کو حمید اور ثمن کی ہی اولاد سمجھا گیا، پوری پلاننگ کی گئی، ثمن کے جھوٹ موٹ امید سے ہونے سے لے کر بچے کی پیدائش تک۔

بس وہ لمحہ تھا جہاں گیر پورے مر گئے، لیکن ثمن نے اف بھی اپنے زبان پر آنے نہ دی اور خالا پر دباو ڈالا کہ وہ نازیہ اور جہاں گیر کی شادی کروادیں۔

حمید نے ثمن کو دوبارہ زندگی میں کبھی نہ چھوا، وہ ایک کمرے میں رہتے لیکن اجنبی بن کر، ثمن کی کائنات رجا بن جاتا اور وہ شخص بس ان دو کو دیکھ پاتا۔

ماریہ صاحبہ نے زبردستی جہاں گیر کا بھی نازیہ سے نکاح کروادیا لیکن پھر وہ اس رشتے کو قبول بھی کر گئے، ہاں کچھ وقت لگا لیکن پھر وہ نازیہ کو لے کر اپنے ساتھ چلے گئے۔

رجا کے کراہنے پر وہ ان درد دیتے خیالات سے نکلیں، وہ ہوش میں تھا پر کافی نڈھال۔
"بہت درد ہے مام"

رجا کی سرگوشی پر ثمن نے اپنا ہاتھ اسکے ماتھے پر ٹکایا پھر جھک کر چوما۔

"ٹھیک ہو جائے گا میری جان، اٹھ کر بیٹھو شاہاش۔ میں تمہارے لیے کچھ کھانے کو لاتا ہوں"

ثمن نے اسے سہارا دیے بٹھایا اور کمر کے پیچھے دو تکیے بھی رکھے مگر وہ یوں تھا جیسے اب تک غنودگی میں

ہو۔

ثمن آنسو بمشکل سنبھالے کمرے سے نکل کر پکن کی طرف بڑھ گئی وہیں دوسری جانب جہانگیر واپس چغتائی پیلس آچکے تھے۔

"میں آجاؤں؟"

آتے ہی چغتائی پیلس کی خونخوار سناٹے میں ڈوبی دیواریں نہایت بری لگیں، سیدھے وہ ماریہ صاحبہ کے کمرے میں آئے جو بیڈ پر اپنے کچھ خاندانی زیورات پھیلا کر بیٹھی تھیں۔
جہانگیر کو دیکھے انکا چہرہ کھلا۔

"ہاں میری جان آجاو"

ماں کی ممتا بھری اجازت ہر وہ اندر داخل ہوئے اور سرسری سازیورات پر نگاہ ڈالتے قریب ہی بیٹھے تبھی انکی نظر بہت خوبصورت سی ڈائمنڈ اور گولڈ رنگ پر گئی، یہ وہی رنگ تھی جو جہانگیر نے ثمن کے لیے خاص بنوائی مگر اسے دے ہی نہ سکے وہ اس سے پہلے ہی چھن گئی۔

تبھی انکی آنکھوں میں چبھن ہوئی۔

"کیا کر رہی ہیں"

جہانگیر نے نرمی سے پوچھا۔

"دیکھ رہی ہوں میری انوو پر کیا کیا سبجے گا، اس سے پوچھوں گی جو اسے چاہیے ہو اوہ پالش کے لیے بجھوا دوں گی۔ پڑے پڑے رنگ بھدا ہو جاتا ہے ان زیورات کا"

جہانگیر نے مسکرا کر تائید کی مگر ان زیورات میں شمن کا زیور بھی ویسا ہی بنا چھوئے پڑا تھا، انھیں یاد تھا شمن کو زیورات، آسائشیں اور پیسے سے کتنا پیار تھا۔

"شمن زیور نہیں پہنتی تھی؟"

جہانگیر نے اسکے سب سے پسندیدہ ڈاکٹر سیٹ کا ہار اٹھائے بے چینی سے پوچھا۔

"کہاں کوئی، شادی کے اگلے دن ہی اس نے اپنا سارا زیور مجھے دے دیا یہ کہہ کر کہ اسے شوق نہیں۔ ایک چین ہی پہنتی ہے بس وہی جو تم لائے تھے، اور مجھے دی تھی اسے دینے کو۔ حمید نے اس شوخ چنچل بچی کے سارے شوق مار دیے، تم یہاں رہے نہیں لیکن میرے سامنے یہ ماہ و سال گزر رہے ہیں۔ پہلے میں نے یہ ذکر نہیں کیا کیونکہ حمید کو یہ بھی گوارا نہ تھا کہ تم ثمن کے بارے کچھ جان بھی پاؤ۔ لیکن اب وہ اکیلی ہو گئی ہے، میری مانو تو اس سے نکاح کر لو۔۔۔۔۔ رجاں کو بھی تم جیسا باپ مل جائے گا۔ مجھے بھی تھوڑی تسلی مل جائے گی، زیادہ نہ سہی پر تھوڑی تلافی ہی کر دوں گی"

والدہ کی سب باتیں ایک طرف لیکن وہ ٹھٹھکے۔

"کیا وہ عدت میں نہیں ہے۔۔"

جہانگیر کے سوال پر ماریہ صاحبہ کے چہرے کا رنگ اڑا۔

"میرا مطلب تھا عدت کے بعد"

وہ تاسف سے گڑبڑانے پر قابو پائے بولیں، اسی لمحے ثمن اماں جان کو رجاں کا بتانے آئیں مگر جہانگیر کی آواز سنے رک گئیں۔

"کیا بھائی اس لائق تھے کہ وہ عورت انکے بعد عدتیں پوری کرتی رہے؟ ایسے تو وہ مزید گھٹ کر مر جائے گی۔ آپ اسے کہیں گھر سے نکلے، اپنی دوستوں سے ملے۔ رہی بات رجاں کی تو میں نے اپنے ایک ڈاکٹر دوست کو بلوایا ہے، وہ دیکھے گا آکر کہ رجاں کو کیا ہوا ہے"

جہانگیر نے نکاح والی بات سرے سے رد کی، جبکہ ثمن باہر کھڑی بمشکل دیوار تھام پائی، کیا اس شخص کو اسکی اتنی فکر ہے، آج پہلی بار ثمن کو لگا کاش وہ اپنی تکلیف جہانگیر کو نو ماہ بعد ہی بتا دیتی۔

"اور ثمن؟ اسے اپنا وگے نہیں"

ماریہ کے سوال پر جہانگیر نے رحم طلب نگاہ ماں پر ڈالی، ثمن نے دم سادھ لیا۔

"اسے جس نے اپنا نا تھا اپنا لیا کب کا"

وہ سرد مہری سے اٹھ کر کمرے سے نکلے تو ثمن کو بھاگنے کا موقع ہی نہ ملا بس منہ پھیر کر پلٹ گئی۔ جہانگیر کے قدم دروازے سے باہر نکلتے ہی اسکی پشت تکتے تھمے لیکن وہ مزید اک لمحہ ضائع کیے وہاں سے دلبرداشتہ ہوتے چلے گئے۔

ثمن ڈر کر فوری اندر داخل ہوئی، ماریہ نے قریب آکر بیٹھتے ہی سینے لگتی ثمن کو اپنے سینے میں سموتے ہاتھ باندھے جو بری طرح سسک رہی تھی۔

"اماں جان!۔۔۔ی۔۔۔یہ کیا کہہ رہی تھیں آپ۔۔۔انھیں اتنی تکلیف سے مت گزراں۔۔۔مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ کسی کو نہیں بتائیں گی"

ثمن کی آواز ضبط کے باوجود بکھرنے لگی۔

"نہیں پتر! اب نہیں۔ تیس سال کافی تھے میرا بچہ۔۔۔سچ اسے پتا لگ جانا چاہیے کہ تو شادی کے نو ماہ بعد ہی حمید کی زوجیت سے آزاد ہو گئی تھی اور کتنی تکلیف سہی تو نے صرف ایک جہانگیر کو کھو کر"

ماریہ نے یہ سب دہرا کر اسکی جان سی نکالی، ثمن سے کچھ دیر کچھ بولا ہی نہ گیا۔

"میں اسے بتاؤں گی کہ رجال تیرا اور حمید کا بیٹا نہیں ہے بلکہ وہ اس ناہنجار طوائف کا خون ہے جو اصل وجہ تھی میرے حمید کی تباہی کی۔۔۔جہانگیر زندہ سلامت آگیا ہے، اب مزید نہیں پتر پہلے ہی تو نے بہت بیوقوفیاں کر لیں کئی سال۔ تم دونوں بہت تکلیف میں ہو"

یہ سب سچ اتنی مدت بعد سن کر ثمن کی آنکھیں برسیں، بہت بڑی قیمت چکائی تھی اس عورت نے جہانگیر کو دھتکارنے کی۔

جب نازیہ مر گئی، انیب پیلس آئی تب یہ سچائیاں ثمن نے ماریہ کو بتانی چاہیں پر ہمت نہ پڑی، دو سال پہلے جب جہانگیر اچانک غائب ہوئے تب ثمن نے یہ سب ماریہ کو بتانا، اور یہ قسم بھی دی کہ وہ یہ سب کسی کو کبھی نہیں بتائیں گی، اگر تب بتا دیتیں جب نازیہ مری تو شاید ماریہ تبھی اپنے کیے کی تلافی کرتیں

اور ثمن کو جہانگیر بھی اپنا لیتے لیکن ثمن کے اندر ایسا سب پانے یا کرنے کی چاہت ہی مرچکی تھی، اسے بس رجال اور انیب کی ماں بننا یاد رہا اور جہانگیر سے چپ چاپ محبت کرنا۔

لیکن اب جب ثمن بالکل آزاد تھی، اب چاہ کر بھی ماریہ سے اس دو سال پہلے کے وعدے کا بوجھ اٹھانا دو بھرتھا۔

مزاجا مغرور لیکن نکما ہونے کے سبب بچپن سے ہی حمید کو اپنا وہ نرم مزاج اور اچھائیوں کا مسکن بھائی انتہائی زہر لگتا تھا جس نے ماں باپ بہن سب کا پیار لوٹا تھا اور پھر جائیداد کے معاملے میں بھی ماریہ کے شوہر نے زیادہ زمین جہانگیر کے نام کی، وہ چھوٹا ہو کر اتنا سب پا گیا یہی تو جلن تھی حمید کو، اور جب خون کے رشتوں میں حسد اور جلن آجائے تو خون سفید پڑ جاتے ہیں۔

رجال کی پرورش میں ثمن نے کوئی سنگدلی نہ کی بلکہ رجال کو کبھی ماں کی کمی نہ ہونے دی، وہ بچپن میں بہت اچھا تھا لیکن باپ کے نقش قدم پر چلتے ہی تباہ ہو گیا، ثمن نے کوئی کوتاہی نہ برتی تھی، جیسا بھی تھا اسکے لیے معصوم تھا لیکن کہتے ہیں ناں کبھی کبھی خون کا اثر، تربیت پر بازی لے جاتا ہے۔

اور کبھی کبھی تربیت کا خون پر۔

آج ماریہ اور ثمن دونوں کی آنکھیں بھیگی تھیں، کوئی لفظ نہ بچا تسلی یاد دلا سے کو۔

"میں مر تو سکتی ہوں لیکن انکا سامنا نہیں کر سکتی اماں جان! م۔۔ مجھے اس امتحان سے مت گزارے گا۔ میں آپکے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں"

نٹمن کا سسکنا، اس وقت ماریہ کی جان لے رہا تھا لیکن اب کی بار وہ پھر بے بس ہو چکی تھیں۔

.._____..

"دادو انکو مار دیں گی بھیا"

ماول کو کب سے ڈر سے نکالنے کی کوشش کرتا داران اسکے منہ سے بے ساختہ نکلتے جملے پر ساکن ہوا۔
"کیا کہہ رہی ہو بیوقوف، کیوں ماریں گی۔ سب ٹھیک ہو جائے گا، ٹنشن مت لو ماول، طبعیت بگھڑ جائے گی"

جب سے وہ واپس آئی تھی داران اسی کے پاس تھا مگر شاید ماول کچھ ایسا سن چکی تھی جس نے اسکے خوف بڑھا رکھے تھے۔

"بھیا۔ م۔۔ میں نے دادو کو خود سے باتیں ک۔۔ کرتے سنا تھا۔ وہ بول رہی تھیں زمیل جلال کو سزا ملے گی قاتل پیدا کرنے کی اور اسکا پورا خاندان مٹ جائے گا۔ کیا سچ میں داریہ ب۔۔ بھابھی نے ہی چاچو کا مڈر کیا؟"

اس روز ماول نے جو سنا وہ اتنی گھبرائی تھی کہ داران سے کہہ بیٹھی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے، اگر ہوا بھی ہے تو داریہ میری امان میں ہے۔ تم ایک بات اچھے سے سمجھ لو کہ ہمارے چاچو اچھے انسان نہیں تھے، وہ ایک سائیکو تھے۔ سو ایسے برے لوگوں کو کبھی سزا دینی پڑتی ہے۔ تم یہ نہ سوچو کہ داریہ نے ایسا کچھ کیا، یہ یاد رکھو کہ وہ جو کرتی ہے اس کے پیچھے وجہ ہوتی

ہے۔ اور دوسری بات میں پہلے ہی تمہارے اور ایاد کے رشتے کے خلاف تھا، اسی وجہ سے۔ تمہاری اسی ذہنی اذیت کی وجہ سے لیکن اب جب تم دوکان کا ہو چکا ہے تو اپنی محبت پر قائم رہنا۔ کچھ بھی ہو جائے پیچھے مت ہٹنا، ایاد میں لاکھ خود غرضی سہی لیکن وہ تم سے واقعی بہت پیار کرتا ہے، ایسا اسکی آنکھوں سے دیکھائی دیتا ہے۔ محبت پالینا سب کچھ نہیں ہوتا ماول، اسکو سنبھالنا بھی پڑتا ہے۔۔۔۔ اور مجھے یقین ہے میری بہن پھر سے پہلے کی طرح مضبوط اور شرارتی ہو کر زندگی کو سنبھالے گی۔

ماول سانس روک کر داران کی صورت تکتی سب سننے کے بعد بھگی آنکھوں سے مسکرائی اور اپنی ملائم ہتھیلی داران کی گال سے جوڑی۔

"آپ بھی داریہ بھابھی سے محبت کرنے لگے ہیں، اتنی ساری فکر بس تبھی ممکن ہے"

ماول کے سنبھل کر پوچھنے پر وہ سر ہلائے مسکرایا۔

"ہمم۔ رونا نہیں ہے۔ آج تم اپنے روم میں ہی رہنا۔ نیچے مت آنا، میں تمہارا کھانا یہیں لے آؤں گا۔ میں نہیں چاہتا ہم سب کی بعث تمہیں ٹنس کرے۔ اگر دل گھبرائے روم میں تو داریہ کے پاس چلی جانا۔ بابا آتے ہوں گے، مجھے سب سیٹل کرنے کی کوشش کرنی ہوگی"

جب وہ سنبھل گئی تو داران نے اٹھ کر سر چومتے سمجھایا، وہ سر ہلا گئی تو داران کمرے سے چلا گیا، ماول کو کچھ سکون آگیا۔

جبکہ داران نے اک نظر سناٹے میں ڈوبی شاہ حویلی کی اطراف ڈالی، کچھ اہم میٹنگ کے سبب تبریز چھ
بجنے کے باوجود واپس نہ آئے تھے۔

اسی لمحے داران کو اپنے فون پر ایک ای میل نوٹیفکیشن ملا، جو بابا کی طرف سے تھا۔
"اس میل کو چیک کر لیں ماہیر، پھر مجھے واپس بھیج دیں اگر سیٹیسفائی ہیں"

بابا کے میسج کو پڑھے وہ حیرانگی سے اپنے روم کی طرف بڑھا، داریہ اب تک پرسکون نیند سو رہی تھی
تبھی اسکے آرام کا خیال کیے وہ جا کر کاوچ پر بیٹھا اور وہیں پڑا لیپ ٹاپ کھول لیا، وہیں اسکا چشمہ بھی پڑا
تھا جو اکثر وہ لیپ ٹاپ یوز کرتے پہنتا تھا۔

ای میل کھولنے کی دیر تھی کہ داران نے اپنا سر تھام لیا۔

"بابا سرکار! آگے مجھ پر کم عذاب تھے جو ایک اور نازل کر دیا"

وہ سامنے کھل آتی میل کو پڑھتے بگھڑا کیونکہ تنریز شاہ نے اپنے سارے شئیرز بھی داران اور ماول کے
نام ٹرانسفر کر دیے، بزنس میں اسے زرار تہی برابر دلچسپی نہ تھی اور اب اسے بورڈ کا چیف بھی بنایا جا رہا
تھا۔

"یہ سب آپکا اور ماول کا ہی ہے، اس سے پہلے کہ کسی اور کے ہاتھ لگتے ہم نے آپ دو کو ایک دو کے
تناسب سے سونپ دیے۔ یہ بزنس ہم سب بہت اچھے دوستوں کی محنت ہے ماہیر، ہم اسے تباہ ہوتا
نہیں دیکھ سکتے۔ آپ بھلے اپنے پروفیشن کے ماہر کھلاڑی ہوں گے لیکن آپ ہمارے واحد وارث بھی

ہیں۔ جبکہ ماول کا ویسے بھی بزنس میں انٹر سٹ ہے، جب وہ اس قابل ہو گئیں کہ شاہ انڈسٹری کی بھاگ دوڑ سنبھال لیں تب آپ اپنی تمام ذمہ داری ان پر ڈال دیجئے گا تب تک آپ امین رہیں "

داران نے بابا کو کال کی لیکن وہ بڑی تھتے تبھی کاٹ کر میسج بھیجا جسے پڑھے داران پھیکا سا مسکرا دیا۔

اب اگر عزیزے جان اپنے سارے شیراز عاقب کو دے بھی دیتیں تو وہ داران سے پیچھے ہی رہنے والا تھا۔

ہاں مگر جو شیراز ماول کے نام تھے، وہ اگر عاقب کو ملتے تب ضرور وہ داران کے برابر آ جاتا۔

دار یہ کی نیند ختم ہوئی تو کمرے میں رقص کرتی خاموشی، مہک اور دھیمی روشنی کو محسوس کیے وہ آنکھیں کھولے جاگی، سر اٹھایا تو نظر داران ماہیر شاہ پر گئی جو نظر والی عینک پہن کر لیپ ٹاپ کھولے بیٹھا اتنا پیارا لگا کہ وہ پر خمار سا مسکراتے اٹھ بیٹھی۔

"اسکی ہر لک کلمہ ہے، بندر کہیں کا"

یہ بندر نامی لقب رد نظر کو دیا گیا، وہ پیر زمین پر اتارے بنا آہٹ کیے اٹھی، میروں ڈھیلی سی کرتی اور ویسا ہی تنگ ٹراوز پہنے اچھی لگ رہی تھی، بال آئینے میں عکس تکتے باندھے اور داران کے پاس گئی جو اسے قریب آکر رکتا دیکھے سکرین سے نظر اٹھائے اسے دیکھنے لگا، پھر اپنا ہاتھ آگے کو بڑھایا۔

دار یہ نے دوسرے ہاتھ سے اسکا لیپ ٹاپ کا وچ کی دوسری طرف گرایا اور خود اسکی گود میں سنبھل کر بیٹھی، بازو اسکے شانے سے گزار کر گردن میں لپیٹی۔

"کیا کر رہی ہو۔ دل بھرا نہیں ہے؟"

سوچ سے زیادہ داریہ کے پاس آنے پر داران کی زبان پر کھجلی ہوئی۔

"دل ہے کوئی برتن نہیں جو بھر جائے"

اسکے چہرے کی دائیں طرف گال جوڑے سرک کر آدھا چھپ کر سرگوشی کی، داران کے ہونٹ سمٹے۔

"ایک بات بتاؤ، اگر میں سچ میں کبھی تمہارے دشمن کے ساتھ جا ملی تو تم مجھے مار دو گے؟"

نزدیک ہوئے اسکی گلا سیز پکڑ کر اتارے پرے صوفے کی جانب پھینکے جبکہ داران نے اسکے سوال پر داریہ کی آنکھوں میں بغور دیکھا، جہاں ڈھونڈنے سے بھی تکلیف کا کوئی عکس نہ ملا۔

"ہاں، لیکن بہت پیار سے ماروں گا"

زرا پاس ہوتے اسکی گردن پر پیار کیے واپس آنکھیں ملائیں۔

"مار تو دو گے ناں، مطلب پھر کیا کرو گے تم؟ یعنی میرے بغیر تو تمہیں سانس نہیں آئے گا"

رک رک کر بات مکمل کی، توجہ داران کے ہونٹوں پر تھی جو اسکی رخسار سے مس ہوئے جارہے تھے۔

"ایسی باتیں لاتی کہاں سے ہو فلورنس"

دلچسپی کے سنگ خمار جھٹک کر پوچھا تو وہ برا منا گئی۔

"میں نے امیجن کیا تھا، بہت برا تھا ماہیر۔۔۔ سنو! سزا دے لینا لیکن مجھے مارنا مت اپنے ہاتھوں سے۔
جب سے تم سے ملی ہوں مرنے سے ڈر لگنے لگا ہے"

اسکا ہاتھ پکڑ کر داریہ نے اپنے دل پر ہتھیلی رکھی، وہاں کی تیز دھڑکنیں محسوس کیے داران نے نظر اٹھا
کر داریہ کو دیکھا، کئی لمحے بنا پلکیں چھپکائے دیکھتا رہا۔
"شش! ڈرتے نہیں ہیں۔ موت سے تو ہرگز نہیں"

اسکے ہونٹوں کی سلوٹیں انگوٹھے کی پور سے دباتے وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتا ماتھے سے ماتھا ٹیک کر
گہری سانس بھرے بڑبڑایا لیکن وہ کچھ ہی لمحے بعد دور ہوئی۔

"تم مجھ سے بہت روڈ ہوئے آج، ایسا مت کرنا دوبارہ ماہیر۔ دیکھو میں اب بھی ٹھیک نہیں ہو پائی، لگ
رہا ہے میرا دل ہرٹ ہے، تمہیں اتنا فیل کرنے کے بعد بھی اندر سب خالی ہے۔۔۔۔ مجھے ڈانٹنا بھی
مت۔۔۔۔ مجھے اچھا نہیں لگا"

پھر سے آنسوؤں کو بہت مشکل سے سنبھالنے کے بیچ وہ ماہیر کے ہونٹوں کے بالکل قریب سرکتی بولی
جیسے کان وہ لب ہوں، سماعت وہ سانسیں ہوں۔

داران خفیف سا بلش کرتا دور ہوا تو وہ یوں منہ پھیر گئی جیسے روٹھ گئی ہو۔

"میں تو ڈانٹوں گا، ہرٹ بھی کروں گا۔۔ روڈ بھی ہو کر سر کھاؤں گا۔۔ تم اتنے پیارے طریقے سے
مجھے فیل کرو گی تو میری عیاشی ہو جایا کرے گی اسی بہانے"

گھمبیر آواز میں ڈھیروں سرور بھرتا وہ اسکی خوشبو ان ہیل کیے اسی میں گم تھا۔

"م۔۔ ماہیر!"

وہ شکوہ کناں ہوئے اسکی گردن میں بازو جھانک کیے قریب ہوئی تو داران نے اسکی ٹھوڑی چومتے خود کو تھوڑا بھٹکنے دیا، لمحہ لگا تھا داریہ کی ادا اسی ختم ہونے میں۔

"ایسے نام کیوں لیتی ہو، ترس نہیں آتا مجھ پر"

یوں داریہ کے ہونٹوں پر اسکا نام آتا تو وہ دنیا کی ہر دوسری شے بھول جاتا، یہ تک کہ وہ کون ہے، کیوں ہے۔

بس داریہ کا ماہیر بن جاتا۔

"جب لگتا ہے کچھ اور کہہ نہیں پاؤں گی تو تمہیں پکار لیتی ہوں، اس سے حوصلہ ملتا ہے کہ میرے پاس ابھی بھی کہنے کو بہت کچھ ہے۔۔۔۔ تمہارا نام ہی سہی"

وہ اسکی گال چومتی وہیں ٹھہر کر بولی، دل چاہا اسکے چہرے کا ہر نقش مہکا دے، چرا لے اسکی شبابہت کے رنگ، اسکا مسکرا نا، اسکی روح تک جھانکتی رنگ باز آنکھیں۔

"پریشان مت ہوا کرو، میں تمہارے پاس ہوں داریہ۔ مجھے لگتا ہے میں نے تمہیں اپنا بنا کر کمزور کر دیا ہے۔ جب سے میرے پاس آئی ہو تکلیف سے گزر رہی ہو، میں نے ایسا کبھی نہیں چاہا تھا۔ مجھے لگتا تھا

میرے پاس آباد ہو کر میری فلورنس کی اداسیاں اپنی موت مر جائیں گی، وہ ہنسنا سیکھ لے گی۔۔۔۔۔ لیکن"

وہ پر ملال ہوا لیکن داریہ نے انگلی کی پوریں اسے ہونٹوں پر جمائے روکا۔

"ایمو شنل فول ہوں ناں، کیا کروں رونا نکل جاتا ہے"

اسی کی بات شرارت سے دہرائے وہ خود بھی ہنسی اور اپنے جلاذ کو بھی آج کی پہلی مسکراہٹ دی۔
"میری نقل"

وہ منہ کے زوائے بگھاڑے گھورا۔

"نو۔ میں سچ میں ہوں۔ بھلے اس جگہ آکر ہی مجھے سنگین قسم کی اذیت ملی لیکن مجھے میری زندگی کی سب سے بڑی راحت بھی تو یہیں ملی"

وہ بھٹک رہی تھی، اس سے ماہیر سے دور رہنا بھی مشکل تھا۔

"کونسی راحت"

وہ متجسس ہوا۔

"ماہیر شاہ"

اسکی صبح پیشانی پر مہر محبت سو نپتے وہ داران کی بازوؤں کے حصار میں قید ہوئی۔

"میں ناراض ہوں، تم نے محبت کا اظہار کروالیا مجھ سے۔۔۔۔۔ چیٹنگ کی تھی تم نے"

وہ پھر سے گالوں کو بے وجہ پھلا گیا۔

"محبت اور جنگ میں سب جائز ہوتا ہے"

وہ اترائی تھی، ماہیر نے اللہ کا شکر کیا کہ داریہ میں شوخی واپس لوٹی۔

"قتل بھی؟"

وہ بڑبڑاتا تو انہی محبت سے چھوئے جاتے ہونٹوں پر ہاتھ مار کر اسے گھوری۔

"مرمت جانا میرے ہاتھوں۔۔۔۔۔ یہ بتا دادی سرکاراں کو کیسے قابو کرو گے؟"

وہ اسکے حصار سے نکل کر سامنے میز پر جا بیٹھی پر داران نے میز اپنی طرف کھسکا کر داریہ کی ٹانگیں اپنی میں قید کرتے دونوں بازو اسکے اطراف لپیٹے اسے اپنے قریب کر لیا، داریہ نے سرخیوں میں گھلتے چہرے کے سنگ داران کو دیکھا۔

"جب میں تمہیں دو منٹ میں ہر چیز بھلا سکتا ہوں تو کوئی مخالف پاؤر بھی تو ہوگی ناں میرے پاس"

اب وہ اترایا تھا جس پر وہ کچھ سوچ کر ہنسی۔

"دادی کا صرف ماتھا اور ہاتھ چوم سکتے ہو"

وہ اسے مسکرا کر بتاتی، سنجیدہ رہنے ہی نہ دے سکی۔

"کتنی تیز ہوناں تم"

وہ دبا دبا مسکایا۔

"تم سے کم"

فورا مقابلہ بازی ہوئی۔

"میں تمہیں بنا ہاتھ لگائے بھی دنیا بھلا سکتا ہوں، قریب اس لیے آجاتا ہوں کیونکہ میرا گزارہ نہیں اب، دادی سرکار کو بھی ایسے ہی بنا کچھ کیے دنیا بھلاؤں گا تم دیکھتی جاؤ۔۔۔۔"

وہ اسکی وضاحت پر پھیکا سا مسکائی۔

"بنا قریب آئے مجھے کبھی دنیا مت بھلانا، میرا دنیا بھولنا بے کار چلا جائے گا، ائی وانٹ یو فار ایور"

اقرار کرتے ہی وہ اس پر حاوی ہوئی تو داران اسکے سبب صوفے کی پشت سے جاگا لیکن دارا یہ کو اپنے وجود کا حصہ تب بھی بنا لیا، باہوں کے دائرے کو بھینچ کر۔

.._____..

انیب رات ساڑھے سات بجے گاڑی میں ہی سڑک کنارے روکے کھلی ونڈو پر بازو ٹیکے سو گوار سی بیٹھی تھی، پاس سے ہر دس پندرہ سیکنڈ بعد گاڑی گزرتی تو عجیب شور برپا ہو کر تھمتا پر وہ بے حس تھی۔

بہت روئی تھی کہ آنکھیں سو جھ چکی تھیں، پر دل تھا کہ عاقب سے ہٹنے پر انچ بھی راضی نہ تھا۔

"کیسے نکالوں اسکی محبت دل سے؟ پلیر کوئی طریقہ بتا دیں اللہ۔ میں مزید نہیں سہہ سکتی"

بہت مشکل سے روکے آنسو پھر سے تکلیف بنے تو انھیں گالوں پر بہنے دیا۔

اسی دوران محمود انکل کی کال پر اس کے سارے آنسو حلق میں اترے، فوراً سے گھبرا کر کال پک کی۔

"جی محمود انکل؟"

انیب گاڑی سے نکل آئی، لہجہ بھیگاتھا پر آواز میں بے پناہ ڈر محسوس ہو رہا تھا۔

"بٹیا! عاقب بابا آئے تھے کچھ دیر پہلے حویلی۔ اندر گئے ہیں لیکن انکی حالت کچھ اچھی نہیں تھی۔ ڈرنک لگ رہے تھے۔ مجھے لگا مار یہ باجی یا جہانگیر بھائی کو بتایا تو وہ پریشان ہو جائیں گے تبھی آپکو کال کی، انکا ہاتھ بھی زخمی تھا۔ اگر آپ ایک نظر دیکھ جائیں۔۔۔ بہت پریشانی ہو رہی ہے"

جس شخص کا سایہ بھی نہیں چاہتی تھی پاس قسمت بار بار اسے عاقب کی طرف دھکیل رہی تھی، دل میں آندھی کے جھکڑ چل پڑے تھے اسکی تکلیف پر۔

"میں ایک گھنٹے تک پہنچتی ہوں انکل"

پتھر دل لمحے میں پسچ گیا، وہ بنا کچھ سوچے رابطہ توڑتے ہی نکل پڑی، اب کی بار اسے نہ اس ویران حویلی کا ڈر یاد آیا نہ اسکی بوسیدگی روک پائی۔

بس اک نظر اسے دیکھنے کی تمنا کے سوا کچھ یاد نہ رہا۔

ساڑھے آٹھ تک وہ پہنچی تو محمود صاحب نے حویلی کا دروازہ کھولا جس پر انیب نے گاڑی روکی اور اپنا فون لیے باہر نکلی، محمود لپک کر اسکے نزدیک آکھڑے، انداز میں بے حد ادب تھا۔

"اگر آپ کہیں تو میں رات کے کھانے کے لیے کچھ لے آؤں بٹیا"

انکی پیشکش پر انیب نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں ضرورت نہیں، اسے کچھ چاہیے ہو اتو بنادوں گی"

انکی تشفی کروائے وہ حویلی کی طرف بڑھی جسکی سیاہی میں ڈوبی اونچی دیواریں عجیب سا ڈر پیدا کر رہی تھیں مگر وہ عاقب کی فکر میں اندر چلی گئی۔

زیادہ ڈھونڈنے کی ضرورت ہی نہ پڑی، وہ سامنے ہی اندھیرے میں ڈوبے لاونچ کے تین نشستے صوفے پر اوندھا لیٹا تھا اور ایک بازو بھی نیچے لٹک رہا تھا، وہی جسکا ہاتھ زخمی تھا۔

انیب نے جھک کر فون سائلنٹ کیے میز پر رکھا اور اسکے پاس ہی زمین پر ٹک کر اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرا، لیکن پھر اٹھی اور فسٹ ایڈ باکس کی تلاش میں کچن میں گئی، ڈر میں اسے مطلوبہ سامان ملا جسے لا کر اس نے پہلے عاقب کے ہاتھ کی پٹی کی، کھروچ کو بے حد گہرا زخم بنا چکا تھا وہ، اور یہ شاید اسکی خود سے نفرت کا ثبوت تھا۔

انیب نے اسکا ہاتھ اٹھا کر اوپر کرنا چاہا مگر وہ اس قدر بے ڈھنگا لیٹا تھا کہ بازو مڑ بھی سکتی تھی۔
"کیا کر رہی ہوں میں آخر یہاں؟ میرا آخری، آخری نہیں رہتا اس کے معاملے میں۔ میں کھینچی چلی جاتی ہوں۔ عاقب موہان! میرے کس گناہ کی سزا ہو تم"

اسکے شانے پر سر رکھے وہ اذیت سے سوچنے لگی، ہاتھ بڑھا کر اسے بالوں کو چھوا، وہ ڈرنک بھی تھا اور تکلیف سے بے حال بھی۔

کچھ دیر وہ بیٹھی رہی مگر پھر جب گھٹن ہوئی تو اٹھ کھڑی ہوئی مگر اسکے وہم و گمان میں بھی نہ تھا وہ کروٹ بدل کر اسکا ہاتھ جکڑ لے گا۔

عاقب کی آنکھیں بند تھیں پر اسکا چہرہ سرخ ہو رہا تھا تبھی انیب وہیں اسکے پاس کاوچ پر ٹکی۔
"م۔۔۔ مت جاو مجھے چھوڑ کر۔۔۔۔۔ سب چلے جاتے ہیں، تم مت جاو۔۔۔۔۔ کبھی مت جانا"
وہ بے ہوشی کی کیفیت میں بڑبڑا رہا تھا، انیب نے اسکا ہاتھ چھوا تو حرارت بھی تھی۔

"عاقب! سب ٹھیک ہے نا۔۔۔۔۔ پریشان مت کرو"
وہ بولنے کی کوشش میں آنکھیں بھیگو بیٹھی پر وہ اسے شاید سن نہ سکا۔
"کیا کروں میں؟"

انیب سے اسکی تکلیف برداشت کرنی مشکل تھی، اسے یوں بے حال دیکھنا محال تھا۔
وہ اسکے چہرے کی اور جھکی اور اسکی نم پیشانی نرمی سے چوم لی، نیند کی وادیوں میں بھی جیسے اس شخص نے اس لمس کو محسوس کیا تھا کیونکہ اسکا انیب کے ہاتھ کو جکڑے ہاتھ کی گرفت مضبوط ہوئی تھی۔
"تمہاری یہی حالت مجھے تم سے نفرت نہیں کرنے دیتی، لیکن سچ یہی ہے میرے بس میں ہوتا تو ضرور کرتی"

وہ اسکی پیشانی سے اپنی جبین جوڑے مکمل اس پر جھکی تھی اور اسکی بند آنکھیں تک رہی تھی، پھر خود بھی آنکھیں بند کیں تاکہ کچھ راحت پائے اور اس بار اسکے گال کو چوما، انیب گھبرا کر اٹھی کیونکہ وہ

اسکے ہاتھ کو مزید جکڑ چکا تھا، انیب کے چہرے پر ہزاروں رنگ لہرائے، عاقب نے تو اسے ہاتھ پکڑنے کے سکھ سے بھی محروم رکھا ہوا تھا، وہ تو آج ہی اس لمس کو پاسکی تھی۔

"کیوں پیاتم نے یہ زہر؟"

اسکی صبیح پیشانی پر ہتھیلی رکھتے وہ اسکے چہرے تک لائی پھر گردن چھوئی، آگ کی طرح تپش شدت پکڑ رہی تھی، شرٹ کے تینوں بٹن ایسے کھلے تھے جیسے اس نے نوچ کر کھولے ہوں، وہ اس پر رحم بھی کرنا چاہتی تھی پر غصہ آ رہا تھا۔

"تم ایسے ہی کرو پلیرز"

انیب نے اپنی ہتھیلی اس کی گردن سے الگ کی تو وہ اسکے ٹھنڈے پڑتے ہاتھ کو واپس اپنی گردن سے لگائے اپنا ہاتھ اوپر رکھے دبا گیا، جیسے اسے سکون مل رہا تھا، انیب کی ساری تکلیف دھیرے سے مہربانی میں بدلنے لگی۔

"تم جاگ رہے ہو؟"

وہ خوفزدہ سی بولی مگر پھر سے وہ بے جان ہوا، اسے یوں دیکھنا انیب سے بہت مشکل تھا تبھی تو اٹھ کر جانے لگی مگر وہ لمحہ لگائے اٹھ بیٹھے اسے جکڑ گیا، بالکل بدحواسی سے جیسے کوئی چھوٹا بچہ کسی سے ڈر کر چمٹ جائے، انیب کو لگا جیسے وہ کانپ بھی رہا ہے، اسکی بو جھل سانسوں میں تکلیف نے انگارے بھرے تھے۔

"م۔۔ مت جاوناں۔ تم جو بھی ہو مت جاو"

وہ مزید اس کو بھیجتا ہوا التجاء کیے بولا، انیب نے خود کو سنبھالا اور پوری قوت سے اسے واپس لٹایا مگر عاقب کی سو جھی کھلی آنکھیں دیکھ کر وہ اک لمحہ ڈر گئی پر وہ ہوش میں ہی نہیں تھا کہ کچھ سمجھتا، بس انیب کو دیکھ کر پاگل کی طرح ہنسا۔

"تم چڑیل ہو؟ ت۔۔ تم چڑیل ہوناں"

وہ ہاتھ بڑھا کر خود کی جانب تکتی انیب کو دیکھ کر پوچھنے لگا، چار و ناچار انیب نے رونا رو کے سر ہلایا مگر پھر وہ اچانک اٹھ کر بیٹھا، لڑکھڑاتے ہوئے اسکے ساتھ آکر پیر نیچے لٹکائے، اسے آگے آگے ہو کر دیکھنے لگا، انیب نے خزن سے عاقب کو دیکھا جو خفا صورت بنائے گھورا۔

"اس فسادن کی شکل میں آئی ہو؟ کوئی اور شکل نہیں ملی تمہیں۔ جاو میں نہیں بولتا"

وہ اسے پرے کیے منہ موڑ گیا، انیب نے اسکی طرف خوفزدہ نظر ڈالی۔

"کیا تمہیں اس فسادن کی شکل اتنی بری لگتی ہے؟"

وہ جانتی تھی وہ ہوش میں اب بھی نہیں ہے تبھی زرا اسکے قریب آگے کو سرک کر اسکا چہرہ اپنی طرف موڑتے آس سے پوچھا۔

"ہاں۔ ظالم شکل ہے اسکی۔ بھوتنی جیسی۔ جب وہ ناک پھلا لیتی ہے تو دل کرتا ہے اسکی ناک دبا کر وہ سوراخ ہی بند کر دوں۔ ا۔۔ سسکے بال دیکھے ہیں تم نے، ہا ہا ہا تم بھی نہ پھیرا جائے اور انگلیاں اٹک کر رہ جائیں۔۔۔ پلیز تم اپنی شکل بدل لو۔۔ تمہارے بھی بال الجھنوں والے ہیں۔۔۔ بد لو ناں پلیز"

وہ اسکے کندھے پر جھولتا اسکے کھلے بالوں میں انگلیاں پھیر کر گزارتے ضدی ہوتے بولا پرانیب کو اسکا یوں کر نا بہت سکون دے گیا، جبکہ اس پرانیب کو غصہ بھی آرہا تھا اور اس حالت پر ترس بھی۔

"اوکے بدلتی ہوں، سنو جب وہ اپنے بال سٹریٹ کر کے اچھی سی تیار ہوتی ہے پھر بھی بری لگتی ہے؟"

وہ اس بار بے قراری سے بولی تھی جیسے کسی چھوٹے سے بچے سے بات کی کوشش کر رہی ہو، عاقب جھٹکے کھاتا بار بار اس پر گر رہا تھا، اسے بھاری وجود کو سہنا انیب سے دو بھر تھا پر اس لمحہ وہ بس اس میں کھوئی ہوئی تھی۔

"نہیں، پھر قاتل حسینہ لگتی ہے۔ مجھے پیار آتا ہے بہت۔ لیکن اسکی کڑوی شکل دیکھ کر ایسے ش۔۔ شوں کر کے واپس چلا جاتا ہے"

عاقب کے بچوں کی طرح جہاز اڑا کر بتانے پر وہ پھیکا ہنس پڑی لیکن عاقب کے ہونٹوں کا لمس یاد آتے لرز کر جھکی پلکیں اٹھائے اس کو پھر دیکھنے لگی۔

"اس دن جب تم نے اسے پیار کیا، تب تو واپس نہیں گیا تھا۔ کیا تمہیں اچھا لگا تھا یا سچ میں اسے تکلیف دے رہے تھے؟"

وہ اس کی ڈرنک حالت کا فائدہ اٹھا رہی تھی، اپنی تکلیف کو کم کرنا چاہتی تھی تاکہ کچھ تو اسکی تڑپتی روح کو قرار ملے۔۔

"کب؟"

وہ گال پر انگلی ٹکائے پر سوچ ہوا لیکن پھر خود ہی یاد سا آنے پر مدہوش مسکرایا، انیب کے دل کی دھڑکن عاقب کے تاثرات دیکھ کر مسلسل بڑھ رہی تھی جو اسکی گردن میں سمٹتا اسکے نازک سے حصار میں اپنے بھاری وجود سمیت چھپنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ہاں۔۔۔۔۔ وہ۔۔۔۔۔ وہ بہت اچھا تھا۔ میں بھول نہیں سکتا وہ، وہ بہت سپیشل تھا"

یاد کرتے وہ سرک کر وہیں انیب کی گود میں دہرا ہو کر لیٹا، جبکہ انیب کی آنکھ سے اک آنسو ٹوٹ کر جب عاقب کی گال پر گرا تو وہ اسے سیدھا ہوئے دیکھنے لگا، پیر صوفے پر اوپر کرتے ٹھیک سے لیٹا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر انیب کا چہرہ ہاتھوں میں بھرا۔

"تم واقعی چڑیل ہوناں؟ اسے مت بتانا۔ وعدہ کرو"

وہ اسے سوال پر سر ہلا گئی جیسے سچ میں چڑیل ہو۔

وہ پھر سے آنکھیں جھپکنے لگا۔

"سنو! وہ چلی گئی ہے، رور ہی تھی۔۔۔۔۔ اونچا اونچا۔ مجھے ادھر تک (دل پر ہاتھ رکھتے بتایا) نہیں ادھر

تک (پھر خود ہی ہنستا انگلی کان تک لے گیا)۔۔۔۔۔ آواز آئی۔"

انیب نے آنکھیں لمحہ بھر چراتے اپنے آنسو پونجھے۔

"تو کیوں رونے دیا اسے؟"

سوال پوچھتے انیب کی آواز بھر آئی۔

وہ مدہوش آنکھوں کو بمشکل کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"میں ہرٹ تھاناں، بابا مر رہے ہیں چڑیل۔ اور میں انکی موت کا ویٹ کر رہا ہوں۔ اس ل۔۔۔ لیے

نہیں کہ فاتحہ پڑھنی ہے۔۔۔ ب۔۔۔ بلکہ اس لیے کہ الحمد للہ کہنا ہے۔۔۔۔۔ آئی ریلی ہیٹ ہیمن۔۔۔

"

وہ اپنی تکلیف اس بے خبری میں جب کہہ بیٹھا تو انیب کی آنکھیں اسکی تکلیف پر نم ہوئیں۔

اسکا ہاتھ پکڑ کر چوما تو وہ بند ہوتی آنکھوں سے مسکرایا، اسے انیب کی بے حد ضرورت تھی۔

"آئی آسو ہیٹ ہیمن، تم سو جاو پلیر۔۔۔۔۔"

وہ اسکے بال سہلانے لگی جس سے وہ کچھ لمحوں میں ہی آنکھیں موند گیا جبکہ انیب کا دل پھوٹ پھوٹ

کر رونا چاہتا تھا لیکن اس وقت وہ عاقب کو یونہی دیکھنا چاہتی تھی، آج پہلی بار اسکے ڈرنک ہونے پر غصہ

بھی نہ آرہا تھا، بہت پیار آرہا تھا اس سنگدل پر۔

"تم واقعی چڑیل ہی ہوناں؟ یا روح تو نہیں ہو۔۔۔۔۔ مئی کی؟"

وہ پھر سے جاگا جس پر وہ گھبرا اٹھی، اسے اس بے ہوشی اور بے خبری میں بھی انیب کا رحم محسوس ہو رہا تھا۔

منہ موڑے رندا چہرہ پیچھے کیا پر یہ آدمی جان لے رہا تھا، اسکے چہرے کو ہاتھوں کی پوروں سے چھو رہا تھا۔

"رو نہیں"

وہ اسکی طرف ہاتھ بڑھائے بڑبڑایا تو انیب نے اسے پھر سے دیکھا، وہ جیسا آتا تھا ویسے ہی آنسو پونجھ گیا اسکے۔

"میں روح تو نہیں تمہاری ممی کی لیکن انکی روح تک تمہارا پیار پہنچا دوں گی، لیکن اسکے لیے تمہیں ایک پرامسس کرنا پڑے گا۔ کہ تم دوبارہ یہ گندی چتر نہیں پیو گے۔ یہ حرام ہوتی ہے، انسان کی کوئی دعا قبول نہیں ہوتی، وہ اللہ کا نافرمان بن جاتا ہے، وعدہ کرو پہلے کبھی بھی نہیں پیو گے یہ گند" وہ اسکے ماتھے کو سہلاتی وعدہ مانگتی بولی تو وہ فوری سر ہلا گیا۔

"ٹ۔۔ ٹھیک ہے آئی پرامسس، مر کے بھی ہاتھ نہ۔"

نہیں لگاؤں گا۔۔ تم میری ممی کو ملو گی؟ انھیں بتانا میں ٹھیک ہو جاؤں گا اب۔۔۔ جب وہ قبر میں

چ۔۔ چلے جائیں گے۔۔ اوکے"

وہ اسکی بات پر مسکرا کر سر ہلا گئی۔

"ٹھیک ہے، اب سو جاو شبا باش"

وہ اسے لاڈ سے سلانے لگی جبکہ اس بار وہ سچ میں سو گیا۔

"اوہ عاقب! تم اپنی تکلیف کہنا کب سیکھو گے۔۔۔۔۔ یا اللہ اسے سکون دیں، اس حرام چیز کو پینے کے لیے معاف کر دیں۔"

انیب کا دل لرز رہا تھا، یہ سب کچھ وہ اس سے بانٹ کر یقیناً سب بھول جانے والا تھا لیکن شاید اسکے دل کا کرب کل جاگتے ہی کم ہو جاتا۔

اسی امید پر وہ کچھ دیر مزید اسکے پاس رہنا چاہتی تھی لیکن اسے خبر نہ ہوئی کب وہ خود بھی بیٹھے بیٹھے سو گئی۔

.._____..

تبریز واپس آچکے تھے اور اب کٹھرے میں کھڑے عزیزے جان کے عتاب کا نشانہ بن رہے تھے، اس وقت تبریز اور داران، عزیزے جان کے کمرے میں موجود تھے۔

عزیزے جان نے دونوں سے منہ موڑ رکھا تھا، چہرہ ہر قسم سے احساسات سے عاری البتہ داران دروازے میں ایکشن مارے کھڑا کب سے بیچ کی چپ سے عاجز آئے منہ بگھاڑ رہا تھا۔

"ہم جانتے ہیں آپکی نافرمانی کے مرتکب ہوئے ہیں لیکن ہم ماول کی خوشی کو آپکی ضد کی بھینٹ نہیں چڑھا سکتے تھے عزیزے جان۔ ماول کن محرومیوں میں پئی ہے آپ اچھے سے واقف ہیں، وہ گھٹ کر مر جاتیں تو ہم زرشہ کو کیا جواب دیتے کہ انکی امانت سنبھال نہیں سکے"

بیچ کی تلخی کم کرنے کو تبریز کا وچ سے اٹھ کر عزیزے جان کے پہلو میں بیٹھے، انکا ہاتھ پکڑنا چاہا پر وہ فوراً سے جھٹک کر منہ مزید پھیر گئیں۔

جبکہ دادی سرکار کی ایکٹنگ پر داران کا دل اش اش کر رہا تھا۔

"آپ ہمیں جو چاہے سزا دے لیں لیکن ہمارے بچوں کو کوئی اذیت مت دیجئے گا، یہ ہمارا فیصلہ تھا۔

داران ماہیر شاہ تو راضی بھی نہیں تھے، یہ تو ہمارے فیصلے کا احترام کیے انہوں نے رضامندی دی"

مزید ماں کا دل نرم کرنے کو تبریز نے یہ تک بتا دیا، عزیزے نے اک کدورت بھری نگاہ سر پر کھڑے داران پر ڈالی جبکہ اک شاک کی سی تبریز پر۔

"اگر یہ راضی نہیں تھا تو روک دیتا، اسی کا حکم چلتا ہے اس پوری وادی سون سکیسر پر۔ تو کیسے تم بنا امان پروردہ کی اجازت کے چل پڑے یہ سب کرنے۔ ماول کو کونسی محرومیاں ملی ہیں، زرا بتاؤ گے۔۔۔؟ نہ کوئی روک تھام، نہ کوئی پابندیاں۔۔۔ نہ کوئی دکھ۔۔۔ کیا میں نے اسے زرشہ کی کمی ہونے دی؟ کلیجے سے لگا کر اسے پالا، بن ماں کی بچی تھی اسکا مجھے بھی احساس تھا۔ لیکن تبریز شاہ تم نے یہ کر کے اسے دوسری طرح موت دی ہے، اب تم سوچ لو کہ کل کو اپنی زرشہ کو کیا منہ دیکھا وگے۔۔۔۔۔ وہ زمیل

کتنا بدنام ہے کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے، پتا نہیں کہاں مرا ہے کہ اسکے چکر میں اسکی رسوا بیٹی ہمارے گلے پڑ گئی، میں نے تو نیکی کرنی چاہی تھی پر میرے ہی پوتے کو چھین کر (داران کی طرف زہر خندی سے دیکھا جس نے اپنا غصہ بہت مشکل سے دبا کر جبرے بھینچے) میرے ہی گلے کا طوق بن گئی۔ اور صرف رسوا نہیں قاتلہ بھی۔۔۔۔۔ ایسے خاندان میں ماول پھینک دی تم نے، کیسے باپ ہو۔۔۔۔۔ مایا تو چلو غیر تھی ہمارے لیے، دوسری جگہ تھی، بوجھ تھی، لگ گئی ٹھکانہ، لیکن میری پوتی اسکی طرح لاوارث نہیں ہے کہ ایسے گرے پڑے خاندان کی بہو بنے"

اک اک لفظ میں نفرت، ناراضگی اور غصہ بھر کر عزیزے نے اپنے اندر کا عتاب نکالا، داران نے گہرا سانس کھینچے یہ سب سنا بھی اور برداشت بھی کیا، خاص کر مایا کے لیے عزیزے کے لہجے سے ٹپکتی وہشت۔

خود تبریز کی آنکھوں میں سرخائی گھلی، وہ ماں کو سخت سمجھتے تھے لیکن اتنا ظالم نہیں۔

"مایا نہ تو بوجھ تھیں نہ دوسری جگہ تھیں عزیزے جان، وہ ہمارے لیے ہماری ماول جیسی ہیں، ہماری زرشہ کی ایک ہی تو بہن بچی تھیں۔ خدا کا خوف کریں۔ ایسے سخت الفاظ مت بولیں جو تکبر کے زمرے میں چلے جائیں، بہت سخت پکڑ ہوتی ہے متکبر لوگوں کی"

عزیزے الٹا بھڑک کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"مجھے خوف خدا یاد دلانے سے پہلے تم دو اپنے گریبان میں جھانکو، میں نے جو کیا ہمیشہ اپنی اولاد کی بہتری کے لیے کیا"

وہ رعونت سے غرائیں۔

"بھلے کسی دوسرے کی اولاد اس بیچ کچلی جائے ہے ناں دادی سرکار"

لقمہ دینے پر وہ مجبور ہوا، جبکہ عزیزے کو آگ لگی جو انکے دل تک کو جھلسا گئی۔

"تم تو میرے منہ ہی مت لگو، زن مرید کہیں کے۔ بیوی بلکہ قاتلہ کے نیچے لگا ہے بد بخت کہیں کا۔

وادی بھی دکھ اور سوگ میں مبتلا ہوگی کہ اسے کیسا امان پروردہ ملا، جو نہ اپنے کہے کا پاس رکھنا جانتا ہے

نہ اپنے فیصلوں پر قائم رہنے کی ہمت بچی ہے اس میں۔۔۔ میری مانو تو یہ امان پروردگی کا منسب اب تم

کسی اور کو سو نہ دو کیونکہ تم میں اب وہ بات نہیں رہی لاڈلے۔۔۔"

دادی مسلسل صبر و برداشت کی حدوں کو توڑ رہی تھیں پر وہ اس سے پہلے کچھ بولتا تبریز بھی ہمت ختم

ہونے پر اٹھ کھڑے ہوئے۔

"وادی اپنا امان پروردہ خود چنتی ہے عزیزے جان! مت بھولیں۔ ہمارے داران ہی یہاں کے امان

پروردہ تھے اور آخری سانس تک یہی رہیں گے۔ آپ کو کہا ہے ناں جو کہنا ہے ہم سے کہیں، ہمارے

بچوں کی جان بخش دیں"

زندگی میں پہلی بار تبریز شاہ کا ضبط ٹوٹا اور انکی آواز بلند ہوئی۔

"تم ہی نہ ہوتے تو کہاں سے لاتے یہ بچے؟ ہنہ۔۔۔ تم پیر ہو گے اپنے مریدوں کے تبریز شاہ، میرے لیے نافرمان اولاد ہی رہو گے آخری سانس تک۔ وادی کا اگر یہی امان پروردہ رہے گا پھر تو وادی کی قسمت پر ماتم کرنا چاہیے۔ اور تم! داران ماہیر شاہ، وادی سکون سکیسر کے امان پروردہ، تمہیں تمہاری ہر بد تمیزی کا منہ توڑ جواب دوں گی، کیونکہ غلطی سے بھی مت بھولنا کہ میں تمہاری دادی ہوں اور جو تم میں کل زہر ہے بچے وہ مجھ سے ہی وارثت میں ملا ہے تمہیں، سو میرے اندر کے زہر کا لیول خود ہی سوچ لینا۔۔۔۔ اور آخر پے تم دونوں کان کھول کر سن لو، میں ماول کو جیتے جی اس خاندان میں رخصت ہونے نہیں دوں گی بھلے وہ ساری زندگی بنا کوئی فیض پائے اس ایاد کے نکاح میں بندھی بیٹھی رہے۔۔۔۔ سمجھ گئے تم دونوں۔۔۔۔ ہنہ نافرمان ٹبر"

اپنا فیصلہ، اپنی نفرت، اپنی ناراضگی جتائے وہ دونوں کا دماغ تو وزن بگھاڑے کمرے سے تنتنے کے سنگ نکل گئیں کیونکہ ولی سے ملنے دارم کے فارم ہاوس جانا تھا۔

داران نے لپک پر بابا کو سہارا دیا جو دل میں اس صدمے پر اٹھتے درد کے سبب لڑکھڑا گئے تھے۔
"بابا سرکار! آپ ٹھیک ہیں؟"

داران نے انکو بیڈ پر بیٹھاتے انکے قدموں میں بیٹھ کر انکا کانپتا ہاتھ پکڑ کر چومپا پر اس شخص کا درد تو کم ہو گیا لیکن آنکھوں کی تکلیف نہ ہو سکی۔

"ہم نے آپکی مرضی کے بنایہ کیا داران، سون سکیسر ہم سے برہم ہے۔ اب مشکلات آئیں گی،"

وہ بابا کے اس عجیب یقین اور وہم پر سرتاپیر گھوما۔

"کیسی عجیب سوچ ہے، ایک بے جان وادی کیوں ناراض ہوگی وہ بھی کسی انسان سے"

وہ بابا کا سینہ سہلاتے انکا ہلکے سے درد میں ڈوبا بازو دباتے بڑبڑایا تو وہ ماہیر کی موہنی صورت دیکھتے پھیکا سا مسکائے۔

"کسی اور کا تو نہیں پتا لیکن وادی سکون سکیسر آپکی لیے بہت جذباتی ہے، ناراض بھی ہوتی ہے اور مان بھی جاتی ہے۔ ہم کیا کریں گے اب داران؟ ہم ماول کو سکھ دینے کے چکر میں مزید تکلیف تو نہیں دے بیٹھے؟"

بابا کی ابتدائی باتیں رد کیے وہ انکو پکڑ کر سہارا دیے خود سے لگا تا کمرے سے نکلا اور انکے روم کی طرف بڑھا کیونکہ بابا سرکار کی طبیعت کو لے کر وہ رسک نہیں لے سکتا تھا۔

"یہ سب صرف باتیں ہیں بابا سرکار! بیٹھیے۔ میڈیسن نہیں لے رہے آپ؟"

تکیے درست کر کے بابا کو آرام دہ انداز میں ٹیک لگوائے داران کی نظر فل ٹیبلٹ پیک پر پڑی تو غصہ ہوتے بولا۔

"ہمیں لگا تھا اب دل کا درد جان چھوڑ دے گا لیکن یہ ہماری قسمت میں ہی نہیں، یہاں آئیں۔۔ بیٹھیں داران"

وہ اسکا ہاتھ پکڑے پاس بٹھا گئے تو داران نے بھی ساری توجہ بابا کی سمت مبذول کی۔

"داریہ میں ہمیں زرشہ کی جھلک نظر آتی ہے، یعنی مزاجا۔ آپ ہم سے وعدہ کریں انھیں اپنی محبت کی چھاؤں سے کبھی بے دخل نہیں کریں گے۔ پتا نہیں کیوں پر ہمیں لگتا ہے وہ بچی بھی اگر آپ سے دور ہوئیں تو ختم ہو جائیں گی۔۔۔ آپ سمجھ رہے ہیں ناں ہم کیا کہنا چاہ رہے ہیں۔۔۔ آپ ہم جیسے مت بنیے گا، آپ داریہ کو ان سے زیادہ چاہ لیجئے گا"

بابا کا تڑپ کر عہد چاہنا، داران کو بری طرح ڈرا گیا تھا، یہ کائنات کے مالک کی کوئی نشانی بھی ہو سکتی تھی۔

"میں ایسا ہی کروں گا"

وہ انکا ہاتھ چومے پر امید مسکرایا۔

"اور ماول! اگر ہمیں کچھ ہو گیا تو آپ ہماری ماول کو انکے ایاد کے حوالے کر دیجئے گا پلینز"

وہ اس لمحے تکلیف میں تھے تبھی ایسی بہکی باتیں کر رہے تھے، داران نے ڈر کر سر انکے سینے پر رکھتے انکو جکڑا۔

"آپکو مجھ سے پہلے کچھ نہیں ہو گا، ایسے عجیب باتیں مت کیا کریں۔ ماول کو کچھ نہیں ہونے دوں گا نہ اسکے اور ایاد کے رشتے کو۔ جانے سے پہلے ماول کو ایاد کے سپرد کر دوں گا یہ میرا وعدہ ہے۔ عزت زے جان کو کیسے سنبھالنا ہے یہ بھی سوچ چکا ہوں"

وہ اسکے بالوں پر ہاتھ پھیرے اسکے دلاسوں پر کرب سے مسکرائے، امید مل گئی تھی۔

"آپ سے زرشہ کی خوشبو آتی ہے، بہت زیادہ والی"

بابا کے اس جملے پر وہ واپس اٹھ بیٹھا، آنکھوں کے گوشے لال سے دیکھائی دیے۔

"محبت کا یہی کمال ہے، بچھڑ بھی جائے تو خوشبوؤں میں بسی تھوڑی سی پاس رہ ہی جاتی ہے۔ آپ بہت

سٹر ونگ ہیں، سنبھالیں خود کو۔ جب تک زندہ ہوں آپ کو کوئی فکر نہیں کرنی، ہاں جب چلا گیا دور یا اس

دنیا سے تب کیجئے گا بابا سرکار۔ اب آپ آرام کریں، میں آپ کا کھانا فردوس آپا کے ہاتھ بچھواتا ہوں۔

میڈیسن لے کر سوئے گا"

اپنی آنکھیں چرائے وہ بابا سے سب کہے اٹھا اور کمرے سے نکل گیا جبکہ تبریز شاہ تو اس کے پہلے جملے

میں ہی بندھ کر رہ گئے تھے۔

"کہاں رہ گیا ہے یہ ولی؟"

فارم ہاوس کے احاطے میں جلے پیر والی بلی کی مانند چکر کاٹتیں عزیزے جان کی کوفت حد عبور کرنے ہی والی تھی جب گیڈ کھول کر اندر آتے ولی کو دیکھ کر انکا غصہ سرد پڑا۔

بدر نامی بزرگ اپنے سرونٹ کو ارٹھر سے دونوں کو دیکھنے کے بیچ اپنا فون نکال کر خانو اکبر کا نمبر کھول چکے تھے۔

داران اس وقت خانو اکبر کے ساتھ ہی زرا وادی کی جانب ٹہلنے نکلا تھا۔

"خانو بھائی، یہاں فارم ہاوس عزت زے سرکار آئی ہیں جبکہ انکے ہمراہ ولی بھی ہے، ولی اپنے دارم سرکار کا باڈی گارڈ تھا اور ساتھ ہی بھی"

میسیج بدر صاحب نے فوراً بھیجا جبکہ داران ابھی بات کے موڈ میں نہ تھا تبھی خانو اکبر اسکے سکون میں فوری ہچلچل نہ مچاتے کچھ فاصلے پر ہی کھڑے اسے دیکھنے لگے جو دم گھٹنے پر ہمیشہ اُچھالی جھیل آ جاتا تھا۔
"کہاں رہ گئے تھے تم؟"

ولی کو پاس آ کر ادب و ڈر سے رک جاتا دیکھے عزیزے پھنکار اٹھیں۔

"ماں جی کچھ ثبوت تھے جو بینک سے نکلوانے تھے"

ولی نے متانت کے سنگ ایک فائیل عزیزے کی جانب بڑھائی، تبھی انکا غصہ خوف سا بنا۔

"ایسا کیا ہے ان میں؟"

عزیزے کا لہجہ لڑکھڑایا پر ولی خاموش ہی رہا۔

"یہ سب کیا ہے ولی بچے؟"

عزیزے کی آنکھیں اس فائیل سے نکلتی تصویریں دیکھ کر پھٹیں۔

"تین سال پہلے دارم سرکار کی گاڑی کے آگے ایک عورت آ کر مر گئی تھی، اسکا بھائی بہت چھٹا بد معاش اور کرائے کا قاتل تھا، بہت خطرناک آدمی تھا جسکا تعلق مافیا سے تھا۔ اسے لگا دارم سائیں نے جان بوجھ کر اس عورت کو مارا۔ ان لوگوں نے پہلے مجھے اغوا کیا پھر مجھے تیس دن ٹارچر کیا، پھر میرے ذریعے دارم سائیں کو اغوا کیا، انھیں مار دیتے لیکن انکے سامنے شرط رکھی کہ وہ انکے ساتھ کام کریں۔ وہ لوگ دارم شاہ کے ہاتھوں اپنے کسی پاور فل دشمن کو مارنا چاہتے تھے۔ دارم سرکار نے اپنی زندگی کے بچاؤ کے

لیے اس ڈان کی بات مانی، دس ماہ اس آدمی نے دارم شاہ سے پتا نہیں کتنے غلط کام نکلوائے، آپ جانتی ہیں دارم شاہ جج تھے، بہت سی فائلز نکلوائیں، رشوتیں وائیٹ کروائیں۔ بلیک منی پاکستان لائی گئی لیکن پھر انہوں نے اصل مقصد سامنے رکھا جو قتل تھا۔ اور آپ جانتی ہیں وہ آدمی کون تھا، زمیل جلال خان جسکے قتل کی سپاری ملی۔ وہ ڈان بہت طاقتور تھا، دارم سرکار کے ساتھ شاید وہ شاہ حویلی کے ہر فرد کو مار دیتا اگر وہ انکار کرتے، اور انکار کرتے ہی کیوں کہ آپ جانتی ہیں دارم سرکار، زمیل سے پہلے ہی بہت نفرت کرتے تھے کوئل کے حوالے سے۔ اسے برباد کر دیا۔ زمیل کو مار دیا دارم سائیں نے لیکن وہ بچ نکلا، چبھیس دن آئی سی یوروم میں کومہ میں پڑے رہنے کے بعد جی اٹھا مگر اس ڈان اور اسکے لوگوں نے اس ناکامی کے بعد بظاہر تو دارم سرکار کو رعایت میں دس دن کا مزید وقت دیا لیکن درحقیقت وہ دارم سائیں کو سلو پائزن انجیکٹ کرتے رہے ان دس دنوں میں۔ کیونکہ انکا اصول تھا کہ کوئی ایک بار ناکام ہو تو صرف موت بچتی ہے۔ دارم سرکار جس دن مرے اس سے ایک دن پہلے انکی طبیعت بہت بگھڑ گئی تھی، انھیں میں ہی ہوسٹل لے کر گیا، زہر انکے پورے جسم میں پھیل چکا تھا۔ ڈاکٹر نے مجھے کہا تھا یہ چند گھنٹے جنیں گے۔ اور پھر اس کے اگلے دن جب وہ مایابی بی کو یہاں اٹھوا کر لائے تو زمیل اپنے مجرم کا نام بھی شاید اتفاقاً اسی دن جانا تھا کیونکہ جب سے اس پر حملہ ہوا تھا وہ اپنے آدمیوں کو کھوج پر لگائے ہوئے تھا اور آگیا انتقام لینے۔۔۔۔ اور پھر اسی نے پہلے سے مرتے دارم سائیں کو مارا۔۔۔ لیکن دارم سرکار کا قاتل زمیل سے زیادہ وہ زہر تھا۔۔۔۔۔ یہ سچ امانت تھے

میرے پاس۔ اب آپ جانیں، آپ اس زہر کو وجہ مانیں یا زمیل جلال کو یہ آپکی سوچ سمجھ پر منحصر ہے۔ میں بہت زخمی تھا لیکن مرا نہیں تھا، تبھی وہ سب دیکھائیں نے۔ دارم سرکار نے زمیل کے ساتھ جو سالوں کیا، زمیل نے ایک گولی ماری یہ اسکا ظرف تھا ماں جی۔۔۔۔ جو بویا ہو وہ کاٹنا تو بہر حال پڑتا ہے"

یہ سب سننے کے لیے عزیزے کو بہت برداشت اکھٹی کرنی پڑی، دارم یہ قاتل نہ سہی پر زمیل تو تھا اور اب دارم مزید ناقابل قبول ہو جاتی، وہ لڑکھڑا کر دیوار سے لگیں، ولی آگے کو بڑھا پر وہ ہاتھ کے اشارے سے اسے روک کر جانے کا اشارہ کیے خود وہ چند ثبوت تھامے وہیں بیٹھ گئیں۔

وہاں ڈی این اے رپورٹ کی کاپی بھی تھی جس میں صاف درج تھا کہ گولی صرف دارم کے کندھے کو چھو کر نکلی تھی اور وہ بچ سکتا تھا مگر دارم کی موت زہر کے اثر سے اچانک گل جاتے دل اور پھپھروں کے سبب ہوئی۔

عزیزے جان سسک اٹھیں، ایک محبت نے انکے بیٹے کی زندگی نگل لی تھی۔

شاید یہ کرب اب جیتے جی کم نہ ہو سکتا تھا۔

وہیں کافی دیر سرد فضا میں سانسیں بھر لینے کے بعد جب داران پلٹا تو خانو اکبر قدم اٹھائے اسکے سامنے جا کھڑے ہوئے۔

اور جو بدر صاحب نے بتایا وہ لفظ بہ لفظ گوش گزار کیا۔

"کون ہے یہ ولی؟ وہی جو چچا کا باڈی گارڈ تھا؟ لیکن اس دن تو سب مر گئے تھے۔ یہ کیسے بچا؟"۔
داران کو الجھن نے گھیرا۔

"ہم خود سمجھی تھی مر گیا خبیث، پر بدر لالہ بولی وہ ملنے آیا عزیزے جان سے۔ کیا حکم ہے زما جگر؟"
خانواکبر کے سوال پر داران نے کچھ دیر سوچا۔

"جا کر دو بچیں اسے خانو لالہ، اس رات کا سہی احوال پھر اسی سے پتا چلے گا۔ یہ معاملہ جلد نمٹانا ہے مجھے"

داران کے حکم ہر وہ فوری سر ہلا گئے جیسے اسکے حکم کی بروقت تعمیل کرنے کا یقین دلایا ہو۔
"آپ جائیں واپس، میں آج یہیں رہنا چاہتا ہوں۔ کچھ کام ہے مجھے"

کچھ دیر بعد داران واپس مڑ گیا، رات گہری ہو رہی تھی اسی نسبت سے سرد احساس بھی ہڈیاں چٹخا رہا تھا۔

خانواکبر اسکی فکر میں پلٹے اپنی چادر اتار کر اسکے چوڑے کاندوں پر شفقت سے اوڑھائی اور دونوں فاصلے پر کھڑے گارڈز کو اسکا دھیان رکھنے کا کہتے خود اپنا فریضہ نبھانے نکلے، وہ ناچاہتے ہوئے بھی مسکرا دیا اس چادر کے پر حدت حصار پر۔۔

وہیں داران نے فون نکال کر یچی کو کال ملائی جو اس وقت ہیڈ کوارٹر ہی تھا اور رجال کے اندر فٹ چیپ کے ڈیٹا کو ہی مونیٹر کر رہا تھا۔

یچی اس کے بعد واپس گھر نہیں گیا تھا نہ بیلا کو سوچا تھا بس دادی کو اپنی خیریت بتا دیتا تھا۔
"کیا خبر ہے یچی؟"

داران کی کال فوری پک کی گئی۔

"ابھی کوئی ڈاکٹر آیا تھا رجال کا معائنہ کرنے، جہانگیر صاحب کے ہمراہ، ہوش میں آچکا ہے لیکن جس قدر تکلیف میں ہے کچھ الٹا سوچنے کی جرت بھی نہیں کرے گا سر۔ مطلب ہمارے کنٹرول میں ہے۔"
یہ سن کر داران کو کچھ اطمینان ملا۔

"گڈ، ایسے ہی مشن تک اپنا جرح رہنا چاہیے وہ۔ اور سب خیریت ہے؟"

داران پروفیشنل لہجے سے اختتام تک دوستانہ ہوا جس پر یچی نے بھی نظر سسٹم سے ہٹا کر رولنگ چیئر گمانی۔

"ایک لڑکی آئی ہے میرے گھر، ایکچولی وہ یونی میں ساتھ تھی میرے جسکیوجہ سے سب چھوڑا تھا، یہ وہی ہے۔ اسکے حالات پر رحم کھا کر پیننگ گیسٹ بنالیا تھا اور دادی جانم کی ٹرینر بھی، وہ انہی کڈنیپ لڑکیوں میں تھی۔ لیکن۔۔۔۔"

یچی کا انداز خاصا تھکا تھا۔

"لیکن؟"

داران نے بے تابی سے پوچھا۔

"لیکن میرا سکون تباہ ہو گیا ہے جلا، کیا کروں؟"

عجیب بے بسی سی تھی جس نے یچی حیدر کی حالت عیاں کی کہ وہ ڈسٹرب ہے۔

"مجھے یاد پڑتا ہے تم نے کہا تھا جذبات یک طرفہ تھے، یعنی اس لڑکی کی جانب سے تھا سب۔ پھر تمہارا سکون کیوں تباہ ہو رہا ہے میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں"

داران نے اسے کریدا، یچی اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیونکہ وہ بری ہو کر بھی بری نہیں ہے، آپ سمجھ جائیں پلیز"

بے بسی نے اسکی مضبوط آواز دبا دی۔

"ہمم۔ سمجھ گیا۔ اگر تمہارے گھر سے وہ چلی جائے پھر ٹھیک ہے؟"

داران کے اگلے سوال پر وہ گھبرا سا گیا، جبکہ اسکے گھبرائے پریشان تاثرات بنا دیکھے بھی داران سمجھ گیا۔

"آپ جانتے ہیں اسے؟"

جاسوس رگ تو یچی میں بھی تھی۔

"ہاں وہ بھی میرے سنگ امان پروردگی کے تعلق میں رہ چکی ہے چند ماہ، ایک بڑے حادثے کے بیچ

میری اس سے اتفاقا ملاقات ہوئی۔ ان لڑکیوں میں وہ میرے کہنے پر موجود تھی"

اب بھی داران نے پوری بات نہ بتائی۔

"اسکی عزت لٹ سکتی تھی جلا، آپ نہیں جانتے وہ رجال اسے نوچ کر کھانے والا تھا۔ اسے کچھ ہو جاتا تو آپکی امان پر کالک لگ جاتی"

اتنے سرد لہجے میں یچی تو کبھی بات کر ہی نہیں سکتا تھا، اگلے ہی پل اسکے چہرے کا رنگ فق ہوا کہ وہ اپنے محسن اپنے سننتر سے یہ کیا بکو اس کر بیٹھا ہے پر داران بالکل غصہ نہ ہوا۔

"تمہیں ایک بات بتا دیتا ہوں یچی، یہ امان پروردگی جو ہے، وہی دے سکتا ہے جو خود بھی کسی کی امان پا چکا ہو، میں کسی کو امان دینے کے قابل تبھی ہوا ہوں کیونکہ پہلے میں نے خود پائی۔ اور میری امان پروردہ بیلا بخاری تھی۔ یہ لمبی کہانی ہے، مشن پر چلیں گے تو ایک جیسے لیول پر آکر دوستوں کی طرح سناؤں گا۔ ابھی مجھے سر ہی رہنے دو۔ اگر تم کہتے ہو میں بیلا کو تمہارے گھر سے جانے کو کہہ دیتا ہوں"

یچی سن پڑ گیا تھا، جیسے جسم سے جان نکل گئی ہو۔

"کیا وہ ہمارے جیسی ہے؟"

یچی ذہین تھا پر ابھی داران اس سر پر انز کو بالکل برباد نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"ہرگز نہیں، بس میری ایک منجر سمجھ لو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے میں نے اسے تم پر نظر رکھنے کو وہاں رہنے کا کہا ہو"

داران کے لہجے میں اس بار مستی تھی، یچی نے اپنے بے جان دل کو گہرا سانس لیتے تقویت دی۔

"مجھ پر نظر رکھنے کی نوبت کیوں آئی؟"

وہ شکوہ کناں تھا، داران کھل کر ہنسا۔

"میں تو اپنے سائے پر بھی نظر رکھتا ہوں یچی حیدر، کہ دغانہ دے جائے۔ تم تو پھر الگ انسان، الگ دل الگ سوچ کے مالک کسی دوسری جگہ آتے ہو۔ زیادہ بے سکون ہونے کی ضرورت نہیں، جو ہوتا ہے بہتر ہوتا ہے۔ اور ہاں تم میری وادی سکون سکیسر کی امان پروردگی کو لے کر کافی بدگمان لگتے ہو، کبھی تمہیں تفصیل سمجھاؤں گا۔ یقیناً چونک جاؤ گے۔ رکھتا ہوں۔ ابڈیٹ دیتے رہنا"

لاجواب کیے داران نے رابطہ توڑا لیکن یچی کی کیفیت پر اکیلے ہی ہنس پڑا۔

"اب تم کس کی امان پروردہ بنو گی داریہ، شدت سے منتظر ہوں۔ وہ یقیناً چنا چکا ہو گا"

اک الوہی سی مسکراہٹ تب داران کے ہونٹوں پر رقص کی جب اسکی نظر بادلوں سے اٹے آسمان کے باوجود اک ٹوٹ کر چمکتے ستارے پر جا ٹھہری۔

وہیں داریہ نے انیب کو کافی کالز کیں پر انیب تو مرہم بننے میں مصروف خود بھی سوچکی تھی جبکہ ایسا کبھی نہ ہوا کہ وہ داریہ کی کال نہ اٹھائے تبھی وہ بھی پریشان ہو چکی تھی۔

.._____..

"کتنی عجیب فطرت ہے تمہاری دادو کی، یہ اچھا ہے کہ داران تمہارے پاس ہے، ایک سمجھدار انسان۔

پریشان مت ہو سب ٹھیک ہو جائے گا"

نہیں نہ آنے کے سبب ماول نے ایاد کو کال کی تب وہ لاؤنچ میں ہی ماموں کے ساتھ بیٹھا تھا، دونوں ہی باتیں کر رہے تھے، جب ماول کی کال آئی تو حمین پاپ کارنر بنانے اٹھ گیا کیونکہ آج مووی نائیٹ تھی۔ "بھیا نے آپ پر غصہ ہونے کے باوجود مجھے یہی کہا کہ میں آپ سے کبھی بدگمان نہ ہوں۔ جس محبت کا اظہار ابھی تک آپ نے نہیں کیا وہ میرے بھیا نے مجھے بتا دیا، انکو لگتا ہے ایاد خان مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں"

وہ تفاخر اختیار کیے ساتھ میں طنز بھی کر رہی تھی، ایاد کے ہونٹوں پر خوشی ہمکاتی مسکراہٹ رینگی۔ "ہمم۔ تم شکایت کر رہی ہو؟"

ایاد کی پر حرارت سی سرگوشی نے ماول کو خفیف سا بلش ہونے پر مجبور کیا۔ "نہیں، بس ایسے ہی"

کروٹ بدل لی اور غیر مرئی نقطے کو کھوجنے لگی۔

"اتنی آسانی سے تھوڑا کہہ دوں گا، تھوڑا ڈھیٹ ہوں۔ ہاں اگر آج تم کہتے کہتے نہ رکتی تو ممکن ہے اس وقت میرے پاس ہوتی"

ایاد کے جملے کا مفہوم ایسا تھا کہ ماول کا وجود کپکپا کر رہ گیا، سن سی کیفیت تھی اس لڑکی کی۔

"ک۔۔ کہا تھا نا آپ انا پرست ہیں، ٹوٹ جائیں گے لیکن جھکیں گے نہیں۔ جس سے محبت ہو اسے سر پر بٹھاتے ہیں، جھکانے کا خیال بھی نہیں سوچتے۔ آپ کو بحیثیت حاکم سب کرنا چاہیے، اظہار بھی اور مجھے راضی بھی۔ لیکن آپ سے کچھ نہیں ہو سکتا"

اپنی گھبراہٹ چھپانے کو وہ سارا الزام ایاد پر ڈالے خود کو مضبوط کر گئی۔

"مجھے اتنا انڈرا سٹیمیٹ مت کرو ماول، میرے جذبات ابھی تم نے دیکھے ہی نہیں، ان کے حصار میں آنا تو بہت دور کی بات ہے۔ میں جانتا ہوں تمہیں کیسے منانا ہے اور تم میری جانب سے کس قسم کے اظہار کی مستحق ہو"

وہ اس کے لیے فکر اور چاہت سے بھرے انداز میں سمجھا رہا تھا پر ماول کو سب ابھی چاہیے تھا۔
"ہنہ! آئے بڑے۔ پتا نہیں کس کا انتظار کر رہے"

وہ منہ بسور گئی۔

"سہی سمجھی تم"

ایاد نے شرارت سے جواب دیا جس پر پہلے تو وہ الجھی پر جب اسکی لفظی جسارت سمجھ آئی تو کان کی لو تک لال ہوئی۔

"بائے"

وہ کال بند کرنے کو بڑبڑائی پر ایاد نے روکا۔

"بات سنو ماول! کبھی بھی کوئی مسئلہ یا ٹنشن ہو، جو تم بابا اور داران سے بھی نہ کہہ سکو، وہ مجھ سے کہہ سکتی ہو۔ داریہ سے بھی۔۔۔۔۔ لیکن خود کو مت تھکانا۔ سمجھ گئی؟"

اسکے لہجے میں ڈھیروں اپنائیت تھی جو ماول کی خفگی مٹا گئی، وہ مسکرا دی۔

"داریہ بھابھی سے کہوں گی، آپ سے نہیں کہوں گی"

تنگ کیا گیا پر وہ ایسے تنگ ہونے پر راضی تھا۔

"کسی سے تو کہو گی، تمہارا دل ہلکا ہونا چاہیے، کافی ہے میرے لیے"

وہ اسے محبت سے ٹوٹ جاتے انداز پر فدا ہوئی۔

"ملینگا!"

وہ بے اختیار پکاری، وہ خوبصورت مسکرایا۔

"ہمم۔ کہو"

شدت سے منتظر تھا اسے سننے کو۔

"اگر ماول آپ کو مل گئی ہے تو اسے ہر طرح اپنے لیے سنبھالنا آپ کا کام ہے، میں ایسی کوئی کوشش نہیں کر

پاؤں گی آپ جانتے ہیں۔ کیونکہ دادو جیسی بھی ہیں، انکی محبت، انکی شفقت، انکا لمس میرے لیے کبھی

بھی مطلبی نہیں ہوا۔ میں ان سے بہت پیار کرتی ہوں"

آواز بھر آئی تھی جبکہ ایاداسکی کیفیت اچھے سے جان رہا تھا۔

"آئی نوماول! میں سنبھال لوں گا یہ قیمتی متاع۔ تم بس دل اور جان سے میری رہنا"
اب تو ماول کی رہی سہی تکلیف، ڈر بھی دور ہو گئے۔

"آپ اگر مجھے جانتے تو یہ تمہید نہ باندھتے، (میں دل و جان سے آپ پر مرچکی ہوں)"
وہ ابھی بھی ایاد کو اظہار نہیں دینا چاہتی تھی تبھی آخری جملہ سوچ تک محدود کر گئی لیکن ایاد کے دل نے سن لیا۔

"میں تمہیں جانتا ہوں، لیکن اپنی بری قسمت کو بھی مانتا ہوں۔ بس تبھی، سچے جذبات انسان کو تھاناٹو
فوبیا میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ اس خاص کو کھودینے کا خوف۔۔۔۔۔"
وہ اسکے کمزور اور پھیکے لب و لہجے پر گھبرا کر اٹھ بیٹھی۔

"ہنہ ناشکرے، جسے ماول ملی ہو اسکی قسمت بری نہیں ہو سکتی۔ میں زیادہ ناراض ہوں اب"
وہ پلوں میں اٹھ بیٹھی اور روٹھ گئی۔

"ماول!"

وہ بس نام ہی پکار سکا اور ماول کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔

"سو جاو اللہ حافظ"

پھر خود ہی اس ارتعاش کو توڑے وہ رابطہ ختم کر گیا لیکن ماول سے پہلے سے زیادہ مشکل ہو گیا تھا سونا
تبھی وہ اٹھ کر داریہ کے پاس چلی گئی۔

وہ بھی عشاء کے بعد تھوڑی تلاوت کرنے کے بعد شمال اپنے اطراف لپیٹے لان میں آکر واک کر رہی تھی، داران نے میج چھوڑا تھا کہ وہ فجر تک ملے گا اور تبھی داریہ جسکی نیند اس شخص کی محتاج تھی، روٹھ گئی تھی۔

سردی کا احساس وادی میں لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہا تھا۔

"بھابھی، اتنی ٹھنڈ ہے بیمار پڑ جائیں گی"

ماول کی نرم فکر بھری پکار پر وہ رک کر پلٹی۔

"یوز ٹو کر رہی ہوں خود کو تاکہ سال کے تین سو پینسٹھ دن میں ماہیر شاہ کے ساتھ اس جگہ رہ سکوں"

اس سے خوبصورت جواز شاید ہی کوئی دے پاتا۔

وہ قریب آکر رک گئی۔

"لیکن وہ تو صرف دو ماہ رہتے ہیں یہاں، دس ماہ اپنی جاب پر ہوتے ہیں۔ وہ بہت ماہر شارپ شور ٹر ہیں

ایک ڈیفینس بیورو میں، اس کے علاوہ اتھلیٹ ٹر نر بھی ہیں موسکو میں۔ لیکن وہ اپنی جابس کے بارے

میں زیادہ بات کرنا پسند نہیں کرتے اور نہ ہم فیملی ممبرز کے علاوہ کسی کو اس بارے پتا ہے۔ سب کو یہی

علم ہے کہ وہ شاہ اولیمسیا کیمیکل انڈسٹری کے مالک اور بزنس مین ہیں"

اتناسب سنے داریہ کا دماغ ساچکر آیا۔

"اتناسب ایک آدمی کیسے کر سکتا ہے؟ کیا اس کے پاس کوئی جادوئی طاقت ہے؟"

داریہ کے سوال پر ماول مسکرا دی پھر ہنس پڑی۔

"ایکچولی انھیں ہمیشہ سے شارپ شور ٹر ہی بننا تھا، ٹریز انکی مجبوری رہی کیونکہ اس اکیڈمی کا اونر بھیا کا بیسٹو تھا لیکن اسکی اچانک ڈیبتہ ہو گئی۔ اور بزنس دادو کے دباو کے سبب سنبھال رکھا ہے ورنہ انکو اپنے کام کے علاوہ کچھ پسند نہیں۔ اب تو آٹھ نو سال ہو گئے بھیا کو اس پروفیشن میں۔ وہ اپنی یونی لائف میں ہی ٹرینگ کے لیے سلیکٹ ہو گئے تھے۔ ہمیشہ ہم سبکو پراوڈ فیل کروایا۔ اتنی بڑی لائف کے باوجود جب وہ دو ماہ کے لیے یہاں آتے ہیں تو ہر کمی پوری کرتے ہیں۔ اب تو انہوں نے محبت بھی کر لی۔ میں نے بہت ارمان سجائے تھے بھیا کی شادی کے لیکن سب پھیکا سا ہو گیا پر آپ فکر مت کریں۔ دادو کا غصہ اتر لے پھر ہم گرینڈ سرمنی کریں گے جیسا کہ وادی کے رواج ہیں"

ماول کی چہک لوٹ آئی تھی، داریہ کو سب سے زیادہ خوشی بس اسی بات کی تھی۔

"تم مجھ سے جب چاہے گلے لگ سکتی ہو، مجھے برا نہیں لگے گا"

داریہ کی آفر پر وہ ہنس کر فوراً گلے لگی، دونوں کی دلی خوشی ملی۔

"آپ بہت پیاری ہیں، ایڈیوڈ گرل سی۔ اور ایسی ہی لڑکی میرے بھیا کے ساتھ سجتی۔۔۔ خیر آجائیں

زیادہ یوز ٹو بھی نہ کریں خود کو اس ظالم ٹھنڈ کا کہ بھیا کو بیمار پڑ کر پریشان کر بیٹھیں"

ماول تو یہاں کا موسم سہہ سکتی تھی پر داریہ نہیں، اتنے پیار سے ماول نے کہا کہ داریہ منع نہ کر سکی۔

اسکے ہمراہ ہی شاہ حویلی کی طرف گامزن ہوئی۔

"ایا دلالہ سے اب تک ناراض ہو"

دونوں اندر آئیں تو حویلی میں موجود حدت جسموں کو گھیر کر سکون پہنچانے لگی، بڑے سے ہال کی جانب آتش دان آگ اگلتا ہوا اٹھنڈ کو خود میں جذب کر رہا تھا۔

"سیکریٹ بتاؤں آپکو لیکن ان سے مت کہیے گا، یہ امانت ہے بھابھی جانو۔ ایکچولی میں ان سے کبھی ناراض نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ مجھے اتنا سب برا کر کے بھی بہت اچھے لگتے ہیں۔ اور جب سے دادو کا یہ والا سخت روپ سامنے آیا ہے، مجھے یقین ہے ہر انسان کا ایک برا چہرہ ضرور ہوتا ہے۔ لیکن زندگی گزارنے کے لیے ہمیں بہت بار ایڈ جسمنٹ کرنی پڑتی ہے۔ میرے بھیا نے مجھے ہمیشہ سیکھایا ہے کہ برے کو کبھی برا نہ کہو جب تک وہ تمہارے ساتھ نہ برا بن جائے۔۔۔ وہ تو اسکے بعد بھی سامنے والے کو آخری حد تک پرکھتے ہیں۔ بھیا نے بھی بہت سی غلطیاں کر کے ہی یہ سبق سیکھے ہیں"

اتنی چھوٹی سی عمر میں ماول کی اتنی سمجھداری سچ میں حیرت کا جھٹکا ہی تھا، داریہ کو مسرت ہوئی۔
"مجھے توقع نہ تھی تم اتنی حساس اور سمجھدار ہو گی، لالہ بہت لکی ہیں۔ اور ہاں میں یہ انکو نہیں بتاؤں گی پر جب تمہیں اچھا لگا کہہ دینا۔ رہی بات ماہیر شاہ کی، دیکھائی دیتا ہے کہ اس نے بہت ٹھو کریں کھائیں۔ وہ واقعی بہت اچھا ہے۔"

داریہ کے نرم لہجے پر تو ویسے ہی ماول فدا تھی پھر جب وہ ماہیر شاہ بول رہی تھی تو تب تب ماول کی آنکھیں پھیل کر مسکاتیں۔

"اچھے کو ہمیشہ اچھا ملتا ہے۔ خیر اب آپ آرام کریں، آپ یہ نہ کہیے گا کہ ماول کتنی باتونی ہے۔ میں واپس شرارتی ہونے والی ہوں، کیونکہ بھیا میری شرارتیں بہت مس کر رہے ہیں۔ تو آپ کا بھی خوب سر کھایا کروں گی"

یہ سچ تھا داریہ کو بہت بولنے والے چپکو لوگ پسند نہ تھے پر ماول نے اسے زرا بھی بور نہ کیا تھا۔
"اٹس اوکے، میں اچھی سامعہ بننے کی پوری کوشش کروں گی۔ جاو آرام کرو"
داریہ کے انداز سے چھلکتی شفقت پر ماول مسکراہٹ کا تبادلہ کرتی اپنے کمرے کا رخ کر گئی جبکہ داریہ وہیں ہال میں لگے آرام دہ صوفے پر جا بیٹھی کیونکہ کمرہ، ماہیر کے بنا اسے کاٹ کھاتا۔ یہاں وہ کمفر ٹیبل بھی تھی اور پر سکون بھی۔

حمین اور ایاد نے نیٹفلکس پر (لوپن) سیریز کا پارٹ ون ایک ساتھ دیکھا جسکی پانچ لپیٹس سوڈز تھیں پر دونوں باتیں بھی کرتے رہے، یہ توجب دو بجنے کو آئے تب ایاد نے ماموں کی طرف مشکوک نگاہ ڈالی۔
"بات سنیں! آپ مایا کے ساتھ کوئی رومنٹک مووی دیکھنے کے بجائے میرے ساتھ یہ چوراچکووں والی 16+ سیریز انجوائے کر رہے ہیں۔ کیا یہ نئے نویلے دلہوں کے لچھن ہوتے ہیں؟"

ماموں کی دکھتی رگ بھانجا کھینچ گیا تبھی تو موصوف آنکھیں سی چرا گئے۔
"یار سو گئی ہوں گی وہ"

حمین نے پارپ کارن کا باول جھپٹ کر ٹالا۔

"کتنے بورنگ ہیں آپ ماموں، وہ سو گئیں اور آپ نے سونے دیا۔ یار یہی دن ہیں آپ دو کی میو چل انڈر سٹنڈنگ کے۔ سچ کہوں اگر ماول میرے پاس ہوتی تو آنکھ چھپکنے بھی نہ دیتا اسے۔ میری مائیں آپ مایا کو کل ڈنر پر لے جائیں، پھر لانگ ڈرائیونگ پر"

ایاد کو پہلے تو اپنے مسائل سے فرصت نہ تھی پر اب وہ داریہ اور اپنا اکھٹا فرض نبھا کر اماں بننے کا فرض اٹھائے آفر پیش کر رہا تھا۔

"وہ تو میں لے جاؤں گا پر یہ جو تمہارے ماول کو لے کر نیک ارادے ہیں، بیٹا میرے ہاتھوں سے پٹ نہ جانا پھر۔ آیا بڑا سلمان خان۔۔۔۔ ہر انسان سپیس کا مستحق ہے۔ ورنہ رشتے بوجھ اور طوق بنتے دیر نہیں لگتے"

ماموں نے نیک بھانجے کو آڑے ہاتھوں لیا جس پر ایاد کھل کر ہنسا۔

"یار جب آپ کی عمر پر جاؤں گا پھر ماول کو سپیس بھی دے لوں گا جتنا وہ چاہے گی، لیکن میرے ارادے اب کی بار آپ کی مار کی دھمکی سے بھی کمزور نہ ہوں گے۔ میں تو لمحے گن رہا ہوں کب وہ میرے پاس آئے"

ایاد کے فلمی پن پر ماموں نے کان دبوچا لیکن پھر دونوں ہنس دیے۔

"خیر اب آپ جائیں، باقی سیریز پھر کبھی دیکھ لیں گے۔ سو بھی گئیں تو آپ جگا لیجئے گا اپنی مایا ڈار لنگ کو۔ ایک تو وہ پہلے ہی لیٹ ملیں اوپر سے آپکی دریا دلی ہمیں ہمارے کزن سبلنگز کے لیے ترسانے والی دیکھائی دے رہی ہے"

ایاد کا پورا دل ہو رہا تھا ماموں سے جوتے کھانے کا۔

"بکو اس نہیں کرو ایاد خان، چیپر پڑ جائے گی۔۔۔ خرافاتی انسان"

ماموں کا گھبرا کر کشن برساتے ہی بھاگنا دیکھے ایاد کا قہقہہ گویا معصوم حمین کا کمرے تک پیچھا کرتا رہا۔

"ماموں یار! کتنے پیارے ہیں آپ۔ آپکی یہ مسکراہٹ آخری سانس تک دیکھنی نصیب ہو۔ آمین"

ایاد نے وہیں لام لیٹ ہوتے واپس سے سریرز کنٹینیو کی لیکن دل آج موصوف کا کافی پر سکون تھا۔

حمین چیخ کیے حسب معمول مایا کے برابر لیٹ گیا لیکن آج وہ سچ میں سوچکی تھی، یا شاید حمین کے بڑھتے قدم کی خماری نے اس آپسراہ پر نیند کو ہر ڈر جذب کیے مہربان کر دیا تھا۔

حمین اسکی بند آنکھیں اور پر سکون چہرہ دیکھے اپنے اندر آسودگی بڑھتی محسوس کر رہا تھا، وہ احساس پھر سے حواسوں پر آبیٹھا تو حمین نے اسکے چہرے کا ہر ہر دلکش نقش دیکھا، نظریں سنوار کر پھیریں لیکن شاید مایا کی گہری نیند اسے آج اس آنچ دیتی نظر کو بھی فراموش کرنے پر مجبور کر چکی تھی۔

حمین نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے اپنے ہونٹوں کے قریب لائے چوما، پھر پکڑ کر اپنے دل پر رکھا اور کروٹ پر لیٹی مایا کی بند آنکھیں دیکھتا اکیلے میں ہی مایا کی حالت یاد کرتے ہنس دیا۔

ہاں وہ ہنسی سوچمکدار پانیوں سے دھلی اور شفاف تھی۔

.._____..

اک لمبی طویل رات گزر گئی، فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد داریہ نے پھر سے انیب کو کال کی مگر پھر بھی پک نہ ہوئی تو مجبوراً عاقب کو کال کرنے لگی، بھلے اس پر سخت غصہ تھی لیکن انیب کبھی اسکا اتنی بار فون اگنور نہیں کرتی تھی۔

عاقب کے بجتے فون پر انیب کی آنکھ کھلی تو پہلے تو اس نے ہڑبڑا کر میز پر پڑے عاقب کے فون کی بیل سائلنٹ کی مگر جب اپنی پوزیشن محسوس ہوئی تو اب تک یہاں ہونے پر خوف سے پیلی پڑ گئی، یہ تو عاقب ابھی تک سو رہا تھا تو انیب کی سانس میں سانس آئی ورنہ اگر جاگ جاتا تو وہ اپنے یہاں ہونے کی ہر گز صفائی نہ دے پاتی۔

بہت احتیاط سے اٹھی اور عاقب کے سر کے نیچے کشن ایڈجسٹ کیے سانس روکے اٹھ کر پرے ہوئی اور اپنا فون اٹھا کر باہر کو نکلنے لگی مگر پیاس کے شدید احساس کے سبب کچن چلی گئی تاکہ پانی پی لے پھر نکلے۔

"ہاں داریہ"

انیب کی کال پر داریہ نے جھٹ سے کال لی اور انیب کی آواز سننے سے تسلی ملی۔
"کہاں تھی تم انوو، کل سے کالز کر رہی ہوں۔ آریو اوکے؟"

داریہ نے ایک سانس میں ہی کئی سوال کیے تو ڈسپینسر سے گلاس جوڑ کر پانی نکالتی انو و پھیکا سا جمائی لیتی مسکرائی۔

"لمبی کہانی ہے میری جان، مل کر سناؤں گی۔ بس یہ سمجھو عاقب کی زندگی کے سچ جان چکی ہوں اور یہ غداری کر کے بھی بہت پر سکون ہوں"

انیب کی غیر واضح تفصیل سنے پہلے تو داریہ الجھی پر پھر مسکرا دی۔
"مطلب یقیناً وہ ڈرنک تھا اور کچھ بڑبڑا بیٹھا، ایم آئی رائیٹ ڈارلنگ؟"
داریہ کی چہک قابل تحسین تھی۔

"یپ۔۔! اتنا تو پتا چلا وہ مجھ سے نفرت نہیں کرتا داریہ۔ اور صرف یہ جان کر میں اسکی ہر زیادتی معاف کرنے پر تیار ہو گئی۔ کیونکہ ضد شاید میں نے بھی کی اس سے، وہ تو بہت معصوم سا ہے۔ آئی فیل ہرٹ فار ہیمن، اور محبت۔۔ اسکا تو پوچھو ہی مت۔۔"

انیب کے انسیت سے لبریز لہجے نے داریہ کو بہت خوشی دی۔

"کہا تھا میں نے کہ میں اس کے لیے اتنی اہم نہیں جتنی تم ضروری ہو، تم جانتی ہو انو و، اس کے اندر کی یہی معصومیت مجھے آج تک اس سے باندھ کر رکھے ہوئے ہے۔ ہر انسان کو محبت اور نفرت کا سلیقہ نہیں ہوتا، اور بعض اوقات ہمیں ساتھ دے کر یہ الجھنیں دور کرنی پڑتی ہیں۔ اگر وہ تم سے اب بھی نفرت نہیں کرتا تو کبھی نہیں کر سکتا۔ میں خوش ہوں اپنی انو و کے لیے"

انیب کا دل ٹھہرے سمندر جیسا شانت تھا اس وقت لیکن پھر یہاں سے نکلنے کا سوچے وہ گھبرائی۔
"اچھا ٹھیک ہے ہم پھر بات کرتے ہیں مجھے اس کے جاگنے سے پہلے نکلنا ہو گا۔ میں نہیں چاہتی اس
وقت سامنا ہو کیونکہ ڈر ہے اس پر قربان ہی نہ ہو جاؤں، پاگل بھی کر سکتا ہے اور کچھ الٹا بھی ہانک سکتی
ہوں"

انیب کی گھبراہٹ پر داریہ کھل کر ہنسی۔
"ہا ہا او کے نکلو شاہاش۔ سی یو"

داریہ نے فوری اجازت دی جبکہ انیب نے پانی پینے کو کرسی سنبھالی۔
وہیں عاقب کی بے ہوشی بھی جھٹکے سے ٹوٹی، سر میں اٹھتے شدید درد کے سبب وہ اٹھ بیٹھتے چکرا کر رہ
گیا، کراہنے کے سنگ پیر زمین پر اتارے مگر درد سے سر کی نسیں پھٹ رہی تھیں۔
تبھی اٹھ کر کمرے کا رخ کرنے لگا پر نظر اپنے ہاتھ پر گئی جہاں پٹی بندھی تھی۔
"ی۔۔۔ یہ۔۔۔ پٹی تو میں نے نہیں کروائی تھی۔ پھر۔۔۔۔۔"

خود سے بولتے ہی اختتام تک عاقب کے چہرے کی رنگت بدلی۔
یہ صرف ایک ہی انسان کر سکتا تھا۔

وہ بیقراری سے گھر کی سمت لپکا مگر انیب کی بری قسمت کہہ لیں کے جب وہ دبے پیر پکن سے نکل رہی
تھی تبھی سامنے سے آتے عاقب سے بری طرح ٹکرا گئی۔

عاقب نے اسی زخمی ہاتھ سے اسکو پکڑ کر گرنے سے بچایا مگر ڈر اور خوف کے سبب وہ فوری دیوار سے لگی۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"

اسکے نزدیک سرک کر غصے سے سوال کیا، انیب نے ابھی پانی پیا تھا پر اس سوال کا جواب دیتے اسے لگا اسکا گلابخمر صحر ہے۔

"م۔۔۔ میں کچھ نہیں۔۔۔۔"

منہ پھیر کر جانا چاہا پر وہ مزید نزدیک ہوئے دونوں طرف ہاتھ ٹکائے فرار کا راستہ بند کر چکا تھا۔

"تو یہاں موجودگی کی وضاحت دو۔۔۔۔ کس لیے آئی ہو انیب؟ کب آئی تھی؟ بولو۔۔۔۔؟"

اس بار وہ چینخا، انیب نے نظر اٹھائے اسکے غصے سے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھا جس میں سر درد کا اثر بھی ملا ہوا تھا۔

"محمود انکل نے بتایا تھا تمہارا ہاتھ زخمی ہے، بس بینڈیج کرنے آئی تھی۔ جاہی رہی ہوں، بابا یادادو کو

نہیں بتایا انہوں نے تاکہ پریشان نہ ہوں"

کم ہوتا اعتماد بحال کرتے بتایا پر عاقب نے یقین کر لینا تھا یہ انیب کی خوش فہمی تھی۔

"تم تو ہمیشہ کے لیے سب ختم کر کے چلی گئی تھی، تمہاری چاہت تو یہ تھی کہ میں تمہاری اک جھلک تک

کو ترسوں۔ تو پھر میں مروں یا جیوں تم ہوتی کون ہو میرے لیے دوڑ کر آنے والی۔۔۔۔۔"

وہ سفاکیت سے اسے اسی کا کہا یاد دلا کر غصہ دلانے کی کوشش میں تھا۔

"کزن تو ہیں ہم، سو۔۔۔۔۔ تم ڈرنک ہو یہ بھی بتایا تھا انہوں نے۔۔۔۔۔ تمہیں کچھ ہوتا تو بابا اور دادو،

شمن تائی جان سب کو بہت تکلیف پہنچتی۔۔۔ میں کسی کے آنسو نہیں دیکھنا چاہتی تبھی چلی آئی"

آنکھیں چراتے ہنوز ٹھہر ٹھہر کر جواب دیا تاکہ اس کی تشفی ہو۔

"میں ڈرنک تھا، تبھی آئی ہوگی تم۔۔۔۔۔ فسادن جو ہو۔۔۔۔۔ فائدہ اٹھانے آئی تھی ناں؟"

وہ کیوں نہیں بھڑک رہی یہی سوچے وہ اس بار غلط بات کر گیا۔

"شٹ آپ! ایسی گری سوچ تمہی کو مبارک"

وہ اسکے سینے پر دباو دیتی بگھڑی پر اسے انچ بھی ہلانہ سکی۔

"پھر؟ کیا مقصد تھا کہ میری دشمن میری مسیحائی کرنے پہنچ گئی۔۔۔ کیا کچھ کہا تھا میں نے تم سے؟"

وہ اسکے سوال سے اتنا تو سمجھ گئی کہ اسے رات کے بارے کچھ یاد نہیں تبھی مزید پر سکون ہوئی۔

"تمہیں کچھ یاد نہیں؟"

انیب نے محتوظ ہوتے پوچھا، عاقب کے ماتھے کی رگ تنی۔

"کہیں کچھ کر تو نہیں دیا میں نے تمہارے ساتھ انیب جہانگیر جو تمہاری آنکھیں اضافی چمک سے

بھری ہوئی ہیں"

وہ بھول گئی تھی کہ بظاہر زہریلے ہونے میں یہ آدمی ڈگری یافتہ ہے۔

"تمہیں خود پر اتنا غرور ہے کس چیز کا عاقب موہان! آخر کیوں میں تمہاری ہو کر چمکتی پھروں، اس میں کونسا رشک ہے؟ تم میرے ساتھ کچھ کرتے اور میں ہونے دیتی۔۔۔ یاد رکھو ڈرنک تم تھے، میں نہیں"

اس باریول کی آگ لگائی گئی، عاقب کے تن من سے نادیدہ دھواں اٹھنے لگا۔

"ہمم۔۔۔ میں اب نہیں پیوں گا، نہ تمہیں موقع دوں گا مجھے کمزور دیکھو"

وہ غصے سے جب یہ کہے پلٹا تو انیب نے فوراً سے قریب آتے اسکو روکا، وہ سرسری سا پلٹا۔

"اچھا یہ بدلاؤ کیوں؟"

وہ خوشگوار حیرت سے بولی۔

"شاید میں نے کسی سے وعدہ کیا تھا، یاد نہیں آرہا۔ لیکن کسی خاص سے کیا تھا"

وہ اب بھی غائب دماغی کا شکار تھا، انیب کی آنکھوں میں محبت کا طوفان واضح ہوا۔

"اوہ! کوئی اور بھی خاص ہو گیا"

وہ جلیس ہونے کی اداکاری کر گئی۔

جس پر وہ مکمل طور پر پلٹا اور اسکی بازو سے دبوچ کر اپنی اور کھینچا، انیب کی آنکھوں میں پھیلے سرور نے

خود میں تھوڑا ڈر انڈیل لیا۔

"تم ناراض ہی رہو مجھ سے یہی بہتر ہے، میرے آگے پیچھے دوبارہ نظر مت آنا۔ تم تو کسی کی جانب سے کی انسلٹ برداشت نہیں کرتی ہو۔ مر جاتی ہو معاف نہیں کرتی ہو تو میرے لیے یہ نرمی دیکھنا بند کرو۔ میں مر گیا تو چند دن رو کر سب بھول جائیں گے، اتنا خاص اور ضروری نہیں ہوں کہ کسی کی سانس یاد رکے۔ تمہیں ایڈوانس میں ہلکان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

خود اذیتی کی انتہا کیے وہ اسکو خود سے دور رہنے کا کہہ رہا تھا مگر انیب کا دل اسکے مشوروں اور تاکیدوں پر پھٹ سا گیا۔

"بلکل ٹھیک کہا تم نے، تمہارے مرنے پر کسی کا سانس نہیں رکے گا۔ کسی کا دل نہیں تھمے گا (سوائے انیب کے)"

وہ اسکے نزدیک سر کی، ان آنکھوں میں جھانکی جن کو ڈھیر سا سونے کے باوجود سر خائی نے جکڑا تھا، وہ اس لڑکی کی کیفیت تکتا مبہم مگر طنزیہ مسکرایا۔

"ہاں تو دور ہو جاؤ ناں"

وہ اسکی آنکھوں کے یکسر الگ بے باک رنگ دیکھ کر اسے یاد دل رہا تھا کہ وہ اسکے قریب نہیں، اس سے دور ہی سجتی ہے، عاقب کے لہجے میں منجمنی بھانپنے انیب کا سانس سا تھم گیا، اسکے لہجے میں چھائے غم کو اصل جان کر وہ حدیں بھول گئی۔

"کیوں ہو جاؤں دور تم سے"

اسکے چہرے کے نقش نقش سے انیب کی ضدی نظر اپنا سر ٹکرا رہی تھی، عاقب نے اپنا ہاتھ غیر ارادہ
اسکی کمر کے اطراف جماتے اسے مزید سینے سے جوڑنے تک نزدیک کھینچا، بس یہاں آکر وہ دونوں
اپنے اپنے خول سے نکل گئے، جیسے دو رنگ پانی میں ملے ہوں اور اک دوسرے میں گھلنے ہی والے
ہوں۔

"ناراض تھی ناں تم، پھر کیوں آگئی میرے لیے۔ محبت کرتی ہو اب بھی؟"
وہ اسکی نرم مگر روح جنبھوڑتی قربت میں سانس لیتا ہوا سر پھٹنے کے درد کو لمحہ بھر بھول گیا، عاقب کی
فریفتہ نگاہیں اچھے بھلے دل کو ناکارہ کر سکتی تھیں۔

"ناں! محبت بھی کوئی کرنے والی چیز ہے۔"
وہ فوری مکر گئی اور اپنا ہاتھ بڑھا کر اسکی دکھتی کن پٹی کو ہولے سے دبایا جس سبب عاقب کو عجیب سا
آرام محسوس ہوا۔

"پھر؟ کیوں آئی ہو۔۔۔۔۔ بولو انیب"
وہ اسکا ہاتھ سر سے جھٹک کر اسکی ٹھوڑی پر پکڑ جمائے چہرہ اوپر کیے بولا، جیسے مر رہا اس لڑکی کے منہ
سے یہ سننے کہ لیے کہ وہ اب بھی اسی کی دیوانی ہے۔

"جس راہ پر دل ڈال دیتا ہے، مجھے چلنا پڑتا ہے۔ یہ جانتے ہوئے کہ میرے پیر زخمی ہو جائیں گے"
انیب کے فلسفے پر عاقب کے ماتھے کی تیوریاں نمایاں ہوئیں۔

"بکواس نہیں سننی مجھے"

سیاہ آنکھوں میں اشتعال کی سرخی لیے وہ پھاڑ کھاتا غرایا، انیب نے تیزی سے آنکھیں چھپکتے اسے دیکھا۔

"تم بھی مت کرو میرے ساتھ بکواس پھر، لیومی تاکہ میں یہاں آنے والی غلطی کو یہاں سے جا کر سدھار سکوں"

دانت پیس کر گھورتے غصیلے انداز میں اکڑکا جواب دیا تو عاقب کے سنجیدہ ہونٹوں کے کنارے سلگتی مسکراہٹ میں ڈھلے تھے، انیب جہانگیر سے اسے ایسی ہی امید تھی۔

"جاو، سدھار لو اپنی ہر غلطی، ایک برا، شرابی اور جگہ جگہ منہ مارنے والا کم از کم انیب جہانگیر کی چوائز نہیں ہو سکتا۔ ڈائورس چاہتی ہونا۔۔۔۔۔ فائن"

وہ اسکے کہے الفاظ پر تھم گئی، پیروں سے جیسے جان نکل گئی ہو۔

"کیوں بڑی جلدی ہار مان لی عاقب موہان صاحب نے، اتنی جلدی آزادی دے دو گے تو تمہاری قید کی توہین نہیں ہوگی"

وہ اپنی تکلیف عیاں نہ کرتی سابقہ سفاک لہجے میں بولی۔

"چاہتی کیا ہو تم؟"

وہ اسکی ٹون پر بھرا۔

"تم اتنا پڑھ لکھ کر بھی جاہل ہی ہو، یہی نہیں جان سکے کہ انیب کیا چاہتی ہے۔ آگ لگا دو اپنی ڈگریوں کو"

اسکو دھکیل کر پلٹی مگر عاقب نے اسکی کلائی پر گرفت مضبوط کیے اسے واپس دھکیل کر اپنے سامنے لایا۔

"وہی تو بکواس کر رہا ہوں، کیا چاہتی ہو؟ میں نے تو سنا تھا لڑکیاں بہت جذباتی ہوتی ہیں۔ انھیں کوئی پسند بھی ہو تو چھپا نہیں سکتیں۔ پھر تم کیسی لڑکی ہو جو اپنے جذبات کو اتنا دبا چکی ہو کہ ان بچاروں کا سانس گھٹ چکا ہے۔۔۔۔"

ضرورت سے بھاری لہجہ لیے وہ غراہی تو اٹھا، دماغ پہلے ہی سن تھا اوپر سے یہ لڑکی جان کا عذاب محسوس ہو رہی تھی۔

"انیب! چپ رہ کر اریٹھٹ مت کرو"

وہ کچھ بول ہی نہ سکی، بس اسے شکایت بھری نگاہوں سے تکتے لگی، وہ جھک نہیں سکتی تھی، وہ جھکاتا جا رہا تھا۔

"چھوڑنا ہے تو چھوڑ دو"

اسکے ہاتھ سے کلائی جھٹک کر وہ اس بار اسے روکنے کی مہلت دیے بنا بھاگ گئی جبکہ یہ چوائز عاقب پر ڈال کر وہ اسے مشکل میں مبتلا چھوڑ گئی۔

"فرق ہی نہیں پڑے گا اسے؟ محبت کیا مر سکتی ہے؟ نہیں ناں۔۔ تو اسکی کیسے مر گئی؟ کیا یہ میرے لیے دکھ کا مقام ہے۔۔۔ نہیں تو مجھے کیوں تکلیف ہو رہی ہے اسے بے بس دیکھ کر، اسے روتا دیکھ کر۔۔ اوف ہو کیا رہا ہے میرے ساتھ؟ بس کچھ مت سوچ عاقب۔۔ عزیزے سے ملنا ہے آج تجھے۔۔۔ بھاڑ میں جائے یہ"

اپنے بدلتے جذبات حلق دبار ہے تھے لیکن فی الحال وہ ان معاملات کو سوچنا بھی افورڈ نہ کر سکتا تھا۔ جبکہ انیب کی ساری خوشی اپنی ہی اناکھا چکی تھی۔

.._____..

مایا جب صبح جاگی تو حمین روم میں نہیں تھا بلکہ اسکے جاگنے سے پہلے مسجد نکل گیا، مایا کو پتا تھا وہ روز جاتا ہے لیکن حمین کو جاگتے ہی دیکھنے کی عادت نے اسکی واپسی تک بہت ستایا جو آج پوری نہ ہو کر عجیب جسم کو توڑ رہی تھی۔

وہ اور ایاد ساتھ نہ آئے کیونکہ ایاد پہلے آگیا جبکہ حمین آدھے گھنٹے بعد، میڈ نے سارا ناشتہ بنا کر گھر کی صفائی بھی کر دی اور پھر حمین جب آیا تب ناشتہ کیا، ناشتے کے بیچ بھی مایا نے حمین کی جانب سے کچھ بدلا بدلا سا انداز نوٹ کیا پر فیل ہونے نہ دیا کہ وہ حمین کی چاہت و الفت چھلکاتی نگاہوں کو نہ پائے بری طرح تکلیف کا شکار ہے۔

ایاد اسے اپنے بڑی دن کے بارے بتا رہا تھا اور ساتھ میں حمین کے آج والے ایونٹ کے لیے بیسٹ وٹیز بھی دیں جبکہ کالج جانے کی خوشی اب بڑھ چکی تھی کیونکہ ماول سے ملاقات جو اب روز روز ہو کر ایاد خان کا دل دھڑکانے والی تھی۔

ایاد کالج نکلا تو حمین کا بھی آج بہت بڑی سکیجول تھا تبھی وہ بھی چنچ کرنے چلا گیا، بلیک پیٹ کے ساتھ نیوی بلو کلر کی فل شرٹ جس پر ایک بھی شکن نہ تھی، پہن کر اپنی جنٹل مین لک مر میں دیکھی پھر بیڈ کے کنارے بیٹھا، brogue شوز پیروں میں چڑھا رہا تھا جب مایا دبے پیر روم میں آئی، حمین نے مسکرا کر اسے گردن اٹھائے دیکھا اور فوری اٹھ کھڑا ہوا۔

مایا نے نظر چراتے ڈریسنگ میز پر رکھے کف لنکس اٹھا کر حمین کی طرف ہتھیلی پھیلائی، حمین نے اٹھاتے ہی دوسرے ہاتھ سے وہ ہتھیلی پکڑ کر قریب لاتے چومی۔

"کیا ہوا؟ میری مارنگ اتنی خاموش سی کیوں ہے"

مایا کی دیکھنے کے انداز میں شکایت تھی تبھی تو زرا قریب کھڑا کروائے وجہ جانی چاہی پر وہ پلکیں آنکھوں پر گرا کر سارے اعتراض رد کر گئی۔

"کیونکہ آپ نے بھی میری صبح پھکی کر دی تھی، کیوں گئے میرے جاگنے سے پہلے؟"

وہ قریب آتی ہتھیلی اسکے دل کے مقام پر ٹکا کر پورے حق سے حساب مانگ رہی تھی، مایا کی پر اعتمادی مقابل کا دل مرکز سے ہلا رہی تھی۔

"کیونکہ آپ میرے آنے سے پہلے سو گئی تھیں رات، ریونج لیا ہے"

چہرے کا محاصرہ کیے حمین نے شکوہ کیا تو گدازیت کی ملکہ اس جواب پر خفگی بھلائے بلش کی۔

"میں تو سچ میں سو گئی تھی، سوچا آپ کو اور آپکے لاڈلے کو بھی پراسیویسی دی جائے، کل آنکھیں خود ہی

بند ہوئے جارہی تھیں۔ جیسے جسم و جان کو حقیقت سے زیادہ خواب کی آغوش درکار ہو، آپکو برا لگا؟"

وہ مان اور محبت کی حدیں پار کرتے لہجے میں بولی، آخری سوال تو اسکے ہونٹوں پر یوں سجا جیسے لالی سج رہی تھی۔

"اگر وہ خماری میرے سبب تھی تو برا نہیں لگے گا، بتائیں"

نرم سا حصار بنائے وہ اسے بازوؤں کے ہالے میں پرو گیا، اب مایا چاہ کر بھی انکار نہ کر سکتی تھی، دل کی دھڑکنیں بے قابو ہو رہی تھیں۔

"کسی اور میں جرت ہے کیا اسکی؟"

محبت بھرے لہجے کی دھیمی آنچ حمین کی گزشتہ بے تابوں کا تاوان بھر گئی۔

پھر وہ خود ہی بازو گلے میں ڈالے اپنی اس خوشی کے اظہار کو حیران حمین سے لپٹ گئی، وہ اک لمحہ تھا جو

زندگی کے سارے سکھوں پر بھاری ہوا، وہ آنکھیں پگھلیں پر اب ان میں اعتراف و اظہار کی خوشی

ناچ رہی تھی۔

"آپ جان لینا چاہتی ہیں کیا؟"

وہ دور ہوئے بنا بولا تو آواز جذب سے گھٹ گئی۔

وہ حمین کی اتنی سی بے خودی پر ہی مر مٹی۔

"آپکی جان لے کر کیا کروں گی جب مجھے آپکی موجودگی ہی سجا رہی ہے، میں آپکی محبت قبول کرتی ہوں، یہ میری زندگی کا سب سے بڑا اعتراف ہے"

بھگی آنکھوں سے ہی حمین کی خوشبو میں محو وہ اسکے اپنے گردش سے تنگ پڑتے حصار پر کہیں دل سے جی اٹھی تھی۔

"میری جان!"

دور ہوئے اسکے کوئل ہاتھ فرط جذبات سے چومتے وہ اسے ایک اور دلربا لقب بخش بیٹھا کہ وہ کھکھلا دی۔

"اب تو نہیں کریں گے نہ ایسا، میں روز جاگتے ہی آپکو دیکھنا چاہتی ہوں حمین"

وہ اس سے مان سے بولی، اسکے کھلے بالوں کو سنوارتے حمین مسکرا اٹھا۔

"اور میں بھی ہر رات آپ سے کچھ دیر باتیں کر کے سونا چاہتا ہوں، آپ بھی مت کیجئے گا ایسا"

اسکے قرب میں وہ شرطیں رکھ رہا تھا حالانکہ اس لمحہ وہ اتنی مائل کر رہی تھی کہ ہوش میں رہنا بھی ناممکن شے تھی۔

"آئی پراس!"

وہ فوری مانی بھی اور ایڑیوں کے بل زرا اٹھے حمین کے حصار میں آگے کو سرک کر اسکے گال پر نرمی سے پیار دیتے دور ہوئی اور اس سے پہلے حمین خود پر اختیار کھوئے مایا کی موجودگی کی نرمی میں گم ہو کر کوئی جسارت کرتا، وہ اسکی نظروں سمیت ہر پیش رفت کو روک گئی۔

"اب آپ وہاں دیکھیں، مجھے زیادہ نہیں گھوریں گر پڑوں گی"

مایا نے کچھ ہی دیر میں گلاب ہوتے چہرے کے سنگ ہاتھ بڑھا کر حمین کا منہ دوسری طرف پھیرا اور خود ہی ہنس کر حمین کو بھی مسرور کیا۔

"ہا ہا اوکے! اچھا آج ایک ایونٹ ہے تو واپسی میں دیر ہو جائے گی، دار یہ کامیج آیا تھا وہ اور داران شاید شام تک آئیں۔ تو آپ کچھ سپیشل ڈرنر بنوا لیجئے گا میڈ سے۔ اور پلیز خود کو مت تھکائیے گا مایا"

وہ بھی فوراً بات بدل گیا جس پر وہ اسکے حصار سے نکلے سر ہلائے مسکرائی۔

"اوکے باس"

چہک کر بولی تو حمین نے آئبر و اچکائے دیکھا، دل تو یہی کہا کہ بولے یہ بدلے بدلے سرکار قیامت ہیں پر وہ مایا کو اتنی جلدی پریشان و ہلکان کرنا خود بھی مناسب نہ سمجھتا تھا۔

.._____..

"سب پتا چل گیا زما زوئے!"

نوبت تک داران واپس شاہ حویلی پہنچا تو آگے سے خانو اکبر سے سامنا ہوا جو نا صرف ولی کو دبوچ چکے تھے بلکہ سب کچھ دو گارڈز کے زرا سی تشدد سے اگلا بھی لیا۔

"بتائیے"

داران نے تمام تر توجہ انکی سمت مبذول کی مگر تمام حقائق جاننے کے بعد اسکی تیوریاں چڑھ گئیں۔
"تو قاتل نہ ز میل ہے نہ داریہ، قاتل وہ آدمی ہے جس کے لیے چچا کام کر رہے تھے۔ اور یقیناً وہ جو بھی ہے ز میل جلال خان کا بھی دشمن ہے، آپ ایسا کریں ولی سے اس آدمی کا اتا پتالیں، جڑ تک پہنچ کر ہی مجھے مکمل تسلی ہوگئی۔ بہت حد تک یہ معاملہ سلجھ گیا ہے خانو لالہ بس اب فارنسک ڈی این اے رپورٹ تک پہنچنا ہے"

داران کو یہ سب کافی ریلکس کر چکا تھا لیکن اب بھی ثبوت چاہیے تھا۔

"ولی کے بقول رپورٹ کی کاپی اس فائیل میں تھا جو عزیزے جان کو دیا اس نے"

داران نے چمکتی آنکھوں سے خانو لالہ کی سمت دیکھا اور انکا کندھا تھپک کر انکی چادر واپس کیے تیزی سے حویلی کی طرف بڑھا مگر فردوس سے پوچھنے پر پتا چلا کہ عزیزے پندرہ منٹ پہلے ہی حویلی سے کسی اہم کام کے لیے نکلی ہیں۔

تبھی داران سیدھا دادی سرکار کے کمرے میں گیا، عاقب سے ملنے وہ قریب ہی کسی جگہ گئی تھیں جو میٹنگ کے لیے شاہ انڈسٹری آیا تھا پر پہلے فسادن دادی سے ملنا چاہتا تھا۔

داران نے کمرے میں آکر چاروں اطراف نظریں دوڑائیں، تمام تر ڈراز اور کبرڈز میں اس رپورٹ کو تلاش کیا اور تبھی اسے دادی سرکار کے وارڈرب سے مطلوبہ پیکٹ ملا۔

داران نے ٹیبل پر وہ لفافہ الٹا، پھر فوٹو گرافس نکالیں، ان میں مایا کی تصویریں تھیں جنہیں فوٹو شاپ کیا گیا تھا اور اسی سے دارم اسے دھمکاتا رہا تھا۔

داران کی آنکھوں میں اشتعال اٹھا۔

ایک ہی جھٹکے سے تمام فوٹو گرافس پھاڑ کر ٹکڑے کیوں اور پھر ان پیپرز کو باہر نکالا۔ پہلے پر ہی فارنسک رپورٹ کی کاپی تھی۔

دارم کو جو گولی لگی تھی وہ پی کے نائن ایم ایم پستل سے چلی تھی، جبکہ زہر کے سبب اسکے جسم کے اندرونی آرگنز مکمل طور پر گل گئے تھے جو بظاہر اسکی موت کا سبب بنا۔

گہرا سانس فضا میں آزاد کرتے داران نے رپورٹ کی اپنا فون نکالے پیکر لی جبکہ تصویروں کے چھوٹے ٹکڑے اٹھا کر مٹھی میں دبوچے اس سے پہلے وہ اٹھتا، کوئی اور چیز بھی تھی جس نے داران کو واپس بیٹھنے پر مجبور کیا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ نہیں"

کچھ تو ایسا تھا جو ناقابل یقین تھا، خیر وہ فائیل سمیٹ کر واپس رکھتا وہ ٹکڑوں کو ویسے ہی مٹھی میں لیے کچن کی طرف بڑھا جہاں فردوس پہلے ہی موجود تھیں۔

"چولہا جلائیں فردوس"

داران کے کہنے پر فردوس نے آگ جلائی جسکے بعد داران نے وہ سب ٹکڑے آگ پر پھینکے۔

"جب یہ جل جائیں تو پانی بہا دیجئے گا"

فردوس نے فرما برداری سے سر ہلایا جبکہ داران لمبے لمبے ڈگ بھرتا آدھے زینے ہی چڑھا کہ داریہ کو دیکھے رکا۔

تمام تر خفگی، اسے ڈارک پریل لیرڈ ڈریس میں دیکھ کر خمار بنی۔

"کسے مارنے کا ارادہ ہے؟"

وہ اسکے قریب سرکتا راہ کی دیوار بنا۔

"تمہیں، کس سوتن کے ساتھ رات گزاری؟"

فوری گریبان پکڑ کر حساب مانگا، جبکہ جس جگہ وہ کھڑی تھی، خود بھی گر سکتی تھی اور داران کو بھی گرا سکتی تھی۔

"بہت حسین ہے وہ، اف"

داران نے اسکی گردن سے اٹھتی خوشبو محسوس کرنے کے بیچ جلایا، داریہ نے بظاہر مسکراہٹ دباتے ہوئے اس فلرٹی کو گھورا جسے سیڑھیوں کے بیچ و بیچ کھڑے ہو کر اسکی تیاری اور خوشبو مدہوش کر رہی تھی۔

"مارڈالوں گی اسے"

بنا انجام کی پرواہ کیے گردن میں منہ چھپا کر جسارتیں کرتے داران کو دھمکایا جبکہ داران نے ایک ہی جھٹکے سے چہرہ نکالے کمر میں ہاتھ لپیٹے اسے گمایا تو وہ سیڑھیوں پر لہرائی پر بروقت داران نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے ہوا میں معلق کر ڈالا، اس شخص نے ہمیشہ ہی داریہ کو چو نکانا ہوتا تھا۔

"م۔۔ ماہیر میں گرجاؤں گی"

نیچے دیکھنے کو گردن موڑے وہ اسکے ہاتھ کو دوسرے سے بھی دبوچ گئی، داران اسکی آنکھوں میں ہنوز بے خود ہوئے تک کر ہنسا۔

"اگر میں تمہارا ہاتھ چھوڑ دوں سچ میں؟"

داران نے پراسرار لہجے میں اسے سوچنے کا کہا۔

"تم ایسا کیوں کرو گے، تمہارا دل مجھ میں ہے"

بھلے اسے ماہیر پر یقین تھا پر جس طرح وہ پیچھے کو لہرائے صرف داران کے سہارے ٹکی تھی، اس سبب فطری خوف آنکھوں سے جھلک رہا تھا۔

"نو، جان ہے۔۔۔"

کھینچ کر واپس کھڑا کرواتے وہ دوسرا بازو اسکے گرد حصارے باقی کے زینے ساتھ پھلانگتا اوپر پہنچا، داریہ اسکی ان الٹی حرکتوں پر حیران نہ تھی۔

"رات میں اوچھالی کے پاس تھا، وہ مجھے بہت مس کرتی ہے تو رات فرصت سے راز و نیاز بانٹے ہیں۔ سو میری پوزیسیو وائف! آپکو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے"

وہ اسکو لیے ساتھ ہی روم میں انٹر ہوا جبکہ اس وقت اسے داریہ سے بہت ضروری بات کرنی تھی تبھی اسے اٹھا کر ڈریسنگ میز پر رکھی چیزیں دائیں طرف سرکاتے بٹھایا جبکہ دونوں بازو میز پر ٹکائے۔
"لیکن مجھے نیند نہیں آئی، دوبارہ گئے تو مجھے بھی لے کر جانا"

اپنی ہتھیلیوں کو اسکے رخساروں کا حصار بناتے مان سے فرمائش کی، ایسی جو سر آنکھوں پر رکھنے لائق تھی پھر بازو اسکی گردن میں جمائیل کیے۔

"ڈن حسینہ! خیر کچھ اہم بات کر لیتے ہیں۔ مجھے یہ بتاؤ کہ جب تم نے دارم شاہ پر گولی چلائی تھی تب تمہارے پاس کونسی گن تھی"

وہ اب سنجیدگی سے سوال کر رہا تھا، داریہ نے کچھ سوچا۔

"Canic 9 mm"

فوری اپنی گن کے بارے بتایا۔

"Are You Sure babe?"

داران نے چمکتی آنکھوں کو داریہ کے چہرے پر پھیرے سوال دہرایا۔

"ہاں، میری اپنی گن تھی"

دار یہ نے پورے وثوق سے بتایا۔

جبکہ داران کی تیوریاں چڑھیں۔

"سمجھ نہیں آرہی خوش ہوں یا غصہ"

وہ گال پھلا کر گھورا۔

"مطلب؟"

دار یہ کو سمجھ نہ آئی۔

"مطلب یہ کہ دارم شاہ کو جو گولی لگی وہ تمہاری گن سے نہیں نکلی، لیکن ایٹ دے سیم ٹائم اتنی ماہر ڈی

کے کا نشانہ چوک گیا۔ پیچ پیچ"

داران نے خاصے افسوس کا اظہار کرتے دار یہ کے دماغ کی چولیس ہلائیں۔

"کیا کہہ رہے ہو، تو کیا بابا کی گولی لگی اسے۔۔۔ پلیز داران یہ مت کہنا"

خوف کا گہرا غلبہ دار یہ کی آواز کو روندھا کر رکھ گیا۔

"ہاں انکی لگی لیکن دارم شاہ کی موت زہر سے ہوئی ہے، سونہ تم قاتل ہونہ زمیل جلال خان"

وہ بڑے سکون سے اپنے تئیں دھماکہ کر گیا، کچھ لمحے تو دار یہ اسکا غائب دماغی سے منہ ہی تکتی رہ گئی۔

"م۔۔ مطلب بابا اگر بے قصور تھے تو افغانستان بھاگے کیوں، فارسک رپورٹ تو انہی کے پاس تھی۔

وائے داران! وہ اس ثبوت کو عدالت میں پیش کر دیتے اور جان چھوٹ جاتی اس الزام سے"

اس بار دارنہ کو سچ میں یہ سب سمجھ نہ آیا۔

"مجھے لگتا ہے جو رپورٹ زمیل جلال کے پاس تھی اس میں آدھا سچ تھا، وہ یہ کہ اسکی گن کی گولی لگی دارم شاہ کو۔ تبھی وہ بھاگا ہو گا۔ لیکن ایم شیور وہ اب تک سچ جان چکا ہو گا۔"

یہ کچھ مناسب حل تھا۔

"ہمم۔ مطلب میں نے کچھ نہیں کیا، اف ایسا لگ رہا ہے دل پر پہاڑ لدا تھا جو اچانک ہٹ گیا ہو۔"

اسکے پرسکون ہونے پر داران نے جھک کر اسکا ماتھا چوما اور ٹھوڑی سے پکڑے دار یہ کا چہرہ اوپر کیا، سنہری آنکھیں نم تھیں پر یہ شکر گزاری کا اثر تھا۔

"لیکن آئی ایم ناٹ اوکے وڈ ڈیٹ گرل! اچھا نہیں لگ رہا کہ تمہارا نشانہ چوک گیا۔ کچھ کرنا پڑے گا اس مسئلے کے حل کے لیے"

وہ اچانک سے اسکی سانسیں ان ہیل کیے پیچھے ہٹا تو دار یہ بھی چھلانک مار کر اترتی اس خرافاتی دماغ والے کے سامنے آن تئی۔

"کیا مطلب؟"

وہ شدید متحسّس تھی۔

"دیکھیں مس ڈی کے! ہمارے ہاں اچھے نشانے والا دشمن تو قبول ہے لیکن گندے نشانے والا سا تھی نہیں۔ سوری ٹو سے۔ جلدی سے چینج کر کے ریڈی ہو جاو ہمیں کہیں چلنا ہے"

نخوت سے کیڑے نکالتے داران نے جان بوجھ کر داریہ کو چڑایا جو جھک کر اس سے پہلے تکیہ رسید کرتی داران نے بروقت جھپٹ لیا۔

"کیوں ایسے دیکھ رہی ہو جیسے اک لمحے میں جان کھینچ لو گی"

بہک کر اسکے چہرے کی تازگی تاڑنے کے بیچ شکوہ کیا۔

"بالکل ایسا ہی ہے سو زیادہ غرور جھاڑنے کی ضرورت نہیں مجھ پر"

وہ اس کے تنگ کرنے پر بپھر گئی، تنگ کرتے ہی وہ بے خود ہوتا اور زہر لگا۔

"جب میری جھاڑی گئی محبت پورے حوصلے سے برداشت کرتی ہو تو تھوڑا غرور بھی سہہ لو"

پھر سے رخساروں کو چھوتے داریہ کی چہرے کی رنگت گلفام کی۔

"اتنی مشکل سے تمہارے لیے تیار ہوئی ہوں تم نے تعریف تک نہیں کی۔ مجھ سے نہیں چینیج ہو گا، اور

کہیں نہیں جا رہی میں"

سختی سے انکار کیے وہ وہیں ضد میں مچل کر بیٹھی جبکہ داران نے بنا وقت ضائع کیے داریہ کو اپنی بازوؤں

میں اٹھائے اسکی ضد کو کسی کھاتے میں نہ ڈالتے داریہ کی زبان تالو سے چپکا دی۔

"آپکے ان جلوؤں کو پھر کسی وقت سراہ لوں گا جانم! ابھی کام کا وقت ہے۔ بھولو مت تم میرے آرڈرز

فالو کرنے کی پابند ہو۔"

بنا اسکی سنے وہ اسے نازک وجود کو سنبھال کر اٹھائے ہی ڈریسنگ روم میں اپنے پروقار انداز میں داخل ہوا جبکہ وہاں بنے تیسرے واڈرب کے پاس جاتے ہی داریہ کوزمین پر اتارا اور خود مزے سے اسکی خفگی سے محظوظ ہوئے اسکے لیے ایک کلاسی اوٹ فٹ چوز کیا۔

ڈارک چاکلیٹی ٹائیٹ جینز کے ساتھ بلیک سنپل ٹی شرٹ جس پر ایک براون لائنگ اور شیڈ ڈبٹن اپ تھی جبکہ اشارتا اسکے لیڈی سنیکرز کی طرف بھی دھیان دلوا یا، خود وہ پہلے ہی ریڈی تھا۔

"ماہیر! ہم کہاں جا رہے ہیں؟ ڈرارہے ہو"

وہ اسکے چوز کیے ماڈرن کپڑوں پر حیران و پریشان ہوئی جس پر داران اسکے ایک انچ کے فاصلے تک آرکا، دونوں کی سانسیں خوش دلی سے ایک دوسرے میں گھلنے لگیں، آنکھوں میں شاطرانہ ساسر وراتر آیا۔

"ہڈ کوارٹر! اٹس ٹائم ٹوٹرین یور سیلف لیڈی جلا دن۔ ہری اپ۔۔۔"

اسکی گال سے بس لب مس کیے سرگوشی میں بتاتے ہی وہ باہر نکلا تو داریہ ناچاہتے ہوئے بھی ہنس پڑی۔

تیس منٹس تک دونوں تیار ہوتے شاہ حویلی سے نکلے تو گاڑی کے پاس ہی کھڑے خانواکبر نے دونوں کا ساتھ ہی صدقہ اتارا۔

"آج آپ ریسٹ کریں خانوالا"

انکو نرمی سے کہتا وہ داریہ کے لیے ڈور اوپن کیے مسکرایا اور خود بھی دوسری طرف سے آکر سیٹ سنبھالی۔

دونوں نے سیاہ گلاسز اپنی آنکھوں پر چڑھائے، ٹیل پونی بنائے، کانوں میں رنگ ایئر رنگز کے سوا داریہ نے کوئی جیولری نہ پہنی تھی، اس وقت وہ لوگ پروفیشنلز تھے، اور تبھی دونوں کے ہونٹوں پر رینگتی مسکراہٹ بھی خاصی کاروباری تھی۔

.._____..

شاہ اند سٹری سے پانچ منٹ کے فاصلے پر بنے فوڈ پوائنٹ میں اس وقت بیرونی احاطے کی جانب لگے میز کرسیوں میں سے ایک ٹیبل کے آمنے سامنے وہ دونوں بیٹھے تھے، دارم کی موت کی سچائی جاننے کے بعد بھی عزیزے اپنے موقف پر ڈٹی تھیں۔

"تو پھر تم تیار ہو عاقب موہان؟"

بات کا آغاز عزیزے جان نے کیا۔

"یس آفکورس دادی جان! لیکن پہلے مجھے شئیرز ڈیٹیل چیک کرنے ہیں۔ سلطان صاحب سے ای میل منگوائی ہے"

عاقب نے رسان سے اطلاع دی جس پر عزیزے نے سر ہلایا۔

"میں نہ صرف داریہ اور داران کو الگ چاہتی ہوں بلکہ ایاد اور ماول کے بیچ کچھ ایسا کروانا چاہتی ہوں کہ وہ ایک دوسرے کی شکل دیکھنے کے بھی روادار نہ رہیں۔"

کام بڑی نوعیت کا ہو چکا تھا، عاقب نے انکے لہجے میں محسوس کن نفرت بھانپ کر سلگتی مسکراہٹ دی۔
"ہو جائے گا، آپکی پوتی ویسے ہی بہت معصوم ہے۔ ایاد خان کو برا بنانا مشکل نہیں ہوگا۔ اوہ ای میل آگئی۔ لٹ می چیک"

عاقب نے فون پر بلنک ہوتے ہی وہ ای میل چیک کی لیکن جیسے جیسے وہ شیئرز ڈیٹیل پڑھ رہا تھا اسکی آنکھوں میں سرد مہری اتر رہی تھی، یہ سب آج صبح ہی ابڈیٹ ہوا تھا۔

"واٹ! یہ کیا؟"

عاقب کو پتہ لگے۔

"کیا ہوا؟"

عزیزے جان کے چہرے کی رنگت تبدیل ہوئی۔

"آپکے سپوت صاحب نے اپنے سارے شیئرز ماول اور داران کے نام کر دیے، بہت ہی تیز نکلے یہ سادھے شریف سے تبریز شاہ! کہیں انکو آپکے مکر و ارادوں کی بھنک تو نہیں لگ گئی"

عاقب نے الٹا مزید آگ لگائے خاکستر کیا، عزیزے کی رگوں میں یہ سن کر ابال پیدا ہوا۔

"بد بخت تبریز! اب کیا ہوگا؟"

عزیز نے دانت نکوستے ہی آگے کے بارے جاننا چاہا جس پر عاقب ٹیک لگا کر ایک ہاتھ سے ٹھوڑی کچھاتا کچھ سوچنے لگا۔

"اب آپکو اپنے ساتھ ساتھ مول شاہ کے شیرز بھی مجھے دینے ہوں گے، داران سے آگے نہ سہی برابر پہنچ جاؤں گا پھر میرا ایکول اقتدار ہوگا۔ اگر آپ یہ کر سکتی ہیں تو بتادیں میں آج ہی چنگاری لگا دیتا ہوں۔ اور اگر مول سے شیرز لینے کی بات ہے تو وہ بھی کر سکتا ہوں"

عاقب نے تمام صورتیں سامنے رکھیں، لیکن اسکی آخری طنزیہ بات پر عزیز غصے سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"میری پوتی سے دور رہنا عاقب موہان! مل جائیں گے تمہیں شیرز۔ کام پر لگو۔ دو دن ہیں تمہارے پاس۔ کچھ ایسا کرو کہ مول خود طلاق چاہنے لگے، جبکہ داران، داریہ کی شکل دیکھنے تک کارو ادارہ نہ رہے۔"

خشونت بھری نگاہوں سے مسکراتے عاقب کو لتاڑے وہ پورے غرور سے پلٹ گئیں جبکہ عاقب اپنے باپ کی بھی دھونس برداشت نہ کرتا تو یہ دادی کس کھیت کی مولی تھی۔

"مجھ سے اس ٹون میں آپکو بات نہیں کرنی چاہیے تھی پیاری دادی! ویل شیرز مل جائیں بس، آپکی اکڑ میں ہی توڑوں گا"

اس درجہ تضحیک پر خون تپا تو سرخی چہرے پر چھلکی، جبکہ عاقب کی منتظر نظریں فون سکرین پر تھیں جیسے وہ منتظر ہو۔

منتظر تھا وہ جاسم موہان کی موت کی خبر کا۔

"چل عاقب موہان، ایاد خان کا پتا کاٹتے ہیں پہلے۔"

اپنی تکلیف کو نفرت کا لباس پہنائے وہ اٹھ کر خود بھی اس نوڈ پوائنٹ سے باہر نکل گیا۔ وہیں دوسری جانب ز میل جلال خان واپس آرہا تھا، جہانگیر سے اسکا رابطہ تھا۔

"اماں جان! کمرہ سیٹ کروادیں۔ ز میل آرہا ہے۔ کچھ دن وہ میرے ساتھ ہی رہے گا" ایئر پورٹ نکلنے سے پہلے جہانگیر نے ماریہ صاحبہ کو خاص ریکوسٹ کی۔

"ٹھیک ہے میری جان! کروادیتی ہوں۔ خیر سے جاو"

ماریہ نے پیار سے جواب دیا جس پر وہ اجلت میں نکل گئے لیکن تھوڑے لیٹ تھے۔

جیسے ہی ز میل جلال خان کا جہاز لینڈ ہوا، ایئر پورٹ سے نکلتے ہی ایک سیاہ گاڑی میں موجود آدمی نے نکل کر اسے پوری مہارت سے گاڑی میں دھکا دیا اور جب تک جہانگیر پہنچتے وہ لوگ گاڑی بگھالے گئے۔

"لعت ہو! اف"

جہانگیر اپنے دیر سے آنے پر بہت پچھتائے مگر ہاتھ ملنے کے سوا کچھ ممکن نہ رہا۔

داریہ اور داران اسلامہ آباد ہی روانہ تھے، داران ڈرائیونگ کر رہا تھا جبکہ داریہ کو بارس کا پیغام ملا تو اس نے رازداری سے اسے کھولا۔

"کام ہو گیا میم، مجرم جکڑا جا چکا ہے۔ میں اسے اسی گھر لے کر جا رہا ہوں۔ آپکے اگلے آرڈر کا منتظر ہوں"

داریہ نے اسے سنا اور ساتھ ہی فتحمندانہ مسکرا کر کال کاٹی اور بارس کو میسج ارسال کیا۔

"گڈ! خیال رکھنا میرے آنے تک۔ کوشش کرنا بیہوش ہی رہیں۔ میں موقع ملتے ہی آتی ہوں"

داریہ نے میسج بھیجا اور فون آرام سے واپس گود میں رکھے گردن و نڈو کی طرف پھیر لی جبکہ داران نے سرسری ساسر موڑا اور اک نظر داریہ کے فون پر ڈالے ثر دبار سے مسکرایا۔
لیکن نہایت مختصر۔

.._____..

"یہ تھی میری چھوٹی سی کہانی، بس اس عشق نے کسی کام کا نہ چھوڑا اور نہ بیلا بخاری دنیا فتح کر لیتی"

ناشتے کے بعد آج بیلا، انجمن صاحبہ کے ساتھ بازار آئی تھی، انھیں کچھ کپڑا خریدنا تھا تا کہ وہ بیلا کے لیے ایک دو خوبصورت جوڑے بنوا سکیں کیونکہ اسکی اڑی ترچھی ٹاپس اور پھٹی جینز انھیں بہت کھٹک رہی تھیں، اب چونکہ دونوں سہیلیاں تھیں تو بیلا نہ بات مان لی۔

"چلو کوئی ناں! عشق بھی بڑی چیز ہے پتری، نصیب والوں کو ہی ہوتا ہے۔ تو آج سے میرے یچی کی منگ ہے۔ اسے بھلے اعتراض ہو پر دیکھ اگر مجھے کچھ ہو گیا بیلا تو اسے سنبھال لینا، میرے یچی نے جیتے جی موت جھیلی ہے"

وہ لوگ کپڑے کی دکان میں ہی بیٹھی تھیں، انجمن جو رنگ نکال رہی تھیں وہ بیلا کو بہت ہی پھیکے لگ رہے تھے، جبکہ وہ شوخ پہننا چاہتی تھی۔

انجمن دادو کی بات پر بیلا کے کان کھڑے ہوئے۔

"ویر یہ سات میٹر دے دیجئے، کپڑے کارنگ چھوٹا تو بتا رہی واپس کروانے آؤں گی"

وہ دکان دار سے مخاطب ہوئیں جس پر وہ انھیں کپڑے کی کوالٹی کے قصیدے سنارہا تھا۔

"کیسی موت انجمن دادو!"

بیلا نے زرا کان کی اور جھک کر پوچھا جس پر وہ غم سے بو جھل ہو گئیں۔

"بڑی اوکھی موت پتری جو ساہ بھی ساتھ نہ لے کر جاسکی، اسکی ہو جا پھر وہ آپے بتا دے گا تجھے۔ تو دل کی رانی لگی ہے مجھے، صاف، شفاف۔ کہتے ہی تن میلا قبول ہے پر من میلا نہیں۔ اور میرے یچی کا دل تیرے اس اجلے دل کو اک دن ضرور پہچانے گا۔ تو دل چھوٹا نہ کریں، وہ جان بوجھ کر ایسا کٹھور نہیں بنا۔ بس دل اور جگر دی پیڑ سے ڈرتا ہے۔۔۔ اور عشق سے بڑی تکلیف کوئی نہ ہوتی"

یہ سب سن کر آج چھ سال میں پہلی بار بیلا کے دل نے ملکیت اور حاکمیت کے بجائے مسیحائی والے انداز سے یچی کو سوچا تو اسکے ہونٹوں پر دگنی پر سرور مسکراہٹ رہینگئی۔

"میں کیسے نہ جان سکی کہ اسکا یہ گریز، ڈر بھی ہو سکتا ہے، تکلیف بھی ہو سکتی ہے ورنہ مجھ جیسی آفت کی اک جھلک کو زمانہ ترستا ہے، اور میں اس کے لیے تڑپتی ہوں۔ آہ یو آہ! میں مر جاؤں گی اب تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گی"

انجمن دادو کو دکان دار کے ساتھ باتوں میں گم دیکھتے بیلا نے کرب سے سوچا اور ایک خوبصورت گرے کلر کا مردانہ کپڑا چھوا، یو نہی دل چاہا وہ ایک سوٹ یچی کے لیے اس رنگ کا خریدے۔ اور یہ اس نے کر بھی لیا۔

"میرا پتلو لمبچو یو یو یہ رنگ پہن کر قیامت لگے گا"

بیلا نے تو اسے اس رنگ میں ملبوس سوچ بھی لیا تبھی تو اسکی آنکھیں قوسین کے رنگوں کا صحن بن گئیں۔

.._____..

وہ دونوں سیدھے آسلامہ آباد بیوروہڈ کو اسٹر کے ٹرینگ گن کلب گراؤنڈ پہنچ چکے تھے جہاں یچی پہلے ہی دونوں کے استقبال کے لیے موجود تھا۔

یہاں کے انڈور الیکٹرک ٹارگٹ پستول، رائفل، آؤٹ ڈور اسکیٹ اور ٹریپ رینج تمام ڈیفینس بیورو سٹاف کے لیے اوپن تھے۔

"Welcome Executioner, Welcome lady boss"

دونوں کو خوش دلی سے ملتے یچی مسکرایا، داران تو مسکرا رہا تھا البتہ داریہ ضرور تھوڑی گھبرا رہی تھی۔

"Thank you"

داریہ نے رسان سے شکریہ ادا کیا اور اسکے بعد وہ لوگ ٹارگٹ ایریا کی جانب بڑھے، جہاں انکی گن شوٹ ریہرسل کی تیاری مکمل ہو چکی تھی۔

"تم باز مت آنا"

داران نے جب اسے گن کپچ کروائی تو داریہ نے دانت پیسے، جبکہ مسلسل شوٹنگ کی وجہ سے اسے ایک سیوہڈ فونز بھی دیے گئے، سیاہ گلوں بھی جبکہ ایک چشمہ بھی۔

داران محتوظ ہوتا قریب آیا، داریہ نے اپنی پوزیشن سنبھالی، اسکے کافی فاصلے پر ٹارگٹ بورڈ تھا۔

"اب بتاؤ کیوں نشانہ چوکا تھا"

وہ اسکے ہاتھ کو پکڑ کر نشانہ ایڈجسٹ کروانے کے بیچ اسکی گردن کی اور گہرا سانس بھرے ویسے ہی داریہ کو ڈسٹرکٹ کر گیا۔

"آئی فیل ہو رہیل پین، تبھی"

وہ سنبھل کر بولی جس پر داران نے دوسرا ہاتھ اسکے پیٹ کے گرد لپیٹے اسکی کمر کو سیدھا کیا، بلکل سٹریٹ۔

"جب تک تم میری پار ٹنر ہو، تمہارے ہاتھ نہیں کانپیں گے۔ یہ پہلا رول ہے جلاد بننے کا" وہ اسکا ہاتھ ٹریگر پر جمائے اسکو سمجھانے کے ساتھ ہی ٹریگر دبا گیا، جھٹکے سے گولی نکلی اور سیدھی مین سپوٹ میں جا کر دھنس گئی۔

"ماہ۔۔ ہیر"

وہ بے جان پڑتی پیچھے کو مڑی پر وہ اسے گھور کر خاموش کر وا گیا۔

"Executioner babe, Not Maheer Shah"

جبرے بھیج کر تصحیح کی، دار یہ نے خوف سے اسے دیکھا اور پھر نظر ہٹائی جبکہ داران اسے آزاد کیے زرا دور ہوا لیکن دار یہ نے جب خود نشانہ لگایا تو ہاتھ کانپنے کے سبب وہ سپاٹ سے بہت دور جا دھنسا۔

"اب کیوں کانپ رہی ہو؟"

وہ پھر سے اسکے شانوں کو تھامے پیچھے آن رکا۔

"اب تم جو ہو میرے قریب"

بے بسی سے اسکی قربت پر سیدھا سبھاوا الزام دھرا، وہ مسکرایا مگر مختصر۔

"جب میرے اندر تک اترتے ہوئے نہیں کانپی تو میری موجودگی کو نسی بڑی بلا ہے؟ لیڈی جلا دن۔۔۔ یہ ہضم نہیں ہوا مجھے"

وہ ناک چڑھاتا ہوا اس وقت ایک کھڑوس باس تھا، داریہ کو اسکا یہ روپ بھی جان لیوا لگا۔

"تم جان نکالو گے کیا اب وہ سب یاد دلا کر، میرا حق تھا میں نے لے لیا۔ بس"

وہ شرم سے سرخ ہوئے بڑبڑائی جس پر داران نے اسکی کمر پر سرکتے ہاتھ پیٹ پر لے جاتے باندھے۔

"شش! بس نہیں۔ جب میں حق لوں گا تو تمہاری جان واقعی جائے گی۔ انشورنس کرو الینا۔۔ چلو اب یہ بہکنا کم کر کے ٹارگٹ پر فوکس کرو۔

Am not your lovey dovy hubby Now,I am your Boss"

لہجے میں رعونت بھرے موصوف نے بہکنے کا سارا الزام جیسے داریہ پر ڈالا دل چاہا پوسٹل کا منہ اس بندے کی طرف موڑ لے۔

"Fine,so please don't be physical boss

اپنا ٹھکرک پن سنبھال کر رکھیں۔ میں بچی نہیں ہوں"

داریہ نے بھی پرے جھٹک کر اس بار ٹارگٹ کو خود فوکس بھی کیا اور کافی حد تک جیت بھی گئی لیکن

جب داران کو دیکھنے کو مڑی تو وہ اب بھی غرور کے پہاڑ پر بیٹھا آنکھیں اوپر کو گما گیا جیسے زرا متاثر نہ ہو

اور پھر تو داریہ نے شوٹ پر شوٹ کر کے ٹارگٹ پوائنٹ کے چیتھڑے اڑائے اس پر داران کوچ میں داریہ صبح معنوں میں جلادن ہی لگی۔

.._____..

"ایسڈ ہے دھیان سے"

لیب میں پریکٹس کے دوران ماول نے ایسڈ اٹھاتے جلدی کی تو ٹیسٹ ٹیوب ہاتھ سے پھسلنے ہی والی تھی جب ایاد نے باقی سٹوڈنٹس کے سنگ ڈسکشن کرتے اسکا ہاتھ چھلک جاتے ایسڈ سے بچایا، ماول بلش کرتی ہاتھ چھوٹے ہی وہاں سے دوسرے کارنر پر جارہی۔

"سر ہم نے سنا ہے آپکا اور ماول کا نکاح ہو گیا؟"

ثانیہ کے گروپ میں یہ ایک نئی لڑکی شامل ہوئی تھی، ٹیچرز کو سٹاف روم میں بولتے سنا تھا تبھی جب سے ماول کلاس میں آئی تھی ہر کوئی چہہ لگوئیاں کر رہا تھا۔

"کس نے بتایا آپکو؟"

ایاد نے ماول کو پریشان دیکھتے اس حرانامی لڑکی سے استفسار کیا۔

"دراصل میں سٹاف روم گئی تھی، وہیں ٹیچرز بات کر رہی تھیں کہ ایادز میل خان نے ماول سے نکاح کر لیا۔ اگر یہ سچ ہے تو آپ اناونس کر دیں، سب سٹوڈنٹس آپکی وائف کو غلط سمجھیں یہ اچھی بات

نہیں ہے۔ مستقبل میں کیا ہو چکا آپ جانتے ہیں۔ ہم اپنے بیسٹ اور فیورٹ ٹیچر کے کردار پر کوئی بات نہیں سہہ سکتے۔ پھر ماول ہماری کلاس میٹ ہے اور ہمیں عزت ہے۔"

حرا کی نرم مسکراتی نظر پر ماول نے گھبرا کر ایاد کو دیکھا جو اس سے اجازت ہی چاہ رہا تھا پر ماول نفی میں سر ہلائے اکورڈ فیلنگ سے بچنا چاہتی تھی۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو تم حرا، جی بالکل ماول میری وائف بن چکی ہے۔ جب اس نے میرے کردار پر آنچ نہ آنے دینے کی پوری کوشش کی ہے تو میں ضرور بدلا چکانا چاہوں گا۔ کم ہیر"

ایاد کی چاہت خیز نگاہ ماول کو زمین میں گاڑ سار ہی تھی اوپر سے اتنے سارے سٹوڈنٹس کی رشک آمیز نظریں سہنا بہت مشکل تھا۔

"آا سو کیوٹ! تو پلیز بتائیں ناں یہ کیسے ہوا۔ کیا اس حادثے سے پہلے ہی محبت تھی یا بعد میں ہوئی۔ وہ کہتے ہیں ناں کچھ حادثے ہماری زندگی کو بدل دیتے ہیں"

ماول ڈرتی ڈرتی قریب آئی اور ایاد کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ تھماتی ہچکچا کر اسکے ساتھ آن رکی، یہ مومنٹ سب نے مسکراتی فدا نظروں سے دیکھا، ہاں ثانیہ اور اسکے گروپ والے کچھ سنجیدہ تھے۔

ایک اور سٹوڈنٹ کے تجسس پر ایاد سرسری سا گھبرائی ماول کو دیکھے مسکرایا۔

"بالکل ٹھیک کہا تم نے رضا! کچھ حادثے واقعی بے انتہا خوبصورت ہوتے ہیں۔ ایکجولی یہ سب بعد میں ہی ہوا، امید ہے آپ سب کی کنفوزن دور ہو گئی ہوگی۔ تو ماول شاہ کو کوئی اس حوالے سے تنگ نہ

کرے۔ میں چاہتا ہوں آپ سب لوگ یہاں سے خوشی خوشی جائیں۔ اور کامیابی کی منازل طے کریں۔"

ایاد نے اس بیچ ماول کے کانپتے ہاتھ کو مضبوطی سے دباتے ہی آزاد کیا کیونکہ وہ کفر ٹیبل نہ تھی، سب ہی دونوں کو ڈھیروں دعائیں دیتے اپنے اپنے کام پر واپس لگے۔
"کیا ضرورت تھی اسکی ملینگا"

وہ پاس ہی میز کے کنارے کھڑی منہ پھلائے بولی۔
"کوئی تمہیں مشکوک نظر سے دیکھے یہ کیسے برداشت کر سکتا ہوں، اچھا ہو گیا سب خود ہی کھل گیا۔ آئی ایم ریلکس ناو"

اسے تو جیسے اسی کا انتظار تھا، پوری دنیا کے سامنے وہ بتانے کا خواہش مند تھا کہ ماول اسکی ملکیت ہے۔
"اور میرا کیا! سب مجھے ایسے دیکھ رہے جیسے ہوائی مخلوق ہوں۔ ابھی یہ حال ہے جب یونی جاؤ گی وہاں بھی آپ نے میرے سر پر مسلط ہو جانا ہے کیونکہ مجھے بھی Comsats ہی جانا تھا ہمیشہ سے۔۔۔ اف میری یہ عجیب زندگی"

ماول کو فوج پر کا سوچے ہول اٹھے۔

"نا شکری"

بڑبڑا کر وہ خفا ہوتا وہاں سے دوسرے بیچ کی طرف بڑھا جبکہ وہ ساری لڑکیاں تھیں، ماول کو عجیب سی جلن گھیر گئی، ایک تو وہ اتنا ہنڈسم لگ رہا تھا بے بی پنک شرٹ اور وائٹ سلم فٹ پینٹ پہنے، اوپر سے یہ غرور کہ وہ صرف اسکا ذاتی ایاد ہے، دل چاہا سب لڑکیاں غائب ہو جائیں۔

"میں یونی میں کیسے سہوں گی یہ ٹارچر، وہاں تو ایک سے بڑھ کر قاتل حسینہ گھومتی نظر آئے گی۔ کسی نے میرے ملینگا چھین لیے۔ یا اللہ پلیز کوئی انھیں منہ نہ لگائے پلیز پلیز۔۔۔۔۔"

ماول نے دل ہی دل میں ابھی سے فیوچر کا سوچے خود کو نڈھال کیا، کب وہ واپس آکر منہ پھلائے زرا فاصلے پر رکا ماول کو خبر نہ ہوئی۔

"آپ ان کے ساتھ چپک کیوں رہے تھے"

ماول اسکے دوسرے سٹوڈنٹ سے بات کرنے پر چونکی مگر جیسے ہی موقع ملا فوراً سے شکایتی سرگوشی کی۔
"کیونکہ تم نہیں چپکنے دیتی خود سے"

بے شرمی کی حدیں پار کیے وہ منہ پھاڑ کر ماول کی زبان بند کروا گیا۔
"ایاد!"

دانت پیسے اپنے دہک اٹھتے گال چھپانے کو منہ پھیر گئی، جناب کی ناراضگی شرماتی ماول نے لمحے میں بجھا دی۔

"سنو! میری زندگی اتنی خوبصورت کر دی ہے تم نے کہ بتا نہیں سکتا۔ ماول، تھینکو"

وہ اسکے ہونٹوں کی حرکت سے اسکے الفاظ سمجھی تو آنکھوں میں چاہت انڈیل لائی۔

پھر خود کو سرزنش کی کہ دوبارہ اس طلسم باز کو نہیں دیکھے گی۔

آج چونکہ کام کافی تھا تو دو تک وہ فری ہوئے، اگسٹن ماول نے ڈرائیور انکل کو ایاد کے کہنے پر آدھے گھنٹہ ویٹ کا کہا اور خود قریب کے ہی ریسٹورنٹ جا کر اسکے ساتھ لپچ کرنے گئی۔

ابھی ویٹر انکا آرڈر لے کر ہی گیا کہ اچانک سے ایک دوسرا ویٹر اس سے میز کے پاس ہی ٹکرایا اور ایک بلیک باکس چپکے سے ماول اور ایاد کی ٹیبل پر رکھے اس دوسرے ویٹر سے معذرت کیے واپس اندر لپک گیا۔

ماول تو اس گھتھم گھتھی پر گھبرا گئی تھی پر ایاد نے اسکے ہاتھ پر دبا دیتے مسکراتی نظر سے تسلی دی مگر دونوں کی بیک وقت نظر جب اس بلیک باکس پر گئی تو حیران ہوئے۔

"یہ کون رکھ گیا ملینگا؟"

ماول نے حیرت سے کہتے اسے چھونا چاہا مگر اس سے پہلے ہی ایاد نے وہ باکس اٹھالیا، تین ٹیبل چھوڑ کر عاقب کمرانکی طرف کیے بیٹھا کسی میگزین کا جائزہ لیتے اپنے کان پیچھے ہی لگا چکا تھا۔

"آئی ڈونٹ نو! دیکھتا ہوں"

ایاد نے وہ باکس کھولا مگر ایک پسٹل کی گولی اور ایک نوٹ دیکھ کر جہاں ماول کی آنکھیں خوف سے پھٹیں وہیں تھوڑا گھبرا تو ایاد بھی گیا۔

"ب۔۔۔ بلٹ۔۔۔ ایاد"

منہ سے چیخ نکلتے رہ گئی۔

"ریکس ماول، دیکھنے دو"

ایاد نے وہ چٹ اٹھائی۔

"ایک دوسرے سے جتنی جلدی ہو سکے دور ہو جاؤ، ورنہ تم دونوں میں سے کوئی ایک مار دیا جائے گا۔

ساری زندگی کے ماتم سے بہتر ہے کہ بچھڑ کر تھوڑا اور تڑپ لو۔ اسے پہلی اور آخری وارننگ سمجھنا۔

مجھے تم دو معصوموں میں سے کسی کا بھی قتل کرتے بہت دکھ ہو گا"

وہ دھمکی خیز نوٹ ایاد نے پڑھتے ہی غصے سے مٹھی میں مڑورا جبکہ ادھر ادھر دیکھنے لگا، ماول نے اسکی

مٹھی سے وہ کاغذ لینا چاہا مگر ایاد نے فوری ہاتھ پرے کیا۔

"ا۔۔ ایاد دیکھائیں پلیز"

وہ مچلی۔

"کچھ خاص نہیں ہے ماول"

ایاد نے بھونڈی سے ٹالنے کی کوشش کی۔

"کچھ برا ہی ہو گا۔۔۔ گولی رکھ گیا ک۔۔۔ کوئی۔۔۔ دادو نے تو نہیں کروایا ایاد۔۔۔ وہ آپکو نہیں

چھوڑیں گی۔۔۔۔"

ماول کی ڈری ہوئی حالت عاقب دیکھ چکا تھا تبھی کافی کی پیمٹ کرتے ہی ہنستا ہوا ریسٹورنٹ سے نکل گیا کیونکہ چنگاری لگ چکی تھی۔

"جس نے بھی یہ گھٹیا حرکت کی ہے جلد سامنے لاؤں گا، تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں" وہ اسے جتنی بھی تسلی دیتا بیکار تھی۔

"آپکو میری قسم دیکھائیں مجھے یہ"

ماول کی ضد ماند نہ پڑی تو ایاد کو اسے وہ نوٹ دیکھانا پڑا، جسے پڑھنے کے بعد اسکی آنکھیں سرخ انگارہ ہوئیں۔

"ک۔۔ کیا ہم الگ ہو جائیں گے ایاد"

کانپتی آواز کے سنگ وہ اسے دیکھتے بولی، ایاد نے پہلے تو لنچ کینسل کروایا اور اسے لیے ریسٹورنٹ سے نکل کر واپس گاڑی تک پہنچا اس بیچ ماول نے جس ضبط سے آنسو روکے تھے وہ بیٹھتے ہی سسکیوں کی صورت اختیار کر گئے۔

اسے روتا دیکھنے کے باوجود ایاد نے گاڑی سٹارٹ کی، تاکہ اس رش سے نکلے۔

"ماول! سٹاپ کرائنگ"

مین روڈ کے کنارے لاتے ہی وہ گاڑی روکتا اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے اپنے سینے لگا گیا، جو اتنا ڈری تھی کہ فوری لپٹ گئی۔

اسکی شدت سے اسکی تکلیف عیاں تھی۔

"آ۔۔ آپکو کچھ ہو گیا ت۔۔ تو۔۔ میں کیا کروں گی ملینگا۔ مجھے کچھ ہو گیا تو آپ رہ لیں گے کیا؟"

اس وقت اسکے نازک وجود میں خوف کنڈیلی مارے بیٹھتا تھا تبھی وہ کچھ بھی بول رہی تھی۔

"سوچنا بھی مت ایسا کچھ، کوئی ایک بھی نہ ہو اتو کچھ نہیں رہے گا۔ ڈرو مت، یہ صرف ڈرانے کی ایک مکر و کوشش ہے۔ میں ہوں ناں، بس۔۔۔۔۔ سنبھالو خود کو، اگر یہ تمہاری دادو نے بھی کیا ہے تو میں خود ہنڈل کروں گا"

وہ اسکے دلاسوں پر بھی نہ سنبھلی، ایسا محسوس ہو رہا تھا جان نکل جائے گی۔

"م۔۔ میں ان سے لڑنا نہیں چاہتی ایاد"

ٹوٹ بکھر جاتے لہجے میں سسکی تو آواز کو آنسوؤں نے نگلا۔

"مت لڑنا، میں تمہارے لیے لڑنے کے لیے ہوں۔ بس ناں، یہ کوئی ڈرنے اور رونے والی بات نہیں ہے ماول۔ محبت میں بہت آزمائشیں آتی ہیں۔ اب اگر تم میری ہو گئی ہو تو مجھے ہر امتحان کے لیے تیار رہنا ہو گا۔ میرے نام کے ساتھ لگتے زمیل جلال خان نے ایسی مشکلات پہلے بھی ڈھائی ہیں، لیکن سب گزر گیا۔ یہ بھی گزر جائے گا"

اب کی بار وہ اپنی تکلیف بھلائے ایاد کے غم زدہ لہجے پر چونکی، وہ بہت تکلیف سے آخری جملے ادا کر سکا تھا۔

وہ سیدھی ہو کر بیٹھی۔

"بھلے میں آپ سے تھوڑی ت۔ تھوڑی ناراض ہوں، مطلب دور رہوں گی لیکن اس معاملے میں آپکے ساتھ ہوں۔ لیکن وعدہ کریں کہ آپ مجھے کبھی بھی نہیں رلائیں گے"

وہ اسکے معصومانہ عہد پر مسکرایا بھی اور اسکا ہاتھ بھی تھام لیا۔

"کبھی نہیں، اگر چاہو تو گھر چل سکتی ہو۔ مایا سے مل لینا، ہوپ سوا چھا فیل کرو"

وہ اسکے پریشان ہونے پر فکر مند تھا تبھی گھر چلنے کی آفر دی لیکن یہ سوچ کر ہی وہ کرنٹ لگے انسان کی طرح دور ہوئے فاصلہ بنا گئی۔

"نو! میں نہیں جاؤں گی۔۔۔ خالا کو شاہ حویلی بلوالوں گی پر آپکے گھر نہیں جاؤں گی"

وہ ہکلاتے ہوئے بولی، جیسے شدید خوفزدہ ہو۔

"ماول! وہ گھر اب تمہارا بھی ہے۔ کیوں نہیں جاسکتی؟ لنچ نہیں کر سکے، سب مل کر ساتھ میں کر لیں گے"

وہ عجیب بے چین ہوا، بس نہ چل رہا تھا ماول کو اپنی آنکھوں سے او جھل ہی نہ ہوتے دیتا۔

"نو! آپ بدل جاتے ہیں ادھر۔۔۔۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔۔۔ میں نہیں آنا چاہتی آپکے قریب"

نکاح والی شام اسے بھولی نہ تھی، حواسوں پر اب بھی عفریت کی طرح چپکی تھی۔

ایاد نے ہونٹوں کو حصار نے والی بے خود مسکراہٹ سمیت اس پاگل کو دیکھا۔

"میں ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا، اب تو چل سکتی ہو"

وہ اسے جذب بھرے اصرار پر ہچکچاتی اسے دیکھنے لگی جیسے اندازہ نہ کر پا رہی ہو وہ سچ کہہ رہا ہے یا جھوٹ۔

"دیکھیں گے بھی نہیں"

وہ خوفزدہ ہوئے منمننائی۔

"اتنی بے اعتباری، میرے دیکھنے سے کیا ہو گا جو روک رہی ہو؟"

اس بار اسکے قریب سرکتے ماول کی ڈری نم آنکھوں میں جھانکا۔

"نہیں بتا سکتی، بس مت دیکھیے گا۔ آئی مس خالہ سوچ۔۔۔۔۔ نہیں دیکھیں گے ناں؟"

وہ جانے کو تڑپ رہی تھی پر بچوں کی طرح گارنٹی مانگ کر ایاد کو کسی قابل نہ چھوڑ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے جب تم سے نظر ملی تو چرالوں گا، یہ پر امسس کر لیتا ہوں۔ اتنی رعایت تو دے سکتی ہو۔

تمہاری سوچ سے کہیں زیادہ حق ہیں میرے تم پر۔۔۔۔۔"

اسکی ٹھوڑی پر ہاتھ کی گرفت جماتے تپش چھوڑتے لہجے میں کہتے ہی اسکے چہرے کو غالب آئی مدہوشی

سے دیکھنے لگا وہ منہ فوراً سے ڈرے پھیر گئی۔

اس میں ایاد کی نظریں تک سہنے کی برداشت نہ رہی تھی۔

"مجھے بہت دور رکھنا ہے خود سے آپکو ابھی، آپکو دیکھ کر میرے ارادے کمزور پڑ سکتے ہیں۔ اس لیے"

گردن پھیرے ہی وجہ بھی بتادی، کیوں نہ اس سبب پر اس شخص کا روم روم خمار سے اٹ جاتا۔

"اوہ! بھول گیا تھا کہ سزا کاٹ رہا ہوں"

وہ مسکرا کر ڈرائیونگ سٹارٹ کر چکا تھا جس پر ماول نے کن اکھیوں سے ایاد کو دیکھا۔

"ڈرائیور انکل کو بتا دو وہ چلے جائیں، داران اور داریہ بھی آئیں گے تو انہی کے ساتھ واپس چلی جانا"

اس بار سنجیدگی سے تاکید کی جس پر ماول نے پہلے میسج کیا پھر آگے کو سرک کر تھوڑی ایاد کی جانب ہوئے بیٹھی اور اسکی بازو سے لگے گال ٹکا گئی۔

"سزا نہیں ہے، سیٹیفیکیشن ہے میری۔ تسکین۔۔۔"

اب کی بار اسے ماول پر غصہ آیا پر اسکی معصوم شکل دیکھ کر پیار میں بدل گیا۔

"کب تک چلے گا یہ؟ رخصتی تک؟"

بڑی حسرت ٹپکاتے بولا، ماول بلش کرتی مسکائی۔

"نو! رخصتی کے بعد بھی۔ جب تک میں چاہوں گی"

ستم کے پہاڑ فراغ دلی سے توڑے گئے۔

"تمہاری اس چاہت کا بینڈ ایک لمحے میں بجا سکتا ہوں"

آنچ پہنچاتے الفاظ سے وارن کیا۔

وہ پلکیں گرا لیتی اسکی بازو میں گھس کر رہ گئی۔

"بجائیں گے نہیں، ورنہ کھو دیں گے مجھے"

منہ میں ہی بڑبڑائی۔

"شٹ اپ ماول"

غصے سے ٹوکا جبکہ وہ ہنس رہی تھی، اور اسکی ہنسی بے حد انمول تھی جس کے لیے ایسا اپنا آپ بچ بھی سکتا تھا۔

.._____..

"انوو"

چینل آفس کا ڈور اوپن کیے جہاں گنیر ہڑبڑا کر داخل ہوئے تو چند جونیرز رپورٹرز کو بریف کرتی انیب چونکی۔

"بابا، ٹھیک ہے آپ سب جائیں"

سب کو فارغ کیے وہ بابا کے پاس آکر رکنے پر انھیں بے تابی سے دیکھنے لگی۔

"ز میل! جیسے ہی وہ ایئر پورٹ سے نکلا پتا نہیں کون لوگ اسے لے گئے۔ میرا تو دماغ پھٹ جائے گا۔ کہیں صفدر پاشا کے لوگ تو اٹھا کر نہیں لے گئے؟"

بابا کو پہلے تو انیب نے پکڑ کر بٹھایا اور خود بھی سامنے بیٹھی۔

"ایسا نہیں ہو سکتا، صفدر پاشا پچھلے تین دن سے جیل میں ہے، میرے ہی چینل نے اسکی اریسٹ نیوز کوور کی تھی۔ ریلکس ہو جائیں بابا جان۔ ہو سکتا ہے داریہ نے اٹھوایا ہو۔ سچ اگلو انے کے لیے"

انیب کا چہرے کو تکتے وہ گہرا سانس کھینچتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"ٹھیک ہے تم داریہ سے پوچھو، اگر وہ اس کے پاس ہے تو پھر یقیناً سیو ہے۔ جلدی پوچھو انوو، میرا دل بیٹھا جا رہا ہے"

بابا کی جان سی جانے پر وہ فوراً اٹھ کر فون تک پہنچی اور داریہ کو کال ملائی جو اس نے دوسری بیل پر ہی پک کی، وہ لوگ اس وقت بھی مشن کے حوالے سے ڈسکشن کر رہے تھے، تمام ڈیفینس بیورو سٹاف کا نفرنس روم میں جمع تھا، سراج الحق بول رہا تھا۔

"ہاں انوو"

داریہ دھیرے سے بولی۔

"کیا زمیل انکل تمہارے پاس ہیں؟"

انوو کے سوال پر داریہ خفا ہوئی۔

"پلیز انوو یہ میرا بہت ذاتی معاملہ ہے، معاف کرنا"

داریہ فون بند کرنے ہی لگی جب انیب کی گزارش پر رکی۔

"ہلیزیار بتا دو، بابا بہت پریشان ہیں۔ ان کے سامنے زمیل انکل کو کوئی اٹھالے گیا۔ دراصل صفدر پاشا نام کا سیریل کلر اور مافیا کا آدمی بھی ان کے پیچھے ہے سو بابا بہت ٹنشن میں ہیں۔ آئی سوئیر یہ بات ہم دو کے سو کسی کو پتا نہیں چلے گی"

دار یہ کے چہرے پر بابا کے دشمن کا سنے پریشانی عود آئی۔

"ہاں میرے پاس ہیں، انکو کہو اپنے بڑی کے لیے فکر مند نہ ہوں۔ دار یہ سب کر سکتی ہے اس سنگدل انسان کی جان نہ جانے دے سکتی ہے نہ لے سکتی ہے۔ بائے"

ناراضگی کے سنگ کہتے ہی رابطہ توڑا جبکہ انیب نے تسلی دی تب جا کر جہانگیر زراسکون میں آئے۔
پرا بھی بھی دل بری طرح کانپتا محسوس ہو رہا تھا۔

"شکر ہے وہ محفوظ ہے، صفدر پاشا جیل کیسے پہنچا؟ کیسے پکڑا گیا؟"

جہانگیر کو یقین نہ آیا تبھی پوچھنے لگے حالانکہ اس پریشانی میں وہ انوکا مر جھایا چہرہ فراموش کر گئے۔
"سمگلنگ کیس تھا، ایک وڈیو وارل ہوئی تبھی قانون کے محکمے کو ایکشن دیکھانا پڑا لیکن سنا ہے اسکے وکیل ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ جلد نکل آئے گا، لیکن اچھا ہے زمیل انکل محفوظ ہیں"
یہ سن کر جہانگیر کو مایوسی ہوئی۔

"یہی آدمی دارم شاہ کا قاتل ہے انوو، دو سال سے آزاد گھوم رہا ہے۔ زمیل کے پاس جوڈی این اے رپورٹ تھی وہ کسی ٹیکنیکل خرابی کے سبب غلط پرنٹ ہوئی اور اس میں یہ لکھا تھا کہ زمیل کی گولی لگی اسے۔ لیکن زمیل کو ناجانے کیسے شک ہوا کہ دارم گولی سے نہیں مرا تبھی ہم جب کابل فرار ہو کر گئے تو ایک ہفتے کے بیچ ہی اس نے اپنے ذرائع استعمال کر کے اس معاملے کو حل کرنا چاہا لیکن پھر ہم دو کے

ساتھ حادثہ ہو گیا اور اریسٹ ہو گئے، میرے رہا ہونے کے بعد ہی زمیل کو اصل رپورٹ ملی کچھ دن پہلے، اپنے ایک پرانے جاننے والے کے ذریعے۔ میں بھی زمیل کو قاتل ہی مان چکا تھا پر غلط تھا۔

اپنی دو سالہ اذیت بانٹے وہ کچھ ہولے ہوئے پرانیب ضرور ہل گئی پر پر امید بھی تھی۔

"اصل مجرم ضرور سزا پائے گا آپ فکر مند نہ ہوں بابا"

انیب نے پر امید ہوتے تسلی دی۔

"ہمم۔۔ ان شاء اللہ۔ خیر میں چلتا ہوں اب"

چونکہ یہ انوکا ورک ٹائم تھا تو دل ہلکا ہوتے ہی وہ اٹھے تو وہ بھی بے تابی سے اٹھے بابا کا ہاتھ تھام گئی۔

"بابا جان! میں کچھ عرصے کے لیے آسٹریلیا جانا چاہتی ہوں، ایک دو ماہ کے لیے۔ لیکن آپ کسی کو نہیں بتائیں گے کہ میں کہاں گئی۔"

بیٹی کے اس فیصلے پر جہانگیر نے نہایت شاکڈ ہوئے۔

"انوکو! سب ٹھیک ہے ناں گڑیا"

وہ اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرتے شفقت لٹاتے بولے تو وہ مسکرائی اور انکے سینے لگی۔

"جی بابا بس سمجھ لیں تھکن اتارنے کی کوشش ہوگی، پلیز اجازت دیں"

وہ اگر بے بس نہ ہوتی تو کبھی یوں نہ بھاگتی۔

"ہمم! ٹھیک ہے، پر سکون رہو بھلے جہاں مرضی رہو۔ اچھا ہے تمہارا جانا، عاقب کی عقل اگر تمہاری موجودگی ٹھیک نہیں کر سکی تو شاید غیر موجودگی کر دے۔ بابا تمہارے ساتھ ہیں"

اسکی جبین چوم کر سکون پہنچاتے ہی اجازت دی تو وہ مشکور و ممنون سادور ہٹتے مسکائی، وہ آفس سے چلے گئے تو انیب نے گہرا سانس فضا کے سپرد کیا۔

.._____..

"میں تھک گئی ماہیر، اف کیا ساری ٹرینگ آج ہی کروا کے ملافا ضل بناو گے"

چارنج چکے تھے، پورے سٹاف کے ساتھ ساتھ سراج الحق سے بھی وہ مل چکی تھی، پورا بیورو ہڈ کو ارٹرز وزٹ کر لیا تھا، ٹرینگ گراونڈز گھوم لیے تھے، اور آخر شکوہ اس کی زبان پر مچل ہی گیا۔

"بس ایک ہی دن تھا، جس طرح تم نے شوٹنگ سپاٹ اکھاڑے ہیں مجھے یقین ہے تم دشمن کو سانس لینے سے پہلے پھڑکا ڈالو گی۔ تمہیں سب سے ملوانا بھی تھا، اب سیدھا موسکو ہی نکلیں گے ایک ویک تک"

داران نے خود بھی اپنی لائنسنس گن گاڑی میں رکھی جبکہ واپس ڈور بند کیے وہیں پاس کھڑی داریہ سے بولا۔

"یہ تعریف تھی یا بے عزتی، سمجھ نہیں آئی۔ بھوک لگ رہی ہے ماہیر۔۔۔۔۔ کچھ کھلا دو اب اس مسکین کو"

نہایت بیچارگی سے وہ دہائی دے اٹھی جس پر مسکرا کر اسے پیچھے ہٹاتا ڈور اوپن کیے بٹھائے خود بھی دوسری طرف سے آکر بیٹھا مگر داریہ نے اپنی بازو مسلتے اسے آنکھیں نکالیں۔
"وحشی! کتنے زور کا پکڑا تم نے۔"

داریہ نے کراہتے لہجے میں اسے شرم دلانی جسے زرا نہ آئی الٹا وہ ان ملائم ناز کیوں پر سیخ پا ہوا۔
"اوہیلو! نزاکت کی مشین بننے سے پرہیز کرنا۔ فولادی بنو اب، ایسے ہی گھسیٹوں گا کیونکہ اب تمہارا باس ہوں"

رعب جمایا پروہ چڑگئی، بہانے کی تلاش میں جو تھی۔
"باس ہو تو کیا کندھے پر بٹھالوں، مغرور کہیں کا"
سخت بری لگی تھی اسے ماہیر کی سخت پکڑ۔
"تمیز سے بات کرو"

ماہیر نے ہاتھ بڑھا کر اسکی بازو سہلانی چاہی پروہ فوری ہاتھ اسکا پرے جھٹک گئی۔
"ڈونٹ ٹچ می تم بھول جاتے ہو فلورنس بھی ہوں۔ میرے سامنے اپنے اندر کے جلاد کو قابو میں رکھا کرو، کیونکہ میں ہرٹ ہوئی ہوں۔ روٹھ بھی سکتی ہوں اور رو بھی"
نجانے کیوں پرداریہ کی آواز میں جب نمی شامل ہوئی تو وہ گھبرا گیا۔
"داریہ! آریوسیریس۔۔۔۔۔ لک ایٹ می۔"

وہ اسکی طرف سرکا پر وہ منہ پھیر گئی، اس نے اتنا سخت توہر گز ہولڈ نہ کیا تھا جتنا وہ ری ایکٹ کر رہی تھی۔

"اوکے ہٹ می، بدلہ لے لو۔"

اسکو اپنی طرف پلٹاتے آرڈر دیا تو داریہ نے سہم کر داران کو دیکھا۔

"سچ میں؟"

وہ کھوئی ہوئی بولی تو داران نے سر ہلایا جس پر داریہ نے اسکی گال چومتے پیچھے ہٹ کر سائیل دی۔

وہ ڈرالگ رہا تھا، اور داران کا یہ ایکسپریشن داریہ کو بہت پیارا لگا۔

"اف بہت زور کا لگا ہے"

وہ ڈرامائی انداز میں گال مسل گیا تو وہ ہنس پڑی۔

پراک لمحہ داران سچ میں ڈر گیا تھا تبھی تو داریہ کی ہنسی تکتے موصوف نے خود پر اپنی بکو اس حرکت کے سبب لعنت بھیجی۔

اپنے ہاتھ کو غصے سے دیکھے مٹھی بھیج کر اس لمحہ منہ بھی دوسری طرف پھیر گیا تھا۔

داریہ نے اسکی طرف دیکھا تو مسکراہٹ غائب ہوئی پھر داران کے ہاتھ کو جو اس نے مٹھی کی صورت

جکڑا تھا جبکہ ایک سے سٹیرنگ سنبھال رکھا تھا۔

"ایسے مت کرو، بیچ مار سکتے ہو"

دھیرے سے اسکے ہاتھ کو پکڑے کھولا اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھماتے انگلیوں میں انگلیاں بساتے
ہی ماہیر کے سینے سر رکھے چھپ سی گئی۔

"سوری داریہ"

اسکے بالوں میں لمحہ بھر محو ہوتے پکارا۔

داریہ نے چہرہ اوپر اٹھایا۔

"مجھے جب تم سخت ہاتھ لگاتے ہو تو عادت نہ ہونے کے سبب ایسے چھونے پر لگتا ہے میں نے تمہیں کھو
دیا، آئی لوو یور سافٹ ٹیچ۔۔۔ تم دشمن بھی بن گئے تو ایسے مت چھونا"

وہ اسکو دیکھتے نرمی سے بولی، وہ کافی سنجیدہ ہو چکا تھا، خود کی طرف دم سادھ کر تکتی داریہ کی جبین چومتے
معذرت بھی اپنے طرز کی کر دی پر وہ نہ ٹلی۔

"آج کے بعد ایسا نہیں ہوگا، آئی ایم ایکسٹر اسٹوپڈ"

وہ خود پر بگھڑا پر داریہ نے انگلی کی پوری اسے خوبصورت ہونٹوں پر جمائیں۔

"آئی ایم فال ان لوو و دس سٹوپڈ مین"

وہ ایسی جگہ یہ بولی کہ داران سے شایان شان جواب دور ایکسپریشن تک نہ دیا جاسکا۔

"بس داریہ"

وہ جواب دینے کے بجائے غرایا۔

اسے۔ پر اس نے بھی تو پورا دن مجھے بھوکا پیاسا مشقت پر لگائے رکھا۔ تھوڑا جلو تم بھی، بس کرنٹ نہ مارنے لگے باقی خیر ہے"

دار یہ کو اپنی کاروائی لگ تو سنگین رہی تھی لیکن وہ جانتی تھی جیسے ناراض کیا ہے منا بھی لے گی پر یہ موصوفہ کی اک ننھی منھی غلط فہمی ہی تھی۔

.._____..

پہلی چنگاری کے بعد عاقب دوسری لگانے کو حمین میاں کی طرف جانے والا تھا مگر کچن میں سوگوار سی کھڑی انیب کو دیکھتے ناچاہتے ہوئے بھی رکا جو شاید کو کنگ کر کے کچھ دماغ ریلکس کر رہی تھی۔

"ہم کو کس کے غم نے مارا، یہ کہانی پھر سہی۔۔۔"

جان بوجھ کر گنگناتا ہوا پاس آیا اور فریج سے ٹھنڈے پانی کی بوتل نکالے کھڑے کھڑے منہ لگا کر پیا جبکہ انیب اپنے کام میں مصروف رہی جیسے اس شخص کی موجودگی سے لاعلم ہو۔

"آہاں تو پاستہ بن رہا ہے، سنو میں نے ناں تمہارا نیا نام رکھا ہے۔ ماتم کو نین۔۔۔ ہا۔۔۔"

اسکے عقب میں رکتے کٹنگ بورڈ پر کٹ ہوئی سبزیاں اٹھا کر جان بوجھ کر کچن کا ونڈر پر بکھیرتے اسکی کان کی لوہو نٹوں میں لیتے انیب کا دل بند کیا۔

"عاقب"

وہ اسکی اس حرکت پر پلٹ کر غرائی پر عاقب اسکے ہاتھ میں پھر سے چھری دیکھے پہلے ٹھٹکا پھر زہر بھرا
ہنسا لیکن انیب کی آنکھوں میں سرخائی گھل آئی۔

"محبت نہیں ہے تمہیں مجھ سے، یقین دلا دیا ہے خود کو،، نیا نام پسند آیا تمہیں۔ ماتم کوئین۔۔۔ ہر وقت
ماتم جو مناتی رہتی ہو، محبت کرنے کا۔ تو خوش ہو جاؤ کہ تمہارے دل سے میری ممنوع محبت بروقت نکل
گئی۔۔۔ اب انیب جہانگیر اڑنا چاہتی ہوگی، پر یہ کیا۔۔۔۔۔ پر تو کٹے ہوئے ہیں تمہارے"
اس وقت وہ پورے دن کا کرب جمع کیے ضبط کے آخری مقام پر تھی اور یہ شخص اسے طنز کے نشتر چبھو
رہا تھا، لیکن شاید آج عاقب اس معاملے میں برحق تھا، ہر حق ہونے کے باوجود بھی انیب اپنی انا میں
جکڑی ہوئی تھی۔

"میری برداشت م۔۔۔ مت آزماؤ"
آواز حلق میں دبے آنسوؤں نے نکل لی۔
سرگوشی بن کر رہ گئی انیب کی التجاء!
"کیوں پھٹ جاو گی۔۔۔ چیچ پلیز یہاں مت پھٹنا بہت گندا ہو جائے گا سب۔ تمہارا ضبط کر کے
خاکستر ہو تادل ماحول تاریک نہ کر دے"

انیب سے یہ عاقب برداشت نہ ہوا،
چھلک پڑیں اسکی خود سے وفادار آنکھیں،

وہ اسکے سسک اٹھنے پر عاقب نے چھری اسکے ہاتھ سے

لی، کاونٹر پر رکھے اسے کھینچ کر اپنے سینے لگایا

۔ جانے یہ سہارہ دیا تھا یا سازش کی تھی لیکن اس

لڑکی کو رلا کر وہ آج پہلی بار خود سے ناراض ہوا۔

"انیب! تم پہلے کی طرح لڑنے کے بجائے رو کیوں رہی ہو۔ دیکھو میری طرف۔۔۔۔۔ رو نہیں"

اسکو پکڑ کر دور کیا تو وہ اپنے کمزور پڑنے کا بھرم رکھتے پلٹ گئی، بھاگ نہ سکی کیونکہ وہ راہ کی دیوار بنا تھا۔

"عاقب ج۔۔ جاو یہاں سے"

اس سے بولنا تو دور سانس بھی نہ لیا گیا تبھی عاقب نے اسکے گرد نرم سا حصار بنائے اسکے رندے چہرے

کو دیکھنا چاہا جسے وہ چھپا رہی تھی۔

"آنسو مت بہاؤ"

ہاتھ اسکے چہرے پر پھیرا مگر وہ اسکا ہاتھ جھٹک گئی لیکن اسے دور ہونے کا نہ کہا۔

"م۔۔ مجھ سے مزید لڑا نہیں جا رہا، میں تھک گئی ہوں"

عاقب کے دل کی دھڑکن محسوس کرتے سرگوشی میں بولی، اپنے دل کے جہاں میں تار کیوں سے اسکا

دم گھٹنے لگا تھا۔

"مجھے تم سے محبت نہیں ہے انیب لیکن اگر تمہیں ہے تو کہہ کر اس عذاب سے خود کو نکال کیوں نہیں لیتی سیانی عورت، ہاں کہنے کے بعد دو حرف بھیج دینا مجھ پر کم از کم تمہارے دل کا غبار تو نکلے گا جو سانس بند کر رہا ہے تمہاری، لعنت ہو اس محبت پر، مجھے تم سے لڑنے کی عادت ہے، اس پر کمپرومائز نہیں کروں گا"

وہ اسکے چہرے کو نا سمجھی سے تکتے لگی، سمجھ ہی نہ آیا کہ وہ کیا بولا ہے۔
"نہیں ہے"

اس بدحواسی سے منمنائی کیونکہ اب اسے چلے جانا تھا۔
"ٹھیک ہے مرو پھر"

اسے پرے دھکیلتا سفاکیت کی حدیں پار کیے کچن سے نکل گیا جبکہ وہ روتی ہوئی وہیں فرش پر ڈھے جاتے بیٹھی، آج دل چاہ رہا تھا وہ خود کو ختم کر دے، ایک ظالم سے محبت ہو جانا تکلیف کے سوا کچھ نہ تھا، اور یہ بات انیب جانتی تھی پر سمجھنا نہیں چاہتی تھی۔

اٹھ کر خود کو سنبھالتے ہی ریک پر رکھا فون اٹھایا اور آنسو پونجھے کال ملائی۔

"مجھے Melbourne کی فلائیٹ چاہیے، وہ بھی ارجنٹ"

اب اپنی انا کے بچاؤ کا واحد حل صرف فرار تھا اسکے پاس۔

"مایا! مجھے آدھے گھنٹے کے لیے کہیں جانا ہے۔ تو کسی نے میرا پوچھا کہیے گا پار لر گئی ہے۔ اوکے"

دار یہ کو داران نے غصے میں لہج بھی نہ کروایا اور اسے حمین کے گھر ڈراپ کرتا خود بھی حمین کے اصرار پر اندر آیا کیونکہ ڈنر کیے بنا کسی کو حمین نے جانے نہیں دینا تھا، پانچ بجے تک وہ آگیا تھا، داران کو ماول کا یہاں ہونا برہم نہ کر سکا کیونکہ یہ فیملی گیٹ ٹو گیدرا اسکے بقول ماول کے لیے بہتر تھی۔

میڈ چونکہ آج اس وقت بھی آگئی تو مایا ساتھ ہیلپ کروارہی تھی، دار یہ نے کچن میں آکر مایا کو رازدار بنایا، وہ جلدی میں لگ رہی تھی۔

"اوکے کہہ دوں گی پر جلدی آجانا"

پیار سے اسکی گال چھوتے تاکید کی جس پر دار یہ دبے پیر لاونچ میں بیٹھے ماموں، لالہ، ماول اور اپنے روٹھے ماہیر شاہ کو دیکھے باہر نکلی۔

بارس کالونی کے باہر ہی اسے پک کرنے پہنچا تھا سودس منٹ تک دار یہ مطلوبہ گھر پہنچی۔

بارس کے علاوہ بھی چار لوگ تھے جو اس جگہ کی پہرہ داری پر فائز تھے۔

دار یہ نے بارس کا کندھا تھپکایا اور خود دروازہ پاؤں سے ٹھوکر مارے کھولا، کچھ دیر پہلے ہی زمیل خان ہوش میں آیا تھا مگر بیہوش کرنے والی دوا کی اضافی مقدار سے اب تک اسکا سر اور آنکھیں چکرارہی تھیں۔

"دار یہ!"

زمیل نے اسے اندر داخل ہوتے دیکھ کر حسرت سے پکارا لیکن اس جانب ایسی حسرت کو برداشت کرنے کی کوئی اہلیت نہ تھی تبھی کرسی گھسیٹ کر وہ ٹھیک انکے سامنے آ بیٹھی، ہر احساس سے عاری جس کے دل سے رحم نامی شے خارج ہو گئی تھی۔

"اوہ نام یاد ہے آپکو میرا زمیل جلال خان! حیرت کی بات ہے۔ ورنہ مجھے لگتا تھا جب مجھے بیچا تھا تبھی مجھ سمیت میرے نام پر مٹی ڈال دی ہوگی۔ گڑے مردے اکھاڑنے نہیں آئی۔ بس اتنا جاننا چاہتی ہوں کہ دارم کی پورسٹ مارٹم ڈی این اے رپورٹ ہتھیانے کے باوجود آپ کیوں بھاگ گئے؟ حالانکہ اس میں صاف لکھا تھا دارم کی موت زہر سے ہوئی"

جتنا خون جلانا تھا اس نے جلایا لیکن سپاٹ لب ولہجے کے سنگ فوری مدد پر آئی۔

"دراصل وہ دور پورٹس تھیں، ایک مس پرنٹ تھی لیکن ہو اسپتال سٹاف نے دوا لگ سمجھ کر الگ الگ انویلیپ میں ڈال دیں۔ میں نے جو اس ہو اسپتال کے بندے سے ہتھیائی وہ بد قسمتی سے غلط والی تھی۔ تبھی بھاگ گیا کیونکہ مجھے شک تھا، اور یہاں رہ کر میں بے قصور بھی ہوتا تو جکڑا جاتا۔ اپنے آدمی کو اس کام پر لگا گیا تھا کہ کوئی انفارمیشن ملے تو سنبھال لے جس نے اسی رات اصل والی حاصل کر لی لیکن مجھ سے ایک کابل کا مقامی بندہ غلطی سے قتل ہوا تو پولیس نے اریسٹ کر لیا۔ اور تبھی فائنل رپورٹ جیل سے چھوٹ کر ملی۔ میں جانتا ہوں میری ضمانت تم نے کروائی تھی، مجھے آخری سانس تک قید رکھو گی تب بھی یہ تم پر معاف ہو گا داریہ"

اس ظالم شخص کے نرم لہجے کا رتی برابر داریہ پر اثر نہ تھا بلکہ وہ جس دن بکی تھی اسی دن اس شخص کو باپ کے رتبے سے بے دخل کر چکی تھی۔

وہ سر جھٹک کر ہنسی، وہ ہنسنا ز میل کے سینے میں نوکیلی گرم سلاخ سا اترا۔
"صفدر پاشا سے کیا معاملہ ہے؟"

اپنی سرد مہری لیے ہی سابقہ اجنبی لہجے میں سوال کیا۔

"شروع میں اسی کے لیے کام کرتا تھا میں پھر اپنا گینگ بنا لیا، اسکے بہت راز ہیں میرے پاس تبھی مجھے مارنے کی کوششیں کئی سالوں سے کر رہا ہے، غداری سمجھ لو"
ز میل کی نظر جھکی جبکہ داریہ کو اس شخص پر ہنسی آئی پر دل درد میں ایسا کم لایا تھا کہ ہنس بھی پڑتی تو آنسو نکل آتے۔

"وہ ساری انفارمیشن آپ میرے جو نیربارس کو دیں گے، سیدھے طریقے سے ورنہ اسے میری طرف سے آپ پر ہر طرح کا تشدد کرنے کی پوری اجازت ہے۔ جب تک صفدر کا کام تمام نہیں ہوتا داریہ کے قیدی رہیں، مزید کچھ نہیں کہنا"

بات مکمل کرتے وہ اٹھی پر سوچا نہ تھا وہ شخص یوں پکار کر رو کے گا کہ اس سے اک قدم اٹھانے کی بھی ہمت نہ ہوگی، وہ رکی، کانوں میں اترتے پچھلے سیسے کو سہا۔

"میری بیٹی! مجھے معاف کر دو"

دل تو داریہ کا یہی چاہا اس شخص کی جان لے لے پر دل کا وہ کونا جہاں اس شخص کی محبت کی حسرت سلگتی تھی، ایسا کرنے سے روک گیا پر اسکی آنکھیں ضرور کناروں تک گیلی پڑیں۔

"میں کسی کی بیٹی نہیں ہوں۔ دوبارہ یہ لفظ آپکی زبان پر نہ آئے زمیل جلال خان"

حلق میں گھٹن کے باوجود پوری قوت سے چینی تھی۔

"تم بھی بدلا لے لو، مجھے ویسے ہی صفدر پاشا کے آگے بیچ دو کیونکہ وہ میرے خون کا دشمن ہے۔ اجازت ہے۔ لیکن مجھے اس سے پہلے معاف کر دو۔ م۔۔ میں نے بہت دل دکھایا ہے تمہارا"

ایسی سفاک آفر پر وہ ہنسم کر رہ گئی، سمجھ نہ آیا یہ باپ ہے یا سوداگر۔

"میں آپکو کیسے بیچ دوں؟ آپ کے پاس بچا ہی کیا ہے جو لٹے گا۔۔ زندہ بھی نہیں ہیں آپ۔۔ میرے پاس تب بہت کچھ تھا، سانسیں، دھڑکنیں، زندگی، عیش، بے فکری، نیک نامی، معصومیت، اعتماد، خوشی، سکون، آرام۔۔۔۔ میں نے ایسی ہر شے چپ چاپ لٹے دیکھی۔ جب وہ عورتیں مجھے کہتی تھیں کہ ہمیں شوہر نے بیچا ہے، یا کوئی لڑکی کہتی مجھے میرا بوائے فرینڈ بیچ گیا ہے، کوئی کہتی منگیترا چھوڑ گیا، تو میں انتظار کرتی تھی کہ شاید کوئی بولے گی اسے اسکے باپ نے بیچا ہے۔۔۔۔ پ۔۔۔ پر نہیں۔ ایسی بد قسمت ان لڑکیوں میں صرف میں تھی۔۔۔۔ میرا جب سب لٹ گیا تو بس پاکیزگی رہ گئی تھی، اسے نہیں لٹنے دے سکتی تھی۔۔۔۔ کیونکہ مجھ پر حساب قرض تھا۔ کوئی میرا دامن داغ دار کرتا تو مر جاتی، پر مرنا نہیں تھا تبھی اس مافیا کے گند میں کودنے کا سودا کیا۔ ماسٹر گروپول نے خریدا مجھے اس

کوٹھے کی بائی سے۔۔ میرا ہنر دیکھ کر متاثر ہو گیا کیونکہ اپنے نزدیک ہوس پوتی کرنے کی نیت سے آتے تین مردود آدمیوں کو آپا ہج بنا دیا تھا مجھ نازک نے، اور اسے ایسی لڑکی ہی چاہیے تھی۔ جانتے ہیں ناں اسے کون ہے؟ کس درندے کا نام ہے۔۔۔۔۔ یہ تو بہت مختصر بتا رہی ہوں، پھر بھی سوچیں کیا آپ معافی کے لائق ہیں۔۔۔۔۔ آپ وجہ ہیں کہ میں ایک آسان سی پرسکون زندگی سے محروم ہو گئی۔۔۔۔۔ دوبارہ اس زبان پر معافی کا نام بھی مت لائیے گا ورنہ جان لے لوں گی آپکی“

جس قدر کرب اسکے اندر دبا تھا سب نکال دیا، زمیل سسک پڑا پر وہ جبراً منہ پھیرے اپنی آنکھوں کی اذیت دباتی وہاں سے نکل گئی۔

دل پھٹ رہا تھا لیکن اسے خود کو سنبھالنا آچکا تھا۔
بارس کو اشارہ کرتے ہی وہ اس گھر سے نکل گئی۔

عجیب دل کچل سا گیا تھا، ایک توزمیل سے سامنا اوپر سے داران کو ناراض کر بیٹھنے کا ملال بھی ہو رہا تھا تبھی فوراً واپسی کا ارادہ کیا، چالیس منٹ لگے تھے اسے واپسی پر لیکن ڈنر تب تک بالکل ریڈی تھا اور آٹھ تک سب نے مسکراتے ماحول میں کھانا کھایا اور اسکے بعد چائے کے لیے بھی حمین نے اکتائے داران کو بٹھالیا، مگر عاقب موہان کی انٹری نے ایک بار پھر رنگ میں بھنگ ڈال دیا۔

"عاقب! آؤ۔۔۔۔"

دروازہ ایاد نے ہی کھولا جبکہ اتنی رونق دیکھ کر وہ کھسیانا ہنسا، اسکے ہاتھ میں موجود پھولوں پر پہلی نظر داران کی گئی اور پھر اس نے ویسی ہی کینہ توڑ نظر داریہ پر ڈالی۔

"بھئی یہاں تو بڑی رونقیں لگی ہیں، ہے داریہ۔۔۔ اٹس فار یو۔۔۔ منانے آیا ہوں تمہیں۔ اس دن کچھ زیادہ بکو اس کر گیا"

سب کی موجودگی کے باوجود وہ جس طرح داریہ کی طرف بے تکلفی سے بڑھے وہ گلدستہ تھمائے شرمندگی سے بولا، ہر فرد اسے اور داریہ کو گھور رہا تھا، جبکہ داران یہاں آنے پر خود کو کوس رہا تھا، ڈر رہا تھا آج اسکے ہاتھوں یہ خبیث قتل نہ ہو جائے، رگوں میں بہتا خون تو اسے داریہ کے زرا سے فاصلے پر کھڑا دیکھ کر ہی ابلنے لگا پر یہ اسکی برداشت تھی کہ سہہ گیا۔

"عاقب سب بیٹھے ہیں"

داریہ کا بس نہ چلا کھینچ کر لگائے پر وہ مجبوراً پھول تھام گئی، لے کر پھینک دیتی لیکن یہ ان خوبصورت پھولوں کی توہین تھی۔

"ہاں سب کے سامنے سوری کر رہا ہوں، تم جانتی ہو میں تمہارے لیے کتنا پوزیسیو ہوں۔ آئی پر امسس دوبارہ تمہیں کبھی ہرٹ نہیں کروں گا، تم مسکراتی اچھی لگتی ہو"

بظاہر تو سب ٹھیک تھا پر ہر کوئی ایک دوسرے سے نظریں چرا رہا تھا، حمین کی نظر داران پر ہی تھی جس سے مزید بیٹھنا محال ہوا، جبکہ اٹھ کر اس نے بس اک خونخوار نگاہ داریہ کے ہاتھوں میں موجود ان

پھولوں پر ڈالی، وہ داران کی ایسی لا تعلق نگاہوں سے جھلس کر رہ گئی جب اس شخص نے داریہ کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کیا۔

"لٹس گوماول، ہمیں چلنا چاہیے"

وہ اٹھا اور بنا کسی کا لحاظ کیے ماول سے مخاطب ہوئے سرسری سے اجازتی نگاہ حمین پر ڈالے دروازے کی طرف بڑھا، ماول بھی فوری بیگ لیے مایا اور حمین سے ملتی، ایاد کو مسکرا کر بائے کہتی اٹھ کر پیچھے لپکی جبکہ داریہ سن ہی تو رہ گئی تھی، فوراً سے پھول صوفے پر پھینکتے راہ میں کھڑے عاقب کو پرے دھکیل کر پیچھے ہی باہر لپکی جبکہ عاقب چنگاری لگانے کے بعد مایا، ایاد کو حمین کی گھوری پر ڈھٹائی سے ہنسنے صوفے پر چوڑا ہوا۔

"کیا منحوسیت ہے یہ؟"

حمین صبر کا پیمانہ لبریز ہونے پر پھٹ پڑا، بلکہ عاقب کی گردن مڑور دیتا اگر مایا اسکا ہاتھ نہ تھامتی جبکہ ایاد کو تو آگے سے دانت نکال کر زچ کرتے عاقب کی شکل ہی اس وقت گھناونی لگ رہی تھی۔

"منحوسیت نہیں ہے، مجھ سے کوئی میری دوست نہیں چھین سکتا۔ مہمان نوازی تو آپ سب نے کرنی نہیں۔ بائے"

زیر پھیلانے کے بعد بھلا وہ کیوں رکتا، اچھی بھلی سبکی خوشی غارت کر تا نکل گیا۔

"ماہیر ویٹ۔۔"

ماول کو پارکنگ میں آتے ہی کار ڈور اوپن کر کے بٹھائے اس سے پہلے وہ بھی گاڑی میں سوار ہوتا،
دار یہ بروقت دوڑ کر اس تک پہنچی اور اسکی بازو پکڑے روکا، اسکا سانس بھاگنے کے سبب پھولا، وہ اسکے
پلٹانے کے باوجود ٹش سے مس نہ ہوا۔

"ڈونٹ ٹچ می دار یہ"

جھٹک کر اپنا ہاتھ بظاہر نرمی سے کہہ کر چھڑوا تا، لیکن دار یہ کی تو دنیا اندھیر ہونے لگی۔
"ماہیر! مجھے بھی لے کر جاو۔۔۔"

ناچاہتے ہوئے بھی وہ اسکی ناراض آنکھوں کو محسوس کیے برف کی ہو گئی۔

"کس خوشی میں؟۔۔۔ تم یہاں رہو اور جی بھر کر دوستیاں نبھاؤ، جہاں چھپ کر جانا پڑا، اب کھلے عام
جانا، مجھ سے جان چھڑوانے کو ناراض کیا مجھے تاکہ نجات ملے تمہیں میری قید سے۔ جب اس سب سے
فرصت مل جائے تو بتانا لے جاؤں گا"

بظاہر وہ اسے بے تاثر نگاہوں سے دیکھ رہا تھا لیکن دار یہ کو لگا آگ اگل رہا ہے، اس کی بدگمانی دار یہ کا
سانس خشک کر رہی تھی۔

وہ کچھ سننے کے موڈ میں نہ تھا، دار یہ نے اسے پکڑے روکنا چاہا پھر سے وہ ہاتھ چھڑوا گیا، جبرے بھیج کر
ہاتھ ہوا میں بلند کیے دار یہ کے ہاتھوں کو فاصلے پر کیا۔

"م۔ ماہیر! ایسے مت کرو خدا کے لیے۔۔ میں سوری کرتی ہوں تم سے۔۔ میں منالوں گی تمہیں۔۔ مجھے ساتھ لے کر جاو۔۔"

کپکپاتی آواز پر قابو پائے وہ اسکے سینے کی اور سرک کر اسکا چہرہ تکتی سرگوشیوں میں التجاء پر اتری پر وہ اسے پرے کر تا گاڑی میں بیٹھ گیا، ماول خود ان دو کے بیچ کی لڑائی پر سہمی ہوئی تھی۔

"تمہارا سوری کیا بھاڑ میں۔۔"

بنا کچھ سنے گاڑی سٹارٹ کر کے چلا گیا جبکہ داریہ نے دل پر ہاتھ رکھتے بمشکل گیڈ کی جالی پکڑ کر خود کو گرنے سے سنبھالا۔

"بھیا۔۔"

ماول نے کچھ کہنا چاہا پر داران نے ایسا گھورا کہ بچاری کی زبان تالو سے چپک گئی۔

"ایک لفظ بھی حمایت میں مت کہنا"

اس شخص کے لہجے میں پھاڑ کھاتی وحشت تھی۔

جبکہ وہ اس جاچکے ماہیر کی ہوا میں پھیلی خوشبو پر اپنی آنکھیں بگھوگئی لیکن جلد اس تکلیف نے غصے کا روپ بدلا۔

"عاقب! تم آج نہیں بچو گے کمینے"

وہ بھری بلا بنی پٹی ہی تھی کہ سامنے تن کر کھڑے عاقب کو دیکھتے ہی اسکی اور لپکی جو ایسی آگ تو امید بھی نہیں کر رہا تھا جو لگ چکی تھی۔

"کیوں کیا تم نے یہ عاقب؟ کیا چاہتے ہو۔۔۔ کیوں میری زندگی میں زہر گھول رہے ہو" وہ اسکے جان نکلتی محسوس کرنے کے باوجود سفاکیت سے ہنسا۔

"میں تم پر اسکا اصلی چہرہ کھولنا چاہتا ہوں۔ ہوش میں آؤ وہ ایک مطلبی اور بے حس انسان ہے۔ تمہیں چھوڑ کر چلا گیا، محبت کرنے والے سانس لینا چھوڑ سکتے ہیں پر اسے نہیں جس کو چاہتے ہوں۔ وہ تم سے محبت کا ڈھونگ رچا کر تمہیں قابو کر چکا ہے۔ نکلو اس سراب سے۔ یاد رکھنا اگر اس بے حس کے ساتھ بندھی رہو گی تو زلت و رسوائی تو ملے گی درد بھی ملیں گے۔ اب بھی تم آنکھیں بند رکھ کر سچائی جھٹلانا چاہتی ہو تو تمہاری مرضی داریہ۔۔۔۔ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا کہ وہ تمہاری اتنی انسٹ کرتا، حالانکہ اسے اچھے سے پتا ہے میری خصلت کہ میں کیوں کر رہا تھا پھر بھی اس نے جاہلیت دیکھائی۔ وہ جذبات میں آکر اک دن تمہیں بھی مار دے گا۔۔۔۔۔ یاد رکھنا"

گرم لوہے پر وار کرنے تو عاقب موہان کا اصلی ہنر تھا، وہ آگ لگا کر چلا گیا پر داریہ ضبط نہ کر پاتی روتی وہیں زمین پر گرنے کے انداز میں بیٹھی۔

پورا وجود تکلیف کی زد میں ہولے ہولے کانپ اٹھا۔

"ی۔۔ یا اللہ! کیا وہ سچ میں مجھ سے ناراض ہو گیا۔۔۔۔۔ ن۔۔۔ نہیں۔۔ میری غلطی ہے، مجھے اس فساد کی
کے دیے پھول اسی پر پھینک دینے چاہیں تھے۔۔۔ میں نے ناراض کر دیا۔۔۔۔۔ ماہیر کو۔۔۔۔۔
م۔۔ میں اتنی بند عقل ک۔۔ کیسے ہو سکتی ہوں۔۔۔۔۔"

اتنا کھوکھلا یقین نہیں تھا جو عاقب کی لگائی آگ وہ اپنے اور ماہیر کے رشتے کو لگنے دیتی، بس اس وقت
صرف ماہیر یاد تھا۔

کچھ دیر تک وہ واپس گھر پہنچی تو وہ تینوں ہی پریشان بیٹھے تھے، داریہ کو آتے دیکھ کر تینوں اٹھ کر اسکی
طرف آئے جسکی آنکھیں نم تھیں۔

"م۔۔۔ ماموں۔۔ وہ بہت سخت ناراض ہو گیا ہے۔ میں کیسے مناؤں گی اسے۔"

حمین کو تکتی وہ خزن سے منمنائی جس پر وہ اسے اپنے سینے لگا گیا۔

"نہیں روٹھے گا فکر نہیں کرو میری جان۔۔۔۔۔ بس۔۔۔ رو نہیں۔ آ جاو۔۔۔ اس عاقب کی ٹیونگ تو مجھے
کرنی ہی پڑے گی۔ خبیث آگ ہی لگاتا ہے بس۔۔۔"

داران کا غصہ بے جا نہیں تھا داریہ، جس ٹون میں عاقب تم سے بات کر رہا تھا، داران کی جگہ کوئی بھی
غیرت مند ہوتا تو اس کے جبرے چیر دیتا۔ پتا نہیں کس کا لحاظ کیے چپ چاپ نکل گیا۔

ماموں کی باتیں سنے وہ بیٹھتے ہی روتی اسکے سینے لگی، کیا بتاتی کہ اس سے پہلے ہی ماہیر کو بری طرح ناراض
کر چکی تھی۔

"ماہیر! تم مجھے کیسے چھوڑک۔۔ کر جاسکتے ہو۔ بے رحم"

رہ رہ کر اسے رونا آ رہا تھا جبکہ وہ تینوں ہی اسکی ہچکیوں اور رونے پر بہت پریشان تھے۔

.._____..

گاڑی شاہ حویلی کے پورچ میں رکی تو اندر چھائے قبر سے سناٹے پر ماول خود ہی ڈر کر باہر نکلی اور تیزی سے حویلی کی طرف لپک گئی، رات کے ساڑھے دس بج چکے تھے، گاڑی کا ڈور باقاعدہ پٹخ کر وہ خود بھی نکلا تو بہت برے موڈ میں تھا۔

بس نہ چل رہا تھا عاقب موہان کے ٹکڑے کر دے۔

"اتنی دیر کہاں لگائی؟ یہ مت کہنا یاد کے گھر تھی"

ماول حویلی میں گھسی ہی تھی کہ آگے کھڑیں دادو کو دیکھ کر اسکا دن والا خوف آنکھوں میں واپس چھا گیا جبکہ وہ ڈرتے ڈرتے انکے قریب رکی۔

"تھی، کیا کر لیں گی"

اس سے پہلے وہ جواب دیتی، وہ خود ہی دروازے سے اندر داخل ہوتا پاس آیا، ماول کی بازو پکڑ کر اک طرف کیے خود دادی کے سامنے تنا۔

ماول کو آنکھ کی جنبیش سے کمرے میں جانے کا اشارہ کیا تو وہ فوراً بھاگ گئی۔

"میں جو کروں گی اسکو سوچ سوچ کر ساری زندگی تمہاری روح کا نپے گی لاڈلے، سو مجھ سے مت الجھو"

داران کو سمجھ نہ آئی سب سچائی جاننے کے باوجود دادی سرکار کے اندر کا یہ زہر اب بھی ویسا کیوں ہے۔
"وہ آپکا بھیانک روپ دیکھ کر اب بھی کانپ رہی ہے، پورسٹ مارٹم ڈی این اے رپورٹ دیکھ لی؟ وہ
فوٹو گرافس بھی دیکھ لیں اب کونسا زہر باقی ہے جو بے گناہوں پر اگلنا چاہتی ہیں۔ بولیں کس قسم کی
نفرت ہے یہ جو ختم ہونے پر نہیں آرہی۔ کیا دل کی جگہ پتھر نسب ہے آپکے سینے میں؟"
لہجہ ابتدا میں پھیکا تھا لیکن ہر جملے کے ساتھ نم ہوتا گیا، عزیزے کی آنکھیں لمحہ بھر نرم ہوئیں تھیں پر
وہ اک لمحاتی کیفیت تھی۔

"ز میل نے گولی تو ماری تھی، یہ گناہ تو بہر حال اسکے سر پر ہے۔ نہیں بخش سکتی، بھلے دارم جتنا مرضی
گناہ گار ہو، یہ ماں نہیں بخشے گی۔ رہی بات ماول کی تو وہ میری پوتی ہے، اسکو ایسے خاندان میں بیاہنا،
جہنم میں جھونکنے سا ہے۔ تم تو میرے رہے ہی نہیں، تم پر کیا مان کروں۔۔۔ لے اڑی تمہیں وہ
ڈائن۔۔۔ جس دادی کے ہاتھ چومتے تھے آج نفرت سے دیکھتے ہو، کیا مجھے تکلیف نہیں ہوئی
ہوگی۔۔۔۔۔ دار یہ کو صرف امان کے لیے قبول کیا تھا، تمہاری بیوی بننے کے لائق نہیں ہے وہ بلکہ کسی
عاقب موہان کے قا۔۔۔۔"

مزید وہ بول نہ سکیں، یہ وہ سن نہیں سکا تبھی دادی کے منہ پر ہاتھ رکھے روکا۔
"نہیں، ایسا زبان پر بھی مت لائیں۔ میں اسکے خلاف کچھ برداشت نہیں کر سکتا۔ وہ ڈائن۔۔۔ نہیں
ہے، وہ میری زندگی ہے۔ میری ہو کر وہ ویسے ہی تکلیف سہہ رہی ہے تو آپ اپنے ستم روک دیں۔

میری ذات کا نٹا اسے ویسے ہی زخمی کر رہی ہے، میرا بس نہیں چل رہا میں اس سے نفرت رکھتے ہر دل کو جلا دوں۔۔۔۔۔۔ ختم کر دوں۔۔۔۔۔۔ وہ کیا چھینے گی مجھے آپ سے، اسے اس سے چھین لیا ہے میں نے۔۔۔۔۔۔"

وہ عجیب تکلیف کے سنگ جب یہ کہتے لڑکھڑایا تو عزت زے ہر ستم بھولے اسے سہارا دے گئیں۔
"د۔۔۔۔۔۔ اران کیا ہوا بچے؟"

وہ تڑپ اٹھیں جس پر وہ انکا سہارا جھٹک کر کاوچ پر لڑھک گیا۔
"ج۔۔۔۔۔۔ جو کہنا ہے مجھے کہیں، اسے مت کہیں۔۔۔۔۔۔ مت کہیں۔"

وہ سانس رکنے کے سنگ بڑبڑایا تو وہ اسکے پاس ہی بیٹھیں، اسکا ہاتھ پکڑا پر داران کو آوازیں آنا بند ہو رہی تھیں، اسکے سینے میں ٹیس اٹھ رہی تھی۔

"ت۔۔۔۔۔۔ تم ٹھیک ہونا داران۔۔۔۔۔۔ میں نہیں کہوں گی۔۔۔۔۔۔ تمہارے سامنے اسے اب برا نہیں کہوں گی۔ اتنی محبت کیسے ہو گئی اس چڑیل سے۔ ڈائن کھا گئی ہے تمہیں۔ کہاں ہے وہ؟ کیوں نہیں آئی؟"

عزیزے سے داران کی حالت سہی نہ گئی، لب و لہجے میں نفرت تھی پر دل چاہ رہا تھا داران کو کہیں سے داریہ لادیں۔

"مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے"

وہ دادی جان کو دیکھتے بولا، اس کا سانس پھول رہا تھا۔

"کیوں۔۔۔"

وہ زرد چہرے سے اسکی حالت پر پریشان ہوئے بولیں۔

"ناراض ک۔۔۔ آیا ہوں اسے، اگر وہ بھی چلی گئی ماں کی طرح۔۔۔۔۔ پھر؟ اس بار نہیں سنبھلوں

گا۔۔۔۔"

یہ سن کر عزیزے کھسیانا سا مسکائیں، دل چاہا عاقب کا منہ چوم لیں کیونکہ وہ یہی سمجھ رہی تھیں یہ سب عاقب کا کمال ہے۔

"ایسی کونسی حور پری ہے جو مرے جا رہے ہو، ساری زندگی کسی عورت کو مڑ کر نہیں دیکھا اور پلے پڑی تو وہ پچھل پیری، مرد کسی عورت کے لیے تڑپتا بلکل نہیں سجتا۔ یقیناً کچھ کیا ہو گا اس نے تبھی ناراض ہوئے تم۔۔۔۔۔ ایسی لڑکیاں ہوتی ہیں اٹیٹیٹنگ ہیں۔ شریف مردوں کا ایسی لفنگیوں کے ساتھ کہاں گزارہ بچے"

عزیزے کے زہرا گلنے پر داران نے آنکھیں اٹھا کر جو نظر ڈالی وہ عزیزے کا دل آرے کی طرح کاٹ گئی۔

"بولنے سے پہلے سوچا کریں عزیزے، آپ کسی ایری غیر کی کا نہیں میری بیوی کا ذکر کر رہی ہیں۔ آپ نے تو اس گھر کی عزت اٹھا کر نیلام کر دی تھی، آپ سے کیسے امید رکھ سکتا ہوں میں انسانیت کی"

اس بار داران نے حقارت سے دادی کا کلیجہ جلایا جو اک لمحہ ٹھٹھر کر رہ گئیں۔
"کیا بکواس کی؟"

وہ اپنی خفت و ڈر چھپانے کو اٹھ کھڑیں ہوتے اسکے سر پر چینخیں جس پر وہ بھی لمبا سا سانس کھینچے سینے پر ہاتھ رکھتے اٹھ کر انکی لٹھے کی مانند سفید پڑتی صورت افسوس سے دیکھنے لگا، جذبوں کی اس سوداگر سے رہی سہی الفت بھی آج اپنی موت مر گئی۔

"اگر مایا کو کچھ کر دیتا نہ آپکا لاڈلہ بیٹا، تو میں اسے قبر سے نکال کر آگ لگاتا۔ احسان مانیں اس زہر دینے والے کا جس نے دارم کو اس زلت اور دردناک عذاب سے بچا لیا کیونکہ زندگی موت سے بدتر کر دیتا میں اسکی۔ سچ کبھی نہیں چھپتا۔ میری مایا کی زندگی کو جو رنگ حمین چوہان کے سبب لگے ہیں وہی میری اس اندر بھڑکتی آگ کو مدھم کریں گے جو مایا کی حفاظت نہ کر پانے پر میرے سینے پر سلگ رہی ہے، آپ میری مایا کو تکلیف دیتی رہیں اور میں آپکے ہاتھ چومتا رہا، کیسا عقل کا اندھا نکلا۔۔۔۔۔ افسوس ہوتا ہے مجھے اپنی اس قدر فرما برداری پر۔ آپ جیسی سے مقابلہ نہیں کروں گا، آپ میری تربیت، فرما برداری اور محبت کو میرے منہ پر کب واپس مار دیں کچھ خبر نہیں لیکن مزید آپکے ستم نہ خود برداشت کروں گا نہ خود سے جڑے کسی فرد کو سہنے دوں گا۔ ایک ہفتے تک میری واپس ہے اور اسی ہفتے ماول کی رخصتی ہوگی۔ جو اکھاڑنا ہے اکھاڑ لیجئے گا۔ اور ایک اور بات دادی سرکار! داریہ جس دن مجھ سے الگ ہوئی وہ دن داران کی زندگی کا آخری دن ہو گا۔ اگر آپ میں میری موت پر

رونے کی ہمت ہے تو کر کے دیکھ لیں ہمیں جدا، آپ ہم دو کے بیچ کی کشش کو باقی بیچ چکی ساری زندگی صرف کر کے بھی نہ سمجھیں گی۔۔۔ کھلا چیلنج ہے آپ کو"

لہجہ دہک رہا تھا پر جو تکلیف وہ نکال کر گیا اسے جاتے ہی وہ عزیزے کے وجود کو گھن کی طرح چاٹ کر کھانے لگی۔

وہ انکے پتھر دل پر بری چابک رسید کر گیا تھا، جبکہ عزیزے کی آنکھیں دھندلا کر رہ گئیں۔
لڑکھڑا کر صوفے پر بیٹھیں، پھنکار کر خود کو سنبھالنا چاہا پر داران کا کہا اک اک لفظ سالم تیر کی طرح کلیجے میں دھنسا تھا۔

جبکہ وہ پہلے بابا کے کمرے میں آیا پر وہ سوچے تھے پھر بھی انکے قریب آ کر بیٹھے اپنا سر انکے سینے رکھ دیا، انکی نیند شاید بہت کمزور تھی تبھی سینے پر پڑے اس عزیز بوجھ پر انکے لب مسکرائے اور ساتھ ہی وہ داران کے بال سہلائے جاگے۔

"ماہیر شاہ! آپ ٹھیک ہیں؟"

بابا کی پکار پر وہ بس سر ہی ہلا سکا، آنکھوں میں اتنی جلن تھی کہ انکو سختی سے میچ رکھا تھا۔
"ماول کی رخصتی کا سوچ رہا ہوں، آپ کا کیا خیال ہے"

کچھ دیر بعد وہ آنکھیں رگڑتا اٹھا تو تبریز اسکا سوال اسکی آنکھوں کی تابناکی کے آگے فراموش کرتے اٹھ بیٹھے۔

"ماہیر! آپ کی آنکھیں"

وہ گھبرائے۔

"دھیان نہ دیں، تھوڑی جل رہی ہیں"

وہ آنکھیں ہی جھکا گیا۔

"دل جلتا ہے تو یہ جلتی ہیں فرزند! بتائیے کیا ہوا۔"

بابا کا اصرار نہیں چاہتا تھا وہ، گردن موڑے چہرہ اچرا کر سانس لیتے ٹالے اٹھ کھڑا ہوا۔

"بابا سرکار! آپ کل تک سوچ لیں۔ پھر جو مناسب ہوا کر لیں گے۔ سوری آپ کی نیند خراب کر دی۔

ریلی سوری"

کھارے لہجے میں کہتے ہی وہ کمرے سے نکل گیا پر تبریز شاہ کی رہی سہی نیند بھی ساتھ لے گیا۔

داران کمرے میں آہنا، فون نکال کر میٹرس پر پھینکنے لگا جب سکریں پر لکھی اٹھارہ مس کالرز دیکھے

گرنے کے انداز میں بیڈ کی پائنٹی کی جانب بیٹھا۔

وہ ناجانے کب سے ٹیرس پر کھڑی اس سے رابطے کی کوشش میں تھی، سب سو گئے تھے پر اسکی جان

سولی پر لٹکی تھی۔

ماہیر کی کال پر داریہ نے فوراً کال پک کی۔

وہیں وہیں بیٹھے بیٹھے میٹرس پر گرتے لیٹا، فون سپیکر پر ڈالے سینے پر رکھا۔

"م۔ ماہیر! تم کہو گے تو کان پ۔۔۔ پکڑ لوں گی۔۔۔۔۔ آج کے بعد تمہیں مزاق میں بھی ناراض نہیں کروں گی۔ ایک بار بول دو پلیز کہ تم مجھ سے خفا نہیں ہو۔ جب سے تم گئے ہو مجھے کچھ سنائی ہی نہیں دے رہا سوائے اپنے تھمے دل کی چینختی دھڑکن کے۔۔۔۔۔ تم سن رہے ہوناں؟"

دار یہ کی ملائم بھگی آواز کمرے میں گونج رہی تھی اور وہ سن کر اپنی آگ کو سرد محسوس کر رہا تھا۔

"ماہیر شاہ! میں اب کبھی تم سے کوئی شکایت نہیں کروں گی۔ آواز سنا دو ناں اپنی۔۔۔۔۔" اسکی جان ان سانسوں کے سنگ اٹکی تھی، وہ مسکرایا۔

"تم کبھی کسی سے پھول گفٹ مت لینا، پرامسس"

مبہم سی آواز میں وہ جواباً وعدہ مانگ کر دار یہ کی تھمی دھڑکنیں اعتدال پر لے آیا۔

"دل و جان سے پرامسس کرتی ہوں۔۔۔۔۔ م۔۔۔ مجھے اتنی دور کیوں چھوڑ گئے ہو تم ماہیر؟"

لہجہ ہارا ہوا تھا، وہ بھی تو اسکی محبت میں ہار چکا تھا۔

"فرصت سے اپنے باپ سے حساب لو، تبھی۔۔۔۔۔ بہت ذاتی معاملہ ہے تمہارا وہ"

اب بھی وہ روٹھا تھا تو وہ آزرہ ہوتی مسکرا دی۔

"میرا ذاتی معاملہ صرف تم ہو ماہیر، مجھے اک لمحہ ایسا لگا جیسے ختم ہو گئی ہوں، تم نے نہیں جھٹکا جیسے

زندگی دامن چھوڑ گئی ہو۔۔۔۔۔ سنو۔۔۔۔۔ تم ٹھیک ہو؟ بتاؤ مجھے دل گھبرا رہا ہے میرا۔۔۔۔۔ میں تمہارے

لیے جان بھی دے سکتی ہوں، میں بہت پیار کرتی ہوں۔ بہت زیادہ۔۔۔۔۔ تم جتنا سناو گے میں سہہ

لوں گی، اف بھی نہیں کروں گی اب۔۔۔۔۔ میں تمہیں تمہاری ہر خامی سمیت قبول کروں گی جیسے تم نے مجھے میری رسوائی سمیت کیا۔ میں سمجھ گئی ہوں تمہیں، تمہارے سارے درد"

وہ اسکی ہر بات ان سنی کیے بس یہی جملہ سن سکا کہ تم ٹھیک ہو؟ اسے لگا جیسے اس لڑکی کے اتنا پوچھنے پر ہی ہر تکلیف نے داران ماہیر شاہ کے دامن کو جھٹک دیا ہو۔

وہ مر بھی رہا ہوتا تو اسے یہی کہتا ٹھیک ہے، جسکی پہلے ہی نبض تھمی ہوئی تھی۔
"میں ٹھیک ہوں دار یہ"

وہ اتنا ہی کہہ سکا، اسکا یہ جملہ اسکی خیریت کے بجائے
اسکے اندر کا ماتم عیاں کر رہا تھا، وہ دم سادھ کر رہ گئی۔
"میری قسم ک۔ کھاو"

ملائم یقین چاہتی آواز موتیوں سی بکھری۔
"مر جاو گی"

وہ پھیکا سا مسکرایا، اسکی آواز میں ڈر تھا۔
دار یہ کی سانس سینے میں اٹک گئی۔

"میں آ۔۔ آ جاؤں ابھی؟"

روتے روتے پوچھا۔

"ہرگز نہیں، وہیں رہو۔ یو کے لالہ کی شادی کی تیاریاں کیا محلے والے کریں گے؟"

دار یہ اسکی بات پر سن پڑی۔

"واٹ؟"

دار یہ کا سر چکرایا۔

"یس۔۔۔۔ میں ماول کو ایاد کے سپرد کرنا چاہتا ہوں۔ پتا نہیں واپسی ہو سکے گی یا نہیں۔ تیاریاں شروع کر دو۔ اور مجھ سے کچھ دن دور رہو تاکہ سنبھل سکوں۔ میں بھی اپنے اس وحشی دل کو تمہاری حسرت کی مار سے سبق سیکھنا چاہتا ہوں۔۔۔۔ یہ بگھڑ رہا ہے، اور مجھ سے اپنے سبب تمہیں ہوتی تکلیف برداشت کرتا بڑا ہی مشکل ہے دار یہ"

اس شخص کی آواز آخر تک بکھر گئی۔

دار یہ سے کچھ بولا ہی نہ گیا۔

"پریشان مت ہو، طبعیت نہ بگھڑ جائے۔ جیسا کہو گے ویسا ہی کروں گی"

بہت دیر بعد بول سکی پر آواز کپکپا گئی۔

"خیال رکھنا اپنا، آئی لو و یو دار یہ"

وہ یہ سن کر تڑپ اٹھی، کتنا ظالم تھا نہ اتنے دور بیٹھ کر جان نکال لی تھی۔

"آئی لوویو ٹو۔۔۔۔ تم بھی خیال رکھنا اپنا، اور درد زیادہ ہوا تو میڈیسن لے کر سونا۔ میں اپنی نیند تمہیں بھیجتی ہوں۔ دار یہ کی ہر آتی جاتی سانس تمہیں پکارتی ہے، یہ کبھی مت بھولنا"

مزید اس سے بولا نہ گیا تو آنسو روکتی فون بند کر گئی جبکہ دل بہت بھرا ہوا تھا پر وہ رونے پر قابو پا چکی تھی، جانتی تھی روئی تو اسکی تکلیف بھی ماہیر تک پہنچ جائے گی جبکہ وہ دار یہ سے بات کر کے ہی پر سکون ہو چکا تھا تبھی آنکھیں بھی بند کر کے خود کو نیند کے سپرد کر دیا۔

.._____..

After Six Days.....

وہ پچھلے پانچ دن سے آسٹریلیا کے شہر ملبورن میں تھی، عیادت کر رہی تھی، موت کی آغوش کو چھو کر واپس آتے جاسم موہان کی حالت ان پانچ دنوں میں دس بارہ بار بگھڑی پر مسیحائی ہی ایسی زور آور تھی کہ وہ شخص زندگی کی طرف واپس آگیا۔

جمشید کو انیب نے اسکے بچوں اور بیوی کے حوالے سے دھمکا دیا تھا تا کہ وہ زبان نہ کھولے نہ انیب کے بارے عاقب کو خبر دے۔

آخر پانچ دن کے لمبے انتظار کے بعد جاسم موہان ہوش میں آچکا تھا، اسے کل ہی اسکے گھر منتقل کیا گیا تھا۔

کمرے کے داخلی دروازے پر ہوتی مانوس آہٹ کے سبب اس نیم جان شخص نے موندی آنکھیں کھول کر آنے والے کو دیکھا لیکن وہاں انیب جہانگیر کو شرا انگیز مسکراہٹ اچھال کر آتے دیکھ کر اس شخص کی آنکھوں میں خوف چھایا۔

"ت۔۔۔تم۔۔۔۔۔جہانگیر کی بیٹی ہوناں"

جاسم کی زبان پاس آ کر رکتی انو کو دیکھے لڑکھرائی۔

"پہلے تو صرف انکی بیٹی تھی اب مسیز عاقب موہان بھی ہوں۔ ویلکم نہیں کہیں گے مجھے اپنی فیملی میں"

انیب سر پر کھڑی اس شخص کی بے بسی پر محظوظ ہوئی جو عاقب کے نام پر آنکھیں سرخ کر بیٹھا۔

"عاقب نے شادی کر لی؟"

لہجے سے حسرت ٹپکی تھی، حسرت سے زیادہ اذیت تھی۔

"وہ نہیں آیا؟ تم کیوں آئی ہو؟"

وہ چپ رہی تو جاسم تڑپ اٹھا۔

"آنا پڑا، آپ مر جاتے تو عاقب پر ایک اور بوجھ آ جاتا، خیال رکھا آپکا کیونکہ آپ اتنی آسان موت ڈیزرو نہیں کرتے مسٹر جاسم موہان، وہ بیٹا ہے سلیقے سے آپ سے لڑ نہیں سکتا لیکن اسکی یہ لڑائی میں لڑوں گی۔ میرا آپ سے ایسا کوئی رشتہ نہیں کہ آپ سے حساب لیتے میرا دل کانپے گا۔ آپ نے اسے تباہ کر دیا، اور امید رکھ رہے تھے وہ آپکو مرتے ہوئے شکل دیکھانے دوڑا چلا آئے گا۔۔۔۔۔ نہیں

مسٹر جاسم! اسکی برداشت کو اتنا مت آزمائیں۔ اس سے اسکا بچپن چھینا، اسکی ماں چھینی۔۔۔۔۔ باپ بھی چھین لیا، اب کیا اسکی سانسیں چھینا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔؟"

وہ شخص انیب کے سخت گرجدار الفاظ پر لا جواب سا پچھتاوے کی تپش سے جھلس گیا، آنکھوں میں ندامت تھی۔

"بتاؤ کیا حساب چاہتی ہو؟"

گویا وہ پہلے ہی آدم بیزار آدمی سزا کا ہی منتظر تھا۔

"دے سکیں گے؟"

یہ پوچھتے ہوئے انیب کی آنکھوں میں بھی اذیت تھی۔

"کوشش کروں گا"

مر جھائی آس بھری سرگوشی کی۔

"اس سے جو جو چھینا ہے واپس کریں،

ماں تو نہیں لوٹا سکتے پر اسے اسکی راحت دیں۔ کتنا اکیلا فیل کرتا ہو گا، ماں پاس نہیں، باپ پاس رکھنا

نہیں چاہتا تھا۔ خود کو کئی سالوں سے گم کر رکھا تھا، کیوں؟"

وہ پھٹ پڑی، جاسم کی گردن پشیمانی سے جھک گئی۔

"جب سبرینہ مر گئی اور میں اسے یہاں لایا تو اس سے آنکھیں نہیں ملا سکتا تھا، اسکی آنکھوں م۔۔ میں ایک ہی سوال ہوتا تھا کہ میری ماں کہاں ہے۔۔ جب مار یہ صاحبہ نے اسکی کسٹڈی حاصل کی میں نے جان بوجھ کر ہتھیار ڈال دیے انیب۔۔ وہ مجھ سے دور رہتا یہ زیادہ بہتر تھا، میں اسکی کفالت کرتا رہا، ملنے کی ہمت نہ تھی۔ پھر مجھے پتا چلا نانی کے پاس جاتے ہی وہ ہنسنے مسکرانے لگا ہے، تو میں نے اس سے رابطہ بالکل کم کر دیا۔ میں اسکی زندگی کا گرہن تھا، آہستہ آہستہ ہر جگہ سے ہٹ گیا، یہاں تک کہ اپنا سارا بزنس، اپنی ساری جائیداد اسکے نام کردی تاکہ وہ کسی کا محتاج نہ ہو۔۔۔۔۔۔ محبت ہو گئی تھی مجھے سبرینہ سے، لیکن اسے نفرت تھی مجھ سے، مجھ جیسے زانی سے، وہ میرا پہلا گناہ ہزار بار جنم لیتی تب بھی معاف نہ کرتی، انہی ہاتھوں سے گلاب دیا اس کا۔ پاگل ہو گیا تھا میں، جس سے محبت ہو وہ نہ مانے تو دل چاہتا ہے اسکی سانس بند کر دی جائے۔۔۔۔۔ کیونکہ وہ نفرت ختم نہیں کر سکتی تھی اور میں سبہ نہیں سکتا تھا۔ میں نے بہت بار خود کی جان لینے کی کوشش کی، ناکام رہا۔ اور اس بار تم آگئی مجھے بچانے۔۔۔۔"

وہ بظاہر زندہ شخص اندر سے مرچکا تھا، انیب انکے شکانتی ہونے پر فوراً پاس بیٹھی، شاید اسے ترس آگیا۔
"مجھے بھی عاقب سے محبت ہے، لیکن اسے نہیں ہے۔ میرا دل تو کبھی نہیں چاہا کہ اسے آنچ
آئے۔ میری تو ہر سانس عاقب کی سلامتی مانگتی ہے۔ پھر آپ نے کیسے پھپھو کی جان لے لی۔۔۔ یہ
بھی نہیں سوچا کہ یہ مرگئی تو خود کیسے جئیں گے؟"

آج پہلی بار دو طرفہ تکلیف جان کر انیب کو یہ شخص بھی مظلوم لگا۔

"نہیں جی پایا اس کے بعد، موت بھی مجھے اتنے سالوں سے دھتکار رہی ہے۔ دیکھو موت کے منہ سے کیسے باہر پٹخ دیا گیا۔ عاقب مجھ سے کبھی دور نہ ہوتا لیکن میں اسے قریب رکھ کر ختم کر دیتا، اسکی بہتری آزادی سے اڑنے میں تھی۔"

جاسم نے اپنی نم آنکھیں رگڑ کر تھمی سانس کو گھسیٹا۔
انیب خود آبدیدہ تھی۔

"کب آزاد کیا آپ نے اسے، اب بھی اسکے اندر کا وہ پتھر ایا ہوا معصوم بچہ آپکے لیے ترس رہا ہے جس نے اپنی ماں کو قبر میں اترتے دیکھ کر آنکھیں خالی کر لی تھیں، ہر رحم اور نرمی سے۔ دنیا سے بدلے لیتا ہے وہ، ماں اللہ نے واپس لے لی اور باپ آپ سب نے مل کر چھین لیا۔"

وہ سخت برہم تھی، ہر اس فرد پر جس نے عاقب کے ساتھ برا کیا، اس پر انیب سے کی ہر زیادتی معاف تھی کیونکہ کمینہ انیب کے دل کا مالک جو تھا۔

"تم نے اسے قریب سے دیکھا؟ اسکی آنکھیں کیسی لگتی ہیں۔ مطلب جو اندر سے گھٹ رہے ہوں انکی آنکھیں چینختی ہیں۔ کیا ایسا دیکھائی دیا؟"

اس باپ کی تڑپ پر انیب کو لگا یہ شخص بھی ایک بچہ ہی ہے۔

"جی۔۔ بہت چینختی ہیں"

وہ نم آواز میں بولی تو جاسم موہان کا دل پھٹ گیا۔

گویا ساری ریاضت پل بھر میں خاک ہوئی، آنکھیں لہو لہان ہوئیں۔

"انیب! تم عاقب کی زندگی میں اسکی ماں کے بعد دوسری فرد ہو جو اتنی قریب آنے کا حق پا چکی ہو۔۔۔

اسے ایک بار واپس لے آؤ پلیز۔۔۔ م۔۔۔ معافی مانگنا چاہتا ہوں، اپنا اقرار جرم کر کے سزا کا اختیار اسے

دینا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔ بتانا چاہتا ہوں کہ اس سے اسکی ماں میں نے چھینی۔۔۔، شاید میری موت اسکے

ہی ہاتھوں لکھی ہو۔۔۔۔۔ باقی تو ہر ک۔۔۔ کوشش کر لی"

انیب نے انکی التجاء پر لختہ بھر نگاہ چرائی۔

"کیا پتا مجھے ڈھونڈنے چلا آئے، ہے تو یہ خوش فہمی پر قسمت اسکی بہت کمینی ہے۔۔۔۔۔ اسے در بدر کر

سکتی ہے۔ لیکن مجھے لگتا ہے وہ یہ سب جانتا ہے"

اب سہم جانے کی باری جاسم کی تھی، آنکھوں کی پتلیاں ٹھہر گئیں۔

"یہ بھی کہ سبرینہ کو میں نے مارا؟"

وہ ہونق ہوتا بڑبڑایا۔

"ایم ناٹ شیور لیکن ماضی سب جانتا ہے کیسے شادی ہوئی آپکی اور پھپھو کی۔ دادو نے اسے سب بتا رکھا

ہے۔ لیکن مجھے ایسا لگا جیسے وہ یہ بھی جانتا ہے، اسکی ممی کا اس کے دل سے بہت سٹرونگ کنکشن ہے، اور

مائیں بچوں سے الگ نہیں ہوتیں۔ بھلے مر بھی جائیں۔ مجھے بھی ہمیشہ میری ممی میرے ساتھ محسوس ہوتی ہیں"

انیب نے خدشے عیاں کیے جبکہ جاسم پریشان ہوئے۔
گویا اب تو وہ انکے بقول عاقب کو انکا مر امنہ بھی نہیں دیکھنا چاہیے۔
"خیر آپ کچھ کھائیں گے؟"

وہ انکے ساتھ انکے گھر ہی موجود تھی جبکہ وہ نفی میں سر ہلاتے پیار سے اسکی گال سہلا گئے۔
"اوکے، آرام کریں آپ"

انیب نے لا پرواہی سے کہا اور اٹھ کر کمرے سے چلی گئی جبکہ جاسم نے بھی درد کرتی آنکھیں موند لیں۔

.._____..

پہلے چار پانچ دن تو عاقب عنقریب شنیر زملنے کی ایڈوانس خوشی میں ہی مست رہا لیکن پھر انیب کی غیر موجودگی دھیرے دھیرے اسے محسوس ہونے لگی تبھی وہ آج اسکے چینل گیا پتا چلا وہ پانچ چھ دن سے اوٹ آف کنٹری گئی ہے، بس وہ اک دردناک سالحہ تھا جب عاقب کی ہر دلچسپی اپنی موت مر گئی۔

نہ شنیر زیادہ ہے نہ کچھ، بس انیب یاد رہی۔

"پلیز ماموں! بتائیں وہ کہاں گئی ہے؟"

وہ انیب کے آفس سے سیدھا ماموں کے آفس پہنچا، بس نہ چلا دنیا درہم برہم کر دے پر کہیں سے انیب کو ڈھونڈ نکالے۔

اسکی تڑپ پر جہانگیر سرد خاموشی اختیار کیے پہلے تو ٹالتے رہے پر پھر رحم آگیا۔

"پلیز بتادیں، وہ بھاگنے والوں میں سے نہیں ہے۔"

عاقب منت پر اتر اتو جہانگیر کو اپنی چپ توڑنی پڑی۔

"خود ڈھونڈ لو اگر تمہیں اسکی زرا سی بھی فکر ہے"

وہ دامن جھٹک کر میٹنگ کا بہانہ کر کے آفس سے چلے گئے، عاقب نے بالوں میں ہاتھ پھیرے گہرا سانس کھینچا اور جیسے ہی روم سے نکلنے لگا کسی فون کال پر دی جاتی اطلاع پر اسکے چہرے کی رنگت سفید پڑ گئی، اجلت میں وہ آفس سے نکل گیا۔

.._____..

دو گھنٹے تک یچی کی فلائیٹ تھی، کچھ ضروری ڈاکو منٹس بیگ میں رکھتا ہوا وہ کافی سنجیدہ اور سپاٹ لگ رہا تھا، دادی جانم کو اس نے اپنے ایک ماہ اوٹ آف کنٹری ٹور کا گھر آتے ہی بتا دیا جبکہ ملازمہ کو بھی انجمن صاحبہ کا جان سے بڑھ کر خیال رکھنے کا کہہ دیا، وہ ہمیشہ سے اسکی دادی کی کیئر ٹیکر تھیں اور یچی ان پر بھرپور اعتبار کرتا تھا۔

اور اگر یہ کہا جائے دل سے کہیں اسے اس بار دادی کے ساتھ بیلا کی موجودگی کا بھی اطمینان تھا تو یہ غلط نہ ہو گا۔

"یویو"

کمرے کا دروازہ بے تکلفی سے کھول کر اندر آتی بیلا کو دیکھتے ہی یچی کا خون کھول گیا۔
"کسی کے کمرے میں آنے کے کچھ آداب ہوتے ہیں، انسان کسی بھی حالت میں ہو سکتا ہے"
بنایہ دیکھے کہ سامنے والی اتنے دن بعد کچھ بدلی لگ رہی ہے، ازلی کوفت اگلتا چڑھ دوڑا۔
پر سامنے بھی تو بیلا بخاری تھی، شریر سامسکاتی اسکے قریب آرکی، دونوں ہاتھ پیچھے کر رکھے تھے کیونکہ ہاتھوں میں گفٹ تھام رکھا تھا۔

"کیوں تم کمرے میں بنا کپڑوں کے گھومتے ہو؟"

آنکھیں پٹیٹائے جنرل نالج میں اضافہ اور یچی کے دماغ کا دہی ساتھ کرنا چاہا، جو غصے کا گھونٹ بھرتا
اسے اس بدزبانی پر کڑے تیوروں سے گھور کر رہ گیا۔

"بکو اس نہیں کرو۔ کیوں تشریف لائی ہو یہ بتاؤ"

منہ موڑ کر خود کو واپس پیکنگ میں مصروف کیے گر جا۔

"تمہیں گفٹ دینے"

جواب سن کر یچی کے ماتھے کی رگ پھولی پھر وہ اسی تیزی سے پلٹا، بیلا کی مرجھائی آنکھیں بنا کھو جے
بھانپ لیں۔

"کس خوشی میں؟"

سابقہ سرد لہجہ لیے استفسار کیا۔

"اپنے جانے کی خوشی میں، یس کل جا رہی ہوں یہاں سے۔ سوچا اتنے دن تم نے مجھے یہاں رکھا تو
گفٹ بنتا ہے۔ لو"

اسکے جانے کی خبر، اعصاب تھکانے کے مترداف لگی۔

پر یچی نے اسکا بڑھایا گفٹ تکتے محسوس ہونے نہ دیا کہ یہ خبر اس پر گراں گزری ہے۔

"اتنی شرم اور لحاظ کہاں سے آگئے بائے داوے تم میں؟ دھکے دینے سے قبل ہی جا رہی ہو اور گفٹ والا
تکلف بھی۔۔۔ امپر یسیو۔۔۔ لک! میں یہ نہیں پہنتا"

گفٹ دیکھنے کے بیچ ہی بڑبڑاتے ہوئے جب نظر گرے شلوار سوٹ کے ساتھ بہت خوبصورت بلیک
مردانہ شال پر گئی تو بے مروتی کی حد کیے منہ پھاڑ کر اسکا تحفہ اسکے ہاتھ میں واپس تھمایا۔

اسے انجمن دادو نے کہا بھی تھا لیکن پھر بھی اس نے وہ جوڑا لیا بھی درزی کو اسی دن دے کر بھی آئی۔

"کیوں کانٹے لگے ہیں کیا، میں تمہاری خاطر اگر انجمن دادو سے مشرقی جوڑے تحفہ لے سکتی ہوں مروت کے طور پر تو تم کیوں نہیں، حالانکہ میں بھی نہیں پہنتی لیکن کسی کا دل اس معاملے میں نہیں توڑتے۔ نہایت بد تمیز ہو تم"

وہ برا منا گئی، جبکہ یچی نے بھی کچھ بد لیا ضی محسوس کرتے گفٹ واپس جھپٹ لیا تو لمحہ بھر بیلا کی آنکھیں خوبصورت سی چمک سے منور ہوئیں لیکن اس نے بھی یہ عیاں نہ ہونے دیا۔

"اس خوشی میں کہ تم سے جان چھوٹ رہی، رکھ لیتا ہوں۔ ویسے خیریت ہے اتنی جلدی شفقت کو ترسا تمہارا دل بھر گیا۔"

اب کی بار وہ کریدنے لگا، وہ سوٹ میٹرس پر ایسے پھینکا جیسے بالکل غیر اہم ہو، بیلا نے اسکی یہ بد تہذیب حرکت دیکھتے مزید یچی کے قریب سرک کر اسے دیکھا تو موصوف کے زچ کرتے تیور اب غصے میں بدلے۔

"ہاں بھر گیا لیکن تمہارے الفاظ اور سلوک کے زہر سے، یچی حیدر ایک بات یاد رکھنا۔ سر پر سوار ہوتی کسی بھی شے کو سر سے اتارنے کا کوئی نہ کوئی طریقہ ہوتا ہے لیکن وہ نہیں جو تم نے چنا"

وہ اسے سمجھاتی لتاڑتی نگاہوں میں بھرے وقفے کو رکھی۔

"تم شے نہیں ہو"

وہ درشتی سے اسکی بات کاٹ گیا، بیلا کے چہرے میں مسکراہٹ گھلی پر تھکن سے اٹی ہوئی۔

"چلو یہ تو مان لیا کہ جان رکھتا وجود ہوں، چھ سال میں پہلی خوشی دی تم نے۔ بہت ستایا ہے تمہیں، ایک تھپڑ چھ سال پہلے مار دیتے تو شاید بات ختم ہو جاتی۔۔ لیکن تم بات ٹالنا چاہتے تھے، ختم کرنا نہیں چاہتے تھے"

وہ اسکی غلط فہمی پر اسے پکڑ کر خود سے دور کر گیا، چہرہ بھی موڑ لیا، ایسے چور کرتے ہیں، بیلا اچھے سے جانتی تھی۔

"یہ صرف تمہارا دماغی خناس ہے، مجھے میری تربیت روکے ہوئے ہے چھ سال سے" وہ اپنے آپ کو سنبھالتے مناسب اور شاید اپنی طرف سے بھرپور سچا جواب دے کر مطمئن ہوا پر وہ اسکے عقب میں رکتی اسکے کان کی اور سرک کر ہونٹوں کو اسکے کان کے قریب لائی۔ اسکی گلاب کے پھول جیسی پرفیوم کی مہک اپنے بے حد قریب محسوس کیے وہ چونکا۔

"شاید یہ سب تمہارا دماغی خناس ہو، تربیت ہی نہیں کبھی کبھی محبت بھی قدموں کو بہکنے سے بچا لیتی ہے، تبھی تو اسے محبت کہتے ہیں۔ ہیو آسیو جرنی۔ میرے تحفے کی بے قدری کرتے رہنا لیکن زندگی میں اسے ایک بار ضرور پہن کر دیکھنا۔ آئی تھنک اچھے لگو گے۔ بائے"

اپنا یہ یکسر الگ سحر بکھیرتی وہ کب اسکے حواسوں سے اتری، دور ہوئی، پلٹی، چلی گئی، یہ سب اک دھول جیسا بن گیا، وہ پیچھے کو پلٹا تو وہ جاچکی تھی، اسکی پرفیوم کی تیز مہک یچی کے کمرے میں پھیلی تھی۔ یچی نے اسی غائب دماغی سے وہ تحفہ دیکھا اور نا جانے کیا سوچ کر اٹھا کر کبرڈ میں جا کر سنبھال دیا۔

پھر اسکے بعد وہ جب پیکنگ کر رہا تھا تو تکلیف میں مبتلا محسوس ہو رہا تھا۔

یچی کی ابھی فلائیٹ تھی جبکہ بیلا صبح فجر کے وقت داریہ اور داران کے ساتھ ہی جانے والی تھی۔

.._____..

"میں تمہیں شیریں نہیں دے سکتی عاقب موہان! بہت سوچا لیکن اپنے ہی خون سے جنگ پر راضی نہ ہوا دل۔ سو میں ماول کے لیے ایاد کو بھی قبول کرنے والی ہوں، داریہ سے مجھے مسئلہ ہے پر میں اس چڑیل کو خود ہینڈل کر لوں گی، پر پوتی کو اداس کرنے کا بھی رسک نہیں لے سکتی، ان پانچ چھ دنوں میں مجھے احساس ہوا ہے کہ ایاد اسکے لیے بہت اہم ہے۔ اگر مجھ سے میرا خاندان، میرے یہ بچے چھن گئے تو کیا رہ جائے گا میرے پاس۔ ہاں میں نے بہت برا کیا، ایک بیٹے کی ماں بنی بس اور اس بچے ہر کسی کو روند دیا پر نہیں۔ اس روز جس تکلیف میں داران تھا مجھ سے بھلائی ناممکن ہے۔ اس بچے نے سچ میں مجھے بے حد عزت اور احترام نوازا لیکن پھر میں نے ہی اسے مجبور کر دیا نافرمانی اور بدسلوکی پر۔۔۔۔۔ آنکھیں کھل گئی ہیں میری۔۔۔ ہاں اسے داریہ کے ساتھ قبول کرنا میرے لیے بہت مشکل ہے، نہیں جانتی ہوں کیسے ہو گا لیکن تم اب اپنی گندی نظریں شاہ حویلی کی بہو سے شرافت کے سنگ اٹھا لو۔۔۔ اور انھیں اچھا کر کے اپنی بیوی پر ڈالو۔۔۔"

عزیزے کے چھ دن خاموش رہنے کی تان پچھتاوے پر ٹوٹی تو پہلا رابطہ عاقب سے کیا جو ڈرائیونگ کے انھیں سن رہا تھا پر وہاں موجود نہ تھا۔

"مطلب آپ زہریلی دادی نہیں رہیں، بڑا تیز نکلا یہ داران۔۔۔ جو بازی مر کر بھی جتنی مشکل تھی اس نے ایمو شتل فول بنا کر اپنے نام لگالی اور تو اور آج تو بارات آرہی ہے آپکی ماول کی۔۔۔ چلیں گڈ۔ ٹھیک ہے تو آپ اب تک میرے کیے کا کچھ تو صلہ دیں۔ مفت نہ سہی اپنے شنیرز مجھے پیچ دیں۔ جتنی قیمت کہیں گی دوں گا۔ رہی بات داریہ کی تو آپ کے مشورے یاد ہمکیاں مجھے کوئی اثر نہیں کرنے والے"

وہ اب بھی بے ادب تھا، عزیزے نے کچھ دیر سوچا اور پھر پر سکون ہوئیں۔

"میں نہیں پیچ سکتی، ویسے بھی میرے شنیرز بہت کم ہیں۔ تمہارے اور داران کے پیچ کا فرق جوں کا توں رہے گا یاد رکھنا۔ یہ بزنس میری ماول سنبھالے گی کل کو، میری پوتی۔ مجھے اس سے بہت پیار ہے تو میں اپنے شنیرز بھی کل کو اسی کو دوں گی تاکہ وہ داران اور تم سے بھی آگے چلی جائے۔۔۔ اب رکھ رہی ہوں۔ جان چھوڑو میری"

فون منہ پر بند کر دیا پر دروازے میں کھڑے تبریز ضرور ساکت بت بنے تھے، عزیزے کی آنکھیں تبریز کو دیکھ کر نرم پڑیں۔

"آپکو زرشہ پیاری تھیں، اسکے بعد دارم جگر گوشہ۔۔۔ پھر ماول جسکے لیے آپ نے اپنی انا مار دی۔۔۔ ہم سے، بابا سے، مایا سے اور داران سے کونسی دشمنی نکالی آپ نے عزیزے جان؟ کیا ہم آپکے اس دل کے مکین نہ بن سکے، کیا ہم سب کے خلوص میں کمی تھی"

وہ شکوہ کناں تھے، آخر کیوں اس عورت نے ایسی نا انصافی سے محبت بانٹی تھی۔

"نہیں، کمی میرے انصاف میں تھی تبریز۔ زرشہ سے بہت محبت تھی مجھے کیونکہ وہ اکلوتے عزیز بھائی کی بڑی اور پیاری بیٹی تھی جسے میں نے پیدا ہوتے ہی بھیا سے تمہارے لیے مانگ لیا تھا، میرا وہ عزیز بھائی سجاد کبیر جس نے ماں باپ کے مر جانے کے بعد اکیلے مجھے پالا، پھر اتنے شاندار خاندان میں بیابا، اسکے تینوں بچے مجھے بہت پیارے تھے، چوتھا بھی جو آنے والا تھا، تمہیں یاد ہے نہ زرشہ اور اسکی ماں دونوں ایک ساتھ امید سے تھیں، یہاں زرشہ کی کوکھ میں داران تھا تو وہاں سعدیہ کی کوکھ میں مایا۔۔۔۔۔ چند ماہ کا فرق تھا دونوں خالابھانجے کی پیدائش میں۔ تب تک سب کتنا خوبصورت تھا۔"

یہاں رک کر وہ ماضی میں کھوئیں، تبریز شاہ کی آنکھوں میں لاتعداد آنسو چلے آئے تھے۔

"لیکن اس کار حادثے میں وہ سب مر گئے، بس سعدیہ بھابھی کی کوکھ میں پلٹی مایا بیچ گئی، جب سب اجڑ گیا تو مایا کیوں بچی جب اسکے بھائی بہن اور ماں باپ مر گئے؟ غصہ تھا مجھے جو کب نفرت میں بدلا خبر ہی نہ ہوئی، جبکہ تم اپنا قصور پوچھ رہے ہو تو سنو، تم اچھے سے جانتے ہو داران پیدائشی ڈائسٹک کیوں ہے، کیونکہ اسکی پیدائش کے وقت زرشہ زندگی کی سب سے بڑی افیت جھیل رہی تھی اور ٹنشن کے سبب ہوا کیونکہ جب وہ تمہیں اولاد کی خوشی دینے والی تھی عین اس وقت اس بچی سے بے وفائی کی تم نے (تبریز کو کوئی عورت بہت زیادہ پسند کرتی تھی اور انھیں شادی کے پیغام بھیجتی تھی مگر وہ اسے

سمجھانے کو اس سے چند ایک بار ملے مگر زرشہ کے علم میں یہ سب آگیا تو وہ اور اذیت میں چلی گئی، پھر اسکے چند ماہ بعد وہ حادثہ ہو گیا کہ اس نے بھائی بہن، ماں باپ کھو دیے۔

زرشہ اس حادثے سے نو عمری میں ہی پاگل ہو گئی،

اسے سنبھالتے سنبھالتے بیٹی بنا لیا پر مایا اور تم جیسے بے وفا سے جڑی کدورت، مایا کی منحوسیت مجھے ستم گر بنا گئی پھر جب جب وہ میری نظروں کے سامنے رہی مجھے اپنے بھائی کا بھرا خوشحال خاندان یاد آ کر رلاتا، تبھی تو دارم کے حوالے سے میں اتنا گر گئی۔

میرے سید نادر شاہ تو بے قصور میرے ستم کا شکار ہو گئے، میں دارم کے نہ عیب چھپاتی نہ وہ دل پر یہ تکلیف لیتے۔۔۔۔۔ میں تو سب کو سنبھالتی ہی رہی بچے لیکن کس سے نفرت کرنی ہے، کس سے محبت کرنی ہے بھول گئی"

یہ سب یاد کیے وہ بھی رو پڑیں، تو تبر نزاٹھ کر انکے قدموں میں بیٹھے۔

جو بھی تھا، وہ جتنی ظالم ہوتیں، انکی ماں تھیں۔

"ہم نے زرشہ سے کوئی بے وفائی نہیں کی تھی، وہ عورت ہمارے پیچھے پڑی تھیں۔ یہ صفائیاں ہم آپکو اور زرشہ کو پچھلے تیس سالوں سے دیتے آرہے ہیں، وہ تو راستے میں چھوڑ گئیں پر ہم نے پھر بھی انکو وفا دار بن کر دیکھانے میں کمی نہیں چھوڑی۔ زرشہ کی اس تکلیف نے ہمیں اور ہمارے داران کو نگل لیا لیکن نہ اس بچے نے آہ بھری نہ ہم نے۔ وہ چھوٹے اور نا سمجھ تھے، کیسے ایک ابنار مل ماں برداشت

کرتے جو چاہتی تھیں وہ سانس بھی اسے بتا کر لیں۔ وہ ہمیشہ نظروں کے سامنے رہیں۔ تکلیف تو سب نے برابر سہی لیکن آپ کی نا انصافی نے ہم سب کو اضافی کرب سے گزارا عزت زے جان۔ مایا تو خوش قسمت تھیں کہ اس خونخوار حادثے سے بچ گئیں، مری ماں کی کوکھ سے موجزن زندہ نکل آئیں۔ زرشہ کی ڈیٹھ کے بعد داران اور ماول کو سنبھالا بھی اس بچی نے، اپنا بچپن قربان کیا، داران کی ماں بنیں۔ ماول کی خالا۔۔۔۔۔ ہم تو انکے بھی مجرم ہیں، زرشہ کو ناجانے کیا منہ دیکھائیں گے۔ پر اب خوش بھی ہیں کہ وہ ہمارے حمین کی حفاظت میں ہیں، ایسی حفاظت جو شیر بنادیتی ہے۔ اللہ سب سے بہتر منصف ہیں ماں، دیکھ لیں انکا انصاف"

آج مدت بعد دونوں کا بوجھ سے بھرادل ہلکا ہوا تھا۔

"بہت رولیا، آج خوشی کا دن ہے تو مل کر مسکراتے ہیں۔"

اپنے قدموں میں بیٹھے تبریز کا ماتھا چومتے وہ خوشی سے اپنے آنسو بھی پونجھ گئیں تو وہ بھی پر امید مسکرائے۔

ماول اس دنیا کی سب سے خوبصورت دلہن بن چکی تھی جس پر دلہنا پے کا قہر اور من پسند شخص کی ملکیت کا خمار ساتھ میں اتر ا ہوا تھا، داران اسی کے پاس تھا، داران کے ہوتے ہوئے ماول کو نہ تو ماں کی کمی محسوس ہوئی نہ کسی سہیلی کی۔

"میرا بچہ، تم تو پری لگ رہی ہو۔ صدقے جاؤں"

ماول کو سلیون والی تیار کرتے ہی جاچکی تھی جبکہ ابھی داران ریڈی نہ ہوا پھر بھی بہت پیارا اور فریش لگ رہا تھا، اوپر سے ماول کے عقب میں آرکتے اسے حصار کر جب اتنی خوبصورتی پر حیران ہوئے بڑبڑایا تو وہ بھیگی آنکھوں سمیت ہنس پڑی۔

"بھیا! سب ٹھیک ہو گیا ہے نا؟"

اس سے پہلے وہ ڈر کر داران کی طرف پلٹتی، دروازے کی جانب سے دادو اور بابا کو دیکھ کر دم سادھ گئی۔ داران نے بھی اسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو ان ماں بیٹے کو پہلی بار اتنا خوش دیکھے خوشگوار حیرت میں اترا۔

"سب ٹھیک ہو گیا ہے میرے بچے، صد اسہاگن رہو۔ اور ہو سکے تو اپنی گندی دادو کو معاف کر دینا۔ میری جان، تم تو خونخو زرشہ جیسی لگ رہی ہو"

عزیزے نے قریب آتے اسکا روپ دیکھتے نظر اتارتے آسودگی سے اسکی روشن جبین چومی تومی کے حوالے پر وہ جذباتی ہوتی دادو سے لپٹ گئی۔

عزیزے کے دل کو بھی قرار سا آیا، وہیں داران بھی بابا کی سو جھی آنکھیں تکتا ان کے پاس گیا۔ اشارتا اس کا سبب جاننا چاہا پر وہ اتنا خوبصورت مسکرا کر اسکے گلے لگے کہ داران کی ہر فکر مٹ گئی۔

"بس بس، میک آپ خراب ہو جائے گا۔"

وہ شرارت سے کہے دور ہوئیں تو وہ ہنس کر پاس آتے بابا سے گلے لگی جو ماول کی مسکراہٹ میں زرشہ کو مسکراتا دیکھ کر سکون پا گئے۔

"یہ آج سورج مغرب سے تو نہیں نکلا تھا بابا سرکار؟"

داران اب بھی شکوہ تھا، جبکہ عزیزے جان اسکے طنز پر منہ بسورتی آج بہت دنوں بعد داران کو اچھی لگیں۔

"معاف کر دینا مجھے"

وہ اسکی گال تھپکا کر جذباتی سی کمرے سے نکلیں تو تبریز بھی دونوں کو میٹھی نگاہوں میں باری باری لیتے کمرے سے گئے جبکہ داران تب بوکھلا گیا جب ماول پٹخ کر بھیا سے لپٹی، ساتھ ہی داران اسے حصار میں بھرے ہنس پڑا۔

"یہ تو میجک ہو گیا بھیا، دادو پھر سوئیٹ ہو گئیں۔ بھیا جانو ایک پرامسس کریں مجھ سے"

وہ الگ ہوئی تو داران کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔

"کیسا پرامسس؟"

وہ متجسس تھا۔

"دار یہ بھابھی کو زندگی میں کبھی غصے سے نہیں دیکھیں گے، نہ لڑیں گے۔ بلکہ ہمیشہ پیار کریں گے۔

دادو نے اگر انکو پریشان کیا تو بھلے روٹھ جائیے گا دادو سے لیکن انکو ہرٹ مت ہونے دیجئے گا"

اتنے پیار سے دلہن بنی وہ وعدہ مانگ رہی تھی کہ اتنا پیار اس سے سنبھالا نہ گیا، ہاتھ چھڑوائے پکڑ کر اسکی جبین چومی اور یہ داران کا مثبت جواب تھا جو اس حسین دلہن کو اور حسین کر گیا۔

"آئی پر امسس، تم بھی کرو کہ اچھے سے پیپرز کی تیاری کرو گی۔ رخصتی کا یہ مطلب نہیں کہ ہر وقت تم مسٹر ایاد میں ہی کھوئی رہو۔ یاد رکھنا شاہ انڈسٹری کی بھاگ دوڑ کل کو تمہیں سنبھالنی ہے تو پڑھائی پر نو کمپرومائز اور یہ ایاد کو بھی بتا دینا۔ ذمہ داریاں بڑھیں گی لیکن وہاں مایا ہوں گی تو تم سب میج کر لو گی۔ میں اور دار یہ جب واپس آئیں گے تو سب کا ریسپشن جشن اکھٹا کریں گے۔۔ امید ہے اب تم بلکل پر سکون ہو"

اتنی ساری خوشیوں کے بعد بھلا وہ کیونکر بے سکون ہوتی۔

"آئی لو ویو سو میچ بھیا، آپ سچ میں دنیا کے بیسٹ بھیا ہیں۔۔۔ میں مس کروں گی لیکن اس بار جلدی آجائیے گا واپس"

ناچاہتے ہوئے بھی وہ روسی دی۔

"آجاؤں گا میری گڑیا! اب ایمو شنل مت ہو پیپی رہو۔ آتا ہو گا وہ سر پھرا ایاد خان بارات لے کر۔۔ پہلے مسٹر حمین لے اڑے مایا اور اب یہ پٹا کہ وہ سڑولے جائے گا۔ شاہ حویلی ویران کر دی اس ٹبرنے"

وہ اس وقت ماول کا دل ہر دکھ سے آزاد کرنے کے جتن کر رہا تھا اور کامیاب بھی ہوا۔

"آپ نے بھی تو انکے گھر کی چمک چرائی ہے، آئی میں دار یہ بھا بھی تو اسے ریونج سمجھیں۔ ہی ہی۔ اور پٹاکے کی فکر مت کریں۔ میں دعا کروں گی اللہ آپکو جلدی سے ایک بے بی دیں تاکہ وہ بابا اور دادو کی بوریت دور کرنے کے ساتھ شاہ حویلی کی رونق بھی واپس لے آئے"

چمک کر دعا دیتی وہ اتنی پیاری لگی کہ بے اختیار وہ آمین بول گیا لیکن جب احساس ہوا کیا بولا تو خفیف سا بلش کیا جس پر ماول بے ساختہ ہنس ہنس کر دہری ہوئی۔

"پاگل"

منہ ہی منہ میں کہتے موصوف اگلے ہی لمحے بھاگ نکلے پر ماول کی ہنسی رکنے پر نہ آتی اگر اچانک سے اسکے فون پر ایاد کا میسج نہ آتا۔

اپنا لہنگا سنبھال کر پلٹی اور دیوانے کا پیغام پڑھنے سے پہلے ہی دل کی دھڑکنیں بڑھتی محسوس کیے بلش کی۔

"تیار ہو جاو ماول! آ رہا ہوں تمہیں لینے"

ناجانے اس ایک جملے میں کتنی محبت تھی کہ ماول کے لب مسکائے، جسم سے سرد لہریں نکلیں جبکہ آنکھیں بھیگ گئی، اف یہ معصوم حسینہ آج نہیں بچنے والی تھی۔

"یا میرے اللہ مجھے صبر دیں، یہ لڑکا ابھی تک سیلون سے نہیں نکلا، داریہ کو ساتھ بھیجا تھا کہ جلدی لے آئے گی اس شودے کو پر بہن بھائی پتا نہیں کونسا چمک رہے ہیں جو ایک بجا دیا۔ کب نکلیں گے، کب پہنچیں گے خوشاب اور کب واپس آئیں گے۔ اٹھالے فون پر و فیسر!"

حمین چوہان کا پورا گھر دلہن کی طرح سجا تھا، کیونکہ ماول جو آرہی تھی، یہ رخصتی ایک سر پرانگ ایونٹ تھا سبکے لیے، لیکن اس گھر کے مکین دل و جان سے مسرور تھے، داریہ اور ایاد دونوں سیلون ساتھ گئے تھے کیونکہ لالہ کی شادی پر وہ بہت اچھے سے سجا چاہتی تھی پھر ماہیر شاہ سے بھی تو چھ دن کی طویل جدائی کے بعد ملنے والی تھی، مایا کو بھی ان دونے آفر کی پر اسے سنپل سا پارٹی میک اور کرنا تھا تو نہیں گئی بلکہ وہ خود ہی ماہر تھی، یہ چھ دن تو وہ اور مایا گھن چکر ہی بنی رہیں، انیب بھی عین وقت پر سب چھوڑ چھار کر چلی گئی سوچھ دن راتیں لگا کر بمشکل تیاریاں مکمل ہو سکی تھیں۔

حمین بالکل نک سک سوبر لک کے سنگ ریڈی تھا جبکہ اسے ٹنشن کھائے جا رہی تھی کہ دن اتنے چھوٹے ہوتے جا رہے ہیں اور راستہ بھی لمبا ہے۔

"ماموں یار مجھ سے زیادہ تو آپ کو جلدی پڑی ہے، آ رہا ہوں یار یہ داریہ کی ہیلز کا کلپ نکل گیا تھا تو ہم مال آگئے۔ یہ میری بہن مجھے دلہا بنا کر بازار گمار ہی ہے۔ اسے کوئی اللہ کا خوف نہیں"

اس جانب سے اکتائے دلہا میاں کی بیزاریت بھری منمنناہٹ پر حمین کا قہقہہ چھوٹا، ساری خفگی مٹ گئی۔

"ہاہا بہت اچھا کر رہی ہے، کل کو ماول یہی فرض نبھائے گی اچھا ہے پہلے دن ہی پر یکٹس ہو گئی۔ چلو جلدی نکلو اور پہنچو"

جلے پر حمین صاحب بھی خوب نمک چھڑک گئے جبکہ کال بند کی تو ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی، حمین تب چونکا جب مایا نے بنا آہٹ عقب سے آکر اپنے کا جل کا ٹیکا چپکے سے اسکے کان سے پیچھے لگایا اور اس سے پہلے بھاگتی، حمین نے بروقت اسے ہاتھ لمبا کرتے زرا جھکتے ہی حصار میں لیا۔ وہ آج گریپ وائن کمر کے فینسی ڈریس میں نہایت سجم رہی تھی۔

"کیا لگایا ہے آپ نے مایا"

اپنے قریب کرتے بظاہر تفتیش عیاں کیے پوچھا لیکن دل کو خوش فہمی ہو گئی کہ مایا نے اسکی نظر اتاری ہے۔

"و۔۔ وہ آپ بہت ہنڈسم لگ رہے ہیں، نظر نہ لگے تبھی اپنے کا جل کو آپکے کان کے پیچھے لگایا۔ ایسا آپ کیا کرتی تھیں جب بھی میں تیار ہوتی تھی۔"

اس خوشی کے موقع مایا کو زرشہ کی بہت یاد آئی، حمین نے اسکے کناروں سے کرل بالوں کو محبت سے چھوا پھر اپنا ہاتھ اسکی گال پر رکھا۔

"بہت مس کرتی ہیں انھیں؟"

حمین کو اسکی ہر تکلیف بہت اپنی لگتی تھی۔

"جی، بہت زیادہ۔ کیونکہ انہوں نے مجھے کبھی منحوس نہیں کہا تھا، نو دس سال جتنا بھی انکے ساتھ رہی وہ میری ماں بنی رہیں، ہاں مینٹل پر ابلمز کی وجہ سے وہ اپنے ارد گرد کے پیاروں کے ساتھ کھل کر جی نہیں پائیں۔ تبھی تو انکے جاتے ہی میں داران کی ممی بن گئی اور ماول کی خالا۔ وہ بہت چھوٹی تھی تب۔۔۔"

ماضی یاد کیے مایا کی پلکیں سی بھیک گئیں۔

"کیونکہ آپ بہت مقدر والی ہیں، منحوس نہیں۔ میری زندگی آپ نے جتنی روشن کی ہے شاید اس دنیا میں کسی دوسرے کی نہ ہوگی۔ آپ بہت پیاری ہیں مایا، بہت زیادہ۔ اور اگر مجھے آپ کی نظر اتارنی ہو تو میں کیا کروں؟ کیونکہ آپ تو سادہ سی بھی خوبصورت لگتی ہیں۔ آج تو میٹھا شہتوت لگ رہی ہیں، دل چاہ رہا ہے۔۔۔۔"

اس بندے کا سنجیدہ سے یکدم بہک جاتا ٹریک بھانپ کر مایا نے بروقت اسکے ہونٹوں پر ہتھیلی جمادی، اسکے ہونٹوں کی حدت انگلیوں کی پوروں پر محسوس کرتے گد گداتا احساس روح تک میں اترا۔

"بس بس! دل کو سنبھال کر رکھیں مسٹر حمین۔ پہلے ہی آپ کافی قریب آتے جا رہے ہیں میرے۔ میں خود کو بھول گئی تو اچھا نہیں ہوگا، آپ کو اک لمحہ بھی خود سے دور نہیں ہونے دوں گی"

وہ فطری شرم و حیا کے سنگ پلکیں جھکا گئی، حمین نے اسکی ہتھیلی چومتے ہونٹوں سے ہٹائی۔

ان گزرے دنوں میں یہ ہوا تھا کہ مایا اب حمین کو اپنے قریب آنے سے روکتی نہ تھی، وہ جو چاہتا تھا مان لیتی تھی، وہ جس طرح بہکاتا بہک جاتی، اسے خود بھی حمین کی عملی محبت میں سرور ملنے لگا تھا، وہ اسکی قربت سے ڈرنا چھوڑ چکی تھی، اسکے حصار میں خود کو محفوظ سمجھ کر خود پر ہر حد تک دسترس دے دیتی تھی لیکن حمین اب بھی منتظر تھا کہ کب وہ خود کی طرح اپنا درد بھی حمین سے بانٹے۔

"میں آپ سے دور ہونے کے لیے بنا ہی نہیں ہوں، آپ مجھے ڈھانپتی ہوئی بہت جان لیوا لگتی ہیں۔ اب مجھے کہاں جانا ہے یار۔ میرا آرام یہی ہے"

وہ اتنے حسین طریقے سے اسے اسکی اہمیت بتا رہا تھا کہ وہ لمحہ ضائع کیے بنا حمین کے آسودہ بازوؤں کے ہالے میں پوری شدت سے سمٹ گئی۔

"آئی لو ویو سو میچ"

اسکے سینے پر لب رکھتے یہ کہہ کر سر اٹھایا تو اسکی جبین چوم کر حمین نے یہ محبت دلمجمعی سے وصول کی۔
"چلیں ابھی دور ہو جائیں، جواب دینے لگانا تو آپکی تیاری بگھڑ جائے گی۔۔۔"

حمین کی شریر وار ننگ پر وہ شرماتی فوراً دور ہٹی۔

اور دونوں نے بیک وقت پورے سچے گھر کو ستائشی نگاہوں سے دیکھا۔

"آپ نے دونوں کا روم سجا دیا؟"

حمین کو اچانک یاد آیا تو مایا شریر ہنسی۔

"یہ بھی کوئی بھولنے والی بات تھی مسٹر حمین، میں نے اور داریہ نے صبح اٹھتے ہی پہلا فرض یہی نبھایا تھا۔ دونوں دیکھ کر پاگل ہو جائیں گے"

مایا سپر ایکسائٹڈ تھی، حمین ہنسا۔

"اللہ رحم کرے پھر دونوں پر، اس ایاد کے بچے کے ارادے تو پہلے ہی بڑے خطرناک۔ آنکھ چھپکنے نہیں دے گا، خرافاتی آدمی۔۔۔ اللہ سے دعا کرتا ہوں ماول شیرنی بنے اور دھکا دے کر اسے نکالے کمرے سے رات۔"

حمین کے ڈرے ڈرے بڑا بڑانے پر مایا منہ پر ہاتھ رکھے ہنسی، ہر طرف موصوفہ موتیے کی خوشبو والا ایئر فریشنز سپرے کر رہی تھیں۔

"ہا ہا ہا حمین! کیوں ایاد کے لیے برا بول رہے۔ اللہ اللہ کر کے تو انکو انکی ڈال ملنے والی ہے۔"

مایا نے ہنستے ہوئے ہی ڈپٹا پر حمین مسکراتا صوفے پر بیٹھ گیا کیونکہ اپنے بھانجے کی عزت ہونے کی اچھی اچھی فیلنگز آرہی تھیں۔

جبکہ مال سے فری ہوتے ہی داریہ اور ایاد گھر ہی جا رہے تھے جب داریہ نے گاڑی اک غیر معروف سڑک پر ڈالی۔

"ہے داریہ! ہم اس طرف کیوں جا رہے ہیں؟"

ایاد نے غلط سڑک بھانپتے فوراً ٹوکا، سٹیبل بلیو پر امپ ڈریس میں، سمو کی آئیز میک اور اور لائیٹ پنک لپ ٹینٹ میک اور کے سنگ داریہ آج سچ میں بہت زیادہ حسین لگ رہی تھی، فل سیلوز ڈریس تھا اور بازو بہت خوبصورت نیٹ کے بنے تھے جبکہ بالوں کا میسی مگر انتہائی خوبصورت بن بنا رکھا تھا جس سے آگے کو دو کرل لٹیں نکلیں تھیں، بالوں کو وہ آدھے فنکشن کے بعد کھولنے کا سوچ چکی تھی، جبکہ اس نے داران کو بھی سٹیبل بلو شرٹ ہی پہننے کا کہا تھا۔

جبکہ جیولری اسے ایاد نے دلوائی تھی، انڈین اے ڈی سلور ذر کون سیٹ پہن رکھا تھا، جسکا یونیک لائیڈ ویڈ نیکس تھا اور ایر رنگز۔۔۔۔

جبکہ ایاد بلیک اینڈ وائیٹ گروم ٹیکسیڈو میں آج بھی بالوں کو سیٹ کیے آفت لگ رہا تھا اوپر سے دلہا بننے کا روپ بھی رچ کر آیا تھا۔

"ز میل جلال خان۔۔۔"

اس سے پہلے داریہ بولتی، ایاد نے اسے گاڑی روکنے کا سختی سے کہا۔

"لالہ؟"

وہ بمشکل بریک لگا سکی جبکہ گاڑی کھلنے کی دیر تھی کہ وہ دروازہ کھولے گہرے سانس کھینچے باہر سڑک پر نکلا، داریہ بھی فوری اپنا ڈریس سنبھالتی باہر آئی، اسکا دوپٹہ بالکل سیٹ تھا کندھے پر جسے پرل کمر بند میں آگے اور پیچھے سے فٹ کیا گیا تھا تو داریہ کو سنبھالنا بھی نہ پڑتا۔

"اس شخص کا نام بھی اپنی زبان سے مت لیا کرو، اس شخص کی وجہ سے ہم تمہیں کھونے والے تھے
دارِ یہ۔ یہ مت کہنا تم ان سے ملی ہو"

وہ قریب آئی تو ایاد نے اسکی گالوں پر ہاتھ رکھتے تکلیف میں مبتلا ہوئے الفاظ ادا کیے۔
دارِ یہ نے لالہ کی ڈری آنکھوں میں سر ہلائے تکلیف بھی بھر دی۔

"اوہ دارِ یہ!"

وہ اپنا سر تھام گیا۔

اور جب دارِ یہ نے دو سال سے اب تک کی ساری تفصیل بتائی تو حیرت، افسوس، حیرانگی اور تکلیف کے
غلبے سے ناصر ف ایاد خان کی آنکھیں سرخ ہوئیں بلکہ چہرے کے زاویے بگھڑتے چلے گئے۔
"دارِ یہ! تم اتنا سب کیسے چھپا سکتی ہو۔ کیسے باقی ہے تمہارے دل میں رحم۔ کیوں تمہیں ان سے نفرت
نہیں ہوئی۔"

وہ اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑے جنھجھوڑ گیا لیکن وہ لاجواب تھی، تکلیف سے بس دیکھ ہی پائی۔
"نہیں جانتی لالہ! آپکو تبھی لائی کیونکہ وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ صفر پاشا کل رہا ہو گیا ہے۔ تبھی انکو
مزید سیکورٹی دی ہے۔ جیسے ہی صفر پاشا میرے لوگوں کے ہاتھ آئے گا انھیں چھوڑ دوں گی۔ یہ کہہ
کر کہ وہ اپنے راستے جائیں اور میں اپنے۔۔۔۔۔ لیکن میرے ساتھ ساتھ وہ آپ سے بھی معافی مانگنا
چاہتے تھے، بہت ٹالا پر نہیں ٹلے۔ ہاتھ جوڑ لیے۔۔۔۔۔ آپ کے ساتھ بھی تو بہت برا کیا تھا انہوں

نے۔ لوگ تو بیٹوں کو ہمت بناتے ہیں اپنی، وہ الٹا آپکی کمزوری بن گئے۔۔۔ میں جانتی ہوں آپکے اندر کی بے حسی اسی شخص کے رویے کا زہر تھی۔۔۔ جسے ماول نے قدرے کم کر دیا۔۔ بہر حال میں آپکو فورس نہیں کروں گی"

غم کے بوجھ نے داریہ کی آواز بھاری کی پر یاد اسے چھوڑے دو قدم پیچھے ہٹا۔
"آج میری زندگی کا بہت خاص دن ہے داریہ، آج نہیں ہو گا یہ مجھ سے، زہر گھل جائے گا میرے اس خاص دن میں۔ سوچنے کا وقت دو"

بے بسی کے سنگ وہ واپس پلٹے ملتجی لہجے میں مدھم سا بولا تو وہ خوش دلی سے مسکرائی۔
"جیسے آپ ایزی ہوں، چلتے ہیں پھر ماول منتظر ہو گی"
اس وقتی درد سے وہ لالہ کو ماول کا حوالہ دے کر فوراً نکال گئی جس پر وہ بھی کچھ بہتر ہوا۔
بارات تین تک روانہ ہوئی، داریہ کے لیے بھی یہ دن بہت خاص تھا۔

.._____..

"کیسا لگ رہا ہوں؟"

سٹیل بلوٹی شرٹ کے ہمراہ بلیک ٹوپس میں ابھی ابھی تیار ہو کر کمرے سے نکلتے داران نے اپنی سلیفی لے کر داریہ کو بھیجی جبکہ وہ لالہ کے ساتھ ہی جا رہی تھی، مسکرا کر میسج کے ساتھ اپنے آفت کو بھی بلش ہوتے چہرے سے تاڑا۔

"اگر کہوں کے بس ٹھیک پھر؟"

میج بھیجنے سے پہلے اسکی پک کو کسی والاری ایکٹ کر چکی تھی تبھی داران شوخا بنا مسکراتا لاونچ کی سمت بڑھا۔

"تو مجھے اچھے طریقے سے اپنے جلوے تمہیں دیکھانے پڑیں گے تاکہ تم بے اختیار کہہ بیٹھو، ماہیر شاہ تم بہت dishy اور fanciable لگ رہے ہو"

بظاہر ارد گرد شاہ حویلی کی شاندار سجاوٹ دیکھنے کے بیچ میج کیا لیکن داریہ نے ہنسی ہونٹوں میں دبانے کو لمحہ بھر چہرہ وندو کی طرف پھیرا۔

"خوش فہمیاں۔ مجھے دیکھو گے تو ارد گرد موجود ہر شے بھلا دو گے۔ اپنے ہوش کا کچھ کر لو ماہیر شاہ! اڑنے والا ہے"

اسکے اس پیغام میں جی بھر کر اتر اہٹ رچی تھی، داران نے مہمانوں کو خوش آمدیدی نظروں کے سنگ دیکھا جنہیں بابا اور دادو مسکرا کر کمپنی دیتے دیکھائی دے رہے تھے اور بارات کے استقبال کی نیت سے حویلی سے اپنی وجاہت کے سحر بکھیرتا باہر نکلا۔

"یہ مت کرنا فلورنس! حویلی برادری اور مہمانوں سے بھری ہے۔ اپنا تھوڑا حسن چھپالینا" میج ار سال اس بار توجہ سے کیا گیا، ہونٹوں کے کنارے پر سرور مسکراہٹ موجود تھی۔

"نہ چھپ سکا تو؟"

پھر سے ٹائپ کیا۔

حویلی کے گیڈ کی جانب ہوتی ہالچل پر داران نے توجہ فون سے ہٹائی، حمین اور مایا پہنچ چکے تھے تبھی تو داران نے جواب پینڈنگ کیا اور پہلے ان دو سپیشل ونز کو ویکلم کیا۔

دونوں ہی میچنگ کلرز میں ایک دوسرے کو مکمل کرنے کی حد تک حمین لگ رہے تھے، حمین نے جیسے نکل کر مایا کی جانب کا ڈور اوپن کیے اسکا ہاتھ پکڑ کر باہر لایا، اس خوبصورت منظر کا داران نے دل و جان سے صدقہ اتارا۔

مایا تو ہاتھ چھوٹے ہی داران سے لپٹی جو خود بھی فوری حصار بناتے ازلی محبت سے اسکا سر چومے ساتھ ساتھ بہت ہی ڈیشننگ لگتے حمین کو بھی مشکور نگاہوں میں لے گیا جیسے مایا کی اتنی خوشی کا شکریہ ادا کر رہا ہو۔

"بہت پیارے لگ رہے ہو تم"

مایا اسکے حصار سے نکلتے اپنے ٹھنڈے ہاتھوں میں اسکا ہاتھ بھرے تعریف کر کے ہنسی تو موصوف نے دونوں پر باری باری نگاہ الفت ثبت کی۔

"لیکن آپ دو سے کم۔ خوش آمدید حمین چوہان"

مایا سے ملنے کے بعد وہ حمین سے بھی بغل گیر ہوا۔

"بہت شکریہ، بھئی سجاوٹ تو کمال ہوئی ہے"

حویلی باہر سے بھی بھرپور سبھی تھی، شام ہونے کے باوجود پوری آب و تاب سے چمک رہی تھی۔

"آفلورس! اس گھر کے امن کا جشن ہے حمین چوہان۔ تیاری تو بنتی تھی۔ آئیے میں اندر تک چھوڑ دیتا ہوں"

داران نے ان دو کے ساتھ جانا چاہا پر مایا نے روکا۔

"ہم چلے جائیں گے بھئی، تم یہیں رک کر اپنی حسینہ کاویٹ کرو شاہاش"

مایا بھی شریر ہوئی تو وہ خفیف سا مسکرائے سر ہلا گیا۔

"کہاں رہ گئے، چپ کیوں ہو، بولونا ماہیر۔۔۔۔۔ چھ دن سے تمہیں آزادی دے رکھی تھی اب بس۔

سانس بھی میرے ساتھ لو۔۔۔ اف کہیں ہویا۔۔۔ چھ سات بار تو ماہر شاہ ٹائپ کر کے بھیجا ہے اس

باولی نے"

داران ہنس پڑا کیونکہ ایسے کئی پیغام لگتار موصول ہوتے دیکھ کر عجیب سا قرار آیا۔

"مایا اور مسٹر حمین کوریسو کر رہا تھا، سانس تولو۔۔۔ دو منٹ میں بیس میسج؟"

داران کا جواب آیا تو مر جھائی داریہ کھل اٹھی پر جواب اسے گد گدا گیا۔

"اندازہ لگا لو میری بے چینی کا پھر"

جواب اداس ہو کر دیا گیا کیونکہ دل چاہ رہا تھا بس سامنا صرف ماہیر سے ہو اور وہ بھاگ کر اسے گلے لگ

جائے اور بھول جائے کے دور بھی ہونا ہے۔

"میری اس سے بھی زیادہ ہے، آئی مس یو سوچ۔۔۔ کہاں رہ گئے تم دو۔۔۔؟"

"اب کی بار راحت داریہ کو ملی، ماریہ صاحبہ اور جہانگیر بھی انکے ہمراہ ہی تھے، حمین نے انھیں سپیشلی انوائیٹ کیا تھا، ایک دو ایاد کے دوست تھے والنفس کے ساتھ جبکہ چھوٹی سی بارات تھی۔

"دل سے پکارو پہنچ جاؤں گی تمہارے پاس"

بہت تڑپاتا ہوا مشورہ تھا پر رد نہ کیا جاسکا۔

جہانگیر اور ماریہ دونوں کو داران نے بہت خوش دلی سے ویلکم کیا، ماریہ اور جہانگیر بھلے داران کے اصل سے واقف نہ ہوں پر داران کو ان ماں بیٹے کا ساتھ خوشی دے گیا۔

پھر ایاد کے دوست احباب کو بھی اس نے بہت اچھے سے ویلکم کیا، اور فائنلی ایاد خان بھی پہنچ آیا۔
ڈھول ڈھمکے کا شاہ حویلی میں پہلے ہی انتظام تھا سو جیسے ہی ایاد کی گاڑی شاہ حویلی انٹر ہوئی، داران نے خانواکبر کو میسج بھیجا جنہوں نے ڈھول والے کو کہہ کر زرارونق میلا اون کروایا۔

بارات کی آمد پر اندر موجود افراد کے چہروں پر بھی روشنی چھا گئی۔

البتہ خالا کے پیار بڑورتی ماول کی دھڑکنیں بھی اس تھاپ اور لے کی طرح اوپر نیچے ہونے لگیں۔
چھوٹی چھوٹی بچیاں ہاتھوں میں گلاب کے پھول لیے دلہے کی منتظر تھیں جنھیں داران نے بس کھڑا کروایا اور منع کیا کہ پھول نہیں پھنکنے کیونکہ گلاب کے پھول داران کے بقول پیروں میں کسی قیمت پر نہیں آنے چاہیے، وہ اسکے لیے بہت مقدس تھے۔

تو وہ بس تھیم کے طور پر اپنی کیو ٹنس پھیلا رہی تھیں۔

دارِ یہ پر پہلی نظر پڑتے ہی داران نے اپنے تیز دھڑکتے دل پر جیسے ہاتھ رکھے اسے شٹ آپ کیا وہ آج کے اس روشن دن کا حسین پل تھا۔

وہ سچ میں ہوش اڑا رہی تھی، پہچانی مشکل تھی، جبکہ ایاد بھی اسکے بقول بہت سچ رہا تھا۔

ڈھول ڈھمکا تھا تو شاہ حویلی کے باقی مکین بھی باہر چلے آئے تھے، عزیزے جان اور تبریز نے باری باری آگے بڑھ کر ایاد کو خوش آمدید کیا، تبریز تو گلے لگا کر ملے جبکہ عزیزے بس محبت بھری نگاہوں پر ہی رکی رہیں جو سب کے لیے بہت زیادہ تھا۔

داران نے جان بوجھ کر دارِ یہ سے نظر بچالی کیونکہ وہ اسکی چھ دن کی ترسی آنکھوں کو ایک لمحے میں سکون پہنچا چکی تھی۔

وہ سب لوگ حویلی کی طرف بڑھ گئے۔

جبکہ ایاد کو بھی کمفر ٹیبل ہونے کے لیے تبریز روم کی طرف لے گئے، جبکہ داران نے چپکے سے دارِ یہ کا ہاتھ پکڑا اور ملحقہ ہی کچن ہال کی سمت بڑھا، وہاں عامر تھا مگر دروازے میں آتے داران کو دارِ یہ کے ساتھ دیکھتے ہی مسکراتا ہو گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہوا۔

"ملیر! یہ دادی سرکاراں کو کیا ہوا؟ مطلب میری گال چھوئی انہوں نے ہائے میں مر تو نہیں گئی"

داران نے دروازہ بند کیے اسے دیوار سے لگاتے پن کیا تو اسکی بڑبڑاہٹ پر خمار جھٹک کر آنکھوں کی چمک اور حیرانی پر ہونٹوں کو حصار نے والی مسکراہٹ چھپانہ پایا۔

"اتنی بری بھی نہیں ہیں وہ، بس دوڑا پڑا تھا۔"

پہلے غیر ضروری سوال کا جواب دیا۔

"میں تمہارے دشمن۔۔ جب ایسے بولتی ہو دل چاہتا ہے تمہاری سانس وہیں روک دوں پر۔۔ (اسکے قاتلانہ میک اور کوکوفت بھری نگاہ میں لیا)۔ اتنا آفت بننے کی کیا ضرورت تھی بولو، تمہیں دیکھ کر دل چکر کر رہ گیا تھا میرا۔ کیسے سب کے بیچ خود کو سنبھالا میں ہی جانتا ہوں ورنہ دائرل ہو ہی جاتا آج داران ماہیر کا بے قابو عشق"

دائیں بائیں ہاتھ ٹکائے اسکی سر تا پیر دکھتی بہکاتی تیاری پر نگاہیں پھیرتے آنچ پہنچاتے بولا تو داریہ نے اسکو فوراً سے باہیں پھیلا کر حصار اور اس متبرک (مبارک، مقدس) سینے سے لگ گئی۔

ہاتھ دیوار سے ہٹاتے ماہیر نے لمحہ لگاتے داریہ کے اطراف لپیٹ لیے، کتنا سکون دیتی تھی وہ، ایسا سکون جو دھڑکنوں کی رفتار بڑھا دیتا۔

"لوگوں کا سر چکراتا ہے، ماہیر شاہ کا دل چکرا گیا۔ واوو۔۔ آئی ٹولڈ یو۔۔۔ کچھ تدبیر کر لیتے ناں تاکہ ہوش نہ اڑتا۔ میں تو معشوم شی ہوں"

اسکے وجود میں گم اسکی خوشبو کو جی بھر کر فیل کرتی اتنے دن کی ساری تلافی کیے بولی تو داران نے
نرماہٹ سی اپنے تھامنے میں ملا کر اسے اپنے سامنے کیا، وہ داران کی پکڑ پر حیران اسکی آنکھوں میں
خوشی سے جھانکی۔

"یس یو آر، آئی ایم سوری داریہ۔۔۔ اس دن کے اور ری ایکٹ کے لیے۔ سوچا تھا جب واپس آؤ گی تو
مسٹ معافی مانگوں گا۔ تم نے تو مہلت ہی نہ دی تھی کہ تمہیں منانا، اتنی جلدی سب بھول گئی
تھی۔۔۔ بائے داوے۔۔۔ یولک سٹنگ"

اسے خود بھی پتا تھا وہ معافی مانگے گا پر اتنی خوبصورتی سے یہ نہ سوچا، سنہری آنکھیں محبت سے بھر
گئیں۔

"بھول جاؤ، تمہیں کبھی مجھے منانا نہیں پڑے گا۔ میں تم سے کبھی نہیں روٹھ سکتی، نیو ر ایور۔ خود کو
بھول سکتی ہوں اب لیکن تمہیں نہیں۔ بائے داوے نظر لگو الو گے، کیوں پہنا یہ کلر رنگ۔۔۔۔"

جذب سے بھرے انداز میں اس کے قریب سر کی، گردن کے اطراف بازو لپیٹ کر ہاتھ باندھے تو
داران نے اسکی کمر کے گرد بازو باندھے مزید رگ جان سا کر لیا کہ اسکی شہہ رگ کی اور جھکتے ہی جدائی
کی تلافی کو حلاوت بھر لمس عطا کیا۔

"کسی سپیشل کی فرمائش تھی"

اسکے وجود کی راعنائیوں میں مزید نہ بھٹکتے پیچھے ہوئے نرمی سے اسکی تیاری خراب نہ کرتے ہوئے
ہو نٹوں کو نرم سا چھوا تو وہ لحظہ بھر بلش کی۔

"کیا بہت سپیشل ہے وہ؟"

آنکھیں چاہت سے بھرے داران کو دیکھتے پوچھا۔

اس بار اسکے بلش کرتے گال کو نہایت الفت سے چومتے رومان پرور گر نیش بلو آنکھیں اسکے ہر اس
خدوخال پر پھیریں جہاں وہ ابھی اپنی مرضی کی محبت نچھاور نہ کر سکتا تھا۔

"اتنی کہ سپیشل ورڈ پھیکا پڑ جائے، داریہ آریوریڈی فارٹومارو؟ فجر کے وقت نکلنا ہے ہمیں"

وہ اسے جو یاد دلا گیا داریہ کو اچھانہ لگا۔

"رات باقی ہے ابھی، ملنا ہے ہمیں۔ پیار کے وقت کام کی بات کرنے سے گریز کرنا ورنہ ترسانے کے
ساتھ مسیز ماہیر شاہ تمہیں بہت تڑپائے گی۔"

ایسی بے باکیاں صرف داریہ پر سجتی تھیں لیکن آج تو وہ بھی حد سے باہر نکلنے پر آمادہ تھا۔

"مسیز ماہیر شاہ کی ایسی کی تیسی"

وہ اسکے گرد حصار جکڑ کر داریہ کی جان لبوں پر لایا تو اسکی سنہری آنکھیں رحم طلب ہوئیں۔

"تم ہو ہی ایسی کہ شدت پسند ہونے لگتا ہوں، چلو باہر چلیں۔۔ ایسا نہ ہو ہماری غیر موجودگی پر سب

ہمیں طوطا مینا بلانے لگیں"

اسکو نرمی سے آزاد کیے وہ جانے لگا جب داریہ نے بازو دبوچ کر روکا۔

"تو ہیں ناں ہم، لوو برڈز"

وہ چہکی۔

"پگلی ایسے بہکاومت، ضائع ہو جاوگی"

ناک سے ناک رگڑتا وہ اسے رعایتیں بخشتا دروازہ کھولے باہر نکلا تو داریہ بھی سرخ رو ہوتی مسکائے پیچھے ہی لپک گئی۔

شاہ حویلی اتنے سارے پیاروں کی موجودگی سے سچ چکی تھی، ایاد کی نظریں تو صرف ماول کی طلب گار تھیں، کافی دیر اسے انتظار کروانے کے بعد آخر کار دلہے پر ترس کھایا گیا، شاہ حویلی کے لان میں ہی مہمانوں کے لیے خوبصورت سٹے کا انتظام تھا اور دلہا دلہن کے لیے خوبصورت سٹیج بھی سجایا جا چکا تھا، ماول کو سب لڑکیاں باہر لائیں تو اسکا یہ روپ دیکھنے والی ہر آنکھ مبہوت رہ گئی، پر کسی کی تو پلکیں چھپکنارک گئیں۔

داریہ نے ہی ایک سٹیپ اونچے برائڈل سٹیج کی جانب ماول کو لاتے لالہ کو گھورتا کہ وہ ماول کو تاڑنے کے بجائے اسے اپنا ہاتھ دے کر اپنے ساتھ بیٹھائیں۔

ماول نے گھبرا کر دار یہ کو دیکھا اور پھر اپنا ہاتھ ایاد کے خوبصورت ہاتھ میں دیے اسکے ہمراہ کھڑی ہوئی، فوٹو گرافرز نے چند اس پوز پر پکچر لیں جبکہ اپنی طرف دیکھتے ایاد کی نگاہوں کی حدت محسوس کیے وہ بھی اسکی طرف دیکھنے لگی۔

"میری سزا ختم ہو گئی ہے ناں؟"

کان کی اور جھکے ایاد نے سوال ہی ایسا ہی کیا جو ماول کی پلکیں زیرک کر گیا۔

"ہرگز نہیں، میرا نام اور مستقل دیدار کا حق مل گیا اسی کو غنیمت جانیں ملینگا۔"

لجائے پر سرور انداز میں ایاد خان کو ٹالا گیا پر وہ ایسے جو اباً ہنسا جیسے ماول کی خوش فہمی پر بڑا محظوظ ہوا ہو۔

یہ خوبصورت سی تقریب چھ سات تک چلی اور پھر اس رونق کو پرسوز رخصتی کی رسم پر فائنلی ختم کیا گیا، یہ فریضہ بہت اچھے سے نمٹ جانے پر شاہ حویلی کے مکین آسودہ ہوئے، مایا اور حمین سے ابھی عزیزے کا معذرت کرنے کا بلکل موڈ نہ تھا کیونکہ وہ پگھلی تھیں تو ابھی صرف ماول کے لیے۔

دار یہ، داران، تبریز شاہ، عزیزے اور داران کی دعاؤں کے سنگ ماول خوشی خوشی ایاد خان کے ساتھ رخصت ہو گئی۔

گزشتہ دنوں رجال کافی بہتر تو ہو گیا تھا پر عجیب چپ رہنے لگا تھا جیسے اسکے دماغ میں اتنا شور ہو کہ اسے کچھ سن پانے میں مشکل ہوتی۔

وہ صبح اٹھ کر گارڈ کی نگرانی میں واک پر جانے لگا تھا، کمر کی ہڈی میں اب تک درد تھا جس سبب زیادہ چلنا تھکا دیتا، چہرے کے زخم ٹھیک ہو چکے تھے پر یچی نے جلاد کا شاگرد ہونے کا پورا ثبوت دیتے اسکے جسم کے اندر تک ناختم ہوتی تکلیف اتاری تھی جسکے اثرات اب بھی باقی تھے۔

دن بھر وہ گھر رہتا یا ثمن کے ساتھ ہلکی پھلکی بات کر لیتا، رات ڈنر سب کے ساتھ کرتا لیکن اسکے دماغ کو ایک طرح مفلوج کر دیا گیا تھا۔

ثمن ہر شے بھلائے بس اسکی دیکھ بھال میں لگی تھی کہ کل کو اللہ کو حساب دیتے وقت کم از کم اس معاملے میں سر خر و ہو جائے۔

وہ رات کے وقت لان میں بیٹھا تھا تو ثمن اسکے لیے ڈش باول میں اسکا فیورٹ انڈے والا حلوہ بنا کر لائیں اور اسے دیا جس نے نرم سا مسکرا کر اس ڈش کو پکڑ لیا، جہانگیر اور ماریہ صاحبہ بھی بس پہنچنے والے تھے۔

"آپ جانتی ہیں مام! ڈیڈ کو سچ میں آپ سے محبت ہو گئی تھی۔"

رجال کی بات سنے ثمن کے چہرے کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔

"کیا؟"

دل کا نپا تھا شمن کا۔

"آئی نوویل کہ میں آپکا اور ڈیڈ کا بیٹا نہیں، اور یہ کہ آپکی ڈائورس تیس سال پہلے ہی ہو گئی تھی"

رجال کی آنکھوں میں پڑمردگی اٹدی، یہ سننا شمن کے لیے جتنا کر بناک تھا اتنا مار یہ صاحبہ کے پیلس کے اندر جانے کے بعد لان میں چلے آتے جہاں گھر چغتائی کے لیے سوہان روح رہا۔

گویا زمین پیروں سے سرک گئی۔

"ت۔۔ تمہیں یہ سب کیسے پتا؟"

شمن کی ٹوٹی آواز جہاں گھر کے کرچی دل سے زیادہ بری تھی۔

"کچھ ماہ پہلے، جب ڈیڈ پر دار یہ نے حراسمٹ کا کیس کیا۔ اپنی عزت اور مشہوری خطرے میں پڑی تو ہمیشہ کی طرح ایکسٹرا پی لی۔۔ (دکھ بھلانے کو انکا پرانا شوق تھا)۔۔ میرے ہی فلم ہاؤس میں بیٹھ کر یہ سب اگلے رہے۔ مجھے میرے آفس کے لڑکے نے بتایا۔ میرے لیے جھٹکا تھا۔ آپ جانتی ہیں مجھے اس دنیا میں ہر فرد سے نفرت اور وہشت ہے سوائے آپ سے۔ ایک تو سوتن کی اولاد اوپر سے ناپسند قید۔۔۔۔۔ میرے لیے سہہ لی۔ تبھی سب سے بد تمیزی کر سکتا ہوں، آپ کے لیے ہتھ ہولا رکھتا آیا ہوں۔۔۔۔۔ اور اب جب میں عجیب سی تکلیف کا شکار ہوں تو سب نے مجھے اچھوت کی طرح ٹریٹ کیا، پرما تھا چومنے صرف آپ آئیں۔۔۔۔۔۔۔ میں مر گیا مام تو میرا منہ دیکھنے کا حق صرف آپکے پاس ہوگا"

رجال کے اول جملے جھٹلائے وہ آخری پر اٹھ کر اسے پاس ہی دو نشتی کا وچ پر بیٹھی۔

"ایسا نہیں بولو بچے، تم توبہ کر لو۔۔۔۔۔ میں تمہیں تمام برائیوں، گناہوں کے باوجود اپنا بیٹا مانتی ہوں۔ چھوڑ دو یہ جرم وہوس کی دنیا۔ میں جانتی ہوں تمہیں تمہارے گندے باپ کے کیے کی سزائیں ملیں تو تباہ کر گئیں۔ تم نے انکو آئیڈل بنا کر کیا اور برباد ہو گئے۔۔۔ لیکن ہر تاریکی میں ایک روشنی کی کرن ضرور ہوتی ہے"

جہانگیر کی سرخ آنکھیں اور پھٹا دل انکے اندر اترتی اذیت کے ترجمان تھے، وہ رک نہ پائے تو فوراً اندر بڑھے تاکہ ماں سے اس زیادتی کا حساب مانگیں۔

جبکہ ثمن کی گزارش پر وہ زہر سے بھرا ہنسا۔

[illegible]

ایسی باتیں وہ لوگ کرتے ہیں جنکو اپنی موت کا یقین ہو جائے تبھی تو خوف سے شمن کانپ گئیں پر رجاں نے پہلی بار اس ماں کو اپنے سینے لگا کر سنبھالا، گناہوں کے گڑھے بھر جائیں تو توبہ کا دروازہ بھی بند ہو جایا کرتا ہے۔

"ایسی باتیں مت کرو رجاں، دل پھٹ جائے گا"

وہ سسک پڑیں تو دل جلی مسکراہٹ اچھالے رجاں نے بقیہ الفاظ کو خاموشی کے گھاٹ اتار دیا۔ جبکہ اندر ماریہ صاحبہ، مجرم کی طرح جہانگیر کے سامنے خاموش بیٹھی تھیں، وہ ضبط کے آخری مقام پر تھے، جی چاہا اس بار ظالم ماں کو جنجھوڑ ڈالیں۔

"مجھے یہ بہت بعد میں پتا چلا"

وہ صفائی کو بولیں پر جہانگیر کی تیر نظروں کی تاب نہ سہتے سسک پڑتیں چپ ہوئیں۔

"بعد میں کیوں نہیں بتایا"

جہانگیر کے لہجے میں قبرستان سی ہوک تھی۔

"اس نے قسم دے دی، اپنی۔ وہ خود کو تمہارے لائق۔۔۔"

وہ ڈرے ڈرے بولیں تو وہ برداشت ختم ہوتے اٹھ کھڑے ہوئے، بس نہ چلا اپنا سینہ نوچ ڈالتے، اپنا دل چیر دیتے، اپنے وجود کے ٹکڑے کر دیتے۔

"و۔۔ وہ میرے لائق ہے یا نہیں کم از کم تب تو اسکا اختیار آپ دونوں نے مجھے دیا ہوتا اماں جان۔۔۔۔۔ یہ احساس جرم مجھے اندر ہی اندر نگل رہا ہے۔ میری محبت جسے میں نے دل سے کبھی زبان پر آنے ہی نہ دیا، رسوائی، زلت اور تہمت بن کر ثمن کو اجاڑ گئی۔۔۔۔۔ کیسے صبر کروں گا اس ظلم پر" وہ چیخ اٹھے، ثمن اور ماریہ صاحبہ دونوں اسے اس دنیا کی سفاک عورتیں لگیں۔

وہ اٹھیں، روتے ہوئے ہی بھرے درد کے مارے بچے کو سنبھالنا چاہا پر وہ اب کسی کے بس کے کہاں رہے تھے، کئی سالوں کا غبار تھا جو آج انھیں مارنے پر تلا تھا۔

"مر بھی گیا نہ اب تو آپکو اور اس اذیت پسند عورت کو معاف نہیں کروں گا، آپ د۔۔ دونوں نے میرے ساتھ زیادتیوں پر زیادتیاں کیں، مجھے مار کر رکھ دیا آپ دونے۔ میری محبت کو میری سانس کی راہ کا پتھر بنا دیا۔ میں تڑپتا رہا، اندر ہی اندر گھٹتا رہا۔ مرتا رہا لیکن آپ دونوں جہانگیر چغتائی کا تماشا دیکھتی رہیں۔ معافی نہیں ملے گی آپ کو"

مزید شاید وہ کچھ کہتے تو سینہ پھٹ جاتا تبھی جیسے دلبر داشتہ آئے ویسے ہی چلے گئے، آج کی یہ رات ماتم کی تھی، ان کے لیے بھی اور روتی تڑپتیں ماریہ صاحبہ کے لیے بھی۔

.._____..

"اللہ کا شکر ہے سب خیر و عافیت سے نمٹ گیا، پر یہ شاہ حویلی ویران ہو گئی تبریز"

چائے کا سیشن چلا تو داریہ اور داران نے بھی کمپنی دی، لیکن چونکہ داریہ کا کچھ دیر واک کا موڈ تھا سو وہ داران کے ساتھ کچھ دیر حویلی سے نکل گئی، خانو اکبر اور فردوس بھی آج ایز آکیل دونوں کے ہمراہ ہی گئے تھے اور یہ آفر داریہ نے ہی کی۔

"وہ اپنے گھر آباد رہیں، ہم یہ ویرانی سہہ لیں گے۔ آپ اداس نہ ہوں عزیزے جان۔ ہم ہر ویک اینڈ پر انھیں خود لے آیا کریں گے۔ باقی داران اور داریہ کی تو اپنی مصروفیات ہیں وہ دونوں ٹھہرے آزاد پنچھی۔ آپ دعا کریں جلدی سے اس حویلی کا وارث آجائے تاکہ آپ کی تنہائی ختم ہو"

وہ بھی آج پوری خوشی سے ماں کے پاس بیٹھے تھے ورنہ تیس سال سے ماں کی سرد مہری سہی تھی، انھیں تبھی تو دل کا درد لگ گیا تھا۔

وارث والی بات عزیزے کو ابھی بھی کچھ ہضم نہ ہوئی۔

"دیکھو تبریز، میں صرف ایک شرط پر داریہ کو قبول کروں گی کہ وہ یہ بدنام پیشہ چھوڑ کر اس گھر کی خاندانی بہو بنے۔ مجھے یہ زہر پینے پر مجبور مت کرو، داران کو سمجھاؤ کہ داریہ کو لگام ڈالے۔ وہ تو کام سے جا رہا ہے، پھر داریہ کیوں جا رہی ہے کل اسکے ساتھ؟ کیا اسے کام کے بیچ بھی سانس نہیں لینے دینا چاہتی؟"

تمام تر تلخیاں از سر نو عزیزے کے لب و لہجے میں گھل سی گئیں تو لحظہ بھر تبریز بھی پریشان دیکھائی دیے۔

"عزیزے جان! شاید ہنی مون کے لیے جارہے ہوں۔ اور آپکو بتادیں کہ دار یہ کافی دن سے اپنا کام روکے ہوئے ہیں۔ ممکن ہے وہ خود سنبھل کر ہٹ جائیں۔ یہ پیشہ انہوں نے مجبوراً چنا تھا، انکے گھٹیا باپ کے کیے کے سبب کیونکہ جتنا قرض زمیل کے سبب ان دو معصوم بچوں پر تھا کوئی شریف پیشہ تو اسکی ادائیگی نہ کر پاتا، ہر انسان کی الگ مجبوری اور جنگ ہے ماں جو ہم چاہ کر بھی جان نہیں سکتے۔ تھوڑی مہلت دیں انھیں، دار ان اپنے رنگ میں رنگ لیں گے۔ آپ بس انکے لیے اپنا دل نرم کرنے کی کوشش کریں۔ بھولیں مت وہ ہمارے حمین کی تربیت ہیں۔ پلیز"

آج تبریز کی باتیں عزیزے کے دل پر لگیں، یعنی وہ امید لگا سکتی تھیں کیونکہ تبریز کا یقین اب تک بہت سچا نکلا تھا۔

"ٹھیک ہے، خیر جاؤ تم آرام کرو جا کر۔ میں بھی عشاء پڑھ کر لیٹوں گی۔ کچھ کیا نہیں بس مہمانوں سے مل کر ہی تھک گئی ہوں"

عزیزے کے تھکے لہجے پر وہ فوری فرما برداری سے انکا ہاتھ چومے اٹھے اور شب بخیری نگاہ ڈالے اپنے پروقار انداز میں کمرے سے چلے گئے جبکہ عزیزے بھی گہرا سانس بھرتے اٹھیں تاکہ جا کر وضو کریں اور اپنی ماول کی خوشیاں مانگیں۔

جبکہ واک کو وہ چاروں حویلی سے تھوڑا دور آگئے تھے۔

فردوس اور خانو اکبر انھیں اپنی لوو سٹوری سنارہے تھے جس پر داریہ حیران پر حیران جبکہ داران، داریہ کی حیرانگی پر بس اسے ہی دیکھے جارہا تھا۔

جس نے سرد ہوا سے بچنے کو داران سے چادر کھینچ کر خود لپیٹ لی کیونکہ اسکے بقول داران کو تو اس سردی کی عادت تھی۔

"بڑی دھواں دار محبت کی تھی انہوں نے، میرے بھائی کے دروازے پر بیٹھ جاتے تھے ہر دو دن بعد آکر کہ فری دیں گے تو جائے گا ورنہ یہ رہا سینہ، اور بندوق تیری لالہ۔۔۔۔ اللہ جنت بخشے قیوم لالہ کو۔ ناک تک عاجز آگئے تھے"

فردوس یہ بتاتے لجا سی گئیں کیونکہ خانو اکبر انکو دیکھ ہی خراب ترین شریر نظروں سے رہے تھے۔
"ہاہا! پھر۔۔ مطلب رشتہ کیوں نہیں دیتے تھے۔ خانو لالہ اتنے ہنڈ سم تو ہیں۔ مزاج کے بھی پیارے" داریہ کو مزید تجسس نے گھیرا۔

"ارے بس کرے داریہ بی بی، آفت تھے پورے۔ یہ تو جب سے داران بچے کے محافظ اور سنگی بنے تب سدھار آیا ان میں۔ کوئی ڈھنگ کا کام نہیں کرتے تھے، دل چاہتا انجیر اور مونگ پھلی کا ٹھیلہ لگا لیتے تو دل چاہتا بندوقوں کا پشتینی کاروبار سنبھال لیتے۔۔۔۔ لالہ کہتے تھے یہ تجھے بھوکا مار دے گا کیونکہ کبھی جیب پیسوں سے بھری ہوتی تھی کبھی ایک روپیہ نہ ہوتا۔ لیکن پھر تبریز بھائی اور عزت زے جان نے انکو داران بچے کے لیے چنا، اور انھیں بھی من پسند کام مل گیا۔ یعنی وفاداری اور یاری"

فردوس اتنی میٹھی لگئیں کہ داریہ کو انکی باتیں سن کر ہنسی آگئی۔

"زما عورت بس کر کیوں بور کر رہا۔ انکی کہانی بہت اونچا ہے۔ جیسے افسانوں میں ہوتا ہے، ٹھنڈا۔
شفاف اور مقدس انس"

اپنے صاحبہ کی پٹر پٹر بند کرواتے خانو اکبر جھاڑ ہی تو گئے جس پر وہ آگے سے پھر بھی اگلے دیے حوالوں
پر رشک سے مسکائیں۔

داریہ اور داران کی اس بیچ محبت سے نظر ملی۔

چاروں کچھ بیس منٹ مزید واک کرنے کے بعد واپس آگئے، خانو اکبر اور فردوس کے جاتے ہی داریہ
نے داران کو دیکھا جس نے ہاتھ سینے پر کچھ زیادہ ٹائٹ لپیٹے تھے یعنی تھوڑی ٹھنڈا اس فولادی چوڑے
آدمی کو بھی محسوس ہو رہی تھی۔

"آئی ایم سوری، کتنی بری ہوں میں۔۔۔ آجاو آدھی چادر میں"

وہ اسکے شانے کے گرد ہاتھ اونچا کیے آدھی چادر لپیٹ گئی جسے داران نے کنارے سے پکڑا۔
"بڑی جلدی نہیں خیال آیا رونٹک ہونے کا"

داران نے اسکے ہمراہ ہی اندر جاتے ناک سکیڑتے پوچھا۔

"ہاہا میں یہ رونٹک تو نہیں ہوئی"

داریہ نے مسکرا کر اسکی غلط فہمی دور کی۔

"اوہ آئی سی، ابھی ہوں گی آپ محترمہ؟"

اندر پہنچتے ہی داران نے اس سے پوری چادر کھینچ کر خود کے گرد لپیٹتے پوچھا، داریہ نے آنکھیں گما کر بے نیازی سے پاس سے گزرتے یوں قہقہہ مارا جیسے اسکی خوش فہمی پر بڑی محظوظ ہوئی ہو۔

"کتنے خوش فہم ہیں اللہ جی آپکی دنیا کے لوگ"

جھٹ سے سیڑھیاں پھلانگ کر کمرے کی طرف گئی تو داران نے بھی اوڑھی چادر گردن کی اور لپیٹی اور دروازے تک پہنچ کر اتار کر ہاتھ میں پکڑی جبکہ داریہ مزے سے بیڈ پر آدھی تر چھی لیٹی دونوں بازو کھولے پر سکون ہوئے آنکھیں موند گئی۔

"لگ نہیں رہا چھ دن کی جدائی کاٹ کر آئی ہو جلا دن، سونے کی پڑی ہے۔ بندہ کوئی شوہر کے پاس بیٹھتا ہے، کچھ اسکی سنتا ہے کچھ اپنی سناتا ہے۔ پر ناجی ان موصوفہ کو نیند آجائے تو تو کون میں کون۔۔۔۔۔"

چادر گول مول کیے صوفے کی اور اچھا لتا وہ ناک بھوں چڑھائے جان بوجھ کر داریہ کو سنا کر چلیج کرنے گھس گیا جو بند آنکھوں سے ہی مسکاتی مزید انگڑائی لیتی پھیلی۔

دس منٹ تک وہ چلیج کیے سیاہ اچھی گرم سٹف والی شرٹ اور گرم سیم کلر ٹراؤز میں خوبصورت صاف رنگت کے سنگ کچھ زیادہ اجلا دیکھائی دیتا کمرے میں آیا تو داریہ دونوں کہنیوں کو میٹرس سے جوڑے ہتھیلیوں پر ٹھوڑی ٹکائے الٹا لیٹے اسی کو دیکھ رہی تھی۔

"آئیے ناں شوہر جی، آپکی سنوں۔ اور اپنی سناؤں"

دار یہ نے اسے لیپ ٹاپ پکڑ کر صوفے پر چوڑا ہوتے دیکھ کر جان بوجھ کر شرمیلی ادا سے پکارا جو آگے سے سر جھٹک گیا۔

"خود آ جاؤ، میں تمہارا سرونٹ تھوڑی لگا ہوں"

چشمہ آنکھوں پر چڑھائے گال پھلاتے جواب دیا جس پر دار یہ اٹھی اور آستینیں اوپر کو چڑھاتی یوں پاس آئی جیسے گلا دبا دے گی۔

"اچھا! اب تم مجھے یہ موٹی ناک جھٹک کر بھرم دیکھاؤ گے۔ کہا تھا نہ اسے مت پھولایا کرو، ڈریگن لگتے ہو"

سر پر کھڑی وہ اسکی چوڑی ناک دباتے بولی چشمہ لے کر پرے رکھا، داران ناک پر کوئی کمپر وائز نہ کیے کلائی سے پکڑ کر لمحہ صرف کرتے اسے گود میں بٹھائے لیپ ٹاپ دوسرے ہاتھ سے پرے سر کا گیا۔

"چڑیل"

اسکی پر سرور مسکراہٹ دیکھتے بڑبڑایا، دار یہ نے لحظہ بھر اسی مسکراہٹ کو ہونٹوں میں دباتے نظر جھکائی۔

"ایک بات بتاؤ، کیا سچ میں تم ہرٹ نہیں ہوئی تھی۔ جب میں تمہیں چھوڑ کر آ گیا تھا، دیکھو سچ بتانا، جیسے تم اب تک مجھے بتاتی آئی ہو۔ بنا میرا لحاظ کیے"

یکدم دونوں کے بیچ سنجیدگی حائل ہوئی، وہ بہت قریب سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

اسکا ہاتھ داران کی گال سے جڑا تھا جبکہ وہ سمجھنے کی کیفیت میں تھا کہ اس لڑکی کے اتنے خوبصورت دل کو اب کیا نام دے۔

وہ اسکے دل کی جگہ جھکا، سانس بھری، محبت بخشی، داریہ کی پلکیں خفیف سا اسکی جان لیوا چاہت پر جھکیں۔

"میں پوری کوشش کروں گا، لیکن ناکام ہو گیا تو"

وہ روبرو ہوئے ڈرا، داریہ نے اسکے ماتھے کو چومتے اسکے چہرے پر ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو سہلایا۔

"کوشش کے بعد ناکام بھی ہوئے تو داریہ کی سر آنکھوں پر رہو گے۔ اب تو سمجھ جاؤ کتنے خوش قسمت ہو چکے ہو، ایک پر امن عورت کی محبت ہو تم ماہیر شاہ"

رشتہ کروانا تو وہ اول لمحے سے جانتی تھی۔

"تم نے مجھے کبھی داران نہیں پکارا، نام لو میرا وہ"

اسکے ہاتھ کو کئی بار لگتا چومتے کھینچ کر اپنے سینے لگائے نئی فرمائش کی تو وہ کھکھلائی۔

"وہ میرے نام سے ملتا ہے، تبھی عام سا ہے۔۔۔ ماہیر نام پکارنے سے بہت راحت ملتی ہے۔ یہی رہنے دو میرے ہونٹوں پر"

یہ لڑکی ہر جواب میں شرارہ لیے تھی، آگ لگا دیتی تھی۔

"داریہ! نہ تم عام ہو نہ تمہارا نام۔۔ تمہارے ان ہونٹوں پر قربان جاؤں"

اسکے پہلے جملے کو جناب نے رد کر دیا، تو وہ رد ہو گئی چپ چاپ۔ داران کے لمس کو محسوس کیے مسرور ہو گئی جس نے بڑی چاہ سے سانسوں کے سنگم پر بخشا تھا، صدقہ اتارا تھا۔ پھر بس ماہیر کو دیکھنے لگی، وہ اسے بنا پلکیں چھپکائے بھی دیکھتی تو ممکن تھا لیکن داران کی بدلتی نگاہوں کے خمار داریہ کی جان سی کھینچنے لگے۔

"سوئیں ماہیر"

وہ اسکے انداز بھانپنے کے باوجود جو بولی داران نے فوراً نفی میں سر ہلایا، اور اسکی گردن میں چہرہ چھپاتے کان کی اور سرک کر کچھ کہا تھا۔

"تم سے اتنا سب سننے کے بعد کیا میں سو سکوں گا پگی؟"

داریہ کے دل کی رفتار اسکی معنی خیز سرگوشی نے تیز کی، اپنی ہی سانس لینے کا اثر داریہ کے پورے وجود کی حرکت کا سبب بنا۔

دونوں کی آنکھیں ملیں تو جسموں نے حرارت پکڑ لی، وہ گھبرا رہی تھی صاف دیکھائی دے رہا تھا۔
"میں پگی نہیں ہوں"

روٹھ کر منہ پھیرا تو اسکی پشت ماہیر کے چہرے کے سامنے ہوئی، اسکے خوشبودار گھنے بال، پیچھے ان تلے چھپی گردن، اسکے اسکی دونوں بازوؤں پر ہاتھ رکھے گرفت بنائی، کندھے جہاں وہ قریب ہوئے

ہونٹوں کو جوڑے محبت رکھ چکا تھا، وہ اسکے ضبط توڑتے انداز پر گھبرا کر واپس گھومی تو اسکے چہرے کو گردن کی رگوں تک بھٹکتے پا کر زرا دور ہوئی۔۔

"تم کیا ہو پھر؟"

اس کے روبرو ہو کر داریہ کا دل گھٹنے لگا۔

"میں تمہاری دیوانی"

اسکے چہرے کو انگ انگ سے تکتے جذب بھری سرگوشی کی جسے داران نے کانوں سے نہیں گریش بلو آنکھوں کو داریہ کے نرم مگر گلابی ہونٹوں پر ٹکا کر سنا تھا، محسوس کیا اور دیوانہ وار بے خود ہوا تھا جسکے بعد داریہ کا یہ ننھا ننھا اعتراض، ڈر، اور فرار کسی کھاتے میں نہ رہا۔

.._____..

"نروس ہو؟"

سبکی واپسی میں دس بج گئے تو بنا مزید ماول کا امتحان لیتے مایا اسے اسکے اور ایاد کے روم میں لائی جسکی اتنی حسین سجاوٹ تھی کہ آنکھیں خیرہ ہو گئیں، وہ کمرے کے وسط میں رکی کمرے کو ہی مسکرا کر دیکھ رہی تھی جب مایا نے اسکی گالوں کو چھوتے پوچھا۔

"ہرگز نہیں خالا، بلکہ مجھے یہاں آکر بہت اچھا فیل ہو رہا ہے"

شاید ماول پہلی دلہن تھی جو رخصتی کی شب اسقدر خوش تھی، تبھی تو مایا حیران ہوئی۔

ماتھا تک چیک کیا، ماول بلش کرتی مایا سے لپٹی۔

"لڑکی! اس دن زر اسی ملاقات پر تو تمہاری جان جا رہی تھی۔ تم کیسے اتنی ریلکس ہو"
الٹا مایا کو ماول کی پر اعتمادی دیکھے ہول اٹھے۔

"اس دن وہ بے صبرے ہو رہے تھے، میں تھوڑی دیر کی مہمان تھی خالا لیکن اب فرصت ہی فرصت ہے۔ آپکو پتا ہے وہ میری مرضی کے بنا مجھے ایک فارہیڈ کس بھی نہیں کر سکتے، کیونکہ میری ناراضگی سے انکی جان نکلتی ہے"

وہ کسی معصوم بھولے بچے کی طرح سامنے ہوتے ہی اس یقین سے بتانے لگی کہ مایا کے لبوں پر خوبصورت مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔

"وہ سچ میں تم سے بہت پیار کرتے ہیں، جب مجھ سے پر میشن لی تھی ناں ایاد نے تبھی انکی محبت جان گئی تھی۔ بس جیسے بھی رہو خوش رہو اور میری جان تم میرے پاس آگئی ہو مجھے تو خوشی سے نیند ہی نہیں آنی آج"

ایسا اعتراف وہ ایاد کے منہ سے سننے کو بھی بے چین تھی، حیا سے پلکیں جھک گئیں۔
"حمین انکل کی باہوں میں جانے کی دیر ہے آجائے گی خالا"

نئی نویلی دلہن کو مستی سو جھبی، مایا تو سرخ ہو کر رہ گئی جبکہ ماول ساتھ ہی ہنس پڑی۔

"یہ کچھ الٹا ہو رہا ہے، مجھے تمہیں چھیڑنا چاہیے تھا تم نے الٹا معصوم خالا کو پکڑ لیا۔ خطرناک لڑکی۔۔۔ چلو چینج کرو اور اگر بھوک لگے تو مجھے بتانا میں کچھ اچھا سا جھٹ پٹ بنادوں گی اپنی گڑیا کو"

چونکہ ماول کا لہنگا زیادہ ہیوی نہ تھا تبھی اب تک وہ ٹھیک تھی لیکن بہر حال تھکاوٹ سے کندھے اور کمر درد ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔

مایا نے پیار سے اسکی گال چومی اور مسکرا کر کبرڈ سے اسکے لیے بلیک میرون سلک نائیٹ ٹرواز شرٹ نکال کر اسے تنھایا اور خود کمرے سے نکلنے ہی لگی جب ایاد ڈریس کوٹ بازو پر ڈالے شرٹ کے کف فولڈ کرتا وہیں چلا آ رہا تھا، مایا نے شریر نظر ڈالی اور فوراً غائب ہوئی جبکہ اس سے پہلے ماول نو دو گیارہ ہوتی، ایاد نے ناصرف دروازہ آگے کیا بلکہ اس بھاگتی چورنی کو بروقت کلائی سے دبوج کر واپس کمرے کی طرف گھسیٹے روکا۔

وہ تھمی سانسیں سنوارتی عین ایاد کے روبرو کی، ہاتھ سے کپڑے پھسل کر زمین بوس ہوئے، آنکھیں ایاد کے چہرے پر ٹھہر سی گئیں۔

"مجھے دیکھنے تو دو، چینج کی پڑ گئی۔۔۔ یہاں آو"

زمین سے اسکے کپڑے اٹھا کر فالتو کباڑ کی مانند گول کر کے کاوچ پر مارتے اسے اپنے نزدیک کھڑا کیا جسکا اعتماد پانی بھرنے جاتا محسوس ہو رہا تھا، ہتھیلوں میں نمی محسوس کیے وہ ایاد کے ہاتھ کو مضبوطی سے جکڑ گئی۔

"م۔ میں بہت تھک گئی ہوں ملینگا۔ میرے شو لڈ رز میں پین ہو رہا ہے۔۔۔ پیر بھی سو جھے فیل ہو رہے۔۔۔ کھڑا نہیں ہوا جا رہا۔ آپ کو پتا ہے نہ میں جلدی تھک جاتی ہوں"

سہمے ہوئے بمشکل اسے دیکھنے کے بیچ بولی، جبکہ ایاد کو جال میں پھنستا نہ محسوس کیے ماول کی دھڑکنیں بڑھیں کیونکہ وہ مسکرا کر اسکا ہاتھ جکڑے بیڈ کے کنارے بٹھائے خود بھی پہلو میں اسکی سمت ہوئے بیٹھا۔

"ناو فیل بیٹر؟"

ایاد نے اسکے کانپتے ہاتھ پر نیچی سی نگاہ ڈالے اسے اپنے ہاتھ میں لے کر محسوس کیا جبکہ ماول سر ہلائے مطمئن کرنے کو پھیکا مگر ڈرا سا مسکرائی۔

"ت۔۔ تھوڑا سا"

آنکھیں اٹھا کر ایاد کو دیکھتے ہوئے بولی تو وہ بنا اجازت جھک کر اپنے ہونٹوں کو اسکے ماتھے پر رکھے ایک ہتھیلی اسکی گال سے جوڑے مکمل پر سکون کر گیا، ایاد کے ہونٹوں کے ملائم لمس نے ماول کو مد ہوش سا کیا، اسے آرام ملا تبھی تو جب وہ دور ہوا وہ آنکھیں اٹھا کر تھیر سے اسے تنکے لگی۔

"ناو؟"

وہ اسکی جانب ٹکٹکی باندھ گئی۔

"فائن"

اسی کھوئے انداز میں بڑبڑائی جبکہ ایاد کو اپنے پھر سے قریب ہوتا دیکھ کر وہ اسے سینے پر ہتھیلی جمائے
اٹھ کھڑی ہوئی حالانکہ پیروں سے جان سرک گئی۔
وہ اسکا ہاتھ تھام گیا جو منہ موڑے کھڑی تھی۔

"دماغ سن کیوں ہو رہا ہے میرا اللہ جی۔۔۔۔۔ ٹن ٹن بج رہی ہے۔۔۔ سائیں سائیں ہو رہی ہے۔"
ایک تو اسکی کیفیت عجیب اوپر سے اپنی کلائی ایاد کے گرم ہاتھ میں محسوس کرنا جان جو کھم کا کام۔
"ماول! ابھی تو تم سے کھڑا ہونا مشکل تھا"

بہانے باز لڑکی کو لتاڑ کر بازو کو جھٹکا دیا تو وہ پلٹ کر اس پر گرنے لگی پر بروقت اسکے کاندھوں پر ہاتھ
رکھے سنبھلی۔

وہ اٹھ کر اسی حصار میں کھڑا ہوا تو ہنوز ماول کے ہاتھ اسکے کاندھوں پر تھے جنہیں اٹھتے ہی ایاد نے
دونوں ہاتھوں سے تھامے گردن کی اطراف جمایا اور اسے گرد بازو لپیٹ کر پوری قوت سے گلے لگا گیا،
جانے کیا ہوا کہ وہ ٹوٹی شاخ بنی اس میں سمٹ کر رہ گئی۔

جبکہ ایاد اسکی تو آنکھیں ہی اس راحت کی زیادتی پر بند ہو گئیں۔

اک آنسو ماول کی آنکھ سے ٹپک گیا۔

"ایاد!۔۔۔"

وہ اپنے ہاتھ ہٹاتی اپنے گرد لپٹے اسکے بازو کھول کر پرے ہوئی، ایاد نے پریشان و خفا آنکھوں سے ماول کے سپاٹ چہرے کو دیکھا۔

"تم نہیں چاہتی میں قریب آؤں؟"

وہ اتنی جلدی روٹھ جائے گا ماول نے نہیں سوچا تھا تبھی جتنی دور گئی خود ہی واپس اتنے قدم لیے قریب آگئی۔

"ایکجولی میرا دم گھٹ رہا تھا، مجھے اندھیرے کے علاوہ کسی کے زور سے ہگ کرنے پر بھی مسئلہ ہوتا ہے۔ آئی نوٹس ویری نان رونٹک۔۔۔ بٹ اب آپکی قسمت ملینگا۔ کیا کر سکتی ہوں"

اتنے مزے سے ایاد کے ارمان بھسم کیے من ہی من میں جیسے مسکرا رہی تھی وہ سب سمجھ رہا تھا۔
"نوٹنکی۔۔۔ جاو چینج کرو"

منہ پھلا لیتا وہ پلٹ گیا تو ماول نے خود کو شاباشی دی اور دوڑ کر کپڑے اٹھائے چینجنگ روم میں گھسی، دروازہ اس بار اچھے سے لاک کیا اور پہلے چینج کر کے فریش ہوئی اور ساری جیولری بھی اندر ہی اتار کر سنبھالی، منہ کو اچھے سے واش کیے ٹاول سے ٹیپ کیا، ہاتھ پیر اور فیس کو مونچر انز کیے بالوں کو کیچر میں لپیٹ کر فولڈ کیے سلپر پہنتی خود کو مسکرا کر دیکھے کمرے میں آئی تو ایاد سینے کے بل میٹرس پر لیٹا تھا، ایک بازو ٹھوڑی کے نیچے فولڈ کر کے رکھی تھی اور دوسرے سے موبائل تھامے اسی سے سکرو ل کر رہا تھا۔

"اب کوئی سانس بند والا بہانہ بھی ڈھونڈ لو ماول تاکہ انکے ارمان بالکل پانی میں بہہ جائیں"

اسے مصروف دیکھے ماول نے جلدی سے اپنا دماغ چلایا، ایاد نے اسکی سوندھی سی مہک محسوس کیے پلٹ کر گردن گمائی تو ماول نے فوراً چہرے پر شریف مسکراہٹ لائی، ایاد نے فون جس طرح پھینک کر بے خود ہوتے اٹھ کر ماول کی طرف قدم بڑھائے وہ ڈر کر دیوار سے جا لگی۔

"ملینگا آپ کی سزا ختم نہیں ہوئی جانتے ہیں ناں۔۔"

اسکو اپنی ناک کی ٹپ تک پاس آتا دیکھتی وہ گھبرا کر آنکھیں میچ گئی، ایاد خان نے اسکے پہلے ہی دیوار سے لگے بازو ہنس کر دیکھے اور دھیرے سے ہاتھ دونوں کلائیوں پر پھیرتا اسکے دونوں ہاتھوں میں پھنسا کر اچھے سے لاک کر لیے۔

ماول نے جھٹ سے پہلے بائیں پھر دائیں دیکھا، پھر ڈرتے ڈرتے ایاد کو۔

"تم بھاگ نہ جاو تبھی تمہیں لاک کر ناضروری ہے، اب بتاؤ کتنی محبت کرتی ہو مجھ سے"

اسکے چہرے کا نقش نقش حق رکھتی نگاہوں سے تکتے آنکھیں کھوجنے پر رکا اور سوال کیا۔

"نو! آج آپ کہیں گے۔۔۔۔ بلکہ ہمیشہ آپ کہیں گے ورنہ ترسیں گے"

تھوڑا اعتماد لوٹا کیونکہ وہ چہروں کے بیچ اتنا فاصلہ سمیٹ گیا کہ اب اسکی گرم سانس ماول کو تنگ نہ کر رہی تھی۔

"تم اپنے کہے کی پکی ہوگی میں بھی ضدیوں کا باپ ہوں"

مزید اعتماد بڑھا بلکہ لڑنے کی ہمت آگئی۔

"او کے ایزووش، میں تو نہیں کہوں گی۔"

گویا بات ہی ختم کر دی۔

ماول کی گردن کی خوبصورت رگیں اکڑنے کے سبب جب تنیں تو ایاد نے بڑی مشکل سے نظروں کا زواہ بدلا پر کمبخت اسکے گلابی بھرے ہونٹوں پر جاٹکا، وہاں سے چرائی تو ماول شاہ کی مزید راعنائیوں میں جکڑ گئی، سمجھ نہ آیا کس جانب دیکھے کہ یہ حواسوں پر سوار نہ ہو۔

"اور ہاں میرے ساتھ بولڈ حرکتیں کرنے کی کوشش نہ کیجئے گا، مرور گئی تو بدروح کی طرح روتے رہ جائیں گے میرے پیچھے۔ جیسے ہو سپٹل میں جان جا رہی تھی"

جان بوجھ کر اسے جتایا، گویا ہر طرح سے ایاد سے پناہ پانے کے پورے جتن کیے جا رہے تھے۔
"تمہیں کیا لگتا ہے وہ مزاق تھا؟"

لہجے میں تیرگی آئی تو ماول نے گھبرا کر ایاد کو دیکھا جسکے ہاتھوں کی گرفت ماول کی انگلیوں میں مضبوط ہو گئی۔

"نہیں، سچ تھا۔ جھوٹا رونا کی کوالٹی صرف عورتوں کے پاس ہوتی ہے۔ مرد جب بھی روتا ہے تکلیف کی انتہا پر ہی روتا ہے"

وہ اسکے درد کو سمجھ گئی تھی پھر بھی جھگڑا چاہتی تھی۔

"جب وہ تکلیف کی انتہا تھی تو اس لمحہ سکون کی انتہا ہے۔ اس بارے کیا کہو گی"
وہ پھر سے نزدیک آیا، جیسے چاہتا قریب آسکتا تھا کیونکہ ماول کے ہاتھ قید تھے۔
"جی جو میں تباہ کرنے والی ہوں۔ اس بارے نہ ہی کچھ کہوں بہتر ہے"

خود کو بھرپور بہادر بنائے پیش کیا۔

"تم میری سانسوں میں بسی ہوئی ہو، تبھی تو رک کی نہیں یہ۔ دل میں دھڑکتی ہو تبھی تو تھما نہیں۔ تم مجھے
دور رکھو یا پاس لیکن میں ہار گیا، اپنی ضد لو مار دی تمہارے قدموں میں۔ آئی لو و یو ماول۔۔۔"
ابھی جو کہہ رہا تھا ضد یوں کا باپ ہے، ماول کی جان نکال گیا، وہ کچھ کہنے کے لائق ہی نہ رہی، ایسا اظہار تو
امید نہیں کیا تھا۔

"اوکے"

گھبراہٹ پر قابو پائے چہرہ موڑا تو اس کے جھلسے اوکے پر ایاد کی صورت پر کڑواہٹ گھلی۔

"سیریسلی! جسٹ اوکے؟"

ایاد کا دماغ چکر اکر رہ گیا۔

"جی۔ اوکے۔۔۔۔۔ اور کیا کہوں"

وہ معصومیت کی ملکہ بنی زہریلی لگی، عتاب کی سرخی ایاد کے چہرے پر گھلنے لگی۔

"ایک بار کہہ دو کہ تم مجھ سے پیار کرتی ہو پھر جتنا مرضی ستالینا"

لہجے میں تڑپ گھلی تھی، جبکہ ماول دل کے شور سے بدحواس تھی جو ایاد کو خود میں گھول لینے کی ترغیب دے کر دماغ خراب کر رہا تھا۔

"میرے اس اظہار کی اک قیمت ہوگی ملینگا، اتنی آسانی سے نہیں ملے گا۔ چلیں چھوڑیں بھی میرے ہاتھ بھی بہت تھکے ہیں۔ سونا ہے مجھے۔ میری نیند پوری نہ ہو تو میں بد تمیز ہو جاتی ہوں"

اس بار اس ناز پرور سے نمٹنے کا ایاد کو بس ایک حل دیکھائی دیا، اسکے ہاتھ آزاد کیے دو قدم پر ہوا۔
"فائن! تم آرام سے سو سکتی ہو۔ میں اپنی گرل فرینڈ بنانے جا رہا ہوں۔"

دماغ کی چولیس تو اب ماول کی ہلیں، تکیہ اٹھا کر ہی بنادیکھے ایاد کے منہ پر برسایا پر وہ بروقت پکڑ گیا۔
"اسے پیسے دے کر بھی آئی لو ویو بلوائیں گے تو نہیں بولے گی۔ آپکو میں ہی جھیل سکتی ہوں۔ اکڑے لیچرڈ مرد کسی لڑکی کو پسند نہیں ہوتے"

منہ پھلا کر کوسی جیسے ایاد کو اپنے سواہر کسی پر ممنوع کر چکی ہو۔

"لیکن ماول کو تو پسند ہے یہ اکڑا لیچرڈ۔"

وہ پھر سے پاس آیا تو ماول کو سنبھلنے کی مہلت ہی نہ دی، حصار میں بھر لیا۔

فوری رونا رو کے نفی میں گردن کو ہلارادیا۔

"کر لوناں پسند اس اکڑے لیچر، ضدی اور مغرور کو۔۔۔۔۔ تھوڑا سا خود پر حق دے دو ماول۔۔۔۔۔
تھوڑی سی میری سزا میں کمی کر دو"

بظاہر تو ایسا ہی لگا کہ وہ مان گئی ہے، خود بھی اسکی محبت کو محسوس کرنا چاہتی ہے۔

"آپ میرے ساتھ وقت گزارنا چاہتے ہیں؟"

دونوں بازو اسکی گردن میں جمائیل کیے وہ اتنی قریب آئی کہ کچھ بھی ہو جاتا۔

اس بیچ وہ اسے پیچھے کو لے جاتی مسلسل چھوٹے چھوٹے قدم اٹھائے روم کے دروازے کی طرف بڑھی۔

دروازے کے باہر مایا اور حمین سیٹھو بن کر کھڑے تھے، مایا شاید سا مسکرا رہی تھی، جبکہ حمین گہری مشاہداتی نظریں دروازے پر ٹکایے کسی بھی وقت ایاد کو لگتے دھکے کا منتظر تھا۔

"ہاں، پوری زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔ اک اک لمحہ"

وہ اتنا مدہوش تھا کہ پتا ہی نہ چلا کہ وہ چالاک لومڑی اسے دروازے کے بالکل ساتھ جوڑ چکی تھی۔

"اچھا! میں نے اگر اجازت دی تو کھا جائیں گے مجھے؟"

اس بار وہ بہت ہی آہستگی سے خمار آنکھوں میں بھرے ایاد کے بہکتے تیور تکتی مدہوش سا بولی۔

"ہضم بھی کر جاؤں گا"

ترسے عاشق تو اس لمحے ایاد کے آگے پانی بھرتے نظر آرہے تھے، ماول خفیف سا ایاد کی حالت پر بلش کی۔

"بس تبھی آپکولفٹ نہیں ملنی، گڈ نائٹ۔۔۔ لاونچ میں اچھی نیند سوئیے گا"

زرا سے دھکیل کر ایاد کو کمرے سے باہر کیے جلدی سے دروازہ بند کر کے لاک کر گئی جبکہ باہر کھڑے حمین صاحب قہقہہ مارے ہنسے البتہ مایا کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

لگتے معصومانہ دھکے پر زمین پر پڑے لام لیٹ ایاد کو بچاری مایا نے ہی ہاتھ بڑھا کر اٹھنے میں مدد دی۔
"استغفر اللہ، مجھے کیا پتا تھا شریک باہر بیٹھے چلا کاٹ رہے ہیں۔ مایا پوچھیں ان سے ٹھنڈ پڑ گئی کلیجے کو۔
مل گیا انکے کالے موکلوں کو چین۔۔۔۔"

ماموں کو ہنستا دیکھے بچارا منہ تو چھپانے سے رہا تبھی جذباتی ہوا جبکہ مایا نے بھی ہنستے حمین کو ویسا ہی گھورا اور دل جوئی کرتی ایاد کو کاوچ پر بٹھائے باریک سا بلنکٹ بھی تھما گئی جس پر اب خود ایاد کا تھوڑا سا دکھ نکل آیا۔

"چلیں مایا، اب بہت اچھی نیند آئے گی۔ اس خرافاتی کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے۔۔۔۔ آنکھیں بھی جھپکنے نہ دے گا کا سگا۔۔۔۔ مل گئی اسے ڈوز۔۔۔۔ ماول میری بچی بہادری کا کوئی لیٹسٹ تمنغہ ہوتا تو میں تم پر وار دیتا۔۔۔۔ دل خوش کر دیا۔۔۔۔ چلیں مایا سڑنے دیں اسے"

ماموں کی بے وفائی پر بچارا مگر مجھ کے آنسو ہی بہا تا رہ گیا، خود اپنی مایا بغل میں دبا کر وہ طوطا چشتی کے تمام ریکارڈ توڑے بھاگ گئے اور ادھر ایاد بچارا جسکے سہرے کے پھول ہی اس درجہ پہلے پہلے کمرہ بدر پر جھلس گئے تھے، دل تو چاہ رہا تھا اپنے بال نوچ لے۔

"اللہ پوچھے تمہیں ماول، ظالم کہیں کی۔ دل توڑا، ہاتھ نہیں آئی اوپر سے بے عزتی الگ۔۔۔۔۔ اف منہ چھپا کر سولے ایاد یہی تیرے حق میں بہتر ہے"

بچارا باریک کمبل تانے اپنی ازلی اجڑی جگہ ہی لیٹ گیا، کیا کیا خواب دیکھے تھے باہوں میں وہ رس ملائی ہوگی، پر اب پتھر یلا کشن دیکھ دیکھ کر کلیجہ منہ کو آرہا تھا۔

جبکہ اندر ماول مردوں سے شرط لگا کر سونے کی تیاری پکڑے اپنی کاروائی پر ہنس دی، جو بھی تھا یہ سزا اسے دے کر کافی سکون ملا۔

یچی کے کل چلے جانے کے بعد آج بیلا کی بھی صبح فجر کے وقت واپس روانگی پر انجمن کافی افسردہ ہوئیں
 پر اسکا جانا ضروری تھا۔

"میں آپ سے ملنے آتی رہوں گی، اپنا خیال رکھیے گا اور جو میں نے آپ کو ایکسر سائز بتائی ہیں انھیں سکپ نہیں کرنا۔ جلد آپ دوڑنے لگیں گی۔ واجدہ آپ کو بھی بتا دیا ہے میں نے"

اجازت لیتے بھی وہ انکو تاکیدیں کرنا نہ بھولی لیکن اس حسرت سے کیسے دامن چھڑواتی جو ان ضعیف و ناتواں آنکھوں میں اتری ہوئی تھی۔

"تو اب بھی منگ ہے ناں میرے یچی کی بیلا؟ اب جب وہ تیری طرف آنے میں چند قدموں کی دوری پر ہے، کچھے مت ہٹ۔ نہ جا پتر"

نرم شفیق مگر دکھی سوالیہ نظریں بیلا کو اداس سی مسکراہٹ دے گئیں۔

"میں اسکا پیچھا کر بھی نہیں چھوڑوں گی، تسی ٹنشن ہی نہ لوجی"

چہک کر بولی تو دادی کو بھی قرار آیا، لاڈ سے بیلا کو اپنے سینے لپٹا ڈالا، وہ بھی جیسے سکون پا گئی۔

"اے ہوئی ناں گل کڑیے! جلدی آنا واپس۔ مجھے ان چند دنوں میں تیری عادت ہو گئی ہے۔ اور ہاں

رک"

وہ اسے محبت سے باندھے رکیں اور اپنے ہاتھ کی چھوٹی انگلی پر فٹ بیٹھتی سونے کی بہت خوبصورت

سرخ نگ والی رنگ اتار کر بیلا کی انگلی میں پہنائی تو اس نے چپ چاپ پہن لی، بس دل دکھ گیا۔

"یہ اسکی ماں کی انگوٹھی ہے، میں نے تجھے دی۔ یہ صرف انگوٹھی نہیں ہے ساتھ جینے مرنے کا عہد

ہے۔ مجھے پتا ہے تو سنبھال لے گی اسے بھی اور میرے یچی حیدر کو بھی۔ میں تم دو کی واپسی کی منتظر

رہوں گی۔ اللہ کی امان میں رہ میرا بچہ"

آسودگی سے اسکی جبین چومی جو اسکے تڑپتے دل کو قرار دے گئی، نم آنکھوں سے ہی وہ رخصت ہوئی،

اس عہد کے ساتھ کہ وہ پہلے خود کو سنبھالے گی۔

داران، دار یہ اور بیلا کی ملاقات ایئر پورٹ پر ہوئی، وہیں داران نے دونوں کا انٹروڈکشن کروایا، چونکہ

فلائٹ تھی تو اسکے فوری بعد وہ لوگ اندر بڑھ گئے۔

جبکہ یچی حیدر موسکو پہنچ چکا تھا، عمر آفندی نے ہی اسے ایئر پورٹ سے پک کیا اور جلاد کے حکم کے مطابق خریدے گئے تین بیڈ روم والے ذاتی فلیٹ لے کر پہنچا جو دراصل ایک آفس ہی تھا انکا، سٹے آفس کہنا زیادہ بہتر تھا۔

"اچھا گھر لیا ہے، یہاں ہم پر سکون ہو کر پلینگ کر سکتے ہیں۔ سون کی طرف سے کیا خبر ہے عمر؟ کیا کر رہا ہے ماسٹر گریول آجکل"

وہ لوگ سیدھے کچن آئے کیونکہ عمر نے راستے میں ہی اسکے لیے کچھ کھانے کو آرڈر کر دیا تھا۔
"ایک بڑا پراجیکٹ ڈن ہو رہا ہے دودن میں، وہ یہ پورا شہر خریدنے کے چکروں میں ہے۔ کرینل ورڈ کے جانے مانے سورماؤں میں اپنا نام شامل کروانا چاہتا ہے، ہمارے ملک کے بڑے بزنس مین آنے والے ہیں۔ بڑی منڈی سجنے والی ہے، شاہی ہیرا بیچنے کی خبر ہے، وہ پیسہ اگلے گھناؤنے مشن میں یوز کیا جائے گا، بولیاں لگیں گی، اس ڈیل سے پہلے ایک بڑا جشن ہو گا اور ہمارے لیے وہی وقت آرمی میں گھسنے کے لیے پرفیکٹ ہے"

عمر آفندی بھی یچی کی طرح ہی ایک رینک جو نئیر آفیسر تھا جسکا کام ہمیشہ سے آؤٹ آف کنٹری جاسوسی کرنا رہا تھا، ماں باپ تھے نہیں، ایک دور کے چچا تھے جو مظفر آباد میں اپنی بیوی بچوں کے ساتھ مقیم تھے جبکہ عمر آفندی تبھی بے فکر ہو کر ایک سے دوسرے ملک ہجرت کر لیتا تھا،

'سون' دراصل جلاد کے اس جاسوس کا نام تھا جو گریول آرمی کے اندر گریول کا وفادار تھا پر حقیقت میں داران کا مددگار تھا، وہ لڑکی تھی یا لڑکا اس کا جلاد کے سوا کسی کو علم نہ تھا، یہاں کا وقت پاکستان سے دو گھنٹے پیچھے تھا۔

"زبردست، دن تک سر پہنچ جائیں گے۔ آج ہی ہم کام شروع کر دیتے ہیں۔ جب تک وہ لوگ پہنچتے ہیں ہم سیٹ آپ لگا لیتے ہیں، سون کی جانب سے آتی کیمرہ ریکارڈنگز، سی سی ٹی وی فوٹیج، اہم فائلز کے سکرین شارٹ، ای میلز سب چیک کرنے ہوں گے، سون نے ہمیں تمام خفیہ راستوں کی خبر ضرور کوڈ ورڈنگ میں دے دی ہوگی"

یچی نے لائحہ عمل ترتیب دیا۔

"جی سر، لیکن پہلے کچھ کھا لیتے ہیں۔ آپ کو پتا ہے اس بار ایک نیو لڑکی نے بھی جوائنگ دی ہے" عمر نے میز پر پلیٹیں لگائیں تو یچی کرسی گھسیٹے بیٹھا۔

"ہاں انکی وائف"

یچی کو لگا وہی لڑکی ہو سکتی ہے، عمر مسکرایا۔

"ارے وہ تو باس ہوئیں ناں، ایک اور لڑکی بھی ہے۔ بیلا بخاری"

عمر کے بتانے پر یچی کی لمحہ بھر سانس رکی۔

"واٹ! مخبر تھی وہ تو"

یچی پھر تپا، جلاد پر غصہ آیا، عمر اسکے لیے ناشتہ سرو کیے پھر شریر مسکرایا۔

"آپ جتنا ہائی رینک ہے اسکا جناب۔۔۔۔۔ کس گماں میں ہیں"

عمر پر بھی یچی کو عتاب آیا، جلاد کا چمچہ کہتا تھا وہ اسے۔

"مجھے کہہ رہے تھے مجھ پر نظر رکھوانے کو بھیجا ہے اس بد دماغ کو۔ آلیں زرا یہ۔ پوچھتا ہوں اس بے وفائی کا سبب۔ اور تم دانت کم نکالو، چپیر نہ کھا لینا۔ اور ایک بات کان کھول کر سن لو، خبردار اگر تم نے بیلا سے فلرٹ کرنے کی کوشش کی۔ اچھے سے جانتا ہوں تمہاری اس باہر نکلتی خوشی کا سبب۔۔۔۔۔ چھچھورا"

یچی کو تپا کر عمر ہمیشہ خوشی محسوس کرتا اور اب تو اسے یہ بھی علم تھا کہ ان دو میں سمتھنگ خاص ہے۔
"سر! اب میں اتنا بھی پاگل نہیں کہ اپنی سینئر سے فلرٹ کروں۔ توبہ کریں۔ اچھا اچھا ناشتہ کریں
میں نہیں تنگ کر رہا۔ لیکن وہ آپ کی پارٹنر ہوں گی، اللہ آپ کی برداشت کو بڑھائیں"
یچی کے گھورنے پر وہ فوری پٹری پر واپس چڑھا جبکہ یچی کا حلق کڑوا ہو چکا تھا ناشتہ کیا خاک کرتا۔

.._____..

"یہ کیا کہہ رہی ہیں اماں جان"

صبح کے سات بج چکے تھے، ناشتے سے پہلے ماریہ صاحبہ چائے پیتی تھیں وہی دینے ثمن انکے کمرے میں
آئیں لیکن جودھچکا انہوں نے ثمن کو دیا، اس پر وہ لڑکھڑا کر انکے پہلو میں بیٹھ گئیں۔

رنگ اڑگنا تھا چہرے کا، آنکھیں نم پڑنے لگیں۔

"جب تم رجال سے بات کر رہی تھی تبھی سنا اس نے، ثمن! اس میں بھی اللہ کی بہتری ہے پتر، ہمیں یہ کر بناک سچ اس کو بتانے نہیں پڑے۔ میرا بچہ بہت تکلیف میں تھا، تم جاوا سکے پاس۔ بات کرو، تمہیں معاف کر دیا تو مجھے بھی کر دے گا"

یہ تاسف بھری التجاء کیے مار یہ صاحبہ کی آواز بھیگی، ثمن کی نظریں جھک گئیں۔

"کیسے معاف کر سکتے ہیں اماں جان، نہ تنگ کریں انھیں۔ کچھ کر بیٹھے خود کے ساتھ تو ہم دونوں کی بھی جان چلی جائے گی۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں رجال کو لے کر بابا کے گھر چلی جاتی ہوں۔ مجھے دیکھیں گے تو خود کو اور تکلیف دیں گے، میں انکی تکلیف نہیں بننا چاہتی مزید۔ مجھ میں حوصلہ نہیں ہے انکا سامنا کرنے کا"

اب بھی وہ عورت بے رحم ہے یہ اس شخص نے سوچا جو رات کے رویے کے سبب سرزد ہوتی بے ادبی کی ماں سے معافی مانگنے چلے آئے پر ثمن کے الفاظ انکے کانوں میں ناسور بن کر اترے۔

گہرا سانس بھرے دروازہ کھولا تو مار یہ اور ثمن نے بیک وقت ڈر کر انکی سمت دیکھا۔

ثمن نے فوراً نظر چرائے اپنے آنسو دبا ئے پر جہانگیر قریب آئے اور بنا کچھ کہے ثمن کی کلائی پکڑی اور اٹھایا، ثمن نے چونک کر جہانگیر کو دیکھا، وہ نظریں محسوس کر کے دل پر چلتے خنجر کا مفہوم سمجھ آیا۔

"تم اب بھی یہی سمجھ رہی ہو کہ تمہارا او جھل ہونا میرا سکون لائے گا، مجھے قرار دے گا۔ کیوں نہیں آئی تم میرے پاس ثمن؟ کیوں کیا تم نے میرے ساتھ۔ بلکہ آپ دونوں کیسے آئینے میں چہرہ دیکھتی آئی ہیں۔۔۔۔ کیسے؟ آپ دو کو ایک بار بھی میری تکلیف کا احساس نہیں ہوا؟"

ثمن کی کلائی ہنوز جہانگیر کے ہاتھ میں تھی اور پہلی بار اس شخص نے اسے چھوا تھا، ثمن کی آنکھیں تو اپنے ہاتھ پر ہی جمی تھی اور آنکھوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے۔

"جہانگیر بچے، وہ ایسی ذہنی حالت میں نہیں تھی کہ تم تک پلٹی۔ تمہیں ساری سچائی پتا نہیں ہے ابھی۔ حمید نے اسے کس کس طرح ذہنی اذیت دی تمہاری سوچ بھی پہنچ نہیں سکتی۔ اسے مت رلاؤ بچے، یہ اپنی ساری سزائیں بگت چکی ہے۔۔۔"

ماں نے ہی آگے بڑھ کر ثمن کی کلائی آزاد کروائے اسے سینے سے لگایا جبکہ جہانگیر ابھی اسی وقت سب سنا چاہتے تھے، اور ستم کہ ثمن کو بھی جہانگیر نے وہیں بیٹھنے کا سختی سے کہا۔

خود صوفے پر بیٹھے جبکہ ماریہ صاحبہ نے جتنی دیر ثمن کی آپ بیتی سنائی اتنی دیر وہ روتی رہی جبکہ جہانگیر کی سرد نظریں بھی اسی مظلوم بن کر بیٹھی سفاک پر جمیں رہیں، یہاں تک کہ ثمن کی آنکھوں کے آنسو انکی آنکھوں کی سرخی بن گئے۔

"میں ج۔۔۔ جانا چاہتی ہوں یہاں سے"

بہت مشکل سے وہ لفظ ادا کر سکیں، جہانگیر جس ضبط کا مظاہرہ کیے بیٹھے تھے وہی جانتے تھے۔

"کہیں نہیں جاوگی تم ثمن، سمجھا دیں اسے دوبارہ مجھے روتی نظر نہ آئے۔ بیوقوف عورت، کیسے اس منحوس کے ساتھ رہتی رہی۔ نازو کے ہوتے ہوئے بھی اگر یہ میرے پاس آجاتی تو اپنا نام نہ سہی سایہ ضرور دیتا اسے۔ لیکن اسے تو محبت دور مجھ پر یقین تک نہ آسکا کبھی۔ لٹا دیا اس نے سب کچھ، میری محبت کو ختم کر دیا"

وہ جہانگیر کے سخت لفظ برداشت نہ کر پائیں، نظریں اٹھائیں تو اس شخص کی آنکھیں غصے اور تکلیف سے پھٹ رہی تھیں۔

"میری زندگی تھی، میری مرضی جو مرضی کرتی۔۔۔ آپ اتنے ہی محبت کے پکے تھے تو کیوں کی شادی؟"

وہ بھی پھٹ پڑیں، جبکہ لمحہ بھر جہانگیر نے نظر چرائی، ماریہ صاحبہ کا دل تو ثمن کے لیے رو رہا تھا۔
"محبت اور شادی کا آپس میں کوئی تعلق نہیں، نازو میری دوست تھی، جس جگہ تمہیں ہونا چاہیے تھا وہ تھی ثمن۔ میرے آنسو پونجھے، میرے زخموں پر مرہم رکھا۔ کبھی کبھی سوچتا تھا کاش تم جیسی بے درد عورت کے بجائے مجھے نازو سے ہی محبت ہو جاتی، وہ مستحق تھی لیکن محبت نہیں دے سکا۔ تم پر جو ضائع کر دی تھی"

غصے اور کرب سے جم کر جواب دیا۔

ثمن نے آنسو پونجھے اور اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"مجھ پر محبت ضائع کر دی آپ نے، اور میں نے آپ کی محبت میں جو خود کو ضائع کیا وہ کسی حساب میں نہیں آئے گا جانتی ہوں۔۔۔ میں جس قابل تھی مجھے وہ سب مل گیا، سزا مل گئی آپ کو تکلیف دینے کی۔ مجھے نہیں لگتا کہ اب میرا آپ کی طرف کوئی حساب باقی ہے۔ کیونکہ آپ کے زخموں پر مرہم رکھنے والی تھی، آنسو پونجھنے والی تھی لیکن میرے پاس ایسا کوئی نہیں تھا۔"

درد گلے میں جکڑن پیدا کر رہا تھا پھر بھی مشکل سے وہ بول رہی تھیں، ماریہ صاحبہ کی آنکھیں آبدیدہ جبکہ جہانگیر کی سرخ تھیں پر ثمن زیادہ رو بھی نہیں پاتی تھی، اتنے آنسو بہا چکی تھی۔
چہرے پر زردی کھنڈ آئی تھی۔

"تم نے خود کو خود سزا دی ثمن، اس سے کوئی حساب پورا نہیں ہو گا۔ جب تک تم میری دی سزا نہ کاٹ لو، کچھ ختم نہیں ہو گا"

مزید سزا کا سننے ثمن کی آنکھیں دھندلا گئیں، اب کہاں وہ سہہ سکتی تھیں۔

"ج۔۔۔ جہانگیر"

ماں نے منت کر کے روکنا چاہا پر وہ ہاتھ بلند کیے انھیں چپ کروا گئے۔

"کیا سزا دینی ہے؟ دے لیں۔۔۔ آپ کی سزا ہی کاٹ رہی تھی اب تک۔۔۔ اور دے لیں۔۔۔"

میرا گناہ بہت بڑا تھا، تو سزا بھی آخری سانس تک ملنی چاہیے"

لہجہ بھیگا تھا پر آنکھیں پوری ہمت سے پونجھ لیں۔

"کاش تم مر جاتی ثمن پر میرے نام پر اتنی اذیت برداشت نہ کرتی۔ خون رس رہا ہے میرے دل سے۔۔۔۔ ساری عمر کا نقصان سمجھتی ہو تم؟ وہ ہو گیا ہے میرا۔۔۔ ایسی بری جگہ مار کر پھینکا ہے تم نے مجھے"

ان سے مزید اسکی خود اذیتی سہی نہ گئی تو اسکی دونوں بازو تھامے جنجھوڑ کر رکھ گئے، وہ تھم گئی، جتنی تکلیف تیس سالوں میں سہی لگا وہ ساری دکھ بن کر جہانگیر چغتائی کی آنکھوں میں ہمیشہ کے لیے ٹھہر گئی ہے۔

"تم میرے پاس آ جاتی، میں سب بھول جاتا۔ تمہاری بے وفائی، ناقدری، ناز و کی وفا، اسکی ناگہانی موت۔ میں سب بھول جاتا اگر تم میری ہو جاتی ثمن۔ تم نے خود کو سزا دینے کے چکر میں مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا۔ تم پر غصہ بھی کیا تو دل پھٹ جائے گا میرا۔۔۔۔۔"

مزید جب وہ سسک اٹھی تو جہانگیر نے اسے آزاد کیا، منہ پھیرا اور دلبرداشتہ سے کمرے کی دہلیز پار کر گئے اور ثمن روتی ہوئیں وہیں گر جاتیں زمین پر بیٹھ گئیں۔
ماریہ نے اٹھ کر نیچے بیٹھتے اسے سہارہ دیا پر خود بھی اس سے لپٹ کر بلک اٹھیں۔

.._____..

فجر کے وقت جاگ کر ماول نے فجر پڑھی اور پھر سو گئی، اٹھ بچے خود ہی سو سو کر تھک جانے پر نیند ٹوٹی تو جمائی رو کے اٹھ بیٹھی۔

ایاد کا خیال آیا تو فوراً سے بستر سے اترتی دروازے کے پاس آئی اور کھولا، آج چونکہ سب تھکے تھے تو حمین نے آفس سے چھٹی کر لی اور مایا کو بھی روم سے نکلنے نہ دیا، ناشتہ دس بجے کا پلین تھا سب کا، ایاد فجر کے بعد دوسرے کمرے میں جا کر سو گیا تھا کیونکہ کاوچ پر اسکی کمر دکھنے لگی تھی۔

ماول نے جب دبے پیر لاؤنچ میں پہنچ کر خالی صوفہ دیکھا تو بیقرار ہوئی۔

"ملینگا کہاں گئے؟ چیک کرتی ہوں اس روم میں"

لاؤنچ میں روشنی تھی تبھی وہ پر اعتمادی سے کمرے کی طرف بڑھی مگر ایاد فل اندھیرا کیے بیڈ پر اوندھا لیٹا خراٹے بھر رہا تھا، ہاں رات کی بسنسٹ دوبارہ صبح سوتا تو خراٹے اتنے بھیاںک نہ ہوتے۔

ایک تو کمرے میں اندھیرا اوپر سے جرنیٹر سی گھڑ گھڑ کی آواز، ماول نے دروازہ کھول کر جب اندر یہ سب دیکھا تو ڈر کر واپس دروازہ بند کر کے باہر آئی۔

"مر جاؤں گی اندھیرے میں، اوپر سے پتا نہیں کیا چلا رکھا۔ لیکن مجھے انھیں دیکھنا بھی تو ہے۔ موبائیل ٹارچ لے آتی ہوں۔"

جلدی سے سوچتی وہ واپس کمرے میں گئی اور فون کی فل والیوم ٹارچ آن کی اور واپس ایاد کے کمرے میں گھسی۔

جلدی سے سوئچ بورڈ ڈھونڈ کر درمیانے سائز کی سمو تھ سی لائٹ جلائی تو نظر ایاد کے اٹے سونے پر گئی، لب پھیل گئے۔

"توبہ! خراٹے بھر رہے ہیں یہ۔ اتنی سکون کی نیند سو رہے میرے بنا۔ ایویں مرے جارہے تھے کل"
نیند اور خراٹوں سے بھی جلن ہوئی تبھی فون کی ٹارچ آف کیے وہ گھوم کر اسکی طرف آئی، گھنگھریالے
بال اب تک الجھنوں سے آزاد تھے پر پورے ماتھے پر ڈھلے تھے، ماول نے ہاتھ بڑھا کر اسکے بال
سنوارے۔

"آئی ایم سوری! کچھ زیادہ گنداسلوک کر دیا پر خود کو سیٹیسفیکشن نہ دیتی تو آپ کہتے کیسی لڑکی ہے فوراً
پگھل گئی۔ یوں ساری لائف مجھے ارمان ہی رہ جاتا آپکو ستانے کا، آئی نوو آپ ناراض نہیں ہوں گے۔
کیونکہ آپ ماول کو سمجھتے ہیں"

وہ اس وقت ہر شرارت اور بے خودی سے پاک روپ میں تھا، محبت پنچھاور خود ہی ہو رہی تھی ماول
سے۔

جب وہ جھک کر اسکی پلک پر پیار دینے لگی تبھی وہ ماول کی مخصوص پرفیوم پر جاگا۔
وہ فوراً گھبرا کر پیچھے ہٹی۔

"اب کیوں آئی ہو، رات تو دھکا مار کر گرا دیا تھا۔۔۔ انسٹ کی تم نے میری۔"
جاگتے ہی وہ لڑنے دوڑا۔

ماول نے آنکھیں پوری حیرت سے کھولیں۔

"واٹ! دھکاب دیا۔ آرام سے باہر نکالا تھا۔ وہ تو آپ مدہوش اور ٹن تھے بن پیے کہ لڑکھڑا کر گئے ہوں گے۔ جھوٹے نہ ہوں تو"

منہ پھیر کر فوری الزام سے خود کو بری کیا، لیٹے لیٹے ہی وہ اسکی طرف دیدے پھاڑے دیکھنے لگا۔
"سہی میں جھوٹا، تم سچی۔ جاو سونے دو"

روٹھ کر کروٹ بدل گیا، جبکہ ماول نے کچھ نہ سوچا اسکے پیچھے ہی بناتکیے کے لیٹ گئی، اپنا ہاتھ ایاد کی بغل سے گزار کر اسکے سینے پر رکھا۔
"آپ کو لگی تھی کہیں؟"

ماول کے نرم ہونٹ ایاد کے شانے کو چھو رہے تھے، اسکا ملائم ہاتھ ایاد کے چوڑے سینے پر حرکت کر رہا تھا جبکہ ماول کی آواز میں نمی اور لہجے میں فکر تھی۔

ایاد نے اپنا ہاتھ ماول کے ہاتھ پر رکھا اور پھر اسکا ہاتھ گرفت میں لیتے اپنے ہونٹوں کے پاس لاتے ہتھیلی چومی، ماول کی دھڑکنیں سی منتشر کر گیا جب اسکے ہاتھ کی اک اک انگلی کی پور کو چومتا گیا۔
"یہاں"

پھر وہی ہاتھ اپنے سینے پر ٹکایا۔

"سوری"

اوپر کو ہوتے اسکی پچھلی طرف سے گردن میں منہ چھپائے منمنائی۔

"مجھے نہیں چاہیے سوری، انسلٹ کی تم نے میری۔"

وہ سچ میں ہرٹ تھا تبھی تو وہ اس کے اوپر چڑھے دوسری طرف جیسے آکر لیٹی، ایاد کا دماغ گھوما کہ یہ چیز کیا ہے۔

"نہیں ملینگا۔ ریل والا ناراض ہونے کی پر میشن نہیں ہے۔ میں نے دھکا نہیں دیا تھا سچی آرام سے باہر نکالا تھا۔ خالا اور حمین انکل تو اپنے ہیں۔۔۔ پھر کیسی انسلٹ۔۔۔ انکو بھی پتا ہے ماول خفا ہے۔۔۔۔۔ تو وہ کیوں کچھ سوچتے۔۔۔۔۔"

اسکی بازو اپنے سر کے نیچے رکھے وہ دونوں ہتھیلوں میں ایاد کا روٹھا پیارا چہرہ بھرے اسکی طرف کروٹ کیے لیٹی تھی، ایاد سے ہل پانا تک دو بھر تھا کیونکہ وہ تمام تر راعنائیوں سمیت اس کے قریب آچکی تھی۔
"نو کمنٹس"

اسے دیکھنا مشکل ہوا تو وہ آنکھیں بند کر گیا۔

ماول نے کچھ دیر تو ان کے کھلنے کا ویٹ کیا مگر پھر خود اسکی آنکھیں انگلیوں کی پوروں سے پکڑ کر کھولنے لگی۔

جب کھول لیتی تو دانت دیکھاتی پر وہ سن قسم کا ڈھیٹ بنا اسکا یہ ٹارچر سہتا رہا۔

"بس کرو بھوتنی"

جب اسکی آنکھوں میں وہ پتلی انگلی چبھ گئی تو اسکی کمر کستا چلایا، ماول اسکے چہرے سے آ لگنے پر سہم کر رہ گئی پر اس سے پہلے وہ اسکو اپنے بس میں کرتا زرا پرے ہوئی۔

"آپ بھوت۔۔۔۔۔"

روئے لہجے میں جواب دیا اسکے سینے میں منہ دبا گئی، رورہی تھی۔

"ہاں اب رونے بیٹھ جاو تم، شاباش۔۔۔۔۔ تم جانتی ہو جو تم نے کل کیا اس پر ساری زندگی بھی میں تم سے ناراض رہ سکتا ہوں"

اسکے بالوں پر پیار دیا تو وہ رونا رو کے زرا سامنے ہوئی، روتے روتے بچوں کی طرح نفی میں سر ہلایا۔

"س۔۔ ساری زندگی پھر میں کیا کروں گی؟"

دل پھٹ رہا تھا ماول کا، سرخ آنکھیں، رندی آواز۔

"وہی جو رات کیا، سکون سے سوئی۔۔۔۔۔"

شکایت لگا تا وہ بھی بچہ لگا۔

"ک۔۔ کان پکڑوں کیا؟"

غم سے پھٹی سرگوشی کی تو ایاد نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں۔۔۔۔۔ بس مجھے دیکھتی رہو"

اسے دبوج کر اپنے مزید نزدیک گھسیٹا کے وہ ایاد کی بازو کی گرفت میں سمٹ کر اسکے سینے لگی۔

اور ماول کے لیے اسے دیکھنا ہی تو مشکل تھا۔

"رات نہ سہی مارنگ بہت پیاری ہو گئی ہے، طبعیت کیسی ہے؟ نیند آگئی تھی نئی جگہ؟"

وہ خمار اور خفگی جھٹکے لاڈ سے بولا تو ماول کی آنکھیں پھر بھر آئیں، اپنے رات کے سلوک پر پہلے الجھن تھی اب دکھ ہونے لگا۔

"جی۔۔ آپکاروم تھاناں شاید۔۔۔ اپنا فیل ہوا"

نرم سا سہی پر اعتراف کر رہی تھی، ایاد نے اس کے چہرے پر مستقل محبت اور چاہ سے بھری نگاہ جماد رکھی تھی۔

"یعنی تم ان ڈائرکٹ مجھے بھی اپنا کہہ رہی ہو"

وہ اس وقت ناں کرنے کے موڈ میں نہیں تھی، سر ہلادیا۔

"تمہارا روٹھنا، مان جانے سے زیادہ پیارا ہے۔۔۔ بہت خوش ہوں تم میرے اتنے پاس میری ملکیت

بن کر موجود ہو ماول۔ میں آخری سانس تک تمہیں دی تکلیف نہیں بھولوں گا، وہ جب تمہارے جسم

سے سارا لہو بہہ گیا تھا۔ میں تمہیں اتنا خوش رکھوں گا کہ جتنا خون تم نے ضائع کیا اتنا خوشی سے بڑھ

جائے گا تم میں۔ یہ جسم میرا ہے، اسے اب آنچ بھی نہیں آئے گی۔۔۔ مجھے تمہاری یہ آنکھیں بہت

پسند ہیں، یہ ہونٹ بھی کتنے خوبصورت اور پرفیکٹ ہیں۔۔۔ یہ بال زیادہ فیورٹ ہیں۔۔۔ جنی لگتی ہو

کیوٹوسی جب کھول کر ان میں پوری چھپ جاتی ہو۔"

وہ اسکے اک اک نقش کو محبت سے تکتا اسکے بالوں میں چہرہ چھپائے سانس بھرے جب روبرو ہوا تو موصوفہ جذباتی ملکہ بنی رونے اور ہنسنے کا کام ساتھ کر رہی تھیں۔

"آپ بھی جنوہیں"

فوری بدلہ چکاتے بولی، مقصد تھا کہ اسے کمزور نہ سمجھا جائے۔

"کتنی نان رومنٹک ہو تم، مجھے تو ہونے دو۔ میرے رومینس میں بھی ہوائی مخلوق گھسار ہی ہو"

وہ بگھڑا، یہ بھول گیا کہ جنی پہلے خود ہی بولا۔

"جنی کیا سوئیٹ ڈش کا نام ہے"

آئبر واچکاتی گھوری۔

"جاو یا رتم نے میرے رومینس کا بیڑا غرق کر دیا ہے"

زرا دل نہ چاہا اب ماول کو دیکھے تبھی وہ اسکے کروٹ سیدھا کرنے پر دانت نکالتی اسکے ساتھ چمٹی اور ہاتھ

لپیٹ لیا۔

"آئی لوو یو ٹو"

وہ اتنا آہستہ بولی کہ ایاد نے گردن شک کی بنیاد پر گمائی۔

"واٹ! کیا بولا تم نے"

وہ اسکو دیکھتے بڑبڑایا۔

"میں نے کہا کل یو"

آنکھیں پٹپٹائے ایاد کو آگ لگائی۔

"تھپڑ نہ کھا لینا، اٹھو جاو۔۔۔ نالا نق۔ نکلویہاں سے۔۔۔"

ایاد تپ کر اسے پرے دھکیل گیا جس پر وہ پھر سے چپکی، پر اب ہنس رہی تھی۔

"ابھی تو پارٹی شروع ہوئی ہے ملینگا۔۔۔۔"

اس پر چڑھے اسکی ناک پر دانت گاڑے پھر سے اس پر رول ہو کر گھومتی سپرنگ کی طرح نیچے اتری تو

ایاد سرتاپیر اس ربڑ کی چڑیل کے کرتب پر گھوم کر رہ گیا۔

"یہ سُنڈی (پودوں کا کیڑا) والی حرکت کیا تھی۔۔۔۔"

وہ اٹھ بیٹھا جو دروازے کی طرف جاتے جاتے پلٹی۔

"آپ ہوں گے سُنڈے۔ (بھینس کا تگڑا پلا بچہ)۔۔۔"

س پر پیش لگانا بھول گئی تھی تبھی ایاد کو بھینسے والا سُنڈا سنائی دیا تو دل تھم گیا بچارے کا اور وہ مزے

سے کمرے سے جا چکی تھی۔

"یہ کیا چیز ہے میرے اللہ؟ مر گیا میں۔۔۔۔"

ہول اٹھتا واپس گرتے لیٹا پر ساتھ ہی ہنس پڑا۔

آسٹریلیا کے شہر ملبورن میں کا وقت پاکستان سے چھ گھنٹے آگے تھا، جب جمشید نے کل صبح عاقب کو انیب کے یہاں ہونے کی اطلاع دی تو اس نے کچھ نہ سوچا اور پہلی ملتی فلائیٹ پکڑی، بائیس سے چوبیس گھنٹوں کی مسلسل فلائیٹ لیے وہ ملبورن پہنچا تو وہاں شام ہو چکی تھی، جمشید نے ہی اسے ایئر پورٹ سے پک کیا، سارا رستہ عاقب نے اک حرف نہ ادا کیا بس آنکھوں میں اس قدر غصہ تھا کہ انیب کو دیکھتے ہی جان لے لیتا۔

جمشید نے کچھ دن تو انیب کی دھمکی کے سبب یہ چھپایا لیکن مزید اس سے عاقب سے یہ چھپانا دو بھر ہوا تو سب بتا دیا۔

"کب سے ہے وہ یہاں؟"

پیچھے بیٹھے عاقب کی کھر دری آواز آئی۔

"پچھلے پانچ دن سے، اک لمحہ بھی او جھل نہیں ہوئیں۔ خود دیکھ بھال کی ہے انہوں نے جاسم موہان کی۔ میں تین چار بار گیا تھا پلس"

جمشید نے ربورٹ کی مانند جواب دیے، عاقب کے جبرے تن گئے۔

"تم سے اسکا بعد میں حساب لوں گا"

عتاب چھلکاتے وارن کیے عاقب نے اپنا فون، شہادت کی انگلی اور انگوٹھے میں گماتے منہ ونڈو کی جانب پھیرا، جمشید بچارا دونوں طرف سے پھنس چکا تھا۔

خوبصورت اور جاسم کے ذاتی پیلس میں جیسے ہی گاڑی انٹر ہوئی، انیب جو اپنے کمرے میں ٹہل کر دادو کو کال کرنے کی کوشش میں تھی دوڑ کر کھڑکی تک آئی مگر عاقب کو دیکھ کر اسکا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔

فوراً سے جاسم انکل کو ایک میسج بھیجا اور خود کمرے میں ہی بنی خفیہ بکس وال کو بریس کیے اندر گھس گئی۔ جاسم موہان آج کچھ بہتر تھا تبھی گارڈ کے ہمراہ لان میں واک کر رہا تھا، نیند نہیں آرہی تھی اور اندر گھٹن ہو رہی تھی۔

دائیں تھائی میں گاڑی کے گلاس کے دھسنے کے سبب اسکو چلنے میں بہت مشکل تھی۔

"مرے کیوں نہیں آپ اب تک؟ کہاں ہے میری بیوی۔۔۔ بولیں۔۔۔ کیا کر رہی ہے وہ اتنے دن سے آپ جیسے انسان کے پاس۔۔۔۔۔"

عاقب کی نفرت سے پھٹتی پکار پر وہ ہڑبڑا کر پلٹا تو سامنے جان سے مارتے تیوروں سے قریب آتے عاقب کو اتنے سالوں بعد اپنے سامنے دیکھ کر وہ اس کے لہجے کی تابناکی سہہ گیا۔

عاقب کی نظر انکی گردن، چہرے، بازو کے زخم پر گئی تو غصہ عجیب اذیت میں بدلا۔

"نہیں تو، انیب یہاں نہیں آئی۔ شاید تمہیں کسی نے غلط بتایا ہے"

وہ عاقب کے پیچھے کھڑے جمشید کو غصے سے دیکھتا صاف مکر، عاقب نے بھی گردن موڑی جہاں جمشید یوں تھا جیسے زمین میں گرہ گیا ہو۔

اور اس سے پہلے جاسم اسکے چہرے کو چھوتا، عاقب نے کرنٹ کھاتے انداز میں اس شخص کا ہاتھ پکڑ کر پرے جھٹکا، ایسی دھتکار پر جاسم موہان کی آنکھوں میں سرخائی گھل آئی۔

"مجھ سے جھوٹ بولنے کی کوشش مت کریں، صاف آپکے منہ پر لکھا ہے۔ جھوٹا، فریبی، خود غرض۔۔۔۔۔ قاتل۔۔۔۔۔ اب کیا مجھ سے اسے بھی چھیننا چاہتے ہیں۔ ماں چھین لی تھی، دل نہیں بھرا۔۔۔ میرے ان چاہے پیدا ہونے کا تاوان لے تو چکے ہیں۔۔۔ اب میری زندگی سے دور رہیں جیسے رہتے آئے ہیں۔۔۔۔۔ انیب کہاں ہے؟ مجھے مجبور مت کریں کہ میں آپکو مار ڈالوں"

وہ کسی بھی طرح انیب کو لے کر اس شہر تو کیا اس ملک سے بھی نکل جانا چاہتا تھا، جبکہ انیب کا خدشہ ٹھیک نکلا، عاقب، جاسم کو قاتل مان چکا تھا۔

"مجھ پر مٹی ڈالو عاقب، لیکن تم تو محبت نہیں کرتے اس سے۔ پھر کیوں چاہیے وہ تمہیں۔؟"

ایسا سوال کرنے کی جرت اس نے انیب کے سوا کسی کو نہ دی تھی تبھی مشتعل ہوا، نجانے کس چیز کا لحاظ کر گیا ورنہ گریبان سے دبوچتا۔

"میں اس سے محبت کروں یا نفرت، وہ میری ہے۔ اس پر آپکا سایہ بھی برداشت نہیں۔ دیں مجھے واپس اسے۔ کیا کیا زہر بھر دیا ہو گا آپ نے اسکے دماغ میں، شاید اپنا طرف دار بھی بنا لیا ہو۔ ہمدردیاں اور سفارشیں بٹورنا چاہتے ہیں، تاکہ معافی ملے۔۔۔۔۔ تو سوچئیے گا بھی مت کہ میں ایسے انسان کو معاف کروں گا جسکے ہاتھوں پر میری ماں کی جان، خوشی اور ارمان کا خون ہے"

وہ کسی بھی طرح نہ پگھلا، لیکن انیب سے خود ہی وہاں چھپا نہ جاسکا اور وہ تب سے باہر آئے لان کے کنارے پر چھپی نم آنکھیں کیے اسکے گرجنے پھٹنے کو سن رہی تھی، بس جو تکلیف اسکے اندر انیب کے سبب اٹھ رہی تھی وہ اسی پر سن تھی۔

اسکی طرف بے اختیار بڑھنے لگی پر دل نے روک لیا۔

"نہیں انیب، اتنی آسانی سے نہیں"

وہ خود کو روکتی جلدی سے گیڈ کی طرف بڑھی، اور گارڈ کو اپنی خیریت جاسم تک بعد میں پہنچانے کا کہے پیلس سے نکل گئی۔

شام کے اس وقت کہاں جاتی کچھ خبر نہ تھی پر وہ اندھا دھند دوڑتی چلی گئی۔

"جمشید جھوٹ بول رہا ہے، وہ یہاں نہیں ہے۔ یہاں صرف تمہارا مجرم ہے۔ لو سینہ حاضر ہے عاقب

موہان، اپنی ماں کی موت کا بدلہ لو اور مجھے اس اذیت خانے سے نجات دے دو"

جاسم کی آنکھیں نم تھیں پر آواز کڑک، جیسے ایک عادی مجرم کی ہوتی ہے، وہ پلٹا، جمشید پر ایسی نگاہ ڈالی کہ اسکی سانس سوکھی اور تیزی سے وہاں سے چلا گیا جیسے انیب کے سوا اس وقت ہر معاملے پر لعنت ڈال گیا ہو۔

"جھوٹ کیوں بولا، وہ میری جان لے لیں گے"

جمشید کا دل چاہا جاسم موہان کو جنھ جوڑ دے پر وہ روتے ہوئے وہیں کرسی پر گر گئے تو جمشید بھی عاقب کے پیچھے بھاگا لیکن جیسے ہی گیڈ تک پہنچا، عاقب نے اپنی گن نکالی اور ٹھیک جمشید کے منہ پر تانی۔
خوف سے جمشید کے چہرے کا رنگ فق ہوا۔

"خدا کی قسم عاقب سر، وہ یہیں تھیں۔ وہ جھوٹ بول رہے ہیں"

جمشید ہاتھ جوڑے کڑکڑا گیا، عاقب کا دل چاہ رہا تھا پوری دنیا کو آگ لگا دے۔

"تو پھر ڈھونڈ کر لا واسے، رات تک کا وقت ہے۔ اگر نہ لاپائے تو تمہارا دی اینڈ"

اسے گن تانے ہی دھمکایا اور گاڑی کی طرف بڑھ گیا جبکہ جمشید کو اپنی گردن پہلے ہی دبی محسوس ہو رہی تھی کہ بس اسکا دھاڑیں مار کر رونا ہی باقی تھا۔

.._____..

موسکو کی سزمین پر بنے "گریول ولا" کی خوبصورتی سراہنے کا پیمانہ ایجاد نہ ہوا تھا، جانے کتنے کینال پر محیط تھا یہ شاہی بنگلہ، جتنا باہر سے سنہری سنگ مرمر کے سبب خوبصورت ویسا اندر سے سیاہ اور سفید۔
کتھئی عمدہ لکڑی کے کناروں میں دھنسنے آئینے کے سامنے کھڑی وہ کب سے اپنے عکس کو گھور رہی تھی،
بائیس سال عمر کچھ اتنی میچور تو نہ تھی لیکن اسے شاید تجربہ پچاس سالوں کا ہو چکا تھا کہ وہ عمر سے بڑی
اور بے حد حسین ہو گئی، دو سال سے گریول کی واپسی پر وہ اسکی خاتون بن کر یو نہی سجتی تھی، ریویلنگ
ماڈرن بلیک گاؤن میں اسکا بانکا وجود کسی بھی مرد کو بہکا سکتا تھا، ڈیپ گلا جس میں سبے ہیرے کے نیک

پس نے اسکی نوخیز راعنائیوں کو چھپا رکھا تھا، کانوں میں لٹکتے سندر ایئر رنگز، لیکن اسکی گرے آنکھوں میں موت جیتی جاگتی رہتی، سموکی آئیز جو کسی کا بھی قتل کر دیتیں۔

تین دن کے لیے وہ مصر گیا تھا، کچھ ہی دیر میں اسکی واپسی تھی اور گریول کے بقول اسکی خاتون اول کو ہمیشہ اسکی واپسی پر سجنا چاہیے۔

دروازے کی جانب ایک مخصوص ہارن کی آواز بلند ہوئی، اس زیبائشی کسی ملکہ کے شب خوابی کے قیام جیسے کمرے کے دروازے کے باہر کھڑے گارڈز اپنے سامنے آرکتے انتہا کے خوبصورت مرد کو تعظیماً ویکلم کہنے لگے، کیا ٹھاٹ باٹ تھے اس تھری پیس میں ملبوس حسین و جمیل مرد کے۔

وہ بہت خوبصورت تھا، اسکی وجاہت چار منگ تھی، اسکی لک کلر تھی، وہ اسٹائلش تھا، وہ مافیہ ڈان ماسٹر گریول تھا۔

"ویکلم بیک سر"

دونوں گارڈز نے گردنیں جھکا کر کہا اور مودب ہوئے دروازہ کھولا، گریول کے پیچھے کھڑے دو گارڈز باہر ہی ر کے جبکہ وہ کمرے کی دہلیز پار کیے کچھ قدم ہی آگے بڑھا کے دائیں جانب کھڑی سوہا پر نگاہ پڑتے ہی گریول کی شربتی آنکھیں ستائشی پھیلیں۔

وہ اپنی جگہ سے انچ بھی نہ ہلی، گریول اسکے پاس جا رکھا، اسکے برہنہ بازوؤں پر اپنے ہاتھ نیچے سے اوپر تک پھیرتے اسکی گردن سے بال ہٹاتے گردن چومی۔

سوہا کی پتھر آنکھوں میں کرب اتر ا۔

"جب آپ یوں سچ کر خوش آمدید کہتی ہیں سوہا تو میری ہر تھکن دو ٹکروں میں بٹ جاتی ہے"

اسی طرح پکڑے وہ اسے اپنے روبرو لایا، وہ مبہم سا مسکرائی کیونکہ وہ اچھا لگ رہا تھا۔

"یہ میرا فرض ہے، آپ کی خاتون ہوں۔ آپ کو سکون پہنچانا میری خوشی ہے"

وہ اسکے مخمور جواب پر کھل کر مسکرایا، پھر سوہا کے دونوں گال باری باری چومے اور اسکے ملائم ہاتھ

اپنے ہاتھوں میں بھر لیے، اس سے آگے گریول نہیں جاتا تھا حالانکہ وہ دو سال سے اسکی بیوی تھی۔

"آپ کو کب کا معاف کر چکی ہوں، تو مجھے بیوی کا حق دے دیں اب۔ چھوٹی نہیں رہی، بڑی ہو گئی

ہوں دیکھیں۔"

وہ اسکے شکوے اور اپنی تیاری پر خاص دھیان دلوانے پر اس بار جیسے مسکرایا وہ سچ میں لاجواب تھا۔

"معاف تو کرنا ہی تھا، کیونکہ میں آپ کا محسن ہوں خاتون۔ آپ کے بابا غدار تھے، تبھی تو انکے ملک کی

آرمی نے ہی ان سمیت آپ کی ماں کو مارا۔ آپ کی دادی مر گئیں صدموں سے، بھائی نے خود کشی کر لی۔ میں

نے آپ کو چھینا ان وحشیوں سے جو آپ سے زیادتی کر کے مارنے والے تھے اور یہاں اس محفوظ پناہ گاہ

میں لے آیا۔ میں تو آپ کا محسن ہوں، آخر کب تک خفا رہتیں لیکن آپ صرف میری آنکھوں کی راحت

بن سکتی ہیں، میرے جسم کی نہیں۔ کچھ دن پہلے ہی تو میں نے آپ کو اپنے گریز کی وجہ کا نام بتایا تھا"

گر نول کا لہجہ بہت میٹھا تھا، وہ کسی کو بھی گر ویدہ کر سکتا تھا، وہ فریب کرتا، گیمز کھیلتا تھا۔

یہ سب وہ دو سال سے سنتی آئی تھی اب دماغ جھلس چکا تھا تو یہ سب جھوٹ اثر نہ کرتا۔

"لیکن آپ نے یہ بھی تو بتایا تھا کہ وہ آپ کے پروپوزل بارہاری جیکٹ کر چکی ہیں۔ مطلب آپ کے جسم کی راحت نہیں بنیں گی۔ سو ضد چھوڑ دیں، مجھے آپکا صرف دیکھنا کافی نہیں ہے، میں آپکی جانب سے حق چاہتی ہوں۔ میری زندگی میں اور کچھ باقی نہیں ہے آپکے سوا"

سوہا کا لہجہ بھگیا، وہ خود کو ایسے پیش کر رہی تھی جسے اسکے لیے تڑپ رہی ہو، یہی تو گریول کو راحت دیتا اور وہ سوہا پر پہلے سے زیادہ یقین کرنے لگتا۔

"پہلے کی بات الگ تھی، اس بار وہ آئیں گی تو عام سا پروپوزل نہیں دوں گا۔ ایسا دوں گا کہ وہ ناں کہہ ہی نہ پائیں۔ اس بار مشن لیڈ وہی کریں گی۔ میں انکے قدموں میں گر جاؤں گا، ناں کی تو وہ ہیں مر جا۔۔۔" اس سے پہلے وہ مزید بولتا وہ اسکے ہونٹوں پر ہتھیلی جمائے، آنکھیں آنسوؤں سے بھر لیں۔

"میرے سامنے میری رقیب کو یوں تڑپ کر مت پکارا کریں"

وہ رو دی تو گریول نے اسے پکڑ کر بچوں کی طرح اپنے سینے میں چھپایا۔

"ہے! روئیں مت سوہا۔ آپ بہت قیمتی ہیں، آپ گریول آرمی کی سب سے ماہر اور کم عمر ہیکر ہیں۔ کیا کروں مطلبی بنا دیا مجھے اس مافیائے آپکو یہاں صرف میرا مطلب رکھے ہوئے ہیں، سختی پر مت اکسائیں۔ میرا دل صرف ڈی کے کے لیے ڈھرک سکتا ہے، سمجھ جائیں اس بات کو۔ دعا کریں اپنے اللہ سے، کہ وہ میری ہو جائیں۔"

اسے نرمی سے دور کیے وہ دو قدم کے فاصلے پر ہوا، اسکے گلے میں ٹی سائن ایک بہت خاص لاکٹ جھول رہا تھا، جس پر سیاہ ہیرا نصب تھا۔

"خیر کام کی بات کرتے ہیں، دو دن بعد جشن ہے اور آپ سپیشل پرفارمنس دیں گی۔ ہمارے فیورٹ سائنگ پر، ہمارے ساتھ ساتھ ہمارے مہمانوں کی آنکھوں کی راحت بنیں گی تو خوشی ہوگی۔ اور اسکے بعد آپکا ہیکنگ کا کام شروع ہوگا، جو مجھے بتانے کی ضرورت نہیں۔ ہیو آگڈ ڈے"

نرم لہجے میں بھی اس شخص کی وحشت گھلی تھی، وہ اپنی بات مکمل کیے باوقار انداز میں کمرے سے نکلا تو دروازہ بند ہونے تک وہ یونہی کھڑی رہی لیکن پھر اپنی دونوں گال ناگواریت سے رگڑتی واپس آئینے کی سمت آئی۔

اپنے جسم کے اس اس حصے سے نفرت تھی جسے وہ چھوتا تھا، لمحہ لگا تھا سوہا کی آنکھیں لہو ہو گئیں۔
"دو سال لگ گئے مجھے تمہارا اعتماد پانے کو منحوس، لیکن اب تمہیں ہر چیز کا بدلا چکانا ہوگا۔ میں نے انتقام کی خاطر اپنا آپ نیلام کر دیا، اور اب وہ دن دور نہیں جب میری نیلامی مجھے میرا مقصد دے گی"
خود کلامی کیے سوہانے اپنے ہونٹ رگڑے تو عنابی رنگ پورے چہرے پر پھیلا، اس نے پہنا قیمتی زیور کسی پھندے کی طرح اتار کر ڈریسنگ میز پر پٹچا، اپنے وجود پر ٹکے اس گاون کو بھی نوچا پر نوچ نہ پائی۔

"میرے بابا اور ممی کو تم نے مروایا، دادی اور بھیا کے بارے میں جھوٹ بولا۔ وہ دونوں زندہ تھے۔ میں اپنے ہی ماں باپ کے قاتلوں کو کئی سال تک محافظ سمجھتی رہی۔ تف ہے مجھ پر، لیکن پھر وہ آئے، مجھے بچا لیا، سیدھا راستہ دیکھا کر۔ اور مجھے یقین ہے وہی مجھے اس جہنم سے نکالیں گے"

وہ وہیں گرتے ہوئے بیٹھی، یہ دو سال پہلے کی بات ہے جب داران سے یچی نے اپنے ساتھ ہوتے حادثے ڈسکس کیے، تبھی یچی نے ایک ای میل داران کے سپرد کی تھی جو اسکی اور سوہا کی ہیکنگ ڈیوائس میل تھی، چار سال تک سوہا تو ایک طرح صدمے میں رہی، اسے زیادہ تر بیہوش رکھا جاتا، صرف ہیکنگ کلاسیز کے وقت اسے جگایا جاتا، اسے ہائی کوانٹٹی میں ڈرگز دیے جاتے، اسکے ہیکنگ ٹیلنٹ کی جلد ہی گریول آرمی کو خبر ہوئی کہ وہ کوئی عام ہیکر نہیں بلکہ کسی بھی ماہر ہیکر کو لمحوں میں ہرا سکے والے ذہین ہے بس اسے چار سال تک گریول نے خوب نکھارا۔

ان چار سالوں میں اسکا دماغ گریول کے قبضے میں رہا جسے وہ اپنے فائدے کے لیے استعمال کرتا رہا اور پھر جب وہ ایک ماہر ہیکر بن گئی تو اس سے شادی کی، وہ مسلمان تھی جبکہ گریول عیسائی لیکن اس نے اسکی پرواہ نہ کی نہ سوہا کو اسکا مذہب بدلوایا، سوہا نے چپ چاپ شادی کی لیکن اسے اسکے بعد ڈرگز دینا بند کر دی گئیں، دھیرے دھیرے وہ اپنی چار سال پہلے کی تکلیف سے جڑنے لگی، ماں باپ کا آنکھوں کے سامنے قتل یاد آیا تو گریول سے سوال کرنے لگی جس پر اس نے اسے اپنی طرف سے کہانی سنادی۔

گریول کوئی عام آدمی نہ تھا اسکی چار سال یہاں رہ کر سوہا کو اچھے سے خبر تھی تبھی وہ اپنی مدد آپ کرنے کا فیصلہ کر گئی۔

ہیکنگ کے دوران ہی اسے ایک انکریپٹڈ میسج موصول ہوا، جو موسکو کے جلاد کی طرف سے آیا تھا جس نے رینڈملی وہ میسج ان ہیکرز کو بھیج دیا تھا جو اس کے میسج میں چھپا پیغام ڈی کوڈ کر سکتے تھے۔

بس سوہانے اس پیغام کو ڈی کوڈ کیا جس میں کرنل سلمان مڈر کیس کی تفصیل تھی، گریول کے خلاف کچھ ایسے ثبوت تھے جو اس ہیکر تک سیکرٹلی پہنچ جاتے اور وہ اسکا مس یوز بھی نہ کر پاتا۔

سوہا کو اس دن حقیقت پتا چلی تو اس نے جلاد سے رابطے کو اپنی ہیکنگ کی ہسٹری الٹ کر رکھ دی، ایک پرائیوٹ ڈارک ویب اکاؤنٹ کے ذریعے اسکا رابطہ داران سے ہوا۔

دونوں کی پہلے کوڈورڈ میں بات ہوئی مگر پھر داران نے خود ہی اسے اپنی ویب میں انٹر ہونے کی پیشکش کی۔

وہ سون نام سے انٹر ہوئی، تب اسکی داران سے بات ہوئی، سوہانے اس سے سلمان یعنی بابا کے مڈر کی تفصیل لی تو اسے پتا چلا کہ انھیں انکی آرمی نے نہیں بلکہ گریول نے ختم کروایا کیونکہ وہ اسی کے پیچھے لگے تھے۔ اور اسی ہیچ سوہا کو یہ بھی پتا چلا کہ کرنل سلمان حیدر کا بیٹا اور انکی والدہ زندہ ہیں، شاید وہ پہلا لمحہ تھا جب وہ چار سال بعد ٹھیک سے سانس لے سکی۔

آہستہ آہستہ اسکی داران سے بات ہونے لگی، کوڈورڈنگ میں کیونکہ ہیکنگ چیمپئن تھے دونوں، اور یوں دو تین ماہ بعد داران نے اسے آفیشل اسکا جاسوس بننے کی آفر کی، کیونکہ سوہانے اپنی پہچان نہ بتا کر بھی ایسا کچھ بہت بار کہا جس سے داران کو لگا جیسے وہ بھی گریول سے انتقام لینا چاہتی ہے، اوپر سے وہ گریول کی بیوی تھی یہ داران کے لیے مزید پلس پوائنٹ۔

بس اس دن ہی سوہا، داران کی جاسوس بن گئی۔

ہر چھوٹی بڑی خبر اسے پہنچاتی مگر گریول ایک شاطر انسان تھا جس نے آج تک اپنے جرائم کے ڈیجیٹل فٹ پرنٹ نہیں چھوڑے تھے تبھی اسکا مقابلہ اسکے لوگوں کے بیچ میں جا کر ہی ہونا ممکن تھا جسکے لیے اچھی حکمت عملی، اچھی پلاننگ اور کچھ وقت درکار تھا۔ گریول کی ایک ہی کمزوری تھی اور وہ تھی دار یہ لیکن خود سوہا کو یہ سب چند دن پہلے پتا چلا اور ترنت ہی اس نے یہ خبر بھی داران تک پہنچادی اور وہی لمحہ تھا جب داران نے پوری پلاننگ بدل دی۔

مصر، چائینہ، رشیہ، ساوتھ افریقہ اور فرانس کے بڑے بڑے کرمینلز کا گریول پر ہاتھ تھا، تبھی آج تک اسے کسی ملک کی آرمی دبوچ نہ سکی تھی اور وہ جہاں چاہتا جس ملک میں چاہتا سرکاری اور نجی معاملات میں مداخلت کرتا۔

سوہا کو جب گریول کی سچائی پتا چلی تب وہ اسکی بیوی بن چکی تھی لیکن حیرت اسے تب ہوئی جب گریول نے اسے چھونے تک سے انکار کیا، وہ جو خود کی حفاظت کا سوچ رہی تھی الٹا گریول کے گریز سے

حیران رہنے لگی، شروع میں تو وہ ٹال دیتا لیکن دھیرے دھیرے سوہا کو پتا چلا کہ وہ کسی سے سنگین عشق کرتا ہے۔

دو سال میں وہ اسکے سامنے ڈی کے کے لیے تڑپتا رہا، لیکن نام لیے بنا مگر سوہا کو جلا د کی طرف سے یہ بھی آرڈر تھا کہ وہ مشن تک گریول سے جذباتی وابستگی بنا کر اسکے قریب جائے۔ اسی سبب سوہا اسکے قریب جانے کی کوشش میں کچھ دن پہلے ہر حد سے گزر گئی، شاید اسکے کم سن حسن پر وہ بہک بھی جاتا پر برداشت کے معاملے میں نجانے وہ تھا ہی اتنا مضبوط یا پھر اس میں قوت کی کمی تھی۔

اس نے سوہا کو اپنی محبت کا بتا دیا کہ وہ کئی سالوں سے اس لڑکی کے عشق میں گرفتار ہے جسے اس نے ایک کوٹھے پر اسکی بہادری اور وحشت دیکھ کر خریدا تھا جب وہ پاکستان گیا تھا، دارِ یہ کے ساتھ بھی کچھ وقت سوہا سا سلوک ہوا، ڈرگزدی گئیں، لیکن اس سے گریول کو محبت ہو گئی، پھر وہ ایسی تھی کہ گریول کو اپنی میڈیا مافیا پارٹر کے طور پر مناسب لگی، اسے خریدا ہوا تھا تبھی دارِ یہ کے پاس ناں کی گنجائش نہ تھی۔

وہ چپ چاپ اسکی پارٹرنری اور پاکستان واپس چلی گئی۔

یہ سب اب ختم ہونے کے قریب تھا لیکن گریول کا عشق کسی کی بھی جان پر بن سکتا تھا، وہ دارِ یہ پر اپنی پوری آرمی کے لوگوں سے زیادہ یقین رکھتا تھا اور اس بار وہ آہی اسکی دشمن بن کر رہی تھی خدا خیر کرے۔

بس پھر تبھی یہ راز داران تک پہنچا اور دشمن کی کمزوری جب آپکی زندگی ہو تو رسک لینے پڑتے ہیں۔

.._____..

موسکو میں شام ہو چکی تھی، عمر ہی تینوں کو ایئر پورٹ سے پک کرنے نکلا تھا جبکہ خود یچی گرے شرٹ کے ساتھ بلیک پینٹ پہنے منی سے لان میں جا گرز پہنے ٹہل کر کافی پی رہا تھا، یہ جگہ کافی پر سکون تھی، کافی فاصلے پر گھر بنے تھے اور بالکل خاموشی چھائی تھی۔

"میں اسے ہر وقت سامنے کیسے برداشت کروں گا؟"

خود سے سوال کیا پر اندر اتنا سناٹا تھا کہ جواب ہوتا بھی تو اسی تاریکی میں گم جاتا۔

تبھی گاڑی کے ہارن پر یچی نے گردن گمائی، فوری مگ رکھے وہ دروازے کی طرف بڑھا اور گیڈ کھولا، کرولا گاڑی زن کرتی اندر داخل ہوئی، جبکہ یچی نے کھلے دروازے کو یونہی چھوڑا اور عمر کو باہر نکلتے ہی گھورا جس کا مقصد تھا چل دروازہ بند کر۔

بچارا عمر پہلے دروازہ بند کر کے آیا پھر مہمانوں کو خوش آمدید کہا پر داران اور دار یہ اس سے پہلے ہی باہر نکل چکے تھے، جبکہ بیلا بھی اگے بیٹھی باہر نکلی تو پہلی نظر ہی یچی حیدر سے ملی، جس نے پوری سفاکیت سے چرائی۔

"فائنلی ہو گئے جمع میرے چمپئنیں"

داران نے سب کو مسکرا کر دیکھے کہا تو سب نے جواباً جو شیلی مسکراہٹ دی۔

دار یہ کو بھی سب نے بالکل داران والاوی آئی پی پروٹوکول دیا۔

"ویسے دروازہ بند کر دیتے خود ہی تو بیلاجی آپکو چوکیدار تھوڑا سمجھ لیتیں، ایویں میری پرسنالٹی پر آتے ہی کالک لگوا دی۔ میں کہاں سے لگتا ہوں دروازے بند کرنے والا"

آگے آگے داران اور دار یہ ہی اندر بڑھے جبکہ بیلا بھلے ان کے پیچھے تھی پر کان اسکے اپنے پیچھے آتے عمر اور یچی کی طرف تھے تبھی تو مسکرائی کیونکہ یچی نے عمر کی گردن اپنی بازو میں دبوچ کر ایسا گھورا کہ وہ مسکین چوں چاں بھی نہ کر سکا۔

"ابھی تو تمہیں برتن مانجنھنے اور صفائی ستھرائی کرنے والی ماسی بننا ہے اسکے سامنے، اس لیے میرے سامنے اپنے ٹشن کاٹو کر دوبارہ نہ پھیلا کر بیٹھنا عمر آفندی۔ لگتا میں سمارٹ ہوں پر جب انہی ہڈیوں والے ہاتھوں سے تمہیں پیٹوں گاناں تو دس دن ہائے ہائے نکلے گی تمہارے اس خندق منہ سے"

کڑے تیور دیکھائے یچی نے اسے بکری کی طرح مے مے کرنے پر مجبور کیا اور سمجھاتے ہی چھوڑا کیونکہ وہ لوگ گھر کے اندر آچکے تھے۔

عمر نے اللہ اللہ کر کے گردن چھوٹنے پر شکر کیا پر ہڈیوں والے ہاتھوں والی ٹرم پر ضرور بتیسی دیکھا گیا، یچی کا جھانپڑ پڑ جاتا پر داران نے ان دو کی آپسی کھسر پھسر بھانپ کر دیکھا ہی یوں کہ دونوں شریف بن کر ٹک کر کھڑے ہو گئے۔

بیلا کی ہنسی چھوٹنے ہی لگی تھی پر وہ کنٹرول کر گئی۔

"چلو تم کسی سے تو ڈرتے ہو یو یو، اور جلاد کی سفارش میرے پاس آل ریڈی ہے۔ تمہارا کیا ہو گا بچو، ایک بار میرے ہاتھ لگ جاو بس"

بیلا دل ہی دل میں یو یو کے ایٹوڈ کا کچھ مر بنائے مزے سے خیالی پلاو بنا رہی تھی جب عجیب سے احساس پر ہوش میں آئی تو داران اسی کو گھور رہا تھا۔

"سیریس ہونا ہے یا تم سب نے ابھی سرکس لگانی ہے تھوڑی مزید؟"

داران نے تینوں کو لتاڑا جو آنکھوں آنکھوں سے کاٹ کھا رہے تھے ایک دوسرے کو، داریہ بھی شیر سامسکائی۔

"میں سب سے زیادہ سیریس ہوں سر"

عمر نے سینہ اکڑا کر اپنی سنجیدگی دیکھائی تو اس باریکی کا بھی قہقہہ نکلا، داران، داریہ اور بیلا کو ہنسی یچی کے ہنسنے پر آئی اور عمر کا چھوٹا سامنہ تو ترس لائق تھا۔

"جی بس آئی سی یوروم سے نکلتے ہی اسکی تدفین ہے"

یچی نے اسی مستی میں عمر کے بارے آگاہ کیا، عمر نے گھور کر یچی کو دیکھا۔

"یچی"

داران نے اسے بھی لتاڑا تو موصوف سنجیدہ ہوئے پر نظر بیلا سے جا ملی، قاتلانہ بہکی نگاہوں سے اسی کو تاڑ رہی تھی۔

"یہ تو چاہتے ہیں میں مرکز اس دنیا کو اک جینیس سے محروم کر دوں، جل ککڑے"

منہ ہی منہ میں عمر بھی بد بدایا، کسی سے کم تھوڑا تھا۔

جبکہ داران کو اب انکی کھسر پھسر غصہ دلا گئی۔

"تم لوگ آپس میں اچھے سے ٹکریں مار لو پہلے، جب سیریس ہو جاو تو بتانا۔ آ جاو داریہ"

داران نے برا منایا اور کمرے کی طرف بڑھنے سے پہلے مسکراتی داریہ کا ہاتھ پکڑ گیا جو اپنے مسٹر ایڈیوڈ کے بھرم تکتی ایک بار پھر اس پر لٹ جاتی اسکے ہمراہ کمرے کا رخ کر گئی۔

"جی جی سر آپ پہلے آرام کر لیں، میں بھی ڈنر کا انتظام کر لوں پھر بات ہوتی ہے"

عمر نے ہی پیچھے سے ہنکارا بھرا جبکہ اس سے پہلے عمر اکیلا ہی مارکٹ نکلتا جان بوجھ کر بیلا نے اسکے کندھے کو پکڑے روکا۔

"میں بھی چلوں تمہارے ساتھ؟"

بیلا کا پیار بھرا سوال سنے عمر نے یوں بھرم دیکھا کر ناک جھٹکے سڑے یچی کو دیکھا کہ وہ اسکی قبر کھودنے کا سچ میں طلب گار لگا۔

"جی جی میم، نیکی اور پوچھ پوچھ۔۔۔ آ جائیں"

عمر نے بھی فوراً بازو تھمادی جس پر بیلانے ناز و ادا سے عمر کی بازو پکڑی اور دونوں کپل پوز مارتے سہج سہج کر قدم اٹھاتے واپس باہر نکلے جبکہ یچی نے وہیں ٹیبل پر رکھا ایش ٹرے اٹھا کر غصے سے ان کے باہر نکلتے ہی پیچھے دے مارا۔

نادیدہ آگ کے اٹھتے شعلے یچی کو اپنی گرفت میں لے چکے تھے۔

.._____..

عاقب کلب آیا لیکن اس نے حرام مشروب کو ہاتھ نہ لگایا بس سگریٹ پھونکتا رہا، مسلسل جمشید، آس پاس انیب کو تلاش کرتا رہا جو بھاگ کر کسی ریڈ فون گھس گئی، لیکن قسمت اچھی تھی کہ وہاں کے دو غنڈے موالیوں کے ہاتھ آنے سے پہلے ہی واپس پلٹنے کو بھاگی اور اسی بیچ کسی گاڑی سے ٹکرا گئی، اتفاق تھا کہ وہ گاڑی جمشید کی ہی تھی، گرنے کے سبب انیب کے سر پر کوئی نوکیلی چیز لگی جس سبب اسکا پورا چہرہ لہو میں تر ہوا، جمشید کے تو پیروں سے زمین سر کی پر ہوش تھامتے اس نے انیب کو اٹھا کر گاڑی میں ڈالا تو پہلے اسے ہو سپٹل لے کر گیا، مرہم پیٹی کروائی اور چپ چاپ عاقب کے گھر پہنچائے کمرے سے نکلا اور تب عاقب کو انفارم کیا۔

عاقب آدھے گھنٹے تک پہنچا تو جمشید مجرم بنا دروازے میں ہی اسکا منتظر تھا۔

"کیا ہوا ہے اسے؟"

عاقب نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور کھا جاتی نظریں جمشید پر ڈالتا اسکا قریب آتے ہی گریبان دبوچ گیا۔

"س۔۔ سر وہ میری گاڑی سے ٹکرا گئی تھیں، اللہ کی قسم بہت تیز بھاگتی اچانک سامنے آ گئیں۔ پر وہ

ٹھیک ہیں سر پر چوٹ ہے اور ڈر کے سبب بے ہوش ہو گئی ہیں۔"

جمشید کے گریبان کو جھٹکے وہ اس پر زہر خند نگاہ ڈالتا راہ سے ہٹا گیا۔

"میری نظروں سے دور ہو جاو ورنہ اپنے پیدا ہونے پر پچھتاو گے"

جمشید نے فوری سر ہلایا اور جان بچنے پر بھاگا جبکہ عاقب کی توسانس رکی تھی، فوراً گھر کی طرف بڑھا۔

اسے دیکھ کر کمرے میں داخل ہوتے ہی سکون ملا، پاس آئے اسکے پہلو میں ٹک گیا۔

اسکے سر پر لگے بینڈیج کے پر ہاتھ پھیرے، وہ اسکا بے جان ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے اسکے ہاتھ کو دیکھ رہا

تھا، کب آنکھ سے آنسو ٹپک کر اس ہاتھ کی جلد میں جذب ہوا خبر ہی نہ ہوئی لیکن سر کی تکلیف کے

باوجود وہ اسکا مانوس لمس پہچان گئی۔

دھیرے سے آنکھیں کھولیں، یہ ملبورن میں موجود عاقب کا ذاتی گھر تھا جو زیادہ بڑا نہیں تھا۔

وہ گرے رنگ کی بیٹ شیٹ والے نرم میٹرس پر تکیوں کے سہارے لیٹی تھی مگر جب عاقب پر نظر

پڑی تو جھٹ سے اپنا ہاتھ چھڑوائے اٹھی مگر سر میں ہوتے بھیاںک درد پر جب دونوں ہاتھ سر پر دبا گئی

تو وہ اسکے قریب سرک کر بیٹھا اور اسکے سر پر رکھے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے۔

اسے نرمی سے پکڑ کر واپس تکیوں سے ٹیک لگوائی۔

"تمہیں کچھ ہو جاتا تو کیا جواب دیتا سبکو، کہاں بھاگ رہی تھی؟ بولو۔ کیوں ہمیشہ مجھ سے بھاگتی رہتی ہو۔ تھکتی نہیں ہو"

وہ تو کوئی اور عاقب تھا جس سے وہ کچھ دنوں سے مخاطب تھی، یہ تو انیب کے درد پر تڑپتا تھا، اس لمحہ بھی اسکی آنکھوں میں تیرگی تھی۔

"میں نہیں بھاگی، بس تمہیں دیکھنا نہیں چاہتی تھی"

منہ موڑے جواب دیا، اسے اچھانہ لگا، وہ تو آنکھیں ملا کر بات کرنی کی عادی تھی۔

"آج بتا دو کہ مجھ سے نفرت کرتی ہو یا محبت، سمجھ سے باہر ہے انیب۔۔۔ تم بھی اور تمہارے جذبات بھی۔ جب جانتی ہو میں اس شخص سے نفرت کرتا ہوں تو کیوں آئی ان کے پاس، کیوں خیال رکھا۔ کیوں مرنے نہیں دیا"

وہ اسکا چہرہ اپنی طرف پھیرے آج ہر سوال کا جواب چاہتا تھا پر وہ سانس تک مشکل سے لے رہی تھی تو صفائی کیسے دیتی۔

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے، میری نفرت اور محبت سمیت۔ تمہیں کیوں بتاؤں؟ ہو کون تم میرے۔ تمہیں تو دار یہ سے محبت ہے ناں، جاری رکھو۔ وہ تو اپنی نہیں رہی، تمہیں کیا ملے گی۔۔۔ مجھ سے یہ سوال کرنے کا تمہارے پاس کوئی حق نہیں ہے"

مضبوط آواز لیے بھیگی سانس کھینچے جواب دیا جس پر وہ صرف خزن سے اسی کو دیکھ رہا تھا جو جل جل کر ختم ہو چکی تھی۔

"اس وقت میں تمہاری بات کر رہا ہوں، مت بتا و محبت نفرت کے بارے لیکن میرے مجرم کی مسیحائی کرنے پر تم مجھے جواب دہ ہو انیب۔ کیا تم انکی طرف ہو کر مجھے تکلیف دینا چاہتی ہو، ایسے انتقام لو گی؟" ناچاہتے ہوئے بھی وہ بدگمان ہوا، یہ سب سرے سے برداشت کرنا ہی کٹھن تھا۔

وہ تکیوں سے اٹھ کر سیدھی ہوئی تو دونوں کے بیچ فاصلہ ختم ہوا پر پھر وہ دوری پر دونوں رک گئے۔
"مجھے انتقام لینا ہوا تو اور بہت طریقے ہیں، جیسے تمہاری نظروں سے چھپ کر لیا تھوڑا سا۔ رہی بات مسٹر جاسم کی تو کبھی ان کی کہانی بھی سن لینا۔ معاف مت کرنا پر سن لینا انھیں۔ کبھی کبھی مجرم کو معافی نہیں سماعت درکار ہوا کرتی ہے جس کے لیے وہ زندان سے سر ٹکراتا ہے،۔ مر تو سب نے جانا ہے عاقب موہان، لیکن کوئی کسی کی حسرت میں مرے تو بڑے دکھ کا مقام ہے"

وہ بظاہر تو ٹھہر ٹھہر کر بولی پر آنسوؤں کی نمی اور لہجے کی گرمائش عود عود کر اسکی آواز اور آنکھوں میں آرہی تھی، عاقب نے اسے اتنا تکلیف میں کبھی نہ دیکھا جتنی وہ اس وقت تھی۔

"کیا کہانی ہے انکی؟ مارا میری ماں کو بس یہی سچ ہے۔ اسکے بعد کس منہ سے وہ سماعت چاہتے ہیں۔ اور تمہیں کیا لگتا ہے جس غائبانہ سچ کو برداشت کرتے میرا اندر لہو لہان ہو گیا وہ جب اس قاتل کے منہ سے جیتے جاگتے لفظوں کے سنگ سنوں گا تو دوسری سانس لے سکوں گا؟"

اس بار عاقب کی آواز بھی بھاری پڑی تھی جیسے دل پر سل دھری ہو اور بولانہ جارہا ہو۔
"تمہارا دل کبھی چاہا کہ مجھے مار دو؟"

وہ اسکے سوال کو رد کیے الٹا سوال کر رہی تھی، عاقب نے منہ پھیرے شاید اپنی آنکھ رگڑی تھی، سپاٹ ہوتے واپس اسے دیکھنے لگا۔

"ہاں بہت بار، جب جب مکری تم۔ جب جب ڈھیٹ بنی، جب جب اکڑی۔ جب جب روئی"
آخری تین لفظ ادا کرنے عاقب پر کتنے بھاری تھے یہ اسکی سانس گھٹنے سے عیاں ہوا۔

"ایسا ہی کوئی لمحہ تھا جب مسٹر جاسم کے ہاتھوں گناہ ہو گیا۔ پہلا گناہ ایک ناپسند، مسلط ہوئی طوق محبت سے نجات کو کیا انہوں نے، آخری گناہ اپنی اور سبرینہ کی اذیت ختم کرنے کو کر بیٹھے۔ انھیں اسکے بعد مرنا تھا پر بھول گئے وہ اللہ جب تک نہ چاہے سانس بند نہیں ہوتی۔ سزا سہے بنا کوئی دنیا نہیں چھوڑتا۔
ایک بار سن کر دیکھنا، ممکن ہے تمہارے یہاں جو تکلیف ہے وہ سنور جائے"

وہ اسکے سینے پر آج ہتھیلی رکھ کر بولی، آج اسکے ہاتھ میں شفاء تھی، وہ الجھا، بھلا تکلیف کہاں سنورتی ہے، وہ تو اجاڑ دیتی ہے۔

"تکلیف تو نہیں سنورتی، صرف بڑھتی ہے۔ میری بھی بڑھے گی۔ تم نے سن لیا کافی ہے۔ میری طرف سے وہ مریں یا جئیں کوئی فرق نہیں پڑتا"

وہ اس لمحے انیب کو اکیلا چھوڑنا نہیں چاہتا تھا پر پاس بیٹھ کر بھی وہ یہ سب بولے دم گھوٹ رہی تھی۔

"ایزیووش"

وہ واپس سر تکیے پر رکھتی منہ پھر موڑ گئی۔

جبکہ عاقب نے اسکی ناراض آنکھیں دیکھیں، اچھی نہیں لگ رہی تھی وہ یوں۔

"انیب"

وہ اسے پکارا ہی یوں کے وہ فوری گردن اسکی طرف گما گئی جو کچھ نہ بولا اسکے پر جھکتا چہرہ گردن اور شانے میں چھپا گیا، بے اختیار انیب نے اسکے سر کے گھنے بالوں پر ہاتھ پھیرا، وہ رورہا تھا، اسکے ہاتھوں کی گرفت دفعتاً انیب کو اپنے اطراف بڑھتی محسوس ہوئی۔

اور اسکے آنسو انیب کی گردن سے تیرتے تکیے میں جذب ہو گئے لیکن اس نے عاقب کو جی بھر کر رونے دیا، کچھ نہ کہا بلکہ اسکے دل کے پرسکون ہونے کی دعا مانگتی رہی۔

"کہہ دو پیار کرتی ہو"

وہ کچھ دیر بعد اس کی خوشبو میں کھویا بولا تو وہ پھیکا سا مسکرائی، اسکے ہاتھ کی انگلیوں کی پوریں اب تک عاقب کے پھٹتے سر کا درد زائل کرتی حرکت میں تھیں، وہ خوبصورت خوشبو میں بسا ہوا تھا۔

"میں نہیں کرتی، زیادہ کا کا بن کر پیار بٹورنے کی ضرورت نہیں۔"

وہ فوری اسکو منع کیے ڈپٹ گئی، جبکہ عاقب نے اسکی ہی شرٹ کے کندھے سے اپنے آنسو صاف کرنے کو چہرہ رگڑا اور مبہم دل جلی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے واپس اٹھا، جتنا مرضی ثبوت مٹاتا رونے

کے، جس کے دل سے لگا ہوا تھا وہ اس ڈھیٹ ہڈی کی رگ رگ سے واقف تھی، آنکھیں عاقب کی
سوچھ چکی تھیں۔

"اچھی بات ہے، الگ ہونا آسان ہو جائے گا۔ اگر تمہیں پیار ہوتا تو تم مجھے خود سے یوں لپٹنے تھوڑا
دیتی"

وہ اسکے طنزیہ سے اکسانے پر گھبرائی، وہ کہہ کر پاس سے اٹھنے لگا پر وہ چاہتی تھی اسکے پاس ہی بیٹھا
رہے۔

"پیار ہوتا تو کیا کرتی؟"

وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر سر اسیمکی کیفیت میں بولی تو اٹھتا ہوا عاقب نہ صرف واپس بیٹھا بلکہ دائیں بائیں انیب
کے تکیے پر ہاتھ ٹکا کر اس کے چہرے پر جھکا اور اسکے ہونٹوں پر نظر جمائی۔

"وہ جو روایت ہوتی ہے، سانسیں چننے کی۔ دھڑکنیں روکنے کی۔ وہ نبھاتی تم۔ بنا انجام کی پرواہ کیے"
وہ نہ بھی تفصیل دیتا تو وہ اسکی نظروں کے ارتکاز پر سمجھ گئی تھی کہ وہ اسکے وجود سے کونسی راحت چاہتا
ہے، کان کی لو تک سرخ پڑی۔

"گڈ، مجھے بھی پتا چل گیا فائنلی کہ محبت نہیں۔"

وہ اسکو پرے دھکیلتی حصار سے نکلنے لگی مگر وہ مزید جھک کر ہلکی سی جسارت کر گزرا، انیب کے پورے جسم کا لہو اس والہانہ پن پر چہرے پر سمٹا کیونکہ اس بار یہ سزا نہ تھی، اس بار وہ بہت محبت سے اسکے قریب آیا تھا۔

"ی۔۔۔ یہ کیوں؟"

وہ ہمت کیے آنکھیں چرائے بولی پر آواز کانپ گئی۔

"مجھے بھی پتا چل گیا کہ تمہیں مجھ سے عشق ہے، میں بد بخت محبت تلاش کر رہا تھا"

عاقب کے حرارت چھوڑتے جملوں پر وہ اسے دیکھتی آنسو روک نہ سکی، دل تو پھوٹ پھوٹ کر رونے کا چاہا پر اسکے سامنے دل کی کیفیت عیاں کر دیتی تو کمزور ہو جاتی۔

"ایسا کچھ نہیں"

خشک پڑتے ہونٹوں پر زبان پھیرے، آنکھیں چراتے نفی کی لیکن اس بار وہ محبت کی حدوں کو پار کرتا اسکی سانسوں کو تسخیر کرنے واپس نہ اٹھنے کے لیے جب جھکا تو لگا پورے وجود میں پھیلے زہر کا اینٹی ٹوڈ مل گیا ہو، اپنا ہاتھ انیب کے سر تلے رکھتے اسکی ہر تکلیف بانٹ لی، وہ اسکے یوں حق لٹانے پر جی جان سے پھڑ پھڑاتی چڑیا اسکے جنونی وار سے فوراً گھائل ہو گئی کہ مزاحمت بھی کرتی تو جان نکل جاتی۔

سانس استوار کرتا وہ کئی لمحے اس امرت سے مستفید ہوئے اپنی پہلی جگہ واپس اٹھ آیا، ہاتھ اسکے سر سے نکالتے اسکے بالوں میں انگلیاں پھیریں تو وہ منہ پھیر گئی، عاقب کی آنکھوں میں سر خائی تھی۔

عاقب نے جھک کر اسکی کن پٹی چومی تو وہ بری طرح رو پڑی، پورا وجود کانپ اٹھا تھا۔

"انیب، میں ہار گیا تمہارے جذبات کے آگے بھلے تم نے مجھے اظہار کی راحت نہ دی ہو، کیونکہ یہ سب تو آنکھوں سے ہی ظاہر ہو جاتا ہے۔ میرا دل سفاک ہو گا پر آنکھیں نہیں ہیں، یہ پوری ایمانداری سے روتی بھی ہیں اور مسکراتی بھی ہیں، تمہیں دیکھتی بھی ہیں۔ معاف کر دینا مجھے اس کے لیے"

عاقب کے الفاظ کی تمازت اس کے رونے میں تیزی لائی۔

اگر وہ اسی طرح روتی رہتی تو وہ کچھ کر بیٹھتا تبھی اس پر سے نگاہ ہٹائے اٹھا اور تیزی سے روم سے نکل گیا، جبکہ انیب کی سسکیوں میں اسکی تکلیف، بے بسی اور ناجانے کون کون سی ہار شامل ہو گئی۔

.._____..

روم کی کھڑکی سے ویو بہت خوبصورت تھا، داریہ نے کرٹل ہٹائے اور شام کی خوبصورتی پر نظر ٹکائے باہر دیکھنے لگی، سبزہ تھا اور وہیں پچھلی طرف گارڈن یارڈ میں موتیے کے پھول کھلے تھے جنکی خوشبو داریہ کو روم میں آتی محسوس ہوئی اور سامنے نارنجی سورج ڈوب رہا تھا، پرندوں کا شور بلند تھا پر گھروں کو لوٹتے پرندوں کی چہچہاہٹ میں درد تھا۔

دل ڈرا تو داریہ کی سنہری آنکھیں بھیگ گئیں۔

پتا نہیں اس شہر کی شا میں اسے ہمیشہ سے بری کیوں لگتی تھیں۔

ہاتھ منہ دھوئے کوٹ اتار کر ہینگ کیے بلیک شرٹ کے کف اوپر کو فولڈ کر تا وہ کمرے میں اپنے سحر
بکھیر تازہ فکر مند سادہ داخل ہوا تو اسے داریہ چپ چاپ کھڑکی سے لگی دیکھائی دی، لمحہ صرف کیے وہ
اسکے عقب میں آرکا۔

اپنے ہاتھ اسکے اطراف باندھ کر اپنے سینے سے جوڑا۔

"کیا بات ہے حسینہ؟"

اسکی تھکن محسوس کیے داران نے اس کی گردن سے لگ کر پیار کرتے اپنی گال آگے کو سرک کر اسکی
گال سے رگڑی تو وہاں پھیلی نمی پر فوراً پکڑ کر سامنے کیا تو وہ روتی آنکھیں چھپاتی اسکے سینے لگ گئی، چہرہ
چھپالیا۔

"ہے! وائے آریو کرائنگ۔۔۔ ادھر دیکھو"

اسکا سینے سے لگا چہرہ پکڑے اپنے سامنے کیا تو بھیگی آنکھوں والی دل میں اتر گئی۔

"ڈ۔۔ ڈر لگ رہا ہے مجھے، جیسے کچھ ہونے والا ہو۔ ماہیر میں زندگی میں کبھی اتنی کمزور نہیں پڑی جتنی
اس لمحہ۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے، عجیب سی تکلیف فیل ہو رہی ہے"

اپنے احساسات سمجھاتے وہ سسکی، داران نے پہلے تو اسکے آنسو پونچھے اور پھر واپس اپنے حصار میں بھر
کر اپنے سینے کی راحت بخشی۔

تب تک اسے یو نہی خود سے لگائے رہا جب تک داریہ کے وجود کی کپکپاہٹ نہ ختم ہوئی۔

"میں ہوں تمہارے ساتھ، میرے ہوتے ہوئے تمہیں کوئی چھو بھی نہیں سکتا۔ تھوڑے سے دن ہیں آزمائش کے۔ گزار لو۔ اگر میرے پاس کوئی اور چوانز ہوتی تو میں تمہیں یوں پریشرازنہ کرتا" لہجے میں ملال لیے وہ اسکے بالوں کو سنوارتے بولا، داریہ نے بمشکل سانس لی۔

"م۔۔۔ ماہیر"

وہ بولی پر آواز لرز گئی۔

"جی سوئیٹ ہارٹ"

اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرے اس سے دگنا بیقرار تھا۔

"وہ آدمی بہت خطرناک ہے، مجھے اپنے لیے نہیں تمہارے لیے ڈر لگ رہا ہے۔ مجھے کچھ ہوا تو آئی نو مجھ سے پہلے تمہیں کچھ ہو جائے گا۔ میں تمہارے ساتھ ج۔۔ جینا چاہتی ہوں۔ مجھے مت بھیجو۔۔۔ میرا دل گھبرا رہا ہے"

آواز اس بار بیٹھ سی گئی تھی، داران نے اسکے چہرے پر بے تاثر نگاہیں جمائیں اور گہرا سانس بھر گیا۔ اسے آزاد کیا اور وہیں میٹرس پر جا بیٹھا، داریہ جھٹ سے اسکے قدموں میں بیٹھی، اسکی آنکھوں میں آس تھی۔

"تمہیں مجھ پر اعتبار کرنا ہوگا، چوائز نہیں ہے کوئی۔ میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا داریہ۔ میں جانتا ہوں تم تکلیف میں ہو، میں نے تم پر تمہاری ہمت سے زیادہ بوجھ ڈال دیا لیکن میرے پاس تم واحد ہتھیار ہو جو گریول پر چلایا جاسکتا ہے۔ تم کمزوری ہو اسکی"

یہ سب کہے وہ اسے ہی دکھ سے دیکھ رہا تھا جو داران کی آنکھوں میں جلن تلاش کر رہی تھی لیکن نفرت ملی وہ بھی گریول کے لیے۔

"تمہیں جلن نہیں ہوئی کہ وہ میرے لیے فیلنگ رکھتا ہے؟"

وہ اسکا اور اپنا دھیان بھٹکا رہی تھی۔

"تم میرے دل میں جھانک سکتی ہو؟"

وہ الٹا اسکا ہاتھ پکڑے سینے سے جوڑتا بولا تو داریہ اٹھ کر فوراً اسکے پہلو میں بیٹھی، اسکی گردن میں بازوؤں کا ہار پروے لیٹ گئی جیسے سہم گئی ہو۔

"ہاں جھانک سکتی ہوں"

داران نے اسکی کمر کے اطراف بازو اسی شدت سے لپیٹے۔

"بتاؤ کیا ہے وہاں"

وہ اسکے گلے لگے ہی بولا، جسکی دھڑکن بہت سست ہو گئی۔

"تم بتاؤ ناں پلیز"

لہجے میں آنسوؤں کی آمیزش گھلی تو دھیرے سے روبرو ہوئی۔
"تمہیں کھودینے کا یقین"

داران کے جواب پر داریہ کی آنکھوں میں اذیت اتر آئی، وہ بے ساختہ دور ہوئی۔
"کیا بکو اس ہے یہ؟"

دل چاہا تھا کھینچ کر اسکے منہ پر مارے۔

"وہ جہنم ہے جس میں تمہیں اپنے ہاتھوں دھکیلنا پڑ رہا ہے، لیکن مجھے پتا ہے تم آخری سانس تک اپنی حفاظت کرو گی، جہاں تھک کر ہارنے لگی میں آ جاؤں گا پھر سے لیکن اسکے باوجود مجھے لگتا ہے کچھ ہو جائے گا ہمارے بیچ، اس یقین کو ڈر کہتے ہیں، جو مجھے بھی لگ رہا ہے۔ جل رہا ہوں"
اسکے سچ سن کر دفا داریہ کی آنکھیں بھگیں۔

"یونواٹ، تم بہت ب۔ برے ہو"

وہ روتی ہوئی منہ موڑ گئی، اسے داران کی سفاکیت سے خوف آنے لگا تھا، اسکے ہاتھ کانپتے دیکھ کر داران نے انکو اپنے ہاتھوں میں قید کیا۔

"سب اچھے سے بھی نمٹ سکتا ہے، ہر پاسبیلیٹی موجود ہے۔ تم پہلے ہی رو اور روٹھ کر خون سوکھا لو
اپنا"

اسکے تر خساروں پر ہونٹوں کو نرمی سے رکھے چوما تو وہ نفی میں سر ہلاتی اس کے سینے سے بیٹھے بیٹھے لپٹی،
دل بھرا تھا تبھی رو پڑی۔

"تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ کچھ ہو جائے گا، م۔ ماہیر تمہیں کچھ ہونا تو مجھے مر کر بھی چین ن۔۔ نہیں
آئے گا۔ پر امس می تم مجھے کسی آزمائش میں نہیں ڈالو گے۔ میں سارے عہد توڑ کر روٹھ جاؤں گی، سن
رہے ہونا۔۔۔ جنت میں نہیں ملوں گی تمہیں، اللہ کو کہوں گی وہ مجھے ماہیر کو نہ دیں۔ مجھے تم سے
خوف آرہا ہے۔۔۔ ت۔۔ تمہاری آنکھیں رنگ بدل رہی ہیں۔ اور یہ اچھا رنگ نہیں ہے"
بچوں کی طرح بلک کر وہ اس کے سفاک ارادوں سے پناہ مانگ رہی تھی، جبکہ وہ سب برداشت کر سکتا
تھا داریہ کا رونا نہیں۔

"کیا کروں کے تمہارے آنسو تھمیں، سکون ملے اور مسکراؤ۔۔۔۔۔"

وہ اسکی ایسی حالت دیکھنے کا کہاں عادی تھا۔

"مجھ سے پر امس کرو، خود کو میرے ہاتھوں شوٹ کر وانے جیسا گند آؤر نہیں دو گے"

داریہ کا دل اتنا شفاف تھا کہ اسکے وہم بھی سچے تھے، داران کچھ دیر تو بول ہی نہ سکا۔

"بات سنو داریہ اگر کبھی ایسی سچویش ہوئی بھی تو تمہاری گولی سے کیسے بچنا ہے میں پہلے ہی تدبیر کر چکا
ہوں گا۔ یہ یاد رکھنا، ہم تمام پلینگ کریں گے۔ تو پھر یہ فضول وعدہ کیوں؟"

وہ بگھڑا تو وہ مزید براروئی، اسکی سسکیاں داران سے برداشت نہ ہوئیں۔

"ن۔۔ نہیں تم کبھی بھی جان لے سکتے ہو میری، وعدہ چاہیے۔ ورنہ پہلے ہی رو اور ڈر کر جان دے دوں گی"

وہ بہت زیادہ پینک کر رہی تھی، داران نے گھور کر دیکھا تو وہ سارے آنسو اسکی گھوری کے سبب پی گئی۔
"میرے کہے کا یقین نہیں ہے جو وعدہ مانگ رہی ہو، اٹس ہر ٹنگ داریہ"
وہ وعدہ ہی تو نہیں چاہتا تھا تبھی اٹھ کر برہمی سے پینتر ابدلتے بولا، وہ مرجھائے چہرے کے سنگ اسے
تکتی کھڑی ہوئی۔

"اللہ کرے م۔۔ مرجاؤں میں۔۔ پھر تمہیں قدر آئے گی"

وہ اسکے سینے پر مکا برساتی بولی تو کتنی ہی دیر داران اسکے جملے کی تابناکی پر سن رہا اور پھر اسکے دونوں بازو
دبوچ کر غصے بھری آنکھیں ان ڈری افسردہ آنکھوں میں گاڑیں جہاں نمی پل پل بڑھ رہی تھی۔
"کیا بک بک کر رہی ہو داریہ۔ کیسے بد دعا دے سکتی ہو تم میری فلورنس کو۔ کب قدر نہیں کی میں نے
تمہاری؟ مجھ پر یقین ٹوٹ گیا ہے کیا؟"

وہ آواز یہ پوچھتے بکھری تو داریہ نے عجیب سانس دقت سے کھینچتے منہ موڑا۔

"آئی ایم سوری پر میں ٹھیک نہیں فیل کر رہی ماہیر، ایسا لگ رہا ہے تم چھن جاو گے۔ ماہیر میں تمہارے
بنا ایک سانس بھی نہیں لے سکتی اب، ختم ہو گئی ہے داریہ۔ سمجھو اس بات کو۔۔۔۔ مجھ سے وعدہ کر
لو، جتنا بے یقین کہنا ہے کہہ لینا پر ایک وعدہ دے کر مجھے سکون دو۔ میرا دل پھٹ جائے گا"

وہ اسکے گریبان پر ہاتھ جماتی یوں اٹک اٹک کر بولی جیسے اسکی دھیرے دھیرے سانس مشکل ہو رہی ہو۔

"آئی پراسس، بس۔۔۔ ریلکس۔ تم یوں کر کے ڈرا دیتی ہو مجھے"

پکڑ کر اپنے سینے لگاتا اس بار اسے ہلنے بھی نہ دیا جبکہ وعدہ پا کر وہ کچھ سکون میں آگئی، داران کے سینے لگ کر ٹھیک سے سانس لینے لگی۔

"دوبارہ ایک وعدے کے لیے کبھی مجھے اتنا مت ستانا۔ میں وعدہ مانگوں تو فوراً کر لیا کرو ماہیر، مجھ سے برداشت نہنٹس ہوتا تمہارا دیر کرنا"

اب تک آواز میں نمی گھلی تھی، وہ اسکے لیے بالکل پاگل والی حرکتیں کر کے داران کا دماغ بھی خراب کر چکی تھی۔

"میں نہیں کروں گا دیر، داریہ پلیز مت رویا کرو میرے سامنے۔ خود کو بہت ناکارہ محسوس کرنے لگتا ہوں۔ میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا، میں تم پر آخری سانس تک کسی کی بری نظر بھی پڑنے نہیں دوں گا۔ میں خود کی بھی حفاظت کروں گا"

سکون داریہ کو بس آخری جملے نے دیا تبھی وہ ایڑیوں کے بل زرا اٹھے خود ہی اسکے چہرے کی اور بڑھ کر اس آخری جملے کا سکون داران کی سانسوں کے حوالے کر گئی، جس کی داریہ کے گرد مضبوط ہوتی گرفت اس سکون کو محسوس کرنے کے سبب تھی۔

"خود کی حفاظت پہلے کرنا، میرے پاس اس وقت جو سب سے قیمتی اثاثہ ہے وہ تمہی ہوم۔۔ ماہیر۔ میں تمہارے لیے بہت ڈرپوک ہو رہی ہوں، میں تمہیں کبھی اپنی آنکھوں سے او جھل ہوتا برداشت نہیں کر سکتی۔ مجھے ن۔۔ نہیں پتا کہ مجھے کیا ہوتا جا رہا ہے لیکن ہر گزرتے لمحے کے ساتھ میرا تم بن گزراہ مشکل ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ میں اس خوشبو کے بنا سانس نہیں لے سکتی اب جو تمہاری سانسوں کا حصہ ہے"

وہ اسکے اعتراف سن کر سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں کھو بیٹھا، چہرہ تکلیف کے رنگوں سے زرد ہوا، نیلی آنکھیں غم خانہ بنیں۔

وہ اسکے بنا واقعی مر جاتی یہ صاف دیکھائی دے رہا تھا تبھی وہ اندر ہی اندر گھٹ رہا تھا۔

"دار یہ بس کرو پلیر، شش۔۔۔ مت بولنا خدا کے لیے ایک بھی مزید لفظ"

وہ اسکے ہونٹوں پر ہاتھ رکھے جیسے چپ کروا رہا تھا وہ اور دلبرداشتہ ہوئی۔

"گالیاں تھوڑا دی ہیں جو جان جا رہی ہے"

روئی سی منمنائی

داران نے اسکے چہرے کا ہر نقش پیار سے چھوا تو ساری تکلیف اس سرور تلے دب گئی۔

"فائر تو مارے ہیں وہ بھی سیدھے دل پر، سدھر جاو تم۔۔۔"

شکوہ اس نے بھی جم کر کیا۔

وہ ڈھیلی پڑتی اسکے سہارے خود کو چھوڑے اسکے سینے میں منہ چھپا گئی۔

"بگھڑی قبول نہیں ہوں کیا؟"

سینے میں منہ دیے ہی بولی۔

"بگھڑ کر خون چوستی ہو میرے دل کا، سانس روک دی تھی بنا کچھ کیے ہی۔ ریٹ کر لو تھوڑی دیر"

اسکے ڈھیلے وجود کو بازوؤں میں اٹھایے وہ پلٹ کر نرم ملائم میٹرس پر لیٹا گیا۔

"میرے پاس آؤ ناں پلیر"

پھر سے رو تو آنکھیں لیے لیٹے لیٹے باہیں پھیلائیں تو داران شوز پیروں سے ہی اتارتا اسکی بازو پر سر

رکھے پاس ہی لیٹا تو داریہ کی مرجھائی صورت پر بہار آ گئی۔

"ناو پیپی"

اسکے بال سہلاتے اسکی جبین چومی جس پر وہ کافی بہتر مسکرائی۔

"بہت سارا پیپی۔ بہت پیار کرتی ہوں میں تم سے"

اسکے گال چومتی، اسکی آنکھیں چھوئے اسکا بس نہ چل رہا تھا وہ داران کو دل میں اٹھا کر چھپا لیتی۔

نجانے کیوں پر داریہ میں آج اسے بھی ماں کی جنونیت دیکھائی دی، تبھی تو وہ ڈر رہا تھا۔

"دیکھائی دے رہا ہے سوئیٹ ہارٹ"

وہ ڈراڈرا بولا تو اس بار وہ پہلے سا شرا رتی مسکائی۔

"بد تمیز ہو تم۔ کہو کہ تم بھی پیار کرتے ہو"

فوری اسکو دبوچا۔

"میں تو مرتا ہوں تم پر فلورنس، میری بہار، میری چڑھیل۔۔۔ میری ملکہ جذبات"

وہ اسکے جواب پر ہنس دی، اسے پسند آیا ایسا داران۔

"ناو آئی فیل بیٹر۔۔۔"

وہ یہ بول کر داران کو بھی سکون دے گئی جس نے اسکے بعد بس اسے کسی متاع حیات کی طرح اپنے وجود میں گم کر لیا، جیسے کبھی الگ کرنا نہ چاہتا ہو۔

.._____..

"واٹ! اف داریہ اف"

ناشتہ کرنے کے بعد ایاد اور حمین زرالاونچ میں ہی بیٹھے تھے جب مزاق اور ناراضگی پرے کیے ایاد نے ماموں سے زمیل والا معاملہ ڈسکس کیا، داریہ جاتے ہوئے ایاد کو بارس کا نمبر دے کر گئی تھی اور بارس اور اپنے لوگوں کو صفدر پاشا کے پیچھے بھی لگا رکھا تھا۔

چونکہ خود وہ چلی گئی تھی تبھی اب یہ ذمہ داری ایاد کے سر تھی۔

"ماموں داریہ نے کہا ہے وہ اتنے قصور وار نہیں، مجھ سے ملنا چاہتے ہیں پر آپ ہی بتائیں میں کیسے دل بڑا کروں۔ ہم سب نے انکی وجہ سے کیا کیا سہا، یہ بھولنا ناممکن ہے"

مایا اور ماول کچن میں میڈ آپا کے سنگ مزے دار کھیر بنا رہی تھیں کیونکہ ابھی تک مایا نے بھی میٹھانہ بنایا تھا سو حمین نے ہی یہ آئیڈیا دیا کہ دونوں خالہ بھانجی آج ساتھ میں یہ میٹھی رسم نبھالیں۔

ایاد کے کمزور پڑتے لہجے پر حمین نے اسکا ہاتھ مضبوطی سے اپنے ہاتھ میں لیا۔

"دار یہ ہمیشہ ٹھیک ہوتی ہے، زمیل جلال خان شاید دنیا کی نہ سہی، میری نہ سہی لیکن اپنے بچوں کی معافی کا مستحق ضرور ہے۔ اگر تم ہمت کرو تو مل سکتے ہو۔ صفدر پاشا جب تک پکڑا نہیں جاتا، تمہیں زمیل کا حال احوال پوچھنا چاہیے۔ دار یہ کہہ کے مطابق زمیل کو جہانگیر بھائی کی طرف پہنچا دو، وہاں تمہارا باپ زیادہ سیور ہے گا۔"

وہ ماموں کے چہرے کو حیرت سے تنک رہا تھا، کیا مایا کی مسیحائی اتنی خاص تھی کہ ماموں نے اپنی نفرت پس پشت ڈال دی۔

"آپ نے اپنا دل کیسے نرم کر لیا؟"

وہ خفا تھا، حمین مسکرا دیا۔

"جب سے سچ جانا ہوں، کرنا پڑا۔ تم بھی کر لو"

حمین کی آواز میں خراش پڑی جس پر ایاد نے سر کو اثبات میں ہلایا۔

"ہمم۔۔ میں بارس سے کہتا ہوں کہ وہ انھیں چغتائی پیلس پہنچا دے۔ جہانگیر انکل کو بھی بتا دیتا ہوں"

ایاد نے اٹھ کھڑے ہوتے ماموں کو کہا اور فون پر نمبر ڈائل کرتا کمرے کا رخ کر گیا، اسے اداس ماول دیکھ چکی تھی تبھی مایا کو کچھ دیر تک آنے کا کہے کمرے میں بھاگی تو مایا بھی میڈ کو کھیر کا دھیان رکھنے کا کہے باہر لاؤنچ میں آئی۔

"حمین! یہ ایاد کچھ پریشان تھے۔ کیا آپ نے ان سے رات کے لیے سوری نہیں کیا؟"

مایا کو گھبر ایاد دیکھے حمین نے اسکا ہاتھ پکڑے وہیں بٹھایا۔

"وہ ہم دونوں کی مستی ہے اور چلتی رہتی ہے، اس کے لیے ہم ماما بھانجا سوری جیسا تکلف نہیں کرتے۔ وہ ز میل کی وجہ سے پریشان ہے، وہ پاکستان آچکا ہے کافی دن پہلے اور داریہ کی قید میں تھا، لیکن اب وہاں بھی سیو نہیں ہے وہ شخص تو داریہ کہا کہ انھیں انکے یار کے حوالے کر دیں۔"

مایا کا دل ز میل کا نام سنے عجیب سی درد مندی سے بھرا، وہ اپنے مسیحا کی بہت عزت کرتی تھی۔

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ داریہ اور ایاد انکو معاف کر دیں، شاید وہ پچھتا رہے ہوں۔ یک باپ جتنا برا ہو جائے، وہ اپنی اولاد کا دشمن تو نہیں ہوتا ناں مطلب اگر آپ ان دو کو کہیں تو شاید وہ یہ کرنے کا سوچیں"

ز میل کا حوالہ سنے تکلیف کے لمحے حمین کے دماغ کی سکریں پر گھومے، اسکے تمام برے اعمال ایک طرف اور مایا کا بچا و ایک طرف بھاری پڑا۔

"میں جانتا ہوں مایا آپ کیوں چاہتی ہیں اس شخص کی معافی"

حمین کی آنکھیں مایا پر جمی تھیں جن سے وہ گھبرا گئی، بے اختیار حمین کا ہاتھ پکڑ لیا، مٹھی بنالی۔

"دار یہ کا گناہ گار زیادہ ہے وہ، بہت قیمت چکائی ہے اس نے، پتا نہیں مزید کتنی چکائے گی لیکن میں جانتا ہوں وہ ساری زندگی زمیل کی تکلیف پر اپنے دکھوں سے زیادہ تڑپی ہے۔ اسکی معافی پھول کی نرمی کے سنگ عطا ہو جاتی ہے اپنے گناہ گار کو، لیکن وہ اپنے پیاروں کے مجرموں کو نہیں بخشتی۔ وہ اب تک اگر زمیل سے ناراض ہے تو اس لیے کہ وہ اسکی ممی کو نہ سنبھال سکا، اسکے لالہ سے باپ کے نام کا غرور چھیننا اور اسکے بڑی کو بہت مشکلات میں ڈالا"

آواز مضبوط تھی پھر بھی کھاری ہوئی، مایا نے آنسوؤں کو بہت مشکل سے آنکھوں میں دبایا۔

"پریشان نہ ہوں، دار یہ اب کوئی قیمت نہیں چکائے گی۔ داران ہے ناں اسکے ساتھ۔"

وہ نزدیک ہوئی اور حمین کے چہرے سے ہتھیلی جوڑی اسکا ملائم یقین دلانا خوبصورت تھا، مقابل ڈھارس دے گیا۔

"یہ بہت بڑی ہمت ہے دار یہ کی اور شاید آخری بھی، یہ ٹوٹی تو دار یہ ہمیں دوبارہ کہیں نہیں ملے گی" ناجانے کیوں پر اس بار حمین چوہان کے دل کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ اسکی لاڈلی بہت کرب سے گزرنے والی ہے، آخر اسکا ایاد اور دار یہ سے دل جڑا تھا۔

"ایسا کچھ نہیں ہوگا، یقین رکھیں۔ میں کھیر دیکھ لوں۔۔۔"

پیار سے وہ کہہ کر جانے لگی جب حمین نے کلائی اچک کر کھینچا تو وہ اس کے کاندھوں پر بمشکل سنبھل کر ہاتھ ٹکاتی گرنے سے بچ سکی۔

"حمین! کیا کر رہے ہیں میڈ موجود ہیں"

مایا نے اسے ڈانٹا۔

"ارے رونٹک تھوڑا ہونے لگا ہوں فریگرنٹ لیڈی، میں کہہ رہا تھا کشمش مت ڈالے گا مجھے بالکل پسند نہیں"

فوری موصوف نے بہانہ مارا تو وہ ہنسی۔

"اچھا جی! تو آپ کو کیا پسند ہے"

مایا بھی بے تکلف ہوئے چہکی مگر جو اب حمین کی نظروں کا اس کے خوبصورت ہونٹوں کی جانب زواہ دیکھتے ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی اور جیسے بھاگی، حمین کی اداسی کا بینڈ اس کا اپنا قہقہہ بجا گیا۔

وہیں ایاد نے پہلے جہانگیر انکل سے رابطہ کیا اور پھر بارس کو ساری ڈیڑھیل بتائی، فون وہ ڈریسنگ روم میں لے گیا تھا وہیں بات کرتے ہی اپنے لیے کپڑے بھی نکالے کیونکہ وہ بابا سے ملنے جانے والا تھا۔

صفدر پاشا کے لوگوں تک ز میل کی واپسی کی خبر پہنچ چکی تھی اور اس کے لوگ وہیں حمین کے گھر کے کچھ فاصلے پر داریہ کے منتظر تھے تاکہ اس کا پیچھا کرتے ہوئے ز میل تک پہنچیں لیکن چونکہ اب ایاد جانے والا تھا تو وہ لوگ نجانے کیا کرتے۔

ماول تب تک باہر ہی روم میں چکر کاٹے ایاد کا انتظار کرتی رہی، جب وہ نک سک تیار باہر نکلا تو وہ فوراً سے اسکے پاس گئی۔

ایاد کے سپاٹ چہرے پر یوں نرمی آئی جیسے اچانک سورج کے سامنے بادل آجاتے ہیں۔
"آپ اداس ہیں؟"

ماول نے قریب رکتے جھجکتے پوچھا۔

"تمہیں میرا چہرہ پڑھنا آتا ہے، کتنی بڑی خوشی ہے یہ میرے لیے۔ یہاں آؤ تمہارے لیے گفٹ لیا تھا"

وہ اسکا ہاتھ پکڑے ڈریسنگ میز کے سامنے کھڑا کیے ڈرا سے جیولری کیس نکال کر اسے کھولنے لگا جہاں بہت خوبصورت گولڈ اینڈ ڈائمنڈ جیولری نیک پیس اور ایئر رنگز تھے۔

"یہ بہت پیارا ہے لیکن مجھے جیولری بالکل پسند نہیں ہے، آپ اسکی جگہ میرے لیے بہت سے فلاورز لے آتے۔ پورا کمرہ بھر دیتے اور بڑا سا ٹیڈی میڈی"

ماول نے اسکے تحفے کو ستائش سے دیکھا اور ویسے ہی بند کیے ایاد کی طرف دیکھنے لگی جو تمام تر توجہ اسی پر ڈالے دیکھ رہا تھا۔

"فائن! ایسا ہی کردوں گا۔ کچھ اور"

ٹھوڑی پر ہاتھ جماتے دوسرا ہاتھ اسکے اطراف لپیٹا تو وہ ایاد کے خود کے قریب کرنے پر بوکھلائی، فوری ہتھیلی اسکے مہکتے سینے پر جمائی۔

"اسکے علاوہ مجھے راہنی پسند ہے، ہنی کو مب۔۔۔ میں نے بہت کھایا، پھر بھیانے ڈرایا کہ اس میں بیکٹریا ہوتے ہیں تبھی کم کیا۔ مجھے وہ بھی لا کر دیں گے"

ماول کے اشتیاق سے بتانے پر وہ اس عجیب لڑکی پر مسکرایا۔

"اف کیسے وہ چچچی چیز کھا سکتی ہو تم، وہ اتنا میٹھا ہوتا ہے ماول۔۔۔"

ایاد نے شاید کبھی چھک رکھا تھا تبھی ماول کو کھاتے سوچ کر کچھ ہوا دل کو۔

"تبھی تو پسند ہے، آپکو پتا ہے ممی کا بھی فیورٹ تھا۔ بابا بتاتے ہیں جب میں آنے والی تھی انہوں نے

بہت کھایا، روز تقریباً۔ بس میں بھی تبھی سے فین ہو گئی۔ پلیز ملینگا میرا دل چاہ رہا ہے"

لاڈ سا لہجے میں امڈا تو ایاد نے سر اثبات میں ہلایا جس پر وہ ہنستی اس سے لپٹ گئی مگر جلد ہی اسے احساس

ہوا وہ اس میں قید ہو گئی ہے، پیچھے ہٹنے کی کوشش بھی کی مگر اپنی کمر پر جکڑے ایاد کے ہاتھ اسکی جان

نکالنے کو کافی تھے۔

"بچ۔۔۔ چھوڑیں ناں۔۔۔ سانس بند ہو جائے گا"

اسکے کان سے ہونٹوں کو جوڑے منت کی تو حصار ڈھیلا پڑا لیکن اس نے ماول کو نکلنے کی اجازت نہ دی۔

"اتنی پیاری کیوں ہو تم؟"

اسکا چہرہ نہار تابے خودی سے بڑبڑایا، ماول کے دل کی بیٹ مس کی تھی ان وارفتہ نگاہوں نے۔
"میں پیدا ہی کیوٹ ہوئی تھی"

اپنے کھلے بالوں کے ساتھ بہت سافٹ لک میک اور کیے بہت فریش لگ رہی تھی، کافی پھیلے ملائم
ہونٹوں پر چمکتا بٹر سکچ ٹینٹ لگا کر ویسے ہی تباہی مچار کھی تھی۔

اوپر سے گردن کی اور سے آتی تیز خوشبو ایاد کی آنکھوں میں پھیلی تشنگی کو واضح کر رہی تھی۔
"آپ کہیں جارہے ہیں، توپلیز واپسی پر ناں میرے لیے ہنی کامب کے ساتھ بہت سارے سنیکس بھی
لانا۔ اور ہاں کولڈ ڈرنکس بھی۔ چاکلیٹس بھی اور آئی لوو مارش میلو۔۔۔۔۔ وہ کیا ہے ناں چیچی کے بنا
نہیں رہ سکتی"

ایاد کا سارا خمار اسکی ان بچگانہ فرمائشوں سے اڑا، سمجھ نہ آیا یہ بیوی ہے یا چھوٹی بچی جسے چیزیں کھائے بنا
سانس نہیں آئے گا۔

"جی جی تم کسی کے بنا نہیں رہ سکتی سوائے میرے، لے آؤں گا۔ یہ نہیں ہسبنڈ کو دعا کے حصار میں
باندھ کر روانہ کرو۔ لسٹ تھمادی اپنی چیچی کی"

ایاد نے اسے آزاد کیا اور منہ موڑتا اپنا فون اٹھا کر ساتھ ہی ریسٹ وائچ بھی اٹھائے پہنی تو ماول نے اسکے
قریب رکے فوراً سے سر پر دوپٹہ ڈالا اور آیت الکرسی پڑھ کر ٹھیک اسکے ناک پر پھونکی، ایاد سے
مسکراہٹ روکنی مشکل ہوئی۔

"میں اب آپکے بنا بھی نہیں رہ سکتی، تھوڑی دل سے ناراض ہوں۔ ضدی ہوں پر آپ صرف میرے ہیں ملینگا۔ میں نے آپکے ناک پر پھونک ماری ہے تاکہ آپ ہمیشہ یوں ہی مغرور رہیں۔ کبھی نہ جھکیں، کسی کے بھی آگے۔ اور ویسے بھی جسے ماول مل گئی ہے اسکی تو نظر نہ جھکے، سر تو بہت دور کی بات ہے"

ایسے جملے بول کر وہ ایاد کے اندر طوفان مچا چکی تھی، وہ اسکی کمر پر ہاتھ لپیٹے اپنے قریب کھینچ گیا تو وہ ڈر کر اسکی طلب کی ماری بو جھل آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

"میں نہیں رہ سکتا تم سے دور"

اسکی طرف لپکتے انداز میں اپنی بے بسی بتائی تو ماول نے ہمت کرتے اسکی گال پر اپنے لبوں کو لگاتے پیار کیا، داڑھی کی چھن بھی سہہ گئی، ایاد کے اندر کی دیوانگی کو قرار دیا اسکے معصوم لمس نے۔

"نیکسٹ تب جب میری چیچی آئے گی۔"

فوراً اسے اس سے دور ہوئے ہنس کر کمرے سے بھاگ گئی جبکہ ایاد خان اس پہلی عنایت پر خوش ہونے کے بجائے تکلیف سے بھر گیا، اپنی اس جان سے پیاری ماول کے ساتھ کی زیادتی، دل میں چھید کرتی محسوس ہوئی۔

.._____..

موسکو میں رات کے آٹھ بج چکے تھے، داریہ اور داران بھی سو کر کافی فریش اور ریلکس ہو گئے، ڈنر پانچوں نے ایک ساتھ کیا اور اسکے بعد کافی کے سیشن کے ساتھ مل کر پلاننگ کی۔

"رجال کو ہوش میں آنے مت دینا"

داران نے کال پر کسی آدمی کو کہا اور مغروانہ چال چلتا سب ٹیم کے بیچ آکر اپنی لیڈر چیئر سنبھالے بیٹھا، رجال کو ایک گھنٹے پہلے ہی داران کا پرائیوٹ جیٹ موسکولے کر پہنچ چکا تھا جبکہ رجال کو اسکے گھر سے صبح ہی بہت رازداری سے دروازے سے اٹھوایا گیا، ایک نوٹ لکھ کر چوکیدار کو تھما دیا گیا جبکہ اس وقت وہ جلاد کی DWE اتھلیٹ اکیڈمی میں ایک سیوجک پہنچا دیا گیا تھا۔

اس نوٹ میں رجال کی جانب سے اپنی خیریت اور اچانک ملک سے باہر جانے کی روانگی کی اطلاع تھی تاکہ اسکے گھر والے اسے ڈھونڈنے کی کوشش نہ کریں۔

انکے سامنے ٹیبل پر "گریول ولا" کا پورا نقشہ موجود تھا جو سون کی طرف سے ہی داران کو موصول ہوا۔ "دار یہ کل تم (Mandarine) ہوٹل سائن ان کرو گی، اس ہوٹل میں تمہاری انٹری ڈیٹیل میں پہلے ہی بدل چکا ہوں ہیکنگ سے کیونکہ تمہاری فلائیٹ جس ٹائم موسکواتری اسی لحاظ سے گریول چھان بین کروائے گا، اسے لگنا چاہیے تم سیدھی ہوٹل گئی ہو۔

وہاں سے تم گریول کو اپنے آنے کی اطلاع دو گی اس نیوز کے ساتھ کہ تم اپنے ساتھ دو بہت ماہر اور بھروسے مند ایجنٹ لائی ہو"

سب سے پہلا کام دار یہ کو سونپا، دار یہ نے فوری سر ہلایا جبکہ سب متحس تھے کہ یہ ایجنٹ کون ہوں گے۔

"وہ ایجنٹ ہوں گے بیلا اور یچی، تم دو اپنے گیٹ آپ یکسر بدل لو گے۔ اور مذہب ہو گا تم دو کا عیسائیت۔ اپنی اپنی میلز چیک کرو میں نے عیسائیت مذہب کی کافی ڈیٹیل تم دو کو بھیج دی ہے"

داران کی انگلیاں اپنے سامنے کھلے لیپ ٹاپ پر چل رہی تھی، یچی اور بیلا نے ایک دوسرے کو دیکھا، اس وقت آنکھوں میں صرف جلن تھی۔

"جبکہ عمر آفندی "رجال چغتائی" بن کر جائے گا"

داران کے اگلے جملے پر عمر کی آنکھیں پھٹ گئیں۔

"ہیں۔۔ سوری سر پر میں صرف قد میں اس جتنا ہوں۔ آپ جانتے ہیں وہ گریول کے ساتھیوں میں ہے۔ میں پکڑا جاؤں گا جتنا مرضی گیٹ آپ کر لوں"

عمر نے ہیں تو کہہ دیا پر فوری سنجیدہ بھی ہوا اسی لمحے دروازے پر بیل ہوئی تو سب چوکس ہوئے۔

"جا کر دیکھو"

داران نے کہنے پر عمر ہی باہر نکلا مگر جب واپس آیا تو اسکے ہمراہ پانچ لوگ تھے، خلیے ان سب کے کیچول تھے، عمر نے ہچکاتے ہوئے انکے پیچھے قدم بڑھائے تو وہ داران کو دیکھتے ہی مودب ہوتے سر جھکا کر اسکے بیٹھ جانے کے اشارے پر باقی پانچ کرسیاں سنبھال گئے، اب ٹیبل کے گرد کوئی کرسی خالی نہ تھی۔

"یہ مسٹر پرویز ہیں، فیک فیشل ماسک سپیشلسٹ، یہ خانی ہے، فنگر پرنٹ ایکسپرٹ، یہ سونجن ہے، ڈی این اے ماسٹر، یہ واجد ہے، ہر قسم کے لاک توڑنے کا ماہر، یہ مسٹر جیمی ہیں، تمام کیمرے اور ریکارڈنگ ڈیوائس لمحے میں سن کر دینے کے ماہر"

اپنی حیران ٹیم کو اپنے ہونہار ساتھیوں سے ملواتے داران نے تعارف دیا پر عمر کی ہوا تو پہلے والے بندے کے تعارف پر ہی نکل گئی، کہیں اسکی سر جری کروانے والے ہیں جلااد سوچ کر ہی بچارا کانپ گیا۔

"مجھے اپنا چہرہ جان سے پیارا ہے سر"

عمر کے منمنانے پر سب ہی مبہم سامسکائے سوائے داران کے جس سے کام کے بیچ ایسی لاڈیاں اور غیر سنجیدگی ہر گز برداشت نہ تھی۔

"یہ ایک فیشل فیس ماسک ہوتا ہے عقل مند عمر آفندی، جسے ایک ٹکنیک سے لگایا اور اتارا جاتا ہے۔ تمہارے حسین چہرے کو کچھ نہیں ہوگا"

داران نے دانت نکوستے موصوف میں تسلی انسٹال کی۔

"جبکہ خانی تمہارے لیے رجال کے فیک فنگر پرنٹ بنائے گا، کسی بھی طور پر گریول کو شک نہ ہو، سمجھ گئے۔ اپنی بول چال تم رجال سے بیچ کرو گے اسکے لیے تمہیں ابھی سون کی جانب سے آئی ان دو کی

پرانی فون ریکارڈنگ سننی ہیں، آواز بدلنے کے تم ویسے ہی ماہر ہو۔ اسکے بولنے کا لٹھ مار انداز سٹڈی کرو، اسکا گریول سے بات چیت کا انداز پرکھو صبح تک تمہیں ماسٹر بننا ہے اس میں "

عمر کی ننھی جان پر اتنا کام ڈالے داران اب اپنے باقی ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا۔

"گروں ولا کے اندر جانے کے ٹوٹل تین راستے ہیں،

ایک مین گیڈ سے، دوسرا پائپ لائن ٹنل اور تیسرا یہ خفیہ انڈر گرو انڈر راستہ جو ولا کے اس کمرے کی دائیں دیوار میں کھلتا ہے، یہ کمرہ گریول کی پرسنل سٹڈی ہے جہاں اسکے چند خاص لوگوں کے سوا کوئی نہیں جاسکتا، ہائیپلی سیکورٹ لاک نسب ہیں، دیواریں ساونڈ پروف ہیں جبکہ کسی بھی چھیڑ خانی پر ہائی رینج آلارم بجتے ہی تابناک ریز چالو ہو جاتی ہیں، سون کی اس سٹڈی میں پہنچ ہے کیونکہ اسی سٹڈی کے اندر گرو انڈ اسکا ہیکنگ لیب ہے "

تمام بریفنگ سب دھیان سے سن کر نقشے کی جانب دیکھنے لگے جہاں داران ریڈ اور بلیک الگ الگ مارکس سے سیوا اور ان سیوراستے ہائی لائیٹ کر رہا تھا۔

"سر لاکس کی فکر مت کریں، ہر قسم کی سیکورٹی لاک ڈیوائس ہیک کر سکتا ہوں "

واجد نے گویا ایک فکر دور کی، سب مطمئن ہوئے۔

"گڈ، لیکن ہمیں بہت احتیاط کرنی ہے، کل رات گریول ولایں جشن ہے اور پرسوں شاہی ہیرے کی نیلامی، تم سب کو تب تک گریول ولایں داخل ہو کر اسکے لوگوں میں شامل ہونا ہے۔ حملہ تم لوگ میرے

آرڈر کے بعد کرو گے، کیونکہ ہمیں پہلے اسکے پاس موجود تمام انفارمیشن اپنے قبضے میں لینی ہے۔ وہ سات ملکوں کے بڑے حکومتی بینک کرپٹ کرنے کا منصوبہ بنا رہا ہے، چھبیس مختلف جیلوں میں موجود اپنے لوگوں کی رہائی چاہتا ہے، وہ دبئی اور پاکستان کے کئی بڑے سرمایہ کاروں کے پرائیویٹ جہاز ہائی جیک کروا کے ان لوگوں کو اپنا غلام بنا چکا ہے، اور ایک سو تیس معصوم لڑکیاں اس بار اسکی ڈیمانڈ لسٹ کے مطابق دبئی کے کلبوں کو سمگل کی جائیں گی۔ اسکے یہ سب منصوبے خاک میں ملانے ہیں ہمیں۔ اگر ہم نے قبل از وقت حملہ کیا تو ہم نہ اسکو روک پائیں گے نہ ان سرمائے کاروں کو آزاد کروا سکیں گے جو دونوں ملکوں کی معشیت کا بڑا حصہ ہیں، ان ایک سو تیس لڑکیوں میں اٹھائیس لڑکیاں بیلا بخاری کی ایجنٹس ہیں اور ان لڑکیوں میں شامل ہو چکی ہیں۔ بیلا اور یچی ڈی کے ساتھ رائیٹ ہینڈ بن کر جائیں گے اور یہ معاملہ انہی کے سپرد ہے"

پلین بہت تگڑا تھا اور لگ یہی رہا تھا کہ کئی سالوں سے جس گریول کا عروج تھا اب زوال بھی بہت نزدیک تھا۔

"اور سب سے اہم پوائنٹ، اگر کوئی بھی مشن کے بیچ پکڑا گیا یا شک کے دائرے میں آیا تو وہ پہلی کوشش گریول ولا سے نکلنے کی کرے گا، ٹنل کا راستہ تم سب کے لیے ہمیشہ سے نکلنے کے لیے سب سے مناسب اور سیو ہو گا جہاں میرے پروفیشنل لوگ موجود رہیں گے۔ ڈی کے، تم ایکسپوز ہونا فورڈ نہیں کر سکتی کیونکہ تمہارے ایکسپوز ہوتے ہی ہم ناکام ہو جائیں گے"

ہر فرد پر باری باری نگاہ جمائے جب وہ داریہ پر رکا تو لہجہ خود ہی نرم ہو گیا، داریہ نے سر ہلاتے ہوئے اسے یقین دلائے آنکھیں ملائیں۔

"جبکہ یچی اور بیلا آپسی رنجش چھوڑ کر تم دو کو ایک ساتھ مل کر ولا کے اندر کی ہر مشکوک چیز نوٹ کرنی ہے، اگر تم دو کے ذاتی مسائل کے سبب کوئی نقصان ہوا تو یاد رکھنا سزا تم دو کی سوچ سے بھی بری ہوگی۔ مشن کے دوران نہ تو ہم ساتھی ہیں نہ دوست نہ رشتہ دار۔ بس پرو فیشنل سپاہی ہیں جنکا مقصد برائی کا خاتمہ ہے۔ تم دو کی فیک آئی ڈینٹٹی ابھی بن جائے گی، نام پتا، خلیے، بات چیت کے انداز سب بدلنا ہے۔۔۔۔۔ وقت تھوڑا ہے لیکن کام بہت زیادہ۔۔۔ کسی کا کوئی سوال ہے تو پوچھ لیں"

جلاد کی جانب سے تمام بریفنگ کے بعد سوال کی اجازت ملی تو سب ہی کچھ نہ کچھ پوچھنا چاہتے تھے۔
"اگر کوئی پکڑا جائے اور بھاگ بھی نہ سکے؟ اس صورت کیا کریں گے ہم؟"

یہ سوال بیلا کی طرف سے آیا۔

"اس صورت اس ساتھی کی مدد کرنے کی ذمہ ساری اس پر ہوگی جسکی وہاں نگڑی پوزیشن ہوگی۔ یعنی ڈی کے"

سب نے امید بھری نظر داریہ پر ڈالی تو اسکا دل بیٹھا۔

"میں اسکی میڈیا مافیا پارٹنر ضرور ہوں لیکن ولا کی مالکن نہیں مسٹر جلاد"

داریہ کو اتنا سب برداشت کرتے ہول اٹھے۔

"لیکن تم خود مختار تو ہو، اس ساتھی کو بحفاظت ولا سے نکال تو سکتی ہی ہو۔ کسی کی جان نہ جائے اس ذمہ داری کے پیچھے مقصد یہی ہے۔ اور اس میں تمہارے پاس چوائز نہیں ہے ڈی کے"

اس وقت وہ سچ میں اجنبیت کے تمام ریکارڈ توڑ رہا تھا، سرد اور سپاٹ۔

"ہم۔۔۔ او کے فائن۔"

تھوڑا برا منا گئی پر مان گئی، سب ہی کو تسلی ملی، اسکے بعد مین کام شروع ہوا جو عمر کی رجال میں ٹرانفارمیشن تھی پر داریہ کو گھٹن محسوس ہونے لگی۔

.._____..

نوٹ جب صبح چوکیدار نے ثمن کے سپرد کیا تو وہ پریشان ہو گئی تھیں، لیکن رجال ہمیشہ یو نہی غائب ہو جاتا تھا تبھی مطمئن ہو گئیں۔

ماریہ صاحبہ بھی سکول چلی گئیں تھیں جبکہ جہانگیر بھی صبح سے کمرے میں بند تھے مگر ایاد کی کال پر اس قید کو توڑا اور ز میل کے لیے شام کمرے سے نکل کر ملازمہ سے کمرہ ریڈی کروایا۔

ایاد جب گھر سے دو بجے نکلا تو اسے کسی گاڑی میں موجود مشکوک نظریں محسوس ہو گئیں تبھی اس نے تب وہاں جانے کا رسک نہ لیا اور پہلے ماول کے لیے اسکی تمام چیزیں لینے مارکٹ نکل گیا، ایک دو گھنٹے تک واپس آیا مگر ماول تب سوچکی تھی تو مایا کے سپرد کر آیا کہ اسکے کمرے میں پھول اور ٹیڈی میڈی سجا دیں اور اسکے ڈرازا اسکی چیزوں سے بھر دیں جبکہ خود پھر وہ جم نکل گیا، اس بیچ اسکا بارس سے رابطہ تھا۔

شام سے رات ہو گئی، تب جا کر ایاد مطلوبہ گھر پہنچا تو بارس سے ہی ملاقات ہوئی جس نے بتایا کہ وہ زمیل جلال کو اس کے آنے سے دس منٹ پہلے ہی اپنے لوگوں کے ہمراہ چغتائی پبلس بھجوا چکا ہے۔

صفدر پاشا کے لوگ ایاد کا پیچھا کرتے اس جگہ اتنی احتیاط کے بھی پہنچ چکے تھے، اچانک اس گھر کے باہر ہوتی فائرنگ پر بارس نے ایاد کی بازو پکڑے اپنے پیچھے کیا اور خود گن نکال کر دروازے کی طرف بڑھا۔

"یقیناً یہ صفدر کے لوگ ہوں گے، آپکا پیچھا کرتے پہنچے۔ شکر ہے زمیل جلال کو میں نے پہلے ہی بھیج دیا، اگر انکو کچھ ہوتا تو دار یہ میم میری قبر کھود ڈالتیں"

بارس نے ڈر کر بتایا جبکہ گن تانے ہی وہ ایاد کو وہیں ٹھہرنے کا کہے خود بھی اپنے لوگوں کے ہمراہ مقابلہ کرنے باہر نکلا، وہ سات آدمی تھے جن میں دو کو پھڑکا دیا گیا جبکہ باقی دم دبا کر بھاگ نکلے۔

بارس باہر سے نمٹ کر اندر آیا تو ایاد بے تابی سے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔

"آپ کی جان کو خطرہ ہو سکتا ہے ایاد سر، کچھ دن احتیاط کیجئے گا۔ اگر کہیں تو دو آدمی آپکے ساتھ بھیج دوں؟"

بارس کی فکر پر ایاد نفی میں سر ہلائے اسکا کندھا تھام گیا۔

"نہیں اسکی ضرورت نہیں میں محتاط رہوں گا، تم سچ میں داریہ کے شاگرد ہی لگتے ہو۔ صفدر پاشا جیسے ہی تمہارے ہاتھ لگے مجھے ضرور انفارم کرنا اور اپنی بھی حفاظت کرنا برس۔ وہ اپنی ذمہ داری تم پر ڈال کر گئی ہے، اسے مایوس مت کرنا"

ایاد کے لہجے میں شفقت تھی جبکہ وہ تو سوچ سے بڑا وفادار تھا۔

"میں جان دے سکتا ہوں لیکن داریہ میم کو ناامید نہیں کر سکتا ایاد سر آپ بے فکر رہیں۔ میری یہ زندگی اللہ کے بعد انکی امانت ہے، ورنہ میں تو بہت سالوں پہلے مر کھپ چکا ہوتا۔ آپ یہی سمجھنا کہ برس میں ڈی کے کی ہلکی سی جھلک ہے۔ اب آپ جائیں اور اختیاط کریے گا"

برس کی باتیں ایاد کو رشک کرنے پر مجبور کر گئیں تبھی وہ اجازت لیے نکلا مگر پھر بھی برس نے اپنے دو لوگ ایاد کے پیچھے روانہ کیے کیونکہ صفدر پاشا اور اسکے بیچ لوگوں کی خصلت سے داریہ نے اسے اچھے سے واقف کروا دیا تھا۔

ایاد وہاں سے سیدھا چغتائی پبلس ہی روانہ ہوا، رات کے سوا دس بج گئے۔ جہانگیر کی تکلیف کچھ کم ہوئی کیونکہ زمیل کی آمد شاید انکا مرہم تھی۔

"رجال کہاں ہے؟"

وہ کچن میں آئے تو رات کا کھانا آخری مراحل میں تھا، آج ڈنر زالیٹ ہو گیا۔ رشیدہ چونکہ کمرے کو ٹھیک کرنے میں لگی تو بریانی کو دم خود شمن لگا رہی تھیں، صبح سے رجال دیکھائی نہ دیا تھا تبھی وہ کچن ہی آگئے۔

"وہ پیغام چھوڑ کر گیا ہے کسی کام سے جا رہا ہے، ایک دو ہفتے تک آجائے گا"

شمن نے چولہا آف کیا اور بتا کر یوں پاس سے گزرنے لگی جیسے اس شخص کو جانتی ہی نہ ہو۔

"کہاں گیا ہے؟ کوئی اتا پتا دے کر گیا ہے یا نہیں۔ بڑی قربانیاں دی ہیں نا اس کے لیے تم نے، تو کیا اسے اپنا بھی نہیں بنا سکی کہ تمہیں اپنے جانے کا خود بتائے"

جہانگیر راہ میں دیوار بنے جبکہ انکے لہجے کے طنز پر شمن نے سپاٹ نگاہ جہانگیر پر جمائی۔

"میں ساری زندگی قربان کر دوں تب بھی مجھے کسی کو اپنا بنانے کا ہنر نہیں آئے گا، میں ناکام و نامراد ہی اچھی ہوں۔ جتنا ممکن تھا میں نے اسکی پرورش کی، اب آگے سے اسکی قسمت۔ میرے اختیار میں صرف دعا ہے جو اسکے لیے کرتی رہوں گی"

مضبوط لہجے میں کہے وہ پاس سے گزر کر جہانگیر کو جبرے بھینچنے پر مجبور کر گئی۔

"مجھے ایڈیوڈ اس طرح دیکھا رہی ہے جیسے اس نے نہیں میں نے اسے چھوڑا ہو"

خود کلامی کرتے وہ غصے سے پلٹے تو وہ جو اپنا فون واپس لینے آئی تھی دروازے میں ہی رک کر انھیں افسوس سے دیکھنے لگی۔

"اگر اتنی محبت تھی تو ڈٹ جاتے، اگر آپ چاہتے تو دنیا کی کسی چیز میں یہ قوت نہ ہوتی کہ مجھے آپ کے نکاح سے نکلنے پر مجبور کرتی۔ جب آپ ہی بزدل تھے تو تھوڑے انجام کا سزاوار خود کو بھی ٹھہرائیں جہانگیر چغتائی۔ محبت تو حفاظت کا نام ہے، پر درحقیقت آپ کی محبت نے ہی مجھے لاوارث کیا۔ ایک اگر کنوئیں میں چھلانگ لگائے تو دوسرا اسے روکتا ہے نہ کہ اس کے چھلانگ لگانے کے بعد کنارے پر بیٹھ کر آہ وزاری کرتا ہے۔ پھر ان آنسوؤں کی ویسی ہی پائمالی ہوتی ہے جیسی آپ کی ہوئی"

اپنے اندر کے جس سے نجات ملی تو وہ بھی ڈٹ گئی، جہانگیر تو کچھ کہنے کے لمحہ بھر لائق ہی نہ رہے مگر جب وہ فون اٹھایے واپس جانے لگی تو اس کی بازو دبوچے پیچھے کو جھٹکا دیے اپنے سامنے لائے۔

"مجھے بار بار محبت کا طعنہ مت دو، اپنا ہر قصور تم میرے سر نہیں ڈال سکتی شمن۔ غصہ تو مجھے ہونا چاہیے، تمہارے اندر یہ زہر کیوں؟۔ سمجھ نہیں پارہا"

وہ مسلسل شمن کی سر دمہری کے آگے برداشت ختم محسوس کیے بھڑک گئے۔

"زہر اس بات کا ہے کہ میں اگر ظالم تھی تو وفادار آپ بھی نہیں تھے، دنیا ہل جاتی پر آپ اپنی محبت پر قائم رہتے۔ قائم نہیں رہے تبھی اللہ نے آپ کی محبت قبول نہیں کی اور چھینتا رہا مجھے آپ سے۔ طلاق دینے سے پہلے آپ ایک بار کچھ بھی کر کے مجھے بتا دیتے محبت کا، کچھ ہمت کر لیتے تو شاید میں نہ بھٹکتی۔ شاید سب سمیٹ لیتے ہم۔۔۔ اپنی غلطی مانیں کیونکہ میں سب گناہوں کا اعتراف تیس سال پہلے ہی کر چکی ہوں۔ اور سزا بھی بھگت لی"

انکے ہاتھ سے اپنی بازو چھڑوائے جہانگیر کو نانبجانے کس کس احساس جرم میں مبتلا کیے غم سے پھٹ کر وہ چلی گئی۔

اور وہ اپنا خالی پڑتا ہاتھ دیکھتے غم زدہ ہو گئے۔

یہ تو ملازم کے مخاطب کرنے پر وہ سنبھل گئے ورنہ آنکھیں دھندلا گئی تھیں۔

زمیل پہنچ چکا تھا تبھی وہ مسکراتے ہوئے باہر آئے اور پورچ میں نکل کر اپنے جگر کا خوش آمدید کیا۔

دار یہ کی قید کے باوجود زمیل بالکل ٹھیک تھا، بلکہ قید میں اس کا پورا خیال رکھا گیا۔

"زمیل۔۔۔ شکر ہے تجھ سے مل سکا میں"

زمیل کو گلے لگاتے ہی جیسے وہ دلبرداشتہ ہوئے، وہ ازلی شیطانی مسکراہٹ لیے اسکی پیٹھ تھپک کر روبرو

پکڑے لایا، یار کی غم زدہ آنکھیں یار بھانپ گیا۔

"لگتا ہے شمن نہیں پٹی اب تک، جا یا رکتنا ناکارہ ہے تو۔"

زمیل کے شگوئے پر جب جہانگیر گھورے تو وہ آگے سے اسی کو کوس گیا۔

"بکو اس بند کر"

جہانگیر نے کچھی مڑورتے ڈپٹا تو زمیل کے دانت نکلے۔

"یار گلے لگ پھر چھوڑ یہ مرنا مارنا"

زمیل نے خفا یار سے اس بار پورے یار آنے سے لپٹ کر گویا جہانگیر کو بھی ساری خفگی بھلا دی۔

دونوں کندھوں پر بازو جماتے ساتھ ہی پیلس کی طرف بڑھ گئے۔

جبکہ ایاد چغتائی پیلس کے باہر تک آیا مگر نجانے کیا ہوا کہ وہ دہلیز پار کرنے کی ہمت پھر ٹوٹی تو دروازے سے ہی گاڑی واپس بھگالی۔

.._____..

جب سے دار یہ نے ڈنر کیا تھا طبعیت بھاری ہو رہی تھی، داران ابھی تک ان سب کے ساتھ ہی دوسرے روم میں تھا جسے ان سب نے ایک طرح آفس بنارکھا تھا، ایک بج چکا تھا لیکن دار یہ سے بیٹھنا مشکل ہوا تو وہ اپنے والے روم میں آگئی۔

سیدھی واش روم گئی اور سنک کے پاس کھڑے ہو کر اپنے پیلے پڑتے چہرے کو دیکھنے لگی۔
"کیا ہو رہا ہے، اب عین ٹائم پر طبعیت نہ بگھڑ جائے"

نل کھولے منہ پر پانی ڈالا مگر عجیب دل بھاری پڑ رہا تھا، سر بھی چکرایا تو بمشکل گرنے سے بچتی وہ سنک کو تھام پائی، آئینے میں اپنے عکس کو دیکھتے اسکے چہرے پر عجیب سا خوف چلا آیا۔
"لگتا ہے کچھ زیادہ کھالیا، ماہیر کو بتایا تو وہ پریشان ہو جائے گا"

خود کی کیفیت سے ہلکان وہ کچھ دیر وہیں کھڑی رہی مگر پھر دل سا خراب ہونے پر اسکے چہرے کی رنگت بدلی۔

"نو۔۔۔۔۔ وہ نہیں ہو سکتا۔ کہیں"

دار یہ نے واپس روم میں آتے فوراً سے سائیڈ ٹیبل پر رکھے فون پر ڈیٹ چیک کی جو سکپ دیکھ کر اسے اور رونا آیا۔

"یا میرے اللہ، کہیں میں امید سے تو نہیں۔ اف۔۔۔ کیسے کنفرم کروں"

بے چینی کے سنگ بڑبڑاتے خود ہی اونلائن شاپ اوپن کی، خود تو وہ ابھی باہر جانے سے رہی تھی یہیں موسکو کی ہی ایک اونلائن فارمیسی سے اس نے اسی بوکھلاہٹ میں پر یگنینسی سٹرپس آرڈر کیں جو بیس منٹ تک آنی تھیں۔

یہ بیس منٹ دار یہ یہی دعا کرتی رہی کہ ماہیر روم میں نہ آئے، ٹھیک مطلوبہ وقت بعد وہ خود ہی گھر سے نکل کر گیڈ کی طرف چلی گئی تاکہ پارسل خود ہی ریسو کرے۔

اللہ اللہ کر کے اس نے پارسل بوائے کو دروازے کی بیل بجانے سے پہلے دیکھا تبھی فوراً سے اس سے اپنا ریپ پارسل لیا اور دروازہ بند کرتی واپس گھر کی طرف بڑھی۔

وہ لوگ اب تک ڈسکشن کر رہے تھے تبھی دار یہ چپکے سے واپس کمرے میں آئی اور پارسل پیک بھی اپنے ساتھ واش روم میں لے گئی۔

اسکی حالت اس وقت بہت تکلیف دہ تھی، ٹیسٹ کیے سٹرپ کو سنک کارنر پر رکھے خود دونوں ہاتھ بالوں میں پھنسائے وہ پانچ منٹ انتظار کرنے لگی لیکن یہ انتظار دار یہ کے لیے پانچ صدیوں سا تھا۔

دار یہ نے ڈرتے ڈرتے سٹرپ کو دیکھا، دفعا آنکھوں میں آنسو بھرتے گئے، وہاں دو لائسنز تھیں، بھلے بہت مدھم پر وہاں اسکے اندر نمودار ہوتی خوشی کا ثبوت درج تھا۔

وہ بے ساختہ منہ پر ہاتھ رکھے رو پڑی، بمشکل دیوار کا سہارا لیا ورنہ اتنی خوشی پر گر پڑتی۔
"ی۔۔۔۔۔ یہ۔۔۔۔۔ اومائی گارڈ۔۔۔۔۔ آئی ایم ایکسیکلٹنگ۔"

شاید زندگی میں وہ کبھی اتنی خوش نہیں ہوئی تھی جتنی اس وقت، سٹرپ کو اٹھا کر جلدی سے فلیش کر دیا تاکہ ماہیر کو پتہ نہ چلے، باقی سٹریپس وہیں ڈرامیں رکھے وہ روم میں آئی تو آنکھیں خوشی کی زیادتی سے نم تھیں، آئینے کے سامنے رک کر وہ کبھی مسکرائی کبھی رو پڑی۔

"میں ابھی تمہیں یہ نہیں بتا سکتی ماہیر کیونکہ پھر تم مجھے کسی صورت نہیں بھیجو گے، لیکن مجھے اب جانا ہے اور تمہاری مدد کرنی ہے۔ تم سے پہلے اب میری خ۔۔۔ حفاظت میرا بچہ کرے گا، بہت ہمت بھر دی ہے اس نے مجھ میں۔ ماما قربان جائے تم پر بھی اور تمہارے پاگل ڈیڈی پر بھی۔۔۔۔۔ کیسے کنٹرول کر پاؤں گی اسکے سامنے یہ خوشی۔ کیسے چھپا پاؤں گی ماہیر سے۔۔۔۔۔ اف یہ کتنی خوبصورت فیلینگ ہے۔۔۔۔۔ تم مجھے مسلسل بھر رہے ہو اور چاہتے ہو دار یہ پاگل بھی نہ ہو۔۔۔۔۔۔۔ آئی ایم سو پیسی ماہیر۔۔۔۔۔ ہم۔۔۔ ہمارا بے بی آئے گا۔۔۔۔۔"

اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھے وہ روتی روتی مسکرائی، یہ نیوز سچ میں اسے پاگل کر رہی تھی۔
وہ دھیان سے چلتی ہوئی میٹرس پر بیٹھی پر آنسو تھے کہ رکنے پر نہ آرہے تھے۔

"یا اللہ آپکا بہت شکر ہے، مجھے اس وقت ایسی ہی ہمت کی ض۔۔ ضرورت تھی۔ مجھے ماہیر سے دور ہونا عذاب لگ رہا تھا اینڈ ناو۔۔۔ مجھے لگ رہا ہے میں بہت سٹرونگ ہو گئی۔۔۔۔۔ تم ماما کے پاس بہت ٹھیک وقت پر آئے ہو میرے بے بی۔۔۔ تھینکو سوچ۔۔۔ اف جب یہ نیوز اسے پتا چلے گی تو اسکا ایکسپریشن کیا ہو گا؟"

اس وقت وہ ہر تکلیف بھول گئی، جیسے اسکی زندگی پھولوں کی سیج بن گئی ہو۔
ماہیر کا نام لیتے ہی اسکے ہونٹوں پر مسکراہٹ چلی آئی۔

"میں تمہاری اس پر خوشی جاننے کو بہت بے قرار ہوں پر مجھے انتظار کرنا ہو گا۔ واپس آکر بتاؤں گی۔
ہمارا بے بی ماہیر۔۔۔۔۔ میں پاگل ہو جاؤں گی اس خوشی سے۔۔۔۔۔ اف۔۔۔۔۔"

اسکے ہاتھ پیر پھول رہے تھے، فوراً سے اٹھی اور جا کر وضو کیا، مسلسل آنسو بے لگام تھے پر نماز پڑھ کر وہ پرسکون بھی ہوئی اور اپنی یہ خوشی اللہ سے بانٹ کر انکو تھینکیو بول کر اسکے آنسو رکے اور آنکھوں کی دکشی لوٹ آئی۔

کتنی ہی دیر وہ جائے نماز پر بیٹھی شکر کرتی رہی، اس نعمت پر، ماہیر کے اس حصے پر، اس محبت پر، اس دولت پر۔

جائے نماز طے کیے وہ چادر اتار ہی رہی تھی جب داران فائنلی سبکو تھوڑا ریٹ کرنے کا کہے خود بھی کافی دیر سے داریہ کی کمی محسوس کیے اسکو دیکھنے آیا، اسکے زرا زرا سو جھے چہرے کو دیکھتا فکر مند ہوا کیونکہ آنسو خوشی کے ہوں تو آنکھیں زیادہ دیر نہیں سو جھتی بس چہرے پر اک اثر چھوڑ جاتے ہیں۔

"داریہ! کیا تم پھر روئی ہو۔۔۔ یہاں آؤ"

جائے نماز بیڈ پر رکھے وہ اسے کاوچ پر بیٹھائے خود بھی بیٹھا تو وہ اسکے بیٹھتے ہی پوری قوت سے اسکے سینے لگی۔

"نہیں روئی ماہیر، بس اللہ سے باتیں کر رہی تھی"

اسکے سینے لگ کر وہ اسکے دل سے اپنی خوشی بانٹ رہی تھی، اس سے نہیں کہہ سکتی تھی۔

"اچھا جی! میری کتنی شکایتیں لگائی پھر؟"

وہ شرارت پر اتر جس پر وہ زرا رو برو ہوئی اور جن محبت پاش نگاہوں سے ماہیر کو دیکھ رہی تھی وہ خود داران کو بہکا رہی تھیں۔

"ایک بھی نہیں، مجھے جو گلہ ہوتا ہے میں منہ پھاڑ کر تم سے کر دیتی ہوں۔۔۔ شکایت بچتی ہی نہیں۔ تم

ہر چیز کی تلافی کر دیتے ہو، تم نے کر دی"

اس وقت داریہ کو اس پر بے انتہا پیار آرہا تھا، جی چاہ رہا تھا اسکے چہرے کے اک اک نقش کو چومے، اسکو ہاتھوں کو آنکھوں سے لگائے، وہ اتنا مقدس ہو گیا تھا اسکے لیے۔

"اتنی محبت سے کیوں دیکھ رہی ہو مجھے، جان لو گی۔ دار یہ! مس کروں گا تمہیں۔ اپنا خیال رکھنا۔ یہ سمجھنا تمہارے ہاتھ میں میری سانسیں ہیں"

وہ صبح جانے والی تھی تبھی وہ یکدم پریشان ہوا، وہ اٹھ کر اسکی گود میں بیٹھی یوں وہ اسے ٹھیک سے قریب سے دیکھ سکتی تھی، اسکے جسم کی عود سے ملتی خوشبو گہرائی سے محسوس کر سکتی تھی۔

"میں اپنا بہت خیال رکھوں گی، فکر مت کرنا۔ یہ دار یہ کمزور اور بزدل صرف تمہارے لیے ہے، دنیا کے لیے ڈی کے ہوں۔ خطرناک۔۔۔۔۔ آئی مس یو ٹو ماہیر، دعا ہے اس سب کے ختم ہوتے ہم جلد ملیں گے۔ ہے ناں"

اسکے چہرے پر نگاہیں دوڑائے وہ خفیف سی سرخائی داران کی آنکھوں میں بھی گھول گئی، جو جتنا بڑا جلا د ہوتا بھلے، دار یہ کے لیے چھوٹا سا بچہ بن گیا تھا۔

"یس، بہت جلد۔۔۔۔۔ ویسے اتنی سٹرونگ کیسے ہو گئی۔ شام تک تو تمہاری جان نکل رہی تھی۔ لیکن آئی فیل اب تم کافی بہتر ہو"

وہ بھی سمجھ گیا تھا، وہ مسکرائی، جان لیوا تھی اسکی مسکراہٹ تبھی تو وہ داران نے چھولی۔

پوری محبت سے اپنے ہونٹوں پر رکھ لی، زبان تک مٹھاس محسوس کی، حلق تک اتار کر وہاں پھسنے دکھ کا کام تمام کیا۔

"یس آئی ایم۔۔۔۔ میں نے خود کو سمجھا لیا ہے کہ تم مجھ سے کبھی دور نہیں ہو سکتے۔ بھلا روح بھی جسم سے الگ ہو سکتی ہے کیا، سوائے اسکے کہ زندگی ختم ہو جائے۔۔۔۔ اگر کبھی ہم الگ ہوئے تو وہ دن شاید ہمارا آخری ہو۔۔ نہ تم مجھے اپنے بنا چھوڑ سکتے ہو نہ میں تمہیں۔۔۔۔۔ میں ٹھیک ہوں اب، تمہاری محبت میری طاقت ہے"

داران کو اسکی الجھی باتیں سمجھ نہ آئیں کیونکہ وہ داریہ کی قربت میں کچھ اور سمجھنا بھول جاتا، اس وقت بھی اسے داریہ سے راحت محسوس ہو رہی تھی، اسکے جسم سے، اسکی سانسوں سے، اسکی آنکھوں سے، اسکے ہاتھوں کی ملائم پوروں سے، اسکی خوشبو سے۔

"داریہ جب تم میرے قریب ہوتی ہو تو مجھے مشکل باتیں اور لفظ سمجھ نہیں آتے، آسان الفاظ میں بتاؤ کیا ہوا ہے؟"

وہ جو اسکی گردن میں باہیں پھیلانے اسکو محسوس کر رہی تھی، الجھے سوال پر ہنسی۔

"پیار ہوا ہے، ایک بار پھر۔ تم سے"

اسکی ڈھڑکنیں بڑھادی تھی وہ آغاز بے خودی خود کر بیٹھی، وہ اسکے تیوروں سے خوف کھانے لگا، وہ اسے بہکا رہی تھی۔

"کام ہے مجھے، کس طرف لے کر جا رہی ہو؟"

وہ بمشکل سر جھٹک کر اس چڑیل کے شکنجے سے نکلا، جبکہ وہ اسکے بھاگنے کے انداز پر مسرور ہوئی۔

"اپنی طرف، اچھاناں باتیں تو کرنے دو۔ زراسا میں اوٹ آف کنٹرول ہوتی ہوں تمہیں بھاگنے کی پڑ جاتی۔ شوہر تو ترستے ہیں بیوی کی لفٹ کو اور ایک میرا بندہ ہے، لڑکیوں کی طرح دامن بچاتا ہے"

داران کے سمٹے انداز پر وہ دگنی فدا تھی، اتنا بچ بچاتے بھی اگر وہ یہ کارنامہ کر چکا تھا تو داران کے جنونی پن کو سوچ کر ویسے ہی جھرجھری لے گئی۔

اپنا فیوچر بچوں کی کرکٹ ٹیم تک سوچ لیا اور لا حول پڑھ کر یہ فضول خیال جھٹکا۔

"میری حسینہ! میں دامن جتنا بچالوں تم نے مجھے میرا کہیں سے نہیں چھوڑا، ڈرتا ہوں تمہیں جذبات میں آکر غائب نہ کر دوں۔ جانتی ہوناں ایکسٹرا روونٹک آدمی ہوں اور یہ تمہارے لیے ہی مشکل بن سکتا ہے۔"

وہ اسے جس بارے وارن کر رہا تھا، داران یہ اندر ہی اندر اس افلاطون کے کارنامے پر اتر رہی تھی، دل تو ہنسنے پر مچل رہا تھا پر خود پر کنٹرول کر رہی تھی۔

"اچھا کیسی مشکل شوہر جی"

وہ شرارت سی آنکھوں میں بھرے کسی اور ہی موڈ میں تھی، اتنی خوش کہ داران کو حیرت گھیر رہی تھی۔

"زیادہ بیبی نہ بنو، شوہر جی کی سکی۔۔۔۔۔ ماہیر شاہ کہتی ہی اچھی لگتی ہو، کچھ اور بولتی ہو تو کسی اور کی بیوی لگتی ہو قسم سے"

داران نے منہ بگھاڑ کر جب کہا تو وہ اسکے ہونٹوں پر اس فضول بات پر ہاتھ مار گئی، بچارا اس تشدد پر کراہ کر رہ گیا۔

"اللہ نہ کرے میں کسی جہاں بھی کسی اور کی بنوں۔ مجھے یہاں تم ملے تو اس جہاں بھی ضد کر کے تمہیں ہی اپنا بناؤں گی یاد رکھنا۔ میں تمہارا پیچھا اب نہیں چھوڑنے والی"

وہ بھی تو اسے اپنے نام لگوانے پر تلی تھی، وہ اسے والہانہ نگاہوں سے تکتا شوخ مسکرایا۔

"اچھا اگر جنت چلی گئی تم کسی ایک اچھے کام پر اور تمہیں حورا پسند آگیا کوئی، پھر مجھے گھاس بھی نہیں ڈالنی تم نے"

داران نے بڑے جیلے ہو کر پوچھا جبکہ حورالفاظ داریہ نے پہلی بار سنا تبھی کھلکھلا اٹھی۔

"دیکھو جب میرے پاس میرا اپنا پرسنل حورا ہوا تو کیسے کسی اور کی طرف یہ لڑکی دیکھ پائے گی، تم نہ اس پر بھی جل جاؤ، سڑو"

داران کی جیلیسی پر وہ تپ کر بولی تو موصوف اسکے بالوں میں گھستے گردن میں چہرہ گھسیڑ کر شدت بھرا لمس گردن کے جا بجا بکھیرنے لگے کہ داریہ کی اتنے پر ہی جان لبوں پر آگئی۔

"م۔۔ ماہیر"

وہ اسکو ٹوکتی منمنائی تو موصوف اسکے ریشمی بالوں کی گھٹاؤں سے مدہوش سا باہر نکلے۔

"مجھے ایسی داریہ بہت پسند ہے، زندگی سے بھری۔ ہنستی مسکراتی، تمہارے آنسو یہاں میرے سینے پر تپش دیتے ہیں داریہ۔ میں جب تمہاری بھیگی آنکھیں دیکھتا ہوں تو دل پر سخت پکڑ جم جاتی ہے، کوئی احساس کلیجہ نوچ لیتا ہے۔ پلیز تم مسکراتی رہا کرو، کتنی پیاری لگتی ہو مسکراتے ہوئے، جیسے دنیا کی ساری خوشی ان سنہری آنکھوں میں آ بسی ہو، دنیا کے سارے خوبصورت رنگ اس چہرے نے چرا لیے ہوں، اور ساری نرمیاں ان ہونٹوں نے پالی ہوں۔ یہ چہرہ! یہ مسکراتا ہوا میری فلورنس کا چہرہ روح کے رفیق کی طرح وقت قضا کی تکلیف بھی بھلا سکتا ہے۔۔۔۔۔۔۔"

دفا وہ محبت و سرور سے بھرا، جذباتیت نے اسکی خوبصورت آواز اور خوش الحان کر دی، بھاری لہجہ داریہ کے گرد نادیدہ حرارت پیدا کرنے لگا پروہ آخری جملہ داریہ کے لیے انگارہ تھا۔

"اتنے پیارے اظہار میں مرنا مارنا ضرور لانا تھا، بد تمیز ہو تم۔۔۔ وحشی درندے"

آخری بات پروہ اسکے بال بکھیرتی روٹھ گئی، اسکی ٹھوڑی پر دانت گاڑے، اسکے سر کو کھانے لگی پر جب منہ میں اسکے گھنے سر کے بال آئے تو برا منہ بنائے پیچھے ہوئی تو دونوں ہی ہنس پڑے۔

"کھاو کھاو، دماغ تو چاٹ ہی چکی ہو، گنجا بھی کر دو نوچ لو شباش بال بھی"

وہ بھی تو اپنے نام کا ایک تھا، داریہ کو خوب شرم دلانی پر اسے آئی نہیں، تبھی بالوں کو چھوڑے وہ اسکے کان پر بائیٹ کرتی یکدم صوفے پر گرادی گئی، لمحہ لگا تھا داران اس پر حاوی ہوا۔

"یہ چھڑ دیا، کان کو نہیں چھونا چاہیے تھا۔ اسکا کنکشن غلط جگہ جڑا ہے"

وہ اسے خود پر جھکتا دیکھے جیسے اپنے پیٹ پر بے اختیار بچاؤ کو ہاتھ رکھ گئی، داران نے اس کے ہاتھ کو نوٹس کیا پر داریہ کو فیل ہونے نہ دیا اور بس اک بے خود جسارت ہی کرتا واپس پرے ہوا، وہ کھکھلاتی ہوئی بہت پیاری لگ رہی تھی۔

"تم اور تمہارے کنکشنز"

وہ ہنستی ہوئی اٹھی تو داران نے بھی اٹھ کر اسے بازوؤں میں دھیرے سے بھرا، داریہ نے اس کی گردن کے اطراف پیار سے بازو لپیٹے۔

"تھوڑا پیار کر لوں؟"

داران نے اس کی گال سے گال جوڑی تو وہ شرم سے پلکیں چھپکاتی اس کے گلے لیٹ گئی۔
"تھوڑا نہیں ماہیر"

وہ اس کے کان میں استحقاق سے بولی، داران نے قدم بیڈ کی طرف بڑھاتے ہوئے اس کی سانسوں پر تسلط جمالیا اور یوں سر جھٹکا جیسے کہہ رہا ہو چل بھاگ۔

.._____..

"آپ نے ڈنر نہیں کیا ملینگا۔ اٹھیں آپ کے لیے ڈنر لائی ہوں"

جب سے ایاد واپس گھر آیا تھا روم میں بند تھا، حمین نے ہی مایا کے ساتھ ماول کو بھی اس کی اداسی کا بتایا کہ وہ اپنے بابا کے سبب اپ سیٹ ہے تو ماول نے مایا سے ٹرے سجوائی اور روم میں لے آئی۔

"مجھے بھوک نہیں ماول، سونے دو"

وہ سیدھا لیٹا تھا، مگر بیزاریت سے جواب دینے کے بعد منہ پر تکیہ کھینچ کر دبا گیا، ماول کے دل کو دھکا سا لگا، وہ بھلے خود جتنا اداس کرتی اسے، لیکن کسی اور سبب ایاد کی افسردگی کسی صورت برداشت نہ ہوئی۔ دونوں کے پورے روم میں بہت سے پھول سجے تھے اور بڑا سا سفید بھالو بھی دائیں دیوار کے ساتھ بیٹھا تھا جسے ماول نے شام جاگنے سے اب تک خود سے لپٹا رکھا تھا کیونکہ یہ ایاد کی طرف سے اسکا گفٹ تھا، یہاں تک کہ اپنے روم کی دیکوریشن بابا اور دادو کو بھی وڈیو کال پر دیکھائی جنکے دل ماول کی چہک و خوشی پر مزید ہر غم سے آزاد ہوئے پنکھ کی مانند ہو گئے۔

لیکن جس نے ماول کے لیے یہ سب کیا اسکو تھینکو تو رہ گیا، اب وہ اسکی اداسی دیکھ کر خزن میں ڈوبی ہوئی تھی۔

ماول نے ٹرے میز پر جھکتے رکھی اور سیدھے ہوئے ایاد کے پاس بیٹھے اسکی بازوؤں سے تکیہ چھینا اور اسکے سینے جھک کر لیٹی، وہ تمام تر اداسی کے اسکو دونوں بازوؤں میں حصار لیتا مسکرایا، ماول کی ٹھنڈی ہتھیلی ایاد کی گردن سے لگے سکون پہنچا رہی تھی جبکہ اسکا چہرہ سینے سے لگا راحت بخش رہا تھا۔

"میرے ہوتے ہوئے تکیہ آپ سے نہیں چپک سکتا"

وہ فوری ٹانگیں سیدھی کیے اسکے بغل میں فٹ ہوئی جو ساری ٹنشن ماول کے کھلے پھول سے چہرے کو دیکھے بھول گیا۔

"تمہیں پسند آیا یہ سب؟"

گلاب کے پھولوں کی خوشبو سے کمرہ بھرا تھا، اوپر سے مایا نے سجاوٹ بھی کمال کی تھی۔

"مجھے لگا میں فیری ٹیل میں آگئی، جب جاگی تو میرے پاس تیڈی میڈی تھا۔ اتنا سو فٹو ہے کہ میرا دل کیا اسے بیڈ بنالوں۔۔۔۔ اور میری چچی بھی ساری بہت فٹ تھی۔ آپکو پتا ہے دادو اور بابا صدقہ اتار رہے تھے میری خوشی کا۔ پر نظر آپکو لگ گئی۔ آپکے بابا اچھے ہو جائیں گے اداس نہ ہوں، حمین انکل نے بتایا کہ انہوں نے ہرٹ کیا آپ دونوں بہن بھائیوں کو لیکن اللہ نے چاہا تو وہ بہت اچھے ہو جائیں گے۔ آپ تو بہت سٹرونگ ہیں، ماول جیسی بہادر کو بھیگی بلی بنادیا تھا، یاد کریں"

اس لمحے جب وہ خود سے بھی بات کرنا نہ چاہتا تھا یہ لڑکی آکر رگ رگ میں سکون بھر گئی، وہ کچھ نہ بولا اسے پکڑ کر اپنے سینے لگا گیا، وہ بھی اس پناہ میں آسودگی سے سمٹ گئی۔

"یس آئی ایم سٹرونگ۔۔۔"

وہ روبرو ہوا تو اسکی اداسی مٹ گئی تبھی تو ماول نے ضد ترک کرتے نرمی سے اسے مزید سکون دیا، وہ گلاب کی پنکھڑیوں سے لب اسکے ماتھے پر رکھے، پھر گال پر، پھر ہونٹوں کے کنارے لے جاتی دور ہوئی تو اسکا پورا چہرہ خود ہی سرخ ہو گیا۔

"اب اٹھیں تھوڑا سا کھالیں۔ کھیر کے ساتھ میں نے اور خالانہ اچار گوشت بنایا ہے۔ آپکو بہت پسند ہے ناں میرے لیے تھوڑا سا کھالیں"

وہ قریب آکر دور ہو گئی پر وہ راضی رہا، ماول اپنی بساط سے بڑھ کر کر گئی تھی کہ اسکے جسم میں اب تک کپکپاہٹ تھی، تبھی وہ فوری اسے آزاد کیے اٹھا بھی اور ماول کے مزید ایک بار کہنے سے پہلے ہی اس نے کھانا کھایا اور کمپنی کو دو تین بار نوالہ ماول کے منہ میں بھی ڈالا جس نے پیٹ بھرنے کے باوجود منہ میں لے کر ایاد کا دل رکھا۔

وہ اسے کھانا کھاتا دیکھے مسکرائی اور ٹرے اٹھا کر میز پر جا کر رکھ آئی، جبکہ اتنا کھانے کے بعد وہ کچھ چہل قدمی کرنا چاہتا تھا۔

"میرے آنے سے پہلے سو جانا ورنہ شاید تمہاری محبت کے آگے ہار جاؤں، میری زندگی کے اس کڑے وقت جو مجھ پر بہت بھاری ہے تم میرے پاس ہو تو یہ اس بات کا ثبوت ہے ماول کہ اللہ نے مجھے معاف کر دیا۔ ہمیشہ میرے پاس رہنا، ہمیشہ"

اسکے ملائم ہاتھ کو محبت سے چومے وہ نجانے کیسا اسم محبت پھونک گیا کہ او جھل ہونے کے بعد اسکی گرم جوش قربت نے ماول کو حصارے رکھا۔ وہ خود ہی اپنی عنایت یاد کیے سرخ رو ہوئی۔

"وہ لگ ہی بہت پیارے رہے تھے کہ میں خود کو روک ہی نہ سکی، یہ ایاد تو بہت الگ ہیں اللہ جی۔ ان سے تو مجھے عشق ہو جائے گا۔ میری ساری خوشی آپ میرے میلنگا کو دے دیں پلیز، وہ ادا اس تک نہ ہوں۔ میں بہت پیار کرتی ہوں ان سے"

وہ بیڈ کے کنارے بیٹھی معصومیت سے بڑبڑائی پر آہ دروازے کے پاس کھڑا یاد روم روم تک چین پا گیا، ماول کی محبت کی شدت اسکے رونگٹے کھڑے کر گئی پر وہ چلا گیا، یہ اعتراف اکیلے جینا چاہتا تھا۔ وہیں مایا بھی دھیرے دھیرے خود کو قائل کر رہی تھی کہ وہ اپنی زندگی کے تلخ سچ حمین کو بتا سکے۔ وہ اسکے بال بنارہا تھا، ہر رات بناتا، برش پھیرنے کے بعد اسکے کندھوں کا مساج کرتے جھک کر مایا کے کھلے بالوں سے اٹھی خوشبو ان ہیل کی تو وہ آگے بیٹھی بلش کی۔

اسے بہت آرام ملتا جب حمین یوں اسکے کندھے دباتا، اسے پسند تھا مایا کو ہر طرح راحت دینا۔
"حمین، ہاتھ دیں"

وہ زرا سا پیچھے پلٹی اور حمین کا ہاتھ پکڑے ہتھیلی چومتی وہیں سر اسکی گود میں رکھے لیٹی تو حمین کی چاہت بھری نگاہیں اسکے رخساروں میں گلاب اتار لائیں۔
"کیا دیکھ رہی ہیں؟"

اب وہ اسکے چہرے کو چھوتا مساج کرنے لگا، کبھی گردن پر ہاتھ پھیرتا کبھی پلکوں پر انگلیوں کی پوروں کا دباو دیتا اور پھر رخساروں کے مسلسل زکو پر پس کرتا، یوں بھی مایا کی تھکن اتر جاتی۔
"دیکھ رہی ہوں کہ مجھے اللہ نے وہ ساری محبتیں ایک ساتھ عطا کر دیں جن سے محروم تھی۔ میں آپکے ان ہاتھوں کے قربان جاؤں۔ مت تھکایا کریں خود کو۔ میں بگھڑتی جا رہی ہوں"

اسے دونوں ہاتھ پکڑ کر چومتے اپنی گردن کے گرد جمائے وہ نمدیدہ ہوئی، پر وہ تو یوں سکون محسوس کرتا۔

"میں راحت محسوس کرتا ہوں مایا، آپکا کیا جا رہا ہے۔ اور بگھڑ جائیں، حمین چوہان ہے ناں آپکے نخرے اٹھانے کے لیے"

اس محبت کے غلبے پر وہ بے اختیار اٹھی اور حمین کی طرف رخ کیا، اس وقت وہ دل کو مٹھی میں بھر لیا کرتی تھی۔

"کبھی مجھ سے دور مت جاییے گا، مجھے آپکی بہت بری عادت ہو گئی ہے۔ میں کچھ بتانا چاہتی ہوں لیکن ابھی نہیں، ہمت چاہیے۔ کیا آپ مجھے سننے کے بعد بھی یو نہی پیار کریں گے ناں حمین؟"

اسکی آواز نرم تھی، جیسے اسکے دل پر اب حمین کو سچ نہ بتاپانے پر سل دھری ہو۔

حمین نے اسکے رخساروں کو ہتھیلوں کا حصار دیا، پیار سے اسکی جبین پر مہر انسیت درج کی۔

"آخری سانس تک کروں گا، میں ہمیشہ آپکو سننے کے لیے تیار ہوں۔ میرے معاملے میں آپ کھل کر غرور کیا کریں فریگرنٹ لیڈی"

وہ یوں کر کے ہمیشہ اسکی جان لے لیتا تھا، اور مایا لمحہ بہ لمحہ حمین کی الفت میں ڈوبتی جا رہی تھی۔

"ج۔۔ حمین! آپ میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی ہیں۔ میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں"

اپنی بازوؤں کا ہار اس کے گلے میں ڈالتے ہی روتے ہوئے لپٹ گئی جبکہ حمین اب یہ اظہارات سننے کا کافی عادی ہو چکا تھا، پوری قوت سے اس نازک جان کو اپنے جان دار حصار میں بھینچ کر اسکی معصوم، مقدس اور جان لیوا محبت وصول کر لی۔

وہیں جب تک ایادلوٹا ماول سچ میں سوچکی تھی، تبھی اسکے پہلو میں آستے اس نے ماول کو اپنے سینے میں بھر لیا، اتنا سکون ملا کہ دل کا زخم مندمل ہوتا محسوس ہوا۔

وہیں زمیل اور جہانگیر کے بیچ ساری رات باتیں ہوئیں، وہ جہانگیر کی سن کر غمزہ ہوا پر یار کو پریشان کرنے کے بجائے اسکی دلجوئی کی اور یقین دلایا کہ وہ اسے شمن دے کر ہی اب اس دہلیز سے جائے گا، خود ماریہ صاحبہ مطمئن تھیں کہ دونوں یار ساتھ ہیں تو غم بانٹ لیا ہوگا۔

.._____..

ایک اور رات بیت گئی، ملبورن میں نئی صبح طلوع ہو چکی تھی، یہاں بھی عاقب کی یہی روٹین تھی کہ وہ اٹھتے ہی جم چلا گیا، ساری رات دوبارہ انیب کو نہ دیکھنے گیا نہ مزید تنگ کیا، وہ خود ہی نوبے تک جاگی، سر میں اب تک شدید درد تھا، رات جانے کب رو کر تھکنے کے بعد وہ سو سکی تھی۔

اٹھ کر واش روم جا کر ہاتھ منہ دھویا، آنکھوں کی سو جن دل میں تیر سی چبھی پر خود سے نظر ملانی زیادہ دیر ممکن نہ ہوئی تو بے دلی سے اپنے ہی عکس سے منہ موڑ گئی، گہرے سانس کھینچے، دل پر ہتھیلی مسلی،

عاقب کارات والا روپ آنکھوں کے سامنے پھر آیا، وہ اب تک اپنی سانسوں میں موجود حرارت محسوس کر کے آدھی ہو رہی تھی۔

اس باریہ سزانہ تھی پھر بھی انیب کو پور پور زخمی کر رہا تھا اسکا یوں چھولینا۔

جب خود کو واپس مضبوط کر لیا تب وہ کمرے سے نکلی، اپنا فون تلاشتا تا کہ جاسم انکل کو اپنی خیریت بتا سکے، لاونچ میں رکھے میز پر ہی اسے اپنا فون نظر آیا لیکن اس سے پہلے وہ جھک کر اٹھاتی، وہ نجانے کہاں سے سر پر آرکتے پہلے ہی فون اپنے ہاتھ میں لیے انیب کی پہنچ سے دور کر گیا، جیم ویسٹ اور ٹائیٹ ٹراوز پہنے نم نم خلیہ تھا جیسے ابھی نہا کر آیا ہو، اور ویسٹ بھی تکلف تھا کیونکہ اسکے ٹیکس اور ڈولے تو عود عود کر باہر جھانک رہے تھے، ایسا فیشن بھی اگلے کو پانی پانی کر دے، انیب نے نظریں اس پر سے فور اٹھائیں، خود کو ہوش دلائی۔

"مجھے فون دو پلیز"

بنا نظریں ملائے ہی وہ چینخی، عاقب نے فون دوسری طرف کاوچ پر پھینکا جبکہ خود انیب کی راہ میں جما کہ وہ لہو ہوتی آنکھوں سے اسے گھور کر رہ گئی۔

"اب کیا تکلیف ہے، امن پسند کیوں نہیں بن رہی۔ ہم نارمل ہو سکتے ہیں، اگر تم اکڑ کم کر لو

تھوڑی۔ گھر ہے، تمہارا گھر والا ہے، لگے ہاتھوں رخصتی کروالیتا ہوں تمہاری کیا خیال ہے"

وہ اسکے گھورنے کی پرواہ کیے بنا اپنے بے باک مگر نیک ارادے بتاتا انیب کا دل کچل کر رکھ گیا۔

"تم بہت ہی لفنگے، بیچ اور بد تمیز ہو سنا تم نے"

وہ اسکے برہنہ سینے پر ہاتھوں کو رکھ کر پرے جھٹکنے لگی تاکہ فون تک پہنچے مگر وہ اسے دونوں ہاتھوں سے دبوچتا اپنے مقابل جما کر رکھ گیا۔

"اوہ، پھر اس لفنگے، بیچ اور بد تمیز سے محبت کیسے ہو گئی آپکونیک پروین صاحبہ"

اگلے پچھلے طنز کے سارے ریکارڈ توڑتا ہوا پھنکارا جبکہ انیب شرم، غصہ اور بے بسی تینوں میں مبتلا ٹھیک سے کچھ بول بھی نہ پارہی تھی۔

"ع۔۔ عاقب لیومی، تم نے رات میرے کمزور پڑنے کا فائدہ اٹھایا ہے۔ میں کوئی عشق نہیں کرتی تم جیسے سے سن لو۔ سو دوبارہ میرے قریب مت آنا"

اک اک لفظ لرزتا ادا کیے وہ اپنے آپ کو بچانا چاہتی تھی پر آگے سے عاقب جیسے ہنسا، اسکا دل کپکپا گیا۔
"تو دور کیوں نہیں کیا مجھے جب میں تمہاری کمزوری کا فائدہ اٹھا رہا تھا، تب تو تم فوت ہو گئی تھی آئی تھنک"

تمسخرانہ ہوتا وہ انیب کو پھر تکلیف دے رہا تھا، جسکا دل چاہا کسی کھائی میں کود جائے پر دوبارہ اس وحشی کے سامنے نہ آئے۔

"ع۔۔ عاقب۔۔۔۔ سٹاپ"

وہ کرب کی آخری حد پر کر لائی تھی، عاقب کے چہرے کی رنگت بدلی۔

"آئی ایم سوری لیکن مجھے تم سے لڑ کر دلی تسکین ملتی ہے، پلیز رونا مت۔۔۔۔۔ تم مجھے تھپڑ مار لو، وہ سارے جو پینڈنگ ہیں۔ پر اک آنسو بھی مت پٹکانا میں خود کو روک نہیں پاؤں گا"

لمحہ لگا تھا عاقب نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرتے اسکی آنکھوں کی نمی آنکھوں تلے ہی انگوٹھے کی پوریں پھیرتے وہیں روک دی جبکہ انیب کے سر میں ٹیس اٹھی، وہ قریب ہوا اور اسکے زخمی ماتھے کو چوما، چند آنسو انیب کی رخساروں پر تمام تر بند لیش کے بہہ گئے۔

"ت۔۔۔ تم بہت برے ہو، آئی ہیٹ یو عاقب"

اسکے پیار بھرے لمس پر وہ اسکے سینے میں چھپ گئی، رودی، وہ ٹوٹ چکی تھی، اس سے جینا مشکل ہو رہا تھا۔

"آئی آنسو ہیٹ مائی سلیف۔۔۔۔۔ لیکن تم غیر اہم نہیں ہو اب میرے لیے، نفاست اور سلیقے کا عاقب موہان سے دور دور تک تعلق نہیں لیکن یہ سچ ہے میں تمہیں رلانا کبھی نہیں چاہوں گا، میں تمہارے لیے کچھ الگ فیل کر رہا ہوں جب سے تم میرے نکاح میں آئی ہو"

وہ جسکی سانسیں اکھڑ رہی تھیں عاقب کے ان جذب بھرے جملوں پر اسکے سینے سے ہٹ کر اسے محبوبیت سے تکتے لگی۔

کتنی آس تھی اس انازادی کی آنکھوں میں۔

"الگ م۔۔۔ مطلب؟"

وہ بھیگی آواز سے اسے دیکھتے بولی تو عاقب نے اسکو پکڑ کر وہیں بٹھایا اور پاس بیٹھتے اسکے بالوں کو سنوارتے انگلیاں الجھ جانے پر جیسے مسکرایا، انیب اسکی مدہوش مسکراہٹ سے نظر نہ ہٹا سکی۔

"مطلب یہ کہ مجھے بری نہیں لگتی تم فسادن، میں تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔ تمہیں دیکھنے کی ضرورت محسوس ہونے لگی ہے۔ اور ہاں میں اب بھی دار یہ سے ہی محبت کرتا ہوں۔ کسی خوش فہمی میں مت پڑنا لیکن میں تمہیں کھو کر شاید خود کو کھودوں۔ آئی کانٹ ایکسپلین اور کنکشن۔۔۔۔۔ لیکن کچھ تو ہے جو مجھے تمہارے گرد گمارہا ہے، اگر میری نہیں تو یقیناً وہ تمہاری محبت کی کشش کا مرکز ہے۔۔۔ تو کہتی کیوں نہیں ہو؟"

اسکی آنکھیں انیب کی آنکھیں پر تھیں پر وہ آخر تک چراگئی، ابھی بھی وہ اسے محبت کے اظہار کے لائق نہ لگا، وہ ستم گر تھا، وہ ہر جائی تھا۔

"نہیں ہے محبت، تم سے کسی کو محبت ہو بھی کیسے سکتی ہے"

وہ منہ موڑ گئی کیونکہ وہ اسکا دل توڑ چکا تھا۔

"دیکھو لڑکیوں میں اتنی انا اچھی نہیں لگتی، یہ ہم پر ہی سوٹ کرتی ہے۔ ادھر دیکھو اور میری آنکھوں میں دیکھ کر بس اتنا کہہ دو کہ یو ہیٹ می۔ قسم کھاتا ہوں اسی لمحے تمہیں اس رشتے کی قید سے نجات دوں گا اور ساری زندگی تمہیں اپنی منحوس شکل نہیں دیکھاؤں گا۔ لیکن میری خوش فہمیاں ختم کرو پہلے"

وہ اسکی بازو پکڑے، اسکے الجھے گھنگھریالے بال سمیٹ کر اسکی کمر پر ڈالے ان اداس آنکھوں میں تک رہا تھا جو دھندلا رہی تھیں۔

دونوں طرح ہی انیب کی ہار تھی۔

"مجھے نہیں کہنا کچھ بھی"

وہ ہارتی ہوئی آواز لیے بولی تو اسکی سانس دبی۔

"انیب! تم اتنی ضدی کیوں ہو، ایک اقرار ہی تو ہے"

وہ یہ سب با آسانی جتا، کہہ سکتا تھا پر انیب کے لیے جان سے گزرنے کا مقام تھا۔

"جس دن صرف میرے ہو جاو گے تبھی اب یہ اقرار ہو گا"

گویا قیامت کے دن کا وقت دے دیا، وہ تلملا کر رہ گیا۔

"نہ ہو سکا تو؟"

واضح باغیانہ سوال تھا۔

"تو کچھ نہیں، ہماری کہانی ختم"

اتنی آسانی سے وہ یہ بولی کہ اس بار دل پر تکلیف کے پہاڑ مقابل ٹوٹے۔

"شروع ہی کہاں ہے؟ زہریلی فسادن۔۔۔۔۔ تم چاہتی ہی نہیں میں دو لمحے چین لوں"

وہ اس پر بگھڑا جیسے نشے کا عادی انسان طلب پوری نہ ہونے پر ہتھے سے اکھڑنے لگتا ہے۔

"میں نے تمہارے چین کا ٹھیکا نہیں اٹھایا، میری اپنی بھی کوئی خوشی اور راحت ہے"

وہ بھی اسکے منہ پر اسکی طلب مار گئی۔

"جہنم میں جاو گی شوہر کو رد کر رہی ہو"

سارے سبق اسے اپنی باریاد آرہے تھے، انیب اسکی خود غرضی پر زہر خند مسکائی۔

"تم بھی میرے ساتھ ہی جاو گے، کسی کو جیتے جی زرا زرا کر کے مار رہے ہو"

حساب باک کرتی وہ اٹھی تو عاقب نے اسکی کلائی پکڑے کھینچا تو وہ اس پر آن گری لیکن آنکھیں پھیر لیں کہ وہ انکا درد نہ دیکھ لے۔

"ٹھیک ہے پھر وہاں بھی تو ساتھ رہ کر ایک دوسرے کو بھگتنا ہے، یہیں سے شروع کرتے ہیں"

عاقب کی آنکھوں میں رات سے دگنی شدت تھی، تشنگی تھی جو اسے اور وجیہہ کر گئی۔

"میں جان لے لوں گ۔ گی تمہاری"

وہ رونے پر بند باندھے چلائی۔

"تم نے رات لے لی ہے میری جان، ابھی مت رو کو مجھے۔ میں پاگل ہو جاؤں گا ورنہ۔۔۔۔ مجھے اس

سکون کی ضرورت ہے، تم نہیں دے سکتی تو مجھے چھین لینے دو"

اسکے لب و لہجے کی جنونیت اور طلب پر وہ کانپ اٹھی لیکن عاقب نے اسکی کسی مزاحمت کو اہمیت نہ دی

اور چند لمحوں میں ہی انیب کو بھی سانسیں بانٹنے میں اپنا طرف دار کر لیا، وہ بھی تو حق دار تھی اس نشاط

کی، اس ستائش کی، اس آسودگی کی سو ہتھیار کچھ لمحوں کے لیے پھینک ڈالے پرانا پھر سے وار کیا تو اسے خود سے دور جھٹک گئی۔

"تمہیں سمجھ نہیں آرہا مجھے یہ سب نہیں چاہیے، ضرورت نہیں بننا مجھے تمہاری"
اسکے جھٹکنے پر وہ خمار و غصے سے سرخ ہوتی آنکھوں سے دیکھتا انیب کے دیے جواب پر اختتام تک غصہ جھٹک بھی گیا۔

"تو پھر جان بننا ہے تمہیں میری؟"

سابقہ مدہوشی میں مبتلا ہو کر انیب کے سرخ رو چہرے پر تشنہ نظریں گماتے آنچ دیتا لہجہ اختیار کیا، وہ سرد پڑی۔

"نہیں، جاو جس مرضی لڑکی سے ضرورت پوری کرو۔"

ناراضگی اور ہچکچاہٹ کے گہرے بادل آنکھوں میں لائے وہ اس پر سے اٹھنے لگی مگر وہ اطراف حصارا ہاتھ لپیٹ گیا تو وہ واپس جھک گئی۔

"ناں بیگم! تم نے کہا تھا کسی لڑکی کے پاس بھٹکنے نہیں دوں گی، قائم رہو اپنے کہے پر۔ انیب جہانگیر تو اپنے کہے کی بہت پکی ہے۔ اب میری ضرورت ہو یا خواہش تمہیں ہی پورا کرنا ہے"

اب تک لہجے میں غرور لیے گھمبیر ہوئے اسے رد کیا جو کتنی ہی دیر بس اسکی آنکھیں میں تکتی گئی۔

تب چھپکیں جب وہ قریب کرتا ان پر ہونٹوں کو نرمی سے رکھ گیا، لمحہ بھر اس پیار بھری جسارت نے انیب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ لائی۔

"مسکرائی یعنی ہاتھ آئی۔۔ ہا ہا۔۔ فلیٹ ہو گئی ہو مجھ پر، تو ناشتہ بنا دو۔ اپنے ہاتھ کی مست کافی بھی" وہ فرمائش کو پورے حق سے کیے انیب میں خوبصورتی سے اعتماد بھر گیا۔

"میں ملازم نہیں ہوں تمہاری"

فوری ہٹ دھرمی دیکھائی۔

"تم میری فساد پارٹنر تو ہو"

وہ بھلے سنجیدہ تھا پر اسکی دوغلی آنکھیں آج بڑا خوبصورت مسکرائیں کہ کتنے لمحے انیب نظر ہی نہ ہٹا سکی۔

"ہمم۔۔ اس لیرو لیرو ویسٹ سے اچھا تھا تم ویسے ہی گھوم لیتے، ہٹو شرم نام کی چیز ہی نہیں تم میں" اسکے چہرے سے نظریں ہٹائے وہ آنکھیں میچتے بڑبڑائی جس پر عاقب کے ہونٹوں پر مدہوشی رقص کی۔

"خدا کا خوف کرو، میرے جلوے ڈائریکٹ دیکھ کر تمہارا دم نکل جاتا تو کیا جواب دیتا ماموں اور نانی جان کو۔ رہی بات شرم کی تو تم آنکھیں چرائے بنا بھی دیکھ سکتی ہو۔ فی الحال تھوڑا تمہارا ہوں"

وہ جو پہلے ہی دھڑکنوں کے شور سے بدحواس تھی، ایسے شوخ لب و لہجے میں اکساتے جملوں پر سہم کر رہ گئی، لگاد ل کی دھڑکن چینخ کر راز کھول دے گی۔

وہ اسے چہرے پر واپس آنکھیں جما پائی تو اسے اپنی طرف کچھ الگ نظروں سے دیکھے حیران ہوئی۔
"جانے دو مجھے"

اس چٹانی حصار کی قید میں اسکا سچ میں دم نکل جاتا تبھی منت پر اتری وہ انازادی۔

"مزید ارناشتہ ود کافی؟"

وہ تصدیق کو مچلا۔

"میں کافی جھوٹی کر کے دوں گی دیکھنا"

وہ ضد میں بڑبڑائی جس پر عاقب کھل کر ہنسا۔

"پھر تو جام کا کام کرے گی"

وہ کمینگی سے آنکھ دبا گیا جس پر وہ پوری ہمت کرتی اسکے حصار سے نکل کر سنبھل کر اٹھی پر نظریں ملانا وہ محال کر چکا تھا، فوراً سے کچن کی طرف قدم بڑھائے اور درحقیقت وہ عاقب کو یوں مزید دیکھ نہ پارہی تھی، موصوف نے اک خمار آلود نگاہ بھاگتی انیب پر ڈالی اور وہ زرا سی ویسٹ بھی جھٹکے سے تن سے جدا کرتے بڑے سرور سے انگڑائی لی کہ کسرت کیے وجود کی ہر رگ تن کر رہ گئی۔

کچھ تو ہوا تھا اسے، کمینہ بہکتا بھی بڑا ظالم تھا۔

.._____..

"مس عنایہ"

مانوس پکار پر وہ جو ناشتے کی پلیٹ پر جھکی تھی ہڑبڑا کر گردن گماگئی تو یچی کو نئے روپ میں دیکھ کر آنکھوں میں چمک لائی۔

"مسٹر خازق! آپ تو بالکل بدل گئے"

یہ ان دو کے نئے نام تھے، یچی "خازق" جبکہ بیلا "عنایہ" بننے والی تھی، آج ان دو کی بھی روانگی تھی، مگر پہلے دار یہ نے ہوٹل سائن ان کا کام نمٹانا تھا تبھی وہ اور داران نکل چکے تھے فجر کی نماز ادا کرتے ہی۔

"دانت اندر کرو"

یچی کے اندر کا کیڑا فوراً سے باہر کودا، بیلا نے بہکی نظروں میں غصہ بھرا تبھی رجال بن کر اندر ٹپکتے عمر کو دیکھ کر دونوں کا منہ کھل گیا، وہ بالکل رجال چغتائی لگ رہا تھا پر بچارے سے اپنی بتیسی سنبھالنی مشکل تھی۔

فوراً سے فیشل ماسک اتار کر دونوں حیران نفوس کو آنکھ ماری تو اسکا اصل موہنا چہرہ دیکھ کر مقابل تسلی ہوئی۔

"اگر وہ منحوس بن ہی گئے ہو تو اپنی ہنسی کی بھی وفات کروادو، سیریس رہنا ہے تمہیں۔ ناشتہ کر لو پھر نکلنا تم"

یچی نے اسکے لیے چائے کپ میں ڈالی جبکہ عمر کر سی گھسیٹ کر ٹھیک بیلا کے ساتھ بیٹھا جسکا اپنا منہ اتر
تھا۔

"یہ خوش کب ہوتے ہیں میم"

عمر نے بیلا کے کان سے لگ کر پریشان ہوئے پوچھا جو پہلے ہی بھری بیٹھی تھی۔

"جب بیلا بخاری مرے گی"

وہ تو بول گئی پر یچی حیدر کے کانوں میں یہ زہر اتر اتو آنکھوں میں تکلیف چھا گئی۔

"مریں آپکے دشمن، چھوڑیں انکو۔ مجھے دیکھیں۔ کتنا ہنڈ سم ہوں۔ میری گرل فرینڈ بننے کے آپکو

بہت فائدے ہوں گے، لافنگ یوگا کروایا کروں گا جس سے آپ کی پسلیاں دکھنے لگیں گی"

عمر نے بیلا کا اتر اچہرہ دیکھتے دل جوئی کو آفر کی تو اس سے پہلے وہ کھل کر ہنس پاتی، عمر کو لگا کسی نے اسے
گردن کی کچھلی طرف سے پکڑا ہے۔

"میرے بچے مجھے بھی آتا ہے ٹھڈایوگا، اس سے تمہاری پسلیاں صرف دکھیں گی نہیں بلکہ چڑمڑ ہو

جائیں گی۔ غیرت نہیں آتی، ادھر ہم کتنے رسک میں پڑنے جا رہے اور تمہیں عاشقی معشوقی کی پڑی

ہے۔ ناشتہ کرو اور اپنی شکل گم کر لو شرافت سے ورنہ رجال پارٹ ٹو سمجھ کر ہی میں نے تمہاری ہستی فنا

کر دینی ہے"

یچی کو تو آگ لگ گئی پر عمر آگے سے بیلا کو جیسے آنکھ مار گیا، یچی نے فرائے پین ہی اٹھایا جبکہ اس بار عمر کا بچا و خود بیلا نے بچ میں کودے کیا، عمر نے سینڈ وچ اٹھایا دوسرے میں ماسک پکڑا اور بچا را جان بچا کر بھاگ گیا جبکہ یچی کی نظر غصے سے گھورتی بیلا پر گئی تو اپنی اس بکو اس بے اختیاری پر شرمندہ ہوا۔

"میرے ساتھ کسی کو ہنستا برداشت نہیں کر سکتے، تو حق کیوں نہیں دے دیتے کہ یہ دیوانی تمہارے علاوہ کسی کو دیکھے بھی نہیں"

اسکے ہاتھ سے فرائے پین لے کر پیچھے اٹکائے وہ آج قریب نہ آئی کیونکہ اپنی روز پر فیوم سے یچی کو مدہوش کرنا نہ چاہتی تھی لیکن وہ تمام تردد لکشی سے یچی کو آزما گئی۔

"میں صرف یہ چاہتا ہوں میرے سامنے کوئی یہ فضولیات نہ کرے، ویسے بھی ہمارا ورک پیریڈ سٹارٹ ہے۔ ایسی غیر سنجیدگی ہمارا نقصان کرے گی۔ اور تم جس مرضی کے ساتھ ہنسو مجھے کوئی پرواہ نہیں"

اک اک لفظ پر زور دیے خود کو بیلا کے وجود سے لاپرواہ ثابت کرنے کے باوجود کرنے سکا۔

"مشن کے بعد عمر سے شادی کر لوں پھر ڈائریکٹ، تم آؤ گے؟"

مستقل اسکے تاثرات جانچنے کو وہ دھماکہ کرتی یچی کی رگ رگ جھلسا گئی۔

"ہاں آؤں گا، تم پر تیل چھڑک کر آگ لگانے۔۔۔۔"

بہت روکا خود کو پر جیسے اندر کا کرب نکلتا ہے یہ جملہ بھی بے اختیار تھا۔

"مردوں کو میری جان جلایا نہیں کرتے، تمہارے علاوہ کسی اور کی ہوئی اگر تو مر جاؤ گی۔ پھر تم آگ لگا کر جلاؤ گے بھی تو کچھ فائدہ نہ ہو گا۔ سو بروقت میری قدر کر کے اپنے لیے سنبھال سکتے ہو، آپشن ابھی تمہارے پاس ہے"

زرا اسی سرخائی یہ کرب کہتے بیلا کی آنکھوں میں گھلی، وہ نظریں ہٹانے کی لاکھ کوشش کے ہٹانہ سکا۔
"ف۔۔ فضول باتیں بند کرو"

اتنا با اعتماد یچی حیدر چلایا تو اسکی آواز کانپ گئی۔

"جب بھی اتنے پاس آتے ہو، خود پر نئے سرے سے مروا ڈالتے ہو۔۔۔ تم دور رہا کرو"
وہ خود ہی کہہ کر دور ہوئی اور پلٹ گئی، اسے بھی ریڈی ہونا تھا تا کہ عنایہ کا گیٹ آپ کر سکے۔
"عمر بہت اچھا ہے، مجھے بہت پسند ہے"

جان بوجھ کر اسے سلگائے وہ اپنے ناشتے کی پلیٹ اٹھائے کچن کی دہلیز پھلانگ گئی جبکہ یچی نے کرسی کی پشت اپنے ہاتھوں میں زور سے جکڑ لی۔
کن پیٹی کی رگ ابھر کر تن گئی۔

.._____..

دار یہ کو ہوٹل آنے کی امید تھی پر جب داران نے گاڑی ہو سپٹل کے پارکنگ ایریا میں لگائی تو اسکی آنکھوں کی پتلیاں ٹھہر گئیں۔

موسکو میں صبح کے سات بج چکے تھے۔

"م۔۔ ماہیر ہم ہو سپٹل کیوں آئے ہیں؟"

وہ اسکا ہاتھ تھام گئی کہ کہیں وہ تو تکلیف کا شکار نہیں، اس کے سینے پر ہاتھ پھیرے ڈری آنکھیں داران کی گریٹس بلو آنکھوں پر جما گئی۔

"آئی ایم او کے۔ تمہارا چیک آپ ہے، جسٹ آٹل بٹ پین ہو گا جب وہ بلڈ لیس گے تمہارا۔ آجاو"

وہ پر سکون انداز میں کہے باہر نکلا تو داریہ کے پیروں سے جان سر کی، اسے پکاشک ہو چکا تھا۔

"پ۔ پ۔۔۔ بلڈ ٹیسٹ کیوں؟ دیکھو مجھے کچھ نہیں ہوا ماہیر۔ ہوٹل چھوڑ دو مجھے پلینز"

وہ اسکا ہاتھ پکڑے اندر جانے سے روکتی مچلی تو داران کاشک گہرا ہوا۔

"دس بجے تک پہنچا دوں گا، اور یہ ٹیسٹ میری تسلی کے لیے ہے۔ جب وہ تمہارا بلڈ لیس گے میں تمہارا

ہاتھ پکڑ لوں گا، بالکل درد نہیں ہو گا"

اسکے بال سہلائے پیار سے پچکارتے یوں لگا جیسے وہ کوئی چھوٹی بچی ہو۔

داریہ کو لگا اسکا بھانڈا پھوٹ جائے گا تبھی تو پیلی پڑ رہی تھی خیر مزاحمت کرتی تو داران کا شک بڑھتا

تبھی چپ چاپ اندر گئی، وہ رات ہی داریہ کے سوتے ہی اپنا منٹمنٹ لے چکا تھا، نرس نے آکر بلڈ لیا پروہ

صدے میں تھی کہ انجکٹ کا پتانہ چلا پھر بھی داران نے اسکے پاس ہی میٹرس پر بیٹھے اسکا ہاتھ اپنے

خوبصورت ہاتھ میں پھنسا لیا تھا۔

وہ اڑے رنگ والے چہرے سے جبراً اسے دیکھتے مسکرائی جبکہ چپک آپ کے لیے چونکہ وہ ڈاکٹر اکیلے کچھ دیر داریہ کے ساتھ رکنا چاہتی تھی تو داران روم سے چلا گیا۔

اور اسکے جاتے ہی داریہ نے ڈاکٹر کو کچھ کہا، کچھ اور کہتی تو ڈاکٹر کبھی ہاتھ نہ آتی تبھی یہ بہانہ بنایا کہ وہ اپنے ہسپتال کو خود سرپرانز دے گی تو اسکی بلڈ رپورٹ وہ لوگ نیگیٹو بنا دیں کیونکہ وہ آل ریڈی پریگنسی ٹیسٹ کر چکی ہے۔

پہلے تو وہ برٹیش ڈاکٹر نہ مانی مگر پھر داریہ نے قائل ہی اتنے اچھے انداز میں کیا کہ وہ مان گئیں۔ داران نے ڈاکٹر سے خود ہی انکی زبان میں بات کی جو اسے داریہ کے امید سے نہ ہونے کا بتائے فیک رپورٹ اسکے حوالے کر گئی جبکہ ریل والی داریہ نے اپنے بیگ میں چھپالی تھی۔ وہ لوگ ساتھ ہی ہو اسپتال سے باہر آئے، داریہ کو امید نہ تھی وہ کامیاب ہو جائے گی، داران کافی سنجیدگی سے اسکے لیے ڈور اوپن کرتا خود بھی دوسری طرف سے بیٹھا۔

"یہ سب کس لیے تھا ماہیر؟"

وہ اس سے پوچھے بنانہ رہ سکی۔

"رات تم اپنے پیٹ کے لیے کچھ ایکسٹرا ٹچی لگی تو مجھے لگا شاید۔۔۔۔۔ خیر میں چھوڑتا ہوں تمہیں ہوٹل"

داران اس سے پہلے گاڑی سٹارٹ کرتا وہ اسکی جانب سرک کر بیٹھی اور اسکا چہرہ اپنی طرف موڑا۔

"اگر میں سچ میں ایکسپیکٹ کر رہی ہوتی تو؟"

وہ اسکی آنکھوں کی فکر کھوجتے بولی جب پر وہ کچھ لمحے بس اسے ہی دیکھتا رہا۔

"تو میں تمہیں پاکستان واپس بھیج دیتا"

دار یہ کے چہرے کی رنگت بدلی، یعنی وہ سمجھداری کا مظاہرہ کر چکی ہے، داران کے جنون سے اسے یہی امید تھی۔

"ا۔ لیکن کیوں، یہ جانتے ہوئے کہ میں ہی واحد ہتھیار ہوں گریول کو گھائل کرنے والا۔ تم ایسا کیوں کرتے؟"

وہ جانتی تھی اسے دھوکہ دے رہی ہے پر اسے اس جہنم میں اکیلا نہیں چھوڑ سکتی تھی۔
"کیونکہ پھر تم میری جان سے کہیں زیادہ قیمتی ہو جاتی، میں ہر نقصان سہہ جاتا۔ لیکن تمہیں اس جہنم میں نہ جھونکتا"

دار یہ کی آنکھیں خفیف سی نم ہوئیں، کیونکہ داران کی آواز ضبط سے بھاری پڑ گئی تھی۔

"کیا میں ابھی جان سے قیمتی نہیں ہوں؟"

اسکے سوال پر وہ اسکی آنکھوں سے نظر چرا گیا۔

"ہو داریہ! لیکن ابھی میں مضبوط ہوں کیونکہ تم مضبوط ہو۔ تب میں کمزور پڑ جاتا، اور مجھے کمزور دیکھ کر تم مزید ڈر جاتی۔ چھوڑوناں، جو ہوا نہیں اس بارے بات نہیں کرتے۔ میں چاہتا ہوں جب تم ماں بننے کی خوشی پاؤ تب ہم کسی آزمائش میں مبتلا نہ ہوں۔"

اسکے ہاتھ کو چومتے اپنی کیفیت سمجھائی تو وہ باہیں اسکے گلے میں جمائیل کر گئی، دل بھر آیا تھا پر رو کر اسے تکلیف دینے سے ڈر گئی۔

"مجھے معاف کر دینا اس کے لیے، میں تمہیں کمزور پڑنے نہیں دوں گی"

وہ اسکی خوشبو محسوس کرتی کرب سے سوچے الگ ہوئی اور اسکی گال پر پیار دیا۔

"مجھے ڈراپ کر دو"

خود ہی فاصلہ بنائے اپنی جگہ بیٹھی جس پر وہ بھی جذباتیت سے نکلے اسے ہوٹل پہنچانے روانہ ہوا۔

Mandarine

ہوٹل پہنچے تو داریہ نے سیٹ بیلڈ کھولتے ہوٹل کی بلند عمارت دیکھتے گہرا سانس کھینچا۔

"ہے! اپنا خیال رکھنا۔ تمہیں ابھی میرے دس گیارہ بچوں کی ماں بننا ہے سمجھی، میری جان تم میں اٹکی رہے گی جب تک اس منحوس کے ساتھ رہو گی۔ پریشان مت ہونا میں تمہارے بہت آس پاس ہی ہوں گا۔"

الوداع کہنا بہت مشکل سہی پر داران کے لیے داریہ کو کہنا سوہان روح ہوا۔

"ہاں کرکٹ ٹیم بنوانی ہے تم نے، شوخے۔۔۔۔"

وہ نم آنکھوں سے مسکائی تو اس شخص کی بھی جان میں جان آئی لیکن وہ سچ میں اسے دور کرنے پر اذیت میں لگا۔

"تم بھی پریشان مت ہونا، کسی کو خود کو چھونے بھی نہیں دوں گی۔ اس وجود، دل اور روح کی ملکیت صرف تمہارے پاس ہے ماہیر شاہ۔ اور یہ ملکیت دونوں جہاں تمہارے پاس ہی رہے گی۔ میری ہر سانس تمہیں یاد کرے گی، اور میرا جلا دم مجھے اکیلا پڑنے نہیں دے گا۔ آئی لو ویو"

اسکے ہونٹوں کو چھوئے اسے قرار دیتی، اپنا احساس سکون وصولتے بولی تو وہ سر ہلاتے مسکرا کر اسے اپنے سینے لگا گیا۔

گرفت میں جدائی کے کرب کی شدت ابھی سے موجزن تھی۔

"آئی لو ویو ٹو دار یہ، ہم جلد ملیں گے۔ اب جاو اور محتاط رہنا ہر چیز میں۔ کچھ دن بھول جانا کہ میری فلورنس ہو، ڈی کے بن کر تباہی مچانی ہے تمہیں۔ جلا دن بن کر میری ہمت بننا ہے۔ اوکے"

اسکے آنسو پونجھے اسکے گال چومے، اور سمجھاتے ہوئے آزادی دی پر وہ اسکا ہاتھ تھامے پشت چومتی دوسرے ہاتھ کو اسکی گال پر ٹکائے کھینچ گئی تو وہ درد بے بسی کے باوجود مسکرا دیا۔

"میں تم پر پہلے ہی جان تک فدا ہوں، ایسے گڈ بائے کر کے تم نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا۔ ظالم۔۔۔۔۔ بائے۔ اللہ کی امان میں دیا تمہیں۔ مجھے واپسی پر میرا ماہیر یونہی ہٹا کٹا چاہیے، خیال رکھنا اپنا۔۔۔۔۔ اللہ حافظ"

اسکو پیار سے تاکیدیں سونپتے وہ اپنا بیگ لیے نگلی اور ڈنگی سے سوٹ کیس بھی نکالا جبکہ ماہیر نے اسے ہوٹل میں انٹر ہونے تک الوداعی خالی اور ویران نظروں سے دیکھا۔

"اسکی حفاظت کیجئے گا اللہ، میں نے اپنی داریہ کی امان آپکو سونپی۔ مجھے وہ یونہی واپس لوٹائیے گا" حلق میں عجیب سادرد تھا پھر بھی اسے دعا کا حصار بخش دیا اور گاڑی واپس موڑے سٹارٹ کر لی۔ "تو میں ہوں تمہاری امان پروردہ میرے بے بی، ہم جیت کر لوٹیں گے"

وہ اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھتی مسکرا کر خود کلامی کیے اپنے روم کی طرف بڑھی جہاں مینجر پہلے ہی اسے اسکا روم دیکھانے کے لیے منتظر کھڑا تھا۔

.._____..

"تو کہے تو میں شمن سے بات کروں، دومنٹ میں عقل ٹھکانے لگا دوں گا۔ وہ ہوتی کون ہے سارا ملبہ تجھ پر گرانے والی۔ دیکھ جہاں لگیر! وہ صنم ہے نہیں جانتی تیرا کرب، میں یار ہوں سمجھ سکتا ہوں کہ تو نے نازو کو کس دل سے چھوا ہو گا۔ پر وہ بھی کیا کرے عورت جو ٹھہری، بھلے نازیہ بہن ہو پر جلن تو سوتن والی ہی ہو رہی ہے اسے بھی"

ناشتہ ز میل اور جہانگیر نے لان میں مل کر کیا، بہت دن بعد ز میل اچھی نیند سویا، جبکہ ماریہ صاحبہ بھی دونوں کو ساتھ دیکھ کر بہت پر سکون تھیں۔

"نہیں ز میل، وہ جو کہے حق ہے۔ خیانت تو بہر حال کی ہے۔ تو پلیز مت بات کرنا، ابھی ناراض ہے تیری مداخلت اسے ضد کے پہاڑ پر جا بٹھائے گی۔ ہے تو آج بھی وہی سر پھری"

چائے کا کپ ہونٹوں سے لگا رہے تھے ز میل کی باتوں نے گھونٹ بھی اگلنے نہ دیا جبکہ جہانگیر کے گھبرا جانے پر ز میل خباثت سے ہنس کر میز کی اور جھکا۔

"اوائے ہوائے! اسکا نام لیتے ہی پیلا سرخ ہو جاتا ہے۔ شرم کھالے اب تو تیرے بال بھی سفید ہو گئے۔ اب تو یہ شرم و حیا اتار کر پرے پھینک دے۔ قسم سے میں ٹھیک رہا پھر، ٹوٹ کر چاہا گیا ہوں اس عورت کی طرف سے جو میرا جنون تھی۔ پر کھا گئی اسے میری محبت، ایک پہلے سال جو وہ میرے ساتھ رہی تھی شادی کے بعد، ساری زندگی کی محبت واردی اس نے۔ پر کیا پتا تھا کوئل اور میرے دنیا جہاں کے خوبصورت جوڑے کو بری طرح نظر لگ جائے گی، پھر تو وہ ناراض ہی رہی، اور میں تکلیف میں۔ اسکی موت میرے اندر کو کھا گئی تھی، تبھی تو انسان نہیں رہا اسکے بعد۔ اپنے بچوں کو جہنم میں جھونک دیا، یہ بھی نہ سوچا کہ کوئل کی امانت تھی۔ لیکن اب نہیں، میں بقیہ سارا قرض خود اتاروں گا، ملنے جا رہا ہوں دونوں سے"

زمیل کے کرب سن کر جہانگیر نے اس کے ہاتھ کو بردار نہ انس سے تھما، تسلی دی پر زمیل کے جانے کا فیصلہ ہرگز قابل اطمینان نہ تھا۔

"مت جا ابھی، صفدر پاشا کے لوگ تجھے کتوں کی طرح ڈھونڈ رہے ہیں"

جہانگیر اسے اب آنچ بھی آنے دینا نہ چاہتے تھے، زمیل یار کی فکر پر جان نثار کر دیتا تب بھی کم تھا۔
 "میں بھی خونخوار بھیڑیا ہوں میری جان! میرے لوگ بھی اکیٹو ہو چکے ہیں۔ تو فکر نہ کر، لیکن میں
 اب اپنے ہر گناہ کی تلافی کروں گا۔ میری زندگی کا مقصد اب اپنے بچوں کی معافی پانا ہے۔ اور تیرا بیاہ
 کرانا"

سنجیدہ گفتگو کو وہ آخری جملے سے شریر کر گیا تو جہانگیر بوکھلاہٹ کا شکار ہوئے۔

"پک مت"

جہانگیر اڑٹیار بنے نظر چراگئے، زمیل کھل کر ہنسا، اگر کہا جائے اس عمر میں بھی زمیل جلال خان دلکش مرد تھا تو غلط نہ ہوگا، دونوں یار ہی اسٹائلش اور پیرکشش تھے تبھی تو عمر سے کم لگتے۔

[illegible]

زمیل کی زبان کو روک نہ سکا تھا کوئی، جہانگیر کو لگا کانوں سے دھواں اٹھ رہا ہے، یہ وہی تھے جو بچپن سے اب تک اس خرافاتی کے ساتھ تھے ورنہ زمیل جلال کو تو سایہ بھی کب کا چھوڑ گیا تھا۔

"خدا کا نام لے زمیل، بکو اس کری جارہا ہے۔۔ جادفع ہو جان چھوڑ۔۔۔ پر اگر تجھے آنچ بھی آئی تو میں تیرا کلیجہ چیر دوں گا"

خفت سے بڑبڑاتے جہانگیر چائے کا کپ اٹھاتے دھمکا کر نو دو گیارہ ہوتے وہاں سے بھاگے تو زمیل کا قہقہہ معصوم سے جہانگیر کا پیلس انٹرنس تک پیچھا کرتا رہا۔

"اس کی شمن اسکے حوالے کر دوں، اپنی داریہ اور ایاد سے معافی پالوں۔ موت کو قبول کر لوں گا، اور آجاؤں گا تمہارے پاس کوئل۔۔ میری جان! میرے دکھ اور میری بے بسی تم جیتے جی نہ سمجھ پائی پر شاید جب میں سنور کر، اپنے گناہوں کی تلافی کر کے تمہارے پاس آؤں تو تم غصہ چھوڑ کر مجھے اپنے گلے لگا لو۔۔۔ اسی امید پر مرے گا زمیل کے بدلے میں مجھے تمہارا دائی ساتھ ملے گا۔۔۔۔۔ بہت یاد کرتا ہوں میں تمہیں"

وہ ہنستی آنکھیں کوئل کو یاد کیے بھیگ گئیں، آنسو کنارے تک چلے آئے، کوئل کے سوا اس شخص نے آج تک کسی عورت پر نظر نہ ڈالی تھی، اس سے بڑھ کر شاید زمیل کی وفا کا کوئی ثبوت نہ تھا۔

اور دار یہ بالکل اپنی ممی پر تھی، بہت زیادہ ایکسپریسو، بہت زیادہ بہادر اور کبھی کبھی منہ پھٹ، جبکہ ایاد نے شاید ڈرا دل ز میل سے پایا تھا، بظاہر پہاڑ کی طرح مضبوط پر اس پہاڑ کے اندر صرف کرچیاں تھیں، دراڑیں تھیں۔

.._____..

ناشتے میں ہر وہ چیز تھی جو عاقب نے فرمائش کی، جبکہ انیب کو نہیں پتا تھا کہ اسکے ہاتھ کی کریبی کافی اس ٹیڑی ہڈی کو اتنی پسند ہے، دو کپ پی چکا تھا وہ، جبکہ ناشتہ مکمل کرنے کے بعد یو نہی فارغ بیٹھا کافی کے سیپ بھرتا انیب کو تاڑے جارہا تھا جس سے مزید یہاں رہنا مشکل تھا، دادو سے اسکی ناشتہ بنانے کے بیچ بات ہو گئی اور جب اس نے یہ بتایا کہ وہ عاقب کے ساتھ ہے تو مار یہ صاحبہ تو خوشی سے اچھل پڑیں۔

جبکہ انیب کو دادو کی خوشی افسردہ کر گئی۔

بابا کو بھی اس نے خیریت کا بتا دیا اور جاسم موہان کو بھی جو جب سے عاقب مل کر گیا تھا کافی دکھی تھے۔
"میں جارہی ہوں جاسم انکل کے پاس، اور پھر واپس پاکستان چلی جاؤں گی"
اسکی نظروں سے بچتی وہ مشکل سے لفظ ادا کر سکی۔

مقابل کا اطمینان لمحے میں غارت ہوا۔

"سیدھی پاکستان نکل لو، وہاں کیوں جانا ہے"

عاقب کو اسکا جاسم کی طرف جانانا گوار لگا۔

"کیونکہ وہ میرے دوست بن گئے ہیں، مجھے انکا دکھ محسوس ہوا۔ انہوں نے بہت بے بسی اور کرب کی زندگی جی ہے سبرینہ پھپھو کے بعد۔ تم تھوڑا سادل نرم نہیں کر سکتے؟"

یہ ٹاپک عاقب کی رگیں دبوچتا تھا، اسکے چہرے کے خوبصورت نقوش میں تلخی گھلی۔

"انیب اچھا بھلا موڈ تباہ نہ کرو، میں تمہارے ساتھ مزید مس بیہوش نہیں کرنا چاہتا"

وہ سخت اکتایا ہوا اسے وارن کر گیا تو بے اختیار انیب نے اسکے مضبوط ہاتھ پر اپنے ہاتھ کی پکڑ جمائی، وہ اسکے نرم لمس پر ویسا ہی نرم پڑتے اسے دیکھنے لگا۔

"ابھی نہیں کہہ رہی لیکن کوشش تو شروع کر سکتے ہو"

وہ اسکے لیے کچھ اچھا چاہتی تھی، ماں کی نہ سہی باپ کی حسرت مزید نہیں سہہ سکتی تھی۔

نجانے کیوں پر عاقب سے انیب کی آنکھوں کا اصرار ٹالنا مشکل ہونے لگا تھا۔

"کچھ نہیں ہوگا کوشش سے، میرے اندر جو نفرت ہے وہ ختم نہیں ہو سکتی۔ میں نے پیچ آپ کر لیا تو می کیا کہیں گی کیسا کمینہ بیٹا۔"

مزید اسے بولنے نہ دے سکی اور زرا آگے ہوئے اپنا ہاتھ اسے ہونٹوں پر رکھ بیٹھی، عاقب نے اک

نظر اسے اک اسکے ہاتھ پر ڈالی لیکن جب انیب نے گھبرا کر ہٹانا چاہا تو وہ پکڑ کر اپنے رخسار سے جوڑے

اسے کرسی سمیت اپنے نزدیک سرکا گیا۔

"تم بال سٹریٹ کروناں پلیز"

وہ یکدم موڈ بدل گیا، انیب کی گھبراہٹ حیرت میں بدلی۔

"واٹ؟"

وہ حواس باختگی سے بڑبڑائی۔

"ہاں، مجھے تمہارے بالوں میں ہاتھ پھیرنے ہیں، پریوں کہ میرا ہاتھ اٹکے نہ"

وہ اسکی معصوم خواہش پر اسے ہی تکتی گئی، آنکھوں میں خود ہی نرمی چھلکی۔

"محبت نہیں ہے تو پھر کیوں پھیرو گے؟"

اسی میں کھو کر مبہم سا بولی، وہ اسکے ہونٹوں پر نگاہیں پھیرتا آنکھیں میچ کر اسکی آنکھوں تک دقت سے لایا۔

"مزہ آئے گا"

جواب میں من مانی تھی۔

"مجھے واپس جانا ہے"

وہ بگھڑ کر اٹھنے لگی تو وہ بھی سینے سے لگتا اکڑ کر اٹھا تو وہ ٹکرائی۔

"میں کرا یہ نہیں لوں گا تم سے، رہ سکتی ہو یہاں بھی۔ مل آنا اپنے جاسم انکل سے جب دل کرے"

وہ بولا تو نہیں پر چاہتا یہی تھا وہ اسکے ساتھ رہے۔

"ہمم۔"

وہ نظر جھکا گئی تو عاقب نے اسکے ماتھے کے زخم کو ہاتھ سے چھوا، وہ کراہی تو ہاتھ ہٹا گیا فوراً۔

"کچھ دیر ریسٹ کرو جا کر، زخم بہتر نہیں ابھی"

وہ اسے امتحان میں ڈالتی نظریں لیے مستقل گہرا تک رہا تھا کہ وہ کھڑا رہ پانا مشکل جان رہی تھی۔

"اوکے"

وہ جانے لگی تو بے اختیار عاقب نے اسکا ہاتھ پکڑا، کچھ ہوا تھا دونوں کے دل کو، وہ پلٹی جیسے جاننا چاہتی ہو روکنے کا سبب۔

"اچانک سے اچھی کیوں لگنے لگی ہو؟"

وہ بھولے پن سے چھپانے والی بات کو اسی کے لیے سوال بنا گیا تو انیب کے سارے جواب کھو گئے۔

"کیونکہ میں ہوں ہی اچھی"

بظاہر تو دل چاہا تھا اسکے گلے لگ جائے پر خود پر جبر کرتی کہہ کر پاس سے ہاتھ آزاد کروائے چلی گئی جبکہ

عاقب نے عجیب سی نظر اپنے ہاتھ پر ڈالی، اچھا نہ لگا تھا ہاتھ، اس میں انیب کا ہاتھ بہت سچ رہا تھا۔

"مرد کو جب چار شادیوں کا حکم ہے تو محبتیں بھی تو دو ہو سکتی ہیں، دوا بھی بھی باقی ہیں سو ٹنشن نہ لے

عاقب۔۔۔ اٹس نارمل"

اپنے بدلتے دل کو یہ بڑبڑا کر حوصلہ و شٹ آپ کال ساتھ دی اور خود بھی کافی کاگ پکڑتا بالکونی میں جا کھڑا خوبصورت سا چار اطراف سبزہ دیکھنے لگا پر صاف لگ رہا تھا عاقب موہان کے دل کے ساتھ ہاتھ ہو گیا ہے۔

.._____..

حمین آفس جبکہ ماول اور ایاد کالج جانے والے تھے، ناشتہ سب نے مزے سے مل کر کیا جبکہ سب چیخ ہی کرنے گئے تھے، مایا کے لیے یہ فیلنگ بہت خاص تھی کہ وہ سب کو انکے کاموں پر روانہ کیے پھر میڈ کے ساتھ مل کر لنچ بنواتی، پھر سب کا انتظار کرتی، اپنے گھر کو سنوارتی، اپنی اس خوبصورت زندگی پر شکر بجالاتی۔

حمین کو کوٹ پہنانا، اسکی شرٹ کے سٹڈ جمانا، اسکی آنکھوں کی بے باک و بے شرم گستاخیاں سہنا، اسکے محبت بھرے اقدامات پر دل کی دھڑکنیں استوار کرنا یہی تو مایا کی خوبصورت صبح کے لاڈلے کام تھے۔ جبکہ ماول بھی کالج کے لیے یونیفارم پہنے تیار تھی اور اپنے حسین ملینگا کو دیکھ رہی تھی جس نے آج ہاف وائٹ پلین شرٹ کے ساتھ چاکلی پیٹ پہنی، کف فولڈ کیے اور گریبان کے دو بٹن کھلے چھوڑے، خود پر پرفیوم سپرے کرتا بے ساختہ ماول کو دیکھ بیٹھا جو دل و جان کی توجہ و نرمی آنکھوں میں بسائے اسے دیکھ رہی تھی۔

ایاد نے اسکے قریب ہاتھ کیا اور اپنی پرفیوم کا سپرے ماول کی گردن پر کیا تو وہ ہوش میں آئی۔

"ملینگایہ جینٹس ہے"

وہ گردن پر ہاتھ مارتے بولی جیسے روٹھی ہو۔

"لیکن میری فیورٹ ہے، اور میں چاہتا ہوں میری جان جیسی اس گڑیا سے بھی میری ہی فیورٹ خوشبو آئے"

وہ اتنے پیار سے بولا کہ وہ اپنی گردن سے ہاتھ ہٹائے دونوں بازو ایاد کی گردن میں جمائل کر گئی، وہ اسکی شہہ رگ سے ناک رگڑتا در حقیقت ماول کے جسم کی مدہوش خوشبو محسوس کر رہا تھا۔

"ایسے لاڈ کریں گے تو وائف کبھی نہیں بن پاؤں گی، چھوٹی سی محبوبہ ہی رہ جاؤں گی"

سرور اور معصومیت کا امتزاج ماول کی حسین آنکھوں کا حصہ تھا جنہیں ایاد نے باری باری چوما۔

"مجھے میری یہ چھوٹی سی محبوبہ بھی قبول ہے، وائف تم ایگزامز کے بعد بن لینا یونوناں ڈیٹ شیٹ آگئی

ہے، میں نہیں چاہتا تم اچانک سے بڑی ہو جاؤ۔ میں دھیرے دھیرے تمہارے رنگ روپ، تمہارا بڑا

ہونا انجوائے کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے کوئی جلدی نہیں، تم میری گڑیا ہی رہو ابھی۔"

ماول کی آنکھوں میں اسکا حلاوت خیز لہجہ نمی لے آیا تبھی تو وہ اس سے آہستگی سے لپٹی، اسقدر راحت

دیتی تھی کہ ایاد خان تھم جاتا تھا۔

اسکے بالوں کی مہک میں دیوانہ وار کھویا پر ستم کہ اس وقت اسکے بال ڈھلیے سے بندھے تھے پھر بھی

ماول کی پوری کمر پر بکھرے تھے۔

"تمہارے یہ بال میری جان لے لیں گے"

وہ اسکی کمر پر بکھرے بالوں کو چھو کر چومتا مول کو بھی کہیں کانہ چھوڑ رہا تھا، وہ جھٹ سے روبرو ہوئی۔

"بہت پسند ہیں؟"

نمدیدہ محبت پاش نظریں ایاد پر ڈالے بولی۔

"بے حد، اور تم پر سجتے بھی تو کتنے ہیں۔ بہت خوبصورت ہو تم، بہت زیادہ"

ابھی تو اسکے چہرے اور بالوں تک کہانی ٹکی تھی اور ایاد کی دیوانگی حدیں چھو رہی تھی، مول آگے کا سوچتی تو جان جانے لگتی تبھی یہیں دل و دماغ کو کچھ مزید سوچنے سے روک دیا۔

"آپ بھی، بہت ہنڈ سم ہیں۔ میرے جیسے بال اللہ نے آپکو اسی لیے دیے کیونکہ میں نے ملنا تھا" وہ اترائی، اتنی پیاری اتراتی تھی کہ پیمائش کے پیمانے بیکار ہو گئے۔

"Yes you designed for me my little Penguins"

اسکے رخسار کو چومتے اس لفظی جسارت سے مول کو سرخ گلال کیا تو وہ مسکاتی آنکھیں چرا گئی۔

"ایاد۔۔۔ آپکے یہ لاڈ بہت ظالم ہیں۔ چلتے ہیں ورنہ دیر ہو جائے گی"

وہ اپنا بیگ لیے بنا اسے دیکھے ہی بولی تو ایاد ہنسا اور اپنا فون اور گاڑی کی چابی لی جبکہ اپنا ہاتھ اس حسینہ کی طرف بڑھایا۔

"آپ پہلے والے ایاد سے کتنے الگ ہیں، آپکے اس ورژن سے میں امیپریس ہو گئی"

اسکے ہاتھ میں اپنا ہاتھ تھمائے اک ننھا ننھا اعتراف کیا تو وہ جی اٹھا۔

"ایک ورژن اور ہے، وائف بنو گی پھر دیکھاؤں گا۔۔۔"

وہ آنکھ دباتا بولا تو ماول کی دھڑکنیں منتشر ہوئیں، بنا کوئی جواب دیے وہ چہرے کی سرخیاں ہی چھپاتی رہ گئی۔

"اپنا خیال رکھیے گا اور اپنی اس سیکرٹری سے پرے پرے رہیے گا"

کمرے سے ماول اور ایاد نکلے تو مایا بھی اپنے جناب کو تاکید کرتی خالص بیوی لگی جس پر ایاد اور ماول دونوں کے دانت باہر آئے تو مایا نجل ہوئیں پر حمین نے فوراً اسے پکڑ کر خود سے لگا لیا۔

"اللہ آپ دو کے اس پیار کو ہر نظر سے بچائیں"

ماول نے قریب آتے ہاتھوں کو پھیر کر صدقہ اتارا، جبکہ ایاد نے بھی کھل کر آمین کہا۔

"آمین۔ چلیں پھر دروازہ بند کر لیں ہم ساتھ ہی نکلتے ہیں۔ اپنا بھی خیال رکھیے گا"

حمین نے ہی یہ نازک ماحول جھٹکا جس پر وہ فوری سر ہلا گئی جبکہ ماول تو خالا سے زور کا لپٹی۔

مایا نے تینوں کو دعاؤں کے حصار میں رخصت کیا اور خود واپس میڈ کے پاس آئی اور اس کے ساتھ کام میں مدد کی، لیکن اسے آج جلدی جانا تھا تو مایا نے خوشی خوشی اجازت دے دی کہ وہ خود لنچ بنالے گی، اسکی شاید بیٹی بیمار تھی۔

مایا نے پانچ ہزار بھی دیے تاکہ دوا وغیرہ لے تو وہ بہت دعائیں دے کر گئیں۔

مایا دروازہ بند کیے واپس گھر میں پلٹی ہی کہ ڈور بیل ہوئی، اسے لگا شاید میڈ ہی ہوں گی تبھی بنا پوچھے
دروازہ کھولا مگر جھٹکے سے اندر گھستے ماسک مین کو دیکھ کر مایا سہم کر دیوار سے جا لگی۔
زمیل نے فوراً سے دروازہ بند کیا مگر مایا کو دیکھ کر ٹھٹکا۔

وہ بھی ڈر بھلائے ماسک اتارتے اپنے مسیحا سے ایک بار پھر مل کر سراسیمگی کی کیفیت میں چلی گئی۔
"مایا تم یہاں؟"

زمیل کی حیرت آواز میں اتری۔

"ج۔۔جی۔۔ میں حمین کی وائف ہوں"

ڈرتے ڈرتے بتایا جس پر وہ نرم سا مسکرایا۔

"حمین تو بڑا لکی نکلا، کیسی ہو۔ معافی چاہتا ہوں یوں گھر میں گھسنے کے لیے لیکن میں ایاد اور داریہ سے
ملنے آیا تھا۔ کیا وہ گھر ہیں"

وہ اس وقت واقعی بہت نرم روپ میں تھا پر مایا کو پھر بھی ڈر لگ رہا تھا۔

"ن۔ نہیں۔ ایاد کالج ہیں جبکہ داریہ اپنے ہسبنڈ کے ساتھ اوٹ آف کنٹری گئی ہے"

مایا نے ہچکچاتے بتایا تو داریہ کی شادی کا سن کر اس باپ کی آنکھوں میں حسرت و مسرت چھا گئی۔

"اوہ! تم میرا نمبر لکھ لو۔ جب داریہ واپس آئی تو مجھے انفارم کر دینا، وہ اپنے شوہر کے ساتھ خوش ہے؟"

مطلب وہ بالکل کوئل جیسی اتھری ہے ناں، تو ایسا کونسا جگر والا ملا اسے؟

ایک باپ کی حسرت کتنی ظالم ہے یہ مایا جان کر افسردہ ہوئی۔

"داران، میرا بھانجا۔"

مایا نے فخر سے بتاؤ، ز میل پہلے حیران ہوا پھر پریشان پھر مسکرا دیا۔

"اوہ میری بچی، ایاد نے شادی نہیں کی؟"

ز میل کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔

"کی ہے، میری بھانجی ماول سے"

ایک اور خوشی، ز میل کا دل خوشی سے مسرور ہوا۔

"میرے بچے خوش ہیں، شکر ہے۔۔۔۔ بہت شکر یہ مایا، میں چلتا ہوں"

وہ اسے ایک چٹ پر اپنا نمبر لکھ کر تھمائے جانے لگا تو مایا نے بے اختیار پکارا، ز میل پلٹا تو آنکھوں میں بے حد احترام تھا۔

"تھینکیو! آپ نے جب مجھے بچایا تھا تب صدمے میں شکر یہ نہ کہہ سکی۔ میں آپ کو اپنا مسیحا سمجھتی ہوں اور تب سے آپ کے لیے بہت دعائیں کیں ز میل بھائی"

مایا کی آواز یہ بولتے رند گئی جبکہ بھائی پر ز میل نے بے اختیار اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"اللہ معصوم دلوں سے نکلتی ہر دعا قبول کرتا ہے، میں بھی کہوں مجھے کس کی دعائیں لگ رہی ہیں۔ ایک

دعا اور کرنا مایا کہ میں اپنے کیے گناہوں کی تلافی سے پہلے نہ مروں۔۔۔۔ اللہ حافظ"

وہ دلبر داشتہ ہوئے کہہ کر ویسے ہی نکل گیا جبکہ مایا کو اسکے جانے کے بعد اپنے برے مہمان نواز ہونے پر بہت غصہ آیا۔

"اف مایا پانی تک نہیں پوچھا"

دروازہ بند کیے وہ خود کو ڈانٹ گئی پر نجانے کیوں زمیل کی تکلیف مایا کو بہت سچی لگی تبھی وہ خوش تھی کہ شاید یہ شخص اب واقعی اپنے کیے کی تلافی کرے گا۔
"جب حمین آئیں گے تو میں انکو ضرور بتاؤں گی"
وہ خود سے کہے واپس کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

.._____..

دار یہ نے سائن ان کرتے ہی اپنی ڈے کے کی آئی ڈی ایکٹیویٹ کی جس سے آٹومیٹک ہی گریول کو اسکے ایکٹیو ہونے کی خبر موصول ہو گئی، گریول ولامیں جشن کی تیاریاں عروج پر تھیں، گریول ولاپہلے ہی اتنا خوبصورت تھا کہ اسکی شاہی سجاوٹ اسے کسی خواب نگر کا محل بنا چکی تھی۔

بہت بڑے بڑے مہمان آنے والے تھے، آج کی یہ شام پورے موسکو کی رونق خود میں سموئے گریول ولامیں اترنے والی تھی۔

گریول سیاہ میں حسن کا شہکار لگ رہا تھا، اسکے گال پر پڑتا گڑھا جو صرف مسکراتے عیاں ہوتا، کسی کو بھی گھائل کر دیتا، زرا سی تیاری اسکے بے داغ حسن پر جلوہ گر ہوتے آگ لگا ڈالتی۔

جبکہ سوہا کے لیے اس نے خاص لباس تیار کروایا، وہ آج رقص کرنے والی تھی، کسی انگلش سانگ پر اور جشن کا آغاز اسی کی پرفامنس سے ہونا تھا۔

داریہ کے آنے کی خبر گریول کو پر جوش کر گئی اور خاص کر اسکے ساتھ آتے دو مزید پارٹنرز والی خبر کافی ریلیکسنگ تھی، وہ داریہ پر بے حد اعتماد کرتا تھا تبھی اپنے گارڈز کو سختی سے آرڈر دے چکا تھا کہ داریہ کے ساتھ آتے دونوں مہمانوں کی کوئی مانیٹرنگ نہ کی جائے، یہ اسکے نزدیک ڈی کے کی انسلٹ تھی جو کم از کم اس سے برداشت نہ تھی۔

وہ سوہا کے کمرے کی طرف جا رہا تھا، جہاں سے گزرتا تا دیر اسکی برینڈڈ پرفیومز راستے میں پھیلی رہتیں۔

وہ دو عورتوں کی مدد کے سنگ تیار ہو رہی تھی، جب گریول کی آمد پر خاص آلارم بجاتا تو دونوں عورتیں جو سوہا کی فرائڈ کے پیچھے کی ڈوریاں کس رہی تھیں، مودب ہو کر اس سے دور سرک گئیں۔ گریول اندر آیا تو دونوں ہی ویسے ہی سر جھکاتے اس خواب گاہ سے نکل گئیں۔

گریول لپک کر سوہا کی جانب بڑھا جو ان دوڑیوں کے بے حد کسے جانے پر آنکھوں میں آنسو دبائے ہوئے تھی۔

"کتنی ظالم ہیں یہ خواتین! آپکے نازک وجود پر ایسا ستم۔ لایئے میں ڈھیلا کر دیتا ہوں۔ سمجھ سے باہر ہے کس نے کیا ضرورت ہے اس لباس کو۔ یہ پہلے ہی آپکے تراشے بدن کے حساب سے بنا ہے"

وہ زرا بریم سا بہت پیار سے ان ڈوریوں کو باری باری ڈھیلا کرنے لگا، وہ زرا کفر ٹیبل ہوئی تو سانس لے پائی اور پلٹ کر گریول کے سینے میں چھپ گئی، وہ قاتلانہ مسکرایا، اسکا فراک مغربی طرز کا تھا، اسکے جسم کو چھپانے کے باوجود اسکی راعنائیوں کو ڈھانپنے میں بالکل ناکام ہو رہا تھا، اسکی دودھیا گردن، اسکے آدھے سے زیادہ کاندھے عیاں تھے، بیوٹی بون خوبصورتی سے واضح تھی جس پر اک دلکش گہرا سیاہ تل اور غضب ڈھارہا تھا۔

وہ بائیس سال کی کہیں سے نہ لگتی، وہ اک مکمل دوشیزہ تھی۔

"خوبصورت سار قص کیجئے گا، ہمارے مہمان اش اش کر اٹھیں۔ آپ اس دنیا کی بے حد حسین عورتوں میں شمار ہوتی ہیں سوہا۔ آپ جانتی ہیں ڈی کے آنے والی ہے کچھ دیر میں، میں بہت خوش ہوں"

وہ اس پر فدا ہوتے ہی جیسے اختتام تک اپنی دیوانگی کے سنگ خوش ہوا، سوہا کا دل تو بہت ہنسا پر وہ ابھی تک اپنے ڈرامے میں تھی تبھی آنکھوں میں آنسو بھر کر اپنے ہونٹوں کو مقابل کے ہونٹوں سے بہت زرا سا جوڑنے لگی، وہ جھٹکا کھاتے پیچھے ہوا، غم و غصہ بھرا تھا آنکھوں میں، سوہا کے لیے یہ خود عذاب تھا پر اسکی مجبوری تھی۔

"آپ میری تعریف بھی مت کیا کریں اگر میری کسی پیش رفت سے آپکی سانسیں جلتی ہیں، ڈی کے نہ ہو گئی آپکے لیے جام امرت ہو گئی۔ میں جل رہی ہوں"

وہ جانتی تھی وہ اس جسارت پر جان بھی لے سکتا ہے تبھی فوراً سے معصومیت بھرا دکھ کہہ گئی۔

"آپ اندر سے اب تک بچی ہی ہیں، دوبارہ مت کیجئے گا سوہا۔ آپ پر یہ سوٹ نہیں کرتا۔ آپ کے لیے جب کوئی مناسب شخص ملے گا میں اس رشتے سے آزاد کر کے آپکو اس کے حوالے کر دوں گا۔ سو جسکی حقیقت میں ہوں اسکی امانت رہیں پلیز۔"

یہاں آکر سوہا بھی حیران رہ جاتی کہ اس معاملے میں وہ بہت کھرا ہے لیکن اس کی بھی ایک بہت بڑی وجہ تھی، کیونکہ وہ جتنا پرفیکٹ لگتا تھا اتنا تھا نہیں۔
"ہممم"

وہ نظر جھکا گئی جیسے شرمندہ ہو تبھی اسکی جبین چومتے پر سکون کر گیا۔
تبھی پیچھے سے گارڈ نے تنہائی میں حلل ڈالنے کی اجازت چاہی۔
"ڈی کے آچکی ہیں"

سوہا نے بڑی توجہ سے گریول کو دیکھا جسکی آنکھیں قوسین کے رنگوں سے بھر گئیں، پر سوہا من ہی من میں استہزایہ ہوئی۔

"ہولے خوش منحوس، یہی ڈی کے تیرا دی اینڈ کرے گی۔ ادب کی دکان، تیرے اس اچھے چہرے کے پیچھے کھانا چہرہ ہے جسے بہت جلد پورا موسکو دیکھے گا"

سوہانے اپنے غصے کو یہ سوچے ٹھنڈا کیا جبکہ وہ بنا سوہا پر نگاہ ڈالے یا اجازت لیے فوراً کمرے سے نکل گیا۔

گریول ہمیشہ کی طرح ڈی کے کا استقبال خود کرتا اور آج بھی وہ اسے ریسو کرنے والا کی راہداریاں عبور کیے کافی باہر نکل آیا، داریہ بلیک پینٹ پر براون ٹی شرٹ اور اوپر جیکٹ پہنے ہائی ہیلز کے سنگ بال کھولے بہت خوبصورت لگ رہی تھی جبکہ اسکے ہمراہ ویسی ہی ڈریسنگ میں پر اعتماد بیلا "عنایہ مہمت" اور یچی "خازق جاہن" کی صورت ہونٹوں پر پیشہ وار نہ مسکراہٹ لیے موجود تھے۔

"ویلم ڈی کے"

وہ پر اعتمادی سے ان کے قریب رکا اور مسکرا کر ہاتھ پھیلا یا جسے داریہ نے فوری پر جوشی کے سنگ مصافحے کی صورت تھا مگر دو سیاہ لنز کی آڑ میں چھپی رنگیلی آنکھوں کو وہ ہاتھ ملنے بڑے ناگوار گزرے، جبرے بھینچ گئے اس خوب روچہرے کے، جاندار ہاتھ مٹھی کی صورت کس لیا گیا، وہ آس پاس ہی تھا۔

جی ہاں، جلاد اس ولا میں جلادن سے پہلے آچکا تھا۔

"تھینک یو ماسٹر گریول، ان سے ملیے، عنایہ مہمت۔ یہ ترکیہ کی جانب سے ہمارے میڈیا مافیا گروپ کی پبلٹی برینڈ امبیسٹر بن کر ساتھ نبھانے کو ہمارے بیچ ہیں اور ان سے ملیے خازق جاہن، گلہیز جاہن کے

بھیتے، آپ جانتے ہیں وہ ہمارے ساوتھ افریقن اچھے پارٹنر رہ چکے ہیں، انکی وصیت کے مطابق یہ انکی جگہ خدمات سرانجام دیں گے تمام ٹریسٹ ٹیک نالوجی کو لے کر "

دار یہ نے مسکرا کر اپنے دونوں ساتھیوں کا امپریشن جھاڑا تو گریول حیران رہ گیا، ان کے ساتھ وہ کافی عرصے سے کام کا خواہش مند تھا تبھی ڈی کے پر بہت فخر ہوا جبکہ اگر یہ لوگ دار یہ کے ساتھ تھے تو گریول کے لیے اسکی طرح ہی بھروسے مند تھے۔

البتہ اپنے ماں باپ کے قاتل اور بہن کے اغوا کار کے لیے یچی حیدر کے اندر نفرت تھی جو ستم خود پر ڈھائے اس وقت قابو کر کے مطمئن اور پرسکون نظر آنے کی کوشش میں تھا۔

گریول نے باری باری دونوں سے ہاتھ ملایا اور خوش آمدیدی تبسم اچھالا۔

"آپ دو کو گریول آرمی میں خوش آمدید! امید ہے ہم اچھا وقت بیتائیں گے۔ ڈی کے تو ہمیشہ ہی مجھے حیران کرتی ہے۔ آئیے۔ میں ہمیشہ سوچتا ہوں کہ اگر مجھ جیسے جوہری نے یہ ہیرانہ تراشا ہوتا تو یہ اپنے ہنر ضائع کر ڈالتی "

گریول کی خوش دلی پر بیلا اور یچی بھی الجھے تھے جبکہ وہ انکو ہال کے وی آئی پی کارنر کی جانب لے جا رہا تھا کیونکہ وہیں ان تینوں کے کمرے تھے، گریول کی بات پر وہ تینوں ہی انتہائی سچا لگتا مسکرا دیے۔

"یا اللہ مجھے صبر دیں "

یچی کی خود کلامی بیلا نے سنی تو چلتے چلتے یو نہی اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں دبا گئی، وہ بے اختیار اسکی طرف چہرہ
لگا گیا، کرل بالوں والی لک کے سنگ وہ الگ ہی ٹاکسک وائبر دے رہی تھی۔

"اپنے مہمانوں کو انکے کمرے دیکھا دو داریہ، کچھ ہی دیر میں جشن ہے۔ میں آپ سب سے وہیں ملوں
گا"

کمرے کی جانب جاتے ہی گریول نے داریہ کی جانب دیکھتے نرمی چھلکاتے لب و لہجے میں کہا اور خود اپنے
رعب و دبدبے کے سنگ واپس پلٹ گیا۔

داریہ ان دو کے ہمراہ کمرے کی طرف بڑھی۔

"تم دو کے کمرے آمنے سامنے ہی ہوں گے، وہ تمہارا ہے"

داریہ نے بیلا کو اسکے کمرے تک پہنچایا اور خود یچی کے ہمراہ اسکے ساتھ اسکے کمرے میں داخل ہوئی۔

"یہاں جگہ جگہ کیمرے ہیں، ان سے خود بچنا ہے۔ بہت محتاط رہنا یچی"

داریہ نے اسے سرگوشی کی صورت انٹر ہوتے ہی باہر لگے کیمرے کی جانب دھیان دلوایا جس پر وہ
دوستانہ مسکرایا، آفٹر آل وہ جلا د کا شاگرد تھا۔

"بے فکر رہیں لیڈی"

یچی کی تشفی کرواتے ہی وہ اپنے روم میں آئی، ہر شے ریسانہ تھی بس داریہ کے لیے یہاں رہائش کا
سوچ کر مشکل ہو رہا تھا۔

"میں نے ماہیر کو دھوکہ دیا، اس پر وہ بہت برا خفا ہو تو یہ اسکا حق ہے۔ پر مجھے پتا ہے میں اسے زیادہ دیر روٹھنے نہیں دے سکتی۔ منالوں گی۔ بس اس سب کے بیچ میرے بے بی اور ماہیر کی اس امانت کو کچھ نہ ہو۔ آپ جانتے ہیں اللہ ہم سبکی نیت صاف اور نیک ہے، تو اگر ہم سے بھول چوک یا غلطی ہوئی تو ہم خود خمیازہ بھگتیں گے پر اس بیچ اس ننھی جان کو آنچ بھی نہ آنے دیجئے گا۔ یہ میری اور ماہیر کی زندگی کی سب سے خوبصورت راحت ہے۔ بس اور کچھ نہیں چاہتی"

دعا کیے وہ آئینے میں خود کے بال سنوارتی کمرے سے نکلی کیونکہ ولا کا جائزہ لینے والی تھی، خاص کر سون نامی جاسوس تک پہنچنے کا تجسس بھی تھا۔

"ہے اولڈ مین! آرام سے ابھی میں گر جاتی تو"

کمرے سے تھوڑا دور آتے ہی داریہ کے ساتھ کوئی بھاری قد آور شخص بہت آہستگی سے ٹکرایا تو وہ لڑکھڑاتی مگر اسکے مضبوط ہاتھ نے اسکو گرنے سے بچایا، تبھی وہ اس بوڑھے آدمی کو دیکھے بڑبڑائی، اب اسکے اندر ایک ننھی جان تھی۔

"اولڈ مین ہوں گے تمہارے فادر۔"

خلیہ کسی بزرگ کا پرلجہ اسکے ماہیر کا، داریہ کی آنکھیں دفقا ہنسیں۔

"اور تمہیں گرنے دوں ایسا تو ممکن نہیں فلورنس"

اب تو شک کی گنجائش نہ بچی، سفید سر کے بال، گھنی سکور داڑھی اور عام سی مگر کلرڈریسنگ کیے بڈھا بن کر بھی جلوے بکھیرتا داران، خود بھی خفیف سا آنکھ دبائے بلش کیا، ڈارک اولیو گرین شرٹ کے ساتھ ٹائٹ براؤن پینٹ پہنے، براؤن چوکاشوز، پر شرٹ کافی لوز تھی جس پر مزید ایک ماوسی کلر جیکٹ چڑھا رکھی تھی۔

"ہاہا۔ ماہیر۔۔۔ تم بنے کیا ہو؟"

وہ ہنسنے میں محتاط ہوئی۔

"میں یہاں کے سب چیراسیوں کا باس"

موصوف نے آنکھ بچاتے آس پاس گھومتے سوپرز کو تاکید کرنے کے بیچ بتایا تو بہت مشکل سے وہ ہنسی روک پائی۔

"ہاہا تم پاگل ہو پورے"

وہ پاس سے گزرنے لگی تو ماہیر نے روکا۔

"تمہارے روم میں انتظار کر رہا ہوں"

وہ پاس سے کہہ کر گزرا تو داران یہ فکر مند ہوئی کیونکہ اسکے کمرے کے باہر کیمرہ تھا۔

پر ماہیر پر بھروسہ تھا تبھی پوری احتیاط سے کمرے میں آئی تو وہ دھڑلے سے وسط میں پہلے ہی کھڑا ملا۔

"بے فکر رہو۔ یہ جو ڈیوائس ہے اس سے میں جہاں سے گزروں گا تمام کیمرے کچھ دیر کے لیے ہیک ہو کر ریکارنگ روک دیں گے۔ ادھر آؤ تم زرا"

وہ اپنی کلائی میں بندھی خاص گھڑی کی جانب اشارہ کرتا اسکا ہاتھ پکڑے واش روم بڑھا تو دار یہ حیرت سے ہنسی کیونکہ وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر سنک کے پاس رکنا واش کرنے لگا۔

"ہا ہا یہ کیا کر رہے ہو؟"

دار یہ کی ہنسی چار دیواری میں گونجی جس پر وہ منہ بگاڑے گھورا، بابا بن کر کچھ زیادہ ہی کیوٹ لگ رہا تھا۔
"اس سے ہاتھ ملایا ناں وہی واش کر رہا ہوں، یہ ہاتھ بھی صرف میرا ہے"

ایک نہیں تین تین بار اس نے دار یہ کے ہاتھ کو ہینڈ واش لگا کر دھویا، اب کیا ہی کہتی اس جنونی آدمی کو جس نے مسل کر لال کر دی ہتھیلی۔

"اف ماہیر! اچھا بتاؤ ناں اندر کیسے گھسے"

وہ متحس ہوئی جس پر وہ اسکا ہاتھ ٹشو سے ڈرائے کر تاپلٹ کر روبرو آیا۔

"ٹنل سے"

وہ آہستگی سے بولا۔

"کیا کہا گڑ سے؟"

دار یہ کے مستی بھرے جواب ہر اسکا جبر انرم پکڑ سے دبوچ گیا تو وہ منہ ہی منہ میں ہنسی۔

"اوہ میڈم! ٹنل سے۔ کم سنائی دیتا ہے"

آگ ہی تو لگ گئی جس پر داریہ نے جھٹ کے بازو اسکی گردن میں ہار سے ڈالے۔

"مجھے لگا اگر گٹر سے آئے ہو پھر تو تمہیں مانجھ مانجھ کر دھونا پڑے گا"

آنکھوں میں سرور لیے وہ اسکی مزے دار سفید داڑھی اور مونچھ میں چھپے ہونٹوں کو دیکھ رہی تھی جبکہ وہ اس چڑیل کی بڈھے پر بھی بگھڑتی نیت پر ڈر کر پرے پرے سر کا پر کمر خوب کسی۔

"اچھا مانجھ مانجھ کر دھو گی تم مجھے، اتنی بہادر ہو"

داران نے اسکی خوبصورت ناک سے ناک رگڑی تو وہ گد گداتا ہنسی۔

"ہاں بہادری کا تو پوچھو مت، تم بوڑھے ہو کر اگر اتنے ہی ہاٹ انکل بنو گے تو میرا بڑھاپے میں بھی صبر

ٹوٹتا رہے گا یا ر۔ اتنا بھی حسین نہ ہو بند اکہ رہا ہی نہ جائے اسکی گھر والی سے"

اس وقت بھی اس لڑکی کو قہر سو جھ رہے تھے، داران سے مسکراہٹ چھپائی نہ جاسکی۔

"تم نے سیریس ہونا ہے یا نہیں؟ تھپڑ بھی مار سکتا ہوں۔ اچھا سنو سون کی نیوز کے مطابق یہ کھچر

گریول تمہیں پرپوز کرے گا جلد۔ تو یہ مغربی آدمی ہے ایسا نہ ہو تمہیں سیدھی کس ہی کر دے، ایسا ہوا

نہ قسم سے میں اسکے دو ہونٹ دس میں تبدیل کر دوں گا"

پہلے تو داریہ کی ہنسی کھچر پر بے قابو ہوئی کہ وہ اگلی مشتعلانہ، سنگدلانہ اور ظالمانہ بات سن کر ہنستے ہنستے

اسکے سر میں ہاتھ مار گئی، دس ہونٹوں والا گریول کیسا لگتا سوچ کر ہی قہقہہ چھوٹا۔

"ایویں کر دے گا، تم سے پہلے میں اسکا جبرٹا چیرٹ دوں گی ایسی سوچ پر ہی۔ اب اتنا بھی ماڈرن نہیں ہے وہ، ادب و لحاظ تھام کر رکھتا ہے، تمہیں یہ فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ حق صرف میرے اس بڈھے کھوسٹ کا ہے"

وہ جان بوجھ کر آخر میں اس کے سفید بالوں پر ہنسی تو وہ منہ بنا گیا۔

"تم مدد کیا خاک کرو گی، تم نے مروانا ہے مجھے۔ نان سیریس جلادن۔ اچھا اب میں جا رہا ہوں۔ سو پیر ہیڈ بنا ہوں تو کام بھی کرنا ہو گا"

وہ اسے جو سمجھانے آیا اسے کہے جانے لگا تو وہ اسکی ڈھیلی سی شرٹ جو اس نے اپنے ڈولے اور سیکس بیکیس کو ور کرنے کو پہنی تھی، سے پکڑ کر کھینچے پیچھے لائی، داران نے پوری قوت سے اس جونک سے خود کو چھڑوایا۔

"دار یہ باز آ جاو،"

وہ بگھڑا، وہ ہنس ہنس کر بے دم ہوئی۔

"میرے ہنڈسم چیر اسی۔۔۔"

وہ قہقہہ مارے ہنسی تو داران نے اسکی گالیں اندر کو پکڑ کر دبائیں، دل تو چاہ رہا تھا کھا جائے اسے۔

"نہ کرناں دارو"

وہ لاڈ سے اپنے اوپر چڑھتی داریہ کو جھٹکے تپ کر بولا تو داریہ کو اسکے جملے اور الفاظ کے عاجز آئے بگاڑ پر ترس آگیا اپنے بڈھے پہرہ پیسے پر، جو بھی تھا وہ پہچانا تو کہیں سے نہ جا رہا تھا۔

"ہا ہا جاجی لے اپنی زندگی پارو"

وہ بھی ہنس کر پیٹ پر ہاتھ رکھ گئی، ہلکا سا قہقہہ داران نے بھی مارا اور فلائنگ کس کرتا آہستگی سے کمرے سے نکل گیا جبکہ داریہ نے بہت مشکل سے اپنی ہنسی پر قابو پایا اور خود بھی اچھے سے چہرے کے رنگ کنٹرول کرتی کمرے میں آئی، آئینے کے سامنے رک کر اپنے بال سنوارے اور پھر کمرے سے نکل گئی۔

.._____S Merwa Mirza Novels_____..

ناشتہ چونکہ انیب نے بھی لیٹ کیا تبھی وہ کافی دیر سوئی رہی، دو تین بار عاقب نے آکر اسے دیکھا مگر ہمت نہ ہوئی کہ اسے چھو پاتا، وہ سوتے میں بہت پر سکون لگ رہی تھی، جبکہ عاقب کو اب اسکے سکون سے خوشی محسوس ہو رہی تھی۔

فی الحال تو وہ خود کو دوسری محبت کا لالی پاپ تھا کر مطمئن کر رہا تھا درحقیقت اس لڑکی کی یہاں موجودگی بے حد اطمینان کا باعث تھی۔

شاہ اند سٹری کے کچھ کلائنٹس کے ساتھ اسکی ملبورن میں میٹنگ بھی نکل آئی، دن کو وہ وہاں نکل گیا، اور کام کے سلسلے میں وہ کافی سنجیدگی سے چلتا تو رات کے دس بجے لوٹا، ملبورن میں کا وقت پاکستان سے چھ

گھنٹے آگے تھا، انیب شام میں جاگ کر کچھ دیر سیلون چلی گئی، یہاں کے راستوں سے واقف نہ تھی پر جگہ جگہ سیلون تھے۔

نجانے کیوں پر عاقب اسے سٹریٹ بالوں میں دیکھنا چاہتا تھا تو اس معاملے میں اس نے اپنی اناک طرف کر دی۔

کیروٹین کروائے تاکہ بال تین چار دن یونہی سٹریٹ رہ سکیں، باقی تو کسی چیز کی ضرورت نہیں تھی، وہ ہمیشہ سے خود کو بہت کلین اینڈ نیٹ رکھنے کی عادی تھی اور یہ عادت انیب اور داریہ کو بچپن سے تھی۔ وہ واپس گھر آئی تو یونہی راستے کی بیکری سے کچھ اسٹابری جیم اور چکن پیسٹریز لے لیں، اسے بہت پسند تھیں جبکہ عاقب کے لیے کوئی کوکیز، وہ کافی فلیور کا بہت شوقین تھا۔

ایک خوبصورت للی فلاور بکے بھی لائے جسے اس نے خوبصورت مگر چھوٹے سے لاونچ ایریا میں رکھے واس میں سجادیا، کپڑے تو اسکے پاس تھے نہیں یہاں سوتین ڈریس بھی لے آئی تھی، ایک ڈارک میرون، ایک ہاف وائیٹ اسکرٹ اپر، ایک بلیک جم سوٹ۔

بلیک لیڈیز جم سوٹ کے ساتھ سنیکرز پہنے، بالوں کو کھول کر وہ کچن میں کھڑی چکن پیسٹریز بیک کے لیے رکھ رہی تھی جب عاقب کی گاڑی کے ہارن پر وہ گھبرا کر پلٹی، ماتھے پر اب تک چھوٹا سا بینڈ تاج لگا تھا۔

"وہ سمجھے گا میں نے یہ سب اسکے لیے کیا، نوو میں نے خود کے لیے کیا"

کرتے ہوئے نہ سوچا پر اب اسکی موجودگی اور آنکھیں ابھی سے خود پر محسوس کیے اسکے پسینے چھوٹے۔
تیار تو وہ بالکل نہ تھی، بس ڈریس بدلاتھا، اور بال سیدھے کیے تھے، ہونٹوں پر نہایت نیچرل پینک لب
بام لگایا تھا وہ بھی عاقب کی ڈریسنگ پر نجانے کیسے پڑا مل گیا تھا اسے، شاید وہ خود یوز کرتا ہو کیونکہ وہ
میل فی میل دونوں کے لیے تھا۔

یہ سوچ کر وہ ہنسی بھی تھی اس وقت۔

وہ چابی انگلی میں گماتا ہوا دروازہ کھولے دندنا تے ہوئے اندر گھسا تو کچن کے دروازے میں کھڑی انیب
کو دیکھ کر دروازہ اپنے پیر سے بند کیے چابی صوفے پر اچھالتا، فون کچن کے باہر رکھے میز پر رکھے بے
خود سا انیب کے ٹھیک سامنے جاتا۔

"گھنگریا لے بال ہی ٹھیک تھے، یوں تو نگل جاو گی تم مجھے"

دونوں ہاتھ اشتقاق سے بڑھائے وہ اسکے خوبصورت سیدھے ہو کر کافی لمبے ہو جاتے بالوں کو چھوتا بے
خود سا بڑبڑایا، انیب کے پیروں سے جان سی سر کی۔

"میں نے خود کے لیے کیا یہ، چھوڑو"

وہ اسکے ہاتھوں سے بال چھڑواتی پلٹی تو عاقب کی نظر لاونچ کی جانب سے آتی خوشبو پر گئی توللی کے
پھول جو بن پر آتے وارفتگی پھیلا رہے تھے۔

"جب تمہارے چار سو عاقب ہو پھر تم کچھ خود کے لیے کہاں کر پائی ہو آج تک"

اپنے پیچھے قریب تر آتی آواز پر انیب نے مضبوطی سے شیلف تھامی جیسے اگر وہ چھو لے گا تو گر پڑے گی، نرمی سے اسکے بالوں سے چھڑ خانی کیے وہ ان گھنے بالوں کو اٹھا کر انیب کے آگے کندھے پر ڈال گیا، انیب نے آنکھیں میچتے تھوک نکل کر حلق تر کیا۔

"تم نے میرے لیے کیا نہ یہ سب؟"

وہ اس شخص کے سینے کو اپنی پشت سے لگتا محسوس کر رہی تھی پھر عاقب نے دونوں ہاتھ اسکے شیلف پر رکھے ہاتھوں پر محسوس ہوئے جنہیں اس نے اپنے ہاتھوں میں لے کر دباتے انیب کے گرد گرہ سی لگاتے باندھے اور خود اسکے کان کی لو کو ہونٹوں میں لیتے سرگوشی کیے اس لڑکی کا کام تمام کیا۔

انیب کی گردن کی رگیں تن گئیں، گہرے سانس کھینچنے کی بھی ہمت نہ بچی۔

"ن۔۔ نہیں"

وہ بمشکل بولی، وہ اسکے منہ دوسری جانب پھیرنے پر ہونٹوں کو اسکی اکڑی گردن کی دائیں طرف رگڑ گیا۔

"اقرار میں اتنی بری کیوں ہو یا ر، دیکھو ایک ہاں کرو اور قابو کر لو مجھے۔ سودا مہنگا تو نہیں ہے"

وہ اسکی گردن سے لب سر کائے اپنی بڑھی شیو سے آدھی ڈھکی گال اسکی گال سے رگڑ کر انیب کو تکلیف دینے کی کوشش میں تھا جسے درد کا مطلب ہی بھول چکا تھا۔

"م۔ مجھے نہیں کرنا کسی ایسے کو قابو جو میرا ہے ہی نہیں"

وہ ہمت کرتی بولی، کہ اس ہوئے ہاتھ کھولتا وہ ایک ہی جھٹکے سے اسے گما کر اپنے سامنے کر تا شیلف سے جوڑ گیا اور اسکے دونوں بازو اس بار انیب کی کمر کے پیچھے لے جاتے باندھے اور خود اسکی باغی آنکھوں میں دیکھتا اسکے چہرے پر زرا سا جھک آیا۔

"قابو کرو گی تو بنوں گاناں، ٹرائے کر سکتی ہو۔ یہ آفر روز روز نہیں دوں گا"

اسکے نرم چمکتے ہونٹوں کی نرمیاں غائبانہ سوچتا اسکے چہرے کی اک اک سلوٹ پر نگاہیں دوڑاتا آفر تھا رہا تھا جس پر انیب نے اسکی بہت کچھ کہتی نگاہوں سے منہ پھیرا تھا۔

"جہاں یقین نہیں ہے وہاں میں رسک کیوں لوں؟"

وہ بھی پر اعتماد ہوئی، عاقب موہان کی آنکھوں میں خمار اور مدہوشی لانے والی شاید دنیا میں وہ واحد عورت تھی، تو کیوں نہ اسے غرور چڑھتا۔

"تم کیسی لڑکی ہو انیب جہاں گیر! اتنی سخت۔۔۔ پگھلاتی ہی نہیں۔"

وہ اسکے ہاتھ آزاد کر گیا اور پکڑ کر اپنے سینے پر اسکی دونوں ہتھیلیوں کو ٹکائے ہنوز اس پر زرا جھکا تھا پر اب عاقب کے دونوں ہاتھ انیب کے دائیں بائیں پیچھے شیلف پر سہارے کو ٹک چکے تھے۔

"تم نے سخت بنا دیا ہے"

صاف گوئی سے بولی، لہجہ زرا سا تلخ ہوا۔

"میں تو معصوم سا ہوں، غور کرو تو ظالم تو اب تک تم رہی ہو۔ ایک بار اظہار کیا تھا وہ بھی اس طرح کہ اب یہی محبت نفرت میں بد لو گی۔۔۔ اس دن عجیب سی تکلیف سے گزرا تھا میں، آئی سوئیر۔۔۔ یونو کیسی فلینگ تھی، جیسے کچھ بہت قیمتی سا کھو گیا ہو۔ جس سے محبت ہو اسے فراغ دلی سے کہہ دینا چاہیے۔۔۔"

محبت چھپانے والی چیز نہیں ہے"

لہجے میں کھارا پن گھلا تھا، انیب کی آنکھوں کی تلخی رحم بن گئی، پھر مخموریت، پھر مسروریت، پھر نمی گھلنے لگی اس اعتراف پر۔

"مجھے ہے ہی نہیں، شاید واقعی نفرت بن گئی۔ محسوس نہیں ہو رہی"

مقابل کی خوبصورت تشنہ آنکھوں کو دیکھنے کے باوجود وہ پتھر بنی رہی۔

"اب اتنے جھوٹ بھی مت بولو کہ قہر ٹوٹ گرے، کیا لگتا ہے اگر تم اقرار کرو گی تو عاقب مزاق اڑائے گا، ہنسے گا، ٹیس کرے گا؟"

وہ یکدم بے حد ملائمت اختیار کیے بولا تو وہ عجیب اس میں جکڑ گئی، بلاشتہ وہ بہت پرکشش تھا، روبی پرپل شرٹ اور beige پینٹ میں نہج رہا تھا۔

"نہیں، مزید وحشی ہو جائے گا"

وہ نظریں جھکا گئی شاید بھٹک کر آجاتا آنسو آنکھ میں دبایا تھا۔

"ٹرائے کریں؟"

وہ اس پر حاوی تھا، اسے دل اور دماغ کو مٹھی میں بھر گیا، وہ سمجھ ہی نہ پائی یہ کس قسم کا جادو رچ رہا ہے۔
"کہو"

وہ اسکے ہونٹوں پر انگوٹھے کی پور باری باری پھیرتا اسکی آنکھوں اور کبھی ان ہلتے ہونٹوں کو دیکھنے لگا،
انداز میں جنون سا ہلکورے لے رہا تھا۔

"آ۔۔۔ آئی۔۔۔"

انیب نے بے آواز ہلتے لبوں کو قوت دی پر وہ جڑے بھینچے دانت پر دانت چڑھا گیا۔

"ایسے مت کرو، بول دو۔۔۔ کیوں برداشت سے کھیل رہی ہو"

اسکے ہلتے ہونٹوں کا رقص اسے سخت ضبط سے گزار گیا تبھی تو چڑ گیا۔

"بہت پیار کرتی ہوں میں تم سے عاقب"

ایسا خمار چڑھا چکا تھا مخض دیکھ کر ہی کہ وہ ضبط سے کھیلتی سچ کہہ ہی گئی، عاقب کو لگا یہ تین لفظ نہیں
تھے، کئی الگ الگ طرح کی راحت، آرام اور تسکین کی ڈوز تھی۔

وہ یکدم پیچھے ہٹا اور پاگلوں کی طرح ہنسا، اسے بے دم ہنستا، بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہوا دیکھے انیب بھی
ہوش میں آئی۔

پر جب سوچا کہ کیا بک بیٹھی ہے دل چاہا زمین پھٹے اور سما جائے۔

"اوہ میری سخت لونڈیا! آپ تو پگھل گئیں میری زرا سی ہو ٹنس سے۔ یو لوومی؟ آہ کتنا خوار کیا ہے تم نے اس اقرار کے لیے مجھے۔ تم جب یہ بول رہی تھی، میں مر گیا اسی لمحے تم پر۔۔ کوئی اتنا جان لیوا اظہار کیسے کر سکتا ہے۔۔۔ صدقہ دو ان ہونٹوں کا ورنہ کچھ ہو جائے گا انھیں۔۔۔ نظر کھا جائے گی"

وہ حواس سے کھو بیٹھا، بس نہ چل رہا تھا پوری دنیا کو بتاتا کہ یہ لڑکی چاہتی ہے اسے، ایسی تسکین چاہتا تھا وہ۔

انیب کو لگا شاید وہ اسکی انسلسٹ کر رہا ہے تبھی تو رودی، اسکی سسکیاں سننے وہ ساری مستی جھٹک کر فوراً سے اسکے پاس آیا، پکڑ کر اپنے گلے سے لپٹایا کہ یوں کرنے پر وہ اس سے چمٹ کر مزید پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"اوہ لڑکی! میں تعریف کر رہا تھا"

وہ اسکے سینے کو چند ہچکیوں کے بعد پورا بھیگو گئی تبھی تو وہ اسکے صدمے کو کم کرنے کو اسے پکڑ کر خود سے دور کر گیا جس نے کچھ نہ سنا کہا اور آنکھیں رگڑتی منہ موڑ گئی۔

"ت۔۔ تم اپنی تعریف اپنے پاس رکھو، یہ میری ز۔۔ ندگی کی سب سے بھیانک س۔۔۔ سچائی ہے۔ تم۔۔ تم میری زندگی کی سب سے۔۔ سے بڑی بے بسی۔۔۔ ہو۔۔۔۔۔ ج۔۔ جس نے مجھے خوار کر دیا"

روتے روتے ہی وہ اسکے گریبان کو پکڑے برسی جبکہ وہ ظالم سا مسکرائے اسے روتے چینختے اقرار کرتا سن رہا تھا۔

"م۔۔ میرے اگر ب۔۔ بس میں ہوتا میں اس د۔۔ دنیا سے بھی چلی جاتی جہاں تم ہو۔۔۔۔۔ پ۔۔ پ۔۔ پر میرا بس ہی تو نہیں چلتا۔ میں تم سے پیار کر کے ز۔۔ زرا خوش نہیں۔۔۔۔۔"

وہ سنتا رہا، بہت غبار تھا اس لڑکی کے دل میں، وہ روتی ہوئی قبول تھی اگر دل ہلکا ہو جاتا اسکا۔

"ک۔۔ کاش میں کہہ پاتی مجھے تم سے محبت نہیں رہی،"

پھر سے روتی وہ اسکے سینے میں منہ دے گئی، اسکی گرم بھیگی سانسیں کچھ اسکے حلق میں اور کچھ عاقب کے سینے میں کھب گئیں۔

وہ دونوں ہاتھ اسکے اطراف لپیٹے کھڑا تھا، چپ چاپ، بس یہ چاہتا تھا وہ سکون پا جائے۔

"بس اتنا سا، اتنا سا منحوس ہوں میں۔۔۔۔۔"

میں نے تو بڑا اونچا لیول سوچا تھا۔ مت رو، غلطی تمہاری ہی ہے، جب جانتی تھی عاقب موہان ہنسنے اور

رونے سے محرومیت جھیل چکا ہے تو کیوں کی ایسے خالی جسم سے محبت۔۔۔۔۔ میرے احساسات تو میری

ممی کی قبر میں انکے ساتھ دفن ہیں، غلطی ساری تمہاری ہے اس محبت کے خرافاتی فیصلے میں"

وہ اپنا رونا بھول گئی کیونکہ وہ بھی آواز میں نمی ڈھالے بڑبڑاتا، وہ روبرو ہوئی تو عاقب کی آنکھوں میں

سرخائی تھی، نمی تھی۔

"میں خالی ہوں انیب، کھوکھلا، مجھ سے اب بھی مرضی کا کچھ نہیں کیا جاتا۔ نہ میں مرضی سے ہنستا ہوں نہ رو سکتا ہوں۔ پر آج می کے بعد تم دوسری ہو جسکی تہہ دامن پر شدید دکھی ہوا ہوں، آئی ایم سوری کے مجھ ناکارہ نے تمہیں محبت کرنے پر مجبور کیا، غلط کیا تم نے۔۔۔۔۔ اپنی زندگی کی سب سے بڑی خطاء کی۔ پلیز تم سارا رولو، اپنے دل سے ہر تکلیف نکال دو، میری محبت بھی۔۔۔۔۔"

وہ اسکے چہرے کو تکتا اپنے ہر سکون سے لا تعلق لگ رہا تھا، انیب کی آنکھوں میں دھند چھا رہی تھی۔ یہ کس قسم کا ظالم تھا آخر، وہ سمجھ نہ پائی۔

"یہی امید تھی تم سے عاقب موہان"

وہ اسکے سینے پر دباو دے کر روٹھ کر جانے لگی جب وہ اسے دونوں ہاتھوں سے جکڑتا اپنے چہرے کے بے حد نزدیک لائے روک گیا، وہ اب دکھی نہیں تھی وہ اب ختم ہو گئی تھی۔

"میں کہوں گا تو دل سے نکال پھینکو گی مجھے؟"

وہ عجیب تڑپا ہوا تھا تبھی تو وہ پھر سسک پڑی۔

فوراسر نفی میں ہلایا۔

"عاقب یہ دل ہے، پر قبر سمجھو اسے، جو یہاں دفن ہے اسے یہیں دفن رہنا ہے نا قیامت"

گلے میں آنسوؤں کا پھندا سا آگیا تھا پھر بھی لفظ ادا کیے، وہ اسکے ہونٹوں کی نرمیاں اور ان میں گھلی شکایتیں لمحے میں اچک گیا، اور اسکو یوں اٹھا کر بازوؤں میں بھرا جیسے زمین پر اتارنے کے بجائے اسے آسمان پر کسی ستارے سا ٹانگ دے گا۔

انیب نے اس کی جھلساتی سانسوں کے حلق کے پار تک گھلنے کی ناقابل برداشت تکلیف سے پناہ چاہتے مزاحمت کی اور اس نے کرنے دی، دور ہو گیا، صوفے کی پشت پر اسے یونہی لا بٹھائے وہ خود پلٹا اور ایک للی کا چھوٹا سا پھول نکال کر سرخیوں میں ڈھل جاتی انیب کے خوبصورت گھنے بالوں میں اٹکا گیا جسکا سانس ہنوز سینے میں جما ہوا تھا، وہ سمجھ نہ پائی روئے چلائے یا پاگلوں کی طرح ہنس پڑے۔

"مجھے دل سے مت نکالنا، میں تمہیں زندگی سے نہیں نکالوں گا۔ بس اتنا چاہتا ہوں انیب"

اسکی نم گال پر پیار دیے اپنی سابقہ شدت پسندی کی تلافی کیے وہ سرخ پڑتی آنکھیں چراتا وہاں سے گیا تو انیب نے چھلانگ مار کر نیچے اترتے ہی بالوں سے گرتا پھول زمین سے اٹھایا اور فوری چوما۔

بھگسا مسکرائی، پر اسکے دل کا بوجھ وہ شخص اپنے کاندھوں پر اٹھالے گیا تھا، اور یہ تھی عاقب موہان کی پہلی اور آخری محبت کی حقیقی ابتدا جو اسکو ختم کرنے والی تھی۔

.._____S Merwa Mirza Novels_____..

جشن کا پر تپاک آغاز ہو گیا تھا، وی آئی پی ہال کھچا کھچ بڑے بڑے لوگوں، بزنس مینز، مافیا آئی کونز اور ٹرینڈنگ پیپلز آف سوشل میڈیا سے بھرا تھا، وہ لوگ گریول اور اسکی آرمی کے قدردان تھے، وہ فین

تھے گریول کی شاندار شخصیت کی، ڈی کے نے اسکے تمام مہمانوں کو خوش آمدید کیا اور انھیں باقاعدہ ویٹرز کو کہہ کر سرو بھی کروا رہی تھی، ٹہنوں سے زرا سی اٹھی اسکی فل کورٹیج بلیک شائنی ڈریس تھی جس نے اسکے نازک وجود کو خوبصورتی سے چھپا رکھا تھا جبکہ پوٹ شیٹ گلے کو اس نے بالوں میں کرل ڈال کر انکا والیوم بڑھا کر کورر کر رکھا تھا، کانوں میں بلیک ایر رنگز جبکہ سٹریپڈ پینسل ہیلز جسے کیری کرنا وہ بخوبی جانتی تھی پھر بھی ڈر رہی تھی کیونکہ اب اسے اپنے بے بی کا خود سے زیادہ خیال رکھنا تھا۔

داران نے جس آدمی کو بیہوش کیے اسکا گیٹ آپ لیا تھا اسے تو اسکے لوگ ٹھکانے لگا چکے تھے مگر وہ کچھ دیر تک اپنے لوگوں کے ساتھ ولا سے نکل جانے والا تھا تبھی کسی ایسے بندے کی تلاش میں تھا جسکا گیٹ آپ کر سکے تبھی اسکی نظر گریول کے ساتھ بیٹھتی ایک خوبصورت ہستی پر گئی جو شاید اسکے چرچ کے خاص پادری تھے۔

داران کی آنکھوں میں چمک آئی، فوراً اسے اس پادری کی چپکے سے پکچر لی، اور اپنی ٹیم کو روانہ کی۔

خود وہ بیک سیٹیج پر ہی موجود تھا جب اچانک کوئی اس سے بری طرح ٹنچا۔

داران نے اس نازک سے وجود کو فوری تھاما۔

وہ سوہا تھی جو پرفارمنس کے لیے آرہی تھی۔

"آریو اوکے؟"

داران نے اسے کھڑا کر داتے فکر سے پوچھا تو وہ فوری سر ہلا گئی۔

"یس آئی ایم، آپ کون ہیں؟"

وہ اتنے خوبصورت انسان کو عام سی ڈریسنگ میں دیکھ کر ناجانے کیوں ٹھٹک گئی جیسے لگا ہو وہ ان کپڑوں کے لیے کہیں سے نہیں بنا۔

"میں۔۔۔"

داران نے کچھ سوچا تو وہ خود ہی ہاتھ پھیلا گئی۔

"میں سوہا، مسیز گریول"

داران نے اسکا مصافحے کی صورت بڑھا ہاتھ تھا جبکہ جس طرح شریر مسکرایا، سوہا کے چہرے کی رنگت اڑی۔

"اوہ، پیپی تو سی یوسون"

داران نے جملہ شوخی سے ادا کیا جبکہ وہ آخری نام مدھم لیا جس پر سوہا کی آنکھوں میں دفتا کرب اتر۔ اس سے پہلے وہ اپنے مسیحا سے لپٹ پڑتی، داران نے پرے ہٹتے اسے یہ کرنے سے روکا تو وہ نجل ہوئی۔
"برو والا ہگ تھا یار"

یہاں رہ کر وہ کافی بے باک ہو گئی تھی، داران نے ارد گرد نظریں پھیریں اور اسکے کان کے قریب ہوا۔

"خوش ہونے کی ضرورت نہیں سون، بہت کام باقی ہے۔ تم جانتی ہوناں یہ موقع ہمارے پاس بہت مشکل سے آیا ہے، تمہارا بھائی یہیں ہے لیکن اپنے جذبات پر قابو رکھو، اب جاو رابطہ کرتا ہوں تم سے۔ باقی ڈیٹیل بتاؤں گا"

وہ بھول گئی تھی کہ وہ مسیحا کے ساتھ موسکو کا جلا دے

تبھی فوراً ڈر کر سر ہلاتی اک آخری مشکور نگاہ اس وجہہ پر ڈالے سیٹج کی طرف بڑھی ہی کہ آگے سے ایک اور ہستی سے ٹکراتے پنچی مگر وہ اسکا تھوڑا سا خبیث دوست تھا تبھی تو فوراً سے اسکے گلے جھول گئی۔ عمر اپنی جگہ سہم کر رہ گیا کہ یہ کونسی ہوائی مخلوق چمٹی ہے۔

داران نے اپنا سر تھام لیا کیونکہ اس لپکتی جان پہچان سے وہ بھی ناواقف تھا۔

"تم۔۔ تم کہاں مر گئے تھے۔ مجھے لگا پکڑے گئے۔ تم گھور کیوں رہے ہو رجاں۔ میں سوہا ہوں یار۔ گریول کی وائف"

عمر نے خود کو نادیدہ دھکے دیے تب ہوش آیا کہ اس وقت وہ رجاں نظر آرہا ہے۔

"اوہ! ہاں کیونکہ تم بہت عجیب لگ رہی ہو۔ یہ کیا پہن رکھا ہے۔ گریول کی شرم غیرت پانی بھرنے گئی کیا"

سوہا کا منہ حیرت سے کھلا کیونکہ رجاں تو کافی کمینہ آدمی تھا جو اپنے باس کی بیوی پر لائنز تک مارتا تھا تبھی تو داران لا حول پڑتا اس مولوی کی مزید کوئی بات نہ سہتے وہاں سے نکل گیا۔

"تمہیں کسی نے نشہ دیا ہے کیا، یار یہاں ایسے ہی کپڑے چلتے ہیں۔ اچھا ہٹو میں پر فارمنس دے لوں
پھر تم سے کرتی بات۔ تم نے سچ میں اپنے باپ کو مار دیا کیا؟ مجھے تفصیل جانتی ہے"
سوہا جلدی سے کہے سیٹیج کی طرف دوڑی تو عمر نے غائب دماغی سے سر کجھاتے گردن موڑی مگر فون پر
آتے میسج پر وہ ہوش میں آیا۔

"وہ سون ہے جو ٹکرائی، گریول کی بیوی اور یچی کی بہن۔ تمہیں رجاں سمجھ رہی ہے۔ ہوش کر لو عمر
ورنہ تمہیں بجلی کے جھٹکے دینے پڑیں گے۔ جا کر گریول سے ملو، جو سمجھایا تھا وہی کہنا اور بار بار میں
تمہیں وارن نہیں کروں گا۔ سوہا کو شک ہو بھی گیا تو مسئلہ نہیں پر گریول کو اگر بھنک بھی لگی کہ تم
رجاں نہیں ہو، تمہاری لاش بھی نہیں ملے گی"

سخت غصے سے بھرا پراسیوٹ پیغام پڑتے ہی عمر نے مصنوعی کھانستے سینہ پیٹا۔

"اف یہ سوہا ہے، مر گیا میں۔۔۔ اتنی قاتلانہ حد تک حسین وہ بھی سڑے کریلے یچی صاحب کی
بہن۔۔۔ اللہ جی پلینز میری عزت رکھ لیں، خطرے میں لگ رہی ہے مجھے میری ننھی جان! مینٹلی بھی
اور فزیکلی بھی۔ ابھی ابھی دل دھک دھک کر رہا ہے، سیدھی گلے ہی آپڑی۔۔۔ توبہ توبہ عمر آیت
الکرسی پھونک لے یہاں قدم قدم پر بلا بیٹھی ہوگی۔۔۔۔۔ پرویٹ مجھ پر کس نے مرنا ہے؟ میرے
منہ پر تھو بڑا تو اس شودے رجاں کا لگا ہے، چلو بچت ہو گئی تھوڑی ورنہ عمر آفندی کا حسن دیکھ کر تو یہاں
کی ساری کڑیاں ٹھنڈی آہیں بھر کر پھڑک جاتیں۔۔۔۔"

جلدی سے فون پینٹ میں دھنسائے وہ منہ پر جتنی لاسکتا تھا کمینگی لایا اور گریول سے ملنے ہال کی طرف بڑھا جس نے رجال کو دیکھتے ہی باقاعدہ اٹھ کر اسے گلے لگایا، گریول کے نزدیک حمید چغتائی یعنی ناکارہ ہو چکے آدمی کو رجال نے مارا تھا اوپر سے لڑکیوں والا سودا بھی اسی پر تھا جو بظاہر کامیاب ہوا تبھی رجال کی او بگت بھی اسی طرز کی تھی۔

وہ رجال بنے عمر سے اپنے لوگوں کو ملواریا تھا، جاہن اور عنایہ بھی وہیں تھے جبکہ عمر کو الجھن تب ہوئی جب گریول نے اسے مستقل کندھے کے گرد بازو لپیٹ کر چپکا ہی لیا۔
یچی اور بیلا، عمر کی الجھن پر خفیف سا مخطوط ہوئے۔

"یہ مجھے چپک کیوں رہا ہے یار، کتنی تیز پرفیوم لگا رکھی اس منحوس نے۔ مجھے کھڑے کھڑے غش پڑ گیا تو ہو جائے گا مشن یہیں پورا"

گریول ہنس ہنس کر اپنے مہمانوں سے مخاطب تھا جبکہ عمر کوئی مزاحمت نہ کر پا رہا تھا کیونکہ اسے رجال کی طرح ہی بیسیو کرنا تھا۔
"تم نے نوٹ کیا کچھ یچی؟"

بیلا جو دو لڑکیوں اور دو برٹیش لڑکوں کے گروپ میں یچی کے ساتھ کھڑی تھی، اس کے کان کی اور جھکی۔
"ہاں! عمر سے سارے بدلے لے رہا ہے یہ کمینہ میرے حصے کے، تبھی قاتل ہو کر بھی غصہ نہیں آرہا اس پر"

دانت پیسے یچی نے انتقاماً جواب دیا تو بیلا نے اپنی نوکیلی ہیل ٹھیک یچی کے شوز پر دے ماری، اگر آس پاس کوئی نہ ہوتا تو یچی کی دھاڑ پر مردے کفن پھاڑ کر نکل آتے پر بچارا مٹھی بھینچ کر ضبط کر گیا۔

"اتقامی درندے! گریول کا اسے ہولڈ کرنے کا طریقہ دیکھو جیسے ہوس پرست لوگ چمٹا لیتے، عمر کے ساتھ کچھ کر دیا اس نے تو میرا کیا ہوگا"

بیلا کو گریول کے تیور کچھ عجیب بہکے لگ رہے تھے جبکہ اس باریکی ضرور غور کرتا اگر بیلا نے آخری جملہ نہ کہا ہوتا۔

اپنے اڈتے جلال کو بمشکل قابو کر سکا۔

"مجھے تنگ مت کرو اور منہ میں الفی انڈیل لو بیلا کیونکہ میرا میٹر شارٹ ہوتا محسوس ہو رہا ہے"

یچی کے غصے پر اس بار وہ اسکا ہاتھ پکڑے اپنی طرف موڑ گئی اور آنکھوں کے اشارے سے اسکی توجہ گریول اور عمر پر دلوائی جہاں گریول آہستگی سے عمر کے کندھے کے گرد لپٹا ہاتھ اسکی کمر کی اور سرکارہا تھا۔

یچی کی آنکھوں میں لہو اتر ا۔

آپسی جلن تو تھی پر عمر کے ساتھ گریول کا یہ رویہ دیکھنا یچی میں آگ لگا گیا۔

"کہاں جا رہے ہو؟"

اس سے پہلے یچی ان کی طرف بڑھتا، بیلا نے روکا۔

جبکہ عمر نے جب گڑبڑ محسوس کی تو مسکرا کر سبکی توجہ سیٹج ہال کی طرف دلواتا چالاکی سے گریول سے دور ہوتا کچھ فاصلے پر ہو گیا، یچی نے گہرا سانس کھینچا اور وہیں رکا۔

"He is Ambiphilia, Executioner"

عمر نے اپنے فون میں جلدی سے ٹائپ کیا، وہ میسج ٹنل کے راستے میں اپنے تین لوگوں کے ہمراہ کھڑے داران کو موصول ہوا۔

"اوہ! پہلے ہی پتا تھا لچا ہے۔ رجال کا اسکے ساتھ تعلق تھا اور یقیناً وہ اسکو اپنی آرمی میں اہم عہدہ بھی تبھی دینے والا ہے۔ عمر، تمہارا ٹاسک سب سے مشکل ہو گیا ہے۔ خاموشی سے سب دیکھتے جاؤ، جہاں لگے بچاؤ ممکن نہیں رہا میں جوائن کروں گا تمہیں۔ بیلا اور یچی کو بھی انفارم کرو، اور ڈی کے کو میں خود بتاؤں گا"

داران نے اسے بریف میسج بھیجا اور خود وہ کچھ میک آپ کٹ، ایک ویگ، ایک گلاسیز اور اس پادری جیسے کچھ مغربی کپڑوں کا منتظر تھا البتہ اصل پادری کو پوری رازداری سے اٹھوا کر وہ پینل سے نکلوا کر محفوظ مقام ہر پہنچوا چکا تھا۔

عمر نے میسج ریسو کیا اور یچی کو بھیجنے کے بجائے بیلا کو فارورڈ کیا، جس نے یچی کو چپکے سے اپنے فون کی سکرین دیکھائی اور غصہ بھی ہوئی جبکہ یچی کو سچ میں عمر کی بہت فکر ہونے لگی۔

خیر رقص شروع ہوا تو تمام مہمانوں کی توجہ سٹیج ہال کی طرف مبذول ہوئی، چھ ایک سے لباس میں ملبوس لڑکوں کے ہمراہ سوہا کسی مغربی گانے پر لپسنگ کیے اپنے نازک فلسیبل وجود کو بڑی مہارت سے گماتی گئی، ہر کسی کی توجہ سٹیج پر تھی۔

داریہ، گریول سے کچھ فاصلے پر کھڑی تھی، اپنے پہلے ٹاسک پر عمل دار آمد کو وہ مجمعے سے نکلی اور پچھلی طرف لپکی، گریول کے کمرے میں اسے ایک آڈیو ڈیوائس ریکارڈنگ کرنا تھا اور اسکے کمرے کا لاک جس کی پیڈ سے اوپن ہوتا وہ داریہ کے پاس موجود تھی۔

داریہ نے وہ چھوٹے سے بٹن جتنی ڈیوائس گریول کے روم میں آکر اسکے بیڈ کے نیچے بنے ہول میں رکھی اور اس پر چپکنے والا پاسٹک کا ٹکرا لگا دیا تاکہ وہ اس ہول سے ہلے نہ۔

اس روم کا کیمرہ آل ریڈی ڈیڈ ہو چکا تھا، اس پر جمی پہلے ہی کام کر کے اس کی ریکارڈنگ کو اپنے ہاتھ لے چکا تھا۔

داریہ نے اپنا کام مکمل کیا اور کمرے سے ویسے ہی نکل گئی، جبکہ داران کو میسج بھیج دیا۔

"آڈیو ڈیوائس کنکٹ ہو گئی ہے جمی، وہ اپنے کمرے میں کیا بولتا ہے ہر چیز چاہیے"

داران نے ایئر فون پر موجود جمی کو بریف کرتے خود باہر سے اندر آتے آدمی کی طرف لپکا، آنکھوں میں شرارت سی لیے ہر چیز لیتے ان سب کو چلتا کیا، ٹنل کا مین ہول ایک غیر آباد سی اوپن سڑک کے

کنارے پر کھلتا تھا جس پر ایک پھٹیچر گاڑی کھڑی تھی، وہ لوگ اس ٹنل سے یونہی نکلتے اور اس گاڑی میں نیچے سے ہی اندر گھسنے کا سسٹم فٹ تھا۔

اور جب گاڑی وہاں سے جاتی پیچھے بس ٹنل کا لوہے کا ڈھکن ہی دیکھائی دیتا جو بظاہر سیل معلوم ہوتا۔ داران نے پہلے تو وہ سیاہ ڈھیلی سی شرٹ اور پینٹ پہنی، گلے میں گہرا بھورا اسکارف ڈالا، ایک بلیزر جو کافی کھلا تھا چڑھایا، سیاہ کالے شوز جن سے شوپالشی کی مہک چھوٹ کر ناک کے نتھنوں تک پہنچ رہی تھی، کلائی پر ایک سپیشل قسم کا بریسلٹ، سر پر ولف اسٹائل وگ چڑھائی، وہ ناصر ف جلا د تھا وہ ماہر میک آپ آرٹس کی طرح دس منٹ میں اپنے چہرے کی ساخت بدل چکا تھا۔

موٹا نظر والا چشمہ آنکھوں پر چڑھائے گالوں پر زرا زرا گہرا بھورا رنگ اضافی رگڑا کیونکہ پادری کا چہرہ یونہی گالوں سے زرا سیاہی مائل تھا، اوپر سے اس پادری سے آتی پرفیوم بھی ارجنٹ منگوائی جسے خور پر چھڑکنے کے بعد داران نے جیسے ناک پر ہاتھ رکھا وہ سچ میں کیوٹ تھا۔

خیر فون پر ہی اپنے حسن کا جلوہ کیمرے میں دیکھ کر ایک سیلفی لی، آخر کو اتنے ٹیلنٹ کا مظاہرہ کیے وہ پادری بنا تھا کوئی تو ثبوت ہوتا جس سے وہ اپنی جلا دن کو امپریس کرتا۔

گہرا گھانستے موصوف ولا کی طرف نکل گئے، ایک فون اس نے بلیزر کی اندرونی جیب میں فٹ کر رکھا تھا دو سرائٹن مارنے کے لیے ہاتھ میں۔

وہ اسی طرح گریول ولا کے چرچ کی جانب دبے پیر نکل گیا جہاں اسکے باقی ساتھی خاص عبادت میں مشغول تھے، وہ بھی اپنی خاص جگہ گیا اور ایک خاص ٹوپی سر پر ڈالتے کھڑا ہو گیا، اسکے سامنے ہی ڈیسک پر انجیل کھلی پڑی تھی، وہ بظاہر انہی کی طرح کھڑا تھا پر اس کتاب ہر اپنا فون رکھے نقشے کو اوپن کر رکھا تھا جہاں سٹڈی تک پہنچنے کا راستہ کچھ خاص واضح سمجھ نہ آرہا تھا۔

داران کو اس سٹڈی تک رسائی پانی تھی، سوہا کی پر فامنس ختم ہوئی تو وہ رجال کا ہاتھ پکڑے مہمانوں سے نکال کر اپنے روم لائی اور بالکونی کی طرف بڑھ گئی۔

تبھی اسکے ایئر فون میں بیپ سنائی دی، وہ واپس جانے لگی جب عمر نے اسکا ہاتھ پکڑا۔

"سون! میں رجال نہیں جلا دکا ایک جو نئیر ہوں۔ تم انس کر سکتی ہو میرے سامنے انکو"

عمر نے اپنی آواز میں اسے کہا تو وہ گہرا سانس کھینچے کمرے میں آئی اور بیڈ کے میٹرس کو اٹھائے وہاں رکھے ٹیب کو دیکھتی آدھی اندر گھسی تو عمر بھی مسکراتا وہیں کچھ فاصلے پر کرسی پر چوڑا ہوا۔

"سون! تمہارے پاس صرف چوبیس گھنٹے ہیں لیب کا تمام ڈیٹا DEW ویب تک ٹرانسفر کرنے کے

لیے۔ تم جانتی ہو کل ہیرے کی نیلامی ہوتے ہی اسکی شیشیش روانہ ہو جائیں گی، مجھے سٹڈی میں پہنچنے کا

راستہ چاہیے تاکہ وہاں موجود پچھلے ڈیڑھ سال سے جمع انفارمیشن نظر آتش کی جاسکے۔ یہ سب ہمیں

جلدی ختم کرنا ہے۔ اور ہاں کیا تم یہ بات جانتی تھی کہ گریول عورتوں کے ساتھ ساتھ مردوں میں بھی

دلچسپی رکھتا ہے"

یہ پیغام پڑھے وہ سن پڑ گئی، شک تو اسے بھی تھا پر یہ تو اسکی عقل میں کبھی نہ آیا کہ وہ مرد پرست بھی نکل سکتا ہے۔

"یار جلا! مجھے بہت بار شک ہوا پر میں نے وہم سمجھ کر جھٹک دیا۔ بہت بار رات میں گریول کے روم سے بڑا پریشان نکلتا تھا۔ میں نے کئی بار دیکھا۔ اللہ اللہ چھی چھی یہ میں نے کیسے گندے آدمی سے ہگ کسیر لے لیں۔۔۔۔"

داران نے جواب پڑھتے غصے کو بمشکل قابو کیا، یہ سون اسکا عمر سے بڑا درد سرتھی۔
"لیکن اب محتاط رہنا، اور کچھ پر سنل بھی رکھتے ہیں سب منہ پھاڑ کر کھول نہیں دیتے۔ یہ بتاؤ بھائی کو دیکھا تم نے؟"

داران کے سوال پر وہ اداس ہوئی۔

"ناں، ادھر سب بریش تھے۔ مجھے پک بھیج دیتے تو ڈھونڈ لیتی۔ لیکن جہاں چھ سال صبر کیا وہاں چند گھنٹے اور کر لوں گی۔ میں آج ہی اپنے کام پر لگ جاؤں گی۔ آپکو انفارم کرتی ہوں"

رابطہ ڈسکنکٹ کیے وہ تمام ہسٹری فارمیٹ کیے میٹرس اور بیڈ کے بیچ سے نکلی تو پلٹ کر مڑی، عمر جو میز پر پڑی بکٹ سے کالے انگوروں کا گچھا اٹھا کر مزے سے کھانے میں مصروف تھا، سوہانے جھٹ سے جھپٹا۔

"سسرال آئے ہو کیا؟"

سوہا کو اسکی بے تکلفی بری لگی اوپر سے وہ اس انجان سے چمٹ بھی چکی ہے یہ بھی اب برا لگ رہا تھا۔
"کیا پتا یہ اسکا سسرال ہی ہو؟"

گریول کی آواز پر دونوں چونکے جو اپنے گارڈز کو باہر ہی روکے پر اعتماد انداز میں اندر آتا دونوں کے
سامنے رک چکا تھا۔
"کیا مطلب؟"

سوہا نے فوراً کریکٹر پکڑا جبکہ رجال بھی کمینگی بھر لاتے گریول کی ترسی نظروں کا ویسا ہی جواب دے
رہا تھا۔

"مطلب یہ کہ رجال ہی وہ مناسب انسان ہے جو آپکے ساتھ سچے گا، ہم کل ہی آپ دو کی انگیجمنٹ کرنا
چاہتے ہیں۔ چونکہ رجال اب میرا سب سے با اعتماد ساتھی ثابت ہوا ہے تو میں اسے ہی آپکے قابل
سمجھتا ہوں۔ ویسے بھی یہ فلٹری آدمی آپ پر پہلے ہی لٹو ہے۔ ٹھیک کہاناں رجال۔ مل جل کر اس
آرمی کو مزید سٹرونگ کرے گا ہم تینوں کا یہ رشتہ"

سوہا نے پوری اعتمادی سے اسکی بکواس سنی، تینوں کا تعلق پر تو عمر کو ہول سے اٹھے پر بچا را سہہ گیا۔
"اوہ ماسٹر گریول! آپ جیسا سخی کہاں ہو گا جو اپنی اتنی ہاٹ اور نمکین بیوی اٹھا کر اس لچے خادم کے منہ
پر مار ڈالے۔۔۔ ہاتھ دیجئے آپکا ہاتھ چومنے کو دل چاہ رہا ہے"

عمر نے بالکل گریول کی طرح خباثت سے ہنس کر گریول کا ہاتھ پکڑے جب چوما تو سوہانے جب اس پر گریول کی گندی سائیل دیکھی تو دل سا خراب ہوا اوپر سے عمر کو لات مارنے کا دل الگ کیا۔

"میں تمہیں خوش کروں گا تو بدلے میں تم مجھے کر دینا رجا، بس اتنا سا"

عمر کے کان میں رجا کی سرگوشی اتری، کسی پگھلے سیسے سی، جبکہ سوہان تو نہ سکی پر عمر کے ری ایکشن سے سمجھ گئی کہ اس غلیظ نے کیا کہا ہو گا۔

"ہمم۔۔۔ ویری ناٹی۔ آپ تو کافی سمجھدار ہیں ماسٹر گریول، مجھ سے میرے باپ کو مروانے والا لیلو کا ہی سوچتا ہو گا بھی۔۔۔ ہے سوہا! تم تیار ہو پھر اس لفنگے کی ہونے کے لیے"

رجا کے لب و لہجے پر گریول کو جو شک تھا وہ اس رویے پر مٹ گیا یہ اسکی آنکھوں کے نشیلے ہونے سے عیاں تھا جبکہ سوہانے اپنے سامنے تنے عمر کو پرے کیا اور گریول کے سامنے جا کر۔

"آریو شیور؟ پچھتائیں گے تو نہیں۔ اگر ڈی کے نے انکار کر دیا تو میری ضرورت تو نہیں پڑے گی ناں؟ رجا بکو اس آدمی ہے پر مجھے برا نہیں لگتا۔ اگر آپ کہیں گے کل ہی اس سے نکاح کر لوں وہ بھی کر لوں گی"

سوہا کی تڑپ پر گریول نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرا۔

"گریٹ نیوز! یہ تو اور اچھا ہے۔ مجھے آپکی ضرورت پڑنی ہوتی تو دو سال میں آپ کئی بار میرے بستر کی زینت بن چکی ہوتیں۔ ایسا چانس ہی نہیں ہے۔ میں بہت خوش ہوں۔ میرے دو قابل اعتبار لوگ

میرے سامنے تاعمر رہیں گے۔ ہیو آگریٹ ٹائم، میں زرا مہمانوں کو سی آف کر لوں، ڈنر پر فرصت سے کل کے بارے ڈسکشن کریں گے "

گریول اپنے اسی بارعب و ملائم انداز میں اپنی خوشی بیاں کرتا ویسے ہی کمرے سے گیا تو عمر نے دروازہ بند ہوتے ہی سوہا کی بازو دبوچی۔

"اوہ ہیلو، انگلیجمنٹ تک تو ٹھیک یہ نکاح کا کیا سین کریٹ کر رہی ہو، معاف کرو بی بی میری قسمت ابھی اتنی بھی نہیں پھوٹی "

عمر بچارہ جو کافی شوقین مزاج تھا، ایسی کے ہتھے چڑھا کہ بلبلا گیا جبکہ سوہا آگے سے شرارتا ہنسی اور اسکے چہرے کا ماسک کھینچ کر اتار ڈالا۔

"اوئے! تم تو بڑے حسین ہو چوزے۔ اب تو پکا نکاح ہی ہو گا۔ شکر کرو مجھ سی تراشی ان چھوٹی مورت مل رہی ہے، آگے سے منہ بنا رہا ہے۔ یہ ناں احسان ہے میرا تم پر، ورنہ تمہیں چراغ لے کر ڈھونڈتے تب بھی ایسا پیس نہ ملتا۔ اب ظاہر ہے یہاں سے نکلنے کے بعد مجھے ایک ایسے بندے کی ضرورت تو ہوگی جو میرے اندر کا سارا کچرا، بے باکی اور بے شرمی نکالے، تو اگر مجھے مجھ سا بگھڑا مل گیا تو میں تو منی بدنام بن جاؤں گی، تم شریف اچھے لگو گے میرے ساتھ، سدھار لو گے مجھے "

اسکا ماسک واپس چڑھائے وہ بال جھٹک کر حکم صادر کیے پلٹی جبکہ عمر کے دماغ کی چولیس ہل گئیں۔
صدے سے بچارا وہیں کر سی پر گر اتو سوہا ڈر کر پلٹی پر ساتھ ہی ہنس پڑتی بچارے عمر پر جھکی۔

جو سہم کر مزید کرسی میں سکڑ کر رہ گیا۔

"اور ہاں بچی حیدر کو پتا چلا نہ انکی بہن ایسی لفنگی ہے، قتل کر ڈالیں گے تو جب تک انکو پتا چلتا ہے کہ میں ہی انکی بد قسمتی سے بہن ہوں تم تھوڑا تو مجھے سدھار ہی لو گے۔ بولو قبول ہے نہ سوہا حیدر تمہیں۔ ساری زندگی عیش کرو گے اتنی حسین دوشیزہ پا کر"

سوہا کی گرے آنکھیں خماری سے بھر کر ویسے ہی عمر کو ٹھنڈے پسینے دلار ہی تھیں جو ایسے سکڑا سمٹا تھا جیسے وہ دوانچ کی چھوری نکل لے گی۔

"لگتا ہے میں نے جتنا بچی حیدر کو ستایا اب وہ میری طرف آئے گا مکافات بن کر۔ دیکھو بی بی مجھے بخش دو میرے چھوٹے چھوٹے فیوچر کے بچوں پر ترس کھالو، میں تمہارے ٹائپ کے آس پاس بھی نہیں بھٹکتا"

عمر کے بھیگی بلی بننے پر سوہا کھل کر ہنسی جبکہ وہ نازک کانچ سی آنکھیں شوخی سے بھر لیتی پھر سے عمر کو دیکھنے لگی۔

"میں ملوں گی تو ہی فیوچر کے بچے آئیں گے ناں، پگلے۔ کیا نیٹ سے ڈانلوڈ کرو گے میرے بنا۔ کیونکہ تم پر اب میری نظر آگئی اور تمہیں کسی اور چڑیل کے لیے سوہا چھوڑ دے یہ تو ممکن نہیں۔ میں تھوڑی حسن پرست ہوں سو تم میرے ساتھ بہت سوٹ کرو گے، سلیفیز بہت ہاٹ آئیں گی۔ اب منہ بند کرو

اور شریف کا کا بن کر نکلوا دھر سے۔ کل اگر تم میرے نہ ہوئے تو میں تمہیں ایکسپوز کر دوں گی۔۔۔۔۔ ہا ہا ہا"

یہ غنڈی تو جان کو آرہی تھی، عمر نے زرا مردوں کی طرح ہمت کی اور اسے پرے جھٹکا شرٹ کی سلوٹیں ٹھیک کیے اٹھا اور منہ ہی منہ میں بڑبڑاتا ہوا کمرے سے نکل گیا جبکہ سوہا اسکے جاتے ہی منہ پر ہاتھ رکھے ہنس پڑی۔

.._____..

"کہاں ہے تو، شام ہو گئی ہے یار۔ فکر ہو رہی ہے"

جہانگیر آفس سے واپس آئے تو اب تک زمیل لوٹا نہ تھا تبھی کوٹ بازو پر رکھے ہی لان کی طرف بڑھے اور ساتھ کال ملا کر درگت بنائی۔

"میں اک سنگی سے ملنے چلا آیا تھا، ارے بیگ نہیں تھا، اسکی بیوی مری تھی تو سوچا تعزیت کر آوں۔ تو اتنے عرصے بعد آیا تھا تو ضد کرنے لگا کہ روٹی ٹکڑ کھائے بنانہ جانے دے گا"

زمیل نے کسی کچے سے مکان کے صحن میں کھڑے ہو کر کال اٹھائی تو جہانگیر جل بھن گئے۔

"میرے علاوہ تیرا کوئی سنگی سو گئی نہیں ہے سمجھا، تیرا اکلوتا یار جہانگیر ہے۔ فوراً آور نہ میں اس بیگ کو

بھی اسکی بیوی تک پہنچا دوں گا آکر"

جہانگیر کی جلن پر زمیل کا قہقہہ چھوٹا۔

"اوہ یار! ایسی جلن تو نے ثمن کے لیے دیکھائی ہوتی تو آج تم دو اپنے بچوں کی شادی کا سوچ رہے ہوتے۔ فٹے منہ ہے تیرے"

زمیل نے بھی چھوٹے ہی بچارے معصوم جہانگیر کی دکھتی رگ چھیڑی۔

"اب اسی بیگ کے پاس رہ آنے کی ضرورت ہی نہیں، یہاں میں فکر میں ہلکان ہوں کہ صفدر کے لوگ تجھے دیکھ نہ لیں اور تجھے پرانی یاریاں نبھانے کی پڑی ہے۔ اگر تو چاہتا ہے جہانگیر سے تیری یاری سلامت رہے تو واپس آجا۔ میں تجھ پر اک آنچ بھی برداشت نہیں کر سکتا خبیث، میرے پاس تو ہی تو ہے دکھ سکھ کا ساتھی۔ مرو گیا تو میں کونسی دیوار سے ٹکریں ماروں گا"

جہانگیر کی جذباتیت پر زمیل کو ہنسی کے اٹیک آئے جارہے تھے جبکہ اگر وہ سامنے دانت نکالتا تو جہانگیر سے دو کھاچکا ہوتا جھانپڑ۔

"ثمن نامی رنگیلی سوفٹ دیوار سے میرے بھائی"

اس وقت اسکا چونچال پنا جہانگیر کو خونی بلا بنا گیا۔

"کمینہ، زندگی جہنم ہو گئی پر تیری بکو اس اب بھی فل پٹرولی سپیڈ سے جاری ہے۔ رہ ادھر ہی"

جہانگیر روٹھے تو زمیل بھی تھوڑا سنجیدہ ہوا۔

"اچھا اچھا زیادہ میری پاگل بیسٹی بننے کی ضرورت نہیں آ رہا ہوں، جل ککڑا۔ پر میں ثمن کے نام پر

چھیڑوں گا بہت سا، قبول ہے؟"

زمیل نے محتاط ہوتے پوچھا جس پر جہانگیر کے چہرے پر رنگ سے اترے۔

"قبول ہے لچے، آجا۔ خطرہ ہے تیری جان کو سمجھتا کیوں نہیں ہے۔ اس عمر میں اگر تو نے اپنی جدائی کا دکھ دیا ناں زمیل جلال، میں تجھے نہیں بخشوں گا"

ناچاہتے ہوئے بھی جہانگیر کی دھمکی کے سبب دونوں کی آنکھوں میں کچھ دکھ سا ٹھہر سا گیا، وہ کال کاٹ کر اندر چلے گئے جبکہ زمیل تکان والہ سے اٹا ہوا ہنس پڑا۔

جسکے پاس یار ہوا سے پیار کی کمی نہیں ہوتی، اور زمیل اس پر ایمان رکھتا تھا۔

جبکہ جہانگیر اپنی آنکھوں میں چلی آتی نمی رگڑتے اپنے ہی دھیان میں کمرے کی طرف بڑھ رہے تھے جب ثمن سے بری طرح ٹکرائے پر وہ آج بنا سر پر دوپٹہ لیے شانوں پر پھیلائے بہت دن بعد بال کھول کر تیار ہوئی تھی پر ستم کہ اس کا یہ سہانا روپ دیکھا تو سب سے پہلے جہانگیر نے۔

وہ اسکی کمر پر رکھ لیتا ہاتھ ہٹا گئے پر وہ سینے کے بہت پاس آئے دور ہوئی کہ اسکی خوشبو بہت مدت بعد جہانگیر کو اندر تک اترتی محسوس ہوئی۔

"آئی ایم سوری میں جلدی میں تھی"

وہ جلدی سے کہہ کر بھاگی پر جہانگیر تو ہلنے کے بھی لائق نہ رہے، بہت قریب سے دیکھا تھا آج انہوں نے ثمن کو، اسکو محسوس کیا تھا۔

"میں نے محسوس کیا ہے، وہ اب بھی ویسی ہی ہے۔ عمر بڑھ گئی ہے بس، پر اسکی خوشبو وہی ہے جسکا مسکن و مکاں تیس سالوں سے میری سانسیں ہیں"

دھیرے دھیرے اسکے سحر سے نکلتے وہ خود سے کہتے زینے پھلانگتے چلے گئے۔

.._____..

ماول اور ایاد کالج کے بعد اکیڈمی گئے اور پھر ماول کا بہت دل چاہا بابا اور دادو سے ملنے کا پر وہ ایاد کو بولنے سے ہچکچائی، وہ خود ہی اسکی الجھن سمجھتے گاڑی خوشاب کے راستے ڈال گیا تو ماول نے بے اختیار اپنی سمت پھیلے ایاد کا ہاتھ تھاما۔

"آپ مجھے بن کہے سمجھتے ہیں"

آواز میں ڈھیروں انس اتر اتر اور آنکھیں جذباتیت سے بھری تھیں، ایاد نے اسکے ہاتھ کی پشت چومی۔

"یہی تو محبت ہوتی ہے، کیا رکنا چاہتی ہو وہاں؟"

ایاد کے لیے شاہ حویلی رہنا مشکل تھا پر وہ ماول کے لیے کچھ بھی کر سکتا تھا۔

"آپ رک لیں گے؟"

ماول نے اسکی خوشی کو فوقیت دی۔

"تم جو چاہو گی میں خوشی خوشی قبول کروں گا، بتاؤ"

اسے مزید پرسکون کیا تو ماول نے سر ہلایا کیونکہ وہ بابا اور دادو کو بہت مس کر رہی تھی، کبھی رہی جو نہیں تھی ان سے دور۔

"میرے لیے میرے دونوں گھر بہت پیارے ہیں، لیکن جتنا اچھا مجھے آپ کے پاس لگتا ہے اب اتنا شاید کہیں نہ لگے تو میرے لیے رک جائیں ایاد"

وہ اسکے نام کو پکار کر سنجیدگی میں نرمہٹ بھرے بولی تو ایاد نے اسے دھیرے سے اپنے ساتھ لگاتے جبین چومی۔

"اوکے، میں رکوں گا۔ پیپی؟"

وہ تمام تلخی بھلائے ماول کی خوشی کے لیے مان گیا، ماول نے اسکے سینے میں چہرہ چھپاتے شاید اپنے چند بے تاب آنسوؤں کو چھپایا تھا۔

پھر ایاد کا ہاتھ پکڑے اپنے نرم ہونٹوں سے چوما۔

"بہت زیادہ پیپی، سچ میں حمین انکل نے اپنے دونوں لاڈلوں کی بہت اچھی تربیت کی ہے اور خود میری جان سے پیاری خالا کے مقدر سنوار دیے۔ جہاں دار یہ بھا بھی نے میرے بھیا کو سنبھال لیا وہیں آپ نے مجھے، اب میں فخر سے کہہ سکتی ہوں کہ ماول کو کبھی ڈر نہیں لگے گا کیونکہ آپ ہر اندھیرے میں میری روشنی بن کر میرے ساتھ ہوں گے۔ تھینکیو مجھے ایک بہت ہی الگ اور میجیکل سی پاور دینے کے لیے"

شاید یہ لفظ خود بخود ہی ماول کے دل سے نکلے ورنہ اتنی سمجھداری کی باتیں وہ روز روز تھوڑا کرتی تھی، وہ ڈرائیونگ پر دھیان دیتا یا ان پھول ہونٹوں پر جن سے ایسا اظہار اس شام کو گفام کر گیا، ٹھنڈی سی فضا میں، لانگ ڈرائیونگ اور ماول کا ساتھ، بھلا سکون اور کیا تھا ایاد کے لیے مزید۔

"تھینکیو مجھے برداشت کرنے کے لیے، اور بنا اظہار کے بھی اظہار کرنے کے لیے"

وہ آنکھ دباتا معنی خیزی سے اچانک جو بولا اس پر ماول نے جھٹ سے اپنے ہونٹوں ہریوں ہاتھ رکھا جیسے اظہار کر دینے پر سہم گئی ہو، ایاد کا قہقہہ چھوٹا پر خمار لیے وہ ماول کی سرخیوں میں ڈھلی گھبرائی شکل دیکھنا نہ بولا۔

"ایاد میں نے آئی لو ویو تو نہیں بولا نہ"

وہ اپنے آپ کو تسلی دینے کو جھٹ سے اس سے دور ہوئے منمنائی۔

جناب کے ہونٹوں کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔

"ابھی تو بولا"

وہ بھی تو پورا آفت تھا، ماول کی آنکھیں سی چھلکیں تو فوراً سے اپنی جذباتی کیونین کو واپس خود سے لگا کر ہنس پڑا۔

"بولیں ناں پلیز۔ کہ میں نے نہیں بولا"

وہ تھوڑا خوفزدہ تھی، اسکے وجود میں فطری لعززش ایاد کی زیرک نگاہوں سے مخفی نہ تھی۔

"اپنے ملینگا کو ہی تو بولا ہے، میں کونسا جان لینے لگا ہوں تمہاری۔ وہ تب لوں گا جب تم خوشی خوشی جان دینے پر راضی ہوگی۔ میں بہت سوئیٹ ہسبنڈ ہوں سوڈونٹ وری"

اس بار لہجہ دانستہ پیار اور تسلی بھرا استعمال کیا جبکہ وہ اس میں سمٹ کر بالکل مومی گڈی کی مانند خاموش ہو گئی کیونکہ ایاد کی محبت کی شدت اسکے وجود کو بنا چھوئے بھی گھیر چکی تھی۔

وہیں ایاد نے ماموں اور مایا دونوں کو شاہ حویلی جانے کے بارے انفارم کر دیا تھا۔

حمین کچھ لیٹ ہو گیا پر مایا نے بھی اسکا انتظار کیا اور خود بھی کھانا نہ کھایا، عشاء پڑھے وہ فون لیے وہیں لاونچ میں آ بیٹھی تبھی ڈور بیل ہوئی۔

مایا نے فوراً سے فون رکھا اور دروازہ کھولنے گئی، حمین کو خوبصورت سے بکے کے ہمراہ دیکھ کر وہ بلش کی جو اندر داخل ہوتے ہی ڈور بند کیے پھول اپنی فریگرنٹ لیڈی کی جانب بڑھا گیا۔

"بہت خوبصورت ہیں"

وہ پھولوں کا بکٹ تھامے کھکھلائی تو حمین نے گال پر بوسہ دیتے اسکے جملے کی بہکی سی نفی کی۔

"آپ ہیں خوبصورت، یہ پھول تو آپکی نظر اتارنے کا ذریعہ ہیں مایا"

حمین کے ہاتھ اسکی نازک کمر کو تھامے تھے جبکہ خود وہ اپنے اور حمین کے بیچ ڈری سی پھول لیے اسی کو محبت سے تنکنے لگی۔

"آج ہم اکیلے ہیں، کیا آپ مجھے سنیں گے؟"

وہ پھولوں کو وہیں سائیڈ میز پر رکھے دونوں ہتھیلوں کو حمین کے سینے ٹکا کر گلوگیر آواز میں مدھم سا بولی۔

"آپ جانتی ہیں میرا جواب آپکے معاملے میں صرف اقرار ہے تو ایسے سوال کیوں کرتی ہیں"

بھاری پڑتے لہجے کو سنبھالتے ہی وہ شکوہ سا کر گیا، مایا نے نم ہوتی آنکھوں کو چھپاتے پلکیں نیچی کیں۔

"بار بار آپکے منہ سے سننا اچھا لگتا ہے، خیر پہلے کھانا کھالیں؟ آپکو کچھ بتانا بھی تھا۔ جائیں فریش ہو جائیں"

وہ اسکے کوٹ کو نرمی سے اتار کر زردور ہونے لگی جب حمین نے اسکے ہاتھ پکڑ کر واپس قریب کھینچا، مایا نے ڈرتے ہوئے حمین کی آنکھوں کے بے قابو جذبات دیکھے۔

"آپ بہت قریب سجتی ہیں، اس اپنی محبت کے گرفتار کے"

اسکے ہونٹوں پر حمین چوہان کے اس گریہ کرتے اظہار سے جو نرمی اور مسکان اتری وہ حمین نے ہونٹوں کی دلکش بندش قائم کیے چرائی اور اپنی تھکن اتارنے کے بعد اسکے ملائم ہاتھ اور جکڑے اعصاب آزاد کیے تو وہ اسکے سحر سے سر جھٹک کر خود کو نکالتی دھیان بھٹائے زمین پر گر تا بلیدرا اٹھا کر اسے بنا دیکھے تھماتی چہرے کے رنگ چھپاتی کچن کی سمت دوڑ گئی اور اپنے پیچھے کسی عاشق کا دل تاحیات کے لیے مرکز سے ہلا گئی۔

وہ سونے کی کافی دیر سے کوشش میں تھی پر رات بیتی جا رہی تھی لیکن انیب کے اندر ہی ہلچل کو سکون نہ مل رہا تھا، پھر فکر کے وہ کیوں اس سے چھپ گیا ہے، انجام کی پرواہ کیے بنا وہ اسکے روم میں داخل ہو گئی۔

کروٹ پر سینے کے بل لیٹا وہ سوچکا تھا، چہنچ بھی نہیں کیا تھا، شوز تک چڑھا رکھے تھے۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی انیب کی آنکھوں میں ملائم سا احساس اتر آ، وہ قریب آئی، اسکے پیروں سے احتیاط سے شوز اتارے اور اسکے پاس ہی آکر بیٹھی، اپنا ہاتھ بڑھا کر اسکے بالوں کو چھونا ہی چاہا جب وہ سیدھا ہوا اور اسکی بازو کھینچ کر اپنے سینے پر گراتے ہی اسے اپنے بازوؤں میں دبوچ گیا۔ انیب کے کھلے بال عاقب کے چہرے اور کشادہ سینے پر پھیلے۔

"ہلنا مت، یہیں سو جاو"

اسکی دہک جاتی گال پوری شدت سے چومتے وہ گرفت مزید مضبوط کر گیا اور انیب چاہتی بھی تو اس کے حصار میں نہ ہل سکتی تھی نہ پھڑ پھڑانا ممکن چھوڑا گیا تھا۔ "چھپ کیوں گئے، بالوں میں ہاتھ بھی نہیں پھیرے"

وہ چہرہ ٹھیک سے ٹکاتی گال اسکے سینے لگا کر زرا آنکھیں اٹھائے بولی تو عاقب کی صرف ٹھوڑی اور ہونٹ ہی نظر آ سکے۔

"مرنے والے کچھ دیر سن ہو جاتے ہیں، میں بھی ہو گیا۔ تم ٹھیک ہو؟"

وہ اسکے سوال پر ہاتھ بڑھا کر اسکے گال سے جوڑ گئی۔

"ہاں شاید"

یک لفظی جواب تھا جس پر وہ اسے دیکھنے کی کڑور خواہش کے بھی دیکھ نہ سکا کیونکہ جانتا تھا دیکھ بیٹھا تو ساری حدیں توڑ دے گا۔

وہ اسکے بعد کچھ نہ بولی اور خود کو عاقب کا یونہی آرام بنتا ہی چھوڑ کر آنکھیں موند لیں۔

.._____..

"بہت شکریہ ایاد خان کہ آپ ہماری گڑیا کو لائے، آپ دونوں آئے ہیں تو بے حد خوشی ہو رہی ہے"

ایاد اور ماول کی آمد کا سنتے ہی عزیزے جان نے عامر اور فردوس کو اچھا سا کھانا بنانے پر لگا دیا، اوپر سے ماول کی خوشی سے بھری ذات ان ماں بیٹے کا مزید سکون محسوس ہوئی۔

وہ بابا سے چپک کر بیٹھی لاڈ وصول رہی تھی۔

"کوئی بات نہیں تبریز انکل، شکریہ کی ضرورت نہیں۔ اسکا جب دل چاہے گا میں اسے لے آؤں گا"

وہ بھی تو اچھا داماد ہونے کا برملا ثبوت دے گیا، عزیزے کو مسرت دی اسکے بڑے پن نے۔

"مایا اور حمین کیسے ہیں ایاد خان"

اس بار عزیزے نے مخاطب کیا جس پر وہ رسان سے مسکرایا۔

"جی الحمد للہ ماموں اور مایا بالکل ٹھیک ہے"

نرمی سے جواب دیا۔

"ماول بہت عزیز ہے ہمیں، اسکا بہت خیال رکھنا"

عزیزے جان کے اداس ہونے پر وہ انکا بھی ہاتھ جکڑ گئی۔

"آپ دونوں بے فکر رہیں میں وہاں بہت خوش ہوں، ایاد خود سے زیادہ میرا خیال رکھتے ہیں"

ماول نے خود ہی بابا اور دادو کی فکریں دور کیں جبکہ نگاہیں ایاد سے ملیں تو اسکے گالوں میں مقابل کی محبت پاش نگاہوں سے گلاب اتر آئے۔

"اللہ تم دو کو ہر بری نظر سے بچائیں"

اس دعا پر سب ہی آمین کہتے دیکھائی دیے، چونکہ ڈنر لگ گیا تبھی وہ سب اسکے بعد کھانا کھانے بڑھ گئے، ماول دادو کے ساتھ باتیں کرتی رہی جبکہ ایاد بھی تبریز انکل کے ساتھ ڈنر کے بعد وادی سون گھومنے نکلا، موسم بہت سرد تھا اور پھر بارش ہو جانے پر وہ لوگ اسطبل رکے اور وہیں پکوڑوں اور چائے کا بندوبست خود خانوا کبر نے کیا، گویا مل بیٹھنے کے لیے موسم بہت اچھا تھا۔

جب تک ایاد واپس شاہ حویلی آیا ماول دادو سے باتیں کرنے کے بعد روم میں آکر سو گئی جبکہ ایاد نے بھی لائیٹ آف کی اور اسکے پاس ہی آکر اسی کے لحاف میں گھس گیا اور ہاتھ بڑھا کر ماول کو اپنے سینے پر منتقل کیے خود بھی سکون سے آنکھیں موند لیں۔

سوالیب میں موجود فٹ کمپیوٹرائز سسٹم کے روبرو بیٹھی تھی، کی بورڈ پر اسکی لائبریری تیز انگلیاں سبک روئی سے حرکت کر رہی تھیں، مانیٹر کی سکریں پر کچھ ویپ سائنٹس اوپن تھیں جن میں وہ باری باری یو ایل آر لنک انسٹ کیے سیکور فائلز اوپن کیے تمام ڈیٹا اپنی یو ایس بی میں ٹرانسفر کر رہی تھی۔

وہیں گریول نے اپنے وکیل کو اپنی سٹی بلا رکھا تھا جبکہ پادری گرائم سے بھی وہ کچھ ڈسکشن چاہتا تھا تبھی اس وقت اسکے سامنے دوسری کرسی پر داران بیٹھا تھا، کمرے میں سنہری ملگجی مگر پر سکون سی روشنی غنیمت تھی کہ چہرے غور سے بچ جاتے، گہری سیاہ لنز کی آر میں چھپی نیلی آنکھیں اس پر گہرائی سے رقم تھیں جس نے سپر زپر سائن کیا اور وکیل کی طرف فائیل کھسکائی۔

"صبح تک ڈائورس ریجسٹر ہو جائے گی، پھر وہ انگلیجمنٹ یا میرج کے لیے آزاد ہوں گی، میں اب چلتا ہوں ماسٹر"

وکیل نے انگلش میں کہتے ہی اجازت طلب کی جس پر گریول نے سر ہلایا جبکہ خود بھرپور توجہ کافی کے سیپ بھرتے پادری گرائم پر دی۔

"آپ ٹھیک ہیں؟"

گریول نے خود پر جمی داران کی کچھ الگ نظروں سے بے چین ہوئے سوال کیا جس کا چہرہ اس خاص چشمے اور بالوں میں کافی حد تک چھپا تھا تبھی تو گریول کو زرا شک نہ ہوا کہ سامنے کوئی بہرہ ویا ہے۔

"یس، پر اچانک ڈائورس کیوں ماسٹر گریول۔ کیا ڈی کے مان گئی؟"

داران نے آواز بھی یکسر بدل لی لیکن پھر بھی بالکل سیم نہ تھی تبھی تو گریول نے اس سامنے بیٹھے ذرا الگ لگتے پادری گرائم کو گہری نظروں میں لیا۔

"آپکا لہجہ کچھ بدل گیا ہے"

گریول، داران کی سوچ سے زیادہ چالاک تھا، داران نے ٹیبل کے نیچے کیے ہاتھ میں آستین سے تیز دھاری چاقو نکال کر مٹھی میں احتیاط کے طور پر لیا۔

"خیر میرا وہم بھی ہو سکتا ہے میں آجکل کچھ زیادہ ہی شکی ہو رہا ہوں، ایکچولی سوہا اور رجال دونوں ہی میرے لیے بہت اہم ہیں۔ مجھ سے سوہا کو کوئی جسمانی راحت نہیں مل سکتی آپ جانتے ہیں تبھی یہ فیصلہ لیا۔ کیا میں نے ٹھیک کیا، سوہا کے ساتھ جتنا ظلم ہوا، وہ خوشی ڈیزرو کرتی ہیں۔ کتنا کچھ کر رہی ہیں وہ دو سال سے ہمارے لیے"

گریول نے خود ہی موضوع بدلا جبکہ داران اسکے اٹھ کر بک ریک کی جانب پلٹنے پر اپنی جگہ سے اٹھا اور ایک ہی جھٹکے سے گریول کی گردن دبوچی اور اس دبلے پتلے کو پھڑکنے کا موقع دیے بنا گردن کی کوئی رگ دباتے اسکے دل پر دبا دیا جس سے اگلے ہی لمحے گریول لڑھک کر زمین پر گرا اور بیہوش ہو گیا۔

"منخوس، سوچ سے زیادہ شاطر ہے"

داران نے جھٹکے سے وگ اور عینک اتاری جبکہ گریول کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر گھسیٹے سٹڈی سے ملحقہ سٹنگ ایریا میں لایا اور اٹھا کر اسے صوفے پر پھینکا جبکہ خود اندر رکھی تمام بک شیلف کو دیکھتے

جیب سے لائٹ نکالا اور وہاں لہراتے پردے کو آگ لگائی، اسی لمحے سوہا بھی لیب سے نکلی، تمام ڈیٹا فلیش میں ٹرانسفر کیے پورے سسٹم کو ایسے فارمیٹ کر دیا کہ جو بھی کمپیوٹر آن کرتا اسے ونڈو ہی کرپٹ ملتی اور یو ایس بی جلا دے سپرد کی۔

داران نے آگ سے اٹھتے دھوئیں پر بجتے آلارم پر سوہا کو نکلنے کا اشارہ کیا اور خود بھی باہر نکلا۔
داران نے جلدی سے کپڑوں پر پہنی سیاہ پینٹ شرٹ چلتے ہوئے ہی اتاری جبکہ سوہا کے بیک گلے پر لگا سیاہ چشمہ جھٹ سے اتار کر پہنتا سوہا کے پیچھے ہی آتے ہوئے گارڈز میں شامل ہو گیا، اور تھوڑا دور جاتے ہی گارڈز سے الگ ہوتا ولا سے نکل گیا۔

چونکہ آلارم کے سبب سارے گارڈز اندر لپک آئے تھے تبھی ولا کی راہداری کی جانب زیادہ سیکورٹی نہ تھی۔

داران نے اپنی کلائی میں پہنی سپیشل ڈیوائس آن کی اور جہاں جہاں سے گزرا ہر کیمرے کی ریکارڈنگ اس ڈیوائس کے سگنل کے سبب وہیں رک گئی۔

"ماسٹر گریول کی جان کو خطرہ ہے بڑی، اندر جاو"

گیڈ کے پاس کھڑے سات سے آٹھ گن مینز کے قریب آتے ہی داران چلایا تو ایک کے سوا سارے ہی اندر دوڑے جبکہ اس ایک بچ چکے گارڈ کے پاس جاتے ہی داران نے زوردار مکا اسکے منہ پر مارتے نہ صرف اسے بیہوش کیا بلکہ اس آدمی کو گھسیٹا ہوا باہر نکل گیا، سات آٹھ قدم چلتے ہی موڑ تھا، اس

اوٹ میں ہوتے ہی داران گارڈ کے کپڑے پہن کر دیوار سے باہر نکلا، اور اسی دیوار کے ہول میں رکھے باکس کو کھولے نقلی داڑھی مونچھ لگاتے آنکھوں پر سیاہ عینک چڑھاتے واپس ولا میں داخل ہوا اور تیزی سے گارڈ کی گن لیے اندر واپس لپک گیا۔

اب وہ گریول کی آرمی میں شامل تھا، گریول کو بیہوش ہی سلامت کمرے سے نکال تو لیا گیا پر پوری سٹڈی میں رکھی کتابیں اور ڈاکو منٹس جل کر خاک ہو گئے، اوپر سے پورے گریول ولا میں سائر ن بج چکا تھا، ہر طرف اس مشکوک آدمی کی تلاش شروع ہو چکی تھی۔

دار یہ، یچی اور بیلا بھی اس بھگدر کا فائدہ اٹھاتے اپنے کام پر لگ چکے تھے، گریول ولا کا چپہ چپہ چھاننا تھا جبکہ گریول کے لیے سپیشل ڈاکٹر بلوایا گیا جس نے سفو کیشن سے اسکے لمبا بیہوش ہونے پر انجکشن دیا، سوہا بھی فلیش داران کے حوالے کر چکی تھی اور اب اس کا کام موقع ملتے ہی ولا سے نکلنا تھا مگر اس وقت وہ گریول کے پاس ہی موجود تھی۔

لگ بھگ آدھے گھنٹے تک اسے ہوش آیا تو سرہانے سوہا تھی جبکہ عمر بھی رجال بنا سر پر ہی ٹہل رہا تھا۔ دروازے کے باہر گارڈز کھڑے تھے جن میں ایک داران بھی تھا۔

"کیا ہو گیا تھا آپکو گریول، جب میں لیب سے نکلی تو آپ بیہوش تھے اور دھواں پھیلا تھا۔ بتائیں پلیز" سوہانے سہم کر گریول کا ہاتھ پکڑتے پوچھا جس پر وہ فوری اٹھ بیٹھا۔

"پادری گرائم کو بلو اور جال، ابھی"

گریول نے باقاعدہ چلا کر حکم دیا جس پر گریول کاسب سے خاص آدمی ٹانگر بھی اندر داخل ہوا۔
"وہ نہیں ہیں ولا میں، گریول بتائیں کیا ہوا تھا آپکے ساتھ"

وہ خاصا سانڈ قسم کا ٹیٹوز سے بھرے چہرے والا بھیانک آدمی تھا جو گریول کے پاس بیٹھتے اس کے سفید چہرے کو دیکھ کر عتاب کے سنگ بولا، سوہانے ڈر کر کھڑے عمر کو دیکھا جو اسے پر سکون رہنے کا اشارہ کر رہا تھا۔

"وہ آگیا ہے یہاں ٹانگر، میرے سامنے تھا۔ گرائم کے بہروپ میں۔ ولا کے تمام خفیہ راستے سیل کروا دو۔ داخلی دروازے پر سیکورٹی بڑھا دو۔ وہ گریول آرمی میں گھس گیا تو ماسکو کا ڈان ختم ہو جائے گا۔ اسے یہ بھی پتا ہے میں ڈی کے میں دلچسپی رکھتا ہوں۔۔۔۔۔ سوہا؟"

گریول نے مڑ کر جب سوہا پر نگاہ ڈالی تو اس لڑکی کا سارا خون سوکھا جبکہ دروازے میں کھڑا داران خود پر غصہ ہوا کہ کیسے اتنا بڑا بلند کر سکتا ہے۔

سوہا کے ہاتھ سے کپکپائے پر اگلے ہی لمحے گریول نے واپس ٹانگر کو دیکھا۔
"مجھے اس لمحہ تم سب مشکوک لگ رہے ہو"

گریول نے اپنا سر جکڑا تبھی داریہ دروازے کے پاس آتے رکی، گارڈز پر باری باری نگاہ ڈالی اور اس بار داران کو پہچان ہی نہ سکی۔

گارڈز ہٹے تو داریہ کمرے میں داخل ہوئی۔

گریول کی آنکھوں میں داریہ کو دیکھے چمک اتری۔

"کیا آپ ٹھیک ہیں ماسٹر گریول"

داریہ نے فکر سے پوچھا تو وہ اداسی سے سر جھٹک گیا۔

ٹانگر اور سوہا بھی اسکے پاس سے اٹھ گئے۔

"میرے پاس کچھ دیر بیٹھو ڈی کے"

گریول نے اسکو کہا تو سب کمرے سے نکلے جبکہ داریہ اسکے سامنے ہی رکھی چیئر پر بیٹھی، گریول کو اتنا خوفزدہ اس نے پانچ سالوں میں پہلی بار دیکھا تھا۔

"مجھے اس وقت سب پر شک ہے، وہ اگر اندر آیا ہے تو ضرور کسی کی مدد سے ہوا یہ ممکن۔"

گریول کی حواس باختگی پر داریہ نے بمشکل ہنسی روکی، گریول کو بھیگا بلا دیکھ کر عجیب سی خوشی ملی۔

"کس کی بات کر رہے ہیں؟"

داریہ انجان بنی۔

"جلاد کی، داریہ وہ گریول ولا میں آچکا ہے۔ پہر وپیا ہے۔ آواز شکل سب بدلنے کا ماہر۔ مجھے پہلی بار ڈر

لگ رہا ہے"

گریول واقعی اتنا خوفزدہ تھا یا یہ بھی اسکی چال تھی فی الحال کچھ کہنا ممکن نہ تھا۔

"اوہ! یہ تو بہت برا ہوا۔ اسے کیسے پکڑیں گے۔ کیا آپ نے اسے دیکھ رکھا ہے۔ یا اسے پہنچانے والی کوئی چیز؟"

داریہ نے اس بار فکر سے پوچھا۔

"نہیں۔ تمہیں پتا ہے ڈی کے وہ اب تک ایک سوتین و حشیوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا ہے۔ لیکن جنہوں نے اسے دیکھا ہے وہ کہتے ہیں اتنا نرم دل ہے کہ لگتا ہے کبھی مکھی بھی نہیں ماری ہوگی۔"

داریہ بظاہر سہم گئی پر اف وہ اسکی سنہری آنکھوں کا لمحہ بھرا بھر کر غائب ہوتا سرور۔

"کبخت ایک قتل اس نے میرا بھی تو کیا ہے، کمینہ کہیں کا، مرگئی میں تم پر ایک بار پھر ماہیر شاہ۔ اس گریول خچر کی روح لرزانے والا میرا شیر ہی ہو سکتا تھا۔۔۔۔۔"

داریہ بظاہر تو محظوظ ہوئی پر دل میں تو بڑی ٹھنڈ پڑی تھی جبکہ دروازے کے باہر کھڑا داران یہ سب سن کر خود بھی مسکرا رہا تھا۔

"پھر تو بہت خطرناک ہوگا، کیا پلین ہے پھر"

داریہ نے افسوس کرتے پوچھا۔

"ہائی الرٹ جاری ہے، ہر آدمی، ہر گارڈ کی جانچ ہوگی۔ اگر وہ یہاں آگیا ہے تو زندہ باہر نہیں نکلے گا۔ وہ موسکو کا جلا د ہوگا لیکن میں بھی رشہ کا ڈان ہوں۔ تم یہیں بیٹھ سکتی ہو کچھ دیر، میں سونا چاہتا ہوں۔"

دماغ کو سکون دینا چاہتا ہوں

گریول کی باتوں سے داریہ کو خوف سا آیا پر وہ بظاہر رسان سے مسکرا دی تو گریول نے مطمئن ہو کر آنکھیں میچ لیں۔

"ماہیر، ہوپ سو تم جہاں ہو گے ٹھیک ہو۔ پلیز اللہ اسکی حفاظت کریں"

داریہ نے خود بھی کرسی سے ٹیک لگالی جبکہ داران وہیں کوریڈور میں مٹر گشت کرتا وہاں سے نکلا اور آگے سے عمر آتا دیکھائی دیا۔

"بات سنو! سوہا اور تم بھی خطرے میں ہو۔ جیسے ہی لگے گڑ بڑ ہے اسے لے کر گریول ولا سے نکل جانا۔ تمہاری بس یہی ڈیوٹی ہے۔ سمجھ گئے۔ سوہا کو خراش بھی نہ آئے عمر نہ تمہیں چوٹ پہنچے۔ وہ ہماری سوچ سے زیادہ خبیث ہے احتیاط کرنا اور سوہا کو اکیلا مت چھوڑنا"

داران نے اسے پاس سے گزرتے ہی بریف کیا اور واپس چکر پورا کرتے پلٹا جبکہ عمر نے فوری سر ہلایا اور سوہا کے کمرے کی طرف بڑھاتا کہ وہیں آس پاس رہ سکے۔

.._____..

ڈنر کے بعد حمین نے نماز ادا کی اور کچھ دیر واک کرنے وہ مایا کے ساتھ ہی ٹیرس پر چلا گیا، کافی حد تک موسم بدل چکا تھا، فضا میں پھیلی جس کا زور نہ صرف ٹوٹ رہا تھا بلکہ شدید طوفانی بارشوں کی پیشن گوئی بھی تھی۔

وہ حمین کا ہاتھ تھامے اسکے ہمراہ ٹہل رہی تھی، ٹیرس پر موجود لاتعداد گملوں میں بہت سے موسمی پھول کھلے تھے، پھر ستاروں اور بادلوں سے اٹا آسمان اور چلتی دھیمی دھیمی ہوا وجود اور روح تک اک تروتازگی اتار رہی تھی۔

"ز میل بھائی آئے تھے"

مایا نے حمین کا ہاتھ دباتے اسکی طرف دیکھا تو دفعتاً مقابل کے پرسکون چہرے پر حیرانگی لہرائی۔
"ہمارے جانے کے بعد؟"

حمین نے پاس آرکتے اسکا دوسرا امر میں ہاتھ بھی اپنے مضبوط ہاتھ میں لیا۔
"جی، پہلے تو میں بہت ڈر گئی تھی پر آپ جانتے ہیں حمین وہ انسان آپکی مایا کا محسن ہے تو ڈر ختم ہو گیا۔ وہ اپنے دونوں بچوں کی خوشیوں کے بارے جان کر جی اٹھے، اور مجھے کہا کہ دعا کروں کہ میں گناہوں کی تلافی کیے بنانہ مروں۔ کیا وہ مرجائیں گے؟"

مایا ڈر کر پوچھ رہی تھی، حمین نے اسکے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں بھرا۔
"محسن کیسے؟"

وہ خود ہی سوال کر گیا تا کہ مایا کو ہمت ملے اپنے سچ کہنے کی، ابھی وہ اسے یہ نہیں بتانا چاہتا تھا کہ وہ اسکی ذات کی ہر سچائی سے واقف ہے۔

"یہی وہ سچ تھے جو میں آپکو بتانا چاہتی ہوں"

وہ آنکھوں میں سرخی لیے حمین کی طرف ڈبڈبا جاتی نگاہوں سے دیکھنے لگی جس نے اسکے گرد بازو سے حصار لیے۔

"ہممم۔ بتائیں میں سن رہا ہوں"

حمین نے ویسی ہی آزرہ نگاہیں مایا کے بوجھل چہرے کے اداسی میں مبتلا خدو خال پر ٹکائے پوچھا جس پر وہ آہستگی سے سر اس کے سینے سے لگا گئی۔

شاید اب بھی حمین کو دیکھ کر کچھ کہنا مشکل تھا۔

وہ اسکے کھلے ملائم بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا اور مایا نے ہر تکلیف اس بخت والے سینے لگ کر اس ہمسفر سے بانٹ دی، ہاں یہ سب مایا کی زبان سے سنے حمین کو پھر سے تکلیف ہوئی اور خاص کر مایا کے وہ آنسو جو حمین کے سینے میں یہ سب بتاتے جذب ہوئے۔

وہ اپنے ہاتھ پھیلاتی اسکی پشت پر لپیٹے کچھ دیر روتی رہی، اپنے اطراف حمین کے بندھے ہاتھوں نے بتا تو دیا تھا وہ اس سے اب بھی ویسی ہی محبت رکھتا ہے پر وہ ان آنکھوں میں دیکھنے کو مچلی۔

"اب سامنے آئیں تاکہ جواب دے سکوں"

وہ اسکے تھمے دل کی دھڑکن محسوس کیے بولا تو وہ مزید لپٹی، ابھی بھی ہمت نہ تھی آنکھیں ملانے کی۔

"ا۔ ایسے ہی دے دیں پلیز"

وہ اس سے الگ نہ ہوئی تو حمین نے اسے یو نہی بازوؤں میں اٹھایا تو وہ مزید حمین کو جکڑ گئی، سیڑھیاں اترتا ہوا وہ نیچے اتر اور لاونچ میں آتے آہستگی سے مایا کو صوفے پر بٹھاتے اتارا جو دھیرے سے الگ تو ہوئی پر سرخ آنکھیں حمین سے فوری چرا گئی۔

حمین وہیں اسکے پاس بیٹھا اور اپنا ہاتھ مایا کے پیچھے سے گزارے لمحے میں مایا کو خود پر منتقل کیے حاوی کیا جس پر مایا کے دل کی دھڑکنیں تھم کر رہ گئیں۔

"آپ کو پتا ہے یہ سب میں ہمارے نکاح سے پہلے ہی جانتا تھا"
ان شبہی آنکھوں کو دیکھتے حمین نے جب اسکی نم پلکیں چو میں تو وہ سسک پڑی۔

"ب۔۔ بہت برے ہیں آپ"

وہ واپس اسکی گردن میں منہ گھسیڑ گئی تو حمین کے ہونٹوں پر دلسوز سی مسکراہٹ آ کر غائب ہوئی۔
"برا ہوں؟"

وہ جیسے اس الزام پر تڑپ گیا۔

"تو بتایا کیوں نہیں کہ آپ سب جانتے ہیں"

وہ ہمت کیے سامنے ہوئی، وہ کرب خیز آنکھیں شکایت سے لبریز تھیں۔

"بتا دیتا تو آپکے دل کا غبار کیسے ہٹتا، کیسے آپکو مکمل سکون میسر آتا۔ آپ نے مجھ پر اعتبار کر کے یہ سب مجھے بتایا، مجھے بھی تسکین ملی کہ آپ اپنی زندگی کا ہر کرب مجھ سے بانٹ کر سچ میری جان بن گئی ہیں۔ اس سب میں آپکا کوئی قصور نہیں ہے، تو ڈر کس بات کا تھا آپکو؟"

وہ ہنوز دلبرداشتہ تھی، سمجھ نہ آئی کیسے ری ایکٹ کرے۔

"ی۔۔ یہ کہ کہیں آپ مجھے نہ غلط سمجھیں، میں آپکو کھونا نہیں چاہتی تھی تبھی یہ سب بتانے سے اب تک ڈر رہی تھی۔"

وہ صاف گوئی سے بولی، اسے حمین کے آگے کچھ بھی کہنے میں سوچنا نہ پڑ رہا تھا اب۔

"میں آپکو کھو کر کہاں جاتا یار، آپ ملی ہیں تو مجھے اپنا نشان ملا ہے۔ کچھ بھی ہو جاتا میں آپ کے ساتھ یہ جتنے دن گزار چکا ہوں، مر تو سکتا ہوں آپکو غلط نہیں سمجھ سکتا مایا۔ اس مکان میں خوشی آپکے قدم لائے ورنہ یقین کریں میں بہت جتن کر کے اپنے لاڈلوں کی نامیدی مٹاتا تھا اور دگنی تکلیف مقدر انکے دلوں پر ڈھا دیتا تھا۔ پر آپ انہیں سب سنور گیا، آپ کے ساتھ جو ماضی میں ہوا کاش میں بدل پاتا، کاش آپکی روح پر لگے وہ زخم بھر پاتا، لیکن میں جب تک زندہ ہوں آپکو بہت سی خوشیاں دے کر آپکی محرمیوں کو مدہم ضرور کرنے کا وعدہ کرتا ہوں"

وہ بے اختیار رو پڑی، خوشی کی زیادتی تھی کہ اسکی آنکھوں سے بے اختیار آنسو ٹپکے، حمین اس پگلی کے رونے پر اسے روشن جبین چومتے اپنی محبت کی نرمابٹ محسوس کروائے اس میں حوصلے کو بھر گیا۔

"ارے مایا کیوں رو رہی ہیں اتنا ظالم، میں تو آپ کی راحت چاہتا ہوں"

وہ اداس ہوا کہ ناچاہتے ہوئے بھی مایا کے زخم کرید گیا پر وہ جیسے ہی زرا سنبھلی فوراً رو برو ہوئی، دونوں بازو حمین کی گردن میں ہنوز حائل کر کے باندھے تھے۔

"آپ ر۔ راحت چاہتے ہی نہیں، آپ خود ہی راحت ہیں میری۔ محرمیوں کی کیا بات کرتے ہیں، میں تو اس لفظ تک سے انجان کر دی گئی ہوں۔ اگر اس دنیا میں سب سے خوبصورت دل تلاش کیا جائے تو وہ آپکا ہو گا۔ اور اس پر میں حاکم ہوں"

وہ رونا رو کے محبت سے مسکرائی، حمین کے دونوں رخسار اپنی ازلی ملائمت سے چومے۔

"آپ واقعی میرا ہو کر اتر رہی ہیں یا صرف مجھے لگ رہا ہے"

وہ اب بھی شرارت سے باز نہ آیا تو مایا کی حیا سے پلکیں جھک گئیں۔

"حمین! آپ تنگ کر رہے ہیں مجھے"

وہ خفا سا ہوئے بولی، اسکایوں پاس ہونا حمین کو سب بھلا چکا تھا۔

"آپ بھی کریں ناں مجھے تنگ"

وہ اسکے نرم لبوں کو چھوتا آج مایا کی جانب سے بے حد نوازش کا متمنی تھا، وہ اسکی بات کا مفہوم سمجھے گہرا سانس کھینچ گئی۔

"م۔۔ میں تو اچھی بچی ہوں، تنگ نہیں کرتی"

وہ پھر سے اس میں چھپنے لگی پر حمین نے ٹھوڑی پکڑے اسے روکا۔

"آپ اسے میری ضد، فرمائش یا خواہش میں سے کچھ سمجھ لیں اور میرا حق مجھے تفصیلی لینے دیں، میں آپکی خود سے کسی طرح کی دوری سہنے کا مزید اک لمحہ متحمل نہیں رہا مایا"

اسکے جان لیوا تقاضے سنے مایا نے خود سپردگی کی ادا دیکھاتے نظر جھکائی۔

"میں اسے آپکا سکون سمجھ رہی ہوں، آپکے ہر حق پر قربان ہوں میں حمین"

مزید خود پر وہ حمین کا کوئی حق ممنوع نہ رکھتی خود اسکی دسترس میں کھینچی چلی آئی، اسکی سانسوں میں سانسیں لیتے حمین نے اسکے وجود کو اپنی آغوش کی حرارت بڑھاتے بخشی اور وہ لمس کی زبان میں اسکے اس آخری جملے کو سراہنے کی پر زور ابتداء کر گیا، وہ اسکی تھی، وہ اسکی محبت کے بعد اسکی خوشی اور سکون بننے پر اب دل و جان سے کسی بھی دلی بوجھ کے بنا پوری راضی تھی۔

.._____..

بہت دنوں بعد وہ اتنی پر سکون سوئی کہ جاگتے ہی ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی کیونکہ رات وہ اسکے حصار میں سوئی تھی اور اب وہ اسے لپٹ کر بچوں کی طرح گہری نیند میں اتر اٹھا، چھ بج چکے تھے۔

اپنی زندگی سے اسے کبھی شکوہ نہ تھا پر آج دل چاہا شکایت کرے، اس شخص کی کہ یہ کیوں اتنا بے درد

ہے۔

"آہ عاقب! تم نے بہت ستایا ہے مجھے پر تمہارا یہ چہرہ دیکھتے ہی انو و سب بھول جاتی ہے۔ کتنی بے بسی ہے اس محبت میں کہ میں تم پر اپنا قتل تک بنا سوچے معاف کر سکتی ہوں۔ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا تم کبھی یوں میرے پاس بھی ہو گے"

وہ اسکے بالوں میں انگلیاں پھیرے اسکے چہرے کا سکون کھوجتے نم سامسکائی، اسکے چہرے کے قریب ہو کر اسکی دبیز سانسوں کی خوشبو ان ہیل کی جیسے کسی نشے کے عادی کو ٹوٹتے جسم میں سکون بھرنے کے لیے سانسوں کی فلاح سی درکار ہوتی ہے۔

"آج میں جاسم انکل کے پاس چلی جاؤں گی، اب تمہیں انکو معاف کرنا ہو گا۔ شاید اب تک پھپھونے بھی کر دیا ہو کیونکہ مر کر تو وہ بھی سکون پاگئی ہوں گی۔ انکے لیے زندگی بہت مشکل تھی یہ تم بھی جانتے ہو پر سمجھنا نہیں چاہتے۔ میں تمہارے دل کا سکون چاہتی ہوں، بہت تڑپ لیا تم نے اب نہیں۔ میری محبت اگر تمہارے دل کا درد کم نہ کر پائے تو توف ہے اس پر"

وہ اسکے خوبصورت چہرے کو تکتی اسکی تکلیفوں کو ختم کرنے کا سوچ رہی تھی، تبھی وہ کسمساتا ہوا یکدم جاگا تو انیب کی نم آنکھیں دیکھ کر زرا چہرہ اسکے چہرے سے دور کرتے فکر مند ہوا۔

"تم رور ہی ہو یا مجھے لگ رہا ہے"

وہ اپنے سوال سے اسے مسکراہٹ دے گیا۔

"نہیں رور ہی، بس ایسے ہی کچھ سوچ رہی تھی"

وہ اسکی بازو پر سر رکھے اسکی طرف کروٹ بدل گئی۔
"مجھے دیکھو تم"

انیب کی نظر جھکانے پر عاقب نے فوراً اسکا چہرہ اوپر کیا۔
"ہمم۔۔ دیکھ رہی"

وہ آواز میں اتری نمی سمیت بولی، وہ کافی پرسکون لگ رہا تھا۔
"کیا دیکھائی دے رہا ہے"

وہ اپنا ہاتھ اسکی گردن پر پھیرتا اسکے گھنے سیدھے بال سنوارتا چہرہ نزدیک سرکا گیا پر انیب تب بھی
اسے ہی تکتی گئی۔

"یہی کہ تم مغرور ہو گئے ہو میرا اظہار پا کر، لیکن میرا وقت شروع ہو گیا عاقب"
خفیف سی اذیت تھی انیب کے الفاظ میں، وہ بے چین ہوا۔
"تمہارا برا وقت میں ہوں، وہ تو کب سے شروع ہے"
وہ اسے سہولت سے لاجواب کر گیا۔

"میں خود کو بہت خالی محسوس کر رہی ہوں، اظہار جب تک نہیں کیا تھا اندر بھرا بھرا تھا۔ اب کیا کروں
گی؟"

وہ دفعتاً آنکھوں میں پھر نمی بھر لائی، وہ انیب کی عجیب سی بات پر ہنس پڑا۔

"تم کیسی عجیب مخلوق ہو، اندر ہلکا ہونے پر تو شکر ادا کیا جاتا ہے۔"

وہ چڑسا گیا تو وہ نظر جھکا گئی پھر سے عاقب نے اسکا منہ پکڑے اوپر کیا کیونکہ وہ انیب کی نظر خود پر چاہتا تھا۔

"تم نہیں سمجھو گے، میرے پاس اپنا اندر بھرنے کو واحد یہ جذبات ہی تو تھے۔ وہ بھی تم پر قربان کر بیٹھی"

وہ عجیب تڑپ گئی اور اسکے حصار سے نکل کر جانے لگی جب وہ اسے لپیٹ لیتا واپس قریب لے آتے اپنے سامنے کر گیا۔

"کہاں جا رہی ہو؟"

وہ سخت بے قرار تھا۔

"پتا نہیں"

وہ آنکھیں میچ گئی، عاقب نے اسکے سر تلے رکھی بازو اپنی طرف لپیٹے اپنے سینے میں چھپا لیتے گرفت مضبوط کی تو وہ اسکے سینے میں گھٹ سی گئی، اسکی خوشبو میں دفن ہو گئی۔

"تم ہمیشہ میری بیوی رہو گی"

وہ اسکے سر کو چومتا بولا، ہچکی بھرتے وہ اسکے حصار سے نکلی، پلکیں آنسو نامی تیز شبنم سے بو جھل تھیں۔

"اس لیے کہ میں محبت کرتی ہوں تم سے؟"

انیب نے آس سے سوال کیا، اسکی آنکھوں میں دیکھتے۔

"نہیں تو، اس لیے کہ تم کو چھو کر مزہ آتا ہے"

وہ بے شرم سی وضاحت دیتا اسکے چہرے کے نزدیک سر کا تو وہ دور ہوئی اور گھوری۔

"میں مزے کروانے کے لیے نہیں بنی، انسلٹ مت کرو میری۔"

اسکی بات پر سخت ہرٹ ہوتے غصہ دیکھایا۔

"سر کھانے کے لیے تو ہمیشہ سے ہو، تھوڑا میرا بھلا کروادو گی تو شان میں کمی تھوڑا ہوگی۔ قریب آو یہاں مجھے چاہیے ہو تم"

وہ اسکو اپنے قریب کھینچتا بڑبڑایا پر وہ مزید پیچھے سر کی یہاں تک کے زور لگاتی منہ کے ساتھ کروٹ بھی بدل گئی اور چہرہ نرم میٹرس میں دبا لیا۔

"انیب!"

وہ اسکے بالوں میں منہ دیے اسکے کاندھوں پر جھکا جو بالکل میٹرس پر اوندھی چھپی تھی۔

"لیچڑ عورت"

اسکو نرم پڑتا نہ دیکھے وہ پیچھے ہٹے اٹھنے لگا جب وہ جھٹکے سے سیدھی ہوئی تو عاقب نے لمحہ لگاتے اسکے

ہاتھوں میں ہاتھ رکھ کر انگلیاں پھنساتے انیب کی ڈری آنکھوں میں جھک کر دیکھا۔

"مجھے نہیں دینا خود کو تمہیں"

اسکے جھکتے ہی وہ منہ پھیر گئی تو عاقب نے اسکی گردن کو چومتے انیب کے دل تک ٹیس جگائی۔
"میری زبان کو بری طرح لگ چکی ہو، اب پیچھے ہٹو گی تو عاقب کی روح تک تڑپ اٹھے گی۔ میں سنا نہیں
رہا، بس یہ بتا رہا ہوں مجھے ضرورت ہے تمہاری"
عاقب کی آنکھوں میں جمع تشنگی پر وہ آنکھیں موند گئی تو وہ بس جھک کر تھوڑی سی راحت ہی وصولتا دور
ہو گیا اور اپنا سر اسکے شانے پر رکھے واپس لیٹا۔
"مجھے اچھی لگ رہی ہو تم"

وہ آنکھیں موندے بڑبڑایا تو انیب نے حیرت سے اسکی طرف دیکھا۔
"ادھر دیکھ کر کہو؟"

انیب نے اسکا منہ اوپر کیا تو وہ پھیکا سا مسکرایا۔
"اچھی لگ رہی ہو"

وہ زور دیے بولا تو وہ اسکے ہونٹوں کو تکتی ہنسی، پھر ان محبت بھری آنکھوں کو حسرت سے دیکھنے لگی،
اسے ہنستا دیکھ کر وہ بھی مسکرایا۔

"بال سٹریٹ کیے ہیں کیا اس لیے؟"
وہ اسکے گال کو چھوئے بولی، لہجے میں حسرت سی تھی۔
وہ اوپر کو اٹھا اور انیب کے چہرے پر جھکا۔

"میرے لیے کیے ہیں اس لیے"

اسکی گال چومتے اسکے بالوں کی چند لٹوں کو چوما، وہ عاقب کے ان لمسات خمسہ پر مچل گئی۔

"مت کرو عاقب"

وہ روہانسی ہوئی۔

"ہمم، مجھے تمہارے پاس بہت اچھا فیل ہوا بلکل جیسے ممی کے پاس ہوتا تھا یا انکی قبر کے قریب۔ میں بہت مس کرتا ہوں انھیں، اتنی راحت نانی جان سے گلے لگ کر نہیں ملی کبھی جتنی تم سے۔ شاید اس لیے کہ تم مجھ سے سب سے زیادہ پیار کر بیٹھی ہو، تبھی اللہ نے میری اصل راحت تمہارے بازوؤں کے حوالے کر دی۔ میں تمہیں بیوی رکھنا چاہتا ہوں کیونکہ میں تمہیں ہمیشہ گلے لگنا چاہتا ہوں"

بنا کسی لگاؤٹ کے وہ یہ بولتا گیا، انیب کو لگا بھلے وہ کبھی اس سے محبت نہ کرے پھر بھی اب دل و جان سے قبول ہے۔

"یہاں آؤ"

وہ اسکو ابھی بھی یہ راحت دینا چاہتی تھی جسے عاقب نے بلکل رد نہ کیا اور اس نازک پر اپنا کافی بوجھ تک ڈال گیا۔

"میں تمہیں ہمیشہ گلے لگاؤں گی، اس اعتراف کے لیے تھینکیو عاقب"

وہ اسے مزید نا آزماتے یو نہی ساتھ لگائے سیدھا ہوا تو وہ اس کے واپس سینے پر حاوی ہوئی اور دونوں جب روبرو ہوئے تو مسکرا رہے تھے۔

"ویکم فسادن"

وہ شرارت سے بولا تو انیب ہنس کر سر اس کے سینے پر رکھ گئی۔

"مجھے زرا اندازہ نہ تھا کہ تم مسکراتی ہوئی اتنی اچھی بھی لگ سکتی ہو، میں کچھ دیر اور سولوں؟"

وہ اسے کہیں جانے نہیں دینا چاہتا تھا، انیب نے سر اٹھایا اور ٹھوری اس کے کشادہ سینے پر ٹکائے عاقب کو دیکھے سر ہلا گئی۔

"سو جاو، مجھے کونسا کہیں جانا ہے"

وہ راحت چھلکاتے بولتی اسے بھی مطمئن کر گئی جس پر عاقب نے بھی اسے مزید خود میں لپیٹتے ہی بہت سکون اور نشاط سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

.._____..

دار یہ وہیں آرام سے ٹیک لگائے بیٹھی گریول کو دیکھ رہی تھی، عجیب نفرت محسوس ہو رہی تھی اسے اس بظاہر خوبصورت آدمی سے۔

وہیں باہر کھڑے داران کے کان میں قریب ہی آواز اتری۔

"سوہا پر شک ہے مجھے، نظر رکھو۔ گریول کی نیند اہم ہے ورنہ ابھی انکو بوسٹ آپ کرتا۔ تم جانتے ہو گریول کا اصل مقصد جلا د کو ولا میں لانا ہی تھا، سچ تب تک سامنے نہیں آنا چاہیے جب تک تمام ٹارگٹ پورے نہیں ہو جاتے"

داران کا یہ سنہ دماغ ہی گھوم گیا، اپنی جگہ سے آگے جاتے ہی بری طرح ٹانگر کا منہ دیوار سے پٹخا، جبکہ اسکافون اٹھا کر اپنے قبضے میں لیا، ٹانگر کی سانس چل رہی تھی جو داران کو سیدھا سوہا کی موت لگی تبھی ایک ہی جھٹکے سے اپنا بوٹ اسکی گردن پر رکھا اور اپنا پورا دباو دیتے ہی ٹانگر کی گردن کی ہڈیاؤں کا سرمہ بنایا اور اس سے پہلے اس کو ٹھکانے لگا کر اس فون کے پار والے کا پتہ لگوانے یہاں سے نکلتا، ساتھ پہرے پر کھڑے دو گارڈز نے اسے ٹانگر کو مارتے دیکھ لیا، داران نے دونوں کے قریب آتے ہی ایک ہی گن کی نالی دوسرے کی پسلی میں گھساواتے دونوں کو زمین سے پٹخا، وہ منہ پر ماسک چڑھاتا انہی کی گن اٹھائے آگے بڑھا تو سات گارڈز اکٹھے ہی دھاڑتے اسکی طرف لپکے، آلارم واپس بجے تو گریول بھی نیند سے جاگا اور جب کمرے سے باہر دوڑ کر نکلا تو آگے ٹانگر کی لاش پڑی منہ چڑا رہی تھی۔

داران نے بھی منہ پر ہاتھ رکھتے اپنی چیخ رو کی۔

"ڈی کے، تم جاو اپنے روم میں۔ باہر مت نکلنا خطرہ ہے، ہری آپ"

داران اسکے ججنھوڑنے پر گئی تو مگر کمرے میں نہیں بلکہ ماہیر کے پیچھے۔

وہ ان سات سے بھڑتا ہوا خود پر ہر ممکنہ وار روکتا رہا، بمشکل ہی ان سب کو ٹپکایا مگر اچانک سامنے سے آتے آدمی نے اپنے ہاتھ میں پکڑی خالی ہو جاتی گن کی نوک اس بری طرح سے داران کے سینے پر رگڑی کے شرٹ تو پھٹی بری طرح اسے چھیٹ پر کٹ چھوٹا، تب بھی داران نے دونوں ہاتھ اسکے منہ پر ایسے مارے جوڑ کر کہ وہ وہ وہیں دماغ میں اٹھتے درد پر دلخراش چینختاز مین بوس ہوا۔

داران کسی بھی طرح اس سٹور روم تک پہنچا اور کارپٹ ہٹائے ٹنل کے راستے میں گھسنا، جبکہ یہ راستہ چونکہ آگے سے دوبارہ سیل ہو چکا تھا تو کسی کا دھیان نہ گیا، وہ سب گارڈز گیڈ کی طرف ہی دوڑے۔ دار یہ بھی ٹنل کے اندر ہی گھس گئی، مگر تب اسکی جان نکلی جب کچھ آگے ہی زمین پر بے سدھ پڑے ماہیر کو دیکھا، اسکی شرٹ پھٹی تھی جسے اتارتے پہلے تو اسی سے داران کا خون پونجھا اور پھر اسے ٹنل ہی کے نیچے گزرتے صاف پانی کے ہول سے گیلا کیے اسکا زحم صاف کیے اپنے ڈریس کو کنارے سے پھاڑ کر اسکے زخم پر وہ پٹی کی صورت باندھا جبکہ اسکے پاس ہی بیٹھے اسکا سر اپنی دہری ٹانگوں پر رکھے جھک کر اسکا ماتھا چوما تو کئی آنسو داریہ کی آنکھوں سے بہہ نکلے۔

وہ فون ماہیر کے قبضے میں تھا پر اس پر ورک کرنے کے لیے اسے یہاں سے نکلنا تھا۔ دونوں میں سے کسی کو علم نہ تھا کہ انکو یہاں چھپے کتنے منٹس بیت گئے لیکن داریہ کی آنکھیں درد سے پھٹنے کو تھیں، ماہیر کے چھیٹ پر لگے کٹ کو اس نے ٹوٹا پوٹا مرہم دیا لیکن وہ اب تک ہوش میں نہ آیا

تھا اور اگر وہ اسے چھوڑ کر جاتی تو تکلیف سے ہی مر جاتی، گریول دو تین بار داریہ کا پوچھ چکا تھا تو اسکے
گارڈز نے اسے یہی بتایا کہ وہ اپنے کمرے میں سونے جا چکی ہے تبھی تو ٹانگر کی تدفین کے کام پر لگا۔
"خ۔۔ خدا کے لیے آنکھیں کھول لو ماہیر، میری جان جا رہی ہے"

وہ اسکی گود میں سر رکھے بے جان پڑا تھا، داریہ تھک چکی تھی، آس پاس اندھیرا تھا، مدد بھی اس ٹنل
میں اب تک نہ آئی، اسی لمحے داریہ کو اسکا ہاتھ ہلتا محسوس ہوا تو داریہ نے اسکی گردن پر اپنی ٹھنڈی
ہتھیلی لگائے اسے ہلایا۔

وہ آنکھیں کھلیں تو ماہیر اپنی پرسنل طبیب کو دیکھے مسکرا دیا۔

"ان باہوں میں موت کتنی پیاری آئے گی فلورنس"

وہ اسکی اس وقت ایسی بک بک برداشت نہ کرتے بہت مشکل سے رونا روک پائی۔

"آئی ایم سوری، رونا مت۔ جلادن ہو۔ یار میں ٹھیک ہوں اٹھنے دو"

وہ اٹھنے لگا پر داریہ نے اسے واپس آرام سے لیٹے رہنے کا کہا، تو وہ واپس ان سنہری آنکھوں کو دیکھنے لگا، کچھ پاس ہی ایک مری ہوئی لائیٹ اب تک آن تھی کہ دونوں انک دوسرے کو دیکھ پارہے تھے۔

"مجھے لگا تھا میں نے اسے پھنسا یا ہے داریہ لیکن کھیل تو ڈیرھ سال سے وہ کھیل رہا تھا۔ بہت تکلیف

ہے"

وہ اسکے آخری جملے پر اسکے زخمی سینے پر ہتھیلی جما گئی تو داران نے پکڑ کر چومی۔

"پگلی یہاں نہیں، سینے کے اندر۔۔۔۔ میں نے بہت بڑی غلطی کر دی تم سبکی جان داؤ پر لگا کر۔ یہ سب

میں نے شروع کیا ہے تو ختم بھی میں کروں گا۔ کیا تم گھبرا رہی ہو؟"

وہ اب کافی بہتر تھا، کٹ زیادہ گہرا نہیں تھا پر اسے اس وقت انرجی کی ضرورت تھی تبھی داریہ اسکے جاگنے کی منتظر تا کہ اسکے لیے کچھ کھانے کو لاسکے۔

"نہیں گھبرا رہی، میری فکر مت کرو۔ میری قسم کھا کر کہو کہ درد کم ہے"

وہ اسکے سینے کو تکتی بولی تو وہ آنکھیں میچتا مسکرایا۔

"کم ہے، لیکن اگر تم مسکرا دو تو ختم ہو جائے گا"

وہ اسکے آزرده جملے پر تمام تر خوف کے مسکرائی۔

"میں تمام کشتیاں جلا چکا ہوں، اپنی ہر سانس داو پر لگا دی، اپنی ہر دھڑکن جلانے پر اتر آیا، اپنی زندگی کی نعمت کو جہنم میں جھونک دیا، میرا حساب سخت ہو گا، لیکن اس سے پہلے مجھے اپنے ذمے لگی تباہی مچانی ہے"

اسکی نم آنکھیں تکتا وہ اس معمولی سے درد کو فراموش کیے اٹھا تو داریہ نے اسکے چہرے کو پاس رکتے دیکھ کر آنسو حلق میں دبائے۔

"میں تمہاری فلورنس ہوں، میری زندگی گلاب رہنے دو، کاٹا مت کر دینا کہ خود کو ہی چھنے لگوں نفع جاں، اسکے علاوہ دو جہاں تمہارے ساتھ ہی ہوں ماہیر شاہ"

وہ رو نہیں سکتی تھی کیونکہ اس سے ماہیر شاہ درد میں اتر جاتا، اسکے زخمی گال پر پیار کیے اسکے درد کو دور کیا تھا جس پر وہ پر لطف سا کراہا۔

تو وہ خود اس ڈھیٹ پر ہنس پڑی۔

"کچھ پوچھوں تم سے؟"

اسکے زلال پڑتے رخسار پر ہاتھ پھیرتی وہ اسکی خود پر جی آنکھوں میں جھانکی۔

"پوچھو"

داران نے فوراً سے بے تابی عیاں کی۔

"مجھے ماول نے بتایا تھا کہ تمہاری جوا تھلیٹ آکیڈمی ہے وہ تمہارے دوست کی تھی جسکی ڈیٹھ ہو گئی۔ تو

پھر تم وہاں کے اوئر بنے۔ کیا سچ صرف اتنا ہی ہے ماہیر؟"

اس لمحے یہ پوچھنے کا مناسب وقت نہ تھا لیکن یہ سوال اب داران ماہیر سے پوچھنا اسے بہت ضروری لگا اور شاید کچھ بہت دردناک یادیں تھیں جو ماہیر کی آنکھوں میں ریت جھونک گئیں۔

"نہیں یہ تو میری بنائی کہانی تھی، اسکی موت کے ساتھ ہی میں نے اپنی زندگی داو پر لگا دی تھی دار یہ۔

وہ میرا بیسٹ فرینڈ تھا، الگ مذہب، الگ زبان، الگ تہذیب اور الگ دکھوں کے باوجود میرا

ہمدرد، جسکے سبب کچھ وقت کے لیے میں اپنی زندگی میں بہت پر سکون رہا"

یہ کہانی یقیناً کر بناک تھی کہ داران کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

"کیا تم سنا نا چاہو گے"

وہ اسکے اس دکھ کو بھی بانٹنا چاہتی تھی۔

"ہاں، رابل گیرٹ۔ مجھ سے ملاقات ایک یونی کانفرس میں ہوئی۔ جہاں وہ ہمارے کچھ ڈیفینس پراجیکٹ کے لیے بریفر کے طور پر آیا تھا۔ یہیں موسکو میں ہوئی تھی۔ اپنی یونی کی طرف سے اس پراجیکٹ کے لیے مجھے رشیا بھیجا گیا تھا۔ ہمارا کام کچھ تین ممالک کے ڈیفینس پراجیکٹ کے بارے نوٹس بنانے کا تھا تبھی ہم دو ماہ ساتھ رہے لیکن اسکا ہنس مکھ، بے انتہا نرم رویہ ایک طرف اسکی آنکھوں کا دکھ وجہ بنا ہماری دوستی کی، دو سال تک ہم نے خوب یاری نبھائی۔ وہ دکھی تھا، اسکے ماں باپ اور خاندان مرچکا تھا۔ میں دو سال اسی کے گھر رہا۔ ہم نے ایک دوسرے کے مذہب سے لے کر ایک دوسرے کے خسارے جانے۔ لیکن ایک دن مجھے اسکی کال ریسو ہوئی"

وہ یہ سب بتاتے لمحہ بھر رکاشا ند گہری سانس کھینچنے کو۔

"اس نے مدد مانگی مجھ سے، میں نے کچھ نہ سوچا اور اپنی گن لے کر نکل گیا۔ میں ان دوس اسکی اتھلیٹ آکیڈمی کا بھی ٹرینر رہا جسکی ریکویسٹ بھی رابل نے کی، میں جب اسکی مدد کو پہنچا تو اسکی گردن کٹی تھی لیکن پھر بھی وہ سانس لے رہا تھا، اس نے میرے دیر سے پہنچنے کا کوئی گلہ نہ کیا بس ایک پین ڈارٹو میرے ہاتھ میں تھما دی اور اتنا کہا کہ اسکی جگہ سنبھال لوں، میں نے وعدہ کر لیا، وہ کچھ اور بھی بتانا چاہتا تھا لیکن قسمت نے موقع نہ دیا اور میرے ہو سپٹل لے جاتے ہی دم توڑ گیا، پورسٹ مارٹم سے پتا چلا اسے بہت عرصے سے ایک میل کی جانب سے اسکا سیکچول ابوز ہوتا رہا ہے" (اور اسی پاگل درندے نے ہی اسکی گردن کاٹی)۔

یہ سچ میں دردناک تھا۔

داریہ نے اسکے آنسو پونجھے۔

"دو ہفتے میں صدے میں رہا، زندگی میں پہلی بار کوئی دوست بنایا لیکن وہ بھی ماں کی طرح چھن گیا اور احساس جرم الگ کہ اسکی مدد نہ کر سکا۔ پھر جب اسکی موت کا دکھ کچھ کم پڑا تو میری توجہ اس پین ڈرائیو پر گئی، تب مجھے پتا چلا کہ وہ موسکو کا جلا د تھا، اور اپنی موت کے بعد یہ فرض مجھ پر ڈال گیا، اگر اسکے خلاف جاتی مافیا طاقتوں کو پتا چلتا کہ وہ مر گیا تو بہت بڑی تباہی آتی سو اسکی موت کا یقین اس سے پہلے گریول اور اسکے مکرو نیٹورک کو ہوتا، میں منظر عام پر واپس جلا د کے طور پر آ گیا، وہ اتھلیٹ آکیڈمی دراصل رابل کی خفیہ دنیا تھی، بہت وقت لگا مجھے اسکی ذمہ داری سمجھنے اور سنبھالنے میں پر جب مجھے احساس ہوا کہ وہ کتنے لوگوں کا مسیحا بنا مجھے یہ ذمہ داری بھاری لگنی بند ہو گئی، سرحدوں کی حد سے پرے میں نے جلا د بن کر صرف انسانیت کا بچاؤ چاہا اور کیا جو رابل کرتا تھا۔ رابل کی دو بیٹیاں، بیوی اور آنٹی۔۔ ان سب کو اسکی آنکھوں کے سامنے کاٹ کر جلایا گیا تھا، اسے کئی سال غلیظ طریقے سے ہوس کا نشانہ بنایا گیا،

یہ سب وہ نہیں بتا سکا اسکی موت کے بعد کھلا اور دوستی ہر دھرم اور دنیا سے بڑی ہوتی ہے، مجھے اسکی ذمہ داری اٹھانی پڑی اور یہ مجھے تب تک کرنا ہے جب تک ایک نئے جلا د کو نہ ڈھونڈ لوں "

اپنی کہانی سنانے کے بعد وہ کافی دل ہلکا محسوس کر رہا تھا جبکہ دار یہ جانتی تھی اگلا جلا د کون ہو گا تبھی پھیکا
سامسکائی، کچھ دیر وہ جھک کر اسکے ماتھے سے ماتھا جوڑے اسکے بال سہلاتی اسے حوصلہ دیتی رہی پھر
واپس اٹھی۔

"تم نے اکیلے ہی اتنے گارڈز کو پچھاڑ دیا، اگر اس منحوس کے ہتھے لگ جاتے تو کیا کرتے ہم سب جو
تمہاری امید پر یہاں بیٹھے ہیں۔ پلیز اپنا خیال رکھو ماہیر، ہم سب کو زندہ سلامت نکلنا ہے یہاں سے۔ اور تم
اب یہاں سے نکلو، کچھ دن جا کر ریسٹ کرو تب تک گریول کا بھی دھیان بھٹک جائے گا۔ اسکا شک
مدھم ہو گیا تو پھر آجانا۔ لیکن ایسے زخمی سینے کے ساتھ میں تمہیں مزید یہاں رہنے کی اجازت نہیں
دے سکتی"

داران کے لوگ پیغام ملتے ہی ٹنل کے راستے کی جانب پہنچ چکے تھے مگر وہ سیل ہو گیا جسے دوبارہ کھولنے
میں بہت وقت لگ رہا تھا۔

"اور اگر میں کیا پیچھے سے اس نے تمہیں چھو لیا پھر؟"

داران کی آنکھوں میں ہلکورے لیتی بے چینی پر وہ اس تکلیف کے لمحے بھی ہنس دی۔

"تم نے مجھے اپنا بنایا ہے تو یقین رکھو کسی اور میں یہ جرت نہیں کہ وہ ایسا سوچ بھی سکے۔ میں ہاتھ تک
ملانے میں احتیاط کروں گی، لیکن تم یہاں سے نکلتے ہی ڈاکٹر کے پاس جانا۔ ٹھیک سے ڈریسنگ

کروانا، مجھے جیسی آتی کی پر مطمئن نہیں ہوں۔ اور ہاں بے فکر ہو کر چند گھنٹے کی نیند لینا۔ میں ہوں یہاں تمہاری جگہ۔ اپنا دھیان رکھو میں مر جاؤں گی تمہارے بنا۔"

وہ اپنے چیسٹ پر ہاتھ رکھے ٹانگیں سیدھی کیے بمشکل بیٹھا تھا، لیکن داریہ کو چھوڑنے کی ہمت تمام تر تکلیف کے جمع نہ کر پارہا تھا۔

"وہ سوہا اور عمر کا نکاح کروا رہا ہے، تم یہ سنبھال لو گی؟"

داران کے سوال پر وہ اسکے پیار سے گھنے بال سنواری فوری سر ہلا گئی۔

"بلکل سنبھال لوں گی اور اسے بلکل شک نہیں ہو گا کہ سوہا کا رجاں سے نہیں عمر سے نکاح ہوا ہے، میرے ٹیلنٹ پر بھروسہ رکھو۔ اس وقت گریول ہر کسی سے بدگمان ہے سوائے میرے، ٹانگر بھی مر گیا۔ مجھ پر بہت یقین ہے اسے سو میں جو کہوں گی بند آنکھوں مانے گا۔"

وہ اسے مطمئن کیے اسکی جبین چوم گئی اور وہاں بھی ہلکی سی سرخ خراش تھی جسے دیکھ کر داریہ کا دل دکھا۔

"میں کل شام تک آ جاؤں گا، ویسے ایک بات کہوں تمہاری یہ ٹوٹی پھوٹی مرہم پیٹی بہت پسند آئی ہے۔ تم نے اپنا ہی ڈریس پھاڑ کر لپیٹ دیا، ہاورونٹک۔"

وہ اسکے ابھی بھی باز نہ آنے پر اکھیاں بھیگو بیٹھی۔

"اگر میرا پھٹا ڈریس کسی نے دیکھ لیا تو گئی میں، تمہیں مزاق سو جھ رہا ہے۔"

وہ اسکے چہرے پر خفا نظر ڈالے گھوری تو داران نے اسکی اور جھکتے اپنا آرام کافی دیر وصولا اور درد پر کراہتا نہ صرف بیٹھا بلکہ اٹھ کھڑا ہوا تو داریہ بھی فوری کھڑی ہوئی۔

جان جا رہی تھی داران کو تکلیف میں دیکھ کر۔

"جاو تم اور جاتے ہی چیخ کر لینا اور مجھ سے کنکٹ رہنا۔ جاو"

داران نے اسے دیکھتے ہی روانہ کیا پر وہ احتیاط سے اسکے گلے لگ گئی۔

"م۔۔ ماہیر! کچھ کھا بھی لینا اور مجھے آکئیڈمی پہنچتے ہی میسج کرنا۔ میں تب تک پریشان رہوں گی۔ بائے"

اسکی جانب تکتے تاکید کی اور محتاط سی وہاں سے چلی گئی جبکہ داران بھی آہٹ پر پلٹا تو اسکے دوسا تھی قریب آتے داران کے لیے پریشان نظر آئے جن میں سے ایک نے آگے بڑھ کر اسے شرٹ پہنائی۔

"سر چلیں پلیز"

دونوں نے ہی فکر سے ساتھ کہا جس پر داران ان کے ہمراہ وہاں سے نکل گیا۔

داریہ واپس اس ٹنل سے سٹور روم میں نکلی اور وہیں سے وہ ولا کی طرف گئی، اپنے ڈریس کو اس نے ٹنہوں سے ہی پھاڑا تھا تو اسکی پر اعتماد چال پر کسی نے نوٹس نہ کیا، وہ سیدھی اپنے کمرے کی طرف ہی گئی اور اندر داخل ہو گئی۔

جبکہ رات ساری گریول نے ٹانگر کے ماتم میں گزار دی، صبح گریول اپنا بربیک فاسٹ کر رہا تھا، رجا اور سوہا اسکے ہمراہ تھے اور دونوں ہی اس وقت خود کو عذاب میں محسوس کر رہے تھے۔

دار یہ نے رات سب سے پہلے اپنی اور داران کی خیریت یچی اور بیلا تک ہی پہنچائی تھی۔
جبکہ دکھی گریول، کی باتیں سوہا اور عمر کو برداشت کرنی ہی تھیں ورنہ اس کمینے کو ان دو پر قائم شک
یقین میں بدل جاتا۔

سوہا نیند کا بہانہ بنائے اجازت لیے نگلی تو عمر تب ٹھٹکا جب گریول نے اسکا ہاتھ پکڑ کر روکا، عمر بتا نہیں
سکتا تھا اس وقت اسکو کتنی گندی فیلنگ محسوس ہوئی لیکن یہ ضبط اسکی ڈیوٹی کا حصہ تھا۔
"میں نے تمہیں بہت مس کیا رجال، رات تو اس جلا دے برباد کر دی لیکن آئی تھنک ہمیں کچھ وقت
ایک دوسرے کو دینا چاہیے، آئی نینڈیو"

گریول کے خوبصورت چہرے پر چھائی ہو س پر عمر ڈر تو بہت رہا تھا پر تھا تو جلا د کا شاگرد اور ہر طرح کی
مصیبت سے نکلنا بخوبی جانتا تھا۔

"آپکی بات درست ہے گریول لیکن کل کو آپ ڈی کے ہو جائیں گے، پھر اسے یقینا اس تعلق سے بہت
مسئلہ ہوگا۔ تو آئی تھنک ہمیں یہ سب ختم کر دینا چاہیے۔ سوہا بھی ایسے تعلق کو ہرگز قبول نہ کرے گی"
عمر نے بہت مہارت سے جواب دیا، گو گریول کی نظریں اسکے اندر تک کپکپاہٹ لارہی تھیں، زندگی
میں کبھی نہیں سوچا تھا ایک مرد کی ہو س بھری نظریں برداشت کرے گا۔

گریول اسکی بات پر ہنس پڑا، اسکی ہنسی بھی گھناونی تھی۔

"اور جال! اسے کیا مسئلہ ہو گا۔ کونسا تم میرے بچے کے باپ بن جاو گے آئی مین ان عورتوں کو خوش کرتے رہو تو انھیں کوئی ایشو نہیں ہوتا"

گریول کی خباثت پر عمر کا دل خراب ہوا اور جیسے اسکو ہولڈ کرنے کی کوشش کر رہا تھا عمر سے برداشت کرنا مشکل ہوا۔

"گریول۔۔۔ سمجھیں"

اس سے پہلے وہ مزید کوئی حد پار کرتا عمر نے اسے پکڑ کر خود سے دور کیا۔

"میں جانتا ہوں تم اس ریلیشن میں اپنی مرضی سے نہیں آئے تھے، میں نے مجبور کیا تا چر کیا لیکن میں نے تمہیں خوش کرنے کی بھرپور کوشش کی جال۔ تم تو خود میرے عادی ہو چکے تھے پر یہ گریز۔ دیکھو میں نہیں رہ سکتا تمہارے بنا، بہت مشکل سے رابل کے بعد مجھے کوئی بھایا تھا، وہ تم تھے۔ کم از کم تب تک تو میری ضرورت پوری کر سکتے ہوناں جب تک میں اسے واپس اپنی قید میں نہ لے آؤں"

عمر ہر چیز رد کیے رابل نام پر ٹھٹکا، یہ تو آکیڈمی کے پہلے اونر کا نام تھا اور جلاد کی حقیقت صرف عمر کے علم میں تھی تبھی تو اسکی آنکھیں پھٹ سی گئیں۔

تو گویا گریول کا عشق رابل تھا۔

"سوہا کہاں مر گئی ہو۔ مجھے لے جاو"

عمر ہوش میں تب آیا جب گریول نے اسکی گال چومی، اور اللہ نے عمر کی سن لی اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی تو گریول اس سے دو قدم پر ہوا تبھی سوہا دندناتی اندر گھسی۔

"سوری گریول مجھے نیند نہیں آرہی، کیا میں اپنے بندے کو لے کر جاسکتی ہوں، یہ سر کھائے گا کمینہ تو شاید بور ہو کر نیند آجائے۔ کل جو کچھ ہوا بہت ڈر گئی ہوں"

سوہا کی طرف عمر نے جس محبت و مشکوری سے دیکھا وہ دبا دبا مسکائی جبکہ گریول کو آگ تو لگی پر وہ اپنا اچھا امپریشن یکدم توڑ نہ سکتا تھا۔

"جی جی کیوں نہیں، جاو ر جال۔ کچھ دیر تک آپ ویسے بھی آزاد ہونے والی ہیں، انجوائے کریں دونوں"

گریول کی بے بسی پر وہ دونوں ہی محظوظ ہوئے جبکہ سوہا نے بے تکلفی سے عمر کا ہاتھ پکڑا اور کمرے سے نکلی جبکہ گریول مٹھیاں ہی بھینچتا رہ گیا۔

کمرے میں آتے ہی عمر نے اسی ہاتھ سے سوہا کو اپنی طرف کھینچا تو وہ خفیف سا اس کے قریب کرنے پر بوکھلائی۔

"اس احسان پر تو میں اپنی پوری زندگی بنا سوچے تمہارے حوالے کر سکتا ہوں۔ تھینکیو سوہا ورنہ میرا دل بند ہونے کے دہانے پر تھا"

عمر اب بھی گھبرا یا ہوا تھا پر سوہا اس بار ہنسنے کے بجائے بس مسکرائی۔

"ڈونٹ وری تمہارا دل صرف سوہا کی بے باکیاں بند کریں گی اب، پہلی ہی نظر میں بہت اچھے لگے ہو سو تمہاری حفاظت میرا فرض تھی۔ خیر اب مجھ سے باتیں کرو تب تک جب تک میں سونہ جاؤں۔ نیند کی بہت بری ہوں۔۔ آؤ"

صبح ہو چکی تھی پر سوہا کو بہت سونا تھا، یہ پہلی بار تھا کہ عمر بھی غصہ ہونے کے بجائے مسکراتا اسکے لیٹتے ہی پاس ٹک گیا، اور ویسے بھی باتوں کے معاملے میں تو اس کا کوئی ثانی ہی پیدا نہ ہوا تھا۔ اسکے لطیفوں پر سوہا کی ہنسی کمرے میں گاہے بگاہے گونجتی رہی اور وہ اس عجیب سی لڑکی سے یکدم اچھی وابستہ محسوس کرنے لگا، وہ سو گئی تو عمر خود کو روک نہ سکا جانے سے اور وہیں بیٹھا اسے دیکھ کر مسکراتا رہا۔

.._____..

رات وادی سون میں موسلا دھار بارش کے سبب ٹھنڈ میں اتنا اضافہ ہو گیا کہ لحاف میں ہونے کے باوجود ماول کو ٹھنڈ لگ رہی تھی تبھی وہ نیند میں ہی ایاد سے پوری چپکنے کی کوشش میں تھی اور ماول کی اسی کسمسانے پر ایاد کی آنکھ کھلی۔

"لحاف کے اندر پوری گھسی ہے پھر بھی کانپ رہی ہے، کیا کہوں میں اب تمہیں نازک اندام"

اسے اپنے سینے سے لگاتے گرد بازو لپیٹے موصوف سویا سویا بڑبڑائے تو وہ تھوڑی سکون میں آئی، دس بیس منٹس وہ بھی دوبارہ سو گیا پر پھر یکدم جاگا۔

"سائنس ہی نہ بند ہو جائے اسکا"

ایاد نے زرا سا لحاف اس پر سے ہٹایا تو وہ روشنی دیکھتے ہی فوری جمائی روکتی آنکھیں کھول گئی تبھی تو مسکرائی کیونکہ ایاد کے بالوں کا بمب جو دیکھ لیا۔

"آپ کتنے کیوٹ لگ رہے ہیں، رات کب آئے تھے۔ اور مجھے کیوں پتا نہیں چلا"

ماول نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیر کر سلجھاتے پوچھا تو وہ خفیف سا شریر ہوا۔

"اچھا ہے تم مجھ سے پہلے سو جاتی ہو اور جاگتی بھی نہیں ہو میرے پاس آنے پر، ورنہ ساری رات مجھے بدعائیں دیتی رہو"

ایاد کی بات پر وہ حیرت زدہ ہوئی۔

"آا، وہ کیوں"

ماول نے فوری پوچھا۔

"کیونکہ میں خراٹے لیتا ہوں، وہ بھی بہت زہریلے"

گال پھلا لیتے بولا تو ماول ہنس دی۔

"تو کیا ہوا، بہت سے لوگ لیتے ہیں۔ میں ہمیشہ پہلے ہی سو جایا کروں گی"

ماول نے فوری حل دیا تو ایاد نے آنکھیں پھیریں۔

"مطلب تم بھی اریٹھ ہوا کرو گی؟ اور ان کو سننے سے بچنے کے لیے مجھ سے پہلے سو کر میری ہر رات پھیکی کر دو گی"

وہ اسے پریشان کر بیٹھنے پر فوری اٹھ بیٹھی تو وہ بھی زرا تکیہ درست کیے بیڈ کر اون سے لگے سیدھا ہوا۔
"او کے میں سن لوں گی"

وہ اس کے سینے پر لیٹ جاتی اسکے گرد بازو لپیٹ گئی۔
"تھینکیو"

وہ اسکی گال پر ہاتھ پھیرتا ملائم پن محسوس کیے بولا، ماول نے سر اٹھایا تو وہ اسی کو دیکھنے میں مصروف تھا۔

"اور اگر کبھی بہت اریٹھ ہوئی تو کمرے سے نکال بھی دوں گی"
آنکھیں پٹیٹاتے اپنے نیک عزائم کے بارے آگاہ کیے ایاد کا دم نکالا۔
"چڑ نیل ہوناں تبھی"

وہ اسکی ناک پوری قوت سے دبا گنا کہ بچاری کا لمحہ بھر سانس تھا۔
"بھوت ہیں ناں آپ تبھی، اچھا یہ بتائیں آپکو ٹھنڈ پسند ہے؟ یہاں بہت زیادہ پڑتی ہے۔ میں دو دو لحاف لے کر اندر فل کو ور ہو کر سوتی تھی۔ فل موزے جر سی اور ٹوپی پہن کر"

اول جملے کو فوری بھلائے وہ اسے اشتیاق سے موسم کی تباہ کاری بتانے لگی تو وہ اسکی بات پر بے ساختہ ہنسا۔

"ہاہا تبھی مجھ سے چپک رہی تھی ٹھنڈ لگ رہی تھی تمہیں، پھر میں نے تمہیں ہگ کر لیا تب تم پر سکون ہوئی"

وہ اسکی جبین چومتا محبت و شرارت سے بولا تو ماول لجا سی گئی۔

"آئی فیل یو رورم ٹچ"

وہ بھی اسکے پیار میں مچل سی گئی۔

"رہی بات ٹھنڈ کی تو مجھے ہر وہ موسم پسند ہے اب سے جو تمہیں میرے قریب لے آئے۔ کل بہت پیاری بارش تھی پر میں نے تمہارے بابا کے ساتھ انجوائے کی۔ تمہیں مس کیا، میں دل چاہا کاش تم میرے پاس ہوتی"

وہ اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتے خماری سے بتا رہا تھا اور وہ جذب کی کیفیت میں اسے سن رہی تھی۔
"اوہ تو بتاتے میں بھاگ کر آجاتی، کوئی نہیں اب ہوگی بارش تو میں آپکے ساتھ انجوائے بھی کروں گی اور آپکو پکوڑے بھی بنا کر کھلاؤں گی"

فوری پلین بنایا، ایاد کی صبح اتنی حسین تھی کہ وہ دنگ تھا یہ لڑکی کتنی پر سکون کر رہی ہے اسے۔

"پکا؟"

وہ وعدہ بچگانہ ہوئے کر رہا تھا جبکہ اس وقت ماول بکھرے بالوں کے سنگ آفت لگ رہی تھی اور پھر نیند کا خمار بھی تو تھا دونوں کی آنکھوں میں۔

"ایک دم پکا، میں نے آپکو معاف کر دیا ملینگا۔ اب ماول آپ سے زرا بھی ناراض نہیں ہے" خوشی کا اظہار اس نے معصومیت میں کھل کر کر دیا یہ جانے بنا کہ انجام کچھ بھی ہو سکتا ہے۔
"ریلی، تو میں ہسبنڈ کی طرح پیار جتالوں؟"

ایاد کے سادہ سے سوال پر ماول پتھرا کر رہ گئی، پورا وجود لمحے میں گھوما تو بجلی کی سپیڈ سے اس پر سے اٹھی اور لحاف سے نکل کر اس سے پہلے بھاگتی، ایاد نے اسکی کلائی اپنے ہاتھ میں دبالی۔
"ہاں، ناں جو بھی کرو گی قبول ہو گا"

وہ اسکے ہاتھ کو دبائے بولا تو وہ واپس ہچکچاتے بیٹھی۔

"ہاں"

ماول نے بنا اسے دیکھے حیا سے جلدی میں کہا تو ایاد نے اسے خود پر زرا جھکاتے اسکی گردن کی دائیں طرف لمس بخشے ماول کے گال پر سرخی لائی، وہ مسکاتی اسے دیکھنے لگی اور پھر ایاد نے اسکے ہونٹوں کی مسکراہٹ چھو کر خود میں قرار انڈیلا، اس بیچ ماول نے اسکے گریبان پر بے اختیار ہاتھ اس زور سے جکڑا کہ ایاد کی شرٹ کا بٹن ٹوٹ کر ماول کی ہتھیلی میں آ گیا۔

دونوں ایک دوسرے کو چھوڑے اس سانچے پر ایک ساتھ ہنس پڑے۔

"دیکھ لیں اپنے بڑھتے قدموں کا انجام، مجھے تو لگانا بھی نہیں آتا"

وہ فکر مند ہوئی تو ایاد نے مزید اسے خود پر جھکاتے اسکی کمر حصاری۔

"میں یہ بند ہی نہیں کرتا، ویسے بھی فضول میں لگا تھا۔ تم مجھ پر فوکس کرو"

وہ ایاد کے موڈ پر گھبرائی اور پھڑپھڑانے لگی کہ کسی طرح وہ اسے ابھی جانے دے۔

"بس کر لیانہ، اتنا فوکس کافی ہے ملینگا"

ماول کا اشارہ ایاد سے ملتے جان لیوا احساس کی جانب تھا جو ماول کو اب تک گھیرے ہوئے تھا۔

"آئی لوویو"

بے اختیار دیوانگی سے بڑبڑایا تو وہ اسکے گال کے قریب ہونٹوں کو جوڑ گئی۔

"اوکے"

جان بوجھ کر ایاد کے ارمان پانی میں بہاتی وہ پھر وہی کیے کھکھلا کر اٹھی اور بھاگ گئی جبکہ ایاد خود اسکی چالاکی اور شرارت پر دلکش مسکرا اٹھا اور اپنی ہی سانسوں کا شیدائی ہوتے سانس بھر گیا جیسے پھر سے دل و جان پر خماری چھا گئی ہو۔

.._____..

عاقب نے انیب کے ساتھ بریک فاسٹ آج ریسٹورنٹ جا کر کیا، وہ پہلی بار زندگی میں عاقب کو اتنا پرسکون محسوس کر رہی تھی، وہ لوگ ساتھ ہی تھوڑا گھومنے کے بعد واپس آئے تو میرون ڈریس پہنے

وہ تیار ہوئی کیونکہ واپس جانے والی تھی، عاقب نے جمشید کو بلوایا تھا تاکہ وہ اسے جاسم کے گھر ڈراپ کرے لیکن پھر بھی عاقب کے چہرے پر ناراضگی صاف درج تھی۔

"تم اپنی مرضی کر کے رہتی ہو بھلے کسی کی جان ہی کیوں نہ چلی جائے، اب کیا بول کر کہوں کے تمہارا ساتھ اچھا لگ رہا تھا۔ مت جا وانیب، کچھ دن اور رک نہیں رک سکتی؟"

غصے کے باوجود وہ اداسی چھپانے پاتے انیب کو پکڑ کر آئینے سے ہٹائے اپنے سامنے لایا۔

"نہیں، تم بابا سے پیچ آپ کرو۔ یہ میں تمہارے لیے چاہتی ہوں۔ تم جتنا کہہ لو نفرت ہے لیکن یو لو و اینڈ مس ہیم۔ سبرینہ پھپھو کی موت وہ سانحہ ہے جو رہتی دنیا تک ہمیں یاد رہے گا لیکن تم پر تو ماں باپ دونوں کے برابر فرض عائد ہیں۔ جاسم موہان کو سزا اس جہاں ضرور ملے گی، یہ معاملہ اللہ کے سپرد کرو۔ لیکن اگر وہ تمہاری حسرت میں ہی مر گئے تو مجھے کیا کسی کو تم نہیں ملو گے اور اب میں تمہیں نہیں کھونا چاہتی"

اسکے دونوں ہاتھ اپنے نرم ہاتھوں میں لیے وہ اس سے منت کر رہی تھی جو اس لڑکی کے آگے عجیب بے اختیار ہو چکا تھا۔

"اپنے فائدے کے لیے تم مجھے زہر پلانا چاہتی ہو"

شکوہ کرنا نہیں چاہتا تھا پر کر بیٹھا

"میں امرت بن کر اس زہر کا توڑ کر دوں گی"

لہجے میں اک شدت تھی، عاقب کی افسردگی لمحے میں بے خودی بنی۔

"کچھ دن سوچنے کے لیے چاہیں، کتنا اچھا ہوتا تم میرے پاس ہی رہ جاتی ان دنوں کے بیچ"
وہ اسکی حسرت پر آزرده ہوئی۔

"وہاں آ جانا"

ظالم سامشورہ تھمایا تو وہ گھورا۔

"ہرگز نہیں، تم فسادن ہو پوری"

وہ روٹھ کر پیچھے کو ہوا تو انیب زبردستی اسکے سینے میں سمٹی تو وہ ساری خفگی بھلائے اسے محصور کن حصار
میں لے گیا۔

"آئی نو، زیادہ دن میں بھی نہیں رہ سکتی تمہارے بنا تو جلدی فیصلہ کرنا۔ میں چلتی ہوں"

اس کے سینے سے جدا ہوتی وہ تمہید اکہے دور ہونے لگی تو عاقب نے کھینچ کر اسے واپس اپنے سینے سے
جوڑا۔

"تمہاری محبت نے مجھے مزید مغرور کر دیا لیکن تمہارا برا وقت شروع ہونے سے پہلے ختم بھی کر دیا میں
نے۔ اتنا کافی ہے یا مجھے بھی تم سے محبت کرنی پڑے گی؟"

اسکی لفظی اور عملی جان لیوا گستاخی سہنے کے بعد وہ اسکے سوال پر دھیان کیسے دے پاتی بھلا، جان نکال
گیا تھا وہ۔

"ت۔۔ تم محبت کرو گے؟ تم مجھ سے دوسری محبت کرو گے"

بے اختیار ہی اک آنسو انیب کی پلک بھیگو کر رخسار پر رینگ گیا، وہ اسکے آنسو کے نزدیک ہوا اور اسے زبان پر لیتے اس کی نمکین دلکشی پر مسحور کن مسکرایا، اسکا مسکرا نا انیب میں راحت سرایت کر گزرا۔

"ہاں تیسری پھر چالیس کا ہو کر، اور چوتھی بڑھاپے میں"

وہ بھیگی آنکھوں سمیت اس فلٹری کے ارادوں پر ہنسی۔

"یعنی تم اتنا جیو گے؟"

کتنا خوبصورت احساس تھا کہ وہ عاقب موہان کو عمر خضر گزارتا دیکھے، اس کے ساتھ صبحوں کو شامیں بنائے، اور زندگی گزارتی جائے، وہ جلنے کے بجائے خوبصورتی سے حیران ہوئی، اف اس لڑکی کی ادائیں!

"کہتے ہیں جس سے محبت کرنے والا دیوانگی کی حدوں سے بہت آگے نکل جائے اسکی عمر دراز ہو جاتی ہے"

وہ فلسفانہ روش اختیار کیے مسلسل انیب کو ہوش ڈمگاتی نگاہوں میں لیے کھڑا بولا۔

"داریہ سے محبت تھی تمہیں اسکا کیا ہو گا؟"

اپنے اعصاب پر طاری اس آخری بوجھ سے بھی وہ نجات چاہتی تھی، اسے عاقب کے وجود اور دسترس سے مکمل سکون چاہیے تھا۔

"قائم رہے گی، خلش بن کر۔ لیکن مجھے ڈھنگ آتا ہے خلش اور خوش قسمتی کو ان کی شایان شان جگہ دینے کا۔ بہت بڑا دل ہے، کئی حسینائیں فٹ آسکتی ہیں"

اس بار سراسر انیب کو شرطیہ والی جلن بخشی تو وہ گلاب کی طرح کھلتی ہوئی لڑکی شراکت داری کی چھن پر مرجھا گئی۔

"وہ کہتی تھی عاقب کو اس کا صرف جنون ہے، محبت نہیں ہے۔ اس نے کہا تھا تمہاری اصل چاہت اور راحت میں ہوں۔ اسکا کہا اک اک حرف درست تھا، تو وہ بھلا پھر تمہیں چھوڑ کر داران کو منتخب کرنے میں کیسے غلط ہو سکتی ہے"

انیب کی باتیں پر تحمل ہو کر سنے عاقب موہان نے گہرا سانس بھرا تھا، تھکن سی سینے پر جمع تھی جس کا دامن یوں کیے جھٹکا تھا۔

"وہ ساتھ دیتی تو شاید یہ جنون بھی محبت بن جاتا، لیکن اسکی قسمت مجھ سے بھی خراب نکلی کہ وہ سنگدل شخص اس کے حصے آیا۔ تم لکھوالو، وہ شخص خود سے جڑوں کو زیادہ دیر راحت نہیں دے سکتا۔

میں اسے کئی سالوں سے جانتا ہوں، اسکا کوئی دوست نہیں ہے، اسی سے اسکی بد قسمتی ظاہر ہوتی ہے"

ناجانے کیوں پر عاقب یوں داران کے خلاف بولتا انیب کو اچھانہ لگا، شاید اب وہ عاقب کے لیے رائے بدل چکی تھی۔

"دوست تو تمہارا بھی کوئی نہیں ہے"

انیب کی بے اختیار کہی تلخ بات پر وہ دل جلا مسکرا ہوا۔

"تو میں نے کب کہا انیب کہ میں قسمت کا دھنی ہوں"

عاقب کے لہجے کی ہوک پر وہ اسکا ہاتھ مضبوطی سے تھام گئی۔

"میں ہوں ناں دوست، دار یہ بھی ہے۔ رجاں بھائی بھی ہیں"

اپنے کہے سے مکر تی وہ اسکے پھیکے لب و لہجے کو برداشت نہ کر پائی۔

"صرف تم ہو"

وہ اسکے قرمزی رخساروں اور گردن کے اطراف ہاتھوں کو لگاتے اپنے نزدیک کیے بے حد دیوانگی سے

اسکی سانسوں پر جنون کی بندش لگا بیٹھا، شاید یہ شدت بتانے کو تھی کہ وہ اسے بہت مس کرے گا،

اسکے ہونٹوں کی ہر سلوٹ پر مطالعہ کیا تب بھی یوں تھا جیسے صبر نہ آیا ہو۔

"جاو جمشید ویٹ کر رہا ہے، اور ہاں آئی ہیٹ یو"

آنکھوں میں خمار بھرے دقت سے آزادی دیتے ہی عاقب روٹھ کر کمرے سے نکل گیا جبکہ انیب نے

آئینے کی جانب واپس پلٹ کر خود پر پر حیا سی نگاہ ڈالی اور بگھڑ جاتی تیاری گزارے لائق درست کرتی

خود بھی کمرے سے باہر چل دی۔

وہ تب تک ٹیرس پر کھڑا رہا جب تک گاڑی گیڈ سے کر اس کیے روڈ تک سے او جھل نہ ہوئی اور پھر خود

بھی خود پر اور اپنے بدل جاتے خیالات و حالات اور طلب پر سوچتا ہوا واپس گھر کی طرف بڑھ گیا۔

آج پھر آفس کو گول کیا گیا، کیونکہ آج کی صبح بہت خاص تھی، آج اس نے مایا کو فجر کے بعد کسی کام کو نہ کرنے دیا مکمل ریسٹ کرایا اور پورا ناشتہ کسی ماسٹر شیف کی مانند بنا کر ٹیبل پر لگا دیا، خمار تھا کہ آنکھوں سے چھٹ نہ رہا تھا، بے خودی تھی کہ آنکھوں میں سرور کے آتشی رنگ جگائے ہوئے تھی۔
ایاد اور ماول نہ صرف واپس اسلامہ آباد آچکے تھے بلکہ سیدھے کالج ہی نکل گئے کیونکہ لیٹ ہو گئے تھے۔

حمین کمرے میں آیا تو مایا بیڈ کی پائنٹی کی جانب سر نرم تکیے پر رکھے بازو باہر کونکالے مزے سے سو رہی تھی، ناشتہ بنانے سے پہلے ہی وہ اسے جگا کر گیا پر مایا کی خمار یوں پر اسکے ہونٹوں پر جو مسکراہٹ پھیلی وہ منظروں کو پاگل کر گئی۔

حمین وہیں دوزانو پاس بیٹھا اور اسکے بیڈ کی حدود سے باہر نکلے بازو کو پکڑے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے چوم گیا جس پر وہ بند آنکھوں سے ہی کسمائی مگر جب جاگی تو حمین کی طرف دیکھتے ہی گلاب کی طرح سرخیوں میں ڈھلی۔

"اگر یہ شرمانا ہو گیا تو ناشتہ کر لیں؟"

حمین نے دونوں ہاتھ اٹھ کر اسکے تکیے کے ارد گرد رکھے اور جھک کر اسکی جبین چومی، وہ گلاب رنگ گہرے ہوئے۔

"ابھی سونا ہے مزید"

وہ اسکے لاڈ پر پھیلی تو اسکی رہی سہی نیند حمین نے جان لیو امہر جنون بخش کر اڑائی۔

وہ سہم کر اٹھ بیٹھی، حمین خطرناک تیوروں سے قریب آیا اور اس سے پہلے وہ بھاگتی، موصوف کی مضبوط بازوؤں کے حصار کی قید میں پھڑپھڑا کر رہ گئی۔

دونوں کی آنکھیں ملیں تو دل کی رفتار بڑھی۔

"ششش! کچھ مت بولیں ابھی"

اس سے پہلے وہ اپنی راحتوں کی داستان سناتا مایا نے اسکے ہونٹوں پر نرم ہتھیلی جمائی اور اسکی گردن میں بازو لپیٹے چپک گئی، حمین کے چہرے کی وارفتہ مسکراہٹ جان لیو اتھی اور چونکہ وہ نازک حسینہ لاڈ کے موڈ میں تھی تو حمین اسے یونہی اٹھائے ہی کمرے سے باہر لیے بڑھ گیا اور اسکے بعد بس آنکھوں کی گفتگو ہوئی اور دل باولے ہوتے رہے۔

.._____..

رات داران کی ٹیم نے ہی اسکی ڈریسنگ کی جبکہ وہ کسی صورت آرام پر راضی نہ تھا تبھی زبردستی اسے کھانے کے ساتھ ہی نیند کی دوا دی گئی جس سبب وہ چار گھنٹے سو گیا مگر اٹھتے ہی اپنے لیب آیا جہاں اسکے دو ماہر ہیکرز اور آئی ٹی سپیشلسٹ لوگ اس ٹانگر کے فون کی ساری ڈیٹیل نکال کر باہر لے آئے تھے۔

ٹانگر جس آدمی سے بات کر رہا تھا اسکا نام رونا لڈ تھا، جو ایک سمگلر تھا، اسکی کل دن گریول سے ایک اہم معاہدے کے سلسلے میںنگ تھی جو اسی فون میں موجود پیغامات سے پتا چلا۔

داران نے چیلنج کیا، سر تا پیر سیاہ میں ملبوس ہوئے اپنی دونوں گز جیکٹ میں لیتا وہ لیب سے نکلا، سینے کی خراش کا درد قدرے کم تھا بس پین کلر کے باوجود تھوڑی جلن تھی جو اسکے لیے معمولی تھی، ٹریکر اسکی جیکٹ کی پچھلی طرف نسب تھا جس سے اسکی ٹیم اسکی لوکیشن ٹریس کر لیتی۔

داران سیدھا رونا لڈ کی لوکیشن پہنچا تو وہ ایک ریسلنگ رنگ تھا، ٹل دیتھ فائیٹ زور و شور سے جاری تھی، ریسلنگ رنگ میں دو سائنڈ آدمی ایک دوسرے کو جانوروں کی طرح پیٹ رہے تھے۔

داران نے ماسک زرا ساناک سے نیچے ہونٹوں تک سر کا لیا، سر پر بلیک ہیٹ اور آنکھوں پر سیاہ چشمہ ہنوز موجود تھا، ہاتھوں پر لیڈ رہاف گلوز، اسے ان دو لڑتے آدمیوں سے رونا لڈ دیکھائی دے چکا تھا جو اس وقت مسلسل پٹ رہا تھا۔

داران نے کچھ دیر محظوظ ہوتے وہ فائیٹ دیکھی، پورا ریسلنگ کلب لڑکیوں، جوشیلے جوانوں اور آدمیوں سے بھرا تھا۔

جب رونا لڈ بالکل مرنے کے دہانے پہنچا تو یکدم کوئی رنگ میں کودا تھا، تمام لوگ ہوٹنگ کرتے زرا خوف سے اس آدمی کو دیکھ رہے تھے جو رونا لڈ کو لہو لہان کرنے کے بعد کسی وحشی مردار کی مانند داران کی طرف پھنکارتے لپکا مگر داران نے ایک ہی داوڈالتے اسے ٹانگوں کے بیچ سے پکڑ کر ایک

ٹانگ سے اٹھاتے پوری قوت سے رنگ کارنر پر لگے لوہے کی جانب پٹخا، اس آدمی کے حلق سے دلخراش دھاڑ نکلی اور وہیں پٹخ کر نیچے گرتے ہی وہ بے ہوش ہو گیا۔

یہ فائیت جس پر کئی کڑور لگا تھا، ایک تیسرا فریق جیت گیا، پورے کلب میں شور مچا مگر داران نے ماسک اپنے چہرے پر ڈالتے ہی رونا لڈ کو گریبان سے گھسیٹا اور رنگ سے نکلتا مجمعے سے نکل گیا، اسکے باہر آنے تک داران کے چار لوگ اس کے پیچھے دیوانہ وار لپکتے فینز کو روک چکے تھے تبھی داران نے اسی کا فائدہ اٹھائے اس رونا لڈ کو بے دردی سے اٹھا کر گاڑی میں ڈالا اور گاڑی بھگالے گیا، DWE آکیڈمی کے وئیر ہاوس میں اسے لا کر پھینکا تو دو ماسک مین لوگ آگے بڑھے اور رونا لڈ کو زنجیروں سے جکڑ دیا۔

داران کے اشارے پر گرم پانی کی بکٹ رونا لڈ کے منہ پر ماری گئی جس سے وہ چینختا ہوا کر لایا۔ داران نے بھاری بوٹوں کی دمک سناتے، دھول پھیلاتے اس تک فاصلہ کاٹا اور جھک کر اسکے سر کے لمبے بال اپنی مٹھی میں دبوچتے اسکا منہ اوپر کو کیا۔

گرنیش بلو آنکھیں اور ان میں موجود غصہ، رونا لڈ کی روح میں کپکپاہٹ لے آیا۔ داران کے زرا سے گلا دبانے پر اس نے ہر چیز اگل دی، جسکو سننے کے بعد داران کی آنکھیں شاطرانہ مسکرائیں۔

"کاٹ کر پھینک دو اس کچرے کو"

داران آرڈر دیتا وہاں سے نکل کر واپس لیب پہنچا اور ایک وڈیو ریکارڈنگ لیب انچارج کے حوالے کی۔

اگلے دو گھنٹے میں داران رونالڈ بن کر تیار ہو چکا تھا، یہ ریہرسل تھی کیونکہ اصل میٹنگ کل تھی۔
 "وہ سمجھ رہا ہے رابل زندہ ہے، پہلے اس نے اسے بغاوت کی سزا دی تھی سائمن! اب وہ اسے اسکے
 ہاتھوں زندہ بچ جانے کی دینا چاہتا ہے۔ اسے علم نہیں ہے کہ رابل کی جگہ پچھلے کئی سالوں سے یہ ذمہ
 داری کوئی اور نبھا رہا ہے اور اب ہمارے پاس گریول کی بس یہی ایک کمزوری بچی ہے۔ کیونکہ اسے
 سوہا، رجال یہاں تک کہ ڈی کے پر بھی شک ہو چکا ہو گا، بیلا اور یچی بھی شک کے دائرے میں عنقریب
 آجائیں گے، انھیں پیغام بھیجو کہ گریول کے تمام پرائیویٹ اکاؤنٹ اور سوشل ایپس کل تک ہیک
 کریں، اور تمام ڈارک ویب سائٹس بھی جن کے ذریعے وہ اپنے لوگوں سے کنکٹ کرتا ہے"
 داران کے عقب میں سائمن کھڑا تھا جو عمر کی طرح ہی اسکا بہت اہم سا تھی تھا لیکن سائمن، رابل کا
 سب سے وفادار پارٹنر تھا اور اسکی وفاداران کے ساتھ بھی آج تک کھری چلی آرہی تھی۔
 سائمن نے دوسرے ساتھی کو اشارہ کیا جو اس پر عمل دارآمد کرنا شروع ہو گیا۔
 سائمن دو قدم چلتا داران کے روبرو ہوا۔

"ایک بات بتاؤ سائمن! کیا رابل کو ٹارچر کرنے والا گریول تھا؟ میں نہیں مان سکتا کہ تمہیں علم نہ ہو"
 داران کی آنکھوں میں شکوہ تھا جبکہ سائمن نے کرب سے نگاہ چرائی۔
 "نہیں وہ بس اتنا کہتے تھے انکے پورے جسم پر آگ لگی ہے، نام نہیں لیتے تھے آگ لگانے والے کا۔
 بس اتنا کہتے تھے کہ یہ انکی فیملی کی سلامتی کا تاوان ہے۔ لیکن فائدہ نہیں ہوا، انکی پوری فیملی۔"

سائمن کی آواز رندی تو داران نے اس شیر آدمی کے کندھے کو جکڑا۔

"لیکن وہ جو بھی تھا اسکا مطالبہ یہی تھا کہ ڈان اور جلا د اگر مل جائیں تو وہ پورے رشیہ پر حکومت کر سکتے ہیں۔ یہی نہیں فرانس کے کئی کرمنلز شہروں پر، ساوتھ افریقہ کی بڑی ریاستوں پر۔ لیکن رابل سر یہ شراکت داری مر کر بھی قبول نہیں کر سکتے تھے، وہ ایک بری طاقت کے ساتھ مل جاتے تو اسی میں ضم ہو جاتے۔ انہوں نے اچھائی کو برائی کو علیحدہ رکھنے کے لیے اپنے جسم، اپنی فیملی، اپنی زندگی سب داو پر لگا دی"

سائمن کا لہجہ بھیگا تھا، آج بھی رابل کی موت ان سب کا دکھ تھی۔

"میں وعدہ کرتا ہوں مٹ بھی گیا تو رابل کی بنائی اس اچھائی کی طاقت پر حرف آنے نہیں دوں گا۔ اور اس بار اچھائی، برائی کو نکلے گی۔ مجھے کل جانا ہے، اگر میں ایکسپوز ہو گیا تو پہلے اپنی ٹیم کو بحفاظت نکلوانے کی کوشش کروں گا اور پھر اس وحشی سے سیدھا حساب لوں گا۔ مجھے اب لگتا ہے رجال بھی اسی گریول کا شکار ہو کر ان حالوں پر پہنچا ہے، ڈاکٹر صدیقہ کو کہو وہ رجال کے اندر سے چپ نکال دیں اور اسے دھیرے دھیرے واپس حواسوں میں لائیں کیونکہ اب اسکی گواہی لینے کا بھی وقت آگیا ہے"

داران کی باتوں سے سائمن کو خوف سا آیا، رابل کے بعد وہ اسے کھونا نہیں چاہتا تھا۔

"میں آپکی مدد کے لیے خود کل آپریشن میں شامل ہوں گا، میری یہ جان رابل بھائی کے بعد آپ کے لیے قربان ہے جلا د"

وہ سائمن کے پر خلوص رویے پر پلٹا تو بہت ہمت بھری نگاہیں ملیں۔

"اس آکیڈمی کا ہر فرد ہیرا ہے جسے رابل تراش گیا، اگر ہمیں جیت ملی تو اسکا گریڈ ٹ اسی کو جائے گا۔ آئی ریٹلی مس ہیم، اچھے لوگوں کی ناجانے آسمان پر اتنی کیا ضرورت ہوتی ہے کہ وہ دنیا اتنی جلدی چھوڑ جاتے ہیں"

آخر تک داران کی آنکھوں میں بھی سرخائی سی گھلی تو سائمن نے دو قدم آگے بڑھ کر نرم تسلی آمیز نظروں سے داران کے کندھے چھو کر دیکھا۔

"آپ نہ ہوتے تو یہ دن نہ آتا کہ گریول کا انجام دیکھ رہے ہیں، ہم سبکو کو آپ پر فخر ہے جلاد، امید ہے آپ ہمیں اپنے بعد بھی اپنے جیسا ہیرا سونپ کر جائیں گے۔ کیونکہ یہ اچھائی رہتی دنیا تک قائم رہے یہی رابل سر کی خواہش تھی"

سائمن کی امید پر وہ اسکی گال تھپک گیا۔

"اسکی خواہش سر آنکھوں پر، خیر دیکھو ولا کی کیا سچویش ہے۔ جی سے رابطہ کرو۔ اندر کیا چل رہا ہے ہر ڈیٹیل نکالو، بیلا اور یچی نے ہر کمرے اور کارنر میں وڈیو اور آڈیو ڈیوائس فٹ کر دی ہے، اس سے ہمیں گریول ولا کے اندر ہر وقت نظر رکھنے میں بہت مدد ملے گی"

داران اور سائمن اسکے بعد سسٹم کی طرف لپک گئے۔

"تم تب سے یہیں ہو؟"

کئی گھنٹے پر سکون سونے کے بعد جاگتے ہی عمر کو اپنے سامنے جمادیکھے وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی۔
وہ بھی خیالات سے یکدم جھٹکے سے نکلا۔

"ہاں، مجھے گریول سے ڈر لگ رہا تھا سو چا جاتی شیرنی نہ سہی سوئی بکری کو ہی ڈھال بنالوں"
عمر کے برخستہ جواب پر وہ انگڑائی لیتی اٹھی اور عمر کی طرف رخ کیے بیٹھی اور اپنے دونوں ہاتھ اسکی
جانب بڑھائے۔

عمر نے اک نظر ان شرارت کا مسکن آنکھوں پر ڈالی پھر اپنے دونوں ہاتھوں میں اسکے ملائم نازک ہاتھ
پکڑ کر دبائے۔

"عمر آفندی! تم ہنڈسم ہو، مجھے پسند بھی آگئے ہو۔ ٹیلنڈ بھی ہو، میرے میسحا یعنی جلا د کے کارواں کے
سپاہی ہو، بور ہونے کے بجائے میں نے تمہاری کمپنی میں انجوائے فیل کیا۔ سو میں یہ کہنا چاہتی ہوں اگر
تمہیں کوئی اور پسند ہے تو بتا دو"

وہ خوبصورتی میں بہت بے مثال تھی، اسکے چمکتے ہونٹوں کی بات ہو تو جھر جھری لینا ضروری ٹھہرتا،
گھنی پلکوں کی معصومیت مگر ان آنکھوں کا شرانگیز دیکھنا کسی بھی مرد کو بہکا لیتا، اسکی خوبصورت چہکتی
کھنکتی آواز مدہوش کرتی۔

وہ پہلی باریوں کسی کے ہاتھوں کو تھامے سن بیٹھا تھا۔

"تو کیا تم جان چھوڑ دو گی کسی اور کے سبب؟"

عمر نے اس آفت سے نجات کو اک آخری حربہ آزمایا۔

"نہیں، اسکے قتل کی سپاری دوں گی پہلی فرصت میں تاکہ وہ ٹپکے اور تم دوبارہ سے پورے سوہا حیدر کے ہو جاؤ"

بنا کوئی لحاظ و مروت کیے عمر پر دھماکہ کرتی دانتوں کی نمائش کر گئی۔

وہ بوکھلا کر ہاتھ چھڑواتا اٹھا تو تبھی دروازے پر دستک ہوئی۔

اجازت پر میڈز دونوں کا نکاح کا لباس تھالوں میں رکھے اندر آئیں اور ویسے ہی واپس نکلیں۔

سوہا شوخی کے سنگ اٹھی اور کوہر تھال میں سے اپنا حسین مغربی عروسی جوڑا نکالا۔

"ریڈی ہو جاؤ میرا ہونے کے لیے، تمہارے جملہ حقوق پورے کے پورے میرے یا ہو"

اپنا ڈریس اٹھاتی وہ یوں گئی جیسے خوشی سے پاگل ہو گئی ہو، رجال بنا عمر عجیب سی مسکراہٹ لیے ساتھ

ہنسا، جب تک سوہا تیار ہوئی وہ بھی گڈ لکنگ سا تیار کمرے میں اسے ملا تو وہ خود کو چھوڑے عمر کے قریب

آئی۔

"کاش میں اصل چہرہ شوکر سکتا"

عمر نے حسرت کہی تو وہ اسکی بوٹائی جو عمر سے باندھی نہ گئی تھی، اسے مہارت سے سیٹ کیے مسکرا کر

اسکی آنکھوں میں جھانکی۔

"دوبارہ کر لیں گے شادی یہاں سے جا کر، ویسے بھی بھیا کو ابھی نہیں پتا ہو گا کہ میں ہی انکی سوہا ہوں۔
ابھی بتا بھی نہیں سکتی۔ ایمو شنز سنبھال نہیں پاؤں گی پہلے ہی وہ مویا گریول شکی ہو رہا، اگین کریں گے
تو بہت سی سلیفیز لیں گے"

وہ حیران تھا کہ وہ اتنی سی ہو کر ہر چیز میں پرفیکٹ تھی، یہ ٹائی تو کیا عمر کو دوسری بھی باندھنی نہ آپائی
تھی، جبکہ اسے ٹائی پہنانے کے بعد سوہانے وائیٹ شائنی بلیزر بھی پہنایا اور خود بھی جلوے بکھیرتی عمر
کے روبرو کسی پری کی طرح ٹرن کیے کھکھلائی، جیسے کوئی قید پنچھی مدت بعد پھڑپھڑا کر اڑنے کا جشن
منارہا ہو۔

"سوہا!"

عمر نے بے اختیار اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تو یکدم مسکراہٹ چھوڑے اسے تکتے لگی۔

"تم صرف سیلفیز لینے کے لیے نکاح کر رہی ہو یا۔۔۔"

وہ اسکی بات بچ میں روک گئی۔

"نہیں ریلز بھی بنالیں گے"

دانستہ شرارت سے ہنسنے وہ واپس اپنے دکھتے حسن میں محو ہوئی تو عمر دل کی رفتار بڑھنے پر فوری سینے پر
ہاتھ رکھے پلٹا اور کمرے سے نکل گیا ورنہ کچھ کر بیٹھتا وہ اتنی حواسوں پر سوار ہو چکی تھی۔

"یہ دونوں ساتھ کیا کر رہے ہیں؟"

اپنے روم کی بالکونی میں ماں کو کھڑا دیکھے جہانگیر سیدھے وہیں آئے تولان میں بیٹھی شمن اور زمیل کو دیکھتے جہانگیر کو نئی ٹنشن گھیر گئی۔

"جو تم سے نہیں ہوا شاید تمہارا ریا کر دے، مجھ سے اجازت لے کر گیا ہے"

مار یہ صاحبہ کے پرسکون جواب پر جہانگیر گھبرائے۔

"اماں جان! آپ جانتی نہیں اس خرافاتی دماغ والے کو۔ میں جاتا ہوں"

جہانگیر جانے لگے تو مار یہ نے اسکی بازو پکڑے روکا، انکی آنکھوں کی پڑمردگی پر وہ مزاحمت ترک کیے متوجہ ہوئے۔

"تم چھوڑو انکو، اور کئی معاملات ہیں جو توجہ چاہتے پتر۔ انیب اور عاقب کے بیچ اللہ کے فضل سے رضا مندی ہو گئی اور وہ اس رشتے کو قبول بھی کر چکے ہیں سو جیسے دونوں آئیں رخصتی کی رسم نبھا کر ایک دوسرے کو سونپ دیں گے۔ اور انیب نے بتایا کہ جاسم بہت اذیت میں ہے، لیکن میرے پاس اتنا بڑا دل نہیں کہ میں اپنی بچی کے گناہ گار کو بخش دوں۔ ہاں لیکن اگر عاقب چاہے تو معاف کر سکتا ہے"

وہ دلسوز لہجے میں بولیں تو جہانگیر کی غم و غصے سے ماتھے کی رگیں پھولیں۔

"وہ زانی، قاتل، درندہ۔۔۔۔ میں عاقب کو ہر گز اجازت نہیں دوں گا کہ وہ اس کم ظرف باپ کو معاف کرے۔ اور یہ انیب اس لیے گئی تھی ملبورن میں، ابھی پوچھتا اس لڑکی کو"

جہانگیر کا پارہ اور چڑھا دیکھے ماریہ صاحبہ نے اپنا سر تھام لیا جبکہ جہانگیر غصے سے فون نکال کر انیب کا نمبر ڈائیل کرتے کمرے سے نکلے پر فون سائلٹ پر تھا تبھی وہ پک نہ کر سکی۔
جبکہ ثمن اور زمیل کے بیچ کی خاموشی زمیل نے ہی توڑی۔

"جب جب وہ نازو کے پاس جاتا تھا، میرے پاس اگلے دن آکر روتا تھا۔ اسے نازو سے جڑا رشتہ تکلیف نہیں دیتا تھا کیونکہ وہ بہت محبت کرتی تھی۔ اور تبھی وہ اس منافقت پر اذیت میں اتر جاتا۔ محبت کرنے والے کا سایہ بڑا شیریں ہوتا ہے ثمن، نازو نہ ہوتی تو وہ کئی سال پہلے ہی مر جاتا۔ تمہیں تو اپنی بہن کا شکر گزار ہونا چاہیے جس نے جہانگیر کو سنبھالا، اپنے مرنے کے بعد بھی انو کی صورت مرہم بخش گئی"
زمیل کی باتیں ثمن کو رلا سا گئیں پر وہ آنسوؤں پر بندھ باندھے ضبط تھا مے ڈھیٹ بنی رہی۔

"تو رہیں ناں وہ مرہم کے ساتھ آخری سانس تک، میں نے کیا کہا ہے؟"

جب زمیل کچھ نہ بولا تو وہ خود ہی ٹوٹی آواز سنبھالے بولی۔

"تم نے کچھ کہا نہیں یہی تو سارا دکھ ہے، کیا تم یہ چاہتی ہو وہ اب ہر اختیار کے باوجود بے بس ہو جائے اور اسکی جان پر بن جائے یہ جبر؟"

ثمن نے جھٹکے سے گردن موڑی، دردناک نگاہ تھی جو زمیل نے اس پر ڈالی۔

"ن۔ نہیں، میں اگر زندہ ہوں تو بس اس لیے کہ وہ زندہ ہیں"

وہ ناچاہتے ہوئے بھی سسک پڑی، جیسے کسی ہمدرد کے ملتے ہی دکھ اندر سے باہر گرنے لگا تھا۔

"کیا فائدہ ایسا زندہ رہنے کہ جب ایک دوسرے کے بیچ موت سی دوری حائل ہے۔ وہ اب بھی ویسا ہی ہے، تمہارے معاملے میں ڈرپوک، بزدل اور ناکارہ۔ کچھ نہیں ہوگا اس سے لیکن میں جانتا ہوں وہ تمہارے لیے سنبھال کر رکھے جذبات تم پر لٹائے بنا مرنے سے اب بھی ڈرتا ہے۔ اسے اپنا لو پلیز"

اس بار زمیل کی آواز بھی بھیگی تھی جسے اس نے سانس کے ساتھ حلق میں اتارا، ثمن کے آنسو ایک بار پھر بے لگام ہوئے۔

"م۔۔ میں کیسے؟"

وہ سک اٹھی۔

"کیونکہ اب تمہارا بنتا ہے، وہ سمجھ رہا ہے تم ایسی روٹھ گئی ہو کہ کبھی نہیں مانو گی۔ وہ تمہاری تکلیفوں پر شرمندہ ہے کہ تم پر نہ حق جما پا رہا ہے نہ تمہیں اپنانے کی خواہش بیاں کرنے کی ہمت کر رہا ہے۔ لیکن وہ شدت سے تمہیں اپنانا چاہتا ہے۔ تکلیف اسکی تم سے بڑی ہے ثمن، تم مانو یا نہ مانو۔ بھلے اسکو مرہم اور دوا ملی ہو، پر تم تو نہیں ملی جو خون کی طرح بچپن سے ہی اسکی رگوں میں ڈوڑنے لگی تھی"

وہ آنکھیں جھکا کر رودی کیونکہ اپنی تکلیف تو اسے نظر آنا کب کی بند ہو چکی تھی۔

زمیل نے نرمی سے بردار نہ انسیت سے اسکے ہاتھ پر اپنا مضبوط ہاتھ رکھا تو وہ ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"کیا۔۔ اب بھی پیار کرتے ہیں مجھ سے؟"

جہانگیر کا یار ہی بتا سکتا تھا اس شخص کی گہری دلسوز جان حکایت دل۔

"سوچ ہے تمہاری، اسے تمہارا نام لے کر اب تک دوسری سانس آتی رہی ہے۔ شادی کر لو اس سے، تاکہ اسے یہ محبت نبھانے کا سلیقہ اور ہمت آئے۔ تمہاری بقیہ ساری زندگی راحت کا دوسرا نام نہ بنادی اس نے تو تم میرے بال نوچ لینا آ کر سزا پر"

مزید ثمن سہہ نہ سکی اور اپنا ہاتھ چھڑوائے روتی بھاگنے لگی مگر فون کے ساتھ جنجھلاتے جہانگیر کو وہیں آتا دیکھے انکے قریب جا کر رکی تو جہانگیر نے فون سے توجہ ہٹائے اک نظر ثمن پر ڈالی اور اک گما کر کرسی پر چوڑے ہو کر بیٹھے زمیل پر۔

ثمن نے انکے سینے کے قریب رکتے اپنے دونوں ہاتھ جب جہانگیر کے چہرے سے لگائے تو جہانگیر کا سفید پڑتا چہرہ دیکھے زمیل منہ میں ہنسی دبا تا شرافت سے یہ پراسیو سی دیتا ہوا منہ ہی گما گیا۔ جبکہ ماریہ صاحبہ کی تشنہ آنکھیں بھی نم ہوئیں۔

"مجھ سے شادی کریں گے؟"

وہ جو پہلی حیرت سے اب تک نکلے نہ تھے، ثمن کے اگلے کہے جملے پر پتھرائی سی نگاہیں لیے اسے تکتے لگے۔

"اب میرے یار کا ایکسپریشن دیکھنا ہوا! دیوانی نہ ہونا بس"

زمیل بظاہر سگریٹ کے کش لگا تا غائبانہ ہی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کو آنکھ دباتے کہہ اٹھا۔

"بولیں! مجھ سے شادی کریں گے؟"

ثمن کے ایک بار پھر دہرانے پر وہ اپنے چہرے سے لگی اسکی گرم ہتھیلوں کو اپنے ہاتھوں میں دباتے دور کرتے اپنے سینے پر جما گئے، انکی آنکھوں کی سرخی پر وہ اور غمزہ ہوئی۔

"ہمیشہ سے میری پہلی اور آخری خواہش یہی تو تھی"

اسکی آنکھوں میں دیکھ کر وہ اجرٹا شخص آباد ہوا اور اقرار کیا۔

"تو کر لیں جتنی جلدی ہو سکے پلیر، م۔۔ میں مزید ایک لمحہ بھی آپکے نام اور محبت سے محروم رہنا نہیں چاہتی"

اپنا چہرہ اپنی ہی ہتھیلوں کے بیچ چھپاتے وہ جہانگیر کے سینے لگی پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی جبکہ زمیل نے گہرا سانس بھرے اپنے جلتے دل پر ہاتھ پھیرا تھا، آج یار کو اسکا یار ملا تھا تو زمیل کے اندر کیوں نہ شہنائیاں بجتیں۔

جبکہ ماریہ صاحبہ بھی اس پر پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھیں۔

وہ جہانگیر کے سینے سے دور ہوئیں اور آنسو پونچھتے وہاں سے بھاگ گئی جبکہ زمیل کو ڈر تھا کہیں جہانگیر صاحب محبوب کے گلے لگنے کے صدمے سے گر نہ پڑیں فوراً لپک کر جہانگیر تک پہنچا تو آنکھیں نم پر سگریٹ کے عادی گرنش ہونٹوں پر ہمکتی مسکراہٹ تھی۔

"ک۔ کیا کہا ہے تو نے اس سے خبیث؟ ک۔۔ کیسے مان گئی وہ۔ بول ناں زمیل"

جہانگیر کرب سے اسکا گریبان دبوچ گئے، وہ کھل کر مسکرایا۔

"تو نے ساری حیاتی مجھ کمینے کو اکلوتے یار کی صورت جھیلا، دیکھ اتار دیا احسان۔۔۔۔۔ اب میں مرا تو اک آنسو نہ بہانا۔ کروعدہ"

زمیل کے کرب بھرے جملے جہانگیر کا ضبط توڑ گئے۔

"وعدہ کرتی ہے میری چپل۔۔۔۔"

جہانگیر آنکھیں رگڑے چلائے تو زمیل بے اختیار پوری قوت سے انھیں اپنے سینے بھینچ گیا، دونوں کو روتا دیکھے ماریہ صاحبہ کی تکلیف بھی بڑھی۔

"اب تیری آنکھ آنسو کو نہیں جانتی، ٹھیک ہے ناں؟ تیاری شروع کروا رہا ہوں۔۔۔ تیرے آباد ہونے کا جشن پورا شہر دیکھے گا جہانگیر، میں تیرے لیے اتنا خوش ہوں جتنا کوئی اپنے لیے بھی نہ ہو کبھی۔ تو میرا حوصلہ ہے، جا تجھے ثمن کے حوالے کیا۔"

وہ روبرو ہوئے تو اس کمینے نے بری طرح اس شیر آدمی کو رلا ڈالا پر آنسو بھی زمیل نے خود پونچھے، وہ کچھ بول نہ سکے بس پھر سے اس لیچڑ آدمی کو گلے لگا گئے کیونکہ اس وقت خوشی کا اظہار کرنا بھی مشکل ہو چکا تھا۔

گریول اور سوہا کی طلاق ریجسٹر ہو چکی تھی، اور چونکہ گریول اور سوہا کی رخصتی نہیں ہوئی تھی تو اسلامک طور پر بھی عدت نہیں بنتی تھی اور وہ تو پھر بھی ماڈرن کلچر میں موجود تھی لیکن داریہ نے اسے اس بارے میں مطمئن کر دیا۔

جو آدمی نکاح کے لیے آیا وہ بھی داران کا ہی بھیجا تھا جسے سب سمجھا دیا گیا تھا، اور تو اور جب سوہا اور عمر سے رضامندی پوچھی گئی تب اسی لمحے گریول کو ایک رانگ کال بھی موصول ہوئی اور یوں اسکے واپس آنے تک سوہا اور رجاں بنا عمر مہمانوں اور گواہین سے مبارک باد وصول کر رہے تھے۔

"بہت مبارک ہو آپ دو کو"

گریول نے باری باری دونوں کو گلے لگایا، داریہ، بیلا، یچی سب ہی کچھ فاصلے پر مہمانوں کی طرح تھے، ابھی تک یچی کو نہیں بتایا گیا تھا کہ سوہا ہی اسکی بہن ہے لیکن اسے ضرور پتا تھا تبھی تو یچی کافی بار سوہا کی خود پر جمی نظر پر نکاح سر منی کے بیچ بھی بے سکون سا رہا پر جو بھی تھا عمر کے نکاح کی اک عجیب سی خوشی تھی جو یچی کو کہیں اندر سے مسرور کر رہی تھی، اپنے پہلو میں بیٹھی بیلا کو دیکھ کر اس نے اپنی آنکھوں کو پہلی بار راحت دی کیونکہ وہ وائیٹ پلین لئیر ڈریس میں بہت پیاری لگ رہی تھی، البتہ وہ ٹو پیس میں زرا گولڈن بالوں کے گیٹ آپ کے ساتھ کافی بدلا مگر پیارا۔

سوہا نے سکائے بلو شارٹ فرائیڈ جو ٹہنوں تک تھی اور اسکا اک لمبا کنارہ پیچھے سے زمین پر لگ رہا تھا، آدھی ٹانگیں وائیٹ نیٹ ٹائیٹ کے باوجود راعنائی چھلکار ہی تھیں جبکہ بال کھولے انکو کرل کیے سر

پر برائیڈ کے نام والا پرل ہیر رنگ لگا رکھا تھا، ڈائمنڈ کا ہلکا سا جیولری سیٹ جبکہ گریول نے اسے نکاح کے بعد بہت قیمتی بریسلٹ بھی پہنایا جس پر سب نے ہی پر تپاک ہوئے تالیاں بجائیں۔

اس بیچ عمر نے گریول کی شکوہ کناں نظریں مسلسل اگنور کیں، ایک بار تو اتنا ترس آیا کہ دل چاہا ایک ہگ کر کے بچارے کو سیک لگوادے اپنا پر پھر اس سوچ پر عمر نے لعنت بھی فوری بھیجی۔

جو بھی تھا سوہا کی خوشی نے اس وقت ہر فرد کو سب بھلا رکھا تھا یہاں تک کہ گریول کو بھی۔

لیکن پر سکون یہ خاموشی قیامت سے پہلے والا سائر ن تھی۔

.._____..

رجال چغتائی کے اندر فٹ ٹریکنگ اور آڈیو چپ داران کے آرڈر پر نکالی جا چکی تھی، یہ ایک طرح لیزر سرجری تھی، اس چیپ کو ختم کرنے کے بعد جب ڈاکٹر صدیقہ نے اس کے خطرے سے باہر ہونے کا بتایا تب آدھے گھنٹے کے بعد وہ ہوش میں آیا تو آنکھیں درد سے ابلنے لگیں جنہیں کھولا تو اس کے تکیے کے دائیں بائیں ہاتھ رکھ کر جھکے داران کی نفرت سے بھری آنکھیں رہی سہی جسم سے جان نچوڑتی محسوس ہوئیں۔

"درد ہو رہا ہے؟ فیل کرو اس درد کو جو تمہاری یہ منحوس ذات دوسروں کو اب تک دے چکی ہے۔ تم کیا سمجھے تھے رجال میں یہاں یو نہی بیٹھا ہوں، یو نہی مجھے موسکو کا جلا د کہا جاتا ہے۔ اس چیپ کے سبب میں کچھ دن پہلے اس رجال سے ملا جس سے تمہارے کمرے کا آئینہ بھی شناسانہ ہو سکا"

داران کے منہ پر اب بھی ماسک تھا، لیکن اسکی پر تپش سانسیں رجال کو تکلیف دے رہی تھیں لیکن اسکے الفاظ پگھلے سیسے کی طرح رجال کی سماعت میں اتر کر اسکے بھرم و غرور کی دھجیاں بکھیر گئے۔

"ن۔ نہیں ہو سکتا ایسا، فراڈ کیا تم نے"

رجال حلق کے بل چلایا بھلے اس سے اسکے دماغ کی رگ بھی پھٹ سکتی تھی۔

"نہیں گھی کو ٹیری انگلی سے نکالنا کہتے ہیں، پہلے پہل جب مجھے میرے لوگوں نے یہ بتایا کہ حمید کی طرح اسکا بیٹا بھی غلیظ حرکتیں کر رہا ہے، عورتوں کی عزتیں داغ دار کر رہا ہے، باپ کا خوب نام روشن کر رہا ہے، فلم ہاوس کے نام پر ہوس کا اڈا چلا رہا ہے، مجھے حیرت نہیں ہوئی پر ایک غلطی کر دی تم نے، اوپر سے اس غلطی کی دیکھ بھال میں لا پرواہی کر دی۔ اپنے باپ کے خلاف سارے ثبوت گریول تک پہنچا کر، کہ وہ گریول سے بھی غدار ہے۔ یہاں میرا دماغ گھوم گیا، کہ ایک پرچم تلے کھڑے دو نجس افراد اوپر سے باپ بیٹے کے بیچ یہ کیسا انتقامانہ کنکشن ہے؟ وہ دن تھا اور آجکا، تمہارے اس دل میں دبی قیامت تسخیر کر لی۔ سارے ریکارڈ گنگال ڈالے، بڑا ترس آیا تم پر لیکن جو حرکت تم نے جلاد کی عورت کے ساتھ کرنے کی کوشش کی وہ اس ترس اور تمہارے بیچ کا پتھر بن گئی۔۔۔ پیچ پیچ"

داران اس پر سے یہ سوہان روح انکشاف کیے پرے ہو کر سیدھا کھڑا ہوا، یہ سارے الفاظ کوڑوں کی طرح داران نے اس زخمی جگر والے پر برسائے، وہ ڈرپ کی سوئی ہاتھ کی پشت سے کھینچ کر اکھارتا اٹھ بیٹھا اور لڑکھڑا کر داران کے سامنے جانتا جیسے کسی کی جان آنکھوں میں آر کی ہو۔

"مطلب داریہ تمہاری عورت؟ سمجھا نہیں۔ اسکا تو باپ لفنگا تھا۔ ماموں اور بھائی کی تو وہ خود محافظ تھی۔ پھر تم کہاں سے آکر اسکا سائبان بن گئے اس لاوارث کے؟"

رجال کا لہجہ داران کو پسند نہ آیا پر زیادہ برا اسکی زبان سے داریہ کا نام لگا۔

"جس کا کوئی نہیں اسکا اللہ تو ہوتا ہے، اسی اللہ نے بنایا مجھے اسکا سائبان۔ اسکا نام پہلے بھی لیا تھا تم نے، سزا بھولے تو نہیں ہو گے؟ زبان اکھاڑ کر رکھ دوں گا اس لیے احتیاط کرنا۔ کیونکہ تم جلاد کے رحم و کرم پر ہوا ب آخری سانس بھرنے تک"

اسکی گردن دبوچ کر داران نے تنبیہ کی، رجال کی آنکھیں ندامت سے سرخ ہوئیں۔

"مجھے نہیں پتا تھا اسکا، اگر وہ تمہاری ہے جانتا تو دوسری نظر نہ ڈالتا۔ وہ بچپن سے میری آنکھوں کے سامنے کھٹکتی رہی ہے، اس میں بہت غرور اور اکڑ تھی، اور مجھ میں انا۔ تم سزا دے سکتے ہو لیکن مجھے کوئی ایسا کام نہ سونپنا جس سبب میرا اس دنیا میں سٹے بھیانک ہو۔ میں تھک چکا ہوں، یہ جملہ آج تک آئینے سے کہنے کی ہمت نہیں ہوئی پر تم سے کہہ دیا، آئی ایم سوری"

وہ تھک کر واپس پلٹا اور بیٹھا جبکہ داران نے گہرے سانس بھرے اور پلٹا۔

اسکا سر تتا تھا جبکہ رجال کی گردن جھکی تھی۔

"تمہاری سزا تمہاری قوت و برداشت سے بڑی ہوگی، سنو"

وہ اپنے ہر جرم کا اقرار کیے اسکے بعد سراٹھا گیا کیونکہ داران ماہیر شاہ اسکو سزا سنارہا تھا، اور وہ موسکو کے جلاد کے آگے بے بس ہو گیا۔

.._____..

شام ہو چکی تھی، اب جا کر سوہا اور عمر کی مہمانوں سے جان چھوٹی، لیکن سوہا نے کمرے میں آتے ہی پہلے گریول کا دیا بریسلٹ چیک کیا اور حسب توقع اسے اس بریسلٹ کی ہک کے ساتھ نظر آتی چھیڑ خانی دیکھائی دی، اس نے کھولا اس لیے نہیں کہ اگر وہ اسے کھولتی تو گریول کو پتا چل جاتا کہ سوہا کو بریسلٹ پر شک ہے۔

عمر روم کا ڈور کھولے اندر داخل ہوا تو سوہا نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھے اسے بولنے سے روکا جبکہ عمر بھی سوہا کے ہاتھ میں پکڑے بریسلٹ پر سارا معاملہ سمجھ گیا۔

"ہے سوہا ڈار لنگ! فائنلی تم میرے ہاتھ آہی گئی"

عمر نے رجاں کا لہجہ اور خبیث انداز اپنائے قریب آرکتے سوہا کو دوستانہ انداز میں مسکراتے دیکھا تو وہ آگے سے اس آدمی کے ٹیلنٹ پر مسکائی۔

جبکہ اپنے روم میں بیٹھے گریول کے کانوں میں اترتی آواز اسکے ہونٹوں پر بھی زہر خند مسکراہٹ لے آئی۔

"جی نہیں، ہاتھ میں تو مجھے دنیا کی کوئی طاقت نہیں لے سکتی۔ تم جیسے بچے کو میں نے اگر قبول کیا تو صرف گریول کی وجہ سے۔ وہ اس پوری دنیا میں شاید میرے واحد اپنے ہیں"

سوہا بھی آخری حد تک چمکتی آنکھوں میں عمر کے مسکرا نے کو محور بنائے ادکاری کے اعلیٰ جوہر دیکھا گئی، گریول کے ماتھے پر شک کے خلاف جاتے ان دو کے لہجوں پر لکیریں سی اتریں۔

"اے! بچا تو مت کہو، آئی ایم یور ہسبنڈ"

عمر نے سچ میں گھورا تو سوہانے دونوں بازو عمر کی گردن میں جمائیل کیے، عمر کی آنکھیں اسکے خوبصورت چہرے پر ٹھہر گئیں، اگر تو یہ لڑکی ڈرامہ کر رہی ہے تو بہت جبر آزما تھی اسکی یہ گلے پڑتی حرکت۔

"ہسبنڈ کی ذمہ داریاں پتا ہے تمہیں رجال چغتائی؟"

سوہانے اسکی خوبصورت آنکھیں دیکھتے سحر انگیزی طاری کی جبکہ گریول مزید سن نہ پاتا ایئر فون اتار کر زمین پر پٹخ گیا۔

"میرا شک غلط کیسے ہو سکتا ہے، یا تو یہ دو کچھ زیادہ چالاک ہیں یا میں بیوقوف۔ نہیں اتنی آسانی سے کوئی ماسٹر گریول کی آنکھوں میں دھول نہیں جھونک سکتا۔ آج ہی سب حقیقت جانی ہے مجھے، اس سے پہلے وہ میری جڑوں میں گھس کر تمام زیادتیوں کا بدلہ لے۔ رابل، تم زندہ بچ گئے۔ اور تو اور پچھلے کئی سالوں سے مجھے پریشان کر رہے ہو، اب بس۔۔۔ تمہیں ہتھیار ڈالنے ہوں گے، تمہیں میری قید میں

واپس آنا ہو گا۔ جس جس پر مجھے شک ہے، آج کی رات وہ سب سامنے آئیں گے۔ اور اگر تمہارا کوئی ایک ساتھی بھی میرے ہتھے لگانہ رابل، تمہیں ناک کے بل گھسیٹ کر میں اپنے پیروں میں لاؤں گا۔ گریول نے خود کلامی کی اور اپنا فون لیے کسی کو کال ملاتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

جبکہ عمر نے سوہا سے بریسلٹ دھیرے سے لیا اور جا کر واش روم کے باتھ ٹپ میں پانی کھول کر جمع کیے اس میں پھینکا، سوہا پیچھے آئی تو عمر کی حرکت پر بمشکل ہنسی روکنے کو منہ پر ہاتھ رکھ سکی، ان دو پر کسی کی نظر تھی، کوئی تو کبرڈ میں چھپا تھا۔

"تم نے گریول کے ارادوں پر پانی پھیر دیا، چلو اب سیلفیز لیتے ہیں"

سوہا اسکا ہاتھ پکڑے اسکی عقل پر رشک کیے باہر لائی تو عمر نے منہ بناتے اسے دیکھا جو فون نکال کر اپنی اور رجال بنے عمر کی تصویریں بنانے لگی۔

"سنو! مجھے جیلز فیل ہو رہا ہے کہ تمہارے ساتھ پکچرز میں رجال ہے"

سوہا نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"سمجھا کرو پاگل، میرا فون بھی گریول چیک کرتا ہے۔ اسے خود پر یقین دلانا ہے تبھی یہ سیلفیز بہت ضروری ہیں، تاکہ ہم واپس اسکا اعتماد پا کر اپنے ساتھیوں کی یہاں سے نکلنے میں مدد کریں، کل جلا د آرہے ہیں۔ تب تک ہمیں خود بھی زندہ رہنا ہے اور اپنے ساتھیوں کی بھی حفاظت کرنی ہے"

سوہانے اسکی سمت دیکھتے سمجھایا پر وہ ایک آفیسر کے ساتھ اب کچھ اور بھی بنتا محسوس کر رہا تھا، سوہا سے آتی وائبر کچھ خاص تھیں۔

"اوکے آئی کین بیر دس"

دانت پیسے یقین دلایا اور سو کے قریب سلیفیز لینے کے بعد وہ اچھی والی کو چھوڑ کر ٹیری میٹری ڈیلیٹ کرنے بیٹھی تو عمر خفا سا ہوئے جانے لگا، فون بیڈ پر پھینکتی وہ فوراً اسکا ہاتھ جکڑ گئی۔

"تم نے یہ تو بتانا نہیں کہ تمہاری فیلنگز کیا ہیں؟"

سوہانے بہت پیار سے اسکا ماسک اتارا تو عمر کی اصل صورت دیکھے سوہا کی آنکھوں کے کنارے خمار سے اٹے، کلین شیو کے سنگ وہ اچھی کمپلیکشن رکھتا تھا، اوپر سے حسین والدین کی سوغات کے حسن میں بھی موصوف اتنے گئے گزرے نہ تھے۔

"کوئی آگیا تو؟"

اس سے ماسک چھینے عمر نے دروازے کی جانب بوکھلا کر دیکھا جولا کڈ نہ تھا۔

"فیلنگ بتانے کا کہا ہے، مثال دے کر سمجھانے کا نہیں"

وہ تو بے خوف تھی، پر عمر نے اسے خود سے دور کیے ماسک واپس چڑھا لیا جبکہ سوہا وہیں روٹھ کر میٹرس پر بیٹھی۔

"آئی ایم سوری لیکن گریول اگر دندنا تگھس آیا تو گڑبڑ ہو جائے گی، ابھی تو تم بڑی سمجھداری کی باتیں کر رہی تھی۔ اور ویسے بھی ساری زندگی عمر آفندی کی ہی گھسی پٹی شکل دیکھنی ہے تمہیں"

وہ سچ میں روٹھ کر اسے اچھی نہ لگی تو عمر قریب آتے پاس ہی بیٹھا، پر وہ اٹھ کر فاصلے پر جا بیٹھی۔

"تم نہیں سمجھو گے، آئی مین۔۔۔"

وہ اتنی پر اعتماد سوہا حیدر، اس لمحہ عمر کے اٹھ کر بالکل ساتھ جڑ کر بیٹھنے پر بھول گئی کہ اسے کہنا کیا ہے۔

"تم سمجھاؤ شاید سمجھ جاؤں"

وہ اسکی اور جھکتا ہوا سوہا کی ڈری گرے آنکھوں میں جھانکا تو وہ زرا پیچھے کو بینڈ ہوئی۔

"مجھے لگ رہا ہے کچھ ہونے والا ہے"

گریول کے کمرے میں موجود وائس ریکارڈر سے جمی نے جب گریول کی خود کلامی سنی، ترنت جلا د کو انفارم کیا جو اس وقت لیب میں تھا، سوہانے خود پر جھکے عمر کو پرے کیا اور اسکو بیڈ سے اٹھاتی خود اپنی ڈوائس تک پہنچی تو ریڈ لائٹ بلنک ہو رہی تھی۔

داران کا میسج پڑھتے ہی وہ سیدھی ہوئی، عمر بھی کچھ فکر مند لگا۔

"اسے شک تھا، ہم پر۔۔۔ ابھی بھی ہے عمر۔ جلا د نے کہا ہے کہ وہ آج رات سبکو بے نقاب کرنے والا ہے۔ میری بات سنو انہوں نے کہا ہے اپنی اپنی گن اپنے پاس رکھ لو، میں تمہیں دیتی ہوں۔ ہمیں

صرف نکلنا ہے کیونکہ وہ باقیوں کو خود سیو کرنے اپنی ٹیم روانہ کر چکے ہیں۔ اس لیے ہمیں پینک نہیں کرنا۔"

سوہانے اسے پکڑا اور بیڈ اپنی جگہ سے پرے کھسکایا تو نیچے کارپٹ کے اندر ایک کھدی ہوئی جگہ تھی، سوہانے اندر رکھی تین گنز نکالیں اور واپس وہ جگہ کو رر کی، دو عمر کے سپرد کی اور خود فوراً چلیج کرنے ڈریسنگ روم کی طرف گئی، مخالف سمت بنے واش روم کا دروازہ پھر ہلا۔

عمر نے دونوں لوڈ کیں اور کچھ دیر کمرے میں ٹہل کر کھڑکیوں پر گرے پردے ہٹا کر باہر جھانکتا رہا مگر مستقل کھڑکی پر کھڑا نہ ہوا۔

گریول ولایں اسے بھی عجیب سی ہلچل دیکھائی دی، گارڈز کی تعداد بھی بڑھ چکی تھی۔ فوراً سے داران کو کال کی۔

"سر! کچھ گڑبڑ ہے۔ عجیب کھلبلی سی محسوس ہو رہی ہے۔ اگر میں اور سوہا پکڑے جاتے ہیں تو پلینز ہمارے چکر میں آپ خود مت پھنس جائیے گا۔ میں پوری کوشش کروں گا سوہا کی حفاظت کیے خود بھی نکل سکوں۔ یاد رکھیے گا عمر آفندی آپ کی کمزوری نہیں ہے"

داران نے اسکی بات سننے گہرا سانس بھرا پھر مسکرایا۔

"تم میری ٹیم کا ایک اہم حصہ ہو، میں خود نہ بھی آیا تو تم تک مدد پہنچا دوں گا بے فکر رہو۔ مے بھی وہ بڑھنے والے گارڈز میرے لوگ ہوں"

داران کی دی غیر واضح تسلی پر عمر کی گھبراہٹ بھی کم ہوئی۔

"یار! آپ بہت اچھے ہیں"

جذبات مٹے وہ جو شیلا ہوا تو داران کے اونہوں کرنے پر دانت سے نکلے۔

"میں کسی کا یار نہیں ہوں، چلو جب تک ہو سکے گریول کی آنکھوں میں دھول جھونکتے رہنا۔ اگر

پکڑے گئے تب بھی۔ اسکی کمزوری کیا ہے آئی نوویل۔۔۔۔"

داران نے کہتے ہی رابطہ توڑا جبکہ تب تک بلیک ٹائیٹ پینٹ اور ڈارک گرے شارٹ فرائیڈ پر جیکٹ

پہنے، پیروں میں لیڈیز شوز چڑھائے سوہائیل پونی کستی باہر نکلی تو وہ لمحہ بھر اس سے نظر ہی نہ ہٹا سکا۔

وہ اپنی گنز کسی پروفیشنل کی طرح لوڈ کیے دراز میں رکھے جب عمر کی طرف آئی تو اسے اپنی سمت ساکن

پائے خفیف سی ٹنشن سے آزاد ہو گئی۔

"تمہاری آنکھیں؟!"

سوہائیل کی آواز سرگوشی میں ڈھلی، سمجھ نہ سکا تعریف ہے یا خوف کا اظہار۔

"کیا کہہ رہی ہیں؟"

سابقہ نا سمجھی کے سبب اسکے قریب ہوتے سوال کرتا وہ کسی اور ہی رو میں تھا۔

"وہ مجھے پسند کرتی ہیں"

اسی مبہوت کیفیت میں مبتلا و سرور آگیاں سچ کہے عمر کے دل کو اک نئی لے پر دھڑکا گئی۔

"یا خدا! اتنا سارا سچ، وہ بھی میری آنکھوں سے ٹپک گیا؟ کیا کروں گا اب میں بچ نکلنے کے لیے؟"

اس شخص کی کیفیت ڈرامائی تھی، مدہوش لہجہ سامنے والی کو اتنا بے بس کر گیا کہ وہ ہو گیا جو سوچا ہی نہ تھا، عمر نے ہاتھ اسکی کمر سے جوڑتے اپنی اور کھینچ لیا۔

"تمہیں بچ کر رہنے کی تدبیر ڈھونڈنی ہی ہوگی، ورنہ تم عاشق ہو جاو گے مجھ پر"

صاف صاف اسے خود سے شر کے لیے یوں بہکنے سے منع کیا گیا۔

"کیا میرے پاس عاشق ہونے کے سوا کوئی آپشن نہیں؟"

سنجیدگی سے کوئی حل چاہا گیا۔

"ہے ناں، لیکن ہر آپشن تمہیں میرے قریب کرے گا"

کھلم کھلا دعوت دی جا رہی تھی۔

"بڑی خوش فہمی ہے تمہیں؟"

عمر کی نگاہوں کا سحر چھناکے سے ٹوٹا، وہ صاف صاف برا منا گئی۔

"تو کیا میں ایسی نہیں ہوں؟ اچانک سے تمہیں اچھی نہیں لگی؟ تم میرے بارے میں کچھ بھی نہیں

جانتے لیکن پھر بھی میرے ہسبنڈ بن گئے۔ کیا یہ تمہارا لک نہیں عمر آفندی؟"

کچھ زیادہ ہی مغرور تھی، شاید اس ولا کی شہزادی بن کر رہنے کا اثر تھا جو اسکے مزاج میں بھی گھل گیا۔

"تمہارا اچھا لک بھی تو ہو سکتا ہے، جو عمر آفندی کئی حسیناؤں کے ہاتھ نہ آیا وہ مفت میں کسی کے پھل کی طرح تمہاری گود میں آگرا۔ یو آر لکی گرل، بٹ آئی ایم ناٹ"

عمر کے لہجے میں ملی اجنبیت پر وہ کچھ افسردہ ہوئی پھر خود ہی سمجھنے والے انداز میں سر ہلائے اس سے دور ہو گئی۔

"او کے فائن! نوپرا بلیم۔ اگر تم مجھے پا کر خود کو لکی فیل نہیں کر رہے تو تمہیں جو اپنے لیے لکی لگے گی یہاں سے نکلتے ہی اس کے متھے لگ جانا۔ نو مور پر سنل ٹاک"

وہ اسکی جانب سے منہ ہی موڑ گئی جیسے ساری بات ختم کر دی ہو، اسی لمحے عمر کے کان میں کچھ آواز آئی وہ فوراً سے سوہا کے منہ موڑنے کا فائدہ اٹھائے جب واش روم گھسا تو سامنے کبرڈ سے نکلتے اصل رجال کو دیکھ کر اسکی حالت خراب ہوئی۔

"یہیں رکنا، تمہاری سوہا سیور ہے گی"

رجال نے ڈریسنگ بھی عمر جیسی کر رکھی تھی اور اسکے ہاتھ سے گن لیے تیزی سے باہر نکلا جہاں وہ اب تک روٹھ کر منہ بنائے کھڑی تھی۔

"برا منا گئی تم؟"

رجال نے گہرا سانس لیا اور منہ پھیر کر ناراضگی عیاں کرتی سوہا کو پکڑ کر اپنی سمت گھسیٹے بولا، سوہا نے بازو چھڑوائی پر اسکی ننھی ننھی مزاحمت کام نہ آئی۔

"کوئی شریف انسان میرے ساتھ نہیں رہ سکتا بھلے پھر میں یہ بھی کیوں نہ کہہ دوں اگر کہ سات
پردوں میں چھپی رہی یہ چھ سال۔ یوڈیز روبیٹر"

وہ بات کو غلط رنگ دیے سب طے کر رہی تھی جبکہ رجال کو اسے سچ بنانے کی مہلت نہ ملی۔
"میرے بے بی برڈز کیا کر رہے ہیں، سرپرائز"

دروازہ دمک سے کھلا اور ساتھ ہی گریول، دس کے قریب گارڈز کے ہمراہ کمرے میں گھسا، رجال اور
سوہا کے چہرے کا رنگ ایک ساتھ اڑا جبکہ واش روم کے دروازے کی اوٹ میں کھڑے عمر نے بھی اپنی
گن پر پکڑ جمائی اور ماسک اتار کر پرے پھینکا۔

"کسی کے پرسنل مومنٹس دیکھنے کی یہ کونسی واہیات قسم ہے؟ کیا چاہیے اب آپکو؟ دے دی نہ سوہا
اسے۔ واٹ نیسکٹ"

رجال کو اپنے عقب میں کیے وہ آگے آتی بولی جبکہ رجال نے بروقت میز پر رکھی دوسری گن بھی اٹھائی
اور اپنے ہاتھوں کو پٹخھے کیا لیکن گریول کے دو گارڈز، رجال کی حرکت دیکھ چکے تھے۔

"واٹ نیسکٹ؟ یہی پوچھنا تم نے۔ نیسکٹ موت تک میری قید۔ ساتھیو! زرار رجال کی منہ دیکھائی تو
کرو"

رجال نے اپنے قریب آتے انہی دو آدمیوں کی طرف کرتے گن چلا دیں پر وہ بقیہ آٹھ جانوروں کی
طرح اس پر جھپٹ کر ناصرف اس سے گنز چھین چکے تھے بلکہ اسکے چہرے پر چمٹا وہ ماسک بھی کھینچ کر

اسکے چہرے سے اتارنے کی کوشش کی جسکا انھیں شک تھا لیکن تب گریول اور سوہا کے چہرے کا بھی رنگ اڑا جب اسکے گارڈز اسکے چہرے پر آتی خراشوں سے نکتے خون پر گھبرا کر دور ہٹے۔

"کیا مطلب؟ یہ سچ میں رجا ہے"

گریول لپک کر رجا کی طرف بڑھا جسکے رخساروں سے خون کی ننھی بوندیں پھوٹ چکی تھیں، سوہانے صدمے سے دیوار تھامی مگر اسی لمحے اسکی نظر واش روم کے دروازے کی اوٹ میں کھڑے عمر پرگئی گویا دوسری سانس آئی۔

گریول نے آگے لپک کر رجا کا چہرہ ہاتھوں میں بھرا۔

"کیا کر رہے ہیں آپ؟ چھوڑیں اسے"

اس سے پہلے وہ دیوانگی کی حدیں توڑ کر رجا کا چہرہ چومنے لگتا، سوہانے پکڑ کر اسے رجا سے دور کیا اور دونوں کے بیچ آئی۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ سوہا تم دھوکے باز نہیں ہو کیا؟ مطلب مجھے لگا جیسے تم مجھے چیٹ کر رہی ہو۔ یہ تو سچ میں رجا ہے"

گریول کا دماغ یکدم گھوم گیا تھا، جبکہ رجا اس وقت ہر احساس سے عاری تھا بس اجازت نہ تھی ورنہ گریول کا منہ بھی نوچ کر نقش بگھاڑ دیتا۔

"آپ نے ایسا سوچا بھی کیسے؟ میں آپکو چیٹ کر کے کیا پالوں گی؟ کیا یہاں سے نکل سکتی ہوں۔ ہرٹ کیا ہے، دیکھیں اسکے فیس کا کیا حال کیا آپکے درندے گارڈز نے۔ انھیں بھیجیں ورنہ میں ان سب بچ چکوں کی جان نکال دوں گی"

سوہانے جب ہیجانی انداز میں چینخ کر کہا تو گریول بھی پلٹا اور اپنے سب گارڈز کو دفع ہونے کا کہا جو دو مردہ کو بھی اٹھا کر شرافت سے کمرے سے نکلے جبکہ رجال نے پھنکار کر پرے ہوتے جھک کر سائیڈ ٹیبل سے ٹشو پیر نکال کر اپنی دائیں گال پر دبایا جو پورا سرخ ہو گیا۔

"جب سے ٹانگر مرا ہے مجھے سب پر شک ہو رہا ہے، آئی ایم سوری سوہا۔ رجال تم بھی معاف کر دو لیکن تمہارا بدلا بدلا لہجہ مجھے پاگل کر گیا۔ آئی ایم سوری تم دونوں سے، میں ڈاکٹر کو بلاتا ہوں"

گریول کے ہاتھ پیر پھولے دیکھ کر سوہا اور رجال بھی کچھ نارمل ہوئے۔

"آپ یہاں سے جائیں ماسٹر گریول، میری دو امیرے پاس ہے۔۔۔ وفاداروں کو ہو نہی شک کی بھینٹ چڑھاتے رہے آپ محترم تو کوئی آسین کا سانپ ہی پہلا ڈنگ مارے گا آپکو۔ پلیز وی نینڈ سم پرائیویسی"

رجال کا یہ سفاک لہجہ گریول کے شک کو بالکل ختم کر گیا جبکہ سوہا بہت کوشش کر رہی تھی سانس لینے کی پردل بیٹھا تھا تو سانس کی محسوس ہوئی۔

"ایسے ناراض ہو کر تو مت بولو، یونوناں آئی کین بیر دس، سوہا اسے کہوناں غصہ مت کرے"

گریول ترس طلب ہوئے منتوں پر اتر جبکہ رجال نے گریول کے ہاتھ میں تھاما جاتا سوہا کا ہاتھ چھڑوایا اور گریول کو بازو سے پکڑے دروازے سے باہر لائے رکا۔

گریول آزرده نظروں سے رجال کے زخمی گال کو دیکھ رہا تھے جیسے چھو کر خود کو تسلی دینا چاہتا ہو۔
"ابھی مجھے آپ منا نہیں سکتے بھلے جو مرضی ہو جائے، مجھے کچھ دیر سوہا چاہیے۔ پلیز سکون لینے دیں ورنہ میرا وحشی روپ اس انسان بنے رجال سے باہر نکل آئے گا۔ شاباش گوٹو یور روم اینڈ ہیو سم سلیپ"

اس کی گال سہلاتا بربریت خیز لہجے میں سمجھائے وہ واپس ناصرف کمرے میں گھسا بلکہ دروازہ گریول کے منہ پر بند کیے لاک کرتا پلٹا تو سوہا آہٹ پر مڑی جہاں عمر بھی باہر نکلا، گریول مٹھیاں بھینچتا وہاں سے نکل گیا۔

سوہا کو سمجھ نہ آئی پہلے کس کا حال دیکھے۔

"تم ٹھیک ہو"

بے اختیار وہ عمر کے گلے لگی تو عمر نے اک حیران نگاہ مسکراتے رجال پر ثبت کی جو ان دو کی لپٹا لپٹی پر گریبان کے دو بٹن کھولتا ارد گرد نظریں گما گیا، عمر نے سوہا کا ہاتھ چومے گویا اپنے ٹھیک ہونے کا یقین دلایا تو دونوں نے بیک وقت رجال کو دیکھا۔

"اور تم، رجال تم یہاں کیسے آئے۔۔۔ یہاں۔۔۔ اف کتنا زخمی ہو گیا تمہارا گال۔۔۔ تم نے بچا لیا ہم دونوں کو، کیا تم اب گریول کے ساتھی نہیں رہے؟ بولوناں"

عمر سے دور ہوتی وہ لپک کر رجال تک پہنچی تو دونوں کی آنکھوں کا ایک سا سوال دیکھے وہ پھر زہریلا مگر جگر پاش مسکرایا۔

"میں نے آٹھ ماہ پہلے جلاد کی عورت پر بری نظر ڈالی تھی، یہ تاوان بھر رہا ہوں اسکا یار۔ اس نے کہا تھا میرے لوگوں کو اس ولایت میں آکر بچاؤں، اور اس بیچ بھلے مر جاؤں۔ اسے مجھ پر میری کہانی جان کر بھی ترس نہیں آیا، وہ دشمن پر ترس نہیں کھاتا۔ دوسرا آپشن پتا ہے کیا دیا، مجھے ساری زندگی مرنے نہیں دے گا، لیکن میں اب جینا نہیں چاہتا۔ آگیا تاوان بھرنے۔ عمر آفندی! تمہیں یہ لڑکی جو ملی ہے یہ واقعی سات پردوں میں چھپی رہی، اس بارے اس پر کبھی شک نہ کرنا۔ اس پر مجھ جیسے آوارہ، زانی اور قاتل نے بھی کبھی گندی نظر ڈالنے کی کوشش نہیں کی کیونکہ اسکا والی وارث جلاد تھا یہ مجھے دو سال سے پتا ہے۔ پر میری قسمت خراب کہ مجھے یہ نہیں پتا تھا کہ اسکی محبت داریہ ہے۔ اس نے داریہ پر بری نظر ڈالنے پر جو سزائیں مجھے دیں وہ کوئی اور ہوتا تو کبھی نہ سہہ پاتا، اسکی دی سزاؤں کے بعد مجھے پتا چلا کہ زندگی اور انسانیت بھی اک چیز ہے، جسکا وہ سبق پڑھانے کا ماہر ہے"

رجال چغتائی کی آنکھیں انگارہ ہوئیں تو آنکھیں ان دو کی بھی بھیک گئیں۔

"مطلب؟ تم ہمارے ساتھی ہو اب؟"

سوہا کی آواز ٹوٹ سی گئی، رجال نے خباثت سے قہقہہ لگایا۔

"ساتھی کہہ کر اپنی توہین مت کرو مس ہیکر، میں بھی اس *** گریول کا ہی ڈسا ہوں۔ وہ ایسے ڈستا تھا کہ چینخنے کی اجازت بھی نہیں دیتا تھا۔ اور میں چاہتا تھا وہ ایسے مرے کہ اسے بھی چینخنے کی مہلت نہ ملے تبھی اس کا اعتبار پارہا تھا۔ اپنے باپ کے قتل پر مجھے اتو و سادکھ بھی نہ ہوا تھا، جانتے ہو کیوں، میری اک رات کے وحید چغتائی نجانے کتنے پیسے لیتا تھا گریول سے، اور یہ ابھی سے نہیں ہے، اس باپ نے اٹھارہ سال کی عمر میں مجھے اس درندے کے آگے بیچ دیا تھا، اس عمر کا دور حسین ہوتا ہے میرے لیے تاریک گھڑا بن گیا، ایسی زندگی ہو گئی کہ نہ موت ممکن رہی نہ زندگی ہاتھ میں۔ مر تو میں تبھی گیا تھا، لوگ اسکی مخفل میں اپنی فالتو بیٹیاں اور عورتیں بیچتے تھے، وحید نے شیر سا بیٹا ایک ملعون کے آگے پیش کر دیا۔ کہ لوماسٹر گریول، اسکی چمڑی ادھیڑ دوپہر مجھے جانے دو"

سوہا کی آنکھوں میں آنسوؤں کی شدت تھی جبکہ عمر کو بھی وہ روتا ہوا اچھانہ لگا تبھی تو اسکے کندھے پر مضبوط ہاتھ رکھ کر تسلی دی تھی۔

"جلاد نے کہا ہے میں اسکی فلورنس کے پیرپرٹ کرناک رگڑوں، یا یہ میں کیسے کروں گا؟ تم دو اپنے جلاد سے کہو ناں مجھ پر تھوڑا رحم کریں"

وہ اس وقت کسی بچے کی طرح سسکا تو سوہا اور عمر دونوں ہی اسے سہم کر تکلنے لگے۔

"لٹس ٹومی، تم ڈی کے کو اپنا سچ بتانا تو وہ شاید تم پر رحم کھالیں۔ بہت اچھی ہیں وہ"

اس بار سوہانے اسکی زخمی گال پر دوسرا اٹھو خود دبایا کیونکہ اسکے بولنے کے سبب پھر سے بلڈ نکلنے لگا۔
"لیکن اسکا جلا د اچھا نہیں ہے، مجھے بہت بڑی سزا دے گا، مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ پہلے جب میری زندگی
میں کوئی نہیں تھا تب نہیں لگتا تھا لیکن اب ماما ہیں، مجھے کچھ ہوا تو وہ نہیں جی سکیں گی۔ سچ کہوں تو میرا
دل چاہتا ہے میں انکی خوشیاں انکے سامنے بیٹھ کر دیکھوں، جب جہانگیر چاچو انکا ہاتھ پکڑیں اس لمحے انکی
آنکھوں کی چمک دیکھوں، انھیں کبھی مسکراتے نہیں دیکھا، پر حسرت ہے ہنستے دیکھوں۔ تم دو سفارش
کرو گے ناں میری، وعدہ کرتا ہوں تم دو کو یہاں سے بحفاظت باہر نکالوں گا"

وہ سوہا اور عمر کو ایمو شنل کر چکا تھا، رجاں کی ایسی حالت دیکھنا یوں تھا جیسے کلیجے کو کوئی دو حصوں میں
کاٹ رہا ہو۔

"ہم کریں گے سفارش تم پر سکون ہو جاو"

سوہانے اسے پکڑ کر میٹرس پر بیٹھایا اور خود دائیں بیٹھی جبکہ عمر نے کرسی گھسیٹی اور رجاں کے کانپتے
ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"تمہاری سزا ایسی نہیں ہوگی جو تمہیں تمہاری ماما سے دور کرے گی، یقین رکھو۔ رہی بات ڈی کے میم
کی، وہ جلا د جیسی نہیں ہیں، وہ دوسرا موقع دینے کی شوقین ہیں"

عمر کی تسلی کچھ زور آور تھی جو رجاں کے اندر کے خوف کو قدرے کم کر گئی جبکہ وہ سوہا کی طرف واپس
دیکھنے لگا، وہ بہت پیاری لگتی تھی اسے، اب تو کچھ زیادہ لگی۔

"میں نے تمہاری سوہا سے بڑے فلرٹ کیے ہیں، پر یہ میرے ہاتھ نہیں آئی۔ تم دو دن کیا رہے ساتھ ڈائریکٹ بیوی بن گئی۔ یو آر لکی مین۔۔۔۔"

دیکھ وہ سوہا کو رہا تھا پر مخاطب عمر سے تھا اور یہ ایسی بات تھی کہ تینوں ہی ایک ساتھ ہنس پڑے۔

.._____..

"آپکو شک نہیں کرنا چاہیے تھا گریول، ہمارے پاس اس وقت بھروسے کے چند لوگ ہیں"

اپنے اندر کی کشمکش سے نجات کو اس نے ڈی کے سے سپیشل ریکویسٹ کی ڈنڑ کی اور اس نے بھی خوشی خوشی قبول کی، باسل کلر کے پلین لانگ ڈریس گاؤں میں وہ کافی سوبر لگ رہی تھی لیکن داران نے اسے بھی اس منحوس کے بارے خبردار کر دیا البتہ ابھی تک وہ اسے گریول کی سچائی نہ بتا سکا تھا۔

"پتا نہیں لیکن رجال عجیب بیہو کر رہا تھا ڈی کے، ٹانگر مر گیا، میرے روم کے باہر سے اسے جلا دمار کر بھاگ نکلا۔ بیرونی گیڈ کے علاوہ دونوں راستے سیل کروا دیے۔ کوئی گھسے بھی تو مر جائے گا۔ سمجھ سے باہر ہے وہ اندر گھسا کیسے؟ میں پاگل ہو جاؤں گا"

گریول کی مخدوش حالت پر دار یہ کچھ نہ بولی، اسے اس وقت خود کو گریول کا وفادار شو کرنا تھا جبکہ بیلا اور یچی یو نہی لان میں ایک ساتھ واک کرتے بظاہر کچھ ڈسکس کر رہے تھے مگر دونوں کی نظریں مین گیڈ کی سیکورٹی پر تھیں۔

"ہمارے تمام لوگوں کو انٹرنس کی جگہ مل چکی ہے، یہ اچھا ہوا۔ تمہیں کیا لگتا ہے گریول کا شک ختم ہوا ہو گا یا نہیں؟"

بیلا کی نظریں بھی گارڈز پر تھیں، یکدم وہ چونکی، عمر نے اسے کچھ دیر پہلے ہی ساری صورت حال سے آگاہ کیا پر وہ سمجھ نہ پا رہی تھی یچی کو یہ سب کیسے بتائے، اسے یچی کو اسکی سوہا کا بتانا بہت کھٹن لگ رہا تھا۔

"کیا ہم بھی ساتھ ڈنر کریں؟"

بیلا نے اسکے ہاتھ کو تھاما تو یچی کی نظریں بھی بے ساختہ اس پر جم گئیں۔

"یہاں ہم سب موت کے دہانے پر ہیں اور تمہیں ڈنر کی پڑی ہے، کوئی موقع تو جانے دو ٹھکر پن کا" وہ بد لخاصی کی حد کرتا غرایا تو بے اختیار بیلا نے اسکے گال پر تھپھر رسید کیا، یہ سچ میں بیلا سے بے اختیار ہوا لیکن یچی حیدر کے دماغ کی چولیس ضرور ہلیں۔

"تمہیں تمہاری بہن کے بارے بتانے کے لیے مری جا رہی ہوں اور تمہیں میرے خلوص اور تکلیف میں بھی ٹھکر نظر آرہا ہے۔ یونو واٹ یو یو، آئی ہیٹ یو"

اسکو پرے دھکیلتی وہ بمشکل آنسو چھپاتی بھاگ گئی جبکہ یچی پریوں تھا جیسے آسمان گر پڑا ہو۔

.._____..

دونوں کی نظریں پین کلر لے کر زرا دیر سو جاتے رجال پر تھیں، سوہا خود جا کر اسکے لیے دو لائی اور دروازہ بھی آتے ہی لاک کیا۔

دونوں اسکے سامنے ہی کاوچ پر بیٹھے اب تک اسکی کہانی سن کر صدمے میں تھے۔

"مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے، اس نے کیسے سہا ہو گا عمر، یہ کتنا تڑپا ہو گا۔ اسکے دل سے کتنی آپہیں نکلی ہوں گی۔ یہ برا تھا لیکن میرا دل کہتا تھا اسکی وابستہ بری نہیں ہیں تبھی تو میں اداس ہوتی تھی تو یہی مجھے ہنساتا تھا، چھپھورا تھا پر ستم کہ مجھے کبھی برا نہیں لگا یہ، ہر برے میلے اور ناپاک انسان کا ایک اچھا پہلو بھی ہوتا ہے آئی فیل دس۔ م۔۔ مجھے لگتا تھا صرف میں ہی اس دنیا کی بد قسمت انسان ہوں جس پر اتنے ظلم ٹوٹے، می بابا میرے سامنے دم توڑ گئے اور مجھے یہ لوگ اٹھا کر لے گئے۔ لیکن میں غلط تھی، میری تکلیف تو تنکا تھی۔ اصل کرب تو اس نے اور رابل گیرٹ نے اٹھائے ہیں۔ آئی ایم سو ڈپریس"

وہ اب تک رو رہی تھی، عمر کو لگا جیسے وہ اسکے سنبھالنے میں ناکام ہو رہا ہے، وہ اسکے سینے لگی مسلسل سسک رہی تھی، رجال جیسا بھی تھا اس نے سوہا کے ساتھ جو رویہ روار کھا وہ بہت نرم اور شفیق تھا، شاید اس لیے کہ وہ گریول کے خلاف ہوئے ہر فرد کو اپنا سمجھتا تھا۔

"سنبھالو خود کو، جلاد سب کو انصاف دلاتے ہیں۔ دیکھنا اسے بھی انصاف ملے گا۔ ادھر دیکھو میری طرف"

عمر نے اسکا چہرہ اوپر کو اٹھاتے اسکے آنسو پونجھے تو گرے آنکھوں کی سرخائی عمر کو دل جکڑتی محسوس ہوئی تبھی بے اختیار وہ اسکی دونوں آنکھوں کو باری باری چوم بیٹھا، وہ رونا روک گئی۔

"تم، تم تو کہہ رہے تھے لکی نہیں ہوئے مجھے پا کر، وائے یو کس می دین؟"

بھرائی آنکھوں میں غصہ بھرے عمر کی اس محبت کا جو ازمنا لگا گیا۔

"بی کا زیو آرمائی وائف، جیسی بھی ہو گزراہ کر لوں گا"

اب بھی وہ اسے تنگ کر گیا تو وہ اور روہانسی ہوئی۔

"ہے ہے، ڈونٹ کرائے۔ تم روتی بھی خوبصورت ہو، اگر مجھے ان بھیگی آنکھوں سے پیار و یار ہو گیا تو

تمہیں جان بوجھ کر رانا پڑا کرے گا، پیار والے ظلم ڈھا کر"

اس بار عمر کی بات پر سوہانے آسیر و اچکائے اس فلٹری کو گھورا۔

"ایسا نہ ہو تمہارا ہی رونا نکل آئے، مجھے چیلنج مت کرنا چوزے"

اپنے اصل میں لوٹ کر وہ دھمکا گئی تو عمر خفیف سا ہنسا۔

"بھلے چوزہ سہی، اپنی اس چوزی کو اچھے سے قابو کرنے کی پوری طاقت ہے مجھ میں۔ کسی خوش فہمی

میں مت رہنا۔"

اسکے آنچ دیتے جملے پر سوہا زرا گھبرائی تبھی دور ہوئی جبکہ عمر نے اسے دور ہونے دیا۔

اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی۔

دونوں چونکے۔

"میں دیکھتی ہوں تم چھپ جاؤ"

سوہانے اٹھ کر عمر کو واش روم بھگایا اور خود آنسو رگڑتی دروازے کے پاس گئی، دھیرے سے کھولا تو سامنے یچی کھڑا تھا، سوہا اسکی آنکھیں دیکھ کر تھم گئی۔

وہ اندر داخل ہوا اور دروازہ بند کیے اپنی آنکھوں پر یقین کی کوشش کرنے لگا۔

چند آنسو سوہا کی آنکھوں سے پھر ٹپکے، عمر بھی فوری باہر نکلا۔

"کیا یہ سچ ہے عمر آفندی؟ کہ یہ میری سوہا ہے۔۔۔۔ بولو، تم سے پوچھ رہا ہوں"

یچی کی آنکھوں میں اتنی تکلیف تھی کہ عمر جب تک جواب دیتا دیر ہو جاتی تبھی وہ خود بھائی کے سینے لگتی سک پڑی، بے اختیار یچی نے اس نازک سے وجود کی خوشبو محسوس کرتے ہاتھوں کو اطراف لپیٹا تھا، جبکہ عمر یہ دلخراش منظر دیکھے اپنی آنکھیں بھی آبدیدہ محسوس کر رہا تھا۔

"م۔ میں آپکی ہی سوہا ہوں۔۔ بھیا بہت مس کیا میں نے آپکو۔۔۔ دادو۔۔۔ دادو ٹھیک ہیں نا۔۔۔ اور آپ کیسے ہیں"

کچھ دیر بعد جب دونوں کو حوصلہ ملا تو وہ روبرو ہوئی، ہاتھوں کے پیالے میں یچی کا چہرہ بھرتے ان چھ سالوں کی تکلیف لیے بولی۔

"کیسا ہو سکتا ہوں میری جان! میرا دل کہتا تھا تم زندہ ہو۔ کتنی پیاری اور بڑی ہو گئی ہو۔ دادی جانم بھی اسی امید پر اب تک زندہ ہیں جو جلاد نے ہم دو کو دی تھی۔ مجھے یقین نہیں آرہا کہ یہ میری چڑیل سی بہن ہے"

وہ پھر سے اسے اپنے سینے لگا گیا، جیسے اب تک یقین نہ آیا ہو، وہ بھی ہنستی مسکراتی مدت بعد کسی اپنے کی آغوش پائے جذباتی ہو رہی تھی۔

"بس کریں مجھے بھی رلائیں گے کیا آپ دونوں؟"

عمر نے ہی یہ جذباتی منظر خود ہی اپنی معصومانہ شکایت سے ختم کیا۔

"اور تم، میرے سالے بن گئے نکمے۔ اس نے اگر تمہیں تنگ کیا تو مجھے بتانا سوہا ایک ہی جھانپ مار کر اسے سیدھا کروں گا۔"

یچی کو ابھی بھی طیش آیا جبکہ عمر کا ہاتھ سوہانے بے اختیار پکڑا۔

"بھائی یہ مجھے بہت پسند ہے، میری فکر مت کریں۔ اسکو اور آپکو پانے کے بعد سوہا اس دنیا کی سب سے لکی گرل ہے۔ آپ بھی بہت ہنڈ سم ہو گئے ہیں یار، شادی کی؟ گرل فرینڈ؟ یادادو جانم کو اب تک ستا رکھا"

سوہا کو بہت سی باتیں کرنی تھیں جبکہ یچی کا دھیان تو بیلا پر اٹکا تھا، بس سرسری جواب دیے وہ رجال والی تمام کہانی سنے کچھ ضروری کام کا کہے چلا گیا تو تب تک رجال بھی ہوش میں آ گیا، سوہانے اس کے لیے کھانا بھی منگو لیا پر رجال نے ان دو کو بھی ساتھ کھانے پر فورس کیا۔

جبکہ یچی کے اندر ہمت نہ تھی پھر بھی وہ بیلا کے کمرے میں بنا سوچے داخل ہوا، جو کمرے میں نہیں تھی، جب آئی تو یچی کو دیکھ کر غصے سے پلٹنے لگی مگر وہ اسکا ہاتھ پکڑے روک گیا۔

سخت لہجے میں ہاتھ چھڑوایا مگر یچی نے دوسرا بھی پکڑ کر اسے بالکل اپنے سامنے جما دیا۔

"دنڑ کریں؟"

[illegible]

"دنڑ کریں؟"

بیلا نے فوری نفی میں سر ہلایا پر آنکھیں تھیں کہ اب تک رونے سے درد میں مبتلا تھیں۔
"آئی ایم سوری، ایک اور مار لو تھپڑ۔۔۔ پر مجھ سے لا تعلق مت ہونا"
وہ اسکے کسی لفظ کو سننا نہیں چاہتی تھی پر یہ سارے تو بیلا کے اندر تک اتر گئے۔

"آئی ایم سوری، ایک اور مار لو تھپڑ۔۔۔۔۔ پر مجھ سے لا تعلق مت ہونا"

وہ اسکے کسی لفظ کو سننا نہیں چاہتی تھی پر یہ سارے تو بیلا کے اندر تک اتر گئے۔

"ہو گئی لا تعلق، انجمن دادو سے وعدہ کیا تھا تمہاری جان نہ چھوڑنے کا پر اب مجھ سے مزید انکے وعدے کا بوجھ نہیں اٹھایا جائے گا۔ تم جب واپس جاو گے میری طرف سے انکو سوری کہہ دینا۔ سب ختم، آج سے تم م۔۔۔ میرے یو یو نہیں ہو"

وہ ٹوٹ چکی تھی، اسکی برداشت آج پہلی اور آخری بار ہمیشہ کے لیے ٹوٹ گئی تھی، شاید اسکی جرّ کمزور ہو گئی تھی تبھی تو مدتوں کھڑا رہنے والی اکھڑ گئی۔

"نہیں ایسا نہیں ہے، ایسے کچھ بھی ختم نہیں ہو سکتا بیلا"

وہ دل کی آخری تہہ کر لڑا تھا، جیسے اسکے ہاتھوں سے اسکی جان نکلنے لگی ہو۔

"میں خود کو جتنا اچھا کر لوں، بدل لوں، یا تمہارے لیے جان بھی دے دوں تم میری قدر نہیں کرو گے یکجہی۔ میرے اختیار میں جو تھا سب کر لیا، لیکن تمہیں رحم نہیں آیا، اس سے زیادہ خود کو گرا نہیں

سکتی، میں ہار گئی۔ کسی کو زبردستی اپنا نہیں بنایا جاسکتا، سمجھ گئی۔ سدھر گئی میں، اس مشن کے بعد تمہیں میرا نام و نشان بھی نہ ملے گا"

وہ اسکے ڈھیلے پڑتے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ چھڑواتی، بمشکل دبے حلق سے الفاظ نکال کر یچی کی زندگی ختم کرتی وہاں سے چلی گئی جبکہ یچی حیدر کو لگا اسکے جسم کے تمام خلیے پھٹ کر فضا میں گھل گئے ہیں، ساری عمر کا نقصان تو اسکا اب ہوا تھا۔

.._____..

"یار ہمیں جانا چاہیے، اب تو دل نرم کر لو لاڈلے"

حمین جب سے ایاد واپس آیا تھا ایک ہی بات کیے جا رہا تھا تبھی تو وہ تپ گیا۔

"ماموں، وہاں زمیل جلال ہوں گے۔ اچھا خاصا موڈ برباد ہو جائے گا۔ آپ اور مایا جائیں ناں، میں اور ماول نہیں جا رہے"

میچ پر نظریں گاڑے ہی اکتاہٹ سے منع کیا جبکہ کچن میں کھڑیں مایا اور ماول کے کان بھی باہر تھے، زمیل نے نہ صرف حمین سے معافی مانگی تھی بلکہ نکاح پر چاروں کو انوائیٹ کیا، خاص کر تاکید کی کہ اسکے ایاد اور بہو کو ضرور لائے۔

"ایاد! تم اب اوور ہو رہے ہو"

حمین برا منا گیا، ایک نمبر کا لیچر بھانجا ملا تھا۔

"میں اوور ہورہا ہوں ماموں؟ مطلب ساری زندگی کی غلطیاں انکی زرا سی ندامت پر بخش دوں۔ آپکا دل بڑا ہوگا، داریہ کا دل نرم ہوگا لیکن میرا بھی انکے لیے پتھر ہے۔ میں بڑے دل کا مالک نہیں ہوں، مجھے معاف کرنا نہیں آتا"

ایاد کا لہجہ بھیگا پر حمین کو ابھی بھی ایاد سے ایسی بے حسی کی امید نہ تھی۔
"لیکن اس کو موقع تو دو، ایسے معاملات نہیں سنبھلتے۔ چلتے ہیں سب، اوٹنگ بھی ہو جائے گی۔ جہانگیر بھائی کی زندگی کی یہ خوشی بہت بڑی ہے۔ پلیز"

ماموں کو بار بار ناں کرنا اسے اچھا نہ لگ رہا تھا تبھی وہ کشن پرے پھینکتا اٹھ کھڑا ہوا۔
"سونے جا رہا ہوں، آپ لوگ انجوائے کیجئے گا"

بدلناضی سے کہے وہ شرٹ ٹھیک کرتا پیروں میں سیلپر اٹکا تا اپنا فون اٹھا کر کمرے کی طرف چلا گیا جبکہ حمین نے اپنا سر تھام لیا۔

"حمین انکل! رہنے دیں انکو۔ آپ اور خالہ جائیں۔ میں سمجھاؤں گی"
ماول اور مایا بھی باہر آئیں تو حمین کو پریشان دیکھے ماول اسکے پاس بیٹھی تو حمین نے امید افزا نگاہ ماول کے معصوم چہرے پر ڈالی۔

"مجھے اب تم سے ہی امید ہے ماول، ٹھیک ہے پھر ہم ریڈی ہوتے ہیں۔ تم اسکے ساتھ رہنا"

حمین نے پیار سے اسکی گال سہلائی اور اٹھ کر خود بھی ریڈی ہونے گیا جبکہ مایا بھی پیار سے ماول کا گال سہلاتی پیچھے ہی بڑھ گئی۔

دونوں ریڈی ہوئے تو ماول نے تب تک ڈنر مکمل بنایا اور پھر حمین اور خالہ کو سی آف کیے واپس کچن میں آئی اور چولہا آف کیا۔

سیدھی کمرے میں آئی تو ایاد وہاں نہ تھا تبھی سیڑھیوں کی طرف بڑھی جہاں اندھیرا دیکھ کر ماول کو گھبراہٹ ہوئی۔

"اف! موبائیل ٹارچ لائٹ لانی پڑے گی"

ماول دبے پیروں واپس پلٹی ہی کہ اچانک لائٹ بند ہوئی جس سبب اچانک ہو جاتے اندھیرے پر وہ چیخ پڑی، ایاد جو ٹیرس پر کھڑا ارد گرد نظریں گمارہا تھا، چیخ پر پلٹا اور فوری نیچے دوڑا، فون نکال کر ٹارچ آن کی تو ماول زمین پر سمٹ کر بیٹھی سر نیچے کیے کانوں پر ہاتھ رکھے چیخ رہی تھی۔

"یہ لڑکی بھی ناں"

ہڑبڑا کر سیڑھیاں اترتا وہ اسکے پاس آیا اور پکڑ کر خود سے لگایا، زرا سا چیخ کر لڑکی کلنے پورا جسم وابرنیشن پر لگالیا تھا۔

"ماول، میں ہوں پاس۔۔۔ یہ دیکھو روشنی۔ اٹھو۔ کیا بنے گا اس فیوچر بزنس وومین کا"

ساری خفگی پرے کیے وہ فون میز پر رکھے اسے بازوؤں میں اٹھائے سیدھا کھڑا ہوا۔

"آپ ہنس رہے، میری ج۔ جان نکل گئی تھی۔ ایسے لگا میں قبر میں ہوں۔۔۔ اف اتنا اندھیرا۔ پلیز لائیٹ جلائیں بڑی والی"

اسکی گردن میں چہرہ چھپائے اسکو فیل کرنے کے باوجود ماول کی آواز لرزی جبکہ ایاد نے اسے کاوچ پر لینڈ کروا کر بٹھائے اپنا فون موصوفہ کے ہاتھ میں تھمایا۔

"رکو کینڈلز جلاتا ہوں، تھوڑی دیر کے لیے ہی گئی ہوگی لائیٹ۔ یہاں نہیں جاتی تبھی جرنیٹریا یو پی ایس کی بھی ضرورت نہیں پڑی۔ ویٹ میں آتا ہوں"

اسے بٹھا کر سمجھائے وہ خود جتنی دیر تک کینڈلز تک پہنچا اور انھیں چھ سات جگہوں پر رکھ کر جلا یا تب تک ماول اسے ڈر کر مستقل آواز لگاتی رہی جبکہ خود وہ مسکراتا رہا۔

کافی حد تک لاونچ میں روشنی ہو گئی تو ماول کی گھبراہٹ زرا کم ہوئی پر جب تک ایاد نظر نہ آیا وہ پینک کرتی رہی اور جب پاس بیٹھا تو اسکے ساتھ چمٹ کر چہرہ اسکی بازو میں چھپا گئی۔

"یہاں آؤ، ایسے نہیں ڈرتے"

وہی بازو چھڑوا کر اسکے اطراف لپیٹ کر اپنی اور کھینچا تو اسکے سینے میں سمٹ گئی، پر ابھی بھی ڈر ویسا ہی تھا۔

"م۔۔۔ مجھے نہیں پسند اندھیرا، آپ میرے آس پاس رہا کریں ملینگا۔ ایسے ایک بار اور ہو تو مری ملوں گی آپکو"

وہ اس ڈر سے کبھی پیچھا نہیں چھڑوا سکتی تھی لیکن آج ایاد کو لگا جیسے اسکا یہ خوف صرف وہی دور کر سکتا ہے۔

"میں تمہارے دشمن، میں تمہیں کہیں جانے یا اوجھل ہونے نہیں دوں گا۔ تم ہی تو میری زندگی کے رنگ واپس لائی ہو۔ یہ اندھیرا کوئی مصیبت نہیں ہوتا ماول، دیکھنے والوں کے لیے یہ کئی روشنیوں کا مسکن ہوتا ہے۔ محبت اور شفقت ہمیں وہ آنکھیں عطا کرتی ہے جس سے ہم اندھیرے میں رقص کرتی روشنی کو تسخیر کرتے ہیں"

ایاد کو اچھا نہ لگا جب وہ ایسا بولی تبھی تو اسکی پیشانی چومتے ڈانٹا بھی اور اندھیرے کی ایک ایسی تعریف بتائی جو اب تک ماول نہیں جانتی تھی۔

"کہاں ہے اندھیرے کی روشنی، مجھے کیوں نہیں نظر آتی۔ مجھے تو اندھیرے میں ماما کی قبر نظر آتی ہے، بہت سا شور سنائی دیتا ہے۔ گھٹن ہوتی ہے"

اسکے لہجے میں بے بسی اور تکلیف تھی۔

"اندھیرے میں دیکھنے کے لیے تمہیں ابھی اپنے اندر بہت سی محبت کو جگہ دینی ہے"

وہ خمار آلود نگاہوں سے ماول کو دیکھنے لگا جو سیدھی ہو کر بیٹھے حیران ہوئی۔

"آپکی محبت؟"

وہ بے اختیار بولی۔

"کہہ سکتے ہیں"

وہ چالاکی سے اپنے گھمبیر لب و لہجے سے ماول کو ہنپٹاؤ کر گیا۔

"وہ تو بہت زیادہ ہے، اسکی تو حد ہی نہیں رہی"

پہلے معافی اور اب اس پری پیکر کی جانب سے محبت کا ایسا نشاط انگیز اور بچگانہ اظہار، یہ صدمات ایاد خان کے لیے بہت بڑے تھے۔

"آریو شیور! یو لوومی؟"

ایاد نے اسکے بال زر اسی بندش سے بھی رہے سہے آزاد کیے تو وہ ایک بار پھر ان گھنی آبشاروں میں چھپ سی گئی۔

"یس، آئی لوویو"

جیسے کوئی مرٹتا ہے، ایسی یقین دہانی تھی اس لڑکی کی، جس کے اس اظہار نے ایاد خان کے بخت کو ستاروں سا روشن کیا تھا۔

"اوہ! نو نو۔۔۔۔۔ یہ چیٹنگ ہے ایاد"

اس سے پہلے وہ اسکے ہونٹوں کی ستائش میں بہکتا وہ اسکے سینے پر ہتھیلی ٹیک کر ہوش میں آتی گھوری۔

"ایسی چیٹنگ جائز ہوتی ہے، جائز رشتوں میں"

وہ اسکے گال پر جھک کر اپنی کم سے کم شدت سونپ کر بھی ماول کو سہم جانے پر مجبور کر گیا۔

"سچی؟"

وہ پھر سے اسکے بمشکل دیکھائی دیتے چہرے کو تکتے بولی۔

"مچی، پھر کہو ماول"

وہ دیوانہ ہو رہا تھا، ان ہونٹوں سے جب جب اظہار سنتاب اسکی زندگی میں راحتیں داخل ہوتیں۔

"ایک کنڈیشن پر کہوں گی، اگر آپ اپنے بابا کے لیے دل کو اتنا سا نرم کرنے کا وعدہ کریں"

انگلیوں کو باہم ملا کر زرا سی آسانی مانگتی وہ مقابل کو لحظہ بھر سنجیدہ کر گئی۔

"کوشش کروں گا"

بنا کسی لگاؤٹ کے اپنا سچا جواب دیا، اور وہ ایسے موہوم امید سے بھرے سچ پر راضی تھی۔

"میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں ملینگا، بہت زیادہ۔ آپ کے پاس ہی میرا سارا آرام ہے، ساری

راحت۔ آپ اس دنیا کے سب سے اچھے ہمسفر ہیں۔ اور میں آپکی وائف بن کر اپنی زندگی کی سب

سے بڑی خوشی جی رہی ہوں"

لہجے میں شیرینی اور الفت بھرے اس نے ایاد خان کے لیے ساری محبت بیاں کی، جو اس کیفیت میں تھا

کہ اس لڑکی کے قریب سانس بھی لیتا تو وہ سانس جسم کے ہر ہر درد کرتے حصے کو راحت دیتی۔

"تم میرے پاس جتنی خوشی سے جی رہی ہو ماول، ڈر ہے میری ہی نظر نہ لگ جائے۔ میرے ساتھ

ساتھ خود پر بھی حفاظت کی دعا پھونکتی رہنا۔ میں بھی بہت پیار کرتا ہوں تم سے، بہت زیادہ"

وہ جذباتی ہونا نہیں چاہتی تھی پر یہ شخص اور اس سے جڑی محبت کی ہلکی سی نوازش تک ماول کی حسرت رہی تھی تبھی تو شدت سے اسکے گلے لگی تو وہ بھی بھول گیا کہ اب اس نازک اندام کو خود سے دور کرنا ہے، شدت سے بھینچ گیا۔

"میرا سا رڈر بھگا دیا آپ نے ایمو شٹل کر کے"

وہ گلے لگی ہی روتی آواز میں بولی تو اسکی سرگوشی ایاد کو خمار آلود مسکراہٹ بخش گئی۔

"چاہو تو اس اندھیرے کی روشنی بھی دیکھا سکتا ہوں، ڈر ختم ہو جائے گا"

وہ اسکو تھامے روبرو لایا، عجیب سی کیفیت تھی کہ وہ اس وقت ایاد پر دل و جان تک فدا تھی تو انکار کا سوچتی بھی کیسے۔

"پکاناں؟"

ڈر اور ہچکچاہٹ تھی پر موصوفہ آمادہ تھیں، وہ اسکے لجے لہجے پر کیوں نہ قربان ہوتا۔

"ایک دم پکا، وی نیڈ سم سپیشل مونٹس۔ میری ادا سی اور تمہارا ڈر راستہ بھول جائے گا۔ سودا مہنگا نہیں

"

وہ خمار سا آنکھوں میں لیے اسے بہکانے میں کامیاب تھا جو آنکھیں جھکا لیتی خود سے لڑنے لگی۔

"لاچ بری بلا ہوتی ہے"

زراہمت کیے واپس ان روح تک جھانکتی آنکھوں میں دیکھ کر بولی تو وہ لمحہ صرف کیے اسکی سانسوں پر قابض ہوا اور اسی طرح ماول کو بازوؤں میں اٹھایا کہ وہ اسکے محصور کن لمس و حصار میں تڑپ اٹھی۔

"ا۔ یاد"

وہ اسکو بولنے کا موقع دینے دور ہوا تو وہ اسکے اندھیرے کی طرف بڑھنے پر اسکو جکڑتی چلائی۔

"شش! تمہارا ہر اندھیرا اب سے روشنی بنے گا۔ بھروسہ رکھو، بہت اچھا ہسپنڈ ہوں"

آنکھ ونگ کیے وہ ماول کا اعتراض دور کرتا اپنے قدم بڑھاتا رہا اور ماول پہلی بار اسکے سنگ اپنے ہر ڈر سے لڑنے کو تیار ہو گئی، خوشی خوشی اپنا آپ اس رفوگر کے حوالے کر دیا جو اسکے ذات کی ڈرنامی دراڑیں اپنے آپ سے بھرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

.._____..

"کہاں تھی تم صبح سے، کالز کیوں پک نہیں کیں۔ مجھے بتاؤ تم جاسم کے ہاں کیا کر رہی تھی؟ سخت غصہ ہوں سمجھی"

پورا چغتائی پیلس دلہن کی طرح سجا تھا، کچھ دیر میں نکاح کی تقریب کا جشن تھا جبکہ زمیل کے آگے نہ تو کسی کا اعتراض چلانہ مزاحمت، یہاں تک کہ زمیل نے سارے مہمانوں کو بھی خود مدعو کیا، ساری سجاوٹ سے لے کر دلہاد دلہن کے ڈیسنٹ ڈریسز بھی خود لے کر آیا، ہاں ماریہ صاحبہ اس خوشی پر الٹا مٹیاری بنیں زمیل کا پورا پورا ساتھ دیتی نظر آئیں۔

پاکستان میں اس وقت ساڑھے آٹھ بج رہے تھے جبکہ ملبورن میں آدھی رات اپنی پوری تاریک راعنائیوں کے سنگ اپنے جو بن پر تھی، انیب لان میں ٹہلتی بابا کے ناراض لہجے پر مسکائی۔

"یہ چھوڑیں، پہلے یہ بتائیں کیا یہ سچ ہے کہ آپ ثمن تائی جان کو اپنا رہے ہیں۔ مجھے تو ز میل انکل کی کال نے جگایا ورنہ میں تو اپنے سرسرجانی کے ساتھ کچھ دیر پہلے ہی ڈنر اور لانگ واک کیے سوئی تھی"

انیب کا لہجہ شرارت سے اٹا تھا، جبکہ جہانگیر نے غصے سے کمرے میں دانت دیکھا کر انٹر ہوتے ز میل پر غصیل نظر ڈالی جسکے ہاتھ میں دلہامیاں کا سیاہ تھری پیس جگمگا رہا تھا۔

"اس ز میل کی ہوا تو میں نکالتا ہوں، تم سے جو پوچھا ہے وہ بتاؤ۔ اس ز میل نے ہتھیلی پر سرسوں جمانے کی ٹھانی ہے۔ نہ رجاں ہے یہاں نہ عاقب اور نہ تم، کیا ایسے ہوتی ہیں شادیاں؟"

جہانگیر نے دیکھا ز میل کو پر غرائے انیب پر جس پر وہ ہنس کر وہیں کر سی پر بیٹھی۔

"ابھی نکاح کر لیں، دھوم دھام سے ولیمہ ہم سب آکر ہی کروائیں گے آپکا۔ ز میل انکل پر بہت پیار آرہا ہے، رہی بات جاسم انکل کی تو بابا پلینز مجھے سب کچھ سنوارنے کی تھوڑی سی مہلت دیں۔ میں آپکو یا دادو کو ناامید نہیں کروں گی، میں صرف عاقب کو اسکے ڈیڈ دینا چاہتی ہوں۔ تھوڑے سے ہی سہی، تھوڑی دیر ہی سہی۔ انکے پاس زیادہ وقت نہیں ہے، وہ ہڈیوں کے کینسر سے لڑ رہے ہیں اور اسکی خبر صرف مجھے ہے"

گویا یہ انکشاف جہانگیر تک کی آنکھیں انکارہ کر گیا۔

"انکی توبہ اللہ نے شاید پوری طرح قبول نہیں کی، ساری زندگی تڑپنے کے باوجود بھی۔ لیکن شاید اگر عاقب معاف کر دے تو وہ شخص تھوڑی سی آسانی پالے۔ کیونکہ اللہ اپنے حقوق تو معاف کر دیتا ہے حقوق العباد نہیں، میں عاقب کو تڑپتا ہوا نہیں دیکھ سکتی۔ کل کو اگر وہ اس دنیا سے جاتے ہیں تو انکا دل بھی ہلکا ہو گا اور عاقب کی ذات بھی پچھتاؤں سے آزاد ہو جائے گی۔ اور ہم سب ہوں گے عاقب کو سنبھالنے کے لیے۔ آپکی بیٹی ہوں، کچھ غلط نہیں کر سکتی بابا جان لیکن محبت کے معاملے میں آپ سے بہت آگے ہوں، ہر حد سے گزرنے والی"

وہ رندی آواز سے بولتی گئی اور جہانگیر کے دل کا کرب کم ہو تا رہا۔

"مجھے تم پر فخر ہے انوو، میرا بچہ۔"

وہ جذباتی ہوئے تو زمیل بھی تھوڑا فکر مند ہو تا ڈریسنگ میز پر ٹک گیا۔

"آئی نو بابا جان، اینڈ مجھے ساری پکس بھیجے گا، میں بہت خوش ہوں کہ فائنلی میرے بابا کو انکے بچپن کا پیار ملنے والا ہے۔ دادو نے مجھے ساری سچائی بتادی تھی، شی ڈیزرو یو بیڈلی۔۔۔۔"

انیب کا لہجہ بھیگا تو وہ خود ہی جبراً مسکراتی بائے کہہ کر رابطہ توڑ گئی جبکہ اذیت میں دبے جہانگیر کے شانے زمیل نے تھامے اور رو برو ہوا۔

"او میرے سینیٹی یار! تھوڑی سمائیل لے آ تھو بڑے پر۔ ادھر وہ ثمن بھی ضد کیے بیٹھی ہے کہ رجال کے بنا کیسے کرے یہ نکاح؟ میں ننھی جان تجھے تیار کروں یا اسے سمجھاؤں۔ ویسے بات تیری ٹھیک تھی،

ہے پوری سر پھری۔ سوتن کی اولاد سے اتنی محبت کون کرتا ہے یار، اوپر سے ایسے شخص کی جس پر تھوکنے کا بھی دل نہ کرے"

زمیل کا دل چاہا سر پیٹ لیں، جبکہ جہانگیر بس اس لفنگے کو گھور ہی سکے۔

"سانڈ جیسا تیرا جسا ہے، ننھی جان کہاں سے ہے تو۔ ابھی بھی لونڈوں کو کٹ مارتا ہے۔ اچھا سن تو بھی کر لے شادی کوئی اچھی سی عورت دیکھ کر؟ تجھے اکیلا دیکھ کر دل دکھے گا"

جہانگیر کے ڈپٹنے کے فوراً بعد ملتی ہونے پر زمیل کھل کر ہنسا۔

"جو عورت بھی میرے قریب آئی اسے میرے ارد گرد کیا میرے اندر تک صرف کوئل کا عکس نظر آئے گا، سو مجھے کوئی منہ لگانا نہیں چاہے گی۔ اور اکیلے پڑیں میرے دشمن۔ تو ہمیشہ ہے ناں میری محبوبہ، اور تو اور اگر اللہ نے چاہا تو میرے بچے مجھے واپس مل جائیں گے۔ میری فکر نہ کر، تجھے اب صرف اپنا سوچنا ہے، سمجھا"

ایسی باتیں کرتا تھا وہ کہ جہانگیر بے بس و لا جواب پڑ جاتے جیسے اس لمحے بس اسکے گلے لگ گئے۔ وہیں شمن کے کئی بار کال ملانے کے بعد آخر کار رجاں نے کال بیک کر ہی لی، وہ سوہا اور عمر کو تھوڑی پراسیویسی دیتا خود لان میں آکر ٹھل رہا تھا، جب فون آن کیا تو ماما کی بہت مس کالز تھیں۔

"آپ کے سوا اس فون پر آج تک کسی کی کال نہیں آئی، کیا ہوا؟ نوٹ نہیں ملا تھا آپکو؟ کچھ کام سے اوٹ آف کنٹری ہوں ماما۔ پریشان نہ ہوں"

رجال نے آڈیو کال کی کیونکہ وڈیو کرتا تو وہ اسکے زخمی گال کو دیکھ کر پریشان ہو جاتی۔

"رجال! تم مجھے بتا کر کیوں نہیں گئے۔ ٹھیک ہو؟ واپس کب آو گے؟"

ثمن کی آواز میں نمی تھی جو اس نے شدت سے محسوس کی۔

"واپسی کا ابھی کچھ پتا نہیں ماما، آپ بتائیں کچھ ہوا ہے کیا؟ کہیں چاچو نے پریوز تو نہیں کر دیا؟"

رجال کے کہنے کی دیر تھی کہ ثمن پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔

"ماما! رو کیوں رہی ہیں؟ نہیں روئیں۔ اب درد ہوتا ہے آپکے رونے پر۔ میں نے آپکی بات مان لی ہے،

آپ نے کہا تھا ناں ہر اندھیرے میں اک امید کی کرن ہوتی ہے، دیکھائی دی مجھے۔ آپکی صورت۔ یہ

رشتے انسان کو کتنا مجبور کر دیتے ہیں؟ جیسے تیس سال پہلے آپکو اس چھوٹے سے بچے کی تکلیف نے مجبور

کیا تھا۔ میں اچھا بیٹا بننے کی کوشش کروں گا۔ سوا ب مسکرائیں"

ثمن کی سسکیوں میں شدت آئی، بہت تکلیف تھی، رجال کو گلے لگ کر رونے کی آرزو تھی۔

"تم پہلے بھی میرے بیٹے تھے اور ہمیشہ رہو گے، تمہارے معاملے میں کبھی مجبور نہیں تھی بلکہ یہ دل کا

معاملہ تھا۔ مجھے خوشی دی تم نے، میں مس کر رہی ہوں تمہیں"

ثمن نے آنسوؤں پر بھرپور قابو پائے پیار سے اسے پکارا۔

"میں بھی، اچھا یہ بتائیں کیا بات ہے جو اتنا یاد آ رہا ہوں"

وہ یکدم ہی دشمن کو اپنا ہمدرد محسوس ہوا تبھی تو اس نے ساری بات بتادی جبکہ رجال کا دل چاہا وہ اس زندگی کی پہلی سب سے بڑی خوشی پر چینیچینی کر دنیا کو بتائے۔

"ریلی؟ نکاح۔۔۔۔۔ وہ آپکو بہت پیار دیں میری دعا ہے ماما۔ میں بہت خوش ہوں۔ میری اجازت چاہیے تھی آپکو؟ یار اتنا اہم مت بنائیں روپڑوں گا۔۔۔۔۔ میری اجازت ہے آپکو، آپ دنیا کی ہر راحت اور خوشی پائیں۔ لیکن مجھے یہ مان ہمیشہ رہے گا کہ آپ میری ممانعت سے پہلے ہیں۔ اور مجھ سے یہ مان کوئی نہیں چھین سکتا۔ موت بھی نہیں۔ مجھے دلہن بن کر تصویر بھیجے گا، میں بھی تو دیکھوں مائیں خوش اور آباد کیسی لگتی ہیں۔۔۔۔۔ کاش آپکے پاس ہوتا تو آپکی بلائیں اتار تا پر زندگی نے موقع دیا تو میں یہ حسرت ضرور پوری کروں گا"

وہ رو رہی تھی، سرخائی تو رجال کی آنکھوں میں بھی تھی پر اک سکون تھا جو رجال سے بات کیے اسکی اجازت پا کر دشمن کو ملا۔

"رجال! میں تمہارا انتظار کروں گی بچے۔ اپنا خیال رکھنا۔ سب سے پہلے تمہاری ممانعت ہمیشہ رہوں گی۔ جو مرضی ہو جائے"

مزید شاید وہ بول نہ سکی تبھی رابطہ توڑا پر رجال کے دل کی گھٹن کو باہر نکلنے کا راستہ ملا، آنسو بہا کر، اور شاید آنسو وہی اس وقت اس کی واحد آسانی تھی۔

شمن آہٹ پر پلٹی تو ماریہ صاحبہ اسکا جوڑا لیے اندر آئیں مگر اس بار اس نے کوئی انکار نہ کیا اور رسان سے وہ سلور میرون ٹچ کا بہت سوبر سا جوڑا لیے چینج کرنے بڑھ گئی جبکہ ماریہ صاحبہ نے اللہ کا شکر ادا کیا تو آنکھیں نم پڑیں۔

.._____..

"آپکا انرجی ڈرنک"

سائمن کی آواز پر وہ جو جینز کی پاکٹس میں ہاتھ دیے ٹیس کی رینگ پر کھڑا تاحد نگاہ پھیلی گہری شام سے ہمکلام تھا، مسکرا کر پلٹا تو چیری اینڈ بلویری ملک شیک ہاتھ میں پکڑے کھڑا سائمن اسکے کلاس تھام لینے پر مسکرایا۔
"تھینکیو"

داران نے سیپ بھرا تو تھوڑے سے وینیدا فلیور کے ٹچ کے ساتھ وہ پرفیکٹ ویسا تھا جیسا داران کو پسند تھا۔

"آپ رجال پر بھروسہ کر کے کوئی غلطی تو نہیں کر رہے سر؟ آئی مین اسکا ریکارڈ اچھا نہیں"
سائمن اب تک خدشوں میں گرا تھا۔

"اسکا مجھے دیا دھوکہ اسکے ہی چپتھڑے اڑائے گا، یہ بات وہ جانتا ہے۔ دھوکہ دینے والوں کی شکلوں پر اک الگ ہی نحوست ہوتی ہے سائمن، تمام تر غلاظت اور جرائم کے مجھے اسکے چہرے پر وہ گندگی نہیں

دیکھائی دی۔ شاید اسکے آنسو دیکھ کر وہ پتھر اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے جو اسکے اور میرے ترس کے بیچ تھا، اور میں نے یہ کر دیا۔

سائمن لاجواب ہوا تو مودب ہو کر اجازت لی اور چلا گیا جبکہ داریہ کی کال اسکے فارمل نمبر پر آئی تو یہ پھیکا خشک موسم داران ماہیر شاہ کو سہانا لگا۔

"پرپوز نہیں کیا اس چھچھندر نے، ابھی ڈنر سے جان چھڑوا کر آئی ہوں۔ زخم کیسا ہے تمہارا ماہیر شاہ؟ خیال رکھ رہے ہو اپنا؟"

اس لڑکی کی آواز دوا تھی، امرت تھی جو داران کی رگوں میں بہتے درد کو اپنے اندر نگل گئی۔
"میں بس تمہیں یاد کر رہا ہوں فلورنس"

اس شخص کی جان ساری اس جملے میں آگئی تو وہ آئینے کے سامنے اپنے ماہیر کے سوا کسی اور کے لیے سب سے سراپے کو دکھ سے تکلنے لگی۔

"میں اسکے لیے تیار ہوئی تھی، اچھی نہیں لگ رہی خود کو باخدا۔ ماہیر آئی آلسو مس یو، تم میرے پاس نہیں تو میں خود بھی پھیکی ہوں اور میرے موسم بھی بے زائقہ ہیں۔ یہ سب ختم ہوتا کہ میں تمہارے پاس آجاؤں"

وہ اسے دور پا کر غمزدہ ہوئی بھلے اسکے اندر ماہیر سے جڑا احساس موجود تھا، اک دل چاہا ماہیر کو بے بی کا بتائے پروہ اسے روبرو بتانا چاہتی تھی۔

"بہت جلد تم میرے پاس ہوگی، کبھی نہ دور جانے کے لیے، سلیفی بھیجوزرا، میں تعریف کروں گا تو تم خود کو بہت اچھی لگنے لگو گی"

وہ ہنس پڑی، بھلے آنکھیں نم ہوئیں، فوراً سے کال کے باوجود سلیفی لے کر اسے واٹس ایپ کی، فوری پک پر کسی والاری ایکٹ آیا تو وہ سنہری آنکھوں والی پھولوں کی طرح کھل اٹھی۔

"قیامت! وہ بھی داران ماہیر شاہ کی بہت ذاتی"

ایسی تعریف پر تو وہ خود پر قربان ہو جاتی، دونوں کے دل تڑپ اٹھے تھے۔

"تم نے یہ ذاتی قیامت یو نہی چھوڑ رکھی ہے، خدا کا خوف کرو کسی پر ڈھل گئی تو"

فون کان سے لگائے ہی وہ پلٹی، مقابل مسکراہٹ کھل کر ہونٹوں کے حوالے کی گئی۔

"کتنی ڈرامے باز ہو تم، بتاؤ میرے بنا پورا دن کیسا رہا؟"

اول جملے کو رد کیے وہ آخری پردھیان دے سکی، گلاب چہرہ مرجھا گیا۔

"بہت ناکارہ، تم کل آرہے ہو؟ ہیرے کی نیلامی ہے اور کل رات ہی گریول کی شپس روانہ ہو جائیں گی۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا وہ کل ہی مر جائے؟"

بے تاب ہو کر یہ سب جلد سمیٹنے کی جستجو میں وہ کچھ زیادہ ہی جلد باز ہوئی۔

"مرے گا تو کل کوئی ضرور لیکن کون یہ کل ہی پتا چلے گا، ایک بات یاد رکھنا داریہ۔ مشن ختم ہونے تک تم میرے آرڈرز کی پابند ہو"

یلخت سنجیدگی اختیار کرتے داران نے اسے تنبیہ کی۔

"ہمم۔ آئی نو، لیکن تم اپنے وعدے پر قائم رہنا۔ ماہیر! احتیاط کرنا، ایک بار پھر تم لڑ پڑے نہ تو مزید

نقصان اٹھاو گے۔ ہمیں موقع دینا، خود ایکسپوز مت ہونا"

وہ بھی جیسے خدشوں میں گھری تھی تبھی ڈرتے ڈرتے سمجھانے لگی۔

"ڈونٹ وری! میں احتیاط برتوں گا اس بار۔ چلو سو جاو، کل بڑا دن ہے۔ ملتے ہیں"

وہ چاہتا تھا وہ آرام کرے کیونکہ ناجانے پھر آرام کی کب مہلت ملتی۔

"ہمم۔ ٹیک کئیر۔ میرے لیے بڑا دن صرف اس لیے ہے کہ تم سے ملوں گی۔ بائے ہنڈ سم"

جاتے جاتے بھی داران کو مسرور کرنا نہ بھولی جبکہ داران کی مسکراہٹ لمحاتی ثابت ہوئی، اسکی شفاف

روح کا اثر تھا کہ اسے برے وقت کا احساس ہونے لگتا تھا، اور اسکا برا وقت اس لمحہ وہی تھا جو اسکے

لوگوں کا برا وقت ہوتا۔

.._____..

مہمان تو اتنے تھے کہ خود ماریہ حیران تھیں، جبکہ جہانگیر کا تو بس نہ چل رہا تھا اچھل اچھل کر ناچتے

ز میل کی گردن مڑوڑا لتے۔

حمین اور مایا کی آمد پر انھیں ریسوز میل نے ہی کیا، تب اسکی آنکھیں دروازے پر جیسے حسرت سے

جمیں وہ لمحہ حمین اور مایا دونوں کے لیے افسردگی کا سبب بنا۔

"کوئی نہیں، اسکی ناراضگی خوبخو مجھ پر گئی ہے، چٹان سی سخت اور کھر دری۔ جبکہ داریہ کی کومل پر، بہتے جھرنے سی۔ مجھے یقین ہے اک دن میں اپنے بچوں کی زبان سے بابا ضرور سنوں گا، تم دو آئے بہت شکریہ، عزت بخشی ہے مجھے"

حمین کو زمیل نے گلے لگایا تو اس دل والے نے بھی ساری کڑواہٹ و کدورت پل میں بلا کر زمیل کی پیش رفت سراہی جبکہ مایا تو ویسے ہی زمیل کو دعائیں دینے والوں میں سرفہرست تھی۔ نکاح کی رسم ہوئی تو جیسے ڈھول ڈھمکے نے سماں باندھا، یہ سب تیاری زمیل نے کی تھی تو اسے اپنے یار کی شادی کے ارمان پورے کرنے سے کسی نے نہ روکا۔

رات بارہ تک یہ جشن چلا، اور پھر دھیرے دھیرے برادری، دوست احباب رخصت ہوئے، مایا اور حمین نے بھی اجازت لی۔

جبکہ ماریہ صاحبہ، ثمن کو ڈھیروں دعائیں سوئے خود اسے جہانگیر کے کمرے میں لے گئیں، جب زمیل تمام مہمانوں کو سی آف کیے واپس آیا تو جہانگیر کو لان میں کالی بلی کی طرح ادھر ادھر چکر کاٹتے دیکھ کر تپ گیا۔

"کونسا چلا کاٹ رہا ہے تو اب؟"

زمیل نے کھا جاتی نظریں ڈالیں اور مقابل کا کوئی جواب نہ پائے بازو سے پکڑا اور گھسیٹتے ہوئے چغتائی پیلس کے اندر داخل ہوئے۔

"اوائے مجھ سے پٹ جائے گا تو، چھوڑ مجھے۔"

زمیل نے بازو پکڑے انھیں کمرے کے باہر لا کر روکا تو جہانگیر خار کھاتے اسے دفع دور کیے گھورے۔

"آج پٹ بھی گیا تو کوئی نہیں، اچھا سن جاتے ہی گلے لگا لینا اسے"

زمیل بنا کوئی اثر لیتا ڈھیٹائی کے اعلیٰ نمونے پیش کیے اپنی ہی دبا گیا جس پر جہانگیر کے چہرے کی ہوائیاں اڑیں۔

"تو مر جائے گا میرے ہاتھوں، تیری کلاسیز کی ضرورت نہیں ہے"

خفت پر قابو پانے کے باوجود جہانگیر گڑبڑاتے آنکھیں چرا گئے، زمیل نے مستی بھری نگاہیں چار کرتے یار کے اڑے اڑے رنگ محظوظ نگاہوں میں لیے۔

"ہا ہا پتا ہے تو خود ہی ماسٹر ہے، اور کافی ترسا ہوا ہے۔ نازو کے لیے تیرے پاس اتنا لوو تھا تو یہ تو تیری شمن ہے"

کمینگی چھلکاتے لہجے میں زمیل نے چیخڑ کھانے والی حرکت کر دی اور جہانگیر کا دل چاہا اسکا دیوار سے سر مار دیں تاکہ اس کمینے کی زبان رکے۔

"اپنی زبان کو لگام دے زمیل، آواز اندر جا رہی ہوگی۔ نکل ادھر سے، تو مجھے بے عزت کروائے

گا۔ پہلے ہی مجھے بہت غصہ ہے تجھ پر، تجھے اور ماں جی کو کل پوچھتا ہوں"

جہانگیر آہستہ آواز میں دانت پیستے غرائے جبکہ زمیل سلو ہوتا ایسا کس کتاب میں تھا۔

"ہاں ابھی تو بہت بڑی ہونے والا ہے، اہم اہم۔ کل پوچھ لینا ہم کو نسا بھاگ رہے میرے یار۔ چل شباش جا اور ہمت مرداں کے سنگ انٹری مار، تاکہ ثمن دیکھتے ہی فلیٹ ہو جائے۔ لگ تو ویسے تو ہاٹ رہا ہے، پر آج وہ بھی کسی حسین آپسرا سے کم نہیں لگ رہی ہوگی۔۔۔۔ اندر سے فیل لانا ٹھیک ہے ناں"

اس سے پہلے جہانگیر وہیں ملحقہ میز پر رکھا واس اٹھا کر اس کا ونسلنگ مشین کے سر پر مار دیتے، زمیل ہنستا ہوا فاصلے پر ہوا۔

"زمیل تو میرے ہاتھوں مر جائے گا"

جہانگیر کا چہرہ لال بھبھو کہ ہوا جبکہ زمیل کو ہنسی کا دوڑا پڑا اور اسی کیفیت میں وہ جہانگیر کو دیکھے آنکھ مارتا وہاں سے نکل گیا پر جہانگیر کو ایسا لگا جیسے انکے جسم سے اس لفنگے کی گفتگو سنے دھواں اٹھ رہا ہے۔

"یا میرے خدا! یہ کس قسم کا بے شرم آدمی ہے"

جہانگیر کو ناجانے کتنا وقت لگا خود کی بدحواس حالت درست کرنے میں، خیر بلیک میں وہ کافی وجہ لگ رہے تھے، اکا دکا سر کے گہرے بھورے اور سیاہ کہیں کہیں سفید بال انکو بہت ڈیسنٹ بناتے جبکہ داڑھی بھی ویسی ہی براون بلیک سلور لیکن اسکے باوجود خود کو کافی فٹ رکھے ہوئے تھے، جبکہ ثمن کا ڈریس نہ زیادہ بھاری تھا نہ فینسی بس خوبصورت سالائیٹ شرارہ تھا جو اس پر اس عمر کے باوجود بہت سچ

رہا تھا کیونکہ وہ اب بھی جوانی کی طرح خوبصورت فکر اور کشش کی مالک تھی، سب نے بہت تعریف کی تھی اسکی۔

دروازے کی آہٹ پر وہ جو آئینے میں اپنے عکس پر آنکھیں جمائے تھی بے اختیار پلٹی تو جہانگیر اسے دیکھ کر وہیں رک گئے، دل کو کسی سرد سے احساس نے مٹھی میں لیا تھا۔

"بہت دیر کر دی آپ نے؟"

ثمن کا لہجہ بے لچک تھا پر اک بے قراری عودی۔

وہ اسکی طرف بڑھے، بازو پر رکھا کوٹ جھک کر صوفے کی بازو کی طرف اچھالا اور کھلے بالوں کے سنگ ہار سنگار کیے کھڑی ناراض سی ثمن کے قریب رک گئے۔

"دیر تو واقعی بہت کر دی میں نے، کیا مجھے سزا ملے گی اسکی؟"

وہ بے اختیار اس آنچ دیتے لہجے پر آنکھیں چرا کر جھکا گئی۔

"تم نے ٹھیک کہا تھا، میں بہت بزدل تھا۔ تمہیں اپنے نکاح سے نکلنے نہ دیتا، جان دے دیتا۔ لیکن میں

نے چپ چاپ تمہیں خود سے نجات دے دی، میں اس ایک فیصلے پر ہر لمحہ پچھتایا، یہ ملامت جو تم نے

اس روز کی مجھے میرا دل ہر روز کرتا تھا۔ پر میرے ہاتھ سے تب تک سب نکل گیا، میں ہی بے وفا

نکلا، اور الزام تم پر دھرتا رہا۔ تم نے جو سہا میرے اس فیصلے کی تباہ کاری تھی، پتا نہیں میں تمہاری معافی

کے قابل ہو بھی سکوں گا یا نہیں"

لہجہ تاریک تھا پر اس میں وہ اعتراف تھے جو کرنے کے لیے بہت ہمت چاہیے تھی، وہ پھر سے انہیں دیکھ رہی تھی، آنکھوں میں ہلکی سی سرخی تھی تو ہونٹوں پر تشنہ سی مسکراہٹ۔

"آئی ڈونٹ نوکس کا زیادہ قصور ہے، یہ بحث نہیں کرنی مجھے۔ میں تھک گئی ہوں یہ طے کرتے کرتے کہ زیادہ کڑی سزا کا مستحق کون تھا۔ میں معاف کر چکی ہوں آپکو"

وہ مزید لڑنے کی ہمت ہی نہ رکھتی تھی تبھی ہتھیار ہی ڈال دیے، اسکی یہ اکتاہٹ اسکے نیم لہجے کا حصہ تھی۔

"میں تمہیں مزید نہیں تھکانا چاہتا، تم میری زندگی میں پھر سے شامل ہو گئی اس وقت یہ سب سے اہم ہے"

ایسے بدلتے انداز و لہجے پر وہ تھوڑی گھبرا گئی، نظریں ملیں، وہ اسے گہری نظروں میں لے کر کنفوز کر رہے تھے۔

"ا۔۔ ایسے مجھے مت دیکھیں، مجھ سے ایسی نظر برداشت نہیں ہوگی یکدم"

دل کی ٹیس دباتی ہوئی وہ خود ہی انکے سینے لگ گئی، جہانگیر کو پہل کرنی ہی نہ پڑی، انکے سینے میں انگارہ دھرا تھا، جس کو ثمن کے آنسوؤں نے بجھا کر رکھ دیا۔

"میری محبت اب جا کر قبول ہوئی اور تم میرے دل سے لگی، سبکو سلیقہ نہیں ہوتا چاہنے کا۔ مجھے بھی نہیں تھا، زندگی نے مجھے اس عمر کے حصے میں آ کر بتایا کہ ایسی محبت کرو گے تو قبول ہوگی۔ سنو! جو قبول ہو جاتی ہے اب مجھے تم سے وہ محبت ہو گئی ہے ثمن"

وہ پھوٹ پھوٹ کر سسک پڑی، اسکے پورے وجود سے تکلیف اٹھ رہی تھی، جسے وہ سنبھالے ہوئے خود سے لگائے کم کرنے کی کوشش میں تھے۔

"میں لاکھوں میں تمہاری خوشبو اب بھی پہچان سکتا ہوں، میں نے اپنی طرف سے تو بہت ایمانداری سے تمہیں چاہا تھا ثمن۔ اپنا بنایا تھا۔ پتا نہیں کو تا ہی کہاں ہو گئی کہ تم اتنا لمبا بچھڑ گئی۔ میں نے ایسا کوئی دن نہیں گزر راجب تمہاری حسرت سے خود کو زخمی نہ کیا ہو"

وہ اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتے اسکی سسکیاں اپنے مضبوط سینے میں جذب کرتے بولتے گئے اور وہ سنتی گئی، آج اس میں بولنے کی طاقت تھی بھی نہیں۔

"مجھے تمہاری تکلیف محسوس ہوتی تھی پر میں اسے اپنے دل میں دبانے پر مجبور تھا، میں نے اکثر راتیں صرف اس لیے جاگ کر گزاریں کہ تمہارا درد مجھے سونے نہیں دیتا تھا۔ لیکن میرے پاس ایسا کوئی حق نہیں تھا کہ میں تم سے پوچھتا کہ کیا تم ٹھیک ہو۔ تم نے کیوں نہیں بتایا مجھے آکر کہ میں ٹھیک نہیں۔ ایسی سزا کیوں دی مجھے"

وہ اسقدر رو رہی تھی کہ اسکے آنسوؤں نے جہانگیر کے سینے کی جلد تر کر دی، وہ زندگی بھر کا رو رہی تھی کیونکہ ان باہوں کے حلقے کے لیے وہ زار و قطار سسک سسک کر تڑپی تھی۔

"اگر مجھے کہہ کر ہی حال بتانا تھا۔۔ تو آپ کی محبت کا کیا فائدہ، دکھ اپنی زبان سے۔۔ سے نہیں بتایا جاتا جہانگیر، اسے آپکو ہی محسوس کرنا تھا اور آپکو ہی مرہم بننا تھا پر آپ۔۔ آپ محسوس کرتے رہے پر مرہم نہ بنے۔ م۔۔ مجھے کوئی شکایت نہیں ہے آپ سے، یہی میرا مقدر تھا"

وہ سارے آنسو رگڑے رندے چہرے کو ان سے چھپاتی وہاں سے چلی گئی اور وہ اسکا ہاتھ تھام کر روکنے کے بارے سوچتے ہی رہ گئے۔

وہ ڈریسنگ روم میں جا کر بھی روئی، صرف اس لیے کہ جہانگیر نے اسکو جانے دیا۔
پر اس نے پھر خود کو یوں امید لگانے سے روک کر اپنے چہرے کے سارے رنگ اتار دیے، وہ بھی جو رو کر اسکے خوبصورت چہرے کا پردہ بن گئے تھے۔

فارمل سی ہاف وائیٹ قمیص شلوار اور ہم رنگا دوپٹہ کندھے پر ڈالے بال بھی اس نے باندھ دیے، آئینے میں خود کو دیکھ کر مسکرائی، جگر چھلنی ہوا ایسی زخمی مسکراہٹ سے۔
اور باہر آئی تب تک وہ وہیں ٹہلتے اسکے منتظر تھے۔

وہ اپنے چہرے پر مونچر اتار لگانے آئینے کے سامنے رکی تو جہانگیر اسکے عقب میں جا کر۔
"میں لگاؤں؟"

وہ اسکے ہاتھ سے مو انچر اتر لیتے بولے تو وہ چپ چاپ پلٹ کر انکے روبرو ہو گئی۔

جہانگیر نے ہتھیلی پر مو انچر اتر ڈالتے ہتھیلوں کو آپس میں مس کیا اور اسکے چہرے پر پھیرنے لگے، وہ ناچاہتے ہوئے بھی پھیکا سا مسکرائی۔

"اب بھی خوبصورت ہو تم"

بے اختیار اسکے چہرے کے نقش دیکھ کر وہ بولے تو ثمن کو اپنا تاریک ماضی یاد آیا۔

"اس خوبصورتی کا بہت تاوان بھرا ہے، مجھے یہ نظر نہیں آئی تب سے"

لہجہ غم سے چور تھا پر وہ حوصلے میں تھی۔

"میں نے دیکھ لی ہے، تمہیں بھی اب نظر آئے گی"

گردن تک مساج کیے جہانگیر نے ہاتھ سے اسکے آوارہ سے آنسو کو پونجھا جو جہانگیر کو دیکھ کر ثمن کی آنکھ سے غیر ارادہ بہہ نکلا۔

"ہم چھوٹے بچے نہیں ہیں کہ ایسی حرکتیں اور باتیں کریں"

وہ بوکھلا کر حصار سے نکلنے لگی جب جہانگیر نے دل کے ہاتھوں بے بس ہوتے اسکی کمر حصار لیتے اسے روکا۔

"ہم اتنے بوڑھے بھی نہیں ہیں کہ ایسی لا تعلقی اپنائیں، عمر بڑھ گئی ہے، لیکن زندگی تو اب ملی ہے۔ تمہارے لیے میرے جذبات، ارمان اور محبت اسی نقطے پر ساکن ہیں جہاں تمہارا ہاتھ میرے ہاتھ سے چھوٹا تھا"

اسکی جبین پر جھک کر تا دیر لبوں کو رکھنے کے بعد زرا فاصلہ بناتے ہی وہ اس پر نثار ہوتے بولے جسکی آنکھیں پھر نم ہو گئیں۔

"م۔۔۔ مجھے سکون نہیں مل رہا"

وہ انکے سینے لگی پھر روئی۔

"کیوں نہیں مل رہا؟"

وہ پریشان ہوئے، اسے روتا دیکھنا بہت مشکل تھا۔

"پ۔ پتا نہیں شاید میں بھول چکی ہوں سکون کا زائقہ۔ م۔۔ میں نے سب کھو دیا، میں نے آپکی محبت

کھودی، میں نے بہت سے لمحے اجاڑ دیے۔ م۔۔ میں بہت سی راحتوں سے محروم ہو گئی"

اسکی آواز میں کانچ تھا، جہانگیر اسے پکڑ کر روبرو لائے، اسکا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرا۔

"ایسے مت کہو، کچھ بھی برا نہیں ہوا۔ کچھ نہیں کھویا تم نے، تمہارے حصے کی ساری محبت اب بھی

امانت ہے۔ کسی راحت سے محروم نہیں ہوئی تم"

وہ اسے بچوں کی طرح یقین دلا رہے تھے پر وہ نفی میں سر ہلاتی اس پر ایمان لانے میں ناکام تھی۔

"ہ۔۔ ہو گئی۔ آپ نہیں سمجھیں گے۔ جب آپکی آپا سے شادی ہوئی بہت روئی تھی میں، رونا نہیں چاہتی تھی پر لگ رہا تھا روئی نہ تو مر جاؤں گی۔ تب تک محبت ہوگ۔ گئی تھی مجھے آپ سے، وہ جو قبولیت سے بھی اگلے درجے کی ہوتی ہے۔ پر میں نے رو رو کر اللہ سے آپکی بھلائی مانگی، آپکی بہتری چاہی۔۔۔ اور آپ نازو آپا کے ہو گئے۔ وہی بہتری تھی آپکی۔۔۔۔۔ میں تب بھی نہیں مری جب حمید نے میری ذات کی دھجیاں اڑا کر مجھے ایک رات کی بازاری عورت کی طرح پائمال کیا، میں تب بھی نہیں مری جب میرا بچہ مرا۔۔۔ جہانگیر۔۔۔ میں تب بھی نہیں مری جب اس نے مجھے طلاق دی۔۔۔ میں مری تو تب جب آپ نازو آپا کے ہوئے۔۔۔۔۔"

وہ یہ سب سن کر درد کی گہرائی میں اترے تھے، ثمن کی تکلیف تو انکے مقابلے بہت زیادہ تھی۔
 "تم ماں بننے والی تھی؟"

جہانگیر نے اسکی ٹھوڑی پکڑ کر اوپر اٹھائی تو کئی آنسو ثمن کی آنکھوں سے بہہ نکلے۔

"ا۔۔ اس نے کہا تھا میں آپکی اترن ہوں، تو وہ بھی مجھے اپنی اترن بنائے گا، اس نے نشے میں دھت ہو کر میرا ریپ کیا تھا، ریپ اس لیے کیونکہ وہ صرف درندگی تھی، اسے مجھ پر سارے حق تھے پر اسکا کوئی لمس میرے لیے سکون نہیں بنا تھا بلکہ میری روح کے دھاگے ادھڑے تھے۔ اس نے تو عیاشی کی تھی، فتح کا جشن منایا تھا مجھے روند کر لیکن وہ بچہ میرے لیے تاریکی میں روشنی تھا پر اسے بھی میری تکلیف نکل گئی"

یہ بتاتے وہ زرا نہ ہچکچائی، اسے اپنی زندگی کی یہ کڑوی حقیقت چھپانی نہیں تھی، جہانگیر کی آنکھیں اس درجہ افیت پر سرخ ہوئیں، اسکے دونوں ہاتھ پکڑ کر چومے، وہ اترن کی طرح اسے ٹریٹ نہیں کر رہے تھے، وہ بس انکی تھی۔

"کیا آپ اب بھی مجھ سے پیار کرنے کا دعویٰ کریں گے؟ میں ان چھوٹی نہیں ہوں، شاید آپکی مردانگی یہ بات برداشت نہ کرے۔ مردوں میں بہت انا ہوتی ہے ناں، آپ اگر اب حمید کی اترن سے منہ موڑ لیتے ہیں تو یہ حیرت کی بات نہیں ہوگی۔ میں نے ہر خدشہ سوچ کر اس آگ میں چھلانگ لگائی تھی" سفاکیت کی حد کیے وہ جہانگیر کی چپ توڑنے پر بضد تھی جو بہت برداشت سے گزر رہے تھے۔

"جو مرد محبت کر لے اسکی انا مر جاتی ہے ورنہ کسی دنیا کی عورت میں یہ طاقت نہیں کہ وہ کسی مرد پر حکومت کر سکے۔ تم صرف میری ہو، اسکے علاوہ ہر سچ بھاڑ میں گیا۔ تم نے آگ سمجھ کر جہاں چھلانگ لگائی ہے یہ میرا دل ہے شمن، اور اسکی آگ تمہیں چھوتے ہی بہار میں بدل گئی ہے"

وہ جو دم سادھے جواب کی منتظر تھی، آنسو روک نہ سکی، جہانگیر نے اسکے دونوں رخسار جذباتیت سے چومے تب بھی وہ روتی رہی، یہ سب اب سکون بنا اسکا تبھی تو خوشی سے رو رہی تھی۔

"اب تو کیا آخری سانس تک تم سے پیار کا دعویٰ کروں گا، بس رونا مت تم اب، ایک آنسو بھی نہیں" وہ اس قدر دلبرداشتہ تھی کہ اسکے جسم پر کپکپاہٹ طاری تھی، جبکہ جہانگیر نے اسکے سارے آنسو پونجے، جیسے اب اسے کبھی رونے نہیں دیں گے۔

"بس شمن، سب بھول جاو۔ مجھے محسوس کرو، پر سکون ہو جاو۔ بس مار دو گی اتنے آنسو بہا کر"

پکڑ کر اسے اپنے سینے لگا لیتے پوری قوت سے خود میں بسا گئے جو خود بھی ان سے لپٹ گئی۔

"ج۔۔ جہانگیر"

وہ اسے آس سے پکاری تو وہ روبرو ہوئے، اسکے چہرے سے چپکے بالوں کو پیار سے ہٹا کر محبوبیت سے اسے تکتے لگے۔

"کچھ مت کہو، میں سب سمجھ گیا ہوں۔ تمہاری کیفیت، تمہارا درد، تمہارا صبر۔ اب کوئی تکلیف نہیں سہو گی تم، میں سنبھال لوں گا تمہیں، تمہارا سکون واپس لاؤں گا"

وہ اسے بولنے کی مہلت نہ دیے اپنی تشنگی کو جب راحت دینے اسے محبوبانہ اور معنی خیر سا چھو بیٹھے تو وہ ہر درد جھٹک کر ایسی گرم جوشی پر حیران رہ گئی۔

اور اسکی آنکھوں کی حیرانگی سے لطف لینے کو وہ اسے مسکرا کر تکتے لگے، اتنا وارفتہ کہ وہ حیا سے نظریں جھکاتی اس بار لجا کر انکے سینے لگ گئی اور جہانگیر نے بھی آسودگی سے اسکا سر چومتے گرفت میں مزید شدت ملا لی۔

.._____..

ماول کے آدھے گیلے آدھے سوکھ جاتے بال اسکی کمر پر بکھرے تھے اور ایاد مسکرا کر ان میں برش پھیرتا ساتھ ساتھ اسکے لجائے عکس سے چھیڑ خانیاں کر کے ماول کو جذباتی سا پریشان کر رہا تھا۔

"بہت ہی فلٹری ہیں آپ، ایک تو مجھے بے وقت بہکایا اوپر سے اندھیرے کی روشنی کے لالچ میں یہ کیا کر دیا۔۔۔ میں ناراض ہوں"

لائٹ آج مسلسل چار گھنٹے بند رہی شاید اس نے بھی ایاد کا بھلا سوچا تھا، جبکہ ماول کی ناراضگی اور روبرو ہو کر آنکھیں چرانے پر ایاد نے اسکے بالوں کو ملائمت اور چاہت سے سونگتے ہوئے سمیٹا اور جھک کر اسکی گردن پر ہونٹوں کو رکھتے چوما، ماول مچل کر اسکے حصار میں روبرو ہوئی، جسم کا لہو چہرے پر چھلکا۔ سرخیوں میں ڈھلا چہرہ، آنکھوں کے کنارے لالی، جیسے ابھی خون چھوٹ جائے گا، جبکہ سفید گالوں پر غور کرتے ان میں حرکت کرتا لہو محسوس کیا جاسکتا تھا، یہ لڑکی آفت تھی۔

"کیا کر دیا ہے؟ مجھے تو کچھ نہیں پتا میں تو بہت معصوم ہوں ناں"

اسکی ٹھوڑی پکڑ کر چہرہ اوپر کیے اب تک وہ سیر کہاں ہوا تھا، اس ناز پرور کی زر اسی قربت بے اختیار کر گئی کہ اسے اپنی روح میں بسا بیٹھا۔

"معصوم؟ کہاں سے ہیں۔ لاڈ لاڈ میں آپ نے ایسے مجھے محبوبہ سے وائف بنایا ہے کہ میں اب تک سن

ہوں۔ بہت برے ہیں آپ۔ ایسے لگ رہا ہے میں بڑی ہو گئی ایک دم۔ یو آر چیٹر۔۔۔"

وہ کہتے ساتھ ہی روتی اسکے سینے لگی تو ایاد کا قہقہہ کمرے میں پوری دلکشی سے گونجا، تبھی تو ماول نے اسکے سینے ہر مکادے مارا۔

"یار، جان لوگی کیا۔ ایک تو میں نے تمہاری جان جانی دیکھ کر فوراً جان چھوڑ دی۔ شکریہ کہنے کے بجائے مجھے ہی ڈانٹ رہی ہو، ورنہ رات تو ابھی شروع ہوئی تھی، دیکھو کتنا پیارا اور اچھا ہسبند ملا ہے تمہیں"

ایاد کے نم نم بال اسکی صبح پیشانی پر بکھرے بہت جاذب لگ رہے تھے جنہیں وہ بالوں میں ہاتھ پھیرے سلجھا کر اور قہر زدہ لگ رہا تھا، اگر کہا جائے سرخیاں خان صاحب کے چہرے پر بھی تھوڑی تھیں تو غلط نہ ہوگا۔

"آپ ایک نمبر کے بہکے انسان ہیں، جان تو اب میں آپکی لوں گی ہاتھ نہ آکر۔ ہٹیں مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے"

ماول اور ایاد دونوں نے ڈنر اب تک نہیں کیا تھا، لائیٹ نے سارا موڈ بدل کر دونوں کا وقت اور حالات بدل دیے تھے، ایاد نے مسکرا کر اسکا ہاتھ پکڑے واپس اپنی بازووں میں بھرا۔

"ادھر دیکھو"

ایاد نے اسکے آنسو پونجھے اور دونوں رخسار پیار سے چومے، پھر جبین پر نرمی سے لب رکھتے اسے سکون پہنچایا، وہ ہنوز بھیگی آنکھوں سے تکتی دل میں اتر رہی تھی۔

"نہیں دیکھ س۔۔۔ سکتی، شرم بھی آرہی ہے اور بہت پیار بھی۔ یولک سوہاٹ"

بڑبڑا کر بے بسی بیاں کیے وہ ایاد کے سینے میں چھپی تو ایک بار پھر موصوف کھل کر ہنستے اسے خود میں بھیج گئے۔

"کتنی پیاری ہوناں تم ماول، چلو آؤ ڈنر کر لیتے ہیں۔ اس سے پہلے ماموں اور مایا پہنچیں ہم سب ثبوت مٹا دیتے ہیں، کیونکہ ہم بہت چالاک ہیں"

شرارت سے کہے وہ اسے روبرو لایا تو اس بار وہ گلغام سی حسینہ بھی شرمگین ساہنس پڑی۔
"وہ ہم سے زیادہ چالاک ہیں، ہماری نم زلفیں، خوب روچہرے اور چھلکتی خوشی دیکھ کر سب سمجھ جائیں گے کہ پرائیویسی کا بھرپور فائدہ اٹھایا ہے۔ آپ ناں مجھے شرم سے مار دیں گے ملینگا، میرے بال سکھائیں پہلے، اچھی بھلی میں آپ کے قہر سے نجات پاتے سونے لگی تھی آپ نے اٹھا کر مجھے باتھ ٹپ میں ڈبو دیا۔ ایک نمبر کے وہ ہیں آپ"

ماول نے بھی ٹاول اٹھا کر ملینگا کو تھمایا جبکہ اسکے بعد کمرے میں ایاد کے قہقہے نان سٹاپ شروع تھے، دونوں دس منٹ تک نیچے آئے اور ڈنر کیا، ایاد اپنا نیٹفلکس لگا کر بیٹھ گیا جبکہ ماول نے جو دو پلیٹس یوز کیں انھیں واش کیا اور اپنے اور ایاد کے لیے چائے بنائی، ایک بج گیا تھا، اور تبھی مایا اور حمین بھی واپس آگئے تو انکے لیے بھی چائے بنادی۔

حمین تو آتے ہی ایاد کے ساتھ بیٹھے مووی دیکھنے میں لگا جبکہ مایا نے کچن میں انٹر ہوتے ہی ماول کی چھپائی چھپائی بہار بھانپ لی پر بس دل میں ہی خوش ہوئی اسے تنگ کیے کوئی ٹف ٹائم نہ دیا۔

لمبور نیں میں اک نئی روشن صبح طلوع ہو چکی تھی، گزشتہ رات عاقب کی کیسی گزری یہ اسکی تھکی آنکھوں سے عیاں تھا جنھیں یہ اداسی اور خوبصورت بنا چکی تھی، ناشتہ خود بنا کر جلدی میں کیے وہ جم نکل گیا۔

رات دیر سے سونے کے سبب انیب کی آنکھ بھی نہ کھلی اور جاسم نے بھی میل ملازم کو اسکے کمرے میں جا کر جگانے سے منع کیا اور خود بھی ناشتے سے پہلے زرا قریب ہی واک کے لیے نکل گیا، چلنے میں اب بھی مشکل تھی پر اسکو صبح کی واک پسند تھی۔

انیب رات ہی بابا اور ثمن ماما کی پکس دیکھ کر ہی سوئی اور عاقب کو بھی سینڈ کیس پر وہ فون سے بے نیاز ساری رات سوچوں میں محو رہا تو دیکھ نہ سکا۔

جمشید کو عاقب نے جاسم کے گھر کے آس پاس ہی مٹر گشت کو چھوڑ رکھا تھا، اسی سے پتا چلا جب کہ جاسم واک پر نکلے ہیں، بس جم سے سیدھا وہ ٹپک پڑا اپنے باپ کے گھر۔

وجہ یہ نہیں تھی کہ اس نے جاسم کے لیے دل نرم کر لیا، وجہ انیب تھی جسکے بنا ایک لمحہ بھی صدی بن گئی تھی۔

جاسم کے گھر کے گارڈز اور ملازم، اس سے واقف تھے تبھی سب نے ہی مودب انداز میں اسے ویلکم کیا مگر عاقب کسی قسم کا پروٹوکول لیے بنا سیدھا انیب سے ملنے اندر چلا گیا۔

اسکے کمرے کا پتا پاتے ہی رخ کیا اور دروازہ کھولتے ہی جب نظر گدھے گھوڑے بیچ کر سوئی انیب پر گئی، روم روم میں بسی تھکاوٹ کا توڑ ہو گیا۔

"یہ لڑکی، کسی موزی نشے جیسی مجھے آ لگی ہے۔ مجھے بے سکون کر کے یہاں نیند پوری ہو رہی ہے۔ یونو واٹ، آئی ریٹلی ہیٹ یو۔ نہ میسج نہ کال، فسادن ہو تم انیب"

اسکے پاس بیٹھتے ہی اسکے پر سکون چہرے کو دیکھ کر وہ سر پھرا انتقامی ہوا، جی چاہا اسکی آہستہ آہستہ چلتی سانسیں روک دے جو عاقب کی جان پر بن چکی تھیں۔

"آئی مس یو سوچ"

جھک کر اسکا گال دیوانگی سے چوما، اسکے چہرے کو سیدھا کیے اس سے پہلے مزید گستاخی کرتا، وہ یکدم آنکھیں کھول گئی، آدھی سوئی جاگی کیفیت کے باوجود اس جن کو پاس محسوس کرنا اتنا سچا لگا کہ ہونٹوں پر مسروریت پھیلی۔

"تم سچ میں آگئے؟ یا میرے خوابوں پر بھی حاکمیت مل گئی تمہیں"

اسکے گال پر اگے سیاہی مائل داڑھی کے بالوں کو مخموریت سے سہلاتی وہ ان نشیلی آنکھوں سے خمار آلود نگاہوں کے سنگ ہمکلام تھی۔

"چوبیس گھنٹے بھی نہیں رہ سکا، کیوں کیا ہے تم نے میرے ساتھ یہ۔ کونسے بدلے لیے ہیں مجھے اپنا محتاج کر کے۔ کیوں میرا دل صرف تمہاری طلب کرنے لگا ہے انیب۔ رات نہیں تھی وہ، جو کل میری زندگی میں آئی۔ قہر تھا۔ کچھ نہیں تھا میرے ارد گرد، سناٹا تھا۔۔۔۔"

اس شخص کے لب و لہجے سے چھلکتی تڑپ پر وہ نثار ہوتی اسکے جان کھینچتے حصار میں لیٹی سے گھبرا کر اٹھ بیٹھی۔

"تورات آجاتے میرے پاس، صبح کا انتظار کیوں کیا"

وہ بھی جیسے ہر ہنر جانتی تھی عاقب کو ستانے کا۔

"تم جس جگہ ہو، یہ جگہ ممنوع ہے اب تک میرے لیے۔ اگر بے بسی حد سے تجاوز نہ کرتی تو میں یہاں منہ بھی نہ کرتا، بس تم صرف میرے لیے ہو تو تمہیں میرے ارد گرد ہی رہنا ہو گا اس فائنل"

وہ ہٹ دھرمی سے اپنا حکم سنارہا تھا، جبکہ انیب کتنے ہی لمحے اسے بس پیار سے تکتی ہی رہی۔

"نو، میں تب تک یہیں ہوں جب تک یہ جگہ جائز نہیں ہوتی تم پر۔ شاید میرے سبب جاسم انکل کو انکا بیٹا مل جائے۔ تم مجھ سے اب نہیں چھپ سکتے، میں اس دل (اسکے سینے پر ہاتھ پھیرا) کی ہر تکلیف سمجھتی ہوں، مجھے مرہم لگانے دونوں، تھوڑا ہی سہی اپنا درد کم کرنے دو۔ آئی نو یوسٹل لو وہیم۔۔۔۔"

اسے انیب کی بات رد کرنا بھول ہی گئی تھی، وہ اس پریوں قہر کی طرح حاوی ہوا کہ انیب گر کر میٹرس سے جا لگی جبکہ اپنے بالوں میں عاقب کا چھپا چہرہ محسوس کیا پھر عاقب کے گرم ہونٹوں کی بھاری مہر

انیب کو اپنی شہہ رگ پر محسوس ہوئی تو اس نے میٹرس کی شیٹ مٹھی میں دبوچی، دوسرے ہاتھ میں عاقب کا سخت ہاتھ قید ہو چکا تھا۔

"مجھ سے دس گھنٹوں سے زیادہ دور نہیں رہو گی تم، اس کے علاوہ جو مرضی کرتی پھرو۔ ڈھیٹ ہڈی" وہ اسکے بڑبڑانے پر تمام تر اس کے بوجھ کے مسکرائی۔

"دس گھنٹے کی عیاشی بھی کیوں کرنے دوں گی میں تمہیں آخر؟" انیب کی بات پر وہ اسکے بالوں سے چہرہ نکالے سر دسا گھورا۔

"مطلب تم چاہتی ہو میں تم سے جونک کی طرح سیون ڈیز، ٹونٹی فور ہارز چپکار ہوں؟" عاقب کو ہول سے اٹھے یہ سوچ کر بھی جبکہ انیب کی شرارت و گدگداہٹ سے بھری آنکھیں عاقب کو پاگل کر گئیں، وہ اسکی بولتی بند کر تا چند لمحے وقت روک کر اپنے اور انیب کو سب بھلا گیا پھر پیچھے ہو کر اس لڑکی پر اپنی قربت کی تباہ کاری کا گلال دیکھے پر خمار و مغرور ہوا۔

"سوری ٹو سے! ایسا کیا تو موم کی طرح پگھل کر ضائع ہو جاو گی میری ہائٹس سے ایک ہی دن میں۔ ڈائن"

وہ اس پر پیار لٹا رہا تھا یا غصہ، انیب کے لیے فیصلہ کرنا مشکل تھا۔

"بہت وزنی ہو تم۔۔۔ میرا سائز دیکھو اور اپنا۔ میں پگھلنے سے پہلے ہی چڑھڑ ہو کر ریت بن جاؤں گی اگر دو سیکنڈ تم مزید پہاڑ کی طرح مجھ پر قائم رہے"

نہایت مسکینیت سے انیب نے اپنے نرم میٹرس میں دھنسنے ہاتھ پر توجہ دلوائی جس پر وہ یکدم سارا بوجھ ڈالتا انیب کی جان نکالے فوری پیچھے ہٹ کر اٹھ بیٹھا تو وہ لیٹے لیٹے کشن اٹھا کر اسکے منہ پر برسائی۔

"دورپے کی جان اور بن گئی ہے عاقب موہان کی بیوی۔ پہلے سوچ لینا چاہیے تھا تمہیں۔۔۔ خیر جارہا ہوں، ٹھیک دس گھنٹے بعد پھر آؤں گا۔ اب تم سولو سوئی صورت"

کشن واپس اسکو مارے یوں مغروریت جھاڑے گیا کہ انیب تمام تر جان لیوا کیفیت سے ہنس پڑی۔

"اسکا یہی غرور تو مار ڈالتا ہے مجھے، دس گھنٹے بعد پھر کرنٹ لگائے گا آکر۔ ہاہا عاقب تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا۔ بٹ یو میک می فیل سو سپیشل مائی مین۔ جیسے کوئی اپنی محبوبہ سے ملنے بارڈر پار آیا ہو۔۔۔ ہاہا"

اس بندے سے زرا سی ملاقات ایسی خماری طاری کر گئی کہ انیب کو لگا ابھی تو اسے بہت سارا مزید سونا ہو گا تبھی ہوش بحال ہو سکیں گے۔

شرٹ کے کف لنکس لگانے کے بعد جہانگیر نے اپنا کوٹ اٹھا کر پہنا، اور عقب کی جانب سے محسوس ہوتی مانوس خوشبو پر پلٹے تو بے اختیار نظریں دشمن جان سے ملیں مگر دشمن نے فوراً پلکیں گرا کر انکا فون انکی سمت بڑھایا۔

"کوئی شکایت؟"

فون لے کر غیر ضروری شے کی مانند پیچھے کو جڑتے ڈریسنگ ٹیبل پر زرا گھوم کر رکھتے واپس ہوتے
دونوں ہاتھ شمن کے رخساروں سے لگائے اسکا چہرہ اپنی اور کرتے اوپر کو اٹھایا۔
ڈری نظریں لڑکھڑائیں پر مل ہی گئیں۔

"بہت سی ہیں، گنواؤں گی تو آپکو آفس سے دیر ہو جائے گی"

مقابل کے چہرے پر چھائی معنی خیز سنجیدگی سے پریشان ہوتے شمن نے جلدی سے بہانہ تراشا۔
"اپنا بزنس ہے، مجھے کوئی نہیں نکالے گا۔ لیکن اگر تمہارے شکوے سنے بنا چلا گیا تو دھیان یہ خاتون
اپنے پاس ہی جکڑ لے گی"

اپنے آپ کو اعلیٰ پائے کا مظلوم پیش کرتے وہ شرارت پر اترے کہ شمن نے مسکراہٹ کو بہت روکا پر
وہ حیا کے رنگوں سے سچی اسکے ہونٹوں پر پھیل کر اندر رقصاں بہار کا راز فاش کر گئی۔

"آپ نے مہلت نہیں دی، پہلا شکوہ۔ آپ نے مجھے سنا ہی نہیں، بہت سی خواہشیں، امنگیں اور خواب
بنا جانے پورے کرنے کا وعدہ کر لیا، یہ دوسرا تھا"

گھنی پلکوں کو اک محور پر ٹھہرا کر وہ مستقل جہانگیر کو تکے، شکایات گنوار ہی تھی جیسے راگ گار ہی ہو،
کیونکہ وہ تو کچھ ایسے ہی مست و مسرور تھے۔

"اور تیسرا؟"

وہ زرا نزدیک ہوئے، شمن کے چہرے کے رنگوں میں تغیر بھی اس نزدیکی کے سبب پیدا ہوا۔

"تیسرا کہ مجھے بن مانگے یہ یقین دیا کہ میں نے بھی آپ سے کوئی ایسی ویسی محبت نہیں کی، بلکہ وہ کی جو قبول و منظور ہوتی ہے"

اس بار اسکی آواز میں جذبات مچلے، مقابل تمام تر توجہ دے کر اسے سنتا ہوا شخص یوں مسکرایا جیسے دل کو تشفی ملی ہو۔

"شمن! یہ شکایات تو نہیں تھیں"

اب کی بار جہانگیر نے شکوہ لبوں پر مچلاتے ہوئے اسکی کمر حصار کر اپنے مزید رگ جان سا کرتے اسکی جبین چومی، جی بھر کر راحت انڈیلی اس میں۔
وہ کھکھلا اٹھی۔

"بیویاں ایسی ہی ہوتی ہیں، آپ نہیں سمجھیں گے"

لجائے انداز میں وہ ٹال کر حصار توڑنے کو بے قرار ہوئی جو اسکی سوچ سے زیادہ سخت اور روح پرور ہوا تو پھر سے دونوں کی آنکھوں کے بہکے زاویوں کا وصل ہو گیا۔

"آفکورس، میں بیوی جو نہیں ہوں"

حسن مزاح شاید آج پہلی بار جہانگیر کی جاگی کیونکہ من پسند عورت کے پہلو میں آ جانے کا خمار ہی کچھ الگ تھا۔

اس بار وہ اتنا پیارا ہنسی کہ اسکی ہنسی وارفتگی سے تکتے جہانگیر اسی میں کھو گئے۔

"آئی لوویو ٹمن"

اسی بدحواسی میں بولے تو ٹمن کی ہنسی تھمی، آنکھوں میں دفاغرو رسمٹا۔

"بس بھی کریں، ہم بچے نہیں ہیں جہانگیر۔ آپکا مجھے دیکھ کر مسکرا نا ان تین لفظوں کا نعم البدل ہے، مجھے ہر بار دیکھ کر مسکرایے گا، یہی میری زندگی کا کل سکون ہے۔ آئی لوویو ٹو"

بچگانہ پن سے روکتی وہ اختتام تک جیسے خود بھی بچوں کی طرح اظہار بخش کر پاس سے گزر کر کمرے کی حدود پھلانگ گئی، کتنی ہی دیر وہ مسکراتے رہ گئے۔

یہ تو دروازے کے وسط میں آ کر کھڑے ز میل نے گلا کھنکایا تب وہ مسکراہٹ دباتے اس خرافاتی کو گھورے جو جہانگیر کی چھپائی مسکراہٹ پہلے ہی دیکھتا بہکے نشیلے تیوروں سے قریب آتا یار کے سامنے تن گیا۔

"ہائے اور با! یہ گلو تو تیس سال سے نہیں دیکھا ان گناہ گار آنکھوں نے اس سڑے منہ پر۔ میں کہیں ان چمکاروں سے اندھانہ ہو جاؤں باپ رے باپ"

ز میل کی ڈرامائی حیرت و خوشی پر بہت ضبط کے بھی جہانگیر وہ چھپایا تبسم مزید خود میں قید نہ کر سکے اور پکڑ لیا اس لفٹنے کو گریبان سے۔

"تو کیوں ہے ایسا کمینے"

خوشی اور رشک کی زیادتی تھی اس لاڈلی برہمی میں، پہلے تو زمیل نے گھٹ کر گلے لگایا، سینے کو ٹھنڈک ملی تھی آباد جہانگیر کو گلے بھینچ کر۔

"میں ایسا تیرے لیے ہی تھا، کہ توجی سکے۔ میرے شغل اور ٹھٹھے کسی کے تو کام آئے۔ میرا شہزادہ، میرا شیر۔ تیری اس خوشی پر زمیل جلال خان قربان۔ میرا سایہ بھی ساتھ چھوڑ گیا تھا، پر آفرین ہے تجھ پر کہ تو اس گندے میلے اور گناہ گار کی چھاؤں بنا رہا۔ تو بتا پھر میں کیسے نہ تیری خوشیاں اور راحتیں اکھٹی کرتا۔ اب مر بھی گیا تو خوشی خوشی اس جہاں جاؤں گا، بس حساب کی ٹنشن ہوگی۔۔ تیری نہیں ہوگی"

بھلے ان آنکھوں میں جان نثاری تھی پر نمی بھی تھی، سرخائی بھی تھی جو لمحہ لگاتے جہانگیر کی آنکھوں میں گھل گئی۔

"ناکرا کر ایسی باتیں، تجھے میرے ساتھ بہت جینا ہے۔ تو میرا حوصلہ ہے زمیل، میں تیرے بنا اک لاش ہوں بس، گلے لگ جا، تیرے جیسی انوکھی چیز اللہ نے بس مجھے ہی دی ہے"

زمیل انھیں جذباتی کرنے کے چکر میں خود ہو گیا پر پھر خود کو یاد دلایا کہ وہ تو زندہ دل ہے، یار کے سینے سے راحت بٹور کر الگ ہو اتو دونوں کے چہرے خوشی سے متمتاتے دیکھائی دیے۔

ناشتے کے لیے دونوں یار ایک دوسرے کے کاندھوں پر بازو جماتے ساتھ ہی کمرے سے باہر نکلے۔

وہیں مایا اور حمین آج ایک ایونٹ میں انوائنڈ تھے کیونکہ حمین کے اچھے دوست کے بیٹے کی شادی تھی، تبریز بھی انوائنڈ تھے اور چونکہ وہ دوست حمین اور تبریز کا میوچل تھا تو انہوں نے عزیزے جان کو بھی انوائنڈ کیا تھا۔

ماول نے آج صرف جو س بنایا، باقی ناشتہ مید اور مایا نے بنایا۔

"ویسے مجھے ایک بات سمجھ نہیں آئی لاڈلے، جب ہم رات جہانگیر بھائی کی طرف گئے تب تو تم کریلے جیسے تھے، پر جب ہم لوٹے تو تمہارے تن من پر بہار اتری ہوئی تھی۔ یہ ماول نے جادو پھونکا تھا کیا؟ رات پوچھنا یاد نہیں رہا"

حمین اپنی ٹائی لاونچ میں کھڑے ہو کر باندھتا سا تھ صوفے پر چوڑے ہو کر بیٹھے ایاد سے مخاطب تھا جو بچار رات تو بیچ گیا اب پکڑا گیا، آج اسکی اور ماول کی کالج سے چھٹی تھی، سب سٹوڈنس فری ہو چکے تھے اور نیکسٹ ویک سے ماول کے پیپرز تھے جبکہ ایاد کا ٹائم مکمل ہو چکا تھا۔

اپنے ایک دوست کو اس نے اسلام صاحب کی جانب ریفر کر دیا تھا جاب کے لیے اور خود اب وہ یونی لیکچرار کی جوائننگ تک گھر رہ کر ہی ریسٹ کرنا چاہتا تھا۔

"ماموں! جب آپ کو پتا ہے تو چسکے لے کر کیا مل رہا ہے؟ بوڑھی پھمپھے کٹنیوں جیسے ہوتے جا رہے ہیں آپ دن بدن"

ریمورٹ سے چینل بدلتا خاصے بسورے منہ سے کوسے ہوئے اس نے حمین کا قہقہہ برآمد کیا۔

"اور تم بھی تو پورے گھنے میسنے ہو، میں بھی کیا کروں، تجسس کا مارا ہوں"

حمین کہاں پیچھے رہ سکتا تھا، ماما بھانجے کا ویسے بھی ٹا کرانہ ہوا تھا کافی وقت سے۔

"خود دیکھنا آج کل میں مجھے کزن سبلنگ کی نیوز سنادیں گے اور مجھ پر چڑے زرا سے رنگ سے انکو پسو کاٹ رہے۔ ماموں ایسے نہ دیکھیں شمو آر ہی ہے مجھے"

حمین کی شرارت سے مسکراتی آنکھیں اوپر سے اسکا پاس آنا ایاد کو گد گدا گیا، حمین نے ہنس کر اس کے کرل بال اور بکھیرے۔

"سانس نہ لینے دوں گا سرکار، کچھ بھید نہیں کہ تم ہی مجھے پہلے دادا بنادو، ویسے تمہارے بچوں کا میں دادا ہی لگوں گا نہ؟"

حمین کی چھیڑ خانی کہاں تھمنے والی تھی، ایاد ہی جان چھڑواتا ماموں کے منہ میں وہیں میز پر رکھے فروٹ بکٹ سے انگور اٹھا کر ٹھوستا جیسے دم دبا کر بھاگا، حمین کی ہنس ہنس کر رنگت بدلی۔

"کیوں تنگ کر رہے تھے اسے، بہت بگھڑ گئے ہیں"

ماول بھی ناشتے میں بس جو س ہی پی کر کمرے میں چلی گئی جبکہ ریڈی ہونے کے لیے جاتی مایا نے رک کر حمین کو ڈانٹا۔

"آپ نے ہی بگھاڑا ہے فریگرنٹ لیڈی، کیسے سدھرا رہ سکتا تھا۔ ویسے آپ سچ لیں گی اکیلی یا میری مدد چاہیے؟"

خمار سا الفاظ میں انڈیلے وہ مایا کے حسین چہرے کی اور بہکتا جوان لڑکوں کو مات دینے لگا تھا اور یہ
خماری اور بے خودی اسے مایا کو پانے کے بعد ملی تھی۔

"حمین! باز آجائیں"

خفیف سا اسکو خود سے دور کیے وہ جلدی سے بھاگ نکلی مبادا وہ اسے سچ میں سجانے پیچھے ہی دوڑ آتا۔
"چلو بکس نکال کر بیٹھو شاہباش"

ماول نے لیپ ٹاپ کھول کر بیٹھے ایاد کو دیکھ کر اسکی گودی میں شفٹ ہونا چاہا پر وہ اس وقت اسکا ٹیچر بنا
نخرے دیکھا کر ماول کا منہ پھلا گیا۔

"ہا! لگ نہیں رہا یہ رات والے بہکے آدمی ہیں"

ماول نے منہ کھولے اس درجہ روڈنس پر افسوس کیا۔

"بزنس وو مین بننا ہے یا نہیں؟"

ایاد نے مسکراہٹ کو ہونٹوں کے بیچ لپیٹے سوال کیا جس سے ماول فوراً شرافت سے سامنے چڑھ کر بیٹھی
اور بکس بھی کھول لیں۔

"آپ جو کہیں گے بن جاؤں گی ملینگا، وائف کے سوا۔۔ اب اندھیرے کے بجائے وائف بننے سے
ڈر لگے گا"

ماول نے بظاہر تو کتاب کھول کر یہ نایاب انکشاف کیا پر ایاد کے کان کافی پتلے تھے۔

"اتنی تم چنی کاکی"

وہ بھی کہاں کسی سے کم تھا، منہ پھاڑ کر بڑبڑایا جبکہ ماول نے ہنسی منہ میں دبا لی کیونکہ ہنس پڑتی تو وہ اسے بہکا دیتی اور ابھی یاد پر اگر شرافت کا نزول ہو رہا تھا تو یہ ماول کے لیے غنیمت تھا۔

.._____..

"مجھے کون ناشتہ دے گا"

رجال اور سوہانا شتہ کے لیے باہر جانے والے تھے، عمر کو ایک آنکھ نہ بھایا یہ سب، تبھی سوہانے پلٹ کر روٹھے عمر کے قریب رکے اپنی گرے آنکھوں کو پھیلاتے سہیل دی۔

رجال بھی ہنس پڑا اس نوٹکی پر۔

"کیا میری ایک کس سے پیٹ بھر جائے گا تمہارا؟ کیونکہ ابھی یہی پاسیبل ہے۔ میں آتے ہوئے بغل میں کچھ دبا کر لے آؤں گی"

سوہا کی بات سنے رجال نے قہقہہ دیا یا جبکہ عمر نے دونوں کو کھا جاتی نظروں سے گھورا۔

"بات سنو! تم نے واقعی چوزہ سمجھ رکھا ہے جو تمہارے اتنے سے بغل میں آئی چیز کھا کر رج جاؤں گا، شیر کا بچہ ہوں سمجھی۔ تمہیں کھا کر بھی بھوک نہ مٹے میری"

رجال اس وقت عمر کو سوتن لگا تبھی تو سوہا کا ہاتھ پکڑے ایک سائیڈ پر لائے برسا، سوہانے ہنسنے میں کمی لانے کو ہونٹوں پر ہتھیلی جمائی۔

"مجھے کھا کر بد ہضمی ہو جائے گی تمہیں، اور میں اتنے سے بغل میں بہت کچھ دبا سکتی ہوں میرے ٹیلنٹ پر شک نہ کرنا۔"

سوہانے بھی اسی طرح اسکے کان میں گھس کر اطلاع دی، رجاں کو براتو لگ رہا تھا ہڈی بن کر پر کیا کرتا مجبوری تھی ان دو میں گھسنے کی، گلا کھنکار تا وہ واش روم گیا تو سوہا کو رجاں کے یوں پر ایسی دینے پر بہت پیار آیا۔

وہ تو جب عمر نے جبرے سے اسکا منہ پکڑے اپنی طرف پھیرا تو وہ ہوش میں آتی کراہی، عمر نے فوراً ہاتھ پیچھے کیا۔

"اے مسکرا کر مت دیکھو تم، جیس ہو رہا ہوں"

عمر نے جل بھن کر دہائی دی تو سوہانے اسکے دونوں گال پکڑ کر مڑوڑے۔

"بھائی جیسا ہے وہ، نکلو اس جلن سے۔ اچھا میں تمہیں فیس کس کر رہی ہوں، جب تک کچھ لاتی ہوں تم اس سے گزارہ کرنا"

سوہانے اسے دیکھ کر کہا اور اس سے پہلے اسکی گال چومتی وہ ہاتھ پکڑ کر دور کر گیا۔

"فیس کس کیوں؟ میں کا کا ہوں۔ نہیں ابھی آسمان سے گرا ہوں کیا۔ آجکل تو بچوں کا بھی اس سے پیٹ نہیں بھرتا تو میرا کیسے بھرے گا"

عمر کی بات سوہا کا دماغ گما گئی، بے اختیار اسکے گال پر چاٹا مار گئی، لیکن جب احساس ہوا کیا کر بیٹھی ہے، دانت تلے زبان دے گئی، عمر کی گویا انالرزى۔

"آئی ایم سوری۔ و۔ وہ خود ہی چاٹا نکلا۔"

اس سے پہلے وہ روٹھتا، سوہا نے اسکو بازوؤں سے پکڑے اپنی اور کھینچا پر وہ سخت غصے میں تھا۔
"بات مت کرنا مجھ سے"

کرکتے تیور برقرار تھے بلکہ اب تو دکھے دل کی کرلاہٹ ابھری تھی۔

"تم نے ہی تو مجھے سنوارنا ہے، بگھڑی ہوئی سوہا ہوں یاد ہے ناں۔ میرا ہاتھ ٹوٹ جائے، سوری ناں۔"
اسکے تمام تر غصے کے جب وہ اسکے گال سے ہونٹوں کو جوڑ گئی تو عمر کا غصہ اسکے ملائم مگر بے انتہا خوبصورت لمس پر جھاگ بن گیا۔

"اٹس اوکے، لیکن اچھی بیویاں شوہروں پر ہاتھ نہیں اٹھاتیں یاد رکھنا۔ نہ ہی شوہر کے سوا کسی غیر محرم یا مرد کو دیکھ کر مسکراتی ہیں"

وہ بھی سنجیدہ ہوا تو سوہا نے فوری مسکرا کر سر ہلایا اور باہیں اسکے گلے میں جمائیل کرتی لاڈ سے اسکے سینے سے لپٹ گئی، عمر نے بھی بازو اطراف لپیٹ کر اس لڑکی کو محسوس کیے دل کے ارمان دبا لیے۔

رجال نے اپنے واپس آنے سے پہلے آہٹ دی جس سے سوہا فوراً عمر سے دور ہو گئی۔

سوہانے پیار سے پلٹ کر عمر کو دیکھا، فلائنگ کس کی اور رجاں کے ساتھ کمرے سے نکل گئی تو وہ بھی
پھیکا سا اپنی گال پر ہاتھ رکھے مسکرا دیا۔

گریول ولامیں صبح سے ہلچل تھی، ناشتہ سب نے مل کر بھوک بڑھاتی، رنگارنگ کھانوں سے سچی ٹیبل
پر ساتھ بیٹھ کر کیا، دار یہ بھی بہت خوبصورت میرون کیجول سی لیرڈ ڈریس میں پرکشش لگ رہی
تھی، بیلا بھی پرکشش لیکن تھوڑی سپاٹ جبکہ یچی یکدم سنجیدہ۔
گریول کافی مطمئن تھا۔

"جی تو کافی آرام ہو گیا اب ہم سب اپنے کام کی طرف آتے ہیں، آج میں آپکی ملاقات اپنے بہت اچھے پارٹنر اور رشیہ کے ٹاپ بزنس آئی کن سے کروانے والا ہوں، نہ صرف یہ بزنس آئی کن ہے بلکہ رنگ فاسٹر بھی ہے اور ہیرے کی نیلامی کا بجٹ گینر بھی"

گریول نے گلاس کھنکا کر سبکی توجہ اپنی سمت مبذول کی، اسکے چھ عدد ساتھی احباب بھی ناشتے کی میز پر مسرور چہروں کے سنگ براجمان تھے۔

سب ہی غائبانہ تعارف پر ہی امپیریس نظر آئے۔

"بجٹ گینر؟ وہ کیا ہوتا ہے گریول"

سوہا ہی فوری بولی کیونکہ سب کا سوال یہی تھا۔

"شاہی ہیرے کی نیلامی میں وہ ہمارے بجٹ تک بولی لے کر جائے گا، تاکہ ہم اپنے تمام پراجیکٹس کی تکمیل کے لیے مطلوبہ پیسہ حاصل کر سکیں۔ کچھ ہی دیر میں وہ ہمارے بیچ ہو گا، سچ کہوں تو ٹانگر، ڈی کے اور رونا لڈ، ان تین کی سپورٹ کے بنا ماسٹر گریول اتنا پاور فل کبھی نہ ہوتا۔ ٹانگر کی موت کا بدلہ مجھ پر قرض ہے، اور اپنے باقی دو ساتھیوں کی حفاظت فرض"

گریول کی وضاحت جامع تھی اور داریہ، سوہا، رجا، بیلا اور یچی بھی لاعلم تھے کہ رونا لڈ کے بہروپ میں جلا د فائنل انٹری مارنے آرہا ہے۔

گریول ولا کے مرکزی احاطے کے ہیلی پیڈ پر پرائیوٹ ہیلی کاپٹر لینڈ ہوا، سیاہ ایک سی کوڈوردیوں میں ملبوس ٹیم وی آئی پی پروٹوکول دینے کاپٹر کی انٹرنس کی جانب دیکھ کر متوجہ تھی۔ اور پھر ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھلا۔

گریول ولا میں آدھے سے زیادہ گارڈز اس وقت Executioner آکیڈمی گینگ کے لوگ تھے جن سب نے ایک ہی طرح کے لائسنس لینز آنکھوں پر لگا کر سیاہ چشمے چڑھا رکھے تھے کیونکہ تین سو گارڈز میں سے اپنے ڈیڑھ سو پہچاننا مشکل ہو سکتا تھا تو داران کو یہی آئیڈیا بہترین لگا۔
"ویلم رونا لڈ سر"

گارڈ نے آگے بڑھ کر اس باہر نکلتی ہستی کو خوش آمدیدی نظروں میں لیا، بلیک پیٹ، بلیک شرٹ پر لانگ کلاسی براون شال ٹائپ چیکٹ پہنے، کلائیوں میں درجن بھر مردانہ پینگلز، گلے میں سونے، تانبے اور چاندی سے بنی باریک چین، آنکھوں پر سیاہ گگلز، پیروں میں Chelsea's boots تیز سی پرفیوم چھوڑتا وہ مغرور آدمی گارڈز کو پرے ہٹانا گریول ولا کی سمت بڑھاتا آٹھ کے قریب گارڈز اسکے پیچھے لپکے۔

مورخ ضرور لکھتا کہ اک ایسا جلا د بھی تھا جو دشمن کو اس کے بل میں مارنے کے لیے اسی کے لوگوں کے دیے وی آئی پی پروٹوکول کے ساتھ اس کے گھر آیا تھا۔

اس کے ہاتھوں کا ہر فنکر پرنٹ روناڈ سے میچ تھا، اس کی شکل خوبخو روناڈ سی تھی اور ماتھے پر بہت مہارت سے ایک بھیانک کٹ بنایا گیا تھا جس پر لگے سٹیچیز تک دیکھے جاسکتے تھے، گال پر ایک ویسا ہی چیرا تھا، دائیں بازو پر فیک ٹیو تھا جو دائیں مضبوط ہاتھ کی آدھی پشت تک آکر ختم ہو رہا تھا، بیرڈ براؤنش جبکہ سیاہی مال گھنے سلجھے سر کے بال۔

"اسے بھی رابل گیرٹ نامی آدمی اس کے رنگ سے اٹھالے گیا لیکن روناڈ نے اس کا مقابلہ کیا اور بچ نکلا، پورے موسکو میں خبر پھیلی ہے جلا د کی رنگ فائیٹ کی پر کسی کیمرے میں اس کا چہرہ نہیں آسکا، اور اب میں لوں گا یہ سارے انتقام"

گریول نے بھی جیسے اپنے تمام لوگوں کی جانب یہ زہریلی باتیں پہنچائیں۔

"اس کا مطلب ہے کافی پہنچی چیز ہے یہ روناڈ"

رجال کا لہجہ تمسخرانہ تھا، گریول اسے دیکھنے سے اجتناب برتتے ہوں کر کے رہ گیا۔

داخلی ہال کی جانب ہوتی آہٹ پر گریول اٹھا تو باقی سب بھی اپنی نشستوں سے کھڑے ہوئے کیونکہ وہ آچکا تھا۔

سینہ تانے ہوئے آٹھ گارڈز جن میں تین داران کے لوگ تھے کہ ہمراہ، وہاں موجود ہر فرد کی آنکھوں میں دھول جھونکنے۔

"ہے میرے ہم نشین! کیسے ہو۔ زخم کچھ زیادہ گہرے دے گیا وہ تمہیں"

گریول گرم جوشی سے اپنی جگہ سے آگے آیا اور داران کے دونوں مضبوط بازو پکڑے جوش و افسوس کا ملا جلا اظہار کیا، سب اسے رونا لڈ سمجھ رہے تھے پر داریہ کی آنکھوں میں وہ سرے سے کھٹکا۔

"زخم جتنے گہرے ہوں، انکا بدلہ لینے میں اتنا مزہ آتا ہے ماسٹر گریول۔ ٹانگر کی موت کمر توڑ گئی اس آرمی کی پر میں ہوں ناں۔۔ ارے ڈی کے بھی ہیں یہاں تو"

وہ خوبخو رونا لڈ کالب و لہجہ، آواز اور انداز تھا تبھی گریول شکی تو کیا زرا بھی حیران نہ ہوا۔

الٹاجب رونا لڈ لپک کر داریہ کی طرف گیا تو داریہ نے عجیب سی نظروں سے اسکی سیاہ آنکھیں دیکھیں، لمحہ لگا تھا پہچاننے میں اور جب اس نے ڈی کے ہاتھ تھام کر یہاں کے رواج و اطوار کے سبب ادا سے اسکی پشت چومی تو داریہ کو اسکے حسین لمس نے ہر شک سے آزاد کیے یقین بخشا۔

ان ہونٹوں کی حدت ہو یا نرمی، وہ بخوبی پہچانتی تھی تبھی تو دل تک قرار اتر۔

"میں پہلی بار مل رہا ہوں ناں آپکی ڈی کے سے ماسٹر؟، ارے سوہا ڈارلنگ یو لک لائک کریبی

پاستہ۔۔۔ آہاں بہت سے مہمان بھی ہیں۔۔ پیپی ٹوسی یو آل"

اپنی آنکھوں کے تیز بولتے احساس سے فراغت پائے وہ پلٹا تو گریول مسکرا کر اسکے جملوں پر خوش دلی سے سر ہلا چکا تھا۔

"یس، خیر گائز یہ ہے رونا لڈ۔ ہمارا دشمن جلا د یعنی رابل گیرٹ ہے جسے مار دیا تھا میں نے پر وہ شاید بچ نکلا اور اب ہمارے مقاصد کے بیچ ٹانگ اڑائے گا۔ اس شہر پر صرف ماسٹر گریول کی حاکمیت ہے، کوئی جلا د میرا یہ حق نہیں کھا سکتا۔ کچھ ہی دیر میں مہمان آنے لگیں گے، تو آپ سب جائے اور تیار ہو جائے۔ موسکو میں اب تک کی بڑی شاہی نیلامی کچھ ہی دیر میں ہوگی"

گریول نے ناشتہ ختم کیے سب افراد کو جانے کا کہا جبکہ سب گئے تو گریول نے نزدیک رک کرداران کی آنکھیں میں آنکھیں گاڑیں۔

"مجھے لگتا ہے کوئی رابل گیرٹ کا عہدہ سنبھال رہا ہے، یہ شک ٹانگر کو پچھلی ڈیلنگ میں ہوا تھا۔ کیونکہ ان ہاتھوں سے میں نے رابل کی گردن کاٹی تھی۔ وہ اگر واقعی میں رابل نہیں ہے تو یاد رکھنا رونا لڈ، وہ طاقت میں رابل سے دگنا ہو گا کیونکہ اسکے پاس ایک پاور انتقام کی ہوگی۔ کچھ دیر ریٹ کرو تم بھی۔ امید ہے ہمیں ہمارا ٹارگٹ مل جائے گا"

گریول کے چہرے کا ڈر داران کے اندر لذت اتار رہا تھا وہیں رابل کے اس قاتل کو مزید ایک بھی سانس لینے دینا بڑا دشوار تھا۔

بہت مشکل سے داران نے اپنی آنکھوں میں لہو اترنے سے روکا۔

وہ پاس سے چلا گیا، جبکہ داران نے نفرت سے گریول کی پشت گھوری۔

"میں بھی اسی ہاتھ سے تمہاری گردن کاٹوں گا، آج تمہارا اینڈ ہو گا گریول، آج میں اپنے دوست کی ساری تکلیفیں ختم کروں گا"

فیصلہ ہو چکا تھا، آج سچ میں کسی کی تو موت ضرور لکھی تھی یہ جلاد کے تیور بتا رہے تھے۔

.._____..

حمین اور مایا وینیو پہنچ چکے تھے، حمین اور تبریز کا اسکے دوست عزیز احمد نے وی آئی پی ویلکم کیا، خود تبریز سے کافی دنوں بعد مل کر حمین کو بھی آسودگی ملی جبکہ عزیز نے آج تو بہت اچھے سے حمین اور مایا کو پیار سے خوش آمدید کہا۔

مایا، عزیز کے ہمراہ لیڈیز کی جانب آگئی، جبکہ تبریز اور حمین کو عزیز جینٹس ایریا کی طرف لے گیا تاکہ اپنے بیٹے سے ملو اسکے۔

"تم پر تو بڑی بہار آگئی ہے مایا، میں نے تو سوچا تھا تم کبھی مسکرا بھی نہ سکو گی"

جبرا ہی سہی پر مایا کو عزیز نے جان کے ساتھ ہی بیٹھنا پڑا، وہ ہونٹوں پر خوبصورت مسکراہٹ لیے عزیز کے کی سمت مڑی، جیسے جاننا چاہتی ہو وہ طنز کر رہی ہیں یار شک۔

"اپنے حصے کی خزاں قبل از وقت جو سہہ لی عزیزے جان، اور میرے ان ہونٹوں پر مچلتی ہوئی مسکراہٹ کا سبب حمین چوہان ہیں۔ جنہوں نے اپنے پروں کے سائے تلے اس زخمی بے گھر پنچھی کو حفاظت اور جگہ دی، میں منحوس نہیں ہوں یہ یقین دلایا"

اسکی آنکھوں کی مسکراہٹ نمی بنی تو عزیزے جان نے شرمندگی سے نظر چرائی، دل اپنے کیے پر پر ملال تھا۔

"میں نہیں جانتی یہ موقع مناسب ہے یا نہیں لیکن بہت تکلیف ہے تم سے روارکھے سلوک پر بچے، تم مجھے معاف نہ کرو تو یہ حق ہے تمہارا پر کر دو تو تمہارے ظرف کی معترف ہو جاؤ گی۔ میرے بھائی کی بس آخری نشانی تم ہی بچی ہو، میں نے حمین سے اس دن کہا کہ مت لے کر آنا مایا کو لیکن اب یہی ماں چاہتی ہے ماول اور ایاد کی طرح تم اور حمین بھی شاہ حویلی آیا کرو، وہ میکہ ہے تمہارا۔ میں تمہارا میکہ آباد کر کے معافی پانے کی اک ادنی سی کوشش چاہتی ہوں"

آج عزیزے جان کا لہجہ سچ میں دکھ سے بھرا تھا اور وہ ٹھہری صدا کی نرم دل، کچھ دیر خاموشی نے بعد مسکرا کر عزیزے جان کا شفیق ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

"میں سوچوں گی اس بارے، اگر حمین کا دل راضی ہو ابس تبھی آپاؤں گی کیونکہ انکی خوشی اور آرام میرے لیے اب ہر فرض اور حق سے افضل ہے"

اس نے سچ میں ظرف دیکھایا اور مایوس نہ کیا جبکہ عزیزے اسکا وہی ہاتھ دباتیں شیریں پر بھیگا سا مسکرائے اسکی مشکور ہوئیں۔

جبکہ مایا کو لگا اسکا دل آج پنکھ سا ہلکا ہو گیا ہو۔

.._____..

"تم مزاق کر رہی ہو، ایک اپیل سے میرا پیٹ کیسے بھرے گا وہ بھی بائیٹ والا"

سوہانے معصومیت کے تمام ریکارڈ توڑتے اپنے ہاتھ میں پکڑا اپیل جسے وہ یہاں آتے دو تین بائیٹ لگا چکی تھی بڑھا کر عمر کے بگھڑنے پر بو جھل ہوئی۔

"کیا کرتی جلدی میں یہی اٹھا سکی، کیونکہ بغل میں تمہارے لیے چیز سینڈوچ جو دبایا تھا۔ یہ لو"

سوہانے اپنی مہارت دیکھاتے فوراً سے سینڈوچ اسکی طرف بڑھایا جو بچارا کچھ زیادہ پریس ہو کر ماتمی شکل اوڑھ چکا تھا۔

"یہ دن بھی آنے تھے مجھ پر، بغل میں دبایا سینڈوچ کھاؤں گا؟ سوچ کر ہی الجھن ہو رہی ہے۔ میں بہت ہائی جینک ہوں، تم ہی کھاؤ"

اپیل ہی اسکے ہاتھ سے جھپٹ کر وہ پلٹا تو سوہانے ادا سی نظر دے سینڈوچ پر ڈالی۔

"ٹھیک ہے میں بھی بہت ہوں، اب فیس کس کی بھی امید مت رکھنا۔ ناشکرا۔ اور ہاں تم جیسے نازک چوزوں کو شادی نہیں کرنی چاہیے، اتنا رومنٹک مومنٹ سپائل کر دیا۔ آج کے بعد مجھ سے کسی احسان کی امید بھی مت رکھنا۔ تمہارے لیے ٹرے میں سجا کر لاتی ہوں ناشتہ، اپیل بھی دے دو مجھے میرا" غصے سے ناراض ہوئے عمر کے ہاتھ سے اپیل بھی جھپٹ گئی جبکہ خود سینڈوچ کی بائٹ لیتی کمرے سے نکل گئی جبکہ عمر بچا رامنہ کھولے دیکھتا ہی رہ گیا۔

.._____..

اسے لگا تھا وہ تھیٹر میں تو اس تک نہیں پہنچ سکتا، ایک لووٹرائی اینگل رومنٹک مووی لگی تھی تبھی انیب کا اچانک پلین بنا، جاسم انکل کو بھی اس نے تیار کروایا تھا ساتھ پر وہ عین وقت پر منع کر گئے کہ وہ مزے سے انجوائے کرے۔

ابھی انٹرول ہوا تھا جب انیب کے ہاتھوں سے پاپ کارن کا کارڈ باول کسی نے چھپٹا، انیب نے جب گردن پھیری تو اپنے ساتھ بیٹھے عاقب کو دیکھ کر وہ اتنے ٹریجک انٹرول کے باوجود ہنس پڑی۔

ٹھیک دس گھنٹے بعد وہ اس تک پہنچ چکا تھا۔

"دس گھنٹے ہو گئے، آئی نیڈ مائی انرجی ڈوز"

بنا پیچھے بیٹھے لوگوں کی پرواہ کیے عاقب نے پر خمار و ضدی انداز اپناتے اسکی بلش والی گال چومی، وہ مسکرائی لیکن اس میں حیا شامل ہوئی۔

"تم پاگل ہو گئے ہو عاقب، لوگ کیا کہیں گے۔ کچھ اور مت کرنا"

انیب نے اس سے باول جھپٹ کر اپنی گال رگڑی اور گھبرا کر اسکے منہ میں بھی مٹھی بھرپاپ کارن ٹھوس گئی۔

"مجھے منع کرو گی"

منہ میں چپا کر ان ولن پاپ کارنز کو گلے میں کوفت سے نکلے انیب کے ہاتھ میں پورے حق سے اپنا ہاتھ جما کر انگلیوں سمیت پھنسا یا اور اپنی طرف جھٹکا دیا، انیب اسکے چہرے کے قریب ہوئی پر بو کھلا ہٹ لیے بہت پیاری لگی۔

"فلم شروع ہو گئی ہے عاقب"

وہ اسکی خمار سے بھری آنکھوں سے خوف کھائے بڑبڑائی۔

"ہم اپنی شروع کرتے ہیں"

عاقب کسی اور ہی رو میں تھا، یہ سکی شخص تو جان کو آگیا تھا، انیب کو ٹھنڈے پسینے آرہے تھے۔

"عاقب، ہم تھیٹر میں ہیں کیوں میرا صبر آزما رہے ہو، تم جانتے ہونا تم کتنے ہاٹ ہو، پھر بھی۔"

روہان سے ہوتے جس بے بسی سے وہ التجاء کیے بولی، پورے تھیٹر میں عاقب کا قہقہہ اس درجہ وحشی تعریف پر بلند ہوا، آگے بیٹھے لوگ پیچھے مڑے اور پیچھے والے اس پاگل کو گھورے جو اتنی مزے دار

فلم سے سبکی توجہ اتنا دلفریب سا ہنس کر ہٹا کر ستم ڈھارہا تھا، اسکی ہنسی خود انیب نے مدتوں بعد دریافت کی تھی، کئی لمحے تو وہ نہ آنکھ جھپک سکی نہ سانس لے سکی۔

"عاقب۔۔ ہنسنا بند کرو"

انیب کا دل چاہا کھینچ کر مکا مارے اسکے ڈولے پر۔ دانت پیس کر رہ گئی۔

اللہ اللہ کر کے وہ ہنسنا روک گیا تو سب حاضرین کی توجہ فلم نے دوبارہ کھینچی کیونکہ سین ہی کچھ ایسا تھا، عاقب نے بھی ہنسی کو مسکراہٹ بنائے سکریں پر نظریں جمائیں جبکہ انیب سے سامنے دیکھنا محال تھا حالانکہ بس وہاں ہیر و ہیر و نین ایک دوسرے کی آنکھوں میں کھوئے تھے۔

"دیکھو ناں فلم۔ تمہارا فیورٹ سین چل رہا ہے۔ تمہاری طرح وہ فسادن ہیر و ن بھی معصوم لونڈے کو ہیناٹا کر رہی ہے"

عاقب نے اسے جان بوجھ کر کندھے سے کندھا مارے اکسایا۔

"جاو گے تو دیکھو گی"

انیب نے بے بسی سے پارپ کارن چھوڑ کر چاکلیٹ پکڑ کر ریپر اتارا اور دانتوں سے چھلینے لگی۔

عاقب کو شرارت سو جھی تو جان بوجھ کر اس سے چاکلیٹ چھینی اور بظاہر پوری منہ میں لے جاتے بس

ایک بائیٹ لے کر شرانگیز شرافت سے واپس تھمائی تو انیب کا دل اسکا سر توڑنے کا کیا۔

"کھاو ناں فسادن، یہ بہت مزے دار ہو چکی ہے"

انیب نے اسکی طرف نہ دیکھتے غصہ ضبط کیا اور بائٹ لی پر منہ ایسے ہی بنایا جیسے زہر کھار ہی ہو تبھی تو وہ پھر ہنسا۔

"آا، میری جھوٹی کھالی۔ اب تم بھی ہاٹ ہو جاو گی۔"

جان بوجھ کر اسکے کان کی اور جھکے، جو بولا اس پر انیب بھی بے اختیار ہنسی، دونوں کی شر دبار قسم کے تبسم میں نہائی آنکھیں ملیں۔

"جاویار، کیوں تنگ کر رہے ہو؟"

انیب سے اسکے پاس بیٹھنا بھی مشکل ہو رہا تھا تبھی اس بار وہ اسکی گال پر جھکتا ہلکی سی دائیں بائیں بھٹک کر جسارت کر تا فوری پیچھے ہوا تو انیب کا چہرہ سرخیوں میں ڈھلا۔

"ابھی ہی تو زندگی کا مزہ آیا ہے، دس گھنٹے بعد پھر آؤں گا۔ اور اس بار کی کسر بھی نکالوں گا اپنی ہوٹنس اور بولڈنس سے۔ یونواٹ آئی مین۔ دیکھو اپنی بورنگ فلم اب۔۔ بائے"

ایک بار پھر ہوا کے تیز جھونکے سا وہ انیب کو مہکا کر جیسے آیا ویسے ہی چلا گیا جبکہ انیب کا دل اب کہاں اس بڑے پردے پر دیکھائی جاتی لوو سٹوری سے لگتا، اسے تو عاقب کے ان رنگوں سے ہر لمحہ نئی محبت ہو رہی تھی، زہے نصیب۔

داران نے ریست کیا کرنا تھا، داریہ سے ملاقات کے ساتھ اپنی ٹیم کو فائنل دھماکے کے لیے خبردار کرنا زیادہ ضروری تھا، انڈرگر اوڈ راستے سے اسلحہ اور بارود گریول ولا کے اندر لایا جا چکا تھا، داران نے سوہا کو ای میل بھیجی جس سے عمر اور رجاں تک بھی اکیٹو ہونے کی خبر پہنچ گئی۔

جبکہ یچی کے ساتھ اسکا ڈائریکٹ رابطہ تھا جس نے اسے تمام گنز کو جا کر دیکھنے اور چھپانے کا کام دیا، ایک سو پچاس داران کے لوگ اپنی اپنی ڈیوٹی پر چوکس ہو چکے تھے۔

داران نے چیلنج کیا، بلیک ڈنر سوٹ پہنے نک سک ریڈی ہوا، اور روم میں آتے ایک پرائیوٹ کال اٹینڈ کی جو کسی منہاز نامی این جی او اوئر کی تھی، جسے داران چالیس ملین کا ہیرا، دس ملین میں دلوانے والا تھا، اسکی موسکو کے جلا دسے ڈیل ہو چکی تھی۔

چالیس ملین میں وہ ہیرا جو منہاز سے خریدتا وہ ساوتھ آفریقن گینگسٹر رو شینگی تھا مگر اس سے ملنے والا پیسہ منہاز کی ویل فیئر آرگنائزیشن میں جا کر یتیم بچوں اور لاغر بوڑھوں کے لیے وقف ہونے والا تھا۔ جبکہ اسکے بعد گریول جان جاتا داران کی اصلیت۔

"سنو! سب اکیٹو ہو جاؤ۔ ہمارا مشن فائنل مرحلے میں داخل ہو چکا ہے۔ اپنی آنکھیں کھلی اور دماغ حاضر رکھو، میری اگلی کمانڈ کا انتظار کرو تم سب"

داران نے بیک وقت سب سے کنکٹ کیے بریگ دی اور خود آہستگی سے داریہ کے کمرے میں گھسا مگر اسی لمحے گریول کے گارڈ نے اسے دیکھا تو ترنت گریول کے پاس دوڑا، داریہ جو اپنی بلیک ڈرئس کے ساتھ ایئرنگز چوز کر رہی تھی، مانوس سے بازوؤں کے یکدم حاوی ہالے پر سہم گئی۔

"تم ماہیر ہوناں؟"

اپنے عقب میں اس کے توانا وجود کا حصار اور پھر پیٹ پر بندھے داران کے ہاتھوں کا لمس پہچانے وہ اسکی سمت پلٹنا چاہتی تھی پر وہ ایسا نہیں چاہتا تھا، جب تک اس لڑکی کی خوشبو سے اپنے اندر کا بگھڑا نظام نہ سنوار لینا۔

"اور کسی کی جرت ہے کیا کہ تمہارا سایہ بھی چھو سکے، میں تم سے دور رہنے کے قابل ہی نہیں رہا داریہ۔ کیسی جان لیوا محبت کر بیٹھا ہوں، کہ نہ تم سے چھپ سکتا ہوں نہ تم او جھل ہونے دیتی ہو"

اسکے کمزور لہجے پر وہ تمام تر مزاحمت کے پلٹی تو کچھ دیر کے لیے وہ ماسک ہٹا چکا تھا پر آنکھوں میں لینز ویسے ہی تھے۔

وہ اداس سنہری آنکھیں، ماہیر کے دیدار سے چمک اٹھیں۔

"میں تمہیں سات پردوں میں بھی پہچان سکتی ہوں، تمہارے ہاتھ کی ایک پور کا ہلکا سا لمس بھی میرے دل میں جان ڈال سکتا ہے۔ پھر تم پورے کتنی بڑی شفا ہو میری، سوچنے کی کوشش بھی مت کرنا ورنہ دل بند ہو جائے گا میری محبت کا سوچ کر"

اسکے دونوں گال لپک کر نماہٹوں کی دلکشی سے چومتے وہ اپنے جذبات کو لٹاتی چلی گئی، ہر ہر نقش تک جس سے داریہ کو عشق تھا۔

"داریہ! داریہ ایسے لاجواب مت کیا کرو، ویسے تم جب سے یہاں آئی ہو تم سے الگ سی خوشبو محسوس ہوئی ہے، جیسے کوئی روح پرور ساعطر چھڑکا گیا ہو تمہارے چار سو، خوبصورت بھی پہلے سے زیادہ لگ رہی ہو، تمہاری آنکھیں اضافی سنہری ہیں۔ یہ میرا وہم ہے یا دوری نے میرے دماغ کے سیل ویک کر دیے ہیں؟"

وہ داران کی باتیں سنے آخر تک روہانسی شکل ترک کرتی ہنس پڑی، اسکے سینے لگی، بہت سکون ملا، گویا کل سکون ہی اسکا اس گرفت میں تھا۔

"بتاؤ ناں داریہ"

اسکے گلے لگے رہنے کی طوالت پر وہ بے چین ہوا تو وہ دھیرے سے اس سے دور ہوئی۔

"میرے چار سو جو عطر چھڑکا گیا ہے وہ ماہیر شاہ کی نظر کا سایہ ہے، محبت کا جادو ہے۔ جب تم لاجواب ہو کر میرے سامنے نظریں جھکا لیتے ہو تو دل چاہتا ہے تمہارے قدموں میں گر کر فنا ہو جاؤں۔ مجھے دیکھ کر بات کیا کرو، اچھا لگتا ہے"

اسکی دونوں آنکھیں جو کچھ درد میں تھیں انھیں باری باری چوم کر سمجھانے لگی تو وہ مسکرا کر اسے دیکھتا سر ہلا گیا۔

"میں تمہیں دیکھتا رہوں تو اصل بات بھلا کر بے تکی ہانکنے لگتا ہوں تبھی ادھر ادھر دیکھ کر دماغ کو جھٹکا لگاتا ہوں کہ لائن پر آجا، یہ لڑکی تو تا عمر کا نشہ ہے۔ اس سے نجات کہاں ملنی ہے۔ مجھے ہی خود کو دھکیلنا پڑتا ہے، کہ ہوش کر داران ماہیر شاہ! اک دنیا محبوب کے علاوہ بھی ہے"

ایسے عاشقانہ، دلبرانہ جواب پر کوئی کیونکر نہ مرٹتا، وہ بے اختیار اسکے قریب سرک کر داران ماہیر کی جانب سے نشاط سے بھرے لمس کو پائے اسکے ہونٹوں کے قریب سرکی، کئی لمحے اسی میں محور ہی جب آنکھیں کھلیں تو دونوں طرف محبوبیت تھی۔

وہ اسکے ہونٹوں کی روٹھی شکایتیں، زائقے کی مانند محسوس کیے خبر پا بیٹھا کہ کتنا لمس کیا گیا ہے اسے۔
"تم تیار ہو ڈی کے؟"

یکدم ہی وہ سنجیدہ ہوا جس پر داریہ نے فوری ہاں کی۔

"کوئی ایسی سچویشن ہوئی کہ تمہیں، مجھے شوٹ کرنا پڑا تو بلا جھجک کرنا، میں جانتا ہوں تم سے میری جان نہیں لی جاسکے گی۔ سو بچ جاؤ گا۔ پر آج گریول کو جیتنے مت دینا، یہ صرف احتیاطی تدبیر ہے۔ ممکن ہے اسکی ضرورت نہ پڑے لیکن اگر آج تمہارے ہاتھ ایک بار بھی کانپے تو کبھی بات نہیں کروں گا تم سے۔ پر امس می"

اتنے پیار سے چھو کر وہ روح جسم سے کھینچنے والی اذیت بخش کر نارمل بہت تھا، داریہ نے اسکا گریبان دبوچا، اک لمحہ تو داران بھی گھبرا یا۔

"ڈی کے سر پھری ہے، بکو اس برداشت نہیں کرے گی جلاد۔ داریہ ہی ہے جو تمہاری ہر ناجائز اور جائز لفظی پھلجھڑی سہہ جاتی ہے۔ اس لیے ایسا پر امس آگے سے لینے سے پہلے سو بار سوچنا"

سخت غصے سے وہ اسکے منہ کے پاس غرائی تھی، خوبصورت چہرے کی رگ رگ میں عتاب گھلتا دیکھ کر داران ماہیر شاہ کی آنکھیں خمار سے بھریں۔

"اوہ! میری بے رحم، سفاک، وحشی، جلاد!"

داران نے ڈرنے اور متاثر ہونے کی زہریلی ایکٹنگ کی تو داریہ کی سوختہ جان سی ہنسی ہونٹوں سے نکلی اور رخساروں تک نمی سرخی گھسیٹ لائی۔

"تمہیں پتا ہے ماہیر شاہ! بہت بے رحم ہو تم"

ساتھ ہی اسکی آنکھیں بھیگیں تو داران نے آنکھوں کی قوت سے اسے رونے سے روکتے اپنے ساتھ پوری حلاوت سے لپٹایا کہ انگ انگ بول اٹھا کتنی بڑی راحت ہو تم۔

"تمہیں میرے حق میں اتنا مہربان ہونے کا کس نے کہا تھا، اب بگتو میری بے رحمی۔"

اول درجے کا دشمن جان تھا وہ، بولتا نہیں تھا، نبض سے حرکت و جان نوچتا تھا۔

"کی۔۔ کیا کروں، مر جو گئی ہوں تم پر۔۔۔۔۔"

روبرو ہوتے آنکھیں نم کیے اپنی ہار مانی تھی۔

"میں تمہارے اس مرجانے پر بھی قربان۔۔۔۔۔ بس۔ رو نہیں، روتی تم ہو، حلق میرا گھٹتا ہے۔۔۔
واٹ آنکشن۔۔۔ آہا"

اسکے آنسو پیار سے پونجھتے ماتھا چوم کر تھوڑی سی شوخی مارے ہنسانے کی کوشش کی پر یہ بندہ جب جب
گلے لگاتا داریہ کا دل اسکی محبت و الفت میں مچل اٹھتا۔
"ظالم درندے"

اسکے سینے پر مکا مارتی دور ہوئی پر خود ہی اسکے زخم کا خیال روہانسا کر گیا۔
"جب سے تم ملی ہو، میرے زخموں کو جلدی بھرنے کی عادت ہو گئی ہے۔ یہ سالہ بھی بھر گیا، ڈونٹ
وری، ایک اور پنچ مارو مجھے تاکہ میرے دل کا دماغ درست ہو"
اسکے اکسانے پر وہ تڑپ اٹھتی اسکی گردن میں بازو لپیٹے اسکے گلے لگی۔
"م۔۔۔ ماہیر!"

شکوے کی صورت، ہچکی کی طرح وہ اسے پکاری۔

"جی سوئیٹ ہارٹ"

وہ بھی تو اسے خود سے لپٹائے دل و جان سے جو ابا پکارا۔

"بہت پ۔ پیار کرتی ہوں میں اپنے ماہیر سے"

داریہ کا روح پرور اظہار موسموں کو حسین کر سکنے کی اہلیت رکھتا تھا۔

"میں بھی، اپنی داریہ سے"

جبکہ جلاد کا مخمور جواب سرد ہو اواں کارخ پھیر سکتا تھا۔

.._____..

"آئی ایم سوری"

سواہ اپنی گن لوڈ کیے پینٹ کی پچھلی طرف دھنسائے مسلسل عمر کو اگنور مار گئی تو وہ مزید اسکی اجنبیت نہ سہے بازو سے دبوچ کر اپنی اور کھینچے بول اٹھا۔

"فی الحال مشن ٹائم، تمہارے پاس اب فرصت سے سیکوں گی۔ دور ہٹو"

صبح کا غصہ دن تک برقرار تھا، عمر نے یچی والے چراشیم اس چھٹانک بھر کی چھوڑی میں دیکھ کر اپنی خیر ہی مانگی۔

وہیں بیلا اپنی تمام ایجنٹس سے اچھی خبر پائے خوش تھی، ان سب نے گریول کے تمام گارڈز کو جہنم واصل کر دیا تھا اور آکیڈمی واپس پہنچ چکی تھیں۔

"ہمیں چلنا چاہیے، ہمارے اس گیٹ آپ کا آخری دن ہے"

یچی نے ہی زبردستی اسکا موڈ اچھا دیکھے بات کی کوشش کی پر وہ پاس سے بے نیاز بنی گزرنے لگی جب یچی نے اسکی بازو پکڑے اپنے سامنے روکا۔

بیلا نے اسے نظر بھر کر دیکھنے کی بھی زحمت نہ کی۔

"میرے اور تمہارے آمنے سامنے کا بھی آج آخری دن ہے، مر بھی گئی تو کسی گھاٹے میں نہی۔۔۔"

اسکی اس سفاکانہ بات پر یچی کا دل چاہا اسکے منہ پر ہاتھ رکھے یہ بات اسکے اندر ہی گھوٹ دے۔

اور رکھ بھی بیٹھا، بیلانے بے دردی سے اسکو اور اسکے ہاتھ کو خود سے دو فٹ دور جھٹکا۔

"نہیں رہے گی بیلا بخاری، میری زندگی میں سب ختم ہو ہی گیا ہے تو میں باقی رہ کر کیا کروں گی۔"

جس قدر تکلیف میں وہ کہہ کر گئی، یچی نے لڑکھڑا کر دیوار کو تھاما تھا۔

"یا اللہ یہ مجھ سے اس وقت خفا کیوں ہو گئی ہے جب مجھے لگ رہا ہے میری ساری خوشی اس کی محتاج

ہے۔ پلیز ہیلپ می"

اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے یچی نے گہرا سانس کھینچا۔

وہیں رجال اس وقت گریول کے ساتھ تھا اسے آئینے کے سامنے کھڑا کوٹ پہنتا دیکھ کر سلگ رہا تھا۔

"آج کی رات ساتھ ڈنر کریں گے، میں تمہاری ساری ناراضگی دور کر دوں گا"

گریول پلٹ کر اسکے قریب آیا، اسکی زخمی گال پر ہاتھ پھیرتے اسکے ہونٹوں کو چھوا ہی جب رجال نے

اسکا ہاتھ حقارت سے پرے جھٹکا، گریول اس دھتکار پر ضرور اسے سزا دیتا پر گارڈ کے دروازے پر

جارحانہ دستک پر وہ رجال سے فاصلے پر ہوا۔

گارڈ کے چہرے کی منحوسیت دیکھتے رجال اٹھا اور بنا کچھ کہے کمرے سے نکل گیا۔

"تمہیں ابھی آنا تھا؟"

گریول، رجاں کے نکلتے ہی اپنے گارڈ پر تمللایا۔

"ماسٹر، کچھ گڑبڑ ہے"

وہ خوفزدہ تھا لیکن گارڈ نے جو بتایا اس سے ایسا لگا خوف، گریول میں منتقل ہو گیا ہے۔

.._____..

نیلامی کے لیے ہال سج چکا تھا، کئی کڑور پتی شاہی ہیرے کو خریدنے جمع تھے، سیٹج کی اجارہ داری ڈی کے سنبھال رہی تھی، شاہی نیلے ہیرے کو ایک لیز لاک سیف میں رکھ کر سیٹج کی دائیں جانب زینت محفل بنا رکھا تھا، ہر کوئی بہت ایکسانڈ تھا۔

رونلڈ نے بھی اپنی جگہ سنبھال رکھی تھی۔

"ہم بولیاں شروع کرتے ہیں، تو سٹارٹنگ اماونٹ فائیو ملین ہے، جو دلچسپی رکھتے ہیں پلیز اپنے ہاتھ بلند کیجئے"

دار یہ نے انگریزی زبان ہی استعمال کی، سامنے بیٹھے کئی لوگ اس اماونٹ پر کافی ریلکس تھے لیکن فائیو ملین پر کئی لوگ آمادہ دیکھتے رونالڈ کی جانب سے سات ملین کی آواز بلند ہوئی، لمحہ بھر ہال میں سناٹا جبکہ گریول کے چہرے پر کمینگی ابھری۔

"سیون ملین! جی تو ہاتھ بلند کیجئے"

ڈی کے کی آواز جوش سے بلند ہوئی۔

"ٹین ملٹین"

یہ مہناز تھا جس نے یکدم بولی بڑھا ڈالی، گریول نے شاطر نگاہوں سے رونا لڈ کو اشارہ کیا پر داران بڑے مزے سے ریلکسنگ سنیر گما کر محظوظ ہوا۔

"ٹین ملٹین، کیا کوئی اور دعوے دار ہے؟"

داریہ کی آواز پھر چہکی پر ہال میں خاموشی چھا گئی۔

چالیس ملٹین کا ہیرا دس ملٹین میں جاتا دیکھے گریول کے ہاتھ پیر پھولے۔

"یہ بول کیوں نہیں رہا؟"

گریول نے اپنے آس پاس کھڑے گارڈ کو رونا لڈ تک بھیجا مگر داران نے مزے سے سیٹج پر کھڑی داریہ کو آنکھ ماری۔

"بہت غریب تھا یہ تبھی دس بھی بہت ہیں، بچارے کی خوشی دیکھو۔۔۔ غریب مسکین"

داران نے اپنے قریب آتے گارڈ کے کان میں ہنس کر مہناز کو آنکھ ونگ کرتے کہا جبکہ اس وقت دس ملٹین کہنے والا ہیرے کی ملکیت پا چکا تھا، سیٹج پر اسکے سودے کی فارمیٹیز پوری کی جا رہی تھیں جو خوشی سے پھولے نہ سمارہا تھا۔

"ماسٹر گریول! میں نے آپکو کہا تھا یہ رونا لڈ نہیں ہے۔ وہ مر تو سکتا تھا پر آپکا نقصان نہیں کروا سکتا تھا۔ اسے میں نے ڈی کے روم سے بھی نکلتے دیکھا تھا۔ کچھ گڑبڑ ہے ماسٹر"

ساتھ کھڑے گاڑنے کر سی سے اٹھ کھڑے گریول کو پھر بھڑکایا، سیکورٹی کو اشارہ ملنے کی دیر تھی کہ وہ سب داران کے گرد گھیر اڈال گئے، سیٹیج پر کھڑی داریہ نے فوراً سے پچھلے حصے کی جانب اتر کر بیک کار نر مڑتے ہی اپنی گن اٹھا کر لوڈ کی۔

ایک ہی اشارے سے اپنے لوگوں کو محتاط کیا۔

گریول ولا کا ہال اس وقت گریول کے لوگوں سے بھر چکا تھا، داران نے شر بار نگاہ گما کر گریول کو دیکھا جو اسے اپنے سامنے دیکھ کر گن اٹھا کر اسکے چہرے کی طرف لایا۔

"کون ہو تم؟"

گریول بولا نہیں گر جاتا تھا، ڈی کے بھی فوری قریب آئے رکی۔

سوہا، رجال، عمر، یچی اور بیلا اپنی اپنی جگہ سنبھال چکے تھے۔

سنا پُر پکڑ کر کھڑا یچی ٹھیک اوپری منزل پر رکا گن کو گریول پر تان چکا تھا۔

"میں رونا لڈ"

بہت سنجیدگی سے بتایا۔

"کیا تم نے مجھے چو** سمجھ رکھا ہے"

گریول کے جسم کا لہو اسکے چہرے پر آیا، داران نے کھل کر قہقہہ مارا۔

"ہاں ناں، سوری ٹو سے وہ تو آپ ہیں ماسٹر (قریب ہو کر کان میں بولا)، کیا کرتا دس ملین سے آگے گنتی ہی گھبراہٹ میں بھول گئی۔۔۔ معاف کر دیں"

سابقہ مستی برقرار تھی۔

"ڈی کے سے کیا تعلق ہے تمہارا؟"

گریول نے جب یہ سوال کیا تو داریہ جو اسکی طرف کھڑی تھی سہم کر دو قدم دور ہوئی۔

"وہی جو آپکا ہے، پہلی ملاقات میں ہی دل کو لگ گئی تھی اس سے ملنے اسکے کمرے میں چلا گیا۔ مجھ پر یقین نہیں تو اسی سے پوچھ لیں"

فورا سے واپس کر یکٹر پکڑے وہ معصومیت کا شہکار بنا۔

گریول کا غصہ دیکھ کر داریہ نے داران کو آنکھیں نکالیں، موت کے منہ میں کھڑا وہ مستیاں کر رہا تھا۔

"اچھا، ڈی کے کیا یہ سچ کہہ رہا ہے۔ ایسا تو نہیں تم دو مل کر مجھے دھوکہ دے رہے ہو؟"

گریول نے خونخوار نظر داریہ پر ڈالے استفسار کیا۔

"میں آپکو کیوں دھوکہ دوں گی، یہی گر رہا تھا مجھ پر۔ گرا پڑا آدمی"

داریہ نے بھی دانت پیس کر سلگتے ہوئے جواب دیا، داران کافی امپریس ہوا، لیکن کسی کے گماں میں نہ تھا یہ مزاق جان لیوا ہونے والا ہے۔

"ٹھیک ہے شوٹ ہم، اسکی ضرورت نہیں اب مجھے، چالیس سے پچاس ملین کا فائدہ ہوتا ہے اس نے ہیرے کو کوڑیوں کے دام بیچ دیا۔ اسکو بھی سزا ملنی چاہیے اور تمہیں بھی اپنا غصہ نکالنا چاہیے"

گریول نے گویا یہ کہہ کر ہر فرد پر لرزاں طاری کیا، خفیف سی پریشانی داران کو بھی ہوئی۔

"م۔۔ ماسٹر گریول! کیا کہہ رہے ہیں۔ میں اپنے ہی پارٹنر کو کیسے شوٹ کروں پیسہ آجائے گا پر وفادار ساتھی نہیں ملیں گے"

داریہ نے ڈر پر قابو پاتے بات بنائی پر گریول نے اسکے گن والا ہاتھ پکڑے جھٹکے سے ٹریگر دبایا تو گولی سیدھی داران کی اوپری بازو میں جادھنسی، بس زرا سا جھٹکا لگا تھا داران کو۔

اور ساتھ ہی خاموش سی گولی گریول کے کندھے میں دھنسی۔

گریول کراہتا ہوا دو قدم پیچھے ہوا تو اوپری پورشن سے گولیوں کی اندھا دھند برسات شروع ہوئی، داران کے سب لوگ ایک ایک گریول کے آدمی کو اگلے دو منٹ میں دبوچ چکے تھے۔

البتہ داریہ نے اپنا اسکارف اتار کر داران کی زخمی بازو پر کس کر باندھ دیا پر خون بہت نکل چکا تھا، وہ اسکا گال تھپکا کر فکر سے نکالتا خود مزے سے گریول کی اور لپکا۔

رجال نے اپنی گن نکالی اور خاموشی میں چنگار بلند ہوئی اور کھڑا گریول پیر میں لگتی گولی پر کوکتا ہوا زمین پر گرا۔

پورے گریول ولاپر جلاد کے لوگ قابض ہوئے، موسکو کی پولیس پورے ولا کو گھیر چکی تھی، ڈان کی موت کی لائیو کوریج موسکو تک پہنچانے کا ٹھیکہ عمر کے ہاتھ تھا۔

"کون ہو تم؟"

کراہنے کے باوجود گریول زمین پر بیٹھا اس آدمی کی طرف دیکھے خوف سے بڑبڑایا۔

"میں! رابل گیرٹ کا وہ سایا جو دنیا میں ہی رہ گیا۔ دیدار کرواؤں تمہیں اپنا؟ پر ایسا نہ ہو تمہیں مجھ سے بھی پیار ہو جائے ٹھہر کی"

زخمی بازو کا اس وقت کوئی درد نہ تھا، داران نے دونوں گھٹنوں پر ہاتھ رکھے اور جھک کر گریول کا خون جلا یا۔

"مرے گاتو بھی آج، کیونکہ وہ بھی ایسے ہی مجھے قابو کرنے چلا تھا۔ کاٹ دی سالے کی گردن۔ بھلے دل کئی ٹکروں میں بٹ گیا میرا، پر مارنا پڑا اسے۔ مجھے ہاتھ ہی نہیں لگانے دے رہا تھا، چھونے ہی نہیں دے رہا تھا۔ پیاس جب حد سے بڑھتی ہے تو وحشت بن جاتی ہے۔۔۔۔۔۔ تم مرنے والے ہو، تمہاری بھی گردن کاٹوں گا دیکھنا"

گریول میں کوئی خوف نہ تھا اور بے خوف دشمن تو ویسے بھی جلاد کی کمزوری تھے۔
رجال نے ایک ہی وار سے گریول کو زمین پر گرایا اور اس کا گریبان اپنے مضبوط ہاتھ میں لیا۔

"تو مارے گا؟ تیری اوقات ہے؟ کہ تو جان لے کسی کی مزید۔ بس کھڑا بھر گیا تیرے ظلم کا۔ اب اس کھڑے میں تیری راکھ دفن ہوگی۔ اور پورے موسکو کے لیے تو عبرت بنے گا"

رجال نے اسے اتنا تو سمجھا دیا کہ وہ اسے جلانے والے ہیں پر پھر بھی گریول اپنا ہاتھ خباثت سے رجال کے چہرے پر پھیرتا لیٹے لیٹے ہنسا۔

"بے بی بوائے، اتنا غصہ نہیں کرتے۔ تمہارے غصے پر دل پھر عاشق ہو گیا میرا"

رجال نے اس بکو اس پر مکا اسکے جڑے پر جڑے زخمی کیا تو عمر اور سوہانے ہی اسے پکڑ کر اس سے دور کیا جبکہ یچی اور بیلا بھی وہیں آچکے تھے۔

گریول کسی سے خوفزدہ نہ تھا، سب اسی کی طرف دیکھ رہے تھے، کسی کے وہم و گماں میں بھی نہ تھا کہ وہ زخمی کندھے اور پیر کے باوجود کچھ کرے گا، پاس ہی مردہ پڑے گارڈ سے گن لے کر اندھا دھند فائرز کیے اور جب تک سوہا اسکے منہ پر تھپڑ رسید کرتی اس سے گن لیتی، نسوانی چینخ پر وہ سب گھبرا کر پلٹے۔

سب تھم گیا، بیلا کی گرے کرتی خون سے تر تھی اور وہ فرش پر بری طرح گری تھی، یچی حیدر کو لگا کسی نے اسکے دل کو مسل دیا ہو، یہی نہیں داران کے تین گارڈز بھی مارے گئے، لیکن ان کے شکنجے سے آزاد ہوتے گارڈز کو ڈی کے نے بروقت ہلاک کر دیا، یچی، سوہا اور عمر بیک وقت گری بیلا کی طرف دوڑے تھے جبکہ قدم تو داران ماہیر شاہ کے بھی اس لڑکی کی طرف لپکے تھے جو اسکی امان پروردہ تھی۔

قیامت سے پہلے قیامت تھا یہ لمحہ!

ملبورن میں رات ہو چکی تھی، اچانک سے انیب کو شدید باڈی پین اور فیور کے ساتھ سویر قسم کا فلو ہو گیا۔

یہ بالکل موسمی اثر تھا کیونکہ ملبورن میں ٹھنڈی ہوائیں چلنے کا آغاز ہو چکا تھا۔

"دور رہنا مجھ سے، بہت برا فلو لگ گیا ہے۔ یقیناً کرونا ہو گا جو اتنی سپیڈ سے حملہ آور ہوا"

کمرے کا دروازہ دس گھنٹے بجتے ہی دھرم سے کھلا اور وہ جو چھینک چھینک کر آدھی ہو گئی تھی، عاقب کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر اٹھ کر بیڈ کے دائیں طرف جاتی بھاگی۔

"واٹ! ایک تو میں دیوار پھلانگ کر آیا اوپر سے تم اتنے گندے بہانے بنا رہی ہو۔ شرافت سے ادھر آوور نہ میں زبردستی کے چکر میں دو منٹ لگا کر رخصتی کروالوں گا"

اسکی جانب غصے سے بڑھتے مسلسل بولتا گیا جبکہ انیب دیوار سے لگ جاتی مزید بھاگنے کا راستہ نہ پائے رک گئی تو عاقب ٹھیک اسکے قریب جا کر رکا۔

انیب کا چہرہ ہیٹ چھوڑ رہا تھا جبکہ اسکی ناک بھی سرخ تھی، عاقب موہان کی ضد لمحہ لگا کر فکر بنی۔

"ہے! تم تو واقعی اتنی گرم ہو رہی ہو۔ یہ میرا جھوٹا کھانے کا اثر لگتا ہے، ہائٹنس سے پھٹنے والی ہے میری

فسادن"

وہ اسکے ماتھے کو ہاتھ سے چھوتا حرارت محسوس کیے اسکی گرم سانسوں کے قریب ہوا تو انیب صرف لفظ "میری" پر ساری مزاحمت بھول گئی، اسکی دبی دبی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔

"محبت سے پھٹنے والی ہوں، کیوں کر رہے ہو یہ سب، عادتیں خراب کر کے مجھے چھوڑ کر چلے جاو گے تو زندہ نہیں رہ سکوں گی"

فکر میں ہلکان عاقب، اسکے یکدم بھیگ جاتے لہجے پر ساکن ہوا، ہاتھ بڑھا کر اسکے بالوں میں انگلیاں پھیریں اور جبین چومی۔

"میں نے کہا تھا ہمیشہ بیوی رہو گی پھر یہ بکو اس کیوں سوچی، چلو ہو سپٹل تمہیں بہت سخت فیور ہو رہا ہے۔ آگ کی طرح تپ رہی ہو"

ڈانٹنے میں بھی استحقاق ملا تھا اس شخص کا بس نہیں چل رہا تھا ٹھنڈک کا وجود رکھتی ہر شے انیب کے گرد لپیٹ دیتا۔

"نو، آئی اونلی نینڈیور ہگ"

وہ بازو پھیلاتی اسکے توانا وجود کو حصار میں بھرے اسکے شانے سے چہرہ جوڑے ہاتھ سختی سے باندھ گئی، عاقب کے رونگٹے کھڑے ہوئے، وہ بہت زیادہ جل رہی تھی۔

"میں نے جو دھمکی دی اسے سر پر سوار کر لیا تھا کیا؟ اچھا نہیں لگ رہا تمہیں یوں دیکھ کر۔۔۔۔ ادھر دیکھو"

وہ بے تابی سے اسکی بازو کھولتا سامنے لایا تو وہ بھاری پلکیں اٹھاتی اسے محبت اور پیار سے دیکھنے لگی۔
"شاید آتے ہوئے ٹھنڈی ہوا لگ گئی ہے، میں دل پر صرف تمہیں لیتی ہوں، وہ بچارا اسی سے دب جاتا ہے۔ تمہاری کوئی بات لینے کی گنجائش کہاں رہتی ہے"
اس کیفیت میں وہ چپ رہتی یا بولتی، عاقب کی جان ہی کھینچتی۔
"اچھا ٹھنڈی پٹیاں کروں؟ ممی کرتی تھیں جب مجھے فیور ہوتا تھا اور نانی جان بھی۔ ایسے تو مر جاو گی یار، میں کیا کروں گا۔ دیواروں سے سر ٹکراؤں گا کیا؟"

بچوں کی طرح وہ اسکی فکر کرتا انیب کو خوشیوں کا خزانہ بخش رہا تھا، انیب نے تھکن سے لبریز سی ہاں کی تو وہ اسکو پکڑ کر بیٹھائے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگوائے کمرے سے نکلا، پوری کوشش کی جاسم سے ٹاکراؤن ہو اور وہ بھی کمرے کے دروازے کے پیچھے چھپے اسے دیکھتا رہا پر عاقب کی انیب کے لیے اس محبت میں رکاوٹ نہ ڈالی۔

وہ جب واپس آیا تو سفید موٹا ٹاول سا رومال اور فرنج کا ٹھنڈا پانی باول میں اسکے ہاتھ میں تھا۔
انیب نے اسے پاس بیٹھتے محسوس کیے بند آنکھیں کھولیں، ٹشو سے ناک رگڑتی مسکرائی تو وہ شرارت سے منہ بگاڑ گیا۔

"تم بیمار پڑ کر اور پیاری لگ رہی ہو"

عاقب نے رومال گیلیا کیے جب انیب کے ماتھے پر رکھا وہ اتنا ٹھنڈا تھا کہ وہ بے اختیار اسکی بازو میں ناخن گاڑ گئی، تبھی تو اس کھروچ کے باوجود وہ اس لڑکی کی ادا پر مر مٹا۔

"س۔ سوری، جنگلی ہوں پوری۔ یہ بہت ٹھنڈا ہے"

انیب کو لگا کر نٹ سالگ رہا ہے تبھی تو عاقب جھک کر اسکے چہرے تک آرکا۔

"تو کیا آگ سے ٹکور کروں، جب عقل بٹ رہی تھی تب تم ایٹوڈ لینے چل پڑی تھی ناں۔۔۔۔"

عاقب نے اتنے پاس آکر عزت کی کہ وہ بچاری تلملا بھی نہ سکی۔

"بہت برے ہو تم"

منہ پھیر کر روٹھ گئی تو عاقب نے اپنی ہتھیلی گیلی کیے اسکی گردن پر پھیری، انیب کو شدید راحت ملی۔

"آئی نو، آو میں تمہیں شاور دلوا دیتا ہوں۔ بڑا مست ہو رہی ہوناں ٹھنڈے ٹھنڈے ہاتھ لگنے پر"

وہ جو مسرور تھی اس آدمی کی بے باک بات کانوں سے دھواں نکال گئی۔

"ت۔۔ تم ناں بہت واہیات ہو"

انیب کا بس نہ چلا کہیں جا کر خود کو چھپا آئے پر باخدا اس آدمی کی بہکی نظریں ہوں یا بے باک باتیں

برداشت سے باہر تھیں۔

"ابھی کوئی واہیات حرکت کی ہی نہیں تو لقب مل گیا، جب کر دی تم تو میرے اشتہار چلوا دو

گی۔ فسادن"

اپنی ہی دھن میں وہ واپس اسکے ماتھے پر گیلارومال رکھے حرارت میں کمی کو دھیرے سے دبانے لگا، انیب نے سکون سے آنکھیں میچیں تو کچھ لمحے بعد ہونٹوں پر پھیلتی گرم سانسوں اور گرفت نے انیب کی جان جسم سے کھینچ لی۔

یہ کیسی مسیحائی تھی آخر عاقب موہان کی؟

"ع۔ عاقب، تمہیں بھی فلو ہو جائے گا پاگل ہو گئے ہو۔ جاو تم پلیز اب مجھے بھی سونے دو۔ میڈلسن ویسے بھی لے لی تھی۔ تم پاس رہے تو میرا ٹمپریچر شوٹ کر جائے گا۔"

اسے پرے کیے وہ ٹھیک سے بیٹھی، عاقب نے باول اور رومال سائیڈ پر رکھے اٹھ کر قریب ہو کر بیٹھے انیب کی ناک کا سرخ کنارہ دیکھتے پھر اسکی ڈری اداس آنکھیں دیکھیں۔

"انیب! دوبارہ بیمار مت پڑنا، ادھر (اپنے سینے پر ہاتھ پھیرتے بتاتا شدیدائی سا لگا) کوئی بے چین ہے۔ جیسے یہ (پھر دل پر انگلی ماری) چاہتا ہو تمہاری ہر وبا اور بلا خود پر لے لے۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے، تم اتنی ضروری کیوں لگ رہی ہو۔"

اپنے ہاتھ کو اٹھا کر اس نے عاقب کے رخسار پر ہتھیلی پھیری، پھر یہی دوسرے ہاتھ کے ساتھ کیا اور پیار سے عاقب کی صبح پیشانی چومی، وہ بتا نہیں سکتا تھا اسے کتنا قرار ملا ہے۔

"کیونکہ میری دعا قبول ہو رہی ہے، یہ دعا کہ تم پورے میرے ہو جاو"

اس لمحہ تو عاقب کو وہ سچ میں چڑھیل لگی، رشک کرتی ڈائن۔

"گناہ ملے گا تمہیں دیکھنا، ایک مغرور اور مضبوط انسان کو اپنے آگے بے بس کر کے جھکانے کا۔"
وہ لڑنے لگا تو وہ ہنس پڑی۔

"یہ گناہ اتنا بھاری نہیں ہے، جتنی تمہاری لاپرواہی تھی۔ قطرہ قطرہ خاکستر کرتی تھی، میں بتا نہیں سکتی
آجکل کن ہواؤں میں ہوں۔ مجھے رشک ہے کہ میں نے تم سے محبت کی عاقب، تم اندر سے بہت الگ
نکلے، میری سوچ سے بھی پیارے۔ مجھے کئی زندگیاں بھی ملیں تو ہر بار تم کو ہی چنوں گی"
اسے اعتراف کے لیے سوچنا نہ پڑا کیونکہ وہ تو کب سے اسکی قیدی تھی۔

"مجھے فلو چاہیے تمہارا"

اتنی سنجیدہ صورت حال میں عاقب کا دکھراہی فرمائشی پر اگر ارام دیکھے انیب کے چہرے کا رنگ بدلا اس
سے پہلے وہ تکیہ اٹھا کر مارتی وہ اسکے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے جکڑ گیا اور جھک آیا۔
"تم مجھ سے محبت کرتی ہو، جب جب یہ سوچتا ہوں الگ ہی ٹھنڈ پڑتی ہے انگ انگ میں۔ میں نے
زندگی میں صرف ایک اچھا کام کیا انیب، تم سے نکاح کا"

وہ اسکی آنکھوں میں آج بے انتہا چاہت دیکھ رہی تھی، بس منتظر تھی کہ وہ بھی اس کا اعتراف کرے
کہ اسے بھی محبت ہو گئی ہے۔

"ع۔۔ عاقب نہیں، بیمار ہو جاو گے"

وہ اسکے ارادے جان کر سہمی، اسکے ہونٹوں کی پہنچ سے اپنا چہرہ پیچھے کیا۔

"تو تیار داری کر دینا۔ بدلہ چکا دینا۔ تم انیب ہوناں، کسی کا احسان تھوڑا رکھتی ہو پاس۔ بٹ اس وقت مجھے تمہارے بنا کچھ سنا ہی نہیں، سوچنا ہی نہیں، کچھ دیکھنا ہی نہیں۔ جیسے ابھی اٹھ کر گیا تو سانس لینے سے محروم ہو جاؤں گا۔ تم کو نسے جادو پھونکتی ہو، میرا خود پر اختیار نہیں رہتا"

اسکی سانسوں کو چھوئے، اسکے چہرے کے اک اک نقش پر ہونٹوں کا سفر رواں کیے وہ اسکی خوبصورت دکھتی گردن میں گم ہوئے بڑبڑایا۔

"تم ایسی باتیں کہاں سے سیکھتے ہو، کسی دن ہارٹ اٹیک آجائے گا مجھے"

اسکے بالوں سے پکڑ کر خود سے دور کرتی وہ ٹھیک وحشی لگی پر عاقب کو تو یوں سیڈوس کر گئی۔

"ناں مر نامت، پھر مجھے بھی مرنا پڑے گا"

دیوانگی سے کہے وہ انیب کا دل اس جملے سے کپکپاہٹ میں جھونک گیا پر انیب کچھ کہہ نہ سکی کیونکہ عاقب نے اسے کچھ کہنے اور سننے کے لائق ہی نہ چھوڑا۔

لیکن ابھی وہ ٹھیک سے انیب کو فیل ہی نہ کر پایا کہ زوردار چھینک مارنے کو فوری اس سے دور ہٹے چہرہ موڑ گیا۔

انیب نے سرخیوں میں ڈھلتے چہرے سمیت عاقب کو دیکھا اور ہنس کر تکیہ ٹھیک کرتی اٹھ بیٹھی، جبکہ عاقب بچارے کو ناک پر ہوتی خارش بتا چکی تھی کہ فسادن نے فراغ دلی سے اپنے وبال کو موصوف میں ٹرانسفر کر دیا ہے۔

"اب آجاو میرے پاس ہی، اگر تم سوئے نہیں تو مجھ سے زیادہ بیمار پڑ جاو گے۔ ہاں لیکن دور رہنا"

انیب نے اسکے لیے جگہ بنائی مگر عاقب نے آسبر و اچکاتے اسکی آخری بات سنے پاس ہی لیٹے اسے ایک ہی جھٹکے سے بازو میں لپیٹ کر خود سے لگایا کہ انیب کوئی اعتراض کر ہی نہ سکی۔

"شترنگ از کئیرنگ فسادن۔ کافی ٹائم سے بیمار نہیں پڑا۔ اب لگ رہا ہے نارمل انسان بن گیا ہوں کہ شدتیں اثر کرنے لگیں، تھینکو فار دس گفٹ"

وہ اسکے چہرے کو تکتی ہنسی کیونکہ وہ عنقریب بیمار پڑنے پر خوش ہو رہا تھا، اب کیا ہی کہتی اس آٹھویں عجبے کو، آنکھوں کے آنسو چھپانے کو اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی ورنہ جان نکال دیتا وہ شخص۔

.._____..

اس قیامت کا ارتعاش، گریول کے بھیانک قہقہے نے توڑا، داران جسکے قدم بیلا کی طرف بڑھ رہے تھے، رک گئے تھے، نہ صرف رکے تھے بلکہ وہ پلٹا، گریول کی سزا تعین کی گئی۔

"مجھے خاک کرو گے تو تم لوگوں کی بھی خاک اڑے گی، کیا سمجھتے ہو تم یہاں میری آرمی میں گھس کر بڑا تیر مار لیا ہے۔ جب تک گریول نہ چاہتا تم یہاں نہیں آسکتے تھے۔ لیکن آگئے ہو تو میرے اندر کا سارا غم و غصہ سہو گے"

رجال، داریہ اور داران اس وقت گریول کے گرد گھیرے میں متنفر و غمزہ کھڑے تھے جبکہ یچی نے خون میں لت پت بیلا کو دھندلائی آنکھیں بے دردی سے رگڑتے بازوؤں میں اٹھا کر باہر دوڑ لگائی، عمر نے سوہا کو بھی ساتھ بھیجا اور خود ٹیپ پکڑے واپس ان تینوں تک آیا۔

لانیو کور تاج میں پورا موسکو اس وقت اپنی ٹیلی ویژن سکرین پر زخمی گریول کو دیکھ رہا تھا، ہر کوئی اس ظالم درندے پر لعنتیں برسا رہا تھا، موسکو کی پوری ریخبر آرمی جلا دے کے ساتھ تھی۔

"رجال، عمر۔۔۔ اسے لے کر نکلو یہاں سے، اسکا حساب بہت تفصیلی کرنا چاہتا ہوں لیکن پولیس تک سے چھپانا ہے اسے، اسکے جسم کا ایک ایک حصہ کاٹنا ہے مجھے، ایک ایک"

عمر اور رجال نے کمانڈر پر فوری سر ہلایا، عمر نے کور تاج پہلے ہی آف کر دی تھی، لیکن جب گریول نے یہ سنا تو اپنی کلائی پر بندھی سمارٹ واچ کو پریس کر دیا۔

جب تک عمر اور رجال چند گارڈز کے ذریعے گریول کو زنجیروں سے باندھے روانہ ہوئے تب تک پورے گریول ولا کے اوپر گریول کے جنگجو جیٹ پہنچ چکے تھے، اس بار گریول کو اسکی بل میں مارنے کا پلین بدل دیا گیا تھا، جہاں اس خبیث نے رابل کو مارا تھا اسی جگہ داران اس گندگی کو خاک بنانے والا تھا۔

یکدم ہی جیکٹ طیاروں سے بمباری شروع ہوئی، داران اور داریہ نے اپنی اپنی گن پکڑ لی جبکہ بمبز کے گرنے کے سبب ہال میں تمام گارڈز کے بیچ ناصر ف بھگڈ رچی بلکہ گریول کے لوگ پوری چالاکی سے پورے ولا میں بکھر گئے۔

داران نے خود ڈیجر سائیڈ چنی جبکہ داریہ کو سیو سائیڈ مقابلے کے لیے بھیجا۔

مسلسل گرقتی بمباری سے گریول ولاکی بلڈنگ دھیرے دھیرے تباہ ہوتی آگ پکڑنے لگی۔

داران اور داریہ اپنے لوگوں کے ہمراہ گریول کے نجانے کہاں سے مزید آجاتے لوگوں کا مقابلہ کرتے رہے۔

دھوئیں اور آگ کا اثر جلد گریول ولای میں پھیلنے لگا۔

تمام روشیاں گل ہوئیں۔

"ماہیر! ہمیں نکلنا ہو گا۔۔۔۔۔ بلڈنگ تباہ ہو رہی ہے"

داريہ نے دو تين سامنے سے آتے آدميوں کو شوٹ کيے ائير فون کي جانب چينخ کر داران کو پکارا ليکن فائيت کے بچ داران کے کان سے بلوٹوٹھ ائير فون نکل کر زمين پر گر چکا تھا، اسکي گن خالي ہوئی تو پاس پرے واس کو اٹھا کر سامنے سے فائر کرتے آدمي کے منہ پر مارا، جس سے وہ کراہتا ہوا زمين پر گرا، داران نے اسکے منہ پر ٹھڈا رسيد کيا اور اس سے گن لی۔

عقب کی طرف سے شدید گولیوں کی بوچھاڑ پر وہ پیچھے واپس دوڑا، ہال میں واپس پہنچا تو دھومیں کے غبار اور اندھیرے کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔

"داریہ! اوشٹ۔۔۔ میرا ایر پیس۔۔۔ کہاں گر گیا"

داران نے اپنے کان پر ہاتھ مارا تو فوراً پینٹ کی جیب میں دھنسا فون نکال کر داریہ کا نمبر ملایا، ساتھ ہی لوکیشن ٹریکر آن کیا۔

دور کہیں بیل رنگ سنائی دے رہی تھی۔

داران اس سے پہلے آگے بڑھتا، چھت کی جانب سے گرتے پتھر یلے بلاک نے اسکے دائیں کندھے کو بری طرح ہٹ کیا، داران نے جب نظر اوپر ڈالی تو پوری منزل پر داڑیاں پڑ چکی تھیں۔

"یا اللہ، ہمیں یہاں سے نکلنے کا راستہ دیکھائیں"

داران نے کندھے اور سن بازو کے درد کو نظر انداز کرتے دوسرے ہاتھ سے دباتے فون رنگنگ کی طرف قدم بڑھائے، سارے گریول کے لوگ تو مارے جا چکے تھے اور داران کے صرف تین لوگ بچے جو گولیوں سے نہ سہی پر بلڈنگ پارٹس اور آگ سے زخمی ہوتے لڑکھراتے ہال میں پہنچے تو داران نے انکو فوری نکلنے کا آرڈر دیا اور خود مسلسل آگ پکڑ لیتے حصے کے اندر گھسا۔

بیل کی آواز بہت قریب تھی، داران نے ٹارچ اون کی اور تبھی اسی نظر زمین پر گری داریہ پر گئی جو بہت مشکل سے سانس لے رہی تھی، سمیٹ کا بہت بڑا بلاک اسکی بازو پر پڑا دیکھے داران پوری رفتار

سے اسکی طرف بھاگا، زور لگا کر اسکی بازو پر سے وہ بلاک ہٹاتے سے داران کی آنکھیں بھیگیں، وہ سانس نہیں لے پارہی تھی۔

"م۔۔ ماہیر، ہ۔۔ ہمارا بے بی۔۔۔ ا۔۔ اسے ب۔۔ بچالو"

اس سے زیادہ وہ بول نہ سکی اور اسکا سانس سارکا۔
داران کو لگا وہ قبر میں دھنس گیا ہے۔

اس لڑکی کا بے جان وجود آنکھوں کے آگے اندھیرا لایا، گن پینٹ میں دیے داران نے اسے فوراً سے پہلے اس گھٹن سے نکالنے کو اٹھا کر باہر کی طرف رخ کیا پر انکے واپسی کے راستے میں کوئی آسانی نہ بچی تھی۔

جب اسے پتا چلا وہ باپ بننے والا ہے اسکی فلورنس، اسکی جان سے پیاری بیوی اسکی بازوؤں میں دم گھٹنے کے سبب ہوش سے بیگانی ہو گئی تھی۔

ہر طرف آگ پھیل چکی تھی۔ دھوئیں کے جس نے اور کچھ بازوؤں میں لہرا جاتی داریہ کے بے جان جسم نے

آنکھوں میں تیرگی، جلن اور غم بھرا۔

کہتے ہیں محافظوں کے امتحان سخت ہوتے ہیں۔

اسکی توہر آتی جاتی سانس سختی کی بھٹی

میں گزرتے ہوئے جسم سے آزاد ہوئی تھی۔ لیکن اس لمحے اسے لگا وہ ختم ہو گیا ہے، وہ اس دنیا سے مٹ گیا۔ اسکا دم ہمیشہ کے لیے گھٹ گیا ہے۔

کبھی نہ ٹوٹنے والا حوصلہ اسکے جسم کی رگ رگ سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گیا۔

کچھ ہی دیر میں چاروں بمبار جیٹ، سیکورٹی ریجنرز نے مار گرائے لیکن تب تک پورا گریول ولا تباہ ہو چکا تھا، اس سے پھوٹتے آگ کے دیو ہیکل شعلے آسمان کو چھو رہے تھے، سوہا اور یچی، بیلا کو لے ہو سپٹل نکل چکے تھے، عمر اور رجا نے اس منحوس کو اسکی صحیح جگہ پہنچا دیا تھا پر اب تک ڈی کے اور جلا دکا کوئی اتا پتا نہ تھا۔

.._____..

ایاد نے ماول کو پورا دن پڑھائی کروانے کے بعد شام کو چھٹی دی اور پھر اس نے خالا کے ساتھ مل کر شامی کباب سیکھے اور بنائے، ساتھ اخروٹ کا سپیشل حلہ جو مایا کو بہت اچھا بنانا آتا وہ بھی سیکھا۔

پھر چاروں نے ڈنر بھی مزے سے کیا، مایا نے عزت زے کی معافی مانگنے کی بات بتا کر تو سبکو ہی چونکا دیا لیکن حمین کو خوشی تھی کہ مایا سے زیادتی کرنے والی اس بزرگ عورت کو احساس ہو گیا۔ اور بڑے دل والے یونہی درگزر کرتے ہیں۔

زميل كے ليے بهي زندگي اچهي هو گئي تهي، رات اس نے جها نغير كو زبردستي شمن كے ساته كينڈل ڈنر
پر نہ صرف بهي جابله ساري ريزرويشن بهي خود كروائي، گوييار كے سارے ادهورے ارمان وه پورے
كر رها تها، كه اگر مرگيا تو دل ميں حسرتوں كا بوجھ ره جائے گا۔

وهيں دوسري طرف داريه سے انتقام كي آگ ميں جلتا تباہ هوتا كاظم مبين اور صفدر پاشا نے هاتھ ملا ليا تها
اور دونوں هي بدلے كے نام پر اس بات پر متفق هوئے كه زميل جلال خان كا اينڈ كريں گے۔
ليكن بارس ان دو كي اس مكو وپلاننگ سے اپنے چھوڑے مخبروں كے سبب واقف هو چكا تها۔
يه اچهي خبر تهي، داريه بھلے يهاں نہ تهي پر بارس اس وقت زميل جلال خان كا بڑا محافظ بن كر دشمن كي
تاك ميں تها۔

كيا هو انيند نهیں آرهي؟"

ايد كمرے ميں آيا تو ماول كھڑكي كھول كر يو نهی سڑك پر آتي جاتي گاڑيوں پر نظريں گاڑے كھڑكي
تهي، دھيمي دھيمي بارش سے سڑكيں گيلي اور فضا نم تهي، موسم سرد پڑنے لكا تها۔
"آرهي هے پر سويانهيں جارها لينگا، دل اداس هے۔ بهيا سے كافي دير سے بات نهیں هوئي شاند اس
ليے"

ماول نے سرا كے سينے ٹكاته خود كو ايد كے حصار ميں ديا جو اسكو خود سے لگائے كمرے ميں لائے كھڑكي
پر پرده كھينچ كيا۔

"ہاں میری بھی نہیں ہوئی داریہ سے، لیکن جیسے ہی اسے یاد آئے گی فوراً کال کرے گی۔ دونوں ساتھ ہیں یہی کافی ہے تسلی کو۔ تم اداس مت ہو۔ کہو تو میں تمہیں لانگ ڈرائیونگ پر لے جاسکتا ہوں، ہم مووی بھی دیکھ سکتے ہیں جا کر"

ایاد سے اپنی گڑیا کا اتر اچہرہ برداشت نہ ہوا تو سوسو جتن کر کے اسے بہلانے پر اتر آیا، وہ روبرو ہوئی اور ہونٹوں کو حصار نے والی مسکراہٹ سمیٹ کر اسے تکلنے لگی۔

"ہم کسی خوبصورت جگہ جا کر بارش انجوائے کر سکتے ہیں، بہت بادل آئے ہیں۔ ساتھ چائے اور سمو سے بھی کھائیں گے۔ خالا اور حمین انکل کو بھی لے چلتے ہیں"

ماول کی خواہش نے ایاد نے ہنس کر گھڑی پر وقت دیکھا تو ابھی رات کے آٹھ ہی بجے تھے۔
"اوکے یہاں قریب ایک جگہ ہے، جایا جاسکتا ہے لیکن بارش میں بھیگ کر بیمار ہو گئی تم اور مایا تو؟ دونوں ایک جیسی چھوٹی موٹی خواتین جو ہو"
ایاد کی رضامندی اور فکر پر وہ کھکھلا کر ہنسی۔

"تو کیا، وہ حمین انکل سے لاڈ اٹھوائیں گی اور میں اپنے ملینگا سے۔ آپکو پتا ہے آپ ماول کے صرف ہسبنڈ نہیں اب سے بیسٹ فرینڈ بھی ہیں۔ مجھے جو بھی چاہیے ہو گا منہ پھاڑ کر کہہ دیا کروں گی"

فورا سے اسکے گلے میں باہیں لپیٹے مکھن لگایا، ایاد نے اسکی کمر جکڑ کر بے حد ہوتے اسکی سانسوں پر تسلط جماتے اسکی رضا پر آزاد کیا تو وہ شرما کر اسکی گردن میں چہرہ گھیسڑ گئی اور ایاد اس پاگل سی لڑکی کی اداوں پر قہقہہ لگا گیا۔

چاروں کاپلین نہ صرف بنا بلکہ اگلے آدھے گھنٹے تک وہ دلفریب سے کیپلز موسم کے فیض لوٹنے سیر سپاٹوں پر نکل گئے، آج تو پہاڑ بھی بھیگے ہوئے تھے، فضائیں تر تھیں تو یہ ساتھ کیونکر نہ حسین ہوتا۔

.._____..

ناجانے کس طرح وہ داریہ کو اس قبر سے نکال کر قریبی ہی خستہ حال کلینک لایا تھا، ایک تو وہ بہت بوسیدہ تھا اوپر سے کھنڈر کی دوسری شکل۔

"کوئی ہے؟"

داران نے حلق کے بل دھاڑتے سنسان پرے کوریڈور میں آواز لگائی، اسے لگ رہا تھا مزید وہ بھی جیسے گر پڑنے والا ہے۔

تبھی دونر سیں تیزی سے باہر کی جانب دوڑیں۔

پیچھے پیچھے میل سٹاف بھی سٹر پیچر لیے دوڑا آیا، داران نے ان سب کی دی تسلی پر داریہ کو بہت آہستگی سے سٹر پیچر پر لٹایا، وہ خود بھی ساتھ جانے لگا جب نرس نے اسکا بازو پکڑے روکا۔

"سر آپکے بازو پر گولی لگی ہے، میرے ساتھ آئیں۔ بہت خون بہہ چکا ہے"

وہ نرس انگلش میں فکر مند لہجے میں بولی تو داران نے اپنی بازو چھڑوائی، جسکا ہاتھ ایسے ہو چکا تھا جیسے جسم سے کٹ چکا ہو، ستم یہ کہ زخمی بازو والے کندھے پر ہی بلاک ہٹ ہوا، چہرہ پورا دھوئیں اور غبار سے اٹا تھا یہاں تک کہ شرٹ پر واضح جلنے کے چھینٹے پڑے دیکھائی دے رہے تھے۔

"میں ٹھیک ہوں، میرے بیوی ایکسیکٹ کر رہی ہے۔ اسکا جا کر معائنہ کریں۔ گھٹن کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔ اسکی بازو بھی زخمی تھی"

داران نے نرس کو اپنی طرف سے مطمئن کیا لیکن وہ آگے سے حیرت سے آنکھیں پھاڑے اس پاگل شخص کو گھورنے لگی۔

"انکو چیک کیا جا رہا ہے سر، آپ سمجھ کیوں نہیں رہے کہ آپکا ہاتھ ناکارہ ہو سکتا ہے۔ میرے ساتھ آئیں، آپکی وائف کو کچھ نہیں ہوگا"

نرس نے زبردستی ہی اسے دوسرے روم کی طرف روانہ کیا، جب تک داران کی گولی نکال کر اسکی ڈریسنگ ہوئی ایک گھنٹہ نکل گیا، داران نے آخری سانسیں لیتے فون سے عمر کو اپنی اور داریہ کی خیریت بنادی تھی اور اسی نے میسج کیا کہ گریول کی موت کی خبر نشر ہو چکی ہے۔

"آپ جلا دیں ناں؟"

نرس نے پین کلر انجکشن لگایا اور جانے لگی تو یکدم داران کے دھوئیں کے غبار سے سیاہ دیکھائی دیتے چہرے کو دیکھتی مسکرا کر بولی، داران کی آنکھیں خفیف سا سپید ہوئیں۔

"نہیں تو"

داران نے فوراً سے شرٹ اٹھا کر پہنی پر وہ وہیں جمی رہی۔

"بے فکر رہیں ہم یہاں آپ کے اور آپکی بہادر ٹیم کے لیے ہی موجود تھے، ورنہ آج پورے موسکو میں صبح سے ہی ہر کلینک، ہو اسپٹل، سکول، آفس بند کروادیا گیا تھا، گریول کی موت تک عام ہڑتال کا فیصلہ کیا تھا گورنمنٹ نے۔ ہمیں ایسا کرنے کے لیے رجال سرنے کہا کہ اگر کوئی اونچ نیچ ہوتی ہے تو گریول والا کے ارد گرد موجود ہر ہو اسپٹل میں ضروری سٹاف موجود ہونا چاہیے"

رجال نے واقعی عین وقت پر اپنے ساتھ سے حیران کیا، داران کا غصہ لمحے میں مسکراہٹ بنا۔

"کیا میں اپنی وائف سے مل سکتا ہوں؟"

داران نے زخمی باز و ہلانا پانے کے درد پر کراہتا ہوا سوال کیا۔

"جی لیکن ایک بری خبر ہے آپکے لیے، نو نو آپکا بے بی ٹھیک ہے۔ وائف بھی۔ لیکن آپ اس ہاتھ سے اب دوبارہ گن نہیں چلا سکیں گے نہ کسی کو پیٹ سکیں گے"

نرس نے آدھی بات کہے جان نکالی اور اس سے پہلے داران کے چہرے کا رنگ بدلتا وہ فوراً اصل بات پر آئی جس پر داران نے اپنے ہاتھ کو اٹھا کر مٹھی کی صورت کسے آنکھوں کے سامنے کیا۔

"اب کسے روز روز گن چلائی ہے نرس، کسے روز پیٹنا ہے دشمن کو۔ اگلا جلا دہی سنبھالے گا اب یہ سب بکھیڑے۔ رہی بات اپنے اور اپنے ملک کے دفاع کی تو جب تک ہاتھ کٹ نہ جائیں انکی قوت اور ہمت کم نہیں ہوگی اور یہ اپنا فرض نبھاتے رہیں گے"

مضبوط لہجے میں کہتا وہ کمرے سے نکلا تو نرس خوبصورت سا مسکرائی۔

وہ سیدھا داریہ کے پاس جانا چاہتا تھا تا کہ اسکی عقل ٹھکانے لگائے پر اس نے جو فون بیٹری پر لگانے دیا وہ نرس واپس دے گئی، ویسے بھی داریہ ابھی انڈرا بزر و نشن تھی تو داران کا دل چاہا پہلے اپنی امان پروردہ کی بھی خیریت جان لے۔

"جلا د آپ ٹھیک ہیں؟"

فون لگتے ہی سوہا کی بے تاب آواز پر داران نے وہیں کوریڈور میں موجود کرسی سنبھالی۔

"میں ٹھیک ہوں، بیلا کا بتاؤ۔۔۔ بری خبر مت سنانا سوہا"

داران کی آواز میں ان کہا سا ڈر تھا۔

کوریڈور کے باہر کھڑے یچی پر سوہا نے آزرده سی نگاہ ڈالی جسکی پوری شرٹ بیلا کے خون سے رنگی تھی، ایک بار پھر اسے وہ دن یاد آ رہا تھا جب یو نہی وہ ماں باپ کی لاشیں لے کر ہو سپٹل سے نکلا تھا۔
اب اس میں ہمت نہ تھی کسی کی موت سہنے کی۔

"دو گولیاں لگی ہیں انکو، قریبی ہو اسپتال کے سبب بروقت ہم لوگ پہنچ تو آئے پر شی ازان ڈینجر۔ بھیا کی حالت نہیں دیکھی جارہی۔ کیا یہ بیلا آپا سے پیار کرتے ہیں؟"

سوہا کے سوال پر داران نے ٹیک لگائی، سر بری طرح پھٹ رہا تھا، اوپر سے داریہ پر اس قدر غصہ آرہا تھا کہ باپ بننے کی خوشی کہیں دب گئی تھی۔

"مجھے بھی شک تھا پہلے لیکن اگر تم سے اسکی حالت واقعی نہیں دیکھی جارہی تو مان لو پیار کرتا ہے اس سے، اور اب سے نہیں چھ سالوں سے۔ بڑا سخت دل نکلا تمہارا یہ نوکیلا پھر تیلابھائی، خود کو بھی چھ سال خبر نہ ہونے دی کہ کس پر مر مٹا ہے"

چند آنسو سوہا کی آنکھوں سے ٹپکے، تو وہ فوری انکور گڑ گئی۔

"جلاد! آپ دعا کریں پھر بیلا آپا ٹھیک ہو جائیں۔ میں بہت بے بس محسوس کر رہی ہوں خود کو"

سوہا کا دعا کے لیے کہنا داران کو خوبصورت مسکراہٹ بخش گیا، جسکے لیے جو دعا وقف ہو دل اسے بنا کہے دے دیتا ہے۔

"اللہ بہتر کرے گا، جا کر یچی کو ہمت دو۔ میں رات یا صبح تک ملتا ہوں تم سب سے آکر"

داران نے اسے تسلی دی اور خود وہ عمر کو کال کرنے لگا تا کہ اس خبیث گریول کے بارے تفصیلی ایڈیٹ لے سکے۔

"بھیا"

سوہانے دیوار سے لگے یچی کا ہاتھ تھامتا یچی نے سو جھی آنکھیں اٹھا کر سوہا کو خزن سے دیکھا۔
"یولو وھر؟"

سوہانے اسکی ٹھوڑی پکر کر لاڈ سے پوچھا تو اس صبر و ہمت کے پیکر نے اسکا ہاتھ ہٹایا اور وہاں سے باہر کی طرف چلا گیا، وہ اس جواب کے بھی خود کو لائق نہیں سمجھتا تھا، سوہانے اپنی آنکھیں ایک بار پھر رگڑ دیں پر دل بہت درد میں تھا۔

عمر کی طرف سے سب انڈر کنٹرول پائے وہ اٹھ کر داریہ کے کمرے کی طرف بڑھا، ڈاکٹر نے جب اسے یوں گھومتے اور نرسوں سے لڑتے دیکھا تو نرسوں کی اچھی کلاس لی، کہ اس بندے کو کمرے سے نکلنے ہی کیوں دیا جس نے کب سے صرف داریہ سے ملنے کی رٹ لگا رکھی تھی۔

"مسٹر ماہیر شاہ! مجھے تنگ مت کریں۔ شرافت سے چلے جائیں کیونکہ آپکی وائف ابھی بہت خوفزدہ ہیں، کانپ رہی ہیں آپ سے ملنے کا سوچ کر ہی۔ انھیں لگتا ہے آپ انکی جان لے لیں گے، بے بی کا سچ چھپانے پر۔ بہت پینک کر رہی ہیں، اس سے انکے بے بی کو خطرہ ہو گا سمجھیں۔ تو بہتر ہے آپ کچھ گھنٹے ان سے دور رہیں۔ جب وہ ریلیکس ہوں گی تبھی آپ کو ان سے ملنے کی پرمیشن ملے گی، اور حالت دیکھیں اپنی کھڑا ہوا نہیں جا رہا اور کب سے ہو اسپتال والوں کو تنگی کا ناچ کر وار کھا"

یہ بتا کر تو ڈاکٹر نے داران کے پیروں تلے سے زمین کھینچ لی اوپر سے وہ ناک تک تپتے تھے، یعنی اسکی فلورنس، اسکی سانس کی وجہ، اسکا سکون، اسکی راحت اسی سے ڈر رہی تھی؟ دماغ گھوم گیا تھا جلا دکا۔

"واٹ! یہ کارنامہ کرتے جب نہیں ڈری تو انجام کے لیے کیسا ڈر جلادن صاحبہ!۔ میں اسکا اور آپ کا اکھٹا دماغی توازن درست کر دوں گا میرے راستے سے ہٹیں"

پورا ہو سپٹل سٹاف اس زخمی شیر کے جذباتوں سے پریشان تھا کیونکہ ایسا خبطی پاگل سب اپنی زندگی میں پہلی بار جو دیکھ رہے تھے، داران نے پوری قوت سے دھاڑتے اپنا پیغام اندر چھپ کر بیٹھی حسینہ تک پہنچایا جو اس وقت حسینہ کم، تھر تھر کانپتی بلی زیادہ لگ رہی تھی۔

"نرس، لے کر جائیں انھیں اور ضرورت پڑی تو زنجیروں سے انکا ایک پیر بھی باندھ دیجئے گا اور نیند کی دوا دے دیں اس جذباتی کو"

داران سیر تھا تو ڈاکٹر مصطفیٰ نامی وہ موصوف سوا سیر، موسکو کے جلاد کے ساتھ ایسا ظالم سلوک اگر کوئی دیکھ لیتا تو صدمے سے مر جاتا۔

اسکی آنکھ کھلی تو کھڑکی کے کھلے پٹ پر آ بیٹھی انوکھی سی چڑیا چہچہا رہی تھی جیسے وہ اسکے خواب نگر سے اڑ کر اسے جگانے آئی ہو مگر جیسے ہی عاقب نے گردن اٹھا کر اسے دیکھنا چاہا وہ وہاں سے اڑ گئی لیکن عاقب کی نیند ضرور توڑ گئی۔

توجہ اپنے سینے لگ کر سوئی انیب نے کھینچی جسکا ایک ہاتھ عاقب کے دل پر اور عاقب کے مضبوط ہاتھ کے نیچے دبا تھا۔

زر اسایچھے ہوئے عاقب نے انیب کا چہرہ دیکھا جو اسکے بے حد قریب تھا، پہلی بار وہ اسے اتنا تفصیلی دیکھ رہا تھا، بہت معصوم سی لگتی تھی، کوئی دیکھ کر جج نہ کر سکتا تھا کہ وہ ایک بہت بڑے چینل کی مالک ہے، وہ دنیا سے لڑتی ہے، وہ اپنے آپ کو جھکنے نہیں دیتی۔

کسی سے محبت کے لیے اتنی خوبیاں کافی تھیں۔

"شاید مجھے تمہاری عادت ہو گئی ہے، تبھی اتنا ٹچی ہو رہا ہوں۔ پر جب میرے قریب آنے پر تم سکون محسوس کرتی ہو مجھے بھی اچھا لگتا ہے"

بالوں میں ہاتھ پھیرا تو وہ پھر سے دھیرے دھیرے گھنگریا لے ہو رہے تھے، اس لڑکی پر سیدھے اور کرل والے دونوں انتہا کے سجتے کیونکہ رنگ صاف تھا انیب کا اور پرکشش نین نقش۔

"تمہارے لیے زہر پینے والا ہوں پر امید ہے میرے اندر کی ساری جمع شدہ کڑواہٹ تم سے کچھ لمحے کی ملاقات کی مار ہو، سپیشل والی ملاقات"

اسکی گال چومتے عاقب نے اسکے بخار کی کمی بھی محسوس کی تبھی کچھ سکون ملا، ٹھنڈی پیٹیوں نے اثر دیکھایا تھا پھر ساری رات اس نے انیب کو اک لمحہ خود سے دور نہ کیا، اس لڑکی کا تھا وجود بھی شاید یہی آرام چاہتا تھا۔

عاقب نے بازو اسکے سر سے نکالی، اور کمفرٹ اس پر اچھے سے درست کیے اٹھ کھڑا ہوا اور دھیرے سے درواہ بند کیے کمرے سے نکل گیا۔

جاسم موہان لاونچ ایریا میں بیٹھے اپنے ڈاکٹر کے ساتھ محو گفتگو تھے جو انکا بلڈ ٹیسٹ اگین کرنے کے لیے بلڈ سمپل لینے آیا۔

عاقب تب تک کچن میں چلا گیا، ملازم نے ناشتے کا پوچھا تو عاقب منع کیے بس بنانا ملک شیک بنوا کر پیے جب تک باہر آیا، ڈاکٹر جا چکا تھا۔

عاقب لاونچ کی طرف بڑھا اور ٹھیک جاسم کے سامنے والے صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر سپاٹ ہوئے بیٹھا۔

جاسم نے مسکرا کر ٹیک لگائی اور گود میں رکھے لیپ ٹاپ سے نظریں ہٹائیں۔

"کیا صفائی دینی ہے آپکو؟ شروع ہو جائیں"

سپاٹ لب ولہجے میں احسان کرتے ہوئے وہ مقابل پر حیرت ہی تو اتار گیا۔

"تم سچ میں مجھے سنو گے؟"

جاسم نے لیپ ٹاپ سائیڈ پر رکھا اور اٹھ کر لڑکھڑاتا ہوا عاقب کے ساتھ بیٹھا تو وہ گریز برتا پرے سرک گیا جیسے اس آدمی کے سائے تک سے جل جائے گا۔

"میری زندگی میں بہت کم لوگ ہیں جو میرے لیے سچ میں اہم ہیں اور جنکے لیے میں ضروری ہوں، سو

ان کا کہاٹال نہیں سکتا۔ انیب کو پٹیاں پڑھا کر آپ نے اگر اپنا ہمدرد بنا ہی لیا ہے تو بتائیں۔ زیادتیوں کی

وضاحت دی جاسکتی ہے، سو مجبوریاں ہوتی ہیں مگر کسی کی جان لینے یا کسی کی روح کو زخمی کرنے کا کوئی جواز نہیں دیا جاسکتا"

سامنے دیکھے ہی وہ سرد لہجے میں بولا جبکہ جاسم نے بھی چہرہ سامنے گماتے غیر مرئی نقطے پر نگاہ جمالی۔
"سبرینہ زبردستی گلے پڑی تھی، پاگل تھی میرے لیے۔ میں نے ہر کوشش کی اس سے خود کو بچاؤں، پر اسکے باپ کے میرے باپ اور مجھ پر بہت احسان تھے، اور احسان فراموشی موہان خاندان میں نہیں تھی۔ میں نے اسکو بنانا کاح کے ورغلا یا تاکہ وہ کوئی بھول کر بیٹھے اور خود ہی پچھتاوے کی آگ میں جل کر مر کھپ جائے"

ایسی سفاکیت پر عاقب نے گردن موڑ کر اپنے درندہ صفت باپ کو دیکھا جسکی آنکھیں سرخ تھیں۔
"مردانگی اور نفرت کا اس سے بہتر مظاہرہ شاید ہی آج تک کسی نے دیکھا یا ہو، ہے ناں مسٹر جاسم"
عاقب کا زہر سے لبریز طنز جاسم کی روح میں پیوست ہوا پر وہ مسکرا کر سہہ گیا۔

"ہاں! وہ دن تھا کہ میں سبرینہ کے دل سے رنگ روغن سا اتر ا اور اسکا دل بھدا اور میلا ہو گیا میرے لیے۔ وہ مری نہیں، اس نے میری زیادتی کو اپنے اندر دبا لیا اور وہ طوفان بن گیا۔ جھوٹ بولا اس نے کہ وہ امید سے ہو گئی، میری ساری تدبیریں الٹی پڑ گئیں۔ شادی ہو گئی، پہلی ہی رات اس نے مجھ سے اپنی نفرت کا اظہار کیا اور ساتھ امید سے نہ ہونے کا بتا کر میری زندگی، موت سے بدتر کر گئی"

جاسم کو یہ اپنے جوان بیٹے کو بتاتے کوئی عار محسوس نہ ہوئی کیونکہ موت کے دہانے پر کھڑے لوگ جذبات سے عاری ہو جاتے ہیں۔

عاقب نے مٹھی کس لی، ضبط سے اسکا چہرہ تنا۔

"پھر مجھے کیوں پیدا کیا آپ دونے؟ اپنے اپنے کیے کا بوجھ مجھے پر ڈال کر مجھ سے نجانے کونسے بدلے لیتے رہے۔ میری زندگی میں سب سے زیادہ دیکھا جانے والا منظر بہتے آنسو بنا دیا آپ دونے" غصہ نہیں تھا وہ، بہت تکلیف میں تھا۔

کیونکہ سبرینہ نے بھی پوری نفرت لٹائی تھی، اور مری بھی شاید اسی اذیت کے چکر میں تھی۔
"وہ مجھے چلتے پھرتے زانی پکارتی، ہوس پرست، وحشی مردار، ناجانے ایسے کتنے لفظ وہ دن میں سو بار مجھے کہتی۔ لیکن میرے لیے تڑپتی بھی تھی، میری محبت اسکے حلق کا وہ کانٹا تھی جسے نہ وہ نگل سکتی تھی نہ اگل سکتی تھی۔ میں نے سائیکسٹریٹ کی مدد لی، اسے پیار سے ہنڈل کرنے لگا، وہ کچھ بہتر ہونے لگی، ہم قریب آ گئے۔ اس نے رورو کر اک روز مجھے بتایا کہ میں نے اسے کتنا درد دیا ہے، اسکے اندر کا ہر جذبہ مار کر۔ وہ اتنا روئی کہ مجھے ڈر تھا قیامت نہ آجائے۔ میں نے دو تین ہفتے آفس سے بریک لی اور چوبیس گھنٹے اس کے ساتھ رہا۔ پھر مجھے پتا چلا وہ سچ میں امید سے ہو گئی۔ یہ میرے لیے ایک بہت خوبصورت احساس تھا، لیکن سبرینہ کے لیے ایک نیا درد"
اس بار سرخی عاقب کی آنکھوں میں بھی تھی۔

جبکہ جاسم کے تو آنسو تک بہہ نکلے۔

"مطلب وہ میرے بارے جان کر خوش نہیں تھیں؟"

عاقب کے اندر کچھ ٹوٹا تھا۔

"تمہارے لیے تو بہت خوش تھی پر تم میرا خون تھے یہ تکلیف اس پر حاوی تھی، وہ پہلے سے زیادہ وحشی ہو گئی۔ نو ماہ جیسے اس سے دور رہ کر بھی ہر پل اس کا دھیان رکھا یہ میں جانتا ہوں یا میرا اللہ۔ پر جب اس نے تمہیں جنم دیا تو وہ بہت خوش تھی۔ اسے لگا جیسے اسکی تکلیفوں کا مرہم آگیا ہو"

جاسم نے اپنی درد کرتی آنکھیں رگڑیں۔

"جب میں سبرینہ اور تمہیں ہو سپٹل سے گھر لایا تو پورا گھر سچایا، اور سبرینہ سے اپنی محبت کا اظہار کیا کیونکہ اپنی اولاد کی ماں کے ناطے مجھے اس سے اچانک ہی بہت شدید انسیت محسوس ہونے لگی تھی۔ اس نے میری محبت میرے منہ پر مار دی، میں سمٹ گیا، نہ وہ مجھے اپنے قریب آنے دیتی نہ میرے قریب کسی کو۔ مرد تھا میں ضد میری نس کی فطرت ہے میں بھی نئی نئی عورتوں سے افسیر چلا کر خود کا دھیان بھٹکانے کے چکر میں مزید بدکار اور گناہ گار ہوتا گیا۔ وہ جلتی تھی، تڑپتی تھی، روتی تھی پر جھکتی نہیں تھی"

عاقب سے مزید سننا دو بھر تھا پھر بھی وہ پتھر بنا بیٹھا تھا۔

"میں اس سارے عرصے بھلے اسے جلاتا رہا، اپنا دل نئی عورتوں سے بہلاتا رہا پر میرے دل کو تو وہ چاہیے تھی، مجھے خوبصورت سے خوبصورت عورت سے گھن آنے لگتی، میں سبرینہ کے بنا مرنے لگا تھا۔ دل کے ہاتھوں ایک بار پھر بہت سالوں بعد اسکے قریب جانے کی کوشش کی پر مجھ پر اتنے داغ لگ گئے تھے کہ میں اس کے لیے پھر سے اچھوت بن گیا۔ وہ خود تو میرے پیچھے پاگل ہو گئی، مجھے بھی کر دیا۔ میں نے اسکا گلابا دیا، بخدا وہ میں نے اسے خاموش کرنے کو کیا، کیونکہ وہ مسلسل نفرت جتا رہی تھی پر ساتھ ساتھ میرے لیے ترس رہی تھی۔ میں حواس ہی کھو بیٹھا میری برداشت ختم ہو گئی، وہ تو جیسے میرے ہی ہاتھوں مرنے کی منتظر تھی۔ ہوا کے جھونکے کی طرح اسکی روح اسکے جسم سے نکل گئی اور مجھے ت۔۔ تا عمر کی محرومی مل گئی"

یہ بتاتے ہی جاسم پھوٹ کر رو پڑا، عاقب کے پتھر ائے وجود میں حرکت ہوئی تو بازو بابا کے گرد لپیٹ کر انھیں ویسی ہی پتھرائی کیفیت میں خود سے لگالیا، جاسم موہان جیسا پہاڑ آدمی اپنے ہی بیٹے کے سینے میں سمٹا بچوں کی طرح سسکا اٹھا جبکہ نمی عاقب کی آنکھوں میں بھی پھیلی تھی۔

"م۔۔ میں اسے مار بیٹھنے پر بہت پچھتایا، لیکن پھر لگا جیسے یہی اسکی بہتری تھی۔ وہ ویسے بھی کہاں زندہ تھی، میں نے ہی مارا اسے جب بھی مارا۔ ت۔۔ تم مجھے معاف مت کرنا پر تم نے مجھے سنا میں اسی پر راضی ہوں۔ بھلے تم مجھے بابا بھی مت کہنا"

وہ کچھ دیر بعد حوصلے میں آئے سیدھا ہوا تو عاقب نے اسکا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں لیا اور انکی طرف پلٹا۔

"مجھے آپکا سامع انیب نے بنایا، وہ بھی یہی کہہ رہی تھی بس آپکو سن لوں۔ معاف نہیں کر سکتا اچانک، جو بھی ہے مئی کی تکلیف ہمیشہ آپکی اذیت پر بھاری رہے گی، کیونکہ پہلے محبت انہوں نے کی۔ لیکن میں آپکو بابا ضرور کہوں گا اب"

وہ پتھر دل باپ کی آغوش کو تڑپا تھا تبھی تو پگھل گیا جبکہ جاسم نے بہت کوشش کی آنسو روک پائے پر ممکن نہ ہوا تو عاقب نے انکو اپنے سینے بھینچا تھا، جو ان بیٹے کی شیر سی گرفت ایک کمزور باپ کو بھی شیر بناتی ہے یہ جاسم نے آج مدتوں بعد محسوس کیا۔

جبکہ جاگ کراٹھ جاتی انیب پیاس محسوس ہونے پر جب کچن کی طرف جارہی تھی تو باپ بیٹے کو گلے لگا دیکھ کر وہ بھی رو پڑی، لیکن خوشی سے، اور اللہ کا شکر بھی ادا کیا جس نے انیب کی محنت کا ثمر اس خوبصورت منظر کی صورت عطا کر دیا۔

.._____..

"بس بہت ہو گیا، اگر اب کسی نے مجھے روکا تو اسکی گردن مروڑ دوں گا۔ اپنی ہی بیوی سے ملنے کے لیے مجھے آپ سبکی اجازت چاہیے ہوگی کیا، اتنے بھی برے دن نہیں آئے۔ ہٹیں"

کچھ دیر تو داران کو نرس نے نیند کا انجکشن دے کر قابو کر لیا اور ڈاکٹر مصطفیٰ بھی مطمئن ہوئے پر صبح ہوتے ہی جاگتا شیر پھر سے لپک کر غرانے لگا، ایک تو پین کلر کا اثر بھی ختم ہو چکا تھا تو بازو اور کندھے میں بھی شدید درد تھا۔

"کیسا خرافاتی آدمی ہے، او میرے باپ جا مل لے۔ ہمارا کلینک پہلے ہی آخری سانس لے رہا ہے، مزید تم دھاڑے تو چھت ہی گر پڑے گی، الٹا ہمیں ہی نقصان ہو گا"

جب نرس نے آکر داران کے بے قابو ہو کر چلانے کا بتایا تو ڈاکٹر مصطفیٰ خود اس بے قابو جن کے منہ پر اسکی بیوی سے ملنے کی اجازت مارنے آئے اور ہاتھ جوڑ کر اس کو چلتا کیا، داران نے محظوظ نظروں سے ڈاکٹر صاحب کے تپے لہو میں گھلے چہرے کو دیکھا اور گردن اکڑا کر پورے غرور سے شرٹ کی سلوٹیں جھاڑتا اٹھا۔

"یہ ہوئی ناں بات دیر آئے درست آئے، کوئی تنگ نہ کرے ہمیں"

مزید سلگائے وہ پاس سے تننتا گزرا تو وہ میے ڈاکٹر مصطفیٰ اپنا سر پیٹ گئے، پہلی بار زندگی میں ایسی ہوائی شے سے ٹاکرا ہوا تھا۔

جبکہ دار یہ کو جب نرس نے بتایا کہ داران اسکے کمرے کی طرف ہی آرہا ہے وہ ناصرف بیڈ سے اٹھی بلکہ جا کر پردے کے پیچھے چھپ گئی، جب داران دروازے تک آیا تبھی نرس باہر نکلی اور صبح کا سلام کرتی مقابل سے گھوریوں کی کھلی سوغات لیتے فوراً نکلتی چلی گئی۔

داران نے ہاتھ بڑھا کر جھٹکے سے دروازہ کھولا تو خالی بیڈ دیکھ کر وجیہہ چہرے پر تناؤ پھیل آیا پر داریہ کی سیلز وہیں بیڈ کی سائڈ پر تھیں تبھی اسکا غصے کو ناراضگی بننے میں لمحہ لگا جبکہ وہ جو دبیز پردے کے پیچھے ننگے پیر کھڑی چھپی تھی، بھول گئی تھی کہ اس سے زیادہ وہ اسکی خوشبو کا اسیر ہے، اور یہ ہوائیں جن میں داریہ کی خوشبو گھلی تھی، داران کی پرانی مخبر تھیں۔

"کہاں ہو تم؟ مجھ سے چھپ کر کیا میرے غصے سے بچ جاو گی؟ فوراً باہر نکلو کیونکہ میں نے ڈھونڈا تو بہت رلاؤں گا"

داران نے پردے کے ابھار کے ساتھ فرش پر داریہ کے پیر بھی دیکھ لیے تھے پر نوٹسکی نہ کرتا تو اسے داران ماہیر شاہ کون کہتا، لہجہ کڑک اور سفاک رکھا، ستم کہ ایسی دھمکی جو رگوں میں دوڑتے لہو کو منجمد کر دے۔

"کس قدر بیوقوف اور بد دماغ نکلی تم مس ڈی کے، اتنی بڑی بات چھپالی کونسی مہارت کا کیڑا ہے تمہارے اندر؟ کیسے کیا آخر؟ مجھ سے جھوٹ بولا تم نے، باہر نکلو داریہ، میں کہہ رہا ہوں باہر نکل آو ورنہ بہت برا ہو گا"

داران کی آواز میں سمٹا عتاب، حکم، اور درد داریہ کی اور جان نکال رہا تھا وہ اسکا سامنا کرنے کی ہمت ہی نہیں کر پار ہی تھی تبھی وہ خود ہی کوئی ہوں ہاں نہ پائے خود ہی پردے کی جانب قدم اٹھانے لگا۔

"اگر تمہیں یا اس بچے کو کچھ ہو جاتا؟ کیا میں سہہ پاتا؟ کتنی ماہر کھلاڑی نکلی تم جھوٹی، چڑیل۔ ڈاکٹر کو بھی ملایا اپنے ساتھ، اسکی گردن تو بعد میں جا کر گھوٹوں کا پہلے تمہیں سیدھا کر لوں۔ باہر آرہی ہو یا میں آؤں؟"

دار یہ جو سانس بھی پکڑے جانے کے ڈر سے روکے کھڑی تھی، داران کی پر اشتعال آواز بہت قریب سے سنائی دی تو لگا جیسے اب چھپنے کا کوئی فائدہ نہیں مگر اس سے پہلے وہ باہر نکلتی، داران نے ہی اس پر گرا پردہ جھٹکے سے دائیں طرف کھسکایا تو دیوار سے لگ کر سہمی دار یہ کو دیکھ کر لمحہ لگا تھا داران ماہیر کی ناراض آنکھوں میں سرخائی گھلنے میں، جبکہ دار یہ زرا سے گھنٹوں میں آدھی اور نڈھال ہو کر رہ گئی تھی، چہرے پر تھکن، آنکھوں میں آنسو اور نگاہوں میں تکلیف کا جہاں لیے ہوئے وہ ماہیر کو ستم ڈھانے سے روک گئی۔

"ڈاکٹر کو کچھ مت کہنا، میں نے ا۔۔ اسے بھی بدھو بنایا تھا"

نم سرگوشی میں اپنا ایک اور کارنامہ گلو گلیں آواز میں بتا کر وہ داران کو از سر نو غصہ دلا گئی جو اپنے دونوں ہاتھ دار یہ کے دائیں بائیں دیوار پر ٹکا کر اسے قید کر چکا تھا پر اسکی ناراض آنکھیں دار یہ کے پیروں سے جان نکال رہی تھیں، دار یہ نے اسکی بازو چھوئی پھر دونوں کی آنکھیں ملیں۔

"واہ! شرم تو نہیں آرہی یہ بولتے ہوئے، بڑا کارنامہ کیا ہے جو بتا رہی ہو۔ میں واقعی بہت ہی عقل کا اندھا ہوں، چھٹانگ بھر لڑکی کے ہاتھوں بیوقوف بن گیا"

رونے کو تیار داریہ کی آنکھیں فوراً بھیگ گئیں، وہ پہلی بار ایسا ناراض ہوا تھا کہ وہ برداشت نہ کر پار ہی تھی۔

"ہ۔۔ ہاں کہہ لو برا، یہ مت پوچھنا کہ کیوں کیا یہ۔۔ بس اسی کے پیچھے لگے رہو کے کیا کیا۔۔ تمہیں اکیلا نہیں چھوڑ سکتی تھی، سوچ سوچ کر دماغ پھٹ جاتا تم سے دور۔ ہاں کر لو غصہ۔۔۔ تھوڑا سا پیار کرتے ہو، اتنا سارا غصہ کرتے ہو۔ تم بہت برے ہو"

اٹک اٹک کر آنسو گر گئی وہ اس سے الٹا خود روٹھی، داران نے گہرا سانس کھینچا کیونکہ رو کر وہ اسے برا ستار ہی تھی۔

"تھوڑا سا پیار؟ یہ جو زلٹ لیے گھوم رہی ہو یہ تھوڑے پیار کا اثر ہے کیا؟"

اس الزام پر تو زمین کانپ جاتی یہ تو داران ماہیر شاہ کا اس لڑکی پر قربان دل تھا، وہ داران کے سپاٹ اور کھلے ڈھلے سوال پر سرخ رو ہو کر رہ گئی۔

"ت۔۔ تم ہو ہی بے شرم اور بد تمیز"

فورا خفت سے سرخ ہوتی منہ موڑ گئی، جبکہ داران کا دل چاہا دیوار سے سر مار دے۔

"خود کیا ہو؟ تم نے اس خوشی کو بھی پھیکا سا بنا دیا ہے، اس وقت مجھے بتایا جب موت کہ منہ میں پہنچی۔

میری فیلنگز ہرٹ نہیں ہوئیں کیا اس سے؟ میرے دل پر کیا گزری اسکے بارے نہیں سوچا؟ میری طرف دیکھو داریہ"

مسلسل اسے منہ موڑے دیکھ کر داران نے اسکا منہ جبرے سے پکڑے اپنی سمت موڑا تو تیر سی نگاہوں سے وہ داران کو دھندلائی اکھیوں سے آزمانے لگی۔

"اگر خدا نخواستہ وہ بلاک جو تمہارے بازو پر تھا،

تم پر گر جاتا۔ اس کے لیے معافی نہیں ملے گی داریہ۔ میری ایک اور خوشی پھینکی کرنے کی کوئی معافی نہیں ہے"

وہ جو سمجھ رہی تھی رو کر اسے منالے گی، سہم کر سانس روک گئی، کیونکہ وہ بہت ہرٹ تھا۔

"م۔۔ مجھ سے مت لڑو ماہیر، میں کیسے برداشت کروں۔ نہیں ہوتا مجھ سے۔ سزا دے لو پر روٹھو تو مت۔ میں مجبور تھی ناں، میں تمہارے لیے بہت بے اختیار ہوں۔ تمہیں اکیلا کرتی تو شاید اس سے بری حالت میں پہنچ جاتی، اب تو سلامت ہوں لیکن تب نہ بچتی"

داران نے اسکی نم آنکھیں دیکھتے اسکی بات سنی پر غصہ برقرار رکھا الٹا دل کٹ گیا آخری جملے پر۔

"بکو اس نہیں کرو داریہ، بولنے سے پہلے سوچا کرو"

اسکے بری طرح ڈانٹنے پر وہ اسکے سینے سے لپٹی شاید یہ آخری حل تھا ماہیر کو منانے کا۔

"تمہاری ناراضگی سے کچھ ہو گیا مجھے تو؟"

زرا پیچھے ہوئے اسکی زرا سی زخمی گال چومتی، کان کی لو سے ہونٹوں کو جوڑے ایمو شنل بلیک میل کیا تو

داران کے ہاتھوں کی کمر کے اطراف حرکت و گرفت پر داریہ کے آنسو تھمے اور وہ مسکرائی۔

وہ اسے دیوار سے ہٹاتا اسی طرح اپنے سینے میں جذب کیے ہوئے دوسری طرف پلٹا، اس لڑکی کو سلامت محسوس کیے داران کے سارے روٹھے رنگ اور موسم مان گئے، وہ بتا نہیں سکتا تھا کہ اس وقت داریہ کو گلے لگا کر وہ کس قدر راحت میں ہے، جیسے پوری کائنات اسکی دسترس میں آگئی ہو، وہ یوں گلے لگا کر ہمیشہ بھول جاتا تھا، یہ تو جب اسکے وجود کی حدت اور سختی داریہ کی جان پر بننے لگتی تب داریہ کی بے خود مزاحمت اسے ہوش دلاتی، پر آج تو جیسے وہ خود پر اختیار کھو چکا تھا۔

"میں نہیں بول رہا تم سے، تم بہت بری ہو"

اسے سینے سے لگائے ہی وہ بہت مشکل سے بول سکا، داریہ کے لبوں پر کراہتی ہوئی مسکراہٹ اتری۔
"آج کے بعد ایسا کبھی نہیں کروں گی، کبھی تم سے جھوٹ نہیں بولوں گی۔ مجھے سے خفا مت رہو، مجھ میں وہ حوصلہ ہے نہیں جو تمہاری ناراضگی سہنے کے لیے چاہیے"

روہانسی آواز میں وہ اسکے کان کی اور نزدیک ہوئے دوبارہ انس و چاہت سے بولی، ایک ہاتھ اسکی گردن کی پچھلی طرف پھیرا، اسکے ہاتھ کی پوریں داران کو ہر بد کیفیت سے باہر کھینچ لاتی تھیں، جب جب وہ ماہیر کے جسم کو چھوتی تھیں۔

"نہیں ماننا مجھے"

ضدی جواب لیے وہ اسے بہت سا سکون، اطمینان اور تسلی لوٹ لینے کے بعد دور ہو گیا۔

منہ بھی موڑ لیا، دارا یہ نے اسے بیک ہگ کیے جانے سے روکا تو اپنے سینے پر بندھے اسکے مر مر میں گرم ہاتھوں کو پکڑ کر زرا چہرہ پیچھے گمایا تو وہ اسکے کاندھے پر پیار دیتی بازو سے لگی آگے کو جھانکی۔

لمحہ لگا تھا دارا ان کا میٹر گھومنے میں، پلٹ کر ایک ہی جھٹکے سے دارا یہ کی کمر میں ہاتھ ڈالے اپنے سینے سے لگایا، وہ ناراض تھا تو اسکی گرفت میں بھی اسکا اثر تھا پر دارا یہ سہہ گئی۔

"مان جاو ماہیر، معاف کر دو"

اسکا چہرہ ہتھیلیوں میں بھرے مان سے بولی جو اسکے کھلے بالوں کو سمیٹا اسکی گردن چومتا دیوانگی سے گال تک پہنچا اور پھر اس چڑیل کی سزا کے چکر میں سانس روک دی۔

دارا یہ نے کوئی مزاحمت نہ کی کہ وہ خود ہی دارا یہ کی حالت پر رحم کھا کر اس سے دور ہوا، اسکے ماتھے کو پیار سے چومتے اپنے سینے واپس لگایا، تو وہ بھی بازو اسکی پشت پر لپیٹ کر دل تک مسرور ہوئی۔

یہ ماہیر شاہ کے مان جانے کا انداز تھا، وہ مر مٹی ایک بار پھر۔

"سن لو دارا یہ، معاف نہیں کرنے والا۔ اسکی بہت سزا دوں گا تمہیں، تم نے سچ میں جان نکالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی"

وہ اسکے اب تک ضد سے اکڑنے پر پھیکا سا ہنسی، یہ اس شخص کا محبوبانہ رویہ تھا کہ وہ اپنی قربت سے اس لڑکی کو ڈرا رہا تھا جو دل و جان سے ماہیر کے قرب کی طلب گار تھی۔

"تم نے کر دیا ہے معاف"

وہ پر اسرار سائنس کر اترائی تھی، پلکیں ڈوبی سی تھیں پر واللہ اس لڑکی کی اتر اہٹ صدقہ اتارنے لائق تھی، وہ کچھ بول ہی نہ سکا اسکو اپنے سامنے گما کر پلٹا ہا اور اپنا ہاتھ داریہ کے پیٹ پر رکھے خود اسکے کندھے پر جھک کر ہونٹوں کو رکھا پھر گردن کا دائیں حصہ چوما، اسکے ہونٹوں کی شدت و حرارت پر داریہ کے گالوں سے دھواں اٹھنے لگا پر پھر کچھ ہوا کہ داریہ گھبرائی۔

کئی آنسو داران کی آنکھ سے نکل کر داریہ کے بالوں میں گم ہوئے، جب داریہ کو محسوس ہوا وہ رو رہا ہے تو اپنے پیٹ پر رکھے ماہیر کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھے انگلیوں میں انگلیوں کو جکڑا اور اسکی دھڑکنوں کو محسوس کیے سانس کھینچی۔

"بڑے ہو جاو ماہیر شاہ، بے بی آئے گا تو کیا کہے گا کہ رو تو بابا ہیں اسکے۔ چھوڑو مجھے، پونجھنے دو اپنے آنسو"

وہ اسے پلٹا کر قید کیے ہوئے تبھی تھا تا کہ وہ اسکے آنسو دیکھ ہی نہ سکے ورنہ اور مر مٹی۔

"تم نے ہی دیے ہیں یہ آنسو، میں خود پونجھ سکتا ہوں۔ تم سے ناراض ہوں، اپنا احسان پاس رکھو۔ میرے لیے بھی جلاد بن گئی تم، بدلہ لیا ہے تم نے، میں بھی تمہارے لیے جلاد بنا تھا، بدلہ بھلے پیار سے لیا ہو، پر تکلیف بہت ہوئی ہے"

روٹھی سرگوشی پر وہ اسکے سینے سے پشت جوڑے اپنا سارا وزن اسی کے سہارے چھوڑ کر مسکراتے آنکھیں موندھ گئی۔

"بار بار مت کہو کے ناراض ہو اور تکلیف میں ہو، چھوڑو مجھے۔ خود کو دیکھنے دو۔ تمہاری بازو زخمی ہے"

وہ اپنی گردن تک داران کے چہرے کی نمی محسوس کیے ضبط ختم ہونے پر مچلی، پوری قوت لگائے اسکی گرفت سے نکل ہی گئی تو وہ بھی سارے آنسو رگڑ گیا اور یوں گھورا کہ داریہ کا گلاب چہرہ مر جھا گیا۔

"اوئے! مت کرناں"

سخت چڑ کر وہ چینخی، داران نے لمحہ بھر حیرت سے داریہ کو دیکھا، اور آنکھیں گما گیا۔

"میں چینخ چینخ کر رونے لگوں گی، ٹاک ٹومی۔"

جان جا رہی تھی داریہ کی تبھی داران نے ہاتھ بڑھا کر اسکے آنسو صاف کیے۔

"ڈونٹ کرائے، یہاں آو۔۔۔۔"

داران نے اسکا ہاتھ پکڑا اور بیڈ پر بٹھاتے خود اسکے قدموں میں بیٹھا تو وہ داران کے یوں نیچے بیٹھنے پر متذبذب ہوئی۔

"م۔ ماہیر میرے پاس آو یہاں۔ نیچے مت بیٹھو"

وہ اسکو اٹھانے لگی پر وہ اسے واپس بٹھا گیا، اسکے گود میں رکھے دونوں ہاتھ پکڑ کر چومے تو مقابل آنکھیں نمی سے دھندلائیں۔

"کیسی فیلنگ تھیں؟ جب پتا چلا تمہیں؟ بولو۔ کیا بہت خوبصورت تھیں"

وہ اسکے جذب بھرے دلکش سوال پر نرم آنکھوں سے ہنسی۔

"بہت زیادہ، تمہاری ان گہری رنگیلی آنکھوں سے بھی زیادہ۔ اتنی بڑی خوشی کہ مجھے میرا دامن کم پڑتا محسوس ہوا"

وہ بھی تو جیسے یہ سب بتانے کے لیے بے تاب تھی، کھل کر اپنی خوشی میں خوشی کا سبب بننے والے ماہیر شاہ کو شریک کر لیا۔

"اور؟"

وہ بس سب کچھ سننے کو تڑپ رہا تھا۔

دار یہ نے اپنے ہاتھ چھڑوائے اور اسکے رخساروں پر ہتھیلیوں کو رکھتے پھیرا اور سر جھکا کر اسکے ماتھے کو چومتی پیچھے ہوئی۔

"اور تم سے دوبارہ پیار ہو گیا"

یہ کہتے وہ بھی ہنسی اور داران بھی مسکرایا پر آنکھیں چرا کر انھیں رگڑا بھی تھا۔

"مجھ سے اس خوشی کا اظہار نہیں ہو پار ہا دار یہ لیکن ایسی ہی ملتی جلتی خوشی میں نے تمہیں پا کر محسوس کی تھی تب جب تم میری ہوئی تھی، بہت زیادہ میری، اور اب، جب تم سے یہ راحت ملی۔ ویسی ہی کیفیت ہے، کیا کہوں کچھ سمجھ نہیں آ رہا"

وہ اس بولائے شخص پر قربان ہوتی تو یہ ضروری تھا، جس سے سچ میں کچھ بولا نہ جا رہا تھا، جسکے حواس اڑے تھے، جسکے رونگٹے کھڑے تھے۔

"اٹھوپہلے یہاں سے"

وہ اسکی بازو تھامے بولی تو وہ اٹھ کر پہلو میں بیٹھا ہی کہ داریہ نے فوراً سے اسکی گود میں جگہ پاتے بازو لپیٹے اور اس سے لپٹ گئی۔

"کچھ مت کہو، تمہاری خوشی جان گئی ہوں۔ میں بھی ایسے ہی پاگل ہو گئی تھی جب اسکا سراغ پایا۔ ڈونٹ وری، ریلکس ہو جاو"

وہ روبرو ہوئی اور پیار سے اسکے گال تھپکائے۔

"داریہ"

وہ اسکو دیکھ کر عجیب آزار ہا تھا۔

"جی میری جان"

رہی سہی کسر اس ظالم لڑکی نے جان کہہ کر پوری کر دی، دل چاہا اسکی جان لے لے۔

"رونا آرہا ہے مجھے"

بچوں کی طرح اطلاع دی جس پر داریہ اس پگلے پر ہنس دی۔

"تو رولو، ابھی رونے پر ٹیکس تھوڑا لگا ہے"

لڑکی نے سیاسی جگت مار کر داران کے رونے کا کثیر واپس گما ڈالا، منہ بسور کر رہ گیا۔

"تم روتا دیکھنا چاہتی ہو مجھے، ہٹو فرش پر لیٹ کر روتا ہوں۔ اچھے سے انجوائے کرنا"

پھر سے روٹھ کر اسے پیچھے کرنے لگا جب داریہ نے ہنس کر بازو کس لیے۔

"بہت برے لگو گے قسم سے"

اس لڑکی کے دانت نکل رہے تھے جس نے ماہیر شاہ کی جان نکال کر رکھ دی تھی۔

"تمہیں اچھا لگتا ہی کب ہوں"

خوا مخواہ نخرے دیکھاتے روہانسا مظلومیت خیز لہجہ لیے بولا تو داریہ نے گھوری دی۔

"اچھے نہیں جان سے پیارے لگتے ہو، بس ناں۔ ایسے لاڈ کرو گے تو بے بی آکر کیا کرے گا پھر؟"

داریہ کو لگا ایک چھوٹا بچہ اللہ نے ماہیر میں بھی انسٹال کر دیا ہے۔

"وہ تم پر قبضہ کرے گا، تمہیں ٹپ کرے گا، فزیکل ہوگا، داریہ یو آر اونلی مائن۔۔۔ میں کیسے شنیر کروں گا"

ابھی سے داران کے صدمات کی لسٹ سننے داریہ کو ہول اٹھے۔

"تم پاگل ہو گئے ہو، وہ ہمارا بچہ ہوگا ماہیر۔ اور ویسے ہی شنیر کرنا جیسے میں تمہیں کروں گی اسکے

ساتھ۔ دوبارہ ایسا نہیں کہنا، میں صرف تمہاری ہوں، اونلی یور زمائی ہنڈسم"

گھبرا گئی تھی وہ، داران نے سر ہلایا تو داریہ نے اسکے گال پر اب تک ہلکا سا نشان دیکھتے پیار سے اپنے

ہونٹوں کو لگایا۔

"آئی لوو یو ماہیر شاہ"

جذب سے بولی تو داران نے اسکے نچلے ہونٹ پر انگوٹھے کی پور دباتے نظر ان سنہری آنکھوں پر ڈالی۔
"آئی لوو یو ٹو دار یہ، مجھے بتاؤ سانس ٹھیک آرہا ہے"

وہ اسکی فکر میں بولا تو دار یہ نے عملی اظہار کے اپنی مہکی سانسوں کی آسودگی تھمائی، وہ اسکے ہونٹوں سے
پھر بھی سننا چاہتا تھا۔

"بس گلے میں تھوڑی خراش اور پین سی فیل ہو رہی ہے، باقی میں ٹھیک ہوں۔ پیاس کے ساتھ بھوک
بھی لگ رہی ہے ماہیر"

سچ میں بہت وقت بیت گیا تھا کچھ کھائے پیے۔

"اوکے تم ریڈی ہو جاؤ ہم چلتے ہیں، میں مزے دار سا بریک فاسٹ کرواتا ہوں تمہیں راستے
میں، تمہیں گھر ڈراپ کروں گا، سوہا کو تمہارے پاس بلالوں گا پھر ہو سپٹل جاؤں گا۔ تم اچھی سی نیند
لینا"

اتنی تاکیدیں کیں کہ وہ سن کر تھک گئی۔

"ماہیر، تمہیں بھی آرام کی ضرورت ہے۔ تمہیں گولی لگی تھی۔ اور مجھے تمہارا پاس ہونا چاہیے، بہت
پاس"

وہ جانے دینا نہیں چاہتی تھی۔

"میں بیلا کو دیکھ آؤں پھر تمہارے پاس آ جاؤں گا، چلو اٹھو کپڑے بدلو۔ تب تک میں ڈسچارج سلیپ بنوا
لیتا ہوں"

داران نے اسے اٹھاتے پیار سے سمجھایا اور جانے لگا جب داریہ نے اسکا ہاتھ پکڑے روکا۔
"ماہیر، تم میری زندگی ہو"

رہ رہ کر اسے داران پر پیار آرہا تھا۔

"اور تم میری سانس ہو، تم نہیں تو میں سرے سے نہیں۔ آتا ہوں، دھیان سے جانا۔ اب تو سچ میں میری سانسیں تمہارے ہاتھ میں آگئی ہیں۔ ڈر ہی لگا رہے گا۔ جاو اور مجھے ہر وقت تاڑنا بھی کم کرو۔ پروموشن ہوگئی ہے میری۔۔۔۔۔ مغرور ہو گیا ہوں، چڑخیل، پر میرا سب کچھ۔ کھا جاؤں گا تمہیں بچ جاو مجھ سے"

وہ جتنا اسے قریب لایا وہ دگنی ہوئی، امر بیل جیسی لپٹ گئی تو داران نے چند سر سری لمس نچھاور کیے گہرا نہ جاتے جان چھڑوائی اور بھاگا پردار یہ کو حسین سی مسکراہٹ ضرور بخش گیا۔

بابا کو انکے روم میں ریٹ کے لیے چھوڑ کر عاقب انکے کمرے سے نکلا تو سامنے کھڑی انیب نم آنکھوں میں ڈھیڑ سی چاہت بھرے اسی کو دیکھ رہی تھی، پچھلے کئی گھنٹوں سے عاقب اور جاسم ساتھ تھے، بہت سی باتیں کیں اس نے ان سے کہ کب دن چڑھا خبر ہی نہ ہوئی، انیب بہت پیاری ہیلو ڈریس پہنے عاقب کو سیدھا سیدھا دل میں اترتی محسوس ہو رہی تھی اوپر سے بالوں کی چوٹی گوند کر ہیر پنزلگا کر کچھ زیادہ ہی بے بی کلر لک میں سامنے والے آدمی کو آزار ہی تھی، ہلکا سا فلو اب بھی تھا جس سبب اسکی

ناک کی نوک اور گالوں کا اوپری پارٹ صاف صاف گلابی لگ رہا تھا اور قیامت تھی یہ لڑکی اس نکھرے رنگ و روپ اور مسکراہٹ کے سنگ، انیب نے اسے بھرپور خود کا جائزہ لینے دیا اور پھر اپنے ہاتھ ہگ کی صورت پھیلاتی اسکے نزدیک ہوئی اور اسکی گردن میں ہاتھوں کا ہار بنا کر لپٹائے ساتھ زور سے چمٹ گئی، اتنی حسین مہربانی پر عاقب نے اسے ٹائٹ انداز میں جکڑا پر انیب کو پرواہ نہ تھی بھلے اسکے جسم کی ہڈیاں بھی چٹختی جاتی کیوں کہ وہ بہت ہی زیادہ خوش تھی۔

"اتنی قریب مت آو میرے، میں تمہیں رخصت کروالوں گا"

اسکے گرد سرور سے ہاتھ لپیٹے معنی خیز سادھم کا یا گیا پر اب کسے پرواہ تھی، اب تو وہ فدائین کے قبیلے سے تھی۔

"تم کیا کرو گے، اب میں خود رخصتی کے لیے لمحے گنوں گی۔ تھینکو سوچ عاقب، میں بتا نہیں سکتی تم نے مجھے کتنی بڑی خوشی دی"

انیب کی آخری بات تو وہ سن ہی نہ سکا، پہلی نے ہی ہوش اڑا دیے، چہرے کا رنگ بدلا۔

"تم سچ میں رخصت ہونا چاہتی ہو، آئی مین پھر ہم اپنا رشتہ آگے بڑھا سکیں گے۔ ڈر نہیں لگ رہا تمہیں؟"

وہ حیرت سے اسے پکڑ کر سامنے لایا تو انیب کے رخساروں پر اسکے سوال کرنے کے معصومانہ انداز پر سرخی اتری، وہ دلربا بنی لہرا کر اسکے کان کے قریب ہوئی۔

"لگ تو رہا ہے پر تم جس دن دل سے پورے میرے ہو گئے، مجھے ڈر نہیں لگے گا مزید۔ ہو جاؤ ناں
میرے پورے عاقب"

انیب کی آواز اختتام تک جذبات سے لرزی۔

"ایسے محبت سے بکھرتے لہجے میں بات مت کیا کرو انیب، میرے چار سو آگ جلنے لگتی ہے۔ تم بہت
بیوقوف ہو ابھی بھی"

بھلا اب وہ اور کیا ثبوت دیتا اس بات کا کہ وہ پورا تو کیا سارے کا سارا اسی کا ہو چکا ہے، اسکے ڈگمگاتے لہجے
پر کیوں نہ کوئی مر جاتا۔

"جاو کچھ دیر دور ہو جاو مجھ سے، میں سارا تمہارا ہو گیا تو تم سی فسادن کا کیا بھروسہ کسی دن مجھ پر غصہ
آئے اور لوہے لیلین والے کے پاس بیچ کر پتیسیہ کھا کر ڈکار مار کر نکل جاو"

اتنی سنجیدہ اور نادیدہ حدت میں ڈوبی صورت حال کا اس سے اچھا کباڑا کہاں کر سکتا تھا وہ۔

"بہت ہی ڈنگر ہو تم۔۔۔۔۔"

غصے سے اس چٹانی دیو کو پرے کرتی وہ اس بندے کی سڑی بات پر برہم ہوئے، ہیلز پٹختے چلی گئی جبکہ
عاقب نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھے وہاں ہتھیلی پھیری تھی، پر دل تو اس لڑکی کے پیچھے ہی باولا بنے ہمک
رہا تھا۔

"Little lamb,

مجھ سے بچ جاو تم۔۔۔۔۔ عاقب ریلکس۔ سر پر سوار مت کر اسے، تیرا اک لیول ہے، تو بہکتا نہیں ہے۔ (اگلے ہی لمحے بسوری شکل سے خود پر دو حرف بھیجے) کھوتے کا سر۔۔۔۔۔ بہکنے کا ریکارڈ قائم کر دیا اور بھونک رہا ہے بہکتا نہیں ہے۔۔۔۔۔ اف۔۔۔۔۔ یہ لڑکی چنگاری ہے پوری۔ بھڑکا دیتی ہے " اس وقت عاقب کو لگا اسکے چاروں سودھوئیں اٹھ رہے ہیں، بچا را خود پر ہی برستا ہوا گھر سے باہر نکل گیا تاکہ کچھ بے آرام ہستی کا کھلی فضا میں جا کر سکون واپس پاسکے۔

.._____..

داران نے پہلے دار یہ کو، سلیتھی سا بریک فاسٹ کروایا اور اسکی سپیڈ دیکھ کر یہی سوچ رہا تھا یہ اتنا کھاتی ہے تو جاتا کہاں ہے، چار پانچ فینس بریک فاسٹ ڈیشیز آرڈر کیے اکیلی چٹ کرنے کے بعد اسے ملک شیک بھی چاہیے تھا، داران نے وہ بھی منگوا کر دیا تب جا کر پیٹ کی تسلی کیے وہ مطمئن ہوئی، گھر تک پہنچنے کے بیچ بھی وہ کبھی کاٹن کینڈی، کبھی چاکلیٹ لاوا کیک تو کبھی کیرمل پاپ کارن کا آرڈر لگاتی رہی، کھاوہ رہی تھی خوشی داران کو مل رہی تھی تبھی تو اسے ہر وہ چیز دلائی جو اس بھو کی شیرنی نے چاہی۔ سوہا کو داران نے پہلے ہی کال کر کے گھر کا ایڈریس بھیج دیا تو وہ بھیا کو بتائے گھر نکل گئی، یچی کچھ بہتر تھا کیونکہ بیلا کی طبیعت قدرے سنبھل رہی تھی۔

جب تک داران اور دار یہ وہیں موسکومیں لیے اپنے گھر پہنچے، سوہا پہلے ہی گیڈ تک پہنچے ویٹ کرتی ملی۔ دار یہ سے گلے ملنے کے بعد اک مسکراتی نظر داران پر ڈالے وہ ان دو کے ساتھ اندر گئی۔

دار یہ کو اتنا سب کھانے کے بعد بہت نیند آرہی تھی تبھی شاور لیے وہ بالوں پر ٹاول لپیٹے ہی سلیپنگ ٹراوڑر شرٹ پہنے آکر لام لیٹ ہوئے سو گئی، جب تک داران آیا اسے گہری نیند میں دیکھے پاس آیا اور جھک کر اسکے ٹاول میں قید بال آہستگی سے آزاد کیے اور انکو ڈرائے کیا، وہ زرا بھی نہ کسمائی تبھی تو وہ خوبصورت مسکایا۔

پھر جھک کر اسکا ماتھالاڈ سے چوما اور بلینکٹ کروائے خود بھی احتیاط کے ساتھ جا کر فریش ہوا کیونکہ بازو پر ابھی پانی بہانے کی پر میشن نہ تھی۔

بلیک شرٹ پینٹ پہنے ریڈی ہوا اور جاتے ہوئے کمرے کی لائیٹ بھی آف کی۔
جب باہر آیا تو سوہالاونچ میں بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی، وجیہہ اور گڈ لکنگ لگتے داران کو دیکھتے مسکرا کر اٹھی۔

عمر اور رجا ل کی ڈیوٹی ابھی تک گریول کی رکھوالی پر ہی تھی۔

"تم بور نہ ہو اس لیے عمر کو کال کی ہے کہ آجائے، دونوں دھیان رکھنا کہ وہ سوئی رہے میں یچی کے پاس جا رہا ہوں فکر مت کرنا اسکی۔ ڈاکٹر نے کہا ہے دار یہ کے لیے چوبیس گھنٹے کا آرام بہت ضروری ہے۔ تم بھی سونا چاہو تو سو جانا"

عمر کا سنے سوہا خفیف سابلش کی پر پھر فوراً خود کو روٹھا ظاہر کیا۔

"میں اس چوزے سے خفا ہوں جلادیار، میں اسکی موجودگی میں بھلا سو کیسے سکتی۔ رہی بات آپکی داریہ کی تو میں تھوڑی تھوڑی دیر بعد دیکھتی رہوں گی انکو۔ آپ بے فکر رہیں"

سوہا کی باتیں داران کو ہمیشہ ہنساتی تھیں پر اب اس لڑکی کے ساتھ عمر اور یچی کے سبب ایک شفقت والا کنکشن جڑا محسوس ہو رہا تھا۔

"چوزہ لگتا ہے وہ لیکن بہت خونخوار کنگ کانگ ہے، دھیان رکھنا۔ اچھا میں جا رہا ہوں، عمر نے تنگ کیا تو اسے گھر سے نکال کر واپس بھیج دینا ڈیوٹی پر، چوانزازیورز"

اب کی بار اس عیاشی پر وہ کھل کر ہنسی۔

"اور ہاں بھائی، سر، انکل کچھ بھی کہہ سکتی ہو مجھے پر یہ جلادیار دوبارہ نہ سنوں، دروازہ بند کر لو آکر"

اس بار داران نے سختی سے سمجھایا پر وہ تو سوہا تھی، ہنس دی۔

خیر دروازہ بند کرنے فوراً پیچھے گئی۔

جبکہ گریول کی مٹی پلید ہو رہی تھی اور عمر اور رجال اس وقت وحشی درندوں کو مات دے چکے تھے۔

ہو سپٹل کا چپہ چپہ رات سے اب تک یچی کو رٹ چکا تھا، اسے سکون ہی نہ ملا تھا کہ وہ ٹک کر بیٹھتا۔

"کیا میں اسے تھوڑی دیر مل سکتا ہوں؟"

یچی نے بیلا کا معائنہ کر کے جاتے سیاہ فام ڈاکٹر کو متانت سے روکا تو وہ سنجیدگی سے اس نڈھال سے شخص کو دیکھنے لگا۔

"انکی دھڑکن بہت دھیمی ہے، ول پاور زیرو۔ اگر آپکو یہ یقین ہے کہ آپ کا ان سے ملنا انکی بجھتی ہوئی زندگی کو طاقت دے گا تو اجازت دے سکتا ہوں، ورنہ ہم رسک نہیں لے سکتے مسٹر یچی"

ڈاکٹر نے اپنی زبان میں بڑے سوز زدہ ہوتے بتایا جبکہ یچی کو تو یقین تھا کہ وہ اگر اس سے ملا تو کل کی مرقی وہ آج جان دے دے گی۔

"اچھا پانچ منٹ کے لیے مل لیں لیکن ابھی وہ خطرے میں ہیں اور آر ٹیفیشل آکسیجن پر سروائیو کر رہی ہیں سو کچھ ایسا مت کہیے گا کہ وہ سٹریس لیں، نرس انکی ملاقات کروادیں"

اس سے پہلے یچی بھاری قدموں سے پلٹا، ڈاکٹر بریل نامی اس آدمی نے رحم کھا ہی لیا، اگلے پانچ منٹ تک اسے بیلا والے سپیشل کثیر روم کے باہر لا کر چھوڑا گیا۔

ماسک اور ٹوپی کے ساتھ، میڈیکل گاون تک پہنچا دیا تھا ان ڈاکٹروں نے۔

خیر ہمت کیے یچی نے دروازہ دبایا تو سامنے ہی اسے وہ دیکھائی دی، جسے بلڈ کی تیسری بوتل لگ رہی تھی، ناک اور منہ پر آکسیجن ماسک تھا جبکہ مانیٹر پر بیلا کے دل کی دھڑکن کی رفتار، ہارٹ بیٹ ریٹ، پی پی، اور سٹریس لیول لائیوں اور ڈیٹیکٹس کی صورت موجود یچی کی آنکھوں میں ریت جھونک گیا۔

وہ مزید قریب آیا، کمرے میں اے سی کی کولینگ اور ایئر فریشنر کے باوجود انتھسیریا کی تیز سمیل گھلی ہوئی تھی جو یچی کا دم گھونٹنے لگی، بیلا کا چہرہ اتنا سفید تھا جیسے خون کی آخری بوند تک نچڑ گئی ہو، یہ دیکھ کر یچی کا دل دبنے لگا۔

"میں نے بہت ہرٹ کیا تمہیں، بہت بے بسی سے گزرا۔ میں ہر چیز کی تلافی کروں گا بیلا لیکن مجھے اپنے دل میں واپس بسا لو کیونکہ اسکے سوا میرا کوئی گھر نہیں۔ تمہارا یو یو رہنا چاہتا ہوں، آخری سانس تک۔ کیونکہ بہت پیار کرتا ہوں تم سے، اب سے نہیں چھ سال سے۔ پر خود پر دوسری نظر حرام کر رکھی تھی، کیونکہ مجھ پر بہت قرض تھے۔ میرے بس میں ہوتا میں اپنے پیرنٹس کی موت کا بدلہ لیے بنا سانس بھی نہ لیتا، پر لینی پڑی۔ پھر تم سے کیسے کہتا کہ محبت اس یچی حیدر کو بھی ہو گئی ہے۔ چپ چاپ چلا گیا تمہاری زندگی سے کیونکہ یہی بہتر تھا"

اسکے بے جان ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر محسوس کیے وہ اسکی بند آنکھوں کی تڑپتی جنبیش پر آزرده ہوا۔

"پلیز کم بیک۔ میں تمہارے ساتھ جینا چاہتا ہوں، مت چھوڑنا۔ آئی نیڈ یو۔ مجھے تمہاری محبت چاہیے، تمہاری جنونیت جو میرے لاکھ بار دھتکارنے پر بھی اپنا رخ نہ بدل سکی وہی میرا مرہم بن سکتی ہے، تم سن رہی ہوناں مجھے؟ دیکھو میں نے تمہارا ہاتھ کتنے پیار سے پکڑا ہے"

آج مدت بعد یچی کو بھی لگا جیسے اس نے اپنی کوئی قیمتی راحت تھامی ہے، وہ اسے پکار رہا تھا پر وہ اسے مزید نہیں سننا چاہتی تھی تبھی اسکی کمزور سانسیں یکدم اکھڑنے لگیں۔

"بیلا! تم چاہتی ہو میں تمہیں ہاتھ بھی نہ لگاؤں، لو چھوڑ دیا۔ زندہ تو رہو، میری آنکھوں کے سامنے دیکھائی دیتی رہو۔ دیکھو میں معافی مانگ رہا ہوں، پرسکون ہو جاؤ۔ میں تمہاری تکلیف اب برداشت نہیں کر سکتا"

اسے مشکل سے سانس لیتے دیکھ کر یچی نے اسکا ہاتھ چھوڑا، اٹھ کر کھڑا ہوئے اسکے تکیے کے دائیں بائیں ہاتھوں کو ٹکایا اور کمزور سی جھک کر سرگوشی کی۔

"ت۔۔ تم کہو گی تو میں چلا جاؤں گا بہت دور لیکن تم میری دادی جانم لے لو، شفقت چاہیے تمہیں، پوری لے لو مجھ سے انھیں، سزاوار میں ہوں تو مجھے ہر سکھ سے محروم کر دو، پر ہمت مت ہارو، اپنی سانسوں کو اکھڑنے مت دو، میں نہیں دیکھ پا رہا۔ میں اس گلٹ سے مر کر بھی نہیں نکلوں گا۔ میں اگر اب تک سہی سلامت ہوں تو اس لیے کہ تم اس دنیا میں کہیں نہ کہیں موجود تھی، تم ایسے ہمت نہیں ہار سکتی"

وہ بولتا گیا، کیونکہ یقین تھا وہ اسے سن رہی ہے اور جب بیلا کی سانسیں مزید اکھڑنے لگیں تو وہ اسکی آنکھ سے نکل کر تکیے میں جذب ہوتے آنسو کو ہاتھ بڑھا کر انگلی کی پور میں جذب کیے اسکے ماتھے کو سہلانے لگا اور پلٹ کر چینخا، ڈاکٹرز اور نرسیز دوڑتے ہوئے پہلے ہی پیشینٹ کی حالت بگھڑنے کے آلارم پر باہر پہنچ چکے تھے، یچی ہلنا بھی نہیں چاہتا تھا پر دونر سیں اسکی تڑپ کے باوجود اسے پکڑ کر

کمرے سے باہر نکال گئیں، وہ اتنی تکلیف میں تھا کہ یہ بھی نہ کہہ سکا کہ مجھے مت نکالیں، اسکے پاس رہنے دیں۔

گلاس کے پار سے اس نے جب ڈاکٹرز کو الیکٹرک شک لگانے کی تیاری کرتے دیکھا تو یچی لڑکھڑا کر بمشکل فرش پر بیٹھ سکا، یہ سب نہیں دیکھا گیا اس سے۔

اس نے دونوں ہاتھ اپنے کانوں پر دبالیے، وہ یہ نہیں سن سکتا تھا کہ وہ بیلا سے محروم کر دیا گیا ہے۔ وقت گزر تا گیا، الیکٹرک شک کے باوجود زندگی کی لائن سیدھی ہو گئی۔ یچی نے اپنے کانوں کو گہرے سانس لیتے دبایا۔

"میں مرجاؤں گا، مت جانا بیلا۔ بے موت مرجاؤں گا۔ پ۔ پلینز۔۔۔ مت جانا میری شہزادی"

وہ سسک پڑا، آنسو اسکی آنکھوں سے گرنے لگے اور وہیں سیدھی لکیر یکدم چل پڑی۔

کافی وقت گزر گیا، یچی کو لگا کوئی اسکا کندھا تھپکا رہا ہے کیونکہ اسے آوازیں آنا بند ہو گئی تھیں۔

پھر جب مسلسل اسے جھنجھوڑا گیا تو یچی نے ڈرتے ہوئے سر اٹھایا، ڈاکٹر کیا بول رہا تھا یہ نہ سنائی دیا، وہ مطمئن تھا بس یچی نے یہ دیکھا۔

"شی از او کے"

یہ تین لفظ اس وقت یچی کے لیے زندگی تھے، وہ نم آنکھوں سے اس مہربان ڈاکٹر کی طرف دیکھے مسکرا دیا تو ڈاکٹر وہاں سے گزر گیا۔

یچی نے ہاتھ چہرے پر پھیرا اور جلدی سے اٹھ کر پلٹا تو وہ پرسکون ہو چکی تھی، اسکی ہارٹ بیٹ نارمل تھی، آنسو یچی کی آنکھوں میں پھر سمٹنے لگے۔

"کبھی تمہاری زندگی کم ہو تو اللہ میری ہر سانس تمہیں لگا دے، بس اتنی سی محبت ہے تم سے بیلا بخاری"

وہ شیشے پر ہاتھ رکھے اسکے عکس کو محسوس کر کے خود سے اعتراف کر رہا تھا لیکن دل ابھی تک اس لڑکی کے سبب سوکھے پتے سا کانپ رہا تھا۔

.._____..

"مطلب اب تمہارے لیے بھی ہمیں لڑکی ڈھونڈنی پڑے گی کیا اب؟"

گریول بے ہوش ہو چکا تھا، اسکا نازک وجود ان دوشیروں کے ہلکے پھلکے تشدد سے ہی آدھ مرا ہوا تو بھوک کا احساس ہونے پر عمر نے اپنے اور اسکے ساتھ باقی ٹیم کے لیے بھی ناشتہ منگوالیا۔

دونوں ساتھ ہی کھر درے فرش پر دیوار سے کمرٹیک کر بیٹھے چکن رول پر اٹھا ہاتھ میں پکڑے مزے سے ناشتہ ٹھوس رہے تھے۔

"نہیں میں تم لوگوں کو اس زحمت میں نہیں ڈالوں گا، ویسے میری ہانگ کانگ میں ایک گرل فرینڈ تھی۔ کوئل نام تھا۔ لیکن کچھ ماہ پہلے جب میں نے اسے اپنی کہانی بتائی تو بریک اپ کر گئی سالی، میں بھی کسی سے کم تھوڑی تھا۔ پتا نہیں کتنے پیسے کھا چکی تھی میرے، جسم کی بھوکی۔ میں نے بھی اچھی بھلی

تصویریں نکلوائیں سلیفیز اور بھیج دیں اسکے دوسرے بوائے فرینڈ کو۔ اسکا بریک آپ کروایا اور پھولوں کے گدستے کے ساتھ کارڈ پر ایک گندی سی گالی لکھ کر اسے تب ارسال کی جب بچاری صدمے سے ہو سہٹل پہنچ گئی۔"

رجال کے منہ کو عمر حیرت سے تکتا آخر تک جیسے ہنسا خود رجال مسکرا دیا۔

"او! کتنے کمینے ہو تم رجال۔ اچھا یہ بتاؤ داریہ میم کے پیچھے کیوں پڑے تھے، ویسے ابھی انکی معافی رہتی ہے بچو۔"

عمر کو اسکی باتیں اتنی دلچسپ لگیں کہ فوراً اسکی طرف رخ پھیرا۔

"یار داریہ بہت اریٹ کر رہی تھی، وہ رسوا ہو کر بھی رسوا نہیں تھی تبھی جلن ہوتی تھی حالانکہ ہم دو کا خریدار ایک تھا۔ وہ اتنی مضبوط کیسے ہے یہی تکلیف دیتا تھا مجھے اور میں اسے توڑ کر اس بے بسی سے ملوانا چاہتا تھا جو مجھے نصیب تھی، اور ویسے بھی ہوس تو اک لازمی جزو ہے ہم جیسے لفنگوں کا۔ جب باپ ایسا تھا تو میں کیسے پیچھے رہتا۔ اور مجھے اسکے پیر پکڑنے میں اب کوئی مسئلہ نہیں، میں ان چیزوں سے آزاد ہو گیا ہوں۔ جلاد کا بہت بڑا احسان ہے اور میں اسکی ناراضگی دور کرنے کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں۔ اس نے ماما کے بیٹے کو اچھی راہ دیکھائی ہے، بھلے ہاتھ پکڑ کر راہ پر چلا یا نہ ہو پر وہ جس مرتبے پر تھا اسکا طریقہ وحشی ہو کر بھی سو فیصد درست ہے۔"

رجال کے لہجے میں اب صرف سچائی تھی، عمر نے اسکے سینے کو تھپکا اور بردارانہ مسکراہٹ دی کیونکہ رجال کی برداشت واقعی قابل ستائش تھی۔

"ہمم۔ تم برے نہیں ہو لیکن جس زندگی سے گزرے ہو وہ بری کے نیچلے درجے سے بھی گری ہوئی تھی۔ لیکن سب باتیں ایک طرف تمہیں سا تھی تو چاہیے ہو گا"

عمر کو اس بار اسکی فکر ہوئی۔

"نہیں یار ہم جیسوں کو نہ تو شریف لڑکی مل سکتی ہے نہ عزت دار خاندان قبول کر سکتا ہے اور گندی لڑکیاں، لالچی عورتیں، جسموں کو بیچنے والی زندگی اور بکو اس کر دیں گی سو مزید سٹیمنا نہیں ہے، گند میں اتنا گہرا اترا ہوں کہ جو گندگی مجھ پر چڑھی ہے یہ مر کر ہی مدھم ہوگی۔ اور ویسے بھی ایک گند میں اتر کر گندگی مٹانے والا بھی تو ہونا چاہیے تم لوگوں کی ٹیم میں۔ مجھے بس میری ماما مسکراتی چاہیں اب اور مجھ سے روٹھا ہوا کوئی ایک شخص بھی نہ ہو۔ بس۔۔۔۔"

رجال کی باتیں دلچسپ تھیں اور شاید اسے عمر تبھی ملا تھا تا کہ اسکی زندگی میں دوست کی کمی کو پورا کر سکے۔

"تم بھائی ہو آج سے میرے، میں تمہارے لیے بہت دعا کروں گا۔ اور کبھی جب پلین بدلا تو ضرور بتانا، تمہارے لیے اچھی لڑکی ڈھونڈیں گے"

عمر کے خلوص پر وہ دھیماسا مسکرایا۔

"اچھی لڑکیاں صرف اچھے لڑکوں کو ہی سوٹ کرتی ہیں، میں ان رشتوں کے لیے نہیں بنا سمجھ گیا ہوں، ویسے بھی جو میرے ساتھ اتنے سالوں سے ہوا ہے اسکی وحشت نکالنے کو اب مجھے کوئی عورت نہیں چاہیے بلکہ میرے لیے گریول کا چکنا وجود ہی کافی ہے بڑی جسے میں اپنے طریقے سے کاٹوں گا، چیڑوں گا اور جلاؤں گا۔ میرے اندر کی آگ اور رابل گیرٹ کا انتقام بس اسی سے مدھم ہو گا"

رجال کے مستے جواب پر عمر پھر ہنسا، تھوڑا ڈر بھی لگا رجال سے، ہنسی چکنے وجود پر آئی۔

"تم سے ڈر لگ رہا ہے"

عمر نے بائیٹ لیتے کافی کا سیپ بھرا تو اس بار رجال ہنسا۔

"اسکی بھیانک چینخیں اور گڑ گڑانا ہی مجھے راحت دے گا سمجھا کرو عمر آفندی، جس نے مجھے وحشی بنایا، میری ساری وحشت اسی کے نام۔۔۔ اور تم مت ڈرو، تمہارا تو بھائی بن گیا۔ ویسے اگین کہوں گا یو آر لکی عمر، سوہا بہت اچھی ہے۔ ایک برا آدمی کہہ رہا ہے یہ، اچھے تو اچھا اچھا بولتے ہی ہیں لیکن بروں کو بہت کم کوئی اچھا لگتا ہے۔ منالینا اسے، اس سے پہلے تم دو کے اس خوبصورت رشتے میں کوئی تلخی گھلے"

رجال مسکرا کر اسے سمجھائے واپس بے فکری سے ناشتہ کرنے لگا جبکہ عمر کو رجال کا یوں ان دو کے رشتے کے بارے سوچنا بہت ہی موہنا لگا۔

داران کچھ ہی دیر بعد ہو سپٹل پہنچ گیا تو بیلا کی بگھڑتی طبعیت سے یچی کی حالت تک ڈاکٹر سے معاملہ جانے فوراً یچی کو ڈھونڈتے باہر لان کی سمت آیا تو اسے اکیلے پہنچ پر وہ دیو داس بیٹھا نظر آ ہی گیا۔
داران نے گہرا سانس کھینچا اور بنا آہٹ کیے ٹھیک یچی کے کندھے سے کندھا ملائے بیٹھا، یچی نے چونک کر اپنی سائیڈ دیکھا تو تھکی متورم آنکھوں سے مسکرایا۔

"آپ ٹھیک ہیں سر؟"

یچی کو اسکے دائیں زخمی گال کو دیکھے فکر ہوئی۔

"ہاں، سوری سوہا کو بلوانا پڑا۔ داریہ اکیلی تھی۔ میں بھی دیر سے پہنچا، ٹھیک نہیں لگ رہے"

داران سے اسکی یہ اجڑی حالت دیکھنی مشکل ہوئی تو وہ ممنون مسکرایا۔

"اچھا ہے سوہا چلی گئی تھی، ورنہ مجھ سے میری اپنی حالت دیکھنا مشکل تھی تو وہ تو دل بند کروا بیٹھتی۔

بھائی وہ مرتے مرتے بچی ہے"

یچی کا آخری جملہ درد کی انتہا تھا، کہ داران کی آنکھیں بھی سرخ ہوئیں۔

"اللہ نے کرم کیا ہے، خطرے سے باہر ہے۔ ہمت کرو، وہ نہیں جانتی تمہارے دکھ اور ضبط کو لیکن میں

جانتا ہوں یچی حیدر۔ جب وہ جانے گی تو مزید نہیں روٹھے گی، مضبوط کرو اپنا دل جیسے چھ سال سے کر

رکھا تھا۔ وہ ایسی ہی سر پھری تھی شاید ہمیشہ سے"

داران کے بھی آخری جملے کی دلکشی نے یچی کو بے قرار کیا۔

"وہ آپکی امان پروردہ یعنی محافظ کیسے بنی بھائی؟ میں اس بارے جاننا چاہوں گا"

یچی کے سوال پر داران خوبصورت مسکرایا۔

"یہ کچھ سال پہلے کی بات ہے، میں یعنی موسکو کا جلا د ایکسپوز ہوتے ہوتے بچا تھا، دشمن کے ہتھے چڑا وہ بھی زخمی ہو کر۔ وہ فٹنس ٹرینر تھی، نرس بھی تھی۔ جاب لیس ایسی کہ ہر ملتی نوکری کرنے کو اہمیت دیتی، میری دیکھ بھال اسی کے سپرد تھی، دشمن جلد از جلد چاہتا تھا میں ہوش میں آؤں اور مجھ سے جلا د کے بارے سب نکلوائیں۔ پر وہ بہت تیز تھی، مجھے ایک ایسی دوا دیتی اور میرے باڈی کے کچھ ایسے جوڑ ایکسائز سائز ٹرک سے سن کرتی رہی کہ میں ان لوگوں کے سامنے بالکل اپاہج دیکھائی دیتا، پورا جسم اکڑ جاتا، اور وہ لوگ روز ناکام لوٹتے۔ اس نے بہت جتن کیے پہلے مجھ سے اگلوانے کے لیے، وہ میری دوست ہے یہ تک کہتا کہ میں اعتبار کروں اور وہ مدد کر کے مجھے وہاں سے نکال سکے۔ میں دو ماہ تو اس کو بھی دشمن سمجھتا رہا لیکن پھر ایک دن اسے روتا دیکھا، وہ تمہیں یاد کیے اور اپنے بابا کے لیے غمزدہ تھی، پھر اس نے اعتبار کی شرط میں مجھے اپنی کہانی سنائی کہ وہ بابا کے اوپر چڑھتے قرض کے چکر میں ان لوگوں کے ہتھے لگی کیونکہ یہ بہت اچھی سیلری دے رہے تھے، اور پھر بیلا کو ان لوگوں میں رہنے کے بعد انکی اصلیت پتا چلی۔ مجھے بیلا پر اعتبار نہ آیا پھر بھی، تو میں نے امان پروردگی کی شرط رکھی کہ وہ مجھے حفاظت دے اور میری امان پروردہ بنے اور اس کے بدلے اس سب کے بعد اسے اپنی ٹیم کا حصہ بناؤں گا، اچھی سیلری دوں گا۔ وہ خوشی خوشی راضی ہوئی کیونکہ خود بھی نکلنا چاہتی تھی۔ اور اسی طرح

اس نے مہارت کے جھنڈے گاڑے نجانے مجھ پر کیا تجربہ کیا کہ میں نے بس سانس روکی، اسکی ٹرینگ تھی مجھے۔ اور اس نے مجھ پر ناجانے کیا سپرے کیا کہ میں ایک مردے جیسا بن گیا۔ اور یوں جس ٹیم کے ہمراہ وہ مجھے ان لوگوں کے کیمپ سے مردہ خانے چھوڑنے گئی، وہ اسی کے لوگ تھے اور ہم سب فرار ہو گئے، اور پھر وہ تب سے میری جو نئیر ہے۔ اس نے مجھے جیسے اس وقت بچایا کسی کے وہم و گماں میں بھی نہ تھا کہ ان لوگوں کے پاس سے جلاد کس چالاکی سے فرار ہو گیا۔

یہ کہانی جتنی داران کے لیے مزیدار تھی ویسی یچی کے لیے ثابت ہوئی۔

دونوں کتنی دیر مسکراتے رہے۔

"وہ چھ سال پہلے بھی ایسی ہی سر پھری تھی، پر اسکا دل بہت وسیع تھا، بہت مہربان تھی، پرندوں پر، جانوروں پر اور انسانوں پر بھی۔ پوری یونی میں اسکی چلتی تھی۔ کسی سٹوڈنٹ کی مجال نہ تھی کہ کسی دوسرے سٹوڈنٹ کو تنگ کر تا کیونکہ بیلا بخاری اسکا کچو مر کر دیا کرتی تھی۔ چند ماہ ہی رہا تھا میں لیکن محبت تو اس سے پہلے لمحے ہی ہو گئی، لیکن میں کیا کرتا بھائی میرے جذبات لمبی نیند سو گئے تھے"

یچی نے بتاتے بتاتے آخر تک پشیمانی سے آنکھیں رگڑیں تو داران نے اسکے ہاتھ پر بردار نہ تسلی تھماتا ہاتھ رکھا۔

"میں سب سمجھتا ہوں یچی، تمہارا قصور نہیں ہے۔ یہ جو دل ہے یہ بڑا عجیب ہے، کبھی کبھی بادل کے گولے سا نرم اور کبھی پہاڑ سا طاقتور۔ پریشان مت ہو، وہ جیسی اندر سے تھی ویسی باہر سے تھی تبھی

بے باک اور بے لگام ہونے کے باوجود مجھے کبھی بری نہیں لگی، اسکے سر پر ہمیشہ سایہ رکھا اپنا۔ اسے ان تین چار سالوں جب بھی زندگی مشکل لگی وہ مجھ سے تمہاری باتیں کرنے کہیں سے بھی آٹپکتی رہی اور میں سنتا رہا اس امید پر کہ اک دن یہ سب تمہیں بتاؤں گا۔ لیکن مجھے نہیں لگتا اب مجھے کچھ کہنے کی ضرورت ہے"

داران کے نرم لہجے اور ان الفاظ پر یچی سے ضبط کرنا دشوار ہوا تو بنا سوچے وہ داران کے کندھے سے بچوں سالپٹ گنا، جبکہ داران نے بھی بھائی اور دوست کی طرح اسکی پیٹھ تھپک کر حوصلہ دیا۔

"آپ کا اچ۔۔ حسان کیسے چکاؤں گا بھائی؟ آپ نے مجھے بہن ڈھونڈ دی، اور شاید بیلا بھی لوٹا دیں۔ کیونکہ آپ یچی حیدر کی سفارش تو بن کہے کریں گے یقین ہے۔ میں جب سے آپ کے ساتھ اس سفر میں شریک ہوا ہوں بہت سی ہمت، حوصلہ اور وفا سیکھی آپ سے۔ معاملہ فہمی، سختی، برداشت، صبر سب کچھ۔ آپ میری زندگی میں بے حد اہم ہیں، آپ جیسا بھائی، دوست یا پھر رہنما ہر انسان کی زندگی میں ایک ضرور ہونا چاہیے۔ تھینکیو فار ایوری تھنک بھائی"

یچی نے تو داران کو بھی ایمو شنل کر دیا۔

"ارے پگلے رلاو گے کیا؟ ویسے آپس کی بات ہے مجھے دوستی اور مہربانی نہیں آتی تھی۔ مجھے یہ رابل نے سیکھائی، اور خود چلا گیا فرض نبھا کر، اپنا بہت سا اچھا پن مجھے سونپ کر"

یچی نے فوراً سے سیدھا ہوتے جب داران کو دیکھا تو رابل گیرٹ کی کمی ان گرنیش بلو آنکھوں کا غم بنی نظر آئی۔

"وہ بہت لکی تھے"

یچی رشک سے مسکرایا تو داران نے بھی سر ہلائے اپنی آنکھوں کو ہنس پڑتے رگڑا تھا۔
اور پھر دونوں کے دل اس خوبصورت موسم کی طرح سہانے اور ہلکے ہو گئے۔

.._____..

"کون ہے باہر؟"

وہ جو ہاتھ میں شاپنگ بیگ، پھول اور بیلون لیے سوہا کو منانے آیا تھا، بند دروازے کے پار سے سوہا کی آواز پر مسکرایا۔

"عمر آفندی"

بڑے فخر سے بتایا، مسکراہٹ اسکے دانتوں سے سلپ ہوئی۔

"میں کسی عمر آفندی کو نہیں جانتی"

سوہا بھی ہاتھ سینے پر لپیٹے ساتھ جا لگی گویا عمر کے پاس سے کریک ہونے والے تھے۔

"یار تمہارا ہسبنڈ، کھولو گیڈ"

عمر کو غصہ آیا جبکہ ابھی تو پارٹی شروع ہوئی تھی۔

"یہ ہسبند کیا ہوتا ہے مجھے بالکل پتا نہیں مسٹر، بتاؤ کون ہو"

اب تپ کر بتایا، جتنی خوشی تھی ساری یہ باندری ختم کر گئی یوں گیڈ پر تھانیداری کیے۔

"تمہاری موت ہوں، کھول رہی ہو یاد دروازہ پھلانگ کر آؤں"

غصہ لیے غرایا گیا، سوہانے بہت دقت سے ہنسی روکی۔

"میں نہیں کھول رہی جب تک اپنا ٹھیک تعارف نہیں دو گے، میری بلا سے دیوار پھلانگویا آسمان سے گرو"

اخیر زچ کیا گیا، عمر کا دل چاہا جو غبارے پکڑے ہیں ایک ایک کر کے پھوڑ ڈالے، جو پھول لایا ہے اپنے ارمانوں کی قبر پر سجادے اور جو گفٹ لانا ہے وہ واپس کر آئے۔

"چوزا"

نہایت مسکینیت سے عمر کی سرگوشی ابھری، سوہا ہنسی اور جب دروازہ کھولا تو عمر کے ہاتھ میں پھول، بیلون اور گفٹ دیکھ کر اپنے تنگ کرنے پر شرمندہ ہوئی مگر عمر نے سب اسکے ہاتھ میں تھمایا اور غصے سے اندر بڑھ گیا۔

"ہا! ناراض ہو گیا کیا۔ مجھے تھوڑا پتا تھا اتنا سب لایا ہے۔ منالیتی ہوں چوزے کو"

جلدی سے گیڈ بند کیے سب چیزیں سنبھالے وہ بھی اندر گئی تو عمر سیدھا کمرے میں جا چکا تھا، سوہانے اسکا بلیزر باہر لاؤنچ میں دیکھا تو وہ یوں تھا جیسے وہ اتار کر بری طرح پھینک کر گیا ہے۔

سوہانے بیلون چھوڑ دیے تو دس بارہ گلیٹر تھے سب جا کر چھت سے چپک کر بہت پیارے لگنے لگے، جبکہ پھول سوہانے واس میں لگا دیے اور گفٹ کھولا تو بہت ہی پیار ہیر کلپ تھا، سوہا اپنے دائیں بائیں جانب سے بال اٹھا کر ایک سپیشل کلپ لگاتی تھی شاید عمر نے اسے بہت بار دیکھا تھا تبھی یہ خریدا۔ وہیں لاونچ مرر کے سامنے رک کر پرانا اتارے سوہانے وہ لگایا اور جہاں عمر گیا اس بیڈ روم کی طرف گئی۔

دروازے سے اندر جھانکی تو شاہر چلنے کی آواز پر سمجھ گئی کہ نہار ہا ہے تبھی وہیں سے واپس چلی گئی۔
اک نظر جا کر دار یہ کو دیکھا تو وہ پر سکون سو رہی تھی۔

"لکی گرل ہیں آپ، کتنی فکر کر رہے تھے وہ آپکی۔ سو سوئیٹ"

رشک سے سوچتی وہ کمرے سے نکلی، چونکہ ناشتہ صبح سوہانے ہو سپٹل کینٹن سے کیا تھا تو ابھی بھوک محسوس ہوئی تو پیزا آرڈر کر دیا، تیس منٹس تک ڈیلوری بوائے آتا تبھی وہ یونہی چکر کاٹے عمر کا انتظار کرنے لگی، پیزا بھی آگیا، مگر جب عمر کافی دیر کمرے سے باہر نہ نکلا تو پھر سے کمرے میں گئی تو اسے سویا دیکھ کر سرتاپیر بھڑک گئی۔

"سمجھتا کیا ہے یہ خود کو، میری کوئی ویلیو ہی نہیں۔ مجھے منانے کے بجائے خود تھنی سو جالی اور تو اور سو بھی گیا۔ نان رومنٹک"

سلگ ہی تو گئی تھی، وہ تو امید کر رہی تھی عمر کے ساتھ کچھ وقت گزارے گی پر وہ تھکا ہی اتنا تھا کہ نہا کر مزید نیند جکڑ گئی۔

سوہا کو اتنا برا کبھی نہیں لگا جتنا اس وقت اس کو سوتے دیکھ کر، باہر جانے کے بجائے وہ اسکے پاس ہی آکر اسکے تکیے پر سر رکھے ساتھ لیٹی اور ہاتھ اسکے زرا زرا نم بالوں میں پھنسا یا۔

وہ سوتے ہوئے بہت پر سکون لگ رہا تھا، اور فریش بھی، بلاشبہ وہ بہت پیارا تھا، کلین شیو کچھ ایکسٹرا گلو لیے ہوئے تھی، سر کے بال بہت سلکی اور گھنے، اور ایک خاص چیز جو سوہا کو اٹریکٹ کی وہ عمر کی بہت گھنی لیشیز تھیں۔

"عمر، اٹھو ناں"

جب اسے دیکھ کر دل اسکو مس کرنے لگا تو اسکا گال تھپکانے لگی۔

عمر کسمسایا اور کروٹ موڑے پھر سو گیا۔

سوہا نے کچھ نہ سوچا اور اسکی کمر میں ہی مکا ٹھوک گئی۔

اور اس سے پہلے روٹھ کر جاتی وہ مکے سے کراہ اٹھتا اس پھد کتی شیرنی کی کلائی دبوچے اٹھ بیٹھا۔

"تم نے پھر ہاتھ اٹھایا مجھ پر"

ایک تو سو کر جاگا تھا اوپر سے اسے لگ رہا تھا کمر توڑ دی اس لڑکی نے۔

"نہیں مکا اٹھایا ہے، کیسے سو سکتے ہو تم۔ پرائیویسی کو اوویل کیا جاتا ہے، مُردوں کی طرح سو گئے تم آکر۔ میں چھوڑ دوں گی تمہیں، ایسا شریف اور بیکار ہسبنڈ میرے کسی کام کا نہیں"

مکا مارنے پر اسے کوئی ندامت نہ تھی الٹا عمر اسکے اگلے جملے سے حیرت و بے یقینی کے سمندر میں غوطہ زن ہو گیا۔

"میں نے پرائیویسی اوویل کی تو چیخیں تمہاری ہی محلے بھر میں ڈھنڈورا پیٹیں گی پھر لے لینا پرائیویسی کے مزے اس لیے مجھ سے پنگے مت لو سوہا۔ آتے ہی جو تم نے میرا موڈ خراب کیا، اس بارے ہے کوئی جواب تمہارے پاس"

عمر تو بول کر سوہا کو بھی چپ لگا گیا، بلکہ کانوں سے دھوئیں اٹھ گئے۔

سوہا کو سمجھ نہ آئی اب منہ کہاں چھپائے بس دل کر رہا تھا دیوار ہی پھٹ جائے اور وہ خود کو بیچ میں چن دے۔

"زبان سنبھالو، چھوٹی سی بچی کے ساتھ کیسی ڈبل مینگ باتیں کر رہے ہو۔ اور ہمیں ملے دن ہی کتنے ہوئے ہیں، مت لگاؤ امیدیں مجھ سے جو ٹوٹنے پر ہرٹ ہو جاو کیونکہ بہت سے سکریو ڈھیلے ہیں میرے۔ وہ گیڈ پر میں نے مزاق کیا تھا، تمہیں تنگ کر کے مزہ آتا ہے۔ تم نے بھی بدلہ لے لیا، مجھے منانے کے بجائے خود غبارے کی طرح منہ پھلا لیا، یہ بھی نہیں دیکھا آکر کہ تمہارا گفٹ کیسا لگا مجھ پر"

ہر بات کا جواب دیے وہ عمر کو دیکھے بنا اٹھنے لگی پر کلائی اب تک عمر کے ہاتھ کی گرفت میں تھی تبھی وہ اسے واپس بٹھا گیا۔

"وہی بتا رہا ہوں کہ سکریو ٹائیٹ کر دوں گا دو منٹ میں مجھے تنگ مت کرو، اور یہ کونسا مزاق تھا؟ اگر تم نے اب مجھے چوزہ کہا تو تم اپنے رستے میں اپنے۔ ویسے بھی اکیلا بہت خوش تھا، فلرٹ سے پیٹ بھر جاتا تھا۔ کم از کم تمہاری طرح کوئی ڈی گریڈ تو نہیں کرتی تھی عمر آفندی کو"

ساری باتیں ایک طرف، آگ تو سوہا کو اسکے آخری جملے نے لگائی تبھی وہ جو اسکے بالوں پر لگا کلب چھو رہا تھا سوہا نے اسکے ہاتھ کو اپنے بالوں سے جھٹک کر دور کیا۔

"پہلی بات چوزہ تم نے خود کو خود مانا، میں بولی تھی کیا جو آگ لگ رہی تمہیں۔ دوسری بات مزاق کرنے اور نیچا دیکھانے میں بہت فرق ہوتا ہے عمر، یہ کہہ کر تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔ اور تیسری بات جاو کرو فلرٹ، میں نے پیر پکڑے ہیں کیا کہ پتی دیو! خدا رامت جانیے، کسی اور کو چھو آپ نے تو میرے تن سے روح نکل جائے گی (اعلیٰ پائے کی اداکاروں کو مات دی سوہا کی اداؤں نے)۔ جاو پیٹ بھر لو جا کر، لیکن پھر میری طرف دیکھنا بھی مت۔ پانچ کھلی انگلیاں اور ہاتھ ہی دیکھائی دے گا، جسے آسان زبان میں لعنت کہتے ہیں"

سخت جلن سے بھری وہ اسکے منہ کے قریب آتی پھنکاری، جبکہ عمر بہت کوشش کے باوجود بھی غصہ جھاگ بننے سے روک نہ سکا۔

وہ تپ کر بہت ہی پیاری لگ رہی تھی۔

"لعنت بھیجو گی مجھ پر، اپنے شوہر پر؟"

سوہا کو دھیان نہ رہا کہ کب وہ اسکی کمر پر ہاتھ لے جاتا جھٹکے سے اپنے قریب کھینچ گیا، وہ بھی کوئی فرار نہ کر سکتی بے حد نزدیک آگئی کہ چہروں میں خطرناک قربت بنی۔

"دور پے کے پا پر پیک سے نکلا شوہر"

ناچاہتے ہوئے بھی سوہا کی آواز کچھ قربت اور کچھ جلن سے نم پڑی لیکن دیکھ وہ اسکی آنکھوں میں گرے آنکھیں گاڑ کر رہی تھی۔

"ایسے کرو گی؟ اتنا لو بجٹ ہوں کیا تمہارے لیے؟"

انا پر وار ہوا تھا اتنے سستے ہونے پر۔

"ہاں! دور پے بھی زیادہ بتا دیے۔ ایک روپے کی کراری پیک جو ملتا تھا اس میں اینڈ پر جو مصالحے کی گھٹلی ہوا کرتی تھی تم وہ ہو"

روٹھ کر بڑے دور کی سوچے وضاحت دی تو بے اختیار وہ ہنس پڑا اور اتنے قریب تھا کہ سوہا نے آنکھیں میچ کر اسکے ہنستے چہرے سے پناہ پائی ورنہ کچھ ہو جاتا اسے۔

"وہ تو بہت مزے کی ہوتی تھی، مجھے وہ بننے پر کوئی اعتراض نہیں۔ پلیز مجھے کھالو، میں بہت کھٹی نمکین

اور چٹھارے دار ہوں"

اس بار سوہا کی مسکراہٹ اسکے گلابی ہونٹوں پر بکھری لیکن ہنوز گرے آنکھیں روٹھی رہی۔
لیکن پھر عجیب معنی خیز سی خاموشی نے دونوں کے دل کی رفتار بڑھادی۔

عمر نے اسکے ہونٹوں پر گہری نظر رکھتے پھر سوہا کی ڈری آنکھوں میں پر طلب نگاہ جمائی تو وہ اسکی اجازت کا مفہوم سمجھ لیتی فوراً گھبرا کر اسکو پرے جھٹک کر ناصر ف اٹھی بلکہ اپنے بال سنوار کر خود کو ریلکس کرنے لگی جبکہ عمر نے بھی برانہ منایا اور تکیے پر واپس سر گرائے لیٹ گیا۔
"سو جاو"

خود کے چہرے کے گلال چھپاتی وہ بوکھلاہٹ میں جیسے اسے دیکھے بنا کمرے سے بھاگی، عمر کی ناراضگی اپنے ساتھ لے گئی۔

جبکہ عمر نے بھی واپس کروٹ بدل کر تکیے کو سینے سے چمٹا لیا اور آنکھیں بند کر لیں، سوہا دروازے کے باہر آئی تو دل چاہا واپس چلی جائے۔

لیکن پھر اپنی ہی سوچ پر خود کو سوا اور لاؤنچ میں آکر بیٹھی، لبوں پر سرور مسکان سی تھی، الوہی چمک تھی آنکھوں میں، عمر کے لیے وہ کچھ سپیشل فیل کر رہی تھی۔

"کیا ہو رہا ہے مجھے؟ وہ چوزہ جان کو کیوں آرہا ہے۔ اف اسکی وہ مطلبی نظر۔ میرا دماغ خراب کر رہی ہے۔ کیا اسکے پاس چلی جاؤں؟ اور اجازت دے دوں؟ نوو سوہا ایڈیوڈ میں رہو۔ اس پر مر مٹنے کی ضرورت نہیں۔ ہی از سو روڈ، اسے ترسنا چاہیے میرے لیے تب سوچوں گی"

دل تو عمر سے جڑے رشتے اور کشش میں الجھا تھا پر وہ خود کو سنبھالنا اچھے سے جانتی تھی۔
"اسکے پاس ہی لیٹ جاتی، اب یہاں اکیلی مکھیاں ماروں کیا؟ اف۔۔۔ یہ انا کتنا خوار کرتی ہے"
کہیں دل نہ لگ رہا تھا، اور جلن الگ کہ وہ یقیناً پھر سو گیا ہو گا۔
بہت روکا پر واپس عمر نے کھینچ ہی لیا اسے۔

کمرے میں واپس جھانکی تو وہ سچ میں دوبارہ سوچکا تھا تبھی تمام سوچیں جھٹک کر وہ اسکے ساتھ ہی
دھیرے سے لیٹی، اور تب اسکی جان سی نکلی جب وہ کروٹ بدلے اسے تکیہ سمجھ کر بازو لپیٹ گیا، سوہا
نے آہستہ آہستہ رکاسانس خارج کیا اور اپنے اطراف لپیٹے عمر کے ہاتھ کو نرمی سے چھوا۔
"اسے تو ٹچ کرنے پر بھی بہت اپنا سافیل ہوتا ہے، حالانکہ نکاح میں تو گریول کے بھی تھی وہ تو گندالگتا
تھا چھوتے ہوئے، بیڈ ٹچ لگتا تھا اسکا اچھا لمس بھی۔ پر یہ، تو میرا سچی والا، منسبند ہے۔ میں کیا کروں مجھے
اس پر بہت پیار آرہا ہے اور یہ سو رہا ہے اس پر رونا بھی آرہا ہے"

سوہانے اپنے ارمانوں پر آنسو بہائے اور خود بھی سونے کی کوشش کرنے لگی، تھکی تھی تبھی خود بھی
جلد سو گئی، یہاں اسکی آنکھیں بند ہوئے کچھ لمحے گزرے جب عمر نے آنکھیں کھولے بہت قریب
دیکھائی دیتے سوہا کے خوبصورت چہرے کو دیکھا اور بازو اور کھینچا تو دونوں کی ناک ٹکرا گئی۔
سوہا کسمائی، نیند کچی تھی تبھی آنکھیں کھولیں تو عمر نے بند کر لیں۔

پر وہ اتنے قریب خود کو محسوس کیے گھبرانے کے بجائے مسکرا دی اور اسکی ناک سے ناک رگڑی، وہ اسکی اس حرکت پر بہت مشکل سے چہرے کے ایکسپریشن دبا سکا۔

پھر اسکی گال پر اپنے ملائم ہونٹوں کو جوڑا اور زرا چہرے پیچھے کرتی آنکھیں واپس بند کر گئی۔
عمر نے آنکھیں کھولیں، کیا مدہوشی تھی اس پر طاری ہوئی، سوہا بھی کسی احساس کے تحت آنکھیں کھول گئی تو عمر کو بند کرنے کی مہلت نہ ملی۔
دونوں کی آنکھیں پھر آن ملیں۔

"و۔۔ وہ میں اکیلی بور ہو رہی تھی، سوہا بھی نہیں جا رہا تھا تبھی آ گئی"

اپنے یہاں ہونے کی وضاحت دیے وہ اختتام تک مقابل ٹھہری آنکھوں سے پریشان ہوئی۔
"تمہاری آنکھیں بہت خوبصورت ہیں سوہا اور خوبصورت آنکھیں جھوٹ نہیں بول سکتیں۔ یوفیل فار می؟ یولائک می۔ اینڈیووانٹ ٹو سپینڈ ٹائم وومی"

وہ اسکی آنکھوں کے سارے راز جان گیا، سوہایوں تھی جیسے کاٹو تو لہو نہ رہا۔

"نو، آئی ڈونٹ لائک یو۔ اٹس جسٹ یور پازٹیو وائب کہ میں آ گئی تمہارے پاس"
ابھی بھی انکار کیا کیونکہ بہت پر اعتماد تھی۔

"بٹ آئی لائک یو"

عمر سے یہ جملہ سوہا نے امید نہیں کیا تھا، لمحہ بھر سٹک ہو گئی۔

"وائف کو تو بخش دو، اس سے بھی فلرٹ کر رہے ہو"

اپنے آپ کو سنبھال کر وہ پھر سے جانے لگی پر عمر نے لپیٹا ہوا تھا کہ وہ ہل بھی نہ سکی۔

"یہ سچ ہے، آئی ریلی لائک یو سوہا"

اس بار وہ جذبات کے سنگ بولا، سوہا کو لگا وہ ایک شکنجے میں پھنس گئی ہے، جس سے بھاگنا ضروری تھا اس نے ایک بازو سر کا تکیہ بنا رکھی تھی اور دوسری لپیٹ لی۔

"نیند آرہی ہے مجھے"

سوہا نے جلدی سے چہرہ آگے کو سرکا کر اسکی گردن کی اور چھپتے ہوئے جان بچائی۔

"اوکے سو جاو لیکن جب جاگو گی تب بھی یہ سچائی ایسی ہی رہے گی کہ اچھی لگنے لگی ہو، بہت زیادہ، بہت اچانک"

اسکو اپنے سینے بسائے خود بھی کمفرٹبل ہوئے لیٹا جبکہ سوہا سہمی ہوئی سانس بھی پھول سی نرمی سالے رہی تھی اور آنکھیں بھی سختی سے بند کر لیں۔

"یہاں سونے کے لیے ہی مری جا رہی تھی میں، تھینکیو اللہ جی آپ نے مجھ گمراہ اور بد تمیز سوہا کی دعا سنی۔ ہی از ایوری تھنگ فار می ناو"

سوہا کو اتنا اچھا لگا کہ بس سونے کے لیے آنکھیں بند کیں اور نیند ٹوکرا بھر کر اترنے لگی۔
دونوں بہت پر سکون ہو کر کچھ ہی پل بعد گہری نیند میں اتر چکے تھے۔

.._____..

"یار تو ایسے کر رہا جیسے میں جنگ پر جا رہا ہوں یہ تیسری سورت ہے جو تو بابے بنگالی کی طرح مجھ پر پھونک چکا ہے، اپنے بچے سے ملنے جا رہا ہوں وہاں کس نے بارودی جیکٹ پہن کر ہلاک کرنا ہے مجھے بتا زرا"

آج پھر سے زمیل نے ایاد سے ملنے کا حوصلہ جمع کیا تھا جبکہ حمین سے پتا بھی کروایا کہ ایاد گھر ہی ہے، تبھی زمیل نک سکا تیار ہوئے پورچ کی سمت کھڑی گاڑی تک آیا ہی کہ پیچھے ہی چلے آتے جہانگیر نے اسکی بازو دبوچی اور اپنی طرف پلٹا کر گھورے اور تب سے حفظ آیات پھونکی جا رہی تھیں، اتنی فکر پر زمیل کو فت زدہ ہوئے بیچ میں لقمہ دے بیٹھا۔

"منخوس ہی بولا کر، تجھے مجھ سے مکے پڑیں گے اب خبیث۔ مجھے فکر ہے تیری، دیکھ نہیں رہا کہ کتنا پریشان ہوں جب تک صفر فرار ہے میں خوفزدہ رہوں گا"

جہانگیر نے چوتھی سورت بھی پھونکی اور اس آدمی کو آڑے ہاتھوں لیے لتاڑا، زمیل بے شرمی سے آگے سے دانت دیکھتا روٹھے تپے یار سے جونک بنا لپٹ گیا، کل کا پورا دن تو زمیل نے سو کر اچانک یار کے بیاہ کی ساری تھکن اتاری تھی پر اب وہ مزید دیری نہیں چاہتا تھا۔

"اوائے داریہ نے اپنا ماہر آدمی میری پہرے داری پر چھوڑ رکھا ہے، اسکی ٹرینگ داریہ نے کی ہے۔ دور رہ کر بھی میری حفاظت کروا رہی ہے۔ میں قربان جاؤں اس پر، اور لعنت ہے مجھ جیسے باپ

پر۔۔۔۔۔ میری فکر مت کریا، میں اپنے بچوں سے ملنے کے بعد ویسے بھی ندامت اور شرمندگی سے ہی مر جاؤں گا۔ بس تو یہ دعا کرو وہ دواس بد بخت باپ کو معاف کرنے کا حوصلہ کر سکیں "

زمیل کی آزرده یقین دہانی اور اسکے پھٹ پڑتے دل کا دکھ لفظوں میں دیکھائی دینے پر جہانگیر نے بڑی تاسف خیز نگاہ یار پر ثبت کی، پتا نہیں کیوں پر جہانگیر کا دل بہت ڈر رہا تھا۔

"ایسے مت بول، سب ٹھیک ہو جائے گا"

دگنی رنجیدگی سے جہانگیر نے اسے ناامید ہونے سے روکا جسکے بعد زمیل کچھ نہ بولا بس اجازت لے کر نکل گیا، جہانگیر کا تو سارا دھیان اسی پر تھا۔

"کیوں پریشان ہو رہے ہیں، جانتے ہیں آپکا دوست بندھ کر یا قید نہیں رہ سکتا، اللہ کی امان میں دیں انکو اور خود پر سکون ہو جائیں"

شمن لان کی طرف ہی پھل وغیرہ دونوں کو دینے آئی پر ٹیبل پر فروٹس رکھے خود وہ اکیلے کھڑے جہانگیر کی طرف پورچ ہی آگئی۔

"شمن! اسے کچھ ہوا میں جی نہیں سکوں گا۔ تم دعا کرو اسے کچھ نہ ہوا"

جہانگیر کی تڑپ پر شمن بھی گھبرا گئی۔

"خیر مانگیں، ایسی بات سوچیں بھی مت۔ آجائیں"

شمن نے تسلی آمیز لہجے میں یقین دلایا اور پیار سے انکا ہاتھ تھامے وہاں سے لے گئی۔

وہیں بارس اور اسکی ٹیم، صفدر پاشا کے ساتھ کاظم مبین کی خفیہ ملاقات کی خبر ملتے ہی دونوں کو ایک ساتھ سبق سیکھانے نکل چکا تھا۔

جبکہ جیسے ہی زمیل کی گاڑی 'چغتائی پیلس' کی حدود سے نکلی ایک سیاہ گاڑی نے زمیل کا پیچھا کیا جبکہ اس سیاہ گاڑی کا ایک اور بڑی وین نے جو دراصل بارس کے وہی دو گارڈز تھے جو اسکے کہنے پر زمیل کی پہرہ داری کر رہے تھے۔

حمین آج آفس تھا جبکہ مایا، ایاد اور ماول گھر ہی تھے، ماول پڑھ کر فری ہوئی تو تینوں نے لیٹ ہی ناشتہ کیا اور پھر ایک فنی مووی بیٹھ کر دیکھی۔

ایاد تو اپنا لپ ٹاپ لیے کمرے میں چلا گیا تو ماول نے مووی بدل کر کوئی رومنٹک سی چوز کر لی۔ مایا کے کندھے سے لپٹ کر وہ ناصر ف پاپ کارن کھا رہی تھی بلکہ دونوں نا جانے کس بات پر ہنس رہی تھیں شاید اپنے اپنے ان کی شکایتیں لگا کر گو سپس ہو رہے تھے۔

تبھی ڈور بیل بجی۔

"تم بیٹھو میں دیکھتی ہوں"

مایا نے لاڈ سے لاڈلی کو مخاطب کیا اور دروازہ کھولنے گئی مگر سامنے کھڑے زمیل جلال خان کو دیکھ کر وہیں سٹک ہوئی۔

"حمین سے اجازت لے کر آیا ہوں، اندر نہیں بلاو گی"

زمیل کے بردار نہ شکوے پر مایانے خود کو کوسا اور نجل سامسکائے فوراراستے سے ہٹی اور زمیل کو آندر آنے کا کہا، جبکہ دروازہ بند کیے خود بھی زمیل بھائی کے پیچھے ہی بڑھی۔

ماول نے فوراً لیوم اور مووی میوٹ کی اور زر اموذب ہو کر اٹھی تو زمیل نے اندازا ہی اس پیاری سی ماول کی گال سے ہتھیلی جوڑے شفقت لٹائی۔

"تم یقیناً میرے ایاد کی ماول ہو؟"

وہ انکے سوال پر تھوڑا گھبرائی پر سر ہلا گئی۔

"آپ بیٹھیں پلیز انکل"

ماول نے پیچھے ہٹتے انکو کاوچ کی طرف بیٹھنے کو کہا مگر اس سے پہلے وہ بیٹھتا ایاد کی آواز پر تینوں متوجہ ہوئے۔

"کون تھا باہر۔۔۔؟"

ایاد کا سوال اس شخص کو دیکھنے سے پہلے ہی پورا ہو چکا تھا مگر پھر جیسے ایاد خان کی آنکھوں کی اجنبیت نے ماحول پر سرد مہری طاری کر دی۔

"ایاد خان! باہر میں تھا۔ ایک بنجارا اور مجرم۔ خطا کار۔ تمہاری چوکھت پر معافی لینے آیا تھا"

اس شخص کی حسرت پر ایاد نے ناگواریت سے قریب آرکتے ہنوز نظر زہر خند کیے رکھی۔

"بہت جلدی نہیں خیال آگیا معافی مانگنے کا"

ایاد نے طنز کیا تھا، مایا نے ماول کو اشارہ کیا تو دونوں کچن کی طرف لپک گئیں جبکہ وہ دو میدان میں آنے سامنے اکیلے رہ گئے۔

"خوبنحو میری جوانی بنے ہو، اللہ تمہارے حسن اور ذہانت کو نظر بد سے بچائیں۔ رہی بات معافی کی تو ہمت نہیں ہوئی کب سے کیونکہ بہت مجبور۔۔"

اس سے پہلے زمیل ایک بار پھر مجبوریوں کا رونا ڈالتا، ایاد نے ہاتھ ہوا میں بلند کرتے گریز کیے خاموشی اختیار کر لینے پر مجبور کر دیا۔

"اس گھر میں مجبوریوں اور بے بسیوں کا رونا کوئی نہیں روتا تو آپ بھی یہ زحمت نہ کریں، کسی مجبور سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ ایک نام کے باپ سے ضرور ہے لیکن وہ مردہ تعلق تب ہی جاگے گا جب وہ نام کا باپ، تھوڑا باپ بن کر پدرانہ شفقت ثابت کرے گا۔ میرے سامنے تو معافی کا نام لیا، اس کے آگے مت لیجئے گا جسے جیتے جی مارا تھا۔ پلیز ابھی چلے جائیں"

ابھی دل تڑپا ضرور تھا پر پگھلا نہیں تھا، ماول بہت مشکل سے آنسو روکے مایا سے لپٹی جو اسکی پشت پر ہاتھ پھیرتی ساتھ متفکر نگاہوں سے باہر ہی دیکھ رہی تھی، زمیل جلال کے شکست خوردہ تاثرات، دل کچلنے والے تھے۔

"میں تب تک اتار ہوں گا جب تک تم مجھے معاف نہ کر دو"

زمیل نے دو قدم پیچھے ہٹتے ٹوٹی آواز پر قابو پاتے ایاد کے پھیرے چہرے پر نگاہ ڈالی اور انہی قدموں لوٹ گیا جن پر چل کر آیا تھا۔

ماول دوڑ کر باہر لاونچ میں آئی مگر ایاد اسے پاس آنے سے روکنے کا اشارہ کیے غصے سے پیچھے ہی گھر سے نکل گیا جبکہ ماول کو ناجانے کیوں خوف سا آرہا تھا۔

حمین کسی فائیل کو لینے آیا تھا تبھی موصوف اپنے ہی دھیان میں گاڑی پارک کرتے باہر نکلے تو گاڑی کے بونٹ سائیڈ پر خراش دیکھے اسی کی جانب جھک کر ہاتھ پھیرا اور یہی سوچا کہ یہ کیسے لگی۔

اور اسی لمحے صفدر پاشا کے بھیجے آدمی نے جب زمیل کو بلڈنگ سے باہر نکلتا دیکھا تو اپنی گن پکڑ کر چلائی مگر بارس جب تک پہنچتا گولی جھک کر سیدھے ہوتے حمین کے ٹھیک دل کے مقام پر جادھنسی، ہر کوئی جیسے اپنی جگہ تھم گیا تھا، اچانک حمین کے زمیل کے آگے آجانے پر یہ حادثہ ہوا، بارس نے پلٹ کر اس شور ٹرپر جارحانہ فائرز کیے تو وہ وہیں گر پڑا لیکن بارس، اور زمیل زمین بوس ہوتے حمین کی طرف چینختے دوڑے پر بلڈنگ کے دروازے تک ابھی بمشکل پہنچتے ایاد خان نے جب ماموں کو خون میں لت پت گرتے دیکھا تو اس کے پیروں سے زمین سرک گئی۔

قیامت آگئی تھی، حمین چوہان اور اس کے لاڈلوں پر۔

اور اسکی فریگرنٹ لیڈی پر۔

ملبور نیں میں سہانی شام پنکھ پھیلائے سرور طاری کر رہی تھی۔

ڈنر انیب، جاسم اور عاقب نے ایک ساتھ کیا، عاقب ابھی بھی خود میں سمٹا ہوا اور سنجیدہ تھا لیکن جس طرح وہ سارا وقت جاسم اور انیب کی باتیں توجہ سے سنتا رہا، کبھی کبھی رسان سے مسکرا دیتا، اور کبھی سر ہلانے لگتا وہ یہی بتا رہا تھا کہ اس نے جاسم کے گناہ کو بھلے معاف نہ کیا ہو پر رعایت ضرور سونپ دی ہے۔

"میں نے جہانگیر بھائی کو کال کی تھی، معافی مانگی، مریم صاحبہ سے بات کرنے کی ہمت نہ تھی کیونکہ اس ماں سے کیسے بات کر سکتا ہوں جنکی بیٹی کو پاگل کیا پھر مارا۔ پر چاہتا ہوں معافی مانگوں، میں یہ بھی چاہتا ہوں تم دو کی شادی یہاں ہو میرے اس گھر میں اور زیادہ نہ سہی ایک ہفتہ تم دو میرے ساتھ رہو، شاید یہ میری آخری خواہش و خوشی ہو کیونکہ اسکے بعد مر بھی گیا تو کوئی حسرت باقی نہیں رہے گی۔ تم دو بات مانو گے میری؟"

وہ لوگ ہلکی رات کی دلکشی سے لطف لینے کو لان میں بیٹھے تھے، عاقب کی نظریں جولان میں مٹر گشت کر رہی تھیں، یکدم جاسم موہان پر جا جمیں جبکہ انیب اور وہ تو جانتے تھے کہ وہ مرنے والے ہیں۔

"ایسی باتیں مت کریں بابا، مرنا نہیں ہے اب آپکو"

عاقب کے لہجے میں ناراضگی اور ضد تھی، انیب اور جاسم نے رنجیدگی سے ایک دوسرے کو دیکھا کیونکہ عاقب اٹھ کر منہ موڑے سوئمنگ پول کی جانب پلٹ چکا تھا۔

"رہی بات شادی کی تو آپ ہمارے ساتھ پاکستان چلیں، مُمی کی قبر پر جا کر ایک بار تو رو لیں تاکہ انکی روح کو کوئی تو آسرا ملے۔ میں چاہتا ہوں جب میں انیب کو رخصت کرواؤں میرے تمام اپنے شریک ہوں اس جشن میں۔ بے مروت دوست بھی، اور جان لیوا دشمن بھی"

عاقب پھر سے حکم سناتا سراکڑائے جبرے بھینچتا پلٹا اور جب اس نے انیب کو دیکھ کر رخصتی کی بات کی تو وہ آنکھیں نم ہونے سے روک نہ سکی، سبرینہ کی قبر سے ہی تو وہ شخص بھاگ کر یوں ملکوں کی خاک چھان رہا تھا جبکہ عاقب نے کسے دوست اور کسے دشمن کہا یہ انیب اچھے سے سمجھی تھی تبھی تو زخمی مسکرائی۔

"میں ڈرتا ہوں ان گلی کوچوں سے، درودیوار سے، وہاں سبرینہ کی سسکیاں اور چینخیں گونجتی ہیں"

جاسم نے سر شرمندگی سے گرا دیا تو عاقب ان تک پہنچا اور انکے جھکے چہرے کو ہاتھوں میں بھرے اوپر اٹھا کر انکے بال سیٹ کرنے لگا، یہ دلخراش منظر ہوا وہاں تک کہ سو گوار کر گیا۔

وہ نم آنکھوں والا شخص مزید غمزدہ ہوا۔

"یہ تو آپ کو سہنا ہو گا بابا، مکافات بھی کوئی چیز ہے، لاڈلے بھی نہیں بچتے اس کی تابکاری سے اور آپ تو لاڈلے بھی نہیں اتنے، سوچ لیں پھر ہم ساتھ نکلتے ہیں۔ جتنی دیر کریں گے اتنا آپکا بیٹا اپنی راحت و خوشی سے دور رہنے پر مجبور ہو گا۔ یونواٹ آئی مین"

عاقب نے کوئی لیادیارحم نہ کیا بلکہ وہ جیسا تھا ویسا ہی پیش آیا، اسکی آخری معنی خیز بات پر جہاں انیب کا بیٹھے بیٹھے چہرہ سرخی چھوڑ گیا وہیں جاسم بھی اٹھ کھڑا ہوتا بیٹے کو آس سے تکلنے لگا۔

اب اسکے ہاتھ عاقب کے رخساروں سے جڑے تھے۔

"بابا کے سامنے تو شرم کھا لو عاقب کے بچے"

انیب اٹھ کر فوراً سے پہلے اندر بھاگی تو دونوں باپ بیٹا ایک سا شر انگیز ہنس پڑے لیکن جاسم کی آنکھوں کی حسرت بے حد جگر پاش تھی۔

"وہ تو کہہ رہی تھی تم اس سے محبت نہیں کرتے، وہ بہت ہی پیاری ہے، مجھے بتاؤ محبت کرتے ہو ناں، خود کو بہلا تو نہیں رہے؟"

جاسم کے ڈرے چہرے پر نگاہیں گماتا وہ یونہی انکے ہاتھ ہٹاتا زرا دائیں جانب گھوما۔

"محبت تو مجھے داریہ سے تھی، اسکے ساتھ جینے کے خواب سجائے تھے۔ انیب سے تو میرے سارے رنگ وابستہ ہیں، وہ جیسے جسم کا حصہ نکلی میرا۔ محبت نہیں ہے مجھے، انیب کی بننے کی خواہش ہی اتنی پر زور ہے کہ محبت کہہ کر اسکی حرمت پر حرف نہیں لا سکتا۔ محبوب کو تو انسان اک درجہ اونچا رکھتا ہے بابا، تاکہ گردن اٹھا کر دیکھ سکے۔ پر انیب کو میں اپنے برابر پاتا ہوں، اسے دیکھنے کے لیے مجھے سر نہیں اٹھانا پڑتا بلکہ بس آنکھیں کھولنی پڑتی ہیں۔ محبوب کے آگے تو سوچ سوچ کر رہنا، کہنا پڑتا ہے پر جس کے آگے کچھ بھی ہانک دیا جائے وہ آپکی روح کا سا تھی ہے، جیسے آئینے میں دیکھائی دیتا عکس۔ مجھے

انیب سے جڑی اپنی دیوانگی بہت دیر سے معلوم ہوئی، ہاں اسکا اوجھل ہونا مجھے جنجھوڑ گیا، مجھے رنگ دیکھائی دینے بند ہو گئے، ہاں بابا وہ میری بصارت ہے، سماعت ہے، خواہش ہے اور سکون ہے۔ محبت نہیں کرنی اب مجھے، انیب کو ایک صرف شدہ اور عام جذبہ نہیں دے سکتا، میں انیب کو عاقب دے چکا ہوں، آپ نام دے دیں اسے کوئی؟"

جاسم کی آنکھیں سرخ پڑیں، بے ساختہ عاقب کو اپنے سینے میں بھینچ لیا، وہ تھوڑا بے چین ہوا۔
"گلے لگانے تک ٹھیک ہے پر یہ محبوبہ کی طرح ماتھا تو نہ چومیں میرا، چھوٹا بچہ نہیں ہوں۔۔۔۔۔"
عاقب کو سخت الجھن ہوئی جاسم کے ماتھا چوم لینے پر تو جاسم کھل کر ہنسا اور اس کا روٹھا پن دیکھے گال بھی تھپکائی۔

"تمہیں محبت نہیں ہوئی واقعی میں، تمہیں انیب سے عشق ہے۔ اور عشق میں سامنے والا سب سے پہلے خواہش ہی بنتا ہے میرے شیر۔ میں چلوں گا تم دو کے ساتھ، فلاسٹس اریج کروالو مجھے بتا دینا۔ میں دیر نہیں ہونے دوں گا"

وہ مان گیا تو عاقب کو قدرے اطمینان ملا لیکن عشق والی بات عاقب نے ہوا میں اڑائی تھی، بھلا وہ آوارہ کہاں اور عشق کا تقدس کہاں۔

جاسم دھیرے سے ملازم کے سہارے پر اندر بڑھے پر عاقب سے نہ جایا جاسکا، اسے سوچ بچار کرنی تھی کہ اگر محبت نہیں، عشق نہیں تو اسے انیب سے کونسا جذبہ باندھ رہا ہے، اور آج ہی اسے جواب ڈھونڈنا تھا۔

.._____..

"میری ڈاکٹر سے بات ہوئی ہے، وہ سٹیبیل ہے تبھی کچھ دیر تک اسے دوسرے روم میں شفٹ کر دیا جائے گا، کبھی بھی ہوش آسکتا ہے۔ سنبھال لینا اسے، میں ایک چکر گھر لگا کر زرا گریول کی خبر لوں گا۔ ویسے بھی اس گند کو قید رکھنا بھی خطرناک ہے۔ رجال اسے قابو کر سکتا ہے لیکن ہمیں یہ کام بھی جلد مکمل کر دینا چاہیے"

وہ دو بیلا والے کئیر یونٹ کے باہر ہی تھے، یچی نے نظر لگا کر آکسیجن ماسک سے آزاد ہوتی بیلا کو دیکھتے سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے آپ جائیں، میں یہیں ہوں اسکے پاس"

یچی نے ہنوز اسی طرف دیکھتے کہا جبکہ داران اسکی بے چینی بھانپنے اسکے کندھے کو جکڑتا اپنی سمت پھیر گیا۔

"نکاح نہ کروادوں تمہارا؟"

داران کی آفر یچی کے جسم سے جان سی کھینچ گئی، سن پڑتا وہ جیسے داران کو دیکھ رہا تھا وہ سچ میں پیارا تھا۔

"ن۔۔ نکاح؟ ایسے کیسے"

یچی کی آواز میں سلوٹیں پڑیں۔

"ہمیں بیلا کی ایک انتہائی پرسنل آیا چاہیے جو اسکی ہر ضرورت کا خیال رکھے، دوویک تک اسے زیادہ اٹھ کر بیٹھنے کی بھی اجازت نہ ہوگی۔ تو یونوناں میں کیا کہنا چاہا رہا ہوں، اسی بیچ مناتے بھی رہنا"

داران سراسر شرارت پر اتر اٹھا جبکہ یچی کے چہرے کا رنگ سفید پڑ گیا کیونکہ اسے یہی لگ رہا تھا داران مزاق کر رہا ہے۔

"بھائی آپ مزاق کر رہے ہیں ناں"

یچی نے اسکو بازوؤں سے تھامے صدمے کی کیفیت میں جنجھوڑا تو داران مسکرا کر سرنفی میں گما گیا، یہ باولا اسکی زخمی بازو درد کروا گیا پر داران نے محسوس نہ ہونے دیا۔

"ناں، ہر گز نہیں۔ ہوش میں آ لے تو مناتا ہوں۔ کہہ دوں گا بیلا ہم بہت مصروف ہیں سو اس مفت کی ویلی آیا کو قبول کر لو بہت عیش کرو گی"

داران کے آفت انگیز جواب پر یچی بے اختیار ہنسا گویا سراسیمگی سی کیفیت طاری تھی۔

"دھیان رکھو اسکا، مجھے منع نہیں کرے گی۔ ملتا ہوں رات تک"

داران نے اسکی خوشی پر پیار سے اسکی گال تھپکی اور وہاں سے چلا گیا جبکہ خوشی کے مارے یچی کا دل چاہ رہا تھا ناچنے لگے پر پھر جب نظر اس پر گئی تو دل بھر بھرنے لگا۔

"اگر تم سچ میں میری ہو گئی میں خود سے زیادہ تمہارا بن کر دیکھاؤں گا۔ منع مت کرنا اور جاگ جاو، تمہاری ہر تکلیف کا مرہم منتظر ہے تمہارا"

جذبات کی حدت نے یچی کی آواز بوجھل کی پر داران کی امید نے گویا انگ انگ پر سرشاری برپا کر دی تھی۔

داران واپس گھر پہنچا تو آدھا گھنٹہ لگا، گھر کو سنسان دیکھے داران کو پتا چل چکا تھا سوہا اور عمر بھی سو رہے ہیں کیونکہ کسی کی کوئی آواز نہ آرہی تھی، تبھی وہ سیدھا داریہ کو دیکھنے ہی کمرے میں آیا، اب تک وہ سو رہی تھی، دل میں عجیب سی راحت موجزن ہوئی۔

دروازہ بند کیے خود بھی وہ تھکاوٹ محسوس کیے کف لنکس نکالتا شرٹ کے بازو فولڈ کیے پینٹ سے کھینچ کر باہر نکالتا بالوں میں آئینے کی جانب دیکھے ہاتھ پھیرے خود بھی آہستگی سے داریہ کے ساتھ لیٹا اور چونکہ کمرے میں بہت مدھم سپیڈ پر اے سی چل رہا تھا تبھی بلیںکٹ بھی تھوڑا خود پر کیے داریہ کے بالوں کو چھو کر اپنے چہرے پر پھیلائے خوشبو سونگی، وہ کروٹ پر لیٹی تھی اور داران اسکی طرف کروٹ نہیں بدل سکتا تھا کیونکہ وہی بازو زخمی تھی۔

مگر اس سے پہلے وہ خود بھی سوتا، داریہ نے کسی خوف کے احساس سے کروٹ بدلی اور جب ہاتھ داران کے چہرے پر رکھا تو داڑھی کو فیل کیے وہ فوراً سے نیند سے جاگی۔

"کیوں جاگ گئی ہو؟"

داران کو حیرت ہوئی اسکے سہم کر جاگنے پر تو داریہ نے اٹھ کر بال سمیٹے اور فوراً سے اٹھ کر بیڈ سے اترے دوسری طرف سے گھوم کر آتی اسے آگے سرکنے کا کہے اسکی دوسری بازو کھولے سر رکھے لیٹی اور زرا حاوی ہوئی، جلاد کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔

"پتا نہیں دل کب سے کانپ رہا ہے، اب ٹھیک ہو؟ کمفر ٹیبل ہو۔ درد تو نہیں ہو رہا؟ بازو کے پین کے لیے کوئی پین کلر لی تم نے، کچھ کھایا"

اسکے سوال کو نظر انداز کیے وہ کبھی ہاتھ اسکے چہرے پر پھیرنے لگی کبھی گردن پر کبھی بازوؤں پر، کبھی اسکے سینے سے لے جاتی کاندھے سے سرکتی زخم تک لے گئی۔

"میں ٹھیک ہوں، بے حد کمفر ٹیبل، درد گیا بھاڑ میں۔ پین کلر تم ہو، کھانا تمہارے ساتھ ہی تو اتنا ٹھوسا تھا۔ فکر مت کرو میری، تمہارا دل کیوں کانپ رہا ہے، ایوری تھنک از اوکے؟"

اسکی جبین چومتے ہاتھ کو اپنی سمت کھینچے اسے اپنے سینے سے مزید لپٹائے فکر سے پوچھا۔

"جب تک سانس ہے تمہاری فکر کرتی رہوں گی، بس دل شاید گھٹن کی وجہ سے گھبرا رہا ہو۔ ماہیر! میں نے کل رجا کو دیکھا تھا ادھر۔ عمر بھی تھا تو یقیناً وہ ریل والا رجا تھا۔ وہ کیسے ہمارا پارٹنر بن سکتا ہے، اس نے میرے ساتھ کیا کرنے کی کوشش کی تم جانتے ہو، ک۔۔۔ کیسے معاف کر سکتے ہو"

داریہ یہ پوچھے گی وہ جانتا تھا تبھی اسکے بالوں کو سمیٹے نرمی سے اسکی گال پر انگلیوں کی پوری پھیرنے لگا، وہ سخت بے قرار لگ رہی تھی۔

"میں نے اسے معاف نہیں کیا، یہ تم پر ہے۔ تمہارے پیروں میں گرا کر معافی منگواؤں گا اس سے تم کیوں فکر کرتی ہو۔ پروہ خود ایک ویکٹم تھا شاید میں نے اسی لیے اسے رعایت دے کر آزمایا۔ تم کچھ بہتر ہو جاو تو سب بتاؤں گا۔ وہ جتنا غلیظ اور برا تھا، اب ویسا نہیں رہا۔ ورنہ تم جانتی ہو اسکا انجام کتنا بھیانک کرتا۔ مجھ پر بھروسہ ہے ناں میری فلورنس کو"

جتنی فکر کر رہی تھی لگا سب بے جا ہے تبھی کھل پر مسکرائی، وہ اسے توجہ سے سمیٹ سمیٹ کر خود میں بساتے بولا تھا۔

"اپنے آپ سے زیادہ ہے، میں بھی سوچوں تم اسے کیسے بخش سکتے ہو۔ میں اسکی کہانی اسی سے سننا چاہتی ہوں اگر تم اجازت دو۔ کیونکہ اپنی لڑائیاں خود لڑنا اچھا لگتا ہے"

دار یہ کی خواہش مقابل سر آنکھوں پر تھی۔

"بالکل اجازت ہے، اور میرے خیال میں یہ سب سے بہترین ہے"

وہ اسکے مان جانے پر بازو آگے کو سرکا کر اسکی گردن میں لپیٹے اس کے چہرے سے چہرہ جوڑ کر ٹکا گئی اور داران کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگی۔

"دار یہ! یو آراو کے؟ سو کر کچھ اچھا فیل ہوا؟ درد وغیرہ تو نہیں ہے بازو میں"

اسکی بازو پر ہاتھ پھیرے دھیرے سے پریس کیا تو وہ کراہ اٹھی کیونکہ نیل پڑا تھا تو اس پر درد تھا، داران نے فوراً اسے اسکی بازو چومی تو وہ زرا اوپر کو جھکے مسکرا دی۔

"تھوڑا سا ہے، ڈاکٹر نے آئنٹمنٹ دی تھی اس سے بہتر ہے کافی۔ جبکہ اور کہیں درد نہیں ہے، مجھے ایسے لگتا ہے بے بی مجھے ہیل کر رہا ہے"

بے بی کے ذکر پر داران کی آنکھیں پھر مسکرائیں، داریہ کی خوشی دیکھنا خوبصورت تھا۔
"ہو پ سو ایسا ہی ہو، بہت جلدی پھنسا دیا تمہیں اتنی بڑی ذمہ داری میں۔ میں نے امید نہیں کی تھی پر کہتے ہیں ناں آنے والی ہر روح کا وقت مقرر ہے۔ تم گزر جاو گی اس فیر سے کیونکہ بہت بہادر ہو، اور میں تمہاری ہر تکلیف میں بے حد پاس ملوں گا"

اپنے ساتھ کا یقین دلاتا وہ خوبصورت لگا، داریہ نے اسکی زخمی گال چومی، پھر اسکے دوسرے گال کو چھوا۔

"یہ بہت خوبصورت سفر ہے، میں انجوائے کروں گی۔ ہر لمحہ تمہیں خود میں محسوس کرنا جان لیوا ہے ماہیر شاہ"

وہ اس میں بھی محبت کا پہلو گھسیٹ لائی، وہ ہنسا، دل اتنا مسرور تھا کہ ہنسی بھی اس پر سبج رہی تھی۔
"کبھی تو نان رومنٹک ہو جایا کرو"

داران نے اسے جان بوجھ کر ناک دباتے چھیڑا۔

"رومنٹک ہونے کے لیے یہ ایک عمر تھوڑی ہے، تو کیوں ضائع کروں اک لمحہ بھی۔ جب تم میرے ہو تو میرا حق ہے تمہیں ہر دم اپنا محسوس کروں، میں نے بہت مشکل سے تم جیسی راحت پائی ہے۔ میں تو بہت پوزیسو ہوں تمہارے لیے"

اسکے چہرے کا اک اک نقش نہارتے بولی، داران نے اسکے ہونٹوں کی نرمی محسوس کی، اور ہزار ہا طلب کے اس سے دور ہو گیا۔
"میں بھی"

اپنے کہے اور کیے سے وہ داریہ کے دل کو اسکی ڈگر بھلا گیا۔
"کتنے ٹائم رہی تھی کوٹھے پر تم؟"

اچانک سے داران کے سوال پر وہ شرمانے کو چھوڑے حیران ہوئی۔
"اچانک کیسے پوچھا؟"
وہ تھوڑا گھبرائی۔

"ایسے ہی، کیسے بچایا خود کو؟"

داران نے اسکی اداس آنکھیں دیکھتے پوچھا تو وہ واپس اسکے سینے میں سمٹی۔

"چینخ اور چلا کر، اور درندی کی طرح سامنے والے پر جھپٹ کر بچاتی رہی خود کو۔ تمہیں پتا ہے ایک دن وہ بائی ایک خونخوار اور بدبودار آدمی کو لائی، جسے بڑا غرور تھا کوٹھے کی مجھ وحشی لڑکی کو نکیل ڈالنے

کا، اس آدمی نے مجھے کیل والی زنجیر سے مارا اور تقریباً مجھے بے لباس کرنے ہی والا تھا جب میں نے ہمت کیے اسکی مردانگی ہی پھوڑ دی لات مار کر۔ اور اسی زنجیر سے اسکی ٹانگوں کو لہو لہان کر دیا۔ اسکے بعد بائی نے کسی گاگ کو میرے پاس آنے نہ دیا، مجھے ڈر تھا وہ آدمی بدل لے گا، پر شاید مر گیا ہو گا۔"

دار یہ نے یہ سب بنا دیکھے کہا جبکہ داران زہریلا سا مسکرایا، کچھ ماہ پہلے ہی اس نے اسی کو ٹھے میں خاص دار یہ کے لیے تب گئے سات لوگوں کو موت کی سزا دی تھی اور وہ سات کے ساتھ غلیظ اور کرپٹ لوگ تھے۔

"نہ مرتا تو اب تک میرے ہاتھوں اسکے ٹکڑے ہو چکے ہوتے یقیناً نحوست زمین دوز ہو چکی ہو گی۔ تمہارے جسم پر جو نشان ہیں اسی زنجیر کے ہیں ناں، کندھے پر اور کمر پر، بہت مدھم پر اب تک موجود"

وہ یکدم چہرہ اٹھائے نم آنکھوں سے داران کو دیکھنے لگی، وہ اسکے جسم کے ناہونے جیسے نشان بھی دیکھ چکا تھا یہ سچ میں جھٹکا تھا۔

"حیران ہونے کی ضرورت نہیں، تمہارے جسم کی جلد کو چھو کر بتا سکتا ہوں کہ اس نے کتنے موسم اور کیسی سختی جھیلی"

دار یہ کی آنکھیں اس شخص کی جان لیوا عاشقی پر چھلک اٹھیں۔

"بہت سے نشان ا۔۔ اور تھے، تھپڑوں کے، ناخن کی کھروچوں کے، وہ عورت میرے بال ایسے نوچتی تھی کہ اسکے ہاتھ میں اکھڑ کر آجاتے۔ یہاں تک کہ پیر میں بندھی زنجیریں اندر دھنس کر میرے پیر زخمی کر دیتی تھیں، کیڑے کاٹتے رہتے تھے۔ تین ماہ رہی تھی وہاں اور تم جانتے ہو تین ماہ میں صرف تین راتیں سوئی وہ بھی بے ہوش ہو کر، اسکے علاوہ آنکھ جھپکنے سے بھی خوف آتا تھا۔ جب وہاں سے نکلی آدھی پاگل ہو چکی تھی، درد ہونا ختم ہو گیا تھا۔ میری یہ جلد بے حس ہو گئی"

وہ سسکا اٹھی، اس لڑکی کا یہ کرب باہر نکالنا ضروری تھا۔

"وہ عورت مر چکی ہے"

داران نے اسکی گال سہلاتے بہت سکون سے بتایا تو وہ سہم گئی۔

"ت۔۔ تم نے مارا؟"

دار یہ کپکپا گئی۔

"نہیں میں نے ایک کتے کو ڈرگ کا انجکشن لگایا، وہ کاٹ آیا اسے اور بروقت امداد نہ ملنے پر مر گئی"

داران نے جس تسلی سے بتایا، دار یہ کو لگا جسم سے جان نکل گئی۔

"قاتل ہوں پر صرف گناہ گاروں اور بدکاروں کا، تم جانتی ہو وہ عورت، گریول کی بہت بڑی آلہ کار

تھی۔ کئی معصوم لڑکیوں کو تمہاری طرح اذیت دے کر مارا، تم خوش قسمت تھی اس موت و ہوس

خانے سے زندگی اور عزت سمیت نکل گئی۔ کیونکہ میرے اللہ نے تمہیں میرے لیے بچا کر رکھنا تھا، تاکہ اس جسم کے سارے درد سمیٹ لوں۔ ڈرو مت مجھ سے "

وہ اسکے صفائی دینے پر خوف سے مر رہی تھی، رو پڑی، داران نے اسکے پیار سے آنسو پونجھے پر اسے بہت درد محسوس ہو رہا تھا۔

"م۔۔ ماہیر، تمہارے چھونے سے پہلے سچ میں میرا جسم مردہ ہی تھا۔ میری روح خوفزدہ " وہ روتے ہوئے ہی بولی، داران نے اسکو مرہمی نگاہ میں لیتے اسکے گالوں سے ہاتھوں کو لگاتا۔

" آئی نو، آئی فیل یور پین۔ اب تو کہیں پرانا درد باقی نہیں ہے ناں؟ "

اتنے لاڈ سے پوچھ رہا تھا کہ وہ آنسوؤں کو روکے تھکنے لگی۔

"ن۔۔ ناں، زرا بھی نہیں۔ اب تو ہر جانب پھول کھلے ہیں، تم پتا نہیں کس نیکی پر مل گئے مجھے۔ " وہ اس پر جان ہارنے لگی۔

"وہی نیکی جو تم بشر کی طرح ہر دوسرے بچے کے ساتھ حسن سلوک کرتی جمع کرتی آئی، جو تم سڑک کنارے بیٹھے فقیروں میں مسکراہٹ اور عیاشی بانٹ کر سمیٹتی رہی۔ وہی جو تم راہ پر ٹھوکر میں آتے پتھروں کو ہٹا کر رحم کرتی تھی، وہی جو تم بناصلے کے کسی کے بھی آنسو پونجھ لیتی تھی، وہی جو معاف کرنے میں روشنی کی رفتار کو مات دے دیتی ہو، وہی جو کسی بھی رشتے میں اپنا آپ فدا کر دیتی ہو، وہی جو اللہ کو دوست بنا کر اس سے باتیں کرتی ہو، وہی جو دل توڑنے سے خوف کھاتی ہو، وہی نیکی کہ مجھ ٹوٹے

پھوٹے کو مزید ٹوٹا نہ رہنے دیا، وہی نیکی داریہ جو تم نے میری ماں کے لیے مجھے تسلی دے کر کی۔ یہ تو وہ ہیں جو داران ماہیر شاہ نے تسخیر کیں، جانے اس کے علاوہ بھی تم اللہ کو کتنی پیاری تھی جو تمہیں اتنا سنبھال کر رکھا اس نے"

اسکے ماتھے اور پھر بالوں کو چھومتے داریہ میں راحتیں اتارنے لگا۔

"م۔۔۔ ماہیر، بس۔۔۔ جان نکل جائے گی م۔۔۔ میری"

وہ مزید نہ سن پائی تو اسکے خوبصورت ہونٹوں پر ہاتھ رکھے ٹوک گئی۔

"تم نے وہ جو پہلی بار میرے آنسو دیکھے اور پونجھے تھے، میں اس لمحے کو کبھی بھول نہیں سکتا۔ وہ میری زندگی کا قیمتی لمحہ تھا۔ سینیٹی گرل! تم اتنی پیاری ہو کہ میں دنگ ہوں کوئی اتنا پیارا کیسے ہو سکتا ہے۔ اور میں تم سے کبھی نہیں روٹھ سکتا، کبھی بھی نہیں"

داریہ کے دل کا رہا سہا بوجھ بھی داران نے ہٹایا تو وہ اسکے سینے لگی، داران نے زخمی باز و والا ہاتھ بھی اسکے گرد لپیٹا کیونکہ جانتا تھا اب وہ بہت رونے والی ہے۔

"ب۔۔۔ بس ماہیر! بہت کمزور ہوں"

وہ اسکے سینے کی راحت کا سکون پائے سک اٹھی۔

"نہیں، تم مجھ سے سو درجے بہادر ہو۔ مجھے رشک ہے کہ تم میری بیوی ہو۔ میری داریہ ہو، میری فلورنس ہو"

اتنا معتبر تو شاید داریہ کو کبھی فیل نہ ہوا جتنا اس لمحے۔

"بس کرو ورنہ تمہاری زبان پر کاٹ لوں گی"

روبرو ہوئے باقاعدہ اس جان کو آتے شخص پر چلائی تو وہ کھل کر ہنسا۔

"اتنی بھیانک دھمکی"

وہ فوراً شرافت پر آمادہ ہوا تو وہ بھیگی آنکھوں سے ہنسی۔

"ہاں کچھ زیادہ ہی موتی جھڑ رہی ہے، ماہیر! دیکھو میرا دل کانپ رہا ہے"

وہ سخت متذبذب تھی، داران نے اس کے دل پر ہتھیلی رکھی۔

"یہاں آؤ، ڈرامے مت کرو اور سو جاؤ تاکہ میں بھی کچھ دیر آرام کر لوں"

داریہ نے منہ سا بسور جبکہ داران آنکھیں موند گیا اور اسکو ہنوز حصار کر سینے پر لیٹا رکھا تھا پر داریہ کو لگا جیسے کوئی احساس اسکا سانس گھوٹ رہا ہے۔

"ماہیر! میرا فون کہیں کھو گیا تھا۔ تم دو اپنا مجھے ماموں سے بات کرنی ہے، پتا نہیں کیوں بہت یاد آرہے ہیں"

یہ پہلی بار ہوا کہ وہ داران کی راحت لٹائی موجودگی میں بھی بے قرار ہوئے اٹھ بیٹھی تو وہ بھی پریشان ہوئے سیدھا ہوا۔

"اوکے میں کروا تا ہوں بات، پر سکون ہو جاؤ"

داران نے سائیڈ ٹیبل پر جھکتے فون اٹھاتے ہی ڈائیل لسٹ میں موجود حمین چوہان کا نمبر ملا کر فون داریہ کی طرف بڑھایا جس نے فوراً سے دم سادھے لیے کان سے لگایا۔

بیل نہیں جا رہی تھی، داریہ نے دوسرا ہاتھ اپنے سینے پر پھیرا جیسے گھٹن سے اسے کچھ ہوا ہو تبھی تو داریہ کا وہ ہاتھ پکڑ کر داران نے ہونٹوں سے لگایا۔

"ماہیر، ماموں کا فون کبھی بند نہیں ہوا۔ لالہ کو کال ملا دو۔ یا مایا کو"

داران نے اس سے فون لیا کیونکہ وہ اتنی پریشان تھی کہ اس سے خود کال ملانی بھی مشکل تھی۔

"اوکے کرتا ہوں، کیوں پریشان ہو رہی ہو۔ سگنلز کا ایشو ہو سکتا ہے سوئیٹ ہارٹ"

داران نے نمبر ڈائیل کرنے کے ساتھ داریہ کو بھی اپنے ساتھ لگایا پر وہ سینے سے لگی کانپ رہی تھی، اسے عجیب سا خوف کھا رہا تھا۔

"مایا اور ایدا اٹھا نہیں رہے، شاید سائلنٹ پر ہو۔ ادھر دیکھو، تھوڑی دیر بعد ٹرائے کر لینا۔ ہو جائے گی

بات"

داران کی آواز اس بار خود بھی فکر کے غلبے سے بھاری ہوئی جبکہ داریہ کو اچانک سے کچھ یاد آیا تبھی اس نے فون داران سے لے کر بارس کا نمبر ملا کر کال کی لیکن اس جانب تھانے سے باہر نکلتے بارس نے ان نون نمبر دیکھتے فوری کال پک کی۔

کاظم مبین اور اسکے لوگ اریسٹ ہو چکے تھے جبکہ صفدر ایک بار پھر بھاگ نکلا تھا، کاظم پہلے ہی پولیس کو مطلوب تھا اور اسکی تو اب لمبی سزا تھی لیکن صفدر نے جو کر دیا تھا اس پر بارس اسے زمین سے کھودنے ہی جا رہا تھا۔

"بارس! مجھے بتاؤ سب ٹھیک ہے وہاں۔ کوئی کال نہیں اٹھا رہا۔ زمیل جلال خان ٹھیک ہیں، اور میرے ماموں۔ باقی سب"

بارس کو اسے اتنے دور تکلیف دینا منظور نہ تھا تبھی اسے پہلی بار جھوٹ بولنا پڑا۔
"جی سب ٹھیک ہیں، آپ بے فکر رہیں۔ کچھ بگھڑا بھی تو میں سب ہنڈل کر لوں گا"
بارس کے جھوٹ پر وہ اور الجھی۔

"تم کچھ چھپا تو نہیں رہے؟"

دار یہ کو تسلی نہ ملی۔

"نہیں"

جبر بھر ایک لفظ۔

"او کے میرے ماموں کے پاس جاؤ اور بات کرو اور میری"

دار یہ نے کہتے ہی کال بند کر دی۔

"کیسے کروا سکتا ہوں۔۔۔ یا اللہ میری کوتاہی نے کیا کر دیا"

بارس سخت تکلیف میں آسمان کی جانب تکتا دلبرداشتہ ہوا۔

جبکہ داریہ کو اب بھی بے چین دیکھتے داران نے فون لے کر سائیڈ پر رکھا اور واپس اسکی جانب دیکھتے اسکا چہرہ اوپر کواٹھایا، ان سنہری آنکھوں میں آنسو چھلکنے کو بیقرار تھے۔

"داریہ! میری آنکھوں کی ٹھنڈک کیا بات ہے۔ اتنا پریشان کیوں ہو رہی ہو، میں خود رابطہ کرنے کی کوشش کرتا ہوں پاکستان فکر مند نہ ہو۔ ایسے برداشت نہیں ہوتی تم، حوصلہ کرو۔ سب ٹھیک ہو گا ان شاء اللہ"

ابھی بھی وہ سکون نہ پاسکی تو داران نے اسے خود سے لپٹائے ہی سرتکیے پر رکھا اور اسکے بالوں کو سہلانے لگا، پر خود بھی اب فکر کی پرچھائیاں وجیہہ چہرے کا حصہ بنی تھیں۔

.._____..

کافی دیر لان میں واک کرنے کے بعد وہ انیب کی خود میں ہوتی شدید کمی محسوس کیے گھر کے اندر بڑھا، جاسم سوچکا تھا، گھر کی روشیاں قدرے گل تھیں پر عاقب کے اندر انیب کو محسوس کرنے کی طلب پوری آب و تاب سے روشن تھی اور یہی اسے انیب کے کمرے میں لے گئی۔

وہ سو گئی تھی، عاقب نے دروازے سے سرسری جھانکا، باخدا اسکا انیب کے لیے سرسری، سرسری کہیں سے نہ تھا۔

وہ کروٹ پر لیٹی تھی اور اسکے پیچھے آدھے سے زیادہ بستر خالی جو عاقب کو باہیں پھیلائے کھینچ رہا تھا۔

کیسی کشش تھی جو اسے کہیں کانہ چھوڑ رہی تھی، ستم کہ انیب کے کھلے بال تکیے اور میٹرس پر جس خوبصورتی سے پھیلے تھے وہ سحر، عاقب کا دماغ گمانے لگا۔

ہزار ہا خود کو روکا پر دل راضی نہ تھا کہ اس لڑکی کے جسم کی خوشبو سے دور آباد ہو۔
"کیا چیز ہے، کیوں اتنا ستارہا ہے"

وہ بھاری قدم اٹھائے پاس آیا اور اسکے عقب میں لیٹے اسکے تکیے پر بکھرے بالوں میں چہرہ گھسایا، یہ خوشبو، یہ لڑکی، جان کو آنے لگی تھی۔

"اتنی سخت دیوانگی، پتا نہیں کونسے چلے کاٹتی رہی ہے جو میری سدھ بدھ اسکے قریب مفلوج ہو جاتی ہے۔ آہ انیب، کیسے شکنجے میں جکڑا ہے تم نے مجھے"

دل تو چاہا اسے اپنے بازوؤں میں بھر کر سینے میں بسالے پر اس لڑکی کی نیند خراب کرنے سے باز رہی رہتے بس نرمی سے اپنا ہاتھ اطراف جما کر خود اسکی طرف کروٹ کیے سرکا۔

"میں پاگل ہو گیا ہوں تمہارے پیچھے، جیسے اس پوری دنیا میں تم میرے لائق کی ایک ہی عورت پنچی ہو۔ انیب! کیسے کہوں تم سے کہ اتنی جان کو مت آؤ"

وہ پر سکون نیند میں تھی اور جب محسوس ہوا عاقب نے چھوا ہے تو اور سکون میں آئی اور عاقب کے ہاتھ کو جکڑ لیا، وہ آنکھیں یکدم کھول گیا۔

"جاگ رہی ہو؟"

عاقب نے اسکے کان کی اور جھکتے پوچھا۔

"تم سوئی سمجھو، بہت اچھا لگ رہا ہے"

وہ مزید اسکے سینے میں سمٹی، عاقب مسکرا دیا، زرا اور جھک کر اسکے گال کو چھوتے پیچھے ہوا۔
"میرا سکون"

عاقب کی گرفت بڑھی تو انیب نے اس د لگرفتہ لفظ اور لہجے پر بہت مشکل سے آنسو روکے اور عاقب کے دل کی شانت دھڑکنوں پر خود بھی آنکھیں واپس موند گئی۔

.._____..

"میں ہوں ہی منحوس، میرے بچوں کے پاس گنی چنی ہی تو خوشیاں تھیں یار، حمین ان خوشیوں میں سر فہرست ہے۔ دیکھ جہانگیر، میری منحوسیت میرے بچوں سے ایک بار پھر انکے سر کی چھاؤں چھیننے پر تلی ہے"

ہو سپٹل کوئیڈور میں زندگی سے اکتائے ہوئے زمیل کے ساتھ جہانگیر بھی اتنے ہی غمزدہ تھے، آج قیامت ٹوٹی تھی، حمین چوہان زندگی اور موت کی بھیانک جنگ لڑ رہا تھا، ایاد اور مایا کی تو دنیا اجر گئی تھی، پہلی فرصت میں تبریز بھی پہنچ آئے، انکے دل پر بھی ویسی ہی آری چلی تھی جب یار کا سینہ داغا گیا۔

اب تبریز اس دکھ میں تھے کہ کسے زیادہ تسلی دیں، مایا کو جسکا جینا مرنا اس مرتے شخص سے لپٹا تھا، ایاد کو جس نے باپ جیسی ساری شفقت، مان اور محبت اس شخص سے پائی یا پھر ماول کو جو خالہ اور ایاد کی حالت پر ان دونوں سے زیادہ غمگین تھی۔

مایا کے تو آنسو تھم گئے تھے، آنکھیں ٹھہر گئی تھیں، وہ بس حمین کی پکار پر اس صدمے سے نکل سکتی تھی۔

جبکہ زمیل کو کسی نے دھکے نہ دیے، نہ الزام دیا پر وہ جانتا تھا اسی کے سبب حمین پر یہ ظلم ٹوٹا ہے، زمیل نے جب ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں جہانگیر کا نمبر ملا کر بس اسے پکارا وہ دوڑے چلے آئے اور تب سے زمیل کے ماتم کو برداشت کر رہے تھے۔

"ایسا مت بول، حادثہ تھا"

جہانگیر نے کئی بار کی دہرائی بھونڈی تسلی دی پر زمیل کو اپنے وجود سے اس لمحہ گھن آرہی تھی۔
"میں نے اس حادثے کی پرورش کی، میں نے جو دعائیں مانگی تھی کہ بچوں کی معافی سے پہلے نہ مروں، یہ دعا ہی حمین کو کاٹ گئی۔ کسی کو تو میرے حصے کی اذیت جھیلی تھی پر باخدا یہ نہ ہوا ہوتا یار، وہ حمین نہ ہوتا۔ میں تو اس مقدس شخص کے پیروں کی خاک بھی نہیں، یہ گلٹ بہت بڑا ہے، دار یہ کو غلاظت سے بھری اس جگہ، اس کوٹھے بیچنے سے بھی بڑا۔۔۔ کہ میرے حصے کی موت نے میرے ہی مسیحا،

میرے ہی بچوں کے رکھوالے کو کھالیا۔۔۔ بول جہانگیر اگر اسے کچھ ہوا تو ز میل کتنے لوگوں کا قاتل بن جائے گا؟ بول ناں جہانگیر۔۔۔۔ مجھ پر ترس سے بھری نظر نہ ڈال یار۔ مجھ پر لعنت بھیج " زمیل کا درد اسکو نگل رہا تھا، وہ مر رہا تھا پر ستم کہ جہانگیر کے پاس آج پہلی بار کوئی تسلی نہ پہنچی تھی۔ وہیں مایا کی سو جھمی ہوئی آنکھیں شیشے کے پار سے دیکھائی دیتے حمین پر جمیں تھیں، لگ رہا تھا اسکی سانسوں کی ڈور اس اندر موت کے منہ میں پڑے شخص کے ہلتے سینے سے جڑی تھی۔

"کس نے کہا تھا اتنا اچھا بننے کے لیے آپکو حمین، لگوالی ناں نظر۔ ک۔۔ کیسے آپ کو آپکی مایا کے ہوتے اتنی تکلیف چھو گئی؟ میں کیسے نہ مری؟ میں کیوں جی رہی ہوں اب تک جب آپ سے آپکی سانسیں لمحہ بہ لمحہ چھن رہی ہیں۔ یہ دیکھنا بہت م۔۔ مشکل ہے اللہ۔ حمین! آپ کے سوا مجھے کون سمجھ سکتا ہے۔ م۔۔ مجھے لگتا ہے میں کبھی بول نہیں پاؤں گی، کچھ دیکھ نہیں پاؤں گی، کچھ سن نہیں پاؤں گی اگر آپکو کچھ ہوا۔ م۔۔ مجھے جینا ہے آ۔۔ آپکے ساتھ، میں اتنی مختصر جینے کے لیے تھوڑا بنی تھی۔۔۔۔ ایسے نہیں کریں میرے ساتھ "

آنسو گر کر اسکی گالوں کو بھیگوانے لگے پر اس سے سسکنے یا چینخنے نہ ہو پایا کیونکہ وہ اس کرب میں تھی کہ ہلتی بھی تو دماغ کی کوئی نس پھٹ جاتی۔

"میں ن۔۔ نے کتنی دعائیں پھونکیں آپ پر، حفاظت کے حصار باندھے۔ پر پ۔۔ پھر بھی آپکو تکلیف سے نہیں بچا سکی۔ کتنی بیکار ہے ناں مایا اور اسکی دعائیں۔ سن لیں! مجھے اکیلا چ۔۔ چھوڑنے کی کوشش

بھی مت کریے گا۔ م۔۔ مجھے بھی ساتھ لے جائیے گا۔ پ۔ پلیز۔ آپ جیسا کوئی نہیں ہے نہ کبھی پھر مجھ جیسی کسی کی قسمت روشن ہوگی۔ تو ا۔ اتنی جلدی کہانی ختم مت کریں، میں نہیں مرنا چاہتی، میں نے ابھی آپکی بہت محبت دیکھنی ہے اس دنیا کی بھی اور دوسری دنیا کی بھی، آپکو بہت تنگ کرنا ہے، میرے ارمان ادھورے ہیں حمین! میرا دامن بھرا نہیں ہے ابھی۔ آئی نینڈیو، آخری سانس تک میرے ساتھ ر۔۔ ہیں۔"

وہ بالکل ریزہ تھی، جیسے ہوا کا جھونکا بھی آیا تو مایا کے ریشے ریشے بکھیر دے گا وہیں ایاد کی آنکھوں سے تو وہ منظر ہی نہ ہٹ رہا تھا جب اس نے ماموں کی بند ہوتی آنکھیں دیکھیں تھیں۔
تبریز اور ماول بھی بہت دکھی تھے۔

"بابا جان! ایاد اور خالا کو بولیں ناں کہ حمین انکل کو کچھ نہیں ہوگا۔ یہ دو پتھر ائے ہوئے کیوں ہیں بابا، م۔۔ مجھے خوف آرہا ہے ان دو سے"
ماول کے رونے پر تبریز کا بھی دل پھٹا۔

"ہمارے بولنے سے کچھ نہ ہوگا بچے، اب صرف انکی آنکھیں کھولنے سے سب ٹھیک ہوگا۔ آپ تو مت روئیں بابا کی جان، جائیں ایاد کو سنبھالیں ہم مایا کو کچھ دیر باہر لے جاتے ہیں۔ ہمیں ہی ہمت کر کے سبکو تسلی دینی ہے"

تبریز شاہ کی اپنی آواز ٹوٹی تو ماول نے کچھ دور ہی سر ہاتھوں میں گرا کر، ہاتھوں میں بال دے کر بیٹھے
ایاد کو دیکھا پھر اک نظر خالہ کی پشت کو اور سر ہلا گئی۔

تبریز اٹھ کر مایا کے عقب میں جار کے، حمین کو دیکھ کر گہرا سانس بھرا۔
"مایا! حوصلہ بچے۔ آئیں کچھ دیر تازہ ہوا میں۔۔۔"

تبریز کے عقب سے تھامنے پر وہ اسی خزن میں ڈوبی پلٹی۔

"اب سانس لینے کے لیے تازہ ہوا کی کسے ضرورت ہے تبریز بھائی، انکی چلتی سانس کا آسرا ہی بچا ہے
بس۔ آ۔ آپکے تو بڈی ہیں ناں، انکو کہیں مایا کو اتنا مت آزمائیں۔ م۔۔ میں، میری زندگی، میرا ہونا
کچھ بھی تو ممکن نہیں ہے انکے بنا۔ میں مزید کسی کو نہیں کھو سکتی۔۔"

وہ سسک اٹھی، فوراً تبریز نے اسے اپنے سینے لگایا، وہ انھیں ماول جیسی عزیز تھی۔
وہ جس دردناکی سے روئی، ماحول پر سوگ طاری ہوا۔

"ایسا کچھ نہیں ہو گا، وہ سخت جان ہیں۔ اتنی بے جان ہستوں کو رلا کر کہیں نہیں جائیں گے۔ ہم جانتے
ہیں وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ آجائیں میرے بچے، سنبھالیں۔ ہم آپکو حمین کی اچھی اچھی باتیں اور
شرارتیں بتاتے ہیں، جب وہ جاگیں گے پھر آپ انکو چھیڑیے گا۔ آجائیے"

تبریز نے کیسے بھی کیے مایا کو اس گھٹن سے نکالنے کو باہر کا رخ کیا تو ز میل اور جہانگیر بھی دونوں کی
حالت پر از سر نو غم سے اٹ گئے۔

ماول بہت ڈر رہی تھی کہ کہیں اسکے چھونے سے وہ ضبط کا پیکر اپنا صبر کھونہ دے تبھی اسکے قدموں میں بیٹھی۔

"ا۔۔ ایاد! وہ ٹھیک ہو جائیں گے، یو آر سٹر ونگ ناں؟"

ماول نے اسکا چہرہ دیکھنا چاہا پر وہ جھٹک گیا، وہ خود سے بھی چھپ رہا تھا کیونکہ اسکی دنیا اندھیر تھی اس وقت۔

"آئی نو وہ کتنے پیارے ہیں، انکو دیکھ کر ہی دل چاہتا ہے انسان اپنی سب سے پیاری مسکراہٹ ان پر واردے۔ آپکے لیے تو وہ سب ہیں، میں آپکی اس تکلیف کو آپ سے زیادہ اچھے سے سمجھ سکتی ہوں سو مجھ سے مت چھپیں، میں تو ماول ہوں میں تو آپکی ہمت ہوں، پلیز لک ایٹ می"

وہ اسکے چہرے کو پیار سے اٹھانے لگی تو وہ آنکھیں سچ میں ایسے خزن کا مسکن تھیں جو رونے، چیننے اور ٹرپنے کی انتہا ہو کر رہا ہے۔

"وہ صرف ماموں نہیں ہیں، وہ ماں ہیں ہماری ماول، ایک نہیں دو ماوں کے برابر۔ اور ماں مر جائے یا ماں کو اک خراش آئے، ان دونوں کیفیات میں زیادہ فرق نہیں ہوتا، جان نکل جاتی ہے اولاد کی۔ خدا نہ کرے دار یہ تک انکی اس حالت کی خبر جائے ابھی، وہ نہیں سہہ سکتی یہ۔ ماموں یہ تکلیف ڈیزرو نہیں کرتے تھے ماول، مجھے لگ جاتی گولی، میرے سفاک باپ کو لگ جاتی۔۔۔ پر انکو نہیں۔۔۔ حادثہ ہی ہونا تھا تو کسی اور کے ساتھ ہو جاتا پر۔۔۔"

ماول جانتی تھی وہ صدمے میں ہے پر آنکھیں بھرنے سے خود کو روک نہ سکی اور اٹھ کر ساتھ ہی بیٹھی۔

"آپکو لگ جاتی تو میرا کیا ہوتا، آپکے بابا کو لگ جاتی تو معافی کا کیا ہوتا۔"

ماول رونے پر قابو نہ پاسکی۔

"انکو لگ گئی گولی، ہم سب کا کیا ہو گا؟"

ایاد کے سوال نے ماول سے قوت گویائی چھین لی۔

"اگر میرے ماموں کو کچھ ہوا تو میں زمیل جلال خان کا دل انکے سینے سے نکال لوں گا"

ایاد کی نفرت دگنی ہوئی جبکہ کچھ ہی فاصلے پر کھڑا زمیل دلخراش مسکرایا اور ساتھ کھڑے جہانگیر کو یوں دیکھا جیسے کہہ رہا ہو دیکھ یار! سب غارت ہو گیا۔

"یہ کہہ کر ہی نکال لیا تم نے ایاد خان، میرے سینے سے دھڑکتا دل، لیکن میں تب تک یہیں ہوں جب تک یہ ہوش میں نہیں آتا۔ ڈاکٹرز کو کہہ دے جہانگیر خون لینا ہو یا بھلے میرا دل۔۔۔ نکال لیں پر میرے بچوں کے محافظ کو بچالیں"

زمیل کی مردہ پڑمردہ آواز پر ماول اور ایاد دونوں اپنی جگہ سے اٹھے۔

"اپنا خون اور اپنا دل، اپنے پاس رکھیں زمیل جلال خان، میرے ماموں کو اللہ کسی کا محتاج نہیں کرے گا، آپکا تو ہر گز نہیں۔ چلے جائیں یہاں سے، ہماری تکلیف پر جیسے ساری زندگی پتھر اے رہے ہیں وہی بن جائیں۔ پلیز جہانگیر انکل، انکی شکل اس وقت مجھ سے برداشت نہیں"

ایاد نے بہت جبر سے یہ کہا اور منہ بھی موڑا جبکہ اب زمیل گر کر مر بھی جاتا تب بھی جہانگیر اسے اک لمحہ رکنے نہ دیتے تبھی زمیل کی ایک نہ سنتے وہ اسے بازو سے پکڑ کر قابو کرتے وہاں سے لے گئے۔
جبکہ ایاد نے ماول کو بھی مزید کچھ نہ کہنے کی خاموش تنبیہ کر دی۔

.._____..

گریول شرٹ لیس تھا صرف سیاہ پتلون پہن رکھی تھی جبکہ اسکے دونوں ہاتھ زنجیروں سے دائیں بائیں بندھے تھے، گریول کے چوڑے سینے پر بے شمار جلے کے تازہ نشان اور کٹس تھے اور کچھ فاصلے پر زمین پر دو زانو بیٹھا رجال، وہ چاقو نوکیلے فرش پر مار کر تیز کرتا ہوا کوئی پاگل لگ رہا تھا۔
"ب۔۔ بس کرو، میں مزید برداشت نہیں کر سکتا"

گریول کے منہ سے پہلی التجاء نکلی جب رجال کو چاقو لے کر قریب آتے دیکھا۔
"تمہیں تم جیسی گندی سزا نہیں دے سکتا لیکن تمہیں تم جیسی سفاک ہر سزا دوں گا، تمہارا یہ خوبصورت جسم بدنما لگ کر بہت سوٹ کر رہا ہے"

رجال نے اس تیز چاقو کو لاسٹر برنر جلا کر دھکا نا شروع کیا، گریول کی آنکھوں کے آگے موت ناچ رہی تھی۔

"ن۔۔ نہیں۔ درد ہوتا ہے۔ جلن ہوتی ہے مت کرو"

رجال نے وہ انگارے کی طرح جلے چاقو کو ترچھے انداز میں جب گریول کے پیٹ پر پھیرا تو جلن اور تیزی کے سبب گریول کے جسم سے خون کی بوندیں پھوٹیں۔

"ویسے ہی مجھے بھی درد ہوتا تھا، جلن ہوتی تھی۔ گھن آتی تھی، میں ہر بار سوچتا تھا اس رات کے بعد خودکشی کر لوں گا پر پھر خود کو سمجھاتا تھا کہ اس کتے کو مارے بنا مر گیا تو میری تکلیف کا بدلا کون لے گا، میرا تو کوئی ہے بھی نہیں جو جانتا ہو کہ میرے ساتھ کیا کیا کرتے رہے ہو"

اس بار وہ چاقو رجال نے اسکے خوبصورت گال پر پھیرا، وہ اتنا تیز تھا کہ گریول کی بیرڈ میں واضح اک کٹ بن گیا، گریول نے اسکی آنکھوں میں اپنی موت دیکھے حلق تر کیا۔

"تم جیسے لوگ اپنی ہوس مٹانے کے لیے معصوم جانوروں کو بھی نہیں چھوڑتے، پتا نہیں تم لوگوں کو پیدا ہی کیوں کیا جاتا ہے۔ تم جیسے گندے انڈے زمین پر ظہور ہی نہ کریں تو کتنا اچھا ہو، یہ دنیا جنت بن جائے پر وہ کیا ہے یہ دنیا گناہ و ثواب کی دنیا ہے۔ مجھے نہیں پتا رابل کو تم نے کتنا مار چر کیا لیکن جتنا مجھے کیا اس ایک ایک غلیظ لمحے کا حساب کیے بنا میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا یاد رکھنا۔ مجھے کئی سال بھی یہ سب کرنا پڑا کروں گا گریول، میں تمہیں بتاؤں گا ہوس سے بڑی بھی اک بلا ہے، انتقام نامی"

رجال نے اسکے شانے پر کٹ چھوڑا تو گریول درد سے بلبلا یا پر اسکی آنکھوں میں اب بھی وحشت تھی۔ "ڈیل کر لیتے ہیں، ایسے مت کرو میرے ساتھ۔ تمہیں دنیا جہاں کی خوبصورت عورت فراہم کروں گا جو تمہارے سارے درد دور کر دیں گی۔ پیسہ، پاور سب دوں گا، لیکن مجھے نکال دو یہاں سے، میں

تمہیں ایک نایاب اور ان چھوٹی عورت دے سکتا ہوں جسے آج تک کسی غیر مرد نے نہ چھوانہ دیکھا (اس بات پر رجال کمینگی سے مسکرایا کیونکہ یہ معاملہ پہلے ہی نمٹا چکا تھا)۔ میں چاہتا ہوں تمہیں، قابو نہ کرتا تمہیں تو خود کو کیسے زندہ رکھتا۔ یہ میری چوائز نہیں تھی، یہ میری بے بسی تھی۔ ہم مل کر بہت کچھ کر سکتے ہیں سمجھو اس بات کو"

گریول کے ڈیل دینے پر رجال متاثر کن مسکرایا۔

"میرے درد دور ہو رہے ہیں ماسٹر گریول، تمہارے اس گندے جسم کو بد صورت بنا کر۔ بلاشبہ تم اچھی شکل کے مالک ہو، ایسے لوگوں میں جنکے بارے کہا جاتا ہے انکو فرصت سے تراشا گیا ہو گا پر قسم سے تمہاری بد بونالی کے کیڑے کو بھی مات دیتی ہے۔ تمہارا ساتھ تو دور میں تو تمہارے ساتھ ایک قبرستان تک سنئیر نہ کروں۔ یہ اوقات ہے تمہاری۔ ابھی تم ترسو گے، ابھی تم ہوس پوری نہ ہونے پر چلاؤ گے، ابھی تم وہ سب سود سمیت پاؤ گے جو کر کے تم نے مجھے کسی لائق نہیں چھوڑا تھا، رہی بات اس ان چھوئے پیس کی تو اب نہیں رہے گی فکر مت کرو"

رجال نے اسکے زخمی پیر پر اپنا بوٹ رکھا، پھر اسکی بازو کے زخم پر ہاتھ دبایا، گریول کی دھاڑ اس خونخوار جگہ بلند ہو کر ہوک سی تھی لیکن زیادہ درد رجال کے آخری جملے نے دیا۔

"م۔۔۔ مت کرو"

گریول سے سانس لینا مشکل ہوا تو رجاں کچھ قدم پیچھے ہٹا، اس کے زخمی جسم پر لذت بھری نگاہ پھیرے مسکرایا جیسے یہی دیکھنے کو مر رہا تھا۔

"ابھی تو تمہاری مردانگی کو ناکارہ کرنا باقی ہے، ہائے پھر جو چلاو گے وہ دے گا میرے دل کو قرار، چلو اب کچھ سانس لو۔ میں بھی بور ہو رہا ہوں۔ تمہاری وہی پاکدامن ایک عدد بہن دریافت کی ہے میں نے، تمہاری موت کی خبر جب سے موسکو میں پھیلی ہے، وہ سامنے آئی ہے بل سے نکل کر جہاں تم نے اسے شاید اپنی غلاظت کے ڈر سے ہی چھپا رکھا تھا۔ کیا بھلا سا نام ہے، جانیہ، ہائے۔۔۔۔۔ چھپے رستم، گئی تیری لاڈلی بہن"

رجاں کے قہقہے پر گریول بن پانی کی مچھلی پھڑ پھڑا کر چلایا پر رجاں اس پر پانچ انگلیوں سے لعنت برساتے باہر نکلا اور آگے اسکے دو لوگ کسی انیس سال لڑکی کو دبوچ کر اسکے منہ کو جکڑے رجاں کے منتظر تھے۔ رجاں کو دیکھتے ہی وہ لڑکی پھر سے پھڑ پھڑائی۔

رجاں کے اشارے پر وہ لوگ اس سے دور ہٹے اور ہٹنے کی دیر تھی کہ جانیہ لپک کر رجاں کا گریبان دبوچ گئی۔

"تم سب نے جھوٹ بول کر پورے شہر کو بیوقوف بنایا لیکن میں سب کو بتاؤں گے تم نے موسکو کے ڈان کو قید کر رکھا۔ میں تم سب کو چھوڑوں گی نہیں"

جانیہ کے لہجے کی آگ پر رجال نے لمحہ صرف کرتے اسکی کمر دبوچ کر خود سے لگاتے اسکی سرخ انگارہ آنکھوں میں دیکھا۔

"تو ادھر سے جائے گی تو کسی کو بتانے لائق رہے گی، اس کتے مردار کی خالا زاد بہن ہونے پر سزا تیری بھی بنتی ہے کیونکہ اس نے تجھے وقت پڑنے پر کسی کے آگے پیش کرنے کے لیے ہی اب تک سنبھالا تھا اور تو سمجھ وہ میں ہی ہوں، تیری پاکدامنی دیکھتے ہوئے ہی جائز رشتے کا فیصلہ کیا۔ تیاری کرو میرے شیر و، میرے اور اسکے نکاح کی۔ اور ہاں اسے ہم مذہب کرنا مت بھولنا، میں اسکے ساتھ رات گزاروں گا تو رزلٹ نکلے گا، اور میں نہیں چاہتا میری غلطی سے پیدا ہو جاتی اولاد مذہب کو لے کر کنفوز ہو"

رجال کے سوہان روح الفاظ کی تمازت نے جانیہ کے وجود سے روح کھینچ لی اور یہ سب مزاق بالکل نہ تھا، اگلے ایک گھنٹے تک وہ جانیہ رجال چغتائی بن کر اپنی موت کا ماتم کرنے پر مجبور کر دی گئی۔

اور یہ تھا رجال کے انتقام کا یوٹرن۔

.._____..

اتنی پرسکون اور لمبی نیند دونوں نے امید نہ کی تھی، پہلے عمر کی ہی آنکھ کھلی تو چہرے کے خدو خال تک آکر پھیلتی سوہا کی نرم سانسیں محسوس کرتے بند آنکھوں سمیت مسکرایا، پھر امیجن کیا منظر خیال کرتے آنکھیں کھولیں تو بچارے کی امیجنیشن تباہ ہو چکی تھی، وہ بھنگی بنی منہ کھولے سو رہی تھی ہونٹوں کے بیچ بالوں کی دو لٹیں الجھی پھنسی تھیں اور عمر کو دیکھتے ہی غش پڑے۔

"کیسی خوفناک سو رہی ہے، شکر ہے ہارٹ اٹیک نہیں آیا تمہیں عمرو نہ بھری جوانی میں بنا دنیا میں کچھ دیکھے مر جاتے، اور یہ منہ میں بال لے کر کون سوتا ہے، سنبھالے بال نہیں جاتے اور تڑیاں عمر آفندی کو لگاتی ہے۔ چوڑی کہیں کی"

عمر نے آہستگی سے اسکے منہ سے بال نکال کر نرمی سے سمیٹے جو ہر طرف بکھرے تھے، جبکہ اسکے ہونٹوں کو آپس میں جوڑا تو آنکھوں میں آلوہی سی چمک ان بھرے خوبصورت نقوش سے آئی کہ وہ ان پر مالک ہے، انھیں صرف وہی چھو سکے گا، غرور کی کیفیت تھی۔

پر اسکی شرٹ کے گریبان کو ٹھیک کیا، اور اپنا ہاتھ اسکی گال اور گردن کے بیچ ٹکا کر دھیرے سے پھیرتا اسکے چہرے کو بغور دیکھنے لگا۔

"آئی نو تمہیں اچھا لگتا ہوں، تبھی جل رہی تھی گرل فرینڈز والی بات پر"

عجیب سرور سا محسوس ہوا پر پھر کافی وقت بیتنے کے بعد اسے واپس جانا تھا۔

"سوہا! جاگ جاو اگر داریہ میم اٹھ گئیں تو ہمیں کمرے میں اتنا طویل بند دیکھ کر کچھ اور ہی نہ سمجھ جائیں"

اسکے خوبصورت خدو خال پر انگوٹھے کی پور دباتے پورا چہرہ ہلا کر آگے کو سرکتے اطلاع دی کہ وہ مردے کی طرح سوئی لڑکی بھی اس درجہ وحشیانہ انداز پر جاگ گئی۔

"کچھ اور کیا، اتنے لکی نہیں ہو کہ تمہیں سوہا کی نان سٹاپ قربتیں ملیں۔ واپس ڈیوٹی پر جانا ہے تو جاو، مجھے سونے دو میں نے چھ سال کی تھکن اتارنی ہے"

جواب دے وہ بنا اسے اہمیت دیتی کروٹ بدل کر پھر سوئی تو عمر نے بازو اسکے اطراف حائل کیے ہاتھ سے سوہا کی گردن پر جب گد گدی کی تو وہ پیچھے کو سر کی اور عمر کے قریب ہوئی اور اسی موقعے کی تلاش میں تھا وہ شکاری فوری دبوچا۔

"آئی لائک یو کا جواب دو تا کہ میں زرار یلکس ہو کر جاؤں، ورنہ راستے میں کسی لڑکی کا دل آگیا مجھ پر تو مجھ مسکین سے انکار تھوڑی ہو گا"

ایک بار پھر اسکے کان میں گھس کر فطری کمزوری کو نشانہ بناتے جلایا، سوہا نے آنکھیں کھولیں۔
"میں اس لیے یہاں نہیں سوئی تھی کہ تم انگور کی بیل کے لپیٹوں کی طرح چپک جاؤ، دور ہٹو، اتنے فری نہیں ہوئے ہم"

سوہا نے اس سے دور سرکتے غصہ کیا پر وہ مزید اسکی جانب سر کے سوہا کی دھڑکنیں اسکے دل سے بھی لپیٹ کر رکھ گیا۔

"ع۔۔ عمر"

برداشت ختم ہوتے پر وہ غرائی تو عمر نے اسے فوراً چھوڑا جس پر وہ پلٹ کر باقاعدہ اسکی گردن دبانے اس پر چڑھی۔

"اب تم خود آئی ہو میرے پاس"

لمحہ سرکتے سوہا کے چہرے کی رنگت گلفام ہوئی، اس نے اتنی نزدیکی سوچی نہ تھی جتنی بن گئی۔
"دور بھی جاسکتی ہوں"

اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے یقین دلایا پر اسے آیا نہیں۔

"جب تم نے گریول سے بچا یا تب بولی تھی کہ میں پسند ہوں، اب اگر شوہر سمجھ کر کہہ دو گی تو مرو گی تو نہیں۔ ٹیل می، یہ میرا حق ہے سوہا"

اسکے خوبصورت گلابی چہرے کو نہارتے خواہش کہی اور انداز ایسا تھا جو ٹالانہ گیا۔

"پہلے یہ بتاؤ ہمارے ساتھ پاک جاو گے ناں تم؟"

سوہا کے سوال پر وہ اسکی کمر کے اطراف بازو لپیٹے اوپر کو کھینچ گیا جس سبب سوہا نے دونوں ہاتھ اسکے اٹھے سرتلے کرس کر اس کر لیے اور انہی پر عمر نے اپنا سر رکھا۔

"نہیں، میں نے کیا کرنا ہے۔ میرا گھر یہاں، جاب ادھر، ڈیوٹی ادھر"

عمر نے برخستہ جواب دیے دل توڑا تو وہ اداس ہوئی۔

"تو میں کیسے رہوں گی بنا ہسبنڈ کے وہاں؟"

آنکھیں بھرنے لگیں، باخدا اگر وہ رو پڑتی تو عمر نے سوچ لیا تھا ساری حدیں توڑ ڈالے گا۔

"اپنی دادی جانم اور کھڑوس بھائی کے ساتھ، میں تو پسند بھی نہیں، کیا فرق پڑتا ہے پھر میرے ہونے نا ہونے سے"

جان بوجھ کر وہ سوہا کے جذبات سے کھیلا پر سوہانے اس سے لمحہ بھر بھی نظر نہ ہٹائی۔
"نہیں ہوں نہ پسند"

اپنی ٹھوڑی اوپر کو اٹھائے اسکی ٹھوڑی سے مس کیے مس صدمہ کو نین کو ہوش دلائی۔
"تم بہت بد تمیز ہو میں اکیلی نہیں رہنا چاہتی اب۔ یو آرمائن، میرے ساتھ رہو گے پھر بتاؤں گی کتنے اچھے لگتے ہو اور کہاں کہاں اچھے بن کر جتے ہو"

فوراً سے صدمہ پرے کیے وہ لڑنے پر اتری جبکہ عمر کی برداشت وہ اتنے قریب ٹھہر کر بہت آزار ہی تھی، تمام تر حق کے وہ اسکی طرف بڑھ ہی نہ پارہا تھا۔
"ترس رہے ہو؟"

وہ نظروں کا ہر مفہوم سمجھتی تھی، عمر کے دماغ میں انگارہ سلگائے مسرور سی اترائی تو عمر کی انا نے انگڑائی لیتے اپنا جلدی سے پہلا حق وصول لیا، اور پہلے حق میں ہی اتنی قوت تھی کہ وہ دوبارہ تو اسے چوزہ بلانے کی ہمت نہ کرتی۔

"ترسیں میرے دشمن! میں تو جو چاہوں گا کروں گا، تمہاری غلط فہمیاں بھی تو دور کرنی ہیں کہ نان رونٹک ہوں، چوزہ ہوں اور ناکارہ ہسبند ہوں۔"

مقابل کے پر استحقاق لمس کو اب تک محسوس کرتے خدو خال میں گھلتی سرخی اور سوہا کے خوف کو محتوظ نگاہ میں لیتے وہ اسکے چہرے سے لگ کر بولا کہ وہ سانس روک کر رہ گئی، اسکی گردن میں چھپ کر رک سانس خارج کیا جسکی تپش عمر کے ہونٹوں پر تہلکہ خیز رومانیت بھرا تبسم جگا گئی۔

"آئی لائک یو"

اسکی گردن میں دبے چہرے کے سنگ ہی سوہانے بے اختیار ہار مانی تھی، جبکہ عمر کے انگ انگ میں سرشاری اور شادمانی گھل گئی۔

"چلو میرا کام ہو گیا، ہٹو مجھ پر سے ٹڈی۔ ہوش نہ کھو بیٹھنا میری مہربانی پر، کیونکہ جتنی تم کھلی ڈھلی شے ہو یہ میری طرف سے بھی ابھی بس ایک ہیلو تھا۔ جانا ہے مجھے"

ایک ہی جھٹکے سے وہ کروٹ بدل کر سوہا کو میٹرس پر منتقل کر گیا جو کچھ نہ بولی فوراً سے پاس پڑا تکیہ اٹھا کر مسکاتی منہ پر دبا گئی کیونکہ سوہا میڈم کو شر میں آرہی تھیں۔

"منہ چھپا کر فائدہ نہیں ہوگا، تم سر تا پیر آفت ہو۔ بائے چوزی"

اسکے زراکان کی اور جھک کر معنی خیز سرگوشی کیے وہ اس سے پہلے اب سوہا سے پٹنا، فوراً دم دبا کر بھاگ نکلا جبکہ سوہا تکیہ پیچھے کو رکھتی ہنس کر سر واپس گرائے کچھ دیر پہلے میسر آئے خوبصورت لمس سے پاگل ہونے لگی، پورا وجود لپیٹ لیا تھا اس ہیش رفت نے، اس جائز قربت نے، اس خلوت و خلاوت کے منہ زور نشے نے۔

جب عمر کمرے سے نکلا تو داران بھی واپسی کے لیے ہی نکل رہا تھا، تو دونوں پھر ساتھ ہی روانہ ہوئے۔
جبکہ کی ایک داران کے پاس تھی تو گھر کو باہر سے ہی لاک کر گیا، داریہ اور سوہا کے لیے اس نے ڈنر آرڈر کر کے کچن میں رکھوا دیا تھا تا کہ دونوں جب اٹھیں تو گرم کر کے کھالیں۔

.._____..

"Are You out of your mind scumbag"

گریبان سے گھسیٹے داران نے اسے اپنے سامنے پلٹایا، جبکہ عمر بھی یہاں ہوتے نکاح پر صدمے میں تھا۔
"میں بس گریول کو ہر طرح کی تکلیف دینا چاہ رہا تھا، کچھ غلط نہیں کیا میں نے"
رجال کو اپنے کیے پر کوئی ملال نہ تھا جبکہ نکاح کے لیے گن پوائنٹ پر آمادگی دیتے ہی جانیہ ہوش سے بیگانی اس وقت قابل رحم حال میں آچکی تھی۔

"دل چاہ رہا ہے تمہاری جان لے لوں منحوس، جنگ میں عورتوں اور بچوں کی حفاظت کی جاتی ہے، تم جانتے بھی ہو گریول کی وہ بہن بے قصور تھی، اسکا تو عرصہ دراز سے گریول تک سے رابطہ نہیں تھا۔ پھر تم نے مجھے بتائے بنا اتنا بڑا قدم اٹھانے کی جرات کیسے کی؟ کیا تم میری مار بھول گئے کمبخت"

داران کو اس وقت سخت عتاب تھا، عمر اور دو گارڈز جانیہ کو ہوش دلانے میں لگے تھے بٹ اس لڑکی کا دل بالکل نہ ہونے والی دھڑکن تک پہنچ چکا تھا۔

"اگر میں نے اسکی بہن کے ذریعے ہی ٹارچر کرنا ہوتا تو اتنے سال اسکی آرمی میں گھسنے کا ویٹ نہ کرتا، غلط کیا ہے۔ جانیہ بہت اچھی لڑکی ہے، بچوں کے بریٹش سکول میں انگلش پڑھاتی ہے، شریف اور سادہ سی بچی۔ کیسے کر سکتے ہو ایک معصوم کے ساتھ؟ بولو"

داران کے سفاکانہ اور اصولی سوالوں پر رجال نے اسکی آنکھوں میں غائب دماغی سے دیکھا اور ہٹ دھرمی سے آنکھیں چراتا خود کا گریبان جھٹک کر چھڑوایا، داران کے عتاب میں اسکی یہ خود سری شدت لائی۔

"قسم لے لو کوئی بڑی انٹنشن نہیں تھی، جذبات میں ہو گیا۔ مجھے میرے لوگوں نے بتایا کہ گریول صرف اسی سے بہت اٹیچ ہے، خبر پکی تھی سو"

رجال کے بہانے بالکل بے کار تھے دوسرا وہ مسلسل آنکھیں چراتا تھا۔

"یہ تم نے ٹارچر گریول کو نہیں جانیہ کو دیا ہے، تم سے بعد میں حساب لیتا ہوں"

غصے سے داران دوسرے کمرے کی طرف بڑھا جہاں طبعی ٹیم جانیہ کو دیکھ رہی تھی، وہ بالکل سفید اور ٹھنڈی پڑ گئی تھی۔

"نروس بریک ڈاون"

ڈاکٹر صدیقہ نے انجکشن جانیہ کی بازو میں انجکٹ کیا اور دروازے کی طرف بڑھ کر داران سے افسوس کے سنگ مخاطب ہوئیں جس پر داران نے پیچھے ہی آتے رجال کو پلٹ کر آنکھیں نکالتے سرد گھورا، رجال کی تڑپتی نگاہیں اس نازک سے وجود پر پتھرا کر ٹھہری تھیں۔

"میںنا ہے پورا یہ جلاد، مجھے کہا تھا تم نے کہ لڑکی نہیں چاہتے۔ اب یہ کیا ہے۔ پسند تھی تمہیں تو ہمیں بتاتے، اس طرح اس بچاری پر ظلم کیوں کیا۔ وہ صرف تم سے نکاح کرنے کے صدمے سے ہی مرنے والی ہو گئی ہے"

عمر بھی سخت برہمی سے غرایا جبکہ رجال شرمندہ سا بس اس لاغر سے وجود کو دیکھنے لگا، واقعی ظلم ہوا تھا۔

"وہ جانتی تھی کہ گریول زندہ ہے، اس وجہ سے بھی"

رجال نے منمنانے کی جرت کی جس پر داران پلٹا اور رجال کا بازو دبوچے کئیر یونٹ سے باہر لیے اپنے سامنے کھڑا کرتے دو قدم دور ہٹا۔

"تم اسے ٹھیک ہوتے ہی نکاح سے آزاد کرو گے سمجھے؟ کھیل چل رہا ہے یہ؟ مذہب تک بدوا دیا، تم جانتے ہو جب تک انسان کا دل نہ چاہے کوئی اسکا دین بدل نہیں سکتا۔ عجیب حرکت کی ہے۔۔۔۔ اور تمہارے پاس اپنے کیے کی کوئی صفائی بھی نہیں ہے، اپنے کیے کی معافی مانگو گے تم اس سے، اور یہ میرا آرڈر ہے"

داران کورہ رہ کر رجاں کی اتری شکل پر غضب چڑھا جبکہ معافی پر رجاں نے شاکی نگاہ داران پر ڈالی۔

"تمہارا بس چلے تم مجھ سے آخری سانس تک معافیاں ہی منگواتے رہو، جارہا ہوں میں"

رجاں نے دلبر داشتہ ہو کر جانا چاہا تو آگے دو گارڈز اسکا راستہ روک چکے تھے۔

"یہاں سے تم مر کر ہی نکل سکتے ہو لہذا زیادہ شاہ رخ خان بننے کی ضرورت نہیں، جا کر کچھ دیر آرام کرو

تاکہ تمہارے دماغ کی بندشریا نیں کھل سکیں"

داران کے حکم پر چار و ناچار اسے اپنے روم میں جانا پڑا لیکن کمرہ جہاں ایک سنگل بیڈ، ایک کبرڈ اور

ایک کرسی میز تھا، آتے ہی رجاں نے سر ہاتھوں میں گرایا پھر بیڈ پر لڑھکا۔

"میرے پاس اپنے کیے کی واقعی کوئی صفائی نہیں، یہ کیا کر دیا۔ اف۔ کیسا بلند رتھا یہ۔"

اضطرابی انداز میں وہ وہیں گرا پڑا گھرے سانس کھینچتے ہوئے۔

جبکہ عمر اور داران ایک سے فکر مند تھے۔

"سر! عشق و شوق کا معاملہ تو نہیں؟ رجاں اب ظالم نہیں مظلوم زیادہ ہے اور مظلوم کا دل پتھر نہیں

رہتا۔ کہیں ایسا تو نہیں یہ لڑکی رجاں کا کوئی جذباتی لگاؤ ہو؟ کیا آپ اس بارے نہیں جانتے"

رجاں کی اس بیوقوف حرکت پر خود داران الجھا تھا۔

تبھی سائمن نے دونوں کی الجھن خود قریب آئے سلجھائی جو پہلے ہی ساری انفارمیشن نکلا چکا تھا۔

"یہ تو نہیں پر اس لڑکی کی ماں ضرور رجال کا پہلا مگر لا حاصل عشق تھی، جب رجال کو اسکے باپ نے گریول کے آگے آٹھارہ سال کی عمر میں بیچا تب گریول اپنی ماں اور خالہ کے ساتھ ہی گریول ولا میں رہتا تھا اور پھر رجال بھی کچھ عرصہ وہیں رہا، گریول اکلوتا اپنے ماں باپ کا اور ایک خالہ زاد آٹھ نو سالہ بہن جانیہ۔ گریول کا باپ اور خالہ دونوں ہی مافیہ مین تھے، زیادہ لمبا خاندان تھا نہیں، جبکہ روپا (گریول کی خالہ) اور اسکی بیٹی جانیہ اکیلے ہو گئے جب فراط یعنی جانیہ کے باپ کا مڈر ہو گیا، تب ولا کے ملازمین نے یہ انواء پھیلائی تھی کہ جانیہ کی ماں روپا کو کچھ ماہ سے محبت بھرے بے نام خط ملتے تھے، اور اسی وجہ سے فراط اور روپا میں بات ڈانورس کے قریب قریب پہنچ چکی تھی اور اس چھپے عاشق سے خود روپا ذہنی اذیت میں تھی کیونکہ وہ اپنے شوہر کی با وفا تھی۔ اور پھر جب فراط مر تو تب رجال سامنے آیا اپنی محبت لیے، اپنی عمر سے بڑی عورت سے عشق کر بیٹھا تھا پر روپا تو فراط کی تھی اور جانیہ کی پرواہ کیے بنا خود بھی چند دن کی بیماری سے مر گئی، جانیہ تب بمشکل آٹھ نو سال کی تھی، تبھی گریول نے دشمنوں سے بچانے کو اسے اور اپنی ماں کو خود سے دور کسی اور ملک میں بھجوا دیا، گریول اور اسکا باپ ایک جیسے کمینے تھے، وہ بھی ایک دو سال پہلے ہی مرا ہے اور ماں بھی۔ روپا نہ سہی، جانیہ ہی سہی۔ مجھے لگتا ہے رجال سے یہ سب بے خودی کروا بیٹھی، کیونکہ جانیہ خونخو روپا جیسی شباہت رکھتی ہے، پہلا عشق بھلانا بڑا مشکل ہے ساتھیوں۔ رجال کی مینٹل ہیلتھ، اسکا صدمات اور ٹارچر سے گزرا وجود، اسے اندر باہر سے نارمل رہنے

نہیں دے سکا۔ مجھے لگتا ہے یہ سب رجال نے بے اختیار کیا ہے اور شاید یہ جانیہ ہی رجال کو زندگی سے دوبارہ محبت کروا سکتی ہے۔"

سائمن کی ہولناک، حیرت انگیز باتیں سنے عمر اور داران دونوں صدمے میں تھے، گویا کچھ کہنے کو رہا ہی نہ تھا۔

.._____..

"بہت ہی لڑکیاں فدا ہوئیں ان پر، ہر دوسرے دن کسی لڑکی کا کرش بن جاتے تھے وہ۔ لیکن ایک ہی جواب کہ بچوں والا ہوں، عشق معشوقی کرتے اچھا لگوں گا۔ ہم ان کی سوچ پر ہنس دیتے۔ وہ دار یہ اور ایاد کے لیے جوانی کی پیک، جوانی بھی ایسی مایا جو کسی کسی ماں کے شیر پر پوری آب و تاب سے اترے، وہ قربان کرتے رہے۔ آپ حیران ہوں گی کہ کتنے تو انکو لوو لیٹر آتے تھے۔ پر شاید اللہ نے انکو آپ کے لیے اتنا سنبھالا کہ نہ انکا دل ان اٹھتالیس سالوں بہکانہ قدم"

مایا قدرے بہتر تھی، تبریز نے اسے بہت سی باتیں سنا کر مسکراہٹ دی کیونکہ اس وقت وہ مایا کو اپنے حمین کی امانت کے طور لیے اسکے درد میں کمی بلکل ایک باپ کی طرح کرنا چاہتے تھے۔

وہ کبھی حیران ہوتی رہی کبھی رویا سا ہنس پڑتی۔

"و۔۔ وہ ٹھیک تو ہو جائیں گے ناں بھائی؟"

مایا کی آس پر تبریز خوبصورت اور پر یقین مسکائے۔

"بلکل، آپ کے ساتھ بوڑھے ہونے تک نہیں جینا کیا انہوں نے؟"

تبریز کی دلکش یقین دہانی پر وہ نم آنکھوں سے سر ہلا گئی تبھی کسی نسوانی آواز پر دونوں متوجہ ہوئے۔ وہ نرس تھی جو حمین کے ہوش میں آنے کا بتا کر دونوں کو نہال کر چکی تھی، شام کی تاریکی میں بدلنے لگی تھی پر اس سے پہلے ہی مایا کو اسکی روشنی واپس ملی۔

وہ دوڑ کر اندر پہنچی، ڈاکٹر زحمین کے کمرے میں جمع تھے، مایا نے شیشے سے جھانکا تو حمین نے اسے گردن گما کر دیکھا تھا، اس شخص کی یہ مرہمی نظر مایا میں قوت بھر گئی، ابھی وہ سوئی جاگی کیفیت میں تھا تبھی مسکرا نہ سکا پر مایا کے اندر ہمت اتار دی۔

"میں قربان جاؤں آپ کی ان کھلی آنکھوں پر حمین، مجھے چھوڑا نہیں آپ نے۔ آپ نے سن لیا مایا کو، میں آپ کو چھپا کر رکھوں گی پکا پر امسس، میں آپ کو آنچ بھی نہیں آنے دوں گی۔ بس آپ ٹھیک ہو جائیں"

ڈاکٹر زباہر نکلے تو ایاد، تبریز اور ماول ڈاکٹر سے حمین کی کنڈیشن جان رہے تھے، حمین نے مایا کی طرف دیکھتے ہی آنکھیں واپس بند کیں جیسے اسے بھی مایا کو تسلی دے کر کچھ آرام ملا ہو۔

ڈاکٹر کے بقول ابھی ان سے ملنے کی اجازت نہ تھی پر کل صبح ہی سب کو اجازت مل جاتی یہ سن کر سب کے چہروں پر خوشی دوڑی۔

"خالا! روئیں نہیں آپ کے حمین بہت سڑونگ ہیں۔ آپ کے لیے واپس آگئے۔ اب تو نہیں روئیں گی"

ماول نے آکر گلے لگنے پر مایارو پڑی تو اس ننھی پری سے خالا کے آنسو دیکھے نہ گئے جبکہ ان دو پریوں کے آنسو کسی اور ہستی سے سوچے بھی نہ گئے، عزیزے جان کی آمد نے گویا ان سب بچوں کے حوصلے مزید بڑھا کر اپنی شفقت سے اپنی غلطیوں کا تھوڑا مزید کفارہ ادا کر دیا۔

اور انسانیت تو یہی کہ روتے ہووے کو سہارہ دیا جائے اور بڑے ہونے کے ناطے تمام بچوں کو اپنے پنکھوں میں چھپا لیا جائے۔

.._____..

"شکر ہے آپ نے کال اٹھائی بابا سرکار، اب کیسے ہیں وہ۔ مایا کیسی ہیں؟"

داران اس وقت لیب میں ہی تھا جب فائنلی تبریز شاہ سے رابطہ ہوا اور اس جانب ڈاکٹرز نے بھی آکر حمین کی کنڈیشن سٹیبل ہونے کی خبر دے کر تڑپتے دلوں کو راحت بخش دی تھی۔

"آپکی مایا جیتے جی مر جاتیں ماہیر اگر حمین کو کچھ ہوتا، وہ خطرے سے باہر ہیں لیکن کل تک ملنے کی پر میشن نہیں ہے"

بابا کے سوز بھرے لہجے میں ملے جواب پر وہ بھی صوفے پر پریشان سا بیٹھا، اب سمجھا کیوں داریہ کو راحت ملنے کا نام نہ لے رہی تھی۔

"اللہ رحم کریں گے بابا سرکار، مایا کی محبت انکو ہیل کرے گی، وہ بہتر ہو جائیں گے۔ آپ اور ماول، مایا اور ایاد کو اکیلا مت چھوڑیے گا۔ یہ وقت انکی ہمت بنیں۔ عزیزے جان کو پتا ہے؟"

داران کے سوال پر وہ پھیکا سا مسکرائے کیونکہ عزیزے بھی کچھ دیر پہلے ڈرائیور کے ہمراہ اسلامہ آباد پہنچ چکی تھیں اور انکے آنے کے بعد سے مایا حوصلے میں تھی کیونکہ آج وہ عورت مایا کو ماں کی طرح سینے

لگائے تھی تو دوسری جانب ماول، دادو سے چپک کر بیٹھی تھی، یہ منظر کتنا خوبصورت تھا بیاں سے باہر تھا۔ البتہ ایاد کھڑا، ماموں کو دیکھ رہا تھا، تکلیف کے سنگ۔

"عزیزے جان اس وقت مایا اور ماول کی چھاؤں بنی ہوئی ہیں، آپ یہ منظر دیکھتے تو دنگ رہ جاتے" داران کو بابا کے لہجے کی یہ مسروریت نہال کر گئی۔

"میں سن کر ہی دنگ ہو گیا بابا سرکار، اور ہاں آپ بھی تسلی رکھیں، آپکے دوست اچھے ہو جائیں گے۔ ہم جلدی واپس آنے کی کوشش کریں گے، میری اور داریہ کی طرف سے سب کو دعائیں اور پیار دیجئے گا"

دل کی تسلی کیے وہ بابا سے اجازت لیے گھر اسانس لیتا مسکرایا جیسے وہ منظر امیجن کر رہا ہو۔
"عمر! بیلا کی طرف سے کوئی خبر آئی؟"

داران کی گھر واپسی تھی تاکہ وہ داریہ کو سب بتا سکے، فون پر بتاتا تو وہ بہت روتی اور داران نہیں چاہتا تھا وہ روئے۔

"جی وہ ہوش میں آچکی ہیں پر ابھی کسی سے ملنے کی پر میشن نہیں ہے، ڈاکٹر آخری معائنہ کریں گے پھر اجازت دیں گے"

عمر نے برخستہ جواب دیا۔

"اچھا، تم نکاح خواں کا انتظام کروا کر ہو سپیٹل پہنچو، گواہان کو بھی ارنیج کر لینا۔ میں سوہا اور داریہ کو لے کر پہنچتا ہوں۔ ہم بیلا اور یچی کو چھوٹا سا سر پر اتر دیں گے تاکہ دونوں تسلی سے ایک دوسرے کے بال نوچنے کا حق پالیں۔ اور ہاں ایک اور بات میرا میسج ڈاکٹر کو بھیجو کہ ہمارے آنے تک یچی کو بیلا سے ملنے کی اجازت نہ دیں۔۔۔ سمجھ گئے؟"

داران کی پلینگ سنے عمر کھسیانا ہنسا، جبکہ داران اسکی شرارت بھانپ گیا۔

"ہائے آج تو دو دو نکاح ہو گئے پھر سر، مزے ہی مزے۔ ویسے رجال کا نکاح، نکاح کم پرینک زیادہ لگ رہا۔ مجھے تو جانیہ بچے پر رحم آرہا"

عمر نے بچی یوں کہا جیسے خود سو سال کا بابا ہے۔

"خود تو جیسے تم فرعون کے زمانے کے ہو، تمہارے منہ سے بچے بہت فنی لگا"

داران کو کام سے ہٹے ہنسنا دیکھنا ایک غنیمت تھی اوپر سے اس بندے کی ہنسی قاتل۔

"ہاہا سر اب شادی شدہ ہو گیا ہوں، سمجھیں گئی جوانی میری۔۔۔ اب تو سوہا بے بی کے ظلم سہہ کر بڑھاپا آجائے گا"

عمر کی باتیں ختم ہونے پر آتیں یہ تو کسی کتاب میں درج نہ تھا۔

"سوہا ظالم ابھی بنی نہیں بچے، جب بنی تو تمہاری سات نسلیں یاد کریں گی۔ ویسے ایک بات بتاؤ، تم دو ایزی ہو ایک دوسرے کے ساتھ؟ سب اتنی جلدی ہوا کہ مجھ سے تم دو کی رضامندی بھی پوچھنے نہیں ہوئی"

یکدم ہی داران نے اسکو دیکھتے نرمی سے پوچھا، لہجے میں فکر بھی گھلی تھی۔

"ایزی، ارے جلاد۔۔۔ ہم تو لگ رہا ہے ازل سے ایک دوسرے کے تھے۔ آئی لائٹک ہر"

عمر کو یہ کہنے میں نہ عار محسوس تھی نہ ہچکچاہٹ، جلاد کا اسکے ساتھ کام کے علاوہ بھی بڑے بھائی سا کنکشن تھا کیونکہ عمر اسکا ایسا ساتھی تھا جس نے آج تک کوئی غلطی نہ کی، اسکے مزاج میں شوخی تھی پر کام کے لحاظ سے وہ داران کی طرح سنجیدہ اور سخت تھا۔

"خوشی ہوئی سن کر، ساتھ اچھے بھی بہت لگتے ہو۔ خیر اب میں نکلتا ہوں۔ رجاں کو آج رات خود کے ساتھ وقت گزارنے دو تا کہ اسے پتا چلے کہ اس نے یہ سب کیوں کیا، اور ہاں ڈاکٹر صدیقہ کو کہو کہ جانیہ پر سے اپنی نظر ہٹنے نہ دیں۔ وہ بچی بے قصور ہے اسکے ساتھ کسی قسم کا ظلم و زیادتی میں برداشت نہیں کروں گا"

داران نے سنجیدہ لب و لہجے میں چند بریفنگز دیے قدم واپسی کے لیے بڑھائے تو عمر کے ہونٹوں پر داران کے پہلے جملے پر ہی مسکراہٹ رقص کر گئی۔

داران واپس پہنچا تو سوہا اور داریہ کو ڈنر کرنے کے بعد کچن میں کھڑے پلیٹس دھوتے اور باتیں کرتا دیکھے مسکراتا وہیں چلا آیا، دونوں بیک وقت تروتازہ چہروں کی خوبصورت مسکراہٹ سمیت پلٹیں۔ داریہ کی آنکھوں میں داران کو دیکھے بے چینی آئی جیسے وہ اس سے ماموں کے بارے جاننے کو منتظر ہو۔

"دونوں ریڈی ہو جاو، بیلا اور یچی کے نکاح کی سرپرانز سرمنی ہے۔ پر اپر شادی ان شاء اللہ پاکستان جا کر"

یہ نیوز گویا جتنی حسین تھی ویسی ہی خوشی اور مسکراہٹ داریہ اور سوہا کے چہروں پر ہمکی۔
"آ، اٹس سوکیوٹ۔ میں فوراریڈی ہوتی۔ پر میرے پاس تو تو کچھ ڈھنگ کا ہے ہی نہیں"
سوہا کی ایکسائٹمنٹ آخر تک اداسی بنی تو داریہ نے فوراسے اسکی گال کھینچی۔

"جاو میری وارڈرب دیکھو، جو اچھا لگے پہن لو سب ان ٹیچ ڈریسز ہیں۔ ویسے بھی ہم ایک سی ہیں، تمہیں پرفیکٹ فٹ آئے گا"

داریہ نے تو گویا سوہا کو حیران کیا، فوراسے وہ داریہ سے لپٹی اور دونوں کو مسکرا کر پرائیویسی دیتی کچن سے بھاگ گئی۔

"کچھ ٹائم بعد تمہارے ڈریسز تو مجھ ہاتھی کو بھی فٹ نہ آئیں گے، ہائے داریہ پھر کیا کرو گی تم"

ایک ہی لمحے میں اس بلیک میں کسی چاند سی چمکتی داریہ کو اپنے نزدیک کھینچے ستایا تو وہ منہ پھلا گئی، وہ اسے ہاتھی سے بھی موٹا ہونے کی وارننگ دے کر چڑا رہا تھا پر ہائے یہ داران ماہیر کی جان لیوا خوشبو، اسکی فلورنس کو تپنے بھی نہ دیتی اور سانسوں میں اتر کر مدہوش کر ڈالتی۔

"میری ٹٹی میں ہیومن بے بی ہو گا، بے بی ایلیفینٹ نہیں جو اتنی پھیل جاوے گی۔ تم ہو ہی بد تمیز"

داریہ کے اترے چہرے کی بہار واپس لانے کو وہ اسکی گلال گالوں کو چومتا ہنسا کیونکہ وہ فدا اور روٹھی ایک ساتھ حواسوں کو جنجھوڑ ڈالنے کی اہلیت رکھتی تھی۔

"نو، بے بی لائن"

وہ اسکی خفا پر تھوڑی حیا نشین آنکھوں میں تکتا تصحیح کیے ذو معنی ہوئے گستاخیوں کی کوشش میں پاس پاس سرکتے بولا تو داریہ نے بازو اسکی گردن میں جمائیل کیں اور کھلم کھلا جان لینے کی دعوت دی۔

اسکے اطراف بازو لپیٹے موصوف نے فوری سینے سے لگائے موقعے کو لوٹا۔

"اتنے تم رہتے نہیں شیر، خوش فہمی۔ اچھا یہ چھوڑ مجھے ماموں سے بات کروادو ورنہ میرا دل نہیں لگے گا، بارس کو کہا تھا میری بات کروائے۔ تم فون لے گئے اپنا کنجوس، فون نہ ہو گیا تمہاری دوسری محبوبہ ہو گیا"

شاید یہ داریہ کے اندر نمودار جان کا اثر تھا کہ وہ ہر چیز کو لے کر کچھ زیادہ حساس ہو رہی تھی۔

دار یہ تب فکر بھولے مسکرائی جب داران نے اسکے خوبصورت کھلے بالوں کو سمیٹے اسکی جبین چوم لی، بے حد پیار سے دونوں آنکھوں پر ہونٹوں کی حدت رکھتے روبرو ہوا، وہ بھول ہی گئی کہ کچھ مانگ رہی تھی۔

"وہ بالکل ٹھیک ہیں، بلکہ سب ٹھیک ہیں۔ بابا اور عزیزے جان اسلامہ آباد آئے تو یونو فیملی ٹائم۔ اور اتفاق سے سبکے فون سائلنٹ پر تھے۔ ابھی ان سبکو مزے کرنے دو، کل ایزی ہو کر بات کر لینا۔ آج ہم یچی اور بیلا کی یہ خوشی انجوائے کرتے ہیں۔ کچھ برا نہیں ہوگا، اب میری دار یہ بس تبھی روئے گی جب بے بی دنیا میں آئے گا یا آئے گی۔ اسکے علاوہ نہیں"

اتنے سکون سے اور پیار سے وہ بولتا جب آخری جملے پر شرارت بھرا مسکرایا تو دار یہ کانوں کی لوتک فطری شرم سے سرخ پڑی۔

اگر وہ زخمی نہ ہوتا تو یہاں وہ پنچ کا مستحق تھا۔

"تم مجھے رونے دو گے؟"

دار یہ نے شکوہ کرتے ماہیر شاہ کو محبوبیت سے دیکھا۔

"ہاں، تب تم روتی ہوئی کیوٹ لگو گی۔ میں ساتھ رولوں گا سوئیٹ ہارٹ"

داران کو مزاق سوجھ رہا تھا پر وہ ڈری لگی۔

"تم میرے ساتھ ہو گے ناں؟"

داریہ نے اپنے ڈر سمیت آس سے پوچھا، داران نے اسے پکڑ کر اپنے سینے لگایا اور سر چوما۔

"ہمیشہ، اب ہر لمحہ تمہارے ساتھ رہوں گا"

وہ اسکے سینے لگی ہی بھینسا مسکرائی اور اپنی گرفت مضبوط کر لی۔

"تو پھر ریڈی ہوتے ہیں"

یکدم ہی وہ چمکی، داران نے اسکو حصار میں لیے ہی زرارو برو کیا، جبکہ داران کی آنکھیں اسکے ہونٹوں پر جس محبت سے گردش کر رہی تھیں، داریہ اسکی بے وقت طلب پر ہنس پڑی۔

"اپنی نظریں سنبھالو! پھر کہو گے داریہ نے عزت لوٹ لی۔۔۔۔"

اترا کر اسکے سینے پر دباو دیتی حسینہ پھدک کر شکنجے سے نکلتی گئی جبکہ داران بھی کھل کر ہنستا بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہوا پیچھے ہی دم چھلے کی طرح لپک پڑا۔

.._____..

"جلد دوڑنے لگیں گی آپ، بازو کا زخم گہرا نہیں ہے پر آپکا سٹمک ایفیکٹ ہوا ہے دوسری بلٹ سے۔ کم از کم دو ہفتے مکمل بیڈ ریسٹ، کوتاہی نہیں کرنی، اور سٹریس بھی نہیں لینا۔ یو آر بریو گرل، گاڈ بلیس یو"

وہی سیاہ فام نرم و شائستہ لہجے والے ڈاکٹر انگریزی زبان میں بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر نقاہت سے انکی طرف متوجہ بیلا کو دیکھتے بولے اور پیار سے اسکی گال سہلائی تو وہ کرائے والا جبراسا مسکرا دی۔

"موت بھی مجھے قبول نہیں کر رہی، اب میں کیا کروں گی زندہ رہ کر۔ ان ڈاکٹروں کو کیا پتا بعض اوقات سانس لینا، سانس چھوڑ دینے سے زیادہ مشکل ہوتا ہے"

نرس سے وہ ڈاکٹر مخاطب تھا جبکہ بیلا نے سرواپس ٹکا کر آنکھیں بند کر لیں، بچی اسے باہر کھڑا دیکھ رہا تھا پر وہ نہیں دیکھ پائی، دیکھ لیتی تو خود سے اتنی ناراض نہ رہتی ان محبت سے مرنے والی آنکھوں کی شفا پا کر۔
دس منٹ یونہی وہ آنکھیں بند کیے رہی پھر کسی مانوس سی خوشبو پر آنکھیں کھولیں تو سامنے ہی سر پر کھڑے داران کو دیکھے وہ پھیکا سا مسکرائی، اس وقت باخدا یہ بیلا کی سب سے پیاری مسکان تھی۔

"کہاں چلنے کی تیاری تھی انسپکٹر بیلا، تم نے تو آخری سانس یعنی بڑھاپے تک میری ٹیم کا حصہ رہنے کا عہد لیا تھا۔ پھر ایسی کونسی تکلیف نکل آئی جو تمہاری ہمت سے بڑی ہو گئی۔ بولو"

وہ پاس ہی مناسب فاصلہ بنائے بیٹھا تو بیلا نے بھی درد کی ٹیس کے باوجود ذرا سراٹھائے خود کو بینڈ کیا، ویسے ہی دو ملائم تکیوں کے سبب وہ کافی کمفرٹبل تھی۔

"مشن پورا ہوا یا ہم ناکام ہو گئے؟"

اسکے سوال سے پہلے بیلا کو فرض یاد رہا، داران خوبصورت مسکرایا۔

"مجھے سلامت دیکھ کر کیا لگ رہا ہے؟"

داران کا سوال اسے ہمت دے گیا۔

"مجھے یچی نہیں چاہیے، جانتی ہوں میں نے ہی کہا تھا مشن کے اینڈ پر آپ اسے میرے حوالے کریں پر میں نے ارادہ بدل دیا۔ میں زخمی ہو کر آپ پر بوجھ بن گئی تو میں کوئی انعام ڈیزرو نہیں کرتی۔ آپ مجھے کسی ایسی جگہ بھیج دیں جہاں میں اسے کبھی نہ دیکھ سکوں اور نہ مل سکوں۔ میرے لیے اتنا تو کریں گے ناں؟ آفٹر آل بیلا بخاری آپکی امان پروردہ ہے"

وہ ایسی دلخراش خواہش کرے گی داران کو امید تھی، پر وہ ایسی کسی خواہش کو ماننے کے موڈ میں نہ تھا۔ "تمہارے لیے لیا گیا سپیشل روم نکاح تھیم کے سنگ سج رہا ہے، داریہ اور سوہا خود ڈیکوریٹ کر رہی ہیں۔ تمہیں ہو سپیٹل سے کیا، بیڈ سے بھی اٹھنے کی پر میشن نہیں تبھی ہم نکاح سر منی ہال یہیں لے آئے۔ اور یہ تمہارا انعام نہیں اس بندر کی سزا ہے، جب ہر حق ہونے کے باوجود بیلا اسے گھاس نہیں ڈالے گی پھر پھلچھڑی کی طرح تر تر کر کے جلے گا، پھر جو تمہیں فیل ہو گا وہ ہوگی بیلا کی اصل راحت۔۔"

وہ نم آنکھیں لیے آخر تک سک اٹھی تو اسے یوں روتا دیکھ کر داران نے اس کے سر پر ہاتھ رکھے اپنی طرف متوجہ کیا، وہ روتی ہوئی کمزور لگ رہی تھی جبکہ جس بیلا کو وہ جانتا تھا وہ ایسی بزدل کہیں سے نہ تھی۔

"میں نے اسکے ل۔ لیے خود کو بہت بدل لیا، لک ایٹ می۔ وہ مجھے بے شرم، بے حیا سمجھتا تھا۔ میں نے خود کو سنوارا پر اسے پھر بھی میری قدر نہیں آئی۔ دکھی دل کا یہ مطلب تو نہیں ہوتا کہ اپنی راحتوں کو

پیروں تلے پائمال کر دیا جائے، مجھے اس امتحان میں کیوں ڈال رہے ہیں آپ جلاد، میں اب اسے فیس نہیں کر سکتی۔ میں وہ بیلا نہیں رہی، میں آئینے میں اپنا چہرہ تلاشتی ہوں اور کچھ دن سے دیکھائی نہیں دے رہا۔ میں یہاں سے بہت دور جانا چاہتی ہوں، میں اپنی سانسوں کے ڈور اس وحشی کے ہاتھ تھمانے پر راضی نہیں، میرا دل ٹوٹ گیا ہے۔"

وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی، جیسے اسکی ساری تکلیف کو آج ہی بہنے کا بہانہ ملا ہو، کچھ دیر وہ یونہی روتی رہی، پھر خود ہی اپنے آنسو پونجھ لیے۔
"ایک بار ٹرائے کر لیں؟"

داران کے چہرے پر آسودگی بھرا اطمینان تھا، وہ خزن سے سر نفی میں ہلائے التجاء کر رہی تھی۔
"میرے لیے، تم اگر مان لو بات تو اب سے کھڑوس باس نہیں رہوں گا۔ بلکہ ہم بدلہ ٹیم بن جائیں گے۔ کیا کہتی ہو؟ یونو وہ آخری بار اپنے ماں باپ کی موت اور بہن کی ناگہانی گمشدگی پر چھ سال پہلے رویا تھا اور پھر اب، تمہیں کھودینے کے خوف پر۔ وہ چھ سال ایک آنسو نہیں بہا سکا، چینیخ نہیں سکا، اسے ڈر تھا روئے گا تو مر جائے گا، اور اسکے ماں باپ کا انتقام ادھورا رہ جائے گا۔ پر جب تم موت کے منہ میں تھی اس نے نہیں سوچا کہ رویا تو مر جائے گا، وہ رو دیا۔ مرد جانتی ہو کس عورت کے لیے روتا ہے، جس پر اسکی دنیا ختم ہو چکی ہو۔"

یہ سب داران کبھی نہ بتاتا لیکن شاید یہی وہ آخری حربہ تھا جو بیلا کے دل کو یچی کے لیے نرم کرتا۔

وہ صدمے میں تھی، یہ تو مر کر بھی نہیں مان سکتی تھی۔

"م۔۔ میرے لیے رویا؟ وہ پتھر، وہ بے حس، وہ بے رحم میرے لیے روہی نہیں سکتا، دنیا ختم ہو جائے گی پر ایسا نہیں ہو گا۔ آپ جھوٹ بول رہے ہیں"

وہ کیسے مانتی کہ یچی نے اسے ستایا ہی بہت تھا۔

"میں جھوٹ بولتا ہوں بہت پر ابھی نہیں بول رہا، تم اپنے دل سے پوچھ لو۔ تمہارا دل جتنا شفاف اور پیارا ہے، سچ بتائے گا۔ مجھے یچی اور تم ساتھ چاہیے ہو۔ باقی جیسی تمہاری خوشی"

داران نے مزید تفصیل نہ بتاتے اٹھ کھڑا ہوتے اک آخری سوالیہ نظر بیلا کے مرجھائے چہرے پر ڈالی۔

"وہ سچ میں رویا؟"

آس لیے وہ داران کو دیکھتے منمننائی۔

"ہمم۔ بہت تکلیف میں ہے، اسے تمہاری ضرورت ہے۔ اب جب قسمت تمہیں اپنی محبت کو جائز بنانے کا موقع دے رہی ہے تو اولین کر لو، محبت میں ناراضگی ہو جاتی ہے بیلا جدائی نہیں ہونی چاہیے۔ کیا میں تمہاری طرف سے ہاں سمجھوں؟"

ہاں تو وہ آنکھیں چینچین کر کہہ رہی تھیں، پر داران چاہتا تھا وہ بول کر بتائے۔

"میں اسے معاف نہیں کرنا چاہتی لیکن میں اسکی ہونا چاہتی ہوں"

بیلا سے وہ اسی قسم کے حسین جواب کی امید رکھتا تھا۔

"میں سوہا اور داریہ کو بھیجتا ہوں ہماری پھلجھڑی کو تھوڑا سنوار شوار دیں آکر مرجھائی اچھی نہیں لگ رہی۔ اور ہاں اس سے اتنے نخرے اٹھوانا کہ یچی حنڈر کی نازک کمر دکھنے لگے"

شرارت سے کہتا وہ اپنے سحر سمیٹے کمرے سے نکلا تو بیلا نے پھیکا سا ہنسے سر واپس ٹکایا۔

اسکے خیالات میں خلل چمکتی پھدکتی سوہانے ڈالا، ہلکا سا میک اور کرنے کے بعد اس نے بیلا کو وائیٹ نیٹ اور سلک کافرک ڈریس جو نکاح سرمنی کے لیے جلدی میں آرڈر کیا گیا خود پہننے میں مدد کروائی کیونکہ بیلا سے ابھی ایک بازو ہلانی مشکل تھی اور زیادہ دیر کھڑے ہونا بھی کٹھن۔

جب سوہانے اسے واپس روم میں لا کر بیڈ پر بٹھانے کے بعد اسے ہیلز پہنانی چاہیں تو بیلا نے فوراً سے سوہا کو منع کیا۔

"بھابھی ہیں آپ میری، ماما جیسی۔ پہنانے دیں یا میری خوشی ہے"

سوہا کے جواب پر بیلا کی آنکھیں پھر بھیگ گئیں، جب تک سوہا اسے وہ ہیلز پہنائے سیدھی ہوئی تو روتی بیلا کو دیکھ کر فوراً سے اسکی گردن میں بازو ڈالے ساتھ لپٹا گئی۔

"بہت ہرٹ کیا بھیانے؟ مجھے جلا دھانے سب بتایا۔ لیکن میرے بھیا اس دنیا کے سوئیٹ ترین بندے تھے، پتا نہیں اتنے سنگدل کیسے بن گئے۔ ہی لو زو یو کیونکہ جب آپ آئی سی یو روم میں تھیں سانس انکی بھی بند تھی، تھوڑا ناراض ہو لیجئے گا بیلا آپ پر زیادہ نہیں، وہ آپ کو اسی شدت سے اپنائیں گے جس شدت

سے آپ نے انکو چھ سال چاہا۔ اینڈیونو واٹ؟ آپ پیشٹ ہو کر بھی دنیا کی سب سے پیاری اور لولوئی
برا ئیڈ لگ رہی ہو"

سوہانے اسکے سلکی ب کھول دیے تھے اور ویسا ہی ہنیر رنگ بیلا کے بالوں پر بھی لگایا جیسا اس نے اپنے
نکاح پر پہنا تھا، جبکہ یہ گلیٹری تھا، بیلا کے نیک پیس میں زر کون بلیک نگ جڑے تھے اور ویسے ہی انیر
رنگز، جبکہ اداس سی دلہن زیادہ سچ رہی تھی۔

کچھ دیر تک نکاح خواں آئے اور بیلا سے رضامندی لیے چلے گئے جبکہ دوسری جانب سے بھی یہ رسم
ہوئی اور پھر دار یہ بھی وہیں آگئی کیونکہ اس کمرے سے اب بیلا کو دوسرے روم میں شفٹ کر دیا گیا
تھا۔

وہ دونوں جب بیلا کو روم میں لائیں تو پورا کمرہ وائیٹ، سلور، بلیک اور گولڈن بیلونز سے سجا تھا، اور سب
سے خوبصورت وسط میں سجا ٹیبل جس پر برائنڈل کیک رلھا تھا، نکاح خواں اور گواہان جاچکے تھے، عمر
بھی پہنچ آیا تھا۔

داران، عمر، اور یچی کی نظربیک وقت ان تین حسیناؤں پر گئی۔
لیکن بیلا کی آنکھیں یچی کو دیکھ کر فطری غصے سے پھیری جاچکی تھیں لیکن یچی نے اسکی اس تیزابی
حرکت کو تحمل سے سہا۔

کیک کٹ ہوا تو بیلا کے پرسنل ڈاکٹر اور نرسیز نے بھی یہ چھوٹا سا فنکشن جوائنگ دے کر حسین کیا۔

بیلا سے کیونکہ زیادہ دیر کھڑا رہنا مشکل تھا تو جلد یہ سب سمیٹے سوہانے اسے سہارہ دیے میٹرس پر بٹھا دیا، کمرے کی صفائی وغیرہ بھی سوہا اور عمر نے جلدی سے مل کر خود کر دی کیونکہ ڈاکٹر کی جانب سے پہلے ہی مشکل سے یہ سب کرنے کی اجازت ملی تھی۔

"اب تم دو ایک دوسرے کے پاس رہو، ہم چاروں چلے۔ تو کیا خیال ہے ہم لوگ آؤٹنگ پر چلیں؟" داران نے ہی اس بار اپنے بائیں جانب کھڑی داریہ اور دائیں جانب کھڑے چھوٹے کیل کو آفر کی جو لوگ پہلے ہی جان و دل سے تیار تھے جبکہ بیلا ہر گز یچی کی موجودگی میں پر سکون نہ تھی، وائیٹ فرائ میں لگ بھی بہت پیاری اور کیوٹ رہی تھی، ہیر رنگ اور جیولری البتہ سوہانے اسکی اتار دی کیونکہ ابھی وہ مکمل ٹھیک نہ تھی۔

"ماہیر، پلیز مجھے کسی واٹر فال کے پاس لے چلو۔ آئی وانٹ ٹوسی بہت سارا پانی" داریہ کے لاڈ پر داران بھی بنا کنجوسی دیکھائے ہنسا۔

"چلو پھر تم سبکو آج موسکو کی نائیٹ سیر کروانا ہوں۔ اینڈ بوتھ آف یو، جی بھر کر لڑو۔۔۔ ہم بنجارے تو چلے موج کرنے۔ لٹس گو گائیز۔۔۔"

داران نے سچ کہا تھا، وہ جلا د تو ڈیوٹی کے وقت تھا لیکن اب وقت کا تقاضا تھا کہ وہ سب کا بڑا بن کر بہت پیارا لگ رہا تھا جبکہ داریہ، سوہا بالکل بچوں کی طرح سیر سپاٹوں کا سن کر خوش تھیں کہ عمر تو اسی پر فدا ہوئے گیا۔

وہ لوگ نکلے تو یچی نے دروازہ بند کیے پلٹ کر روٹھی بیلا کو دیکھنا چاہا جس نے فوراً سے نگاہ چرا کر چہرہ پھیر لیا۔

"کچھ کھاو گی؟"

بیلا نے اسکے محبت سے پوچھے سوال پر کوئی جواب نہ دیا، وہ پاس آکر رکا اور پہلو میں زرا سا ٹکے ہاتھ بڑھا کر بیلا کے ماتھے پر آئے بال نرمی سے چھو کر پرے دھکیلے، وہ بولی اب بھی نہیں بس غصے والا چہرہ کافی تھا اسکی ناپسندیدگی کے لیے۔

"بیٹھو مت لیٹ جاو، یونینڈریسٹ"

اسکو درد میں دیکھے وہ اٹھا اور جھک کر اسکے پیچھے دبے تکیے کو چھوتے اسے دیکھنے لگا تاکہ وہ ٹیک چھوڑے مگر وہ وہیں جمی رہی۔

"مجھے چینج کرنا ہے، یہ ڈریس کچھ ٹائیٹ ہے۔ بینڈ تاج کی وجہ سے"

اس وقت لڑنے کی ہمت نہ تھی تبھی بھری سی آواز میں اپنی تکلیف بتائی، یچی نے سر ہلایا اور دیکھتے ہی کمرڈ کی طرف بڑھا اور وہاں فولڈ ہوا ہو اسپٹل کا سکائے بلوٹرواز شرٹ اٹھائے بیلا کی طرف آیا۔

"نرس کو بلا دو"

بیلا نے اسکے ہاتھ سے کپڑے چھبٹے۔

"میں ہوں ناں"

یچی نے یہ تین حرف کہتے بیلا کی جان سی نکالی کہ وہ اسے دیکھنے تک کی ہمت نہ کر سکی۔
"ابھی تمہیں ایسا کوئی حق دینے کا موڈ نہیں اس لیے جاو ورنہ یو نہی درد میں بیٹھی رہوں گی اور تمہارا
خون جلتا رہے گا"

سفاکیت میں حد کیے وہ ہنوز برہمی سے بولی اور یچی کو پتا تھا باعث بیکار ہے تبھی اسکی مانگ پوری کی گئی،
نرس نے اسے نہ صرف چیلنج کروانے میں مدد کی بلکہ جب تک یچی اسکے لیے پریکاشنڈ کھانا لیے آیا نرس
اسے کمفرٹیل کیے لیٹا کر کمفرٹر کروائے بیڈ کروان سے تکیے لگائے ڈرپ بدل گئی تھی، ابھی بھی اسے
بلڈ لگا تھا۔

"میرے سر پر مت منڈلاؤ، میرا دم گھٹ رہا ہے"

بیلا اسے پھر سے پاس آتا محسوس کیے زرا کروٹ بدل گئی پر درد سے کراہی تو یچی نے پاس ہی بیٹھے اسکی
کروٹ سیدھی کروائی، دونوں کی آنکھوں میں ایک سی تکلیف تھی۔

"ہر سزا قبول ہے تمہاری دی ہوئی، سوائے بیزاریت کے۔ تم مجھ سے بیزار نہیں ہو سکتی، تو ایکٹنگ بند
کرو۔ تمہاری ہر بے جا بات سن رہا ہوں، کافی ہے۔ مزید مت ستاؤ مجھے۔ کھانا کھا لو، میں خود کھلاتا
ہوں"

ایسے یو یو کو دیکھ کر تو بیلا کو یہی لگا وہ شاید مر چکی ہو اور یہ سب اسکو کسی ایک نیکی کے عوض دیکھائی
دے رہا ہو۔

وہ اتنی بے جان سی تھی کہ وہ اسے ڈنر کروا تا رہا اور اس نے ایک لقمے تک سے منع نہ کیا اور کھاتی رہی، جبکہ ڈنر کروانے کے بعد ٹشو سے اسکے ہونٹوں کو صاف بھی یچی نے خود کیا ہاں اس بیچ اپنے منہ زور جذبات و طلب کو جیسے دبایا یہ اسکی آنکھوں کے سرخ پن سے بیلا بنا غور کے بھانپ گئی اور اس لڑکی کی حیران و پریشان آنکھوں سے اختتام تک خفیف سا مخطوط بھی ہوا۔

نرس آکر برتن بھی ملازم کے ہمراہ لے گئی اور بیلا کو میڈیسن اور انجکشن بھی دے دیا جس پر بیلا نے کوئی ری ایکشن نہ دیا، شاید وہ اس وقت بے حس ہی تھی۔

"انجکشن سے درد نہیں ہوا؟"

دوا کا اثر تھا کہ یچی اسکے بے حد قریب بیٹھا تو وہ منع نہ کر سکی نہ اسے خود سے دور کرنے کی ہمت رہی۔ نفی میں سر ہلائے اس سے چہرہ موڑ گئی۔

ایک گولی بازو جبکہ ایک سٹمک کے بے حد نزدیک پیٹ پر لگی تھی، اور شاید جتنی تکلیف بیلا نے اب تک سہی اسکے آگے یہ انجکشن کچھ نہ تھا۔

"ہاتھ م۔۔ مت لگاؤ مجھے"

یچی نے اسکے بے جان ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیے چہرے سے لگایا تو وہ سلگی، آواز میں آنسوؤں کی نمی گھلنے لگی۔

"او کے کال می یو یو"

وہی ہاتھ چومتے بیلا کو اپنے رغبت بھرے لمس سے سکون دیا پر اس لڑکی کی آنکھیں چھلکنے کو بیتاب تھیں، کیسے آنسو روکے تھی بس وہی جانتی تھی۔

"ک۔ کبھی نہیں کہوں گی"

اپنا ہاتھ بری طرح کھینچا کہ پشت پر لگی نیڈل ہلنے سے دفعتاً اسکے ہاتھ کی پشت پر لہو کے قطرے نمودار ہوئے، ایسی اذیت پسند وہ کہاں تھی، یچی حیدر کی نوازش تھی۔

سائیڈ سے ٹشو نکالے اس خون کو صاف کیے یچی اسکے چہرے کے کرب کو دیکھے غمزہ ہوا۔

"ڈونٹ ہرٹ یور سیلف، ہرٹ می"

وہ اسکے اسی ہاتھ کی انگلیاں چومتا بیلا کو تڑپا کر رکھ گیا جس کی آنکھیں نیند کی دوا سے اور کچھ یچی کے لمس کی حدت سے انگارہ ہو چکی تھیں۔

"چلے ج۔۔ جاو، آئی کانٹ ہینڈل دس"

اسکے ہونٹوں کا بھلے انگلیوں اور ہتھیلی پر ہی لمس ہوتا اس سے برداشت نہ تھا۔

"او کے بتا پہلے جیسی واپس ہو جاو گی ناں؟ میرا نقصان تو نہیں ہوا؟"

وہ اسکے گال سے دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر لگاتا اسکی سو جھی آنکھیں دیکھتے باری باری جھک کر انھیں چوم گیا، وہ بے بسی سے اسے نم آنکھوں سے دیکھنے لگی کیونکہ منع نہ کر سکی۔

"پہلے جیسی سے مراد بے شرم بیلا"

وہ خود ہی اسکی حیرانگی پر اسکی جبین سے ماتھا ٹیکے اسکی سانسوں میں سانس بھرے مسکرا کر بولا تو وہ آنکھیں سختی سے موند گئی، اسے یچی کو محسوس کرنا تکلیف دے رہا تھا۔

"اب میں پہلے جیسی نہیں رہی ہوں"

یہ جملہ بہت مشکل سے ادا کیا کیونکہ آنکھیں جل رہی تھیں تو دماغ کسی نشے کے اثر میں جکڑا بھاری ہو چکا تھا، بیلا کو ایسا لگ رہا تھا وہ کچھ لمحے بعد کوئی مزاحمت نہیں کر پائے گی اور وہ شخص رک نہیں پائے گا۔

"میں بنا دوں گا تمہیں پہلے جیسا، تمہیں پتا ہے میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں"

وہ بے رحم شخص اسکی غنودگی کا فائدہ اٹھا رہا تھا، بیلا پھیکا سا کھلتی بند آنکھوں سے مسکرائی کیونکہ یہ اسکے لیے جوک آف دا ایر تھا۔

"جاو کسی اور کو الو بناو یو یو"

وہ نیند میں جا رہی تھی پر جب اسے یوں یو یو پکاری وہ خود کو روک نہ سکا، اور اسکے چہرے پر جھک گیا، اسکے پر حدت نرم جکڑتے لمس پر بیلانے دم گھٹنے پر سسکی بھری۔

جو یچی نے اسی نرمی سے خود میں اتاری اور اپنا آپ اس لڑکی کی حسرت سے یوں زرا آزاد کرنے میں کامیاب ہوا اور اسے پکڑ کر اپنے سینے میں بسایا، یہ ایسا وار تھا کہ وہ بے جان ہو گئی، نیند کا اثر بڑی بری جگہ کام دیکھا گیا پر جب اسکے وجود سے اٹھتا سکون محسوس کیے یچی نے اسے واپس تکیے پر لٹایا تو اسے

سو یاد دیکھ کر ہنس پڑا پر آنکھیں تھیں کہ اس قدر راحت نشین لمحے کے چھ سالوں پر بھاری پڑ جانے پر چھلک پڑیں۔

ترس چکا تھا وہ اس لمحے کے لیے اور امید نہیں کی تھی بیلا کی بے خبری اسے آج ہی یہ راحت عطا کر دے گی۔

"میں تمہیں ہر وہ خوشی دوں گا جو تم نے کبھی چاہی ہوگی، میں تمہیں خود سے بھر دوں گا بیلا، میں تمہیں خود میں ایسا اتار لوں گا کہ تمہیں خود سے صرف اپنے یویو کی خوشبو آئے گی۔ تمہاری یہ پھولوں جیسی خوشبو میری چھ سال کی تھکن مٹانے کی قوت رکھتی ہے شہزادی"

ایک بار پھر اسکی قربت سے مجبور ہوئے یچی نے اسکی گلاب سی نرم سانسیں دیوانگی سے چھوئیں، اسکے سوکھے بے جان ہونٹوں پر یچی کے نام کی سرخی اور بہار آگئی تھی جسے دیکھ کر یچی کو تن من میں سرور اترتا سا محسوس ہوا لیکن وہ دل پر جبر کیے اس سے دور ہو گیا، وہ سو رہی تھی اور وہ اسے یوں ساری رات بیٹھ کر دیکھنے پر خوشی خوشی راضی تھا۔

داران نے سب کو اچھی خاصی سیر کروائی، وہ لوگ موسکو کی کافی خوبصورت جگہ ایک ہی رات تسخیر کرنے والے تھے کیونکہ داران کا پلین جلد از جلد یہاں کے کام نمٹا کر واپسی کا تھا۔

خود داران یہ بہت خوش تھی، اسی کے لیے داران نے یہ خوبصورت کپلز نائیٹ اوٹ ارتنج کیا، سوہا اور عمر تو تھے ہی ابھی جوش و ولولے سے بھرا کپل۔

وہیں ڈاکٹر صدیقہ نے ساری رات جانیہ کی کنڈیشن اگزامن کی، رجاں سے سویا نہ گیا تو وہ رات کئی بار اٹھ کر جانیہ کو دیکھنے آیا، وہ سچ میں روپا جیسی تھی، خوبخو، قد، شکل، یہاں تک کہ لمبے سیاہ بال، گھنی پلکیں، اور پھیلا اور کھتے قدرتی گلابی ہونٹ۔

جوا لجن اسکی سلجھ نہ رہی تھی وہ جانیہ کو کچھ دیر بنا آنکھیں چھپکائے دیکھ کر سلجھ گئی۔

"او میرے خدا! یہ میں کیا کر دیا"

اور جب سمجھ آیا کیا کر بیٹھا ہے تو روح تک تڑپ اٹھا تھا پھر وہ آٹھارہ انیس سالہ جانیہ اس اذیت میں اسکے سبب ہے یہ زیادہ بڑا غم تھا۔

پاکستان میں بھی بظاہر حمین کی کنڈیشن سٹیبل ہونے پر سب مطمئن تھے پر دل و جان سے صبح کے منتظر تاکہ حمین کو سانس لینا دیکھ سکیں۔

عاقب اور انیب کے ساتھ آج جاسم کی بھی پاکستان واپسی تھی، وہ صبح ہی اٹھ کر جم نکلا اور واپسی پر یہ فلائٹس کا کام نمٹایا۔

شاید جاسم کو اسکی موت پاکستان لے کر جا رہی تھی کیونکہ جب تک فرض اور قرض پورے نہ ہوں، موت نہیں آیا کرتی۔

موسکو میں ایک نئی خوبصورت سرد احساس میں لپٹی سحر اتر آئی، ساری رات بیلا پر سکون سوئی رہی جبکہ اسکے قریب بیٹھنا جب مشکل ہوا تو یچی اٹھ کر کاوچ پر چلا گیا اور کب اسے دیکھتے سویا اسے خود بھی خبر نہ ہوئی۔

بیلا کی آنکھ نرس کے آنے پر کھلی مگر جب بیلا نے دیکھا کہ یچی سو رہا ہے تو نرس کو اشارے سے بولنے سے روکا جس پر نرس خوبصورت سا مسکراتی قریب آئی اور بیلا کے دونوں بینڈ تاج بدلے، اسے ناشتے میں کچھ سپیشل مگر انرجیٹک سوپ دیا اور میڈیسن دی، اسے واش روم بھی لے کر گئی۔
واپس بیلا اسکا ہاتھ پکڑتے چل کر خود آئی لیکن پیٹ پر ہاتھ رکھے اور آہستہ آہستہ۔

نرس نے اسکے تروتازہ چہرے کو دیکھے پیار سے مسکراہٹ دی اور ویسے ہی دبے پیر کمرے سے چلی گئی جبکہ بیلا کی نظر انتہائی گہری نیند میں ڈوبے یچی پر تھی جو صوفے پر آرام دہ انداز میں بیٹھے بیٹھے سویا ہوا تھا۔

رات بھلے بیلا نیند کی دوا کے اثر میں تھی پر سب یاد تھا اسے، یچی کے اقرار سے لے کر اسکے چھونے تک۔

تبھی تو اس لمحہ بیلا کی آنکھوں کا سارا درد کہیں غائب تھا۔

پیاس محسوس ہونے پر بیلا نے سائیڈ میز پر رکھی گلاس بوتل اٹھائی تو ساتھ پڑا ہیسر رنگ ہاتھ لگنے سے زمین پر گرا، بیلا نے سہم کر سامنے دیکھا جہاں وہ نیند سے جاگتا بیلا کو دیکھتے فوراً اٹھ کر اسکی طرف بڑھا۔

"کیا چاہیے، پانی؟"

آنکھیں رگڑتا ہوا وہ نیند سے مکمل نکلے بیلا کی طرف دیکھتے بولا تو اس نے ناچاہتے ہوئے بھی سر ہلایا جس پر اس نے خود گلاس بوتل سے اسکے کیپ میں پانی نکالے پاس بیٹھ کر بیلا کو پلایا، وہ پورا پی گئی۔

"اور کچھ چاہیے؟"

گلاس واپس بوتل پر رکھے وہ اسکی آنکھیں جھکنے پر بے قرار ہوا، ہاتھ بڑھا کر اسکی جالائن پر رکھا، تو وہ واپس اسے سر اٹھائے دیکھنے لگی۔

"نرس نے آکر سب کر دیا تھا، مجھے اب کسی کی ضرورت نہیں، تم گھر جا کر سو جاؤ آرام سے۔ میرے لیے خود کو بے آرام کرنے کی ضرورت نہیں"

بظاہر سرد انداز پر یچی کی فکر سے لبریز تبھی تو وہ سنجیدگی ترک کر تا نرم پڑا۔

اسکے نچلے ہونٹ تلے موجود پانی کے قطرے کو انگوٹھے کی پور سے صاف کرتے بیلا سے آنکھیں ملائیں۔

"رات تھوڑی چیسٹنگ کی تھی میں نے، لیکن اب چاہتا ہوں تمہیں ہوش میں محسوس کروں، آئی ہو پتم ہائینڈ نہیں کرو گی"

یچی کے لہجے میں نہ بناوٹ تھی نہ لگاوٹ جس نے بیلا کو گرویدہ کیا، وہ اپنے لمس سے اسکے احساسات و حواس اڑانے لگا تو وہ اسکے خود پر حاوی ہونے پر تکیے سے جا لگی پر اسے اپنا حق ہر طرح سے وصول کرنے سے منع نہ کر سکی۔

بس اسکی سانسیں بے ترتیب ہونے نے یچی کو اس نشاط سے نکلنے پر مجبور کیا، وہ آنکھیں بند کیے اسکے رحم و کرم پر تھی۔

"کوئی تو مزاحمت کرو، ایسے تو قتل کر ڈالو گی میرا"

یہ قطرہ اس پیاس پر کیا اثر کرتا جو بیلا کو وقت کی قید سے آزاد ہو کر چاہنے سے ہی کم ہو سکتی تھی۔
"تم روئے تھے میرے لیے؟"

جب قوت گویائی لوٹی تو وہ اسے ہنوز خود پر جھکا دیکھتی اسکی گہری آنچ پہنچاتی آنکھوں میں جھانکی۔
"اوہ تو یہ تھی وہ سفارش جس کے بل بوتے پر تم نے مجھے قبول کیا، بڑی تسکین ملی ہو گی یہ جان کر بیلا کو کہ یچی حیدر اسکے لیے روتا رہا"

ناچاہتے ہوئے بھی انا کو ٹھیس گئی جبکہ بیلا کیسے بھول گئی تھی کہ وہ الٹی کھوپڑی کا آدمی ہے۔

"اگر کہوں کہ تسکین جیسا کچھ نہیں ملا، بلکہ یہ سن کر میرا دل پھٹ گیا تھا پھر؟"

مقابل کی سانس لمحہ بھر کی تھی، وہ اسکے بالوں میں انگلیاں پھیرتا دور ہٹنے لگا تو وہ پکار کر واپس قریب لے آئی۔

"میرے پاس اسکا جواب نہیں"

ہوتا بھی تو اب کوئی جواب اس سوال کے لائق کہاں رہا تھا۔

"میرے پاس بھی تمہارے لیے کوئی معافی اور رعایت نہیں"

دگنی روٹھی تھی وہ، جبکہ خدا گواہ تھا یچی سے انچ بھی دور ہو پانا اجیرن ہوتا محسوس ہوا۔

وہ اسکے شانے اور گال سے چہرہ لگاتا ایک ہاتھ بیلا کے سر تلے رکھتا دوسرے ہاتھ کو بیلا کے ہاتھ میں

جکڑ گیا، پھر زرا سا اوپر ہوئے اسکی گال سے ہونٹوں کو جوڑتے ہاتھ میں انگلیاں مزید پھنسانیں۔

"میں چھین لوں گا، معافی بھی اور تمہیں بھی"

اسکی سلگتی سرگوشی پر بیلا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر کر معدوم ہوئی۔

"تم کب سے اتنے رومٹک ہو گئے"

وہ اسکو اکسا کر اوپر اٹھنے پر مجبور کر گئی جبکہ دونوں کے چہروں میں بے حد کم فاصلہ تھا۔

"پلیز کال می یو یو"

وہ اسکے ڈانٹنے پر منہ بنا گئی۔

"تمہیں تو چڑھتی تھی اس نام سے"

وہ اسکو اسکی کوفت یاد دلا گئی۔

"پیار تھا اس نام سے، جب تم یہ کہتی تھی تو دل چاہتا تھا تمہارے ان ہونٹوں کو اپنے نام لگوا لوں۔ جب یہ بولتی تھی میرے اندر چنگاری اٹھتی تھی جو آگ لگانے پر اکساتی تھی۔ تمہیں کھا جاتا اس لیے منع کرتا تھا اور چڑھتا تھا۔ لیکن اب تم کہو تا کہ میں یہ سارے ارمان پورے کروں"

بیلا کو تو نہ اپنی آنکھوں پر نقین آ رہا تھا نہ کانوں پر نہ اپنے ہونٹوں کی مسکراہٹ پر جو بے ایمان ہو کر یچی کی ملکیت بن رہی تھی۔

"اتنے زیادہ جنونی ہضم نہیں ہو رہے تم، مجھے شرم آرہی ہے"

بیلا نے فطری گھبراہٹ کا سہارہ لیتے اسکی شدت پسندی پر بات کی۔

"اب تم نے یہ فضول کی شرم کی تو مار دوں گا تمہیں، جانتی بھی ہو کتنا ترسا ہوا ہوں۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں کہ میں تمہارے لیے دن رات تڑپا ہوں، میں نے کبھی نہیں سوچا تھا جس کو اتنا دھتکارا ہے وہ کبھی پھر ملے گی۔ اصل محبت تو مجھے تم سے دوبارہ ملنے کے بعد ہوئی۔ پہلے خود پر قابو کر لیتا تھا پر اس بار نہ ہوا، دل چاہتا تھا ہمارے بیچ کی ہر دوری ختم ہو اور مجھ سے ہمت نہیں ہو رہی تو تم ہی مجھے زبردستی اپنا بنا لو۔ اور مجھے گلے لگا لو اپنے"

وہ حیران و خوفزدہ ہوتی اسے سن رہی تھی جو شاید بولنے سے پہلے آج پہلی بار کچھ بھی نہ سوچ رہا تھا۔

"تم سچ کہہ رہے ہو؟ جھوٹ تو نہیں بول رہے ناں مجھے مریض سمجھ کر؟"

بیلا کی آنکھوں میں نمی اترنے لگیں۔

"یار سچ ہی تو کہہ رہا ہوں کہ بولتے ہوئے بھی جان جا رہی ہے، میں نہیں رہ سکتا تمہاری محبت کے بنا۔ ایک بار کہو کہ تم ویسی ہی جنونی محبت کرتی ہو مجھ سے، مجھے چھو کر بتاؤ پلیز کہ تم اب بھی مجھ پر فدا ہو۔ کچھ ایسے چھو لو مجھے کہ میرے اندر سے تمہیں کھودینے کا ڈر ہمیشہ کی موت مر جائے بیلا"

یہ سب سچ میں خوبصورت سا خواب تھا، جیسے ابھی چھنک کر ٹوٹ جائے گا، وہ اس کے سامنے اپنا دل کھولے ہوئے سب بول چکا تھا، وہ اکڑو آدمی ایسا بھی ہو جائے گا یہ اک وہم لگ رہا تھا اسے۔

"ی۔۔۔ یہ خواب تو نہیں ہے ناں؟"

اب تک آنکھوں میں آنسو لیے وہ یقین مانگ رہی تھی۔

"فیل کر کے دیکھ لو پلیز"

یچی حیدر کی تشنگی اور بیلا کی بے یقینی کا حل ایک اور واحد تھا۔

اور پھر وہ خود اس کے قریب لائی، اور محبت کے فلک پر بجھ چکے سارے ستارے یچی حیدر کو بے حد اپنا محسوس کیے ایک ایک کر کے روشن ہوتے گئے، وہ دور ہوئی تو یچی کی تشنگی بڑھ چکی تھی۔

"وکیم بیک کریزی لیڈی، آئی لو ویو سوچ۔۔۔۔۔ اب یہ آدمی تمہاری طرف سے غفلت کی اک آنکھ بھی

چھپکے تو گلا کاٹ دینا۔ اجازت ہے۔ تم ٹھیک ہو بس تبھی میں ٹھیک ہوں بیلا، آئی ایم سوری فار آل نان

سینس۔ اور جتنا برا کہا ہر لفظ واپس لیتا ہوں۔ یو آر مائن اینڈ اٹس مائی بلیسنگ گرل"

ابھی تو وہ بہت سمٹ کر اس کو چھو سکی پھر بھی اسے کریزی کا لقب ملا تبھی تو ہنس پڑی اور پھر شاید گلے لگنے کی جان لیوا رسم تو سہمے دلوں کی تقویت کو بے حد ضروری تھی، ستم یہ کہ جس بے دردی سے وہ اسے سخت وجود میں سموئے تھا، بچاری کو اسکی پسلیاں چبھ رہی تھیں پر آج وہ بھی ہر غم بھولے بس اپنے بچی کی تھی، جتنی محبت سے اس نے بیلا سے اظہار کیا، معافی تو چھوٹی چیز ہے وہ جان بھی دے دیتی۔

رات وہ لوگ بہت لیٹ واپس آئے اور آتے ہی سو گئے، سوہا اور عمر ہی پہلے جاگ کر کچن میں اکھٹے ناشتہ بنانے سے کم کچن کا خلیہ زیادہ بگاڑ رہے تھے، سوہا شیلف پر بیٹھی تھی اور ایپرن پہن کر ناشتے کی تیاری کرتے عمر کے منہ بال سب آٹے سے بھرے تھے، جبکہ سوہا کی مسکراتی آنکھیں کب سے سستے شیف کو بے ایمان کرے جا رہی تھیں۔

"اپنی یہ بہکی نظریں مجھ حسین سے ہٹا لو ورنہ ناشتہ نہیں بنا سکوں گا، نمک کی جگہ چینی اور چینی کی جگہ کالی مرچ ٹھوک دوں گا"

عمر نے چائینیز آمیٹیٹ کے ساتھ ایک آلمنڈ لوشو گر کیک بیک کیا اسکے ساتھ ٹوس بنا کر وہ چائے بھی ساتھ ہی رکھ چکا تھا جبکہ اس ماہرانی کو بوائے انڈوں کے چھلکے اتارنے کو دیے تھے جو ابھی تک ٹوٹے ہاتھوں سے بس ایک انڈے کو ہی بے لباس کر پائی تھی۔

"عمر مجھ سے انکے کپڑے نہیں اتر رہے، یہ بھی کر لو"

سوہا کو لگا اسکے چڑنیلوں سے نیلزنہ خراب ہو جائیں تبھی ایک بدنما سا انڈا چھیلے پلیٹ سائیڈ پر دی، عمر نے بیچ کا فاصلہ سمیٹا اور ٹھیک سوہا کے پاس جا رکا، ہنس کر وہ اسکے گال جھاڑنے کے بعد بالوں میں ہاتھ پھیرتی خشک آٹا نکالنے لگی۔

"میرے لیے کوئی سیکھنی پڑے گی کیونکہ بہت کھاوا انسان ہوں، اگر پسند کا کھانا نہ ملا تو میں جو تم یہ تھوڑی سی ہو اسے بھی چٹ کر جاؤں گا۔ سب سے آسان کام دیا تھا کاپلی کی ملکہ، وہ بھی نہیں ہوا۔ کل کو میں اپنے بچوں کو ہماری لوو سٹوری کے بجائے تمہارے پھوٹے پنے کی داستان سنایا کروں گا تم دیکھنا" وہ جو بازو اسکے گلے میں ہار سا لپیٹے تھی، کھل کر چمکتا ہنسی جبکہ عمر نے بڑی دقت سے اپنا دھیان ان پنکھریوں سے بھٹکایا تھا۔

"ہنسنا بند کرو، ہنس کر تم مجھے کسی لائق نہیں چھوڑتی سوہا۔ آریو پیپی؟"

شاید رات وہ اس سے اسکے جذبات پوچھ نہ سکا لیکن جانتا تھا وہ بھائی کے لیے بہت خوش تھی اور اب بے تاب ہے کب جا کر دادی جانم کے گلے لگے۔

"ہم۔ آئی ایم سپر ایمو شنل۔ میری زندگی میں چھ محرمی اور اذیت سے بھرے سال تو آئے لیکن سی، میرے پاس بہت کچھ ایسا ہے جو دنیا میں کڑوروں کے پاس نہیں۔ تم ہو، اور مسکراہٹ بھی تو ہے" وہ روہانسی ہوئی، عمر نے اسکی جبین پیار سے چومی جو سرا سر لاڈ تھا۔

"میں قربان جاؤں میرا پٹا کہ، ایمو شنل تو تم تباہی لگتی ہو یا نہ ہونا دوبارہ۔ زندگی ایسی ہی ہوتی ہے، بہت کچھ چھین کر بہت کچھ دے بھی دیتی ہے۔ میں نے بھی نہیں سوچا تھا تم ملو گی مجھے، ایک فیملی ملے گی، خیر فیملی کی کمی تو داران بھائی نے کبھی پہلے بھی نہیں ہونے دی۔ لیکن یو آر ایکسٹرا کول ہسپینس بے بی"

جانے کتنی الفت تھی عمر کے لہجے میں کہ وہ فدا ہی تو ہو گئی۔

"یو کال می بے بی؟ وائے۔ میں تمہاری کہاں سے بے بی لگی تم تو جسٹ لائک کرتے ہو۔ تو ایسے کیوں پکارا جیسے یو لوومی؟"

سوہانے اسکی آنکھوں میں جھانکتے پوچھا تو عمر کھل کر اس چالا کو پر ہنسا۔

"لائک اور لوو میں زرا سا تو فاصلہ ہے، تمہارا کیا ہے اک سیکنڈ میں مجھے وہ فاصلہ عبور کرنے پر اکسا دو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں لوو میں، لیکن کیا تم عمر آفندی کا وحشی لوو سہہ لو گی حسینہ؟"

وہ جو سمجھ رہی تھی یہ شریف بچہ کچھ شریف کہے گا، ایسے بد زبانی پر سوہا کو لگا اسکے انگ انگ سے دھوئیں پھوٹ گئے ہوں۔

"اپنا لوو اپنے پاس رکھو، ٹھہر کی"

فورا سے اسے پرے کرتی وہ شلیف سے اترے چائے کا ابلتا چولہا آف کیے فروٹ سلیڈ بنانے لگ گئی جبکہ عمر اسے مسلسل تاڑتا ہوا داران کی نظر میں آیا جو مسجد کے بعد کچھ دیر جاگنگ پر نکل گیا اور ابھی واپس آیا تو ان دو کی آواز پر وہیں چلا آیا۔

"آپ کہاں سے آرہے ہیں سر؟"

عمر کی خود ہی نظر پڑی تو فکر سے وہ داران کی طرف لپکا جسکے ہاتھ میں پانی کی بوتل تھی اور خلیہ بھی جم سوٹ کے سنگ تھوڑا ٹریکی تھا۔

"میں تو جاگنگ سے آرہا ہوں تم دونے کچن کا کیا حال کر رکھا، کیا ہمیں ناشتہ ملے گا یہ کچے آٹے کے پیڑے کھانے ہوں گے؟"

کچن تو کچن، شلیف تو شلیف۔۔ عمر نے پراٹھوں کے لیے پتا نہیں آٹا کیسے ناچ کر گوندھا تھا کہ دیواروں پر بھی آٹے کی گرد جمی تھی۔

"داران بھا! یہ سب اسکی ماسٹر شیفی کے ہنر ہیں۔ میں دیکھیں کتنے ڈیسنٹ وے میں فروٹس کاٹ رہی۔ اور آپکو کچھ ملے نہ ملے سوہا کے ہاتھ کے چھیلے ایگز اور بنا فروٹ سلیڈ ضرور ملے گا"

سوہا نے اپنے نمبر بنائے جبکہ داران نے جب چھیلے کم پائمال ہوئے انڈے دیکھے تو مسکرا دیا پھر جن فروٹس کو وہ کاٹ رہی تھی وہ اپنے پیڑوں پر اگ کر پکنے اور پھر یہاں تک آنے پر ماتم منارہے

تھے، ایک تو اتنے چھلکے اتار رہی تھی اوپر سے سیلڈ میں چھوٹے کیوب ڈالنے کے بجائے بھینس کے کھانے جتنا سائز کاٹ رہی تھی۔

داران نے بہت مشکل سے ہنسنے ہر بند باندھا اور دونوں کو بیسٹ آف لک کیے واپس نکلا جبکہ اسکے جاتے ہی عمر بھی ہنس کر اسکے عقب میں رکتے اسکے ہاتھوں پر اپنی گرفت بناتا اسے اچھے سے فروٹس کاٹنا بتانے کے ساتھ اسکی گال بھی چوم رہا تھا جس سبب وہ بلش کر رہی تھی۔

"بہت چھوٹے چھوٹے کیوبز کاٹو، چاکلیٹ چیپس بھی ہیں وہاں کبرڈ میں وائیٹ اینڈ بلیک وہ بھی ایڈ کرنا۔ اور ہاں یو آر سو کیوٹ"

مسکراتا ہوا وہ اسے ٹرک سیکھائے پیچھے ہٹا تو سوہانے اسی شرمیلی مسکراہٹ سے گردن موڑ کر عمر کو دیکھا جو مصروف انداز میں پراٹھے بیلتا بہت پیارا لگ رہا تھا۔

وہیں داران نے بازو اور چیسٹ کے زخم کو کوور کیے شاور لیا اور بلیک ٹی شرٹ کے ساتھ سلم فٹ بلو جینز پہنے کمرے میں آیا، وائیٹ سنیکرز موزے پہن کر چڑھائے اور بالوں کو ہلکا سا برش کیے سیٹ کیا، سیر سپاٹوں سے داریہ بہت تھک گئی تھی تبھی اب تک سو رہی تھی۔

خوشبو میں بسا ہوا، پرفیوم سپرے کر کے واپس رکھے وہ داریہ کے پہلو میں ہی پیر بیڈ سے نیچے ہی رکھتا دراز ہوئے لیٹا، سائیڈ ٹیبل پر رکھے بکے سے ریڈ روز نکال کر ٹہنی سمیت پکڑے داریہ کے گال پر پھیرا اور اسکی پتیاں داریہ کے ہونٹوں سے مس کرتا مسکرایا کیونکہ وہ ڈسٹرب ہوئی تھی۔

"مت کرو ماہیر"

کروٹ بدلے وہ اس میں چھپی پروہ باز نہ آیا، اس بار اسکے کان پر گلاب کا پھول پھیرا جس پر وہ گدگدا کر سیدھی ہوئی تو داران کو تیار اور فریش دیکھے فوراً آنکھیں پوری کھول گئی۔

"کیوں بجلیاں گرا رہے ہو ماہیر مجھ نازک پر،۔۔۔۔ تم چاہتے ہو میں تم پر ہر وقت فدا ہی ہوتی رہوں تبھی اتنا سچ سنور کر رہتے ہو"

اسے ماہیر کی خوبصورتی سے جیلسی ہوئی اور اس پر وہ اسکے تکیے پر ہی لیٹ گیا، ہاں ٹانگیں اوپر کیں اور سیدھی تھیں پر شوز بیڈ کی حدود سے باہر نکال رکھے تھے۔

"میرا حق ہے تمہارے لیے سنوروں"

اسکی بوجھل سانسیں چھوتے اعتراف کیا، داریہ ہنس دی۔

"ایسی لائنز بیویوں کے لیے ہوتی ہے"

داریہ نے فوراً القمہ دیا۔

"تم نہیں کہتی تو میں نے کہہ لیا، حساب برابر"

وہ پس پردہ چاہ رہا تھا داریہ اس کے لیے سچ، وہ تو دلہن بنی داریہ کو بھی جی بھر کر نہ دیکھ پایا تھا۔

"تم چاہتے ہو میں تمہارے لیے سجا کروں؟"

وہ اسکے چہرے سے لگی اسکی گال کی ٹھنڈک اور داڑھی کی ملائم چھن محسوس کرتے ان گرنیش بلو آنکھوں میں جھانکی۔

"بلکل، میرا حق ہے۔ تم میرے لیے ہر دن سجو اور میں تمہاری تیاری اپنے ہاتھوں بگاڑوں۔ ہمیں ایک دوسرے کے قریب آنے کا اتنا موقع نہیں ملا ابھی بھی جتنا ہر دوسرے کیل کو ملتا ہے، پھر بھی ہم ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں"

لہجے میں تشنگی کی آمیزش تھی، داریہ نے جہاں لب جوڑ رکھے تھے وہیں پیار لٹایا۔

"میں ہر روز سجوں گی تمہارے لیے، یونواٹ تم بہت ہنڈسم ہو ماہیر۔ ساتھ چلو بھی تو اک دنیا ٹھہر کر داریہ کو دیکھنے پر مجبور ہو جائے۔ اور کبھی دنیا ہم دو کو ایک دوسرے کی باہوں میں دیکھ لے تو پاگل ہو جائے"

اس وقت وہ چھوٹی بچی بنی تعریفوں کے پل باندھے جارہی تھی اور وہ بے چین ہونے کے باوجود اسے سن رہا تھا۔

"محبت پردے کی چیز ہے، ہمیں نہیں کرنا کسی دنیا کو پاگل۔ ہم ایک دوسرے کے دیوانے ہی بہت ہیں۔ اٹھ جاونا شتے کے بعد کلینک چلتے ہیں۔ تمہارا بھی ایک بار چیک آپ ہولے تو تسلی مل جائے گی اور مجھے بھی بینڈیج بدلوانا ہے۔ ڈاکٹر مصطفیٰ نے میرے بہت تنگ کرنے کے باوجود سپیشل کال کی تھی ہم دو کے لیے۔ انکے اور انکی نرسیز کی ناک میں دم کر دیا تھا۔۔۔ ہاہا پر ہیں وہ بہت کیوٹ سے"

اپنے کارنامے بتاتا وہ خود ہنسا تو داریہ تو قربان ہی ہو گئی۔

"اور یچی بیلا کی بھی خبر لینی ہے، مجھے یقین ہے یچی نے میدان مار لیا ہو گا"

داریہ چہکی تو داران نے اسے آئبر و اچکاتے سراہا۔

"ہاں جی ہم لڑکے ہوتے ہی بہت چالاک ہیں، بہکانے اور جان لینے میں ماہر۔ وہ تو سخت لونڈا بھی نہیں

رہا مسکین، ہار بیٹھا ہو گا اور جیت لیا ہو گا اپنی والی کو"

داران نے بھی کافی حد تک اتفاق کیا، داریہ پر شوق سا ہنسی، سب بہت خوبصورت جو تھا۔

"یس، ہٹو پیچھے اٹھنے دو"

داریہ نے مسکرا کر اٹھنے کا فیصلہ کیا تو داران نے اس کے نرم وجود کو خود پر حاوی کیے روکا۔

دونوں کی بے تاب نظر ملی اور پھر سانسوں اور آنکھوں کا نرم سنگم ہوا جسکی طوالت اب ان دو کی مرضی پر تھی، اب کونسی دنیا یاد رہی تھی، اب تو ایک دوسرے کی راحت بننے سے ہی فرصت نہ تھی۔

.._____..

"ڈاکٹر صاحب کہہ رہے ہیں حمین سر کی مسیڑ کو ملنے کی اجازت ہے، تو انکے بعد آپ بھی پیشنٹ سے

مل سکتے ہیں"

ناشتہ تبریز نے سبکو کروایا کیونکہ کل سے کسی نے ایک نوالہ تک نہ لیا تھا، جبکہ نرس نے آکر یہ خوشی کی خبر دے کر کمال کیا۔

مایا فوراً مسکرا کر نرس کے ہمراہ لپکی جبکہ باہر بیٹھے باقی افراد اللہ کے شکر گزار ہوئے۔

ایاد نے دادو کے پاس بیٹھ کر ناراضگی سے اپنی جانب متوجہ ماول کو دیکھا تو وہ نظر پھیر گئی کیونکہ کل ایاد نے اسے اگنور کیا تھا اور بات بھی نہیں سنی تھی۔

"اب آپ مجھے منائیں گے تبھی بات کروں گی، ایٹیسٹوڈ مین نہ ہوں تو، بلکہ بے قابو جن بہت سوٹ ایبل نام ہے آپکا"

من ہی من میں ناراض رہنے کے ڈھیروں ارادے بناتی وہ دادو سے مزید چپک گئی جبکہ تبریز اور ایاد اس وقت ڈاکٹر کے ہمراہ کھڑے حمین کی کنڈیشن کے بارے ڈسکشن کر رہے تھے ورنہ وہ اس روٹھی چڑیل کو سب کے بیچ اٹھا کر منانے لے جاتا۔

مایا کو نرس اپنے ہمراہ روم میں لائی جہاں حمین کو صبح ہی شفٹ کیا گیا تھا، وہ نرم دو تکیوں سے ٹیک لگائے ہو سپٹل کے کپڑوں میں زرا نیم دراز بیٹھا تھا یہی دیکھ کر مایا کی سو جھی آنکھوں میں چمک سی بیدار ہوئی۔

"حمین"

دروازہ آگے کو دھکیلے پکار کر اسکی طرف بڑھی جس نے مایا کی آواز سنتے ہی آنکھیں ناصرف کھولیں بلکہ مسکرا کر اپنا ہاتھ بڑھا گیا، جذبات کی شدت نے مایا کی پلکیں بھیگو دیں، اسکا ہاتھ دونوں ہاتھوں میں لیے

چومتی وہ اسکے پہلو میں ہی آباد ہوئی، جھک کر اسکے چوڑے ماتھے پر بکھرے بال ہٹاتے کتنی دیر چوما کہ حمین کی مسکراہٹ گہری اور حسین ہوتی گئی۔

"آپ تو تیماردار بھی غضب کی ہیں جاناں"

خود پر حاوی مایا کو سامنے لانے کا حربہ آزماتے حمین نے نقاہٹ بھری آواز کو بھرپور شوخ بناتے پکارا تو وہ اسکے چہرے کی طرف گھومتے دونوں گالوں کو چومنے لگی، حمین سے ہنسنا مشکل تھا پھر بھی موصوف یہ کر گزرے۔

"میں لڑاکا بھی بہت بری ہوں، ابھی آپ نے صرف پھول جیسی مایا دیکھی ہے۔ کیوں دی تکلیف مجھے، میں بتا نہیں سکتی کیا حالت کر دی میری آپ نے۔ گندے لگ رہے ہیں آپ یوں بیمار ہو کر۔ میری ہر سانس اللہ آپ کو لگا دے"

وہ اسکی کوئی بات سنے بنا ڈانٹنے لگی، حق بنتا تھا، وہ کس تکلیف سے گزری ہے حمین کو جاننا چاہیے تھا جبکہ ان مہربان مرجھائی آنکھوں میں مایا کو دیکھ کر زندگی جگمگا گئی تھی اسکا کوئی مول نہ تھا۔

"رک کیوں گئیں، لڑیے ناں مجھ سے، آپکا ہر روپ دیکھنا ہے مجھے۔ جو مرضی کر لیں میرے ساتھ پر مجھے اپنی سانسیں لگنے کی دعا نہ دیں لیڈی فریگرنٹ، مجھے آپ بہت پیاری ہیں"

نہ بول پانے کے باوجود وہ بول رہا تھا اور اسکی مشکل مایا کو دیکھائی دے رہی تھی تبھی تو چہرہ اسکے چہرے سے لگائے سسک پڑی، حمین کے دل پر ہاتھ پھیرا تو زخم کی موجودگی کا احساس آنکھوں میں اور آنسو بھر لایا۔

"کبھی مجھے مت چھوڑیے گا، میں صرف آپکی وجہ سے زندہ ہوں۔ سن رہے ہیں ناں آپ مسٹر حمین، آپ نہیں تو کچھ نہیں ہے مایا کے پاس۔ یہ سینہ جس میں شفاء کے سوا دوسرا کوئی احساس نہیں، زخمی برداشت نہیں ہو رہا۔ پلیر جلدی سے ٹھیک ہوں اور مجھے زور سے ہگ کریں"

چہرے سے چہرہ جوڑے ہی وہ سرگوشیوں میں بولتی حمین کو اہم ہونے کا احساس دلائے ویسے ہی اچھا کرتی محسوس ہو رہی تھی، حمین نے اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتے چہرہ اوپر کو کیے اسکی جبین چومی، مایا نمدیدہ ہوئے حمین کو زرا اوپر ہو کر جھکے دیکھنے لگی۔

"میں آپکو ابھی بھی ہگ کر سکتا ہوں میری جان! یہاں آئیں زرا"

اپنے پہلو میں اسے بلاتا ہوا وہ مایا کو دلبرداشتہ ہی تو کر گیا، پوری احتیاط کے سنگ وہ اسکے زخم کے مخالف لیٹی تو حمین نے بازو گرد حصارے اسے اپنے سینے سے لگاتے سر محبت سے چوما۔

"حمین! اللہ کا شکر ہے مجھے آپ کی کھلی آنکھیں دیکھنے کو ملیں۔ آپ کو درد تو نہیں"

اپنا ہاتھ اسکی داڑھی پر پھیرے گردن تک لے جاتی اسکے کھلے گریبان تک پھیرتی پھر سے رخسار تک لاتے بولی کہ حمین اسکے ہاتھ کی نقل و حمل سے ہی بری طرح بے چین ہوتا محسوس ہوا۔

"ہے درد، دور کر دیں"

وہ تو یوں تھا جیسے مایا کے یہی پوچھنے کا منتظر ہو، وہ اسکی شرارت فوری بھانپنی۔

"کہاں ہے"

مایا نے آبرو اچکاتے حمین کو دیکھا جس نے معصومیت سے اپنی خواہش کا ڈھکا مگر معنی خیز اظہار کیا وہ مایا کے رخساروں میں گلاب اتار لایا۔

"کون کہہ سکتا ہے آپکو گولی لگی اور آپ بہت مشکل سے مجھے واپس ملے، ابھی بھی آپکو مجھے تنگ کرنے کی پڑی ہے"

مایا نے ننھا ننھا ڈانٹا پر وہ اپنی دوا خود لینے میں اب خود مختار تھا، مایا نے آنکھیں موندتے حمین کو اسکی راحت لینے دی اور جب آنکھیں واپس کھولیں تو وہ جن محبوب نگاہوں سے اسے تک رہا تھا وہ کسی اچھے بھلے کا دل فیل کر سکتی تھیں، یہ تو مایا تھی جو اس شخص کی نظروں کا جہاں سہہ لیتی تھی۔

"آپکی آنکھیں درد میں ہیں، کیوں روئی ہیں؟"

فرصت ملی تو اس لڑکی کی آنکھیں باری باری اپنی چاہت سے گرمائیں جسے یہ حدت سکون بخش گئی۔

"میرا سب داو پر لگا تھا تو کیا روتی بھی نہ؟ دل پھٹ جاتا تو کہاں سے ڈھونڈتے اپنی فریگرنٹ لیڈی؟ سو میرے آنسوؤں کو تھینکیو کہیں"

ایسا ہی جواب دے سکتی تھی وہ، حمین کی مسکراہٹ اسکے ہونٹوں پر اور وجیہہ خدو خال والے چہرے پر تازگی گھسیٹ لائی۔

"میرے لاڈلے ٹھیک ہیں؟"

حمین کے سوال پر وہ سر ہلا گئی۔

"ایاد کی تو میرے سے مختلف حالت نہ تھی جبکہ دار یہ کو بتایا نہیں، آپ کو پتا ہے شی از ایکسیکٹنگ۔ تبھی شاید داران نے اسے نہیں بتایا"

مایا نے گویا یہ خبر دے کر حمین کی ساری تکلیف ہی دور کر دی۔

"میری بچی، کل تک خود چھوٹا سا بے بی تھی اور اب خود ایک بے بی کو جنم دینے والی ہے۔ اللہ کا شکر ہے میری دار یہ کو بھی سکھ اور راحتیں راس آئیں"

حمین کی خوشی اتنی تھی کہ اسکی آنکھیں نم پڑ گئیں۔

"ابھی صبح ہی داران نے کال کر کے آپکا بھی پوچھا اور یہ نیوز بھی دی، آپ جب اچھا فیل کریں تو بتائیے گا آپکی دار یہ سے بات کروادوں گی۔ اور یہ اداس ہونے والی بات نہیں ہے، آپ نانا بننے والے ہیں۔۔ ولڈ کے سب سے ہنڈ سم نانا"

ہاتھ بڑھا کر مایا نے اسکی آنکھ سے بہتا آنسو صاف کیے جان بوجھ کر ہنسیا تو وہ اسکی طرف دیکھتا مسکرا اٹا۔

"اور آپ دنیا کی سب سے دلربا نانی بھی اور دادی بھی"

جبکہ تیس سال کی عمر میں اتنا بڑا رینک پائے مایا بھی خاصا شرمیلا سا ہنس پڑی۔

"ہا ہائیس، مجھے تو بے حد خوشی ہے"

مایا نے چہک کر بتایا تو حمین نے اسکے چہرے کا ہر ہر نقش گہری نگاہوں میں لیا اور اسکے کان سے منہ جوڑے قریب ہوا۔

"مجھے بھی آپ سے یہ خوشی چاہیے، دیں گی ناں؟"

مایا کی پلکیں اس تقاضے پر آنکھوں پر لرزا اٹھیں۔

"یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے، آپ ڈیڈی ضرور بنیں گے، اوکے اب مجھے جانے دیں کوئی آگیا تو

مجھے بہت شرم آئے گی میں باقیوں کو بھی لاتی ہوں۔ سب بہت پریشان تھے آپکے لیے"

مزید وہ خود بھی حمین کے قریب رہتی تو دل کی دھڑکنیں سنبھالنی مشکل ہوتیں تبھی حمین نے یہیں

رہنے پر کوئی اصرار نہ کیا، سب ہی اسکے بعد حمین سے ملنے آئے اور سبکو ہی اسے اچھا دیکھ کر دلی راحت

ملی۔

ایاد کی تو جیسے جان میں جان لوٹ آئی تھی۔

جبکہ حمین کے ٹھیک ہونے کی خبر جہانگیر اور زمیل تک بھی پہنچ چکی تھی، لیکن زمیل نے اتنا ذہنی دباو

لیا کہ اسکا بی پی شوٹ کر گیا، جہانگیر اسے پیس لے گئے تھے، اسے ڈاکٹر نیند کی دوا دے کر گیا تھا پر

جہانگیر اسے اس حالت میں دیکھ کر اس سے دگنا ٹرپ رہے تھے۔

داران نے سبکو ہو سپٹل پہنچایا تو وہاں بیلا کی کنڈیشن تو دور یچی حیدر اور بیلا کے چہرے کی آسودگی زیادہ طمانیت بخش تھی، جبکہ عمر اور سوہا کو دونوں کے پاس چھوڑے دار یہ اور داران کلینک نکلے اور وہاں کافی ٹائم لگ گیا لیکن اسکے بعد کچھ ادھورے کام تھے جنکی تکمیل کو دونوں آکیڈمی روانہ ہوئے۔

"دیکھو رجا! جلاد نے سختی سے منع کیا ہے کہ تم جانیہ سے مل نہیں سکتے۔ دیکھنے کی اجازت دی ناں، کیوں میری شامت بلوانا چاہتے ہو"

یہ تیسری بار تھا جب رجا کے ایک سے مطالبے پر صدیقہ نے اپنا سر پیٹا، اس بار تو وہ داران کے خوف کے زیر اثر سخت مضطرب تھی۔

"دیکھنے سے کام نہیں بن رہا ڈاکٹر صدیقہ! کچھ بات کرنی ہے، پلیز اگر جلاد نے پوچھا تو مجھے آگے کر دیجئے گا ویسے بھی مجھے کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے۔ کیا بگھاڑ لے گا اس نافرمانی پر، زیادہ سے زیادہ گلا دبا دے گا۔ لیکن میری کنڈیشن سمجھیں، ہمدرد نہ سہی میری ڈاکٹر ہونے کے ناطے ہی بات کرنے دیں"

کسی طور پر وہ جان چھوڑنے پر راضی نہ تھا، اوپر سے اسکا لہجہ ہارے جواری سا جیسے ملنے نہ دیا تو سر کی نس پھاڑ لے گا، ان مظلوم آنکھوں سے چھلکتی بے بسی نے صدیقہ کے پیروں کو جکڑ لیا۔

"اوکے لیکن اسے فزیکلی ٹچ مت کرنا، وہ اس ذہنی اور دماغی حالت میں نہیں ہے۔ اور کوشش کرنا سموتھ لہجہ اختیار کرو، اسے چڑانے سے بھی گریز کرنا۔ اسے گریول کی ماں کی وفات کے بعد سے

مانگرین کی بہت شدید شکایت ہے، اسی دماغی پسماندگی کے سبب ہی نروس بریک ڈاون ہوا تھا۔ اتنی بڑی نہیں ہے کہ اتنے صدمات سہے، قصور اور معصوم ہے۔"

نرم لہجے میں صدیقہ نے ہمدرد اور اسکی ڈاکٹر دونوں ہونے کا ثبوت دیا اور تسلی آمیز نگاہیں ڈالے وہاں سے چلی گئی جبکہ رجال نے سینے پر جمی سانس خارج کرتے بھاری قدم جانیہ والے کمرے کی طرف موڑے۔

"تمہارا نام کچھ الگ ہونا چاہیے تھا، جنھیں غصہ اور نفرت ہو وہ بھی پیار سے پکارنے پر مجبور ہو جائیں۔ جانیہ! ہنہ کیسا واہیات نام ہے"

صدیقہ کی ہر تاکید بھاڑ میں جھونکتا وہ بڑبڑاتے قریب آیا تو بہت درد میں ہونے کے باوجود جانیہ نے اپنی عام حجم سے زیادہ ہوتی آنکھوں میں زہر بھر کر کھولتے اسے پاس آکر رکتے دیکھا۔

"تمہیں شرم نہیں آئی، اگر تم واقعی مام سے پیار کرتے تھے تو مجھ سے کیوں میرج کی؟ آئی ہیٹ یو۔ گریول بھائی سے میرا کوئی لینا دینا نہیں پھر بھی تم نے مجھے ہرٹ کیا۔ میں یہاں سے جاتے ہی تمہاری کمپلین کروں گی"

ہوش میں آتے ہی وہ مسلسل چیخ رہی تھی، رجال واحد تھا جسے دیکھ کر ان نقاہت خیز آنکھوں میں نفرت اٹھی اور زبان رکی۔

"کس نے بکو اس کی یہ تمہارے ساتھ؟"

رجال کے ماتھے کی رگیں پھولیں۔

"آئی ریڈ آل لیٹرز، ودیورنیم۔ رجال چغتائی۔۔۔۔۔ کچرے کاڈبہ"

بھلے وہ بہت بیمار لگ رہی تھی پر جتنی قوت تھی اس سمیت دھاڑی۔

"دیکھو غصہ مت دلاؤ، میں بھی تمہارے لیے مرا نہیں جا رہا تھا۔ یہ سب اچانک ہوا، مجھے پتا ہوتا تھا کہ تمہارا تھوڑا خبر و روپا سا ہے تو آگ لگا دیتا تمہیں سر سے پیر تک پر یہ نہ کرتا، اس وقت تمہاری شکل پر غور نہیں کر سکا۔ دماغ خراب ہو گیا تھا گریول کی نفرت میں۔ لیکن اپنی غلطیاں سدھارنا آتا ہے مجھے، بہت پیار کرتا ہے گریول اپنی بہن سے، تو تمہاری تکلیف پر اندر تک تڑپے گا۔ اس بیچ تم مر بھی گئی تو اس اوکے، ویسے بھی گریول کے بعد تمہارا دنیا میں کوئی نہیں رہے گا"

وہ اتنے آرام سے جانیہ پر قہر برسا رہا تھا کہ وہ سن سی اسے دیکھتی ہی گئی۔

"ت۔۔۔ تو مذہب کیوں بدلوایا، مجھے گناہ گار کیا تم نے۔ میری دنیا برباد کی تو کیا میری قبر بھی منافقت کے عذاب سے ہیل بنانا چاہتے ہو۔ یوول پے فار دس ڈرٹی مین"

جانیہ بنا سر کے درد کے پوری قوت سے رجال کا گریبان دبوچے اس پر چڑھ گئی جبکہ رجال تو اس کے چہرے سے ڈسٹرکٹ ہوا تھا، وہ سچ میں خونخو اپنی ماں جیسی تھی، زرا بھی فرق نہ تھا خاص کریوں چلاتے چیتے۔

"منافقت کیسی، یہ مذہب سب سے بہترین ہے"

رجال نرم پڑا تو وہ اس پر طنزیہ ہنسی۔

"خود تو جیسے بہت اچھے اور نیک مسلم ہو؟ گندے آدمی۔ ریلیجن انسان کی ذاتی چوائز ہے کسی کو کوئی حق نہیں پہنچتا وہ کرنے کا جو تم نے میرے ساتھ کیا، تم نے سب بگھاڑ دیا۔ میں واپس برازیل چلی جاؤں گی، لیکن میں مر کر بھی کسی ایسے مین کی وائف نہیں بن سکتی جو میری ہی مام کالوور رہا ہو"

جانیہ کی بڑی بڑی ناراض آنکھوں سے اٹھتا دھواں رجال کو سلگا رہا تھا، اسے پکڑ کر جھٹکے سے بٹھائے رجال جھکا۔

"جانے تو نہیں دوں گا بے بی برڈ، تم روپانہ سہی خوبخو ویسی دیکھائی تو دیتی ہو۔ لا حاصل عشق کی آگ پر اتنی پھوار ہی کافی ہے۔ رہی بات مذہب کی تو ہمارے مذہب کی ڈیمانڈ تھی ورنہ کیسے بناتا تمہیں اپنی بیوی۔ کل کو تم میرے ساتھ میرے گھر جاؤ گی، ہماری فیملی کے بیچ رہو گی تو تمہارا دل بھی مطمئن ہو گا کہ یہی مذہب سب سے محفوظ اور بہترین ہے۔ اور کبھی میں تمہاری اس شکل پر بہک جاتا ہوں تو کوئی نقصان نہ ہو گا"

رجال نے اک اک لفظ مستی سے کہے جانیہ کی جان لبوں پر لائی جو اتنی تکلیف میں تھی کہ اس سے چینختا تک ناممکن تھا۔

"میں تمہارے ساتھ کیوں جاؤں گی آخر؟ ایسا مت کرنا ورنہ تمہاری پوری فیملی کو سزا دوں گی۔ میں ایسے نہیں سراؤں کر سکتی۔ دیکھو تم مجھ سے میری پوری پر اپرٹی لے لو، برازیل والا میرا ذاتی گھر بھی، بٹ لیومی۔ ایون آئی کانٹ بریتھ لائنک ڈیٹ"

شاید وہ خود کو مشکل میں جانے فطری خوف کھا رہی تھی جبکہ ڈاکٹر صدیقہ نے اسے سمجھایا بھی تھا کہ جانیہ کو ذہنی ٹارچر نہ کرے۔

"میں تمہیں خود آگے بڑھ کر ہاتھ نہیں لگاؤں گا، اب؟"

رجال نے زرا اسکی سرخی سے اٹی آنکھوں میں دیکھتے سوالیہ انداز اپنایا تو جانیہ نے گہرا سانس ان ہیل کیا۔

"ہول لائف، ٹل ڈیٹھ؟"

جانیہ کے لہجے میں ڈر تھا۔

"یس"

بہت پر اعتمادی سے جواب دیا۔

"پراس می؟"

وہ سانس سنبھالتی نم آنکھوں سے بولی۔

"یس، تم گریول کو ٹارچر کرنے میں مدد کرو کیونکہ وہ کیسا ہے تم اچھے سے جانتی ہو بس بن رہی ہو۔ میں تمہیں اس کے بدلے ایک بہت اچھی فیملی، گھر اور زندگی کی ہر آشنائیں اور سہولت دوں گا۔ اور سب سے بڑھ کر آزادی۔ ایک ماں بھی دوں گا جو تمہیں روپا کے حصے کی ساری ممتا دے گی۔ وہ ماں جس نے مجھے بھی میری ماں سے بڑھ کر شفقت دی۔ ویسے بھی گریول کے بعد تمہارا کوئی نہیں، اور جنکا کوئی نہیں ہوتا ان کے ساتھ یہ دنیا کیا کرتی ہے یہ مجھے بتانے کی ضرورت نہیں"

رجال کے صلح جو انداز پر جانیہ کچھ سوچنے کے بعد سر ہلا گئی۔

"لیکن اگر مجھے تمہارا ریلیجن پسند نہ آیا تو میں واپس کر سچن ہونے کا حق رکھوں گی، یہ پراس بھی کرو"

جانیہ نے پر اعتمادی سے اپنی مانگ سامنے رکھی۔

"اور اگر مجھے کوئی لڑکا اچھا لگ گیا تو میں اس سے شادی بھی کروں گی، اور تم مجھے پھر ڈائورس دو گے"

جانیہ کا اعتماد مزید بڑھا۔

"ڈن"

رجال کہہ کر واپس سیدھا ہونے لگا تو جانیہ کی پکار پر رکا۔

"ایک لاسٹ، میں تم سے مر کر بھی پیار نہیں کر سکتی یہ بات اپنے ذہن سے کبھی مت نکلنے دینا"

رجال نے اس پر بھی سر ہلا دیا۔

"ایک اور، اگر میں تمہیں پہلی اور آخری بار خود کو چھونے کی پریشن دوں تو کیا تم اسے اولیل کرو گے"

یہ سراسر وہ رجال کی آزمائش لے رہی تھی۔
"ہرگز نہیں"

سراکڑا کر جواب دیا، جانیہ کا اعتماد مزید بڑھا۔
"پھر بھی ڈرٹی مین ہی ہو"

غصے سے کہہ کر وہ منہ موڑے واپس تکیے پر سرٹکا گئی جبکہ رجال نے کچھ سوچتے واپس اس پر جھک کر دونوں ہاتھ تکیے کے اطراف جماتے جانیہ کو متوجہ کیا، لیکن حیرت تھی وہ بے خوفی سے رجال کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

"تمہاری سوچ کے ہر لیول سے بڑا ڈرٹی مین ہوں، تو اچھا یہی ہو گا دوبارہ ایسی بچگانہ آفرز دینے سے پہلے ہزار بار سوچنا۔ ویسے تو نہیں پر تمہارے اگلی بار کیسے ایسے سوال پر میں تمہیں مایوس نہیں کر پاؤں گا"

رجال کا اک اک دھمکی خیز لفظ جانیہ کے اندر تک سنسنی اتار گیا، جبکہ اس شخص کی آنکھوں میں ہلکورے لیتی تنبیہ، لہجے سے قدرے پر اثر تھی۔

جانیہ نے ڈر کر فوری سر ہلایا تب وہ اس پر سے ہٹ کر دور ہوا اور اک محظوظ نگاہ ڈالتا ہوا باہر نکل گیا جبکہ اپنی بگھڑی دل کی دھڑکنوں کو استوار کیے وہ گلے پر ہاتھ پھیرتی سانس کھینچنے لگی۔

رجال باہر نکلا ہی کہ سامنے سے آتے داران اور داریہ کو دیکھے دہراٹھٹکا، ایک تو وہ داران کے منع کرنے کے باوجود جانیہ سے مل کر آ رہا تھا دوسرا داریہ کے سامنے اب اس سے کھڑا رہنا مشکل تھا، دل چاہا زمین پھٹے اور وہ اندر دھنس جائے۔

"ڈاکٹر صدیقہ! جب منع کیا تھا یہ جانیہ سے نہ مل سکے تو کیسی جرت کی تم نے میری حکم عدولی کی" داران کا موڈ بگھڑا، صدیقہ فوراً بوتل کے جن کی طرح داران کے پکارنے پر حاضر ہوئی جبکہ داریہ کی افسوس بھری نظر اس وقت رجال پر تھی۔

"سر رجال بہت پریشان تھا، آئی ایم سوری لیکن اس نے جانیہ کو بالکل ہرٹ نہیں کیا۔ پراس کیا تھا کہ جسٹ بات کرے گا"

صدیقہ نے گھبرا کر وضاحت دی لیکن رجال نے یوں داران کو دیکھا کہ اسکی تیر نظر اسے بھی دہلا گئی۔ "بنا ہرٹ کیے بات کرنے کا طریقہ آتا ہے کیا تمہیں، اب کیا مقصد ہے تمہارا اس سے ملنے کا۔ میں نے وارن کیا تھا کہ دور رہنا اپنی ڈٹوٹی پوری کرو (جلاد کی عورت کے پیر پڑنے کی)، میں تب تک جانیہ سے ملتا ہوں۔ اگر تم نے اسے چھوا بھی ہے تو تمہاری چھونے کی حس آج جلاد جڑ سے ختم کرے گا"

داران نے قریب رکتے اسکی آنکھوں میں پوری سفاکی سے آنکھیں ڈالیں اور رجاں کی رحم طلب نظر کی پرواہ کیے بنا صدیقہ کے ہمراہ جانیہ کے کمرے کی طرف بڑھا البتہ رجاں سے آنکھیں ملانا دور داریہ سے آنکھیں بچانا تک جان جو کھم کا کام لگا۔

لیکن داریہ کی آنکھیں اسکی تکلیف جاننے کے بعد کچھ اور طرح کے غم و غصے سے بھری تھیں۔

"کیا کہا تھا پوچھ کر پائمال کرنے والوں کی قدر کروں، بڑے گھٹیا ہوا کرتے تھے تم رجاں چغتائی۔ لیکن ایک بات کہوں، اگر تم ہمت کر کے میرے پاس آتے، اور اپنے باپ کے بارے بتاتے تو ہم مل کر اسے سزا دلواتے۔ لیکن تم نے اپنے اندر کی نفرت کو معصوم جانوں پر ظلم کر کے دبایا، آئی نو یو آر ناٹ ریسپسٹ بٹ یو آر ایول سوول۔۔۔ عاقب اور انو کی طرح میں نے ہمیشہ سے تمہیں بھی اپنا دوست، اپنا بھائی بنانا چاہا، کیونکہ ہم سبکی زندگیوں میں الگ الگ نوعیت کی جنگ چل رہی تھی، ہم چاروں اگر پوری سچائی سے ایک دوسرے کا مرہم بنتے تو بات کچھ اور ہوتی، پر تم نے اور عاقب نے اپنا راستہ الگ چن لیا۔ میں نے ہمیشہ برائی کے اندر کی وجہ تلاشنے کو اہمیت دی، تم مجھے یا انو کو نہیں بتا سکے لیکن عاقب۔۔۔ اس سے مدد لے لیتے، ویسے تو بڑا تیس مار خان بنا پھر تا تھا، تمہارا در د بھائی کی طرح کیوں نہیں دیکھا اس نے؟"

داریہ اس پر نہ چلائی نہ چینیخی کیونکہ یہاں آنے کے بیچ داران نے اسے رجاں کے ساتھ ہوتے ظلم بتا دیے تھے۔

رجال نے شرمندگی ترک کرتے داریہ کی طرف دیکھا۔

"اسے پتا تھا میں غلط لوگوں کے ساتھ مل چکا ہوں لیکن پوری سچائی اسے بھی میں نے پتا نہیں چلنے دی یہ تو تمہارا یہ جلا دہے جس نے دھوکے سے سب اگلو الیا مجھ سے۔ عاقب کو اتنی سچائی بتائی جتنی اسکے حق میں بہتر تھی اور اسکی میرے لیے بیزاریت برقرار رہتی تاکہ اسکے اندر کی فطری بردار نہ محبت میرے لیے ابدی نیند سوئی رہے۔ میں نہیں چاہتا تھا میری خاطر میرا کوئی قریبی اس آگ میں پھنس جائے۔ میں اکیلا تھا اور مجھے اکیلا ہی مرنا تھا۔ اینڈیس آئی ایم ناٹ ریسپیسٹ کیونکہ مجھ سے آج تک یہ معرکہ ہوا ہی نہیں، جسے خود عرصے سے روند اگیا ہو وہ چاہ کر بھی وہ تکلیف کسی دوسرے کو نہیں دے سکتا بھلے کتنی ہی درندگی کرنے کا پلین کر لے۔ میں پھر بھی تمہارے پیڑ پڑ کر معافی مانگنے کو تیار ہوں کیونکہ میرے باپ نے بھی تمہاری عزت پر ہاتھ ڈالا تھا اور میں نے بھی وہی کیا۔ تمہارا وہ پاگل آدمی سہی کہتا ہے، روند اجائے یا محض کوشش کی جائے ایک برابر ہے۔۔۔"

رجال کی آنکھیں ندامت سے پھر جھک گئیں۔

جانیہ ٹھیک تھی اس پر داران کو قدرے حیرت ہوئی دوسرا وہ داران کو کافی پرسکون بھی لگی اور تبھی وہ واپس باہر پہنچا جہاں داریہ اور رجال ویسے ہی آمنے سامنے کھڑے تھے۔

"تم ابھی تک ٹیلے بن کر اکڑے ہو، پیڑ پڑو داریہ کے، معافی مانگو اپنے کرتوت کی"

گرم کھولتے لہجے میں داران کے حکم پر رجال دانت پیتا پلٹا پر داران کے گھورنے پر فوراً سے مٹھیاں
بھیج گیا جبکہ داریہ نے جن رحم طلب نظروں سے داران کو دیکھا وہ بتا رہی تھیں کہ مہربان فلورنس پھر
پگھل گئی۔

"اپنی داریہ سے بھی پوچھ لو، کیا وہ بھی تمہاری طرح سفاک ہے یا نہیں۔ اور زیادہ مجھ پر چڑھو
مت، تمہارا ماتحت بن گیا ہوں پر غلام نہیں کہ میری عزت نفس مجروح کرو۔ جلاد ہو گے تم اپنے
گھر، مجھے تکلیف ہو رہی ہے تمہاری اس ٹون سے"

رجال کی غم سے پھٹی آواز پر داران نے اس دورو پے کے مسکین کو دیکھے جڑے تانے۔
جبکہ اس سے پہلے دو جھانپڑا اس جذبات کنگ کو سیکتا، داریہ نے لپک کر داران کا بازو دبوچے بھڑنے
سے روکا۔

"ماہیر! پلیز۔۔۔۔۔ ہی ڈیزرو گڈ"

داریہ کا فیصلہ داران کو دل و جان سے منظور تھا جبکہ رجال کی آنکھوں میں حسرت بنا غور کے دیکھی جا
سکتی تھی۔

"بے رحم جلاد"

رجال کی زبان کو چین نہ تھا۔

داریہ نے دونوں کو اس بار گھورا جو ایک دوسرے کو نوچ کر کھانے پر تیار تھے۔

"میں تمہیں ایک شرط پر معاف کروں گی کہ تم کل ہی جانیہ کو لے کر پاکستان واپس چلے جاؤ، آئی پراسس گریول کے گندے انجام کی لائیو کوریج دیکھائیں گے تمہیں۔ تم مزید خود کو اور جانیہ کو تکلیف مت دو۔ گریول کو اب ٹارچر نہیں سیدھا جہنم واصل کریں گے اور اسے چینخنے کی مہلت نہیں ملے گی۔ تم کچھ دن گھر جاؤ، جانیہ کو بھی اس ٹاکس ماحول سے لے جاؤ۔ کیونکہ جلد تمہیں واپس آنا ہے"

داریہ آگے بڑھی تو رجا ل نے آنکھیں اٹھائیں، وہ حیرت زدہ تھا۔

جبکہ داران پر سکون ہوئے کرسی پر چوڑا ہوتا شر دبار نظریں رجا ل کی حیرت پر مرکوز کیے ہوئے تھا۔
"میں واپس نہیں آنا چاہتا، تم پیر پکڑ والو پر ابھی جانے کا مت کہو۔ میں اپنے ہاتھوں سے گریول کو سزا دینا چاہتا ہوں"

تاسف کے سنگ رجا ل نے التجاء کی۔

"جتنی دی ہے کافی ہے، گند ہی پھیلے گا۔ اور واپس تو تمہیں آنا ہے"

داریہ کی بات رجا ل کے پلے نہ پڑی تبھی داران خود ہی ہنکارا۔

"کیوں آنا ہے؟"

رجا ل اس بار سخت لہجے میں غرایا۔

"اس لیے کہ تمہاری سزا تمہاری قوت و برداشت سے بہت بڑی سنانے والا ہوں، اب سے جلاد کی ہر ذمہ داری تم اپنے نازک کندھوں پر اٹھاؤ گے اور میں صرف عیش و آرام کروں گا۔ سمجھے۔ You

will be the next executioner of Moscow"

گویا قیامت تو یہ تھی جس نے رجال سے لمحہ بھر حقیقی معنوں میں ہر حس سلب کی۔

سائمن تک حیرت میں تھا یہی کیفیت باقی ٹیم ممبرز کی تھی۔

"واٹ! ان۔۔ نو۔ تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ نہیں تم اتنے ظالم نہیں ہو سکتے۔ تمہیں رحم نہیں آتا، کس

قسم کے جلاد ہو۔ م۔۔ مجھ سے نہیں ہو گا سمجھو اس بات کو۔"

رجال کے پھڑپھڑانے پر داران کرسی سے اٹھا تو وہ سہم کر دور ہوا، اس وقت داران اسے خونخوار نظر آ رہا تھا۔

"یہ میرا آرڈر ہے، چوائز نہیں دی پلیٹ میں رکھ کر۔ ماننے کے سوا تمہارے پاس کوئی راستہ نہیں۔ آئی

نیڈ آلونگ بریک۔ یہی وہ واحد حل ہے کہ تم زندہ بھی رہ سکو گے، ماں کے پاس بھی رہ سکو گے اور ہو

سکتا ہے جانیہ کے دل میں بھی تھوڑی سی جگہ پالو ہیر و بن کر کیونکہ ولن رہے تو چھتر ہی پڑیں

گے۔ سوچ لو، انکار کیا تو میری گن ہوگی اور تمہارا سر"

داران نے اسکی بے بسی پر گویا اپنے حکم کا جھنڈا گاڑا، جبکہ رجال جانتا تھا اس سنگ مرمر کی دیوار سے سر پھوڑ کر وقت سے پہلے بری موت مرے گا تبھی دلبر داشتہ سا وہاں سے نکل گیا البتہ داریہ کو اس بارے علم تھا پر اسے داران کا لہجہ کچھ ظالم لگا۔

"ماہیر! کتنے ظالم ہو تم۔ پیار سے بھی تو کہہ سکتے تھے"

داریہ کو لیے وہ اپنے آفس آیا تو وہ شکوہ کیے بنا نہ رہ سکی، داران نے اسے اپنی رولنگ کنگ چیئر پر ملکہ کی طرح بٹھایا اور کرسی کے دونوں ہنڈلز پر ہاتھ جمائے وہیں جھک گیا۔

"میرا سارا پیار تم نے جو لوٹ لیا ہے، دیکھو وہ جتنا بھی پاک پانیوں سے دھل جائے، میری فلورنس کو بری نیت سے چھوایہ گرہ میرے دل سے نہیں کھلے گی اور میں ایک انسان ہوں عام سا جسے رویے اور اعمال متاثر کرتے ہیں۔ یہ بھی بہت رعایت دی ہے، میرے پاس اس سے زیادہ نرم مرہم نہیں ہے اسکے لیے، وہ جلد سمجھ جائے گا کہ میں نے اسکے ساتھ کتنی نرمی برتی۔ وہی اس رینک کو سنبھال سکتا ہے کیونکہ اس نے تکلیف سہی ہے، وہ اچھائی کی طاقت کی قدر کرے گا۔ وہ دوبارہ کسی رجال یا رابل کو گریول جیسے جانور کا شکار ہونے نہیں دے گا۔ یقین مانو داریہ! میرے لیے بھی اپنے پیارے یار کا عہدہ اسے سوچنا جان لیوا ہے پر بڑے مقاصد کے لیے چھوٹی قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ تم میرا ساتھ دو میری آنکھوں کے سکون"

داریہ کا ہر اعتراض اپنی موت مرا، الٹا وہ جذباتی ہو کر رہ گئی، دونوں نرم ہتھیلوں کو داران کے رخساروں سے جوڑا۔

"دوں گی ساتھ اس لیے میں تمہیں ایک مددگار ساتھی اور دینا چاہتی ہوں۔ اس سب کے ختم ہونے کے بعد میں یعنی داریہ تمہاری بیٹی بیوی بننے کو دل و جان سے تیار ہوں سو اپنے ہونہار شاگرد بارس کو تمہاری فرزندگی میں دینا چاہتی ہوں۔ تم اسے اس آکیڈمی کا انچارج دینا، وہ تمہیں کبھی مایوس نہیں کرے گا"

داریہ کا گفٹ اسکی طرح بے حد خاص تھا، داران کھل کر مسکرایا اور یہ اس شخص کی دل و جان سے ہاں تھی۔

"ارے واہ! یہی تو چاہتا تھا کہ کوئی آکیڈمی بھی سنبھال لے کیونکہ میں تو تمہیں سنبھالنا چاہتا ہوں، انتہائی فرصت سے، تم اتنی اچھی کیوں ہو؟ کیا تم آسمان سے میری زندگی کی آسانی بن کر اتری ہو فلورنس؟"

داران کی بلو آنکھیں خمار و رشک کا مسکن بنیں داریہ کے اندر تک ٹھنڈک بن کر اتریں۔
پھر اس شخص کا سوال تو آفت تھا ہی، بولتی آنکھوں کا انداز ظالمانہ۔

"میں آسمان سے تمہاری آسانی لے کر اتری تھی، پر تم نے مجھے اپنی آسانی خود بنایا اور میری بھی۔ میں بہت خوش ہوں کہ تم اب صرف میرے جلاد بن کر میرے پاس رہو گے۔ میں بتا نہیں سکتی میں اس

وقت خود کو کتنا لکی محسوس کر رہی ہوں۔ میرے اور اپنے حق میں بہت پر سکون فیصلہ کیا تم نے ماہیر، میں اس وقت بہت خوش ہوں۔ ہر بار تمہارے سبب ملتی خوشی پر یہی سوچتی ہوں یہی انتہائی ہے پر نہیں اگلی خوشی کا سرور الگ ہی ہوتا ہے، تم کیا ہو؟ اتنا ہارش اور روڈ جلا دیکسے میری روح کا سکون بن گیا، یہ سچ میں اللہ کی کوئی خاص نوازش ہوئی ہے مجھ پر"

دیوانگی کی حدوں کو چھو تا داریہ کا ہر انداز ہی ماہیر کو بدحواس کرنے لگتا تھا، یہ لڑکی ان دو کے بیچ کا سحر اول لمحوں سے بھی ہزاروں گنا طاقتور کر چکی تھی۔

"تم پر نہیں، یہ نوازش مجھ پر ہوئی ہے۔ دیکھا میرا ساتھ دینے کا انعام۔ مل گیا ناں ماہیر شاہ تمہیں پورا" اف یہ اتر اہٹ، اس پر تو دنیا میں رشک کر سکتی تھیں۔

"ہاں، پورے کا پورا۔ اپنی اس کھلی غاروں والی ناک سمیت"

داریہ کی مسکراہٹ کھنکی تو اسکی ناک کو بیچ میں لائے جان بوجھ کر داران کو چڑایا۔

"باخدا! ماں بننے کے بعد بیویاں ایسے ہی شوہروں کے رومینس کا ستیاناس کرتی ہیں سستی جگتیں مار کر۔ تبھی، تبھی ڈر رہا تھا کہ میری فلورنس دور ہو جائے گی مجھ سے"

لمحہ لگا تھا اسے روٹھ کر سیدھا ہونے میں پر داریہ نے باہیں اسکی گردن میں لپیٹ کر بہت قریب آ جاتے مقابل کی چڑ کو سرور میں بدل دیا۔

"You trying to take my breath away?"

کمر جکڑ کر داریہ کی نشیلی آنکھیں کھوجتے سوال کرتا وہ خود سے بے خود تھا۔

"Yes, absolutely"

نمار سے اٹی سرگوشی کیے وہ داران ماہیر شاہ کی خفگی خوبصورتی سے دور کر چکی تھی جبکہ محبت کی اتنی شدت پر صدمے سے جلاد صاحب گر پڑتے حالات کچھ یہی بتا رہے تھے۔

.._____..

"یہ زحمت کیوں کی؟"

ماول، ایاد کے ساتھ کچھ دیر گھر آئی تو ایاد نے اسکے لیے خود لانچ بنایا، جب تک شاور لیے وہ فریش ہوئی، ڈائننگ پر کھانا دیکھے حیرت سے پلٹی، کیونکہ اسے تو لگا تھا وہ کچھ آرڈر کرے گی پر ایاد نے ایک واحد ماموں سے سیکھا پاستا فوراً سے بنالیا۔

جواب کے لیے ایاد نے منہ کے بجائے ہاتھ استعمال کرتے کمر سے پکڑ کر ماول کو اپنی طرف کھینچا، خفیف سی گھبرائی پر فوراً چہرے پر خفا ہونے والا تاثر سجایا۔

"کیا میں اپنی جان کے لیے کچھ سپیشل نہیں کر سکتا، مجھے ایسا لگا جیسے تم ناراض ہو۔ سوچا پہلے تمہاری ناراضگی دور کرنی چاہیے"

ایاد کے پیار پر وہ اور غصہ ہوئی بلکہ رونا آیا۔

"تو ناراض کیا ہی کیوں؟ میں جب ہرٹ تھی، آپ نے مجھے پیار کیا تھا تو میں مان گئی۔ پر آپ اور جن بن گئے۔ آپ کو پتا ہے ایاد آپ بہت روڈ ہیں، صرف ہم سبکے ساتھ نہیں بلکہ خود کے ساتھ بھی وہ حادثہ تھا پر آپ نے اپنے بابا کو کتنے ہارش ورڈز میں وجہ ٹھہرایا۔ کیسا دل ہے جو اپنے بابا کے لیے پگھل ہی نہیں رہا۔ سوچیں انکو اس بڑھاپے میں کچھ ہو تو اس گلٹ سے نکل سکیں گے؟"

وہ ناراض صرف ایاد کی حد درجہ سفاکیت پر ہے یہ جان پر وہ کچھ سکون میں آیا۔

"مت ستائیں انھیں، کیا پتا وہ اتنے گناہ گار ہوں ہی ناں۔ آپ کو پتا ہے بھیا نے ایک بار مجھے ایک بات کہی تھی کہ کسی کی بے گناہی جانی ہونا تو اس انسان کی پچھتاوے کے لمحے بھیگی آنکھیں اور کڑک آواز پر غور کرنا چاہیے۔ اسی میں سب چھپا ہے۔ مجھے زمیل انکل کو دیکھ کر غصے کے بجائے ہر بار دکھ ہوا۔ آپ کیوں نہیں سمجھتے کہ ماں باپ میں کوئی ایک بھی کھو جائے تو دوبارہ نہیں ملتا"

ماول کی آنکھیں رنج سے گلابی ہوئیں تو اسکے نمدیدہ الفاظ پر ایاد کی آنکھوں میں بھی تڑپ جگی۔

لیکن اس سے پہلے وہ تکلیف سے کمزور پڑتا، ماول نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرے دونوں آنکھیں پیار سے چومیں۔

"کچھ وقت لیں بے شک، اچھے سے خود کو سمجھانے کے لیے لیکن پلیز اپنے بابا کو معاف کر دیں۔ تاکہ آپ کو سکون آئے۔ انہوں نے جو برا کیا اسکا حساب انکے، اللہ کے اور اپنی ممی کے بیچ رہنے دیں۔ اپنی سانس آسان کریں میلنگا۔ میں نہیں دیکھ سکتی آپ کو یوں"

شاید ماول یہاں بھی اپنی محبت میں بازی لے گئی تھی، ایاد نے اسکے دونوں ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹا کر باری باری شدید محبت سے چومے۔

"میں پوری کوشش کروں گا، تم مجھ سے دوبارہ خفامت ہونا ماول"

وہ پھر سے امید دار ہاتھ لیکن ماول کے پاس یقین کرنے کے سوا کوئی چوانز نہ تھی۔

"نہیں ہوں گی پر مجھے انگور مت کیا کریں، میں آپکو تکلیف کے وقت پیار کروں تو سنبھل جایا کریں۔ اب بیٹھیں اور مجھے اپنے ہاتھوں سے لچکروائیں، پانی بھی خود نہیں پیوں گی، سب آپ کریں سزا ہے"

فورا سے ماہرانی بنی وہ کرسی پر بیٹھی تو ایاد کا دل بھی اسکے مان جانے پر قدرے ہلکا ہوا، وہ ماول کو اپنے ہاتھوں سے کھلانے پر دل و جان سے راضی تھا۔

جبکہ ماول خود ہی فرمائش کر کے اپنی جان خطرے میں جاتی محسوس کر رہی تھی کیونکہ ایاد کی نظریں اسکے ہونٹوں، آنکھوں اور گردن کے بیچ ہی گردش کر کے ماول کا حلق تنگ کر رہی تھیں کیونکہ اب وائف نہ بنتی تو وہ شخص مکمل سکون میں کیسے آتا۔

.._____..

رجال اس جلادی دوز کے بعد کئی گھنٹے اپنے کمرے میں ہی رہا، بھوکے پیاسے اس سزا کا جب جی بھر کر ماتم منا چکا تب اگلے دن واپس فلیٹ آیا جہاں بیلا کو ہو سپتال سے وہ لوگ گھر لے آئے تھے اور خوب خیال رکھا جا رہا تھا۔

جب رجال آیا تو وہ لوگ لپچ ہی کرنے والے تھے۔

"نکل آئے تم ماتم سے؟ بیٹھو اور بتاؤ کیا فیصلہ ہے تمہارا۔ عمر اندر سے میری گن پکڑانا لا کر تاکہ اسکا اگر انکار ہے تو یہیں قصہ تمام کر دوں"

داران کے کٹھور استفسار پر عمر بھی دوڑا جا کر گن لے آیا جبکہ بیلا، یچی، سوہا، اور داریہ کی ہمدردیاں اس وقت بچارے رجال کے ساتھ تھیں۔

"مجھے منظور ہے لیکن ایک شرط پر، مجھے ایک ہفتے کی مہلت چاہیے۔ اور اختیار بھی۔ میں گریول کو ماروں گا نہیں لیکن میں اسے آخری حد تک اذیت دینا چاہتا ہوں۔ یقیناً تم بھی رابل کے مجرم کی تکلیف پر راضی ہو گے، بس اسی شرط پر میں یہ سزا قبول کروں گا اور تمہاری بات مان کر جانیہ کے ساتھ کچھ دن کے لیے پاکستان بھی جاؤں گا۔ اگر نہیں تو گن تمہارے ہاتھ میں ہے، ختم کر دو یہ قصہ"

رجال نے اپنی مانگ بنا کسی لپٹی کے سامنے رکھی جس پر لمحہ بھر سب صدمے میں گئے، لیکن داران نے فوراً سے اٹھ کر کھڑا ہوتے گن عمر کو واپس کیچ کر واتے رجال کی غصے سے بھری آنکھوں میں اپنی گرنیش بلو آنکھیں گاڑیں۔

"منظور ہے مجھے، یاد رکھنا مرنا نہیں چاہیے۔ جاو لگ جاو اپنے کام پر"

داران کی طرف سے جواب ملتے اس سے پہلے وہ غصے سے جاتا، داران نے اسکی بازو دبوچے پھر روکا۔

"کھانا ٹھوس کر جانا اب، ورنہ ہمارا کیسے ہضم ہوگا"

داران کا لہجہ اس بار نرم تھا پر الفاظ ویسے ہی سخت۔

"ایسے آفر کرو گے تو تمہارے سر پر کچھ الٹ دوں گا"

رجال نے غرانے کے جیسے جواب دیا، داران سمیت عمر کی بھی ہنسی نکلی البتہ باقی سب نے مل کر عمر کو گھوریوں سے ہی پیلا کر دیا۔

"آہاں، رسی جل گئی پر بل نہ گئے۔ آئیے رجال صاحب، ہمارے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے ہوئے ہمیں اپنے دیدار سے فیض یاب کیجئے"

داران نے بھی گن گن کر بدلے لینے کی ٹھانی تھی، دارا یہ نے اسے کہنی رسید کی اور رجال کو آنے کا رستہ دیا، داران اسکے منہ پھلانے کے باوجود کرسی سنبھال لینے پر اس بار دل ہی دل میں محظوظ ہوا لیکن خدا گواہ تھا پورا ٹائم دونوں ایک دوسرے کو سوتنوں کی طرح آتشی نظروں سے گھورتے رہے۔

خیر اسکے بعد رجال کے لیے مشکل کام جانیہ کو اپنے پلین میں ملانا تھا۔

"کیا تم مجھے سچ میں مارو گے، مطلب مجھے جھوٹا چینخنا نہیں آتا"

رجال کی ساری ڈیل سننے کے بعد جانیہ صدمے میں تھی۔

"دیکھو تمہیں ایسی ایسی کہانیاں بنا کر اسے بتانی ہیں جو اسے اموشنلی ٹارچر کریں، جیسے اسکی ماں کیسے مری۔ وہ سب، جھوٹ بھی گڑ سکتی ہو۔ تم یہ بھی بتا سکتی ہو کہ تمہارا ریپ کیا جا رہا ہے، وہ تمہیں اپنے مقصد کے لیے کسی کے بھی آگے ڈال دیتا لیکن بنا کوئی فائدہ پائے تمہارا ہاتھ سے نکلنا اسکی بڑی ٹنشن ہو گا۔ اسکے تمام مقاصد ادھورے ہیں، اسکی تمام پراپرٹی ضبط ہو چکی ہے، وہ گلی کے آوارہ کتے کی طرح موسکومیں یاد کیا جا رہا ہے"

رجال نے بہت برداشت دیکھاتے چند مثالیں دیں جبکہ جانیہ کو ساری سچائی گریول کے متعلق بتائی جا چکی تھی تبھی وہ اس بار غصہ نہ ہوئی۔

"لیکن میرا ریپ تو نہیں ہوا، اصل والی فیل کیسے لاؤں گی۔ اور اس سب میں میرا کیا فائدہ ہو گا؟" جانیہ نے اسے غصہ دلانے کا پھر سامان کیا، اوپر سے اسکی صورت بڑا امتحان تھی۔

"ایک اچھی زندگی کا وعدہ کیا تو ہے، کیا تمہیں ملک کا صد دینا دوں؟ غصہ مت دلاؤ۔ رہی بات فیل کی تو میرے زرا سے سخت ہولڈ کرنے پے ہی تمہاری بہت ریل چینخیں نکلیں گی لہذا مجھے کسی درندگی پر مت اکساؤ"

رجال کا ضبط دفعتاً جواب دے گیا، جانیہ نے نظریں سی چرائیں اور خود کو کمپوز کیے اپنا ہاتھ رجال کی طرف بڑھا گئی۔

"ڈیل"

جانیہ کے ہاتھ کو دیکھتے بنا کوئی ریسپانس دیتا وہ اٹھ کر کمرے سے نکل گیا جبکہ جانیہ نے اہانت پر سرخ ہوتے اپنا ہاتھ مٹھی کی صورت بھیج لیا۔

ویسے تو رجاں کو یہی بتایا گیا تھا کہ جانیہ کو ہر سچ بتایا جا چکا ہے اسکی زندگی کے علاوہ لیکن صدیقہ نے جانیہ کو رجاں اور رابل کے ساتھ ہوئے ظلم کا بتا کر شاید بہت بڑی نیکی کی تھی کیونکہ جانیہ چند گھنٹوں میں بالکل الگ سمت میں سوچنے لگ چکی تھی تبھی تو رجاں کے ہاتھ نہ تھامنے نے اسکو عجیب سی تکلیف دی۔

.._____..

عاقب، انیب اور جاسم کی پاکستان واپسی ہو چکی تھی، زمیل کی طبیعت خود حمین سے سب سے نظریں بچا کر مل آنے سے بہتر ہو چکی تھی۔

جاسم کی موجودگی کچھ سرد مہری کا سبب رہی پر وہ لوگ کھلے دل سے اسے خوش آمدید کرنے پر مجبور تھے۔

جاسم خود ہی اتنا اثر مندہ تھا کہ اسکی کسی کے سامنے نظر ہی نہ اٹھی، پر پھر بھی انیب اور عاقب کو خوشی تھی کہ سب نے جاسم موہان کے ساتھ بڑے دل والے کی طرح سلوک کیا۔

شمن اور جہانگیر کو ایک بار پھر اس خوبصورت رشتے کی مبارکبادیں وصولی پڑیں، انیب اور عاقب دونوں ہی بہت خوش تھے، جاسم موہان یہاں آکر خوش نہیں تھا، کیسے خوشی مل سکتی ہے اس چار دیواری میں جہاں آج بھی سبرینہ کی یادیں سانس لے رہی ہوں۔

لیکن وہ انیب اور عاقب کے لیے ہر صبر و برداشت سے گزر جانا چاہتا تھا، سب مل بیٹھے تو نئی خوشیوں پر باتیں ہونے لگیں۔

دس دن بعد رخصتی کی ڈیٹ فائنل ہوئی جسکی وجہ عاقب کی اچانک آجاتی کچھ بزنس کی مصروفیت تھی کیونکہ داران کی غیر موجودگی میں اس پر شاہ انڈسٹری کے ورک کا برڈن ہمیشہ بڑھ جاتا تھا، اسے کبھی کام کے بوجھ سے مسئلہ نہ ہوا تھا مگر اب اسکی زندگی میں انیب تھی اور تبھی یہ مصروفیت کچھ زیادہ حاوی محسوس ہوئی، تبریز بھی تو آفس کا سارا بوجھ عاقب پر ڈالے اپنے یار کی تیمارداری میں لگے تھے۔

لیکن عاقب کو کوئی اکتاہٹ نہ ہوئی، وہ اپنی زندگی کو مصروف ہی پسند کرتا تھا، گویا چغتائی پبلس میں عاقب اور انیب کی شادی کی تیاریاں اگلے دن ہی شروع ہو گئیں۔

دو دن بعد حمین بھی ہو سپٹل سے ڈسچارج ہو کر اپنے لاڈلوں کے پاس صحت و عافیت لیے لوٹ آیا۔ اس سب وقت کے بیچ عزیزے اور تبریز نے اسے یا اسکے پیاروں کو کسی کمی کا احساس نہ دلایا اور اچھے احباب تو ہوتے ہی وہ ہیں جو دکھ اور مصیبت کی گھڑی رگ جان سا آکر ساتھ کھڑے نظر آئیں۔

دن گزرنے لگے، جانیہ کی سوچ رجال کے ساتھ چوبیس گھنٹے رہ کر بدلنے لگی، اس ایک ہفتے وہ اسکے ساتھ رہی، وہ سنجیدہ رہتا یا زیادہ تر خاموش، بات کرتے ہوئے وہ جانیہ کی طرف دیکھنے سے گریز کرتا۔

اسے صرف ضرورت کے وقت مخاطب کرتا، اس ایک ہفتے میں صدیقہ گواہ تھی کہ کیسے جانیہ کی ان آنکھوں میں مہربانی اتری جن میں رجال کے لیے نفرت اور غصہ تھا، اور وہ اس عجیب سے تعلق کے لیے من ہی من میں خوش ہوتی داران کو ساری رپورٹس پہنچاتی رہی۔

بیلا کو کسی نے اکیلا نہ چھوڑا، وہ بیڈریسٹ پر تھی لیکن کسی نے ایک لمحہ بورنہ ہونے دیا، الٹا وہ باتیں سن اور کر کے تھک جاتی تو پھر یچی کی محبت اور فکر لٹاتی موجودگی میں اپنے دکھوں کو دوا ہوتا محسوس کرتی۔ داریہ، داران، سوہا اور عمر موسکو گھومتے رہے، یچی، بیلا کی وجہ سے اکثر و بیشتر یہ اوٹنگ مس کر دیتا، ایون اگر بیلا سورہی ہوتی اور وہ لوگ اسے ساتھ چلنے کا کہتے تو وہ تب بھی منع کرتا کہ اگر وہ جاگ گئی اور اکیلے میں کچھ الٹا سوچ کر اس ہوئی تو کیا ہوگا۔

کبھی کبھی تو ان چاروں کو یچی کو دیکھ کر حیرت ہونے لگتی کہ یہ وہی بندہ ہے جو ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتا تھا لیکن محبت میں کیا اکڑ، کیا میں۔

اس نے بھلے کچھ نہ کیا ہو بیلا کے لیے لیکن یہ ایک ہفتہ جو اسکے سائے کی طرح قریب رہ کر اسے سنبھالتا رہا، اسکے کہے ہر برے لفظ کی، ہر دل آزاری کی تلافی پر بیلا کے دل کی جانب سے مہر لگ گئی۔

.._____..

After 8 days.....

"جانیہ اور رجال نکل گئے ہیں پاکستان، ابھی ڈاکٹر صدیقہ کا میسج ملا۔ ویسے اب ہمیں بھی گریول کا خاتمہ کیے یہ کام سمیٹ دینا چاہیے۔ پچھلے چھ سات دن سے بچارا موت کی التجائیں کر رہا ویسے جانیہ نے رجال کے ساتھ مل کر خوب ٹارچر کیا اس منحوس کو۔ سمجھدار بچی نکلی۔ سچ جاننے کے بعد اس نے بھی حق کا ساتھ دیا۔ اور رجال کو بھی یہ دن تسلی سے گریول کو ٹارچر کیے سکون مل گیا تبھی تو وہ جانے پر رضامند ہوا۔۔۔"

لنچ آج داران اور یچی نے بنایا اور لنچ میں خاص بیلا کے لیے پائے بنائے گئے کیونکہ ہفتے کی خدمت اور تیمارداری کے بعد بھی وہ کافی ویک تھی، اور داران کے بقول اسے طاقت و قوت والی دیسی غذائیں درکار ہیں۔

"تم چاروں بھی کل نکلو، میں اور داریہ اکیلے ہی اس گند کا صفایہ کرنے کو کافی ہیں۔ ویسے بھی اب بیلا سفر کر سکتی ہے۔ تم لوگ جاو، فیملی ٹائم سپینڈ کرو۔ اب زیادہ بڑا کام نہیں بچا"

داران نے سیلڈ بناتے مصروف انداز میں چاروں کو چلتا کرنے کی بات کی تو چاروں جیسے داریہ اور داران کو مستی سے تکتے لگے، بچارے دونوں ہی کنفوز ہو گئے۔

"یہ کیوں نہیں کہتے بھاکہ آپکو اپنے اور داریہ آپہ کے بیچ ہم چار عدد دھڑے مزید برداشت نہیں، ہم بالکل مائینڈ نہیں کریں گے"

سوہانے ہی سب کے بحاف پر داران کو تنگ کیا، داریہ تو مسکرا دی پر داران نے چاروں کو ایسی سوچ پر دل میں شاباشی پر اوپر اوپر سے گھوری دے کر کام ختم کیا۔

"اوہیلو! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ انجمن صاحبہ تم چاروں کو ساتھ دیکھ کر جی اٹھیں گی اور یہ اب ہو جانا چاہیے۔ نئی نئی شادیاں ہیں تم چاروں کی جا کر انجوائے کرو، مگر نہیں شک ہی کرنا جاسوس کی اولادو"

داران کا کیوٹ سا جواب سنے سب ہی ہنسنے البتہ داریہ نے داران کو دیکھے جس معنی خیزی سے سمائیل دی اس پر جلا د صاحب کی مسکراہٹ بھی بے قابو ہوئی۔

خیر بحث اس بات پر ختم ہوئی کہ کل سوہا، یچی، عمر اور بیلا واپس پاکستان جانے والے تھے جبکہ داریہ اور داران دو تین دن بعد۔

ہاں سب نے داران کو گاہے بگاہے تنگ کرنا ہنوز جاری رکھا۔

.._____..

انیب کو اپنی مہندی والی ڈریس کی فٹنگ کروانی تھی لیکن شادی کے کسی نہ کسی کام میں ہر بندہ مصروف تھا، عاقب کو بھی رجاں کو لینے ایئر پورٹ نکلنا تھا تبھی وہ خوشاب سے آج جلدی واپس آگیا تھا پر انیب کے لیے آخری امید وہی تھا تبھی شرٹ اٹھائے وہ سیدھا عاقب کے کمرے میں ہی چلی آئی۔

"تھوڑا بوجھ ہے دل پر، آئی نیڈ یور ٹائم"

شرٹ انیب کے ہاتھ سے لے کر میٹرس پر پھینکے عاقب نے اسے پکڑ کر اپنے نزدیک کھینچا۔

"اب سارا ٹائم تمہارا ہی ہے لیکن یو پرامس می کہ رخصتی تک ہم یوں اکیلے نہیں ملیں گے، جو کہنا ہے اب پرسوں کہنا ناں۔ ابھی بہت کام ہیں مجھے"

بظاہر تو وہی اسکے لیے اول تھا پر ابھی وہ اسے خود پر حاوی ہونے دینا نہ چاہتی تھی۔

"کیا تمہارے کام مجھ سے اہم ہیں؟ اوکے جاو"

سوال کیے، اسکا جواب لیے بنا ہی وہ اسکی بازوؤں کو آزاد کیے دور ہٹا۔

"عاقب! اوکے ٹیل می"

انیب نے اسکے پیچھے جارکتے کاندھے سے لگتے پکارا پر وہ آئینے کے سامنے کھڑا اسے نظر انداز کیے خود پر نظریں جما گیا، ایک ہفتے سے وہ اسے چھونے تو دور ٹھیک سے دیکھنے کو بھی نہ ملی تھی، تڑپ تو بنتی تھی۔

"نو، جاو تم"

ضدی لہجے میں انکار کیا اور اس سے پہلے انیب کی نظروں سے بھی غائب ہوتا، انیب نے اسکا ہاتھ پکڑا، وہ چھڑوا سکتا تھا پر ایسا نہ کرتے فوری انیب کی سمت پلٹا۔

"میں سننا چاہتی ہوں، چلو بتاؤ۔ کام گئے بھاڑ میں۔ یہاں آؤ، اور جو بھی دل پر دبا دیتی بات ہے مجھ سے

کہہ دو"

اس بار عاقب اسکے نرم انداز سے ٹریٹ کرنے پر کوئی ضد نہ دیکھا سکا، وہ اسے پکڑ کر بٹھایے خود بھی اسکے ساتھ بیٹھی اور اپنا رخ عاقب کی طرف پھیرے اسکے دونوں ہاتھوں کو اپنے مرمیں ہاتھوں میں لیے دبایا۔

"مجھے مت دیکھو، کہو جو کہنا ہے"

مسلسل عاقب کی خود پر مرکوز بے قرار نگاہوں سے پریشان ہوئے اور وہ اور نزدیک سرک کر بیٹھی، انیب کا توجہ دینا عاقب کے لہو میں انتشار برپا کر گزرا۔

"میں نے تم پر بہت بے جا رعب جمائے، سلیقے سے کچھ نہیں کیا۔ پیار تک نہیں، نہ اظہار۔ خود کو تسکین دی ہر طرح، تم سے اظہار نکلو اگر تمہیں جھکایا، یہ جاننے کے باوجود کہ میری طرح ہی تمہیں اپنی انا عزیز ہے۔ مطلب میں نے تمہیں اتنی تکلیف دی اور تم نے کوئی بدلا نہیں لیا، معاف کر دیا۔ اتنی بڑی تمہید کا مقصد بس اتنا ہے کہ تم مجھے ایک تھپڑ مارو پلینز"

ایک ایک لفظ عاقب نے انیب کے چہرے پر نگاہیں پھیرتے ادا کیا جبکہ اسکا اختتام تک تھپڑ والی مانگ پر رکنا انیب کو حیران و پریشان کر گیا، ایک ہفتے سے وہ یہ سب اوٹ پٹانگ سوچ رہا ہے، انیب کا دماغ چکرایا۔

"واٹ! یہ کیا بول رہے ہو۔ میں تھپڑ کیوں ماروں، مجھے تم ایسے ہی پسند ہو۔ کسی ایک کو تو جھکنا ہوتا ہے تبھی تو رشتہ مضبوط ہوتا ہے۔ میں تمہارے لیے اپنی انا اک طرف کر چکی ہوں، مجھے تم سے کوئی

شکایت نہیں۔ نکلوا اس بے چینی سے، مجھے پتا ہے زندگی کی تلخی نے تمہیں بد سلیقہ بنا دیا اور مجھے یہ پھوہڑ عاقب ایسا ہی عزیز ہے، مجھے کوئی گلٹ نہیں جھکنے پر، یہ میری محبت ہے، اور میں نے بھی تو بہت ستایا تھا تمہیں، تمہاری چڑ میں اضافے کا بارہا سبب بنی، میں نے بھی تو آزمایا۔ جب ہم دونوں انا زادے تھے تب سب خراب تھا، دیکھو اب سب ٹھیک ہے"

وہ اسکی بے قراری کا مرہم دیتی بول رہی تھی پر عاقب کو زرا تسلی نہ ملی۔
وہ یوں ہر گز پر سکون نہ تھا۔

"ت۔۔ تم سمجھ نہیں رہی انیب، میں بے چین ہوں۔ انا صرف تمہاری ہی کیوں قربان ہو؟ جب تم میری خوشی بنی ہو تو اس قربانی میں میرا حصہ برابر کا ہونا چاہیے۔ مجھے عجیب سی تکلیف محسوس ہو رہی ہے، ایک تھپڑ مار لو تا کہ تھوڑا تو میری زیادتیوں، میرے کہے تا بناک الفاظ کی تلافی ہو۔ یہ نہ ہو کچھ ایسا ہو جائے کہ عین وقت پر مجھ سے چھن جاو۔ ڈر لگ رہا ہے، میں ڈر رہا ہوں تمہیں کھو دینے کے خدشات پر۔ میں نے بہت برا کیا تمہارے ساتھ، تمہاری فیملنگز کے ساتھ، پلیز ایک تھپڑ مار لو"

وہ اسکے رخسار کو چھوتا اسکو قائل کرنے کی خاطر جنبھوڑ رہا تھا، انیب نے تکان و الم سے اس عجیب آدمی کو دیکھا جسکے پچھتاوے بھی غیر انسانی اور فضول تھے۔

"میں نہیں کر سکتی یہ، جس چہرے کو محبت سے چھوا ہے کیسے اس پر یہ ستم ڈھاؤں۔ اور اللہ ناراض ہو گا، تم شوہر ہو میرے عاقب۔ اگر میں نے یہ کیا تو مجھ سے تم جیسی خوشی شرطیہ چھن جائے گی۔ تم نے

مجھے محبت بن کر ہرٹ کیا پر شوہر بننے کے بعد تو ہرٹ کرنا بھی چاہا تو کر نہیں پائے۔ بھول جاؤ پلیز، میں بہت خوش ہوں، راضی ہوں تم سے۔"

وہ دونوں ہاتھ اسے چہرے سے لگاتی اسے محبت سے سمجھانے لگی پر وہ نہیں سمجھ سکتا تھا۔
"میں جب خود اجازت دے رہا ہوں تو اللہ تم سے کیسے ناراض ہو سکتا ہے، انیب سمجھو ناں پلیز۔ میں کیسے خود کو تمہارے قابل سمجھوں، میرا سر جھکا ہوا ہے آج تمہارے آگے۔ آئی فیل سوڈاؤن۔ تم مجھے ایک تھپڑ مار لو"

مسلسل اسکی ایک ضد پر انیب چڑ گئی، جو وہ سوچ ہی نہ سکتی تھی وہ کیسے کر دیتی۔
"بس! مزید اک لفظ بھی نہیں۔ زیادہ مظلوم بننے کی ضرورت نہیں۔ کہاں ہے تمہارا ایڈیوڈ، گھاس چڑنے بھیجا ہے۔ اٹھو اور سر اٹھا کر دیکھو مجھے"

تنبیہی انداز میں وہ اٹھی اور اسکا ہاتھ پکڑے گھسیٹا پر وہ آنکھیں پھیرے رہا۔

"عاقب! غصہ مت دلاؤ"

انیب نے اسکا منہ اپنی طرف کرنا چاہا پر وہ اسکا ہاتھ بری طرح جھٹک گیا، انیب کو لگا دل سست پڑنے لگا ہے۔

"عاقب! یہ کونسا دوڑا پڑا ہے تمہیں۔ نشہ تو نہیں کر آئے ایکسپائر، میری طرف دیکھو۔ ہفتے سے یہ سوچ کر بیٹھے تھے؟"

انیب نے اسکو زور آزمائی کیے گھسیٹا پر وہ پوری قوت دیکھتا منہ موڑے کھڑا تھا کہ وہ اسے ہلا بھی نہ پائی، یہاں تک کہ عاقب کی ضد نے انیب کی آنکھوں میں سرخائی گھول دی۔

"کیا تم مجھے یوں تکلیف دو گے دل نہیں بھرا مجھے ستا کر۔ اب جب میں صرف تمہیں اور خود کو سکون میں دیکھنے کی خواہش مند ہوں، لے آئے ہوناں پھر سے ہمارے بیچ زہر۔ خدا کے لیے، مجھ میں ہمت نہیں ہے اب، مجھ میں مزید سکت نہیں رہی کہ تمہاری پہیلی ذات کریدتی پھروں۔ دیکھو میری طرف، میں ختم ہو چکی ہوں عاقب"

وہ آنسو روک نہ پائی تبھی تو وہ اکڑ چھوڑتا غم سے بھری آنکھیں انیب کی آنسوؤں میں ڈوبی آنکھوں پر ڈال چکا تھا۔

"سی! میں نے کتنا برا کیا تمہارے ساتھ کہ تم ختم ہو گئی۔ میں تمہیں ڈیزرو نہیں کرتا، میں تمہارے لائق نہیں"

عاقب نے الٹی بات کیے انیب کو آگ لگائی جس پر کس نے اس نے عاقب کی گال پر تھپڑ دے مارا، جبکہ عاقب نے بے اختیار گال پر ہاتھ رکھے انیب کی غصے سے بھری آنکھیں بے یقینی سے دیکھیں، تھپڑ اتنا شدید تھا کہ عاقب کو دائیں سائیڈ لمحہ بھر سن محسوس ہوئی۔

"آج یہ بکو اس کی آئینہ تمہاری زبان پر آئی تو سیدھا تمہارا گلا کاٹوں گی اور خود کی ہر نس اکھاڑ دوں گی۔ سمجھے تم۔ ہٹو"

روتی ہوئی وہ اسے دھکا دیے بھاگ کر دروازے کی طرف دوڑی تو عاقب نے لمحہ صرف کیے پیچھے جاتے
اسے پکڑا بھی اور دروازے سے پیچھے گھسیٹتا ہوا پلٹا گیا جبکہ وہ ہچکیوں کی زد میں روتی بری طرح اسے تڑپا
گئی۔

"اتنی زور کا بھی نہیں کہا تھا، لڑلی جبر اہلا دیا تم نے۔ اتنا غصہ آگیا مجھ پر؟ ہے رو تو نہیں۔ اتنی کس کے
ماری چیخ پر تو تمہیں فخر ہونا چاہیے، اور تم ہو کہ رو رہی ہو۔ تم کسی کے بھی چودہ طبق روشن کر سکتی ہو"
اسکے چھپا کر آنسو رگڑتے چہرے کو تھامے وہ اسے اور چڑا رہا تھا جس کی سسکیاں کمرے میں بلند ہوتیں
عاقب کی جان لے رہی تھیں۔

وہ اسکے حصار سے نکلنے کو مچلتی رہی پر عاقب نے کمر جکڑتے اسے فائنلی اچھے سے قابو کیا۔
"ی۔۔۔ یہ تم نے اچھا نہیں کیا، ت۔۔۔ تم نے مجھے پھر بے بس کیا۔ اب معاف نہیں کروں گی۔ اپنی
آسانی کے لیے تم نے مجھے گلٹ میں ڈالا۔ تم کبھی نہیں سدھرو گے، تم بے درد ہر جائی ہو، مجھے مت
رخصت کرو او عاقب۔ تم مجھے یونہی مارنا چاہتے ہو تو بہتر ہے چھوڑ دو۔ لیکن میں یہ برداشت نہیں کر
سکتی، میں یہ برداشت کرنے کے بارے سوچ بھی نہیں سکتی کہ میں تمہاری اتنی سی بھی تکلیف
بنوں۔ ت۔۔۔ تم اس محبت تک کبھی نہیں جاسکتے جو میں نے تم سے کی۔ تم ظالم تھے، ہو اور ہمیشہ رہو
گے۔ اس ہاتھ کو کاٹ دوں گی۔۔۔ چھوڑو"

وہ جن زادی بنی اپنا آپ چھڑوانے کو مچل رہی تھی پر وہ اسکے چہرے پر نظریں جمائے اندر ہی اندر سلگ رہا تھا۔

"خبردار جو اس ہاتھ کو چھوا بھی، تمہارے جسم کے ہر حصے پر اب تم سے زیادہ میرا حق ہے۔ تم نے محبت کے لیے یہ بے درد شخص خود چنا ہے، کیا کروں میں ایسا ہی ہوں"

اسکے ہاتھ کو پکڑ کر اسکی ہتھیلی چومتے عاقب نے اس لڑکی کی آنکھوں کے ستارے چھونے کو کمر کستے اسکی دونوں آنکھیں چو میں پر وہ ہنوز ہچکیوں کی زد میں رو رہی تھی۔

"آخری غلطی پلینز، رو نہیں انیب۔ میرا دل کٹ رہا ہے"

اسکا بس نہ چلا وہ انیب کے آنسو تک چوم لے، وہ رونا روک تو گئی پر بہت خفا تھی۔

"ت۔۔ تم ٹھیک ہو جاؤ، کم از کم میری حدود تک ہی سہی۔ مجھے تکلیف مت دو عاقب، میرے دل میں جگہ نہیں رہی۔ میں بہت گھٹ چکی ہوں"

وہ اسکے سینے لگتی آنسوؤں کو گھوٹتے منمنائی جبکہ عاقب نے خود پر بے شمار لعنت و ملامت کی، پر کیا فائدہ وہ انیب کی خوشیاں خاکستر کر بیٹھا تھا۔

"سوری یار، کان پکڑوں کیا؟"

عاقب کی غمگین سرگوشی پر وہ گھبرا کر زرا دور ہوئی۔

"نہیں، پر امس کرو ایسی بکواسیات دوبارہ نہیں ہانگو گے۔ میں سچ میں کہیں سے چھلانگ لگا دوں گی اگر تم نے دوبارہ ایسا کیا"

سخت عاجزی سے وہ اسکی گال پر ہاتھ ٹکاتی بولی، عاقب نے سر ہلایا تبھی تو انیب نے روہانسے ہوتے اسکی گال چومی، ایک بار نہیں بلکہ اتنی بار کہ عاقب کو لگایہ لڑکی جسم کو مطلوب ہو گئی ہے۔

"بس انیب! میری غلطیوں سے اکیٹو مت کرو ابھی۔ جانتی نہیں ہو کس قدر بے ایمان آدمی ہوں" وہ اسکو پکڑ کر دور کرتا بڑا یا تو انیب نے مسکراتی آنکھوں سے اسکے تیور دیکھے۔

"تم صرف میرے آدمی ہو، اور کچھ نہیں۔ تھپڑ کے لیے سوری، لیکن تم نے بات ہی بہت بری کی۔ تم ہی میرے قابل بھی ہو اور لائق بھی۔ پلیز مجھے دوبارہ ایسا مجبور نہ کرنا، میں تمہیں صرف محبت سے چھونے پر راضی ہوں۔ تم جیسے بھی ہو عاقب، تم میرے ہو۔ مکمل میرے۔ تم جسکے مرضی ہوتے رہو، لیکن میری طرف سے تمہیں نہ وفا میں کمی ملے گی نہ انیب میں"

اس بار اس نے عاقب کو بھی پر سکون کیا، اسکے اندر کا طوفان تھا تو انیب کی نرم گرفت میں گہرا سانس لینے لگا۔

"میں محبت کر پاؤں یا نہیں میں تمہیں مکمل وفادار بن کر ضرور دیکھاؤں گا، بہت قیمتی ہے تمہارے لیے وفا۔ اب سے میرے لیے بھی ہے۔ تاکہ اگلی بار ہم لڑیں تو مجھے سب کہو سوائے ہر جائی کے"

انیب نے دم سادھے اسکے ملتے ہوئوں کو دیکھا جنکا لمس اس اعتراف و عہد کے بعد انیب کو سانسوں میں جذب محسوس ہوا، وہ اسکی شرٹ کو مٹھیوں میں دبوچے اسکی بے تاب قربت کی رہائی ملنے تک تھمی رہی، عاقب نے اسکے چہرے کا ہر ہر نقش محبت سے چھوا اور پیچھے ہوا، ہفتے کی ساری تشنگی کو آرام ملا۔

"وہ میں نے یو نہیں کہہ دیا۔۔۔"

انیب کی آنکھیں سی بھریں۔

"شش! میں نے سیریس لے لیا فسادن۔ میں تمہیں اپنے کیے کی تلافی میں اپنی وفادوں گا، تم قبول کرو گی ناں؟"

وہ روتے روتے ہنسی۔

"دل و جان سے، تم بالکل پاگل ہو"

وہ اسکے گلے لگتی منمنائی جبکہ عاقب نے اسکے وجود کو بازو گھوٹ کر بھینچا۔

"تم نے کر دیا ہے پاگل،

Now you become most wanted drug for my mental health.

تھینکیو فار ایوری تھنگ انیب، یو آر پریشیس فار می

وہ اسکو اور جکڑتی روئی، یہ خوشی برداشت سے باہر تھی۔

"مجھے جان کر خوشی ہو رہی ہے، سنبھال کر رکھنا اب مجھے"

وہ روبرو ہوئی اور اسکا یہ مشورہ سنے وہ آج بہت خوبصورت ہنسا، بنا کسی شرانگیزی کے۔

"رکھوں گا، لوگ دل سے لگاتے ہیں قیمتی لوگوں کو میں تمہیں اپنے گردوں اور پسلیوں سے لگاؤں گا"
عاقب کی شرارت پر وہ بھیگی آنکھوں، لمبی پلکوں والی ہنسی تھی۔

"تمہاری مسکراہٹ کے لیے انیب تمہاری ہر بونگی بات سن سکتی ہے، اچھے لگتے ہو ہنستے رہنا اب۔ اور
ہاں آئی لو ویو"

اسکی گال پھر سے چومتے وہ اسکے شہہ رگ پر پیار دیے دور ہوئی جبکہ بازو عاقب کا اب تک اسکی کمر میں
لپٹا تھا۔

"میرا سکون"

ان ہونٹوں سے نکلے اظہار کا جواب ان پر پرستحقاق نرم لمس رکھ کر دیتے عاقب نے انیب کو کہیں کا
نہ چھوڑا۔

"اب پلیز ایئر پورٹ جانے سے پہلے ٹیلر کے پاس جاؤ، میری شرٹ ٹائیٹ نہ ہوئی تو بہت بری لگوں گی۔
تم چاہتے ہونا تمہاری انیب ہاٹ دلہن لگے تو پلیز فٹنگ کروادوناں"

اب تو انکار کا سوال ہی نہ رہا تھا۔

"جاتا ہوں"

وہ اسکے مان جانے پر خوشی سے کھل اٹھی جبکہ حصار سے آزاد ہوتے ہی انیب نے اسے اپنی شرٹ سے اٹھا کر تھمائی تو وہ اسکی شرٹ کو ہونٹوں کے پاس لے جاتے چومتا انیب کو بلش کرنے پر اکسا گیا، وہ شرٹ کو پہن کر ٹرائے کر چکی تھی تبھی اس سے انیب کی پرفیوم کی باس چھلک رہی تھی۔

"تم اب رخصتی تک مجھ سے دور رہ سکتی ہو، لیکن یہ شرٹ تمہیں دلہن بننے سے پانچ منٹ پہلے ہی واپس ملے گی اب۔ مجھے تمہاری خوشبو نشے کی طرح ان ہیل کرنی ہے"

انیب نے گھبرا کر عاقب کو دیکھا جو اسکی شرٹ سینے سے لگائے تاڑ رہا تھا جبکہ نا جانے کیسا خوف محسوس ہوا کہ انیب گدھے کے سر سے سینگ کی طرح اسکے کمرے سے بھاگ گئی پر عاقب کو پنکھ سے بھی ہلکا کر گئی۔

"آئی لوو یو ٹو انیب"

اسکی خوشبو ان ہیل کرتے وہ کیا کہہ بیٹھا ہے شاید خود بھی سن نہ پایا تھا ورنہ صدمے سے ہی گر پڑتا۔

.._____..

عاقب ٹھیک شام سات بجے تک ایئر پورٹ پہنچ گیا تھا، رجال کو لینے پہلی باریوں آیا وہ بھی شمن کے کہنے پر حالانکہ رجال نے منع بھی کیا تھا ماما کو۔

عاقب کی چڑتب حیرت میں بدلی جب رجال کے ساتھ خرماں خرماں اسکی جانب چل کر آتی صنف نازک پر نگاہ پڑی۔

"بڑے لوگ آئے ہیں لینے، کس نے زبردستی بھیجا تجھے؟"

رجال نے عاقب کے چہرے پر چھائی بیزاریت کو حیرت میں بدلتے دیکھ لیا تھا تبھی اس سے سوال جم کر کیا، جانیہ تھوڑی کنفوز تھی تبھی دو قدم اس سے پیچھے ہی چلے آ رہی تھی۔

"جس نے بھی بھیجا ہو، کون ہے یہ لڑکی؟ کہاں سے پکڑ کر لایا ہے کمینے"

عاقب کو رجا کی خراب خصلت پتا تھی اوپر سے جانیہ کے سپاٹ چہرے سے بھی نہ لگا کہ وہ خوشی سے اس لفٹ کے ساتھ آئی ہے۔

"بھابھی ہے تیری، جانیہ رجا چغتائی"

رجال کے دھماکہ خیز تعارف دینے پر عاقب اور جانیہ دونوں کے چہرے کی رنگت صاف بدلی، عاقب کو یقین نہ آیا جبکہ جانیہ کو امید نہ تھی، رجا کے ساتھ ہفتہ رہ کر وہ کافی اچھے سے اردو سیکھ گئی تھی ویسے بھی اسے پہلے بھی یہ زبان سمجھ آتی تھی۔

"واٹ! جیسے میں تجھ جیسی خرافاتی شے کو جانتا نہیں۔ سچ بتا کیا چکر ہے یہ؟ اسکے منہ سے کہیں سے نہیں لگ رہا یہ تیری کچھ بھی لگتی ہے"

عاقب کے دفعتاً جواب دیتے تحمل اور فطری غصے پر رجا بے ساختہ مسکرا دیا کیونکہ عاقب نے بات ہی ایسی بچگانہ کی۔

"اسکی مجھ سے شکل ملنے کی امید ہے تجھے کیا، بیوی ہے جڑواں بہن نہیں، لگتا ہے عشق نے تیری عقل بھی گٹے گوڈوں تک پہنچا دی۔ نکاح کیا ہے کچھ ٹائم کے لیے، اب اسے بھی پوچھ لے ویسے بھی سڑی ہوئی ہے"

رجال نے اس بار عاقب کو شوخ ہوتے لتاڑا جبکہ جانیہ دونوں کی کھسر پھسر سے بنامتاثر ہوئے چاروں اطراف آنکھیں گمانے میں مصروف تھی۔

"تجھے تو بعد میں پوچھوں گا"

عاقب نے اسے دانت نکوستے آنکھیں دیکھائیں اور جانیہ کے لیے بیک سیٹ کا دروازہ آگے بڑھ کر اوپن کیا مگر جب وہ بیٹھنے لگی، عاقب سامنے آن جمے تنقیدی نظروں سے جانیہ کا جائزہ لینے لگا البتہ رجال آگے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال چکا تھا، جانیہ مضطرب ہوئی۔

"یہ واقعی تمہارا راضی و خوشی ہسبنڈ بنا ہے؟ ڈرنے کی ضرورت نہیں اس خبیث سے۔ جو سچ ہے بتاؤ مجھے"

عاقب نے اپنی طرف سے نرمی برتی پر جانیہ کو یہی لگا وہ اس پر چلا رہا ہے تبھی بسوری شکل سے اسے پھر آگے بیٹھے رجال کو دیکھنے لگی۔

"تمہارا غصہ دیکھ کر لگ رہا ہے مجھے سٹمپ پیپر پر لکھ کر دینا پڑے گا، کیا اس ڈرٹی مین کی گھر میں بھی کوئی ویلیو نہیں؟"

جانیہ کا سوال عاقب کو ناجانے کیوں بہت چبھا، جو بھی تھا رجاں کے لیے اس لڑکی کا تضحیک لہجہ پسند نہ آیا۔

"جس جگہ جا رہی ہو وہ پیلس اسی تمہارے شوہر کی ملکیت ہے سمجھی سو اس سے اسکی ویلیو کا اندازہ لگا لو تم، اور اپنی یہ بد تمیز ٹون درست کر لو کیونکہ تم دونوں کا میں کچھ نہیں کر سکتا لیکن ہمارے پیلس میں سب ایک دوسرے کو اب عزت دینا سیکھ چکے ہیں سو یہ اصول تم پر بھی لاگو ہو گا۔ بیٹھو"

عاقب نے اسکی بولتی اپنے سخت الفاظ سے بند کی جس پر جانیہ گال پھلاتی فوراً بیٹھی لیکن آگے بیٹھے رجاں کو کندھے پر پیچ مارنا نہ بھولی۔

عاقب کے ساتھ بیٹھنے پر رجاں نے گردن گما کر عاقب صاحب میں یہ آتی تبدیلی خوشگوار انداز سے مسکاتے سراہی۔

"انو کا سایہ تو نہیں ہو گیا تجھ پر"

رجاں کی کمسنی بھری سرگوشی پر عاقب اسے مکا ٹھوکتے رہ گیا کیونکہ نہیں چاہتا تھا جانیہ کے سامنے اس کی ستھری کردے الٹا جانیہ کی باغیانہ اور غصے سے بھری نظریں عاقب کو فکر مند کر چکی تھیں۔

"مجھ سے تو اک بار بھی مسکرا کر بات نہیں کی اور اس اپنے رشتہ دار سے کتنا فرینک ہو رہا ہے، منافق کہیں کا"

جانیہ نے غصے سے سوچے منہ و نڈو کی طرف پھیرا جبکہ رجال نے جب مسکرا کر فرنٹ مرر میں جانیہ کا دبا دبا غصہ دیکھا تو اس کے چہرے کی مسکراہٹ بھی غائب ہوئی۔

خیر چغتائی پیلس پہنچنے تک مزید کسی میں بات یا نظروں کا تبادلہ نہ ہوا۔

اور واپسی پر رجال کے ساتھ آتی اس پیاری سی جانیہ کی آمد نے سب کو عاقب سا ہی چونکایا۔

لیکن انیب سب سے خوش تھی، اور وہی جانیہ کی ہچکچاہٹ تکتے اسے رجال بھائی کے کمرے میں لے گئی اور اس کے بعد رجال نے سب کے سامنے حقائق رکھتے جانیہ اور اپنے رشتے کی حقیقت واضح کی۔

"مجھے پرواہ نہیں کہ وہ کس خاندان کی ہے اور کون ہے، مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ تو نے بھی کوئی ایک انسانی کام کیا۔ شکل و صورت سے تو اچھی لگ رہی ہے، بات تو تب ہے جب تجھے بھی اچھا کر دے"

سب سے پہلے ماریہ صاحبہ نے ہی اسے مثبت رد عمل دیا، زمیل، جہانگیر، جاسم، ثمن اور عاقب بھی مطمئن تھے جبکہ رجال کو دادی جان کی طرف سے کبھی کھل کر پیار نہ ملا تھا شاید وہ حمید سے ناراضگی کا اثر تھا جس کی لپیٹ میں اسی جیسا رجال اکثر لپٹا رہا پر رجال کو کبھی کسی کی محبت کی طلب ہوئی ہی نہیں تھی کیونکہ اس کے پاس پرواہ کرنے والی ماں ہمیشہ سے تھی۔

"میں اچھا نہیں ہو سکتا اب دادی جان، میرا خمیر ہی خراب ہے۔ لیکن آپ سبکی عزت اور وقار کا خیال کرتے ہوئے اب جتنے دن یہاں رہوں گا، اچھا بننے کی کوشش ضرور کروں گا۔ ابھی تو بس یہی خوف ہے میری واپسی پھر سے اس خوشیوں بھرے پیلس میں کوئی نحوست نہ لے آئے"

رجال کے لہجے میں خارش تو تھی پر درد بھی تھا جسے صرف ثمن اور زمیل نے گہرائی سے محسوس کیا۔
"ایسا نہیں ہے پتر، میں تجھ سے بہت پیار کرتی ہوں۔ بس تو بات نہیں مانتا تھا تو غصہ آتا تھا۔ اور انسان کبھی بھی نحوست کی وجہ نہیں ہوتے، یہ تو اثر ف المخلوقات ہیں۔ پھر بھی اگر تجھے کبھی لگا کہ میں نے انیب اور عاقب کو تجھ سے زیادہ پیار دیا تو معاف کر دے۔ میں نے حمید کو بہت پیار اور لاڈ دیے تھے، اور اس نے ہمارے سر میں اتنی زیادہ خاک ڈالی"

مار یہ کی نم آنکھیں دیکھے وہ انھیں دونوں بازوؤں سے تھامے پھر اپنے ہاتھوں میں انکا چہرہ بھر گیا۔
"تبھی آپ ڈرتی رہیں کہ مجھے پیار دیا تو میں بھی نہ آپکے سر میں خاک ڈال دوں، ہے ناں۔ لیکن مجھے یہ جاننے کے باوجود اتنا سا بھی دکھ نہیں ہے۔ یہ فطری تھا، ورنہ اکلوتا پوتا تھا آپکا، آپکے پیار میں کمی آنا فطرت کے خلاف ہے۔ میں جانتا ہوں آپ سے ہو ہی نہیں سکا، مجھے اتنی سی بھی حسرت نہیں۔ کیونکہ میرے سارے ارمان اور لاڈ میری ممانے میرے عاجز و تنگ کرنے کے باوجود اٹھائے ہیں۔ سو آپکو چھوٹا پڑنے کی ضرورت نہیں۔ میں نے ڈیڈ کے کیے کا اور بھی بہت کچھ بگتا ہے، بات صرف آپکی ہے ہی نہیں"

اس بار اس کی تکلیف ہر فرد کی آنکھوں میں سرخائی لائی تھی، ثمن آگے بڑھ کر آئی تو رجاں نے سینے لگ جاتی دادو کو حصار نے کے بیچ پاس رکتی ثمن کو دیکھا۔

"تم بدل کیسے گئے؟ کیا کچھ ہوا ہے تمہیں۔ بتاؤ مجھے، کسی نے کچھ کہا ہے تمہیں؟"

ثمن کی بھیگی پلکوں کو تکے وہ سوال کی دلخراش نوعیت پر ہنس پڑا۔

دادو کے ساتھ اسے بھی ساتھ لگاتے ماتھا چوما۔

"آپ نے ہی بدلا ہے، اچھوت جیسی اس پرانی اولاد کا خیال رکھ کر۔ یاد کریں۔ مجھے دیکھنے والا ہر فرد مجھ سے پہلے حمید چغتائی کو دیکھتا تھا۔ یہی سچ ہے۔ لیکن انکے مرنے کے بعد ہی مجھے اپنی پہچان اور شناخت واپس ملی۔ بدل گیا بس۔۔۔"

وہ باتیں بھی پا اثر کرنے لگا، عاقب نے بے ساختہ اسکے کندھے پر مضبوط ہاتھ کی تسلی رکھی تو وہ اسے بھی مسکراہٹ دے کر دیکھ کر اور گھوٹ گیا۔

"یہ وقت اتنا سنٹی ہونے کا ہے کیا پیارو! ایک تو یہ ایمو شنل سینئر میرے جیسی شے سے ہضم نہیں ہوتے۔ آئیں جاسم صاحب ہم زرا ایک ایک شطرنج کی بازی لگاتے ہیں۔ کرنے دیں انکو سولو ڈرامہ"

اس سب میں جو اضافی اور گرم صم فرد تھا وہ جاسم تھا جبکہ زمیل کی یہ خفیف شرارت ماحول پر چھائے جمود کو بھی اپنے ساتھ لے گئی۔

"نیا یار مل گیا، کمینہ شخص مجھے جلا رہا ہے"

جہانگیر بڑے ضبط سے کچھ دن سے یہ نیا رانہ سہہ رہے تھے پر آج تو حد ہوئی جب زمیل نے جاسم کے کندھے پر بازو جمائے ساتھ لیا۔

"بلکل ٹھیک کہہ رہے زمیل انکل، چھوڑیں یہ سب پرانی باتیں اور آپ؟ بڑی چمک رہی ہیں نئی نیولی دلہن۔ اور چاچو پر بھی بہار اتری ہوئی۔ آپ دونوں کو بہت مبارک ہو"

انیب بھی جانیہ کو روم میں چھوڑ کر واپس آئی تو عاقب کے ساتھ ہی کھڑی ہوئی جبکہ جہانگیر قریب آئے اور ماں دادی سے الگ ہوتے رجال کو ہمیشہ کی طرح گلے لگایا، ہر کسی کی تھوڑی بہت سرد مہری رجال نے بچپن سے سہی تھی۔

"آئی ایم سوری لیکن میرے لیے تم عاقب اور انو سے ہی تھے اور ہمیشہ رہو گے۔ ہوپ سو پھر بھی کوتاہی اور لا پرواہی معاف کر دو گے۔ نکاح کر کے بہت اچھا فیصلہ کیا ہے۔ دعا ہے اللہ تمہیں ہر برے سائے سے بچائیں۔ خوش رہو۔۔۔"

چاچو کی حوصلہ افزائی پر وہ سر ہلائے سرسری سا مسکرایا، کیا بتاتا کہ یہ نکاح بس اک ڈیل ہے لیکن کہہ بھی نہ سکا کسی کو کہ امیدیں مت باندھیں۔

چونکہ ڈنر ریڈی تھا تو سب ڈاننگ کی طرف بڑھے لیکن جانیہ کو دیکھنے جاتی ثمن کو رجال نے پیچھے سیڑھیوں تک آتے روکا۔

"سنیں مماء، اسے الگ روم دیں۔ میرے سامنے والا۔ ابھی ہم ایک دوسرے کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ ہوپ سو آپ سمجھ گئی ہوں گی۔ وی آرناٹ نارمل ہسبنڈ وانف۔۔۔۔۔"

رجال نے ہچکچاتے ہوئے ثمن کو بتایا تو وہ پریشان ہو گئی۔

"تم کچھ چھپاتو نہیں رہے؟ کیا وہ راضی نہیں تھی؟ زبردستی نکاح کیا؟"

ثمن کے سوالوں سے وہ بھی پریشان ہوا۔

"اوکے اسے وہیں رہنے دیں میں بیچ کر لوں گا دوسرے روم میں، اور ایسا کچھ نہیں یار جیسا آپ سوچ رہی ہیں۔ مجھ جیسا لفنگا کسی کو کیسے پسند ہو سکتا ہے، لاسٹ چوانز بننا بھی مشکل ہے۔ آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گا لیکن ہمارا میاں بیوی بننے کا آگے بھی کوئی ارادہ نہیں، اسے بس ایک فیملی دی ہے۔ ایک گھر دیا ہے، آپ کی فکر سمجھ رہا ہوں لیکن آپکو ایڈجیسٹ کرنا ہے"

نظریں ملائے بنا وہ رک رک کر اپنی طرف سے تسلی سے ثمن کو سمجھائے وہاں سے چلا گیا جبکہ ثمن اسکی گھبراہٹ اور پھر خود اذیتی والی کیفیت پر بچھ سی گئی۔

ڈنر سب نے جانیہ کی موجودگی میں کیا، سب ہی اسے بہت اہمیت دیتے نظر آئے، گاہے بگا ہے وہ چھپتی چھپاتی نظر رجال پر ڈالتی پر اسے عاقب کے ساتھ گہری سنجیدہ گفتگو میں مصروف دیکھے نظریں ہٹا لیتی۔

جو بھی تھا اسے یہ گھر اور یہاں کے افراد بہت پسند آئے اور خاص کر انیب جس نے اسے بہن جیسی اہمیت دے کر مزید کمفرٹیل کیا۔

اسے ثمن بھی اچھی لگیں، پھر بزرگ دادو بھی، زمیل نامی انکل بھی۔

لیکن چونکہ فلائیٹ لی تھی تبھی ثمن اسے جلدی کمرے میں چھوڑ گئی، اسکی ضرورت بھی پوچھی مگر جانیہ نے تکلف برتتے انکو مطمئن کر کے کمرے سے روانہ کر دیا۔

جانیہ کی پہلی رات اچھی گزر گئی، اپنائیت کے احساس میں۔

.._____..

اگلے دن ہی چار پرڈز نے بھی فجر کے بعد ہی پاکستان روانگی پکڑ لی، گویا جانے پر نہ عمر راضی تھا نہ ہی یچی لیکن پھر داران نے ایک بار مزید کلاس دے کر پرائیویسی اور فیملی ٹرمز پر لیکچر دیا تب ان دو کے جاسوس کیڑوں کو آرام ملا۔

دار یہ اور داران چاروں کو نیند قربان کیے ایئر پورٹ ڈراپ کر کے آئے۔ اور پھر داران نے ہی دار یہ کو ریسٹ دے کر ناشتہ کچھ منگوایا کچھ خود بنایا۔ دونوں نے ہلکے پھلکے بادلوں سے بھرے آسمان تلے باہر لان میں ناشتہ کیا۔

ماول کے پیپرز شروع تھے اور وہ ایاد کے ساتھ کافی بزی ہو چکی تھی، اور حمین اور مایا بھی زرا بہتر ہوتے ہی شاہ حویلی کے مہمان بننے نکل گئے، کیونکہ عزیزے اور تبریز نے بہت اصرار کیا تھا، نہ تو حمین منع کر سکا نہ ہی مایا۔

جبکہ چھ سے سات گھنٹوں کی نان سٹاپ فلائیٹ لیے وہ چار باشندے پاکستان کے شہر اسلامہ آباد لینڈ کر چکے تھے اور چاروں نے ایک ساتھ ہی انجمن صاحبہ کو جا کر سر پر انز دینا تھا۔

چاروں ساتھ ہی گھر آئے پریچی نے ملازمہ کو منع کیا جس سے خوشی سننبھالی نہ جارہی تھی، خود سوہا ان سے باقاعدہ گلے لگ کر ملی۔

جبکہ یچی خود ہی پہلے دادی جانم کے کمرے کی طرف بڑھا، بیلا اسکے ساتھ گئی پر دروازے میں ہی چھپ گئی۔

"مجھ سے صبر نہیں ہو رہا"

سوہانے جذباتی ہوتے دادو کے پاس جانا چاہا مگر عمر نے اسکی بازو اپنے ہاتھ میں جکڑتے اپنی طرف کھینچا جسکی آنکھیں بس چھلکنے کو بے تاب تھیں۔

"آئی نو، لیکن تھوڑا ویٹ کرو۔ کبھی کبھی خوشی بھی دم نکال سکتی ہے"

عمر نے جو کہا اس پر سوہا روہانسی ہوتی دونوں ہتھیلوں کو اسکے گالوں سے جوڑ گئی۔

"میں نہیں مانتی کہ خوشی جان لے سکتی ہے، کیا تمہیں کبھی ایسی کوئی خوشی ملی؟"

آنکھیں عمر کی آنکھوں پر ٹکائے ہی بو جھل سا سوال کیا۔

"یس وین یو ایٹ می"

عمر کا معنی خیز جواب سراسر شوخ و بے خود تھا، سوہا اسکی گردن میں چہرہ چھپاتی اس میں شرم و اداسی سے سمٹی۔

"بٹ یو سٹل آلائیو"

معصومانہ شکوہ، اسکی سانسوں کی گرمی گردن کی اچار سو سہنے کے بیچ بات کرنا عمر پر بھاری تھا۔

"تو تم نے کھایا بھی تو نہیں مجھے، جب ایسا کرو گی میں بھی مر جاؤں گا تم پر"

سہولت سے اکسایا جبکہ سوہا دور ہوئی پر عمر کو دیکھتے ہی اسکی آنکھوں کو اک نئی طرح لاج کھانے کا سلیقہ آیا۔

"میں کیوں کھاؤں گی تمہیں؟ اتنے بھی مزے کے نہیں ہو اب۔۔۔"

سوہا کی ادائیں حشر برپا کرتی ہوئیں عمر کو مائل کر گئیں۔

"آریو شیور بے بی؟"

عمر کا گد گد اتا سوال سوہا کے رخساروں میں گلاب لایا تبھی تو اس پٹاکہ شرمیلی کوئیں کو اپنے وجود کی پناہوں میں جذب کر بیٹھا۔

جبکہ دوسری جانب وہ ناصرف داد کو بہت سے لاڈ کر چکا تھا بلکہ ازلی انداز میں انکی گود میں سر رکھے شفیق ہاتھ چوم کر دعائیں لے رہا تھا۔

"بہت یاد کیا تجھے، میری تو دنیا ویران کر جاتا ہے۔ تبھی تو کہتی یوں اک کڑی لے آناں۔ میرا دل لگ جائے۔ بیلا کو لادے، وہ بہت یاد آئی مجھے"

دروازے میں کھڑی بیلا کی آنکھیں خوشی سے چھلکیں جبکہ یچی سے دادی جانم کی حسرت نہ سہی گئی۔
"لے آیا ہوں بیلا کو، آپ نے اس سے میری منگنی کر دی مجھے بتایا ہی نہیں۔ بس میں نے ریونج لیا۔ نکاح کر لیا اس سے آپکو بتائے بنا"

پہلے تو انجمن صاحبہ کو لگا وہ چڑا رہا ہے پر جب دروازے کی اوٹ سے اندر آتی بیلا کو دیکھا تو انکی آنکھیں خوشی سے چھلکیں۔

"ت۔۔ تو سچ کہہ رہا ہے، یہ میری پوتی بہو بن گئی؟ ہیں بیلا پتر یہ مزاق تو نہیں کر رہا۔ ادھر آ میرے کول"

دادو کی محبت سے کھلی بازو میں جاسماتی بیلا نے بھی سر ہلائے اقرار کیا جبکہ سوہا اور عمر بھی یہ منظر دیکھتے دروازے میں آر کے، سوہا کے آنسو بے قابو ہوئے۔

ابھی اپنے یچی کے آباد ہونے کی خوشی منائی ہی تھی کہ کلیجے کا ٹکڑا دیکھائی دیا۔
ہاں وہ انکی سوہا ہی تھی، انکی لاڈلی،، ضعیف آنکھوں کے سارے بندھ ٹوٹ گئے۔

وہ دو تو انجمن کو سوہا کے آگے بھول گئے، وہ بیڈ سے اٹھیں، لیکن لڑکھڑانے لگیں جب تو سوہانے آکر دادو کی گال چومی اور روتی ہوئی ان سے لپٹی، گویا یہ منظر، انجمن صاحبہ کی شادی مرگ سی کیفیت، سوہا کا تڑپنا ان تین کی آنکھوں میں سرخائی گھول گیا۔
یہ سچ میں انجمن صاحبہ کی ہر تکلیف کی تلافی تھا۔

وہ سوہا کا چہرہ تکتیں اسکے پیارے پیارے ہاتھ چومے نا جانے کتنی دیر روئیں پر یقین بہت دیر سے آیا۔
لیکن اس یقین نے دل کو ہر رنج سے آزاد کیا، اور شاید سوہا اور بیلا کو دادی اپنے سینے سے آج الگ کرنے کا سوچنے بھی نہ والی تھیں اور ایسا ہی ہوا۔

ڈنر سب نے مزے سے کیا اور اسکے بعد یچی کی بیلا اور عمر کی سوہا انجمن صاحبہ نے چرا کر اپنا نام کباب کی ہڈی کی فہرست میں سنہرے حروف سے لکھوا ڈالا۔

.._____..

"ماموں سچ بتائیں، آپ ٹھیک ہیں ناں؟ مکمل طبیعت سیٹ ہوئی یا نہیں"

جب سے دار یہ یہاں آئی تھی اسے لگ رہا تھا اسکی کوکنگ کی صلاحیتوں کو زنگ لگ گیا تبھی آج داران کی فرمائش پر ڈنر میں پلاو بنا رہی تھی۔

داران کچن میں انٹر ہوا تو اس لڑکی کی فکر بھری آواز کانوں میں اتری۔

"میری جان میں بالکل فٹ ہوں، کل سے ہم شاہ حویلی کے مہمان بنے ہیں۔ ابھی بھی ہم سب بڈھا پارٹی نے باربی کیو پلین کر رکھا۔ مایا نے ہم بڈھوں کے ساتھ ینگ کمبو کر کے ہمیں انرجیٹک کرنے کا منسب سنبھال رکھا۔ تم فکر مت کرو"

حمین نے سچ میں یہ کہہ کر حیران ہی تو کیا، لیکن داریہ کی فکریں دور ہوئیں۔

"سائنس نہ لینے دینا انکو، کیا بیچارے حمین صاحب۔ کتنی چپکو بھانجی ملی انھیں ایک ہفتے سے جان نہیں چھوڑ رہی۔ خراب قسمت ہک ہاہ"

کان کے پاس جھکتے داران کی چڑاتی سرگوشی پر داریہ نے گردن ترچھی کیے اپنے ہینڈ سم کو گھوری دی۔

"خود بھی تو اپنے رشتوں کو لے کر جونک ہی ہو، زیادہ باتیں مت کرو فوراً سے چاول چن کر دو"

داریہ نے ڈانٹ کر فوری چاولوں کی پلیٹ اٹھائے بہکنے کے ارادے بناتے داران کو تھمائی۔

"ہیں! اگر میں چاول چن لوں گا تو پکاوگی کیا؟"

داران نے سر کجھاتے نا سمجھی سے پوچھا، داریہ پلٹی اور اسکی زہریلی معصومیت پر ہنسی۔

"بہت مستی چڑھ رہی ہے، چاہتے کیا ہو؟"

داران نے اب اپنے مدعے کی بات سننے پلیٹ کسی غیر ضروری شے کی طرح شلف پر رکھی اور دونوں

بازوں میں داریہ کو جکڑا۔

"میں تمہیں ایکسٹر امقدار میں چاہتا ہوں، میری سادگی دیکھو کے کیا چاہتا ہوں۔ ویسے اکیلے رہنے کا اپنا ہی مزہ ہے سوئیٹ ہارٹ۔ ہم بہت کچھ کر سکتے ہیں"

داران کو بھوک بلکل نہ تھی کیونکہ ایک تو دونوں ایئر پورٹ ان بلاؤں کو چھوڑ کر آتے ہی اچھا بھلا تگلڑا ناشتہ ٹھوس کر سوئے شام میں اٹھے تھے تبھی تو داران کو مستی سوجھ رہی تھی۔

"بہت کچھ سے کیا مراد ہے تمہاری خراب آدمی؟"

داریہ نے بازو ہار سے داران کی گردن میں لپیٹے قریب ہوئے رازداری سے دریافت کیا، درحقیقت اسکی خوشبو ان ہیل کی۔

"میں کچھ خراب خراب ارمان پورے کرنا چاہتا ہوں، اب منہ سے کہوں گا تو تم شرما جاؤ گی اور مجھے اس وقت شرمیلی داریہ ہر گز نہیں چاہیے"

داران کی معنی خیز سرگوشی پر داریہ نے بلش کرتے اس فلٹری کو دیکھا جسے شرارتیں اور شرانگیزی سوجھ رہی تھی۔

"تو کھانا کون بنائے گا بہکے جلا دیں تو پھر سو جاؤ گی۔ بھوکا رہ لے گا اگر یہ شیر تو سوچ سکتی ہوں"

داریہ نے نچلا لب دانت تلے دباتے مقابل کے جذبات میں شرارہ چھوڑا۔

"کھانے پر نوکیر و مائز، میں تم سے اپنا کھانا بنواؤں گا جب بھوک بے قابو ہوئی۔ تم ٹنشن مت لو، تم

میری باہوں میں آ جاؤ بس فی الحال"

داران نے برداشت کی کپیسٹی اینڈ ہونے پر جذباتی ہوتے اسے لمحہ لگاتے بازوؤں میں اٹھایا جبکہ داریہ کی گھبرائی شکل سچ میں دیکھنے والی تھی، داران کی سر پر اترنگ قربت اسے جتنی پسند تھی اتنی جان لیوا بھی تھی، جسم کا رواں رواں کانپ اٹھا۔

"م۔۔ ماہیر، چولہا تو آف کرنے دو"

داریہ نے اسکی گردن میں بازو لپیٹے پیچھے کو جھکتے ہوش دلائی تو داران نے اسے تاڑنے کے بیچ ہی زرا نیچے سرکایا تو داریہ نے خود ہی چولہا آف کیے داران کی آنکھوں میں دیکھتے شرارتی سمائل دی، جو مقابل کو ایک بار پھر سر تا پیر لوٹ گئی۔

"سب آف ہوا، اب ہمارے اون ہونے کی باری۔ تم نہیں بچو گی اب اس خراب آدمی سے"

داریہ کی ہنسی تب بے قابو ہوئی جب وہ شوخا بنے اسے اٹھاتا کمرے کی طرف بڑھا اوپر سے اسکی لفظی دھمکیاں آج بھی عملی گستاخیوں پر سبقت لیتی محسوس ہوئیں۔

داریہ جیسے ہی کمرے میں اسکے ہمراہ آئی، پورے روم ایون بالکونی تک کو وائیٹ پرپل اور ریڈ روزز سے ڈیکوریٹ دیکھے خوشی سے کھکھلاتی داران کو دیکھنے لگی۔

"ابھی دلہن والا ڈریس نہیں ملا ورنہ تمہیں میرے لیے سجن پڑتا بچ گئی تم، ہم آگے سے کنٹینینو کرتے ہیں۔ میرے ارمان پورے کرنا ہی اب تمہارا فرض بچا ہے۔ کوتاہی نہ ہو ورنہ اپنی فلورنس کا جلا دتو میں ہمیشہ رہوں گا"

آہستگی سے داریہ کے پیر نیچے قالین پر اتارتے اسکی محبوبیت سے لبریز آنکھیں چومتے اپنے سینے کی اور سرکاتے یہ عطر ساز الفاظ اسکی سماعت میں گھولتا وہ اس دنیا کا سب سے پیارا مرد لگ رہا تھا، کم از کم داریہ کے لیے وہ ہر خامی سے پاک اسکا سکون تھا۔

"میں تمہاری ممی والا ڈریس پہن کر ایک بار تمہارے لیے ضرور سچوں گی، آئی پر امس"

خود سپردگی کا اعلان داریہ کی ہر آتی جاتی سانس نے کیا جنکو نرمی سے محسوس کیے داران ماہیر شاہ نے اسکی ہمت و اہمیت کو شاہانا سراہ کر داریہ پر ایک بار پھر اپنا کبھی نہ مدھم ہوتا سحر پھونکنے کا آغاز کر دیا۔

.._____..

پورا دن جانیہ کو کسی نے بور نہ ہونے دیا بلکہ شادی والے گھر کی رونق، مہندی کی تیاریاں اس سب میں وہ پورا دن انجوائے کرتی رہی، اگر یہ کہا جائے کہ ایک دن میں ہی وہ ان درو دیوار سے مانوس ہو گئی تھی تو یہ غلط نہ ہوگا، رات ڈنر کے بعد وہ روم میں آئی مگر اچانک خراب ہوتی طبیعت پر بری طرح گھبرا گئی تبھی جب کچھ سمجھ نہ آیا تو سیدھا اپنے روم کے سامنے والے کمرے کی طرف بھاگی، رجال سارا دن سو کر اپنی تھکن ہی اتارتا رہا تھا یہاں تک کہ ڈنر سے پہلے ہی اٹھا تبھی اب تک جاگ کر فون پر ہی مصروف تھا جب اسکے روم کا دروازہ ناک ہوا۔

"کیا ہوا ہے؟"

اس وقت جانیہ کو اپنے کمرے میں وہ بھی پر اسرار ہو کر آتا دیکھے رجال نے فون پر سے نظر ہٹاتے کھردری نگاہ اس سر تا پیر کالے کپڑوں میں ڈوبی سرخ و سفید رنگت سے کچھ زیادہ ہی چمکتی جانیہ پر ڈالتے پوچھا جو چل کر آتی اسکے سر پر کھڑی ہو چکی تھی، خاصی کنفوز اور بے چین تھی۔

"وہ بہت ضروری کام ہے"

جانیہ نے ہاتھ پہلو میں گرا کر اپنے دونوں طرف سے ٹراوڑ کر دو بوچے مضبوط لہجے میں بتایا، رجال نے اسکا سر سے پیر تنقیدی جائزہ لیا۔

"فرماؤ"

تکیہ درست کیے وہ لیٹے سے اٹھ بیٹھا، اسکی گہری نظر جانیہ کے ارادے کو ڈگمگا رہی تھی۔

"تھوڑا پاس آ جاؤں؟ آئی مین کان میں بتانا ہے"

جانیہ نے ہمت کرتے اسے دیکھ کر کہا جس پر رجال ٹیک چھوڑتا سیدھا ہوا تا کہ وہ باسانی اسکے کان تک پہنچ جاتی، وہ تھوڑا اسکی طرف سر کا تو جانیہ نے اپنے کھلے بالوں کو اطراف سے جکڑتے جھک کر اپنے ہونٹوں کو رجال کے کان کے قریب جوڑا۔

"مجھے کچھ لیڈیز پرسنل چیزیں چاہیں، تمہاری ماما اور کزن سسٹر کو بتاتے شرم آرہی ہے۔ کیا تمہیں سمجھ

آئی ہے میں کونسی پرسنل چیز مانگ رہی ہوں؟ ناں مت کہنا ورنہ شرمندگی سے یہیں گر پڑوں گی"

رجال نے اسکی سرگوشی اور بے بسی تحمل سے سنے چہرے پر فوراً نرمی لائی اور جب اسے دیکھنے اس سے دور ہٹا تو وہ اپنی بات کہتے ہی آنکھیں چراتی کمرے سے دوڑ کر نکل گئی، رجال نے اسکی سپیڈ دیکھتے سمائیل دی پھر ہنس کر بیڈ سے پیر نیچے کرتا اترا، اپنا والٹ، فون اور گاڑی کی چابی لی اور اجلت میں کمرے سے نکل گیا۔

اگلے آدھے گھنٹے تک کچھ شاپنگ بیگز کے ہمراہ وہ واپس آیا اور جانیہ والے روم کے باہر پہنچے دھیرے سے ناک کیا جبکہ وہ دروازے کے پاس آچکی تھی پر جھجک و شرم کے مارے کھول نہ رہی تھی تبھی رجال نے وہیں دروازے میں بیگز رکھے اور چلا گیا۔

لیکن اپنے کمرے میں جا کر دروازے کی اوٹ تھوڑی باقی رہنے دی اور نظر اسکے دروازے پر ٹکائی، جانیہ نے اسکے جانے کا یقین کرتے ہی آہستگی سے دروازہ کھولا اور ان شاپنگ بیگز کو دیکھے ناچاہتے ہوئے بھی آنکھیں نم ہونے سے روک نہ سکی، پھر آنسو پونجھتی انکو اٹھا کر فوراً اندر گھس گئی۔

رجال نے مسکرا کر دروازہ کھولا اور ملحقہ زینے پھلانگتے نیچے کی راہ لی کیونکہ وہ کچھ دیر یونہی ٹوی دیکھنا چاہتا تھا جبکہ اندر وہ زمین پر بیٹھی اپنی ضرورت کی لاتعداد چیزیں دیکھے روپڑی تھی۔

"وہ برا نہیں ہے، میں نے اسے خواہ مخواہ اپنی زندگی کا ولن بنا رکھا۔ آئی ایم سوری رجال، میں تمہارے اس احسان کو کبھی نہیں چکا سکتی کہ تم نے مجھے شرمندہ دیکھنے کی کوئی کوشش نہیں کی"

یہ پہلا وار تھا جب وہ لڑکی رجال کی تھوڑی سی ہوئی، جبکہ رجال کو زرا اندازہ نہ تھا وہ ایک چھوٹا تربیت کا مظاہرہ کیے کتنا کچھ پابھیٹھا ہے۔

خیر وہ کافی دیر بے مقصد ٹی وی دیکھتا رہا، پردھیان جانیہ پر اٹکا تھا، بس اسکی فکر ہو رہی تھی کہ وہ ٹھیک ہو، اور یہ بھی خیال آیا کہ اگر وہ ٹھیک نہ ہوئی اور کسی کو بتا بھی نہ سکی، بس آدھا گھنٹہ گزرا کہ ٹی وی بند کیے دل اچاٹ محسوس کیے وہ واپس اوپر پہنچا، اپنے کمرے کا رخ کرتے نگاہ جانیہ کے روم کی نیچلی درز سے آن لائیٹ پر گئی تو چار ونا چار رک گیا۔

اور اسی فکر کے زیر اثر رجال نے دروازے پر پھر دستک دی۔

"کون؟"

جانیہ نے نقاہت سے دروازے کے پاس رکے پوچھا جو پہلے ہی پیٹ پکڑے درد پر نڈھال ہو کر چکر کاٹ رہی تھی۔

"میں، اوپن دا ڈور"

رجال کی آواز سننے خوا مخواہ جانیہ کی آنکھیں بھریں، بنا کسی ضد یا اعتراض کے دروازہ کھولا تو وہ فوری کمرے میں داخل ہوا مگر وہ یوں تھی جیسے بہت روئی ہو، رجال کی فکر اسے دیکھ کر پریشانی بنی جسکا ہاتھ اسکے پیٹ پر تھا۔

"تم رو رہی تھی؟ اگر طبیعت زیادہ خراب ہے تو چلو ہو اسپتال لے چلتا ہوں۔ رونے کی کیا ضرورت ہے"

جانیہ کے رو کر سرخ پڑتے چہرے سے نظریں چراتے رجال نے کمرے کا سرسری جائزہ لیا، بیڈ کی چادر پر پڑیں سلوٹیں کچھ اضافی تھیں جیسے وہ بہت کروٹیں بدل چکی ہو، بہت تکلیف میں ہو۔
"نہیں آئی ایم اوکے، بس سٹمک پین ہو جاتا ہے مجھے اٹس نارمل"

جانیہ نے مزید آنسوؤں پر بندھ باندھے رخ موڑا پر درد سے اس سے چلانہ جارہا تھا اور تبھی اس سے پہلے وہ لڑکھڑا کر گرتی، رجال نے اسے عقب اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر سہارہ دیا، جانیہ نے آنسو آنکھوں میں دباتے گہرا سانس کھینچے خود کو سنبھالا اور رجال کے ہاتھ خود سے پکڑ کر یو نہی پلٹے ہوئے ہی ہٹا دیے۔

"چلا تو تم سے جا نہیں رہا، ڈاکٹر کو بلا لوں؟ کچھ تو کہو جانیہ"
رجال کا اصرار جانیہ کو غصہ دلا گیا، وہ اس کے سینے پر ہاتھ رکھے خود سے دور دھکیل گئی۔
"جاو پلیر رجال"

جانیہ کے درد سے کراہتا ہوا ضدی چینخنے پر رجال نے اس کی طرف دگنے غصے سے دیکھا اور لعنت بھیجتا کمرے سے نکلنے لگا جب وہ خود ہی اس کو پکارتی دوڑ کر آتی اس کے سینے سے جا لپٹی۔

اور درد کے سبب بری طرح رو پڑی، رجال نے اس کے کانپتے وجود کو غیر ارادہ تھا ما پر چہرہ سپاٹ تھا۔
"بہت پین ہے، پتا نہیں کیا کھا لیا جو سوٹ نہیں کیا۔ میں برداشت نہیں ک۔۔۔ کر پار ہی"

جانیہ کے سسک کر بتانے پر رجال نے اسکو یو نہی خود سے لگائے ہی میٹرس تک لائے آرام سے بٹھایا پر بیٹھ کر وہ زیادہ درد میں تھی کہ اسکی سانس تک رونے اور سسکنے سے اکھڑی۔

"لیٹ جاو، ڈاکٹر کو بلاتا ہوں۔۔ رونا بند کرو، چھوٹی بچی نہیں ہو، تھوڑی برداشت دیکھاو"

رجال نے اسکو ڈانٹتے سمجھایا لیکن چاہ کر بھی لہجہ سخت نہ کر سکا، وہ روتی رہی اور اسکا ہاتھ بھی پکڑے رکھا، رجال نے وہیں کھڑے ہی اپنے فیملی ڈاکٹر کو ارجنٹ بلوایا، ڈاکٹر نے آکر اسے سٹمک پین ریلیف پین کلر کے ساتھ ایک سیرپ دیا لیکن جانیہ کا درد ابھی بھی ویسا ہی تھا۔

سب سوچکے تھے لیکن ثمن کو وہ خود جگانے گیا تا کہ جانیہ کو دیکھیں۔ ثمن نے اسکے لیے سونف اور پودینے کا قہوہ بنایا ساتھ دو ویٹ برید پیس کھلائے تاکہ میڈیسن دے سکیں۔

پین کلر سے تو نہیں البتہ سیرپ سے وہ کچھ پر سکون ہوئی تو وہیں بچوں کی طرح روتی سو گئی، ناجانے کیوں پر رجال سے اک لمحہ اس پر سے نظر ہٹانی مشکل تھی۔

"آتے ہی بچی تکلیف میں گر گئی، ویسے کتنی معصوم ہے ناں۔ تم اسکے پاس ہی رک جاو بچے، تکلیف میں ہے یہ"

ثمن نے دروازے میں کھڑے رجال کی طرف دیکھتے فکر و پریشانی عیاں کی تو وہ نظریں چراتا سر ہلا گیا، ثمن اٹھ کر رجال کے پاس آئی اور پیار سے اسکا ہاتھ پکڑے چوما اور گال سہلاتی دیکھنے لگی۔

"تم دونار مل ہسبنڈ وائف کیوں نہیں بن سکتے مجھے اس پیچھے کی وجہ نہیں پتا لیکن تم نے گھر تو بسانا ہی تھا، یہ خوبصورت ہے، تم سے تیکھے کے ساتھ سچ بھی رہی ہے تو دونوں ایک بار ایک دوسرے کا لازمی سوچنا۔ آرام کرو"

ڈھکے الفاظ میں ثمن اسے کیا کہہ گئی ہے وہ اچھے سے سمجھ رہا تھا پر کبوتر کی طرح آنکھیں میچنا ہی اس وقت حل تھا، ثمن گئی تو رجال نے دروازہ بند کیا اور بھاری قدم اٹھاتا جانیہ کے پاس ہی زرا فاصلے پر جا بیٹھا۔

ہاتھ بڑھا کر اسکی بے داغ گال پر آنسو کی خشک ہوئی لکیر کو انگلی کی پور سے چھوا، وہ اسکے لمس پر پیٹ دباتی کسمپائی کیونکہ شاید ابھی بھی تھوڑا درد باقی تھا۔

رجال نے کچھ سوچتے کمرے سے کچن کا رخ کیا گرم پانی کی بوتل ہاتھ میں پکڑے لائی اور اسے واپس آکے پاس بیٹھے جانیہ کے پیٹ پر رکھا، اور اسکے چہرے کی طرف دیکھتا رہا جہاں جلد ہی درد بھرا تاثر ختم ہونے لگا۔

"بیوقوف لڑکی، اتنا تو پتا ہونا چاہیے اپنا کہ کس چیز سے راحت ملے گی اور کس سے تکلیف بڑھے گی۔ کب سے انرجی ویسٹ کر رہی"

کوفت سے بڑبڑاتا وہ خود بھی نیند سے بے حال تھا، آدھا گھنٹہ ماہرانی کی خدمت کرنے کے بعد وہ اٹھنے لگا تو جانیہ نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا، پہلے تو رجال کو لگا اسکا کڑا وقت آگیا مگر جب گردن موڑی تو وہ گہری نیند میں گم تھی۔

"اسکی کسر رہتی تھی"

سخت اکتاہٹ سے رجال نے اسکے ہاتھ کی انگلیوں کو اپنے ہاتھ سے لپٹا دیکھے خود کلامی کی اور نیند اس قدر آرہی تھی کہ اسکا ہاتھ ہٹاتا وہیں اسکے تکیے پر سر رکھے لیٹ گیا۔

جانیہ نے غیر ارادہ اسکی بازو سے لگتے چہرہ شانے سے ٹکایا، جبکہ رجال نے گردن موڑے جانیہ کے چہرے کو خالی نگاہوں سے دیکھا، بچپن کا عشق اس صورت کو دیکھ کر انگڑائی لیتا محسوس ہوا۔

"کیسا ظلم ہو گیا میرے ہاتھوں، اسے جلد کوئی پسند آئے تاکہ میری جان چھوٹے اس عذاب سے، میں تمہیں کوئی راحت نہیں دے سکتا، میری زندگی سے یہ سارے احساسات نوچ لیے گئے ہیں۔ میرے سارے گناہوں کی اکھٹی سزا مت بننا جانیہ۔۔۔۔۔ تم خوبخو رو پا پر کیسے چلی گئی، دماغ خراب کر رہی ہے تمہاری شکل"

اسے دیکھ کر خود پر ہنسنے اور رونے کا ساتھ دل تھا پر اس لڑکی کے سبب تھکاوٹ اتنی تھی کہ رجال نے ماتم پر بھی لعنت بھیجی اور کروٹ زرا اسی جانیہ سے مخالف بدلے آنکھیں بند کر گیا اور نیند بھی فوری حاوی ہوئی کیونکہ دماغی انتشار اکثر انسان کو تھکا دیتا ہے۔

انجمن دادو اور سوہا کو باتیں کرتا دیکھے بیلا پانی پینے کچن میں آئی تو آگے لاونچ میں عمر کے ساتھ بیٹھ کر بات کرتے یچی کو دیکھے مسکرائی، عمر تو صوفے پر نیم دراز تھا جبکہ یچی کو شاید وہ چڑا رہا تھا تبھی یچی سے کشن کھائے جا رہے تھے۔

"تم دو جا کر رومز میں سو جاؤ، آج کوئی امید بر نہیں آئی۔ انجمن دادو کو آج تم دو پر کوئی رحم نہیں آنا" دونوں کو مخاطب کرے بیلا ہنس کر کچن کا رخ کر گئی جبکہ یچی نے آخری بار کشن عمر کے سر پر برسایا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"کہاں سرکار، اپنی تو مل گئی۔ میرا بھی کچھ سوچ لیں، بوریت سے مرہی نہ جائے عمر آفندی" عمر کی بیچارگی پر یچی نے ہاتھ اس چپکی شے سے چھڑوایا۔

"شرم نہیں آتی بیوی کے بھائی سے ایسی مانگ کرتے، اپنا ٹیلنٹ دیکھا و اگر ہے ورنہ ارمانوں پر پانی بہا کر شرافت سے کمرے کا رخ کر لو"

طوطا چشمی کی حد تھی، عمر نے بھی آستینیں چڑھائیں اور یچی کے جاتے ہی سیدھا کمرے کا رخ کیے دادی جانم اور سوہا کے دائیں طرف بے تکلفی سے جا بیٹھا، خود انجمن نے نثار نظر عمر پر ڈالی جو دادو سے بلکل بے تکلف ہوئے لپٹا سوہا کو بھی مسکراہٹ بخش گیا۔

"تم دونوں خوش ہو؟"

دادو کے سوال پر دونوں کی نظریں ملیں، اور ہونٹوں پر مسکراہٹ رہی۔

"میں تو بہت خوش ہوں، اپنی گمشدہ پوتی سے پوچھ لیں دادی جانم"

عمر نے آہستہ سے سوہا کو تاڑتے کہا تو وہ دادو سے مزید لپٹی۔

"یہ خوش ہے تبھی اتنا مسکرا رہی ہے۔ چلو میری ٹنشن دور ہوئی بھئی، نہ تو پوتے کا رشتہ ڈھونڈنا پڑا نہ اس کے لیے شریف لڑکے کی تلاش کرنی پڑی۔ اب تو میں تم سب کی خوشیاں دیکھوں گی۔ بہت دکھ سہہ لیے"

دادو کی خوشی اک طرف پر عمر کے لیے شریف کا لفظ سننے سوہا نے ہنس کر اسے چڑایا جو آگے سے اسے خطرناک گھورا۔

"ان شاء اللہ"

عمر نے تائید میں سر ہلایا جبکہ دیکھ وہ سوہا کی خوشی رہا تھا، بس نہ چلا قربان ہو جائے۔

وہیں بیلا کو اپنے اطراف یچی کی بازوؤں کی بندھی گرفت محسوس ہوئی تو وہ فوراً اسے اسکے حصار میں پٹی، ابھی بھی اسکے زخم مکمل نہیں بھرے تھے لیکن وہ اب پہلے سے قدرے بہتر تھی۔

"فائنلی تم اپنی سہی جگہ آگئی، درد تو نہیں۔ طبیعت ٹھیک ہے؟"

اول جملے کی دلکشی یچی کے فکر بھرے اگلے جملوں سے بڑھ گئی۔

"تم تو سچ میں میری آیا بن گئے ہو یو یو، اتنی بھی نازک نہیں تھی بیلا جتنا تم نے یہ چند دن پیار اور توجہ دے کر بنا دیا"

شکوہ کرنا نہیں چاہتی تھی پر خود بخود ہونٹوں پر مچلا۔

"کیا کرتا، بہت سے حساب باقی تھے۔ تم خوش ہو بیلا؟ مجھ سے کوئی شکایت باقی ہے تو کہو مجھ سے"

اسکے بالوں کو ہاتھوں سے سنوارتے وہ اسکے چہرے کے بے حد نزدیک ہوئے بول رہا تھا، بیلا اسے سنتی یاد دیکھتی سمجھ سے باہر تھا۔

"بہت سی ہیں، میں نے فیل کیا کہ میں بہت جلدی پگھل گئی تمہارے معاملے میں۔ سو میں پھر سے روٹھ جاؤں کیا؟ تم پھر مناو گے؟"

اسکی مسکراتی خواہش سننے یچی گہرا مسکرایا، اک اک نقش کو انہی متبسم نگاہوں سے چھوتے ہوئے بیلا کی آنکھوں میں آنکھیں جمائیں۔

"کیا تمہیں پتا تھا کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں؟"

اسکی خواہش اک طرف کیے یچی نے اسکو حصار کر قریب کرتے پوچھا۔

"چھ سال سے پتا ہے"

وہ بنا لمحہ سوچنے پر لگاتے اترا کر بولی، یچی نے لمحہ بھر اسکی آنکھوں سے آنکھیں چرائیں۔

"منانے کے لیے جو رعب جمایا تھا تم پر وہ اسی محبت کا غرور تھا، اسی بات کی اتراہٹ تھی کہ تم نے مجھے جس لمحے خود میں قید کیا، خود بھی میری اسیر بن کر میرے لیے وقف ہو گئی۔ تم روٹھنا چاہو روٹھ سکتی ہو، مجھے بار بار منانے میں کوئی اعتراض نہیں، کیونکہ آئی نومان تو تم نے میرے دیکھتے ہی جانا ہے"

اب جواب کے ساتھ وہ اسے بہکا بھی گیا۔

"ہاں تمہاری آنکھوں میں اپنے لیے تشنگی، محبت، تڑپ دیکھنے کو بہت ترسی ہے بیلا، تو ایسا منظر مجھے فوری پاگل کر سکتا ہے"

وجہ دیتے ہوئے وہ دونوں ہاتھ اسکے گرد باندھے اسکے چہرے سے گال جوڑتی آنکھیں موند گئی۔

"اب میں دیکھوں گا ہی تمہیں انہی تین جذبات سے، تاکہ تمہارا پاگل پن، کھل کر جی سکوں"

چہرے سے جڑے بیلا کے نرم گال پر چہرہ پھیرے ہونٹوں کو رگڑتے محبت سے سرگوشی کی جبکہ بیلا کے لب مسکائے تھے۔

"تم خوش ہو؟"

وہ زرا فاصلہ بنا سکی پر دونوں کے چہرے بے حد نزدیکی پر تھے۔

"کیا لگ نہیں رہا؟"

الٹا اسکے زیریں لب کو استحقاق سے چھوتے بہک کر ان نشیلی آنکھوں سے گفتگو کی۔

"لگ تو تم اس ننھی جان کا وبال رہے ہو، ہٹو جانا ہے مجھے"

اسکے موڈ کو بدلتی وہ گرفت سے نکلی۔

"ان تینوں کو ساتھ رہنے دو، تم میرے ساتھ سو جاؤ"

بیچی نے اسکا ہاتھ پکڑا تو وہ ہچکچائی۔

"بالوں میں ہاتھ پھیرو گے ناں؟"

بیلا نے رک کر لاڈ سے فرمائش کی تو بیچی نے اسکی ٹھوڑی چومتے بیلا کی ہارٹ بیٹ مس کی۔

"پوری رات پھیر لوں گا، بس تم مجھ سے ایک بھی رات دور مت ہونا اور کچھ نہیں چاہیے"

بیچی کی عادت تو اسے بھی ہو چکی تھی تبھی بنا کسی کی پرواہ کیے وہ اسکے ساتھ اسکے کمرے میں آئی، خوشی کا اک نیا احساس اس جگہ خود کو محسوس کیے گھیر گیا۔

"میں بہت خوش ہوں، تم نے مجھے فائنلی اپنا کمرہ دے دیا"

وہ اس جگہ کو دیکھے بچوں کی طرح خوش ہوتی ہنسی۔

"دل دے دیا ہے، کمرہ کیا چیز ہے۔ سنبھال لو بستر بھی"

بیچی کے شوخ ہو کر کہنے پر وہ فوراً پورے حق سے اسکے بیڈ پر بیٹھی تو وہ ہنس کر خود بھی ساتھ ہی براجمان ہوا، بیلا نے مسکراہٹ لیے ہی گردن موڑی۔

"آئی لوو یو سو مچ، اس دن کے لیے جانے کتنی دعائیں مانگیں تھیں۔ تمہارے بہت پاس رہنا، بہت

خوبصورت ہے یو یو"

وہ خود ہی فوراً اسکی طرف رخ کیے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھر گئی جبکہ بیلا کا اعتراف سنے وہ لمحہ بھر کچھ بول ہی نہ سکا۔

"سیم فارمی"

دگنی محبت سے اسکی دھڑکنیں منتشر کرتا وہ اسے آہستگی سے حصار کر میٹرس پر لٹا گیا جبکہ جھک کر اپنا ہاتھ اسکے سر تلے رکھتے دوسرے ہاتھ سے اسکی گال کی نرمابٹ محسوس کی۔

"ایسے مت دیکھو ناں، ڈیمانڈ بڑھ جائے گی۔ تم جانتے ہو ابھی بیلا تمہاری جان نہیں لے سکتی، اس کے لیے مجھے پرفیکٹ ہونا پڑے گا۔ اس لیے سوتے ہیں"

خود ہی اسکی نظروں کی تاب نہ سہتے وہ اٹھنے لگی جب یچی نے پکڑ کر اسے واپس لٹایا۔

"میری ڈیمانڈ جو تمہیں صرف اس کمرے میں موجود پائے بڑھ گئی ہے اسکا کیا؟ اس لا علاج کیفیت کو سکون کیسے دوں؟"

اسکی گردن پر جھکتے اپنا پر شدت لمس رکھتے بیلا کو اپنے سوالوں سے مسکراہٹ بخشی۔

"جتنا پائسیبل ہے اتنا تمہارا علاج کرنے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں، اب کیا کہوں ترسا ہوا بند ہے تو اسکا خیال کرنا ہی ہوگا"

بیلا کا غرور سا لوٹا جبکہ یچی نے زرا پیچھے ہوتے مسکرا کر بیلا کی شرارتی آنکھیں دیکھیں اور دونوں ہی ہنس پڑے۔

"بہت تر سا ہوا ہوں"

معنی خیزی سے کہے وہ بیلا کی مسکراہٹ پر اپنا حق جما چکا تھا جس کا تسلط بیلا کی روح تک کو گرفت میں لیتا محسوس ہو رہا تھا۔

.._____..

ساری رات وہ اس کے ساتھ ہی سویا، کہیں سات ساڑھے سات صبح خود ہی رجال کی نیند گردن سے لپٹے ٹھنڈے ہاتھ کے لمس پر ٹوٹی، باریک کمبل سینے تک اوڑھ کر سوئی تھی پر اچانک سے ہو جاتی رات میں خنکی پر اس کا ہاتھ سرد ہو رہا تھا۔

"کس قسم کی بیہودگی ہے یہ"

رجال نے نیند میں ہی اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی گردن سے پرے ہٹایا پر جب احساس ہوا وہ رات جانیہ کے ساتھ سویا ہے تو اس کے جھٹکے ہاتھ کو پکڑ کر واپس سینے پر رکھ گیا اور ہچکچاتے ہوئے اک بار پھر جانیہ کو دیکھنے کی کوشش کی۔

دفنا اسکی آنکھیں سرخ ہوئیں، جیسے برداشت کی طناب چھوٹنے لگی ہو۔

"اسکی پلاسٹک سرجری کروا دیتا ہوں"

رجال نے اس خیال پر منہ بگاڑا کیونکہ اس سے زیادہ واہیات خیال اسے آج تک نہ آیا ہو گا۔

"دماغ فارغ ہو چکا ہے میرا، کیسے کیسے خیال آرہے ہیں۔ ماما کو کہتا ہوں اسکے لیے کوئی اس جیسا بے بی بوائے ڈھونڈیں۔ یہ نخرے میں تو نہ اٹھاؤں"

اپنے ہی بچکانہ خیال کی نفی کیے وہ فیصلہ کن ہوئے اٹھنے لگا جب جانیہ کی بھی نیند اسکے پاس سے یکدم اٹھ بیٹھنے پر ٹوٹی۔

اپنے پہلو سے اٹھ کر بیٹھتے رجال کو دیکھے وہ فوراً سے آنکھیں بند کر لیتی سوتی بن گئی کیونکہ رجال سے لڑنے کی نہ ہمت تھی نہ ارادہ، بلکہ وہ اسکی رات فکر دیکھ چکی تھی، اس پوزیشن میں نہ تھی کہ ناشکری کرتی۔

"اف کمر اڑ گئی اک جگہ مردے کی طرح لیٹ کر، میری رات خراب کیے خود کیسے نشئیوں کی طرح سو رہی ہے۔ اب صبح صبح نہار منہ پیش آپس کرنے پر گئے تب جا کر کمر کا بل ٹھیک ہونا۔ ویسے کہیں میں بڈھا تو نہیں ہو گیا کہ ہڈیاں جواب دینے لگی ہیں۔ نہیں یارا بھی تو تیس کا ہوں، یہ لڑکی ہی فضول کا وہم خانہ ہے"

بیڈ سے اٹھے آئینے کے سامنے تن کر اپنا سر تا پیر جائزہ لیتے وہ اتنا اونچا تو بڑبڑا ہی رہا تھا کہ جانیہ با آسانی سن سکے، تبھی بند آنکھوں سے ہی مسکراتی معلوم ہوئی، رجال نے پھر سے گردن ترچھی کیے سوئی جانیہ کو دیکھا۔

"ڈرٹی مین، ابھی بھی ممی کو لوو کرتے ہو کیا؟ شاید میری شکل دیکھ کر اپنے ان ٹولڈ اموشنز سے پریشان ہو رہے ہو۔"

رجال کرنٹ کھاتا چونکا کیونکہ وہ بلا بند آنکھوں سے ہی بول رہی تھی پھر لیٹے لیٹے اپنی آنکھیں بھی کھول گئی۔

"ان ٹولڈ کہاں سے تھے وہ جذبات، میں نے سب لکھ چھوڑے ہیں۔ دل میں کچھ نہیں رکھا۔ اگر تمہیں میری یہ کمزوری پتا چل ہی گئی ہے تو کیا تم مجھے بار بار یاد دلاو گی؟ میری زندگی میں اسکے علاوہ بھی بہت بدنامی و رسوائی کے پہلو ہیں"

رجال نے جینز کی جیبوں میں ہاتھوں کو ارساتے زرا فاصلہ سمیٹے جانیہ کی سمت دیکھتے کھر درے انداز سے اس معاملے سے توجہ ہٹائی پر وہ لیٹے لیٹے ہی سر نفی میں گماتی مسکرائی کیونکہ وہ جڑی ہی رجال سے رسوائی کے موڑ پر تھی۔

"میرا ارمان ہے کہ مجھ سے جسے پیار ہوا اسکے لیے اول و آخر میں ہی ہوں، تمہارے معاملے میں تو چانس ہی نہیں، ایسا کچھ ہوا تو کتنا عجیب ہو گا ہے ناں۔ تو رات اتنا خیال جو رکھا اسکے صلے کی امید نہ لگانا"

پر سکون لہجے میں اپنی بات کہے وہ جواب کی منتظر تھی جیسے اسکی جان، اسکی اگلی سانس میں اٹکی ہو، رجال نے اس پر سے آنکھیں ہٹانی چاہیں پر ناکام ہوا۔

"تمہاری جگہ کوئی بیمار بلی ہوتی تو اسکا بھی خیال رکھتا، بلی بچاری کیا دیتی صلے میں، تم بھی ویسی ہی گنگلی ہو۔ لیکن کچھ زیادہ ہی خوش فہم ہو"

رجال کاسلگتا انداز جانیہ کی انا پر وار کر گیا، فوراً سے اٹھ بیٹھی پر پر اعتمادی سے رجال کو دیکھنا جانے کیوں مشکل ہوا۔

"صلے کا مطلب پیسہ نہیں تھا بیوقوف"

جانیہ جھنجھلاہٹ میں غرائی جبکہ رجال نے اسکی نظریں چرانے پر تمسخرانہ سی سائیل دی اور ہاتھ بڑھا کر جانیہ کی ٹھوڑی وحشیوں کی طرح جکڑے چہرہ اوپر اٹھایا تو جانیہ کراہ اٹھی۔

"تم اپنی عمر سے کافی ہاتھ آگے چل رہی ہو، نقصان ہوگا۔ تمہارے لیے لڑکا ڈھونڈتا ہوں، ارمان دبائے نہیں دب رہے جانیہ صاحبہ کے۔ ویسے بھی دو راتوں میں ہی کافی سر درد بن چکی ہو، چلتا کرو اتا ہوں تمہیں"

اسکی ٹھوڑی چھوڑتا وہ کمرے سے نکلا تو جانیہ ہونق ہی تورہ گئی۔

"خود اپنی عمر سے پیچھے چل رہا ہے، اسکی فکر نہیں ہے اسے۔ کیا نارمل نہیں ہو سکتا۔ مجھے چلتا کرو گے تم؟ تمہیں ہی نہ اس گھر سے نکلوا دوں۔ اب مجھے یہاں سے ہلا کر بھی دیکھاؤ زرا۔ مجھ سے میرا سب چھینا، میں بھی تم سے تمہارا رہا سہا سب چھین لوں گی"

جانیہ نے اپنے غصے کو قابو کیا اور پھر ناجانے کیا سوچے ہنس پڑی، پر اس ہنسی میں رجال کی چھپائی تکالیف کا کرب تھا، وہ سمجھدار تھی، جانتی تھی رجال کے ساتھ گریول نے کیا کیا ہے۔

مسکرا کر کروٹ بدلے وہ تکیے میں منہ چھپائے پھر لیٹ کر سونے لگی پر اس تکیے سے اٹھتی بھینی سی مہک پر جانیہ نے چہرہ پیچھے کو کیا، پھر آنکھیں بند کیے خوشبو ان ہیل کی۔

"بڑی مست خوشبو ہے۔ اتنے اچھے بال ہیں اس ریچھ کے، کھینچنے کا دل چاہ رہا جو بکواس کر کے گیا ہے"

جانیہ نے واپس چہرہ چھپا لیا جبکہ رجال اپنے کمرے میں آکر ہر چیز پر دو حرف ڈالے میٹرس پر آن اوندھا گرا اور وہیں آنکھیں سختی سے موند لیں، دماغ میں برپا شور بھیانک ہو رہا تھا۔

.._____..

داران کی نیند، داریہ کے ہاتھ سے ہیر برش چھوٹ کر نیچے فرش پر گرنے پر ٹوٹی، داریہ نے جب دیکھا داران کسمسایا ہے تو ایکسٹر اگلابی گال پھولا لیے، کیونکہ ڈھیر سارا خفا جو تھی۔

موصوف نے اپنے ڈولے چھلکاتی ویسٹ پر لیٹے لیٹے آس پاس ہاتھ مار کر دریافت کی شرٹ چڑھائی اور زردائیں طرف بازو ٹیکتا سیٹی مارے داریہ کو نہارنے لگا۔

پر موصوفہ کا کوئی رسپانس نہ ملنے پر داران جھپ مارے اٹھا اور اپنی نازک حسینہ کو حصارا ہی کہ وہ شہد کی مکھی کی طرح اسکے حصار میں تنناتی گھومی۔

"ہٹو، جلاد کہیں کے۔ ڈونٹ ٹچ می۔ تم ہو ہی بد تمیز"

ایکسٹر اسرخیوں میں گھلے داریہ کے چہرے پر کون نا بہکتا، اوپر سے داران کے ہنسنے نے داریہ کو رلانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

"ارے ارے، اب حق والی بد تمیزیاں تو کروں گا۔ وہ تو تمہیں سہنی ہیں۔ اور اتنی پیاری روٹھو گی تو بار بار خفا کرنے پر مچل جاؤں گا، بتاؤ تو ہوا کیا۔ مجھے اچھے سے یاد ہے ہم راضی خوشی سوئے تھے"

مستی بھرے لہجے میں داریہ کے روٹھے رنگ تکتا وہ اسکا چہرہ اپنی سمت موڑتا بولا، اختتام تک شرارت بے خودی بنی۔

"سوئے تھے، کہاں سوئے۔ تم بد تمیز نے سونے دیا ہی کب۔ اور کون اتنی سپیشل مومنٹس کے بعد آدھی رات کھانا پکواتا، بھوکا شیر۔ دور ہٹو میں سچ میں ناراض ہوں، کھانے کے بعد صبح ناشتہ بھی مجھ سے بنوایا، میرے ہاتھ دکھ گئے پر تم، ٹن ہو کر سو گئے"

رونے کے دہانے پر پہنچی وہ جیسے اک اک ستم یاد دلارہی تھی داران سچ میں قہقہہ روک نہ سکا، اور یہ سب جتنے کام داریہ نے کیے پوری خوشی سے کیے پر شاید جب صبح ہوش واپس آئے تو خود کو بہت تھکن سے چور محسوس کیا، تبھی یہ دکھڑا اسے لگا تھا۔

"ہا ہا داریہ! یہ لڑنا تھوڑا لیٹ نہیں ہو گیا۔ مینز رات تو تم نے بڑے رومنٹک موڈ میں کھانا بنا کر مجھے بہکا بہکا کر کھلایا، پھر ناشتہ بھی اپنے ہاتھوں سے کروایا۔ میری سوئیٹ ہارٹ، آپ لیٹ ہو گئی ہیں۔ اب میں آپکے ہاتھ ہی چوم سکتا ہوں اپنے ستم کی تلافی میں"

داران نے ہنستے ہوئے ہی اسکے دونوں ہاتھ چومے اور اپنی گردن کی پچھلی طرف باندھتے اسے پل میں بازوؤں کے حلقے میں بھرے قریب کیے مہکتے سینے سے جوڑا، جو اسکے قربت میں گلاب ہوئی۔
"مجھے ہوش ہی ابھی آئی ہے"

داریہ نے اسکے ہونٹوں پر سے نظر بچاتے کہہ کر نظریں جھکا لیں، لہجے میں بے پناہ پیار تھا، تو وہ کیونکر نہ نثار ہوتا۔

"اتنا سنگین ہوش اڑا بیٹھا تھا کیا؟"
داران کی سرگوشی اس سے دگنی معنی خیز تھی۔
"ہمم۔ بہت برے ہو تم"

داریہ نے نظریں ملاتے ہی لاڈ سے الزام دھرا۔

"آئی نو، ایک تو تم اتنی جلدی ہمارے بیچ یہ بے بی نام کی کباب کی ہڈی لے آئی کہ میرے ارمان بیچارے راہ میں ہی رہ گئے، تو کیا اب میں معصوم انھیں تھوڑے تھوڑے کر کے ہی سہی پورے بھی نہ کروں۔ میں تو اب یونہی تم پر مسلط رہوں گا، جو اکھاڑنا ہے اکھاڑ لو"

داران کی بے باک باتوں سے اسکو پھر سے ارد گردنا دیدہ حرارت محسوس ہونے لگی۔

"میں اکیلی نہیں لائی اسے، تمہارا کارنامہ ہے مسٹر۔ اور تم مجھے چھوتے نہیں ہو، تم مجھے پاگل کر دیتے ہو ماہیر اور تم مجھ پر ظلم بھی ڈھاتے ہو، میری مدہوشی کا فائدہ اٹھائے مجھ سے کتنے کام کروا لیے مجھے پتا ہی

نہیں چلا کہ مجھے کتنا پین ہے۔ چیٹر ہو تم۔ اب آج کا سارا کھانا بناو گے بھی اور مجھے کھلاو گے بھی۔ بس تبھی بخشوں گی"

واللہ اس لڑکی کی ناراضگی اور یہ معصومیت بھی قہر عظیم تھی۔
"تم نہ بخشو مجھے، تم روٹھی رہو۔۔۔"

داران نے بے خودی سے گال سے گال رگڑتے اسکی شہہ رگ محبت سے چومتے آنکھیں موندیں تو وہ اور غصہ ہوئی۔

"مطلب کھانا نہیں بناو گے؟ مجھے ماسی بنا کر اس حالت میں کام کروا دو گے۔ نوو"

وہ جارحانہ ہوتی بڑبڑائی جبکہ داران نے خمار جھٹکے روبرو ہوئے دارِیہ کو مسکرا کر دیکھا جو ایویں دو روپے کی ضدیں کرتی اور شیدائی کر رہی تھی۔

"ہاں ناں تاکہ تم یہ نو ماہ شیرنی کی طرح اکیٹور ہو اور ہمارے بے بی لائن کو دنیا میں ایزبیلی لاسکو۔ میں تو سوچ رہا ہوں کپڑے بھی دھلو اوں تم سے اور برتن بھی"

داران اسے اور چڑا کر مکے کھانے والے کام کر رہا تھا مگر اسکی بازو کو ابھی بھی دارِیہ سخت ہاتھ لگانے سے گریز کر رہی تھی پر جب سمجھ نہ آیا تو داران نے خود ہی اپنا دوسرا بازو پیش کیا۔

"مکا آرہا ہے میری شیرنی کو، ٹھوک دو"

داران نے مزے سے ترچھا ہوتے دعوت دی تو داریہ روٹھ کر پلٹی اور اس سے پہلے رو دیتی، داران نے فوراً اثر ارت ترک کی اور عقب سے اسے حصار لیا۔
دونوں بازوؤں میں قید کیے۔

"چھوئی موئی موڈ آن کر دیا میں نے کیا؟ تم لاڈ اٹھوانا چاہتی ہو؟"

اسکے گال سے ہونٹوں کو جوڑے بالوں میں گم ہوئے ہی سرگوشی کی جس پر داریہ نے فوراً سر ہلایا۔
"ب۔۔ بہت سارے، تمہیں انگلی پر نچانا چاہتی ہوں۔ پلیز ناچ لو"

داران نے یکدم ہی حیرت سے اپنی سمت زرا پیچھے ہوئی داریہ کو دیکھتے پھر ہنس کر اسے پلٹا کر اپنے سینے سے پٹخا تو وہ اسکے تیور پر بوکھلائی۔

"تو اب تک تم اور کیا کر رہی ہو فلورنس، کسی کو دوسری بار مڑ کر نہ دیکھنے والا بندہ تمہیں بار بار تاڑتا چلا جاتا ہے، کسی کی پرواہ نہ کرنے والا تمہارے جسم کے ہر چھوٹے سے چھوٹے درد پر تڑپنے لگا ہے۔ انسوؤں کو صرف پانی سمجھنے والا، اب آنسوؤں کے نام سے ڈرتا ہے۔ ایٹیوڈ مین کو اپنا ذاتی آدمی بنا کر رکھ دیا، اور کیا اب سنپل کے بجائے بلی ڈانس کروانے کا من ہے؟"

اسکی ہر بات توجہ اور محبت سے سن رہی تھی، آخر تک اسکے مسکرا نے پر خود بھی ہنس پڑی۔

"بہت برے لگو گے، ہاہا۔ میں تمہیں اپنے پیچھے وہی والا ڈانس کروانے والی ہوں۔ بہت ہی نکمی، آلاسی اور کام چور داریہ بنوں گی۔ بہت شوق ہے ناں مجھ پر مسلط ہونے کا تو اٹھ کر پانی بھی نہیں پیوں گی، کھا کھا کر موٹی بھینس بنوں گی اور میرے حصے کی واک، ایکسرسائز سبھی تم کرو گے"

اپنے نیک ارادے بتاتی وہ داران کو خطرناک مسکراتی نظروں سے نہار رہی تھی جو اس اچھے بھلے پٹری پر چڑھے آدمی کے ارادے بگاڑ رہی تھی، سائمن کی ریما سنڈر کال نے دونوں کی توجہ بھٹکائی، بنا اٹینڈ کیے ہی داران سمجھ چکا تھا مقتل گاہ تیار ہو چکی ہے۔

"میرے سرور! اسکا جواب میں تمہیں واپسی پر دوں گا لیکن ابھی بہت اہم کام ہے۔ گریول کا اینڈ۔ کیونکہ مزید تم نے مجھے ان نشیلی آنکھوں سے دیکھا تو میں کچھ جلادی کرنے لائق نہ بچوں گا اور یہیں ڈھیڑ ہو جاؤں گا۔ سووی ٹاک لیٹر۔ ہوش اڑ گیا ہے، مجھے اگین شاور لینا ہو گا۔ ریڈی ہو جاؤ تم بھی"

اک بے رحم گستاخی کر کے داریہ کے حواس جھنجھوڑتا وہ اپنا ٹاول اٹھاتا واش روم گھسا جبکہ داریہ کا دل چاہا پیچھے ہی جا کر اسکی گردن دبا دے، ایسے لگ رہا تھا دم گھوٹ گیا ہے۔

خیر اگلے ایک گھنٹے تک دونوں پروفیشنل خلیوں میں آکیڈمی پہنچ چکے تھے۔

مقتل گاہ سائمن نے سجادی تھی، یہ وہی جگہ تھی جہاں گریول نے رابل کو آخری افیت دی تھی۔

گریول کے ایک پیر میں زنجیر تھی اور اسے کچی کھردری زمین پر دھکیل کر بٹھایا گیا تھا، زخموں کی اذیت کے سبب وہ پہلے ہی مردہ حالت میں پہنچ چکا تھا۔

لیکن جب اسکی نظر اپنی طرف آتے داران اور داریہ پر پڑی تو اسکی وحشی سو جھی آنکھوں میں زندگی کی رمتق بیدار ہوئی۔

"اگر تم کمفر ٹیبل نہیں تو جاسکتی ہو داریہ"

جو انجام آج داران اس خبیث کا کرنے والا تھا اسے دیکھنے کے لیے ہمت چاہیے تھی، داریہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"مجھے تم سے جڑا کچھ بھی ان کمفر ٹیبل نہیں کر سکتا، تم وہی کرو جو تمہیں اور رابل کی روح کو قرار دے گا"

داریہ نے اسے بے فکر کیا اور داران کے ہمراہ ہی گریول کے قریب پہنچی۔
آس پاس بائیس تئیس داران اور سائمن کے لوگ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر گنز لیے کھڑے تھے، جبکہ دائیں جانب فائر گن پڑی تھی جسے دیکھ کر ہی جسم میں کپکپی اترتی وہ اتنی بھیانک اور بڑی تھی۔

"رجال نے تو گن گن کر بدلا لیا تم سے، چمڑی تک ادھیڑ دی۔ تبھی اسے جلا د کا رینک دیا ہے۔ سوٹ کرے گاناں اس پر؟"

داران نے اپنی پتلون گھٹنے سے ڈھیلی کی اور دو زانو ہوتا گریول کے پاس ہی بیٹھے مٹھی میں اسکے بال دبوج کر اسکا زخمی چہرہ اوپر اٹھایا، نیل، کھروچیں اور لہوا لگتے زخموں نے گریول کے خوبصورت چہرے کو مسخ کر دیا تھا۔

"ڈیل کر لیتے ہیں، ت۔۔۔ تم موسکو کے ڈان بھی بن جانا۔ لیکن رابل کی موت معاف کر دو، میں نے غصے میں آکر تکلیف دی اسے۔ ورنہ وہ تو میرا سکون تھا، میری راحت تھا"

گریول کے لہجے میں بے بسی تھی اور تب بھی اس اذیت سے بہت کم تھی جو داران نے آخری وقت رابل گیرٹ کی آنکھوں میں دیکھی تھی۔

"اس سے بھی پوچھ لیتے کہ کیا تم بھی اسکا سکون بن پائے ہو، نہیں۔۔۔۔۔ تم نے اسکی زندگی، اسکی میرڈلائف، اسکی ذہنی حالت سب تباہ کی۔ وہ اپنی بیوی کو دیکھ کر سانس لیتا تھا، اسکی دونوں بیٹیاں اسکی کل دنیا تھیں، اور ماں بن کر پالنے والی خالا۔ ان سب کا کیا قصور تھا"

گریول کی ندامت سے آنکھیں جھکیں۔

"کیونکہ وہ ان سب کو مجھ سے زیادہ اہمیت دیتا تھا، مجھے پتا ہوتا اگر کہ اسکا تم جیسا کوئی دوست بھی ہے تو تم بھی مر چکے ہوتے۔ اسے چھونے والی ہوا تک سے نفرت تھی مجھے، وہ میری نس نس میں اترتا تھا، مجھے عشق تھا اس سے لیکن اسے مجھ سے ماسٹر گریول سے گھن آتی تھی، نفرت کرتا تھا۔ تھوکتا تھا، پیارا ک طرف میں اسکی یہ گندی حرکتوں پر پاگل ہو جاتا۔ اسے ڈر گز دینی پڑتی تھیں، ڈر گز اور نشے کی دوائیں

دے کر قابو کرنا پڑتا تھا، مجھے اسکے جسم سے سکون اور لذت ملتی تھی۔ کیا کرتا مجھے قدرت نے ایسا ہی تخلیق کیا۔ وہ مجھ سے دور ہونے لگا، نشے کی دوائیں اس پر اثر کرنا چھوڑ گئیں، میری طلب ادھوری تھی، اسی کے ہاتھوں مجھ سے اس پر وار ہو گیا۔۔۔۔۔"

داران کو تکلیف صرف اس بات پر ہوئی کہ رابل نے اتنی اذیت سہہ لی کہ اسکے دماغ پر سن کرنے والی دوائیں بیکار ہو گئیں، اک آنسو داران کی آنکھ سے ضبط کے باوجود ٹپکا۔
خود داریہ اور سائمن یہ سب سن کر صدمے میں تھے۔

"اور پھر تمہیں یہی لگا کہ وہ پتا نہیں مر گیا یا زندہ ہے، تم نے رجال کو ہوس کا نشانہ بنا کر اپنی طلب پوری کرنی شروع کی؟ اسے بھی ڈر گز دیتے تھے؟"

داران کے سوال پر گریول کی وحشی آنکھوں میں سرور اتر ا۔

"وہ رابل سے بھی زیادہ پرکشش ہے، آہ۔۔۔ پر رابل نہیں بن سکا"

گریول کی ہوس پرستی پر داران نے اسکی گردن جکڑی تو وہ ہوش میں لوٹا۔

"تمہیں پتا ہے جب جب تم نے رابل یا رجال کا سیکچول ایسلٹ کیا، ان دو نے پہلا کام فزیکل ایویڈنس اکٹھے کرنے کا کیا یعنی وہ سارے ثبوت انٹرنیشنل میڈیا پر دیکھائے جائیں گے، پوری دنیا جان جائے گی کہ تم سیکچول ابوزر تھے، یہ تمہاری بعد کی سزا ہو گی۔ گندی نالی کے کیڑے، مردوں کا ریپ ہمارے جیسے پسماندہ ملکوں میں تو کسی نے سنا ہی نہ ہو گا اور ہوتا بھی ہے تو لوگ اس پر بات کرنے سے خوف

کھاتے ہیں، آج تک ایسے پسماندہ ملکوں میں عورت ہی ہوس کا شکار ہوئی لیکن تم نے تو تاریخ بدل دی اپنے گند سے۔ اپنی گندگی کے لیول سے، اور ایک بار نہیں تم نے رابل اور رجال کو کئی بار اس اذیت سے گزارا۔ آخری خواہش گندے سے گندے مجرم کی پوچھی جاتی ہے، چلو تم بھی بھونک دو۔"

داران نے اسکی گردن چھوڑتے اٹھ کھڑا ہوتے گریول کی بدبو اگلی زندہ لاش پر اک سرسری نظر ڈالی تو وہ آگے سے گردن تر چھی کر کے داریہ کو دیکھتا ہنسا۔

"پوری کرو گے؟ مجھے ڈی کے کو پرپوز کرنے دو پھر۔ ہا ہا ہا"

داریہ نے اسکی جرت پر اس سے پہلے اسکے بال نوچتی، داران نے اپنی شیرنی کو راہ میں حائل ہوئے جکڑا۔

"ہمت ہے تو کر کے دیکھا، کٹر کے گند۔ رابل کو تو تیری درندگی سے نہیں بچا سکے لیکن رجال کا مرہم تیری ہی بہن بنے گی۔ وہ واپس لائے گی اسے زندگی کی طلب کی طرف، وہ بھی تیری دی اذیتوں کو بھول جائے گا۔ اور اگر تجھ میں زرا سی بھی ہمت ہے تو میرے ماہیر شاہ کے سامنے پرپوز کر کے دیکھا، پھر تیرا گندے سے گندا انجام میں ہنس کر سہہ لوں گی"

داریہ نے چیخ کر اس غلاظت کے ڈھیڑ کو اسکی اوقات بتائی جبکہ گریول خباثت سے ہنستا ہوا ان دو کو مسلسل سلگانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"چل کر پرپوز، میں بھی دیکھوں تو میری عورت کو پرپوز کرتا کتنا ذلیل لگے گا اور کتنی گندی سزا پائے گا"

داران نے داریہ کی گال سہلاتے اسے غصے سے نکالے پکڑ کر اپنے عقب میں کرتے جھک کر گریول کی گردن مضبوط ہاتھ میں جکڑے اسے کھڑا کیا جبکہ درد کے سبب گریول کراہ کر رہ گیا پر ڈھٹائی کی حد تھی کہ وحشیانہ ہنس رہا تھا۔

"شرم کرو، اپنی بیوی کو پرپوز کرنے پر اکسا رہے ہو مجھے"

گریول کی لفظی بکواس ختم کرنے کا وقت آچکا تھا، داران نے اسے زمین پر واپس پٹخا اور کھردری زمین پر گھسیٹ کر فائیر گن کی حدود میں لے کر پہنچا۔

"ہے ڈی کے، تم میری ہوس مٹاؤ گی کیا؟"

بے دم ہنستا گریول جب یہ بولا، داران نے سائمن کو سلینڈر آن کرنے کا اشارہ کیا جبکہ زمین پر گھسیٹے جانے کے سبب گریول کی شرٹ پھٹ کر اسکی پشت لہو لہان ہوئی پر وہ یوں تھا جیسے اسے یہ سب تکلیف راحت دے رہی ہو۔

"تمہاری ہوس صرف ایک چیز مٹا سکتی ہے گریول"

داران نے اسے تالاب کے کنارے لائے اسکی گردن پر اپنی ارجمند کے پتھر والی انگوٹھی اس زور سے ماری کہ گریول کی اپروی گردن کی جلد سے لہو کی بوندیں نکل پڑیں۔

"مجھے رابل کی طرح مارو گے؟"

گردن پر ہاتھ رکھتے گریول نے خود پر جھکے داران کو دیکھا پر داران نے مسکراتے ہوئے اٹھ کر جب سائمن کے ہاتھ سے فائیر گن کا نوزل تھا ما جو کئی کلوزنی تھا، گریول کی صورت لٹھے کی مانند ہوئی۔ کیا وہ اسے زندہ جلانے لگا ہے، یہ سوچ کر گریول کو اپنے جسم کے انگ انگ میں تکلیف کے دھماکے محسوس ہوئے۔

"میں تمہیں اپنے طریقے سے ماروں گا گریول، کیونکہ تم نے داران ماہیر شاہ سے اسکا اکلوتا دوست چھین کر مجھے بھی سرتا پیر جلایا تھا۔ وہ صرف دوست نہیں تھا، اس نے مجھے بہت سے سلیقے سیکھائے تھے۔ مرہم بننے کے، مسکراہٹ اور مہربانی بانٹنے کے۔ اسکا بدلہ لیا تو مجھ پر دوسری سانس حرام ہو جائے گی۔ میں اس کے لیے اللہ کے حضور آخری سانس تک معافی مانگ لوں گا پر میں تمہیں نہیں بخش سکتا"

گریول کے گڑ گڑانے کا وقت شروع ہوا۔

موت آنکھوں کے سامنے ہو تو بڑے بڑے سوراخ کپکپا اٹھتے ہیں۔

"ہمارے مذہب میں زنا اور زیادتی کی سزا سنگسار کرنا ہے، تم نے اپنے مذہب کے ساتھ ساتھ انسانیت کی بارہا توھین کی گریول۔، قدرت و کائنات کے اصولوں کے خلاف گئے تبھی مجھے اور میرے ساتھوں کو تمہیں انجام پہنچانے کا وسیلہ بنایا گیا"

داران کے پاس اس درندے کے لیے کوئی رحم نہ تھا، گریول نے خوف سے سر دپڑتے رحم طلب نظروں سے داران کو دیکھا۔

"م۔۔ میں کیا کرتا، مجھے تسکین ہی یہ غیر فطری عمل دیتا تھا۔ کیا کرتا ہاں"

گریول کو پتا تھا وہ اب بچ نہیں سکتا تبھی بے بس بن کر آخری پینتر اختیار کیا۔

"جب پہلی بار تم نے خود میں یہ ابنار مل رویہ دیکھا تبھی تم خود کو سنبھال سکتے تھے۔ یہ مشکل تھا ناممکن نہیں، یہ تیسری جنسی کشش انسانوں کے ساتھ جانوروں میں بھی ہے کوئی انوکھی بیماری یا عارضہ نہ تھی، ہم انسان نہیں جانتے اس کے وجود کا مقصد لیکن کوئی مذہب بھی اس چیز کو پراوڈلی ایکسپٹ نہیں کرتا خاص کر وہ امتیں جنکے پیغمبر الہامی کتابوں والے ہیں۔ ہم بتوں کی بوچا کرنے والوں، شرک کرنے والوں اور لادینی مذہب والوں کی مذمت کر سکتے ہیں، ہدایت کی تاکید کر سکتے ہیں لیکن زبردستی نہیں۔ انسان کا مذہب جو بھی ہو، اصل چیز وفاداری ہوتی ہے۔ اصل چیز انسانیت ہوتی ہے۔ تم جانتے ہو جو بھٹکے ہوئے مذہب Ambiphilia کو پرموٹ کرتے ہیں وہ بھی کچھ شرائط لاگو کرتے ہیں، کہ ایک Ambiphilia مرد صرف اس وقت ایک مرد سے جنسی تعلق قائم کر سکتا ہے جب تک دوسرا بھی Ambiphilic ہو اور اسے بھی یہ تیسری جنسی ضرورت ہو"

یہ سب سننا گریول کے خوف کو بڑھا رہا تھا پر اب کیا فائدہ، اب تو اس نے قدرت سے لڑائی کر کے اپنے پیدا کرنے والے کو ہمیشہ کے لیے ناراض کر دیا تھا۔

"لیکن تم نے آج تک جس بھی میل کے ساتھ یہ سب کیا وہ Ambiphilia نہیں تھے، وہ تمہاری جنسی ضرورت کے آگے غلام بنے، تمہارا گناہ یہی ہے۔ تم نے مذاہب کی توہین کی ہے، تم نے فطرت کو لٹکا رہا ہے۔ تم نے کئی معصوم زندگیوں کو ویران کیا ہے، اور اپنی اس ہوس کے بیچ ناجانے کتنی بے گناہ جانیں لیں۔ تمہیں چھوڑ دیا تو کبھی سر نہیں اٹھاسکوں گا"

گریول کی آنکھوں میں ڈر تھا پر ندامت نہ تھی، کیسے آتی کہ اسکی ہوس نے اسے لاعلاج نقطے پر پہنچا دیا تھا۔

"میں نے تمہارے لیے یہ سزا بہت سوچنے کے بعد چنی کیونکہ آسان موت اگر تمہیں آئے گی تو وہ موت کی توہین ہوگی، آئی نو دواسکے بعد مجھ پر جو کیفیت طاری ہوگی وہ شاید سہنا میرے بس کا روگ نہ رہے لیکن پھر بھی تمہیں اس جلن سے گزرنا ہوگا گریول، تمہیں بھٹکنے کی سزا برداشت کرنی ہوگی۔ اللہ مجھے اس غیر انسانی حرکت کے لیے کبھی نہ کبھی معاف ضرور کرے گا کیونکہ اس نے مجھے کبھی اکیلا نہیں چھوڑا۔ یوڈیزرو موردین دس"

داران کی آواز میں ناچاہتے ہوئے بھی دہشت تھی لیکن اس نے کمزور نہیں پڑتا تھا، گریول کی آنکھیں ساکن ہو چکی تھیں اور وہیں اس فائیر گن کی نوزل سے دفاپندرہ فٹ کی آگ کا شعلہ نکلا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس آگ نے گریول کے کپڑوں اور پھر اسکے جسم کو موم کی طرح اپنی لپیٹ میں لیا اور جلن کی اصل اذیت نے گریول کی ہولناک و دلخراش چیخوں کو بھی اس آگ کے دیوہیکل حصار میں گاڑ

دیا، فائبر گن کی آواز اس پوری جگہ کسی قیامت کے سائرن جیسی گونج رہی تھی، وہ آگ میں سسکتا
ٹڑپتا گالیاں بکتا جل بھن رہا تھا لیکن داران کی آنکھوں کے سامنے سے یہ بھیانک منظر اچانک ہٹا، اسے
مسکراتا ہوا رابل دیکھائی دیا جو اس سے عمر میں کافی بڑا تھا، اسی آگ سے دور اک سنہری روشنی میں
مقید، اس روشنی کی پیلاہٹ دیکھتے ہی دیکھتے ختم ہونے لگی۔

"راہل۔۔ دیکھو جلا دیا"

سائمن اور داریہ نے سہم کر بیک وقت داران کو دیکھا کیونکہ رابل تو انہیں کہیں نظر نہ آیا لیکن داران
اس سے یوں مخاطب تھا جیسے وہ اسکے سامنے ہو۔

"دیکھا، یہی دیکھنے سے تو یقین آیا کہ میرے پیچھے میرا والی وارث تھا، آج سہی معنوں میں تم نے مرہم
لگانا سیکھ لیا داران، مجھے انتظار تھا کب تم اس جگہ میری روح کے گرد لپٹی مجھے پل پل جلاتی آگ کے
مقابلے کی آگ بھڑکاو گے۔ تھینکیو مجھے پہلے سیدھی راہ دیکھانے کے لیے اور پھر میرے لیے ایک
ہمدرد بننے کے لیے، تم مجھے نہیں بھولے۔ میں بھی تمہیں کبھی نہیں بھولوں گا"

اس کی آواز داران نے دلبرداشتہ ہوتے سنی، جیسے وہ اسکے دل میں موجود بول رہا تھا، اور پھر دیکھتے ہی
دیکھتے رابل کی خوبصورت پر چھائی وہاں سے اوجھل ہوئی لیکن وہ دلبرداشتہ کیفیت داران ماہیر شاہ سے
سنجھالنی مشکل ہوئی، یہ سوچ کر کہ یہ بس اسکا وہم تھا۔

داریہ نے دوڑ کر اسکے قریب آئے داران کے کاندھے کو چھوا تاکہ اسے حواسوں میں س لوٹا سکے، دونوں سامنے دیکھ رہے تھے، آگ اپنے من پسند نوالے کو بے دردی سے نوچ رہی تھی، گریول کی ہڈیوں کو آگ پکڑ چکی تھی، وہ مٹ رہا تھا۔

ورنہ ایک سالم انسان اتنی آسانی سے نہیں جلتا، ریسرچ کہتی ہے آگ صرف اسی کو جکڑتی ہے جسے جلانا اس کے لیے حلال ہو۔

داران نے فائر گن بند کیے گن کا نوزل کسی اچھوت کی طرح زمین پر پھینکا اور وہیں گھٹنوں کے بل گرتے بیٹھا، نیلی آنکھوں کی نیلاہٹ میں جلن، آگ اور اذیت کا پردہ پڑا تھا۔

"ت۔۔ تم ٹھیک ہو ماہیر"

داریہ اسے یوں دیکھ نہ پائی تو کمزور پڑتی آواز میں اسکے آنسو پونجھے، خود سائمن اس آگ کو دیکھے اپنے بے قابو آنسو رگڑ رہا تھا۔

"وہ یہاں ت۔۔ تھا داریہ! میں نے اسے دیکھا۔ وہ یہیں تھا۔ اس کی آواز سنی۔۔۔ وہ بہت خوش لگ رہا تھا، انتہائی خوش"

داران کے بچوں کی طرح بتاتے ہی رو پڑنے پر داریہ کے ساتھ ساتھ سائمن کی آنکھیں بھی سرخ ہو کر مزید چھلک پڑیں۔

ہر طرف عجیب تعفن اور تاریک دھواں پھیل چکا تھا جو سانس گھوٹ رہا تھا۔

"تمہارے دل میں ہے وہ، اسکا انتقام لیا تبھی وہ خوش ہو کر دیکھائی دیا۔ سنبھالو خود کو، تم نے کر دیکھایا ماہیر۔ تم نے محبت کے ساتھ دوستی بھی شاہانا نبھائی۔ تم نے انسانیت نبھائی ہے۔ تم ایسے کمزور نہیں پڑ سکتے"

وہ اسکے آنسو پونجھتی اسے خود سے لگاتی اسے کھل کر رونے دینا چاہتی تھی کیونکہ اس لمحہ ہر فرد کی آنکھ نم تھی جیسے آج پھر بہت سالوں بعد وہ سب رابل گیرٹ کی روح کو آلوداع کر رہے ہوں۔

"باخدا میں اللہ کے بنائے کسی انسان کو جلانا نہیں چاہتا تھا، یقیناً اس بد بخت کے دنیا میں آنے اور بھٹکنے کا بھی مقصد ہو گا لیکن میں ایسا نہ کرتا تو دم گھٹ جاتا۔ اور کوئی سزا سمجھ نہیں آئی۔ میرے ہاتھوں گناہ ہو گیا ہے داریہ"

وہ اپنے کانپتے ہاتھوں کو ڈر کر دیکھتا داریہ کو پریشان کرنے لگا، خود سائمن قریب چلا آیا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے، اسکی موت تمہارے ہاتھوں ایسی ہی لکھی تھی اور یہ اللہ کا ہی فیصلہ تھا۔ اگر وہ نامرتا تو شاید اس کے سبب کوئی بڑا عذاب اتر آتا۔ فرعون کا سوچو، وہ بھی تو غرق کیا گیا تھا۔ دنیا کے فرعونوں کو بھی غرق ہونا ہوتا ہے، اب وہ زمانہ تو نہیں رہا کہ آسمان سے پتھر برسیں، اولے گریں، مختلف وباؤں کی بارش ہو۔ اب اللہ یونہی وسیلے بناتا ہے۔ اگر یہ عمل تمہیں اللہ سے قریب کر گیا تو سمجھنا اس میں اسکی رضا تھی، تکلیف مت دو میری جان۔ سنبھالو خود کو"

وہ گہرے سانس لیتا اپنے سینے کو مستلے سر نفی میں ہلا رہا تھا، داران کو ایسا لگ رہا تھا اسے داریہ اور سائنمن کے چہرے نظر آنا بند ہو گئے ہیں، یہ تکلیف ایک بار پھر اسکے دل پر آن لگی۔

سوگواری پھیل گئی تھی، صرف داران ماہیر شاہ کے بچوں کی طرح تڑپنے پر، لگ رہا تھا وہ نہیں جل رہا، آسمان کے رنگ روٹھ گئے ہیں۔

.._____..

چغتائی پیلس میں انیب اور عاقب کی آج مہندی کی تقریب تھی، ہر طرف دن چڑھتے ہی ہلچل تھی۔ رجال نے جب سے گریول کے انجام کی موصول ہوئی کوریج دیکھی تھی وہ بہت سکون میں تھا لیکن صدیقہ سے داران کی بگھڑتی طبعیت جانے تھوڑا پریشان بھی ہوا، عاقب کے آگے پیچھے بھائی اور دوست کی طرح گھومتا نظر آ رہا تھا، عاقب کے تو نخرے ہی ختم نہ ہو رہے تھے، کبھی اسے اپنے بالوں میں کیڑے نظر آتے کبھی بیڑڈ میں اور کبھی شلوار سوٹ جو مہندی تھیم میں اسے پہننا تھا، کبھی پہنا نہیں تھا اور اسے لگ رہا تھا یہ پہن کر اسکی لوفر ٹائپ پر سنالٹی نہ خراب ہو جائے۔

"یہ جانیہ کا جوڑا ہے، اس نخریلے دلہے کو چھوڑو تم یہ اسے پہنچا کر آؤ۔ اور کہنا اگر لوز ہے تو ابھی بتا دے ورنہ عین ٹائم پر ٹیلر نہیں کر کے دے گا"

شمن نے کامداری مہندی تھیم والا بھاری جوڑا رجال کو تھما کر چلتا کیا اور خود عاقب سے اسکے مسائل پوچھنے لگ گئی جسے اپنی کھلی شلوار سے بھی ایشو تھا اور وہ چاہ رہا تھا تھوڑی ٹائیٹ ہو۔

"حد ہے عاقب، اتنا تنگ انیب نے نہیں کیا جتنا ناک میں دم تم کر رہے ہو یہ ریڈی میڈ ڈنر جوڑا اب میں کیسے ٹائیٹ کروں"

شمن اسے جوڑا پہنے دیکھ کر گھوریں، اتنا پرفیکٹ اور پیارا عاقب شاید آج سے پہلے نہ لگا پر اس ٹیڑھی ہڈی کو کون سمجھاتا۔

رجال نے دونوں کی بعثت پر مسکراتے گم صم کمرے سے باہر قدم بڑھائے مگر پہلے تو کمرے کے باہر آئے عجیب سی نظروں سے شمن کا تھمایا جوڑا دیکھا پھر کسی کو ڈھونڈنے لگا کہ اسکے ہاتھ جانیہ تک ارسال کرے لیکن گھر کے افراد تو دور کوئی ملازم بھی فارغ نہ تھا، ہر کوئی کسی نہ کسی سیاپے میں مبتلا ادھر ادھر اپنے کام کاج سمیٹنے دوڑیں لگا رہا تھا۔

گہرا سانس کھینچے وہ خود ہی سیڑھیاں چڑھا، جانیہ کو ہلکا پین اب بھی تھا تبھی وہ کمرے میں ہی تھی، شمن نے ناشتہ بھی اسے کمرے میں دیا تھا۔

رجال نے دروازہ ناک کیا تو جانیہ نے اٹھ کر دروازے کے پاس آتے کھولا۔

"یہ ممانے بھیجا ہے شام کے فنکشن کے لیے، تم ابھی اس فیملی کا حصہ ہو اس لیے۔ اور ہاں اگر لوز ہوا۔۔۔"

رجال کی سرسری وسپاٹ سی بات مکمل کرنے سے پہلے ہی وہ آگے کو ہوئے اسکی بات کاٹ گئی۔

"لوز ہوا تو کیا؟"

جانیہ نے براہ راست رجال کی آنکھوں میں دیکھتے رعب سے پوچھا، رجال کو ماتھا کھجا کر جانیہ سے توجہ ہٹانی پڑی۔

"لوز ہوا تو ماما کو بتا دینا"

کچھ دیر بعد جلدی سے کہہ کر وہ مڑا تو جانیہ نے اسے آواز لگائی۔

"سنیں!"

جانیہ کے سنیں پر وہ حیرت کا جھٹکا لگنے پر پلٹا۔

"صبح آپکی ممانے کہا کہ آپ کو تم کہہ کر نہ بلاؤں"

اپنے بدلے لہجے کی وضاحت مقابل کی سرد نگاہوں کے استفسار پر دی جس پر رجال نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلادیا، بات ختم ہو گئی۔

"سنیں تو"

جانیہ نے اسے مڑتے دیکھ کر پھر پکارا۔

"تمہارا یہ سنیں ہضم نہیں ہو رہا، مجھے اتنی تمیز کی ویسے بھی عادت نہیں۔ اکیلے میں 'تم' کہہ سکتی ہو"

اپنے گھبرائے انداز پر قابو پانے کو وہ خوا مخواہ اسے ڈانٹ گیا، جانیہ کو برا نہ لگا، وہ سیاہ قمیص شلوار میں گھنی داڑھی مونچھ اور بے ڈھنگے بالوں کے سنگ اسے کچھ الگ اور بھلا لگ رہا تھا، بے ترتیبی شاید رجال کی ذات کا حصہ تھی تبھی اس پر سجتی تھی۔

"یہ قلموں سے ڈھلے بال ہلکے کروا کے دھاڑی ٹرم کروالو تھوڑی، انسانی روپ میں زیادہ ہنڈ سم لگو گے۔ گردن تک پھیلا رکھی ہے بیڑڈ۔ الجھن نہیں ہوتی؟"

وہ اس پر اتنا دھیان دے رہی ہے یہ جان کر رجال کا اعتماد لوٹا اور لمحہ لگاتے غصہ بنا، وہ ہوتی کون ہے رجال کو اس طرح دیکھنے اور پرکھنے والی۔

"نہیں ہوتی، گردن تک پھیلاؤں یا پیروں تک۔ میرا پر سنل میٹر ہے۔ اپنے کام سے کام رکھو" بھڑکتا ہوا وہ کہہ کر جانے لگا پر اس اڑیل لڑکی نے پھر پکارا، مٹھی کسے وہ آندھی کے جھونکے سامڑا۔

"میرے ساتھ سوٹ نہیں کرو گے یوں جنگلی بن کر، کم از کم ایک دو یادگار تصویریں ہی بنالوں گی کہ ممی کے دیوانے کی کچھ دن بیوی بنی تھی۔ آئی مین یہ ایک عجوبہ ٹائپ چیز ہے تو اسکی یاد ضرور بنانی چاہیے"

وہ اسے روپا کو بھولنے ہی نہ دینا چاہتی تھی، پتا نہیں جل رہی تھی یا فخر کر رہی تھی سمجھ سے باہر تھا۔

"میں نے تمہیں کہا ہے ناں میری زندگی کے ساتھ اور بھی بہت سی بدنامی اور رسوائی جڑی ہے، تم اس معاملے کو چھوڑ دو میں تمہیں کچھ اور اپنی رسوائیاں بتا دوں گا، ان کو جان کر شاید تمہارے اندر جو مجھے لے کر فطری کشش انگڑائی لے رہی ہے، اپنی موت مر جائے۔ مجھے روپا کے حوالے سے دوبارہ تمہاری زبان سے کوئی طنز نہیں سننا سمجھی؟"

بظاہر وہ پرسکون تھا پر اسکی تنبیہ مقابل کو اچھے سے سمجھا چکی تھی کہ یہ ٹاپک اگر دوبارہ زیر بحث آیا تو وہ اسکی گردن کاٹنے سے بھی دریغ نہ کرے گا۔

"اگر کہوں کے میں سب جانتی ہوں پھر؟"

جانیہ بھی دو قدم اٹھاتی کمرے کی حدود سے نکلی، عین رجاں کی ٹھہر جاتی آنکھوں میں دیکھتی قریب رکی۔

"مجھے صدیقہ آپیانے یہ سب بتا کر ہی تو گریول کے بھرپور خلاف کیا تھا، ان کی درندگی کے افسانے سننے کے بعد ہی تو میں نے تم سے ہاتھ ملایا تھا۔ اتنا بھی نہیں سمجھے؟"

وہ سنجیدہ تھی، رجاں بے حس بنا اسے یک ٹک گھورا پھر سر جھٹک کر پیچھے ہوا۔

"آہاں! گڈ۔ بہت اچھا کیا ڈاکٹر صدیقہ نے میں اپنی زبان سے بتاتا تو تم مزاق اڑاتی میرا۔ شکر یہ ضرور کہوں گا انکو۔ تو پھر رشتے والی آنٹی کو بلواتا ہوں ان فنکشنز کے بعد۔ تمہیں اچھا گھر دینے کا وعدہ جو کیا ہے"

جانیہ کی نظر اک لمحہ بھی رجاں سے نہ ہٹی، وہ دو قدم دور ہوتا عجیب خود اذیتی سے مسکرایا۔

"ہاں ضرور کہنا شکریہ انکو، ہاں بالکل بہت اچھا سا لڑکا ہونا چاہیے۔ آئی مین جسے کسی مرد یا عورت نے چھوا تک نہ ہو۔ سمجھ رہے ہوناں؟ اینڈ دل بھی اسکا کورا کاغذ ہو۔ کسی کا عاشق ہر گز نہ ہو"

جانیہ نے بھی رجاں کی روح میں زخم اتارنے میں کوئی نرمی نہ برتی، لمحہ بھر رجاں سٹک ہوا، نہیں وہ حیرانگی نہیں قیامت تھی۔

وہ اسے کچوکا لگا گئی۔

"ایسی سب کو الٹیز ایک میں تھوڑی بڑی ڈیمانڈ نہیں ہے مس جانیہ؟"

اپنے آپ کو جلن اور تضحیک کے احساسات سے لا تعلق پیش کیے وہ ہچکچا کر خود کو سنبھال کر بولا۔

"ہمم بہت بڑی ہے، یس۔ تم پھر ایسا کرنا کوئی ایسا لڑکا ڈھونڈو جس میں یہ ہر خرابی پائی جاتی ہو"

جانیہ کی بات نا سمجھی سے سنے وہ اسے غصے سے گھورا جسے جان نکال لے گا۔

"بکو اس کرے جارہی ہو"

رجاں غرایا۔

"شروع کس نے کی تھی، شرم نہیں آتی اپنی بیوی کا رشتہ ڈھونڈو گے۔ تمہارے مذہب میں یہ جائز

ہے، ہمارے مذہب میں تو نہیں تھا"

اس سے دگنا غرائی یہاں تک کہ رجاں کو اسکا ہاتھ پکڑے کمرے میں دھکیلنا پڑا کیونکہ وہ چیخ رہی تھی۔

"آواز نیچی رکھو، پورا پیلس مہمانوں سے بھرا ہے۔ جاہل عورت"

رجاں کی کوفت پر وہ آنکھیں نم کرتی اسے بے دردی سے پرے جھٹک کر منہ موڑ گئی۔

"میں تمہیں چھوڑ کر چلی گئی تو کبھی آئینے میں اپنا عکس نہیں دیکھ پاؤں گی، میں بھی تمہاری طرح پرفیکٹ نہیں ہوں۔ آئی ایم ریپ ویکٹم، ماں تک بننے والی تھی اس درندے کی وحشت سہہ کر لیکن شاید کوئی ایک اچھا کام کیا تھا کہ وہ بچہ خود ہی میری کم عمری کے سبب ختم ہو گیا۔"

جانیہ نے پلٹتے ہی قہر برسا یا تھا، رجال کو لگا کرے کی چھت اس پر آن گری ہو۔

اسے بازو سے پکڑے اپنی اور گھسیٹے وہ ہوش میں نہ لگا۔

"کس نے کیا ریپ تمہارا؟ ٹیل می جانیہ"

رجال کی آواز اسکے حلق کو پھاڑتی برآمد ہوئی۔

"گریول بھائی کا خاص آدمی تھا ٹانگر، اس نے۔۔۔ اس نے گریول بھائی اور خالہ کو مارنے کی دھمکی دی تبھی میں نے کسی کو نہیں بتایا، میری وڈیوز اور پکچرز بھی تھیں اس کے پاس، گریول بھائی اسی کو برازیل ہم دو کی خیریت کے لیے بھیجتے تھے پر وہ کتے کا بچہ تھا پورا، جب اچانک مرا کچھ دن پہلے تو میرا سارا دکھ بھی اسکے ساتھ مر گیا۔ صرف خالا جانتی تھیں اور سچ پوچھو وہ گریول اور انکے پاپا یا میرے ممی پاپا جیسی سفاک اور وحشی نہیں تھیں۔ وہ اچھی والی ماں تھیں جنہیں میرے ساتھ ہوئی یہ زیادتی اور سب کا بھٹکنا کھا گیا۔ یونو وہ گریول بھائی کو بدعائیں دیتی تھیں ماں ہو کر یعنی وہ اتنے بد بخت بیٹے تھے۔ تم میری ممی سے عشق کرتے تھے، بٹ وہ اور پاپا بہت برے تھے، ایک دوسرے کے تھے لیکن درندے تھے۔ شی

ناٹ ڈیز روپور پیور فیلنگز بڈی"

رجال کی آنکھوں میں تکلیف کی انتہا تھی، جبکہ جانیہ مسکرا کر اسے بڑی کہے اسکا ہاتھ تھامے اسکے قریب ہوئی جسکی قطرہ قطرہ جان نکل رہی تھی۔

"تبھی مل نہیں پائیں وہ تمہیں، بی کازوی آر سیم پزل پیسز۔۔۔ اب بھی اگر میری کسی اور سے شادی کروانی ہے تو ایز یوش پر پہلی رات ہی وہ مجھے آوارہ بد چلن کہے چلتا کرے گا تو تمہارے در پر واپس آجاؤں گی۔ بہت چھوٹی عمر میں بہت بڑی ہو گئی تھی میں رجال، بٹ کل ایسے لگا مجھے واپس بچہ بن جانا چاہیے۔ اور اس آدمی کے یو نہی لاڈ بٹورنے چاہیں۔ تم نے رلایا، جو میں عرصے سے بھول چکی تھی۔ رونا نہیں آتا تھا، غصہ نہیں آتا تھا، چینج نہیں سکتی تھی۔ لیکن دیکھو ان کچھ دنوں میں سب کر چکی ہوں"

رجال نے اسکے آنسوؤں پر سے انچ بھی نظر نہ ہٹائی، یہ لڑکی اسکی زندگی کو دہلا کر رکھ گئی۔

"تمہاری تکلیف محسوس کی، بیڈ ٹچ کتنی تکلیف دیتا ہے آئی نوو۔ لیکن یہ چیزیں ہمارے جسم کو گندا کر سکتی ہیں پر ہماری سولز (روحوں) کو نہیں۔ سب کا گاڈ (خدا) یہی پیغام دیتا ہے، تم معصوم ہو میں بھی۔ تو ہم دوست بن کر ساتھ نہیں رہ سکتے کیا۔ آئی نیڈ یور کیئر، اور تم مجھ سے تھوڑی ہمت لے لینا"

رجال نے آنکھوں کی سرخائی دباتے سر جھکا کر جانیہ کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں دباتے محسوس کیا جو اسکے ہاتھوں کو بہت چاہت سے جکڑے ہوئے تھے، وہ یکدم بدل گئی تھی، رجال سے کچھ بولا جانا مشکل تھا، اسکی حسیں جامد تھیں، دونوں کی آنکھوں میں جو اذیت تھی وہ یوں ہاتھ تھامنے سے راحت بننے لگی۔

"پیار کرنے کی اجازت نہیں دو گی؟"

وہ جذباتی لونڈا جسکے آنسو کچھ لمحے پہلے بے قابو تھے یہ سوال کرے گا جانیہ نے کہاں سوچا تھا تبھی تو روتی ہوئی ہنسی۔

"آفکورس دوں گی یار، کیونکہ ہم پیور سولز ہیں۔۔۔"

ہاتھ چھڑوائے اسکے گالوں کو پیار سے کھینچتی وہ کھل سی گئی جس نے دونوں ہاتھ جانیہ کے گالوں سے لگائے اسے دگنی محبت و تڑپ سے دیکھا۔

"یس وی آر۔ تھینکو یہ سب مجھ سے شئیر کرنے کے لیے، تمہارا نام پہلی بار اچھا لگ رہا ہے۔ یوڈیزرو دس"

وہ کچھ نہ سوچتے اسے اپنے سینے لگا گیا، جبکہ جانیہ نے بازو اسکے گردیوں باندھے جیسے اس شخص کی قربت اسکے لیے بہت مقدس ہو، بہت اپنی اور خوبصورت ہو۔

"اچھا اب بتاؤ اگر ڈریس لوز ہوا تو"

فور اسے روبرو ہوتی وہ شرارتی ہوئی جس پر رجاں نے ہنس کر اسکی گہری شریر آنکھیں دیکھیں۔

"تو میں آکر خود ٹائیٹ کر دوں گا، تمہیں بھی اور ڈریس کو بھی"

اسکی ناک سے ناک رگڑتا وہ بے باک لہجہ جھاڑے کہہ کر کمرے سے نکلا تو جانیہ کھکھلاتی ہنس پڑی، دل پر ہاتھ رکھے اگلے ہی لمحے اڈتے آنسوؤں کو آنکھوں میں دبایا۔

فائنلی وہ اپنی زندگی کے سکون کو پا چکی تھی۔

اور وہاں سے نیچے آتے رجال کے دامن کو ہر کرب نے چھوڑ دیا، وہ ایسا مسکرا رہا تھا کہ اس غمگین پیلس کی سوگوار اداسی بھی اسے حیرت سے تک رہی تھی۔

رجال نے اپنا فون جیب سے نکالا اور داران کے نام ایک میسج ٹائپ کیا۔

"تھینکیو داران ماہیر شاہ! میں نے تمہاری زندگی کو اندھیرا بنانا چاہا لیکن تم نے میری زندگی روشن کر دی۔ میں لکی ہوں کہ میری مشعل راہ، میرے امان پروردہ بھی تم بنے۔ اب میں بھی کسی کا ضرور بنوں گا۔ اینڈ آئی ایم سوری ہر پریشانی اور تکلیف کے لیے، تمہاری دی ذمہ داری دل و جان سے قبول کرتا ہوں۔ مر جاؤں گا لیکن تمہارے دوست اور تمہاری اس جگہ کو کالک لگنے نہیں دوں گا۔ جلا دکانام کبھی نہیں مرے گا۔ کبھی نہیں"

یہ پیغام بھیجے وہ مسکراتا ہوا سراٹھائے اپنی جنگلی حالت درست کرنے نکلا تھا، صرف جانیہ کے ساتھ سجنے کے لیے۔

.._____..

"انکورا بل بھائی کی موت پر بھی ایسا بکھرا ہوا نہیں دیکھا، محبت انسان کو کتنا رحم دل بنا دیتی ہے ناں"

داران نے اپنا سر داریہ کی گود میں رکھا تھا، کاوچ پر ٹانگیں سیدھی کیے لیٹا، ایک ہاتھ میں داریہ کا ہاتھ پکڑے انجکشن کے سبب نیند میں جا چکا تھا۔

سائمن نے احترام سے بھرے انداز میں داران کا یہ کیوٹ انداز دیکھتے پاس ہی رکتے کرسی
سنجالی، داریہ نے ماہیر کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے پھیکی سی مسکراہٹ دی۔

"آئی ایم ہیر فار ہیم، کیا بہت گہری دوستی تھی دونوں کی سائمن؟"

جو حالت داران کی تھی وہ داریہ کو رابل کے بارے میں مزید جاننے کا تجسس بخش رہی تھی۔

"بہت زیادہ، جب سے یہ انکی زندگی میں شامل ہوئے تھے میں نے رابل بھائی کو ان سالوں میں اداس
نہیں دیکھا۔ جب جب بہت زیادہ ڈپریشن میں جاتے تو ایک ہی مطالبہ کرتے کہ داران کے پاس جاؤں
گا تو بہتر ہو جاؤں گا کیونکہ وہ میری روح کی دوا ہے، انکے ساتھ مل کر پھر ڈنر کیا کرتے تھے، فیورٹ
مووی پر ڈسکشن۔ سب سے زیادہ پسند گڑ سواری تھی۔ سوئمنگ، فٹنگ اور صبح کی واک۔ سب سے اہم
قبروں کی مل کر دیکھ بھال"

یہ سب بتاتے سائمن کی آواز میں ان کہا درد تھا، داریہ کی آنکھیں تو داران کی بند آنکھوں پر جمی
تھیں۔

"اور عام سے فٹ پاتھ پر بیٹھ کر گھنٹوں ایک دوسرے سے بے مقصد باتیں کرنا، مجھے ہمیشہ کہتے تھے
میرے بعد داران کا خیال رکھنا۔ شاید انکو پتا تھا وہ مر گئے تو انکا دوست بڑی مشکل میں گر جائے گا۔ اگر
یہ نہ ہوتے تو ہم سب رابل بھائی کے ساتھ مر جاتے میم، ہم سب کے آنسو پونجھے انہوں نے پر خود
نہیں روئے"

سائمن نے آنکھ بچاتے اپنی آنکھ رگڑی جس پر داریہ نے بھی آنسوؤں کو صاف کیا۔

"اب تم رجال کا خیال رکھنا سائمن، وہ ماہیر کی طرح اتنا سمجھدار نہیں ہے لیکن اسکی تکلیف ماہیر کی طرح بڑی ہے اور تکلیفیں بڑی ہوں تو انسان کو ہلکان کر دیتی ہیں۔ تم اب رجال کا بھرپور ساتھ دینا، بہت جلد تمہیں ایک اور ساتھی جو اُن کرے گا"

داریہ نے مضبوط لہجے میں نرمی ملاتے سائمن کو دیکھا جسکی آنکھوں میں ہنوز ادب تھا اور وہ جھکی ہوئی تھیں۔

"جی جلا دے ذکر کیا تھا بارس کا، ہمیں انتظار رہے گا آپکے ہونہار سٹوڈنٹ کا۔ آپ کچھ کھائیں گی ریسپیکٹڈ لیڈی؟"

سائمن ان دو کو اکیلا چھوڑنے کی نیت سے اٹھا تو داریہ نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"ایک سٹر ونگ چائے"

داریہ کی ریکوسٹ سنے وہ سینے پر ہاتھ رکھے سر ہلاتا وہاں سے چلا گیا جبکہ داریہ کی آنکھوں میں ماہیر کو دیکھے نرمی آئی جو آنکھیں آہستگی سے کھول چکا تھا۔

"کیا ہوا تھا مجھے داریہ؟"

داران نے خود کو لیٹا محسوس کیے اٹھنا چاہا پر داریہ نے اسکا سرواپس گود میں رکھتے گال پر ہاتھ رکھا۔

"تم اداس ہو گئے تھے بس، بہتر فیل کر رہے ہو؟"

فکر کی چاشنی چھلکاتے لہجے میں داران کی آنکھوں کے کنارے پھیلی سرخائی تکتے سوال کیا۔
"یس آئی ایم اوکے، ڈونٹ وری"

اپنا ہاتھ بڑھا کر انگلیوں کے کناروں میں داریہ کی ٹھوڑی لیتے تسلی دی اور ہمت کیے اٹھا، کن پٹی کی رگوں میں عجیب ترپا تادرد محسوس ہوا تو ہاتھ غیر ارادہ وہاں جا جما۔

"میرے دل میں بہت غبار تھا، مجھے زندگی نے کھل کر اپنی تکلیف باہر نکالنے کا زیادہ موقع نہیں دیا کیونکہ بہت مصروف زندگی جی ہے جس نے نہ ہنسنے کا موقع دیا نہ رونے کا۔ بچپن سے میری روڈ نیچر اور بد لحاظ مزاج کے سبب کوئی مجھ سے بات کرنا پسند نہیں کرتا تھا نہ مجھے کبھی دوست بنانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ تبھی اس دل میں دوست والا خانہ حسرت کے نام سے پر تھا، جب میں رابل سے ملا تو وہ کلک کیا۔ اسکا نرم مزاج، بردار نہ شفقت، آپ آپ کر کے بولتا لہجہ، اسکی خوبصورت بھوری آنکھوں کی پتیلیوں میں نمی کی اک دلسوز تہہ، چھ گئی مجھے یہاں داریہ (دل پر ہاتھ پھیرا)۔ وہی نمی کی تہہ اسکی آنکھوں میں تھی اور میرے دل پر، دکھ صرف اس بات کا ہے کہ اس نے دنیا جہاں کی ہر تکلیف پر مجھ سے بات کی سوائے اپنے درد کے"

آواز میں نمی تھی تو بھاری پن بدستور بڑھا، داریہ نے اسکے ہاتھ کو مزید مضبوطی سے پکڑا۔
"اس لیے نہیں بتایا ہو گا کیونکہ اسے تم پر یقین تھا کہ تم بن کہے بھی سب اک دن جان جاو گے، اور دیکھو اسکا مجرم خاک بن گیا۔ یہی تو خوبصورت ہے ماہیر، اب وہ سکون میں ہو گا تو تم بھی دل ہلکا کر

لو۔ ختم ہو گیا برادور، رابل کی اچھائی از سر نو چمکے گی۔ وہ تمہارے لیے اور تم اسکے لیے رہنماتا قیامت رہو گے"

ہاتھ بڑھا کر اسکے چہرے پر پھیرے اسکے درد میں کمی کو مرہمی لہجہ اور نرم ڈھارس بہم پہنچاتا انداز اپنائے وہ قدرے اسے قائل کر چکی تھی۔

"میں سکون میں ہوں لیکن کتنا اچھا ہوتا کہ آج وہ میرے ساتھ ہوتا اور خود گریول کو آگ لگاتا۔ لیکن میں خوش ہوں، کہ اسکا ادھورا کام پورا کرنے کی ہمت ملی مجھے۔ تم اداس ہو گئی تھی؟"

اپنی بات مکمل کیے وہ ہلکی ہلکی سو جن میں ڈوبی داریہ کی سنہری آنکھوں پر نگاہ پڑتے یونہی دوستانہ ہوئے پوچھ بیٹھا۔

"آفکورس، تم اداس ہو گے تو آٹومیٹکلی تمہاری فلورنس کا دل بھی دکھے گا۔ ماہیر یو آر سٹرونک مین، اللہ بھی مضبوط انسانوں کو ہی آزمائش کے قابل سمجھتا ہے۔ اور تم یقیناً بہت پیارے ہو اللہ کو، اگر تم چاہو تو ہم اس اس جگہ جاسکتے ہیں جہاں تم رابل کے ساتھ گئے۔ تمہارا دل اچھا محسوس کرے گا، تم اس کی قبر پر بھی ہو آنا"

نرمی سے بدستور اسکے چہرے سے لے کر بالوں تک ہاتھوں سے نرم لمس بکھیرتی وہ بولی ہی کچھ ایسا کہ اعتراض ممکن نہ تھا۔

"مجھے واقعی اچھا لگے گا داریہ"

وہ مسکرا نا نہیں چاہتا تھا پھر بھی اسکی ہمت پر داریہ نے اسے گلے لگاتے پیار کیا، جیسے وہ اس ننھی سی کوشش سے اس کو پور پور سمیٹ لینا چاہتی ہو اور وہ ایسا کرنے پر سچ میں قادر تھی۔

.._____..

جس سے محبت ہو جائے اسکا سکون و آرام، اپنے چین پر بھاری پڑ جاتا ہے۔
کب انجمن ان دو کے بیچ سے نکل کر دونوں کو قریب کر گئیں، خبر ہی نہ ہوئی، وہ ایک دوسرے کے واسطے لمس پذیر بن چکے تھے، اپنے آپ کو عمر کے قریب اسکی بازوؤں کے حصار کی نشیلی حرارت میں گرفتار محسوس کرتی سوہا ایک خوبصورت نیند سے ملائمت سے جاگی تو سامنے کا منظر اسکی رہی سہی تھکاوٹ اڑا گیا، عمر کو دیکھنا اسکے اندر خوشی کے میکا نرم کو تقویت دیتا تھا۔

"میرا چوزہ"

اسے دیکھتے ہی مسکرائے اسکے چہرے کے دائیں جانب قریب ہوتی اسکی ناک پر لب رکھتے بڑے جبر سے فاصلہ سمیٹا، پھر سے اسے دیکھنے لگی، پر ہاتھ اسکے سینے سے اٹھائے عمر کی ہلکی ہلکی نیلی کھر دری گال پر پھیرے انگلیوں کی ٹپس اسکے ہونٹوں سے لگائی ہی کہ وہ اپنا ہاتھ اٹھائے اسکے ہاتھ کو اپنے مضبوط ہاتھ میں گرفت میں لیے پوری آنکھیں کھول گیا، سوہا کے دل کی حرکت تیز کر گیا وہ بے ادب تاڑنا۔

"ہے، ہم اتنے پاس کیسے آگئے؟ رات تو ہمارے بیچ پیاری سی دادی جانم تھیں"

جاگتے ہی عمر کی خوشی سے اٹی حیرت بھانپتی سوہا ٹھیک سے اسکے قریب ہوئی۔

"وہ دین دنیا والی خاتون ہیں مسٹر، فجر کے وقت ہی اٹھ گئی ہوں گی۔ یہ تو ہم ہی ہیں نکے اور بد تمیز جو اب تک سوئے پڑے ہیں"

کمرے میں ہوئی روشنی بتا رہی تھی کہ اچھی خاصی صبح نکلی ہوئی ہے، جبکہ وہ اسکے اتنے دیر سے پاس ہے یہ سن کر عمر کی آنکھوں کے کنارے خمار سے لبریز ہوئے۔

"یعنی تم تب سے میرے پاس ہو"

اسکے رخسار کی جانب لگتے بولا تو وہ سوہا کی بھینی بھینی مسکراہٹ پر مر مٹا۔

"ہاں، کیا تم یہاں کمفرٹیبل ہو عمر؟"

اول جواب دیتے ہی وہ ہاتھ اسکے گال پر ٹکاتی متفکر ہوئی۔

"بہت اچھی نیند آئی، پرسکون سی۔ لیکن کچھ کہنا چاہتا ہوں تم سے سوہا"

وہ یکدم سنجیدہ ہوا تو سوہانے اسکی بازو سے سراٹھائے زرا اوپر کو اٹھے سینے کی اور جھکے بازو اسکے سر تلے کیے ہاتھ سر کی پچھلی طرف ہتھیلوں کے سہارے کی طرح بچھا کر اسے پریشان ہوتے دیکھا۔

"ہاں کہو، میں سن رہی ہوں"

ساری توجہ دیے وہ عمر پر جھکی اسکے کچھ کہنے کی منتظر تھی۔

"تم جانتی ہو میرا گھر، میری جاب موسکو میں ہے۔ میں یہاں کچھ دن کے علاوہ نہیں رہ سکتا۔ میری زندگی کا مقصد فرض ہے، میں نے تو کبھی شادی کے بارے سوچا ہی نہ تھا کیونکہ ذمہ داریاں اٹھانے والی

میری نیچر ہی نہیں ہے۔ مجھے آئے دن ملک بدلنا پڑتا ہے، پھر لیگی کئی پراسیس ہیں جو میں ہنڈل کرتا ہوں۔ تم جانتی ہو کل داران سر اور دار یہ میم بھی واپس آرہے ہیں، مجھے وہاں جا کر گریول کی موت کے بعد تمام معاملات سنبھالنے ہیں۔ لیکن میں تمہارے بغیر شاید اب نہ رہ سکوں۔ تو چاہتا ہوں تم ہی اس بارے کوئی فیصلہ لو۔ تم چھ سال بعد اپنی فیملی سے ملی ہو، میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ تمہیں پھر سے دور کر دوں پر۔۔۔۔۔"

یہ سب وہ سنجیدگی سے بولا پر سوہانے اسکے سینے لگ جاتے اسے روک دیا، اسکے بال سنوارتا وہ درحقیقت اس خاموش لڑکی کے جواب کا منتظر تھا۔

"یہ سچ ہے کہ میں اب بھیا اور دادو کو چھوڑنا نہیں چاہتی، مئی بابا کی قبر پر ہر روز جانا چاہتی ہوں۔ لیکن تمہیں بھی پتا ہونا چاہیے کہ میری جاب بھی وہیں ہے، ابھی جلا د بھانے مجھے نکالا نہیں اپنی ٹیم سے" وہ اسکے مثبت جواب پر حیران ہوا تو اسکا چہرہ اوپر کو کرتے سوہا کو دیکھنے لگا۔

"مطلب تم میرے ساتھ جاو گی؟"

وہ شدید بے تاب تھا۔

"ظاہر ہے، اپنے چوزے کے بنایہ چوزی کیسے زندہ رہے گی۔ اور دادو کے پاس اب بھیا اور بھا بھی ہوں گے۔ میں بھی آتی رہوں گی، لیکن تمہیں اکیلا نہیں چھوڑوں گی۔ میں تمہارے بغیر نہ رہنا چاہتی ہوں اور نہ ہی رہ پاؤں گی"

اپنا جواب دے کر وہ عمر کا بھاری دل پنکھ سے بھی ہلکا کر گئی، تبھی تو جذبات میں آتے ہی وہ اسکے بالوں میں ہاتھ پھنسائے اسکا چہرہ اپنے چہرے پر جھکائے اسکی دھڑکنیں منتشر کرتا اپنے وجود میں جذب کر گیا۔

"تھینکیو سوہا، میں تو سوچ کر سوچ کر آدھا ہو رہا تھا۔ تم میرے ساتھ رہنے کے لیے ہی بنی ہو، آئی پر امسس اس قید چڑیا کے سارے ارمان پورے کروں گا، پوری دنیا گماؤں گا تمہیں۔ میرے پاس جو بچپن سے ایک ذاتی آسمان ہے، جس میں بنا ماں باپ اڑنا سیکھا، اب سے تمہارا بھی ہے۔ ہم ایک خوبصورت زندگی گزاریں گے جو تھرل ایکشن اور رومانس سے بھری ہوگی، اور تم بھول جاو گی کہ تم کبھی کسی کی قیدی بھی رہی تھی"

یہ سننا جب سوہا کے وجود میں ٹھنڈک اور خوشی اتار رہا تھا تو جب سچ میں وہ عمر کا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی وسعت تک جاتی تو کتنا دلکش لگتا۔

"میں بہت ایکسائڈ ہوں، اینڈ لکی بھی۔ مجھے بھی گھسی پٹی زندگی نہیں گزارنی، مجھے جینا ہے" وہ کھکھلاتی ہوئی بہت پیاری لگی، عمر کو اسکی مسکراہٹ سے محبت ہونے لگی ہے یہ اسکا دل اسے بتانے لگا تھا۔

"ایسا ہی ہوگا، ہنی مون پھر ہم وہیں جا کر منائیں گے۔ مناو گی ناں میرے ساتھ؟"

معنی خیز نگاہوں سے وہ سوہا کو بھی حدت میں مبتلا کرتا نزدیک سرکتے بولا، سوہا نے لحظہ بھر نظر گمانی چاہی پر عمر نے اس کے پھیرے چہرے اور جالائن کو جھکا کر چہرے سے جوڑا۔
سوہا کے دل کی دھڑکنوں کی رفتار بڑھنے لگی تھی۔

"چوزے کے ساتھ تو نہیں شیر کے ساتھ ضرور مناؤں گی"

وہ بھی سوہا تھی، عمر نے قہقہہ مارتے اس لڑکی کی اس ڈائریکٹ طنزیہ کاوش پر کھل کر سراہتے گستاخ ہوا۔

"غلط ڈیمانڈ کر دی، چوزہ سیو تھا۔ شیر نہیں ہو گا۔ ہا ہا"

اسکی بے باک جسارت و دھمکی پر سوہا لال ہوئی اور ہونٹوں کو حصار نے والی مسکراہٹ سمیت آنکھیں چڑاتی اسکے حصار سے آزاد ہوتی فوراً سے اٹھی اور بھاگ گئی جبکہ عمر پھر سے واپس سر تکیے پر رکھتا آنکھیں موندے ہنس پڑا۔

وہیں لان میں بیلا، انجمن صاحبہ کو انکی ایکس سائز کروارہی تھی، جبکہ یچی کو کال آئی تبھی وہ فون لیے لان کی سمت بڑھ گیا تھا، میرون ہاف سلیوز ٹی شرٹ اور وائیٹ سلم پیٹ میں بانکے اور پتلے جناب بہت گڈ لکنگ لگ رہے تھے، اوپر سے سر کے بے ڈھنگے بال بھی سوٹ کرتے کہیں سے کھڑے کہیں سے چوڑے ماتھے پر ڈھلکے تھے جنھیں وہ ہاتھ پھیرے موہوم کوشش کیے گا ہے بگا ہے ایڈجسٹ کرنے میں لگا تھا۔۔

نکھری صبح کی طرح سب کے چہرے پر چمک رہے تھے، بیلا اور انجمن صاحبہ کے ہونٹوں سے مسکراہٹ کے رنگ چھوٹے کا نام نہ لے رہے تھے۔

"ہمارا آنا ضروری ہے کیا؟"

یچی نے تھوڑے اکتائے انداز میں فون کے پار موجود انسان سے سرسری پوچھا جبکہ دوسری طرف ہنر ڈریسر سے پراپر ہنیر کٹ لینے کے بعد رجال اپنی داڑھی بہت ہلکی کروانے میں دلجمعی سے مصروف تھا۔

"ہاں، گھر کی شادی ہے تبھی بلانے کا دل چاہا۔ میرے دوستوں میں تم سب ہی ہو اب۔ ویسے بھی مسٹر یچی تمہاری بہن تم سے زیادہ میری لاڈلی ہے تو مجھے اسکی وجہ سے تم سب کو سہنا پڑے گا (ہلکی سی مقابل کی بے زاریت دور کرنے کو لفظی شرارت کی)۔ مزاق کے علاوہ تم سب آگے تو مجھے بہت اچھا لگے گا کہ میرے بھی دوست ہیں اب۔ داریہ اور داران ہوتے تو انکو تو پہلے انوائٹ کرتا"

رجال کا یہ موہنا جدید روپ سب کو ہی ہلارہا تھا پر زیادہ صدمہ یچی کے لیے تھا، ایک وہ رجال تھا جو اس سے بری طرح پٹا اور اک یہ جسکا لہجہ اور انداز ہی بدل گیا تھا۔

"کل شادی میں ضرور شامل ہوں گے دونوں، ویسے اگر تم پہلے والے رجال ہوتے تو میں تب بھی آتا اور ویسی ہی پھینٹی ٹھوکتا جو پہلے ٹھوکی تھی۔ پر اب جیسے تم یکدم بدلے ہو، گلے لگاؤں گا۔ کس نہج پر لا کھڑا کیا ہے تم نے ہم سبکو کمینے۔ واقعی ہدایت اسے ضرور ملتی ہے جو پانا چاہتا ہو، تم اسکی مثال ہو"

یچی کے لہجے میں دفعتاً تاسف گھلا، اور رجاں بس اک سرد سانس بھر کر رہ گیا۔

اپنی سبھی ہوئی صورت پر پہلی بار ترس کے بجائے پیار آ رہا تھا کیونکہ یہ جانیہ کی فرمائش تھی، اور جب دو لوگوں کے دکھ ایک سے ہوں تو وہ اک لمحے میں دوا بن جاتے ہیں، وہ اک زرا سالمہ جانیہ اور رجاں کو میسر آ گیا تھا۔

"شرمندہ مت کرو انسپکٹر یچی حیدر، ابھی بھی ویسا ہی ہوں۔ بس زرا اسی ذات میں روشنی اتری ہے تو دیکھنے والے کو بھلا لگ رہا ہوں، کمال میرا نہیں اس روشنی کا ہے جو امان پروردگی نے بخشی۔ یہ سب چھوڑو، تم سے پھینٹی بھی کھالوں گا اور بیلا سے تھپڑ بھی، پر تم لوگ آو گے یہ کہہ دو"

یچی جیسے حاضر جواب کو وہ وحشی لا جواب کر گیا، بے بسی سے مسکراتے یچی نے فضا کے مرئی نقطوں تک آنکھیں گمائیں۔

"اف یہ امان پروردگی، بچا لیا ہم سب کو کہیں نہ کہیں۔ ویسے میں کافی بدگمان تھا اسے لے کر۔ جلاد نے کہا تھا بتانے کو لیکن حالات نے خود بتا دیا کہ یہ حفاظت دینے اور لینے کا منسب کسی تعریف یا تفصیل کا محتاج نہیں۔ نہ اس میں مطلب، ریاکاری اور مفاد ہے۔ یہ تولٹ جانے کی ریت ہے، نام بدلتے ہیں پر فرض وہی رہتا ہے۔ ہم سب آئیں گے رجاں"

اول جملے راحت جبکہ آخری انتہائی خوشی بنا۔

"پتا تھا مجھ میں ایمو شئل بلیک میل کرنے کی خاصیت کوٹ کوٹ کر بھری ہے، اہم اہم۔۔"

رجال کا یہ تھوڑا سا غور یچی کو سہانی مسکراہٹ بخش گیا۔

"ہم سب بہت اچھے دوست بنیں گے، داران ماہیر شاہ کے۔ تاکہ وہ رابل کا دکھ بھول جائیں۔ تم ساتھ ہو میرے؟"

یچی تک بھی داران کی تکلیف کی خبر پہنچ چکی تھی۔

"یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی تمہیں یچی، میری خوش نصیبی ہوگی کہ میں اس کے دوستوں میں آخری درجہ ہی سہی حاصل کر لوں۔ ساتھ ہوں تمہارے۔ رات میں انتظار کروں گا تم سب کا"

رجال نے بھاری سی سرگوشی کیے رابطہ توڑا پر عکس دھندلا گیا تھا، یہاں تک کہ اسکے سر پر کھڑا ہیر ڈریسر بھی فکر مند ہوا کیونکہ جس طرح رجال نے اپنا اک آوارہ آنسو رگڑ کر اسے اپنے ٹھیک ہونے کا بتانے کو تسلی آمیز مسکراہٹ دی وہ مزاق سمجھ کر ٹالنے والی تو کہیں سے نہ تھی۔

.._____..

داران کی طبیعت ویسے تو بہتر تھی پر بازو بری طرح درد میں تھا تبھی پہلے دار یہ اسکے ہمراہ ڈاکٹر مصطفیٰ کے پاس آئی۔

مشین گن کا نوزل بہت بھاری تھا دوسرا داران نے زخمی بازو کی بھی اسے ہولڈ کرتے پرواہ نہ کی، زخم کا بینڈیج کرتے جب صدیقہ نے داران کا زخم دیکھا تو خود ڈر گئی، اسے بتانے کے بجائے دار یہ کو بتایا تو وہ اپنے بہانے اسے لے گئی۔

"منع کیا تھا اس بازو پر دباویا ہاتھ سے بوجھ مت اٹھانا، داریہ، تمہارے اس شوہر کو پھینٹی لگانے کا دل چاہ رہا ہے۔ مطلب کوئی اتنی لا پرواہی کیسے برت سکتا ہے، وہ بھی تب جب آپکو پتا ہو کوئی ہمیں دیکھ کر سانس لیتا ہے۔ حساب تو تم نے اپنی بازو کا وہ کر رکھا ہے کہ دوبارہ تمہاری ہوش میں سرجری کروں"

گرم لہجے اور اخیر غصے سے ڈاکٹر مصطفیٰ اس سر پھری ہوئی مخلوق پر برسے، نرس بھی فاصلے پر کھڑی فکر مند تھی جبکہ داریہ نے داران کو یوں آنکھیں نکالیں جیسے گردن دبا دینا چاہتی ہو۔

"آپ کا ڈانٹنا اور طنز و ملامت کسی ہوش میں رہ کر کروائی سرجری سے کم نہیں ڈاکٹر شعلہ"

ڈھیٹائی کی حد تھی کہ وہ الٹا منہ چلاتا سبھی نفوس کو حیرتوں کے سمندر میں غوطہ زن کر گیا۔

"ڈاکٹر شعلہ۔ (ڈاکٹر مصطفیٰ نے غش کھاتے منہ ہی منہ میں اس درجہ منہ پھٹ مریض کے بے باک تیوروں پر لا حول پڑھی) کیسا خراب آدمی ہے۔ نرس انجکشن لاوا سکی بولتی بند کروں"

مصطفیٰ بچارے اچھل کر رہ گئے جبکہ داریہ نے اس بار دکھ سے داران کو دیکھا جیسے التجاء کر رہی ہو کہ شرارت ترک کرے، سب کو اس بندے نے پریشان کر کے آگے پیچھے لگا رکھا تھا اور باز آنے کے بجائے اٹکیلیاں کرے جا رہا تھا۔

"لگا دیں انجکشن، ڈرتا ورتا نہیں ہوں۔ ویسے آپکی شکل سی آئی ڈی کے ڈاکٹر سالو کے سے بہت ملتی ہے۔ کبھی مجھے وہ بہت پسند تھے، پر اب پسند بد لنی پڑے گی"

داران کو اب بھی چین نہ آتا پائے دیکھ کر داریہ نے اسکے ہاتھ کو جکڑے دباتے تنبیہی گھوری دی لیکن وہ یوں مسکرایا جیسے کہہ رہا ہو فلورنس مجھے جینے دو مجھے شرارتیں شدید والی آرہی ہیں۔

جبکہ ڈاکٹر مصطفیٰ سچ میں ویسے ہی تھے، قد ایون شکل اور چشمے تک سے، داران کی شرارتی نیلی آنکھیں انکو تنگ کرنے کا کب سے منسب سنبھالے تھیں پر اب برداشت کا پیمانہ لبریز سا ہوا۔

"غصہ دلا رہے ہو، میری برداشت کا والکینو (آتش فشاں) پھٹ جائے گا تو ایک انجکشن تمہارے پچھواڑے پر بھی لگا دوں گا بیٹا۔ پھر بتانے جو گے بھی نہ رہو گے کہ کیا ہوا"

مصطفیٰ صاحب نے آنکھوں پر ناک کی حدود تک لٹکی عینک درست کرتے انجکشن لگانے کو منہ داران کے کان سے جوڑا تو داریہ باسباپی پاس بیٹھی تھی سن کر بے ارادہ ہنسی۔

جبکہ وہ آگے سے ڈاکٹر مصطفیٰ کو خوفناک حیران نظروں سے دیکھنے لگا جو دھمکی کے کامیاب ہونے پر فخریہ کالر جھاڑے شرانگیز سی کمینی مسکراہٹ کے سنگ نرس کی طرف گھوم کر پلٹ گئے۔

"ایک انجکشن تمہیں وہاں لگ جانا چاہیے، بے آرام ہستی کو شاید تبھی سکون ملے"

بظاہر تو داریہ خوش تھی کہ وہ واپس نارمل ہوا لیکن اسکے تنگ کرنے پر اسے ڈانٹنا فرض سمجھ رہی تھی۔
"تمہیں دیکھ کر ہی جب آرام و چین میسر آ جاتا ہے پھر اتنے خوفناک ٹارچر کی کیا ضرورت سوئیٹ

ھارٹ، تمہارا ہی نقصان کرے گا میرا ہر بڑھتا درد"

اسکے جواب پر داریہ خفیف سابلش کی، اس آدمی کی بے باک گفتگو سرخیوں میں گھول کر رکھ دیتی تھی جبکہ جس لمحے داریہ یوں اسکی معنی خیز لفظی جسارتوں پر آتش رنگوں میں گھلتی تو داران ماہیر کو الگ ہی چین و قرار ملتا۔

جبکہ انجکشن پین کلر کے ساتھ نیند و سکون کا بھی تھا۔

"ہر چھ گھنٹے بعد اسکا بینڈ تاج بدلنا ہے تمہیں داریہ۔ اور آٹھ گھنٹے کی نیند۔ فکر رہے گی مجھے اسکی" داران اپنی شرٹ چڑھاتا دروازے کی طرف ایکشن مارے لگ کر کھڑا تھا تبھی مصطفیٰ اسے گھورتے داریہ کو دیکھتے سنجیدہ ہوئے بولے جس پر وہ انھیں مطمئن کرتی سر ہلا گئی۔

"میری بیوی کو پٹیاں مت پڑھائیں"

داران کی زبان پر پھر کھجلی ہوئی، نرس کو انکی زبان تو سمجھ نہ آرہی تھی پر وہ پھر بھی انجوائے کر رہی تھی۔

"لے کر جاو اسے داریہ، ورنہ میرا ہاتھ مکے کی صورت گول ہو کر اسکے تھنے (چہرے) کی جانب اٹھ جائے گا۔ وہ بھی بے اختیار"

اخیر زچ ہوتے مصطفیٰ اس بلا سے بھاگتے کمرے سے نکل گئے جبکہ داریہ نے قریب آتے داران کی گال کھینچی اور اسکی بازو میں بازو الجھایے خود بھی اسے لیے روانہ ہوئی۔

آبھی داران کی طبعیت ٹھیک نہ تھی تبھی داریہ نے اوٹنگ رات پر رکھتے پہلے گھر کا رخ کیا، ڈرائیونگ داریہ نے خود کی اور شاید انجکشن اور درد کا اثر تھا کہ وہ سارا رستہ غنودگی میں رہا۔

گھر پہنچے پہلے داریہ نے گیڈ بند کیے لاک کیا پھر اس لہراتے جھٹکے کھاتے داران کو گاڑی سے نکالا، وہ کافی حد تک ہوش میں تھا پر لگ رہا تھا کہیں بھی گر پڑے گا۔

خیر اللہ اللہ کیے داریہ اسے بیڈ روم تک لائے بیڈ کے پاس لا کر بیٹھائے لٹاسکی پر اس بچاری کا سانس یوں پھولا جیسے کے ٹو سر کر کے آئی، لیٹتے ہوئے داران آنکھیں بند کیے خفیف سادرد پر کراہا، داریہ نے اسکی گال چومتے سرتلے تکیہ رکھا۔

وہ نیند میں جا چکا تھا تبھی اسکے نیم واہونٹوں کو چھوئے انھیں آپس میں جوڑے وہ مسکراتی اس پر سے اٹھی تبھی نظر داران کے فون پر گئی۔

چار جنگ لونو ٹیفیکیشن تھا، تبھی اسے اٹھا کر چارج لگایا مگر سکرین پر رجو کمینہ نام کا پیغام دیکھے بے اختیار ہنسی۔

"ہا ہا رجو کمینہ۔ یہ یقیناً رجا ل ہو گا۔ کیا کروں میں تمہارا ماہیر شاہ۔"

یہ میسج صبح سے آیا ہوا تھا پر داران کو ہوش ہی نہ تھی کہ دیکھتا تبھی داریہ نے پڑھا تو مسکراہٹ آخر تک آنکھوں کی نمی بن گئی۔

"اوہ رجا ل! تم بھی سنور ہی گئے فائنلی۔ اینڈ کریڈٹ گوز ٹومائی مسٹر ٹن"

لاڈ سے فون تھامے ہی وہ گھوم کر پلیٹی تو آنکھیں ماہیر کو دیکھے چمک اٹھیں۔

زرا چہرہ دوسری جانب کیے وہ پر سکون نیند میں تھا۔

"میری جان، تمہاری ہر تکلیف پر داریہ قربان۔ کون ہو گا جسے تم پر پیار نہ آئے۔ کون ہو گا جو تمہاری دوستی کے لیے نہ ترسے، کون ہو گا جو تم جیسا امان پروردہ نہ چاہے۔ آئی لوو یو ماہیر، میرے دل کا سکون۔ میری کل دنیا"

اسے سویا دیکھے داریہ کو اس پر جی بھر کر پیار لٹانے کا دل کیا تو اس نے خود کی کوئی خواہش نہ ٹالی، یہ تو جب داران اسکے روح جنبھوڑتی قربت پر خود بے چین ہونے لگا تب وہ اس سے ہنستی دور ہوئی اور اپنی حرکت پر ہنسے اس سوئے ہو کر زیادہ خطرناک لگتے جن سے دھیان بھٹکائے اسکا فون اٹھ کر چارج پر لگائے خود بھی کچھ کھانے کے لیے بنانے کو کچن کا رخ کر گئی۔

.._____..

"جب تک داران نہیں آتا تم دو کہیں نہیں جا رہے بھئی، ہم ماں بیٹا اکیلے باولے ہو چکے تھے۔ دو دن سے لگ رہا ہے یہ مکان گھر ہے"

لنچ پر جب حمین نے فائنلی شاہ حویلی سے اجازت مانگی تو عزیزے جان کا محبت اور اصرار بھرا انداز و جواب سبکے چہروں پر مسکراہٹ بکھیر گیا۔

"آپکی محبت اور شفقت کے لیے بے حد شکریہ عزیزے جان لیکن ایادماول کہیں گے ہم بھول ہی گئے ان دو کو۔ پھر آپ جانتی ہیں میرا کام بھی ہے، اب ہمیں اجازت دیں کل آپکا لاڈلہ ویسے بھی آجائے گا"

حمین نے ہی مایا اور اپنی طرف سے اصرار کا مناسب جواب دیا۔

"عزیزے جان ٹھیک کہہ رہی ہیں، ہم بور جائیں گے حمین۔ کتنی رونق لگی تھی دودن سے آپ اور مایا کے سبب۔ آفس میں نے عاقب اور داران کے حوالے کر کے اپنی درس و تدریس کی جگہ سنبھال لی، ایک دم فارغ ہیں ہم ماں بیٹا، تو ہماری تنہائی کا کچھ تو خیال کیجئے عزیزم" یار کا اصرار کہاں کھاتے میں آتا، حمین نے مغرورانہ مسکراہٹ دی۔

"اب آپ دونوں کی تنہائی اس حویلی کا وارث ہی دور کرے گا جناب، دعائیں مانگیں مصلے پر بیٹھ کر۔ ہم تو بھئی اپنے گھر کا روبرو والے لوگ ہیں"

حمین کی مسکراہٹ میں خوشی پوشیدہ تھی، سب یہ خبر جان چکے تھے سوائے عزیزے کے اور داران اور داریہ خود آکر یہ نیوز عزیزے جان کو دینا چاہتے تھے۔

سب نے ہی محسوس کیا جیسے وہ اس وارث والی بات پر سنجیدہ ہو گئیں ہیں۔

"ان شاء اللہ اس سونی حویلی کی رونق بحال ہوگی، ہماری ماول جیسا کوئی نعم البدل ملے یا پھر داران جیسا ہی بیٹا۔ آپ بات ٹال گئے ہیں محترم"

تبریز شای نے ہی خوشگوار و خوبصورت لب و لہجے میں ماحول کی سنجیدگی کم کی تو عزت زے بھی جبراسا مسکرائیں، شاید ان کے دل میں ابھی بھی اداسیوں کا گہرا بوجھ تھا۔

"میں ماول کو مس کر رہی ہوں، ہم پھر آجائیں گے۔ اور شام ہم انوائٹڈ بھی ہیں عاقب اور انیب کی مہندی پر"

مایا کا دل سچ میں ماول سے گھبرا یا تھا جبکہ انوائٹیشن سے تبریز بھی کچھ یاد آنے پر مسکائے۔
"ارے ہاں عاقب نے تو ہمیں بھی انوائٹ کیا تھا، کل جاتے ہوئے کہہ کر گئے تھے۔ پہلے ہمیں لگتا تھا وہ لا پرواہ سے ہیں پر جب سے بابا کے ہمراہ واپس آئے ہیں کام کو پہلے سے زیادہ سنجیدہ لیتے دیکھائی دیے۔ ہمیں انکا یہ بدلاؤ پسند آیا، جب تک ماول اس قابل ہوں گی کہ شاہ انڈسٹری کی بھاگ دوڑ سنبھالیں تب تک عاقب اور داران ہمارے کیمیکل بزنس کو بہت آگے لے جا چکے ہوں گے لگ رہا ہے۔ عزیزے جان آپ چلیں گی عاقب کی مہندی پر؟ جاسم سے ملاقات ہو جائے گی۔ ہم اچھے بزنس پارٹنرز رہے ہیں، وہ بہت ہونہار اور قابل ہوا کرتے تھے"

تبریز تو تیار بیٹھے تھے جبکہ عزیزے جان بھی اب اکیلی بور ہونے لگی تھیں۔

"ٹھیک ہے چلتے ہیں، مجھ بڈی کی بوریت دور ہو جائے گی تم بچوں کو اکھٹا دیکھ کر اور کیا چاہیے"

عزیزے کی واپس آتی خوشی پر سب ہی متفقہ مسکرا دیے، عاقب اور انیب تو لکی ثابت ہو رہے تھے کیونکہ انکی اس مبارک شادی میں ہر اپنا آ رہا تھا، رونقیں دوبالا ہونے والی تھیں۔

حمین نے مسکرا کر گردن گمائے روز ریڈ ڈریس میں گلاب کی طرح کھلی مایا کو دیکھا تو انگ انگ میں شادابی اتری، اسے مایا کو اس حویلی میں شان سے واپس آتے دیکھنا بہت سکون دے گیا تھا اور خود مایا میں رنگ جمع ہو رہے تھے، اور وجہ بس وہ مہربانوں کا مہربان تھا، حمین چوہان۔

.._____..

سر مئی شام نے پاگل پن کی حد تک دلکشی اوڑھ لی تھی، آسمان پر بادل تھے، دھوپ کا آخری چھوٹا کنارہ اپنا سایہ کیے ہوئے ہو لے ہو لے شام کے بو جھل پن میں دب رہا تھا، موسم بدل گیا تھا، سردی کی آغاز کی شا میں جس اور ٹھنڈ سے تو آزاد تھیں پر اک فطری اداسی چپے چپے میں گھلی تھی۔

"یہ ان سب کو تو ٹھیک، داران اور داریہ کو میری اجازت کے بنا کیوں انوائٹ کیا ہے۔ تجھے میں پر سکون اچھا نہیں لگ رہا"

شام ہو چکی تھی، جہاں انیب مہندی کی دلہن بننے کو سچ رہی تھی وہیں عاقب نامی نخریلے دلہے کو سجانے کی ذمہ داری رجال کے سپرد تھی۔

جبکہ عاقب کا غصہ اور چڑا چانک جھنجھلاہٹ بنی تو رجال جو اسکے گلے میں مہندی تھیم والا ہرا اور پیلا اسکا رف ڈال رہا تھا، ہاتھ روکے عاقب کے سپاٹ چہرے کو اچھلتی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"ٹھیک ہے پھر میں بھی نہیں آؤں گا، کر لے شادی اکیلے۔ ویسے بھی میری اہمیت ہی کیا ہے تیری زندگی میں کہ تو میرے دوستوں کو ویلیو دے"

رجال کا الٹا خفا ہونا عاقب کو حیران ہی تو کر گیا۔

"دیکھ تو نے بھلے بہت سے دوست بنالیے ہوں، تو بدل گیا ہو، برے لوگوں کا ساتھ چھوڑ دیا ہو، اسکے باوجود میری پرسنل چڑھے یا اس کیل سے۔ تو کیوں سینیٹی ہو رہا ہے۔ اتنے عرصے بعد تیری یہ سلجھی شکل دیکھی ہے ان گناہ گار آنکھوں نے، منہ پھلا لے گا تو منحوس لگے گا"

عاقب کو خود بھی احساس تھا کہ اس نے رجال کے ساتھ بے اعتنائی برتی ہے تبھی اس کا روٹھنا ترپا گیا۔ منحوس پر رجال دل جلا مسکرایا۔

"ختم کر دے چڑھا عاقب، کچھ نہیں رکھا کدورتوں میں۔ شکر کیا کر کہ انیب واپس ملی تجھے ورنہ جو تیرے کر توت تھے، اللہ اس بھولی بھالی کو یقیناً کسی بہت اچھے کے نصیب لکھ دیتا تجھ سے خفا ہو کر۔ شکر ادا کر جلد ہوش آنے پر اور چڑھے کس چیز کی تجھے، کوئی ایک غلطی بتا ان دو کی؟ بتا شاہاش"

رجال نہ پوچھتا تو بہت غلطیاں یاد تھیں پر جب اس نے پوچھا تو عاقب کو لگا دماغ خالی ہو گیا، لفظ ختم ہو گئے ہوں۔

اور عاقب کی چپ نے رجال کو جواب دے دیا۔

"محبت تھی میری وہ"

عاقب نے پھٹ پڑتے جواب دیا پر رجال آگے سے ہنسا۔

"تھی؟ تھی کچھ نہیں ہوتا عاقب۔ اب کس سے محبت ہے؟ بتا"

رجال کسی رحم کے موڈ میں نہ تھا۔

"اب تو میری زندگی ساری انیب پر ٹکی ہے یار، ہر آتی جاتی سانس تک"
خفیف سی سرخائی عاقب کی آنکھوں میں گھلی۔

"تو پھر؟ کیسی چڑ۔ جب تو نے محبت کر لی، بہترین والی تو دار یہ سے دھتکارنے کی کیسی شکایت۔ وہ ہم سب سے الگ تھی، وہ الگ ہی رہے گی۔ اسے الگ رکھنے والا بھی الگ ہی ہے۔ پھر داران! ایک غیرت مند انسان ہے اور اس نے جو کیا تو یہی ڈیزرو کرتا تھا اور یہ تو بھی مانتا ہے۔ ہاتھ جڑے دیکھ میرے، اگر تو نے میرے کسی مہمان کو اتنا سا گھورا بھی تو تیرا میرا یہ بھائی چارہ اسی لمحے ختم"

رجال نے فیصلہ کن دھمکی دی، عاقب کچھ بول ہی نہ سکا۔

"تو ان کے لیے اپنے بھائی کو بھرم دیکھا رہا ہے، جیس کر رہا ہے"

عاقب کے اندر کچھ سلگا، بڑی دیر سے رجال کی قدر آئی۔

"یہی سمجھ لے سر پھرے دلہے۔ جا انیب کا سر کھا اب بخش مجھے"

رجال نے خفگی سے پرے دھکیلا تو عاقب اسکی بازو دبوچے روکتا پھنکارا۔

"دوبارہ میرے ساتھ ایسے روڈ ہو اتو تیری شکل بگھاڑ دوں گا۔ نہیں گھوروں گا تیرے مہمانوں کو۔ اب

تیار کر مجھے، آیا بڑا ایٹوڈ مین"

عاقب کو لائن پر چڑھتے دیکھ کر رجال کمینگی سے مسکراتا واپس سامنے جما جبکہ دروازے میں کھڑے جہانگیر اور زمیل اپنے جیسا اک نیایا رانہ دیکھ کر ہنسنے اور وہاں سے ایک دوسرے سے گفتگو کرتے گزر گئے۔

"یہ منہ جانیہ کے لیے چمکایا ہے تو نے؟"

عاقب پر پر فیوم چھڑکتے رجال نے عاقب کے مشکوکانہ سلگتے سوال پر اسے گھورا۔

"تجھے کیا ہے، خود پورا انیب کے لیے چمکا ہے میں نے کچھ پوچھا؟"

رجال کے رنگ ڈھنگ الگ ہی دیکھے یہ پہلی بار تھا عاقب دل سے جان لیوا مسکرایا۔

"ڈیش آدمی، گدھے کا دل پری پر آگیا ہے، سچ سچ۔ قیامت ہی نہ آجائے"

عاقب کو بھی مرچیں لگی تھیں، یہ تو جاسم کی اچانک آمد ہو گئی ورنہ رجال اچھے سے اس مہندی کے دلہے کو سیٹ کرتا۔

"اور تو انیب جیسی حور کے ساتھ لنگور۔ کمینہ"

رجال نے بھی دانت پیسے۔

"اوجا جاکام کر اپنا۔ ایسے ہنڈسم اور ہاٹ لنگور پر ہزار دنیائی حوریں پھڑک کر جان لٹا دیں اک منٹ

میں۔ پرائیویسی دے بابا اور مجھے۔ مگروں لے (جان چھوڑو)"

عاقب نے بھی چڑایا پر رجال اسکے دانت توڑنے کے ارمان ہی دباتا ہوا مٹھی کسے جبر اسی مسکراہٹ جاسم انکل کی سمت اچھالے کمرے سے نکل گیا البتہ جاسم کی آنکھوں میں بے حد رشک تھا۔

"بہت پیارے لگ رہے ہو، ایک مکمل اور شاندار مرد۔ جسکی آنکھیں چمک اور سینہ اعتماد سے بھرپور ہو، جب سے آیا ہوں سبرینہ کی قبر پر جانے کی ہمت ہی جمع کر رہا ہوں، لیکن پرسوں فیصلہ کیا ہے۔ تمہارے اور انیب کے ویسے کے بعد اور پھر اسی رات واپسی"

بابا کی واپسی کا سننے وہ غمزدہ ہوا۔

"آپ کہیں نہیں جارہے، میرے ساتھ رہیں گے تو معافی جلد دے دوں گا۔ پلیز"

عاقب کی آنکھوں میں التجاء تھی، جاسم کی آنکھوں میں نمی۔

اسکا چہرہ تھامے سبرینہ کے حصے کا ماتھا چوما تو عاقب کا دل تڑپ سا گیا۔

"جانا تو سبکو ہے میرے بیٹے، میں ضرور رکتا لیکن یہاں کی آب و ہوا اس نہیں ہے اب۔ تم اور انیب

آتے رہنا ناں مجھ سے ملنے، اکیلا تو نہیں چھوڑو گے مجھے اب، اسے ہمیشہ خوش رکھنا عاقب۔ یہ عورتیں

بہت نازک اور حساس دل رکھتی ہیں، ہم بے درد مردوں کی زرا اسی لا تعلقی تک انھیں موت سے زیادہ

درد دے جاتی ہے۔ میں چاہتا ہوں تم اپنے بابا جیسے انچ بھی نہ بننا، قربان رہنا۔ محبت کرنے والی عورت

پر لٹ جانا چاہیے۔ اور ایک دعا ہمیشہ کرنا کہ میں تمہاری ممی سے معافی پاسکوں۔ کچھ بھی ہو جائے، یہ

دعا کرنی مت چھوڑنا"

ناجانے کیوں عاقب کو بابا کے لہجے سے خوف آرہا تھا، اسکے اندر چھپا بچہ تڑپ اور مچل رہا تھا۔
"آپ یہ تمہیدیں اپنے پاس رکھیں، ڈر لگ رہا ہے مجھے بابا۔ آئی نیڈیو۔ پلیز سٹے ود می فار ایور"
جاسم نے اسے اپنے سینے لگا لیا پر اسکی گزارش ٹال کر رد کر گیا۔
"ان شاء اللہ، نظر نہ لگے میرے شیر کو"

اسکی گال تھپکتا وہ جیسے آیا ویسے ہی کمرے سے نکل گیا لیکن عاقب کا دل بھاری ہو گیا۔
آئینے میں اپنا عکس غیر دلچسپ لگنے لگا، سفید کڑھائی دار قمیص اور شلوار میں جما ہوا اسکا کسرتی وجود بے
حد جاذب لگ رہا تھا پر ہائے اب وہ ڈری ہوئی آنکھیں۔

.._____..

"نظر نہ لگے میری شہزادی، دادو قربان جائیں۔ بھی شمن آج یہ حال ہے، کل تو یہ تباہی لگے گی"
دادو سے پیار اور لاڈ بٹورے انیب اپنا عکس تکتے تھم گئی کیونکہ پہلے اور ہرے شرارے میں وہ سچ میں
آفت لگ رہی تھی، اوپر سے عاقب نے فٹنگ بھی غضب کروائی کے اسکے خوبصورت فکر پر شرارے
کی فل کورٹج شرٹ بچ رہی تھی، بازو بھی اور گینز کے تھے پر فل۔
"دادو کنفیوز نہ کریں، آگے ہی پینک ہو رہی ہوں"

انیب نے خود سے نظر بچاتے گھبرائی بولی، مہمان آنا شروع تھے تبھی ماریہ صاحبہ اور شمن کو اب خود
بھی باہر جانا تھا۔

"ناپینک ہوں تیرے دشمن۔ چاند کا ٹکڑا ہے تو۔ ارے آجاو جانیہ پتر اندر"

ماریہ صاحبہ نے پھر سے اسکا ماتھا آسودگی سے چوما جبکہ ہچکچا کر دروازے کے پاس رکی جانیہ کو دیکھے ماریہ صاحبہ نے اسے بھی شفقت سے پکارا، بھاری کامداری شرارے میں جانیہ بے حد حسین لگ رہی تھی، بانکاسا وجود پر فیکٹلی اس جوڑے میں سمویا ہوا تھا، خود دشمن اسکو تکتیں پاس آئیں تو جانیہ نے انکا ہاتھ تھاما اور کمرے میں چلی آئی۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو، ہے ناں دادو، ہے ناں دشمن مئی"

انیب سے تعریف پائے جانیہ گھبرائی، کیونکہ دادو اور ساسوماں بھی فدا نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں اور لاڈ بھی کیا۔

پر اسے رجال آتے ہوئے بہت کوشش کے بھی نظر نہ آیا تھا لیکن وہ اسے دیکھنے کو بہت بے چین تھی۔

"ایک دم ٹھیک۔ نظر نہ لگے میری بچیوں کو۔ چلو دشمن ہم چلتے ہیں۔ اب جانیہ دیکھ لے گی ہمارے اس پٹولے کو"

ماریہ صاحبہ نے جانیہ کا ماتھا بھی چوما، جبکہ وہ تڑپ سی اٹھی اس محبت و گرم جوشی پر، دشمن بھی اماں جان کے ہمراہ دونوں شہزادیوں کو پیار دیتی کمرے سے گئی، دادو کے پٹولہ کہنے پر انیب اور جانیہ دونوں مسکرائیں پر جانیہ کی کوشش ناکام ہوئی۔

جانیہ کے آنسو دیکھے انیب نے اسے گھبرا کر اپنے گلے لگا لیا، بہت دیر تک لگایا کیونکہ انیب کمزور آنکھوں کو پہنچانتی تھی۔

"اداس نہیں ہو، تم مجھ سے بھی پیاری لگ رہی ہو باخدا۔ رجال بھائی جب برے تھے مجھے تب بھی برے نہیں لگے اب تو ان سے کول وائز آرہیں یا راجب سے وہ لوٹے ہیں۔ اوپر سے اتنا بڑا شاک کہ ان سا فلٹری آدمی ایک جانیہ پر رکا۔ مسکراو یا را، میں بہن ہوں تمہاری۔ مجھ سے کچھ بھی شنیر کر سکتی ہو۔ ہمیشہ بہن کی کمی میری داریہ نے پوری کی، لیکن اب تم بھی اس سسٹر گروپ میں ہو۔۔۔۔۔ اچھا بتاؤ میں کیسی لگ رہی ہوں"

انیب کا مرہمی سالجہ جانیہ کو سنبھلنے اور بولنے کا حوصلہ دے گیا۔

"بہت خوبصورت، بالکل پری جیسی۔ آپکا اور عاقب بھائی کا کیل بہت اٹریکٹیو ہے۔ میں دعا کرتی ہوں آپ خوش رہیں"

جانیہ کی دعا پر انیب نے اسکا ہاتھ پکڑے آمین کہے دیا۔

"تم اور رجال بھائی بھی خوش رہو، کچھ دیر پہلے آئے تھے۔ بہت ہنڈسم لگ رہے ہیں۔ لک چینیج کی ہے تھوڑی، یہ تمہارا اثر ہے کیونکہ ہم نے تو نہ دیکھی بھی انکی ایسی سلجھی شکل آج سے پہلے یہ جو بیویاں ہوتی ہیں جادو گر ہوتی ہیں، بدل دیتی ہیں اپنے ان کو۔۔۔ ہم نے سلیفی بھی لی تھی، دیکھاتی ہوں"

انیب اسکی آنکھوں کی خوشی پر فدا ہوئی تبھی تو جانیہ رجال کا ابے فوراً سے انیب کے فون کی جانب دیکھنے لگی، انیب نے اسکے ساتھ سلیفی لی تھی اور وہ سچ میں کریم کلر عاقب جیسے ہی جوڑے میں بے حد وجیہہ اور تروتازہ لگ رہا تھا۔

دونوں بہن بھائیوں نے منہ بگھاڑ بگھاڑ کر تصویریں لے رکھی تھی، جانیہ کا دل چاہا کاش وہ بھی اسکے ساتھ یو نہی ہنس کر تصویریں لے۔
"دیکھو، لنگ ہنڈ سم ناں"

انیب کے شرارت سے پوچھنے پر جانیہ دھیماسا پیچھے چہرہ کرتی مسکرائی۔
"یس"

جانیہ کے جواب پر انیب نے فون واپس رکھا ہی کہ عاقب کے میسج پر بلش کی جس نے اپنی سلیفی بھیج کر انیب کو مزید بے قرار کر دیا جبکہ انیب کو فون میں لگتا دیکھے جانیہ اپنا دوپٹہ سنبھالے یو نہی دروازے کی جانب بڑھی تو اسے کچھ ہی فاصلے پر کسی ملازم سے مخاطب رجال نظر آ ہی گیا۔
وہ نظریں ہٹانا ہی بھول گئی۔

"فخر بس اتنا ہے کہ تم میرے ہو اور تمہارے سارے درد بھی میرے ہیں، تمہیں کسی کی نظر نہ لگے
رجال"

اپنا فون اٹھائے بنا سوچے جانیہ نے اسکی بہت سی تصویریں اتار لیں، پتا نہیں وہ اتنا اچھا اور مکمل دوبارہ کب لگتا۔

جبکہ جانیہ نے یکدم بوکھلا کر فون نیچے سرکایا کیونکہ رجال کی نظر اس پر پڑ گئی تھی۔
تھم تو وہ بھی گیا جانیہ کو دیکھے، تین بہت سوبر رنگوں کے بھاری شرارے میں تیار ہو کر جانیہ آج اپنے جیسی الگ اور حسین لگی۔

اس سے پہلے وہ جانیہ کی طرف قدم بے خود ہوئے بڑھاتا، ثمن کسی کام سے اسکا ہاتھ پکڑے اپنے ساتھ لے گئیں جبکہ جانیہ پھیکا سا مسکرا دی، رجال کی وارفتہ ٹھہر جاتی آنکھیں ذہن کے افق پر آسودگی کا روپ اختیار کر گئیں۔

.._____..

"میں نے کھانے میں اپنی چائلڈ ہڈ سپیشل ریسپی بنائی ہے جو ماموں نے سب سے پہلے مجھے سیکھائی، دن سے اکیلی بور ہو گئی ہوں، اب اٹھ جاؤ۔ کچھ کھاؤ۔ اوٹنگ پر بھی تو جانا ہے ہمیں ماہیر"
مغرب ادا کیے دار یہ کمرے میں آئی تو داران کو بے چین سا محسوس کیے اسکے پہلو میں بیٹھے اسکے سر کے بال سہلائے لاڈ سے پکاری، وہ کافی دیر سو کر نیند پوری کر چکا تھا تبھی آنکھوں پر زراساد باو دیتے ہی جاگنے میں کامیاب ہوا، اف اسکی مسکراتی بہکی رنگیلی آنکھیں اک لمحہ دار یہ کی سانسیں اور توجہ سلب

کر گئیں، پھر دونوں کی خوبصورت خوشبو، نزدیکی، ہاتھوں کی پوروں کا ایک دوسرے کے چہرے اور وجود کی جلد کو چھوتا برقی اثر۔

"آہاں، کیا نام ہے ریسپی کا"

وہ جاگا تو داریہ کو سکون و قرار آیا کیونکہ اسکی آنکھیں گرم نیش بلو ہو کر پہلے جیسی حسین ہو چکی تھیں۔
"یہ ایک ریڈ بین اسپیکٹی ہے، چکن فری۔ چکن کو دیکھ کروائٹنگ والی فیلنگ آرہی تھی تبھی وہ نہیں پکاسکی"

داریہ نے منہ بگاڑتے اپنی اب متاثر ہوتی طبعیت کا بتایا تو داران نے اسکی گال چومتے خود سے لگائے پیار کیا۔

"ضرورت بھی نہیں ایسی کسی چیز کو ہاتھ لگانے کی، میں خود بنا دیتا اپنی سوئیٹ ہارٹ کو۔ اپنے ہاتھوں سے کھلا بھی دیتا، اور تمہارا چہرہ۔"

اس سے پہلے وہ بے خود ہوئے ان اطلسی سانسوں سے مہک مستعار لینے کو باولا ہوئے بہکتا داریہ چالاکی سے پیچھے ہوئی، اس فلٹری کو ناکامی ملی تو منہ بسور گیا تبھی داریہ ہنسی۔

"پاسے ہلے ہوئے ہیں پر اندر کا عاشق بالکل ٹھیک ہے، باز آ جاو۔ یہ والا پیار بھی کم کرو کیونکہ میرا دل کبھی بھی خراب ہو سکتا ہے"

دار یہ نے اسے وارن کیا لیکن داران کو اسکی عادت نشے سے لگی تھی تبھی اسکو محسوس کر کے ہی نجات دی۔

"میں نہیں رہ سکتا"

دار یہ اسکے بے اختیار بولے جملے پر کچھ لمحہ ماہیر کو ہی پیار سے تکتی رہی۔

"او کے مزاق کر رہی تھی، تمہاری ہوں۔۔۔ جیسے چاہے پیار کرو۔ بٹ یونیڈ انرجی ماہیر، اپنے زخموں کو دوبارہ مت بگاڑنا پہلے ہی دیر سے بھرتے ہیں۔ مجھے فکر ہے تمہارے جسم کے اک اک حصے کی کہ یہ سلامت اور خیر سے رہے۔ چلو اٹھ کر کچھ کھا لو پھر ہم باہر چلتے ہیں۔ گھومیں گے"

دار یہ نے پیار سے اسکے چہرے کا ہر ہر خوبصورت نقش تکتے کہا تو وہ اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرے بالوں کی لٹوں کو انگلیوں سے گزارتا اپنے ناک کے قریب لے جا کر ان ہیل کرنے لگا۔

"ریسیپی تو بتائی نہیں پہلے بتاؤ کیا آسٹم بنائی ہے تبھی اٹھنے کی ہمت کروں گا۔ یہ نہ ہو میرا چر تیار ہو آگے"

سراسر شرارت پر اترے وہ دار یہ کو تنگ کرتا بولا تو وہ اسکی شرارت سمجھے بلش کی۔

"تم انگلیاں چاٹو گے چیلنج ہے اور ہے بھی تمہاری حساس طبعیت کے مطابق، میں تمہارا اب خود خیال رکھوں گی یاد رکھو ایک ڈائٹک سپیشلسٹ ڈاکٹر بھی ہوں جو تمہاری جان کو بھی آسکتی ہے، اٹھو پہلے۔ مجھے میرا پہاڑ جیسا ماہیر چلتا پھرتا چاہیے۔ ایسے بستر پر ڈھیڑ ہوا نہیں۔ آجاؤ میں گرم کرتی ہوں کھانا"

اسکی صبح پیشانی پر جھک کر پیار کرتی بے حد فکر نچھاور کیے وہ اٹھ کر گئی تو داران کا بس نہ چلا اسکے پلو سے بندھے ساتھ ہی چل پڑتا۔

جسم میں کافی تھکاوٹ تھی، وہ بچپن سے اس تھکاوٹ کا عادی تھا، وہ جب چند دن کا تھابت ڈانگنوز ہوا تھا کہ وہ Hypoglycemic ہے، اسکے جسم میں گردش کرتے خون میں گلوکوز کا اینارمل لوو لیول موجود ہے، اس کے لیے اسکا بہت ٹریٹمنٹ ہوا لیکن برتھ کے وقت ہی کچھ ایسی کمپلیکیشنز تھیں کہ داران کے جسم کو لاحق ہوئے اس مسئلے کا حل صرف احتیاط اور تھوڑی بہت میڈکیشن رہ گئی۔

اب اسے کہاں پتا تھا بیوی ملے گی تو ڈائسٹیک سپیشلسٹ، سوچ کر تھکاوٹ مسکراہٹ بنی۔
خیر وہ تروتازہ ہوئے جب تک کچن میں آیا، دار یہ نے پہلے تو اپنے شیر جیسے بندے کی آنکھوں آنکھوں نظر اتاری۔

پھر اسکے لیے میز کے گرد لگی چمیر پیچھے کو سرکائی۔

اتنے پروٹوکول پر تو داران کو غش آیا۔

"میں خواب تو نہیں دیکھ رہا؟"

اس حالت میں جب اسے نخرے اٹھوانے چاہیں تھے، وہ داران پر نثار ہوئے جارہی تھی، موصوف کی حیرت بھی قہر تھی۔

"بلکل نہیں، چلو تم کھانا شروع کرو میں ریسپی بتاتی"

دار یہ نے اسکے لیے درمیانے سائز کا پلیٹر سجایا، ہرے دھینے اور پودینے کے ساتھ لیمن کے ساتھ گارنش بھی کی تھی۔

سپیگیٹی کی شکل بہت می لگ رہی تھی۔

داران نے سر ہلاتے بڑے منہ بنا کر پہلا بائیٹ لیا لیکن سچ میں وہ سادھاسی ریسپی انتہا کی مزے دار تھی۔

"واہ، یہ تو واقعی بہت می ہے"

داران نے بے اختیار تعریف کی۔

"یس، ماموں مجھے اور لالہ کو بنا کر دیتے تھے بچپن میں۔ تب انکو صرف یہی آتی تھی۔ بوائٹل ریڈ پیسز کو پہلے آئل میں ادراک اور لہسن پیسٹ ڈالے اچھے سے پکانا ہے، پھر جب سمیل ختم ہو تو ٹو میڈو گریوی میں چلی فلیکس یار ایڈ پیپر اور سالٹ ایڈ کیے بھوننا ہے، چلی ساس اور سویا ساس ڈالے اینڈ پر بٹریو گرٹ مکس کریم ایڈ کیے چولہا آف کر دینا ہے۔ اسکے بعد اسپگیٹی بوائٹل کرنی ہے۔ اور لاسٹ میں مکس آپ کر کے آخر میں موزر یلا چیز ایڈ کرنی ہے، ماموں اس میں کارن اور چک پیس بھی ڈالتے تھے، وہ تھے نہیں۔ یہ ماموں کی اپنی ریسپی تھی، اور ہم کہتے تھے ماموں آپ اسکو بیچنا شروع کریں تو ارب پتی ہو جائیں راتوں رات"

دار یہ نے جتنے مصالے یا چیزوں کے نام لیے ہر چیز کا زائقہ الگ الگ داران کو زبان پر گھلتا محسوس ہو رہا تھا۔

"وہ ارب پتی ہی ہیں دار یہ، کیونکہ ان کے پاس محبت اور پیار کا خزانہ ہے۔ یہ سچ میں اب تک کھائی گئی بیسٹ اسپیکٹی ہے۔ ریلی ڈیلیشیز"

داران نے بنانے والی کا ہاتھ پکڑے چوما، تو وہ کھل اٹھی۔
جو ابا داران کا بھی ہاتھ چوما۔

"ٹھیک ہے اب جلدی سے فینیش کرو پھر ہم گھومنے چلیں گے"

دار یہ نہیں چاہتی تھی وہ اسکے کھانے میں بولے، تبھی اسے کھانے کا کہے خود کہنیاں ٹیبل کی سطح سے ٹکے وہاں ہتھیلوں کے پیالے میں اپنی ٹھوڑی ٹکا کر اپنے ماہیر شاہ کو فرصت سے دیکھنے لگی، کیونکہ اس سے خوبصورت کام دار یہ کو اب کچھ نہ لگتا تھا۔

.._____.

حمین، مایا، عزیزے اور تبریز خوشاب سے سیدھا چغتائی پیلس ہی روانہ ہوئے جبکہ دوسری طرف انجمن صاحبہ بھی اپنے چاروں لاڈلوں کی فرمائش پر سچ دھج کر عاقب اور انیب کی مہندی کے لیے روانہ ہوئیں جبکہ پیپرز کے بیچ شادی اٹینڈ کرنے کی الگ ہی خوشی تھی جو ماول کو ہوئے جارہی تھی، اس نے مہندی کے لیے بہت سوبر سا جوڑا پہنا لیکن کل وہ ایاد کی دلائی ریڈ ساڑھی پہننے والی تھی۔

آج بھی گولڈن بلیک زر کون کے کام والے جوڑے میں کرل بالوں کے سنگ ہیلز پہنے اور پارٹی میک آپ سے تیار وہ بجلیاں گراتا بمب بنی تھی۔

ایاد نے بھی آج کے لیے شلوار سوٹ ہی چنا اور وہ بھی carob کلر کا۔

سر کے بال اچھے سے سلجھائے پیروں میں پشاوری چپل پہنے خان صاحب کی پرسنالٹی ہی بدل چکی تھی، کمرے سے باہر آیا تو اپنی ہوش اڑاتی آپسراہ پر نگاہ گئی جو لاونچ ایریا کی دیوار پر نسب بڑے سے آئینے کے سامنے کھڑی خود کو ہی نظر لگا کر مسکرا رہی تھی۔

"پڑھنے سے عیاشی پائے کتنی خوش ہو تم نالائق، خوشی دیکھو زرا اپنے چہرے کی"

ایاد نے پاس ہی پیچھے رکتے اپنا چھلکتا حسن بھی مغرور ہوئے دیکھا جبکہ ماول دل میں ماشاء اللہ کہے اپنے حسین میلنگا کو دیکھتی رہ گئی۔

"پیپرزمیں آتی شادیاں ہم سٹوڈنٹس کی عیاشی ہی ہوتیں جان من، آپ بتائیں کسے مار ڈالنے کا ارادہ ہے۔ تھوڑا حسن چھپالیں ورنہ تباہی مچ جائے گی"

ماول نے دوپٹے کو سمیٹ کر اپنے چار اطراف گماتے فوراً سے باہیں ایاد کے گلے میں ڈالتے اس چمکارے مارتے چہرے کو فرصت سے نہارا۔

"صرف منہ دھویا ہے مجھ مسکین نے، کہو تو سیاہی مل لوں زرا زرا"

اف یہ اتر اہٹ اور غرور، ماول صدقے ہی چلی گئی۔

"اف اف، خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آہی جاتی ہے۔ میری جان ملینگو آپ اتنے حسین ہیں کہ سیاہی مل بھی لیں تب بھی آپکا یہ گورا چٹارنگ چاچا کرے گا۔ میں واری آپ کے اس موہنے چہرے اور اوپر سے لٹیسٹوڈ پر"

ماول کی یہ بے وقت لاڈیاں انھیں دیر کروادیتی تبھی گھورا کیونکہ وہ گد گداتا چہرہ شرارت پر اترالگا۔
"بس کرو دیر ہو رہی ہے، بے وقت بہکانے کی سزا ملے گی"

اسکی کمر پر گرفت سخت کرتے ماول کو دھمکی دیے اور دل لوٹ گیا۔

"آپکی ہر سزا پر لٹ گئی ماول، اچھا سنیں میری بات۔ بابا کو سمائیل دینی ہے اوکے، اور اچھا ہو گا گلے بھی ملیں۔ پلیز ایاد، اب وہ آپکی بے اعتنائی سے سچ میں مر جائیں گے۔ میری جان ہیں ناں، میری بات ضرور مانیں گے۔ اس کے بدلے جتنی بار وائف بننے کا کہیں گے میں سر خم کیے ملوں گی"
اتنی جان لیو ارشوت پر ایاد نے گرفت ایسی سخت کی کہ ماول کراہ اٹھی، جبکہ ماول کے خوبصورت چہرے کو مدہوشی سے تکتے وہ اسکی نوز ٹپ چوم گیا۔

"ایسے کر کے تم کچھ بھی کروا سکتی ہو، میں کوشش کروں گا میری گڑیا وعدہ نہیں کرتا"
وہ جو بلش کر رہی تھی دل سے مسکراتے ایاد کے گلے لپیٹی اور دونوں ہی اس سکون سے نکلتے ہی مسکرا کر روانہ ہو گئے۔

چغتائی پیلس کی رونق سے ایک چیز تو ثابت ہوئی تھی کہ جگہیں اور گھر منحوس نہیں ہوتے، منحوس ہم لوگوں کے اندر بھری وحشت ہوتی ہے جو درود یوار پر کائی جمادیتی ہے۔

یہ گھر جہاں سے اک وقت و ہشت پھوٹی تھی آج اتنا خوبصورت سجا تھا کہ دیکھنے والی آنکھ پہلا رشک اس خوشیوں کے گہوارے مکان پر کرتی۔

ہر کوئی اپنی طرف سے آفت بن کر آیا تھا، ماول کی بات کا مان رکھتے ہوئے ایاد نے خوش آمدیدی کو کھڑے زمیل جلال خان کو اک سادہ کمزور سی مسکراہٹ دی تو اس باپ نے خود ہی آگے بڑھ کر ایاد کو اپنے جلتے سینے سے لپٹا لیا، یہ منظر دلخراش، دلگیر اور دلسوز ہونے کے باوجود بے حد حسین تھا۔

جہانگیر کو بھی زمیل سے ٹھنڈے پڑتے سینے سے سکون پہنچایا۔

عاقب اور انیب لان میں لگے سیٹج پر براجمان دلکشی کا انوکھا ہی امتزاج بنے سج رہے تھے، عاقب نے اداسی وقتی ترک کیے یہ لمحے خاص ہی رہنے دیے اور مغرور سی مسکان ہمہ وقت اپنے ہونٹوں کا پیرہن بنائے رکھی۔

حمین کی طبعیت سب نے باری باری پوچھی، اس سے ثابت ہوا کہ وہ بہت اہم ہستی تھا۔

سوہا اور عمر کے ساتھ بیلا اور یچی بھی کھلے مسکراتے رجال کا مان بڑھانے آئے تھے جبکہ عزیزے جان کو اک نئی سہیلی انجمن صاحبہ بھی آن ملیں، جبکہ ماریہ تو تھیں ہی انکی سہیلی۔

جبکہ بڈھوں یعنی ہنڈسم انگلز کی اپنی ٹیم دمک چمک رہی تھی، رجال کی پورا فنکشن نظر جانیہ پر تھی، وہ جب بھی اسکے پاس جانے لگتا، کوئی نہ کوئی اسے پکڑ کر کھینچتے جانیہ سے دور لے جاتا۔

دلہے کا بھائی کزن ہونے کے ناطے اسکی ویلیو ویسے ہی وی آئی پی تھی، جانیہ نے اسکی مزید پچرز بھی لیں، خود کو بھی وہ اتنی پیاری لگی کہ عرصے سے تصویریں بنانا چھوڑ چکی جانیہ خود بھی انیب کے ساتھ بہت سی سیلفیز لے رہی تھی۔

جبکہ رجال جب بھی اسکے پاس سے گزرتا رہا، یا اس تک آتے آتے کسی کے قابو آیا، وہ اس خوبصورت لمحے رجال کی آنکھیں دیکھے ضرور مسکرائی کیونکہ ان آنکھوں میں خواہش تھی کہ وہ جانیہ کے پاس جائے، دوپل اسکے پاس رکے، اک ہنستی تصویر لے، اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکے کان میں کہے کہ وہ آج سب سے پیاری لگ رہی ہے، آج وہ روپا جیسی نہیں بلکہ جانیہ جیسی جان لیوا لگ رہی ہے۔

جاسم بھی خوش تھا، ناجانے اسکی قسمت میں کیسا ستم لکھا گیا تھا پر وہ ابھی میں جیئے خوش تھا، عاقب کی فکر بھری نظر بابا پر تھی جسے زمیل نے کمپنی دے رکھی تھی۔

زمیل انکل کا وہ الگ سے مشکور تھا، پھر پہلو میں بیٹھی انیب پر نظر پڑی تو اسے مایا اور ماول کے ساتھ سلیفزیلیتہ دیکھے وہ اسے ہی دیکھتا رہا، انیب آج بہت خوش تھی، اسکی دلہن ہونے کے باوجود مسکراہٹ اور ہنسی نہ تھم رہی تھی۔

رجال کو زرا فرصت ملی تو اپنے چار دوستوں کی طرف بڑھا، چاروں اسکی بدلی لکس پر حیران اور خوش تھے۔

"یولک سوہنڈ سم برو"

سوہانے اسکی مسکراہٹ سب سے پہلے دیکھی۔

"سچ میں بہت اچھے لگ رہے ہو"

بیچی نے بھی اسکے کندھے پر ہاتھ رکھے مسکرا کر کہا جبکہ بیلا اور عمر بھی شرارتی آنکھوں سے اسے دیکھ کر چڑاتے معلوم ہوئے۔

"کیا تم لوگوں نے میری قصہ گوئی شروع کر دی ہے یار، اتنا بھی اچھا نہیں لگ رہا اب۔ خیر تم سب آئے، انجمن آنٹی کو لایا تھینکیو۔ مجھے سچ میں بہت خوشی ہوئی"

رجال اول بے چینی سے برہم ہوتا اختتام تک چاروں کو باری باری نرمی سے تکتے مسکایا۔
اور ان چاروں نے یہ شکریہ وصول کیا۔

"ہمیں بھی خوشی ہوئی رجال، جانیہ تو آفت لگ رہی ہے۔ اسکی تعریف کی؟"

بیلا نے ماریہ صاحبہ کے ساتھ ہی مہمانوں سے ملتی جانیہ کو دیکھے رجال سے پوچھا، ماریہ اپنی پوتی بہو سے فیملی کو ملوارہی تھی تبھی جانیہ کافی کنفوز اور گھبرائی لگ رہی تھی۔

"تم دونوں اسے کمپنی دونوں، وہ پریشان ہو رہی ہے"

رجال کی فکر پر بیلا اور سوہا تو قربان ہی ہو گئیں، فوراً سے دونوں لیڈیز کی طرف بڑھ گئیں جبکہ رجال نے جب جانیہ سے نظر ہٹائی تو عمر اور بیچی اسے مشکوک گھورتے ملے۔

رجال گھبرایا سا ہنسا۔

"عمر، دال میں کچھ کالا لگ رہا ہے"

یچی نے آئینہ و اچکاتے عمر کا کندھا ہلایا۔

"ارے یچی سریہ تو دال ہی کالی لگ رہی یار"

عمر تو پہلے ہی چھچھورا سب سمجھ گیا جبکہ رجال بچارے کی اچھی ٹانگ کھینچ رہے تھے، اب ثبوت بھی تو دینا تھا کہ دوست ہیں، بچارا آنکھیں ہی چرا تارہ گیا۔

"تم ہو ہی چھچھورے"

رجال کو دونوں نے مزید تنگ کیا تو وہ بھاگ نکلا جبکہ یچی نے گردن گما کر عمر کو اشارہ کیا۔

"چھچھورا یہ صرف تمہیں کہہ کر گیا ہے اوکے"

یچی کی بات سنے عمر منہ بسور گیا، ایک تو سینئر تھا اوپر سے بیوی کا بھائی ورنہ دانت توڑنے کا بڑا من کیا تھا۔

خیر سب ہی بے حد خوبصورت تھا، دیر تک یہ خوشیوں بھری تقریب چلی اور پھر کل کے خاص دن کے لیے تروتازہ ہونے کے لیے وقت پر ہی اسے ختم کیا گیا، مہمانوں کی رنگ برنگے کھانوں سے تواضع ہوئی اور محبتوں، رنگوں اور پیار کی اک نئی رسم طے پائی۔

سب کاموں سے فرصت پائے رجال پہلے جانیہ کو دیکھنے کا طلب گار تھا، اکمرے کے دروازے پر دستک دی لیکن باڈی لینگو تاج سے گھبرا یا لگ رہا تھا۔

"تم یہاں؟ میرے پاس رہو گے؟"

دروازہ کھول کر سامنے کھڑے رجال کو دیکھتے خوشگوار سی حیرت جانیہ کے چہرے پر پھیلی۔

"آفکورس، پیور سولز دور اچھی تھوڑی لگیں گی۔ ویسے بھی یہ میرا کمرہ ہے، تمہارے کام کی اس کمرے میں جو چیز ہے وہ میں ہی تو ہوں۔ تمہاری فکر بھی ہو رہی تھی، چینج نہیں کیا ابھی تک؟"

ایک تو اسکی لکس بہت سوبر ہو چکی تھی اوپر سے لاجواب کرتا دوستانہ سوالیہ انداز، جانیہ نے فوراً اسے اندر آنے کے لیے راستہ دیا۔

دونوں کمرے کے وسط میں رک چکے تھے، دونوں کی آنکھیں گھبرائی ہوئی تھیں، دونوں کو عجیب سی فیلنگز آرہی تھیں۔

"پہلی بار خود کو اچھی لگی تو چینج کرنے کا من نہیں چاہا"

اپنے اب تک سچے ہونے کا کوئی تو بہانہ دینا تھا، یہ نہ کہہ سکی کہ اسکی تعریف چاہتی ہے۔

"بہت بھاری ہے، تھک جاو گی۔ بدل لو۔ میں انتظار کرتا ہوں"

نرمی سے اسکے شانے تھپکتا ہوا اسکی فکر میں بولا لیکن جانیہ نے کھوئی سی مسکراہٹ لیے اپنا ارمان دل میں ہی دبایا اور چینج کرنے گئی، رجال تب تک اسکا وہیں ٹھہلتے منتظر رہا، بلیک شرٹ پاجامے میں ہاتھ منہ

دھوئے تازہ دم ہوتی وہ باہر آئی تو دونوں جب تک ایک دوسرے کے پاس واپس پہلے والے فاصلے تک آئے، آنکھیں زراناں سرکیں لیکن اک عجیب سافسوں حاوی ہوا تھا۔
"طبعیت کیسی ہے تمہاری؟"

یہ خاموشی توڑتے رجال نے خود ہی پہل کی تو وہ رسان سے مسکرائی، یعنی درد بہتر تھا۔
"لٹل بٹ پین لیکن برداشت ہونے والا، بیٹھو کھڑے کیوں ہو"
جانیہ نے بوکھلاہٹ میں اسے بیٹھنے کا کہا تو وہ مسکراتا ہوا بیڈ کی پائنٹی پر بیٹھنے پر خود بھی بیٹھا۔
"پکچرز تو لی ہی نہیں تم نے، میں نے کافی محنت کی تھی خود پر"

پاس بیٹھے جانیہ کی جھکی نظریں محسوس کرتے ہلکے پھلکے لہجے میں رجال نے شکوہ کیا تو جانیہ نے ہاتھ پیچھے کر کے میٹرس پر رکھا فون اٹھایا، وہ حیرانگی سے اسکا فون دیکھنے لگا جہاں جانیہ نے اسکی چپکے سے نجانے کتنی پکچرز لی تھیں اور سب ہی بہت کول تھیں۔

"نائس، پر ساتھ نہیں بنائی"

رجال نے فون سکرین سے نظریں اٹھائے جانیہ کے چہرے پر ڈالیں، وہ اسے دیکھنے کے بجائے فوراً سے نظریں چرائے فون کو دیکھنے لگی۔

"ابھی بنا لوں؟"

جانیہ نے اسکی خود پر جمی آنکھوں میں آنکھیں ملاتے لاڈ سے پوچھا، دونوں چیخ کر چکے تھے لیکن اب بھی بہت اپنے اور پیارے لگ رہے تھے۔

"یس، لاوادھر"

رجال نے اسکے ہاتھ سے فون لیا اور ہاتھ اونچا کیے دوسرا ہاتھ جانیہ کے گرد لپیٹے اسے خود سے جوڑتا اس لڑکی کے چہرے کے کچھ نئے رنگ بھی سیلفی میں قید کر گیا لیکن جیسے ہی رجال نے سیلفی لے کر قریب کیے فون سکرین کو دیکھا، جانیہ کی آنکھیں بھیگیں اور ساتھ ہی وہ رو پڑی، اسکی ہچکیوں کی آہٹ پر رجال نے فوراً چہرہ اسکی طرف پھیرا۔

فون پیچھے کی جانب پھینکے ہاتھ بڑھا کر روتی جانیہ کی ٹھوڑی پکڑے اسکا تکلیف میں ڈوبا چہرہ اوپر اٹھایا۔
"کیوں رو رہی ہو؟ درد ہو رہا ہے۔۔۔؟"

رجال کا معصومانہ سوال اور اسکا پریشان چہرہ دیکھے وہ نفی میں سر ہلا کر اسکا وہی ٹھوڑی پکڑے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام گئی۔

"تم بہت پیارے لگ رہے ہو اور تم نے خود کو میرے کہنے پر سنوارا، آئی فیل سو سپیشل تبھی ایمو شنل ہو گئی۔ میں جتنا ممکن ہوا تمہاری ہر تکلیف دور کرنے کی کوشش کروں گی رجال۔ لیکن کہیں ناکام ہو گئی یا تھک گئی تو میرا ساتھ مت چھوڑنا"

رجال نے اسکے ہاتھ پر گرفت یہ سنتے مضبوط کی اور پکڑ کر اسے خود سے لگایا۔

"مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے، نہ تمہیں میری ذات کبھی کسی مشکل میں ڈالے گی۔ ایک دوسرے کے لیے ہمارے دل مہربان ہیں، یہ مرہم کافی ہے"

وہ اسے دیکھ تو نہ سکی پر لہجے پر مر ضرور مٹی، وہیں سے زرا چہرہ اٹھایا تو رجاں نے زرا آنکھیں نیچی کیے جانیہ کو دیکھا۔

"میں نے سنا تھا مجھ جیسی لڑکیوں کے گھر نہیں بستے، لوگ گندی نظروں سے دیکھتے ہیں جیسے لباس کے پار جسم آنکھوں سے ہی نوچ لیں گے۔ یہ تک سنا تھا ایسی یوزڈ لڑکیوں کو شوہر بھی ایسے ہی ملتے ہیں جو اس سے صرف اپنا کمفرٹ لیتے ہیں۔ پیار نہیں دیتے۔ بٹ یو آر ڈیفرنٹ۔ جب تم نے زبردستی میرج کی تب مجھے ڈر لگا تھا کہ میری زندگی ختم ہو گئی"

جانیہ کی آنکھوں سے نمی ٹپک کر رخسار بھگور ہی تھی جسے رجاں نے ہاتھ بڑھا کر صاف کیا۔
"اب بھی ڈر لگ رہا ہے تمہیں مجھ سے؟"

سراسر خفا ہوتے پوچھا تبھی تو وہ گھبرا کر سیدھی ہوئی۔

"اب لگ رہا ہے مجھے شاید دوست مل گیا ہے، کچھ اور نہ سہی تمہیں ہگ کر کے رو تو سکوں گی۔ کوئی تکلیف ہوئی تو بتا تو پاؤں گی کہ یہاں درد ہے پلیز دور کرو۔ اتنی عیاشی کافی ہے میرے لیے"
وہ اسکی کھوئی آنکھیں فرصت سے تک رہا تھا، وہ بھلی لگ رہی تھیں۔

"آئی نیڈ ٹو ریکور فرام دس ڈس آرڈر فار یو۔ اگر تم سے اپنا آرام لیا تو دو گنا تمہارے اس وجود کو پہنچاؤں گا۔ تمہاری صورت سے تمہارے زخمی دل تک پہنچنے میں بھی وقت درکار ہے۔ کیونکہ میرے پاس تمہارے چہرے سے پیار کرنے کا آپشن جو نہیں ہے سالا، اور دل سے پیار کرنا مجھے کہاں آتا ہے ابھی" چہرے والی بات پر جانیہ ہنس پڑی، وہ تو سیریس ہی لے گیا تھا۔

"تم پیار نہ بھی کرو، تم کم از کم میرے لیے میرا ذاتی حصار تو بن ہی چکے ہو۔ اس حصار میں جانیہ رو بھی سکتی ہے اور مسکرا بھی لے گی۔ اپنا ہاتھ دو"

وہ اسکے ہاتھ کو تھامے اپنے سینے سے اسکی ہتھیلی جوڑے پھر سے اسکے ساتھ جا لگی۔

"آئی لو ویور سمو کی آئیز"

پھر سے چہرہ اٹھائے جانیہ نے اسکی مدھم حلقوں کی زد میں لپٹی آنکھوں کو دیکھا، رجاں کو لگا نظر نہ ہٹائی تو قیامت آئے گی۔

"انھیں حلقوں کی زد میں آئی برباد آنکھیں کہتے ہیں مس جانیہ"

نرمی سے اسکا سر اپنے سینے سے لگائے گرفت بنائے اسکی درستگی کی پر وہ نہ مانی، اسے تو شدید چاہت محسوس ہو رہی تھی اور وہ انھیں آباد دیکھنے پر بضد لگی۔

"یہ تمہاری ہمت کی مہریں ہیں، سی۔۔۔ میری آنکھوں کے گرد غور کرو۔ یہاں بھی ہیں"

وہ اسکی بات پر سچ میں اسکی گرفت سے نکلتی جانیہ کی آنکھوں پر غور کرنے لگا، وہ بھی اک ملگجی پن میں گرفتار تھیں۔

"خیر ہے، میں تو کنسیلر اور بیس سے چھپا لیتا ہوں، ابھی فریش ہو کر آیا تھا تبھی چہرے کے نشان چھپانے بھول گیا جلدی میں۔ زندگی میں اتنا پٹا ہوں کہ زخموں کے نشان چھپاتے چھپاتے میک آپ ارٹسٹ بھی بن گیا۔ تمہارا میک آپ بھی کر دوں گا"

وہ اتنی گہری بات اتنے ہلکے میں اڑا گیا، جانیہ نے اسے حیران نگاہوں سے تکتے زخمی مسکراہٹ دی، اسکا چہرہ نئے پرانے ہر زخم کے نشان کے باوجود خوبصورت تھا۔

"ہاہا، تم سچ میں میک آپ کرتے ہو"

وہ حیرانگی سے ہنسی۔

"چھوڑو ناں نیند آرہی ہے سوتے ہیں، یو آلسونیڈریسٹ۔۔۔ کم آن"

بات ٹالے وہ اسکو اٹھائے ہاتھ پکڑتا بیڈ کی طرف بڑھا، جانیہ فوراً سے لیٹی تو رجاں بھی دوسرا تکیہ ساتھ ہی جماتا اسکے برابر لیٹا۔

دونوں نے ایک دوسرے کے پرسکون چہرے کو دیکھا۔

"یہاں آؤ"

بازو پھیلائے جانیہ کو پکڑ کر خود سے لگایا، وہ آنکھوں میں خوشی والے آنسو بھرے اسکے ساتھ لگتے ہی انھیں بند کر گئی۔

اپنا ہاتھ رجال کے سینے پر رکھا اور مزید اس میں سمٹ کر لیٹی۔
"گڈ نائٹ"

اسکے پکارنے پر وہ نیند کے خمار کے سنگ آنکھیں کھولے اسے تکتی سر ہلاتی مسکائی۔

"Can You give me a forehead kiss?"

اتنی سی خواہش پر وہ بھلا وہ کیوں انجام کا سوچتا، فوراً اسے چہرہ قریب کیے اسکے بال سمیٹنا تھا چومتے پیچھے ہوا تو وہ رجال کی موہوم سہی پر خوبصورت کوشش پر مسرور ہوئی، کلیجہ جو پھٹ رہا تھا اسے سکون ملا۔

"Have a sweet night"

اپنا ہاتھ اسکے گال سے لگائے وہ آنکھیں موند گئی کیونکہ نیند تو رجال کے یوں پاس نعمت کی طرح اتر آئی۔

وہ سو گئی اور رجال اسے نیند آنے تک دیکھتا رہا پھر خود بھی اسے دیکھتے دیکھتے آنکھیں بند کر لیں۔

.._____..

"ہم نے چیمپئن شپ جیتی تھی، یہ دیکھو آج بھی اس کلب میں ہم دوکانام اور تصویر موجود ہے"

داران نے وال بورڈ پر لگی نیلی مخملی شیٹ پر سچی ڈھیڑسی تصاویروں میں سے اک تصویر پر انگلی رکھی، داریہ ہنس پڑی، کیونکہ داران وہاں اس پکچر میں بہت کلین شیوڈ کیوٹ بے بی بوائے لگ رہا تھا، جبکہ اسکے کندھے پر ہاتھ جمائل کر کے کھڑا سنہرے بالوں اور اچھے پرکشش چہرے والا رابل گیرٹ بھی بہت خوبصورت مسکرا رہا تھا۔

"وہ تم سے کافی بڑا تھا کیا؟"

داریہ نے عمروں کا فرق فوری بھانپا۔

"ہاں آٹھ سال، مجھے یاد ہے جب ہم نے بانک ریسنگ میں ٹرائی جیتی تھی تو وہ بہت خوش ہوا تھا اور اس نے کہا کہ وہ اپنے مرے ہوئے شوق میرے سبب واپس زندہ کر کے بہت مسرور ہے۔ ہم نے وہ سامنے کیفے میں چھ چھ کپ کافی پی تھی، کیونکہ اسکے بعد ہماری ٹائٹ شفٹ تھی قبرستان میں۔ وہ قبروں کی حفاظت کرتا تھا اور مجھے بھی لے گیا وہاں وہ اپنے بیوی، بیٹیوں اور خالا سے ملنے جاتا، وہ کچھ بے نام قبروں کے پاس رک کر بس خاموشی سے آنکھیں بند کر لیتا تھا۔ ایک تصویر ہم نے وہاں اس کیفے میں بھی لی تھی۔ نا جانے وہ آدمی کہاں ہو گا جس کا کیمرہ یوز کیا تھا"

وہ داریہ کے ہمراہ کلب سے نکلا تو سڑک کے عین سامنے ایک مغربی کیفے تھا جسکے آغاز میں ہی اک آدمی وائلن کی دھن بکھیر رہا تھا۔

"چلو ہم بھی کیفے چلتے ہیں"

داریہ نے اسکا ہاتھ پکڑا اور دونوں ساتھ کیفے انٹر ہوئے، کیفے کا اونر داران کو دیکھتے کسی علاقائی زبان میں خوشی کا اظہار کیے جب اس کی طرف بڑھا تو داریہ نے داران کا ہاتھ فوری چھوڑا۔

داران اور اس آدمی کا مسکراتا مہربان انداز داریہ کو نا سمجھ آکر بھی پیارا لگا۔

اور پھر داران کو اس آدمی نے ایک بوسیدہ سا گفٹ ریپ تھمایا۔

داریہ بھی خوشگوار حیرت سے داران کے پاس آئی جو لوگ ایک دور کنی ٹیبل سلیکٹ کرتے بڑھے۔

"یہ گفٹ کس نے دیا؟ کسی لڑکی کا ہوا تو پٹو گے"

داریہ کو اس تحفے کو لے کر بہت دلچسپی تھی، داران نے مسکرا کر اسے کرسی پر بیٹھایا اور خود بھی سامنے

براجمان ہوئے فرصت سے ہاتھوں میں پکڑے گفٹ پیک کو الٹ پلٹ کر جائزہ لیے دیکھنے لگا۔

"اور اگر کسی لڑکے کا ہوا؟"

داران نے جان بوجھ کر مطلبی سی مسکان سمیت پوچھا۔

"چھی"

داریہ نے کراہت سے گھوری دی، داران نے توجہ فلورنس سے ہٹائی اور گفٹ کھولا لیکن چہرے کے

زاویے یکدم بدلے۔

وہ رابل اور داران کی بے حد خوبصورت اور آخری تصویر تھی۔

"یہ تصویر ہم نے سٹریٹ کمیرہ مین سے بنوائی تھی داریہ، یہ آخری ملاقات تھی میری اس سے۔ ہم اسی
کیفے آئے تھے۔۔۔۔ اس کے ساتھ لیٹر بھی ہے"

داران نے بے قراری سے تصویر داریہ کے بڑھے ہاتھ میں تھمائی اور فوراً سے وہ خط کھولا۔
"تمہیں جب کبھی ملیں فرصتیں

میرے دل سے بوجھ اتار دو

میں بہت دنوں سے اداس ہوں

مجھے کوئی شام ادھار دو

تم جانتے ہو یہ نظم میری پسندیدہ ہے اور تم نے ہی مجھے سیکھائی تھی، آج دل چاہا تمہاری اک شام ادھار
مانگ ہی لوں میرے اچھے بھائی پھر سوچا تم کہو گے رابل! میں تمہارا ہمیشہ دوست رہنے کے لیے بنا ہوں
تو میں لا جواب ہو جاتا۔ آج تم سے مل کر تمہاری آنکھوں اور رویے میں اضافی رحم دیکھائی دیا مجھے، اور
یہی رحم مجھے ڈرا رہا ہے۔ یہ رحم تمہارے اندر بغیر وجہ کے نہیں آیا، کوئی بڑی ذمہ داری منتظر ہے۔

آئی نوویری ویل، کہ میں مر گیا تو تم ان جگہوں کا کبھی رخ نہ کرو گے داران جہاں ہماری یاری اور
خلوص کی بے انتہا یادیں جمع ہیں جہاں بیٹھ کر ہم نے اک دوسرے کے کندھے کو تھاما تھا، جن گلیوں
میں پھر کر دکھ بانٹے تھے، جہاں رک کر ہم نے راہ سے گزرتے روتے پریشان چہروں کو مسکراہٹ دی
تھی، جہاں جا کر ہم نے زندگی کے وہ رنگ دیکھے تھے جو ذمہ داریاں اور پچھتاوے ہم سے چھین چکی

تھیں۔ تم اس تھوڑے وقت میں جتنے رحم دل اور حساس ہو چکے ہو، میری موت کو برداشت نہ کر پاؤ گے۔

مجھے جانتے ہو کیا لگتا ہے، کوئی تنہا زندگی میں خاص بن کر ضرور آئے گا، ممکن ہے اس جگہ تم اسی کا ہاتھ تھامے چلے آؤ۔ مجھے آنے والے وقت کا الہام نہیں ہوتا پر تمہیں پتا ہے ناں میرے اندازے نووے فیصد درست ہوتے ہیں۔ تم شاید یہ خط اسی کے ساتھ بیٹھے پڑھ رہے ہو۔ تو اک بار مسکرا دو کیونکہ شاید جس زمانے میں تم ہو سب ٹھیک ہو چکا ہو۔

میں نے بہت بار کوشش کی اپنی زندگی کے تلخ سچ پورے تم سے کہہ دوں کہ میری فیملی کیسے مری، بارہا سائمن نے مجھے قائل کیا لیکن مجھے لگا میری میری بزدلی اور بے بسی کے ساتھ غم کے اس افسانے کو سن کر مجھ اکیلے تنہا شخص کو چھوڑ کر آگے بڑھ گئے تو میں اپنے آخری فرائض کی ذمہ داری اور اپنے بدلے تک کیسے زندہ رہوں گا۔ تم کو صرف اپنے پیاروں کی ناگہانی موت تک کا سچ بتایا، اس پر ہی تمہاری تکلیف انتہا کی تھی۔ مجھے لگا اگر یہ بتایا کہ مجھ سمیت میرے وہ جگر کے ٹکڑے کس جانور کی وہشت کا شکار ہوئے تو شاید تم وقتی خوفزدہ ہو جاتے اور مجھ سے اک پیارا سا تھی دور ہو جاتا۔ میں بہت جلد اپنے مجرم کی قبر کھودنے والا ہوں لیکن ہم جیسا سوچتے ہیں ویسا ہو یہ ضروری نہیں۔ میں نے ناکامی و کامیابی کے ہر پہلو کو سوچ رکھا ہے، میں ناکام ہوا تو میرا واحد سہارہ و آسراہ تم ہو۔ کبھی تم پر بوجھ آپڑا تو مجھے خود غرض کے بجائے اک مجبور و بے کس یار سمجھ لینا۔

تمہارے کچھ سوال جنکا جواب صرف میں دے سکتا ہوں، اس تصویر کے ہمراہ چھوڑے اس لیٹر میں محفوظ کر کے اس کیفے اوئر کو تھمانے والا ہوں۔

میں نے گریول کے ٹارچر کو کیوں سہا؟ میں موسکو کا جلاد ہونے کے باوجود اس سے لڑکیوں نہ سکا؟ میں نے اپنی بیٹیوں، بیوی اور خالا کے قاتل کو مارا کیوں نہیں؟

تو سنو! میں اسکا غلام نہیں تھا، بلکہ اس کا جنون تھا، وجہ یہ تھی کہ میں بہت خوبصورت تھا، دوسری وجہ میں اسکا خریف تھا، تیسری وجہ میں موسکو کے شہر میں اسکی برابری کی طاقت تھا، چوتھی وجہ میں اسکی خصلت سے بنا اسکے کچھ کہے سمجھ کر اول دن سے کترانے لگا، بہت بڑے بڑے ایونٹس میں خفیہ طاقتیں اکثر اچھائی برائی کی ملی جلی قوتوں سے ڈیلنگز کے لیے جمع کرنے کو پارٹیز رکھتی ہیں۔ اور ہم دونوں موجود ہوتے یہ تو طے تھا، مجھے پتا تھا وہ مردوں میں دلچسپی رکھتا ہے پر میرے لیے ہی مر جائے گا، سوچا نہ تھا۔ جب پہلی بار اس نے مجھے اپنے روم میں اپنے آدمیوں کو کہے لایا صرف اس رات میں ہوش میں تھا، اور میں نے گریول کو اتنا پیٹا تھا کہ اسکے جسم کے ہر انگ سے خون نکل پڑا تھا۔

وہی میری غلطی تھی، اس جنون کو ہوس میرے ہی غصے نے بنایا، میری فیملی اسی سبب گریول کے ہتھے چڑھی اور پھر اسکے بعد گریول نے مجھے ہوش میں رہنے ہی نہ دیا، مجھے کچھ بھی یاد نہ رہتا لیکن میرے ساتھ کیا ہوتا تھا اسکی وڈیو وہ مجھے بھیج دیتا، اور میں اپنی بربادی پر چلانے اور چیننے کے کچھ نہ کر پاتا تھا، وہ وڈیو بھی ایسے ایس کے تھرو مجھے بھیجتا کہ میں اسے ثبوت کے طور پر استعمال بھی نہ کر سکتا تھا۔

پھر بہت ماہ بعد ایک بار پھر اس نے مجھے ڈرگ نہ دیں، شاید وہ ہوش میں مجھ سے کچھ زیادہ کی ڈیمانڈ چاہتا تھا، اس دن ہماری بات ہوئی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ وہ کیوں کر رہا ہے، تو اس نے دو وجہ دیں۔ ایک یہ کہ وہ مجھ سے پاگلوں کی طرح پیار کر بیٹھا ہے اور دوسرا ہاتھ ملانے کی آفر کی۔ یعنی وہ چاہتا تھا جلا د اور ڈان مل جائیں۔ اور میں تو بنا ہی اچھائی کے پھیلاؤ کے لیے تھا تو اس اچھائی کے بچاؤ کے لیے فیملی کے بعد اپنا آپ بھی داؤ پر لگا دیا، بس اس دن پھر پیٹا اسے، پھر اسکے جسم کے ہر حصے تک سے خون نکلا لیکن اسکے بعد گریول نے مجھے دوبارہ ہوش میں رکھنے کی جرت نہ کی۔ قسم کھاتا ہوں داران، اگر تیسری بار اس نے مجھے موقع دیا تو یا اسکی جان جائے گی یا میری۔۔۔ لیکن مجھے کچھ ہوا تو یقین ہے تم میرے زخم کی دوا بنو گے اور ممکن ہے جب تمہیں یہ خط ملے تم میری مسیجائی کر کے بیٹھے ہو۔

گریول اب تک مجھے پھر ہمیشہ ضرورت پر یونہی ٹریپ کرتا ہے، میرے اور اسکے لوگوں میں فائٹ ہوتی، اسکے اور میرے کئی لوگ مارے جاتے، وہ مجھے ایک ڈرگ نیڈل انجکٹ کرتا اور اٹھوا کر لے جاتا اور مجھے ہوش کئی گھنٹوں بعد اک ویران سڑک پر پڑے آتا۔

میں تمہیں کیسے اپنی اس عذاب جیسی زندگی کے سچ بتاتا میرے دوست، مجھے معاف کر دینا داران کیونکہ میں سب کی معافی پا بھی لوں، جب تک تمہیں راضی نہ کیا بخشنا نہ جاؤں گا۔
یہ خط اتنا لمبا تو ہے ہی کہ میں تمہاری اک شام ضرور لوٹ لوں گا، اس تصویر کو کبھی ٹوٹنے مت دینا۔

میری زندگی کے بہترین دو سال یہ تھے جو تمہارے ساتھ زندگی جیتے گزرے۔ جلاد بننے کے لیے اتنا رحم دل ہونا چاہیے جتنے تم ہو باقی تمہاری قسمت، گڈ بائے "

داران کی آنکھیں جتنی سرخ تھیں ویسی تکلیف اسکے ساتھ بیٹھی داریہ کو ہوئی، یہ خط نہیں تھا یہ قیامت کا ٹکرا تھا۔

"اوہ رابل، اک اچھائی کی طاقت بچانے کے لیے اس بندے نے کتنا کچھ قربان کیا ماہیر، اف یہ واقعی بہت نیک انسان تھا تبھی تو اسکے سب اندازے درست تھے۔ اب تو تمہیں گریول کو جلانے کا دکھ نہیں رہا ناں، لک کیسے افیت دی اس درندے نے رابل کو۔ میرا بس نہیں چل رہا اسے گندے آدمی کی راکھ جمع کر کے پھر آگ لگاؤں "

داریہ نے اسکے ہاتھ سے وہ دو صفحے لیتے اسکے دونوں ہاتھ تھامے پر داران سے کچھ بولا ہی نہ جا رہا تھا۔

"کاش میں اسکی گردن بھی کاٹ پاتا، بہت کم سزا تھی یہ داریہ۔ رابل میرے سامنے گھٹ رہا تھا، اس نے خبر بھی لگنے نہ دی۔ تیسری بار بھی وہ ہوش میں ہو گا داریہ، اور پھر اس نے گریول کو پیٹا لیکن وہ اسے تو نہ مار سکا لیکن خود مر گیا۔ لیکن اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے بروقت رابل تک پہنچایا، میں اسکے آخری وقت اسکی ذمہ داری لے سکا، اسکا انتقام لیا۔ یہ جلاد کا منسب رابل گیرٹ کی رحم دلی کا مجموعہ ہے داریہ، جو بھی جلاد بنے گا وہ رابل کی طرح اپنا سب وارنے والا بن جائے گا۔ یہ خط سچ میں میرے سارے جواب دے گیا۔ اسے سب پتا تھا داریہ، وہ مجھے کتنا ٹھیک سمجھنے لگا تھا۔ آہ رابل آہ "

داران کو تکلیف تو تھی پر خوش بھی تھا، اپنے ہاتھوں گریول کو جلا کر بے حد سکون محسوس ہوا۔
دار یہ بھی اسکی آنکھ سے بے اختیار ٹپکے آنسو کو پونجھتی اسکا ہاتھ دباتے مسکرائی۔
"یو آر دابیٹ ہنڈ سم"

دار یہ کی محبت بھری جوابی کوشش پر وہ بھی جگر پاش سا مسکرا اٹھا، کیونکہ دل کا سارا بوجھ اس
خوبصورت تحفے نے اور ساتھ نے اتار دیا تھا۔

.._____..
انیب نے چیخ نہ کیا کیونکہ تھوڑی افسردہ تھی، عاقب جو ملبوریں میں تھا اب ویسا نہیں تھا، اسے لگتا تھا
وہ اسے دیکھنے آئے گا، اکیلے میں ملنے کے چھچھورے طریقے آزمائے گا پر وہ کچھ دنوں سے اداس رہنے
لگا تھا۔

مہندی فنکشن کے بچے بھی اس نے عاقب کی چپ محسوس کی، اسکی بے باکیاں مس کیں۔
"اس نے تھپڑ کو دل پر تو نہیں لگا لیا؟ کیا ضرورت تھی انیب۔ انسان کو خود پر کنٹرول ہونا چاہیے۔ اسکے
دل میں گرہ آگئی تو؟"

انیب خود سے لڑ رہی تھی اور کب بابا کی شفیق حصار ی گرفت نے اسکے تمام وہم سمیٹے خبر ہی نہ ہوئی، وہ
مسکرا کر پلٹی تو جہانگیر اپنی ہمت والی بیٹی کو بے حد محبت سے تک رہے تھے۔

"کل اتنا سپیشل ڈے ہے میرے بچے کا اور تم جلدی سو کر فریش اٹھنے والے فارمولے کے بجائے جاگ کر اپنی آنکھیں تھکا رہی ہو۔ کیا کوئی پریشانی ہے؟"

بابا کا پوچھنا تو جیسے بہانہ تھا، وہ انکے سینے لگی رونے لگی، جہانگیر نے فوراً سے اپنے بچے کی کمر سہلاتے ساتھ لگایا۔

"انوو! کیا ہوا بابا کی جان۔ ادھر دیکھو۔ عاقب نے پھر سے کچھ کہا؟ ابھی درست کرتا ہوں اسکی طبیعت"

جہانگیر بوکھلاہٹ سے اسے پکڑ کر روبرو لائے، انیب کے آنسو پونجھے جو جان لیتے محسوس ہوئے۔
"نہیں اس نے کچھ نہیں کہا لیکن کچھ ایسا ہوا تھا میں نے اسے تھپڑ مار دیا، آئی مین وہ میرے ساتھ کیے سابقہ سلوک پر اول فول بک رہا تھا۔ تھپڑ مارنا نہیں چاہتی تھی پر اس نے مجبور کیا۔ سب ٹھیک بھی ہو گیا تھا، پر اسکے بعد سے وہ تھوڑا اداس ہے۔ ان فیکٹ جب سے ہم آسٹریلیا سے آئے ہیں، آئی فیل وہ آسٹریلیا والا عاقب وہیں رہ گیا۔ اس سے نہیں کہا یہ سب بٹ مجھے اسکی بہت فکر ہو رہی ہے اور دیکھیں آج ہماری مہندی تھی، اس نے یہ بھی نہیں کہا انیب مہندی لگاؤ، یا میں لگاتا ہوں دیکھیں میرے ہاتھ خالی ہیں بابا۔ بس سیٹج پر میرے ساتھ بیٹھا مسکراتا رہا لیکن پھر بھی میں اسے پتا نہیں کیوں مس کر رہی ہوں۔۔۔۔۔ بابا کیا وہ مجھ سے تھپڑ پر دور ہو گیا ہے؟"

انیب کی ہچکیوں کی زد میں یہ سب کمزور سی سرگوشیاں سنے جہاں گلیں بے انتہا حسین مسکرائے، اپنی انوو ایک چھوٹی سی بچی لگ رہی تھی۔

"اوہ میری جان! تم اتنی ٹچی ہو۔ کیوں نہ غرور کرے وہ شوخا پھر آخر۔ پہلے تو یہ رونا بند کرو، یہ عاقب کی فکر نہیں بلکہ رخصتی سے پہلے جو ہر لڑکی کو ایمو شنل اٹیک آتا وہ ہے میرے بچے۔ دوسری بات عاقب کو شاید مہندی پسند نہ ہوگی۔ تیسری بات وہ تھپڑ کیا گولی بھی کھالے اب میری انوو کے ہاتھ کی ایسا بولا ہو چکا۔ خود میں اس لیے سمٹا ہوں کیونکہ وقت کا تقاضا ہے جبکہ وہ اداس اپنے ڈیڈ کے لیے ہو گا بچے، ہم تو جانتے ہیں جاسم کے پاس وقت کم ہے لیکن وہ نہیں جانتا پر اولاد تو ہے نہ اس کی۔۔۔۔ اور تم جانتی ہو میرے بچے کہ اولاد اور والدین کا کنکشن سب سے مضبوط ہوتا ہے۔ کیا پتا اللہ نے عاقب کے دل میں یہ خدشہ ڈال دیا ہو، تبھی تو وہ جاسم کے قریب ہو گیا۔ ابھی بھی وہ جاسم کے ساتھ اسکے کمرے میں ہے۔ اتنا ہلکان نہیں کرتے میری جان، اب ساری زندگی وہ تمہارا ہی رہے گا لیکن اس وقت اسے جذباتی سپورٹ دونا کہ خود بھی اداس ہوتی رہو"

بابا کے پیار سے ہر جواب دینے پر وہ آنسو روکے حیران ہوئی، پھر سر جھکاتی واپس بابا کے سینے سے لپٹی۔ "آپ نہ آتے ابھی میرے پاس تو میں رو رو کر مر ہی جاتی بابا جان، بہت مشکل سے عاقب کے رنگ لوٹے تھے۔ اگر جاسم انکل کو کچھ ہو گیا تو میں کیسے سنبھال پاؤں گی اسکے بکھرے وجود اور ٹوٹے دل کو، پہلے لگتا تھا سنبھال لوں گی پر اب مشکل لگ رہا ہے اسے بابا سے اٹیچ ہو تا دیکھ کر۔ بابا جان میں عاقب

کا اک آنسو بھی نہیں سہہ سکتی تو اسکی ممی کے بعد اسکی زندگی میں اسکے ڈیڈ کی کمی کیسے سہوں گی۔ میں نے خود مر جانا ہے اسکے ساتھ رو رو کر " انیب کے آنسو تھمنے پر نہ آرہے تھے۔

"میری جان ہم زندگی اور موت پر اختیار نہیں رکھتے۔ نہ کسی جانے والے کو اک لمحہ بھی زیادہ دنیا میں روک سکتے ہیں لیکن ہم پیچھے رہ جانے والوں کی پورے دل سے مسیجائی تو کر سکتے ہیں۔ اللہ جب زخم دیتا ہے تو مر ہم پہلے عطا کرتا ہے تبھی تو ہم جیتے ہیں۔ حوصلہ کرو اور سنبھالو۔ آنے والا وقت کڑا ہو سکتا ہے، مجھے میری انو سے ایک بار پھر بہادری کی امید ہے"

اسکی آسودگی سے پیشانی چومتے اسکے تڑپتے بلکتے دل کو قرار دینے کی کوشش کرتے جہانگیر خود غم سے بو جھل ہوئے۔

کچھ وقت لگا پر وہ سنبھل گئی۔

"اب اس سے پوچھو کہ مہندی پسند ہے اسے یا نہیں، اور پھر سو جانا۔ میری جان ہو تم میری بیٹی"

بابا کا پیار سے یوں سنبھالنا انیب کو سچ میں تقویت دے گیا تبھی تو انکے جاتے ہی وہ فوراً ٹیبل پر پڑے فون کو اٹھائے عاقب کو میسج کرنے لگی جو اس وقت نیم دراز لیٹے بابا کے شانے پر سر رکھے آنکھیں موندے انکے بالوں میں پھیرے ہاتھ کا سکون محسوس کر رہا تھا۔

"ویسے یہ وقت تمہاری انیب کا تھا"

جاسم کے پکارنے میں شرارت عودی۔

"اسکے لیے ساری زندگی ہے"

عاقب کا بند آنکھوں دیا جواب سنے جاسم کے سینے میں چنگاری سی سلگی، اسے لگا جیسے عاقب کو اسکے چھوڑ جانے کی خبر ہو گئی ہے۔

"مسیح آیا ہے، وہ تو دیکھ لو"

جاسم نے پھر سے اسکی اداسی میں اسکے سکون کا حوالہ دیا تو عاقب نے وہیں لیٹے ہی ہاتھ پیچھے کو بڑھائے اپنا سائیڈ ٹیبل سے فون اٹھایا، مسیح انیب کا ہی تھا۔

"میں مہندی لگاؤں؟"

انیب کا سوال خوبصورت تھا۔

"نہیں"

ہوا کے دوش پر آیا عاقب موہان کا خاص جواب بے رنگ لگا انیب کو پر وہ مایوس نہ ہوئی۔

"تمہارا نام بھی نہ لکھوں ہاتھ پر؟"

انیب نے مان سے پوچھا اور عاقب پر آزمائش تھی، کیا کہے کہ مان بھی نہ ٹوٹے اور وہ لڑکی بھی سکون پا

لے۔

"نہیں، میں ہم دو کی زندگی میں کچھ مصنوعی نہیں چاہتا۔ تمہارے ہاتھوں کی لکیروں میں میرا نام مقدر نے جتنی خوبصورتی سے لکھا ہے وہ بہت عزیز ہے مجھے میرے سکون"

خوبصورتی کا پیمانہ اس انداز دلربائی پر چھلک گیا۔

جاسم کی آنکھیں سرخ کر گیا اور خود عاقب نے گہرا سانس بھرے سکریں آف کی اور آنکھیں موندے پھر سے بازو بابا کے اطراف لپیٹ کر آنکھیں بند کر لیں، درد کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔

سکون دینے والے نے اپنے وجود کو سکون سے محروم ہوتے محسوس کیا تھا اور اگر اسکی آنکھیں کھلی ہوتیں تو ان میں جان جانے کی اذیت دیکھائی دیتی۔

دار یہ اور داران اسکے بعد ہر اس جگہ گئے جہاں رابل اور داران کی بہت سی یادیں تھیں، دونوں کی صبح پاکستان واپسی بھی تھی تو فائنلی زیادہ دیر نہ کی اور واپس گھر آ گئے۔

داران افسردہ تھا، وہ تصویر اور خط سنبھال کر اپنے سوٹ کیس میں رکھی، دار یہ نے اسکا ہاتھ پکڑے بٹھایا اور اسکی پٹی بدلی، اس بچہ وہ صرف دار یہ کو دیکھتا رہا۔

وہ اسے کہے بنا بھی جانتی تھی وہ ایک بار پھر بہت تکلیف میں ہے، آج کا دن اسکے ماہیر پر بھاری تھا۔

"اب سو جاو ماہیر، صبح ہماری فلائیٹ ہے تو تمہیں بہت سا آرام کرنا ہو گا۔ انیب پہلے ہی میرے آج نہ آنے پر ہرٹ ہو گی سو مزید نہیں رک سکتی حالانکہ تمہاری کنڈیشن ایسی ہے کہ مجھے سفر سے ڈر لگ رہا

ہے۔ ہو پ سو اب اسکے بابا اور عاقب ہیں پاس تو آجکی فطری تکلیف کو سہ لے گی۔ شادی سے پہلے لڑکیاں بہت کمزور فیل کرتی ہیں۔ میں نے بھی فیل کیا تھا"

داران کے رخساروں سے ہتھیلوں کو لگائے وہ اسکے بالوں تک لائی، وہ انیب کے لیے داریہ کی فکر پر مبہم سا مسکرایا، داریہ کے دونوں ہاتھ پکڑ کر چومے۔

"تم بات کر لو اس سے، کچھ وقت دوستی کے نام بھی کرو۔ میں ٹھیک ہوں، سو کر بہتر فیل کروں گا لیکن کال کرنے بعد میرے پاس آجانا فلورنس"

اٹھ کر یو نہی ہاتھ تھامے کھڑا ہوئے وہ محبت سے بولا، داریہ مسکرا اٹھی، دوستی کی اہمیت بھی اسکا ماہیر شاہ سمجھتا تھا۔

"میں آجاؤں گی، اور کہاں جانا ہے مجھے۔ تم ہی میرا گھر ہو"

زر اساپیروں پر اٹھے وہ ماہیر کے خود ہی سر جھکانے پر اسکی صبح پیشانی چومے اس میں ڈھیروں سکون بھر گئی اور اسے بیڈ کی طرف جا کر لیٹتے دیکھ کر اس پر کمفرٹ کروائے اپنا فون لیے ماہیر کے آنکھیں بند کرتے ہی روم کی لائیٹ آف کیے باہر لاؤنچ میں آئی اور ساتھ ساتھ مایا، ماول اور انیب کی طرف سے بھیجی لا تعداد تصویریں دیکھ کر جذباتی ہوئی۔

"ماشاء اللہ سب کتنے پیارے لگ رہے ہیں، گویا چغتائی پیلس کی رونقیں بحال ہو گئیں۔ میری انوکھتی پیاری لگ رہی ہے، اور یہ مغرور نک چڑھا آج بھی کنجوسی سے مسکرا رہا ہے۔ بل آتا ہے اسکا۔ پر اچھا لگ رہا ہے"

اتنی ساری خوشیاں دیکھے وہ اداس بھی تھی کیونکہ مکمل جہاں بہت جلد ادھورے کر دیے جاتے ہیں۔ ابھی انیب کو یاد ہی کیا کہ اسکی کال آگئی۔

"تم سے بہت ناراض ہوں، آئی نیڈیور ہگ داریہ بٹ تم کہیں نہیں ہو یہاں۔ عاقب کی طرح اب مجھے بھی داران بھائی پر غصہ آرہا ہے، میری دوست پوری چھین لی مجھ سے"

انیب کے شکوے پر داریہ نم آنکھوں سے ہنس پڑی، انیب نے ابھی تک چیلنج نہیں کیا تھا۔ وہ بہت پیاری پر تڑپی ہوئی لگ رہی تھی۔

"وہ کیا چھینے گا مجھے تم سب سے، کہ اس نے ہی تو میرا سب کچھ مجھے لوٹایا ہے۔ پیدا ہوتے ہی داریہ تھوڑی ان لکی رہی ہے یہ مٹی کے جانے سے ثابت ہو چکا ہے، اور اب ایک ہی وقت پر میری محبت اور میری بیسٹی دونوں کو میری ضرورت آن پڑی۔ اور میں کیا کرتی میں اسکی دیوانی اسکی طرف چل پڑی بٹ میری دعائیں اور بہت سارا پیار میری انوکھ کے لیے بھی وقف رہا۔ غصہ مت کرنا میرے ماہیر پر، آگے ہی عاقب کا اس پر برہم ہونا برداشت نہیں ہوتا تھا۔ آئی ایم سوری میں کل آکر تمہارے سارے شکوے دور کر دوں گی۔ بہت سارے گزروں گی۔ میری انوکھ تو بہت بہادر ہے"

دار یہ اسکی آنکھوں میں تکلیف دیکھ چکی تھی جبکہ وہ دار یہ کو دیکھتے بہت کوشش کر رہی تھی آنسو روکے پر آنکھوں کے آس پاس پھیل رہی تھی نہی۔

"جاو معاف کیا بد تمیز، کیا یاد کرو گی کتنی پیاری سہیلی ملی ہے۔ بٹ سچ میں بہت مس کیا۔ یہ تو جانیہ آگئی کہ تھوڑا حوصلہ ملا، سسٹا فیلنگز نے سٹرونگ کر دیا۔ لیکن پورا دل تو تم سے گلے لگ کر ہی بہتر ہو گا۔ تمہارے بے بی کا بتایا مایا آپا نے آج، میری جان بہت مبارک ہو اپنے ماہیر شاہ کو مزید پیارا ہونے پر"

انیب کی مبارک سر آنکھوں پر تھی، دونوں خوبصورت ہنس پڑیں۔

"خیر مبارک، تم بھی جلد یہ خوشی پاؤ"

انیب نے اسکی دعا پر خفیف سی سمائیل دی۔

دار یہ کو یاد کی کال آرہی تھی تو یہ دوستانہ ایفیکٹ ہوا۔

"انولالہ کی کال آرہی ہے، میں تم سے کل ملتی ہوں تم بھی اب سو جاو تا کہ میری حسینہ کل چمکتی نظر آئے"

دار یہ نے کہا تو انیب نے راضی و خوشی اجازت دی جبکہ ٹیرس پر کھڑا یاد اپنی کیفیت و خوشی دار یہ کو بتانے کے لیے بہت بے تاب تھا۔

"لالہ! بڑے ہنڈ سم ہیر ولگ رہے تھے آپ۔ دیکھیں پکس۔ سب کیسے ہیں۔ ہم کل آرہے ہیں فائنلی"

دار یہ نے فوراً سے کال پک کی پر اس طرف خاموشی کا پہرا تھا۔

"میں نے فائنلی اک عمر گزارنے کے بعد بابا کو معاف کر دیا دار یہ، گلے لگا۔ انکو بیٹے والی مسکراہٹ تک دے دی۔ اور میں نے فیل کیا میرے اندر کا سارا دکھ، غصہ اور عتاب کہیں روپوش ہو گیا۔ تم بھی گلے لگ جانا کل، لالہ کی بات تو میری دار یہ کبھی نہیں ٹالے گی"

جانے ایاد کے کہے الفاظ میں کیسی اذیت تھی کہ وہ دار یہ کی آنکھوں میں سرخی گھسیٹ لائی، بے اختیار دار یہ نے اپنے گھٹتے سانس پر ہاتھ بے ارادہ گردن پر سہلایا تھا۔

"انہوں نے خود آکر گلے لگانے کی کوشش کی ہوتی لالہ ت۔۔ تو کب کی لگ چکی ہوتی، انہوں نے کوشش ہی نہیں کی۔ میں کیوں لگوں گلے؟ مر تھوڑا جاؤں گی انکے بغیر آئے بڑے باپ۔ ابھی تک زندہ ہوں ناں تو آگے بھی رہ لوں گی۔ آپ نے معاف کیا کیونکہ آپکا وہ نقصان نہیں ہوا تھا جو میرا ہوا تھا، آپکو میرے لیے غصہ تھا ان پر، پر مجھے م۔۔ مشکل پیش آئے گی۔ بہت ساری۔ آپکی بات کیسے نہ ٹالوں کہ یہ ماننے والی ہے ہی نہیں۔ سب کو پیار دیجئے گا، کل ملتی ہوں"

ایاد اسے رلانا نہیں چاہتا تھا پر جس ضبط سے اس لڑکی نے کال کاٹی وہ بتا رہا تھا وہ بہت روئے گی۔
ایاد نے کٹی کال دیکھتے خود کو بے حد ملامت کی۔

جبکہ دار یہ نے اپنے آنسو لاکھ پونجھے پر اپنے دل کا درد سسکیوں میں بدلنے سے روک نہ پائی۔

بستر پر خالی پہلو کروٹ بدلتے داران کو چین نہ ملا تو یونہی داریہ کو دیکھنے جب باہر آیا تو اس لڑکی کو روتے دیکھ کر جسم سے جان سی سر کی۔

لپک کر وہ داریہ تک پہنچا جس نے داران کی پکار پر فوراً آنسو پونجھ کر ہچکیاں روک لی تھیں پر بھول گئی تھی وہ اسکے بہتے آنسوؤں سے سب سے پہلے تڑپتا ہے، ایاد نے پھر بھی میسج بھیجا داران کو کہ وہ داریہ کو دیکھے پر میسج تو دھرے کا دھرا پڑا تھا۔

"ہے داریہ! کیا ہوا۔ سوئیٹ ہارٹ۔۔۔ یہاں آؤ میرے پاس"

پاس بیٹھتے ہی اسکو پکڑ کر اپنے ساتھ لگاتے بازو لپیٹے پر وہ روکے آنسو پھر سے بہانے لگی، یہاں تک کہ داریہ کے پورے وجود کو اس کیفیت نے گھیر لیا۔

اس لڑکی کی ہچکیاں، لرزہ بر اندام وجود داران ماہیر شاہ کی آنکھوں میں سرخائی لے آیا۔

"رونے کے لیے دور بھیجا تھا کیا میں نے تمہیں، شش۔۔۔ بس۔۔۔ ایک آنسو نہیں۔ بتاؤ مجھے کس نے رلایا میری فلورنس کو۔ میں اسکی جان لے لوں گا"

اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرے وہ اسکی تکلیف پر دگنا غمزدہ تھا۔

"ک۔۔ کیا مجھے بابا کو معاف کر دینا چاہیے ماہیر؟ بولو۔ تم تو میرا اندر باہر سب جانتے ہو۔ مجھے ٹھیک والا

جواب دینا جو میری تکلیف کم کرے"

اسی روئے لہجے میں وہ کراہتی بولی۔

"کر دو معاف انھیں، شاید اس معاف کرنے پر جو تکلیف تمہیں ہوگی وہ اس بابا کے لمس کو ترسی بیٹی کے حق میں اچھی بن جائے، سکون میں بہت جلد بدل جائے۔ معاف کرو انھیں اور آزاد کرو، کہہ دو کہ آسان سانس لیں۔ یہی اللہ کی مرضی بھی ہوگی یقیناً"

اسکے چہرے سے آنسوؤں کی نمی میں چپکے بال سمیٹ کر ہٹائے وہ اسکی بھیگی آنکھیں تکتا بولا۔

"میرے ساتھ رہو گے ناں"

وہ سسکا اٹھی۔

"آفلو رس، ساتھ ساتھ ہیں ہم۔ کہاں جانا ہے اب میں نے، جلادی منسب تم پر قربان کر دیا، اب صرف سناپیر کے پرفیکٹ نشانے سے ملکی دشمن پھڑکایا کروں گا یا پھر کیمیکلز بزنس میں سر دے کر دانت پیسوں کا باقی میری زندگی کے رنگ کچھ تم سے کچھ اس سے"

داران کے پاس اسے پر سکون کرنے کا یہی طریقہ تھا، اسکے اندر پلٹی جان کا ذکر غضبناک رہا۔

وہ اسکے حصار میں جذب ہوئی تو داران نے بازوؤں کے حلقے میں اسکو بسائے مکمل شانت کر دیا۔

"اب میں تمہیں اکیلا یہاں چھوڑنے کا رسک نہیں لے رہا، جو دوستی نبھانی ہے کل۔ میرے ساتھ چل کر سوگی تم۔ دوبارہ نہ رونا، مجھے اچھے نہیں لگتے تمہارے آنسو دار یہ۔ ایسے لگتا ہے میرا جگر ان سے گھل رہا ہو۔ پراس؟"

اسکو ہنوز حصار میں بھرے کھڑا کروایا تو وہ فوراً پراس کر گئی۔

داران نے اسکی جبین بے حد چاہت سے چومی۔

اسکے دل میں قرار اتارا۔

"اپنا دل مجھے دے دو میں تجوری میں رکھ دوں، روز کوئی نہ کوئی اسے دکھا دیتا ہے، گندے لوگ، گندی دنیا۔ اچھا صرف دار یہ کا ماہیر اور میری آنکھوں کی یہ ٹھنڈک"

اپنے ساتھ لگاتے ہی داران نے اداسی تکلیف اور تکان کی جڑ ہی کاٹی اور دار یہ کی مسکراہٹ تسخیر کرتا خود بھی مسکراتا کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

.._____..

اتنی پرسکون نیند تو دونوں سے پہلی بار ہمکلام ہوئی، صبح ہوئی، سویرا اترنے لگا، روشنی کی کرنیں کمرے کا اندھیرا نگل گئیں لیکن کسی کرن میں ایسی تاب نہ تھی کہ وہ ان تھکی آنکھوں پر زرا بھی بے ادب دستک دے پاتی۔

یہ تو دروازے پر کسی کے بری طرح مار پیٹ کرنے پر رجاں کے سکون میں حلال آیا۔
آنکھیں کھولے پہلے تو خود کے سوئے حواس بیدار کیے، بازو پر پڑا مخملی سا بوجھ محسوس ہوتے ہی
آنکھیں رات کی ملاقات و کشش پر مسکرائیں۔

"کون ہے؟"

رجال نے لیٹے لیٹے گردن موڑ کر احتیاط سے جانیہ کے سر سے بازو نکالے پوچھا جبکہ باہر کھڑے عاقب کا بس نہ چلا دروازہ توڑ دے۔

"اویئے زلیل انسان! آج میری شادی ہے اٹھ جادس بج گئے ہیں، اب اگلی بار آری لا کر تیرے روم کا دروازہ کاٹوں گا۔ بھنگ پی لی ہے کیا، اگر تیری عزت کی لسی بننے کا خطرہ نہ ہوتا تو بینڈ باجا تیرے دروازے کے آگے ہی بجواتا۔ اٹھ کر دس منٹ میں میرے کمرے میں آ کر حاضری دے ورنہ تیری سہاگ رات کے نشے میں اتاروں گا اپنے طریقے سے"

عاقب کی سرگوشیاں جلدباتی دھمکی سے رجال لیٹے لیٹے اس آگ کے گولے کی خرافاتی پھلجھڑیوں پر مسکرایا، وہ طوفان صاحب غرا کر جا چکے تھے پردس ہو چکے ہیں اسکی یقین دہانی کو رجال نے سائیڈ ٹیبل پر رکھا فون اٹھائے دیکھا تو سچ میں آنکھوں کی پتلیاں ٹھہر گئیں۔

واقعی سوادس بج چکے تھے۔

رجال اٹھنے لگا تبھی جانیہ بھی اسکی حرکت سے جاگ گئی، حالانکہ وہ بہت احتیاط سے اسے بے آرام نہ کرتے اسکے پہلو سے اٹھنے کی کوشش میں لگا تھا۔

"رجال کہاں جا رہے ہو؟"

جانیہ کے خمار آلود سی آواز میں پوچھے سوال پر وہ بیٹھے ہی پیچھے کو گردن گما کر زرا پلٹا۔

"سوادس ہو گئے ہیں، اٹھنا چاہیے جانیہ فنکشن ہے۔ نا جانے سب کیا سوچ رہے ہوں گے۔ اتنی دیر تو میں کبھی نہیں سویانہ اتنا گہرا"

رجال نے پریشانی سے جب یہ کہا تو جانیہ بھی اٹھ بیٹھی اور زرا آگے کو سرک کر اسکے سامنے ہوئی۔
"میں بھی کبھی اتنا گہرا اور پر سکون نہیں سوئی، فنکشن تو شام میں ہے۔ ابھی مت جاو"
جانیہ کا یوں اسے روکنا رجال کے دل پر بھاری پڑا، وہ پر سکون تھی پریوں بھی تھی جیسے وہ یکدم گیا تو اداس ہو جائے گی۔

"پوری رات تو تمہارے پاس تھا، اب جانے دو۔ کافی کام دیکھنے والے ہیں اور عاقب کو پتا نہیں اب کونسا مسئلہ درپیش ہے کہ غرا کر گیا ہے خبیث۔ اسے ضرورت ہوگی میری، مدت بعد ہی تو ہم دونوں ایک دوسرے کے ٹھیک والے بھائی بنے ہیں۔ تبھی شاید وہ ٹچی ہو رہا ہے۔ تم سونا چاہتی ہو تو سو سکتی ہو۔ میں ناشتہ تمہارے لیے یہیں بھجوا دوں گا"

ہاتھ بڑھا کر اسکے کھلے بال سمیٹ کر لپیٹے پیچھے کمر کی طرف آزاد کیے اختتام تک رجال نے اسکی آنکھوں میں جھانکتے نرم لہجے میں سمجھایا پر وہ اب بھی نہ سمجھتے آنکھیں تاسف سے جھکا گئی۔

"تم سب کے ہو آئی نو، بلکہ سب کا تم پر بہت سارا حق ہے لیکن میرا بھی تو ہے تھوڑا ہی سہی، تھوڑی دیر رہ جاو۔ ابھی دل نہیں چاہ رہا تم جاو"

اپنی کیفیت ٹوٹی کوشش سے سمجھائے وہ آنکھیں بھیگوئے رجال کو آس سے دیکھنے لگی، کچھ سوچتے ہوئے وہ مسکرایا اور اسے پکڑ کر اپنے حصار میں بھرتے ساتھ ہی دوبارہ لیٹ گیا، جبکہ جانیہ کی چہرہ پیچھے کرتے جو اسے مسکراہٹ ملی وہ رجال کس خوبصورتی کے پیمانے میں پرکھے سمجھ سے باہر تھا۔

"اتنا اہم کبھی کسی کے لیے نہیں تھا، اور سچ پوچھو مجھے پرواہ بھی نہیں تھی کہ کون میرے بارے میں کیا سوچتا ہے۔ پر اب جب مجھے ہر طرف سے تھوڑی تھوڑی اہمیت مل رہی ہے تو میرا دل چاہ رہا ہے مزید ملے۔ کتنا عجیب ہے یہ لالچی انسان بھی"

رجال کا یوں اپنی خوشی کا اظہار جانیہ کو بے حد حسین لگا۔

"ہمم"

وہ اسے دیکھنے میں ہی اتنی منہمک تھی کہ بولنا مشکل لگا جبکہ رجال ڈسٹرکٹ ہوا اسکی مستقل ٹھہری اور خود پر جمی آنکھوں سے۔

"ایک پرسنل سوال کر سکتی ہوں؟"

جانیہ نے خود ہی یہ نظروں کا تسلسل زرا دیر سوال پر ہچکچاتے توڑا۔

"ہاں پوچھو، لیکن کچھ زیادہ پرسنل مت پوچھ لینا۔"

رجال کی تمہید پر وہ پر اعتمادی سے مسکائی، اسکے گال تک پیارا ہاتھ لے جاتے جوڑا جسالمس رجال کو بے حد موہنا لگتا۔

"تم ٹرٹمنٹ لیتے تھے؟ فزیکل اینڈ مینٹل۔۔۔ آئی مین کیسے سروائیو کرتے تھے؟ سانس کیسے لیتے تھے۔ اگر تمہیں جواب دیتے تکلیف ہونے کا خطرہ ہے تو بھلے ٹال دو۔ بس میں یہ جاننا چاہتی ہوں میلز کو بھی ہم فی میلز جیسی ہی تکلیف سہنی پڑتی ہے؟"

رک رک کر سوال کیے وہ رجاں کو کچھ لمحہ خاموش کر گئی، یہ کرناک حوالے تھے۔

"گریول مجھے ڈر گز نہیں دیتا تھا کیونکہ میں اسکا غلام تھا، میری بہت بڑی قیمت دی تھی اس بے میرے ڈیڈ کو، ڈر گز وہ انکو دیتا تھا جو غلام نہ تھے، وہ مجھ سے اپنا کمفرٹ لیتا تھا لیکن مجھے مجبور نہیں کر پایا آج تک کہ میں کوئی فزیکل ریسپانس دوں"

جانیہ نے اسکی طرف صدمے سے دیکھا، وہ بتاتے ہوئے نارمل تھا۔

"مطلب وہ جو چاہے کر لے لیکن تم اسے لفٹ نہیں کراتے تھے؟"

جانیہ نے تفصیلی سوال کرتے رجاں کو نظریں چرانے پر مجبور کر دیا۔

"مجھے شرم آتی ہے سوچتے ہوئے تو بتاؤں کیسے، جو سہنا تھا سہہ لیا۔ اس کی دی اذیت اور تکلیف کا دل

کھول کر بدلا بھی لے چکا ہوں۔ اب ٹھیک بھی ہو جاؤں گا"

رجاں نے چہرہ ہنوز سیدھا رکھا، جانیہ نے ہاتھ بڑھا کر اسکے چہرے کو اپنی طرف موڑا، وہاں ہر خدو خال پر اذیت نمودار تھی۔

"یہ پہلی اور آخری بار میں نے تمہاری تکلیف کریدی ہے، دوبارہ ایسا سوچوں گی بھی نہیں۔ آئی ایم سوری"

وہ پشیمان ہوئی تھی، جبکہ رجال نے اسکا چہرہ ٹھوڑی سے پکڑے اوپر اٹھائے اسکی آنکھوں کے آنسو دیکھے۔

"میں نے بہت سے لڑکیوں سے بھی افیئرز چلائے ہیں، تمہیں جلنا ہے تو اس معاملے میں جلو اور مجھے سزا بھی دے سکتی ہو"

رجال کے انکشاف پر وہ پھول سی جانیہ مرجھاسی گئی۔

"واٹ؟ فزیکل ریلیشن؟"

جانیہ کی آواز غم سے پھٹی۔

"نو، دل لگی۔۔۔ یہ ایک طرح کا ایکسپیریمینٹ تھا جو مجھ سے ہی اک سر پھرے ڈاکٹر نے میرے ساتھ کیا۔ ایک وقت تھا میں لوگوں اور آدمیوں سے بہت ڈرنے لگ گیا تھا، جب شروع شروع میں گریول میرے باڈی پارٹس کو چھوتا، مجھے ہراساں کر کے نازیبا حرکتیں کرتا تو اسکے بعد میں کسی انسان کا سامنا نہیں کر سکتا تھا شرمندگی اور کراہت کے مارے، جیسے یہ غیر فطری عمل مجھ سے میری حسین چھین لیتا ہو۔ میرے جسم پر کپکپی اتر آتی تھی، میں ایون واش روم تک یوز نہیں کر پاتا تھا، بار بار ہاتھ دھونا، شاور لینا۔ اپنے ان باڈی پارٹس میں پین فیل کرنا، انکو واش کرنا، وہم کے خطرناک لیول پر

پہنچنا، یہی چیزیں شراب نوشی کی طرف بھی دھکیل گئیں۔ فی میل اتنا نہیں سہتی جتنا ایک میل سفر کرتا ہے میرے نزدیک۔ وہ موسکو کا اک ناکام ڈاکٹر تھا، لوگ کہتے تھے وہ گمراہ ہے، وہ لوگوں کو گناہ کا راستہ دیکھاتا ہے، لوگ اسے گالیاں دیتے تھے اور میں نے اپنی میسجائی کے لیے اسے ہی چنا کیونکہ مجھے عام انسان سمجھ نہیں سکتے تھے، میرا کرب عجیب گنداسا تھا،

سائیکسٹرسٹ نرما! اس نے پہلی ہی ملاقات میں کہا کہ تم لڑکیوں کو دوست بنانا جس دن سیکھ گئے، ہر قسم کے گندے سے گندے اور خطرناک آدمی سے ڈیل کر لو گے، میری حالت دیکھ کر اس نے یہ گندا علاج منتخب کیا تھا اور میں آدمی ایون کسی بوڑھے تک سے بات سے خوف کھانے والا نو عمر لڑکا کسی لڑکی کا سوچ کر تو مر ہی جاتا لیکن وہ پاگل ڈاکٹر کہتا تھا چھوٹا گناہ بھی کبھی کبھی بڑی گندگی کے اثر کو زائل کر دیا کرتا ہے۔ مجھے کچھ سال لگے عورت ذات کی طرف مائل ہونے میں لیکن تم جانتی ہو یہ ایکسپیرسمنٹ کامیاب رہا۔ جب مجھے ایک عورت نامی ٹیری شے سے ڈیل کرنا آ گیا تو میرے اندر کا یہ ڈر ختم ہو گیا کہ یہ میلز سارے مجھے گریول کی طرح کھالیں گے، مجھے اپنی یہ کوالٹی پتا چلی کہ کھا تو میں بھی سکتا ہوں بھی تو کوئے میں کیوں ہوں (مسکرایا)۔ پھر اسی طرح آہستہ آہستہ میری مردانہ قوتیں بحال ہوئیں، فطری جذبات ابھرے جو مرچکے تھے، مردوں کی طرح بہکنا، بہکانا، دل لگی، فلرٹ کرنا اور ہلکی پھلکی نادانیاں بھی شروع کر دیں کیا کرتا جوانی کا جوش یکدم پھوٹا تھا۔۔۔۔۔ پہلے یہ گناہ ایکسپیرسمنٹ تھا بعد میں عادت بن گیا اور عادت فطرت بن گئی تھی۔۔ وہ ڈاکٹر بھی اک دن کسی گاڑی کے آگے آکر مر

گیا، اسکی تدفین کروا کے اسکے اس گندے احسان کا بدلہ بھی چکا دیا، اس نے میری پہلے سے تباہ ہوئی شخصیت بھلے سنواری نہ ہو لیکن مجھے ہوش ضرور بخش گیا اور اسکے بعد گریول جو بھی میرے ساتھ فزیکل ایوز کرتا، میری جوتی کو بھی پرواہ نہ رہی، میں سپاٹ ہو چکا تھا کیونکہ شاید میرے اندر اس خبیث سے لڑنے کی اک مغرورانہ طاقت آگئی۔ خیر میں کسی لڑکی کے ساتھ نہیں سویا یہ پورا سچ ہے جانیہ "

اسکی کہانی میں اتنا درد تھا کہ اگر رجال نے مسکرا کر نہ سنائی ہوتی تو اس وقت جانیہ چینختے لگتی، پر ستم کہ وہ بھی نم آنکھوں سے اس گناہ زادے کی سچائی پر مر مٹی۔

"سوئے تو ہو، جانیہ کے ساتھ"

وہ خود ہی اس تابناک فسانے کو حلق کے پار نگے رجال کو دیکھے شرارت پر اتری تو رجال خفیف سا بوکھلایا پھر نجل ہوتا ہنسا۔

"مزے کی بات بتاؤں، عاقب کو لگ رہا ہے ہمارے بیچ کچھ ہوا ہے، تپ تبھی رہا تھا اوپر سے اتنی دیر ہو گئی۔ میرے لکس پر کل ہی مشکوک تھا بہت مزہ آئے گا اسے مزید جلانے کا۔ بہت ارمان دے ہیں دل میں ان برادرانہ شرارتوں کے"

رجال کی ہنسی اور خوشی پر جانیہ نے اسکا پورا ساتھ ویسا مسکرا کر دیا۔

"مجھے یقین ہے تم اپنے سارے دل کے دبے ارمان پورے ہوتے دیکھو گے۔ ٹھیک ہے اب تم جاو اور مزاق کے بعد عاقب بھائی کی غلط فہمی لازمادور کر دینا"

جانیہ نے اجازت دی پر اب رجال کا دل نہ چاہا یوں جانیہ سے دور جائے، بہت اچھا لگ رہا تھا اسے یہ سب سنیر کرنا کیونکہ نہ کبھی اسکی یہ کسی کو بتانے کی ہمت ہوئی تھی اس سے پہلے نہ کسی نے رجال کو جاننے کی جستجو کی۔

"اچھا لگ رہا ہے تمہارے پاس، یہ سب تم سے ڈسکس کرتے ہوئے میں ہچکچایا نہیں اور مجھے اپنی لگی تم۔ تھینکیو میری بکو اس سننے کے لیے"

وہ اسکی ہمت کو نہ سراہتا تو نا انصافی ہوتی۔

"مجھے بھی اپنے لگے ہو تبھی تو چاہا تھا تمہارا یہ بھاری دل ہلکا ہو"

جانیہ کی نرم مسکراہٹ تکتے رجال کو نا جانے کیا شرارت سو جھی کہ اپنی گردن گما کر اسکی طرف کی۔

"تم مجھے لو و بائیٹ بنا سکتی ہو؟ میں عاقب کو زرا اچھے سے تنگ کرنا چاہتا ہوں"

رجال کی شریر خواہش نے جانیہ بے اختیار ہنس پڑی۔

وہ یہ سب حق سے مانگ لیتا پر نہیں، ابھی محترم کے جذبات شاید سو رہے تھے ایسا جانیہ کو لگا۔

"پٹو گے ان سے، کہیں گے مجھ سے پہلے پار لگ گیا یہ لفنگا"

جانیہ کی ہنسی گہری ہوئی تو رجاں نے چہرہ سامنے کرتے خود پر بے ارادہ ہی جھک آتی جانیہ کا چہرہ نہارا جو اتنی تروتازہ لگ رہی تھی کہ رجاں چغتائی کی نظریں اس ماہ پیکر سے ہٹنی مشکل ہوئیں۔

"بنا دو پیار اسالو و بائیٹ کہ دیکھ کر ہی عاقب کا دم نکل جائے"

رجاں کے سنجیدہ ہونے پر جانیہ کی مسکراہٹ غائب ہوئی، فطری سافسوں جاگا۔

"آریو شیور، درد ہو گا"

جانیہ نے ہچکچاتے پوچھا۔

"نوچنے کا نہیں کہا مسیر"

رجاں کا جملہ بے ساختہ اسکے ہونٹوں سے حسین ہو کر نکلا تو جانیہ کا اعتماد لوٹا۔

اسکا چہرہ دائیں جانب سر کائے وہ اسکے کان اور گردن کے بیچ جھک کر پیار کرتی سلکنگ ٹکنیک سے چند سیکنڈ میں ہی سرخی چھلکاتی عنابی مہر اسکی گردن پر لگائے پیچھے ہوتی خود اپنے کارنامے کی سنگینی پر منہ پر ہاتھ رکھ گئی۔

اسکا یہ کیوٹ صدماتی ری ایکشن دیکھے رجاں نے اپنا ہاتھ گردن پر سہلایا کیونکہ واقعی درد ہو رہا تھا۔

"میں مرتو نہیں جاؤں گا اس پر؟"

ایسی معصومیت ہر مرنا بنتا تھا۔

"جانیہ تھوڑے ہو تم، اب بھاگو۔۔۔۔"

کہہ کر وہ عجیب شرم سی کھائے اٹھ کر بستر سے اتری اور واش روم بھاگ گئی جبکہ رجال اسکے کہے جملے سے اک پر اسرار معنی اخذ کرتا اٹھا اور گردن پر پھیلی سرخی آئینے میں تکتا اپنے اس بچپنے پر ہنس پڑا۔

.._____..

"ماہیر! ہم جاتو رہے ہیں پر یہ تو بتا عاقب کی شادی پر جاو گے ناں میرے ساتھ؟"

دونوں کی سیدھا اسلامہ آباد ہی روانگی تھی کیونکہ داران کو پہلے بیورو جا کر ہڈ کو ساری رپورٹ فائل دینی تھی اور یقیناً سراج الحق سے ڈانٹ بھی خوب پڑنے والی تھی، دونوں نے بلیک ہی اوٹ فٹس چنے، دونوں نے ایک اچھی نیند لے کر مزے دار ناشتہ بھی کیا تھا تبھی تروتازہ اور بے حد خوبصورت لگ رہے تھے۔

اپنا فون ہینڈ پرس میں ڈالتی داریہ نے آئینے کے سامنے جم کر اپنے بال سیٹ کرتے داران کی جانب چہرہ گماتے قدرے فکر سے یقین چاہا۔

"میں کیا کروں گا اسکی شادی پر جا کر، ویسے بھی مجھے بیورو جانا ہے سیدھا۔ تم انجوائے کرنا سب کے ساتھ، میں نہیں چاہتا مجھے دیکھ کر عاقب موہان کے منہ پر پھٹکار چلی آئے، سوچو بچارے کا شادی البم خراب ہو جائے گا"

سراسر ڈھیلے اور تمسخرانہ انداز میں ازلی مزاق جھاڑا تو داریہ قریب چلی آئی، داران بھی فوری برش ڈریسنگ میز پر رکھتا داریہ کی جانب گھوما۔

"مراق مت کرو، انیب نے ہم دونوں کو انوائیٹ کیا ہے اور رجاں نے بھی۔ اور تمہارے بنا میں اکیلی جاتی اچھی لگوں گی؟۔ اگر عاقب انیب کے لیے بدل گیا ہے تو یقیناً تم پر اسے جو بے جا غصہ اور تم سے جڑی کدورت تھی قدرے زائل ہو چکی ہو گی وہ انیب کو چاہنے لگا ہے، اسکا مطلب مجھے بھول چکا ہے۔ تو اصولاً اسکی تم سے جلن بھی مدھم پڑ چکی ہو گی"

سنجیدگی کے سنگ داران کو شرارت ترک کرنے پر مجبور کرتی داریہ اسکے جواب کے لیے شدید مضطرب اسکے وجہہ چہرے پر آنکھیں جمائے ہوئے کھڑی تھی۔

داران نے گہرا سانس چھوڑتے خاموش سی نگاہ داریہ کے چہرے پر پھیری۔

"سچ پوچھو میرا موڈ نہیں ہے، مجھے انویٹیشن کے باوجود بن بلائے مہمان جیسا محسوس ہو گا۔ تم جانتی ہو

تھوڑا مغرور ہوں، ناپسند لوگ ہضم کرنے مشکل ہیں، مہربانی اک حد تک ہی دیکھا سکتا ہوں"

اپنی بے بسی کھل کر بتاتے وہ کافی متذبذب لگا تبھی تو داریہ نے اپنے ٹھنڈے ہاتھ اسکے چہرے کے

دائیں بائیں جوڑے آنکھوں سے چاہت کی پھوار چھلاکائی۔

"یہی تو تمہاری ادائیں ہیں جن پر فدا ہوں، ٹھیک ہے تمہیں فورس نہیں کرتی لیکن میں خود کو ادھورا

فیل کروں گی۔ جس جگہ تم پر سکون نہیں، وہاں میں بھی نہیں۔ انیب سے مل کر جلدی سے واپس

آ جاؤں گی تم گاڑی میں ویٹ کر لینا، پھر ہم ماموں کی طرف چلے جائیں گے۔ تم بیورو والا کام نمٹالینا دین

پھر ہم شاہ حویلی روانہ ہو جائیں گے"

دار یہ کی پلینگ پر وہ حیران رہ گیا، وہ لڑکی اسکے لیے اپنی بیسٹ فرینڈ کی شادی چھوڑنے پر کتنی جلدی مان گئی تھی۔

"میں اتنا برا ہوں کیا؟ تم آرام سے انیب کے ساتھ رہنا میں اس پیج بیورو کا کام نمٹا لوں گا۔ اتنا بھی مجھے سر پر نہ چڑھاؤ"

اسکے دونوں ہاتھ بے حد محبوبیت سے چومے شکوہ بھی اخیر کیا تو وہ ہنس پڑی لیکن دونوں کی توجہ داران کے بجتے فون نے کھینچی اور دونوں ہی حیرت کدوں میں اترے کیونکہ داران کے فون پر عاقو تھنڈر طیارہ لکھا تھا۔

"ہا ہا تم کتنے پاگل ہو ماہیر، یہ کیسا نام سیو کیا ہے۔ اس نے دیکھ لیا تو قتل کر دے گا تمہارا، چلو سنو عاقو تھنڈر طیارے کی کال۔۔"

داران کا یہ ٹیلنٹ تو دار یہ نے اب جانا، دونوں ہی ہنسنے البتہ داران کے نجل ہو کر ہنسنے میں اک حیرت کا عنصر پوشیدہ تھا۔

"جیسا یہ ٹیر آدمی ہیں مجھے یہی نام سوٹ کیا، کال اٹھانی پڑے گی تم نے جو کہہ دیا۔ مجھے تب تک اک کپ کافی بنا دو پھر نکلتے ہم"

دار یہ کی گال تھپک کر اسکی ہنسی کو نظر نہ لگنے کی دعا دیے وہ فون تک پہنچا، دار یہ ہنس کر سر ہلاتی کمرے سے چلی گئی۔

"اہم اہم، جی فرماو"

داران گلا کھنکائے ہی زرارعب سے فون کان سے لگاتے اک ہاتھ جینز کی جیب میں دھنسا کر کھڑکی کے پاس رکا۔

دوسری جانب شاو رلے کر کمرے میں آتے عاقب نے ٹاول گردن سے کھینچ کر ہینگ کیا اور کھڑکیوں کے پردے پیچھے کو سر کائے۔

اسکا کمرہ سجانے کو دو لوگ کام لگے تھے بس آخری مراحل تھے تبھی وہ ملحقہ سٹنگ ایریا کی طرف بڑھا جو چغتائی پیلس کے لان سے اٹیچ تھا۔

"میری شادی ہے، ایز آبز نس پار ٹر تم انوائٹڈ تھے لیکن ایز آ کمپیٹیٹر میں خود مدعو کرنا چاہتا ہوں"

عاقب کے لہجے میں سرد مہری نہ تھی۔

"اگر کہوں کے مصروفیت بہت ہے؟"

داران نے مصنوعی سی اکتاہٹ لیے غدر ہمیش کرنا چاہا۔

"چند گھنٹے دے دو گے تو تمہاری شان گھس نہیں جائے گی، مجھے ہمارا معاملہ آج ہی ساٹ اوٹ کرنا ہے"

عاقب کا لہجہ بے تکلف محسوس کیے داران نے خفیف سی سمائیل دی لیکن خود کو بھرپور اعتماد میں رکھا۔

"اگر کہوں کے سب آل ریڈی ساٹ اوٹ ہے؟"

داران کی سنجیدگی برقرار تھی، عاقب کی آنکھوں میں اداسی کا پہرہ سخت ہوا۔

"یہ تمہیں لگ رہا ہے، بٹ وی نیٹ ٹاک۔ بعض اوقات کلیرٹی ضروری ہوتی ہے۔ ماضی میں جو کچھ ہوا، بھول جاتے ہیں۔ کیا خیال ہے؟۔ تھوڑا تم جھکو تھوڑا میں جھک جاؤں گا۔ آخر کو بزنس کے تھرولمبا ساتھ ہے ہمارا تو اسے تلخیوں اور منافقت سے پاک کرتے ہیں تاکہ مزید اچھے سے ساتھ کام کر کے بزنس کو گرو کر سکیں"

داران کو اسکے بدلے سے لہجے کی بے حد خوشی ملی حالانکہ داران کو وہ بالکل پسند نہ تھا۔
"زہر کا گھونٹ ہی ہے یہ پر چلو جھک جاتا ہوں، پر صرف اک انچ۔ آجاؤں گا تمہاری شادی پر لیکن پروٹوکول تھوڑا میرے مطابق ہونا چاہیے۔ کیونکہ انچ ہی سہی تمہیں بھی جھکنا ہو گا۔ یہی داران ماہیر شاہ کا اصول ہے"

عاقب کی آنکھوں میں چھائی اداسی اس آدمی کے اعتماد پر لمحہ بھر خوبصورت تاثر میں بدلی۔
"بے حد مغرور ہو تم، ڈیل"

عاقب کے احسان جتاتے مان جانے پر داران مسکرا دیا۔
"تم بھی عاقب موہان کم نہیں، سی یو"

خوبصورت سے نرم مگر جتاتے لہجے میں کہہ کر کال کاٹی جبکہ عاقب کے دل پر لدا تھوڑا سا بوجھ سر کا لیکن سارا نہیں۔

دار یہ کافی بنا کر لائی تو داران کی پر اسرار مسکراہٹ پر مشکوک ہوتی مگ اسے تھمائے پاس آرکی۔

"میں تمہارے ساتھ عاقو تھنڈر طیارے کی شادی پر جا رہا ہوں"

یہ سراسر داریہ کے لیے حیرت کے ہائی وولٹیج کا جھٹکا تھا، وہ خوشی سے کھکھلاتی داران کی کھلی بازوؤں میں ہنس کر جاسمٹی کہ داران کے داریہ ایکسائٹمنٹ پر چھلک جاتی کافی کی بھی پرواہ نہ کرتے ایک بازو تو اسکے گرد لپیٹ ہی لیا۔

دوپہر ہو چکی تھی، سب لیٹ ہی ناشتے وغیرہ سے فری ہو چکے تھے، زمیل اور جہانگیر نے جاسم کے ہمراہ ہی ناشتہ لان میں کیا اور پھر تینوں ریڈی بھی ہو چکے تھے، ماریہ صاحبہ بھی تیار ہونے نکل چکی تھیں جبکہ ثمن کچن وغیرہ سمیٹوا کر چھوٹی موٹی تیاریاں مکمل کر تیں خود بھی کمرے میں آئیں تو جہانگیر آئینے کے سامنے سے پلٹ کر اپنا براؤن کوٹ ہی اٹھا رہے تھے، جب حسین سی وائف آگئی تو یہ فریضہ اسی پر چھوڑے خود سینہ تانے اپنی جمی تیاری سے ثمن کے ہوش اڑانے کی گستاخی کرنے لگے۔

"دن بدن مزید گریس فل ہوتے جا رہے ہیں"

ثمن نے انکو کوٹ پہناتے حیا میں لبریز آواز سے تعریف کی، موصوف نے مسکاتی آنکھوں کی جنبش سے وصولی۔

"ہاں اس عمر میں تم نے پھر سے اولاد کی خبر سنا کر انرجی جو بھر دی مجھ میں"

یہ ذکر کر کے جہانگیر نے ثمن کو ساکن کیا، بے اختیار انکے کوٹ کے دو بٹن بند کرتی ثمن نے ڈر کر ہتھیلی انکے ہونٹوں پر رکھی۔

"دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں جہانگیر، پلیز ابھی یہ بات مت کریں مجھے پہلے ہی بہت شرم آرہی ہے۔ لوگ کیا کہیں گے۔ میں تو بے ہوش ہی ہو جاؤں گی۔ پلیز کیا ہم کچھ ماہ یہ نیوز چھپا نہیں سکتے؟" ثمن کو آج صبح ہی یہ نیوز ملی اور یہ بہت ہی جلدی تھا، ابھی تک صرف جہانگیر جانتے تھے، ثمن کی یہ ٹین اتج والی شوخ حسیناؤں سی ادائیں انکو پاگل سا کرنے لگیں۔

"اس میں کیسی شرم، میں تو سوچ رہا کل ویسے پر یہ خبر اناونس کروں۔ انیب کتنی خوش ہوگی سوچو اپنے بھائی بہن کا سن کر اور میرا زمیل تو بنگھڑے ڈالنے لگے گا، پھر اماں جان کا تو سیروں خون بڑھنا ہے اور خبردار جو تم شرمندہ ہوئی، یہ بہت خوبصورت ہے میری جان۔ کہ میری اولاد تم جنم دوگی۔ اللہ نے بہت جلد کرم کیا، کیونکہ بچا رامیر اچھے پہلے ہی روح بنا آسمان پر ویٹنگ پر لگا ترسا ہوا تھا دنیا پر آنے کو" ثمن کی گھبراہٹ جہانگیر نے انتہائی حسین طریقے سے ہٹائی کہ ثمن کتنی دیر شرمگیں پر نمدیدہ نگاہوں سے انکے سینے میں سمٹی اس خوشی کو ہی جیتی گئی۔

"جہانگیر! میں کیا کہوں اب۔ آپ نے مجھے بے حد مکمل کر دیا۔ اگر آپ میرے ساتھ ہیں تو میں بالکل نہیں گھبراؤں گی۔ آپ خوش تو ثمن خوش"

شمن نے الگ ہوتے ہی دل ہلکا محسوس کرتے اظہار بھی کیا تو جہانگیر نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرے
ماٹھے پر ہونٹوں کی مہر درج کی۔

"رجال بھی خوش ہو گاناں؟"

شمن کی آنکھوں میں حسرت سی تیری۔

"ہاں پر، جیلِس بھی ہو سکتا ہے اپنی ماما کو شئیر کرنے میں لیکن میں صاف صاف کہہ دوں گا بھی کہ
اب اپنا وارث لاوا اور مجھے میری شمن پوری دے دو"

جہانگیر کا شرارتی جواب شمن کو ہنسا گیا لیکن وہ دلبرداشتہ بھی تھی۔

"اور اگر انو و جیلِس ہوئی تو میں کہوں گی کہ جہانگیر تمہارے بابا زیادہ تھے اور زیادہ ہی رہیں گے"

اک آنسو شمن کی آنکھ سے گرا جسے جہانگیر نے بے حد پیار سے انگلی کی پور میں دبایا۔

"میری جان شمن، تم ملی ہو تو لگتا ہے مکمل جہاں مل گیا۔ مجھے میرے زمیل جلال خان کی دعائیں لگی

ہیں"

وہ شمن کو حصار میں لیتے زمیل پر غائبانہ نثار ہوئے تو شمن نے آسودگی سے انکے سینے لگے گہرا سانس
بھرتے آنکھیں موندتے تائید کی جو بے حد دلکش تھی۔

.._____..

"کو نسا نشہ کر کے سویا تھا خبیث، اور یہ باچھیں کس خوشی میں کھل رہی ہیں۔ سچ بتا جانہ کو زرو کو ب کیا ہے ناں تو نے؟"

تازہ دم ہوئے ناشتے کے نام پر ثمن سے اک جو س کا گلاس لے کر پیتا رجاں حسب حکم کافی ٹائم گھسا کر سیدھا عاقب کے روم میں داخل ہوا جس نے اسکی شکل دیکھتے ہی لپک کر شرٹ کے گریبان سے پکر کر قریب گھسیٹے باز پرس کی۔

"اپنی بیوی ہے میری، خدا کا خوف کر"

رجاں نے اس سے سہم کر گریبان چھڑوایا ہی کہ عاقب کی نظر ٹارگٹ پوائنٹ پر گئی یعنی گردن، رجاں کی آنکھیں خفیف سا عاقب کے تھم جانے پر ہنسیں پر لھاتی۔

"ڈبو دیا تو نے ہمارے خاندان کا نام، تشدد کروالیا خود پر۔ شرم سے مر جاوہ ننھی جان تجھ جیسے سانڈ کے ساتھ ایسا کیسے کر گئی؟ رجاں کیا چل رہا ہے؟ سچ بتا"

عاقب نے آنکھیں اسی عنابی مہر پر ٹکاتے رجاں کی بازو دبوچتے کاٹ کھاتے استفسار کیا۔

"کیا بتاؤں یار، سب سے آخر پر ملی مجھے لڑکی پر میں سب پر بازی لے گیا۔ سمجھا کر۔ اور یہ اس نے پیار کیا ہے یار، اب کیا منہ سے بتاؤں کہ کتنا پیارا ہوں اسے"

رجاں کی بہکی ٹون بات سنے عاقب کا میٹر گھوما۔

"بکواس بند کر، دیکھا تھا میں نے اسکا پیار اس دن۔ جیسے وہ تجھے دیکھ رہی تھی لگ رہا تھا قبر کھودے اگر موقع ملے۔ دیکھ مجھے فکر ہے تیری، آگے کم زلیل ہوا ہے کہ پھر دل کر رہا تیرا بے عزت ہونے پر۔ مجھے سچ بتا وہ تیری بیوی ہی ہے ناں، راضی خوشی والی"

عاقب کا لہجہ دفنانرمی اختیار کرتا ملائم ہوا جس پر رجال نے اسکی طرف مسکراتے دیکھا۔
"نہیں ہم دودشمن ملکوں جیسے ہیں"

ہنوز ڈرامے بازی کرتے رجال نے دانت دیکھائے۔

"یہ بھی دیکھائی دے رہا ہے تیری سچی گردن سے، خیر بتا مجھے کونسی شرٹ زیادہ سوٹ کرے گی"
اول جملہ دانت پیس کر کہے عاقب نے میٹرس پر رکھی دو وائیٹ شرٹس کی طرف دھیان دلوا یا، ایک پلین اور سنپل تھی جبکہ دوسری میں مائٹرس سی پلیٹس ڈیزائننگ تھی۔

"اتنا بے چین کیوں ہے تو؟ چھوڑ شرٹس کو۔ ادھر آ بیٹھ"

رجال نے عاقب کو عجیب الجھا محسوس کیے اسے پکڑ کر بٹھایا اور خود بھی سامنے بیٹھا۔

"پتا نہیں رجال، جو خوشی ہونی چاہیے وہ چاہ کر بھی محسوس نہیں ہو رہی"

عاقب کے الفاظ یہاں اس کے منہ سے نکلے وہیں اپنے دل کی اداسی عاقب سے بانٹنے کی نیت سے اس کے کمرے کی طرف آتی انیب کے قدم تھے۔

انیب چاہتی تھی ایک بار اس سے بات کر کے اسکی کیفیت خود پر کھے پر اب لگ رہا تھا اک قدم نہ چل سکے گی۔

"لیکن کیوں؟ کوئی پریشانی ہے تجھے؟ مطلب کیا چیز بے چین کر رہی ہے۔ انیب تیری محبت ہے، تو اسکی چاہت ہے پھر؟"

رجال نے فکر سے پوچھا جبکہ انیب کوئی غیر متوقع جواب نہ سن سکتی تھی تبھی بو جھل چہرے سے واپس چلی گئی۔

"شاید میں عاقب کے گلے پڑ گئی ہوں تبھی دم گھٹ رہا ہے اسکا، اس نے کہا بھی تھا محبت نہیں ہے اسے۔ میں ہی جان کو آرہی ہوں اسکی"

کمرے کی طرف بڑھتے انیب نے اذیت سے خود کلامی کی جبکہ دوسری جانب عاقب خاموش آنکھیں رجال کے چہرے پر جمائے ہوئے کرب میں تھا۔

"بابا، بابا کی طرف سے عجیب دل گھٹن کا شکار ہے۔ جیسے دل کا کوئی حصہ زخمی ہے۔ میں انیب کے ساتھ عین وقت پر کسی قسم کی نا انصافی نہیں کرنا چاہتا پر میرا دل ان ظاہری خوشیوں میں لگ ہی نہیں رہا"

پوری سچائی سے اپنی کیفیت بیاں کی، بہت تڑپا لگا۔

"خوامخواہ ٹنشن مت لے، سب ٹھیک ہو گا۔ انیب کی خوشی اگر تو نے پھیکی کرنے کی کوشش کی تو میں تجھے چھوڑوں گا نہیں۔ بالکل ٹھیک ہیں جاسم انکل، زمیل انکل کے ساتھ باہر ہنس رہے، منہ سیدھا کر

اور یہ ڈیشنگ شرٹ زیادہ موہنی لگے گی تیرے پھٹ کر باہر آتے ڈولوں پر۔۔۔ چل یہ سب کچھ ڈن کر شاباش پھر سیلون نکلیں گے تب تک میں لیڈیز کو نمٹاؤں"

رجال نے پلیٹس والی شرٹ اٹھا کر اسکے ہاتھ میں تھمائی اور گال تھپکائے کمرے سے نکل گیا پر عاقب کو اپنا آپ پھیکا لگ رہا تھا۔

جبکہ انیب کو میٹرس پر بیٹھ کر اپنے ہاتھوں کو مڑور تا پائے جانیہ جو ابھی ناشتہ کر کے ہی آئی تھی، قریب چلی آئی۔

"آپکی سکن کتنی گلو کر رہی پر یہ کیا۔ آپ کا چہرہ کیوں اتر ا ہوا ہے آپیا؟"
جانیہ نے تعریف کی پر انیب کی سرخائی گھلی آنکھیں کھلیں۔

"بس ایسے ہی، ممی یاد آرہی ہیں"

انیب نے جھوٹ گڑھا۔

"مجھے میری ممی کبھی یاد نہیں آئیں، وہ بہت بری تھیں"

جانیہ نے خود اذیتی سے بتایا تو انیب نے حیرت سے اسکے چہرے کو تکا۔

"اور بابا؟"

انیب نے دلجوئی سے پوچھا۔

"وہ دگنے برے"

جانیہ کندھے اچکاتی مسکائی۔

"اوہ تو تمہارا کوئی بھی نہیں؟"

انیب کا مطلب اسکی فیملی کے بارے پوچھنا تھا پر ذہن معاف تھا کہ ڈھنگ کا سوال نہ کر سکی۔

"میرے اب صرف رجال ہیں"

نظریں جھکا کر ہاتھ انیب کے ہاتھوں لرر کھتی جانیہ جب یہ بولی تب رجال پارلر کے لیے بلانے انیب کے پاس آیا پر کانوں کو یہ معطر اعتراف مہکا گیا۔

دونوں نے بیک وقت رجال کو دیکھا۔

"یہ تم دو کے منہ کیوں اترے ہیں، چلو تم دو کو پارلر لے کر جاؤ اٹھ جاؤ۔ مجھ ہونہار کو ڈیوٹی ملی ہے تم دو کو سجا کر لانے کی"

رجال نے ہاتھ میں پکڑی گفٹ بکٹ میز پر رکھے دونوں کے سر پر آرکتے شوخ ہوئے اطلاع دی۔

"رجال بھائی، لگے ہاتھوں آپ اور جانیہ بھی دلہا دلہن بن جائیں۔ رونق دو بالا ہو جائے گی۔ ولیمہ آپ لوگ بعد میں کر لیجئے گا ہفتہ۔ کیا خیال ہے؟"

انیب کو بیٹھے بیٹھے خیال آیا تو کہہ بھی دیا، جانیہ نے گھبرا کر رجال کی طرف چہرہ اٹھایا جو خود حیران تھا۔

"ہمیں دلہا دلہن بننے کی کوئی جلدی نہیں انوو، وی نینڈ ٹائم۔ ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے۔ ہے ناں جانیہ؟ جس دن ہم ایک دوسرے کو سمجھ گئے، کسی دنیاوی رسم کا سہارا نہیں لیں گے۔ ایک دوسرے کو کہہ دیں گے جو دل نے کہا"

وہ اس سے یوں پیار اور خوشی سے مخاطب تھا کہ جانیہ کو لگا اتنی خوشی ملی کہ بولی تو آواز کانپ جائے گی۔
"جیسی آپ دو کی خوشی، میں نے سوچا تھا آپ کی شادی کا خرچہ بچ جائے گا بھائی پر آپ لگتا ہے جانیہ کو دھوم دھام سے دلہن بنائیں گے اپنی"

انیب کی ٹھوڑی شرارت لوٹی، البتہ دل افسردہ تھا۔

جانیہ اور رجال بھی متفقہ مسکرائے۔

"خرچہ بچائیں میرے دشمن، خیر دلہن صاحبہ زیادہ منہ نہ چلائیں آپ اور اٹھ جاو دونوں، ابھی بہت کام ہیں۔ تمہارے اس سڑے کریلے کو بھی سیلون میں نے ہی لینڈ کروانا ہے"

رجال نے فوراً سے دونوں کو لتاڑا اور گاڑی میں ویٹ کا کہتا نکل گیا۔

"اب تم کہہ سکتی ہو کہ تمہارے صرف رجال ہیں، تم بے دیکھا انکی بدرنگی سی آنکھوں میں تمہیں دیکھ کر کیسی چمک آگئی تھی"

انیب نے اسے تھامے اسکا چہرہ اوپر کیا تو جانیہ نے نا سمجھی سے سر نفی میں گمایا۔

"بدرنگی نہیں ہیں آپیا، سورنگوں میں دھلی آنکھیں ہیں۔ ہر کسی کی نہیں ہوتیں۔ خیر آپکا سپیشل ڈے ہے تو چلیں نکلتے ہیں"

جانیہ کا اول اعتراض انیب کو ہنسا گیا جبکہ دونوں ہی کچھ جیولری اور بیگز کیری کرتیں چادریں اوڑھے اسکے بعد ساتھ ہی کمرے سے نکل گئیں۔

.._____..

انیب میرون انتہائی دیدہ زیب لہنگے کو پہن کر انگ انگ سچی دلہن بنی تو جیسے دنیا جہاں کی خوبصورتی کا عکس اس حسینہ پر چھا گیا، رجاں نے عاقب کو گھسیٹ گھساٹ کر سلون پہنچانے کے بعد خود ہی ہال کی جانب دفعتاً ہو جانے کا کہے جان چھڑوائی اور خود بھاگا بھاگا انیب اور جانیہ کو لینے پہنچا پر جب وہ سیلون کے ویٹنگ ایریا کی طرف بڑھا تو آگے سے جانیہ جو اسے ہی کال کر کے اپنا کام ختم ہونے کا بتانے آرہی تھی، اس حسین ٹکڑا پر سب بھول گئی۔

فوگ کلر مردانہ خوبصورت سوٹ میں وہ سادہ سا سج کر بھی ارد گرد کی ہر چیز جانیہ کے لیے روک گیا، ستم کہ جانیہ کا لہنگا بھی فلنٹ سلور کس تھا، اور یہ فوگ فلنٹ کمبو کسی بھی وقت منظروں کو آگ لگا سکتا تھا۔

"بہت گڈ لکنگ لگ رہے ہیں، میں آپکو ہی کال کرنے والی تھی۔ وی آرڈن۔ میں بلاؤں آپیا کو؟ چلیں"

جانیہ یوں تھی جیسے اپنے آگ لگاتے سراپے سے بے نیاز وہ بے خبر ہو پر رجاں کی وارفتگی جب حد سے بڑھی تو وہ کنفیوز سی ہوتی رجاں کے دو قدم پاس ہوئی۔

"یہ سچ میں تم ہو؟"

رجاں نے اس کے انتہائی پیارے کرل ہوئے بال اسی بے خودی سے زرا چھو کر پوچھا، جانیہ کو لگا شاید اب وہ اس کی تعریف کرے پر ابھی یہ لمحہ بہت دور تھا۔

انیب کی آواز پر وہ دونوں نہ صرف ایک دوسرے کے سحر سے نکلے بلکہ گردن گما کر جب اس حسین دلہن کو قریب آتے دیکھا تو دونوں کی آنکھیں ستائش سے بھریں۔

"چشم بدور کو جی انوو، پلاسٹک سرجری کروالی کیا تم دونے۔ خدا کی قسم پہچان میں نہیں آرہی ہو دونوں۔ یہ بیوٹی پارلر والوں کا الگ ہی حساب ہونا قیامت کے روز۔ عاقب کا ہارٹ ڈاسنگ کرنے والا آج، لک ایٹ یو۔۔۔۔۔ ایسے لگ رہا ہے پرستان کی ساری پریوں کا حسن نچوڑ لیا گیا ہو۔ ماشاء اللہ! دعا ہے عاقب کی زندگی میں تمہارا ویکم بھی اتنا ہی حسین ہو، یونو واٹ آئی مین"

یہ سراسر حیرانگی تھی لیکن تب بھی وہ تعریف کے ساتھ انوو کو اختتام تک چھیڑتا بہت پیارا لگا جبکہ بھلے اس نے جانیہ کی ڈائریکٹ تعریف نہ کی ہو پر وہ اب یقین کر سکتی تھی کہ بے حد پیاری لگی ہے۔

"رجاں بھائی، شرم کریں آپ کی جانیہ کیا سوچے گی کہ آپ کتنے بے باک ہیں۔ اور پلیز اتنی بھی پیاری نہیں لگ رہی، مجھے ڈرائیں مت"

انیب نے شکوہ کرتے اپنا ہاتھ رجاں کے ہاتھ میں دیا کیونکہ رجاں کو فکر تھی کہیں وہ سرخ گلاب کا پھول بنی پہن لڑھک کر گر نہ جائے، اور جانیہ کا دل چاہا کاش دوسرے ہاتھ سے وہ جانیہ کا ہاتھ تھامے، نجانے کیوں پر جانیہ کی ہر سوچ رجاں پر رک چکی تھی۔

"لو بھلائی کا زمانہ ہی نہیں رہا، ایک تو میں نے تم سی چڑیل کی لمبی لمبی چھوڑ کر تعریف کی مشکل سے اوپر سے اسکے نخرے۔ اف یہ بہنیں ایسی ہی ہوتیں۔ جانیہ تم مجھے ایسا الٹا سیدھا مت سمجھنا میں بہت شریف ہوں۔ خیر چل لو گی دونوں یا کرین منگواؤں؟"

رجاں کا یوں پہلی بار اپنے خول سے نکل کر زندگی کو محسوس کرنا انیب کو بھی بے حد موہنا لگا۔ دونوں ہی اسکی آفر پر ہنس دیں، خیر دونوں لیڈیز کو اس نے ہال پہنچایا تو بارات سے پہلے جانیہ اور انیب سپیشل روم میں چلی گئیں، جبکہ خود وہ نانا کر تا عاقب کو لینے پہنچا۔

دلہا صاحب بلیک وائیٹ میں پورے سیلون کے پتلے سڑے لونڈوں کا دو گھنٹے میں کرش بن چکے تھے، یہاں تک کہ سیلون والے لڑکے نے بھی عاقب کو حسرت بھری نظروں سے بارہا دیکھا۔

"کینے مجھے یہ کس ٹھر کی سیلون لے آیا تھا، میری عزت خطرے میں تھی"

عاقب اسے اندر آتے دیکھتا ہی لعنت دور سے ہی اس بندے پر برسائے گرجا، ویسے بھی دس منٹ سے وہ رجاں کا انتظار کیے باولا ہونے کو پہنچ چکا تھا

"تو کس نے کہا تھا اتنے ڈولے اور بسکٹ بنا اپنے نازک وجود پر، اب ان دبلے پتلوں کی تو تیرے اس کسرتی فکر کو دیکھ کر ترسی آہیں ہی نکلی تھیں۔ ویسے آپس کی بات ہے یہ ڈولے شولے تیرے اور داران جیسے شیر جسامت والوں پر ہی سجتے ہیں، ہم تو بھی صبح کی سیر، اٹھک بیٹھک اور ایک دوپیش آپس کر کے ہی فکر منٹیں کرنے والے آلسی لوگ ہیں، ہم سے نہ ہوتا یہ ظلم اپنے چکنے بدن پر"

رجال نے شوخ ہوتے الٹا عاقب کو اور مغرور کیا جبکہ لگ دونوں ہی بہت وجیہہ رہے تھے، عاقب کی اداسی کو ہٹانے میں اگر آجکل کسی کا تھوڑا ہاتھ تھا تو وہ رجال تھا۔

"یار ایک ہی تو شوق تھا مسلز بنانے کا جسے پورا کرتا آیا ہوں کون سا کسی کی جائیداد ہڑپ کر گیا ہوں، خیر اچھا لگ رہا ہے تو بھی۔ بات سن؟ ایک پرسنل سوال ہے۔ سچ میں تیرے اور جانیہ کے بیچ کچھ ہوا تھا؟"

عاقب نے اپنا بلیڈز اٹھا کر بازو پر رکھا ادائے بے نیازی سے وضاحت دی جبکہ وہ دو ہی اس وقت اس روم میں موجود تھے، رجال جو عکس میں محو اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرے سیٹ کر رہا تھا، عاقب کے سوال پر کمینی سی مسکراہٹ اچھالتا دلہا میاں کے روبرو ہوا۔

"کچھ سے کیا مراد ہے آپ کی دلہا جی؟"

رجال کی معصومیت پر عاقب کا مکا نکلتے رہ گیا، اتنی معصومیت وہ بھی رجال پر، اخیر زہر لگی۔

"اتنا تو چننا کا کا، دیکھ جانیہ بہت معصوم اور چھوٹی سی بچی ہے۔ تو اس کے ساتھ سنجیدہ ہے تو پہلے اپنی گندی حرکتوں کا اعتراف کر۔ کتنے افیروز چلائے سب بتا، کن غلط لوگوں کے ساتھ کام کیا۔ یہ جو رشتہ ہے رجال یہ کچھ چھپانے یاد دھوکہ دینے سے اپنی موت مر جاتا ہے۔ بہت مشکل سے تو بدلا ہے، اگر جانیہ کو لے کر سنجیدہ ہے تو میری مان اس سے کچھ مت چھپا۔ میرا بھائی ہے تو، میں تجھے پھر سے کسی تکلیف میں نہیں دیکھنا چاہتا"

رجال کی ساری شرارت اداسی بنی، عاقب کا اسکے لیے اتنا سوچنا بہت اچھا لگا تبھی تو وہ عاقب کے گلے لگا، عاقب نے بھی یکدم مسکرا کر اسے سینے میں بھینچ کر اپنی طاقت کا نمونہ دیکھا یا تو رجال کی چھوٹی سی کراہت نکلی پر دونوں ہی ہنس پڑے۔

"سانڈ کہیں کے، تیرے اندر تو نرمی ہے ہی نہیں۔ اکڑا درندہ۔ پتا نہیں انیب تجھے ہگ بھی کیسے کر لیتی بچاری، خیر تو نے میرے لیے اتنا سوچا دل تو چاہ رہا تجھے ایک چچی دے دوں پر چل لے چماٹ۔۔۔۔۔"

عاقب اسکے دفنا گردن پر ہاتھ مار کر جلد کو سیکنے پر سیخ پا ہوا کیونکہ زور کی مار گیا تھا، عاقب نے ویسی یکدم نہ مارتے بخش دیا ورنہ رجال ضائع ہو ہی جاتا۔

"تو اپنی چمیاں اب وہیں دے جہاں اصل میں نکلیں۔ میرے ساتھ بکو اس نہ کر۔ سالے اتنے زور کا مارا میری گردن سیک دی، تیری ساری پھونک نکال دوں گا ایک ہی مکے سے ابھی تجھے میری اصل سختی پتا نہیں ہے۔ جو کہا ہے ناں اس پر عمل کرنا، اب اگر تو پٹ کر دوبارہ چغتائی پیلس کے باہر ملاناں تو اٹھا

کر اندر لانے کے بجائے تجھے کسی کھائی میں دھکیل آؤں گا۔ اور مجھے جلدی سے تیرا بچہ چاہیے بس تبھی مجھے یقین آئے گا کہ تو جانیہ کے ساتھ سیریس ہے"

عاقب نے ناک بھوں چڑھاتے لعن تان کے بیچ ہی جیسے دھمکیوں کا پنڈال کھولا، رجال تو ہنس ہنس دہرا ہو گیا، عاقب نے اسکے دہرا ہونے پر اک کمر میں ہلکی سی مکی ٹھوکی اور مغرور ادائیں دیکھاتا باہر کو روانہ ہوا جبکہ رجال نے اک اچھی معصوم سی گالی دیتے اپنا وجود سن محسوس کیے منہ کے زاویے بگھاڑتے کمر سہلائی۔

واقعی عاقب کے ہلکے سے مکے سے رجال کو اپنی طاقت وہ فولادی بھوت دیکھا گیا تھا۔
"ہائے رجال، تو واقعی بوڑھا ہو گیا ہے۔ کرواتا ہوں بچو میں بھی تیرے والے ہی جم میں انٹری اپنی۔
اس مکے کا جواب اب برابر ہی کا دوں گا"
رجال نے من ہی من میں انتقامی ہوتے تہیہ کیا اور لاٹ صاحب کے پیچھے ہی کراہتے باہر نکل گیا اور اب انکی سیدھی ہال ہی روانگی تھی۔

.._____..

"آپکو دیکھا ہے، چھو اے تو یقین آیا کہ آپ ٹھیک ہیں۔ ماموں میں بہت ڈر گئی تھی"
جب سے داریہ واپس پہنچی تب سے وہ حمین کے سینے لگی بیٹھی ماموں کو بالکل ٹھیک محسوس کیے خود بھی جذباتی ہو رہی تھی اور مایا، ایاد، ماول اور اپنے ماہیر شاہ کو بھی اداس کر رہی تھی۔

"میں جانتا ہوں میری جان، دیکھو اب تو ہٹا کٹا ہو گیا۔ شاہ حویلی کی سیریں بھی کر آیا۔ یقین کر لو، بہت خیال رکھا سب نے میرا۔ میرے لاڈلے، اور میری فریگرنٹ لیڈی تھی میرے پاس، مجھے پتا تھا تم جب تک مجھے پاس سے دیکھو گی نہیں چین نہیں پاو گی"

حمین نے داریہ کا ہاتھ تھامے چوما تو وہ خوشی سے ماموں کے سینے لگی پھر سے نمدیدہ ہوئی۔
"تو اور کیا، آپ کو اتنی سی خراش بھی نہ آئے۔ آپ ہیں تو ہم ہیں، شکر ہے آپکو دیکھنا نصیب ہو اور نہ بہت بے قرار تھی"

داریہ کی آواز ہنوز بھیگی تھی، سب ہال جانے والے تھے بس عزیزے جان اور تبریز شاہ کا انتظار تھا۔
جبکہ ماول بھی بس سرخ ساڑھی پہنے تیار ہوتی اپنے ملینگا کو چھوٹے چھوٹے ہارٹ اٹیکس ہی دیے جارہی تھی۔

"غلطی کر دی تمہیں یہ ساڑھی دلا کر، میں تمہیں ہی دیکھتا رہوں گا"
ایاد نے آج تھری پیس ہی پہنا جبکہ ماول نے جب یہ گھبرائی سی تعریف سنی تو ادا سے پلٹی، کام داری
آنجل والی بے حد حسین ساڑھی اور تھی بھی فل کورٹج بس سلیوز ہاف تھے۔

"کہہ کیوں نہیں دیتے کہ مجھے یوں دیکھ کر آپکی جان نکل رہی ہے ملینگا"
ڈرامائی بہکے انداز میں وہ قریب آئی تو ایاد اس کے تیوروں پر زرا سا مسکرایا۔
"تم نے سمجھ لیا، کافی ہے۔ اب چلیں؟"

خود پر پر فیوم سپرے کیے اک چھڑکا و اپنی ذاتی ملکہ پر کیے بھاگنے پر پر تولے تو ماول نے اپنی باہیں ایاد کے گلے میں حائل کرتے اپنے لب اسکی گال سے لگائے اور لب سٹک کا نشان بناتی دور ہوئی۔

ایاد نے اسے اس پر آنکھیں چھوٹی کرتے گھورا۔

"میں تو چلی آپ منہ کا کچھ کر لیں ملینگو"

ہنس کر ایاد کی اور شرارت سے تکتے وہ بھاگی تو ایاد نے معنی خیز سی مسکراہٹ دی اور پلٹ کر نشوونکا لے ماول کے خوبصورت کارنامے کو آئینے میں چھائے عکس کو دیکھتے صاف کرنا شروع کیا۔

"یہ لڑکی کسی دن ضائع ہو جائے گی میرے ہاتھوں، یا خدا یہ لب سٹک تھی یاد یواروں پر کرنے والا پینٹ؟ منہ دھونا پڑے گا۔ ماول! کیا کروں میں تمہارا"

ایاد نے دو تین بار گال رگڑی پر وہ پورے منہ پر پھیلتا سرخ رنگ بچارے کو تپا گیا، منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے خان صاحب واپس واش روم منہ کا کچھ کرنے دوڑ پڑے۔

جبکہ ماول باہر آئی تو سب نے ہی اسکی تعریف کی، داران نے تو اپنی آفت بہن کو اک لمحہ پہنچانے سے انکار کیا تو وہ لاڈ سے ہنستی بھیا کے سینے جا لگی۔

"کیا بتا دیا ہے آپ سب نے میری بیوقوف سی ماول کو، اسکی یہ ہنسی، یہ مسکراتی آنکھیں آپکے اس گھر کے سکون کی بدولت ہیں حمین چوہان"

داران نے پاس ہی مول کو بٹھایا جسکی یہ خوشی سے لبریز آنکھیں داران کی بہت سال حسرت رہیں، داریہ، حمین اور مایا تک خوبصورت مسکرائے۔

"اور میری مایا، یہ بھی کتنی بدل گئیں ہیں۔ بالکل لفٹ کروانی چھوڑ دی اپنے اس بڑے سے بیٹے کو" داران کے شکوے پر مایا اٹھ کر اسکے پاس ہی صوفے کی بازو پر بیٹھے ساتھ جا لیٹی۔ داریہ اور حمین بے اختیار ہنسے۔

"ایسی باتیں وہ کریں جن کے پاس داریہ نہ ہو، ادھر دیکھو زرا مایا کے بڑے سے بیٹے۔ لفٹ تو تمہیں تب کرواؤں جب تم میسر آؤ۔ کبھی ادھر بھاگ جاتے ہو کبھی ادھر، اس بار تو بھئی اپنی داریہ لے گئے تھے۔ لفٹ تو تم نے مجھے کروانی چھوڑ دی۔ اور کتنے تیز بن رہے ہو سارا ملبہ مجھ معصوم پر ڈال کر" مایا بھی کیسے پیچھے رہتی، فوراً سے ڈانٹنے لگی جبکہ داران خفیف سا مسکراتا تب پایا گیا جب مایا نے اسکی ٹھوڑی پکڑے اپنی طرف اسکا چہرہ گما کر اوپر اٹھا رکھا تھا۔

"آپکو اب میری لفٹ کی کہاں ضرورت، حمین جو مل گئے ہیں آپکو" وہ سب کے سامنے لاڈو شکوہ کرتا بہت پیارا لگا۔

مایا نے اسکی روشن جبین اسکے ماتھے پر جھکے بال ہٹاتے پیار سے چومی پھر تھوڑی اداس ہوئی اور داران کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر دبایا۔

"تم مایا کے بیٹے تھے اور ہمیشہ رہو گے، میں نے بہت مس کیا تمہیں"

وہ اداس داران سے دیکھی نہ گئی۔

"میں نے بھی، اینڈ سوری لفٹ نہ کرانے کے لیے۔ بس جلد ہی آپکو پھر سے حمین چوہان سے چرا کر شاہ حویلی لے جاؤں گا اور سارے لاڈ اٹھواؤں گا۔ داریہ کو آپکے حمین کے پاس چھوڑ جاؤں گا حوصلے کے لیے تاکہ یہ اپنی فریگرنٹ لیڈی کو مس نہ کریں۔ کیوں حمین چوہان اوکے ہے ناں؟"

شرارت کے سنگ وہ بہت مستی موڈ میں بولا جبکہ حمین بھی قہقہہ لگائے راضی و رضا ہنسا جبکہ داریہ نے بھی ماموں سے لپٹ کر لاڈ وصولے۔

داران نے اپنی گڑیاری کو بھی خود سے لگایا جو آپسراہ لگ رہی تھی۔

اور یہ خوشیاں، یہ قہقہے یہ مستی تب خفیف سی متاثر ہوئی جب عزیزے جان اور تبریز پہنچے۔

تبریز شاہ تو پہلے اپنے شیر سے بچے کو گلے لگا کر ملے جبکہ عزیزے تو داریہ کو دیکھے ہی افسردہ اور ان کہے ملال میں دروازے کے پاس ہی رک گئیں۔

داران نے بابا سے ملنے کے بعد پلٹ کر دادی سرکار کو دیکھا اور اپنا ہاتھ انکی طرف بڑھایا، داریہ بھی تبریز بابا سے ملتے تھوڑا اچھے سے مسکرائی۔

"تم دونے اس بار شاہ حویلی کو اجرٹا کھنڈر بنا دیا جا کر، مجھے لگا تھا میں صرف داران کو یاد کروں گی پر تمہیں زیادہ کیا داریہ، تم دو دوبارہ کبھی مت جانا۔ مجھ بوڑھی سے جو ناراضگی ہوئی سامنے رہ کر لڑ لینا۔

ہنی مون منانا ہوا تو میں اور تبریز کہیں گھومنے چلے جائیں گے، پوری وادی سون پر قبضہ کر لینا۔ پروہ شہر ویران نہ کرنا۔"

عزیزے نے پاس رکے داران کا وہی ہاتھ چوما اور دیکھ وہ داریہ کو رہی تھیں جو سنجیدہ تھی، اختتام تک خفیف سابس رسمی مسکرا دی کہ چلو انکو داریہ کی اہمیت کا احساس تو ہوا۔

"آپ کیسی ہیں؟ ٹھیک ہیں۔ ہم نے بھی سب کو بہت مس کیا"

داریہ یکدم سب بھول نہ پاتے بس اتنا ہی کہہ سکی جبکہ عزیزے اس سے اتنی جلدی نرم پڑنے کی امید رکھ بھی نہیں سکتی تھیں۔

"ہاں ٹھیک ہوں، خوش رہو میرے داران کے ساتھ۔ سب بہت پیارے لگ رہے ہیں اللہ نظر بد سے بچائے۔ اور دادی کی جانیں تو نظر لگنے کی حد تک حسین لگ رہیں"

عزیزے جان کا محبت سے سب سے مخاطب ہونا خود داریہ کو بہت اچھا فیل کروا گیا، سب ہی مسکرا رہے تھے اور داران نے داریہ کو اس بیچ دیکھا تو وہ عجیب تکلیف میں لگی، اس بارے وہ اس سے فرصت میں بات کرنے والا تھا کیونکہ ابھی انیب کی شادی سب سے اہم تھی۔

.._____..

سوہا عمر تو ریڈی ہو کر انجمن صاحبہ کے ساتھ لان میں جا کر سیلفیز لے رہے تھے جبکہ بیلا کو تیار ہونے میں تھوڑا وقت لگا، بلیک تھری پیس میں یچی آج کچھ زیادہ ہی اونچا لمبا اور پیارا لگا، شرٹ کے کفس فولڈ کر کے اپنے بے ترتیب خلیے کے ساتھ ہی بیلا کو جب جھمکا پہنتے دیکھا تو بے اختیار نزدیک چلا آیا۔

"میں پہنا دیتا ہوں، سنو دادی جانم ہم سبکی شادی کا گرینڈ فنکشن کروانے کا سوچ رہی ہیں۔ عمر اور سوہا کی واپسی سے پہلے۔ انکا ارمان ہے، کیا تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں"

یچی نے فرصت سے توجہ کان اور جھمکے پر رکھتے ہوئے اپنی بات بھی کہی، بیلا چپ رہی لبوں پر مسکراہٹ لیے اور ایئر رنگ پہننے کے بعد پلٹ کر یچی کے سامنے آن رکتے آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔

"مطلب میں دلہن بنوں گی؟"

رغبت و خوشی کا غلبہ بیلا کی آواز کو سرگوشی بنا گیا۔

"ہاں میری دلہن"

اپنے ہاتھوں کی ٹھنڈک اسکے رخساروں پر پہنچاتے انتہائی یقین لٹاتے انداز میں بتایا۔

"اچھی لگوں گی؟"

بیلا کے سوال میں اک تشنگی تھی جو یچی کو بری طرح محسوس ہوتے چبھی۔

"بے انتہا، میں تمہیں ہماری ویڈنگ نائیٹ پر ایک سر پرانزدوں گا"

اس انتظار کو یچی نے اور خوبصورت بنایا۔

"پھر تو مجھے بہت انتظار ہے، میں ہمارے اس روم میں اپنی اور تمہاری بہت پیاری پکچر فریم کروا کر لگوانا بھی چاہوں گی۔ تاکہ تم زرا سے نظر سے او جھل بھی ہوئے تو میں تمہیں نظر اٹھانے کی دیر ہو اور دیکھ لوں"

لجائے سے لہجے میں اعتراف کیا کہ وہ اسکو دیکھنے تک سے سکون پاسکتی ہے۔

"میں نہیں ہوں گا او جھل، ڈونٹ وری"

اپنے ساتھ کا دائمی یقین بخشے پیار سا آنے پر وہ اسکی جبین چوم گیا، بیلا میں بے شمار آرام و سکون اتارے رو برو کیا۔

وہ بھی بلیک میں میچنگ کیے بہت بچ رہی تھی۔

"میری سوہا کا وہاں جا کر بہت خیال رکھیں پتر، یہ میرا بچہ بڑی مشکل سے واپس ملا ہے۔ تم دو کا پیار دیکھتے میں دل سے راضی ہوں۔ یہ تیرے ساتھ جس بھی آسمان پر اڑے گی دادی کو بے پناہ راحت ملے گی۔ تم دو بہت پیارے ہو مجھے اب، ایک جتنے۔ میں تم سبکی خوشیوں پر خوش ہوں، اب بھلے اپنے سائیں اور بیٹے بہو کے پاس بھی چلی گئی تو مجھے بڑا آرام میسر ہو گا"

سیلفیز لینے کے بعد ہی انجمن نے دونوں کے ہاتھ پکڑے چومے جبکہ سوہانے عمر کی طرف دیکھا تو اس بات پر ایمان لائی کہ دنیا میں بھی جنت کا وجود ممکن ہے، جنت تو استعارہ ہی تھا، کسی محبوب کی پناہ ہو یا کسی کی محبت کا بے انت سمندر۔

انجمن صاحبہ کو دونوں نے گال پر دو طرف سے پیار کرتے اپنا جواب ارسال کر دیا تبھی تو انجمن ان دونوں پر قربان چلی گئیں۔

.._____..

"آپیا! بارات آگئی۔ عاقب بھائی بہت پیارے اور ہنڈ سم لگ رہے ہیں۔ آپکے اس لہنگے جیسا میرون رومال یہاں بلیک بلیزر جیب میں بھی اٹکا رکھا، اور سکن بہت گلو کر رہی جبکہ آئی تھنک آنکھوں سے روشنی پھوٹ رہی ہے"

ویٹنگ برائیڈل روم میں انیب جب سے آئی تھی بیٹھ کر یا آرام کیا یا جانیہ اور باقی سبکے ساتھ خوبصورت گلاب روزی بیک وال کے ساتھ تصویریں لیں، فوٹو گرافر نے بھی آکر کچھ پکس کلک کیں جو ون این اونلی جی صاحب ہی تھے۔

عاقب کو اسکے سوا کسی پر اعتبار کیسے آسکتا تھا تبھی اپنے دوست کو ہی تمام ایونٹ کا میڈیا اونر بنایا۔

جانیہ اک چکر باہر ہال میں لگانے گئی تو دلہا میاں کی انٹری پر خوشی سے واپس روم میں آئی۔

یوں اتنی رنگین شادی اس نے کبھی نہ دیکھی جبکہ انیب کی دھڑکنیں تو جانیہ کی اک اک دی وضاحت پر ہی بڑھ گئیں۔

"خوش بھی لگ رہا تھا کیا؟"

انیب کی ادا سی اب تک ویسی ہی تھی کہ بس بہانہ ملتا اور آنکھوں سے برسات شروع ہو جائے۔
"جی اگر مسکرا نا خوشی ہے تو وہ خوش تھے، وہ سہیل کر رہے تھے۔ آپکو کیوں لگتا ہے وہ خوش نہیں آیا۔ کیا آپ دو ایک دوسرے سے لو نہیں کرتے؟"

جانیہ اسکے پاس ہی کاوچ پر بیٹھی، چند دن ہی وہ انیب سے بالکل بہن سی اٹیچ ہو گئی تھی۔
"میں تو بہت کرتی ہوں، وہ شاید اتنا نہیں کرتا۔ بس تبھی دل بھاری ہے۔ میں اسکی آنکھوں کی نمی ہو یا ادا سی سب سے خوف کھاتی ہوں۔ بس تبھی اسکے لیے بہت حساس ہوں کیونکہ وہ میری منتوں اور مرادوں کا ثمر ہے"

جانیہ نے بہت توجہ سے دلہن بنی انیب کی باتیں سنیں، جانیہ دھیمسا مسکرائی، وہ خود کا اور رجال کا موازنہ کر رہی تھی۔

"آپ اتنا حساس مت ہوں، اگر کمی ہے بھی تو آئی ایم شیور آپیا اب نہیں رہے گی۔ وہ آپکے پاس ہوں گے ہر وقت، حق جما لیجئے گا۔ اور کہیے گا آپکو انکا پیار چاہیے۔ مجھے جتنا لگا آپ بہت سوئیٹ اور نرم دل

ہیں، وہ تھوڑے ایٹوڈمین لگے مجھے پر آپ کے ساتھ بہت سوٹ کریں گے۔ کون ہو گا جسے ایسی وائف سے پیار نہ ہو۔ اب سمائیل کریں ورنہ آپکا فیس اتر جائے گا"

جانیہ نے اتنے پیارے اور میٹھے انداز میں انیب کی فکر دور کی کہ انیب اسکے گلے لگ گئی، اور اسی لمحے دروازہ کھلا اور انیب کی مزید ایک سپر پاور صاحبہ سیاہ میں دمکتی ہوئیں انٹر ہوئیں۔
"اوہو! سسٹا کنکشن۔۔"

دار یہ نے بیگ رکھا ہی کہ جانیہ اور انیب دونوں ہی مسکرا کر کھڑی ہوئیں جبکہ انیب تو دلہن بنے ہونے کے باوجود لپک کر اس چڑیل کے گلے جا لگی، اف دار یہ اس لمحے اپنا سکون بتانہ سکتی تھی۔
"دار یہ! شکر ہے تم آگئی"

انیب نے اس سے الگ ہوتے پھر سے لپٹ کر کہا تو دار یہ اس جذباتی دلہن پر جانیہ کی جانب دیکھے مسکرائی جسے یہ دوستیں جذباتی سی بہت حسین لگیں۔

"بس بس لڑکی، کیا میرے آسے پاسے توڑو گی۔ اف لک ایٹ یو! دنیا جہاں کی حسین ہوش ربا۔ جانیہ!
آدھر آو تم بھی لڑکی، آفت لگ رہی ہو"

دار یہ کا چہکنا جیسے منظروں میں رنگ بھر گیا ہو جبکہ جانیہ کو بھی وہ گلے لگا کر ملی۔

"آپ بھی بہت پیاری لگ رہی ہیں دار یہ آپیا"

جانیہ نے بھی مسکراتے ہوئے پیار سے کہا، جبکہ داریہ کافی سنپل تیار ہو کر آئی تھی پر باخدا وہ سب پر بھاری تھی اوپر سے اب اسکے چہرے پر اک ایکسٹر اتازگی اتر آئی تھی۔

"تھینکیو! دراصل میرے پاس کوئی تم لوگوں جیسا بھاری جوڑا تھا نہیں نہ میری طبعیت نے اجازت دی۔ تو جو میرے مسٹر لائے پہن لیا، لیکن سچ میں تم دونوں اپنی اپنی جگہ بے حد پیاری دلہنیں لگ رہی۔ یہ دیسی اور تم بدیسی۔ ابھی میں کسی سے نہیں ملی سیدھی یہیں آئی، تمہارا ہیرا بھی ہی آیا ہے۔ اور آتے ہی ماہیر کو پکڑ لیا اس نے، میں تو پہلے گھبرائی پر دونوں کے زرازدستانہ تیور حوصلہ دے گئے"

داریہ نے بال کھول لیے جو وہ ہلکے ہلکے کرل کر کے آئی تھی جبکہ بلیک دوپٹہ بھی بہت خوبصورتی سے شانوں پر پھیلا لیا جو گولڈن بے حد خوبصورت زرکون کے نگوں سے ایسا بھاری تھا کہ داریہ کے شانوں پر بکھر کر بھی اسکے خوبصورت فکر پر بے حد اچھا لگ رہا تھا۔

جبکہ ڈریس بھی بلیک تھا اور اس پر گولڈن باریک کڑھائی جبکہ پیروں میں خوبصورت سے سیاہ سٹریڈ سینڈلز اور اس حسینہ کی لک کو غضبناک بنا رہے تھے۔

تینوں ہی سیلفیز لینے لگیں وہیں سٹیج پر دلہا صاحب کے ساتھ بیٹھا مغرور داران بھی بلیک میں بہت چمک رہا تھا۔

"تم نے انیب کی جگہ پر بٹھا دیا مجھے، اتنا بھی پروٹوکول نہیں مانگا تھا"

سب مہمان آچکے تھے، ہال میں رونق لگی تھی، سب بے حد حسین لگ رہے تھے جبکہ جاسم، زمیل اور جہانگیر صاحب کا اک الگ ہی تکتون محفل پر چھاپا تھا۔

ہاں جہانگیر کی جیلیسی اب پیک پر تھی جیسے لگ رہا ہو موصوف کسی بھی لمحے پھٹ پڑیں گے۔
داران کی لفظی شوخی پر عاقب نے سامنے دیکھا جہاں رجال اور جمی اعلیٰ فوٹو گرافرز بنے انکی پکس کلک کر رہے تھے۔

"اس سے تم میری دلہن نہیں بن جاو گے"

عاقب کی حاضر جوابی پر داران نے مسکرا کر زرا گردن ترچھی کیے زرا سے فاصلے پر چوڑے ہو کر بیٹھے
عاقب کو دیکھا۔

"تمہاری دلہن بننے کا جگر اچاری انیب کے پاس ہی تھا، بائے داوے تھوڑی سائیل لے آؤ منہ پر۔ ایسے
لگ رہا ہے کسی فیشن شو میں ایز آسٹاپر آئی کن آئے ہو، اتنا غرور اپنی ہی شادی پر، اب غرور جائے گا
تمہارا پانی بھرنے دیکھتے جاو"

داران نے اپنے تجربے کی روشنی میں چند سنہری موتی ارسال کیے اور لہجہ بے حد شیریر رکھا۔
اور سب ان دو کور شک سے دیکھ رہے تھے جو بے حد پرکشش مردوں میں بلاشبہ شامل ہو سکتے تھے۔
"تمہارا تو نہیں گیا، میرا بھی نہیں جائے گا۔ تھینکو داران"

اول جملہ جتاتے عاقب نے ہی پہل کی، داران کو شوخی سو جھمی، یوں رد عمل دیا جیسے اس نے سنا نہ ہو۔

"زیادہ پھیلنے کی ضرورت نہیں، سوری کرو تم بھی"

عاقب کے اگلے جملے پر داران قہقہہ لگائے ہنسا جبکہ داران کو یوں مسکراتا اور شوخ دیکھ کر رجا کو الگ الگ ہی خوشی ہوئی۔

"سوری اور میں! داران ماہیر شاہ ایسا کام ہی نہیں کرتا جس کے بعد سوری کہنا پڑے۔ واپس لو اپنا مطالبہ ورنہ جارہا ہوں اٹھ کر"

داران نے بھرم دیکھتے سر اٹھایا جبکہ عاقب کی دھیمی سی مسکراہٹ تپے ہوئے رنگوں میں ڈوبی تھی۔

"زیادہ اکڑومت، تھینکیو تو کہو"

عاقب نے ایسا کہہ کر موصوف کو واپس ٹکٹ پر مجبور کیا۔

"تم اتنا مجبور کر رہے ہو، منت کر رہے ہو تو لو کرتا ہوں۔ تھینک یو سوچ عاقب موہان مجھے اس خوبصورت تقریب میں بلانے کے لیے اور اپنے ساتھ اس جگہ بٹھا کر حاضرین محفل کو اک حسین انسان کا دیدار کروانے کے لیے"

داران کے ہاتھ یارانے والے مصافحے کی صورت بڑھانے پر عاقب اس خود بین پر ہنسا، اور سریوں ہلاہا جیسے کہہ رہا ہو تمہارا کچھ نہ ہو گا۔

"اور وہ حسین میں خود ہوں"

عاقب نے اسکا ہاتھ جکڑتے کان میں جھکتے جو کہا وہ مومنٹ رجال صاحب نے کیمرے میں قید کیا۔
جبکہ انیب کو لڑکیاں مل کر لارہی تھیں تبھی داران نے عاقب صاحب کو فاسنلی سیٹج پر اکیلا چھوڑے
اجازت لی اور جب سیٹج سے اتر تو عمر اور یچی کی طرف جاتے جاتے رجال کے قریب رکتے پیچھے پلٹا۔
"اوائے یہ تم ہو؟ یہ شرافت کہاں سے ادھار لی؟"

داران کا خوبصورت چھیڑنا رجال کو چونکا گیا، وہ حیران ہوا۔

"یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ ہنڈسم لگ رہا ہوں، لیکن تمہیں تو اپنے سوا کوئی دیکھائی ہی نہ دیتا ہوگا"
رجال بھی واپس لٹھ مار انداز اپناتے منہ بسور گیا۔

"جب تم سے کوئی پیار کرے گاناں رجال چغتائی تب تمہارے ساتھ بھی یہی ہوگا، خود کے سوا تمہیں
بھی کوئی نظر نہیں آئے گا۔ یہ محبت، دل عاجز کرتی ہے تو دماغ کو پھیر دیتی ہے۔ اگر تعریف سننے کا اتنا
ہی من ہے لاٹ صاحب تو جانیہ ہے ناں، جاو بچاری سے زبردستی کر کے تعریفی قصیدے بھی سن لو۔
جیسے نکاح کیا تھا"

داران نے خفیف سی اکڑتے طبعیت صاف کی، جبکہ رجال نے اسکی بازو پکڑے روکا تو داران جینز میں
ہاتھ دبا تا فرصت سے رجال کو سننے واپس پیچھے مڑا۔

"تم اتنے ظالم اور بے رحم کیوں ہو داران ماہیر شاہ، مزاق بھی کرتے ہو تو لگتا ہے تیرا مارا ہے۔ دار یہ
کیسے برداشت کرتی ہے تمہارے نخرے؟"

رجال کو داریہ پر ترس عظیم آیا جس پر داران بے حد حسین مسکرایا۔

"میں نے اپنی رحم دلی تمہیں جو ارسال کر دی میرے پاس بچی ہی نہیں مسٹر رجال چغتائی، ہم تو بھی اب اس سے بھی ظالم اور بے رحم ہونے والے ہیں۔ ویسے بھی نئے نویلے جلاد اب تمہارا رحم دل ہونا ضروری ہے میرا نہیں، اور جو تم نے میسج میں کہا اسکے لیے یہ رہی بھائی والی تھپکی۔ سنبھال لینا، وہ سب جو سنبھلنا ڈیزرو کرتا ہے۔ تم سے امید ہے اور اللہ پر یقین ہے۔ اور ہاں نظر لگ جانے کی حد تک کو بے لگ رہے ہو"

اپنا سحر بکھیرے اسے ہر حسرت سے نکالتے لہجے میں داران اسکا سینہ تھپکتا پاس سے گزرا تو رجال کے چہرے پر اک الوہی سی مسکراہٹ چھوٹ گئی، یہ دوست نما انسان، یہ بے رحم ہو کر بھی انتہا کا رحم دل کیسے نہ سب کو بھاتا۔

دوستی کے لیے کہنا تھوڑی پڑتا ہے، خاص کر داران ماہیر شاہ کو جسکا چلتا پھرتا شہر دوست بن جاتا تھا، جس سے اڑتے پرندے اٹکیلیاں کر گزرتے تھے، جس سے ہوائیں باتیں کرتی تھیں جسے موسم اپنے راز سناتے تھے جسکی وادی سکون سکیسر عاشق تھی۔

انیب کو ساری حسین دوشیزائیں لائیں تو اک لمحہ عاقب بھی تھم گیا، وہ عنابی مومی گڑیا بنی تمام حواسوں کو سن کرتی اسکے پہلو میں بٹھادی گئی لیکن عاقب اس درجہ خوبصورتی کے مسکن سے بوکھلا سا لگا، وہ بھی تو مسکراہٹ کہیں چھوڑ آئی تھی۔

"یا اللہ مجھے اس لڑکی کا حسن برداشت کرنے کی قوت دیں"

انیب کے اپنے پہلو نشین ہونے پر عاقب نے اسکے ہاتھوں کو دیکھا، وہ ہاتھ ایک دوسرے میں دبے تھے، عاقب نے انکی نرمی محسوس کرنے کو اپنا ہاتھ رکھنا ہی چاہا کہ جمی اسکے پاس آتا کچھ کیمرے کی تصویریں دیکھانے لگا جبکہ انیب کو اس درجہ بے اعتنائی پر رونا سا آیا لیکن اس وقت اسے زبردستی کا مسکرانا پڑا۔

وہیں جہانگیر سب مہمانوں وغیرہ سے ملتے ملا تے زمیل اور جاسم کے کچھ زیادہ ہی یارانے پر ان دو کی طبیعت صاف کرنے غصیل تیوروں سے ان دو کی طرف بڑھے

"آپ دو کچھ زیادہ یار یار نہیں بن رہے آجکل، میرے صبر کی ایک حد ہے بھئی"

زمیل اور جاسم جو محبت سے کپل خاص کو کندھوں پر ہاتھ رکھے تک رہے تھے، جہانگیر کے جل بھن کر پیچھے سے مخاطب کرتے پر حسین شرارت بھرا مسکرائے۔

"زمیل بھائی، جہانگیر بھائی کو لگ رہا میں نے ان سے دوست چھین لیا"

جاسم کے جتانے زچ انداز میں کہنے پر جہانگیر دونوں کو سامنے آرکتے سر دگھورے۔

"لگ نہیں رہا سچ میں ایسا ہی ہے، یہ میرا دوست ہے جاسم موہان"

جہانگیر نے بچوں کو پیچھے چھوڑا، انکی جلن چھپا ڈھکا معاملہ نہ رہی تھی۔

زمیل اور دوستانہ دیکھا کر جاسم سے لپٹا جس پر جہانگیر ضبط و برداشت سے مٹھیاں بھیج گئے۔

"میرا شونا جل رہا ہے"

زمیل نے کمینگی بھرے پیار سے جہانگیر کی تھوڑی سہلائی اسے جلدلانے پر مجبور کیا تو جہانگیر نے تپ کر اس خرافاتی کاہاتھ پرے جھٹکا۔

"میں نہیں چھین رہا آپکا دوست پر زمیل بھائی کی وائبرز آج بھی بہت کول ہیں۔ ایسا لگتا ہے ہم دو کا کوئی ایک سا سفر شروع ہونے والا ہے"

جاسم کی یہ بات گہری تھی پر جہانگیر کا دماغ معاف ہوا۔

"کیا مطلب، کیا مطلب ہوا۔ کہاں جا رہے تم دونوں۔ زمیل! تو نے جاسم کے ساتھ ٹرپ پلین کیا ہے۔ بتائیں تیری تھنی سیک دوں گا"

جہانگیر کی جان سی نکلی، چہرے کی رنگت یکدم بدلی، زمیل کھل کر ہنسا۔

"ارے یار تم سب بیوی والے ہو، اور ہم ادھے ادھورے۔ ہمارا اب آپس میں دوستی یاری کا پلین ہے کیوں جاسم صاحب؟ (جاسم کی مسکراہٹ وصولی) اب ہم دو اکیلے مسکین لوگوں کو کس نے لفٹ کروانی، اس نے اپنا لونڈا بیاہ دیا، میرے بچے بھی اپنے اپنے ان کے ساتھ سیٹ۔ تو ہم دو نے ایک دوسرے کا ساتھ دیتے ہوئے دنیا میں گھومنے کا پلین کیا ہے"

زمیل نے فوری جہانگیر کے جلتے دل پر پھوار برسائی لیکن دگنی جلن کی۔

"پھر ٹھیک ہے، لیکن میرے بغیر تم دو کہیں نکلے ناں تو گرد نیں مڑو دوں گا"

جہاں گئیں دونوں کو کڑے تیوروں سے دھمکاتے پاس سے گزرے تو ز میل اور جاسم ہنس پڑے پھر انہی عجیب ہنستی آنکھوں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

جہاں جاسم کی نظر سیٹج کی خوبصورتی پر تھی وہیں ز میل کی حسرت سے بھری نگاہیں داریہ پر تھیں۔ جاسم اجازت لیتے سیٹج کی طرف گئے تو ز میل نے بھی اپنے قدم داریہ کی طرف بڑھائے جو سوہا، بیلا، جانیہ، مایا اور ماول کے ہمراہ کھڑی سب سے مل رہی تھی۔

ز میل جلال کو اپنی طرف آتا دیکھے ان سب سے معذرت کیے انکی طرف بڑھی۔

"میں نے سنا ہے بیٹے نے معاف کر کے گلے لگا لیا آپکو ز میل جلال خان؟"

داریہ اور وہ آمنے سامنے کھڑے تھے، بظاہر پہاڑ کی طرح مضبوط پر اندر سے ریزہ ریزہ، وہ طنز کرنے سے باز نہ آئی۔

"تم بھی یہ شرف بخش دو، میں نہیں جانتا جب بیٹی گلے لگتی ہے تو کیسا لگتا ہے۔ آؤ مجھے اس سکھ سے بھر دو"

ز میل کی آواز ناچاہتے ہوئے بھی تشنگی کی حدت سے کانپ گئی جبکہ داران بھلے دوستوں کے ہمراہ کھڑا ہو پر توجہ داریہ کی اس تکلیف پر تھی جس میں وہ اس لمحہ ترسی بیٹی ہو کر بھی باپ سے دور رہنے کی تکلیف میں سر تا پیر مبتلا تھی۔

"مجھے بھی نہیں پتا کہ باپ کی آغوش کا سکون کیسا ہوتا ہے، لیکن آپکو سکھی کیوں کروں؟ معاف بھی میں کروں، حفاظت بھی اور یہ سکھ بھی میں دوں؟"

دارِیہ نے اس شخص کو استہزایہ ہوئے دیکھا تو ز میل نے اپنی کھلی باہیں مایوسی سے واپس سمیٹ لیں، آنکھوں میں درد اتر آیا۔

"دارِیہ"

وہ پاس سے گزری تو ز میل نے اسکا خوبصورت نرم سا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں جکڑا، دارِیہ کی نظر داران سے ملی جو اسے دل نرم کرنے کا اشارہ کر رہا تھا پر دارِیہ سے ہونہ سکا، شاید اگر ز میل اسے گلے لگاتا تو وہ لگ جاتی۔

"تھوڑا سا وقت دیں، تھوڑا سا"

وہ ان کے ہاتھ سے ہاتھ آزاد کرواتی کانپتی ٹوٹی رحم طلب گزارش کیے فوراً سے وہاں سے چلی گئی پر ز میل نے بھیگی آنکھوں سے مسکرا کر اپنے ہاتھ کو دیکھا۔

دارِیہ نے خود کو جلد سنبھال لیا، وہیں سیٹیج پر بیٹھا عاقب آج بھی سنجیدہ تھا، انیب ترس چکی تھی کہ وہ اس سے بات کرے گا، یوں سیٹیج پر بیٹھ کر اسکے کان میں سرگوشیاں کرے گا پر وہ خود میں ہی الجھا تھا۔

"تعریف تک نہیں کی، پہلو میں بیٹھی ہوں اسکے۔ عاقب کیا ہو گیا ہے تمہیں، تمہاری یہ بے حسی مار دے گی"

انیب کو لگا جیسے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دے گی، جانیہ ہی اسکا ڈریس ٹھیک کرنے آئی تو انیب کی آنکھ سے بہتا آنسو دیکھے ٹشو سے وہاں ہلکے سے ٹیپ کیا۔

"کیا ہوا؟"

عاقب نے کھڑی جانیہ اور پھر جب پہلو میں بیٹھی انیب کو دیکھا تو اسے جبر کے سنگ رونا رو کے دیکھ کر پریشان ہوئے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لینے لگا پر انیب نے اسکا ہاتھ بری طرح جھٹک دیا جبکہ عاقب کو لگا اتنے سارے لوگوں میں اسکا بھی دم گھٹنے لگا ہو۔

"انیب! آریو اوکے"

عاقب نے جانیہ کو بے فکر ہونے کا کہے روانہ کرتے زر افاصلہ سمیٹا تو وہ اسکے ساتھ لگ کر بیٹھنے اور سر زرا جھکا کر پوچھنے پر اسکی طرف دیکھے بنا زرا چہرہ دوسری طرف کر گئی۔

"یس آئی ایم اوکے"

بھلے انیب نے جواب دیا ہو پر عاقب کو اسکی اجنبی ٹون بہت کچھ باور کروا گئی۔

خیر یہ خوبصورت محفل رات دیر تک چلی، زمیل کو داریہ نے بھلے گلے لگنے نہ دیا ہو لیکن آج پہلی بار اس شخص کو داریہ کی آنکھوں میں غصہ نہ دیکھائی دیا اور شاید یہ امید ہی تھی جو زمیل کو پہاڑ کر گئی کہ وہ لمحہ دور نہیں جب داریہ اسکے گلے آن لگے گی۔

عزیزے، تبریز تو واپس شاہ حویلی نکل گئے جبکہ داریہ اور داران حمین اور مایا کی طرف رکنے والے تھے تاکہ کل ہی ایک بار ولیمے کے بعد ہی واپس جاسکیں۔

.._____..

سب اتنے تھک گئے کہ ہال سے آتے ہی جس نے چائے چاہی بنوائی اور اپنے اپنے کمروں کا رخ کیا، رسمیں بھی کچھ خاص نہ تھیں کیونکہ انیب کے چہرے سے سبکو یہی لگا کہ وہ تھک گئی درحقیقت اسے پھوٹ پھوٹ کر رونا تھا۔

"جانیہ! جاوانو کو عاقب کے کمرے میں چھوڑ آؤ۔ اور اسکے بعد تم بھی جا کر آرام کر لینا۔ میں بھی اماں جان اور ان دو آدمیوں کو زرا چائے سرو کر لوں"

جانیہ نے خوشی خوشی انیب کا ہاتھ تھاما اور اسکے ہمراہ عاقب کے کمرے میں آئی مگر روم اوپن کرتے ہی جانیہ اور انیب مبہوت رہ گئیں۔

پورا کمرہ سرخ گلابوں سے سجا ہوش اڑا گیا، اور اس قدر رومانوی ماحول کے انیب دور جانیہ تک کو رونٹک رونٹک خیال آنے لگے، سفید سرخ اور گلابی گلابوں کا ایسا حسین امتزاج شاید ہی انیب اور جانیہ نے دیکھا ہو اوپر سے کمرے میں جلتی سنہری روح سہلاتی سی روشنی ویسے ہی حواس جھجھوڑ رہی تھی۔

"اف! عاقب بھائی نے تو پورا ماحول بنوا رکھا آپیا۔ آپکی خیر نہیں۔ دھیان سے۔ آجائیں"

جانیہ نے اسکا ہاتھ پکڑے بھاری لہنگا اٹھاتے اسے وسط میں لائے معنی خیزی سے چھیڑتے کھڑا کروایا پر انیب کا دل اتنی سجاوٹ کے باوجود رونے سسکنے اور کر لانے پر اتر اہوا تھا۔

"میں اب جاؤں؟"

جانیہ نے انیب کی آنکھوں کی نمی کو شادی مرگ سی خوشی ہی گردانتے نرمی سے پوچھا کیونکہ جانیہ کی اپنی کمزوری میں تھی۔

"ہاں جاؤ تم، آرام کرو۔ میں ٹھیک ہوں"

انیب نے اسے رخسار سے ہاتھ جوڑے بے فکر کیا جس پر انیب اسے اس خوبصورت کمرے کے حوالے کرتی کمرے سے چلی گئی جبکہ اسکے جاتے ہی انیب کی آنکھوں میں اس نے جتنے آنسو دبا کر رکھے تھے سب بھاری پڑتی آنکھوں سے ٹپکنے لگے۔

اپنا آنچل نوچ کر زمین پر مارا، زیورات وحشی بنے اکھاڑے توکان کا ایر رنگ بڑی طرح گردن کی دائیں طرف کان سے نیچے کٹ چھوڑ گیا۔

"آہہ"

وہ درد پر کراہی اور جب چھو اتوانگی کی پوریں خون سے تر تھیں، اور رونا آیا تو لہنگا دو ہاتھوں میں لے کر اوپر سرکا کر اٹھاتی وہ روتی ہوئی ڈریسنگ روم جا گھسی، روتے ہوئے ہی اس نے اپنی ساری تیاری اجاڑ دی۔

"ت۔۔ تم سے نہیں ہو گا عاقب، تم صرف جان لے سکتے ہو۔ تم ایک لڑکی کی فیلنگز نہیں سمجھ سکتے" اگلے چند منٹس میں وہ دلہن سے تڑپی ہوئی سوگوار انیب بن گئی، جسکا چہرہ اذیت کی سرخی میں ڈوبا تھا، جسکے ہونٹ بنا محبت بھرا شدید لمس پائے ہی لپ سٹک مسل مسل کر اتارنے پر گلابی ہو چکے تھے، اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ اگر عاقب اپنے سوا کسی کا تشدد آج اسکے وجود پر دیکھے گا تو کس قدر وحشی ہو جائے گا، کیونکہ ملکیت کے معاملے میں وہ کسی نرمی کا قائل نہ تھا۔

وہ اپنی اجڑی آنکھوں پر اور دلبرداشتہ ہوئی، نا جانے کتنی دیر اپنے چہرے کو دھویا تب جا کر میک آپ اترا لیکن وہ یوں کر کے اور تباہی بن گئی، اگر عاقب اسے یوں دیکھتا تو از سر نو پاگل ہو جاتا۔

جو پہننے کو سادہ سا کرتی پا جامہ ملا وہی پہنے وہ واپس کمرے میں آئی، سجاوٹ سے دم گھٹا تو آنکھیں بند کر کے گہری سانسیں بھرنے لگی پر یہ مہکی ہوئی معطر فضا اسکے سانس میں بھی گھل گئی۔

وہیں عاقب نے بابا کے سو جانے تک انتظار کیا، یہ تو رجاں کی نظر پڑی کہ وہ اسے دبوج کر جاسم کے کمرے سے پرے لے گیا۔

"اوائے تجھے غیرت نہیں آرہی، کیا کر رہا ہے تو کب سے یہاں؟ انیب کے پاس کیوں نہیں گیا۔ دیکھ عاقب تیری یہ بے حسی اسکا خون سوکھا دے گی۔ چھوڑ دے ہر دوسرے معاملے کی جان۔ جا اسکے پاس۔ کب سے وہ کمرے میں اکیلی بیٹھی ہوگی، گھنٹہ تو ہو گیا ہے۔ دفع ہو، اب اگر تو مجھے پیلس میں

دندان تا نظر آیا تو تیری غلط جگہ انتقامی مکامار دوں گا، پھر منالینا ویڈنگ ٹائیٹ"

رجال کے تو تلوں تک عاقب کو کمرے سے باہر دیکھے آگ لگ گئی تبھی تو اس نے بد زبان ہونے کے اگلے پچھلے ریکارڈ بھی توڑے، جبکہ عاقب نے اسکے آخری دھمکی پر ایک سیکنے کی پھر تمنا کی پروہ فوری پہنچ سے بدک کر دور ہٹا۔

"جارہا ہوں میرے باپ بکو اس نہ کر"

عاقب نے اسے راہ سے غصے سے ہٹایا اور اپنے کمرے کا رخ کر گیا جس پر رجال کے من میں بھی کچھ خرافاتی خرافاتی سے خیال عودنے لگے۔

بہت مشکل سے اس نے اپنا موڈ انیب کی خاطر رومانوی بنایا کیونکہ کم از کم آج انیب کسی کمی یا نا انصافی کی مستحق نہ تھی لیکن کمرے میں داخل ہوتے ہی عاقب کا موڈ سخت بگھڑا، ایک تو انیب چہنچ کر چکی تھی دوسرا کمرے کی تمام بڑی لائٹس آف کیے سونے بھی لیٹ گئی، عاقب کا لگا اسکا کلیجہ اس سب کو دیکھے جھلس کر رہ گیا ہو، پورے جسم میں گردش کرتے لہو میں زہر گھل گیا ہو، اور ارمان بھرادل کسی نے کند چھری سے دو ٹکڑے کر دیا ہو۔

اسی دھواں ہوتے انداز میں دروازہ بری طرح پٹخ کر بند کیے تمام لائٹس سوئچ بورڈ کی جانب آن کیے کوٹ صوفے پر پھینکتے اپنی شرٹ کے کناروں جو پیٹ میں صفائی سے دھنسنے تھے، کھینچ کر نکالا اور دو بٹن گریبان کے نوچ کر کھولتا انیب کے سر پر پہنچا۔

کچھ لمحے تو اسکے تکلیف سے دیکھتا رہا اور پھر کروٹ کے سبب سوئی انیب کی بازو ہاتھ میں دبوچے جھٹکے سے کھینچ کر بٹھایا۔

وہ سوئی نہیں تھی تبھی اس اچانک افتادو جھٹکے پر نم آنکھیں کیے سر پر کھڑے آگ کی طرح دہکتے عاقب کو پگھلی ہوئی اکھیوں سے جگر پاش سادیکھنے لگی جو اسکی ٹھوڑی پر ہاتھ کی پکڑ جمائے زرا اس کے چہرے پر جھکا، اسکی نظروں میں چھائی شکایت انیب کا سانس گھوٹ گئی۔

"اس سب کا جواب دو گی انیب؟ کس نے حق دیا تمہیں میرے ارمانوں کو خاکستر کرنے کا۔ کس کی اجازت سے تم نے سہاگ کا جوڑا بدلا؟ کس کی اجازت سے تم نے میرا انتظار کیے بنا آرام کرنے کی ہمت بھی کی؟"

وہ اسکے ہر وحشیانہ سوال کو سن کر برداشت کیے اسکا ہاتھ ہٹا کر جکڑے فوری اٹھ کھڑی ہوئی، انیب کی آنکھیں یوں تھیں جیسے وہ بہت روئی ہو۔

"واٹ ہیپین؟ تم رور ہی تھی۔ انیب کیا مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے جو تم نے مجھے ایسی سزا دی؟" وہ جو چیڑ پھاڑ ڈالنے والا لگ رہا تھا، انیب کے چہرے کا درد برداشت نہ کرتے اسکا چہرہ ہاتھوں میں دیوانگی سے بھر گیا، انیب اسے چپ چاپ دیکھتی ہی گئی۔

"غلطی تو مجھ سے ہوئی ہے، یہ امید لگالی کہ جیسے تم سے میں نے محبت کی تم بھی ویسے ہی کرو گے۔ لیکن نہیں۔ تم نہیں کر پائے مجھ سے محبت، تم نے ہماری شادی پھیکی کر دی، ایک بار بھی مجھ سے ملنے کی

کوشش نہیں کی، اتنے شریف تو ہو نہیں تم کہ پابندیاں تمہیں روک سکتیں۔ تم نے تھپڑ کی سزا دی ہے ناں، خود مجھے اکسایا، خود ہی دل سے مجھے نکال دیا۔۔۔۔۔ ہا ہا اوہ سوری دل میں تو میں تھی ہی نہیں " عاقب کا دماغ معاف ہوا تبھی اسے سمجھ ہی نہ آئی کہ انیب کیا بول رہی ہے۔

"میں کل سے اب تک جتنا روئی ہوں ناں، اتنا تمہاری لا پرواہی نے بھی نہیں رلایا ہو گا۔ اس سے اچھا تھا ہم ملبوریں ہی رک جاتے، اور تم مجھے کبھی رخصت نہ کرو اتے۔ وہ عاقب چند دن کا ہی تھا، مار دیا ناں تم نے اسے پھر سے، میری خوشی برداشت نہیں ہوئی۔ لے لیا تم نے مجھ سے وہ عاقب۔ کچھ نہیں چاہیے مجھے اب، بات بھی نہیں کرنی مجھے تم سے "

وہ اسکے سینے پر ہاتھوں سے دبا دیتی پرے دھکیلتی گرنے کے انداز میں واپس بیٹھے چہرے پر ہاتھ پیچھے کو مڑے تکیے میں چہرہ چھپا کر سسک اٹھی جبکہ عاقب نے عجیب درد کرتی کیفیت میں کن پٹی مسلتے ویسے پاس بیٹھے اس لڑکی کی یہ خود اذیتی دیکھی۔

"انیب، میری طرف دیکھو۔ مجھے بتاؤ ہوا کیا ہے جو تمہیں ایسا لگا۔ رونا بند کرو میرے دماغ میں درد اٹھ رہا ہے تمہاری سسکیاں سن کر "

پکڑ کر اسے واپس بٹھائے اسکا چہرہ اپنی اور کرتے اسکے بال چہرے سے ہٹاتے عاقب نے اسکے آنسو پونجھے جو ہچکیاں بھرے بچوں کی طرح رو رہی تھی۔

"انیب! ڈونٹ ڈو دس۔ ی۔۔۔۔۔ یہ کیا ہوا ہے۔۔۔۔۔"

عاقب کا دھیان اسکے کان سے زرا نیچے لگے کٹ پر گیا تو اسے پکڑ کر اپنے سینے کی اور کھینچا، وہاں اب تک خون نکل رہا تھا۔

"تم نے جیولری نوچ کر اتاری ہے؟ جس جسم کو آج میں صرف محبت سے چھونا چاہتا ہوں تمہاری جرت کیسے ہوئی اسے درد دینے کی"

عاقب کا لگا اگر وہ یوں چپ رہی تو اس کا دل پھٹ جائے گا لیکن وہ اب بھی نہ بولی، عاقب نے ڈرا اپنی طرف کھینچ کر اس میں رکھے چھوٹے سے بینڈیج کو نکال کر اسکے کان کے نیچے لگاتے ہی اس تلے دیکھائی دیتی گردن پر اپنے لب رکھے، وہ مچل و سسک کر اسکی پناہوں سے دور سر کی۔

"ہے گرل! مجھ سے خود کو مت چھڑواؤ۔ تکلیف ہو رہی ہے، ٹیل می پلیز۔ تاکہ میں ان آنکھوں کی تکلیف دور کروں۔ آج تو مت رو، کیوں گناہ گار کر رہی ہو مجھے، بولو انیب میری جان نکل جائے گی"

عاقب کا آخری جملہ کرب سے برداشت کرتی وہ خزن و ملال سے اسکو دیکھنے لگی جو اسکو دونوں بازوؤں سے تھامے ضبط کے آخری لیول پر کھڑا تھا۔

"ت۔۔ تم نے مہندی نہیں لگانے دی، دیکھو کتنے خالی ہاتھ ہیں میرے۔ تم مہندی کے بعد مجھ سے ملنے بھی نہیں آئے۔ اور پھر رجاں بھائی کو بھی کہہ رہے تھے کہ تم خوشی نہیں محسوس کر رہے، میں تم سے اک بار گلے لگنا چاہتی تھی تبھی آئی تھی پر یو ہرٹ می۔ آج میرا سپیشل ڈے تمہاری وجہ سے سو گوار دن بن گیا"

انیب نے اسکے چہرے کو تکتے اک اک شکایت لگائی جبکہ انیب نے جب اپنے ویران ہاتھ دیکھائے تو عاقب نے اسکا ایک ہاتھ اپنے ہاتھ میں جکڑتے بے حد تڑپ کر چوما، جس پر انیب اسکے روح جکڑتے لمس پر زرا حوصلے میں آئی۔

"اس لیے منع کیا تھا کیونکہ مجھے تمہارے یہ گلابی ہاتھ زیادہ پسند ہیں، مہندی کی سمیل اچھی نہیں لگتی مجھے اور میں چاہتا تھا تم پوری پیاری لگو آج۔ پھر وہ مہندی تمہارے ہاتھ کی خوبصورتی اور خوشبو پر حاوی ہو جاتی، ہاں تمہارے ہاتھوں کی اپنی سی یہ خوشبو اچھی لگتی ہے۔ اور خوش تو بہت ہوں انیب لیکن بابا کی وجہ سے پتا نہیں کیوں کچھ دنوں سے دل ادا ہے۔ تبھی تو میں اتنے دن سے تم سے دور تھا، وہ تھپڑ والی ضد بھی کسی دل کے ڈر کا اثر تھی۔ میرا دل گھبرانے لگا ہے، تم ایسے ہرٹ کیسے ہو سکتی ہو۔ کیا تمہیں میری آنکھوں میں صرف لگاؤ دیکھائی دی؟ صرف وقتی طلب نظر آئی۔ کیا اگر میں پریشان ہوں تو اسکا مطلب یہ ہوا کہ تم پر فدا عاقب مر گیا؟"

اسکے آنسوؤں کو آنکھوں تلے سے انگوٹھے کی پور رب کر کے مٹائے وہ مایوسی سے بولا، کیونکہ انیب سے ایسے بچنے کی امید نہ تھی۔

پروہ بھی کیا کرتی، چند دن عاقب نے جو اپنا شدت بھرا رخ دیکھا یا وہ تو اسی میں سراپا جکڑی تھی۔
"مجھے لگا تم پچھتا رہے ہو، تم مجھ سے محبت نہیں کرتے عاقب اور یہ ڈر میرا پیچھا چاہ کر بھی نہیں چھوڑ سکتے کہ کب کس لمحے تم مجھے بے مول کر کے، بیزار آتے ہی پھینک دو"

اس لمحہ وہ انتہا کی ظالم لگی، آخر سب خود سے کیسے سوچ سکتی تھی۔

"انیب! میں محبت کرتا ہوں تم سے، صرف تم سے ہی کرتا ہوں باخدا، جھوٹ بولوں تو ابھی مر جاؤں۔ ہر وہم، ہر خوش فہمی ایک طرف۔۔۔ تم سے محبت ایک طرف میرے سکون۔۔۔ پہلی اور آخری محبت"

اسکے گال سے گال جوڑتے وہ اس روتی انیب کو اپنے حصار میں بھر کر دیوانگی کی حدوں کو چھو گیا، پھر دھیرے سے اسکے کانپتے وجود کو اپنے سینے لگاتا اور بھیپتا گیا جو صدے کی سی کیفیت میں تھی۔
انیب نے بے اختیار اسکی پچھلی طرف سے کالر کو دبو چا اور دوسرے ہاتھ میں اسکی شرٹ پشت سے جکڑ لی اور گہرے سانس کھینچنے لگی۔

"ج جھوٹ"

صدے میں ڈوبی انیب کی کانپتی سرگوشی پر عاقب نے اسے پکڑ کر روبرو کیا، اسکا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرا۔

"سچ ہے فسادن، میرا دل تمہیں دیکھ کر ہی دھڑکتا ہے اب۔ جو تم نے میرے ساتھ کیا آج کبھی نہ بتاتا تمہیں پر مجھ سے خود کو تکلیف دیتی تم برداشت نہیں ہو رہی۔ میں تمہیں بیزار ہو کر کبھی نہیں پھینکوں گا بلکہ میں اپنے دل سے لگا کر رکھوں گا۔ آئی ایم سوری میری اداسی تمہیں اتنا ہرٹ کر گئی، میری نیت ایسی نہ تھی۔ پلیز سمجھو مجھے، میں خود نہیں جانتا انیب میں اتنا افسردہ کیوں ہو گیا ہوں۔ پر سچ بتاؤں یہ

بلکل ویسی کیفیت ہے جیسے ممی کے جانے کے بعد تھی، میں ہنسنا چاہتا تھا پر نہیں ہنس پاتا تھا اور رونا تو اجیرن تھا۔ پلیز مجھے سمجھو میرے سکون۔ مجھ سے ہرٹ مت ہو"

عاقب کی نم پڑی آنکھیں انیب کی جان نکال رہی تھیں، فوراً سے واپس اسکے گلے لگی اور اس بار اس نے سکون عاقب کو دیا اپنی گرم جوش محبت سے۔

"پلیز تم ایسے نہیں کرو، میں ہوں ہی پاگل۔ پتا نہیں کیا کیا بول دیا۔ تم کہتے ہو تو میں پھر سے تمہارے لیے سجتی ہوں، میں سچ میں بہت خوفزدہ ہو گئی تھی"

انیب کا بس نہ چلا جان بھی لٹا دے جبکہ عاقب نے اسکی آفر پر تکلیف اک طرف کی اور انیب کو کمر سے جکڑ کر ساتھ لگاتے اٹھ کر کھڑا کروایا۔

وہ خفیف سا اسکی جنون خیزی پر بوکھلائی۔

"ہاں سجو میرے لیے، اور واپس دلہن بن کر آؤ لیکن اندر جو ساڑھی پینگ ہے میروں وہ پہن کر۔ میرا کوئی حق ماراناں آگے سے تو میں تمہیں دوسری سانس نہیں لینے دوں گا انیب"

اپنے آپ پر جبر باندھے وہ انیب کے سرخیوں میں گھلے مخملی خدو خال سے نظریں بچاتا اسے پکڑ کر ڈرینگ روم کی طرف دھکیل گیا، انیب نے اسکے مان جانے پر کوئی اعتراض نہ کیا اور فوراً سے جا کر واپس تیار ہوئی، اور ستم کہ پہلے والی دلہن سے یہ دلہن سودر جے حسین تھی۔

تب تک عاقب نے بے قراری سے اسکا انتظار ٹھل کر کیا۔

انیب دروازہ کھولے باہر آئی تو جیولیری سے بے نیاز ساڑھی کے لباس کے سرسری لوازمات اور ہونٹوں پر گہری سرخ لپ سٹک لگائے بال کھولے وہ عاقب کو نگلنے کو تیار ننگے پیرو ہیں تھم گئی۔۔

"جیر لری کہاں ہے؟ اور صرف لپ سٹک؟"

اسکے ہاتھ پکڑ کر باہر کھینچتے عاقب نے گہری نگاہوں سے انیب کے حیا خیز چہرے کو نہارا، عنابی شفون کی ساڑھی سے انیب کے جسم کی راعنائیوں کی منہ دیکھائی ہوئے جارہی تھی اور عاقب کے لیے لمحہ آزمائشی آن پہنچا۔

"وہ جیولیری بیچ نہیں کر رہی تھی، پھر اتارنی پڑ جاتی تھی۔ اور برائڈل میک آپ سے سکن ویسے ہی ٹائیٹ ہو رہی تھی تو میں نے فیس مو سچرا نر کر کے بس لپ ٹنٹ لگا لیا۔ دیکھو کتنا سوٹ کر رہا سنپل لک، پلیز مجھ سے مان جاو"

انیب نے رک رک کر آنکھیں بار بار جھکاتے بتایا کیونکہ عاقب کی نگاہوں کی منہ زور شدت کے آگے انیب کا دم نکل رہا تھا۔

"مان گیا"

اک نرم سی جسارت کیے انیب کے چہرے کے اضافی رنگ مٹاتے اپنے حصار میں بھرتے نزدیک کیا، انیب کی دھڑکنوں میں اس سانس سانس سنگم اور جکڑن پر ارتعاش برپا ہوا۔

"عاقب! تم اداس مت ہوا کرو۔ دیکھو زندگی آسان نہیں ہے، بہت کچھ ان ایکسپیکٹڈ ہو جاتا ہے، ہمیں کچھ ایسا مل جاتا ہے اچانک جو ہماری حسرت ہو اور کبھی بہت قیمتی سا کچھ ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے۔ مجھے پتا ہے تم بابا کو لے کر ایکسٹریوزیو ہو رہے ہو، لیکن اللہ کے فیصلوں پر تم بھروسہ کرنے والے بیٹے ہو، مجھے تم سے حوصلے کی امید ہے"

ابھی وہ انیب اور اپنے سوا کسی بارے سوچنا نہ چاہتا تھا تبھی جب انیب نے اپنے ہاتھوں کی پوروں سے اسکے چہرے کو چھوتے آنکھوں میں آنکھیں ڈالے سمجھایا تو وہ اسکی آنکھوں کو باری باری چوم کر انیب کو بھی سنجیدگی بھلا کر خماری میں مبتلا کر گیا۔

"جیسے مجھے تم مل گئی، ابھی بھی یقین نہیں آرہا کہ یہ فسادن جو مجھے ہمیشہ ٹیس کرتی تھی، مجھ سے اپنی فیلنگز چھپا چھپا کر رکھتی تھی آج میری محبت بنے، محبت کا اظہار پائے میری ملکیت کے حصار میں کھڑی ہے"

الفاظ میں جذباتیت لیے وہ لہجے کو بہاروں سا کیے انیب کے چہرے کا نقش نقش تیکنے اور ازبر کرنے میں لگا دیوانگی سے بھری نگاہوں کا محور بنا رہا تھا اور اس سے انیب کو کتنا آرام مل رہا تھا یہ بس وہی جانتی تھی۔

"تم سچ میں بہت پیار کرنے لگے ہو مجھ سے"

انیب نے اسے خوبصورت زیریں ہونٹ کو نرمی سے چھوئے اسکی کن پٹی تک انگلی لے جاتے بہکاتے پوچھا، عاقب کی مسکراہٹ میں وارفتگی شامل ہوئی اور صبر کا پیمانہ لبریز ہوا، دل چاہا اسے گھونٹ گھونٹ آخر تک پی جائے اور اپنے جسم و جان میں سرور و لذت سا اتار لے۔

"بہت زیادہ، سب بھول گیا ہوں تمہارے پاس ورنہ لگ رہا تھا کوئی بے رحم ساجذ بہ آج میرا کلیجہ کاٹ ڈالے گا اور میں تمہاری راحت سے محروم رہ جاؤں گا۔ میرے دل میں جتنی بھی میری ذاتی جگہ تھی سب تمہارے نام ہے آج سے۔ اور تم نے تھپڑ کی جو بات کی، جان بھی لے سکتی ہو۔ تھپڑ کیا چیز ہے۔ میں تھوڑا عجیب ہوں، تم جانتی ہو سر نہیں جھکا سکتا، شاید یہ میرے خون میں ہی نہیں ممی پر چلا گیا، وہ مرگئیں پر سر نہیں جھکایا لیکن آئی تھنک جس سے محبت ہو جائے اس کے لیے جھک جانا چاہیے، اگر ممی ایسا تھوڑا سا حوصلہ کر لیتیں تو آج وہ میرے پاس ہوتیں۔ سنو! میں تمہارے سامنے آنکھیں، سر سب جھکا سکتا ہوں، تم جانتی ہو تم نے مجھے ہیل کیا ہے، اب تک میں زندگی گزار رہا تھا بٹ اس دن سے جب سے جانا ہوں تمہاری محبت ہوں، میں ہر پل بھر پور جیا۔ مجھ سے ڈھنگ کا اظہار نہیں ہو پا رہا لیکن تم میری زندگی کی بہت بڑی خوشی ہو، بہت بڑی"

عاقب کی آواز میں نمی تھی تو اسکی خوبصورت آنکھیں محبت برسا رہی تھیں، اسکا چھونا نشاط پرور، انیب سے تو خوشی کے مارے سانس لینا دو بھر ہوئے جارہا تھا۔

"اور یہ چہرہ، میری فسادن کا۔ مجھے روتے میں مسکراہٹ دے سکتا ہے۔ آج سے تم مالک ہو مجھ پر، پیار کرنے میں کمی مت کرنا۔ میں کہہ نہ بھی پایا لیکن مجھے تمہاری، تمہارے جسم کی اس خوشبو اور ان آنکھوں کے سائے کی بے پناہ ضرورت ہر لمحہ ہوگی۔ میں نے تمہاری قدر سیکھ لی انیب، تم بہت ضروری ہو۔ بہت کچھ کہنا تھا، سوچا تھا جب رخصت ہو کر میری تحویل میں آو گی تو پہلا سر پر انز یہی دوں گا کہ محبت ہو گئی تم سے وہ بھی ایسی جو کسی سے نہ ہوئی۔ اس پوری انیب سے، جو کانچ جیسی نازک، لیکن پہاڑ جیسی بہادر بھی ہے۔ آئی لو ویو سوچ"

وہ پیار سے اسکے رخساروں کو چومے انیب کی جان لے رہا تھا، اگر عاقب کو اس نے دونوں ہاتھوں سے پکڑ نہ رکھا ہوتا تو اس سر پر انز کو برداشت نہ کر پاتی۔

"اسی امید کو لے کر میں تمہارے پاس آئی تھی کہ تم کچھ ایسا ضرور کہو گے جو میری جان پر بتا بتا روح کی شفاء بنے گا، میرے دل نے بتا دیا تمہیں۔ اب مجھے تم سے ایک لمحہ بھی دور نہیں رہنا عاقب"

وہ یوں تڑپ کر بولی جیسے عاقب میں ڈھیروں ہمت تھی اس لڑکی سے دور رہنے کی۔

"تو دور رہنے کون دے گا تمہیں؟"

انیب کے چہرے کی سرخ و سفید ملائم سی جالائن پر عاقب نے چہرہ لگاتے اسکی روح میں مسروریت اتاری، پھر اسکی گردن کے اطراف مضبوط ہاتھوں کو جماتے انیب کو اپنے حرارت میں ڈوبے نرم لمس سے یہ احساس دلایا کہ وہ اسکو بس اتنا سا چھو کر ہی بہت قریب کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔

"میں پاگل ہوں تمہارے لیے، اور تم نے یوں میرے اک بار کہنے پر یہ ساڑھی پہن کر ہونٹوں کو عنابی رنگ کر مجھے کسی قابل نہیں چھوڑا۔ ہر فکر جائے اب بھاڑ میں، اب کوئی پل پل مرے گا اور کوئی پل پل جیے گا۔ بہت بہادر ہے ناں میری فسادن، صبح خیریت پوچھوں گا تمہاری اگر تم بچ گئی"

اسکی بے باک معنی خیز گال سے لگ کر کی سرگوشی پر انیب کی پرسکون پلکیں حرکت کیں، جسے جیسے عاقب موہان کے ہاتھوں کی انگلیاں انیب کے چہرے سے بالوں کو ہٹاتے اسکی جلد سے مس ہوتے زیرک دنیاؤں کا سفر عبور کر رہی تھیں، وہ اسکے حصار میں بے جان پڑ رہی تھی۔

"ہاہا تم تو یہیں گئی، اچھا ہے تمہاری مزاحمت مجھے خفا ہی کرتی۔ اوہ میری فسادن! پگھل کر ختم نہ ہو جاتا۔ آخری سانس تک تمہیں میرے لیے باقی رہنا ہے"

اس شخص کے چوڑے کسرتی وجود میں اپنا نازک وجود چھپائے وہ اس میں جذب ہونے کی کوشش میں کانپتی ہوئی اپنا ڈر دبا رہی تھی۔

عاقب نے گردن جھکا کر انیب کے چہرہ اٹھا کر رحم طلب ہو کر دیکھنے پر اسکے ماتھے پر لب رکھے حوصلہ دیا، جبکہ عاقب جیسے شدت پسند سے آج وہ نرم نرم لمس پا کر سنبھل جاتی، وہ اسے پیار کرنا چاہتا تھا، جان نہیں لے سکتا تھا کیونکہ پھر خود کیسے جی پاتا۔

آخری ہوش کے لمحے وہ تھے جب دونوں نے ایک دوسرے کی آنکھوں میں محبوبیت سے دیکھا اور
ایک دوسرے کے وجود سے اٹھتی آسودگی و رضا کو اپنے اندر اترتے محسوس کیا، اور اس سبب دونوں
کے دل کی دھڑکنیں بے حد بڑھ گئیں کہ بیچ کی راز سی بات کو بھی خطرناک حد تک بڑھا کر رکھ گئیں۔

.._____..

عاقب کو دھکے دے کر اسکی انیب کے پاس بھیجوائے خود رجاں، دل میں اچانک سے نمودار لیتی خواہشوں کے بہکاوے اور شدت کے سبب لیپ ٹاپ سٹڈی سے اٹھاتا سیدھا جانیہ والے اپنے کمرے کی طرف بڑھا اور آج اسکے لیے دروازہ کھلا تھا، رگ و پے میں اس اہمیت پر سرشاری اتر آئی۔

جانیہ ڈریسنگ کے سامنے پلٹ کر کھڑی اپنے لہنگے کی شرٹ کی ڈوریاں کھولنے میں پریشان الجھ رہی تھی کیونکہ اس سے آخری گرہ کھلنی دو بھر تھی، جب آہٹ پر پلٹی تو رجاں اور اسکے ہاتھ میں لیپ ٹاپ دیکھے معصوم سی حیرانگی اور تھوڑی سی گھبراہٹ سمیت اسکو تکتے ہوئے اسکے روبرو پلٹ کر کھڑی ہوئی۔

رجاں نے دروازہ بند کیے لاک کیا اور آگے بڑھا، لیپ ٹاپ بیڈ پر آرام سے اچھالتے بے تکلفی سے جب جانیہ تک آیا تو وہ حواس باختہ سی اسکے وجہہ سے اثر سے فطری خوف میں ڈوبی ڈریسنگ سے جا لگی، براؤن شلوار سوٹ جو اسکے خوبصورت دراز منٹین فگر پر سوٹ کر رہا تھا، وہ لگ ہی اتنا پیارا رہا تھا کہ جانیہ کی سٹی گم ہوئی۔

"میں نے ڈرا دیا؟ پلٹو۔ مدد کروں"

پہلا سوال اسکی گال ہاتھ سے چھو کر کیا تو وہ ہوش میں آتے ہی سر ہلاتی پلٹی، اپنے کرل کیے بال اٹھا کر آگے کیے جبکہ رجال کی نظر اسکے خوبصورت بیک گلے پر بے ادبی سے سر کی لیکن جلد ہی وہ اپنی نظروں کے زاویے بدلتا شرافت سے وہ ڈوریاں کھولے اس منظر سے نگاہ چرائے جانیہ کو پکڑ کر اپنے روبرو لایا۔

"آج ہم اچھی سی مووی دیکھیں؟ رومنٹک، کامیڈی یا ایکشن۔ چوائز تمہاری"

رجال نے نرمی سے اسکے خوبصورت نقوش کو محور نگاہ بنائے سوال کیا تو جانیہ فوراً جبرامسکائی۔

"کامیڈی"

جلدی سے جانیہ بولی، رجال نے اسکی بوکھلاہٹ پر مسکراہٹ حلق میں دبائی، شاید وہ اسکے ساتھ کچھ رومنٹک دیکھنے سے کترار ہی تھی، اپنے دل کی دھڑکنوں کا سنگم رجال سے جوڑنے کی خطا اسکا دل آج ہی تو کر چکا تھا۔

"جاو چینج کر لو پھر، کچھ لائیٹ سا پہن لو"

وہ آج بھی تعریف کی امید لیے تھی پر اس وقت جانیہ کا یہ حال تھا کہ تعریف نہ ملنے پر شکر کرتی فوراً بھاگ گئی جبکہ رجال نے گال کا زخم بھلے پورا دن چھپا رکھا تھا پر گردن کا نہیں، ویسے بھی وہ کالر کے پیچھے چھپا تھا۔

وہ اسکے لیے خوبصورت تحفہ تھا۔

رجال نے اسکے آنے تک میٹرس کے چاروں تکیے دو دو کیے کھڑے کر کے سیٹ کیے، اے سی بہت ہی ہلکا کیا اور بلینکٹ کو اچھے سے کھول لیا، اور خود لیپ ٹاپ اٹھا کر اندر گھس کر نیم دراز ہوئے بیٹھا۔

جانیہ نے باسل کلر کا ایک سانائیٹ کے لیے کرتی ٹراؤز پہنا اور تازہ دم ہوتی باہر آئی اور مسکرا کر دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا، رجال نے اسکے لیے اسکی جگہ سے بلنکٹ ہٹایا تو وہ اسکے پاس ہی اوپر آ کر چڑھے بیٹھی، اسکی نظر رجال کی گردن پر تھی جو رجال نے بھی محسوس کیا۔

"یہ کول لگ رہا ہے"

جانیہ کے شرارت پر اترنے پر رجال ہنسا۔

"اس سے اچھا خاصا رعب جھاڑا، عاقب کو یقین ہی نہیں آ رہا تھا"

رجال نے اسکے ساتھ ہی بیٹھے لیپ ٹاپ آن کیے سیلکٹ مووی آن کر لی جبکہ کیرمیل پاپ کارن کا بڑا سے باول بھی لاچکا تھا جسکی ایک منٹ میں ہی جانیہ نے پہاڑی بٹھادی تھی کھا کر، شاید اسے بہت پسند تھے۔

"جانیہ، تم اپنی زندگی میں کیا کرنا چاہتی ہو؟ پڑھنا ہے؟ جاب کرنی ہے یا بزنس۔ میں پوری کوشش کروں گا تمہارا ہر خواب پورا کرنے کی"

لیپ ٹاپ کی سکرین گرائے وہ یکدم سنجیدگی سے جانیہ کی طرف ہوئے بیٹھا جو حیران سی رجال کو دیکھ رہی تھی۔

"میں وہاں وہاں تمہارے ساتھ جانا چاہتی ہوں جہاں تم جاؤ، مجھے نہ پڑھنا ہے مزید، نہ کچھ بننا ہے۔ ویسے میں اچھی ٹیچر تھی پر وہ جاب دل بہلانے اور خالا کے بعد سے خود کو سٹر ونگ رکھنے کے لیے کرتی تھی۔ لیکن اب مجھے تم سے کچھ دیر بات کر کے ہی بہت سی ہمت مل جایا کرے گی۔ مجھے یہ زندگی ہی چاہیے، ایک گھر کا آرام اور تم جیسے دوست کا خوبصورت ساتھ"

جانیہ نے بنا سوچے جو چاہا رجا کی آنکھیں تکتے کہہ دیا، جبکہ رجا کچھ دیر تو بول ہی نہ سکا اور پھر جانیہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر ہاتھ فولڈ کرتے دبا یا، شاید وہ جانیہ کے یوں انحصار کرنے پر ایمو شنل ہو گیا تھا۔

"ہمارے بیچ جو بھی باتیں ہوں، تم نے جو مجھ سے شنیر کیا اور جو میں نے تم سے وہ ہمارے بیچ کا راز رہیں گی۔ میں اصل موسکو کے جلا کی جگہ سنبھالنے والا ہوں، تم اس میں بھی ساتھ دو گی میرا؟"

رجا نے ہچکچاتے اور ڈرتے پوچھا کیونکہ اسے لگا شاید اس پر جانیہ خوف کھا جائے لیکن جانیہ کی مسکراہٹ میں شامل ہو تا رشک، رجا کو الگ ہی درجے کا ہونق کر گیا۔

"یہ تو بہت تھرلنگ ہو گا، میں ساتھ ہوں تمہارے۔ یعنی آپکے، میں اکیلے میں بھی یو نہی پکار لوں؟"

جانیہ کا شوخ سا پوچھنا رجا کو معصوم لگا اور اسکی وہ نظریں ملانے اور چرانے کی ادائیں۔

"جیسا تم چاہو"

رجال نے نظریں بچاتے واپس سکرین اوپر کو سرکاتے مووی آن کی، جبکہ دونوں ہی بلینکٹ میں گھسے تھے اور رجال نے ٹانگوں پر لیپ ٹاپ رکھے زر اساجانیہ کی جانب کیا تاکہ اسے بھی ٹھیک سے دیکھائی دے۔

دونوں نے پارپ کارن کھاتے مزے سے مووی دیکھنی شروع کی، جانیہ کو فنی دیکھنی تھی تبھی رجال نے وہی لگائی، لیکن وہ فنی رومنٹک تھی اور پھر اچانک ہیر و ہیر وئین کے بیچ کچھ بے حد بے باک سینز سامنے آئے تو جانیہ کا دم سا گھٹا۔
"تھوڑا سا آگے کر دیں"

جانیہ نے کچھ رومانوی مناظر کو نہ دیکھنا ہی مناسب سمجھتے رجال کے کان کے پاس ہی سکرین سے نظر ہٹائے سرگوشی کی جس پر وہ مسکرا کر آگے کر گیا۔
"ہم بھی ایسا کریں گے"

رجال نے دوبارہ سے مووی انجوائے کرتی جانیہ کی طرف دیکھے کہا تو وہ آگے سے اسکی بات ہوا میں اڑائے اذیت سے ہنس دی۔

"ہم خوبصورت محبت کریں گے، یہ تو بس دکھاوا ہے۔ رجال!"

اپنا جواب پر اعتمادی سے دیے وہ یکدم ہی اسے پکاری تو رجال نے مووی پاز کر کے گردن گماتے جانیہ کو دیکھا۔

"کبھی میرا ساتھ بوجھ لگا، یا آپ مجھ سے بیزاریا تنگ آگئے تو مجھے فوری بتا دیجئے گا۔ ایون کوئی لڑکی پسند آئی پھر بھی، آئی سوئیر میں آپکی اس سے خود میرج کرواوں گی۔ اف کیے بنا"

رجال نے اسکی بات تحمل سے سنی، اسکی بے چینی کا چپکے سے صدقہ اتارا۔

"اور مجھے آپکا ریلیجن بھی سیکھنا ہے، کسی اور سے نہیں آپ سے۔ آئی نو کہ میں تب دل سے راضی نہ تھی لیکن میں اپنے دل کو قائل کر لوں گی۔ پرامس کریں"

جانیہ نے اسے خاموش پائے پھر سے اسے مخاطب کیا۔

"اور آپ مجھ سے ہمیشہ سب کہیں گے، کچھ نہیں چھپائیں گے"

اسے رجال کی خاموشی چھبی تو مزید بولی اور اس بار اپنا ہاتھ اسکے گال سے لگا بیٹھی، اسکا نرم سا لمس بے حد قوی تھا کہ رجال کو لگا دماغ سدھ بدھ کھونہ دے۔

"مجھے اب کوئی لڑکی نہیں چاہیے، نہ مجھے کسی کو پسند کرنا ہے۔ میں اپنی اس دوست کے ساتھ بہت خوش رہوں گا۔ رہی بات مذہب کی تو مجھے خود سیکھنے کی ضرورت، تم اس کے لیے دادو اور ماما سے بہت کچھ جان سکتی ہو۔ اور اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہم دو ایک سے آدھے ادھورے بس ایک دوسرے سے ہی پورے ہوں گے"

اسکے گال کو تھپکا کر رجال نے اس میں راحتیں سی اتار ڈالیں۔

"یعنی آپ ہمیشہ میرے رہیں گے؟"

جانیہ کا یہ خوبصورت بدلتا لہجہ مقابل کے جذبات کو آنچ دے رہا تھا۔

"جانیہ! میں تمہارا ہی ہوں اب، پورا۔ ہم یہ بات دوبارہ نہیں کریں گے۔ نہ تم خود کو کمتر فیل کرو گی۔ ماضی کو بھول جاؤ، بس اس وقت کو یاد رکھو جو ہم ایک دوسرے کا بہت پر سکون بنا چکے ہیں۔ اوکے؟"

اسکی گالوں کو ہاتھوں کے حصار میں لیے اس بار بنا کہے اسکی جبین چومتے اسے بے حد خوشی سے ہمکنار کر ڈالا۔

"میں آپکی ہر تکلیف مٹا دوں گی رجا"

جانیہ نے اسکے چہرے سے لگے ہاتھوں پر ہاتھ جماتے بے حد محبت سے یقین دلایا۔

"مجھے یقین ہے اس بات کا، اب مووی دیکھیں۔۔۔؟"

رجا نے اسکی گالوں کو سہلاتے محبت سے ہی جواب دیا۔

"آپ اپنی بازو میرے اطراف بینڈ کر کے مجھے اپنے قریب بٹھالیں پلیز"

جانیہ کے سادگی سے کہنے پر رجا ہنسا اور جانیہ کا تکیہ بھی اٹھا کر اپنی کمر کے پیچھے سیٹ کیے زرا فاصلے پر

بیٹھی جانیہ کو بازو پھیلا کر اپنے قریب کیے بازو لپیٹا اور مووی واپس چلائی جبکہ اب جانیہ اسکے ساتھ لگی

خوشی سے مووی دیکھنے کے ساتھ پارپ کارن کھانے لگی، پھر یو نہی خیال آیا تو ہاتھ اٹھا کر رجا کے

ہونٹوں تک لے گئی۔

رجال نے اسکے ہاتھ سے پارپ کارن لیا تو اسے ہونٹوں سے جانیہ کی پوری مس ہو کر جانیہ کے گال متمتا گیا۔

فوراسے ہاتھ نیچے کرتی وہ بلش کیے واپس مووی دیکھنے لگی۔

مزاخیہ فقروں پر وہ کھل کر ہنستی، کبھی مسکراتی کبھی کسی جملے کی گہرائی محسوس کیے اداس ہو جاتی، رجال نے اس ایک لڑکی کے چہرے پر ان دو گھنٹوں میں ہزاروں رنگوں کا میلادریافت کیا اور اینڈ دیکھنے سے پہلے ہی وہ اسکے حصار میں بیٹھی بیٹھی سو گئی، ہاتھ میں موجود پارپ کارن اسکی ہتھیلی کے بند ہونے سے پگھل کر ہتھیلی میں چمٹ گئے۔

رجال نے خود بھی اینڈ نہ دیکھتے لیپ ٹاپ اپنے اوپر سے اٹھا کر سائیڈ کیا اور پکڑ کر جانیہ کو ویسے ہی تکیے کو سیدھا کیے اٹھا کر ٹھیک سے لٹایا۔

پھر جب اسکا ہاتھ کھولا تو مسکراہٹ فطری اس لڑکی کی معصومیت پر ہونٹوں پر کھل گئی۔

اسکے ہاتھ سے چمٹے کیریمیل پارپ کارن اتار کر باول میں رکھے اسے سائیڈ ٹیبل پر رکھا تو واپس ہوتے ہوئے نظر جانیہ کے چہرے پر جاٹکی۔

آج غور کیا تو اسے روپا جیسی نہ لگی، بلکہ حیرت کا جھٹکاتب لگا جب اسے جانیہ اپنے جیسی لگی شاید یہ رجال چغتائی کے سرپر حاوی ہوتا اس نکاح کا اثر تھا۔

"سنا تھا شادی کے بعد لوگوں کی شکلیں ملنے لگتی ہیں پر ہماری تو پر اپری شادی بھی نہیں ہوئی۔ اور مجھے تم اپنے جیسی لگنے لگی ہو، شاید ہماری تکلیفیں ایک جیسی ہیں تبھی سب کچھ ایک سا لگنے لگا ہے۔ تمہارے ساتھ باتیں کرنا بہت الگ خوشی دے رہا ہے، چند دن کا ساتھ پوری عمر پر بھاری کیسے پڑ سکتا ہے آخر۔ ہمیں جوڑنے والی نہ محبت ہوگی نہ عشق، ہمیں ہمارا درد جوڑے گا۔ تم نے کہا تم میری تکلیف دور کرو گی، میں بھی تمہاری ہر تکلیف مٹاؤں گا"

وہ رک کر اسے دیکھنے لگا، حالانکہ بہت فاصلہ تھا پر رجال نے اپنا ہاتھ اسکی بے داغ گال سے جوڑے رابطہ سا جوڑا، دھیرے سے ہتھیلی کو حرکت دی، وہ بلاشبہ بہت خوبصورت تھی روپا سے کہیں درجے لیکن رجال کو وہ اب الگ لگ رہی تھی۔

شاید یہ اللہ کی طرف سے اسکے دل کا تھوڑا سا اطمینان تھا۔

"میں تمہیں نہیں دیکھتا، میری نظر سیدھی تمہارے دل پر چلی جاتی ہے۔ جو حسرتوں اور خواہشوں کا مسکن ہے۔ پتا نہیں میں ان کو پورا کر سکوں گا یا نہیں پر کوشش کروں گا، تعریف کرنی کچھ خاص نہیں آتی، پر تم آج کچھ زیادہ اپنی لگی۔ وہ میچنگ، میں تو اک لمحہ تھم گیا، کہ اف یہ اتنی پیاری سی لڑکی کیا واقعی میری بیوی ہے، واقعی مجھ گدے کو تم سی پری مل گئی کافی حیران کن ہے۔ ہا ہا بیوقوف رجال، یہ تعریف اسکے جاگتے کرتاناں، اب کیا اسکا بھوت بتائے گا اسے کہ مجھے وہ اچھی لگ رہی ہے۔ سو جا اسے بھی تنگ مت کریوں تاڑ کر"

رجال کو لگا اسے جانیہ کی گال کو چھو کر اسکی حرارت و نرمی محسوس کرنا نہایت پر لطف لگ رہا ہے کہ نیند بھی اتنی تھکن اتارنے کی دوا نہیں جتنا یہ عمل۔

وہ پھر بھی خود کو باز رکھے اپنے تکیے پر سر گرائے لیٹ گیا، کمرے میں پہلے ہی نیلی اور سنہری دو مدھم روشنیاں جلوہ گر تھیں۔

رجال نے تکیے پر سر تو رکھ لیا پر دل اڈا اڈ کر چاہتا تھا بس جانیہ کو دیکھتا رہے۔

"کیا میں اسکے چہرے سے ہاتھ لگائے نہیں سو سکتا؟ یا یہ اتنی اچھی فیلنگز کیوں دے رہا ہے۔ نہیں ہاتھ پکڑ لیتا ہوں۔ ہاتھ اتنا آکورڈ نہیں لگے گا"

رجال سے رہا نہ گیا تو اسکے ہاتھ کو نرمی سے اپنے ہاتھ میں جکڑے زرا سا اسکی طرف رخ کر گیا۔

"پیار بھی کر لیتا ہوں، میری اپنی بیوی ہے"

رجال نے جب ہمت کرتے اسکا ہاتھ پکڑے اسکی ہتھیلی چومی تو اسکی زبان تک کیر میل کا شیریں سیلا زائقہ اتر ا۔

ساتھ ہی وہ ہنس پڑا۔

"آئی نو تم جاگ رہی ہوتی تو میری ان ترسی حرکتوں پر یونہی ہنستی، یہ بچگانہ سہی یہ خوبصورت ہے۔ چل

رجال اب سو جا، ابھی یہ اس سے زیادہ ایو لیبل نہیں"

خود کو سلانے کے جتن جانے کتنی دیر تک اسے کرنے پڑتے لیکن جانیہ کی بازو میں بازو الجھا کر ہاتھ تھامے کروٹ پر لیٹے رجاں نے آنکھیں ضرور بند کر کے خود کو پرسکون سی کیفیت کے حوالے کر دیا۔

.._____..

"تم نے معاف کر کے گلے کیوں نہیں لگایا ز میل جلال خان کو"

سب سوچکے تھے، لیکن داریہ کو جب داران نے آنکھ کھلنے پر پاس نہ دیکھا تو اسے ڈھونڈتا چھت پر آیا، وہ باریک سے چادر اپنے اطراف لپیٹے تا حد نگاہ پھیلی رات سے ہمکلام تھی۔

داران نے اپنی دونوں بازو کھول کر پھیلاتے اسکو اپنے سینے کی جانب گھسیٹ کر اسکے دونوں بندھے ہاتھ کھولے اک اک ہاتھ میں لے کر دبانے کے بیچ اسکے کان سے لب نزدیک سر کائے پوچھا۔

"لگانا چاہتی تھی پروہ بہت ایڈیوڈ مین ہیں"

غم سا آواز میں بکھرا تھا، داران وہیں چہرہ ٹکائے سیدھ میں خود بھی پھیلی رات تیکنے لگا اور اس بیچ داریہ کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں بھر کر دباتا رہا جس سے داریہ کا اداس دل بحال ہوا، دماغی ٹنشن کم ہونی شروع ہو گئی۔

"ایڈیوڈ تو ماشاء اللہ تمہارے سوا سب میں کوٹ کوٹ کر ہے، ایاد میں، ز میل جلال خان میں۔ اور

تمہاری ممی کو مل بھی ایسی ہی تھیں۔ تو ایک بات بتاؤ تم کس دنیا سے آئی تھی"

وہ جو کھوئی ہوئی تھی داران کے پیار سے گال چھونے پر مسکرائی اور زرا سا سر گمائے داران کو دیکھنے لگی۔

"کیا مجھ میں انا نہیں ہے؟"
وہ متجسس تھی۔

"میرے معاملے میں تو تم ٹوٹی شاخ سی تھی، جسے پتا ہی نہیں انا ہوتی کیا ہے۔ جسے ہوا کے دوش پر وہاں وہاں لہرانا ہوتا ہے جہاں اسکی قسمت طے کرے۔ یہاں سامنے آوزرا"

داران نے اسے پکڑ کر اپنے حصار میں ہی روبرو لایا، ٹھنڈی ٹھنڈی آدھی رات کی ہوانے دونوں کے بالوں کو بے ترتیب و بکھیر کر اور خوبصورت کر دیا۔

اس سے پہلے دار یہ بالوں کو چہرے پر آنے پر بے چین ہو کر ہٹاتی، داران نے خود اسکے بالوں کو نرم پوروں سے سمیٹ کر اسکا چہرہ الجھنوں سے آزاد کرتے بے تابی سے اسکی جبین چوم لی، اور اتنی شدید محبت سے کہ دار یہ کو آنکھیں بند کیے وہ لمس محسوس کرنا پڑا۔

"مجھے لگا وہ خود پکڑ کر گلے لگالیں گے، میں انتظار ہی کرتی رہی۔ روٹھی میں ہوں تو میں کیسے گلے لگ سکتی ہوں۔ جب انہوں نے اپنی کھلی باہیں میری سرد مہری پر واپس سمیٹی، مجھے بہت تکلیف ہوئی۔ میں اس لمحے کو بھول نہیں پارہی"

اس سنہری آنکھوں میں درد ہلکور اٹھا، تو داران نے اسکی نم آنکھوں کو باری باری چوما، وہ داریہ کو زبردستی اس معاملے میں اکسانا نہیں چاہتا تھا۔

یہ باپ اور بیٹی کا بہت ذاتی معاملہ تھا۔

"جب تم سے عشق ہونے کے بعد میں نے تمہارے بارے سب معلومات نکلوائیں اور جب مجھے پہلی بار پتا چلا تھا کہ زمیل جلال خان نے تمہیں ایک کوٹھے پر بیچا میں گن لے کر اسے مارنے نکلا تھا، اسکے ٹھکانے کے باہر جا کر رک گیا۔ پھر کسی قوت نے مجھے واپس دھکیلا۔ جیسے اس کوٹھے میں تمہیں اذیت دینے والوں کا حال ہوا، زمیل کا بھی ایسا ہی ہوتا پر اسے رعایت صرف باپ ہونے کی ملی۔ پھر میں نے فیصلہ لیا کہ نہیں، تم میری محبت بعد میں بنی ہو، اسکی بیٹی پہلے ہو۔ میں پلٹ گیا، صرف اس لیے کہ مجھے برے لوگوں میں برائی کے ساتھ موجود اچھائی بھی دیکھائی دینے لگتی تھی۔۔۔ میں جانتا ہوں تم نے بہت سہا لیکن ایک بات یاد رکھنا غلط اس دنیا میں مکمل کوئی بھی نہیں ہے، انسان کی غلطی چھوٹی بڑی ہو سکتی ہے، جو ہمارے لیے بظاہر فرعون ہو وہ کسی کے لیے مہربان اور انصاف پسند بھی کسی نہ کسی کہانی میں ضرور ہوتا ہے۔ تو سب سے پہلے سامنے والے انسان میں انسانیت پر کھو، اچھائی یا برائی نہیں"

نرم، پر اثر اور بے حد مہربان الفاظ میں داران نے اسکے دل کا سارا کرب سمیٹا، اسے بے حد ہمت بخشی، اسے موو آن کرنے کی طاقت دی۔

"وہ اچھے باپ نہ ہوں، اچھے شوہر نہ ہوں، وہ اچھے محبوب اور دوست ضرور ہیں۔ شاید اسی لیے میں پگھل رہی ہوں۔ مئی سے انکی محبت ہر کھوٹ سے پاک تھی، یہ ماموں بھی جانتے اور مانتے ہیں۔ لالہ بھی اور میں بھی کیونکہ کومل کے سوا انکی زندگی میں کوئی دوسری عورت تو دور کسی دوسری کا سایہ بھی نہیں پڑا، وفاداری میں سبقت لے گئے وہ بے رحم انسان۔ بس مئی کو بعد میں بہت ستایا انہوں نے، اور ہمارے ساتھ کیا کیا۔۔۔۔۔ خیر میں انکو ہگ کروں گی کل خود ہی"

دارِ یہ کے غم سے بھرتے لہجے پر داران اسکی ہمت نہ سراہتا تو وہ کیسے سنبھلتی تھی اپنے سینے میں بسا کر بھینچ لیا، یہ گرفت ہی اسے سنبھال سکتی تھی۔

"بہت اچھا سوچا، تم ایک بہادر اور مضبوط لڑکی ہو دارِ یہ۔ جس نے ہر مشکل کا ہمت سے مقابلہ کیا۔ اور میں سمجھتا ہوں باہمت لوگوں کے امتحان کڑھے ہونا بھی انعام ہوتا ہے۔ تاکہ وہ اور مضبوط ہوں۔ تم جو کمزور پڑ رہی ہو، دیکھنا بہت جلد تمہیں الگ سی قوت مسیر آئے گی۔ تم مجھ سے بھی سو درجے بہادر ہو جاؤ گی۔ ویسے بھی ایک زندگی کو جنم دینے والی عورت کبھی کمزور ہو ہی نہیں سکتی"

دارِ یہ کے آنسو تھم گئے، اسے ماہیر شاہ کی اسی تھراپی کی ہی تو ضرورت تھی۔

"ماہیر شاہ کی دارِ یہ پر کمزور ہونا چٹا بھی نہیں، میرے پاس تم جسادرماں ہے، تو درد اپنی موت خود ہی مر جاتے ہیں"

وہ مضبوط ہوئی تو داران کو مسرت محسوس ہوئی۔

پھر سے اسکی جبین چومتے اپنے ساتھ ہی لگاتے وہ دونوں ہی سامنے پھیلی خوبصورتی تکتے لگے کیونکہ نیند سے زیادہ کبھی کبھی خاموشی سے اک دوسرے کو محسوس کرنا زیادہ ہیلتنگ ہوا کرتا ہے۔

.._____..

"سو جانا اب، جن چڑئیلیں بھی سو گئیں یار۔ کیا سوچ رہا ہے؟"

شمن سوچکی تھی تبھی جہانگیر نے جب دو بجنے کے باوجود ز میل کو لان میں خاموش سا بیٹھے دیکھا تو واپس نیچے چلے آئے، ساتھ ہی آرام دہ کاوچ پر بیٹھے بازو ز میل کے پیچھے کی جانب صوفے کے اوپروی کنارے پر پھیلائی۔

"ایک ساتھ محبوب شوہر اور اچھا باپ ہونا کیا سب مردوں کے لیے ناممکن ہوتا ہے؟"
ز میل کے سوال پر مقابل چہرے کی رنگت بدلی پھر اک بھٹکی سی مسکراہٹ چلی آئی۔
"شاید ہاں، یا تو مرد اچھا محبوب شوہر ہوتا ہے

یا بہترین باپ۔ پر تجھے کیا سوچھی تو صرف باپ ہے اور کوشش کر اب اچھا باپ بن کر دیکھا"
یار کی الجھن فوری مٹاتے ہلکے پھلکے انداز میں جواب دیا۔

"میں تجھے اچھا باپ اور محبوب دونوں اگر بن کر دیکھا دوں جہانگیر؟"

یکدم ہی ز میل کی آنکھوں کی شوخ چمک پر جہانگیر کچھ دیر فقط ز میل کے چہرے کو ہر اسماں ہو کر دیکھتے رہے پھر جھٹکے سے سر ہلائے اٹھے اور اسے بھی بازو سے گھسیٹتے اٹھایا۔

"کیسی پٹھی باتیں اور سوال کر رہا ہے وہ بھی آدھی رات، چل اٹھ تجھے تیرے کمرے میں پہنچا کے ہی میں اب اپنے روم میں جاؤں گا۔ یہاں بیٹھا ہے، کوئی جن چمڑ جائے گا"

جہانگیر نے گھبراہٹ پر قابو پائے زمیل کو زبردستی پیلس کی اندر کی طرف روانہ کرتے خود بھی اسکے قدموں کا تعاقب کیا۔

"تو دیکھنا میں اپنے بچوں کی اچھی یاد بنوں گا، یار میں بور ہو رہا ہوں۔ مجھ سے سویا نہیں جائے گا، مجھے کوئی اچھی سی خبر سنا دے۔ آج شمن کو چھوڑ دے، آج میرے پاس بیٹھ جا"

زمیل کو کمرے میں پہنچائے جہانگیر جانے لگے تو زمیل نے یوں انھیں روکا جیسے کوئی اندر ہی اندر اکیلا پڑنے کے خوف سے مر رہا ہو۔

"تو مجھے خوفزدہ کرنا بند کرے گا یا نہیں، زمیل تو میری جان ہے یار۔ تیری ایسی بے بس حالت مجھ سے برداشت نہیں ہوتی۔ بیٹھ تجھے اچھی خبر سناتا ہوں اور ایک رات تو کیا میری ساری زندگی تیری ہی ہے۔ تو میرا اکلوتا اور پیارا یار ہے۔ شمن امید سے ہے"

زمیل کی ساری تکلیف لھاتی ہوئی، دفعتاً وہ ہنس پڑا اپنے ازلی خرافاتی انداز میں تو سوکھے پتے کی مانند پھٹ پھٹاتا جہانگیر کا دل بھی سیدھی ڈگر پر آیا۔

"واہ رے تر سے عاشق مار ہی لیا معرکہ، گاڑ دیے جھنڈے۔ بس سن لے، آرہا ہے تیرا وارث پھر۔ تیرا دوست بھی بنے گا وہ"

مسکراتے ہوئے زمیل نے جب جہانگیر کی گال تھپکی تو انکی آنکھوں میں اچانک سے مردگی کے جذبات چھا گئے۔

"میرا دوست صرف تو ہے، اگر ایک بار ایسا بولا تو چلا جاؤں گا"

جہانگیر سے ایسا سوچنا بھی ممکن نہ تھا، زمیل نے اسے روکا اور اپنا سر جہانگیر کے کندھے پر ٹکا دیا۔
جہانگیر نے اسکا مضبوط ہاتھ اپنے ہاتھ میں جکڑا۔

"میری داریہ نے آج مجھے پہلی بار مہربانی سے دیکھا یار، اس کی ہمت کو سلام کہ مجھ جیسے باپ کو دیکھ کر پر داشت کر لیتی ہے۔ میں سوچتا ہوں اگر وہ معاف نہ کر پائی تو اللہ کو کیا منہ دیکھاؤں گا۔ اللہ پوچھے گا تو نے رحمت کو زندہ درگور کیوں کیا اور میرے پاس کوئی جواب۔۔"

اس سے پہلے زمیل سسکتا، جہانگیر نے ہاتھ مزید مضبوطی سے جکڑے اسکو پکڑ کر سیدھا کیا۔

"معاف کر چکی ہو گی، رحم کھا خود پر۔ ایسے نہ کر، تو کمزور نہیں ہے یار۔ اولاد بڑی آزمائش ہوتی ہے پر حوصلہ رکھ۔ بڑے بڑے دکھ جھیل کر تو نہیں رویا تو اب کیوں بول"

جہانگیر کا بس چلتا تو اپنا دل اس کٹے دل سے بدل لیتے پر ایسا ممکن تھوڑی تھا، اپنے درد تو خود ہی سہنے پڑتے ہیں۔

"بس میں تھک گیا ہوں یار، مجھے اپنی گود میں سونے دے"

زمیل نے وہیں دہراہوتے اپنا سر جھانگیر کی گود میں رکھا تو جھانگیر کی آنکھیں اس گلوگیر حسرت پر لہو رنگ میں بدلیں، آج زمیل جلال کی یہ تکلیف نجانے کیوں جھانگیر کی روح کپکپا رہی تھی، خدا خیر کرے۔

.._____..

تین ساڑھے تین بجے کا وقت تھا جب جانیہ بہت برا خواب دیکھتی کانپ کر جاگی، گلابخبر محسوس ہوا تو فوراً سے گھبرا کر آنکھیں کھولتے اپنے چہرے سے کافی حد تک نزدیک آئے رجال کو دیکھ کر حلق کی ساری پیاس بھول گئی، اور پھر دھیرے دھیرے اسے محسوس ہوا کہ اسکا ایک ہاتھ بہت مضبوطی سے رجال کے ہاتھ میں قید ہے۔

سانس کھینچ کر اسے خارج کرتے وہ دھیرے سے اپنے تکیے پر ہوئی کیونکہ وہ اس کے پاس نہیں آیا تھا بلکہ جانیہ اس کے قریب گئی تھی۔

فطری سا خوف محسوس ہونے پر اس نے چہرہ گمایا، اپنے دوسرے ہاتھ سے پیشانی کی نمی پونجھ کر ہاتھ پھیرتی گردن تک لائی۔

"نہیں یہ میرا دوست ہے، مت ڈرو جانیہ اس سے"

جانیہ نے تھوک نگلتے حلق تر کیا اور پھر سے ہمت جمع کیے سر ہلاتے اسکی طرف چہرہ گما گئی؛ رجال سو رہا تھا، اسکی آنکھیں بند اور چہرہ آسودگی سے بھرا تھا۔

وہ کتنی ہی دیر اسے بنا پلکیں جھپکائے دیکھتی رہی، اتنی دیر کہ اسے لگا اسکی آنکھیں رجال کے چہرے کو حفظ کر چکی ہیں۔

گلے کی گھٹن پر جانیہ کی پیاس ناقابل برداشت ہوئی تو وہ رجال سے ہاتھ چھڑواتی مچلی مگر وہ یکدم اسکے ہاتھ چھڑوانے پر آنکھیں کھولتا جاگا تو جانیہ کو بیٹھ کر سائید میز پر جھکے دیکھ کر خود بھی جمائی روکتا اٹھ بیٹھا۔

"آپ کیوں اٹھ گئے، میں پانی پینے جاگی تھی۔ سوری آپکی نیند خراب کر دی"

گلاس پانی پی کر واپس رکھے وہ شرمندہ سی بولی، جبکہ رجال مسکرا کر سر واپس تکیے پر رکھے لیٹا اور نیند میں مبتلا سی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا جو خود بھی ہچکچاتی ہوئی واپس اپنے تکیے پر لیٹ گئی۔

"رات میں سو گئی، سوری"

تھوڑی سی ہچکچاہٹ لیے وہ اسے سر پھیرے دیکھ کر بولی جس نے جانیہ کی طرف کروٹ بدل کر اسے تھوڑا گھبراہٹ میں مبتلا کیا۔

"میں بھی سو گیا تھا، بات بات پر سوری نہیں کرتے"

رجال نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اسکے چہرے پر پھیرا پھر بالوں میں انگلیاں داخل کرتے ہاتھ پھیرنے لگا، جانیہ نے بے اختیار اسکی کلائی پر اپنے ہاتھ کی پکڑ جمائی۔

"آپ بے آرام نہ کریں ناں خود کو، سو جائیں۔ مجھے اچھا نہیں لگ رہا کہ آپ میری وجہ سے جاگ گئے"

جانیہ نے اسکا ہاتھ پکڑے دھیرے سے اپنے چہرے سے ہٹایا، رجال نے اک نظر اپنے ہاتھ پر ڈالی اور اک جانیہ کی آنکھوں کے گریز پر اور رسمی سا مسکرا کر تکیہ زرا آگے کرتا کروٹ واپس موڑتا آنکھیں بند کیے ایک ہاتھ سرتلے کہنی بینڈ کیے رکھ کر دوسرا سینے پر ہتھیلی کے سنگ رکھ لیا۔

جانیہ نے اسکے سینے پر رکھے ہاتھ تلے بلیںکٹ دبا دیکھا تو زرا اٹھ کر اس پر کروانے کو جھکی تو رجال نے آنکھیں کھول کر خود پر جھکی جانیہ کو دیکھا جسکے کھلے بال رجال کے سینے پر بکھرے اسے ارد گرد عجیب سی فسوں کی کیفیت جگا گئے۔

پھر وہ خود بھی تو رجال کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی، بنا کسی ڈر کے۔

"کیا آپ مجھے وائف سمجھتے ہیں رجال؟"

مقابل کی سنجیدگی سے گھبراتے جانیہ نے اسی پوزیشن میں جھکے اپنا ہاتھ رجال کے ہاتھ پر ٹیکنے کو رکھ کر سوال کیا تو رجال نے سرتلے رکھی ہتھیلی نکال کر دھیمسا مسکراتے اسکی گال سے جوڑے سر اثبات میں ہلایا۔

"تو ہسبنڈ اپنی وائف کی تعریف بھی تو کرتے ہیں، آج سے پہلے مجھے پسند نہیں تھا یہ کہ کوئی میری تعریف کرے۔ ان فیکٹ غصہ آتا تھا۔ اور اس حادثے کے بعد تو خود سے اپنے اس جسم سے رہی سہی محبت مر گئی۔ لیکن آپ تعریف کریں گے تو شاید مجھے برا نہ لگے"

جانیہ کی رک رک کر رجاں کی نرم سنجیدگی تک کر حوصلے سے کہی خواہش اس بے رنگ شخص کو جانیہ کی جانب کچھ الگ طرح سے سوچنے کا حوصلہ دیتی محسوس ہوئی۔

"تم بھی کیا سوچو گی کتنا بد تمیز ہوں، کرنا چاہتا تھا تعریف لیکن وہ ہوتا ہے ناں الفاظ حلق میں ہی کہیں اٹک جائیں پر زبان پر نہ آسکیں۔ وہی ہوا، کل اور آج تم بہت خوبصورت لگ رہی تھی، اور تم ہنسو نہ اگر تو ایک سچ اور کہہ دوں کہ ابھی اس سر پھاڑ خلیے میں بھی اچھی لگ رہی ہو"

ویسے ہی سمٹے سمیٹے لہجے میں رجاں نے اپنے ہاتھ کی حرکت بڑھاتے اسکی گال کی نرم مہٹ محسوس کرتے اسکو یہ سب کہہ کر نہال کیا، وہ کھل کر مسکرائی پر پھر یکدم اداس ہوئی۔

"میرے چہرے کی وجہ سے نہیں اچھی لگی ناں، میری تسلی کو یہ بھی کہہ دیں"

آواز میں اتر آتی اذیت سمیت بولی کیونکہ اسے رجاں سے چھپنے کی کوئی مجبوری نہ تھی۔

"چہرہ کسی نہ کسی سے مل ہی جاتا ہے پر آنکھیں اور دل سبکے الگ ہوتے ہیں، اتنا کافی ہے تسلی کے لیے؟"

مقابل کی جان میں جان آگئی تھی اس جواب پر۔

"بہت زیادہ ہے، رجاں۔ کیا میں کبھی آپکی فیلنگز کی حقدار بن سکوں گی؟"

وہ پھر سے آنکھیں نم کر بیٹھی تو رجاں نے اسے دونوں بازوؤں میں بھر کر فوری اپنے سینے سے لگا لیا۔

شائد وہ نہیں چاہتا تھا مزید سوال۔

"تم مجھے پسند ہو بس کافی ہے، چلو سو جاو ابھی بہت رات باقی ہے"

رجال نے بات ختم کرنی چاہی پر وہ یہ سن کر اور بے قرار ہوتی سراٹھائے اسے تھکنے لگی۔

"کیسے مانوں؟"

وہ ضد پر لگی۔

رجال کا دماغ اسکی پر تقاضا نظروں سے اک ساعت کے لیے معاف ہوا۔

"تم اس وقت میرے حصار میں پر سکون ہو، اتنا ثبوت کافی نہیں؟"

سنجھل کر تشفی کروانی چاہی، جانیہ سر ہلاتی واپس اسکے سینے سے جا لگتی اسکے جسم کی خوشبو میں گم اس مہک کو اپنے اندر اتارنے لگی۔

"رجال آپ بہت اچھے ہیں"

وہ واپس اٹھی اور اپنے ہونٹوں کو اسکی گال سے جوڑ کر پیار کرتی دور ہوئی، رجال نے نظریں سی چرا کر اسکی تعریف وصول کی پر یہ وہی جانتا تھا اس خوبصورت عمل نے اسکے کتنے درد، کتنی حسرتیں بے پردہ کیں۔

"تم بھی بہت اچھی ہو"

اسے مسکرا کر کہے وہ حصار میں شدت ملا گیا اور اس بار جانیہ سے سراٹھایا ہی نہ گیا کیونکہ وہ اسکی ٹھوڑی کے نیچے سمٹی تھی۔

جانیہ نے مسکرا کر آنکھیں بند کیں، رجال نے چہرہ جانیہ کے بالوں سے لگا کر اپنے اندر کی افرا تفری کو سنبھالنے کی کوشش کرتے آنکھیں بند کر لیں۔

.._____..

ہاتھ روب جو کافی حد تک انیب کو سر تا پیر کو ور کیے ہوئے تھا، اس میں ملبوس وہ ڈریسنگ سے سامنے کھڑی بال بھی ٹاول میں لپیٹے اپنا پارٹی میک اور کرنے کی شروعات کر چکی تھی، نماہٹوں سے بھرپور چہرہ جگہ جگہ سے گلابی مائل تھا، اور انیب اپنا ہی عکس دیکھتے گا ہے بگا ہے لجا رہی تھی۔

شاور لے کر شرٹ لیس ہی منظروں کو آگ لگاتا ہوا فٹ ڈارک وائن پینٹ پہنے واش روم سلپر وہیں شروعات میں بنی جگہ اتارے وہ ننگے پیر ہی کمرے میں داخل ہوا تو کمینی سی مسکراہٹ لبوں پر لیے بالوں میں ہاتھ پھیرے ٹھیک انیب کے عقب میں رکتے اسکو ہاتھ لپیٹ کر جھٹکے سے خود سے لگایا، انیب کے ہاتھ سے بیس اور بلینڈنگ برش خوف سے نیچے چھوٹ گرا۔

"کیا تم میری محبت کے ثبوت مٹانے کی کوشش کر رہی ہو، میرے سکون! اب نہیں مٹیں گے۔ یہ تمہارے وجود کا حصہ بن گئے ہیں"

اسکی گرم سی گردن میں اپنا ٹھنڈا چہرہ گھسیڑتے اک دلربا سی گستاخی کی، انیب اپنے دل کی دھڑکنوں کا تناسب سنبھالتی یا اب ہوش میں آکر بھی اسی کے دیے قہر برداشت کرتی۔

"عاقب"

شکوہ کرنے کو وہ گھوم کر اسکے حصار میں آ تو گئی پر ہتھیلیاں جہاں عاقب کے سینے پر ٹکا بیٹھی، چہرے پر گلال چھوٹ گئے جبکہ عاقب کھل کر ہنستا اسکی ناک سے ناک رب کر گیا۔

"جب جب تم نے مجھے پکارا، میں نے تمہاری طرف بڑھنے میں بے شمار حدیں توڑیں۔ پھر پکار رہی ہو، تمہارے ہونٹوں سے یہ مچلتی ہوئی میرے نام کی صدا میرے جسم میں گردش کرتے لہو کو ایک سیکنڈ میں گرما سکتی ہے۔ پہلے ہی تشدد زدگان بنی ہو، رحم کھالو اپنی نازک جان پر۔ اس سفید رنگ میں مکھن کا گولا لگ رہی ہو جسے عاقب موہان شڑپ کر کے ہڑپ سکتا ہے۔ اوپر سے تم سے اٹھتی یہ گلابی گلاب کی خوشبو اور عکس سے چھوٹی شبابہت۔۔۔ میرا کام بگھاڑ دے گی جو اللہ اللہ کر کے سنو رہا ہے"

انیب کے دودھ میں گھلے روح افزاء جیسے رنگ پر عاقب عاشق ہوا بہکنے کو بے تاب تھا پر انیب کی پلکیں بھیگی دیکھے اپنے سرور و نشاط کو لگام دیے فوری اسکا چہرہ اپنے ہاتھوں میں بھر گیا۔

"میرا سکون! کیوں رونے والے پوز بنا رہی ہو۔ ساری رات میرے ایک سو ایک نئے روپ دیکھ کر کافی رولی، اب بس۔۔۔ مسکراؤ تاکہ میرا سانس بھی ہموار ہو"

عاقب نے محبت سے اسکی پلکیں چھو متے کان چوما اور یہ سرگوشی سماعت میں اسے حصارے گھولی جو اسکے برینہ سینے میں گھٹ کر سمٹ گئی۔

"شرٹ پہن لو خدا لے لیے، ابھی بھی صحرائی حدت چھوڑ رہا ہے تمہارا یہ سینہ۔ میرے لیے بھی ڈریس چنو، میرا دماغ کام نہیں کر رہا، پھر سے سب تھم گیا ہے تمہاری اس خوشبو میں گم ہو کر"

انیب نے جس دکھ سے اس شخص سے دور ہوئے منت کی، عاقب نے اس نازک اندام کو مزید نہ ستاتے
اک گال کی جانب نرم محبت رکھتے حکم کی تعمیل کی اور پہلے خود وائیٹ شرٹ اپنے پرکشش وجود پر
چڑھائی اور پھر انیب کے لیے وارڈاب چھان کر بڑا ملک کلر کا بہت خوبصورت اور ہلکے سے شیشہ ورک
والا جوڑا ہم رنگ اوگینزا کے دوپٹے کے ہمراہ نکال کر لایا اور بیڈ پر ترتیب سے لا کر رکھا۔

انیب نے میک آپ کے بجائے بس کچھ محبت کے ثبوت کو ورکیے ہلکا سا پینک گلو ز لگایا اور اس سے پہلے
اپنے کپڑے اٹھاتی، عاقب نے پھر سے اسے نرم سا حصار کر کپڑوں کی پہنچ سے دور کیا۔
گھنگھریالے بال اپنی اصل شکل میں نہ آئے تھے کیونکہ انیب نے شادی کے لیے پھر سے کیر وٹین
کروائے تھے۔

اور اس وقت وہ خوشبو چھوڑ رہے تھی، میٹھی نم سی خوشبو۔

"گفٹ نہیں لوگی؟"

عاقب کے سوال پر وہ گھبراہٹ بھولے سر ہلاتی مسکرائی تبھی تو عاقب نے زرا سا اپنے سینے سے اسے
دور کیا اور انیب کی انگلی پکڑ کر ہونٹوں میں دبائی، انیب اس سے پہلے اسے اس حرکت پر گھورتے
مزاحمت کرتی، انگلی میں چلی آتی بے حد خوبصورت رنگ دیکھے ہنس پڑی۔

مڈ میں پینک ڈائمنڈ جبکہ اسکے چاروں اطراف وائیٹ کا اک گھیرا تھا اور باقی رنگ پیور گولڈ کی تھی۔

"گفٹ اور پہننانے کا طریقہ دونوں جان لیوا"

وہ اسکی گال سے ہاتھ ٹیکے دوسری طرف اپنے ہونٹوں کو جوڑے اس کی بازوؤں کے ہالے میں چاہت سے سمٹ گئی، عاقب نے بھی گرفت مضبوط کی۔

"میری پنک فسادن کے آگے یہ گلابی ہیرا کچھ بھی نہیں، میرا اصل ہیرا تو تم ہو۔ کتنا سکون ملا ہے مجھے تم سے میں بتا نہیں سکتا۔ تم تو بہت سی راحتوں سے مالا مال تھی، اور وہ سب میرے حصے آئیں۔ آج جب یہ سوچا کہ اگر خدا نخواستہ تم کسی اور کی ہو جاتی تو قیامت آ جاتی انیب۔ تم بہت میٹھی ہو، بہت لذیز، بہت نشیلی۔ بہت رسیلی"

انیب کی سماعت ایسے ہزاروں نئے نئے اعترافات سے مہک رہی تھی، اب تو عاقب نے حد کر دی۔
"مجھے بھی بہت سکون ملا، سارے ڈر ختم ہو گئے عاقب۔ تم سچ میں میرے ہو اب، بہت زیادہ میرے"
وہ بھی تو جن واہموں میں جکڑی تھی عاقب نے اسے پور پور چاہ کر نکالا۔

"ہمم۔ میں تمہارا ہوں، انیب مجھے دنیا بھلا دینے کی اہلیت صرف تمہارے پاس ہے۔ کیا تھا میں، تمہارے پیچھے کیا بن گیا۔ پر مجھے اس بدلنے پر رشک ہے، اس کے بدلے تم ملی مجھے۔ تم جیسا سکون میرے نزدیک دنیا میں اور کہیں نہیں۔ میں بہت خوش ہوں اس وقت، اگر تمہیں دل دیکھا سکتا تو تم دیکھتی میرے اندر لہو تک میں گلاب کھلے ہیں۔ صرف تم وجہ ہو"

اسکے چہرے کو محبت سے تکتے وہ ابھی بھی اس سے بہت سی راحتیں پانا چاہتا تھا پر جیسے بھر گیا تھا، چاہت لبریز ہو چکی تھی۔

"ہمیشہ وجہ رہوں بس یہی چاہتی ہوں، تم کبھی اک آنسو بھی مت بہاؤ دعا ہے۔ آئی لو ویو"

اسکی مسکراہٹ کی اور سرک کر محبت نچھاور کیے اور بدلے میں بے پناہ حلاوت موصول کیے وہ سرخیوں میں گھلتی کپڑے اٹھا کر بھاگ گئی جبکہ عاقب نے اسکے بھاگنے پر ہنس کر اپنے عکس کو دیکھتے آنکھوں میں چمک سی بھری تھی پھر ناجانے رات کا کونسا خوشنما سا پہر ذہن کے درتچے میں لہرایا کہ عاقب کی گالیں خوشی کی زیادتی سے بلش کر اٹھیں۔

.._____..

ولیمہ ایک بار پھر ہال میں تھا، آج انیب اور جانیہ پارلر کے بجائے خود ہی تیار ہوئیں، جانیہ نے اپنا چھپا ٹیلنٹ دیکھا کر انیب کو لائٹ گولڈن ڈریس کے مطابق بہت خوبصورت تیار کیا جبکہ خود اسکا آلمنڈ کلر بے حد پیارا میکسی ڈریس تھا، انیب نے بال کھولے تھے جبکہ جانیہ نے آج بنار کھا تھا۔

ہال میں آج بھی سب جمع تھے، خوشیوں، رونقوں سے بھری تھی یہ چھوٹی سی دنیا۔

رات جس طرح زمیل نے جہانگیر کو خوفزدہ کیا وہ اب بھی ڈرے ہوئے تھے، زمیل کو جاسم کے ہمراہ آج بھی کھڑا دیکھے بے اختیار اپنے سینے پر ہاتھ پھیرنے لگے جیسے دم گھٹا ہو۔

عاقب نے بلیک اینڈ اوٹ کلر تھری پیس کے سنگ انیب کے شرارے سے میچنگ کر رکھی تھی، داریہ اور داران نے مسٹری روز اینڈ وائٹ تھیم کے سنگ تباہی مچا رکھی تھی۔

جبکہ تقریب شام تک ختم ہوئی تو سب چغتائی پولیس لوٹے، کچھ مہمان رخصت ہو گئے جبکہ داریہ اور داران بھی سبکے ساتھ چلے آئے کیونکہ داریہ نے آج زمیل جلال خان کو معاف کرنا تھا۔

جبکہ ہال سے جاسم بھی بنا کسی کو بتانے عاقب کی ملکیت میں آئی حویلی سبرینہ سے ملاقات کو نکل گئے۔ چغتائی پولیس میں شام کے اس وقت بھی رونق جمی تھی، داریہ داران کو بھی خاص پروٹوکول دیا جا رہا تھا، جبکہ عاقب نے جتنی مسکراہٹ اور محبت سے داران کو دیکھا ویسی نرمی اسکی آنکھوں میں داریہ کے لیے رقم ہو چکی تھی۔

"سب توجہ دیں پلیز"

خوش گپیوں میں مصروف فیملی ممبرز کی جہانگیر اور ثمن نے توجہ اپنی سمت مبذول کی تو زمیل سمیت سب ہی شوخ ہو کر اس حسین کپیل کو دیکھنے لگے، خود عاقب اور انیب کے ساتھ بے بی بلو شرٹ اور وائیٹ پینٹ پہنے رجال بھی مسکراتا ہوا اس کپیل کو دیکھنے لگا۔

"لٹ می گیس، آپ دونوں پیرنٹس بننے والے ہیں؟"

رجال نے ہی سر پرانز کی پھونک نکالی، ہر فرد کے چہرے پر پرشوق مسکراہٹ رینگ گئی، جبکہ ثمن کا تو شرم سے سر اٹھنے سے انکاری ہوا۔

ماریہ صاحبہ نے لپک کر ثمن کو اپنے گلے لگایا وہیں انیب نے کھڑے کھڑے بابا کا صدقہ اتارا، اور عاقب کے ہمراہ ہی ان دو کے پاس آئی۔

اور سیدھی جہانگیر کے گلے لگ گئی۔

وہ خود اتنے جذباتی سے تھے کہ فوری اسے بھیج گئے۔

"باباجان، بہت مبارک ہو میں اپنی شادی سے بھی زیادہ خوش آپکے پھر بابا بننے پر ہوں"

انیب نے نم آنکھوں سے انھیں دیکھتے گلوگیری سے کہا تو وہ آسودگی سے انیب کی جبین چوم گئے، زمیل بھی ایک بار پھر یار کے گھٹ کر سینے لگا۔

"مما، آپکو اپنا کہا یاد ہے ناں۔ آپکا پہلا لاڈلہ میں رہوں گا اوکے"

رجال نے بھی گھبرائی ثمن کو شرارت سے کہے جب گلے لگایا تو ثمن کی آنکھیں اپنے بچے سے لپٹ جاتے ہی نم ہوئیں، داران اور داریہ نے بھی دونوں کو مبارک دی۔

گویا اس خبر نے ہر فرد کو ایکسائٹمنٹ کے لیول پر پہنچا کر جذباتی کر دیا تھا۔

داریہ کی نظر اس بیچ زمیل پر تھی جو سمٹا ہوا تھا، داران نے داریہ کا ہاتھ پکڑے دبا دیا جس پر وہ کمزور حوصلہ واپس جرّتا محسوس کرنے لگی۔

"چلیں اسی خوشی میں، میں اور جانیہ آپسکے لیے چائے کے ساتھ کچھ منہ میٹھا کرنے کو لاتے ہیں"

سب لاونچ کی جانب جا کر بیٹھے تو رجال نے مسکرا کر جانیہ کے ہمراہ کچن کا رخ کر لیا۔

.._____..

"کیوں پیچھے پڑا تھا تو زمیل کے"

فائنلی بارس اور اسکے لوگوں نے صفدر پاشا کو اسکی بل سے نکال ہی لیا، پہلے تو بارس نے اپنا جتنا عتاب تھا وہ صفدر کی سخت چمڑی پر انڈیلا اور پھر اسے زخموں سے کراہتے پا کر اسکا زمیل سے کنکشن دریافت کیا، بارس کی حالت غصے اور عتاب سے بے حال ہو چکی تھی تبھی تو صفدر پر ترس کھائے بنا اس نے اسکے بال مٹھی میں لے کر کھینچے۔

"جب زمیل کا سب ختم ہو گیا، بزنس جائیداد سب بیچ کھایا، کوڑی کوڑی کا محتاج ہوا تب میں نے اسے پناہ دی، میں چاہتا تھا وہ برا بن کر اس دنیا سے اپنے ساتھ کی گئی زیادتیوں کا انتقام لے۔ میں نے اسے اپنے گینگ کا بڑا رینک تک دیا۔ اسکے اندر کی نرمی، اچھائی ہر چیز مار دی۔ اسے قاتل بنایا، اسے غنڈہ بنا کر ہوش چھین لیے لیکن میں اسکے اندر کی اچھائی نہ مار سکا، اسی اچھائی کے سنگ اس نے مجھے یعنی اپنے ہی محسن کو ڈسا۔ کل تک جو میرے گینگ کا اہم رکن تھا، جسکے بنا میری کوئی سمگلنگ، کوئی سپاری کوئی کام پورا نہ ہوتا اس نے اپنا گینگ بنا لیا۔ میرے مقابلے پر آگیا۔ کیسے برداشت کرتا ہاں۔ اچھائی اور برائی کی طاقت کبھی نہیں مل سکتی، نہ ایک جگہ رہ سکتی ہے۔ تو کل کا آیا محافظ مجھے زمیل کی جان لینے سے روک نہیں سکتا کیونکہ ہم لوگوں میں غداری کی سزا صرف موت ہے اور یہ سزا دیے بنا تو ہم مرتے بھی نہیں بچے"

قید ہونے کے باوجود صفدر کی ایسی اکڑ پر بارس کا دماغ گھوما کہ اپنے ہاتھ کو گما گما کر اسکا جبر از خمی کر دیا۔

پھر اختتام تک اسکا گریبان اپنے ہاتھوں میں سخت گرفت میں لیتے اپنی غصے سے ابلی آنکھیں صفر کی آنکھوں میں گاڑیں۔

"پر اس بار روایت بدلے گی، تو مرے گا صفر پاشا۔ تو اچھائی کو مارنے والا درندہ ہے۔ دارم اور تو نے مل کر زمیل کی زندگی کی تباہ کی تھی، وہ تو بھگت گیا اپنا کاٹا اب تیری باری"

بارس کا بس نہ چل رہا تھا گردن کاٹ دیتا اور شاید کاٹ بھی دیتا جب یکدم ارد گرد فائرنگ نہ سنائی دیتی، صفر کے لوگ اسکا پیچھا کرتے اپنے مالک سے وفانہانے گزراٹھیاں اٹھائے پہنچ آئے۔

جبکہ بارس کے چاروں لوگوں کو ان ظالموں نے ایک سیکنڈ میں بھون دیا۔

بارس نے جب خطرہ محسوس کیا تو اپنی گن نکال کر اس خباثت سے ہنستے صفر پر تانی۔

لیکن اچانک سے اس گودام کا دروازہ کسی نے ٹانگ سے کھولا اور دیکھتے ہی دیکھتے کئی لوگ اندر گھستے بارس پر دور سے ہی لاٹھیاں برسا کر اس کی گن گراوتے ہی اس پر ٹوٹ پڑے، جبکہ دو نے بندھے صفر کو نا صرف کھولا بلکہ اسے گن بھی تحفتاً جھک کر پیش کی۔

"اگر وہ مجھے اپنے پیچھے خوار نہ کرتا تو میں جا کر سیدھا اسے شوٹ کرتا پر اب مجھے جگہ جگہ کی خاک چٹانے کی یہی سزا ہے زمیل جلال خان کہ تو اپنی نہیں اپنی بیٹی کی موت دیکھے گا"

صفر کے آدمی نے اسے انفارمیشن دے دی تھی کہ اس وقت زمیل اور داریہ ایک ساتھ چغتائی پبلیس میں موجود ہیں، جبکہ بارس کو وہ لوگ اسکی مزاحمت کے باوجود بھی خوب مل کر مارتے رہے، جب اسکی

ہمت جواب دی تب ان سائنڈ آدمیوں نے ہاتھ روکے اور بارس کے بہت آہستہ سانس لینے کے سبب اسے مراخیال کیے یہ جگہ بھوکے کتوں کی طرح گنہگالنے لگے۔

.._____..

وہ دھیمی سی ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیرے، رجال کو چائے بناتا دیکھے شیف سے ٹیک لگائے فرصت سے نہار رہی تھی، لمحہ بہ لمحہ اسکی شخصیت کے کھلتے سحر جانیہ کو دماغی اور قلبی حصار رہے تھے۔

"اوہ! پہلے چائے پتی ڈالیں رجال"

پانی میں ہی چینی ڈالتے رجال کو دیکھتی اپنے آپ کو ہوش میں لاتے بے ارادہ اسکے ہاتھ کی پشت پر انگلیوں کی پوریں ٹکائے بول اٹھی۔

"شکر ہے میرا ٹریز میرے پاس ہے"

"رجال کی مبہم شوخ مسکراہٹ جانیہ کو خوشی دے گئی۔

"ہٹیں میں آپکو اپنی سپیشل چائے کی ریسپی سیکھاتی ہوں، سب جو باہر بیٹھے ہیں حیرت میں اتر جائیں گے"

جانیہ نے کچھ سوچتے ہوئے خود ہی اسے زراسا پرے کھسکنے کا کہا، فوری فرما برداری دیکھائے رجال نے جگہ بنائی جبکہ جانیہ نے زراسا جو گرم پانی ہوا تھا اسے کیٹل اٹھا کر سنک میں انڈیل دیا۔

"یہ کیا۔۔۔"

مقابل کی حرکت پر رجال کی زبان پر کھجلی سی ہوئی۔
"شش"!

جانیہ نے بناپلٹے ہی مقابل کی فکر کا خاتمہ کیا اور اسی کیٹل میں ہم وزن چائے کی پٹی اور چینی ایڈ کیے
بہت دھیمی آنچ کر دی۔

"دیکھو لڑکی! اگر کوئی آئٹم بمب بنا دیا تو تمہارے سمیت میں بھی اڑ جاؤں گا۔ ابھی میں نے دیکھا ہی کیا
ہے۔ میرے بھی چھوٹے چھوٹے ارمان ہیں"

اپنی آنکھیں جانیہ کے ایئر رنگز سے اسکی شفاف گردن پر سرکاتے اسکی گال تک رکے وہ قدرے
پریشانی سے اپنی نڈھال حالت عیاں کر گیا جبکہ جانیہ نے ہنوز اسے کیر میل سی بن جاتے محلول کو کافی
دیر ایک دوسرے میں مکس کیا۔

"اپنے ارمان بڑے کر لیں، چھوٹے چھوٹے ارمان تو عام لوگوں کے ہوتے ہیں"
اسکے کہے کا خوبصورتی سے جواب دیے جانیہ نے اس کیر میل میں تین عدد الاچی توڑ کر ایڈ کی، رجال تو
اس تاکید پر لب بستہ ہی رہ گیا، ٹھیک اسکے عقب میں کھڑا اسکے بن سے نکلی آوارہ دو لٹیں دیکھ ہی یوں
رہا تھا جسے اگر اجازت ملے تو انکو پکر کر جانیہ کے کان کے پیچھے اٹکا کر کہے کہ تم اسے تنگ مت کرو۔
"میں کو نسا خاص ہوں"

اسکے بالوں کے بن کے نزدیک ناک لے جاتے خوشبو سانسوں میں اتارتے ہی بولا پر جانیہ پلٹ کر اسے دیکھے گی یہ اسکے وہم و گماں میں بھی ناں تھا تبھی تو روبرو آنے پر دونوں کی نوز ٹپ ٹکرائی۔
رجال اور جانیہ کی آنکھیں مل گئیں۔

"یہ آپکا خیال ہے بس، اچھا سنیں ناں۔ اب اس میں ہم دودھ شامل کریں گے"
فورا سے اپنی نظریں چرائے وہ پلٹی تو رجال پیچھے سے آگے آتا اسکے ساتھ رک کر چائے بنتی دیکھنے لگا، دودھ میں جب وہ کیر مل کس ہوا تو وہ عام چائے جیسا ہی رنگ اوڑھنے لگی لیکن خوشبو کچھ الگ تھی، جبکہ جانیہ کی مسکراہٹ بھی کچھ منفرد۔

"اب اسے چار سے پانچ منٹ اچھے سے ابالنا ہے، اور پھر اسکو سرو کریں گے اچھا ایک سیپ لے کر چیک کر دیں پہلے آپ۔ اور بتائیں کیسی ہے تبھی ہم باہر سبکے لیے لے کر جائیں گے"
اگلے پانچ منٹ وہ اسکے پاس کھڑا بس جانیہ کو ہی دیکھتا رہا، وہ کیسے ہاتھ ہلاتی رہی، کیسے اس نے ایک دو بار اپنے گال پر خارش کی، کیسے ایک بار جمائی آتے آتے روکی، کتنی بار آنکھیں جھپکیں، اور کتنی بار مسکرائی، جبکہ یہ سحر بھی جانیہ نے ہی توڑا، وہ پانچ منٹ یونہی بت بنا تھا کہ پھر ہلچل ہو گئی۔
"اوکے دیکھتا ہوں"

جانیہ نے اسکے لیے ایک کپ میں دو گھونٹ چائے ڈالی اور پر شوق ہوئے رجال کو دیکھنے لگی تاکہ اسکا ریو و پاسکے۔

"یہ مزے دار ترین چائے ہے جو اب تک میں نے پی"

کپ اسے واپس تھماتے شوخ سی نظر جانیہ پر جمائے تعریف کی، وہ کھل گئی۔

"آئی نیو واٹ! خیر آپ کو واقعی اپنے بھائی بہن کے آنے کی خوشی ہوئی رجال۔۔۔"

جانیہ نے مسکرا کر سب کے لیے چائے کپس میں ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں بہت زیادہ، سب لنگ کسے نہیں پسند ہوتے"

رجال نے اسکے ہاتھوں پر نظر ٹکائے بتایا۔

"یہ سچ میں بہت کیوٹ ہے، آپ اتنے بڑے اور آپکا سب لنگ بر د ری اس اتنی چھوٹی۔ ہی ہی۔ مجھے بھی

سن کر بہت ایکسائٹمنٹ ہوئی تھی"

جانیہ نے سب کے لیے چائے کپس میں ڈالی تو ٹرے کیونکہ اتنے سارے کپس سے بھاری ہو گئی تو رجال

نے خود ہی ہاتھ آگے کیے اٹھائی ساتھ پلیٹس میں ریفریشمنٹ کا ڈھیر سا سامان سیٹ تھا۔

"ہمارا بے بی بھی چھوٹا ہی ہو گا ویسے"

یہ نہایت بے تکی تھی پر نا جانے کیوں اپنے اور جانیہ کے بیچ کے تکلف کی دیواریں وہ یوں نہیں شرارتوں

سے ہٹانا چاہتا تھا، لیکن اس جملے سے اس نے وہ تاثر ہر گز امید نہ کیا تھا جو جانیہ کے چہرے پر تھا، اسکی

سفید رنگت یکدم سرخ پڑ گئی، آنکھوں کی پٹیلوں پر حیرت و نمی کی تہہ صاف دیکھائی دی جبکہ وہ یوں

رجال کو تک رہی تھی جیسے یہ بھول چکی ہو کہ زندہ رہنے کے لیے آکسیجن بھی ان ہیل کرنی ہوتی ہے۔

رجال اسکے چہرے کی اڑی ہوائیوں پر ہنستاڑے تھامے نکل گیا جبکہ جانیہ کا دل چاہا وہیں کا پتی ٹانگوں سے زمین پر ہی لڑھک جائے۔

خیر سپیشل چائے کی سب نے ہی بھرپور تعریف کی۔

باتوں کے بیچ بھی داریہ کی نظریں بابا پر ہی تھیں، جبکہ زمیل کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ مہربان نظروں کے بعد اس پر داریہ کی شفیق نظریں بھی کبھی مرکوز ہوں گی۔

.._____..

اسکے قدم اس قبر کی حدود میں جانے سے یوں کپکپا رہے تھے جیسے پھانسی گھاٹ جاتے مجرم کا دل ہول ہول کر اسکے قدموں سے جان نکالتا ہے، یہ حویلی، یہ بوسیدہ درود یوار گھٹن خانہ بنے تھے۔ جاسم کو قبر سے دور ہی رک جاتا دیکھے محمود صاحب جو اس سبرینہ اور جاسم کی حویلی کے رکھوالے تھے، اپنی آنکھوں کو آبدیدہ ہونے سے روک نہ سکے۔

"میں تمہاری قبر سے بھاگا تھا سبرینہ، اور آج خود سے بھاگ کر تمہاری ہی قبر پر آ گیا"

رہا سہا فاصلہ سمیٹے جاسم نے اس ویران سی لان کی آخری کنارے بنی پر سکون جگہ بنی سبرینہ کی قبر کے پاس ہی بیٹھتے اک آنسو اس مٹی پر گرائے ہاتھ پھیرتے سانس کھینچی۔

"کتنی محبت کرتا ہوں ناں میں تم سے کہ تمہیں دفن بھی تمہاری ملکیت کے حصار میں کیا مجھے لگا کہیں تمہیں ڈرنہ لگے، یوں اس گھر کی خوشبو تمہیں آتی رہے اور تم مر کر بھی اس حویلی کی مالک رہو۔ عاقب نے مجھے معاف کیا اس پر اس سے روٹھنا مت، میں تمہیں بھی منالوں گا۔ مجھے موقع دے دو"

آنسو گرتے گئے، آواز میں نمی گھلتی گئی پر جاسم کو سکون ملنے لگا، کئی سال اس جگہ سے کنارہ کرنے کا دکھ بھی آج اسکے اندر ہلکورے لے اٹھا۔ یہ اداس سی شام اسکی زندگی کی ہزاروں شاموں پر بھاری تھی۔
"میں نے جی کر خود کو سزا دی سبرینہ، تمہیں لگائے ہر زخم کی۔ پر اک خوش فہمی آج بھی میرے دامن سے لپٹی ہے کہ تم مجھ سے بہت محبت کرتی ہو، تم جانتی ہو میں عاقب کو لے کر یہاں سے کیوں گیا تھا۔ اتنی محبت ہو گئی تھی تم سے کہ تمہاری قبر دیکھنا میری بھی کسی لمحے جان نکال لیتا۔ دیکھو میری جان جا رہی ہے، جیسے مرنا تو مجھے یہیں تمہارے پہلو میں ہی تھا۔ مجھے جانتی ہو کیسا لگ رہا ہے کہ اچانک میرا ہر درد ختم ہو گیا ہو"

مسلسل اس قبر پر ہاتھ پھیرتے کہا جس پر تازہ سرخ گلابوں سے یہ بات ثابت تھی کہ عاقب یقیناً کل کسی وقت یہاں ضرور آیا تھا۔

"پہلے لگتا تھا میرے مرنے پر کوئی نہیں روئے گا، کوئی یاد نہیں کرے گا پر عاقب کی معافی کے بعد لگتا ہے جاسم موہان کو بہت اہمیت ملے گی۔ ہاں جانتا ہوں خود غرض اور برا باپ بن رہا ہوں پھر لیکن اب میرے لیے تمہاری معافی زیادہ اہم ہے سبرینہ"

جاسم نے اپنے آنسو پونجھے اور اپنا فون نکال کر عاقب کو اک وائس نوٹ بھیجنے لگا۔

"تم اس دنیا کے سب سے پیارے بیٹے ہو عاقب موہان، بابا کی جان۔ میں جب تمہارے ساتھ پاکستان آیا تھا تب ڈاکٹر نے کہا تھا میں چوبیس گھنٹے بھی جی نہیں پاؤں گا عاقب، لیکن اب تک جو جیا صرف تمہاری محبت اور ساتھ کی یہ عیاشی مجھے میری کسی ایک بھولے سے کی نیکی کے غوص ملی باخدا اور نہ میرے اندر سب گل گیا۔ تمہاری آنکھوں میں کچھ دن سے اپنے لیے ڈر دیکھا تو لگا جاسم بس دن تھوڑے رہ گئے، پھر خود کو سمجھایا، یہ بیماریاں کچھ نہیں ہیں۔ انسان خوش ہے تو سو سال جی سکتا ہے۔ پر ابھی جو میں نے کر دیا یہ مجھ سے جینے کی تو کیا اٹھ کر کھڑا ہونے کی سکت چھین گیا۔ مجھے پتا تھا میں اگر سبرینہ کی قبر کے آس پاس یا اس شہر رہا تو مر جاؤں گا، لیکن مجھے خود کو جی کر سزا دینی تھی۔ میں تبھی یہاں سے ہجرت کر گیا، اور دیکھو تمہاری شادی بھی پھیکی نہیں پڑنے دی تبھی آج یہاں آنے کا فیصلہ کیا کیونکہ مجھے نہیں لگتا میں اب جی سکوں گا۔ اگر مجھے کچھ ہو گیا تو تم پھر سے ناراض نہ ہونا، بہت مشکل سے اپنا روٹھا بیٹا منایا ہے، تمہارا مجھ سے راضی رہنا ہی میری اس جہاں بخشش کا وسیلہ بن سکتا ہے۔ تو بابا کی یہ خود غرضی معاف کر دینا، میں تمہیں چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا ہوں، اب تو ہر گز نہیں جب تم اپنی زندگی کی سب سے بڑی خوشی پاچکے ہو۔ پر اب شاید میری زندگی کا سفر ختم ہو گیا"

انکی یہ کہتے سانس اٹکنے لگی تھی محمود تک پاس آئے پر اس سے پہلے وہ عاقب کو کال کر کے جاسم کی بگھڑتی طبعیت کا بتاتے، جاسم نے انکو اشارے سے منع کیا، اور ایسی نگاہ ڈالی کہ محمود بابا وہیں زرا فاصلے پر زمین پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گئے۔

"تم اپنی ممی سے جتنا پیار کرتے ہو، مجھ سے بھی کر لو۔۔۔، تمہارا پیار ہم دونوں کے لیے اس جہاں دعائیں بنے گا، بخشش کی دعائیں۔ اور ممی سے باتیں کرتے ہو تم، وہ تمہیں روح بن کر سنتی ہے تو اسے ہر روز منایا کرنا کہ مجھے معاف کر دے۔ تم کرو گے ناں میرا یہ کام؟۔ میری یہ سفارش"

جاسم کی سانس مزید رکی، اسکی آنکھیں سرخ ہو گئیں، محمود کربناک ہوتے انکی منت کر رہے تھے پر جاسم ضد پر اڑا تھا۔

جبکہ دوسری جانب وائے فائے کنکٹ تھا تبھی یہ سارے وائس نوٹس عاقب کے وائس ایپ پر آچکے تھے مگر اسکا فون اس وقت روم میں چار چنگ پر تھا۔

پر وہ سب کے بیچ بیٹھا عجیب بے قرار ہوتے اپنے سینے پر ہاتھ پھیرنے لگا، انیب نے بے اختیار عاقب کو دیکھا پر اس سے پہلے وہ کچھ پوچھتی وہ سب سے معذرت کیے کمرے کی طرف لپک گیا۔

دار یہ اور داران نے بھی اجازت طلب کی۔

مار یہ صاحبہ کا تو اصرار تھا وہ رکیں پر داران اور دار یہ کاسیدہ شاہ حویلی واپسی کا پلین تھا۔

"ہمیں باہر تک سی آف نہیں کریں گے"

دار یہ نے پلٹ کر زمیل کی جانب دیکھا تو وہ پر شوق مسکراہٹ دیے دار یہ اور داران کے ہمراہ ہی چلتا پیلس سے نکل کر راہداری کی طرف بڑھ گیا۔

.._____..

خون میں لت پت بارس نے رہی سہی حلق میں اٹکی جان کے سبب ہمت کرتے ہوش سنبھالا، اسکا فون اور گن کھر دری مٹی میں آدھا دھنسا تھا، چغتائی پیلس سے دو منٹ کے فاصلے تک وہ لڑتے لڑتے پہنچ تو آیا پر اسے لوگ اسکے سر پر وار کر کے بے جان کر گئے، اسکے وجود سے درد کی لہریں اٹھ رہی تھیں، پر وہ اپنا فرض ادھورا چھوڑے مرنا نہیں چاہتا تھا، فون کی پہنچ تک ہاتھ بڑھاتے اس نے فون اپنے ہاتھ میں کیے اپنے لہو لہان شانے کو جکڑے خود کو سیدھا پلٹایا، دوسرے ہاتھ سے گن اٹھائی، صفدر پاشا کے بارس کے ہاتھ سے بچ چکے صرف دو لوگ اسے سانس روک لینے پر اس بار سچ میں مردہ سمجھ کر لاٹھیاں ڈنڈے لیے صفدر کی مدد کو بھاگ نکلے تھے۔

"د۔۔ دار یہ میم۔۔۔ پلیز پک آپ دافون"

بارس نے بڑی مشکل سے کال ملائی جس پر دار یہ جو ماہیر اور زمیل کے سنگ وہیں پورچ میں رکی تھی، سائلنٹ کے سبب فون نوٹس نہ کر سکی جبکہ صفدر پاشا اپنے گنہگار کو انجام پہنچانے ٹھیک چغتائی پیلس کے گیڈ کے سامنے آچکا تھا۔

بارس کچھ دیر مسلسل کالز کرتا رہا مگر پھر سر میں اٹھتی ٹھیسوں پر ہاتھ سے فون چھوٹ کر مٹی میں جاگرا
لیکن گن پر پکڑ مضبوط ہوئی۔

"یہ تنگ تو نہیں کرتی تمہیں داران؟"

زمیل کی نرم سی مسکراتی سوالیہ پہل پر داران نے اک نظر داریہ کو دیکھا اور پھر زمیل جلال کو۔
"کرتی ہے لیکن اس وقت جب آپکے لیے اداس ہو مسٹر زمیل، میں تمہارا گاڑی میں انتظار کر رہا
ہوں۔ گڈ ایوننگ"

گاڑی پہلے ہی چغتائی پیلس کے باہر ہی تھی تبھی داران جب گیڈ کر اس کیے باہر نکلا تو صفدر جو بس خود
بھی آدھ مرا ہو چکا تھا، وہاں لگے بینر کی اوٹ میں ہو گیا پر کھلے دروازے سے اسے داریہ اور زمیل
صاف دیکھائی دے رہے تھے۔

چوکیدار نے دروازہ خود بند نہ کیا تھا۔

"تم میرے لیے اداس نہ ہوا کرو داریہ"

زمیل نے اپنا ہاتھ بڑھائے داریہ کے رخسار کو چھوا جس پر وہ قریب ہوئے انکا وہی ہاتھ تھا مے جذباتی
ہوئی، سرخائی تو زمیل کی آنکھوں میں بھی گھلی۔

"آپ نے چوائز جو نہیں چھوڑی تھی، باپ بیٹیوں کا فخر جو ہوتے ہیں۔ میرے پاس ایسا کوئی فخر نہیں
تھا۔ آئی نوو معاف کرنا بہت مشکل ہے لیکن میں کرنا چاہتی ہوں،

اس شرط پر کہ ماضی ہم دو کی زندگی سے ہمیشہ کے لیے نکل جائے گا"
داریہ کی پشت اس وقت صدر کے نشانے پر تھی۔

"تجھے نہیں ماروں گا حرام خور، تیری اس بیٹی کو ماروں گا۔ مجھے برباد کیا تھا تو نے۔ اب دیکھ صدر پاشا کا انتقام"

وہ آدمی وحشی ہوتا اپنی گن کا نشانہ داریہ پر مزید مضبوط کر چکا تھا۔

"وعدہ کرتا ہوں، میں وعدہ کرتا ہوں تم سے میری بیٹی۔ اک بار کہو ناں بابا"

زمیل کی آواز یہ کہتے لرزی تبھی تو داریہ فوری انکے سینے لگی تو زمیل اس راحت پر اس اپنی اسی ننھی سی پری بن جاتی داریہ کو بازوؤں میں حصار کر بھینچ گیا، آنکھوں سے ناجانے کتنے آنسو بہہ نکلے۔

"بابا۔۔۔ میں آپ سے کبھی نفرت نہیں کر سکتی۔ بھلے آپ مجھے کاٹ کر کسی جانور کے آگے بھی کیوں نہ ڈال دیتے۔ کیونکہ مئی خود تو مر گئیں آپ کے لیے مہربان سادل مجھے دے گئیں۔ میں نے آپ کو معاف کیا بابا، دل و جان سے"

وہ بھی تو جیسے تڑپی ترسی تھی، پھوٹ پھوٹ کر روئی جبکہ زمیل نے جب آنکھیں کھولیں تو اسکی نظر صدر پاشا اور اسکے ہاتھ میں پکڑی گن اور آنکھوں کی شیطانیت پر گئی۔

لمحہ لگا تھا، صدر پاشا کے گن چلانے میں اور زمیل کے پلٹ کر داریہ کی جگہ اپنی جگہ لینے میں، گولی کی آواز سنتے ہی داران فوری گاڑی سے گن لیے نکلا اور فائر کر کے دوڑتے صدر پاشا کی دونوں ٹانگوں پر

شوٹ کیا، جبکہ اسی لمحے بارس نے لڑکھڑا کر وہاں پہنچتے داران کے پیچھے گنز لے جاتے دونوں صفدر کے لوگوں کو گولی مارتے گرایا اور تیسری گولی ٹھیک صفدر پاشا کے ماتھے میں گاڑتا ہی زخموں کی تاب نہ لاتے بری طرح زمین پر کراہتا گر پڑا۔ بارس کے ہاتھ سے گن چھوٹ گئی، فرض نبھا دیا گیا پر بہت زیادہ دیر ہو گئی۔

جب تک داران اپنے پیچھے دو آدمی گرتے دیکھ کر بارس پر نظر ڈالتے چغتائی پولیس کے چوکیدار کو بارس تک دوڑا کر اسے دیکھنے کا کہے گردن موڑ کر دوڑتا پولیس کے مین گیڈ سے اندر پہنچا ایک ہیبت ناک قیامت آچکی تھی۔

وہ گولی ٹھیک زمیل کی کمر میں دھنس کر بھی اسے کچھ نہ کہہ سکی کیونکہ وہ داریہ سے گلے لگا تھا پر داریہ کا پورا وجود اس جھٹکے پر ضرور کانپا کیونکہ بابا کے جسم سے پھوٹتے لہونے اسکے لباس کو لہو لہان کیا۔ عاقب نے بابا کے وائس میسج دیکھ تو لیے پر اس سے پہلے اوپن کرتا، فائبر کی آواز سننے فون جیب میں ڈالتا کمرے سے نکلتے دوڑا، جہانگیر، ثمن، انیب اور، رجال، جانیہ، ماریہ صاحبہ بھی باہر نکل چکے تھے۔

"بابا"

داریہ نے وہ جھٹکا بالکل ایسے محسوس کیا جیسے گولی اسکو لگی ہو پر وہ تو زمیل جلال خان کے پرسکون وجود میں گڑھ چکی تھی۔

داریہ نے جب بابا کو پکارا تو اسکی آواز کانپی۔

دروازے میں کھڑے داران سمیت چغتائی پولیس کے افراد خانہ کی آنکھوں میں لہو اتر آیا۔

"ب۔۔ بابا کی جان"

کہتے ہی اس سے پہلے ز میل کا وجود زمین بوس ہوتا، ایک طرف سے چینختے جہانگیر دوڑے اور دوسری طرف سے داران نے لپک کر دوزانو بیٹھے ز میل جلال کو گرنے سے بچایا، انیب دوڑ کر داریہ کی طرف بڑھی جو اک طرح سن ہو گئی تھی، اس کے جوڑے پر ز میل کا خون پھیلا تھا، اور اسکی آنکھوں کے سامنے ز میل جلال کی سانس اکھڑ رہی تھی۔

عاقب اور رجال بھی دوڑے آگے آئے، سمجھ نہ آیا کسے سنبھالیں، قیامت بہت سخت تھی۔

"ن۔۔ نہیں آپ کو اب کچھ نہیں ہو سکتا، انو و میرے بابا"

داریہ کی ہجانی سرگوشیوں پر انیب نے دلبرداشتہ ہوتے اسے خود سے لگایا، ثمن، ماریہ اور جانیہ کی آنکھوں میں آنسو اترے جبکہ رجال ماموں کو سنبھال رہا تھا، جسکی جان ز میل کو لہو لہان دیکھ کر شاید دھیرے سے نکل رہی تھی۔

"داریہ کو خود آرام سے لے کر آنا انیب، ہم ز میل صاحب کو ہو اسپتال لے کر پہنچتے ہیں۔ پلیز جہانگیر انکل سنبھالیں۔۔ رجال عاقب سنبھالو انکو"

داران نے زمین پر بے جان ہوتے زمیل کو بازوؤں میں اٹھایا اور اک کرب بھری نگاہ انیب کے سینے میں سمٹ کر سسکیاں بھرتی داریہ پر ڈالے وہ فوراً باہر دوڑا، جہاں گنیر اور عاقب ساتھ ہو لیے جبکہ رجال کی نظر چوکیدار بابا اور سڑک کے کنارے پڑے بارس پر پڑی۔

"بارس کو ہو سپٹل پہنچا اور جال"

داران نے پچھلی طرف احتیاط سے زمیل کو ڈالتے گردن موڑ کر رجال کو آواز لگائی جس نے فوراً چوکیدار بابا کو اسکی گاڑی نکالنے کا کہا۔

یہاں ایک گاڑی میں رجال، بارس کو لیے نکلا اور داران کے ہمراہ زمیل اور جہاں گنیر روانہ ہوئے۔
"سنجبالو خود کو میری جان، چلو ہو سپٹل چلتے ہیں ہم۔۔۔ آجاو۔۔۔۔۔ جانیہ تم ثمن ممی اور دادو کے ساتھ رہنا"

عاقب نے بھی فوری اپنی گاڑی نکالی جبکہ جانیہ نے انیب کو فوری سر ہلاتے بے فکر کیا لیکن ان سب کے جانے کے باوجود جانیہ کے اپنے آنسو یہ سب دیکھ کر بے قابو تھے تو ثمن اور ماریہ صاحبہ کو کیسے تسلی دے پاتی۔

"ماشاء اللہ اپنی انوو بھی آفیشلی ہو گئی عاقب کی، شکر ہے سب خیر و عافیت سے ہو گیا۔ یہ داریہ اور داران کہاں رہ گئے پتا کرو زرا ایاد۔ وہ تو کہہ رہے تھے شاہ حویلی نکل جائیں گے، ملے بنا تو نہیں چلے گئے"

حمین کے ساتھ ساتھ باقی سب بھی چینج کر چکے تھے، سب لاونچ میں ہی بیٹھے تھے، تھکن کے ساتھ ساتھ نیند بھی زوروں کی آرہی تھی۔

تبھی سبکی تھکن بھگانے کو مایا سبکے لیے ہی چائے بنا رہی تھی اور ماول پلیٹس میں بسکٹس اور چپکس سیٹ کیے مدد کر رہی تھی۔

"جی ماموں میں کال کرتا ہوں داران کو"

ایاد نے ریموٹ ماموں کو کچھ کرواتے خود اپنا فون لینے کمرے کا رخ کیا تو میٹرس پر پڑے فون پر آل ریڈی داران کی مس کال لگی تھی۔

"خیریت ہو"

ایاد نے کال بیک کی اور فون دوسری ہی بیل پر اٹھالیا گیا، وہ زمیل کو ہو سپٹل لے تو آئے تھے پرداران کو زمیل جلال کا اتنا خون بہہ جانے کے بعد سروائیو کرنا مشکل لگ رہا تھا۔

"داران تم نے کال کی تھی؟ خیریت۔۔۔ پہنچے کیوں نہیں تم لوگ"

ایاد نے اپنے اندر کی بے قراری پر قابو پاتے فوری سوال داغا۔

داران نے اک رنجیدہ نگاہ گما کر جہانگیر چغتائی پر ثبت کی جو سر ہاتھوں میں گرائے فرش کو دھندلائی
آنکھوں سے تک رہے تھے، داران کے لیے حسب منشاء وقفے پر ایاد کو بے چینی نے گھیرا۔
"ایاد! تھل سے سننا۔ زمیل جلال کو گولی لگ گئی ہے، تم ہو سپٹل آجاو"

اپنے ماتھے پر انگوٹھے اور انگلی سے کھجاتے داران نے کہا اور رابطہ توڑا جبکہ ایاد کے ہاتھ سے فون چھوٹ
کر گرا، وہ بھاگنے کے انداز میں باہر نکلا، تینوں نفوس بیک وقت ایاد کے زردیوں میں ڈھلے چہرے کو
دیکھ کر قریب چلے آئے۔

"ماموں! بابا کو گولی لگ گئی ہے"

یہ بتاتے ایاد کا سانس اوپر نیچے ہوا جبکہ سننے والی سماعتوں پر یہ خبر قہر کی مانند برپا ہوئی۔
حمین نے فوری پریشان ہوتے ایاد کو اپنے سینے لگایا۔

"پریشان مت ہو، کچھ نہیں ہو گا اسے۔ چلو ہو سپٹل چلتے ہیں"

ماموں کے ہمراہ وہ اس وقت تسلی میں تھا، مایا اور ماول نے دونوں کو رخصت کیا جبکہ خود ماول کی
آنکھیں پل پل بھگتی جا رہی تھیں۔

داران نے رجال کا نمبر ملایا جو بارس کو لے کر دوسرے ہو سپٹل ناصر ف پہنچ چکا تھا بلکہ بارس کو
ایمر جنسی لے کر جایا جا چکا تھا۔

رجال نے اپنا فون جیب سے نکالتے داران کا نام دیکھتے ہی کال ریسپو کی۔

"بارس ٹھیک ہے رجال؟"

ان کہا سا خوف داران کی آواز میں تیرا۔

"اسے ایمر جنسی لے کر گئے ہیں، وہ سانس نہیں لے رہا تھا داران۔ سر پھٹ چکا تھا بچارے کا، آخری حد تک مقابلہ کیا اس نے۔ مجھے تو بہت ڈر لگ رہا ہے۔ تم بتاؤز میل انکل تو ٹھیک ہیں ناں"

رجال کی جانب سے یہ غیر مطمئن خبر سنے داران کا ذہنی دباو بڑھا۔

"کچھ کہہ نہیں سکتا ابھی، تم ایسا کرو عمر اور یچی کو خبر دے کر فوری بلا دو ہو اسپتال، اور تم یہاں پہنچو"

داران کی ہدایت پر رجال نے فوری سر ہلائے کال بند کرتے ہی عمر اور یچی کو انفارم کیا، وہ ترنت ہی خبر ملتے ہی پہنچ آئے۔

داران نے بیچ پر بیٹھ کر آنسو گھوٹتے جہانگیر تک فاصلہ سمیٹا اور انکے شانے پر ہاتھ رکھتے پاس ہی ٹکا۔

"مضبوط بنیں جہانگیر صاحب! یہ وقت صبر و حوصلے کا ہے"

داران سے وہ ہنس مکھ سا شخص روتا دیکھنا آسان نہ تھا جبکہ داران نے اس بت نما پتھر ائے شخص میں چھو کر حرکت بیدار کی۔

"تم نہیں سمجھو گے داران بچے، تم نے کبھی اپنے یار کی تکلیف نہیں دیکھی ہوگی۔ لیکن میں نے دیکھی، کئی سالوں سے دیکھ رہا ہوں۔ وہ مر جائے گا، اسکی باتوں سے جدائی کی بو مجھے بہت دن سے آرہی تھی"

غم سے پھٹی آواز میں بیٹھے گلے کے ساتھ جہانگیر نے داران کی آنکھوں تک سرخائی گھول دی، وہ اذیت سے مسکرا دیا۔

"دیکھی ہے، اپنے سب سے اچھے دوست کو آخری سانسیں بھرتے دیکھا ہے۔ اس لیے میں آپ کی تکلیف سب سے بہتر سمجھ سکتا ہوں۔ وہ اندر زندگی اور موت کی جنگ لڑتا آدمی اب صرف آپ کا دوست نہیں داران ماہیر شاہ کا محسن بھی ہے۔ اپنی بیٹی کے ساتھ کیے ظلم کی ایک جھٹکے میں تلافی صرف ایک باپ ہی کر سکتا تھا، میری دنیا جڑنے سے بچاتے ہوئے وہ شخص اس حال کو آیا۔ یقین کریں انکی جاتی جان میرے لیے بھی دکھ ہے"

یہ سب سنے جہانگیر نے غم آنکھوں میں تکلیف بھرے داران کے چہرے کی سمت دیکھا۔
"م۔ میں اسکی موت برداشت نہیں کر سکتا داران، میں اپنی زندگی کے دکھوں کی طرح اپنے سکھ بھی اس کے ساتھ جینا چاہتا ہوں۔ وہ ٹھیک تو ہو جائے گا ناں؟"

جہانگیر کی آنکھوں میں آنسوؤں کے ہمراہ اک تیزابی سی حسرت سمٹی تھی جس سے داران نے دانستہ نگاہ چرائی۔

"ہونا تو چاہیے، دعا کریں"

داران نے انکو حوصلہ دیا اور خود اٹھ کر کھڑا ہی ہوا کہ نظر عاقب، انیب اور روکر نڈھال ہوتی داریہ پر گئی تو آگے بڑھ کر اسکو اپنے سینے سے لگا لیا، داریہ کی ہچکیوں نے از سر نو سب کو رلا دیا۔

خود انیب، بابا کی حالت اور داریہ کی تکلیف پر رودی، البتہ عاقب اور وہ جہانگیر کی طرف لپکے جنہیں اس وقت صبر آنا مشکل تھا۔

"بس! رومت۔ دعا کرو"

اسے الگ کیے داران نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھر کر ان سنہری آنکھوں کے آنسوؤں نامی موتی پونجھے پر وہ کیا کرتی کہ وہ لمحہ جب زمیل کو گولی لگی اسے نیم پاگل کر رہا تھا۔

"م۔۔ ماہیر! ابھی تو معاف کیا تھا۔ ی۔۔ یہ کیسے ہو گیا، وہ پہلی بار مجھے ملے تھے اور دیکھو ملتے ہی بچ۔۔ چھن گئے۔ یہ دیکھو میرے کپڑوں پر انکا خون، جیسے میں ہی کھا گئی ہوں۔۔۔۔۔ نہ میں انکو باہر آنے کا۔۔ کہتی نہ یہ سب ہوتا"

اٹک اٹک کر آنسوؤں میں گم آنکھیں داران پر جمائے وہ سراسر صدمے میں تھی تبھی یہ سب بول رہی تھی۔

"ایسا کچھ بھی نہیں ہے داریہ، کوئی کسی کی تکلیف کی وجہ نہیں ہوتا۔ خود کو بلیم نہیں کرتے سوئیٹ ہارٹ۔ بس یہاں آو میرے پاس، تسلی رکھو"

اپنے سینے سے لگائے ہی وہ اسکو بٹھائے خود بھی بیٹھا پر اسکے مخملی وجود کی کپکپاہٹ داران سے بھی دبانی مشکل تھی، انیب نے بابا کے کانپتے ہاتھ چومے تو انکے ساتھ ہی روپڑی جبکہ عاقب سمجھ نہ رہا تھا کسے تسلی دے۔

آدھے گھنٹے تک رجال بھی پہنچ آیا، جبکہ حمین اور ایاد بھی، سب کی اذیت پھر تازہ ہوئی۔

رجال اور عاقب سب کے پاس سے زرا دور آئے، رجال نے فکر سے عاقب کو دیکھا۔

"رجال، بابا حویلی گئے تھے۔ نانو سے پوچھا ہے میسج کر کے ابھی تک واپس نہیں آئے پیلس، تم انیب اور ماموں کے پاس رہنا میں بابا کو تسلی سے پیلس ڈراپ کر کے واپس آ جاؤں گا۔ انکے وائس نوٹس آئے تھے وہ بھی نہیں دیکھ سکا"

عاقب کی الجھن سنتے رجال نے اسکا گال تھپکایا۔

"ٹھیک ہے تم جاو میں یہیں ہوں"

رجال کی جانب مشکور نگاہ ڈالے وہ پلٹا تو نظر انیب سے ملی اور یوں تھی جیسے وہ اسے بابا کا خیال رکھنے کا اشارہ کر رہا ہو، اور پھر اب ان دو کو ایک دوسرے سے کچھ کہنے کی ضرورت نہ تھی، انیب سمجھ گئی وہ کہاں جا رہا ہے۔

پارکنگ میں آتے ہی اپنی گاڑی پہلے ہو سپٹل ایریا سے نکالی اور اسکے ساتھ ہی اپنے فون پر آئے بابا کے وائس نوٹس سنے۔

یکدم ہی اسکے ہاتھوں کو بریک لگے۔

"بابا، نوو"

فون بیقرار ساڈیش بورڈ سے اٹھاتے ہی کال ملائی، بیل جا رہی تھی پر ساتھ ساتھ فون اٹھائے جانے کی دیری عاقب کی جان لے رہی تھی۔

آخر چو تھی بیل پر فون اٹھالیا گیا۔

"عاقب بابا! میں محمود ہوں"

محمود بابا کی بھگی آواز سنے عاقب نے دل پر ہاتھ پھیرا۔

"بابا کہاں ہیں محمود، انکا فون آپکے پاس کیا کر رہا ہے؟"

صدے کی سی کیفیت میں عاقب نے پوچھا، دل کو پنکھ سے لگے تھے۔

"آپ خود آکر دیکھ لیں، م۔ مجھ سے بتایا نہیں جائے گا"

کہتے ہی محمود نے کال کاٹی، کال نہیں کٹی تھی کسی نے عاقب کی نبض اکھاڑ دی تھی۔

فوری اسی اذیت کے سنگ گاڑی سٹارٹ کیے بھگائی، ایک گھنٹے کا طویل سفر اس شخص نے بیس منٹس

میں عبور کیا، گاڑی حویلی کی حدود میں روکتے ہی وہ گاڑی سے اترتا گریبان کے دو بٹنز کھولتا بھاگنے کے

انداز میں لان کے آخری تاریک کونے کی طرف بڑھا، اسے ممی کی قبر کے آگے محمود بابا کھڑے نظر

آئے، عاقب ان تک پہنچا اور انھیں جیسے ہی پکڑ کر پڑے کیا، ممی کی قبر کے سرہانے سر رکھ کر ابدی

نیند سوئے جاسم موہان کو دیکھے عاقب وہیں انکے پاس دو زانو بیٹھا اور اپنے کانپتے ہاتھ سے بابا کی بازو

چھوئی۔

"نہیں، ی۔ یہ پرینک برداشت نہیں کروں گا بابا۔ بہت ستالیا آپ نے مجھے، پلینز لسن ٹومی۔ اٹھیں ہم گھر چلیں گے۔ بس مل لیا، رولیا۔ تلافیاں ہو گئیں ساری۔ چلیں شاباش ہمیں گھر چلنا ہے"

عاقب نے اسی ہاتھ سے بابا کے گال کو چھو کر سہلایا، محمود بابا کی آنکھیں کسی ساون کی برس رہی تھیں۔
"اٹھیں پلینز، آپکو اس لیے نہیں لایا تھا ساتھ کہ آپ ممی سے ٹیم بنالیں۔ آپ کو میرے ساتھ رہنا ہے، دیکھیں ناں مجھے، پلینز مجھ سے بات کریں بابا۔ آپکو واپس ملبورنیں جانا ہے تو ٹھیک ہے چلے جائیے گا، میں نہیں روکوں گایار۔ میں خود آجاؤں گا لیکن پلینز ابھی یہ مزاق بند کریں۔ بابا آپ مجھے یوں کیسے چھوڑ سکتے ہیں، کس قسم کے سنگدل انسان ہیں آپ آخر"

دفتاصبط ٹوٹنے پر وہ چلانے لگا، جیسے بن پانی کوئی مچھلی تڑپتی ہے، محمود سکتے قریب آئے اور اس تڑپتے بچے کو مشکل سے سنبھال کر کھڑا کیا، عاقب کی آنکھیں سرخ انگارہ تھیں، پورے جسم کا لہو آگ ہو گیا تھا۔

"میں نے بہت کہا چلیں ہو سپٹل پروہن۔ نہیں مانے عاقب بابا، کہنے لگے انکی زندگی ایک خوبصورت موڑ پر آکر ختم ہو گئی۔ ہڈیوں کے کیسرنے انکو ختم کر دیا تھا، سبب اس قبر پر آکر دل کھولنا بن گیا، آپکا معاف کرنا بن گیا۔ آپ جانتے ہیں میں بھی انکی اتنے آرام سے جان نکلنے پر پتھرا گیا، وہ مسکرا رہے تھے، آسمان کی طرف تک رہے تھے۔ جیسے انکی سبرینہ تمام ناراضگی مٹا کر پوری بارات لے کر آئی

ہو۔ جانے دیں انکو میرے بیٹے، جانے والوں کی بڑی مجبوری ہے۔ سنبھالیں خود کو، آپ بہت بہادر ہیں۔ وہ کہہ کر گئے ہیں عاقب کو رونے مت دینا محمود، نہ روئیں "

محمود کی جانب غائب دماغی سے تکتے عاقب نے پلٹ کر واپس قبر کے پاس بیٹھے بابا کی جبین چومی تو رو پڑا، آخر رونے کا اختیار کیسے چھین سکتا ہے وہ شخص۔

"آپ دو نے میرے ساتھ اچھا نہ کیا، انہی لمحوں میں مجھے چھوڑا جب مجھے آپ کی ضرورت تھی۔ میں کیسے نہ روؤں ہاں، کیسے صبر کروں۔ آپ کے وائس نوٹس آخری سانس تک مجھے ہنسنے نہیں دیں گے، سینے میں گڑھے رہیں گے۔ بہت برے بابا ہیں آپ، میں کیسے جیوں گا بابا بولیں کوئی علاج بھی بتا جاتے، کوئی مرہم بھی دے جاتے اس داغ مفارقت کا، انیب اور کتنا سنبھالے گی آخر مجھے، کمر توڑ دی آپ نے میری۔ میں کیسے مسکراؤں گا، کسے بتاؤں گا کہ میں مر گیا ہوں۔ ناٹ فیئر جاسم موہان۔ چیٹنگ کی آپ نے۔۔۔ چیٹنگ کی، بہت بری چیٹنگ "

وہ بچوں کی طرح بابا کو اپنے سینے لگا تا رو پڑا جبکہ آج کی یہ گہری رات تکلیف کی انتہا آسمان سے اتارے لائی تھی۔

"محمود، بابا یہیں مئی کے ساتھ مد فون ہوں گے۔ تیاری کریں پلیز "

بابا کو اٹھائے وہ خود حویلی کی طرف بڑھ گیا، جبکہ محمود صاحب بھی بھیگی آنکھیں رگڑتے کسی کو کال ملانے لگ گئے۔

.._____..

"کیا؟ یا میرے مالک! عاقب۔۔۔ یہ کیسی قیامت ٹوٹ گری اس پر"

محمود صاحب کی کال پر رجال نے صدمے سے دیوار کی اوٹ تھامی، جبکہ اک نظر گردن موڑ کر کر بناک سے نفوس پر ڈالے سانس کھینچتے کال کاٹی اور ان سبکی طرف بڑھا۔

داران کی نظر سب سے پہلے رجال سے ملی، نظروں نظروں میں کچھ بھید کہے گئے۔

"جاسم موہان کی ڈیتھ ہو گئی ہے"

رجال کے غم سے اطلاع دینے پر اک لمحہ ہر فرد اپنا دکھ بھولا، انیب کی تو آنکھیں از سر نو چھلک اٹھیں، وہ بابا کے پاس سے اٹھتی رجال بھائی کی طرف بڑھی۔

"وہ تبھی ڈر رہا تھا، ر۔۔ رجال بھائی مجھے اسکے پاس لے جائیں۔ پ۔۔ پلینز۔ وہ رو رہا ہو گا"

رجال نے روتی انیب کی گال سہلاتے سر ہلایا جبکہ جہانگیر کی آنکھیں اور ڈر سے بھر گئیں، جیسے زمیل کی موت کا یکدم یقین آ گیا ہو۔

جبکہ انیب نے اک نظر پلٹ کر داران کے سینے لگ کر اب تک ہچکیاں بھرتی داریہ کو دیکھتے اک تاسف بھری نگاہ ڈالی جیسے کہہ رہی ہو پلینز داران بھائی، داریہ کو اکیلا مت چھوڑے گا۔

خود حمین اور ایاد کی حالت بہت غمزہ تھی، اپنے لاڈلوں کو چھوڑ نہیں سکتا تھا وہ۔

"جاسم صاحب کی تدفین وہیں حویلی میں ہوگی، میں انیب کو لے کر جا رہا ہوں۔ دادو، ماما اور جانیہ کو بھی لے جاؤں گا۔ میں واپس آتا ہوں۔ داران مجھے ابڈیٹ دیتے رہنا"

رجال نے پریشانی کے سنگ سب پریشان حال افراد پر نگاہ ڈالی اور انیب کو لیے روانہ ہوا جبکہ حمین نے داران کو دیکھتے اسکے اشارے پر اٹھتے پی خود داریہ کو پکڑ کر اپنے سینے لگایا۔

"میرا بچہ! تم تو بہت بہادر ہو۔ ادھر دیکھو! کبھی کبھی اس دوسری دنیا میں اچھے لوگوں کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے۔ اور کچھ حساب جلدی چکا لیے جائیں یہی بہتر ہے۔ اللہ کا جو فیصلہ ہو امیری بہادر داریہ قبول کرے گی"

ماموں کے ماتھا چوم کر اسکے آنسو صاف کرنے پر داریہ نے اکھڑتی سانسیں کھینچتے حمین کو دیکھا۔
"م۔ میرے بابا مجھ۔۔۔ ہے ابھی ہی تو ملے تھے ماموں! پورے۔ میں اس تکلیف سے کیسے نکل سکوں گی۔ انکے گلے صرف ایک بار لگنا ہی کیا میرے نصیب میں تھا؟ ایک ماں کا ماتھے پر لمس، اور ایک بابا کا گلے۔۔۔ لگنا۔ کیا۔۔۔ داریہ اتنی بری ہے"

وہ اس وقت دکھ میں گھری تھی تبھی تو خود کو برا کہہ رہی تھی، اسکی یہ باتیں جہانگیر، ایاد یہاں تک کہ داران کا دل بھی لہو کر رہی تھیں۔

"ناں داریہ! تم تو اس دنیا کی سب سے پیاری بیٹی ہو۔ میری لاڈلی۔ اللہ نے تمہیں ممی بابا کے کم لمس اس لیے عطا کیے تاکہ اس دوسرے جہاں ان کی بہت سی محبت پاسکو۔ ایسے نہیں روتے، دیکھو سب کا حوصلہ تمہیں روتے دیکھ کر ٹوٹ رہا ہے"

حمین کو لگا اس وقت وہ ایک چھوٹی سی بچی ہے جو اپنے مقدر کے ان خساروں کے لیے مچل رہی ہے۔
"م۔۔۔ ماموں! بابا کو کہیں ایک بار پھر گلے لگالیں مجھے۔ آپ۔۔۔ آپ نے تو داریہ کی کوئی خ۔۔۔ خواہش نہیں ٹالی"

وہ سسک اٹھتی حمین کا ضبط بھی توڑ گئی۔
جبکہ ایاد یہ سب نہ سہتے خود بھی غم سے نڈھال کھڑا تھا جب داران نے اس کے کندھے کے گرد بازو جمائل کیے آہستگی سے اپنے گلے لگالیا۔
"حوصلہ کرو بہادر ایاد خان!"

داران سے بھی اس وقت تسلی دینا بہت مشکل تھا پر پھر بھی وہ یہاں اس وقت ان سب کے دلا سے کی بڑی وجہ بنا کھڑا تھا۔

بارس کی کنڈیشن لمحہ بہ لمحہ بگھڑ رہی تھی، عمر اور یچی سے مسلسل داران اور رجال کا رابطہ تھا۔
"سر ڈاکٹر کہہ رہا ہے یہ ہمارے بس کا کیس نہیں، کیا ہم بارس کو موسکو نہیں لے جاسکتے، اسکے دماغ کا ستانوے فیصد حصہ ڈیمج ہوا ہے۔ وہاں اچھے نیورولوجسٹ ہیں، اپنی ڈاکٹر صدیقہ بھی تو ہیں"

عمر نے داران کو بارس کی کنڈیشن کا بتائے رائے جانی جس پر داران نے تمام ڈیٹیل لینے کے بعد خود بارس کے ڈاکٹر سے تمام معاملہ ڈسکس کیا۔

اور تبھی اسکی کنڈیشن کے پیش نظر پرائیوٹ جیٹ کے تھر و بارس کو موسکو پہنچانے کا آرڈر دیا جبکہ عمر اور یچی کو داران نے ساتھ جانے کی تاکید کی۔

.._____..

ماریہ، ثمن اور جانیہ کو بھی رجال نے راستے سے پک کر لیا، اور ایک گھنٹے کا سفر طے کیے رجال نے چاروں لیڈیز کو حویلی پہنچایا۔

محمود صاحب نے تمام ضروری امور طے کروادیے، عاقب، بابا کو سب کے آنے سے پہلے خود غسل دینے کے ساتھ خوبصورت سفید کفن میں ملبوس کیے حویلی کے ملگجے سے احاطے کے وسط میں رکھی میت کی چارپائی میں رکھے پاس ہی اجرٹا بیٹھا تھا۔

آنسو سوکھ چکے تھے جبکہ جاسم موہان کی آخری رسومات باقی تھیں، ماریہ صاحبہ کا تودل عاقب کو یوں جاسم کے سرہانے بیٹھا دیکھ کر پھٹ گیا۔

یہی کیفیت ثمن اور جانیہ کی تھی پر انیب کی توجان سی اسکے وجود سے سرکی، گر بھی جاتی اگر رجال اسکا یا تھر بروقت پکڑے نہ سنبھالتا۔

ماریہ اور ثمن سے عاقب گلے لگا، تو وہ بھی بس آنسو بہا پائیں، کھل کر رونہ سکیں۔

نہیں چاہتی تھیں عاقب کا ضبط توڑیں جبکہ جانیہ نے ادا اس ہوتے انیب کو دیکھا۔

"سنجالو خود کو انوو، اس وقت اس بکھرے آدمی کو تمہارے دلا سے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ جاو گلے لگاوا سے، تاکہ اسکی پتھرائی آنکھیں پگھلیں"

رجال نے تاسف سے کہا تو انوو نے رحم طلب ہو کر رجال کی صورت تکی۔

"اسے یوں گلے لگایا تو میں پ۔ پتھر کی ہو جاؤں گی، میں اسے ک۔ کیسے دلاسا دوں؟ یہ کیا ہو گیا رجال بھائی"

انیب بھی دفنا سک پڑی، جانیہ نے آگے بڑھ کر انیب کا چہرہ ہاتھوں میں لیے آنسو پونچھے۔

"رجال ٹھیک کہہ رہے ہیں آپیا، وہ بہت زیادہ تکلیف میں ہیں۔ آپ انکے بابا کے بعد انکی بڑی سپورٹ ہیں۔ پلیز انکو ہیل کریں، سٹے سٹرونک"

انیب کی جان جاتی دیکھے جانیہ کو بھی جو سمجھ آیا کہا، جس پر انیب نے اپنے مردہ سے پیروں کو حرکت دی اور عاقب کی طرف بڑھی جبکہ جانیہ کی آنکھیں بھی مسلسل بھیگیں۔

"تم نے ہی سبکو سنجالنا ہے، ان سب میں سب سے باہمت شاید اس وقت تم ہی ہو جانیہ"

اپنے حصار میں بھر کر جانیہ کی آنکھوں میں افسردگی سے تکتے رجال نے جو امید باندھی وہ جانیہ نے اپنی سانسوں کی ڈور سے باندھ لی۔

مار یہ اور ثمن تو تلاوت قرآن پاک میں لگ گئیں، محمود صاحب اور انکی اہلیہ بھی تمام سپارے وغیرہ ہی پڑھ رہے تھے۔

عاقب کی نظر بابا پر جمی تھی، انیب اسکے قریب آئی اور پھر پاس ہی بیٹھے عاقب کے اس میت کی چارپائی پر رکھے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"بابا چلے گئے انیب، میرے ڈر بھی ساتھ لے گئے۔ دیکھو اب عاقب نہیں ڈرے گا، سب کھو گیا قیمتی، وہ سب کھو گیا انیب جس کے کھونے پر میں صبر کر سکتا تھا، اب میری آخری دولت تم ہی بچی ہو۔ تم وعدہ کرو اسی لمحہ، تم نہیں چھوڑو گی مجھے۔ کیونکہ تم پر صبر نہیں کروں گا اور ساتھ ہی جان دوں گا"

وہ اسے روتا بہت بار دیکھ چکی تھی پر با خدا آج انیب کو ایسا لگا اس شخص کے ساتھ پوری کائنات خزن میں اتری ہوئی ہے۔

وہی ہاتھ عاقب کے چہرے کی اطراف رکھتے وہ بھی سسکا اٹھی۔

"میرے لیے ک۔۔ کبھی مت ڈرنا، میں نے نہیں چھوڑنا تمہیں۔ ہمیشہ ساتھ ہوں تمہارے، انہیں خوشی سے رخصت کرو تا کہ وہ اپنی سبرینہ کے ساتھ بھی اب تھوڑا جی سکیں۔ میں ہوں ناں، دیکھو ہم سب ہیں۔ اکیلا پڑنے نہیں دیں گے تمہیں"

انیب نے اسکے آنسو پیار سے پونجھے جبکہ خود وہ آنسوؤں پر قابو نہ پا رہی تھی، وہ اسکی طرف دیکھتے ہوئے پھر سے نظر گما کر بابا کو دیکھنے لگا۔

"ج۔۔ جب مجھے بابا والا ہگ چاہیے ہوا، پھر تم کیا کرو گی؟"

عاقب کے اس سوال نے ہر فرد کی روح جنبھوڑی۔

جبکہ رجال آگے آتے ٹھیک عاقب کے پاس رکا اور اسکے دونوں بازوؤں سے پکڑے اس تڑپے ہوئے عاقب موہان کو پکڑ کر اپنے سینے میں بھینچ لیا۔

"میں مر گیا ہوں کیا بول؟ ہاں اب تک مرا ہوا تھا یار پر اب تیرے لیے زندہ ہوں۔ تو بھائی، یار اور میرا بچہ سب ہے اب۔ بابا والے لگس کی کمی ہو تیرے دشمنوں کو سانڈ کہیں کے۔۔۔ تو بہت بہادر ہے، اور بہادروں کے امتحان بھی بڑے ہوتے ہیں میں ہمیشہ تجھے گلے لگانے کے لیے سامنے کھڑا ملوں گا۔۔۔ تو سمجھ آج سے میں جاسم موہان ہوں"

گلے لگانے کے بعد رجال نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرا، عاقب نے بھیگی سرخ اور سو جھی آنکھوں میں تکلیف لے کر رجال کو دیکھا۔

"میں تجھے تیرے بابا کی کمی نہیں ہونے دوں گا، اور پھر ہم سب ہیں۔ تیری انیب ہے تیرے پاس، صبر کریار۔ یہ آخری خسارہ ہی شاید غم کے طوفان کا کنارہ ہو۔ ہر اختتام ہی اک نئے آغاز کی نشانی ہے"

جبکہ عاقب سے اس لمحے جان مانگی جاتی وہ سہل تھی پر باخدا یہ صبر کیا ہے وہ کہاں جان سکتا تھا۔

عاقب کو پھر سے رجاں نے گلے لگاتے بھینچا جس پر وہ سچ میں پتھرائی آنکھوں کو بھینگے پر چھوڑ چکا تھا، یہ سوگواری اک امید اور روشنی سے کہیں نہ کہیں منور ضرور تھی۔

.._____..

"کیسا ہے زمیل؟"

آخر کار سرجری مکمل ہوئی پر وقت قضاء کسی بنجارے پر آچکا تھا، ڈاکٹر کے چہرے کی بجھی رنگت اور آنکھوں کے کناروں تک پھیلی مایوسی نے ہر امید کے دامن سے الجھے شخص کو دہلایا۔

"انکے پاس زیادہ وقت نہیں ہے، وہ آپ سب سے ملنے کے تمنائی ہیں۔ آپ پانچوں کا نام لے کر پکارا"

گویا پیروں تلے سے رہی سہی زمین بھی کھینچی گئی، داریہ نے سب سے پہلے دوڑ کر کمرے کا رخ کیا جبکہ داران نے اس کے پیچھے ایاد کو بھیجا۔

خود وہ جہانگیر اور حمین دونوں کو حوصلہ دینے لگا۔

"بابا۔۔۔ بابا نہیں جائیں۔ بابا جان۔ ایسے مت کریں، میں معافی واپس لے لوں گی"

پہلے تو داریہ کی جان آکسیجن ماسک پہن کر بہت مشکل سے آخری سانس لیتے زمیل جلال خان کو دیکھے سر کی پر وہ شاید داریہ کو سلامت دیکھے مرتے مرتے جی اٹھتا اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا گیا جسکی کپکپاہٹ کو داریہ نے پاس آ کر تھامتے ہی اپنے ہاتھ میں لے کر چومتے روکی۔

"ت۔۔ تم نہیں لے سکو گی۔ میں نے ل۔۔ لوٹ لی۔ جانا ہو گا مجھے داریہ، م۔۔ میری بیٹی بہت بہادر ہے، یہ بھی سہہ جائے گی"

پیچھے آتے ایاد کے قدم دروازے میں ہی تھمے، وہ بھی رو پڑا تھا جب زمیل نے دوسرا ہاتھ اسکی طرف بڑھایا۔

"ن۔۔ نو۔۔ پلیز بابا، م۔۔ میرے ساتھ رہیں ناں۔ ایسے نہیں جائیں۔ لالہ آپ کہیں ناں" وہ آیاد کو جھوڑنے لگی جو خود بابا کے پاس کھڑا ناراض اور روٹھا لگا۔

"اب سے میرے ح۔۔ حصے کا پیار اسے تم نے دینا ہے ایاد، جانتا ہوں می۔۔ میری داریہ کو کمی نہیں ہوئی شفقت کی پر تم اض۔۔ ضافی دینا۔ میں تم دو کی م۔۔ می کے پاس دل کی ساری فکریں ہ۔۔ ہٹا کر جا رہا ہوں۔ ت۔۔ تم دو خوش ہو یار، م۔۔ میں وہ واحد شخص ہوں جسکی کوئی حسرت ادھوری نہ رہی۔ ہ۔۔ ہم شاید جنت میں ملیں اب"

خود زمیل کی آنکھیں نم ہوئیں، اسکا آکسیجن ماسک ہٹنے کے سبب دم گھٹا پر وہ بہت سے لفظ کہنا چاہتا تھا۔

"بابا! ہم آپ سے بہت پیار کرتے ہیں"

ایاد نے جھک کر زمیل کا ماتھا چوما تو وہ ازلی شریر آنکھوں سے ہنس پڑا پر ہائے وہ ہنسی جو ان دو بچوں کا جگر کاٹ گئی۔

داران، حمین اور جہانگیر بھی اندر آئے تو ز میل نے ان تین کو بھی بے حد چاہت سے تکتے جہانگیر کو دیکھتے جیسے مسکراہٹ دی وہ برداشت نہ کر پاتے رو پڑے۔

"د۔۔ داران! تم پتا نہیں کس دنیا کے ہو پ۔۔ پر مجھے لگتا ہے خاص ہو۔ ج۔۔ جیسے میرے یہ دونے میرے اس محسن حمین چوہان کے پھر حوالے ہو جائیں گے ویسے ا۔۔ اگر میں اپنے اس لگے یارک۔ کو تمہارے حوالے کروں تو سنبھالو گے ناں یہ امانت؟"

ز میل اگر جان بھی مانگتا تو داران دے دیتا۔

"یہ بھی کہنے کی بات تھی ز میل جلال خان، آپ کہیں تو آپکے دونوں بچوں سمیت انکا محسن بھی سنبھال لوں پھر آپکے یہ دوست کیا چیز ہیں"

داران کو شاید اس مرتے شخص کو تسلی دینے کا سب سے خوبصورت ہنر آگیا، ز میل نے روتی سسکتی تڑپتی داریہ اور دوسری جانب بچوں کی طرح جذباتی ایاد کو اپنی بازو پھیلانے پاس بلایا۔

جہانگیر کی جان تو جیسے ز میل کی جان کے ساتھ سرک رہی تھی، حمین اور داران نہ ہوتے تو وہ شخص یہ سب کبھی نہ سہہ پاتا۔

ز میل کے سینے کی دائیں طرف داریہ اور بائیں طرف ایاد سمٹا، یہ منظر سچ میں روح لرزا رہا تھا۔

ز میل نے دونوں کے ماتھے چومے اور اپنے محسن کو یوں دیکھا جیسے کوئی ڈوبنے والا آخری بار کنارے کو دیکھتا ہے۔

"ج۔۔ حمین! میرے بچے تمہارے حوالے، کیونکہ ت۔۔ تم ہی ان کے سر پر سجتے ہو اور سجتے ر۔۔ رہو گے"

اس بار حمین کی آنکھیں بھی نم پڑیں۔

جبکہ داریہ نے بابا کے گال کو چومتے مسلسل ناں میں ضد کر رکھی تھی، داران کو ڈر تھا ز میل سے پہلے کہیں داریہ کی جان نہ جائے تبھی پاس آئے اسے پکڑ کر اٹھاتے اپنے سینے لگا گیا کیونکہ داریہ سے ز میل کی رکتی سانسیں دیکھنا ممکن نہ تھا۔

"یہاں آ۔۔"

ز میل نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو جہانگیر بھاری قدم اٹھاتے اس کے پاس آئے اور رو پڑتے اسکے ہاتھ کو پکڑ کر آنکھوں سے لگا گئے۔

"ت۔۔ تو بے وفائی کرنا چاہتا ہے مجھ سے کہنے۔ یہ کیا کہ محبوب ملا تو یار چھن رہا ہے"

جہانگیر تڑپ تڑپ کر چینخ اٹھے، ز میل نے دوسرے ہاتھ سے اسکی گال تھپکا ڈالی۔

"پگلے۔ مکمل جہاں کہاں کسی کو ملا ہے۔ ی۔۔ یار ہو یا محبوب۔۔ کوئی ایک ملنا ضروری ہے، تیرا بیاہ دیکھ

لیا، تیرے وارث کی خبر پالی۔ نانا بننے اور شاید عنقریب دادا بننے کا بھی شرف پالوں۔۔۔ ب۔۔ بتاناں

جہانگیر اس سے زیادہ پھر کس کو میرے علاوہ مکمل جہاں ملا ہو گا۔۔۔۔ اور وہ دیکھ میری کوئل! یار وہ

مجھے خود لینے آئی ہے۔۔۔ پوری بارات کے ساتھ آئی ہے۔۔۔ بہت پیاری لگ رہی

ہے۔۔۔۔۔ اب مجھے میری کوئل ک۔۔ کا ہونے دے، میں اس سے دور بڑا تڑپا ہوا
ہ۔۔ ہوں۔۔ کہ میری ہ۔۔ ہر سانس اس سے جلد ملنے کی دعائیں کرتی تھی۔۔۔۔۔ میں نے
ت۔۔ تجھے تیرا محبوب دیا، تو بھی خ۔۔ خوشی خوشی مجھے میرا محبوب پانے دے۔۔۔۔۔ اس جہاں میں
اور کوئل پ۔۔ پھر سے محبت کریں گے۔۔۔"

سانس مزید اکھڑی تو ڈاکٹر نرسیر سمیت اندر دوڑے، سبکو باہر نکال دیا سوائے جہانگیر کے۔
ہر کوئی تڑپ رہا تھا پر جہانگیر چغتائی کو لگا جس ہاتھ سے زمیل نے انکا ہاتھ تھاما ہے اسی کے ذریعے وہ
آخری سانس بھرتا شخص اپنی ساری امنگیں اور چمک جہانگیر میں اتار رہا ہے۔

ڈاکٹر اور نرسیں آس پاس جمع زمیل کی سانسیں بحال کرنے پر لگے تھے اور وہیں زمیل جلال خان کو
اسکایارنم مگر مسکراتی آنکھوں سے ماتھا چوم کر رخصت کر رہا تھا۔

"جانتھے دیا تیرا محبوب، جانتھے تیری کوئل مبارک زمیل جلال خان"

جب جہانگیر نے اس کے ماتھے کو بہت بار چوم کر سر اٹھایا تو نہ صرف اس یار کی زندگی کی لکیر سیدھی ہو
چکی تھی بلکہ جہانگیر کے ہاتھ سے زمیل کا ہاتھ بھی چھوٹ گیا۔

چوبیس گھنٹے بیت چکے تھے اس قیامت کو، زمیل اور جاسم دونوں کو الگ الگ جگہ سپرد خاک کر دیا گیا، جاسم کو سبرینہ کے ساتھ انکی آبائی حویلی جبکہ زمیل کو کومل کے ساتھ، شاید وہ دو وفا شعار اتنے ضرور بن چکے تھے کہ انکی تربت ایک خوبصورت پہلو کی مستحق ہوتی۔

دار یہ اس صدمے کو نہ سہتے شدید ذہنی دباؤ کے سبب تدفین کے فوراً بعد بے ہوش ہو گئی جس سبب اسے ہوسپٹلائز کرنا پڑا، داران اسکے ہمراہ ہی تھا جبکہ تمام سوگ اور قرآن خوانی کی مشترکہ انتظام چغتائی پبلس میں کیا گیا، ایک ہی بار قرآن خوانی کیے تمام خاندان اور دوست احباب سے تعزیت وصول کیے سوگ کا اختتام تو کر دیا لیکن ہر فرد کے چہرے، دل اور روحیں سوگوار تھیں۔

بارس بھی عمر اور یچی کے ہمراہ موسکو ڈاکٹر صدیقہ کی ٹیم کے پاس پہنچ چکا تھا، کئی ماہر طبعی ٹیم کے لوگ بارس کی زندگی بچانے کی تگ و دو میں مصروف تھے۔

حمین بھی داران اور دار یہ کے ساتھ ہوسپٹل تھا جبکہ ماول، ایاد کے ہمہ وقت پاس تھی۔ جبکہ حویلی سے بھی تمام افراد واپس چغتائی پبلس جا چکے تھے جبکہ عاقب کو سب نے بہت کہا مگر وہ ابھی وہ جگہ چھوڑنے پر راضی نہ تھا تبھی انیب اسکے ہمراہ وہیں رک گئی۔

جبکہ جہانگیر صاحب کے زخموں کی دوا نہ اس وقت انکی اماں جان کے پاس تھی نہ ثمن کے پاس، جانیہ اور رجال بھی انکے اس دکھ میں شریک تھے۔

"بے بی ٹھیک ہے؟"

ڈاکٹر کے روم سے باہر نکلتے داران کو دیکھتے ہی حمین جو مایا سے ہی میسج پر ایاد کا پوچھ رہا تھا، اٹھ کر داران کے پاس آتے بولا۔

داران بہت تھکاوٹ کا شکار نظر آ رہا تھا۔

"جی الحمد للہ، لیکن داریہ بہت شدید ذہنی دباو میں ہے، سمجھ نہیں آ رہا اسے کیسے سنبھالوں۔ اسکے دماغ سے یہ سب کیسے نکلے گا حمین چوہان"

یہ پہلا لمحہ تھا جب داران اسے مایوس لگا، فوراً اسے اسکے شانے تھام کر مایوسی سے نکالتے انداز میں حمین نے داران کو تسلی دی۔

"بہت حساس ہے وہ، دھیرے دھیرے ہی بھلائے گی۔ اگر تم کچھ دیر آرام کرنا چاہو تو جاو گھر سو لینا۔ میں ہوں اسکے پاس"

حمین کو داران کی تھکاوٹ فکر مند کر گئی پر وہ بنا سوچے نفی میں سر ہلائے وہیں تھک کر کرسیوں کی جانب بیٹھا۔

"میں صرف اسکی مسکراہٹ اور اسکے سکون کے بارے تسلی کر لینے کے بعد ہی آرام پاسکتا ہوں۔ وہ کہیں نہ کہیں خود کو بلیم کر رہی ہے، اسے اس وقت صرف بابا یاد ہیں۔ دعا کریں وہ اس ٹروما سے نکل آئے، میں اسے بکھرا ہوا دیکھ کر برداشت نہیں کر پا رہا۔ اسکی طرف دیکھتا ہوں تو وہ خاموش آنکھیں بابا نام کی حسرت سے بھری موند کر چہرہ جھکا لیتی ہے اور میرا دم گھٹنے لگتا ہے"

داران کی بھاری پڑتی آواز پر حمین نے بنا اسے دیکھے اسکا مضبوط ہاتھ دبایا۔

"وہ زیادہ پریشان کرنے والوں میں سے نہیں ہے، تھوڑا دل بڑا کرو بر خوردار۔ میری داریہ کی واپس مسکراہٹ صرف تم ہی لوٹا سکتے ہو۔ میں گھر جا رہا ہوں، مایا اور ماول بھی ایاد کی اداسی کے سبب بہت پریشان ہیں۔ تم پاس رہو داریہ کے۔ ممکن ہے تمہارے ساتھ کے چند گھنٹے ہی اسکے زخم کو بھر دیں۔ صبح تک ویسے بھی اسے ڈسچارج کر ہی دیا جائے گا"

اپنی لاڈلی کی سفارش کرتے حمین کو دیکھے داران مبہم سا مسکرایا، حمین چوہان بہت مرہمی لہجہ رکھتا تھا۔
"جی بہتر، آپ جائیں بے فکر ہو کر"

داران نے اٹھ کر کھڑا ہوتے پہلے سے اٹھ چکے حمین کو زرا اچھے انداز میں جانے کی اجازت دی تو اسے کچھ تسلی ملی۔

"خیال رکھنا اپنا بھی، ڈنر کر لینا"

حمین نے بردارانہ محبت سے اسکا سینہ تھپکایا اور وہاں سے چلا گیا جبکہ داریہ ابھی نیند کی دوا کے اثر میں سو رہی تھی تبھی داران نے وہیں واپس بیٹھ کر سر دیوار سے لگاتے آنکھیں موند کر گہری سانس کھینچی۔

.._____..

جب سے تدفین ہوئی تھی وہ وہیں بیٹھا تھا، دونوں قبروں پر بے شمار سرخ و سفید پھول بکھرے تھے، سب انیب کو کہہ کر گئے تھے کہ عاقب کو جلد منا کر واپس لائے پر جس قدر وہ غمزدہ تھا، ہلنے تک پر راضی نہ تھا، انیب کو بہت مشکل لگ رہا تھا۔

وہ باہر آئی تو آنکھیں عاقب کو قبروں کے پاس بیٹھا دیکھ کر ہی بھیگیں، وہ سفید شلوار سوٹ پہنے، پہاڑ سا آدمی ہو کر بچہ بن گیا تھا، آنکھیں نہ رونے کے باوجود بھی سو جن کا شکار تھیں۔

انیب نے سادہ سا گہرا بھورا کرتی شلوار پہنے شانوں کے گرد ویسا ہی ہم رنگا دوپٹہ لپیٹ کر بال بھی باندھ رکھے تھے، لگ نہیں رہا تھا وہ نئی نویلی دلہن ہے۔

"بس کرو پلیمیری جان، انکویوں تکلیف دے رہے ہو۔ آؤ میرے ساتھ، کچھ دیر آرام کر لو۔ ایسے تو تمہاری طبیعت بگھڑ جائے گی بلکہ ہم واپس پیلس چلتے ہیں"

انیب اسکے پاس ہی کھڑی اپنا ہاتھ بڑھا کر اسکے بالوں میں پھیرتی اسکے چہرے کو اپنی سمت کیے زرا سا اوپر کیے بولی تو وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

"ایک دن مزید رکنے دو مجھے، میرا دل بہت گھبرا یا ہوا ہے۔ میں ان دو کی دوستی کروالوں پھر تمہارے ساتھ چلوں گا۔ تمہیں پریشان نہیں کروں گا"

عاقب جیسے دلبر داشتہ کہہ کر گیا، انیب کی پلکیں دفعتاً بھیگیں۔

وہ اسکے پیچھے ہی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اندر بڑھی، عاقب نے سناٹے میں ڈوبے ہال کو دیکھتے آنکھیں زور سے میچیں پھر درد پر انھیں انگلیوں کی پوروں سے دباتے ہوئے ہی وہیں کاوتچ پر لڑھک کر بیٹھتے ہی اپنا بھاری سر پیچھے ٹکا لیا۔

انیب اسکے پاس آکر رکی تو سامنے انیب کی بنا دیکھے بھانپ لی موجودگی پر عاقب نے آنکھیں کھولتے ہی اپنے بازو کھولے، انیب نے روتے ہوئے اسکی بازوؤں کو دیکھا اور ان میں سمٹ کر اسکی گود میں ہی بیٹھی اسکی گردن میں بازو لپیٹے ساتھ جا لیٹی۔

عاقب کی آنکھیں پل میں سرخ ہوئیں جبکہ انیب تو رو پڑی تھی۔

"تمہیں میرا حوصلہ بننا ہے میرے سکون، میں تمہیں تسلی دینے کی پوزیشن میں نہیں۔ مت رو، میں بھی رو پڑوں گا"

اپنی سماعت میں عاقب کی رندی آواز پڑنے کی دیر تھی کہ وہ ہچکیاں سمیٹے فوراً سے سامنے ہوئی، اسکا چہرہ نرم ہتھیلوں میں بھرا۔

"م۔۔۔ میرے پاس ایسا کوئی لفظ ہی نہیں عاقب جو تمہاری تکلیف کے آگے ڈھال بن سکے، بس اسکے سوا کہ تمہاری ہر تکلیف میری ہے۔ تمہارے ہر آنسو کی قیمت انیب کی جان سے کہیں افضل ہے"

وہ اسقدر بجھا ہوا تھا کہ اسکے خوبصورت چہرے کی غمگینی بھی دنیا جہاں کے کرب کو مات دے رہی تھی، پر جب انیب نے اپنی بساط سے بڑھ کر پھر سے کہہ دیا تو ان متورم آنکھوں میں سکون کی ہلکی سی پرچھائی اتری۔

"یہ ڈھال ہی ہے، کہ تم ساری دنیا چھوڑ کر میرے پاس ہو حالانکہ تمہارے بابا اور تمہاری بیسٹی کو بھی تمہاری ضرورت میرے جتنی تھی۔ سچ کہتے ہیں عورت اپنے شوہر کے آگے سب بھول جاتی ہے"

انیب کو لگا شاید وہ تعریف کر رہا ہے لیکن وہ تو پیار کر رہا تھا، اسے اسکی اہمیت بتا کر۔

"میں ان سب کے حقوق بعد میں فرصت سے بھی نبھا کر تلانی کر دوں گی لیکن تم میری سب سے اولین چاہت اور خوشی ہو، تمہارا دل جلتا چھوڑ کر انیب کسی اور کی طرف بڑھنے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔ میرے قدم ساتھ نہیں دیں گے۔ ع۔۔ عاقب!"

یہ کہنے کے بعد جیسے وہ سسک کر اسے پکاری، عاقب نے اسکے آنسو محبت سے پونجھے، اسکی گال سہلائی۔

"کہو"

وہ مرجھا کر بھی انیب کے لیے از سر نو کھلنے کی کوشش میں تھا۔

"ی۔۔ یہ عاقب بہت مشکل سے ملا ہے مجھے، اسے اس دکھ کے طوفان میں گم۔ ہونے مت دینا"

جانے کتنی ڈری ہوئی تھی وہ کہ آواز کے ساتھ خود بھی کانپ گئی۔

عاقب نے اسکی گردن کے اطراف ہاتھ جماتے اسے قریب کیے جبین کو چوماتب انیب کو ٹھیک سانس آئی۔

"پوری کوشش کروں گا، میرے ساتھ تم بھی بھوکی بیٹھی ہو کئی گھنٹوں سے۔ ایسے مت کرو۔ کچھ کھا لو"

وہ بھلے صدمے میں ہوتا پر انیب سے لا تعلق نہ تھا یہ جانے وہ پھر سے رونے لگی، خود پر غصہ آرہا تھا کہ عاقب کو سنبھالنے کے بجائے خود کمزور پڑ کر اسے پریشان کر رہی ہے۔

"ن۔۔ نو، جب تک تم نہیں کھاو گے میں بھی نہیں کھاؤں گی۔ پریشان کرتی رہوں گی" اسکے شانے سے لگے گلوگیر آواز کے سنگ بتایا تو عاقب نے اسے یو نہی بازوؤں میں اٹھایا اور کچن کا رخ کیا، جانیہ ان دو کے لیے رات کے لیے کھانا رکھ گئی تھی۔

"ایک پہلے سے دکھی آدمی کو مزید اداس کرو گی تم، میں خود اگر کھلاؤں تب بھی نہیں کھاؤ گی؟" اسے کچن شیف پر لا کر بیٹھائے عاقب نے اسکے گالوں کو چھوتے پیشانی سے ماتھا ٹیکے شکوہ کناں ہوئے پوچھا تو عاقب کے اطراف پھر سے جذباتی ہوئے بازو لپیٹ گئی۔

"تم بھی کھاو گے، اور پلینز ایسے مجھ سے لاڈ نہیں کرو۔ مجھے رونا آرہا ہے۔ ہٹو۔ تم بیٹھو میں خود کھانا گرم بھی کرتی ہوں اور کھلاؤں گی بھی تمہیں خود"

عاقب نے اسے بازوؤں میں یو نہی حصار کر نیچے اتارا اور خود تھکن زدہ مسکرا کر کرسی گھسیٹے منی سے ڈائنگ ٹیبل پر دونوں ہاتھ ٹیک کر بیٹھ گیا۔

انیب نے کھانا مائیکروویو میں گرم کرنے کے بیچ گردن گمائی تو عاقب سر درد کے سبب اپنی کن پٹی انگلیوں سے دبار ہاتھ، انیب نے فوراً سے ڈرا اوپن کی اور وہاں رکھی فسٹ ایڈ کٹ میں رکھی پین کلر بھی نکال لی۔

جبکہ کھانے میں اچھا سا قورمہ بنا تھا، عاقب نان پسند نہ کرتا تھا تبھی انیب نے اسکے لیے دو روٹی بنالی جبکہ خود کے لیے ساتھ رائس ہی گرم کیے۔
کھانا میز پر لگائے اس نے عاقب کے ساتھ ہی کرسی سنبھالی۔
"دل نہیں چاہ رہا"

عاقب نے اپنے ہونٹوں کے قریب ہاتھ روک کر ملتجی نگاہوں سے تکتی انیب کو ٹالنا چاہا پر اس نے کچھ نہ سنے زبردستی نوالہ اسکے منہ میں ڈال دیا۔
"اب لاڈ تم کر رہی ہو، مجھے رونا نہیں آئے گا کیا؟"

دوسرا نوالہ دیکھتے ہی عاقب نے اسکے ہاتھ کو اپنے مضبوط ہاتھ میں جکڑے جتایا تو وہ روہانسی ہوتی آگے سرک کر عاقب کے سر جھکانے پر اسکی صبیح پیشانی چومتی دھیماسا مسکائی۔
"یہ تمہارا حق ہے کہ تم دنیا جہاں کے لاڈ اب انیب سے پاؤ، رونا مت۔ میں ہوں تمہارے پاس"

وہ اسکے لاجواب کرنے پر دوسرا نوالہ بھی چپ چاپ منہ میں لیے چپانے لگا، دل مار کر ہی پر عاقب نے ایک روٹی کھا ہی لی، انیب نے اسکو پہلے سٹر ونگ سی ساتھ چائے بنا کر دی پھر عاقب کمرے میں گیا تو وہ اسکے لیے پین کلر اور پانی لیے وہیں چلی گئی۔

وہ ترچھے انداز میں ہی لیٹا تھا، انیب نے گلاس اور ٹیبلٹ ٹرے سائیڈ میز پر رکھے اور قریب آتی عاقب کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اسے کھینچ کر اٹھانے لگی جس سے وہ ہلا تک نہ، تبھی انیب کی ننھی منھی جان دیکھے خود ہی اٹھ بیٹھا اور بنا اعتراض پین کلر لے کر پانی پیا۔

"یہاں آؤ مجھے تمہاری گود میں سر رکھ کر سکون ملے گا"

انیب کو تکیے کی جانب کھینچ کر بیٹھائے وہ اسکی گود میں سر رکھے لیٹا تو انیب نے پیار سے اسکے بالوں میں انگلیاں داخل کیے پھیریں اور دوسرا ہاتھ اسکا عاقب کے ہاتھ میں سختی سے مقید تھا۔ وہ آنکھیں بند کر چکا تھا۔

"انیب!"

وہ یکدم آنکھیں کھولے پکارا، انیب کا دل اک لمحہ تھما۔

پوری جان آنکھوں میں چلی آئی۔

"تمہاری نزدیکی کا سکون بیان نہیں کیا جاسکتا، اللہ نے مجھے تم سے محروم نہیں رکھا، اس پر اگر وہ مجھ سے میرا سب واپس لے لے تب بھی میں راضی رہوں گا۔ مجھے لگ رہا ہے تم یو نہی میرے پاس رہو گی تو میں زہر بھی امرت سمجھ کر پی جاؤں گا اور مجھے وہ بھی شفا دے گا"

وہ سانس بھرتی نم آنکھوں سے ہی مسکراتی جھکی، اپنے ہونٹوں کو عاقب کی جبین پر رکھتے پھر اسکی ناک چومی، جو اسکے پھول جیسے لمس بھی اپنے اندر پھیلے درد کو سمٹتا محسوس کر رہا تھا۔

"میری جان بھی قربان ہے تم پر"

وہ محبت سے بولی تو عاقب نے اسکی گلابی ہتھیلی بے حد جذب سے چومی، پھر اسکی خوشبو سانسوں میں اتاری۔

"میں سو گیا تو ماموں اور داریہ سے بات کر لینا، اجازت ہے۔ اور ہاں تم مجھے پریشان کرو یا پیار، دونوں ہی بے حد عزیز ہے مجھے۔ میں تمہاری گود میں سر رکھ کر ہر محرومی سے بے نیاز اور ہر دکھ سے محروم ہو گیا۔ ہمیشہ میرے ساتھ رہنا"

پین کلر کے سبب سر کا درد زائل ہوا تو اعصاب پر طاری تھکن نے جلد ہی عاقب کو نیند کی آغوش میں بھر دیا جبکہ انیب چاہ کر بھی اس سے دور نہ جاسکی، اس وقت عاقب کے جسم میں موجود سکون کے علاوہ اسے کچھ یاد ہی نہ تھا نہ وہ یاد کرنا چاہتی تھی۔

"نہیں ابھی تک سو رہی ہے، جاگتی ہے تو رونے لگتی ہے تبھی اسے نیند کی دوا دی گئی۔ فکر مت کرو میں ہوں داریہ کے پاس۔ تم بتاؤ عاقب ٹھیک ہے؟"

عاقب گہری نیند میں گیا تو انیب نے پہلے شمن ممی سے بات کیے بابا کی خیریت پوچھی جو خود بھی شمن کے لاکھ جتن کرنے کے بعد بچوں کی طرح اسکا ہاتھ پکڑے سوئے تھے پھر داریہ کے بجائے داران کو کال کی۔

"جی پین کلر دی تھی کھانا کھلا کر شکر ہے سو گیا، آپ پلیر داریہ کا خیال رکھیے گا وہ بہت تکلیف میں ہے بھائی"

انیب کی تاکید پر داران نے ہاتھ بڑھا کر داریہ کے گال پر پھیلے بال سمیٹے اور سر ہلانے کے ساتھ انیب کو مطمئن کیا، فون بند کیے سائیڈ میز پر رکھے داران نے داریہ کا ہاتھ پکرا اور انگلیوں کو لبوں سے جوڑا۔ نیند کی دوا کا اثر ختم ہوا تو دھیرے سے داریہ نے آنکھیں کھولیں اور اس سے پہلے پھر رو دیتی، داران نے جھک کر اسکی نم پڑتی آنکھیں باری باری مہر چاہت و تسلی سے چومیں۔

"نوو! میں تھک گیا تمہارے آنسو دیکھ دیکھ کر۔ اٹھو شاباش، لیٹی ہوئی بری لگ رہی ہو۔ کیا ہو گیا میری آنکھوں کی ٹھنڈک کو"

اسکو سہارہ دے کر اپنے حصار میں لے کر بٹھایے داران نے اسکی ہچکیوں کو سہتے ہوئے جبین چومی تو وہ روتی سسکتی ہوئی داران سے لپٹ گئی۔

"ب۔۔۔ بھگ گئی تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک، پہلے جلی پھر دھواں اٹھا پھر خاکستر ہو کر ختم ہو گئی۔ م۔۔۔ ماہیر! میرے بابا چلے گئے"

اسکے دکھ کا مداوا کوئی نہ تھا پر داران اپنی پوری کوشش کر رہا تھا اسے سکون دے۔

"میں ان آنکھوں کی ٹھنڈک کو دوبارہ زندہ کروں گا، سب چلے جاتے ہیں داریہ، لیکن جینے کی ہمت نہیں جاتی۔ ورنہ دنیا بنتے ہی ختم ہو چکی ہوتی۔ مجھے دیکھو! میں نے بھی تو اپنا محسن کھو دیا، انکا احسان اتارنے کا موقع نہ ملا۔ سنبھل جاؤ، اپنے ساتھ بے بی کو بھی رلا رہی ہو"

آخری جملے پر بے اختیار داریہ نے تھوڑا فاصلہ بناتے اپنے پیٹ کو چھوا کیونکہ یہی معاملہ تھا جس میں وہ بہت حساس تھی آجکل۔

"کیا سچ میں وہ بھی رو رہا ہو گا، اوکے میں نہیں روؤں گی۔ میرا بے بی نہ روئے بس"

داریہ کے سرگوشیانہ سہم جانے پر داران نے مسکرا کر سر ہلایا۔

"بے بی کی اتنی فکر، بے بی کے ابا جو کل سے تمہیں سنبھالتے آدھے ہو گئے اسکی کوئی قدر نہیں"

یہ سراسر داریہ کا دھیان بھٹکانے کو کہا گیا۔

"تم ہو تبھی تو نہ رونے کا مشکل ترین عہد لے رہی ماہیر شاہ! اور مجھے سنبھالنے کی یہ ذمہ داری تم پر

دوسرے جہاں تک کے لیے ہے بھولو مت"

داریہ کے لہجے میں خفیف سی شکایت اڈی البتہ رونابہ دستور گھٹ گیا پر روکا نہ جاسکا۔

داران نے اسکے دونوں ہاتھ چومے، اک کی پشت پر ڈرپ نسب تھی، اسے پیار بھرے لمس داریہ کو اور رلا گئے۔

"بس داریہ"

وہ پھر سے اسکو دیکھتے رو پڑی، داران کی بس ہو چکی تھی۔

"میں دور ہی اچھا تھا، جارہا ہوں"

دلبر داشتہ ہوئے وہ اسے لٹاتے آنکھیں چرا گیا پر باخدا اس لڑکی کی سسکیاں داران کی جان نکال رہی تھیں۔

"اپنی جان کی دشمن مت بنو، آنکھیں بند"

وہ اسکے پاس سے غصے سے اٹھ کر جانے لگا مگر داریہ نے اسکے ہاتھ کو چھو کر جکڑتے روکا۔

"مجھ سے دور مت جاو"

فلورنس کی التجاء ٹالی کیسے جاتی اس شخص سے۔

"پہلے وعدہ کرو ایک آنسو نہیں"

خفگی سے شرط سمجھائی جس پر وہ بگھڑی۔

"یا اللہ مجھے صبر دے"

گہرا سانس بھرے داران ماہیر شاہ گھبرا کر بڑبڑا اٹھا۔

"تم۔۔ تم مجھے رونے سے مت رو کو میرا دل پھٹ جائے گا، تم تنگ آ گئے ہو میری تکلیف سے تو جاو چلے جاو ماہیر"

ہچکیوں میں زد میں روتی داریہ کو وہیں پہلو میں لیٹ کر حصار میں لیتے کھینچ کر اپنے سینے لگائے ماہیر نے اسکی سسکیاں خود میں اتارتے بالوں میں ہاتھ پھنساتے سر چوما۔

"رولو، نہیں رو کوں گا اب"

داران کی بھاری پڑتی آواز پر داریہ نے آنسوؤں کو سنبھالے چہرہ پیچھے کیے داران کو دیکھا جو آنکھیں موند چکا تھا۔

"رو کون۔۔ ناں"

وہ اسکے چہرے سے لگے منمنائی، داران کا دماغ چکرانے کے دہانے آچکا تھا۔

"داریہ پلیز رحم کھاو خود پر اور مجھ پر"

وہ آنکھیں کھولے اسے دیکھتے پکارا، نظروں میں پے پناہ تکلیف تھی، اپنی بازو اسکے سر تلے رکھتے اسکا سر اٹھا کر اپنے سینے پر رکھے گرفت بڑھائی۔

"ماہیر"

داریہ کے رندی آواز کے سنگ پکارنے پر وہ پھر سے اسے گردن گمائے دیکھنے لگا، جسکی آنکھیں سو جھی اور نم تھیں، چہرے کا گلو پھیکا تھا، ہونٹ ڈرائے ہو رہے تھے، سنہری آنکھیں درد میں ڈوبی تھیں۔

"سنجھالو خود کو، مجھ سے تم سنجھالی نہیں جا رہی۔ اپنی تکلیف سے مت تڑپاؤ مجھے، اس معاملے میں مجھ میں برداشت نہیں ہے۔ دعا کرو انکے لیے، اور مجھے میری داریہ واپس کرو میں ٹھیک نہیں ہوں"

شاید یہی ٹوٹا بکھر انداز ہی داریہ کو سنبھلنے کی ہمت دے سکتا تھا اور کامیاب بھی ہوا، داریہ نے سارے آنسو پونجھ لیے۔

"کوشش کروں گی م۔۔ ماہیر"

وہ بولی تو ہمت سے پر آواز آنسوؤں کی گرمائش میں ڈوبی لیکن اسکی اتنی ہمت ہی داران کے لیے بے حد زیادہ تھی۔

"تمہاری کوشش پر بھی ماہیر شاہ قربان، اللہ تمہیں صبر دیں"

اسکی آنکھوں کو باری باری چومتے داران نے اسے پھر سے اپنے سینے لگا لیا لیکن اب یہ فرق پڑا کہ وہ رو نہ پائی۔

.._____..

ڈاکٹر صدیقہ اور انکی ٹیم بارس کی زندگی تو بچانے کا وسیلہ بن گئے لیکن بارس سوئیر قسم کے کومے میں جا چکا تھا، ایکسپرٹ نیورولوجی ٹیم کے مطابق وہ اس وقت شدید ذہنی دباؤ کا شکار تھا۔

"یہ ٹھیک تو ہو جائے گا"

عمر اور یچی اس وقت لیب میں ہی تھے۔ صدیقہ، سائمن اور چند اور طبعی سٹاف بھی موجود تھا۔

"ابھی کچھ کہہ نہیں سکتے، اسکی یہ بیہوشی اس وقت صرف ذہنی دباؤ کے سبب ہے۔ جب تک وہ اس ٹنشن سے نکلتا نہیں اسکے کوئے سے نکلنے کا ایک فیصد بھی چانس نہیں۔ تم دو اسے سمجھاؤ کہ اس نے اپنا فرض نبھایا ہے اس لیے اس ذہنی اذیت سے نکلے"

صدیقہ نے عمر اور یچی دونوں کو امید افزاء نظروں سے دیکھا جسکے بعد عمر اور یچی دونوں نے اپنی طرف سے بھرپور کوشش کی کہ بارس کو تھوڑی ہمت دے سکیں لیکن فی الحال کچھ بھی اثر کرتا دیکھائی نہیں دے رہا تھا۔

.._____..

جانیہ پانی پینے نیچے آئی تو لاونچ میں کاؤچ پر ہی سوئے رجال کو دیکھے پانی پیے ہی واپس کمرے میں گئی اور باریک سابلینکٹ لائے ٹھیک رجال کے پاس رکے اس پر پھیلا دیا، موسم کا تغیر اچانک ہی ہو چکا تھا، راتیں بہت حسین اور زرا نرم ہو رہی تھیں۔

وہ کچی نیند میں تھا تبھی کمبل کی حدت پر فوری جاگا تو جانیہ کو دیکھے فکر سے اٹھ بیٹھا، وہ بھی گھبرائی سیدھی ہوئی۔

"میں ہمیشہ آپکو پرسکون کرنے کے چکر میں بے آرام کر دیتی ہوں، آئی ایم سوری میں بس یہ کمبل۔۔"

بوکھلاہٹ میں لہجے کی نمی ملائے وہ اس سے پہلے مزید بولتی، رجال کمبل ہٹائے اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم نے نہ تو چیڑ ماری ہے نہ چٹکی کاٹی، پھر بے آرام کیسے ہو گیا میں مسٹنڈا۔ اور جانیہ تم اتنی صفائیاں کیوں دے رہی ہو، کیا تم جھاڑو ہو"

وہ جو گھر کے عجیب دکھی ماحول پر اندر ہی اندر افسردہ تھی، مزاق پر بھی روسی دی تبھی تو رجا ل نے گھبرا کر اسے پکڑے اپنے سینے میں بسالیا۔

جانیہ نے نم آنکھیں فوری رجا ل کے یوں حصار لینے پر موند لیں۔

"او کے سوری، ابھی سچویشن ایسی ہے کہ مجھ سے ڈھنگ کا جوک بھی مارا نہیں گیا۔ بس چاچو کے ساتھ بیٹھ کر ان سے زمیل انکل کی باتیں سن رہا تھا، کب وہ اٹھ کر گئے اور میری آنکھ لگی پتا نہیں چلا"

اسے خود سے الگ کیے رجا ل نے نرمی کے سنگ جانیہ کو سمجھایا جس پر وہ فوری آنکھیں رگڑتی ڈھنگ سے مسکائی۔

"خیر آجاو سوتے ہیں، کل سے اک لمحہ بھی کمر سیدھی نہیں کی۔ اب تو جسم بھی اکڑ گیا ہے۔ تم میرے شولڈر دبا دو گی یار، آئی نواٹس ویری مین پر میرے مسلز میں تھکاوٹ سے کھنچاؤ آ جاتا ہے اور یہ جینٹل منخوسیت ہے"

رجا ل اسے ساتھ لیے کمرے میں آیا، جانیہ نے اسکی پٹر پٹر باتوں پر بس نرم سا مسکرا نا ہی کافی سمجھا جبکہ وہ بیڈ کی پائنٹی کی جانب بیٹھا تو جانیہ نے شرٹ کے بازو اوپر کھینچے اور دوپٹہ اتار کر سرہانے رکھتی بیڈ

پر اوپر چڑھی اور ٹھیک گھٹنوں کے بل پر بیٹھے اپنے دونوں ہاتھ رجاں کے کندھوں پر ٹکائے اپنی لانی باریک انگلیوں سے دبائے لگی۔

رجاں نے بڑے سرور سے اس مساج کو فیل کیا کیونکہ سچ میں جانیہ بہت اچھے سے اسکے شولڈر کا پین کم کر رہی تھی پھر گردن کے اطراف ہاتھ لے جانے چاہے پر رجاں کی شرٹ کا کالر کاوٹ بن رہا تھا۔
"آپ شرٹ اتار سکتے ہیں؟ آئی مین مجھے آپکے مسلز پھر ایزیلی فیل ہوں گے۔ میں زیادہ ماہر تو نہیں پر کچھ سٹریس ریلیف ٹرکس جانتی ہوں"

جانیہ نے رجاں کے کان کی طرف جھکے ہچکچاتے کہا تو رجاں نے خفیف سا سر ہلایا اور شرٹ کے بٹنز کھولے شرٹ اتار کر سائیڈ پر رکھی۔

ویسٹ پہن رکھی تھی اس نے تبھی جانیہ ابھی بھی پر اعتماد تھی، اور خوش بھی کہ اب وہ ایزیلی اسکے شولڈر کا درد دور کر سکتی ہے۔

جانیہ اٹھ کر ڈریسنگ تک گئی اور وہاں رکھے مونچر انڈر آئل کو اپنی ہتھیلیوں میں لگایا اور واپس آئے رجاں کی بالائی کمر، کندھے اور اگلی گردن کے کچھ حصوں تک مساج کرتی اسے سچ میں کچھاو سے نکال لائی۔

"اب اپنے بازو اور کلائیوں گول گول ہلا کر دیکھیں"

جانیہ نے پھر سے سرگوشی کی جس پر رجال نے اٹھ کر ویسا ہی کیا، کچھ سٹر پیچنگ پوز کیے جس سے واقعی رجال کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھری۔

"تم نے تو کمال کر دیا، تم ایسا ہفتے میں دوبار کر دیا کرو گی؟"

رجال نے اسکے ملائم ہاتھ پکڑے تو وہ توازن برقرار نہ رکھنے پر اس سے جا ٹکرائی، دونوں ہی اس ٹکراؤ پر مسکرا دیے۔

وہ سنبھل کر اٹھی اور بیڈ سے اتر کر رجال کے سامنے آئی۔

"میں یہ ہر روز کر دوں گی، نوپرا بلیم"

جانیہ نے نظریں جھکاتے چراتے پھر اختتام تک جماتے جواب دیا تو ناجانے کیا دھن تھی کہ رجال نے اسکی کمر پر ہاتھ رکھے لمحے میں اپنی طرف گھسیٹے اسکی گال پر نرم سا پیار دے کر جانیہ کے دل کی دھڑکنیں تیز کر دیں۔

"تم دن بدن اپنے ہنر دیکھا کر مجھے اپنا گرویدہ کر رہی ہو، یہ سچ میں بہت رٹلیکسنگ تھا۔ کبھی تمہیں ضرورت ہوئی تو میں بھی کر دوں گا"

رجال کا آخری جملہ اسکے لہجے کی معنی خیزی کے سنگ سنے جانیہ کے پیروں سے جان سی سر کی، اس سے پہلے وہ اسکے حصار سے نکل کر بھاگتی رجال نے اس بار اسکی کلائی اچک لی۔ وہ پھر سے مڑ کر اسکے حصار میں پلٹ آئی پر آنکھوں میں آنسو اڑے تھے۔

"تم مجھ سے ڈر رہی ہو؟"

رجال کو اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا کیونکہ جانیہ کا ہاتھ باقاعدہ کانپ رہا تھا۔

"وہ اس ٹانگہ نے بھی یو نہی میرا ہاتھ پکڑ کر وحشیوں کی طرح کھینچا تھا"

جانیہ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکے وہیں رجال کے ماتھے پر بل پڑے، فوراً ہاتھ آزاد کیے شرٹ پہنتے ہی واپس پلٹا اور جانیہ کو پکڑ کر اپنے ساتھ لگائے ہی کاوچ پر بیٹھا جو رو کر سرخ ہو چکی تھی۔

"پھر کیا ہوا تھا؟"

رجال نے جو پوچھا جانیہ نے سسک کر رجال کی طرف دیکھتے نفی میں گردن ہلائی۔

"ٹیل می تاکہ میں ایسا کچھ نہ کروں جو تمہیں اس اذیت کی یاد دلائے"

رجال کے لہجے میں تکلیف دیکھے جانیہ مزید رونے لگی اور رجال کا ہاتھ پکڑے اسی پریشانی میں چوما بھی۔

"ٹیل می جانیہ"

اپنا ہاتھ دھیرے سے چھڑوائے رجال نے اسکی جھکی آنکھیں اوپر کرنے کو چہرہ جڑے سے نرم سا ہولڈ

کیے اوپر کیا جہاں آنسوؤں کا طوفان دبا تھا۔

"اس نے م۔۔ مجھے بہت سارا گند ابائیٹ کیا، جہاں اسے م۔۔ موقع ملا"

جانیہ کی آواز دبی جبکہ رجال کی آنکھوں میں اترا لہو گہرا ہوا۔

"پ۔۔ پھر مجھے ب۔۔ باندھ دیا"

وہ اس بار اسکے شانے میں چھپ کر منمنائی اور آگے کا سارا فسانہ اس نے سسکیوں کی صورت رجال کے کان سے ہونٹوں کو جوڑتے سنایا جس میں خدا گواہ تھا کتنی بار جانیہ کی بولتے بولتے سانس رکی، رجال نے اسکے بالوں کو نرمی سے سہلاتے خود سے دور کیا اور اسکے آنسو پہلے پونچھے۔

"تم جانتی ہو تمہارا تو اس سے کچھ نہیں گیا، جو جہنم اپنے نام لگوائی اس زلیل ملعون نے لگوائی۔ تمہارے تو یہ اذیت اور قہر سہہ کر گناہ دھل گئے۔ تم اور پاک کر دی گئی ہو گی۔ یہ جسم ہم سبکا مٹی ہو جائے گا، کیونکہ ہم مٹی ہیں۔ اصل ہماری روحیں ہیں، انکا حساب الگ ہے۔ وہ جسم کی طرح یوں میلی اور ناپاک نہیں ہوتیں بلکہ انسان جتنا روتا اور تڑپتا ہے وہ اور نکھرتی ہیں"

جانیہ نے رونا رو کے حیرت سے رجال کو دیکھا۔

"مطلب میں گندی نہیں ہوئی، مجھے اسکا گناہ نہیں ملا؟ میرا حساب نہیں ہو گا"

وہ تڑپ اٹھتے پکاری، جیسے اس جواب کو جاننے کے لیے کب سے مر رہی تھی۔

"ہرگز نہیں، اس لمحے تم جتنا روئی اور چلائی تھی نہ وہ سب چینخیں اور بے بسی والے آنسو بروز حشر بہت خونی بلاؤں کا روپ دھار کر اس خرام خور کے جسم کو ویسے ہی نوچیں گی۔ تم دیکھنا، کیا یہ تسلی کافی ہے تمہارے لیے؟"

جانیہ کی نم آنکھیں تکتے رجال نے پیار سے پوچھا تو وہ فوری مسکراتی گیلی آنکھیں جھپک کر سر ہلائے رجال کو بھی ڈھیروں مطمئن کر گئی۔

"رب اسے بار بار موت دیں"

جانیہ نے آزر دگی سے سرگوشی کی۔

"اللہ! اسے اللہ کہہ کر پکارنا سب سے افضل ہے"

رجال کی تصحیح پر جانیہ پر امید سا مسکرائی۔

"اللہ، اسے بہت عبرتناک سزا دیں گے"

جانیہ کے فوری بولنے پر رجال نے اسے پکڑ کر خود سے لگایا کیونکہ رجال کی آنکھیں دھندلا کر رہ گئی تھیں۔

"ایسا ہی ہوگا، میرے چھونے کو اپنی نظر میں الگ رکھنا جانیہ درخواست کرتا ہوں"

وہ اسکی آواز کی نمی بھانپ گئی تبھی گھبرا کر رو برو ہوئی۔

"ایسا مت کہیں، میرا وہ مطلب نہیں تھا۔ آپ کا چھونا بہت خاص اور الگ ہے رجال، مجھے سکون دیتا

ہے نہ کہ تکلیف، پھر کیا وہ الگ مقام پر خود بخود نہیں پہنچ چکا؟ میں نے محسوس کی ہیں دل میں پروان

چڑھتی امنگیں، کہ میرا ہاتھ آپکے ہاتھ سے سوتے میں بھی نہ چھوٹے، آپکے ہونٹوں کا نرم اور سرسری

سالمس مجھے پہروں رشک میں مبتلا رکھتا ہے، کم فہم ہوں، اس سے زیادہ خاصیت چاہیے، تو منہ سے

کہیں، میں انکار کروں تو اس زندگی کا کیا کرنا ہے مجھے؟ بس میرے دماغ میں وہ برے لمحے کبھی کبھی

گھوم جاتے تو میں خود کو بہت کمزور محسوس کرتی ہوں"

اپنی بے بسی ڈبڈبائی آنکھوں کو رجاں کے چہرے پر پھیرتے کمزور سے لہجے میں وضاحت دی جبکہ وہ اسے اتنا متعبر کر گئی کہ رجاں کتنی دیر جانیہ پر سے نگاہ نہ ہٹا سکا۔

"تم نے خود کو سنبھال رکھا یہ تمہارے اندر کی مضبوطی کا ثبوت ہے، رہی بات میرے چھونے کی، اگر یہ اتنا خاص ہو گیا ہے تو تم بھی یہ کمفرٹ مجھے دے سکتی ہو تاکہ میرے لیے بھی تمہارا لمس خاص بنے۔ مجھے بھی اسکی ضرورت ہے"

رجاں کے سیدھا سبھا و تقاضا کر دینے پر وہ چھینپ سی گئی، پر پھر شش و پنج سے نکلے آگے سرک کر چہرہ اٹھائے خود بھی رجاں کی گال پر ملائم سے ہونٹوں کو رکھے دور ہوئی تو دونوں کی آنکھیں مچلی سی خوشی میں مبتلا تھیں۔

"تھینکیو! چلو سوتے ہیں"

خوشی چھپانے نہ چھپ رہی تھی تبھی سونے کو پر تولے جس پر جانیہ واش روم کا بہانہ کرتی بھاگ نکلی اور جب اچھی دیر لگا کر لوٹی تو رجاں سوچکا تھا، معنی خیز سی مسکاتے وہ اسکے پہلو میں لیٹی اور اس میں سمٹ کر خود بھی آنکھیں موند لیں۔

.._____..

تبریز پر سوں سے اہم میٹنگ کے سلسلے میں اوٹ آف سٹی تھے تبھی دونوں کے جنازے میں شریک نہ ہو سکے تھے، آج آئے اور پہلے عزیزے جان کے ہمراہ جا کر جہانگیر سے تعزیت کی اور رات کو لوٹے۔

تب تک حمین بھی واپس آچکا تھا۔

"یہ وقت صبر و حوصلے کا ہے ایاد خان، آپ ایک سخت جان اور بہادر انسان ہیں۔ اللہ آپکو صبر سے نوازے"

ایاد، عاقب اور دارِ یہ کی بنسبت کافی حوصلے میں تھا کیونکہ موت برحق ہے یہ حقیقت اسے معلوم تھی پھر ماول نے اسے اک لمحے کے لیے اکیلا ہونے دیا ہی نہ تھا کہ وہ اس خسارے پر آنسو بہاتا یا حوصلہ کھو دیتا، ماول نے اسے اپنے ساتھ سے یہ یقین دیا کہ اب بھی اسکا دامن بے شمار نعمتوں سے مالا مال ہے۔

"بہت شکریہ تبریز انکل، تکلیف صرف اس بات کی ہے کہ وہ ابھی ہمیں ملے تھے۔ بچپن میں جب ہمیں چھوڑ کر گئے تھے تب تو ہمیں ماموں نے انکی کمی کا احساس ہی نہیں ہونے دیا تھا اور نہ ہم اس قابل تھے کہ سمجھ پاتے ہمارے ساتھ کیا ہوا لیکن اس بار انکا جانا ہمارے ہوش ٹھکانے لگانے سا تھا، پر اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے سر سے باپ نام کی چھاؤں ہٹنے کے باوجود نہ تب ہٹی نہ اب، ماموں کا سایہ ہمارے لیے بہت بڑی تسلی ہے"

حمین نے ساتھ ہی بیٹھے لاڈلے کا ہاتھ پکڑ کر پیار سے دبایا تو خود عزیزے جان اور تبریز اس منظر پر جذباتی ہوئے۔

جبکہ عزیزے جان نے کبھی نہ سوچا تھا کہ وہ دارم کے مجرم کی کبھی یوں تعزیت کریں گی، وہ تو زمیل کے خون کی پیاسی تھیں۔

"ز میل نے میرے دارم کو گولی ماری، دارم کے قصور جاننے کے باوجود اس لمحہ جب یہ معلوم پڑا تھا تو دل چاہا ز میل کے ٹکڑے کر آؤں۔ پر سب کچھ اک تیز آندھی کے جھکڑ سے ہل گیا، آج مجھے سچ میں دکھ ہے ز میل کی موت کا۔ اللہ اسکی روح کو سکون دے، اللہ میرے دارم کی خطائیں بھی بخشے، ماں ہونا بڑا مشکل ہوتا ہے"

عزیزے کی نگاہیں زیرک تھیں اور ان میں تکلیف اور آنسو جھلملا رہے تھے، ماول پاس ہی بیٹھی تھی تو دادو سے لپٹ گئی۔

جبکہ مایا نے بھی سبکے لیے ڈنر لگوا یا اور وہیں چلی آئی۔

"ماؤں کے امتحان سخت ہوتے ہیں عزیزے جان! اللہ آپکو بھی صبر دے۔ جب بھی کسی کی موت ہو تو ہر انسان کا پرانا زخم تازہ ہو جاتا ہے۔ جو اس دنیا سے چلے جاتے ہیں انکا معاملہ اللہ پر چھوڑ دینا چاہیے" اس بار گفتگو میں حمین نے حصہ لیا، سب ہی غم میں تھے پر جینے کے لیے پیٹ کو بھرنا ہی پڑتا ہے۔ سب نے بس ہلکا پھلکا سا ہی ڈنر کیا۔

عزیزے جان کا ارادہ صبح داریہ سے ہو سپتیل ہی مل کر آنے کا تھا، ابھی دیر ہو گئی تو حمین نے عزیزے جان اور تبریز دونوں کو روک لیا۔

مایا نے خود تبریز بھائی اور عزیزے کے کمرے ٹھیک کیے، ماول نے سبکے لیے سونے سے پہلے چائے بنائی، بابا اور دادو کو دے کر ایاد کے لیے بنا کر ٹیرس کی طرف گئی، ٹیرس پر جانے کے لیے موجود

سیڑھیوں پر بہت ساری روشنیاں لگی تھیں جو ایاد نے کچھ دن پہلے ہی ماول کے لیے لگوائیں تاکہ اسے ڈر نہ لگے تبھی وہ بنا ڈرے چائے کا کپ لیتی اوپر چھت پر چلی گئی، ایاد اسے سامنے ہی ٹیرس کے کنارے ہاتھ سینے پر لپیٹے کھڑا نظر آیا۔

"آپکی چائے"

اسکے ساتھ جا کھڑے ہوئے ماول نے کپ ایاد کے ہاتھ میں پکڑایا اور اسکے روبرو دیوار سے لگے ایاد کو دیکھنے لگی پھر ایاد کی شرٹ کے کھلے بٹن کو دیکھے اسکو انگلی کی پور سے چھو کر واپس ایاد کو دیکھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو"

ایاد نے اک سیپ لیتے ہی کپ دیوار کی کھر دری سطح پر رکھے مبہم سی آواز میں پوچھا۔

"یہی کہ آپ میرے علاوہ پر معاملے میں بہت سٹرونگ ہیں ملینگا، اور مجھے آپکا میرے معاملے کے علاوہ اتنا سٹرونگ ہونا ہی چاہیے تھا۔ اگر آپ رونا چاہیں تو لک، میری کھلی بازو منتظر ہیں، یہ عیاشی آپ کبھی بھی پاسکتے ہیں"

اب تک ایاد کی آنکھیں اس نے سرخ اور متورم دیکھیں پر اسے روتے نہ دیکھا تبھی تو اسے ڈر تھا کہیں ایاد ضبط کر کے خود کے دل کو تکلیف نہ پہنچادے، وہ چاہتی تھی وہ رو کر اپنا دل بھی ہلکا کرے جیسے ایک بیٹا، باپ کی موت پر کرتا ہے۔ وہ بازو کھول کر اسے دیکھتی بہت پیاری لگی کہ وہ سچ میں ان بازوؤں کے

ہالے میں چلا آیا، ماول نے اسکی گردن کی اطراف بازو لپیٹے، ایاد کے ہاتھ اپنی پشت پر جکڑتے محسوس کیے تو آنکھیں موندے مسکرائی۔

"مرہم جب درد سے بہت بڑا ہو تو آنسو اس ڈر سے آنکھوں میں چھپ جاتے ہیں ماول کہ کہیں مرہم کو تکلیف نہ پہنچا دیں۔ ماموں کے بعد میری بڑی ہمت تم ہو، مجھے نہیں رونا۔ ویسے بھی بابا نے مجھ پر بڑے ہونے کی باقاعدہ ذمہ داری ڈالی ہے، اور بڑے اپنا حوصلہ ٹوٹنے نہیں دیتے، رہی بات تمہاری"

اپنے ٹھیک ہونے کا یقین یوں ماول کی دھڑکنوں تک ارسال کیے وہ روبرو ہوا تو ماول کی آنکھیں آبدیدہ ہو چکی تھیں۔

"تمہارے لیے مجھ میں نقطہ صبر نہیں ہے، تبھی تو تم مجھے اتنی سخاوت سے عطا ہوئی تھی۔ پریشان مت ہو میرے لیے میری گڑیا، میں ٹھیک ہوں۔ میرے دل پر کوئی بوجھ نہیں ہے، بابا کا جاننا دلخراش سہی پر مجھے بہت ہمت دے گیا۔ جیسے اس دکھ کے ایجاد ہونے کے ساتھ آسمان پر ہی کہیں اک صبر بھی بنایا گیا ہو، وہ بری کے بجائے اچھی یاد بن گئے ہیں"

ایاد ٹھیک ہے یہ ماول کو بے پناہ راحت بخش گیا، وہ اسکے پھر سے سینے لگی۔

"ا۔۔ ایاد! آپ سچ میں بہت بہادر ہیں۔ دیکھیے گا اللہ اس کے بدلے آپکو ہزار گنا بڑی خوشی عطا کرے

گا"

ماول کی معصومانہ دعا پر ایاد نے سر کو اثبات میں ہلایا اور ماول کا ملائم ہاتھ پکڑ کر چوما۔

"تم وسیلہ بنو گی اس خوشی کا، جاو پڑھ لو جا کر تین پیپر ز رہتے ہیں تمہارے"

ایاد کی بات کا مفہوم سمجھے بنا وہ مسکراتی واپس پلٹی پر جب اسکے جملے کا مفہوم سمجھ آیا تو ماول کا چہرہ سرخیاں چھوڑ گیا۔

"یہ ہمارے بے بی کا بول رہے۔۔۔ اف! ملینگو آپ میری جان لے لیتے اس سے بہتر تھا"

فوراً سے ماول بڑبڑاتی بھاگی جبکہ ایاد نے مسکرا کر اسے دیکھا اور واپس چائے اٹھا کر پینے لگا۔

وہیں ماول نیچے آئی تو اسی لمحے ڈور بیل بجی۔

حمین جو تبریز کے ہمراہ ہی تھا کمرے میں جاتے جاتے رک کر دروازے کی طرف بڑھا۔

کوئی کورئیر آیا تھا۔

حمین نے سائن وغیرہ کیے اور وہ خاکی کاغذ لیے اندر آیا تو ماول بھی دلچسپی سے حمین کے پاس آرکی۔

"یہ کیا ہے حمین انکل؟"

ماول نے حیرت سے پوچھا۔

"پتا نہیں دیکھتا ہوں"

حمین نے اس لفافے کو الٹ پلٹ کر دیکھنے کے بعد کھولا جس کو کھولنے کے بعد اس میں ایک فائیل تھی

اور ساتھ ایک چیک اور چھوٹا سا نوٹ۔

"دار یہ کو بیچنے کے بعد جب میں نشے سے نکلا تو مر گیا تھا، میری روح مر گئی تھی۔ دارم نے مجھے کوئی نشہ آور دوا کھلائی، جس سے میرے اعصاب اور حسیں مفلوج ہو گئیں۔ خدا گواہ ہے حمین میں نے نہیں بیچا تھا اپنی بیٹی کو، لیکن اس گناہ کی تلافی بھی ممکن نہیں تھی۔ پھر اس سے پہلے ایاد اور دار یہ کے نام پر جو قرض لیا ہاں وہ ہوش میں لیا، کیا کرتا مجھے میری محبت کی کڑی سزا میں یہ غائبانہ عذاب سہنے پڑے۔ یہ فائیل میری حق ہلال کی کمائی سے لیے دوپلاٹس کی ہے۔ تم انھیں خدا رانیچ کر بقیہ سارا سود اتار دینا۔ اور پھر بھی کمی ہوئی تو یہ میری اور کومل کی ویڈنگ رنگز ہیں۔ کومل کی رنگ اسی لاکھ کی ہے، جسکا اس کو بھی کبھی علم نہ ہوا۔ جبکہ میری نقلی ہے۔۔ حمین چوہان مجھے معاف کر دینا"

زمیل کے نوٹ کو ماول نے بھی پڑھا، دونوں ہی افسردہ ہوئے۔

"دارم چاچو کتنے برے تھے"

ماول کو رونا آیا۔

"ایسے نہیں کہتے، حالات انسان کو برا بنا دیتے ہیں۔ زمیل کی اچھائی اسی سے عیاں ہے کہ اسے اپنے کیے کا بروقت احساس تھا پر ندامت نے اتنے سال رائیگاں کر دیے۔ میں تو معاف کر چکا ہوں اسے"

حمین کی دریا دلی پر کبھی کبھی ماول سچ میں حیران رہ جاتی۔

"آپ کسی اور ہی دنیا کے ہیں حمین انکل، سچی۔ کبھی کبھی میرے پاس سچ میں لفظ نہیں بچتے کہ جن میں آپکی ذات کے بارے کچھ کہا جائے۔ آپ اس گھر کی چھاؤں ہیں، کبھی کسی کو تکلیف نہیں دی۔ کہاں ہوتے ہیں آپ سے لوگ"

ماول کے دل میں یہ سب جانے کب سے تھا، آج موقع ملا تو سارے حساب چکتا کیے۔
حمین چوہان تعریف و ستائش پر بے چین ہوتے مسکرایا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے ماول، شاید میں نے جو سٹر گلنگ لائف جی ہے یہ سدھار اسی کے نتائج ہیں، ورنہ میں بھی جوانی میں بگھڑ سکتا تھا۔ سچ پوچھو تو میرے اندر جو بھی اچھی عادات یا خوبیاں ہیں وہ داریہ اور ایاد کی ذمہ داری نے ہی میری ذات کا حصہ بنائیں۔ اور دیکھو اللہ نے آج میری ریاضت کا پھل دیا، میرا کوئی کمال نہیں"

وہ اب بھی کریڈٹ لینے پر رضامند نہ تھا تبھی تو ماول انکو بخوشی آئیڈلائز کرنے پر آمادہ لگی۔
"آپ جو بھی کہیں، میرے تو آپ بہت فیورٹ ہیں۔ میں ہمیشہ سوچتی تھی بابا اور آپکی ایجنڈا فرانس کے باوجود اتنی اچھی دوستی کیسے ہے۔ اب جب سے آپکے ساتھ اور قریب رہنے لگی آپکی کوالٹیز کھل رہیں۔ سچ کہوں تو خالہ بہت لکی ہیں، آپ ایسے انسان ہیں جسے آئیڈلائز کر کے کوئی بھی خسارے میں نہ رہے۔ میری دعا ہے اللہ آپکو اور خالا کو ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ رکھے"

ماول کے یہ سب محبت بھرے جملے سنے حمین نے اسکی گال تھپکائی اور آمین کہتا مسکرا کر کمرے کا رخ کر گیا تو وہ بھی اچھے موڈ میں اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

مایا اپنے بال میسی جوڑے میں ہی باندھ رہی تھی جب حمین کے روم میں آنے پر لپک کر اسکی طرف بڑھی۔

"حمین! دار یہ کیسی تھی، آپ سے پوچھنے کا موقع نہیں ملا۔ بے بی تو ٹھیک ہے اسکا۔ داران پریشان تو نہیں تھا، مجھے بھی لے جاتے میں مل لیتی"

حمین کسی گہرے خیال میں کھویا ہوا فائیل ڈریسنگ پر رکھے تمام توجہ جامنی رنگ کے لباس میں کھلے پھول سی لگتی مایا کو دیے تکتے لگا جو بہت بے چین اور پریشان لگ رہی تھی۔

"کل صبح تک آجائیں گے، ہو اسپٹل کوئی جانے کی جگہ تھوڑی ہے مایا، بے بی ٹھیک ہے اور امید ہے وہ بھی داران کے سبب جلد اس صدمے سے نکل آئے۔ اور آپ پریشانی ہٹاتی اچھی لگتی ہیں نہ کہ پریشان ہوتے"

نرم سا حصار بناتے وہ لب و لہجے میں شیرنی ملاتے اختتام تک مایا کی فکریں بہت خوبصورتی سے آسودگی میں بدل گیا۔

"کیا کروں، مجھے سب بہت پیارے ہیں۔ آپ سے جڑا ہر فرد بھی اور خود سے جڑا ہر رشتہ بھی۔ آپ ابھی خود بھی بہتر نہیں ہیں حمین، جانتے ہیں ناں آپ کو ابھی بھی بیڈ ریسٹ سچیٹ ہے۔ آپ کی یہ مسلسل بے آرامی مجھے پریشان کر رہی ہے"

مایا کی فکر کے جواب میں حمین نے آگے بڑھتے مایا کی جبین چومی جس سبب وہ گلاب کی مانند کھلے جوابا مسکرائی۔

"جب میرے لاڈلے خوش و آسودہ نہیں تو میں آرام کیسے کروں مایا، بہت بڑا نقصان ہوا ہے۔ میں جتنا سنبھال لوں، یا جتنا اپنے پروں کا سایہ کر لوں، زمیل کی جگہ نہیں لے سکتا۔ اللہ ہی صبر دے میرے بچوں کو"

حمین کی یکدم پھینکی سی ٹون اور ٹوٹا لہجہ برداشت نہ کرتے مایا نے اس کا چہرہ ہاتھوں کے حصار میں لیا۔
"ایسا کیوں بول رہے ہیں، آپ زمیل بھائی سے کئی گنا بڑھ کر ہیں داریہ اور ایاد کے لیے۔ ایاد اگر اتنا مضبوط اور صابر ہے تو اس لیے کہ اسے پتا ہے اسکو گلے لگانے اور سہارہ دینے کے لیے اسکے ماموں موجود ہیں۔ داریہ حساس ہے تبھی اسکی تکلیف بھی گہری ہے پر یقین کریں آپ نہ ہوتے تو اسکی حالت اس سے بہت غیر ہوتی۔ وہ اگر خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی ہے تو ان وجوہات میں ایک وجہ آپ کا سایہ ہے۔ خود کو ایسے کم فہم مت کہیے گا۔ آپ کی اہمیت بالکل اس کائنات کی موجودگی کی مانند حقیقت ہے"

اک اک لفظ میں ڈھیروں محبت کا جہان لیے مایا نے ہر ڈھنگ سیکھ لیا تھا حمین کو راحت و اطمینان دینے کا۔

"کیا واقعی؟"

حمین کا انداز بہت معصومانہ تھا۔

"تو اور کیا، آپ نا جانے کس کس کا سہارہ بنے ہوئے مسٹر اور آپکو اپنی اہمیت کا پتا ہی نہیں۔ میں نے آپ جیسا سخی نہ دیکھا آج تک، جسے یہ تک علم نہیں کہ اسکی سخاوت کے دریا نے کس کس بنجر زمین کو آباد کیے وہاں ہریالی کا وجود ثبت کیا۔ آپ قابل محبت ہیں حمین"

وہ حمین پر کیونکر نہ لمحہ بہ لمحہ فدا ہوتی کہ وہ ہر طرح سے محبت اور انسیت کے دائرے میں آتے ہر جذبے کا مستحق تھا۔

"آپ کہتی ہیں تو مان لیتا ہوں، ویسے یہ رنگ آپ پر بہت سجتا ہے مایا"

حمین نے اسکو محبت سے تکتے کہا تو وہ باہیں گردن میں سموئے حمین کے حصار میں خود کو دیتے آنکھیں موند گئی۔

"آپ کہیں تو اپنا ہر ڈریس اسی رنگ میں رنگ لوں حمین؟"

یہ جان لیو اسرگوشی کیسے نہ حمین کے دل کے روم روم میں بسی تھکاوٹ کا وجود تک مٹاتی۔

حمین نے اسکے مخملی وجود کے گرد پناہ کا حصار تنگ کرتے اسکے دل کی دھڑکن اپنے دل تک راہ گزر بناتی محسوس کی۔

"باقی رنگوں کی قسمت پھیکی کر دیں گی کیا؟ اتنا ظلم"

حمین کا جواب کرتا انداز مایا کے لبوں پر تبسم جگا گیا۔

"پوائنٹ ٹو بی نوٹڈ، کافی دن ہو گئے آپ نے اظہار محبت نہیں کیا۔ مجھے پاگل کریں پلیز"

مایا کی فرمائش پر حمین نے اسے آزاد کرتے روبرو لاتے ان خوبصورت آنکھوں کو دیکھا۔

"آپ آل ریڈی میرے لیے پاگل کی جا چکی ہیں، محبت تو چھوٹا لفظ ہے۔ آپ کی سنگت حیات ابدی

جیسی کامل ہے مایا، آپ کا چہرہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک۔ اور آپ کا میرے لیے دھڑکتا دل، میرے مقدر

کی خوش بختی۔ اب بات محبت کے دائرے سے نکل گئی، سمجھیں آپ؟"

لہجے میں بے پناہ شوخی اور چمک لیے جیسے وہ آخر میں جذبات سے آنچ چھوڑتے ہوئے سرگوشی پر

رکا، مایا مسکراتی نہ اگر تو رو دیتی۔

"سمجھ نہیں سکتی، آخری سانس تک مجھے یہ بات روز سمجھایا کریں"

یہ معصومانہ سی ادا اور خواہش، حمین کی بو جھل ذات پر اک تازگی اتر آئی۔

"آپ کی اس نا سمجھی کا صدقہ اتار لوں اگر برا نہ لگے؟"

آنکھوں میں اک شوخ جسارت کی خواہش کا منہ زور تہیہ لیے وہ مایا کو گلنار کر گیا جبکہ دونوں ہی ایک دوسرے کے قریب آتے ایسے مسکرائے جیسے زندگی کسی بہت بڑی خوش بختی پر جھلملانے لگے۔

.._____..

ایک خوبصورت ٹھنڈی صبح طلوع ہو چکی تھی۔

"کتنا خوبصورت گفٹ دے کر گئے ہیں وہ، آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا محمود بابا"

انیب اور محمود صاحب دونوں قبروں سے کچھ فاصلے پر سرخ گلاب کے پودے کے پاس کھڑے تھے جسکی سب سے اونچی ٹہنی پر دو مرجھائی کلیاں رات و رات پھول بن گئیں، محمود صاحب نے جب بتایا کہ یہ پودا جاسم موہان لگا کر گئے تو وہ دکھی بھی ہوئی اور خوش بھی۔

"بٹیا مجھے ہوش ہی کہاں تھی، دیکھیں زرا دو کتنے خوبصورت پھول کھلے ہیں"

محمود بابا نے اپنے بھلکڑپن پر افسوس کے سنگ اختتام امید افزاء منظر کو دیکھتے کیا۔

"کیا دیکھ رہے ہیں آپ دونوں؟"

عاقب کی حیرت میں ڈوبی پکار پر انیب اور محمود صاحب پلٹے۔

"عاقب دیکھو، یہ پھول کا پودا جاسم انکل لگا کر گئے۔ دو پھول بھی کھل آئے"

انیب نے آگے بڑھتے اسکا ہاتھ پکڑا اور اسے لیے کیاریوں کی طرف بڑھی، عاقب کی آنکھوں میں ان دو ایک دوسرے سے لپٹے پھولوں کو دیکھ کر تکلیف بھری سرخائی گھلی۔

"مطلب دوستی کر بھی لی انہوں نے ممی سے، ایمو شنل بلیک میل کیا ہو گا انھیں بھی۔ یہ ٹیلنٹ تو کوٹ کوٹ کر بھرا تھا بابا میں"

عاقب کے بے اختیار آزار دہ جملے کی ادائیگی پر محمود صاحب کی آنکھیں نم ہوئیں اور وہ دلبرداشتہ سے دونوں بچوں کو ساتھ چھوڑے وہاں سے چلے گئے وہیں انیب نے اسکے تھامے ہاتھ کو مزید دبایا۔ وہ انیب کو دیکھ کر سرخ آنکھیں لیے مسکرایا۔

"وہ تمہارے لیے سائن چھوڑنا چاہتے تھے عاقب، ان دو پھولوں کو حوصلہ سمجھو۔ لک کتنی خوبصورت اور ابر آلود صبح نکلی ہے، یہ اس بات کی نشانی ہے کہ امید کبھی نہیں مرتی، نہ ہمارے اندر سے نہ ہمارے باہر کے منظروں سے"

انیب کی گہری باتیں عاقب کو اب سمجھ آنے لگی تھیں، پہلے وہ انہی باتوں سے چڑتا تھا پر کہتے ہیں ناں گہرے زخم کھائے ہوں تبھی گہرائیاں سمجھ آ سکتی ہیں۔

"مجھے بھی یہی لگتا ہے، ورنہ کہیں اور سے اکھاڑ کر کہیں اور لگے پودوں پر اتنی جلدی پھول کہاں کھلتے ہیں انیب، جڑوں کی مٹی سے دوستی ہوتے ہوتے سے لگتا ہے۔ یہ مٹی زر خیر ہے، وفا کے معاملے میں۔ میں اس حویلی کو دوبارہ سے تعمیر کروانے کا سوچ رہا ہوں، ہم ہر ویک اینڈ ممی بابا کے پاس گزارنے آئیں گے۔ تم اس میں بھی ساتھ ہو کیا میرے؟ تمہیں قبروں سے ڈر تو نہیں لگتا؟"

عاقب کے سادگی سے پوچھنے پر وہ مسکراتی ہوئی سر ہلا گئی، بھلا وہ حکم دینے کے درجے پر فائز شخص اس کی مرضی کیوں جاننے بیٹھ جاتا ہے، وہ رشک کراٹھی۔

"جنکے جسم کا بہت خاص حصہ زیر زمین دفن ہو جائے انکے دل سے قبروں کا خوف ہمیشہ سے مٹ جاتا ہے عاقب۔ میری ممی بھی تو قبر نشین ہیں۔ تمہاری خواہش سر آنکھوں پر، تم پوچھا مت کرو۔ اب سے تم حکم کیا کرو"

وہ اپنا ہاتھ بڑھا کر عاقب کے بال سنوارتی بولی جو بکھرے ہوئے بھی غضب ڈھا رہے تھے، وہ رات بھر پر سکون نیند سویا اسکی انیب کو بے حد خوشی تھی۔

"تم نہیں سوئی، آنکھیں سو جھپی کیوں ہیں۔ مجھے سلا کر خود کیا ساری رات میرے سر ہانے بیٹھ کر میرا دیدار کرتی رہی ہو؟"

عاقب کا زرا بہتر ہوتا لہجہ انیب میں قوت بھر گیا، وہ اسکا ہاتھ پکڑے حویلی والی طرف بڑھنے لگی جو ہنوز ساتھ چلتا اسکے جواب کا منتظر تھا۔

"کرتی بھی رہی تو کیا کرو گے؟ یہ میرا حق ہے جسے اب تم چھین نہیں سکتے۔ سو تم رہے تھے آرام میرے جسم کو مل رہا تھا۔ تم ٹھیک ہونا؟"

انیب پھر سے رکی، عاقب نے اسکے دونوں ملائم ہاتھ ہاتھوں میں تھامے اپنے قریب ہی کھڑا کر رکھا تھا، سوئمنگ پول کا نیلا ہر اپانی پاس ہی بے حد خوبصورتی سے ہوا کے جھونکوں سے حرکت میں تھا۔

"میں بہت بہتر ہوں، میں خود کو بہت زیادہ مضبوط محسوس کر رہا ہوں۔ جیسے کہیں دل سے تسلی مل گئی ہو کہ ممی بابا ساتھ ہیں۔ یونو ممی میرے خواب میں آئیں اور یہ پہلی بار تھا کہ انکی آنکھوں میں آنسوؤں کے بجائے بہت ہی خوبصورت سکون تھا۔ اس خواب کی تسلی کے بعد یہ دو پھول۔ جیسے اللہ نے مجھ گناہ گار کی تڑپ سن کر ہی مجھے یہ ڈھارس بخشی ہو۔ اور تمہاری موجودگی تو ویسے ہی بہت بڑی نعمت ہے انیب جسکا شکر کرتے کرتے میری عمر گزرے گی"

اسکے دونوں ہاتھ اپنے لبوں سے چومتے انیب کے ڈرے دل کو خوب تقویت دینے کے بعد اختتام تک وہ اچھے سے مسکرایا۔

انیب کے لیے یہ لمحہ بے حد خوبصورت تھا۔

"تم مضبوط ہی اچھے لگتے ہو باخدا، میں جانتی ہوں تم انکو بہت مس کر رہے ہو اور ہمیشہ کرو گے لیکن تم خود کو سنبھال بھی لو گے۔ عاقب! مجھے تم سے اسی ہمت کی امید تھی۔ تم نے مجھے بہت پر سکون کر دیا۔ اللہ تمہارے حوصلے کو نظر بد سے بچائیں"

انیب نے اسکی خوبصورت آنکھیں جو قدرے آباد ہوتی مرہم پاتی محسوس ہو رہی تھیں آگے بڑھ کر باری باری چوما اور عاقب کے ہونٹوں پر انیب کے یوں کرنے پر مسکراہٹ عودی۔

"آمین! بے بی نہیں ہوں یار کیا آنکھیں چومے جارہی تم کل سے"

وہ اسکے بچگانہ لمس پر چڑا تو وہ مسکراتی فاصلہ بنا گئی۔

"کتنے بد تمیز ہو تم، پیار کر رہی ہوں۔ نخرے دیکھا رہے ہو، مجھے تو ایسے ہی تکلیف میں کمی کرنی آتی ہے۔ جاو میں نہیں بولتی"

روٹھے ہوئے خفگی سے بولی مگر وہ ہاتھ چھوڑتا تو جاتی تبھی رحم طلب ہو کر واپس اسکے روبرو جی۔
"کمی نہیں کرتا تمہارا یوں کرنا، میرے درد مار دیتا ہے باخدا۔ تبھی کہہ رہا ہوں مت کرو، تھوڑا سوگ میں رہنے دو، ورنہ دنیا کیا کہے گی کیسا بے حس بیٹا ہے اسے تو دکھ ہی نہیں باپ کے جانے کا۔ انھیں کون بتائے محبوب کی باہیں ہی اتنا بڑا درمان ہیں عاقب کے لیے کہ اسکا زرا قریب آنا مجھے سر تا پیر اک راحت میں بدل دیتا ہے"

انیب کی آنکھیں یکدم بھیگ گئیں، ہاتھ چھڑواتے ہی وہ اسکے سینے سے جا لپٹی، پھر رو پڑی، وہ بھی تو اسے دل سے لپیٹ بیٹھا۔

"ع۔۔ عاقب! میں کیا اتنی پیاری ہوں تمہیں۔ اتنی محبت کرنے لگے ہو مجھ سے؟"

انیب نے کمزور پڑے ٹوٹی سی سرگوشی کی۔

"تم محبت کی وہ دنیا ہو جسکے چاروں پہر اور موسم خوشمنہا ہیں انیب، جب میرا دل چاہے موت کو گلے لگا لوں، اسی لمحے اگر تم دیکھائی دے دو، تو میرے ارادے ڈگمگائیں گے پھر ہم اس چیسٹنگ میں رقص کریں گے، ابھی تم سے بس اتنی سی محبت ہوئی ہے"

سماعت میں اترتی سرگوشیوں کی بازگشت نے انیب کو مچل جانے پر مجبور کیا، وہ روبرو ہوئی، کیا نہ تھا ان چھلکنے کو بے تاب بے انت سمندر کی تمثیل آنکھوں کے دریچوں میں۔

"تم ہو ہی چیڑ"

اس بار سر اس کے سینے ٹکا کر اس کو حصار لیا جبکہ عاقب اس الزام پر راضی لگا۔

"مجھے ناشتہ بنا کر دو، سٹر ونگ کافی بھی۔ پھر میں تمہارے ساتھ پیلس واپس چلوں گا"

اس کے بالوں کی خوشبو ان ہیل کرتے یہ اطلاع دی تو انیب خوشی سے اچھل پڑتی اس کے حصار میں زرا سامنے ہوئی۔

"سچی؟"

انیب کو یقین نہ آیا۔

"مچی۔ دار یہ اور ایاد سے تعزیت بھی کرنے چلیں گے۔ وہ دو بھی تکلیف میں ہیں۔ اس وقت میں تسلیاں اور مرہم جتنے زیادہ ہوں اتنا بہتر ہے"

عاقب کا یوں اپنی تکلیف بھلا کر ان دو کے لیے سوچنا انیب کو اس کا مزید شیدائی کر گیا۔

"کہاں سنبھال لوں میں تمہیں آخر بتاؤ لڑکے، تم چیز کیا ہو۔۔۔ کتنے رنگ ہیں تمہارے"

انیب کی آواز جذب سے کانپی۔

"جتنے تم ایزلی سہہ جاوا بھی میرے صرف اتنے ہی رنگ ہیں اور چیز میں بڑی بری ہوں پردہ ہی پڑا رہنے دو، سنبھالنا مجھے تم بس اپنے دل میں اس سے زیادہ نہ مجھ سے میٹھی بات ہوگی نہ کوئی رومنٹک موو امید کرنا کیونکہ فی الحال میرے جذبات ڈاون ترین سطح تک گر چکے ہیں، کچھ کر دیا تو بابا نے آسمان سے ہی جو تا پھینک دینا کہ شرم کر عاقب تھوڑا تو میرے جانے کا دکھ منالے ٹھہر کی آدمی۔ میری نئی نویلی دلہن مجھے معاف کرنا پلینز۔۔۔۔۔ خیر میں فریش ہوتا ہوں"

اپنے حصار سے محترمہ کو بیچ بچائے آزاد کیے وہ جیسے کہہ کر اس لڑکی کے شر سے بھاگا، انیب ہنسی بھی تو آنکھوں میں نمی چلی آئی۔

"تم نہیں سدھرو گے عاقب!"

سر ہلا کر آنکھیں رگڑے وہ خود بھی موصوف کے ناشتے کو بنائے اندر لپک گئی۔

.._____..

"میں اب آپکی ماما سے یہ مذہب سیکھ سکتی ہوں، آئی ایم او کے ناو"

گیلے بال ڈرائیر سے خشک کرتی جانیہ نے مصروف انداز میں شوز کے ساتھ کی ساکس ڈھونڈتے رجال کو پکارا جسے مل ہی نہ رہی تھی، ایک جوڑا ملتا تو دوسرا غائب تبھی تو بچپار سخت منہ بسور رہا تھا۔

"تو پہلے کیا تھا؟"

رجال نے مصروف انداز میں کہا مگر پھر خود ہی کچھ سوچتے مسکرا دیا البتہ جانیہ اسے دیکھ نہ پائی۔

"گڈ، لیکن تم دادو سے جا کر بات کرو وہ مماسے اچھا گائیڈ کریں گی اور بڑی بھی ہیں گھر کی۔ تم ایسا کیوں نہیں کرتی جانیہ کے انکے ساتھ انکا سکول جوائن کر لو؟ وہاں تم پر اپر قرآن اور نماز کے ساتھ اسلام کے بارے باقاعدہ کلاسیز بھی لے لینا اور پڑھا کر بورٹیت بھی دور کر لینا"

رجال نے تو گویا یہ آفر کر کے جانیہ کے منہ کی بات چینی۔ وہ ڈرائیروہیں رکھتی لپک کر کبرڈ کے دونوں پٹ کھولے کھڑے رجال تک آئی اور مسکرا کر اسکو پکڑے اپنی طرف پلٹا گئی جو خود لمحہ بھر بوکھلایا۔
"رجال یہ تو کمال ہو جائے گا، کیا آپکی دادو کا اپنا سکول ہے۔ سچی آپ بات کریں پلیز"

جانیہ کی بے تابی پر رجال نے سر ہلاتے اسکی خوشی اور تروتازگی پر سے نگاہیں دانستہ سرکا کر واپس جرابوں کی تلاش شروع کی اور جانیہ اسکی نظروں کے چرائے تیور بھانپ گئی۔

"میں کر لوں گا تم جب تک یہاں ہو بزی رہو گی تو اچھا ہے کیونکہ موسکو جاؤں گا تو تمہیں ساتھ لے کر جاؤں گا، آفٹر آل مجھے میرا یہ مساجر بہت زیادہ چاہیے اب"

ہنوز توجہ بے مقصد کی تلاش پر ٹکائے ہی وہ بولا۔

جانیہ نے اسے پکڑ کر پرے کیا اور خود اسے اسکی مطلوبہ بلیک اینکل سائز ساکس نکال کر تھمائیں اور اس بیچ وہ کبرڈ بند کیے ساتھ لگے رجال کے روبرو آگئی۔

"کیا صرف یہی وجہ ہے مجھے ساتھ لے جانے کی؟"

جانیہ کی بھیگی رلفیں جو مہک چھوڑ رہی تھیں وہ رجال کے حواسوں کو دہلا رہی تھیں۔

"نہیں، تم میری دوست بھی ہو اب"

رجال نے جلدی سے کہے مڑنا چاہا پر وہ اسکی دونوں بازو تھامے روک گئی۔

"دوستوں کو ہر جگہ تھوڑی لے جایا جاتا، اسکے علاوہ"

جانیہ اسکے منہ سے چند اہمیت بھرے لفظ سننے کو مچل رہی تھی یہ رجال نے بھی محسوس کیا۔

"بیوی ہو"

پھر سے گھبرائے ہوئے جواب دیا۔

جانیہ تھوڑی قریب ہوئی تو رجال کا دل تیز تیز دھڑکنے لگا۔

"سب مرد بیویوں کو بھی ساتھ نہیں لے کر جاتے"

جانیہ اسکو ستانے پر اتری۔

"تم اچھی بیوی ہو"

رجال اس بار واقعی مڑ گیا پر جانیہ نے پھر روکا، وہ پلٹا رہا اور جانیہ نے ہاتھ اسکے سینے پر عقب سے لا کر

باندھے اور بیک سے اسکے ساتھ جا لگی۔

"اچھی بیوی والا میں نے ابھی تک کوئی کام نہیں کیا"

رجال سے اپنی ہر تکلیف رات بانٹ کر وہ کافی پرسکون تھی پریوں اس پر حاوی ساحرہ بن کر اسکی جان

لے رہی تھی۔

"جانیہ! دور رہو مجھ سے"

وہ اسکے ہاتھ یکدم ہارش ہو کر سینے سے کھولتا جھٹکے سے دور ہوا، جانیہ کی آنکھوں کی ساری خوشی لمحے میں سبکی میں بدلی۔

"آئی ایم سوری، رات اپنی داستان بربادی سنا کر میں نے خود ہی آپکو دور کر دیا اپنے آپ سے۔ دوبارہ ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گی آپکو رجاں"

جانیہ نے نم نظر جھکاتے شرمندگی سے کہا اور جا کر آئینے کے سامنے رکے گیلے بال ہی گول کر کے باندھے اس سے پہلے کمرے سے نکلتی، رجاں نے اسکی بازو پکڑتے روم کا دروازہ بند کیے اپنی سمت پلٹایا۔

"جو ابھی کہا تم نے دوبارہ تمہاری زبان پر نہ آئے جانیہ کیونکہ تکلیف ہوئی مجھے، میں چاہوں بھی تو تم سے دور ہونا اب میرے بس میں نہیں رہا اس بات کو اپنے دماغ میں بٹھالو"

اسکے گیلے کیچر میں مقید بال سر اسیمگی سے کھولتا ان میں انگلیاں پھیرے اسکے شانوں اور پشت پر بکھیرتا وہ سر جھکائے اسکے ماتھے سے ماتھا جوڑے بولا جس پر جانیہ کی آنکھوں سے مسلسل آنسو ٹپکنے لگے جو جلد ہی سسکیوں میں بدل گئے۔

"ت۔۔ تو کیوں کہا دور رہوں آپ سے۔۔۔ میرا چھونا برا لگتا ہے تو کہہ دیں، ہاتھ لگا گئی تو جان لے لیجئے گا۔ پ۔۔ پر مجھ سے میرا واحد دوست مت چھینس ر۔۔ رجاں۔ آپ میرے ہیں۔۔۔ م۔۔ میں آپکو ہگ نہیں کر سکتی کیا؟ آپ بھی تو کرنے لگے ہیں، پھر؟"

انہی سسکیوں کی زد میں ہکلاتے بولی تو اسکی آہیں رجاں کو دماغ میں گڑھتی محسوس ہوئیں، اسکے کانپتے وجود کو پکڑ کر اسے اپنے سینے میں گھوٹ لیتا وہ خود پر لعنت بھیج بیٹھا کہ اس نے کس منہ سے جانیہ کو اسکے حق سے روکا ہے۔

"وہ ایک لمحاتی کیفیت تھی آئی ایم سوری۔ پلیز رونا بند کرو۔ تم میرے قریب ہوئی تو میرے جذبات بے قابو ہوئے تبھی ڈر کے سبب کہہ بیٹھا"

رجاں کی سچائی پر وہ اور دلبرداشتہ ہوئی، دل چاہا کہ وہ کیوں ڈرا پر نہ کہہ سکی۔

"اوکے میں آپکو پریشان نہیں کروں گی"

جانیہ اسکے حصار سے نکلی تو پرسکون تھی، اس سے پہلے جاتی رجاں نے پھر سے پکار کر روکا۔

"بال باندھ لو"

رجاں کو اسکے لمبے بال دیکھے نا جانے کیوں لگا کہ وہ صرف وہی دیکھے تبھی بہتر ہے۔

"تو کھولے کیوں"

وہ مسکرا کر شکوہ کرتی ساتھ میں بال باندھ کر جیسے سر بھی ڈھانپ گئی، جان لے گئی رجاں کی اس ادا اور حیا سے۔

"پتا نہیں"

رجاں نے منہ موڑا اور اپنی ساکس لیے بیڈ پر جا بیٹھا خود کو لا تعلق پیش کرنے لگا جبکہ جانیہ اسکو ہی خاموش نگاہوں سے تکتی رہی اور پھر قریب آئی، رجاں کے ہاتھوں میں عجیب سی کپکپاہٹ دیکھے جانیہ کی آنکھیں نم ہوئیں، اسکے ہاتھ سے ساکس لی اور قدموں میں بیٹھے خود اسکے دونوں پیروں پر اپنے محملی نرم ہاتھوں سے چڑھائیں جنکا لمس رجاں کو آرام سادیتا محسوس ہوا، اس بیچ رجاں کی نظر اسکے دوپٹے سے ڈھکے سر پر جمی رہی، اس سے پہلے وہ اسکے شوز چھوتی، وہ ہوش میں آتا اسکو بازو سے پکڑے خود بھی اٹھائے اٹھ کھڑا ہوا۔

"تمہاری جگہ میرے پیروں میں نہیں ہے جانیہ، دوبارہ تم میرے پیرٹچ بھی نہیں کرو گی۔ جاو جہاں جا رہی تھی"

اسکو ڈانٹ کر وہ خود واپس بیٹھے شوز چڑھاتا سائیڈ میز پر رکھا فون لیے واپس اٹھا تو ایک بار پھر جانیہ سے ٹکراتے بچا وہ یک ٹک اسی کو آزماتی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی، وہ کیسے دھیان بھٹکا تا کہ اس لڑکی کے بارے ہر چیز پر کشش تھی۔

"کیوں خوا مخواہ لڑ رہے ہیں، بلکہ لڑنے میں ناکام ہو رہے ہیں۔ اچھے سے جھگڑ لیں رجال، ایسے مت کریں۔ میں خود سے ناراض ہو جاؤں گی۔ اگر اس کمرے میں میری موجودگی آپ پر بھاری پڑ رہی ہے تو منہ سے کہیں، آپکے روکھے کھر درے انداز اگر یہی بات بتائیں گے تو مجھے بھی تکلیف ہوگی اور میں ناچاہتے ہوئے بھی اسکی وجہ اپنے آپ کو سمجھتی رہوں گی۔ آپ چاہتے ہیں میرا خون جلے؟"

اسکے دونوں مضبوط ہاتھ آہستگی سے پکڑے پکڑے پکڑ میں شدت ملائے وہ رجال کی کھوئی، اداس اور الجھی نگاہوں پر پر آس آنکھیں جمائے بولی۔

"نہیں"

وہ اسکی آنکھیں کھوجتا بمشکل بس یہی کہہ سکا۔

"کس سوال کا جواب دے رہے ہیں آپ؟ کیوں ڈسٹرب ہیں"

جانیہ کا لہجہ مزید نرم و نمدیدہ ہوا۔

"پتا نہیں، تم جاو جانیہ۔ ماما کے ساتھ ٹائم گزارو۔"

مجھے کہیں جانا ہے"

وہ کسی طرح اس سے دور جانے کی کوشش کر رہا تھا پر جانیہ نے ہاتھ آزاد کرنے کی کوئی کوشش نہ کرنے دی۔

"مجھے میرے سوال کا جواب دیں، اگر نہ دیا تو میں اس کمرے میں دوبارہ نہیں آنے دوں گی، یاد رکھیے
گا"

جانیہ نے اسکو الفاظ کی سنگین بندیش میں جکڑنے کی اک بھونڈی کوشش کی پر وہ آنکھیں چراتا اسکے
ہاتھوں سے نرمی سے اپنے ہاتھ آزاد کیے پلٹ گیا جہاں کھڑکی کے کھلے پٹ تھے، سورج طلوع ہو رہا
تھا، روشنی کی کرنیں ان دو کے جسموں پر پھیلتی دیکھائی دیں۔
"تم پر سکون رہو، بھلے جہاں مرضی رہو"

رجال کا بے مقصد جواب پائے وہ پھیکا سا مسکرائی اور اسکی پشت دھندلائی آنکھوں سے تکتے ہی خود
بھی پلٹی۔

سمجھ گئی اس بندے کا کام تمام ہو گیا اور فوراً ہی کمرے سے نکل گئی تاکہ اسکی توبہ شکن موجودگی مزید
رجال کا اس چار دیواری میں امتحان نہ بنے۔

وہ چلی گئی تو اپنے سر آپے سے لپٹی خوشبو بھی ساتھ لے گئی۔

"مجھے میری وہ منحوس دیوانگی ستا رہی ہے جو تمہاری ماں سے جوڑ بیٹھا تھا، کیا کروں جانیہ۔ آئی نیڈ
ٹائم۔ اچھا ہے تم دور رہو مجھ سے، میں نہیں چاہتا تم میرا کوئی وحشی اور بے قابو روپ دیکھو۔ تمہارے
لیے پہلی بار مجھے نرم اور مہربان بننے کی خواہش محسوس ہو رہی ہے جو میں کہیں سے نہیں ہوں۔ میں ہم
دونوں کی پہلے سے برباد ذات، جلد بازی میں مزید تباہ نہیں کرنا چاہتا۔ آئی ایم سوری"

بھاری گھمبیر ہوتی چلی آواز میں خود کلامی کیے وہ بھی گاڑی کی کیز لیتا اجلت میں کمرے سے نکلا لیکن
نظروں کو پورچ پہنچنے تک بہت سنبھالا کہ کہیں جانیہ دیکھائی دی تو اپنے ارادے خود ہی نہ توڑ بیٹھے پر وہ
خود ہی چھپ گئی تھی۔

.._____..

"ڈاکٹر نے کہا ہے لے جائیں اپنی چڑنیل، رورو کر ہمارے ہو سپٹل میں سیلاب لے آئے گی۔ چلنے کی کرو لڑکی، کیا کھڑکی سے جمی ہو"

دار یہ جاگ چکی تھی اور کھڑکی کے پاس کھڑی ہو سپٹل کے خوبصورت لان کا پچھلا احاطہ دیکھ رہی تھی جہاں دو سات سال کے بچے من مگن ہو کر ہانپتے فٹ بال کھیل رہے تھے۔

داران نے کمرے میں خود سے پہلے اپنی خوشبو سے دستک دی جو داریہ کی اداسی بھگا گئی پھر جب وہ پاس آئے بولا تو داریہ کا سکون، مسکراہٹ میں بدلا۔

دروازے میں ہی وہ نرس سے داریہ کا بریک فاسٹ ٹرے لیے اسے شکریہ کہہ کر واپس بھیج چکا تھا جسے ابد ر آکر میٹرس پر رکھے وہ داریہ کی طرف گیا۔

"آہاں! طبعیت ٹھیک ہے؟ چڑنیل کے خطاب پر کوئی ری ایکشن دینے کے بجائے بہت پر سکون سانس بھر رہی ہو"

داران نے پہلے تو اس سکون پر حیرت محسوس کی پھر اسکو پکڑ کر اپنے روبرو لائے گالوں کو ہاتھوں کی گرفت و حرارت دیتے آنکھیں چار کیے سوال کیا۔

وہ دونوں ہاتھ ماہیر کے ہاتھوں پر رکھے اسے دیکھ کر سر ہلا گئی۔

"ایسے دیکھتی رہو گی یا کچھ کہو گی بھی، کچھ بتاؤ مجھے۔ کیا محسوس کر رہی ہو؟"

گالوں سے اسکے بالوں تک ہاتھ لے جاتے داریہ کی بہت بولتی آنکھیں کھولیں۔

"میں کوشش کر رہی ہوں ٹھیک ہونے کی، ماہیر، بارس کی کوئی خبر آئی۔ کیا وہ بھی مر جائے گا؟ پلیز

اسے بچالو۔ اسکا دنیا میں کوئی نہیں ہے، بنا کوئی اپنا بنائے وہ کیسے جاسکتا ہے۔ بہت تکلیف بھری کہانی ہے

اسکی، اسے کہو ناں اس میں اسکا کوئی قصور نہیں وہ فرض نہ نبھانے پر جی بھی گیا تو مر جائے گا"

داریہ کی آنکھیں دفعتاً بھگیں، جبکہ داران نے داریہ کو اپنے سینے لگاتے دوسرے ہاتھ سے اسکے سامنے

فون نکالا اور داریہ کو بیڈ پر بٹھایا۔

"ڈونٹ وری، ابھی صدیقہ سے پوچھ لیتا ہوں"

صدیقہ نے دوسری بیل پر ہی کال ریسو کر لی۔

"بارس کی سناؤ صدیقہ؟"

داران نے فون سپیکر پر ڈالا۔

"سرنو امپر وومنٹ۔ میں نے اسے سپیشل تھراپیز کے لیے اپنے کولیگ کے ہو سپٹل بھیجوا یا ہے۔ جیسے

ہی کوئی نیوز ملتی ہے میں آپکو انفارم کرتی ہوں"

صدیقہ کی جانب سے کوئی امید افزاء خبر نہ پا کر دونوں مایوس ہوئے۔

"ٹھیک ہے صدیقہ"

داران نے کال کاٹی اور داریہ کو دیکھنے لگا جسکی پلکیں آنسوؤں سے تر ہونے لگیں۔

"اسکے بابا نشہ کرتے تھے، بہت چھوٹا سا تھا جب باپ کے ساتھ پڑھائی چھوڑ کر ہوٹل جانے لگا۔ لیکن اسکے بابا نے اپنے بچوں اور بیوی پر کوئی رحم نہ کھایا، ہوٹل بک گیا۔ بیوی کے زیورات بیچ کھائے۔ گھر تک گروی رکھا اور غربت سے تنگ آ کر بارس کی ماں نے سب بچوں اور خود کو زہر دے دیا۔ سب مر گئے، بارس بچ گیا وہ بھی محلے والے بھلے مانس لوگ بروقت اسے ہسپتال لے گئے، باقی سبکے منہ سے تو جھاگ چھوٹ چکی تھی۔ کچھ دن بعد اسکا باپ بھی کسی ٹرک تلے آ کر کچلا گیا۔ انہی محلے والوں نے کچھ سال بارس کو رکھا پھر وہ بھی تنگ آ گئے۔ وہ ایک ورکشاپ پہنچ گیا، وہاں کا مالک پہلے اچھا تھا، دو سو دیہاڑی پر رکھا اسے، رات سونے کی جگہ بھی دے دیتا۔ کچھ سال بارس وہاں رہا، میری ملاقات اس سے اتفاق ہوئی۔ مجھے اپنی گاڑی کی ہڈ لائیٹ ٹھیک کروانی تھی۔ کام بڑا تھا تو ورکشاپ کے اونر نے خود کیا اور میں بارس کے پاس بیٹھی اس سے باتیں کرنے لگ گئی۔ بس اسے بھی سماعت درکار تھی کہہ بیٹھا ساری تکلیف۔ میں نے جاب آفر کی۔ اس ورکشاپ کے مالک نے جب دیکھا کہ ہونہار شاگرد ہاتھوں سے نکل رہا، اس نے بارس پر چوری وہ بھی کئی لاکھ پیسوں کی کا الزام لگا دیا۔ پولیس کے ہتھے چڑھوا کر مار ہی ڈالتا اگر میں بروقت نہ پہنچتی۔ دو لاکھ اس تھانیدار کے منہ میں ڈالا اور بارس کو لے کر اپنی ٹیم کے پاس پہنچی۔ وہ جینا نہیں چاہتا تھا، دو دن پولیس والوں نے اسکی چھری تک جسم سے ادھیڑ دی۔ اسکا ایک جملہ آج بھی یاد ہے مجھے کہ لاوارثوں کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ تب میں نے اسے اپنا سب سے

خاص شاگرد چن کر اسے مقصد دیا کہ وہ اپنے اندر کی تکلیف اچھے طریقے سے نکالے۔ اب بھی اپنی جان کی پرواہ کیے بنا اس نے بابا کا ہر ممکنہ بچاؤ کیا۔ اسکو تمہاری آکئیڈمی کا انچارج بننا ہے، محبت کرنی ہے داران ابھی بچالو۔۔۔۔۔"

دار یہ کے آنسوؤں میں یہ سب بتاتے شدت آتی گئی۔

"ٹھیک ہو جائے گا، ماہر لوگوں کی نگرانی میں ہے۔ پریشان مت کرو خود کو۔ آ جاو کچھ کھا لو"

داران نے اسکی توجہ بریک فاسٹ کی اور دلوائی جس پر وہ سٹابری اور ہنی کے میٹھے فلیور کے ساتھ دودھ میں پکے اوٹس کو دیکھے براسا منہ بنا کر داران کے سینے میں سہم کر چھپی۔

"ماہیر! یہ بہت گندا ہے۔ مجھے نہیں کھانا پلینز، مجھے برگریز اور فرائیز کھانے ہیں"

رو کر ٹرے پرے کھسکا دی، داران ناچاہتے ہوئے بھی فرمائش کے لیول پر ہنسا۔

"کیا کھانا ہے؟"

داران نے ٹھوڑی سے اسکا چہرہ اوپر کیا، سنہری آنکھیں لاڈ پر خواہ مخواہ نم ہوئیں۔

"برگر، پیزا، فرائیز، گول گپے، چاٹ"

دومزید ڈیمانڈ لسٹ میں ایڈ کرتے معصومیت کے ریکارڈ توڑے۔

"اور اگر یہ سب بے بی کو پریشان کر گیا پھر؟"

داران اسکی خواہش ہر گز ٹالنے والا نہ تھا تبھی پیار سے اسکا ماتھا چومتے لاڈ بھرا سوال کیا۔

"نو! بے بی اچھا ہے۔ وہ پریشان کیسے ہو سکتا ہے جب اسکی ممی خوش ہوئی۔ پلیز ماہیر تم مجھے یہ پرہیزی کھانا کھانے کا مت بولنا ورنہ میں روتی رہوں گی"

ہچکیاں بھرتے ہوئے نفی کی جس پر داران نے مسکرا کر اسکے بال سہلاتے آنسو صاف کیے۔
"سب کھلاؤں گا، پر امس"

ناک کی ٹپ چومتے اقرار کیا تو داریہ کی بھیگی آنکھیں مسکرائیں، اس سے پہلے وہ مزید اسکے قریب ہوتا، دروازے پر ہوتی دستک نے دونوں کو ایک دوسرے میں کھونے سے روک دیا۔
"غلط وقت پر انٹری مار دی، جو بھی ہے نہیں بچے گا"

داران اٹھ کر دروازے کی طرف چیڑ پھاڑ ڈالتے تیوروں سے بڑھا اور کھولا ہی کہ سامنے بابا اور دادی سرکار کو دیکھے فوراً سے اپنے چٹانی کوفت بھرے تاثرات بدل گیا، خفیف ساداریہ بھی بلش کی پر تبریز بابا اور عزیزے کو دیکھے سنجیدہ ہوئی۔

"خوش آمدید"

داران نے دونوں کو اندر آنے کا راستہ دیا اور خود درواہ بند کیے پلٹ کر آنکھوں کی مسکراتی جنبش سے داریہ کی آنکھوں میں بھی چمک لے آیا۔

جو تبریز بابا کے سر پر ہاتھ پھیر کر صوفے کی جانب بیٹھتے ہی پاس ہی بیٹھی عزیزے جان کو گھبرا کر تگنے لگی۔

"اب کیسی ہیں آپ بچے؟"

تبریز نے اسکے مرجھائے چہرے کو دیکھتے پوچھا تو داریہ بس رسان سے سر ہلا گئی۔

"بہتر ہونے کی کوشش ہے تبریز بابا"

داریہ نے افسردگی سے جواب دیا، جبکہ عزیزے اسکا ہاتھ اپنے ضعیف ہاتھ میں لے چکی تھیں جو داریہ کو چونکا گیا۔

"اللہ تمہیں صبر دے داریہ، بہت بڑا دکھ ہے۔ پر دعا ہے تم سنبھل جاؤ بچے، ہم سب اس دکھ کی گھڑی تمہارے اور ایاد کے ساتھ ہیں۔ بہت بہادر ہو تم، حوصلہ رکھو۔ دیکھو میرا داران کیسا پریشان ہو رہا ہے تمہارے لیے، سنبھالو خود کو"

عزیزے جان کو داریہ سے زیادہ نڈھال داران لگا تبھی تو دونوں کی فکر میں مبتلا ہوئیں جبکہ اسی لمحے نرس داریہ کو اک آخری انجکشن لگانے آئی تو باتوں میں بے بی کا ذکر کر بیٹھی، عزیزے کے چہرے پر کئی رنگ لہرائے وہیں نرس کے جانے تک داریہ نے رحم طلب ہو کر یوں داران کو دیکھا جیسے پاس بیٹھی عزیزے ابھی اسکا گلا دبا دیں گی۔

"کیا س۔۔ سچ ہے یہ؟ تم دونوں والدین بننے والے ہو۔ کیا یہ نرس سچ کہہ رہی تھی داران۔ بولوناں بچے"

عزیزے کا خوشی اور تکلیف بھرا تاثر دیکھے جہاں تبریز اور داران خوبصورت مسکرائے وہیں داریہ کو بھی حوصلہ ملا۔

"جی دادی سرکار! ہم نے آپکو واپس آکر سر پر اتار دینا تھا پر یہ حادثہ ہو گیا۔ داریہ امید سے ہے، آپ کی دعا چاہیے اسے"

داران کے یقین دلانے پر عزیزے نے آگے سرک کر داریہ کو اپنے سینے لپٹایا کہ ایسی شدت تو داریہ نے خواب میں بھی نہ سوچی تھی تبھی تڑپ اٹھی۔

"ماشاء اللہ! دادی قربان جائیں۔ بہت مبارک ہو میری بچی۔ صحت مند اور خوبصورت اولاد جنم دو جو تم دو کی نیک اور صالح اولاد کہلائے۔ ادھر آؤ تم میری جان کے ٹکڑے"

داریہ تو صدمے کی سی کیفیت میں تھی جب عزیزے نے اسکا ماتھا چومے اپنے پرس سے پانچ ہزار کے ناجانے کتنے نوٹ نکال کر وار دیے اور اٹھ کر بازو پھیلائیں جس پر داران انکی شفیق گرفت میں سما گیا۔ اس وقت عزیزے کا سکون بے حد بڑھ گیا۔

خود تبریز بھی اٹھے اور داریہ کا سر چومتے اسے یو نہی کھڑے اپنے ساتھ لگاتے مسکرائے، وہ جو رورو کر تھک گئی پھر سے دل رونے کو مچلا۔

"داران! داریہ۔ ہو سکے تو مجھ بوڑھی کو معاف کر دو تم دونوں۔ تم دونوں کا ہی بہت دل دکھایا۔ میں بہت شرمندہ ہوں۔ میں اس بچے کو اپنے سینے سے لگاؤں گی، یہ میری ہر تکلیف کا اصل مرہم ہو گا۔ پھر چاہے جان چلی جائے"

عزیزے کا شرمندہ ہونا نہ داران سے سہاگیا نہ داریہ سے۔

"مجھے آپ سے کوئی شکوہ نہیں، آپ بڑی ہیں عزیزے جان۔ بڑے معافی نہیں مانگتے۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ نے مجھے فائنلی قبول کیا، اپنے داران ماہیر شاہ کے لیے"

یوں داریہ کے منہ سے اپنا پورا نام سنے داران ٹھٹکا۔ وہ بہت خوبصورتی سے اسے ادا کر گئی، ایسا جسے بار بار سننے کی تمنا ہو۔

عزیزے پھر سے اسے گلے لگا گئیں جبکہ داران بھی بابا کے ہمراہ بازو الجھائے کھڑا بظاہر تو مسکرا رہا تھا پر واللہ وہ حواسوں پر چھائی "داران ماہیر شاہ" کے نام کی ملائم پکار۔۔۔۔۔ اسے پاگل کرنے لگی۔

.._____..

حمین کی طرف دن کے کھانے پر سب ہی جمع ہوئے، عاقب اور انیب کی آمد خاص ترین رہی، داریہ بھی واپس آچکی تھی۔

مایا اور ماول لنچ لگوار ہی تھیں اور باقی سب لاونچ ایریا میں ہی ایک دوسرے کی تکلیف میں کمی کرنے کو ایک ساتھ جمع تھے۔

"یہ کمی کوئی پوری نہیں کر سکتا لیکن وہ سیانے لوگ ٹھیک کہہ گئے کہ جانے والے کے ساتھ مرا نہیں جاتا، اللہ تم دونوں کو صبر دے"

عاقب کا خود آنا کسی نے امید نہ کیا تھا تبھی تو اسکی ہمت نے بھی داریہ ایاد کو بہت دلاسا دیا۔
"تم بھی اجر پاؤ، اپنی تکلیف اک طرف کر کے جو تم یہاں چلے آئے۔ یقین مانو جتنی ہم سب کے بیچ ماضی میں تلخیاں تھیں سب مٹ گئیں۔ تمہاری ہمت داد کی مستحق ہے۔ اللہ تمہیں بھی صبر دے میرے بھائی"

ایاد نے ہی اسکی ہمت کو سراہتے کہا جس پر وہ رسمی سا مسکرایا اور نظر داریہ اور پھر داران سے ملی۔
"صبر آتے آتے آہی جاتا ہے ایاد لالہ، اور تم! بی بریو"
داریہ نے اسکو دیکھتے پھینکی سی مسکراہٹ اس خوبصورت تسلی پردی۔
"یوٹو!"

داریہ نے اسی اداسی سے جوابا کہتے اسے دیکھا تو وہ مسکرا کر سر ہلا گیا۔
"میں چاہتا ہوں جانے والوں کا سوگ یہیں ختم کرتے ہیں، انکو دعاؤں کی ضرورت ہے نہ کہ ہمارے آنسوؤں اور آہوں کی۔ اور پھر ہمارے پاس بہت سی مضبوطی اور ہے، میرے پاس انیب ہے، داریہ کے پاس داران۔۔۔ لالہ کے پاس ماول۔۔۔ ماموں کے پاس انکی شمن۔۔۔ یہ بہت بڑا سہارہ ہے ہم نقصان کے ماروں کا"

عاقب موہان کے یہ لفظ گویا سب کے دلوں پر نقش ہو گئے، سب ہی اسکے ہمراہ جانے والوں کو الوداع کرنے پر رضامند دیکھائی دیتے مسکرائے تھے۔

.._____..

داران نے داریہ کی فرمائش کی آج بہت چیزیں کھلائی تھیں، سب جاچکے تھے اور داران کا بھی ارادہ کچھ دیر تک شاہ حویلی واپسی کا تھا، پہلے وہ ہیڈ کوارٹر جانے والا تھا اور اسکے بعد زمیل جلال خان کی ذمہ داری نبھانے یعنی جہانگیر صاحب کو اپنی دوستی آفر کرنے۔

داریہ لُنج کے بعد سو گئی تھی، ابھی شام میں اٹھی تو داران کو کہیں جانے پر تیار دیکھے لیٹے سے نیم دراز ہوئے بیٹھی۔

"ہم شاہ حویلی چلے جائیں؟ اگر تم لالہ کے پاس رکنا چاہتی ہو تو بتاؤ میں ساتھ رک جاؤں گا"

داران نے پاس ہی بیٹھے داریہ کا ہاتھ پکڑتے پشت چومی اور سینے سے ہتھیلی جوڑتا دوسرے ہاتھ سے اسکے ماتھے کی حرارت دیکھنے لگا جو بالکل مدہم تھی۔

"تم نے کیا کرنا ہے وہاں جا کر ماہیر؟"

داریہ نے اسکے چہرے پر نگاہیں جمائے فکر سے پوچھا۔

"ایک عدد کیمیکل کا بزنس ہے داریہ جسکی ساری ذمہ داری بابا سرکار نے مجھ پر ڈال کر خود اپنی پیری مریدی سنبھال لی۔ یونو عاقب بھی ابھی ڈسٹرب ہے تو مجھے دیکھنا ہو گا۔ اگر تم یہاں رکنا چاہتی ہو، ہفتہ مہنیہ تو نوپر اہلم۔ میں روز تم سے ملنے آ جاؤں گا"

وہ روز والی بات پر ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیرتی ٹیک چھوڑے داران کے چہرے کو چھوئے دیکھنے لگی پھر اسکی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"تم میرے لیے روز اتنا لمبا سفر کرو گے؟ تم میرے لیے روز میرے پاس آو گے۔؟"

وہ بیمار پڑ کر اور معصوم حرکتیں اور سوال کرنے لگی، داران نے اسکے خوبصورت چہرے کو دیکھا پھر ان آنکھوں کو جو اسکے نزدیک اس دنیا کی سب سے سنہری چیز تھیں۔

"اس میں حیرانگی کی کیا بات ہے داریہ، میرا سکون یہاں ہو گا، فرض وہاں۔ مجھے یہ گھن چکر بننا قبول ہے۔ تم اپنی بتاؤ، جہاں تم سکون میں رہو گی میرے لیے وہی اہم ہے۔ ویسے میرے خیال میں تمہیں ابھی کچھ دن ماموں اور لالہ کے ساتھ رہنا چاہیے۔ ایسے تم اس تکلیف سے جلد نکل آو گی۔ اور میں تو ہوں ہی تمہارے پاس"

داریہ اسکی گرنیش بلو آنکھوں میں جھانکی، اسکے خوبصورت چہرے کے خدو خال پر بھٹکی ہوئی نظریں پھیرے اپنے جذبات پر قابو پانے لگی۔

"میں رہنا چاہتی ہوں یہاں، لیکن تم زیادہ دیر کے لیے آنا روز۔ ٹھیک ہے ناں؟"

سانس روکے وہ اپنا فیصلہ سنائے داران کے جواب کی منتظر تھی کہ وہ بس اسے پکڑ کر اپنے سینے لگا کر بازو اطراف باندھ گیا۔

"جب تک تنگ آکر دھکے نہیں دوگی، نہیں جاؤں گا۔ تم ٹھیک ہو جاؤ بس، تمہارے دل کی اس تکلیف کو مٹانے کے لیے میں ہر جتن کرنے پر راضی ہوں فلورنس۔ یہ تمہاری آخری تکلیف ہو دعا ہے میری۔ کبھی تمہیں رنج میں نہ دیکھوں۔ سنو! میں سیدھا شاہ حویلی نکل جاؤں گا، اپنا خیال رکھنا"

داران نے اسے رو برو لایا اور اسکے بکھرے بال سمیٹے ماتھا چوما، وہ اسکی تاکیدوں پر مسکراتی سر ہلائے جا رہی تھی۔

"ماہیر! تم بینڈ تاج بدل رہے ہوناں؟ ایک بار زخم دیکھا دو"

وہ یکدم ہی پریشانی ہوئی۔

"بدل رہا ہوں ڈونٹ وری، خیال رکھوں گا میری فکر مت کرو۔ بس تم میری پہلے والی فلورنس بن جاؤ جلدی سے، میں یہ اداس داریہ دیکھ نہیں پاتا۔ میرا بس چلے تو میں تمہیں اک آنسو بھی بہانے نہ دوں پر کیا کروں یہ تکلیفیں تو زندگی کا نہ جھٹلایا جاسکتا حصہ ہیں۔ تم بہت بہادر ہو، یہ بات کبھی مت بھولنا"

داران کی آنکھوں کا مرکز داریہ کا مرجھایا چہرہ تھا جو اتنی چاہت پر ہولے سے کھل اٹھا۔

"میں کل تک بہت سارا مس کروں گی تمہیں"

اسکی واپسی کو داریہ کا فقط اک جملہ مہکا سکتا تھا۔

"کرنا بھی چاہیے، میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو تم"

داران کی الودائی نرم سی جسارت پر داریہ کی آنکھیں جھک جھک گئیں اور تبھی وہ اسے پھر سے گلے لگا لیتا مسکرایا۔

"بائے"

اسکی گردن کی اطراف ملائم ہونٹوں کا لمس رکھے وہ اسے رخصت کرنے لگی تو داران نے مسکرا کر گرفت کمزور کی اور اسے پکڑ کر واپس لٹائے پھر سے اسکا سر چومتے اپنا فون اور گاڑی کی چابی لیے دروازے کی طرف جاتے جاتے رکا اور فلانگ کس کیے داریہ کی آنکھوں میں حسین رنگ پھیلاتے ہی مسکراتا ہوا نکل گیا، داریہ کا سکون اسے دے گیا تھا اب وہ پور پور آسودہ تھی۔

پہلے تو داران سیدھا ہیڈ کوارٹر آیا، حسب توقع سراج الحق اس پر کئی من مانیوں پر برہم تھے پر وہ ماتحت ہو کر بھی اس پر حاکم جیسا ایڈیوڈ لیے بس سنتا رہا اور سراج الحق کا دماغ گما کر سیدھا چغتائی پریس نکلا۔

عاقب اور انیب کے آجانے سے گویا اس سوگوار مکان میں چھایا جمود ہٹ گیا، جہانگیر بھی کچھ بہتر ہوئے، عاقب کو حوصلے میں دیکھ کر انکو بھی بہت ہمت ملی۔

یہ خوبصورت سنگت داران کی آمد سے اور حسین ہوئی۔

لیکن وہ صرف جہانگیر صاحب سے ملنے آیا تبھی انکے ہمراہ لان میں نکل آیا۔

"تم نے زمیل کی بات سیریس لے لی بچے؟"

جہانگیر کے لہجے میں یاسیت اور پھیکا تبسم رچا تھا جو داران کو مسکرا نے پر مجبور کر گیا۔

"آپ نہیں چاہتے میری دوستی؟ مانا آپ سے عمر میں بہت چھوٹا سہی پر تجربہ آپ سے زیادہ ہے۔ کسی طرح تو ز میل جلال خان کا احسان اتارنے دیں مجھے، دوستی کر لیں۔ برا دوست نہیں ہوں جناب"

داران کی نرم ڈھارس دیتی موجودگی کے معترف جہانگیر ز میل کی موت کے بہت گھنٹے بیت جانے کے کہ بعد یہ پہلی بار تھا کہ خوبصورت مسکرائے۔

"تم اسکی طرح ہی سر پھرے ہو، میرے بیٹے جیسے ہو۔ مجھے تمہاری دوستی سے بھلا کیوں اعتراض ہو گا لیکن میری فکر میں خود کو تھکا نامت۔ ز میل کی کمی جوں کی توں رہے گی داران، اور نہ تمہاری زندگی میں کوئی تمہارے دوست کی جگہ لے گا۔ یہ رتبہ، یہ درجہ کسی ایک کو ہی ملتا ہے"

داران نے دلچسپی سے انکی تمام باتیں سنیں اور چلتے چلتے رک کر سامنے ہوا، وجاہت کا شہکار لگتا تھا وہ، اسکی شخصیت کا چارم دن بدن بڑھ رہا تھا۔

"بے شک! لیکن کبھی کبھی کسی کے ساتھ کھل کر باتیں کرنا اس کمی، اس زخم پر مرہم بن جاتا ہے۔ میں چاہتا ہوں جہانگیر انکل کہ اگر کبھی آپکو ز میل کی یاد آئے تو مجھے ایک کال کیجئے گا۔ ان جیسا نہیں پر تھوڑا سر پھر ا ضرور ہوں کہ آپکو ایک مسکراہٹ ضرور دے دوں گا۔ تو پھر فرینڈز۔۔۔؟"

داران انکی جان بنا دوست بنے چھوڑنے والا کہاں تھا تبھی تو جہانگیر اسکے ہاتھ کو دیکھتے مسکرا کر اس فولادی کو اپنے سینے لگا کر بھیج گئے۔

دونوں ہی کے چہرے پر سکون مسکراہٹ سے منور ہوئے۔

"جیتے رہو، ڈنر کر کے جانا۔ آ جاؤ"

وہ خوش دلی سے اسے ساتھ لے جانے لگے پر داران رکا۔

"نو پھر کبھی، مجھے واپس نکلنا ہے خوشاب۔ صبح فجر کے وقت اہم مینگ ہے۔ میں آپکا سر کھاتا رہوں گا

ڈونٹ وری"

داران کے متانت خیز لہجے پر وہ اصرار نہ کر سکے اور اسکا سینہ تھپکاتے اجازت دی، داران انکو بائے کہے

ابھی پورچ تک پہنچا ہی کہ رجال کی پکار پر خوشگوار حیرت سے پلٹا۔

رجال کے رنگ ڈھنگ، چال ڈھال سب ہی بدل چکا تھا جسکی داران کو کہیں نہ کہیں خوشی تھی۔

"ہاں کہو"

داران نے بھرپور توجہ رجال کے الجھے چہرے پر ٹکائے ہاتھ پتلون کی جیبوں میں گھسائے۔

"تمہیں ایک بار پھر تھینکیو کہنا تھا، اور اک الجھن بانٹنی تھی۔ کیا تمہارے پاس کچھ منٹس ہیں۔ عاقب

تھوڑا اپ سیٹ ہے تو اسے مزید پریشان نہیں کرنا چاہ رہا"

رجال کے یوں تمہید باندھنے پر داران نے سر ہلاتے مزید توجہ سمیٹی۔

"میں ہمہ تن گوش ہوں، بتاؤ کیا الجھن ہے"

داران نے نرمی سے اسکی طرف دیکھتے پوچھا۔

"سب سے پہلے تھینکیو اس لیے کہ تم نے ٹائیگر کو مارا، اسکی وجہ مت پوچھنا میں بتا نہیں سکوں گا اور الجھن یہ ہے کہ میں جانیہ کو لے کر بہت سنجیدہ ہو رہا ہوں۔ اسکی طرف بڑھنا بھی چاہتا ہوں پر خود سے منافق والی بو محسوس ہوتی ہے۔ یعنی تم جانتے ہو روپا کسی زمانے میں میری دیوانگی تھی۔۔۔ آئی مین میں سیٹیسفائی نہیں۔ میں جانیہ کو نہیں چھوڑنا چاہتا، وہ اچانک سے بہت ضروری ہو گئی ہے۔ اسے دیکھتا ہوں تو زندہ ہونے کا احساس ہوتا ہے۔ بتاؤ میں کیا کروں؟ مجھے سیٹیسفیکشن کیسے ملے گی؟"

یہ سب داران کی آنکھوں میں خوبصورت تاثر جگا گیا اور اہمیت کا احساس ہوا کہ رجال اس سے یہ سب بہت آرام سے شئیر کر رہا ہے۔

"تمہیں پتا ہے رجال تمہاری آنکھوں میں اب بچوں جیسی معصومیت آچکی ہے، یہ تمہارے منہ پر تعریف نہیں کی میں نے بلکہ اعتراف کیا ہے اس بات کا کہ تمہارے پھیکے رنگ واپس لوٹ آئے۔ جس عمر میں تم روپا سے عشق کر رہے تھے میرے بھائی وہ عمر واہموں، خوشفہمیوں اور بے خودی کی پیک ہوتی ہے۔ اس عمر کا عشق بھی کبھی عشق ہوا ہے پگلے؟ وہ دیوانگی صرف تمہارا دماغی خناس تھا، نا سمجھی کے دور کا عشق، بس اک پانی کا بلبہ ہے۔۔۔ ہوش کرو، اب تمہیں اک خوبصورت کائنات اللہ نے عطا کی کہ اس سے محبت کرو، اور کھل کر کرو۔ اپنے اور جانیہ کے رشتے کو سپیس دو، ایک دوسرے کو سمجھو۔ مجھے یقین ہے وہ وقت دور نہیں جب تمہیں خود سے منافقت کی بو آنا بند ہو جائے گی اور رہی

بات ٹانگر کی، بہت منحوس تھا۔ میں جاننا بھی نہیں چاہتا کہ تم نے کیوں تھینکیو کہا لیکن اسے مار کر بہت مزہ آیا تھا"

داران نے بہت دوستانہ انداز میں رجال کے شانے تھامتے اسکو یہ ساری الجھنوں کے حل فراغ دلی سے پیش کر دیے کہ رجال کی آنکھیں ہر تھکن سے آزاد ہو گئیں۔

"تھینکیو آگین! مجھے پھر سے راستہ دیکھانے کے لیے۔ دوست کی طرح ہمیشہ ساتھ رہو گے؟"

رجال کے سوال میں جتنی تشنگی تھی انکی خوبصورتی بھی تھی۔

"مجھے کوئی ایشو نہیں، لیکن میں کچھ اچھا دوست نہیں۔ ہاں میں امان پروردگی بہت اچھی دیتا ہوں، چاہیے؟"

داران مسکرایا تو رجال بھی ہنسا۔

"آل ریڈی پا کر آگے بھی ٹرانسور کر دی، عاقب کے پارٹ ٹائم بابا کی نوکری سنبھال چکا ہوں"

رجال کی بات پر اس بار داران بھی ہنسا۔

"اللہ اسکا اجر ضرور دے گا تمہیں، دوست ہی سمجھو مجھے لیکن اگر تم نے فرض میں کوتاہی کی تو الٹا لٹکانے میں اک لمحہ نہ لگاؤں گا"

داران کا رعب ہی تو اسکی شان تھا، رجال کی ساری اداسی اڑن چھو ہوئی۔

"منظور ہے، داریہ بہت لکی ہے کہ تم جیسا جو کر ملا اسے"

رجال کی بے تکلفی داران نے منہ بسور کر سہی، پر پھر مسکرا کر کندھے اچکا تا بہت پیارا لگا۔
"پر جانیہ لکی نہیں کیونکہ بچاری کے حصے تمہارا شریف ورژن آگیا۔ پتچ پتچ۔۔۔ اس کو ناجانے اس
شریف زادے کو شر زادہ بنانے میں کتنا وقت لگے۔ میری ہمدردی اسکے ساتھ ہے"
داران نے شرارت سے چھیڑا تو رجال کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔
"خرافاتی انسان ہو تم داران ماہیر شاہ"

رجال کا الزام ایز کا کمپلیمینٹ لیتے موصوف ہاتھ ہلاتے گردن اکڑاتے چل پڑے، جبکہ رجال نے بھی
اسے ہاتھ ہلاتے بائے کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے داران کی گاڑی، چغتائی پیلس کا گیڈ عبور کر گئی۔
وہ پلٹا ہی کہ عاقب وہیں آتا دیکھائی دیا، شاید کچھ دیر چہل قدمی چاہتا تھا۔
"اوہ میرا بچہ"

رجال نے جیسے لپک کر اسے گلے لگایا، عاقب مسکراہٹ روک نہ سکا۔
"زیادہ پھیل مت، یہ داران سے کیا راز و نیاز کر رہا تھا۔ میں مر گیا ہوں کیا؟ دیکھ اب ہماری اچھی والی
بھریا یاری ہو چکی ہے تو تجھے اپنے مسائل مجھے بتانے ہیں نہ کہ اس نک چڑھے کو"
عاقب کو جلن ہوتی دیکھے رجال کو وی آئی پی محسوسات لاحق ہوئے۔

"کہاں نک چڑھا ہے وہ، بہت خاص ہے۔ کچھ تو الگ بات ہے اس میں کہ دشمن کو بھی اپنا طرفدار کر لیتا
ہے۔ ویسے بھی اس نے جہانگیر چاچو سے یاری کر لی، میرا تو ہی ہے۔ پر کبھی کبھی اس سے راز و نیاز

بانٹنے کی اجازت دے تاکہ اسکے نایاب مشورے اسکے دماغ کے پٹارے سے نکلوا کر لوٹ سکو۔۔۔۔ اور کیش کروا سکوں"

رجال کے شریر جواب پر عاقب نے پہلے تو مغرورانہ ناں کی پھر خود ہی سر ہلا کر عیاشی تھما دی۔
"میرا کا کا"

رجال پھر سے بچارے کو چمٹا اور اب عاقب کا دل یہی کیا دو کھینچ کر اس کی گردن پر سیکے پر اللہ اللہ کر کے وہ جونک خود ہی دور ہو گئی۔

"جا کر جانیہ کو چمٹ، جان چھوڑ میری سستے باپ"

عاقب نے منہ بناتے اسے ناک سیٹرتے آنکھیں نکال کر گھورتے پرے کیا اور دم دبا کر بھاگا جس پر رجال بس سر خجالت سے کھجاتا مسکا ہی پایا۔

قدم خود بخود جانیہ والے اپنے روم کی طرف بڑھے، ڈور ناب تک گمایا پر کمرہ لاک دیکھ کر رجال کے چہرے پر مایوسی چھا گئی۔

بیڈ پر کوئی کتاب لے کر بیٹھی جانیہ نے ہینڈل گھومتا دیکھ لیا تھا، تبھی جان لیوا مسکرائی۔

"اب جب تک دستک دے کر کہو گے نہیں کہ جانیہ مجھے تم سے ڈر نہیں لگتا، تب تک تمہیں قریب آنے تو دور خود کو دیکھنے بھی نہیں دوں گی رجال۔ تمہیں سمجھنا ہو گا کہ تمہیں مجھ سے پیار ہو گیا ہے، اور مجھے تمہارا پیار پورے حقوق اور اعتماد کے ساتھ چاہیے۔ ورنہ میں تم سے مکمل محروم ہی اچھی ہوں"

جانیہ نے گھوم کر خاموش ہوتے ہینڈل کو دکھ سے دیکھے سوچا اور چہرہ گما کر تکیے پر لیٹے کتاب چہرے پر کر لی تاکہ دوبارہ اسکا دھیان رجاں اتنا سا بھی بہکا و بھٹکانہ سکے۔

.._____..

"جانیہ اور رجاں تمہیں آپس میں ٹھیک لگتے ہیں انیب؟"

واک کیے وہ واپس آیا اور انیب کی آکر گود میں سر رکھے لیٹے دماغ میں گردش کرتی فکر کے سبب یہ الجھا بے مقصد سوال پوچھ کر انیب کی توجہ کھینچ گیا۔

"ہاں، ان فیکٹ کچھ زیادہ ہی ٹھیک۔ تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"

انیب نے اسکے بالوں میں ملائم ہاتھ پھیرتے اختتام تک متفکر ہوئے عاقب کے پرسوچ مگر خوبصورت چہرے پر نگاہ ڈالی۔

"بس ایسے ہی، رجاں کے لیے فکر مند ہوں۔ جانیہ اسے سمجھ جائے بس۔ خیر میں کل ہی حویلی کی تعمیر کا کام شروع کروا رہا ہوں۔ بہت بوسیدہ ہو چکی ہے۔ اور تم بھی اپنی صحافت سنبھالو واپس میرے عشق نے کافی ٹائم سے تمہیں نکما کر رکھا ہے"

عاقب کا شرانگیر و گدگداتا انداز تکلم انیب کو الوہی مسکراہٹ دے گیا، یعنی وہ اچھے سے جانتا تھا اس نے انیب کی حیات کا کیا کیا نظام بگاڑا ہے۔

"میں تمہیں نہ سنبھالوں؟"

انیب کے جذب سے بھاری آواز کو سرگوشی کی صورت مدہم کر کے پوچھنے پر عاقب نے لیٹے لیٹے انیب کو گہری والہانہ نگاہوں کا محور بنا کر دیکھا پھر ہاتھ اٹھا کر اسکی بے داغ گال کو مخمور مدہوشی سے چھوا۔

"سنجھالو، لیکن اپنا پیشن جاری رکھو۔ ہماری صحافت کو تم جیسی نڈر شیرنی کی ضرورت ہے۔ میرا سنبھلنا تو تمہاری اک نظر کی مار ہے"

عاقب کا لہجہ بے حد ملائم اور خوبصورت تھا جسے جھٹلانا ممکنات میں سے ہی نہ تھا۔
"تھینکیو اگین، پیلس واپس آنے کے لیے"

وہ دفعتاً جذباتی ہوئی تو عاقب اسکے صدمات ہٹانے اٹھ بیٹھا، شاندار مرد، جب حسین عورت کے ساتھ بیٹھتا ہے تو منظر بھی سچ جاتے ہیں، اٹھ کر زرا سرہاندی جانب پیچھے کو سرک کر آرام سے ٹیک لگائے انیب کے ساتھ ہی کندھے ٹکا کر اسکی آگے سرک کر ناک سے ناک ملاتے اک تسلی آمیز مسکراہٹ دی۔

"مجھے میری فسادن بار بار تکلف برتنی بلکل نہیں پسند، واپس دبنگ انیب بن جاو۔ میرے لیے بھی"
وہ اسکے ساتھ ہی ٹیک لگاتے ٹھیک سے ٹانگیں پسار تا جو مشورہ دے رہا تھا وہ سراسر خطرناک تھا۔
"سچ میں؟ روپڑو گے اگر میں ویسی بنی۔ جانتے ہوناں زمین ہل سکتی تھی پر وہ والی انیب نہیں"

وہ اسے ڈرامائی ہوتی اپنے قہر سے ڈرا رہی تھی، بھول گئی تھی کہ آگے پوری چلتی پھرتی قیامت بر اجماع ہے۔

"میں نے اس والی سخت انیب کو اپنے دل کی دھڑکن کی تال پر ہلتے، جلتے اور پگھلتے دیکھ رکھا ہے سو زیادہ باتیں مت کرو۔"

عاقب کی اتر اہٹ قابل دید تھی، دھیمادھیمامغروریت کے سنگ اسکا مسکرا ناواللہ کسی کا بھی دل جکڑ لیتا۔

"تم ہو ہی شعلہ"

وہ فوری ہتھیار پھینک کر مسکرا پڑی، ہاتھ بڑھا کر عاقب کی گردن سے لپیٹا۔

"ابھی شعلہ نہیں ہوں، تو دور کیوں ہو مجھ سے؟ سوگ میں میں ہوں، میری تم سے لپٹی محبت نہیں سو میرے بے حد پاس رہا کرو تا کہ مجھے ٹھیک سے سانس آئے۔"

عاقب نے اسے پکڑ کر اپنے نزدیک بٹھاتے گھنبر جذبات سے بو جھل آواز میں کہا تو انیب نے نظریں حیا سے زیر ک کیے دل کی دھڑکنیں سنجالیں۔

"بابا کی جوتی پڑے گی باز رہو"

وہ اپنا سکون وصول کرتا نرمی برت کر انیب کو حیران کر رہا تھا تبھی اسکی محبت نامی گرفت کے باوجود وہ پھڑپھڑا کر بول بیٹھی۔

"کچھ کر لوں گا، انہی کا بیٹا ہوں"

عاقب نے نرم سی سنجیدگی اختیار کرتے جسارت کی، انیب بے اختیار اسکے سبب ہوتی سکون و نشاط کی حدت پر مسکرا دی۔

"مجھے بہت خوشی ہے تم کچھ نارمل ہوئے، ورنہ باخدا تمہاری سرخ آنکھیں، سہنا بہت مشکل ہے۔ عاقب! کبھی بھی بابا یا ممی کو یاد کیے رونا مت نہ خود کو اکیلا فیل کیے تکلیف دینا۔ بس بنا کچھ کہے میرے پاس آ جانا مجھے اپنے پاس بلا لینا"

انیب کی تاکیدیں سنتے ہوئے وہ اسکی سانسوں میں سانس بھرے بے حد پر سکون تھا کہ انیب کو لگا کہیں اسکی ہی عاقب کو نظر نہ لگے۔

"ڈن! مجھے کچھ سال تک ہمارا بے بی نہیں چاہیے۔ اوکے انیب؟"
انیب نے حیرت سے اسکی یہ عجیب سی ڈیمانڈ سنی تو آنکھیں پھیلا کر گھوری۔
"لیکن وہ ہماری مرضی پر نہیں چلے گا"
انیب کا جواب دیتے لہو چہرے پر سمٹا۔

"تو ہم مرضی پر چلا لیں گے اسے آجکل سب پائسیبل، لیکن مجھے ابھی تمہیں کسی کے ساتھ شئیر نہیں کرنا۔ زرا بھی نہیں۔ مجھے بہت سے لاڈ اٹھوانے ہیں تم سے، وہ سب جو میرے ارمان ہیں۔ کیونکہ میرے لیے اب میرا کل جہاں تم ہو۔ انڈر سٹینڈ؟"

وہ نم آنکھوں سے عاقب کی تاکید پر سر ہلاتی اسے بے حد خوبصورت لگی۔

"جیسا تم چاہو، ویسے بھی ہمارا بے بی تبھی آنا چاہیے جب اسکے بابا بڑے ہو چکے ہوں۔"

انیب کی متنبسم سرگوشی پر وہ اسکی بات سمجھ گیا تبھی تو منہ بسور گیا۔

"باز آ جاؤ، آئی ایم ناٹ آٹل بے بی"

عاقب نے خفا ہوتے جتایا تو انیب مسکائی۔

"یس یو آر"

بظاہر تو ہاں ملائی گئی پر باخدا اسکی شرارتی آنکھیں عاقب کو دکھ و جمود سے نکال لائیں۔

"آئی لوو یو سوچ میرے سکون"

بے اختیار پیار آنے پر وہ اسکو اپنے سینے لگا گیا، انیب نے اس گرفت میں دگنا سکون محسوس کرتے بازو

اسکی گردن کی اور لپیٹے۔

"آئی لوو یو ٹو"

اعتراف کے ساتھ گرفت میں بے پناہ محبت و چاہت بھی شامل ہوتی چلی گئی۔

.._____..

اک نئی صبح طلوع ہو چکی تھی۔

"میں واپس مو سکو جا رہا ہوں"

ابھی کانفرنس روم سے داران میٹنگ اٹینڈ کیے نکلا ہی کہ رجال کی کال اٹھا کر کان سے لگانے پر آگے سے یہ بھیانک انکشاف سننے کو ملا۔

داران نے خفگی سے اپنا ماتھا سہلا ڈالا۔

"اتنی بھی سپیس کا نہیں کہا تھا کھوتے"

خفت کے مارے داران کا پارہ چڑھا پر اس جانب اک بند دروازے کا ایسا صدمہ لیا گیا کہ کچھ دیر میں رجال کی فلائیٹ اڑنے والی تھی۔

"میری سیٹیفیکیشن یہی ہے داران!"

رجال کا حتمی سرد انداز و جواب اچھے بھلے کا دماغ پھیر سکتا تھا۔

"اوکے شوق اتارتا ہوں تمہارا، پہنچو پھر۔ جلاد کی ذمہ داریاں سنبھالو جاتے ہی۔ گریول کی دردناک موت کے بعد اسکے کارنامے انٹرنیشنل میڈیا پر جیسے ہی آئیں گے انڈر ورڈ میں کھلبلی مچے گی۔ رابل کی اس اچھائی کی طاقت تک پہنچتے ہر وار کو اب تم نے ہی روکنا ہے۔ اور ہاں بارس کو تھوڑا ایمو شنل بلیک میل کر کے ہوش میں بھی لانے کی کوشش کرنا کیونکہ تم میں یہ ٹیلنٹ کوٹ کوٹ کر جو بھرا ہے۔

بائے"

حکم صادر کیے داران نے ٹھک سے رابطہ توڑا جبکہ

افسوس سے اک کم عقل کو سوچتا ہوا واپس کانفرنس روم کی طرف بڑھ گیا۔

جبکہ رجال کی واپسی جلدی ہوتی یہ اس کے خوف، ڈر اور فرار سے ہرگز نہیں لگ رہا تھا۔

جانیہ جب جاگی تو پہلی فرصت میں کمرے کا لاک اوپن کیے رجال کے کمرے کا جا کر دروازہ کھولا، وہ کہنا چاہتی تھی کہ وہ رات اسکی دستک کی منتظر رہی پر کمرہ ویران پڑا تھا، رجال کے کمرے کے بستر پر اک بھی شکن نہ تھی، وہ ڈر کر پلٹی تو ملازمہ اس کمرے کی صفائی کروانے وہیں چلی آتی دیکھائی دی۔

"ر۔۔ رجال کہاں ہیں؟"

جانیہ کا لہجہ پوچھتے بھیگا۔

"وہ پھر سے اوٹ آف کنٹری چلے گئے، وہ ہمیشہ سے جاتے رہتے کہیں نہ کہیں یہ تو انکا شوق ہے دنیا گھومنا۔ آپ کو نہیں بتا کر گئے چھوٹی بی بی؟"

ملازمہ کو اسکا بھیگا لہجہ پریشان کر گیا، وہ کچھ نہ بولی اور آنکھیں چراتی واپس اپنے کمرے میں بھاگ کر آئی تو دقت سے آنکھوں میں رو کے آنسو بے قابو ہو کر رخساروں پر سیل رواں بن گئے۔

وہ دروازے میں ہی بیٹھی چلی گئی، دکھ، بے بسی، کرب اور پچھتاوے کو اگر ایک جگہ اکٹا کیا جاتا تو اسکی شکل بالکل جانیہ کی اس کربناک حالت سی ہوتی۔

"ر۔۔ رجال! آپکا ڈر اور فرار اب مجھے پل پل مارے گا۔ بے رحم اک دستک نہ دی گئی۔ میں بھی جانیہ ہوں، آپکی محبت ہونے کا غرور سمجھیں یا میری ہٹ دھرمی، پکاروں گی نہیں۔ آپ خود لوٹیں گے میرے پاس"

سسکیاں اپنے اندر گھوٹے جانیہ نے سارے آنسو رگڑ لیے، کہیں دل میں اک امنگ جو جگی تھی رجال کی چاہت بننے کی وہ جسمانی اور قلبی ہر درد کا اک غائبانہ مرہم بن گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے کئی ہفتے بیت گئے۔۔

.._____..

After Few Weeks.....

چند ہفتوں بعد۔۔۔

عمر اور یچی کل صبح واپس پاکستان آنے والے تھے کیونکہ دونوں کے سہرے کے پھول بھی دو دن میں سجنے والے تھے، خود عمر اور یچی کو چالیسویں سے پہلے کوئی جشن کرنا مناسب نہ لگا، وہ دو موسکورہ کر رجال کے ہمراہ بقیہ کام سمیٹے رہے، بارس کچھ دن پہلے ہوش میں آچکا تھا پر سر پر لگتی چوٹ کے سبب نہ وہ کسی سے بات کر پاتا نہ بول پاتا، یہ ٹاسک صدیقہ اور سائمن سنبھال رہے تھے اور ادھر بیلا اور سوہا ان سارے دنوں انجمن صاحبہ کے ساتھ مل کر خوب مزے کرتی رہیں۔

بیلا کا زخم بھی مکمل بھر چکا تھا دوسرا ایک مہینے کے اندر اندر ہی انجمن صاحبہ بھی بہت اکیٹو ہو چکی تھیں، تینوں ہی لیڈیز گینگ کی طرح انجوائے کرنے کے ساتھ عمر اور بیلا کو بھی بہت مس کر چکی تھیں، ہاں کالز پر رابطہ رہا لیکن اس سواڈیرھ مہینے کی دوری نے محبتوں کے رنگ اور پختہ کر دیے۔

ماول کے ایگز امز جیسے ہی ختم ہوئے وہ بھی خالہ اور داریہ سے مزے مزے کی ریسپیزی سیکھتی اور پھر بچارے ایاد اور حمین کو وہ سب کھانا پڑتا۔

داران ان سارے ہفتوں بلاغہ داریہ سے ملنے آتا رہا، کبھی کبھی حمین اسے روک لیا کرتا اور پھر سب خوب مستیاں کرتے اور رونق لگاتے۔

داریہ کے اندر پلٹی ننھی جان بھی دھیرے دھیرے اپنے ہونے کا پتا دینے لگی، داریہ کے موڈ سونگنز، کریونگ سہنے کے لیے داران بنا چوں چاں کیے موجود رہتا۔

جتنا ماں بننے کا ایکسپرنس داریہ کے لیے نیا اور خوبصورت تھا ویسی ایکسائٹمنٹ داران میں بھی تھی۔ داران اور داریہ، ثمن جہانگیر کے علاوہ فی الحال کسی کی کوئی گڈ نیوز نہ آئی تھی۔ شاید سبکے بے بیز بہت سست تھے، جلدیاں صرف ان نئے نئے دوستوں نے ہی مچا رکھی تھیں۔

ان ہفتوں داران نے اپنا یاری والا فرض بھی نبھائے رکھا، جسے جس جگہ داران کی ضرورت پڑتی وہ مغرور بن کر بھی اپنے رعب و شان سمیت پہنچ جاتا یا رانہ جھاڑنے۔

عاقب کا زخم گہرا تھا پر انیب کے ساتھ، فیملی کی سپورٹ اسے جلد ہیل کر گئی، وہ اور انیب اپنی زندگی اپنی چوائزز سے انجوائے کر رہے تھے، عاقب نے آفس کے ساتھ ساتھ حویلی کی دوبارہ تعمیر کا کام بھی شروع کر دیا جس سلسلے میں وہ اکثر بزی بھی رہنے لگا۔

انیب اپنی صحافت میں واپس قدم جما چکی تھی، بابا اور ثمن کو خوش دیکھ کر وہ بھی خوش تھی۔

ماریہ صاحبہ کی ساری اداسیاں ختم ہو گئیں، انکا نواسہ اور پوتا دونوں سنور گئے، انہوں نے اپنے خاندان کو سنور تادیکھ کر اللہ کے حضور بارہا شکر بجالایا۔
زندگی اک خوبصورت سفر پر گامزن تھی۔

.._____..

کچھ دیر پہلے ہی وہ واپس پاکستان پہنچا اور آتے ہی ایئر پورٹ سے سیدھا عاقب کے ہمراہ جاسم انکل کی فاتحہ پڑھنے نکل گیا، عاقب نے اسے ری نیو بلڈنگ کے پراسیس کے بارے میں بھی سب بتانا تھا۔
جبکہ جانیہ! ماریہ صاحبہ کے ہمراہ انکا سکول جوائن کیے نماز کے بعد اب قرآن بھی سیکھنا شروع ہو چکی تھی، وہ رجال کے معاملے میں بہت ضدی نکلی تھی اور اب تک اسکی ضد برقرار تھی۔

عاقب نے ان دنوں نہ صرف واپس بزنس پر توجہ شروع کر دی بلکہ وہ اپنی حویلی کا کام بھی شروع کروا چکا تھا، جاسم صاحب کا چالیسواں ہو چکا تھا، سب ان حادثوں سے کافی حد تک سنبھل چکے تھے۔

"مجھے لگا تھا اب تو بیوی والا ہے اسکو چھوڑ کر اتنے دن دور نہیں رہے گا پر تیرے وہی لچھن ہیں کئی کئی ہفتے غائب رہنا۔ جانیہ کو تجھ سے زیادہ ہم سبکی عادت ہو چکی ہے۔ تیرا ہی نقصان ہے"

دونوں نے فاتحہ پڑھی اور کچھ دور ہی لان میں لگی کرسیوں کی طرف لپکے۔

رجال کے چہرے پر بلا کا سکون تھا۔

"اسے اپنی عادات ڈال کر کرنا ہی کیا ہے میں نے؟ تو بتا ٹھیک ہے۔۔۔؟"

فون پر رجال نے اسکا دماغ ان ہفتوں خوب چاٹے رکھا پر روبرو دل جوئی ویاری کی بات الگ تھی۔

"تیرے اور جانیہ کے بیچ سب سیٹل ہے ناں؟ ایسا تو نہیں کہ اس بار تیرا جانا اسکی وجہ سے تھا۔ یار دیکھ میری طرف، اچھی لڑکی ہے۔ ہو جا سیٹل۔ اور یہ لفنڈریاں ختم کر۔ ٹک کر بیٹھ، میرے اور داران کے ساتھ شاہ اند سٹری جوائن کر لے"

عاقب کو اسکی بے حد فکر تھی، رجا ل کیا بتاتا کہ سر کھجانے کی بھی فرصت نہیں اسکے پاس۔

"تو سنبھال میرے بچے کیمیکلز، میرے باپ کی بھی توبہ۔ اور یہ کیا تو نے دادیوں کی طرح مجھے آتے ہی پکڑ لیا۔ چھوڑ۔ تھکا ہوں۔ سونے کے لیے کمرہ دیکھا ورنہ یہیں گر پڑوں گا"

رجال نے جان چھڑواتے زبردستی کی جمائی لی جس پر عاقب نے پکڑ کر اسے دروازے کی راہ دیکھائی۔
 "وہ رہا گیڈ، نکل اور دفع ہو پیلس۔ جا کر جانیہ کی گودی میں سو۔۔۔۔۔ ویسے بھی میری انجنئیر کے ساتھ
 میٹنگ ہے وہ مجھے ڈراپ کر دے گا۔ پکڑ چابی"

عاقب نے دھکیلنے کے ساتھ چابی بھی اسکی طرف پھینکی، رجال نے گال پھلاتے اپنی بے عزتی نگلی۔

"میرا اگر ڈائونگ کا موڈ نہ ہو پھر؟"

رجال نے معصومیت کے اگلے پچھلے ریکارڈ توڑے۔

"جا جانیہ کے پاس، تیری تھکاوٹ اسے دیکھتے ہی دور ہو جائے گی سستے دیو داس۔ انیب کو بتا دینا میرا ڈنر پرویٹ نہ کرے میں لیٹ ہو جاؤں گا"

عاقب کہتے خود ورکرز کے ہمراہ حویلی کے کنسٹرکشن ایریا کی طرف بڑھا جبکہ رجال نے دقت سے سانس خارج کی اور چابی انگلی پر گمائے گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

گھنٹے کا سفر ٹھیک ڈیڑھ میں طے کیے نو تک لاٹ صاحب پیلس سدھارے تو انیب اور جانیہ ڈنر ہی لگوا رہی تھیں، جانیہ نے سب کے بیک وقت رجال کو دیکھ کر بولنے پر اسے دیکھا جو بلیک میں کافی ہنڈ سم لگ رہا تھا پھر اتنے ہفتوں بعد اسکی لکس ویسی ہی نفیس تھی جیسے وہ ہر روز اپنے آپ پر بہت توجہ دیتا ہو، جہانگیر اور ماریہ صاحبہ سے ملتا وہ ماما سے ماتھے پر پیار لیے انیب کی گال تھپکاتا صرف جانیہ سے لا تعلقی برتتے خود بھی کرسی گھسیٹ کر بیٹھا۔

جانیہ نے نظریں دانستہ چرائیں جبکہ انیب نے اسے رجال کے ساتھ ہی پکڑ کر بٹھائے اور بابا کے ساتھ والی کرسی سنبھالی۔

"اس بار تو مہینے سے بھی زیادہ دن لگا دیے تم نے، مجھے لگا تھا اب جانیہ یہاں ہے تو تم زیادہ دن گھر سے دور نہیں ٹکو گے پر ہمت ہے برخوردار۔ جانیہ! یہ تمہاری اجازت سے گیا تھا اتنے دن کے لیے، اگر نہیں تو بتاؤ میں اسکی پھینٹی لگاتا ہوں"

جہانگیر نے ہلکے پھلکے مسکراتے انداز میں دونوں کے پیچ کی چپ اور ہچکچاہٹ تکتے ہی رعب سا ڈالا، سب ہی مسکراتے دونوں پر ہی نگاہیں جمائے ہوئے تھے۔

"جی میری اجازت سے گئے تھے، ان فیکٹ مجھے بھی کہہ رہے تھے چلوں پر میرا موڈ نہیں تھا۔ ویسے بھی میں دادو کے ساتھ رہی یہ سارے دن تو بہت کچھ سیکھا"

جانیہ کے چہرے اور آواز دونوں سے رجال کو اس کے ناراض ہونے کے بارے کچھ واضح پتہ نہ چلا، وہ سب کو مطمئن کر چکی تھی۔

"چلو کوئی بات نہیں، اب رجال آگیا ناں۔ جانیہ کو اگلی بار ضرور لے کر جانا میری جان۔ یہی دن ہے تم دو کے گھومنے پھرنے کے۔ بے بی آگیا تو انجوائے نہیں کر پاو گے"

شمن نے بھی اپنی طرف سے تاکید کی جبکہ جہانگیر اس بات پر معنی خیز مسکرا دیے، وہ آپسی آنکھیں ملاتے مسکرا رہے تھے کہ جانیہ اور رجال کے چہرے کی سنجیدگی کوئی نہ دیکھ سکا۔

"ہاں انوو! عاقب کہہ رہا تھا وہ لیٹ ہو جائے گا۔ اس لیے پیاجان کے انتظار میں جو ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھی ہو، شروع کرو کھانا"

رجال نے موضوع ہی بدل دیا، انیب نے ہنس کر اپنے لیے بھی پلیٹ میں رائس ڈالے۔
ڈنر سب نے مسکراتے ماحول میں کیا، جانیہ اس ٹائم چائے خود سب کے لیے بناتی، جہانگیر تو فرمائش کر کے بنواتے۔

سب کو چائے دیے وہ عشاء کی نماز دادو کے ساتھ ادا کیے کمرے میں آئی تو کمرے کے وسط میں پہلے سے کھڑے رجال کو دیکھ کر جانیہ کا دروازہ بند کر تا ہاتھ سست پڑا۔

رجال نے آگے بڑھ کر خود ہی دروازہ بند کر دیا، اس سبب جانیہ بند دروازے سے لگ گئی اور رجال اسے ہی دیکھتا بیچ کا کچھ فاصلہ بنا گیا۔

"چیسٹنگ ہے یہ رجال، ابھی میں لاک کر دیتی ڈور"

کمزور پڑتے دل کو تقویت دینے کو وہ ضدی ٹون میں بول کر دائیں مڑی تو رجال نے بازو آگے کرتے راہ روکی۔

جانیہ نے فوراً چہرہ اوپر کیا اور رجال کو دیکھنے لگی۔

"ایک میسج، ایک کال تک نہیں کی تم نے"

رجال کی آنکھوں میں غصہ دیکھتے ہوئے جانیہ کی ہتھیلوں میں نمی آئی، کیا بتاتی کہ ہزاروں پیغام لکھ کر مٹاتے یہ ہجر کے دن کاٹ پائی ہے۔

"جی لیکن کیوں کرتی؟ آپ میرے ہیں ہی کون۔۔۔ کچھ ہوتے تو مجھے چھوڑ کر تھوڑا جاتے۔ میں اس رات کو بہت مشکل سے گزار کر صبح جاگی اور پتا چلا آپ فرار ہو گئے۔ فرار ہونے والوں کو مزید بھاگنے کی ہمت دیتے ہیں، آواز نہیں لگاتے، آواز نہیں پہنچتی"

طنز کے تیر چلا کر ہی وہ رجال کی آنکھوں میں اشتعال کی سرخی لے آئی۔

"تم نے یہ لا تعلقی برت کر اچھا نہیں کیا، زندگی میں پہلی بار کسی کا اگنور کرنا سینے پر تیر سا گڑھا ہے" وہ بگھڑ کر دور ہوتے منہ پھیر گیا، دل چاہا چلا جائے پر وہ راہ کی آج بہت بڑی دیوار تھی۔

"سیم ٹویو، کال یا میج آپ بھی کر سکتے تھے۔ میرے دل میں بھی ایسا ہی تیر گڑھا ہے دیکھ لیں"

جانیہ بھی خود کو ظالم بناتی بولی لیکن اندر ہی اندر اتنے دن بعد رجا کو دیکھ کر اسکے گلے لگنے کی تمنا مچل رہی تھی۔

"دیکھاو"

وہ طوفان کی تیزی سے پلٹا تو جانیہ اسکے قریب آرکنے پر بوکھلا کر واپس دروازے سے جا لگی۔

"ک۔۔ کیا؟"

آواز کپکپا گئی۔

"دل میں گڑھا تیر"

دوبدو جواب آیا۔

"سچ میں اتنے پاگل ہیں یا میرے لیے سپیشل کورس کیے تھے"

جانیہ اسے غصہ دلارہی تھی جو پہلے ہی کافی تپا تھا، کئی ہفتوں کا غبار اسکے اندر بے سکونی کا طوفان جکڑے تھا۔

"میرا مطلب ہے دل کیسے دیکھا سکتی ہوں، وہ میرے اندر ہے۔ نہ کہ گلے میں میڈل سا چپکار کھا ہے۔"

ہٹیں سونا ہے مجھے"

مقابل کی خاموش تنبیہی نظر سے پریشان ہوتے جانیہ نے اس سے رہائی چاہی پر کامیاب نہ ہو سکی۔

"سونا ہے تمہیں، اوکے جاو سو جاو"

کچھ ہی لمحے بعد وہ بگھڑا، جانیہ کو پکڑ کر دروازے سے پرے دھکیلے دروازہ کھولا، جانیہ نے دوڑ کر اسکو پکڑا اور دروازہ بند کر گئی۔

رجال نے گھور کر جانیہ کی اس حرکت پر اسے ڈرایا۔

"آپکے گھورنے سے نہیں ڈر سکتی، یہاں آئیں۔۔۔۔ میں نے کتنا مس کیا آپکو، ایسے کون کرتا ہے بولیں رجال۔ میں ترس گئی تھی آپکو دیکھنے کے لیے، آپکی آواز سننے کے لیے"

آنکھوں میں بے انتہا تڑپ لیے وہ اسکے سینے سے لگی، رجال کو اسکے آنسو سینے پر نمی پھیلاتے محسوس ہوئے پر وہ اسکو حصار نے کو ہاتھ نہ اٹھاسکا۔

"میں بھی"

بہت آہستگی سے بولا جس پر وہ گیلی آنکھیں متبسم کرتی روبرو ہوئی۔

"کسی کو یہ بتانا کہ تم محبت ہو، اتنا مشکل ہوتا ہے کیا رجال"

ہاتھ اٹھا کر اسکا ناراض، غمزہ، تڑپا چہرہ چھو کر اپنی طرف کیے اک سادہ سوال کیے آنکھیں اسکی ڈری آنکھوں میں ڈالیں۔

"ہاں! جان جاسکتی ہے"

اسے دونوں ہاتھ پکڑ کر اپنے چہرے سے ہٹاتا وہ جانیہ کو سنگدل لگا۔

"چلیں پھر دونوں مر جاتے ہیں اعتراف کر کے، میں مزید انتظار نہیں کر سکتی۔ میرے صبر کو بہت آزما لیا آپ نے"

اس نے پھر سے بنا اجازت رجاں کی بازو کا حصار پایا، کیونکہ اس بار اپنے دونوں ہاتھ رجاں کی پشت پر باندھے اسکی گردن اور کندے کے بیچ کے کھوکھلے حصے میں چہرہ چھپا لیا۔

رجاں کے ہاتھ جانیہ کے کندھوں کے کناروں پر جمے تو اسے خود سے دور کرنے کو تھے پر ان میں حرکت تھمی ہوئی تھی۔

"چپ نہیں رہ سکتی تم؟ یا پھر پہلے نہیں کہہ سکتی کہ میں محبت ہوں؟"

اپنے کندھوں سے بازوؤں تک جاتے رجاں کے ہاتھوں کا لمس اسکی سرگوشیوں میں ڈھلی آواز کے اعتراف کے سنگ بہت خوبصورت لگا، رجاں کا تقاضا اسے روبرو ہونے پر مجبور کر گیا۔

"بس اتنا سا؟"

وہ حیرت میں ڈوبی منمنائی، رجاں نے اسکی دونوں بازوؤں سے پکڑے اپنی طرف کھینچا تو دونوں کے چہرے ٹکراتے ٹکراتے بچے۔

"کر کے دیکھاؤ، باخدا یہ اتنا سا نہیں ہے۔ تم مجھے آخری سانس تک کے لیے تسخیر کر لو گی"

رجاں کی نرم سانسیں بہت ملائم انداز میں جانیہ کے چہرے کے نقوش چھو رہی تھیں اور اسکا روح جکڑتا لہجہ قیامت تھا۔

"مجھے آپکی ان حلقوں والی آنکھوں سے پیار ہوا جو پھیلتا پھیلتا آپکے پیر کی ٹپ تک جا پہنچا، اف بول رہی ہوں، سوری یہ نہیں بولنا تھا۔ مجھے سر سے پیر۔۔۔ نہیں سراپا پیار ہوا آپ سے۔۔۔ اف پھر غلط۔۔۔ میرا مطلب۔ آئی لو ویو"

یہ سچ میں اتنا سانا تھا، جانیہ سر سے پیر یہ بولتے کپکپائی، اسکے چہرے کی رنگت سرخیوں میں ڈھلی، اسکی پلکیں تھر تھرائٹس، اسکے دل کی دھڑکن جلت رنگ کی طرح رجاں کے کانوں میں سنائی دی۔ وہ آج جس طرح مسکرایا، منظر تھم گئے۔ خود جانیہ بھی سٹک ہوئی۔

تب ہوش میں آئی جب وہ اسکے کان کے قریب ہوا اور اسکی کمر کو پکڑ کر گھسیٹے اسے اپنے سینے سے لگایا۔
"آئی لو ویو ٹو"

اسکے کان میں کہے کان کو چوما تو جانیہ کے لبوں سے اسکے نام کی سانس نکلی، اسکی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ گرے۔

وہ اسکو اس صدمے میں ہی چھوڑے ویسے ہی اسے حصارے رہا، اسکے کان کی نیچے دیکھائی دیتی گردن کے حصے پر اپنے ہونٹوں کو لگانا جسکی حدت جانیہ کو اسکے ہاتھوں کی پوروں تک اترتی محسوس ہوئی۔

"مجھے خود کو یہ بتانے کے لیے وقت چاہیے تھا کہ روپا سے مجھے خاص یا عام کوئی بھی محبت نہیں تھی۔ وہ اک کشش تھی بس۔ محبت تو تم سے ہو گئی، نا جانے کس لمحے۔ تمہارے سامنے میں اک نئی طرح

ترتیب و تشکیل پایا۔ یہ رجال جو تمہارا ہے، یا تمہیں ملا اس سے میں بھی واقف نہیں تھا تو کسی اور کو کیا خاک ملتا، اس میں کوئی خیانت نہیں۔ تھینکیو مجھے میرے اس پیور ورژن سے ملوانے کے لیے "

رجال نے اسے روبرو چاہا تو آہستگی سے اس سے دور ہونے لگا پر وہ روتی ہوئی اسکے سینے میں چھپ کر دور ہونے سے روک گئی۔

"جانیہ! پلیز مجھے دیکھو"

اسکارونا برداشت نہ ہوا تبھی یہ منت کی، جانتا تھا وہ نہیں ٹالے گی اور یہی ہوا۔

وہ ہچکیاں بھرتی روبرو ہوئی، کوئی روتے میں اتنا حسین کیسے لگ سکتا ہے، رجال کا دماغ سنسنا اٹھا۔

جانیہ نے آنسوؤں سے بو جھل پلکیں اٹھا کر رجال کے چوڑے سینے کو دیکھا، پھر دھیرے سے سر اٹھا کر اسکے چہرے کو، نظریں ملیں، وہ اسے قریب کر گیا۔

دونوں کی آنکھوں میں خوشی بھی تھی اور اداسی بھی۔

"تم مجھے ہر لمحہ اچھی لگی جب سے میری ہوئی، آئی سوئیر کوئی ایک لمحہ بھی مجھے تم سے الجھن نہیں ہوئی۔ ایک مرد ہونے کے ناطے جب تم نے مجھے اپنی کہانی سنائی، مجھے کچھ تو فیمل ہوتا جو عموماً ہوتا ہے ایسے کیسیز میں کیونکہ میں کوئی تمہارا مجذوب عاشق تو تھا نہیں جو کہتا مجھے تو روح سے سروکار ہے جسم سے نہیں۔ فطری کراہت ہوتی، آئی مین جو نیچرل ہے۔ پریونواٹ، میرا دل چاہا میں تمہارے وجود کے ہر پائمال خطے کو پیار سے چھو کر آرام دوں۔۔۔۔ ایسی سوچ آتے ہی لاحول پڑھے جھٹکی تھی اس

لمحہ میں نے، اس لیے کہ تم پتا نہیں مجھے اپنے زخم دیکھنے تک کا بھی حق دویا نہیں۔۔۔ چھونا بہت دور کی بات ہے۔۔۔۔۔ کیا میں بک بک کر رہا ہوں؟"

رجال کی سرخ خمار زدہ نگاہیں، جانیہ کی آنکھوں میں اتر کر دل تک پہنچے سانس روک رہی تھیں تبھی رجال نے اختتام تک اسکی اکھڑتی سانسوں کے سبب اپنے اظہارات کا تسلسل توڑا۔

"ن۔۔ نہیں۔ تم کچھ ایسا معتبر کہہ رہے ہو جو آج تک دنیا کی کسی سماعت کا رزق نہیں بنا۔ یہ خوش قسمتی میری ان ناساز دھڑکنوں پر بھاری ہے، میری رکتی سانسوں پر توجہ مت دو"

وہ اس سے مزید سننا چاہتی تھی پر وہ اسکی دھڑکنوں پر مزید ظلم ڈھانے کے حق میں نہ تھا۔

"کیا میں آرام دے سکتا ہوں، تمہارے ہر زخم کو؟"

رجال سے اسکے گہرے سانس بھرنا برداشت نہ ہوا۔

جبکہ جانیہ یوں تھی جیسے اسکے ہاتھ پیر پھول گئے ہوں، حلق میں سسکیاں دب گئی ہوں۔

"کیا میں سکون دے سکتا ہوں؟ تمہاری ہر بے چینی کو؟"

وہ سسک پڑی، یہ سننا اس پر بہت بھاری تھا۔

"ہے رومت جانیہ، ٹھیک سے سانس لے کر بتاؤ۔۔۔"

وہ اسکے گال چھوتا بولا، وہ مشکل سے دو چار سہمی نظروں سے رجال کو دیکھتی اسکا ضبط توڑ بیٹھی۔

اپنے سارے ارمان اس نے اک ہونٹوں کے لمس میں انڈیل کر جانیہ کی سانسوں کے حوالے کر کے
چند لمحوں میں ہی اسکے ڈرے دل، بے ہنگم دھڑکنوں، کپکپاتے جسم اور اکھڑتی سانسوں کو توازن بخش
دیا۔

"یہ بہت جان لیوا رہا، باخدا میری زندگی کی خوبصورت ترین خوشیوں میں سرفہرست تم ہو جانیہ۔ بس
پلیز سائیل کر دو"

اپنے اتنے پیارے قریب آنے کو جسٹیفائے کرنے کے بعد وہ جانیہ کی مسکراہٹ پا کر اور جی اٹھا، پکڑ کر
اسے اپنے سینے کی خوشبو سنا لیا۔

"آئی ایم سوری اگنور کرنے کے لیے، مجھے یہی حل ملا آپکے ڈر دور کرنے کا۔ میں کسی ڈرگ کی طرح
آپکو یہ پورا منتھ ڈھونڈتی رہی اپنے آس پاس جسم ٹوٹ رہا تھا، آپ سے ہی نہیں آپکے کہیں بیٹھنے لیٹنے
سے وہاں پڑی سلوٹوں تک سے پیار ہو گیا تھا رجا۔ آپکے سر کے بالوں کی خوشبو سے اف پاگل ہو
رہی کیسی باتیں کر رہی۔۔۔ پلیز اگنور، آپکے اس کمرے سے، ان فیکٹ آپکی استعمال ہوئی ہر چیز سے
پیار ہے۔ پلیز مجھے اکیلا مت چھوڑیے گا۔ اور مجھ سے کبھی مت ڈریے گا"

جانیہ کا لپٹ کر یہ سب کہنا رجا کو ہنساتا رہا۔

وہ اسے یہ سب کہے تسکین و راحت کے خزانے بخش رہی تھی۔

"جانیہ! ریلکس۔۔"

اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرے رجال نے اسکی جبین چومی تو وہ کچھ سانس کھینچے پر سکون ہوئی۔

"تمہارے ہاتھ کانپ رہے ہیں، بہت زیادہ خوش ہو یا بہت زیادہ پریشان"

رجال نے اسکا چہرہ آزاد کیے اسکے دونوں ہاتھ پکڑ کر باری باری چومے تو وہ لرز رہے تھے۔

"بہت زیادہ پاگل"

وہ کانپتی آواز میں سرگوشی کرتی بچوں کی طرح مسکائی۔

"میں پیار کر لوں اس پاگل کو جی بھر کر؟"

رجال کا دل نہ چاہا وہ اس پھول جیسی جانیہ سے آزاد ہو، اسکے ہاتھوں کی لرزش و گرمی بہت بھاری تھی اس شخص کو۔

"آفکورس بی کا زوی آر سیم سولز"

پوری زندگی کی ہمت جمع کی تھی اس نے، تب بھی آواز ٹوٹ بکھر گئی۔

"میں نے جی بھر کر بھی کہا ہے ساتھ؟"

رجال کا لہجہ یکدم معنی خیز ہوا تو جانیہ نے فوراً سے پلکیں گرائیں۔

"ر۔ رجال!"

وہ کراہتی رو پڑی، یہ سوال اسکی جان پر بنا تھا۔

"اوکے میں اسے ہاں سمجھ رہا ہوں"

اپنے حق کا استعمال کرتے وہ اسے اپنی بازوؤں میں اٹھا چکا تھا اور جانیہ کی جان اسکے لبوں پر ان سایہ فگن آنکھوں کو دیکھ کر ہی آگئی۔

رجال نے اسے میٹرس پر لیٹاتے جھک کر جبین چومی اور اس چار دیواری میں جلتی ہر روشنی کی شدت کو سرنگوں کر دیا، آتش دان میں بھڑکی آگ نے سماں باندھا، کھڑکی کے بند شیشے کے پار ٹھہرتا جھاڑا شروع تھا پر اندر جذبات کی آتش نے ہر سرد لمس بے جان کر دیا۔

.._____..

"یہ باربی کیو ہم نے صرف بارس کے لیے پلین کیا ہے، لیکن وہ تو مردے کی طرح وہیں جما بیٹھا، ٹھوس تو ہم رہے کب سے۔ ایسے کیا خاک امپر و منٹ ہوگی"

صدیقہ زرا الگ سے خلیے میں عمر کے ہمراہ آکیڈمی کے احاطے میں ہی ملحقہ لان کے آخری کنارے سیخوں پر کباب چڑھا کر مسلسل ہلکان لگی، عمر نے ڈیسنٹ سی صدیقہ کو بھی اپنے جیسا بنالیا تھا، البتہ یچی اور سائمن ہمیشہ کی طرح اندر لیپ میں کسی اہم پراجیکٹ میں بزی تھے۔

وہیں باربی کیو سیٹ آپ سے کچھ فاصلے پر بلیک جرسی سٹف ٹی شرٹ اور پاجامے میں الجھا بکھر خاموش بارس بیٹھا کب سے صدیقہ اور عمر کو دیکھنے میں گم تھا۔

"صدیقہ آپیا! زرا پلٹیں۔ وہ آپکو ہی کب سے دیکھ رہا۔ مجھے تو اس کے لچھن ٹھیک نہیں لگ رہے، جب سے ہوش میں آیا ہے زیادہ وقت آپکو ہی تاڑتا ہے"

عمر نے پھونکیں مار کر دھوئیں کا غبار دائیں طرف اڑاتے سینخوں پر لپٹے کباب پر زرا زرا برش سے آئل لگانے کے ساتھ صدیقہ کو بریکنگ نیوز دیے حیران کیا، وہ سچ میں جب پلٹی تو بارس اسی کو دیکھتا ملا۔
صدیقہ کے چہرے کے رنگ سے بدلے۔

"فضول مت بولو! میں اسکی بس ڈاکٹر ہوں۔ اس ڈیرھ ماہ اس نے اپنے آس پاس زیادہ مجھے دیکھا شاید اس لیے، ہو سکتا ہے مجھے آپا کی نظر سے دیکھتا ہو"

صدیقہ نے بوکھلا کر اپنا دھیان بھٹکا یا پر عمر کی ہستی کو یہ شریف آپشن اور بارس کا تاڑنا کچھ میل کھاتا معلوم نہ ہوا تبھی کھسیانا ہنسا۔

"اللہ! آپا آپ صرف میری ہیں اور کسی کی نہیں۔ سائمن صاحب تو دو بچوں کے ابا بھی بن چکے، پر زرا جو انکو اپنی بہن بیاہنے کی فکر ہو۔ لیکن میں ہوں ناں، اب آپکو کسی کی آپا بننے نہ دوں گا۔ لک ایٹ یو، آپ ایک آفت لڑکی ہیں"

عمر کی زبان اس بے تکلفی سے چلی کہ صدیقہ نے اسکا فوری کان پکڑے مڑوڑا۔
"میں سوہا کو بتاؤں گی کہ تم مجھ پر لائن مار رہے، چھتر مارے گی تمہیں پھر مزہ آئے گا۔ اور بتیس سال کی ہوں، آپا ہی بن سکتی اب سبکی۔ اچھی عمر فرض میں بیت گئی"

صدیقہ کا لہجہ اختتام تک اداس ہوا، جبکہ وہ دو آپس میں باتوں میں اتنے مگن تھے کہ صدیقہ کی شانوں پر لپیٹی شال کا کونا بے دھیانی میں کونلوں پر جا گرا اور فوراً آگ پکڑ گیا، بارس جو ارد گرد خاموشی سے

نظریں گمارہا تھا جب اسکی نظر صدیقہ کی جلتی شال پر گئی تو بنا سوچے وہ بھاگنے کے انداز میں نہ صرف اٹھا بلکہ بھاگ کر ان دو تک پہنچا۔

"ڈاکٹر صدیقہ آپ ٹھیک ہیں؟"

بارس نے جھٹکے سے صدیقہ کی شال اس کے شانوں سے نکال کر زمین پر پھینکتے باقاعدہ چلاتے ہوئے صدیقہ کا چہرہ ہاتھوں میں بھرے چیخ کر پوچھا، اک لمحہ عمر اور صدیقہ پتھر کے بت بنے، زمین پر گری شال پوری طرح آگ کی لپیٹ میں آچکی تھی پر باخدا بارس کے ہاتھوں کا وہ خوبصورت مگر ٹھنڈا لمس صدیقہ کے رونگٹے کھڑے کر گیا۔

"اوہ مین! شکر ہے تم بولے تو۔۔۔۔۔ آج چیک کی پھر آپ نے اس کی ہیر و پیتی"

عمر جھٹکے سے ہوش میں آیا جس پر بارس نے فوراً گھبرا کر اپنے ہاتھ کچھے کیے اور جلتی آگ پر وہیں زمین پر رکھی پانی کی بوتل کھول کر انڈلنے لگا جبکہ صدیقہ نے اسی گھبراہٹ سے پلٹ کر عمر کے پیر پر پوری قوت سے پیر مارا کہ بچا را کہراہ اٹھا۔

"دھیان کہاں تھا آپکا، خدا نخواستہ کچھ ہو جاتا آپکو"

بارس نے واپس اٹھ کر خفگی سے پوچھا جبکہ صدیقہ بالکل جامد پڑی تھی، سمجھ نہ آیا کیا بولے اور کیسے البتہ عمر پیر کے درد کے باوجود شیطانی انداز میں مسکراتا دونوں کے چہرے تنکے میں لگا تھا کہ صدیقہ کا بس نہ چلا اب کھینچ کر عمر کی بتیسی پر چپیر مارے۔

"کچھ ہو جاتا تو خیر تھی لیکن آئی ایم پیسی کہ تم بولے تو، کتنے دن سے تم نے پریشان کر رکھا تھا مجھے۔ تم ٹھیک ہو؟"

صدیقہ کچھ ہوش میں آئی تو بارس کو دیکھ کر پوچھنے کی ہمت کی لیکن وہ سر ہلاتا خود کو بہتر بتائے نظر جھکا گیا۔

"اور نیم بیہوشی میں بھی تم ہماری صدیقہ آپیا کو تاڑتے بھی تھے، بے شرم آدمی"

عمر بچا رادونوں کی چپ پر بے چین ہوا۔

"تم یہ ٹھوسو پر منہ بند کر لو"

صدیقہ نے گول کباب اٹھا کر عمر کے منہ میں دبایا اور خود بارس کی بازو تھامے وہ اندر اپنے لیب کی طرف اور ہو سپٹل ایریا کی طرف بڑھی۔

"چوزی! اک نئی خبر سنو۔ اپنی ڈاکٹر صدیقہ بھی گئیں"

بیلا اور سوہا مل کر انجمن صاحبہ کے ساتھ مووی دیکھ رہی تھیں جب سوہا کا فون عمر کے میسج پر رنگ کیا تو وہ ہنس دی۔

"ناکرو؟ کون ہے انکا ہیرو۔۔۔ جلدی بتاؤ یا مجھے بہت دلچسپی ہو رہی۔ یہ مت کہنا بارس"

سوہا نے جلدی سے ٹائپ کیا۔

"وہی گھنا مینا، لے اڑا ہماری ہونہار ڈاکٹر باجی۔ تمہیں پتا ہے ابھی بالکل فلمی سین ہوا۔ ہیروئن کے دوپٹے کو لگی آگ اور یہاں انٹری ہوئی یاداشت کھوئے ہیرو کی۔۔۔ ٹن ٹنا۔۔۔"

عمر کے وائس نوٹ پر سوہا پھر ہنسی جبکہ بیلا اور دادو صاحبہ کی آنکھیں مووی کے دکھی سین پر آنسوؤں سے بھری دیکھ کر سوہا کو اور ہنسی آئی۔

وہ دونوں ہی اسے بیک وقت سرخ آنکھوں سے گھوریں کہ کھی کھی بند کرے۔

تبھی سوہا فون لیتی اٹھ کر کمرے سے باہر نکل آئی۔

"اچھا سنو پلین کرتے ہیں انکے پکے ملن کا، ویسے بھی بارس، داریہ آپیا کا شاگرد ہے۔ صدیقہ بھی کنواری، کیا خیال ہے دونوں کو ایک کیا جائے؟"

سوہانے کال بیک کی اور لاونچ کے صوفے پر آ بیٹھی۔

عمر نے جتنے کباب بنے سب بھوکوں کی طرح ٹھوسے اور ہڈی کی کیپ سر پر چڑھاتا چہل قدمی کرنے بڑھ گیا۔

"اتنے نایاب خیال میری والی ہونہار ہی سوچ سکتی تھی میں صدقے قربان، میری جان جیسا ابھی میں نے ان دو کا نما نما میٹھا آئی کو نٹیکٹ دیکھا ہے مجھے تو لگ رہا ہے دنوں میں نہیں منٹوں میں وہ مٹھاس لوو بنے گی۔ تم باقیوں کا ملن چھوڑو تم تیاری پکڑو کیونکہ لینے آرہا ہوں میں تمہیں فائنلی"

عمر کا مستی بھر انداز اور آخری حوالا سوہا کے ہونٹوں پر الوہی سی مسکان بکھیر گیا، وہ شرما سی گئی۔

"لیکن تمہیں یاد ہے ناں ہنی مون موسکو میں جا کر، ویڈنگ نائیٹ پر ہم لانگ ڈرائیونگ کرنے کے ساتھ گھومنے نکل جائیں گے۔ پرامس کرو پہلے"

سوہا کے لہجے کی خفیف سی لرزش پر عمر کی آنکھوں میں سرور ہمکا۔

"میری جان اتنے دن کی جدائی کے بعد ویڈنگ نائیٹ ہی تو راحت ہوگی اور تم اسے بھی برباد کرنے کے چکر میں ہو۔ کتنی ظالم ہو"

عمر نے منہ خواخواہ پھلایا، سوہا کھل کر ہنسی۔

"سمجھا کرو ناں، ابھی بھی تم سے ڈر لگتا ہے مجھے۔ اور دور رہنے سے ڈر ختم نہیں ہوگا پر بلکہ پاس رہ کر بھی حد میں رہنے سے کم ہوگا۔ لیکن لیکن اگر مجھے تم پر پیار آگیا تو میں تمہاری تھوڑی سی عیاشی کروا دوں گی۔ اب جاو اور مجھے پکی نیوز دو کہ لوو کا چانس ہے یا نہیں"

سوہا سے وہ دور بس تبھی اتنے دن سے تھا کہ وہ دور رہ کر بھی اپنی میٹھی میٹھی باتوں اور شر اتوں سے اسکا دل تروتازہ کر دیتی تھی۔

"ہا ہا کتنی خوش فہمی ہے لوگوں کو، تمہارے سارے کس بل آکر نکالوں گا بہت موج کر لی۔ بائے چوڑی"

عمر نے معنی خیز دھمکی دیتے ہنس کر کال کاٹی تو سوہا کے چہرے پر ہزاروں رنگ آکر چلے گئے۔

"تمہیں پتا ہے بارس ہوش میں آگیا"

داران نے چیئر گھسیٹ کر اپنا لیپ ٹاپ میز پر رکھے کاؤنٹر کے پاس کھڑی داریہ کو اطلاع دی جو ڈنر کے بعد سب کے لیے سپیشل کافی بنا رہی تھی وہ بھی کریمی، داران کو آج حمین نے روک لیا تو موصوف لیپ ٹاپ ساتھ ہی لے آئے تاکہ کام کر لے، جبکہ سب کا ساتھ ہی کوئی فنی مووی دیکھنے کا پلین تھا۔

ایا دسب کے لیے سردی کے آغاز کی سوغات یعنی ڈرائے فروٹس، موم پھلیاں اور کچھ سنیکس لینے نکلا تھا، حمین، مایا اور ماول لاونچ کو منی سینما میں بدل رہے تھے، زمین پر اچھا موٹے والا میٹرس بچھانے کے بعد اچھی خاصی لائننگ اور ڈم ڈم ماحول۔

جبکہ داریہ کو کافی کا ٹاسک ملا۔

سائمن نے داران کو کچھ دیر پہلے ہی یہ نیوز دی۔

"واٹ، سچی۔ میری بات کرو اور فوراً"

داریہ نے چوہا بالکل ہلکا کیا اور داران کے پاس رکی۔

"اوکے! ویسے سائمن بتا رہا تھا وہ خود کو بلیم کر رہا ہے زمیل جلال کی ڈیتھ کے لیے۔ تم ہی سمجھا سکتی ہو"

داران نے فون اٹھاتے سائمن کو ہی وڈیو کال ملاتے بتایا، داریہ نے ساتھ ہی جگہ سنبھالی۔

"ہاں، تم پلیز کافی دیکھ لو ماہیر"

داریہ نے مسکین سی گزارش کی جس پر داران اسکی گالیں دباتا فوری لیپ ٹاپ کی سکرین زرا نیچے کیے اٹھ کر کافی کی طرف بڑھا۔

فون سائمن نے ہی پک کیا، صدیقہ اسی سے اسکے دماغی اور جسمانی درد کے بارے بات کر رہی تھی جبکہ عمر اور سائمن بھی ہمراہ کھڑے تھے۔

"داریہ میم! اب یہی تمہیں سمجھا سکتی ہیں"

سائمن نے رسمی مودب علیک سلیک کے فوری بعد فون بارس کو تھمایا جو فون لینے سے ڈر رہا تھا جس پر صدیقہ خود فون لیے اسکے ساتھ ہی جب بیٹھی تو بارس نے ممنون ہوئے گردن گما کر اپنی مسیحا کو دیکھا۔ داریہ کی آنکھوں میں بے انتہا پیار آیا جب سکرین کے پردے پر اسے نڈھال اور شرمندہ سا بارس نظر آیا۔

"آئی ایم سوری داریہ میم! میں آپکی ذمہ داری نہیں نبھاسکا۔ مجھے معاف مت کیجئے گا"

بارس کی آنکھوں کے آنسو، اسکی آواز کی تڑپ سبھی کو جذباتی کر گئی۔

خود داران قریب آئے داریہ کی چیئر پر عقب سے زرا جھکا۔

"پاگلوں والی باتیں مت کرو، تم مرتے مرتے بچے ہو۔ اس سے بڑھ کر اور تم سے میں کیا امید کر سکتی

تھی بارس۔ میری طرف دیکھو! خبردار اگر تم مجھے دوبارہ شرمندہ نظر آئے، میرے بھائی تم نے میری

توقع سے بڑھ کر کیا ہے۔ اس مردود صفدر کو مار کر تم نے تلافی کر دی۔ بابا کی اتنی ہی زندگی تھی، پلینز خود کو قصور وار سمجھنا بند کرو۔ مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں بلکہ فخر ہے کہ تم میرے شاگرد ہو۔
دار یہ کاشفیت انداز بارس کو اور غمزدہ کر گیا کیونکہ ابھی وہ یکدم اس گلٹ سے نہیں نکل سکتا تھا۔

"بلکل ٹھیک کہہ رہی ہے دار یہ، ہمت کرو جوان۔ اس آئیڈمی کو تم نے ہی سنبھالنا ہے لہذا یہ اداسیاں، پچھتاوے اور کم ہمتی ترک کرو۔ بی بریو، نکلو اس صدمے سے"

داران نے مزید بارس کی ہمت بندھائی جس پر کچھ قائل نظر آیا، لیکن جب بارس نے گردن پھیر کر صدیقہ کو دیکھا تو وہاں سے ملی تسلی سب سے بڑی تھی۔

"دار یہ میم! آپکی دی ذمہ داری اس بار بھی آخری حد تک نبھاؤں گا۔ تھینکیو مجھے اس گلٹ سے نکالنے کے لیے لیکن آپکے بابا کی موت کا مجھے آپ جتنا ہی دکھ ہے۔ آئی ایم سوری اگین"

بارس کا ہمت پکڑنا سب کے چہروں پر مسکراہٹ دوڑا گیا خود دار یہ نے اسے امید بھری نگاہوں سے دیکھتے سر ہلایا۔

رابطہ ٹوٹا تو دار یہ نے گال چومتے داران کو دیکھتے سر اٹھایا تو وہ اسکی جبین پر پیار دیے اسے مسکرانے پر مجبور کر گیا۔

"سنو! اب میرے ساتھ چلو واپس۔۔ ایسے لگتا ہے میں ازل کا کوئی مہاجر ہوں۔ جو روز ہجرت کرتا ہے، ایسے تو بوڑھا ہو جاؤں گا"

دار یہ اسکے معصومانہ شکوے پر ہنسی، پہلا بندہ تھا جو سفر سے بوڑھا ہو جاتا۔

"عمر اور بچی کی شادی اٹینڈ کرنے دو پھر ایک بار فرصت سے تمہارے ساتھ چلوں گی، اور میرے لیے یہ ہجرتیں کرنے سے تم بوڑھے نہیں ہو گے بھروسہ رکھو"

دار یہ اسکے چہرے سے لگنے پر مخمور چہکتی بولی اور اس سے پہلے وہ یوں جھکے ہی اپنی کوئی سنگین چاہ پوری کرتے دار یہ پر مدہوشی طاری کرتا، وہ بدک کر دور ہوتی اٹھی۔

"کافی! بد تمیز دیکھو کیا حشر کر دیا۔ بچارے دودھ کا۔ ماہیر دل چاہ رہا تمہاری گردن دبا دوں"

دودھ ابل ابل کر چولہا آف کر چکا تھا اور داران نے کافی بھی بالکل مکس نہیں کی تھی، چینی کافی الگ الگ دیکھے وہ اس سے پہلے اسکی گردن دباتی، داران نے اسکی کمر پکڑتے جھکٹے سے اپنی اور کھینچا۔

"دبا دو گردن، تمہارے ان معصوم ہاتھوں میں مجھ ہاتھی کی گردن آہی نہ جائے۔ ویسے دار یہ تمہارے ہاتھ بالکل بچوں جیسے ہیں۔ تم نے وہ ہر لڑکی کی طرح لمبے لمبے کانٹے کیوں نہیں پالے ہوئے؟"

داران کا شوخ ہو کر جتانے کے فوری بعد پوچھا سوال دار یہ کو بے حد ہنسا گیا۔

"کیونکہ مجھے عملی طور پر نو چنا پسند نہیں، یہ کام میری سنہری آنکھیں بھی کر لیتی ہیں"

دار یہ نے بازو اسکی گردن میں لپیٹے اپنے ہاتھ موصوف کی گردن کے اطراف فٹ کیے ناپ لینا چاہا پر وہ سچ میں اسکی گردن نہیں دبا سکتی تھی۔

داران اسکی مایوسی پر ہنسا۔

"بلکل، ان آنکھوں سے نوچ نوچ کر ہی تو تم نے اپنے عشق میں ڈالا ہے۔ ایک اور بات بتاؤں، پہلے تم میری بازوؤں میں مکمل چھپ جایا کرتی تھی اب یہاں فارغ بیٹھے ٹھوس ٹھوس کر یہ حالت کر لی کہ میری بازوؤں میں بمشکل فٹ آرہی ہو۔ میں بتا رہا ہوں اگر تم ٹی کے علاوہ کہیں سے پھولی تو دریا میں بہا آؤں گا تمہیں"

داران اسکے ہر روز بدلتے انداز و روپ پر اندر ہی اندر خوش تھا کہ کسی بہانے تو اس لڑکی کی ہڈیوں پر ماس چڑھا لیکن اسے چڑا کر اسکا خون جلانا بھی موصوف پر فرض تھا۔
اب لڑکی کو موٹی کہو یا ایسا اشارہ دو وہ انتقامی ناگن بنتی ہے یہ فطری ہے، دار یہ نے بھی اسکے کاندھے پر دانت گاڑے۔

"موٹے ہو گے تم، اور تمہاری یہ شیر کی گھپاسی ناک۔ میں زرا بھی سیلتھی نہیں ہوئی۔ ہٹو کافی بنانے دو۔ تم سے اسکا حساب تمہیں ٹھنڈے پانی سے نہلاوا کر لوں گی۔ جب تھر تھر کانپو گے پھر مزہ آئے گا"

دار یہ کی چڑ پر ہنستا وہ اسکی پھولی گال چوم گیا جو گال ناراضگی سے رگڑے واپس کافی بنانے لگی۔
"فار یور کائنات انفار میشن! برف باری ہو یا جنوری فروری کی ہڈیاں جماتی ٹھنڈ۔ میں نہاتا ہی ٹھنڈے پانی سے ہوں میرے سرور! میری خوبصورتی کا یہی راز ہے، ایسا کرو گی تو داران ماہیر شاہ اور نکھر جائے گا۔ پھر تم نے بہک بہک جانا میرے جلووں پر۔ سوچ لو اب ہمارے بیچ یہ ولن آچکا ہے جسے ہمارے

پاس آنے پر دوڑے پڑنے لگے ہیں۔ تو میری حسین دوشیزہ تم بس مجھے سزا دینے کے بارے اب صرف خیال ہی سوچ سکتی ہو"

داران نے اسکو عقب سے پکڑ کر سینے لگاتے ہاتھ اسکے پیٹ پر رکھتے کان سے ہونٹوں کو جوڑے طویل دھمکیاں ارسال کرتے فسوں خیزی سے سرگوشیاں کیں جس پر داریہ بلش کرتی مسکرائی۔

"ایک نمبر کے۔۔"

وہ گھبرا کر پلٹی تو داران نے اسکی مسکراہٹ پورے حق سے اپنے نام لگاتے اسکی سانسوں کے حصار میں سانس بھرے اپنی وارفتہ بہکی نظروں سے داریہ کی آنکھوں میں حیا کے بے شمار دیپ جلا دیے۔

"ایک بار اسے دنیا میں آ لینے دو، تمہیں اچھے سے سیٹ کروں گی۔ خراب آدمی"

داریہ کے اسکو خود سے پرے کیا ورنہ وہ کب سرور بن کر حاوی ہو جاتا تھا خبر نہ ہوتی۔

داران کھل کر معنی خیز ہنسے لیپ ٹاپ اور فون لیے کچن سے ہی چلا گیا کیونکہ جانتا تھا داریہ بہک رہی ہے، جبکہ داریہ اسے جانے کی ادا پر کافی بناتے سارا سہ گلا لوں میں لیٹی مسکاتی رہی۔

پھر سب نے مل کر فنی مووی دیکھی، جبکہ تینوں کیپلز کی آپسی نگاہوں کی گستاخیاں اور شرارتیں جاری رہیں اور اس ہوم سیمینار ٹائم کو حسین کرتی رہیں۔

.._____..

"تم کچھ زیادہ بزی نہیں ہو گئے، ادھر دیکھو۔ ڈنر کیا تم نے؟"

عاقب کی میٹنگ کافی دیر سے ختم ہوئی، پر انیب اسکا ویٹ کرتی ہی سٹنگ ایریا میں ملی، اٹھ کر اسکے حصار میں سمٹ کر کھڑا ہوتی دونوں ہتھیلوں کو عاقب کے رخساروں سے لگاتے پوچھا۔

"ہاں ابھی نہاری کھا کر آیا ہوں، چلو ناں میرے ساتھ واک کرو پلینز"

عاقب کے شرارت سے بتانے پر انیب نے آئبر واچکاتے۔

"باہر کے کھانے تمہیں سوٹ نہیں کرتے، پھر پیٹ پکڑ کر بیٹھ جاو گے اور ساری رات مجھے انگلیوں پر نچواتے رہو گے۔ باہر ٹھنڈ دیکھی ہے، اچانک سے بڑھ رہی ہے۔ وہ بھی خشک والی۔ گرمییں آتی سردی سے ایفیکٹ ہوئی تو؟"

انیب چاہتی تھی وہ اسکے ساتھ بستر میں بیٹھے پر اس بے آرام آدمی کو واک کی اتنی بری عادت تھی کہ جب تک آخری نوالہ تک ہضم نہ کر لے ٹک کر بیٹھتا نہ تھا۔

"تم کیوں ٹنشن لیتی ہو یار، میں ہوں ناں تمہارا پر سنل ڈاکٹر۔ ایسا علاج کروں گا کہ تمہاری سردگی کو بھاگنے کا راستہ نہ ملے گا۔ الٹا تم کہو گی سردی کے موسم میں یہ کس نے آگ لگادی"

عاقب کی شرانگیز نگاہ کا سرور انیب کے رخساروں تک سرخی بھر گیا، جبکہ وہ اسکی بے باک گفتگو کے روبرو اس سے پہلے کانوں سے اٹھتے دھوئیں کے سبب پہلو بدل کر حصار سے نکلتی، عاقب نے پکڑا ہاتھ اور بازو لپیٹ کر اسے زبردستی لان میں گھسیٹ کر پہنچا۔

"اف عاقب! چڑ نیلیں بھی سوچکی ہیں۔ دو بج رہے ہیں۔ لیکن تمہارے اندر کے اس کسرت کے کیڑے کو آرام نہیں"

باہر سچ میں ٹھنڈ برس رہی تھی، اچانک سے سموگ ہونے کے سبب فضا بھی دھندلی تھی، عاقب ہنسا پھر نظر رجال کے روم کی کھڑکی پر گئی۔

"میری ذاتی چڑ نیل جاگ رہی، مجھے کیا سروکار باقی سے۔ اچھا سنو! رجال اور جانیہ کے روم کی لائٹ بالکل آف ہے دیکھو"

عاقب کا خرافاتی دماغ اکیٹو تھا، انیب نے ہنس کر عاقب کے گردن موڑنے پر اسکی نظروں کا تعاقب کیا۔

"تورات کو سب رومز کی لائٹ آف ہی کر کے سوتے عاقب، اس میں کیا خاص ہے"

انیب نے اسکی گردن موڑے سیدھی کی جو بد تمیزی سے خرافاتی سوچتا کچھ دبا دبا مسکا دیا۔

"میرے سکون! اتنے ٹائم بعد ملنے والے دولووبر ڈز ہیں وہ۔ سو نہیں رہے، ایک دوسرے کی آنکھوں میں کھو کر اس روشنی میں بزی ہوں گے لکھوالو"

عاقب کے کھلے ڈھلے جواب پر انیب منہ پر ہاتھ رکھے ہنسی روک گئی ورنہ شاید قہقہہ بن جاتا۔

"اف عاقب! تم کتنے بے شرم ہو وہ کیا کر رہے یہ تک امیجن کر کے بیٹھے ہو، تھپڑ کھاو گے۔ ان بچاروں کو تو بخش دو۔ وہ بہت ڈیسنٹ کپل ہے۔ چپکو اور جنونی ہر گز نہیں"

انیب کا اپنا چہرہ عاقب کی سوچ پر سرخ ہو گیا پر عاقب صاحب کو کوئی روک کہاں سکا تھا جسے اچھی فیل آرہی تھی کہ اسکا سستا باپ جلد اصلی مہنگا باپ بننے کی تیاری پکڑ چکا ہو گا۔

"ہا ہا کتنی معصوم ہوناں تم، جب دو لوگ ایک دوسرے پر پورے حق کے سنگ ساتھ ہوں تو ڈیسنٹ کچھ کیسے ہو سکتا ہے۔ لگتا ہے میری بیوی کی یاداشت گم گئی ہے"

عاقب کا جتنا تباہ شرم لہجہ سنے انیب اسکے سینے میں چہرہ چھپا کر ہنسی۔

"خدا کا نام لو عاقب، بخش دو ان کو۔ مجھے ٹھنڈ لگ رہی ہے پلینز چلتے ہیں"

انیب کو ڈر تھا کہیں یہ آدمی باتوں باتوں میں پٹری سے نہ اترے۔

"او کے آو تمہاری ٹھنڈ دور کرتا ہوں"

عاقب نے فوراً سے دانت دیکھا کر واپسی کی راہ لینی چاہی تو وہ اسکی اتنی شرافت پر پیروں کو بریک لگا کر سہمی۔

"نو نو، واک ٹھیک ہے۔ ان فیکٹ میں چلتے چلتے سو بھی لوں گی"

فورا ڈر کر واپس واک پر توجہ دیتی انیب، عاقب کے اندر باہر ہلچل ہی تو لے آئی، کمینہ ہنس کر رات کو بھی اپنا دیوانا کر دیتا تھا کہ رات خود ان دو کے لیے خاص ہونے لگتی۔

"یہ چیز میری فسادن، تم ڈرتی بہت ہو میری ہائٹنس کے سبب پگھلنے سے"

عاقب کی کان میں انڈیلی جان لیو اسرگوشی پر وہ ہونٹوں پر اتری مسکراہٹ سمیٹ گردن گما کر اسے گھوری تو وہ کھل کر ہنسے اسے خود میں گھوٹ سا گیا۔

.._____..

عمر اور سائمن نے بارس کو آرام کرنے کو چھوڑا، صدیقہ نے اسکابی پی چیک کیا اور خود بھی جانے لگی پر اسے گماں تک نہ تھا بارس اسکا ہاتھ بے تکلفی سے پکڑ لے گا۔
دل کو جھٹکا سا لگا۔

"آپ تو مت جائیں صدیقہ، آئی مین ڈاکٹر صدیقہ"

بارس کی اداس آنکھوں کی خواہش ناچاہتے ہوئے بھی صدیقہ سے ٹالی نہ گئی، اسکی سانسیں بھاری ہوئیں۔

"تم آرام کرو، میں کیا کروں گی بیٹھ کر"

صدیقہ نے گھبرا کر نظریں سی چراہیں، وہ اس سے اتنی بڑی تھی کہ بارس کی نظروں کی صاف صاف انسیت دیکھنے کے باوجود اسے بس ایچمنٹ سمجھ کر جھٹک رہی تھی۔

"باتیں"

وہ بنا سوچے بڑبڑایا اور فوری زرا پرے سرک کر اپنے پہلو میں جیسے معصومیت سے صدیقہ کے لیے جگہ بنائی وہ ٹال نہ پائی۔

"مجھے آرام کرنا ہے"

صدیقہ اسکی مسلسل گہری نگاہ سے گھبرا رہی تھی پر پھر خود ہی بیٹھ بھی گئی، بارس نے اسے بیٹھے ہی اپنے کاندھوں پر پھیلائی شال صدیقہ کے گرد اوڑھائی تو وہ سہم کر بارس کی طرف اسکی آنکھوں میں دیکھ بیٹھی۔

"تم عجیب سا بیہوش مت کرو، میں تمہاری ڈاکٹر ہوں بس۔ ڈرارہی ہیں تمہاری پر تقاضا نظریں۔ پہلے بتا دوں تم سے بہت بڑی ہوں، سیٹنگ کا کوئی چانس نہیں"

وہ پاس بیٹھی تو پر جتا کر خود کو مطمئن کیے بارس کو مسکراتے پر مجبور کر گئی، وہ گردن زرا تر چھی کرتا اسکے بالوں سے ناک مس کرتا صدیقہ کے گھورنے پر فوری سیدھا ہو گیا۔

"جی بہتر، کیا سب مریضوں کی یونہی اچھی ڈاکٹر ہیں آپ، میرا مطلب ایسے مت دیکھیں بچہ ڈر سکتا ہے"

بارس کی آنچ دیتی نظروں پر وہ خائف ہوتی مسکراتے مسکراتے برہم ہوئی۔

"شٹ آپ"

وہ اسکا سوال نظر انداز کیے جب بارس کی بازو سے لگی تو بارس کے دل کی دھڑکنیں صدیقہ کو آتے آرام پر تھمیں، وہ جانتی تھی یونہی چپ ہو گا وہ بمشکل بولنے پر آمادہ ہوتا آدمی۔

"اب آپ جاسکتی ہیں، ابھی نامحرم ہوں آپکا"

صدیقہ کی پرفیوم کی خوشبو، اسکے بالوں کی مہک اپنی شال میں سمیٹے وہ اسکے کان کی اور جھکا تو صدیقہ کے چہرے کی رنگت "ابھی" پر بدلی، لمحوں میں وہ صدیقہ کے دل سے کھیل گیا۔

"بہت نا سمجھ بھی ہو، دوبارہ نہیں پلینز"

وہ اٹھی اور اسکے سر پر ہتھیلی مارتی کمزور سی التجاء کیے اٹھ کر چلی گئی پر بارس نے اپنی شال کا وہ حصہ جو صدیقہ کو چھو چکا تھا اسکی خوشبو سونگی اور خود کے گرد لپیٹ کر خود بھی سر تکیے پر گراتے آنکھیں موند لیں۔

.._____..

اک خوبصورت صبح طلوع ہو چکی تھی۔

"دیکھا میری دوری نے آپکے سب ڈر مٹا دیے ناں، میں نے رخ موڑ کر آپکو پالیا۔ میں اس دنیا کی انوکھی خوش قسمت ہوں"

بالوں کو ڈرائے کرنے کے بعد انکو سٹریٹ کیے وہ ٹیل بلو کٹر کے ڈریس میں وہ صبح کی طرح چمکدار سی مسکراہٹ لبوں پر سجائے اپنا اوگینز اکا دوپٹہ گما کر شانوں پر اٹکاتے ہنسی، رجال فرصت سے اسکے رنگ ڈھنگ دیکھنے کے ساتھ بیڈ کافی کے سرور سے سیپ بھر رہا تھا۔

"دوری ڈر نہیں مٹاتی، بلکہ تڑپا دیتی ہے"

موصوف بھی لب پھیلاتے کھنبر بولے، وہ کافی ریکس اور فریش تھا، ہاں گزری شب کا سکون چہرے کے خدو خال پر بسیرا کیے کچھ نازک راز کھول رہا تھا۔

"آپ بھی تڑپ اٹھے تھے؟"

چہک کر وہ رجاں کے پاس ہی بیٹھی، اس کو دیکھ کر رجاں سے نگاہ چراتا اور کترانا کٹھن لگا۔ وہ خوش تھی کہ اسکی روح پر بنے ہر زخم کو پیار سے چھو کر آرام پہنچایا گیا تھا، وہ مسکرا رہی تھی کیونکہ اسے یہ دنیا جہاں کا ڈرا شخص مل گیا تھا، جس نے جانیہ کے لیے اپنے اندر کی تمام جنگوں میں فتح پائی۔

"بہت، بہت زیادہ۔ تم ہو ہی ایسی"

مگ سائیڈ پر رکھے رجاں نے ایک ہاتھ سے اسکی کمر میں ہاتھ جمائے کیے دوسرے ہاتھ سے اسکی ٹھوڑی پکڑے یقین دلایا، دفعتاً جانیہ کی آنکھیں بھیگ گئیں، رجاں کو اسی کی امید تھی۔

"ہے، رونا ممنوع ہے اب۔ کیا تمہارے لیے یہ سب سے بڑا سکون نہیں بنا کہ اب میں تمہارے قریب آتے ایک بار بھی نہیں سوچوں گا۔ نہ ڈروں گا"

وہ اسکے پیار سے پوچھے سوال پر گیلی آنکھوں میں بے پناہ مسرت بھرے سر ہلا گئی، رجاں کو اتنی پیاری لگی کہ اٹھا کر دل میں تو نہ رکھ سکا اسکی چمکتی جبین پیار سے چوم کر اپنے سینے لگا لیا۔ وہ بھی تو ہر بے سکونی کا وجود ٹوٹا محسوس کرتی ان بازوؤں میں شانت ہو گئی۔

"بہ۔۔ بہت بڑا کمفرٹ ہے، میری وش بھی پوری ہوئی رجاں۔ جس سے مجھے پیار ہوا اسے بھی مجھ سے ہوا۔ میں نے ایسا سب نہیں سوچا تھا، کہ کبھی پھر کسی مرد کے پاس بھی بھٹکوں گی۔ پر آپ مجھے میرے اپنے جسم کا حصہ لگے، پہلے لمحے سے ہی۔ جب سے آپ کو جاننے لگی۔ اللہ نے اگر میری زندگی میں وہ بہت بڑا عذاب لکھا تھا تو آپ کی صورت بہت بہت بہت بڑی خوشی عطا کیے میری ہر تکلیف کا ازالہ بھی کیا۔ میں آپ کو دیکھتی ہوں تو میرے دل میں سکون بھرنے لگتا ہے۔ آپ کو جانیہ کا ہونا اچھا لگا؟ آپ کی تکلیفیں کم ہوئیں؟"

سینے سے لگے یہ روداد کہے آخر تک وہ مضطرب ہو کر روبرو ہوتے رجاں کا چہرہ ہاتھوں کے مخملی حصار میں لیے سامنے ہوتی بولی۔

"میں پہلی بار کھل کر جیا ہی اب ہوں، اور مجھے کوئی تکلیف کبھی تھی ہی نہیں خاص کر تم جیسے دلچسپ فسانے کے مقدس الفاظ جب سے ان آنکھوں نے چھوئے، میں بہت خوش ہوں"

اسکی گال پر نرم لمس رکھتے اسے مان بخشا جو جانیہ کو اب ہر سانس کے ساتھ وہ عطا کرنے والا تھا۔

"رجاں، میں بھی بہت خوش ہوں۔ آپ سے مزید پیار ہو گیا، بہت پیارے لگ رہے ہیں۔ دل چاہ رہا ہے پوری دنیا کو بتاؤں کہ رجاں صرف میرے ہیں"

وہ اب تک دامن میں آسمانی خوشیوں پر نڈھال تھی، اسکا چہرہ کئی رنگ بدل رہا تھا، جو رجاں کے لطف و شوق کو حدوں سے دور لے گیا۔

"بچوں جیسی معصوم اور پاکیزہ روح ہے تمہاری، خوشی تک نہیں سنبھالی جاتی۔ مجھے کیسے سنبھالو گی ساری زندگی؟"

رجال کا اسکے گال کی نرمی محسوس کیے بے خود ہونا بھانپنے جانیہ کی پلکیں حیا سے اسکی آنکھوں پر ڈھل آئیں۔

"آپکو بازو کھول کر لپٹ جایا کروں گی، آپ میری چھوٹی سی گرفت میں بہت اچھے سے سنبھل سکتے ہیں"

لجاتے ہی اپنے چہرے کی شوخیاں چھپاتے بولی پر آواز میں سرور ہمک آیا۔

"یہ چھوٹی سی گرفت، میرے لیے میری کائنات ثابت ہوئی ہے"

رجال کے جذب بھرے بھاری جملے پر وہ دم سادھے اسکی آنکھوں کو کھوجنے لگی تو دیر تک تلاش کے باوجود صرف سکون ملا۔

"آپ میری پہلی محبت جو ہیں"

جانیہ کو وہ نیند کی خماریاں جھٹک کر بے ترتیب سے خلیے والا رجال دنیا کا حسین مرد لگا کہ وہ اپنے ہونٹوں کو روک نہ سکی اسکی صبح پیشانی چومنے سے، وہ توازن برقرار نہ رکھتا جانیہ کے معمولی وزن کے باوجود تکیے پر گرتے ہی جانیہ کو ساتھ ہی قریب تر ہوتا دیکھے ہنس پڑا۔

"اور تم میری پہلی مکمل راحت، آج سے پہلے جب بھی اس جذبے کو پایا ادھورا پایا۔ پر کبھی نہ کبھی ہم پورے خوش ضرور ہوتے ہیں جانیہ یہ پیدا کرنے والے کا وعدہ ہے۔ وہ لمحہ، وہ وجہ، وہ جذبات سب معتبر کہلاتے ہیں، تم میری زندگی کی ویسی ہی متبرک خوشی ہو جو زرا بھی بے چین رہنے نہ دے، زرا بھی ادھورا نہ چھوڑے، زرا بھی تشنہ نہ رکھے۔۔۔"

وہ محبت کے بارے بولتا کسی کو بھی بھاسکتا تھا پر اب وہ چاہتی تھی وہ پورا اسی کو پیارا لگے۔
"اتنی خوشی، مر ہی نہ جاؤں"

شادی مرگ سے بھی کوئی بڑا بے قابو جذبہ تھا جس سبب وہ روتی آنکھیں مسکرا رہی تھیں۔
"ایسے تھوڑا کہتے ہیں، دوبارہ نہیں۔ تمہارے لیے بہت سے گفتس لایا ہوں، دیکھنا نہیں چاہو گی؟"
رجال کے واپس سونے کے ارادے وہ سمجھ گئی تھی، تبھی اسکے موضوع بدل کر اک جسارت سے جان چھڑوانے والا لالچ دینے پر وہ شریر ہوئی۔

"سیدھے سے کہیں ناں کہ آپکو سونے دوں؟"

جانیہ نے اسکی کھلتی بند ہوتی آنکھوں کے پاس سانس بھری پھر انکو چھو بیٹھی پھر بے اختیار کسی اور جانب لپکی، رجال کے ہونٹ اچانک بخشی عنایت اور سوئے استحقاق پر مسکرائے۔

"ہاں! سخت نشہ چڑھا ہے۔ آرام سے ہی اترے گا۔ دیکھو کتنی ظالم ہو تم، نیند سے محروم آدمی کو نیندوں کا جہاں تھما دیا۔ جاو مجھ سے دور، بھاگ جاو۔ مسکراو، ہنسو، چہکو۔۔۔ کہ تم نے اندھیرے کی روح اجال دی۔ تم پر خوشی منانا واجب ہے"

اسکے چہرے کی بہار کھو جے وہ اور مسرور ہو رہا تھا، جانیہ ہنسی، اسکی ہنسی رجاں کی دھڑکنوں سے الجھی۔
"سو جائیں، لیکن میرا سب سے بڑا گفٹ مجھے کل مل چکا ہے۔ آپکے ان ہونٹوں کا اظہار اور پیار۔
بائے"

جلدی سے کہے وہ اٹھی اور اپنے ہوش رہا سراپے کی بہار سمیٹے کمرے سے بھاگ گئی جبکہ رجاں مسکرا کر سر ہلائے تکیہ منہ پر اور لحاف کھینچ کر منہ اور تکیے تک کھینچے اپنی خماری کو واپس پیارا ہو گیا۔

.._____..

"ہاں آج شام میں فلائیٹ ہے۔ لیٹ نائیٹ تک پہنچ جائیں گے اسلامہ آباد۔ دراصل عمر کچھ سوچ رہا ہے اور اس نے مجھے بھی اس مکر و چال میں پھنسا لیا۔ سوا بھی ہم مار کٹ آئے ہیں ایک عدد دلہا اور ایک عدد دلہن کے ایمر جنسی نکاح کی چیزیں خریدنے"

یچی کی دی نیوز پر ناشتہ لگواتی بیلا مسکرا کر کندھے اور کان کے بیچ اٹکا فون ہاتھ میں پکڑے واپس کچن میں داخل ہوئی۔

"ہا ہا یہ مت کہنا صدیقہ اور بارس کا نکاح"

بیلا کی آواز شوخی سے اٹ گئی دوسری جانب عمر اس وقت بہت خوبصورت سی انگلیجمنٹ رنگز جیولری شاپ میں گھس کر چوز کر رہا تھا اور دونوں کے لیے اس نے سنپیل ہی سلور رنگز لیں، لیڈی رنگ کے مڈ میں تین بہت ہی چھوٹے وائیٹ سٹون تھے۔

"آفکورس! دراصل بارس نے عمر کو رات کہیں کہا ہے کہ وہ کل دھماکہ کرنے والا ہے اور مدد بھی مانگی ہے، بس عمر تو پہلے ہی اپنی آپا کے رشتے ڈھونڈ رہا تھا، لگ گیا بندر ویسے ساری شاپنگ اسی نے کی ہے میں تو مال میں لڑکیاں تاڑ رہا ہوں"

یچی کو اچانک ہی شرارت سو جھی، بیلا کے کان کھڑے ہوئے۔

"میں ان لڑکیوں سمیت تمہیں بھی کھائی میں جھونک دوں گی یو، تمہاری آنکھیں صرف میرے دیدار کے لیے بنی ہیں۔ استغفر اللہ کہہ کر نظریں ہٹاؤ فوراً"

بیلا کے سنجیدہ ہونے پر یچی دل فریب مسکرایا، کلئین شیو کے بجائے آجکل ہلکی بیرڈ میں وہ اور کلر لگنے لگا تھا اوپر سے تھوڑا دبلا پن بھی کم لگ رہا تھا، یقیناً اسکی یہ لک بیلا کو سر پرانز کرنے والی تھی۔

"تمہیں لگتا ہے کیا کہ جن آنکھوں نے تم سی شر انگیزی دیکھ رکھی وہ آنکھیں کسی اور پر اٹھ سکتی ہیں، میری نظر صرف تمہیں ڈھونڈتی ہے، تمہیں پاتی ہے اور سکون محسوس کرتی ہے۔ اچھی سی تیار رہنا،

اپنی زور پر فیوم میں ڈوب کر۔ بہت دل گھبرایا اور تڑپا ہوا ہے"

بیلا کی پلکیں حیا سے بوجھل ہوئیں پھر تیار ہونے والی بات پر وہ لب دانت تلے دبا گئی۔

"اب پرسوں بارات کے بعد ہی یہ عیاشی دوں گی، مجھ سے بار بار نہیں سجا جائے گا۔ میں تو اب تک تمہارے سر پرانز کی امید پر بے قرار بیٹھی، اتنا لمبا سسپینس ہوا ہے تو اگر سر پرانز ایویں سا ہوا تو میں تمہاری گردن دبا دوں گی"

سر پرانز کا سوچے خود یچی ہنسا، وہ ایویں سا ہو ہی نہیں سکتا تھا، اسکا اسے یقین تھا۔
"تم قربان ہو جاؤ گی مجھ پر انفیکٹ بہک جاؤ گی، ویٹ اینڈ وایچ۔ چلو ملتے ہیں پھر ہم زرا یہ ایمر جنسی نکاح سمیٹ لیں"

یچی نے عمر کو کام مکمل کر کے آتا دیکھا تو خود بھی بیلا کو بائے کہے عمر کی طرف بڑھا۔
"رنگز تو ہو گئیں اب چل کر آپیا کے لیے ایک ڈیسنٹ سا مشرقی جوڑا لے لیتے ہیں، جنیز کرتی میں قبول کہتی اچھی نہیں لگیں گی"

عمر نے خود ہی دادی اماں کا فرض نبھاتے سوچ عیاں کی جس پر یچی مسکرا کر اسے آگے دھکیل گیا جسکا مطلب تھا "آگے لنگو"

عمر نے گردن موڑ کر اس دھکم پیل پر کھا جاتی گھوری دی پر بچا را کچھ کر ہی تو نہ سکتا تھا۔

.._____..
"اسکی شب زفاف کے نشے تو میں اتارتا ہوں"

جانیہ کے نکھرے رنگ روپ دیکھتے ہی عاقب جو آفس کے لیے ہی بس نکل رہا تھا سب سمجھ گیا، پہلے سیدھا رجاں کے کمرے میں آیا تو رجاں کو سر تک لحاف میں چھپا دیکھے عاقب کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ اتری۔

فورا اپنا بلیک بلیزر اتار کر صوفے پر رکھے، شوز اتارے عاقب بڑے آرام سے سوئے رجاں کے ساتھ ہی ڈھیلا سا ہوئے بیٹھا۔

رجاں کے منہ سے دھیرے سے جب عاقب نے لحاف کھینچا تو رجاں کسمسایا پر آنکھوں پر تکیہ رکھا تھا تو دیکھ نہ سکا کہ کون ہے۔

"تم پھر آگئی جانیہ، جاو یا رسونے دو ورنہ کسی کا سر توڑ دینا میں نے نیند پوری نہ ہونے پر" رجاں کو لگا شاید جانیہ ہے، عاقب نے مسکراتے بہکتے اپنا ہاتھ رجاں کے تکیے تلے دیکھائی دیتے جبرے پر ادا سے پھیرا کہ رجاں کو زرا شک نہ ہو ایہ جانیہ نہیں جانور ہے۔

"ارے اٹھیے ایک کس تو دے دیں"

عاقب نے اپنی انگلی اسکے گال سے ہونٹوں تک سرکاتے تکیے سے لگے زنانہ آواز بہت کامیابی سے نکالی جس پر عاقب کا دل چاہا اپنا ہی منہ چوم لے اس ٹیلنٹ پر۔

جبکہ رجال کو آواز پر تو شک نہ ہوا پر یہ کس کی اتنی کھلی فرمائش کم از کم جانیہ نہیں کر سکتی تھی، تبھی رجال کو جیسے ہی کچھ غلط محسوس ہوا فوراً سے تکیہ جب ہٹایا تو آگے عاقب بتیسی دیکھاتا بیٹھا بچارے کی روح کھینچ گیا۔

لاحول پڑھتے رجال ہڑبڑا کر اس کو دھکا دینے کے بعد باقاعدہ ٹانک اسکو رسید کرتا نا صرف اٹھا بلکہ ہنس کر دہرے عاقب کو زمین پر گراتے سانڈ کی طرح اوپر چڑا، یہ الگ بات کہ کہ رجال خود مسکرا رہا تھا۔

"کمینے، شرم نہیں آتی تجھے۔۔۔۔"

رجال نے گردن پر کھینچ کھینچ کر دو پھینکیں پر عاقب کے قہقہے پورے کمرے میں گونج رہے تھے۔
"ہاہا۔۔۔۔ تو کس کر بھی دیتا کمینے جتنا تجھے نشہ چڑھا ہے۔۔۔۔ جانیہ تم پھر آگئی (عاقب نے جب نقل کی تو رجال نے بالوں سے اسے پکڑے پیچھے ہٹ کر کھڑا کیا)۔۔۔۔ ہاہا دیکھ جانیہ جتنا تو میرا ایک ڈولا ہے۔۔۔۔ ہاہا رجال۔۔۔۔۔"

رجال نے مسکرا کر انہیں تھا پر عاقب کی حالت دیکھ کر ہنسا کیونکہ اس تک سک تیار بزنس مین کی سنڈی کی جیسی ملو ملا کے جواب حالت تھی اس سے یہ لگ رکھا تھا عاقب پورا ہی کپڑوں کے بہت پرانے صندوق سے نکلا ہے۔

"ایک نمبر کی لفنگی چیز ہے تو، بے شرم۔"

رجال نے اسکو جو کک رسید کی اس پر عاقب اپنی تشریف سہلا رہا تھا کیونکہ وہاں میٹھا میٹھا درد ہو رہا تھا۔
"دوبارہ ایسا کیا تو تیرا کچھوڑا ایسا سیکوں گا کہ نہ کرسی پر بیٹھ سکے گا نہ کموٹ پر۔۔۔ نکل سالے۔۔۔"
گندی اولاد نہ سرنہ سواد۔"

رجال کا پارہ عاقب کے پھر ہنسنے پر چڑھا تو پکڑ کر اس خستہ حال بچے کو کمرہ بدر کیا۔
ابھی ایک منٹ ہی گزرا کہ پھر سے دستک ہوئی، رجال جو اٹھنے کی سوچ رہا تھا واپس آیا اور دروازہ کھولا
تو آگے عاقب شریف اور بیہ بنے کھڑا تھا۔
"ہا ہا اچھا سن تو یار، جانیہ کو بھیجوں۔۔۔۔۔؟"
عاقب کو ابھی بھی شرم نہ تھی بلکہ اب رجال کی نظر اپنے ٹارگٹ پوائنٹ پر تھی۔
"بتاتا ہوں"

رجال باہر نکلا، عاقب کو پکڑ کر گمایا اور کھینچ کر ایسی لات اسکی تشریف کی دوسری طرف دی کہ وہ ساند
بس تھوڑی دور ہی شفٹ ہوا لٹا رجال کو لگا اس نے کسی لوہے کی چیز پر پیر ٹھوک لیا ہے۔
"بیغیرت انسان کیا تھا تیرے پچھوڑے میں، آہ میرا پیر"

رجال وہیں کراہتا بیٹھا تبھی عاقب نے فخریہ انداز میں جینز کی کچھلی طرف سے لوہے کی پلیٹ نکال کر
زرا جھک کر تمنغے کی طرح زمین پر بیٹھ کر سرخ آنکھوں سے گھورتے رجال کو پیش کی۔

"میرے چھوڑے کا خفاظی کورر، لے سنبھال لے کیونکہ میری کک تجھے بنا ٹکٹ کے افریقہ کے جنگل میں پہنچائے گی اسے پہن لینا۔"

اس سے پہلے رجال اسکا قتل کرتا، عاقب پلیٹ وہیں پھینکتا دوڑ گیا جبکہ رجال کابس نہ چلا اس کمینے کا فالودہ بنا دیتا۔

"آہ رجال! تیری یہ نازک ہڈیاں اور جوڑ۔۔۔۔۔"

بچارا خود ہی لنگڑاتا ہوا دو تین تنگڑی گالیاں غائبانہ اپنی گندی اولاد کو نکالے واپس کمرے میں گھسا حالانکہ ایک بچاری لوہے کی پلیٹ سے کتنی ہی لگ سکتی تھی پر اف یہ ناز کی جو رجال سے اپنی ہی نہ سنبھل رہی تھی تو جانیہ کو کیا سنبھالتا۔۔۔

.._____..

"تم ہوش میں تو ہو، پہلے ہوش میں نہیں آرہے تھے اب آکر بھی سستے نشئی سامطالبہ کر رہے ہو۔ اس نے سنا تو دانت توڑ دے گی تمہارے۔ آج تک اسے میں شادی پر قائل نہ کر سکا اسکا سگا بھائی، تم کیسے کل کے بچے کرو گے آمادہ"

سائمن کے تو لہو میں شرارے دوڑے، عاجزی کی دکان بنا بارس سر جھکائے یوں تھا جیسے عدالت میں پیشی ہو۔

"ٹھیک ہے پھر مجھے زہر کا انجکشن لگا دیں۔ میرا پہلا پیارا دھو رارہ گیا تو کیا کروں گا جی کر"

بارس نے سچ میں آنکھیں نم کیے سائمن کو سر تا پیر گما دیا، اسی لمحے صدیقہ کسی کام سے میڈیکل سائیڈ آئی تو صدیقہ کو دیکھ کر سائمن کو بارس کو سانپ سونگھا۔

"اب کیا ہوا؟ کیا مسئلہ ہے بارس؟"

صدیقہ نے پہلے بھائی کو دیکھا پھر مسکینیت و ترس طلب حالت پر آئے بارس کو۔

"آپکو دیکھ کر اٹے اٹے خیال آرہے جو مجھے گناہ گار کر دیں گے، تبھی نکاح کرنا چاہتا ہوں ڈاکٹر صدیقہ"

بے اختیار ہی صدیقہ نے اس بکواسیات پر تھپڑ کے لیے ہاتھ اٹھایا ہی کہ خود ہی سرخیوں میں گھلتی رنگت اور پھیلی آنکھوں سے لپک کر تھپڑ کا ارادہ ترک کیے بارس کا گریبان پکڑ گئی، خود سائمن اس منظر کو دیکھے اپنی جگہ بت بنا جم گیا۔

"تم! تم کیسے یہ مطالبہ کر سکتے ہو۔ شرم نام کی چیز بھی ہے یا نہیں۔ میں تمہاری ڈاکٹر ہوں، تم سے اتنے سال بڑی۔ ہم کو لیگنز بننے والے ہیں، لیکن تم چاہتے ہو میں تمہاری شکل تک دیکھنے کی روادار نہ رہوں"

صدیقہ کا چہرہ سرخیاں چھلکا تا بارس کی جان پر بنا۔

نرمی سے اس لڑکی کے ہاتھوں سے اپنا گریبان چھڑوائے وہ سر گرائے ہارے عاشق کی طرح کرسی پر لڑھکا۔

دروازے میں کھڑے عمر اور یچی بھی اندر چلتی فلم پر وہیں رک گئے۔

"ٹھیک ہے مجھے نہیں جینا پھر، جب میرے پہلے پیار کو ہی میں قبول نہیں پھر جی کر کیا کروں گا"

بارس کا یوں مظلومیت اختیار کرنا صدیقہ کو تو آگ لگا گیا جبکہ سائمن، عمر اور یچی کے ہلکے سے دانت نکلے کیونکہ بارس ایکٹنگ کا ماسٹر ثابت ہوا تھا۔

"تھپڑ کھاو گے، میں تمہارا پہلا پیار نہیں ہوں سمجھے۔ اور آپ اسکو کچھ نہیں کہیں گے؟ کیسے بھائی ہیں"

سائمن بچارا بھی مفت میں رگڑا گیا، ایک سال صدیقہ سے چھوٹا تھا، لیکن اس معاملے میں وہ بھی کندھے اچکا گیا۔

"نکاح خواں کو بلوالوں آپیا"

پیچھے سے عمر کی آواز ابھری تو صدیقہ نے غراتے اسے بھی دیکھ کر اسکی روح سوکھائی جو آگے سے دانت دیکھتا سر کھجانے لگا۔

"کوئی مجھے واپس کوئے میں ڈال دو پلیز"

بارس وہیں کرسی سے اٹھے صوفے پر الٹا جا لیٹا جبکہ صدیقہ کا دل چاہا اسکی کمر میں ہی دو مکے ٹھو کے۔

"میرے الٹے خیال، اف تم لوگ جان چھوڑ دو پلیز میری۔ وہ میری نہیں ہو سکتیں سمجھو"

بارس صوفے میں منہ دیے بڑبڑا کر سبکے دماغ کی لسی کر رہا تھا البتہ صدیقہ نے اسکو پچھلی طرف سے شرٹ کے کالر سے پکڑ کر سیدھا کیا تو بارس کی مسکراتی نظریں صدیقہ کے پورے جسم میں برق دوڑا گئیں۔

"میں ابھی تم دو کو باندھنے والے کو پکڑ کر لاتا ہوں"

بچی سامنے کا ذو معنی منظر دیکھے فوراً دروازے سے ہی واپس دوڑا جبکہ عمر نے فوراً سے انگوٹھیاں کھول کر کسی شاہی میڈ کی طرح کیس کھول کر صدیقہ اور بارس کے روبرو کیں۔

"اٹھ کر کھڑے ہو"

صدیقہ کے حکم پر بارس اٹھا، شرٹ کی سلوٹیں بٹھائے ٹھیک اسکے روبرو جما۔

صدیقہ نے گردن تر چھی کیے اک نظر عمر کو دیکھا، آنکھوں سے نکل لیتی پر وہ آگے سے دانت دیکھا گیا۔

"بہت خوب عمر بھائی، چن کر انگوٹھیاں لائے ہیں۔ اللہ آپ کو رخصتی ہونے کے اگلے دن بے بی کی نیوز دے"

بارس نے جو دعادی اس پر مسکراتا عمر یکدم بھینسے کی طرح اسے گھورا، ابھی اگر منگنی کی رسم نہ ہوتی تو اپنی جوتی اتار کر بارس کے سر پر برسا کر یہی دعا واپس اسکے حلق میں گھونسنے مار کر گاڑتا۔

"کیسا چالو ہے یہ آدمی، پلیز اللہ جی مجھے اور سوہا کو دو سال سے پہلے بے بی مت دیجئے گا۔ میری چوڑی غائب ہو جائے گی پہلے ہی ہاتھ نہیں آتی"

عمر نے جلدی سے دعا کرتے اس بارس کی ایکسٹر ایپاری دعا کا توڑ کرتے خود کو مطمئن کیا۔

"تم نے کہا تھا مجھے دیکھ کر تمہیں لٹے لٹے خیال آرہے ہیں، تبھی تم مجھ سے جلد از جلد نکاح کرنا چاہتے ہو"

اس اچانک انگیجمنٹ سرمنی پر صدیقہ نے بارس کی آنکھوں کی چمک، سرور بنتے دیکھ کر سرد مہری سے پوچھا۔

"کچھ دیر تک نکاح ہے، جب تک نکاح خواں آتا ہے مجھے اپنے ہاتھ اور آنکھیں سیک لینے دیں، خیال اب بھی آرہے ہیں"

اس قدر بے شرم وضاحت و جواب پر صدیقہ نے بے اختیار نظریں زیرک کیے اپنے ہاتھ اور اسکے ہاتھ کو رنگز سے سجتا ہوا آپس میں جذب ہوتا دیکھ کر اقرار بھری مسکراہٹ دی۔

لیکن جب محسوس ہوا سائمن، عمر اور وہ چھپچھورا مریض اسکی ہاں پر خوشی سے پھول رہے، وہ سنجیدہ ہوتی اپنا ہاتھ بارس کے ہاتھ سے چھڑوا گئی۔

"سب کی شرم مر گئی ہے"

بڑبڑاتی ہوئی وہ ان تینوں کی نظروں سے ڈری بھاگی پر زیادہ دیر نہ فرار کر سکی، سائمن نے اپنی وائف بریرہ اور بچوں کو بھی بلوا لیا۔ نکاح کی خوبصورت سی تقریب ہوئی اور صدیقہ سمجھ ہی نہ سکی سب نے مل کر اسکے ساتھ کیا کیا۔

سائمن نے گفٹ کے طور پر بارس اور صدیقہ کو ایک چھوٹا سا اپنا ہی گھر دیا جو رینٹ پر چڑھا تھا لیکن اتفاق سے دو دن پہلے ہی خالی ہوا۔

بارس نے اپنے سالے جی سے خوشی خوشی گفٹ لیا کیونکہ آجکی رات اسے طبیبہ صاحبہ کے ساتھ خاص چاہیے تھی۔

پورا دن اسکے بعد صدیقہ، بارس کو دیکھنے کو بھی نہ ملی پر شام کو اسے چارون ناچار بارس کے ساتھ گھر جانا ہی پڑا۔

.._____..

جانیہ ناشتے کے بعد انیب کے ساتھ اسکے چینل ہاوس چلی گئی، کیونکہ آج سنڈے تھا تو سکول تو جا نہیں سکتی تھی، گھر رہتی تو رجا کو تنگ کر دیتی۔

جبکہ عاقب بچارے کو درگت کے بعد دوبارہ پھر سے تیار ہونا پڑا، داران اور عاقب کا پورا دن آفس میں ہی گزرا جبکہ داریہ کی روٹین بس مزے دار چیزیں کھانے کی تھی۔

حمین بھی آج جلدی آگیا کیونکہ آج اسکا ارادہ سبکو ڈنر باہر کروانے کا تھا۔

داریہ نے دونوں کیپلز کو اسکے کیے ڈنر پیک کروا کر لانے کا کہا اور معذرت کیے جا کر سو گئی جبکہ ماول تو اوٹنگ کو ویسے ہی بہت انجوائے کرتی تھی، ایاد نے یونی جوائننگ کر لی تھی وہ کافی بڑی ہو چکا تھا۔

"شکر ہے آپکو بھی فرصت ملی مجھے باہر گمانے کی حمین"

مایا نے گرین بہت خوبصورت جوڑا پہنا، بہت سادہ سی تیار ہوئی اور شال بھی رکھ لی کیونکہ اب ٹھنڈ ہو چکی تھی اور وہ تھی ہی بہت نازک۔

"آپ کا جب دل چاہے بس حکم کیا کریں مایا، مجھے لگا شاید آپ گھر رہ کر زیادہ خوش رہتی ہیں تبھی زیادہ اوٹنگ پلین نہیں کرتا"

حمین سے وہ بہت کم شکوے کیا کرتی تبھی تو جب بھی شکوہ سنتا خوشی محسوس کرتا، مایا نے حمین کے پاس رکنے پر خوبصورت مسکراہٹ دی اور پلٹ کر دن بدن مزید گریس فل ہوتے حمین کو دیکھتی پلٹی۔
لیکن مایا کو اچانک ایسا لگا جیسے اسکی آنکھیں دھندلا رہی ہوں، اس نے اپنا وہم سمجھے آنکھیں دبائیں، حمین نے فکر سے اسکے چہرے کو پکڑے اوپر کیا۔

"آریو اوکے؟ آپ کی آنکھوں میں درد ہے کیا"

حمین کے لہجے میں ڈھیروں فکر رچی۔

"نہیں درد تو نہیں، ایسا لگا آنکھوں میں گرد سی چھا گئی تھی۔ یہ دو تین دن سے ایسا فیل ہوا مجھے، میری آئی سائیڈ تو ویک نہیں ہو گئی حمین؟"

مایا نے فوراً سے سوچتے ہوئے بتایا جبکہ حمین نے اسکی آنکھوں کو بغور دیکھا۔

"ہم واپسی پر ڈاکٹر کو دیکھا لیں گے، آئی سائیڈ کا بھی اگر ایشو ہے تو پتا چل جائے گا۔ آپ سارا دن گھن چکر بنی رہتی ہیں مایا تھکن سے بھی ہو سکتا ہے۔ جب میڈ ہوتی ہے تو آپکو ہر کام خود کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

مایا کے لیے وہ کسی چیز میں کپڑا مائز نہیں کر سکتا تھا۔

"میں آپکے کام ہی کرتی ہوں بس حمین، باقی سب تو انہوں نے ہی سنبھال رکھا۔ کیا آپکی شرٹس کو پریس نہ کیا کروں، آپکے کپڑوں کو واش نہ کیا کروں، آپ کو پتا ہے آپکی کسی چیز کو میرے سوا کوئی چھوئے تو مجھے برا لگتا ہے۔ اور یقین کریں آپکے کسی کام سے مجھے تھکن نہیں ہوتی الٹا سرور ملتا ہے"

مایا نے تو حمین کو لاجواب کر دیا، وہ اسکی جبین چومتا اس عارضوں پر دھنک رنگ سمیٹ لایا۔
"تبھی تو جان ہیں آپ میری، لیکن آپکو اتنی سی بھی آنچ آئے یہ مجھ سے برداشت نہیں۔ آپکی کم عمری اور نزاکت دیکھتے ہوئے میں اپنی بے پناہ اور بے قابو خواہشات محدود کر لیتا ہوں صرف اس ڈر سے کہ آپ کے لیے کچھ شدید نہ ہو جائے"

حمین کے بے اختیار گھبرا کر کیے اک پر اسرار اعتراف پر مایا اسے سہم کر دیکھنے لگی، سانسیں بھاری ہو گئیں۔

"واٹ! کیا کہا آپ نے۔ آپ اپنی خواہشات دبا رہے ہیں؟ میں نے آپکو بہت بری گدگدی کرنی ہے، دوبارہ ایسا مت کہیے گا، اپنی خواہش اور بے پناہ شدت سے چھوا کریں مجھے، صرف آپکی ہوں"
مایا کا برہم ہونا اترہٹ کی مانند محسوس کرتے حمین نے ان ہونٹوں کی خواہش اچکتے مایا کے رنگ و خدو خال میں گلال اتار دیا۔

"میری خواہشات کی شدتیں آپ نہیں سہہ سکتیں، اپنے لیے نرم رہنے دیں مجھے، تھوڑی تھوڑی کر کے ساری نچھاور کر دوں گا، آخر کو آخری سانس تک کا ساتھ ہے ہمارا"

سر حمین کے سینے پر رکھے وہ اسکے حصار میں چلی آتی حمین کی سرگوشی پر لب بستہ سی مسکرا دی، کیونکہ جواب نہیں چھوڑا گیا تھا۔

"قبول ہے، اچھا سنیں واپسی پر گاڑی روکیے گا کسی مال کے سامنے مجھے اپنی کچھ لیڈیز پر سنل چیزیں بھی لینی ہیں"

مایا نے نرمی سے الگ ہوتے نظریں چرائے ہی یاد دلایا جس پر حمین نے مسکرا کر سر کو جنبیش دیے اسکے ہمراہ ہی کمرے سے باہر کا رخ کیا۔

.._____..

"کیوں کیا ہے نکاح تم نے؟ کیا کریں اب ہم اب۔ مینز۔۔۔"

عجیب سی سچویشن میں پھنسی صدیقہ کو سمجھ نہ آیا اب اسے بولے کیا، مقابل کی نظر کب سے حق چھلکاتی ویسے ہی اسے کہیں کانہ چھوڑ رہی تھی۔

"اب میں آپکو اپنے اٹے خیالات بتا سکتا ہوں اگر آپ چاہیں"

بارس کی کافی تیار تھی اسکے باوجود وہ اسے غیر ضروری سمجھے شیلف پر رکھ کر فرصتیں اپنے پہلے پیار پر نچھاور کیے مست ہو رہا تھا، وہ لوگ ابھی ڈنر سے فری ہوئے تھے، گھر چھوٹا تھا پر بہت خوبصورت اوپر سے سجاوٹ سے اور حسین ہو گیا۔

"مجھے نہیں سننے براہ مہربانی خود تک رکھو، یہ سراسر تمہاری اک حماقت تھی جس پر تم پچھتاو گے"

الفاظ، صدیقہ کی پرسکون نگاہوں کا جب ساتھ نہ دے سکے تو بارس کی ہارٹ بیٹ مس ہوئی۔

"محبت از خود حماقت ہی ہے، پچھتا تا ہر کوئی ہے پھر بھی کرنا چھوڑتا نہیں"

محبت کے ذکر پر صدیقہ کے ہاتھ کانپ سے گئے، اس نے یہ امید نہ کی تھی۔

"فضول مت بولو، محبت نہیں ہے۔ تم نے بس زبردستی کی ہے۔ دیکھو بارس یہ صرف ایڈجمنٹ تھی جسے

تم محبت کہہ رہے ہو۔ میں ہر پیشینٹ کو یو نہی ڈیل کرتی ہوں"

صدیقہ نے پھر سے انکاری ہوتے اسے وضاحتیں دیں۔

وہ مسکرا کر فاصلہ بنائے مگ اٹھاتا کچن سے باہر نکلا تو وہ پیچھے ہی لاؤنچ تک اسکا تعاقب کرتی آئی لیکن

بارس کو شرارت سو جھی، جھٹکے سے ڈرانے کو پلٹا تو صدیقہ کی چیخ نکلتے نکلتے پچی۔

بارس قہقہہ مارتا ہنسا تو صدیقہ نے پھولے سانس کے سنگ گھورتے صوفے کی پشت پر جھکتے کشن اٹھا کر

اسکے منہ پر برسایا۔

بارس بروقت حملے سے بچ نکلا۔

"ہر پیشینٹ کے کندھے پر سر رکھتی رہی ہیں؟"

بارس نے مگ میز پر جھک کر رکھتے واپس صدیقہ کی طرف قدم بڑھائے تو وہ اسکے بدلے لہجے اور ٹون

پر بدک کر دور ہوئی۔

"تم عمر میں چھوٹے اور اچھے پیشینٹ تھے تبھی وہ میری پریشانی اور فکر تھی"

صدیقہ نے ہکلاتے بتایا تو بارس مزید قریب آکر اسے دیوار سے پن کر گیا۔

"وہی کر لیجئے گا ساری عمر، محبت میں کر لوں گا"

بارس کے لہجے کی آنچ کے سبب صدیقہ کے وجود میں سنسناہٹ دوڑی۔

"اب تو نکاح کر لیا ہے تم نے، چوائز نہیں ہے۔ گڈ نائٹ"

صدیقہ اسکی دیوار سے لگی بازو کے نیچے سے نکلنے لگی تو بارس نے دونوں ہاتھوں سے اسکی دونوں بازو پکڑے اپنے بے حد قریب کھینچتے کیا، صدیقہ یوں تھی جیسے کاٹو تو جسم میں لہو نہ رہا ہو۔

"کیوں گڈ نائٹ؟"

وہ یکدم ہی غصہ ہوا، صدیقہ کو اس کی آنکھوں سے ٹپکتے جنون سے ڈر لگا۔

"م۔۔ مجھے نیند آرہی ہے، تم میری خوشبو پر کروناں گزراہ۔۔۔ کافی ہو گا تمہارے لیے"

صدیقہ نے کمزور نہ پڑنے کی پوری کوشش کی۔

"اچھی لگتی ہیں مجھے، میری بھی بن گئی ہیں پھر یہ سونے کی کیا تک بنتی ہے۔ میرے اٹے خیالات کی

تکمیل آپکی اس گھر میں بکھری خوشبو دینیں نہیں صرف آپ کر سکتی ہیں۔ سمجھ جائیں اس بات کو"

وہ کسی پر پہلی بار استحقاق جمارہا تھا، صدیقہ کو لگا پیروں سے اس شدت اور نئے پن پر جان نکل جائے

گی، وہ یوں بے خود تھا جیسے صدیقہ اسکے علاوہ اب کسی کی نہیں رہی ہے۔

"م۔۔ مجھے اچھے نہیں زہر لگ رہے ہو تم"

اچھی بھلی مضبوط عورت تھی وہ، کب سوچا تھا کبھی کسی جنونی کے ہتھے لگ کر ایسی بے بس بھی ہوگی۔
"تو اس زہر کا تریاق آپ کو ہی کرنا ہے ڈاکٹر صاحبہ، یا نگل کر تھوڑی مر جائیں مجھ پر یا اینٹی نوڈ فراہم کریں۔ کچھ تو کریں اس زہر کا علاج۔ ورنہ قیامت ہی نہ آجائے"

بارس کا پل پل گھنبر ہوتا لہجہ، اسکی بے حد قریب سے آتے کلون کی ناک کے نتھوں میں گھستی، سٹمک تک تتلیاں بھرتی خوشبو، صدیقہ کا دھیان اس سب سے ہٹتا تو دیکھتی بارس نے دونوں بازو بہت بری طرح ہاتھوں میں جکڑ کر اسے یوں ہولڈ کیا ہے کہ اگر چھوڑتا تو وہ شریطہ زمین بوس ہو جاتی۔

"تم۔۔ تم کس قسم کے پاگل ہو بارس۔ اچانک سے کیا ہو گیا ہے تمہیں۔ پہلے نکاح اور اب یوں نشئیوں اور شرابیوں جیسا ایڈوڈ۔ مجھے ڈر لگ رہا تمہاری آنکھوں سے، پلیز مجھے ڈراو مت میرا دل بہت نازک ہے"

صدیقہ نے زبان پھیرتے خشک ہونٹوں کو تر کیا اور بولتے سے بارہا اٹکی جبکہ بارس نے فوراً سے خمار کو محتوظ مسکراہٹ میں بدلتے صدیقہ کی عرق آلود جبین بے حد پیار سے سر جھکاتے آگے جھکتے چوم لی کیونکہ صدیقہ کے مقابلے میں وہ اس سے کافی لمبا تھا۔

جب وہ یہ عاشقوں والا انداز اپنا کر اسے پر سکون کرتے روبرو ہوا تو صدیقہ کی پلکیں بھیگ چکی تھیں۔
"اتنا درویشانہ انداز کافی ہے یا آپکے ہاتھ پیر بھی چوموں ڈاکٹر صاحبہ۔ آپکے نازک دل میں ہمت بھرنے کے لیے اگلا سٹیپ کونسا اٹھاؤں آپ بس حکم کریں"

بارس کی ٹون متبسم تھی پر صدیقہ کا سانس اٹک کر رہ گیا، سفید پڑ رہی تھی وہ، جیسے ابھی سانس لیتے لیتے سانس چھوڑ دے گی۔

"تم بالکل دماغ سے فارغ ہو، ہٹو ورنہ دل بند ہو جائے گا"

اسے پرے کیے وہ اس سرد موسم میں بھی آگ کی طرح خود کو تپتا محسوس کیے گہرے سانس بھرتی بڑبڑائی، بارس نے پیچھے ہی سائے سالپکتے بے حد مائٹ انداز میں اپنا ہاتھ پیچھے سے آگے سرکاتے اس تراشی مورت جیسی شباب کی انتہائی پرکشش سٹیج پر کھڑی صدیقہ کو حصار کر اپنے سینے سے لگایا۔ وہ اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ پر جکڑ گئی پر ہٹانے کی ہمت نہ تھی۔

"آپکا یا میرا؟"

کان کی جانب جھکتے اپنی معلومات میں اضافہ کرنا چاہا، صدیقہ نے گردن تھوڑی سی گماتے اسکی آنکھوں کے تیور دیکھنے چاہے۔

"آفکورس تمہارا، مر جاو گے میرے ہاتھوں۔ پلیز ایسے نہیں ہوتا بارس، ہم فرینڈز بنتے ہیں ناں پہلے" وہ فوراً اسکے حصار میں پلٹ کر منت کرا اٹھی۔

"اتنا وقت کون برباد کرے، تھوڑی سی جان جاناں بن جائیں پھر زندگی پوری پڑی ہے دوستی اور محبت کے لیے۔ آپ بہت پرکشش ہیں صدیقہ نام، لمس اور مسیجائی سمیت، حیران ہوں اب تک کوئی آپ کے پیچھے مرا کیوں نہیں، یا شاید یہ کندن مورت مجھ وحشی کے لیے علیحدہ کی گئی تھی"

لب و لہجے میں بے ربطی مگر شوخی ملائے وہ بولتا گیا اور اس بار یہ ستائش سنے صدیقہ کے ہونٹ مسکرانے جیسے پھیلے۔

"تم پہلے مریض ہو جو اپنی ہی ڈاکٹر کے گلے پڑ گئے"

صدیقہ نے اسکی آنکھوں سے نظریں چراتے بات بنائی۔

"اور آخری بھی، آپ سمجھ کیوں نہیں رہیں میرا دل آپکے لیے بہت زیادہ مچل رہا ہے"

وہ اسکی گھٹی سانسوں کے قریب ہوا تو وہ اسکے ارادے بھانپنے دور سر کی پر جانہ سکی۔

"بارس تم چاہتے کیا ہو؟"

صدیقہ اخیر زچ ہوئی۔

"آپکو صدیقہ، قسم اٹھوا لیں آج تک کسی لڑکی کی طرف ایسی ویسی نظر سے دیکھا تک نہیں۔ پر آپکو

ایسی ویسی ہر نظر سے دیکھنا ہے مجھے، آج ابھی اسی وقت۔۔۔۔۔"

وہ اس کے لیے مرے جا رہا تھا جس پر صدیقہ تپ گئی۔

"تم سے اتنے سال بڑی ہوں بارس، کوئی تکلف شرم، کوئی ہچکچاہٹ کچھ فیل نہیں ہو رہا؟ ایسے لگ رہا

ہے صدیوں سے میرے عشق میں پڑے تھے تر سے عاشق، حالانکہ ہمارا ساتھ چند دنوں کا ہے پر نہیں

لگتا ہے کو مہ اک ڈرامہ تھا"

صدیقہ کا دل کانپ کانپ تھک گیا پر بارس تو سچ میں تر سے عاشقوں کو بھی پیچھے چھوڑ چکا تھا۔

"باخدا مجھے تو کل ہی عشق ہوا ہے، کوئی ڈرامہ نہیں کیا اور بہت بے قابو والا عشق۔ آپ بڑی ہیں تو کیا ہوا، میرے پاس سو سالہ تجربہ ہے تو اس لحاظ سے میں ہی بڑا ہوا۔ آپ مجھے اجازت تو دیں میں آپکو چھوٹی سی بے بی گرل کی طرح پیار سے سنبھال لوں گا"

بارس کے پاس ہر سوال کا جواب تھا، لگ رہا تھا کومے والے سارے وقت کے جذبات باتیں اس میں جمع تھیں جو بلبے کی طرح بچاری صدیقہ پر آن گریں۔

"اف بارس اف"

وہ سخت کوفت سے چلائی۔

"ایسے مت کریں پیاری طبیبہ، اجازت کے بنا ہی ٹوٹ پڑوں گا آپ پر"

بارس کی اخیر پاگل کرتی حرکتوں پر صدیقہ نے ہتھیار پھینک دیے، سخت رونا آرہا تھا۔

"یہ ہوئی ناں بات، میں آپکا ہسبنڈ ہوں۔ میری کوئی بھی جسارت، خواہش اور گستاخی آپ رد نہ کریں

گی اب۔۔۔ صبح تک آپ میری ہیں اسکے بعد آپ سانس لے سکتی ہیں اپنی مرضی سے"

بارس کا کسی سخی کی مانند اعلان سننے صدیقہ کی آنکھیں خوف اور آنسوؤں سے تر ہوئیں۔

"صبح تک سانس باقی چھوڑو گے تولوں گی"

خود کو مکمل بارس کی بازوؤں میں محصور پا کر نرم آواز میں منمنائی، بارس نے مسکرا کر وہ بھیگی سانسیں

حلق میں دبائی صدیقہ اس سے ایک جھٹکے سے چرالی، اس قدر خواہشات چند لمحوں میں تکمیل دیتا گیا کہ

صدیقہ کو یاد ہی نہ رہا وہ رو رہی تھی، یا وہ مچل رہی تھی، اپنی شدتوں کو صدیقہ کے کم ہمت حوصلے کے باوجود اس پر اتارتے ہی وہ صدیقہ کو جلد اپنے حق میں کر چکا تھا۔

"بارس! تم کیا کر رہے ہو؟"

صدیقہ کی سسکتی پکار دب سی گئی جب بارس نے اسکو اٹھا کر اپنے کندھے پر کسی ربڑ کی گڑیا کی طرح ڈالا۔

"اف صدیقہ! کتنی بھاری ہیں آپ"

بارس اسے لیے کمرے میں انٹر ہوا تو پورا کمرہ سرخ گلابوں سے سجا تھا، صدیقہ بن پانی کی مچھلی کی طرح اسکی گرفت میں مچلی، بارس نے سفید میٹرس پر بچھی سفید چادر پر بنے گلاب کی پتیوں والے دل کو بہکی نشیلی نظروں سے دیکھا اور اٹھا کر صدیقہ کو بستر پر فٹ بال سا پھینکا، صدیقہ اس نرم بستر پر ایک بار تو اس بری طرح دے مارنے پر جمپ کر گئی کیونکہ بہت چھوٹی موٹی اور پرکشش نرم و نازک سی تھی، پورے وجود پر کپکپاہٹ اتری، بارس کے پاگل پن سے اسکی روح کانپ رہی تھی۔

"بد تمیز"

صدیقہ اس سے پہلے اس کو تھپڑ مار ہی دیتی، بارس اسکے دونوں ہاتھ جکڑتا اور ہی جھک گیا۔ اسکے فتحمندانہ تاثرات صدیقہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑا گئے، سانس لینا بھول چکی تھی، بارس اس سے ہوش و حواس یوں رگ جان کی طرح پاس آ کر چھین چکا تھا۔

Calm down My Other half & "Our Forever Just Started Darling

Accept Your Mad Mister"

جبکہ اس معنی خیز سرگوشی اور اس کے ساتھ سچی روح جنجھوڑتی گستاخیاں، شر انگیزی اور بے شمار شیطانی سہنے کے بعد صدیقہ کے لیے چراغوں میں سچ میں روشنی نہ رہی تھی، بارس کی قربت بعد میں پہلے اس شریف النفس کی شرافت کو آئی موت ہی صدیقہ کے لیے روح جنجھوڑتا جھٹکا تھا۔

.._____..

داران جب خوشاب سے سیدھا حمین کی طرف پہنچا تو حمین اک چٹ پر چار باشندوں کے ڈنر پر جانے کا نوٹ لکھ کر چھوڑ گیا جسے میز پر اٹھا کر شرارت سے تکتے داران نے جیکٹ اتار کر وہیں صوفے پر ڈالی اور خود داریہ کے پاس ہی جا رہا تھا جب سائمن کی کال نے اسکے قدم روکے اور چہرے کے خدو خال میں اک تروتازگی سمیٹ دی۔

"سر! کچھ ہے بتانے کو"

سائمن صاحب کے چہرے کی شرارت اسکی آواز میں بھی رچی ہوئی تھی، داران کے چہرے کے زاویے آگے کا فسانہ سنتے شوخ مسکراہٹ میں بدلتے گئے اور یہ سچ میں حسین نیوز تھی، داران کا دل اش اش کراٹھا۔

"یہ برس نے کس گھاٹ کا پانی پی رکھا تھا سائمن جو اتنے ریکارڈ ایک رات میں توڑ دیے۔ اسکی اس چپ کے پیچھے یہ دھماکہ ہو گا میں نے سوچا تک نہ تھا، ویسے اچھا ہوا ہماری صدیقہ قابو آئیں، تمہارا فرض بھی پورا ہوا، اور عمر، یچی نکلے یا ابھی تک وہ دودلے وہیں اٹکے ہیں؟"

داران کی شوخیاں ہنوز سوا لوں میں بھی رچیں، سائمن بھی کھل کر ہنسا۔

"جی وہ تو نکاح کے بعد ہی نکل گئے انکی فلائیٹ تھی، اب تک لینڈ ہو چکی ہو گی۔ مجھے بھی انوائیٹ کر کے گئے ہیں پر آپ میری طرف سے سوری کر لیجئے گا پلینز کیونکہ میں یہ جگہ نہیں چھوڑ سکتا"

سائمن نے فوری بتایا جبکہ اختتام تک اسکے لہجے میں فکر و ہچکچاہٹ عودی۔

"میں کہہ دوں گا نو پر ابلیم، ٹھیک ہے تم بھی آج فکر سے آزاد نیند لو جا کر، بہن تو تمہاری لگ گئی کنارے۔ برس کو شاباش دینا میرے حصے کی بھی"

داران کا شیر انداز سائمن کے اعصاب ہلکے کر گیا۔

جبکہ داران کال بند کرتا ہنستا ہوا کمرے میں پہلے سر اندر کیے جھانکا، جب بھی آتا تھا دار یہ یا سوئی ملتی یا کھاتی ہوئی۔

"یا اللہ! کیا مجھے سات آٹھ ماہ مزید اس عجوبی کو برداشت کرنا ہو گا۔ زرا احساس نہیں کہ شوہر اس وقت

آتا ہے تھوڑا سچ لے پر نہیں، اسے تو اپنی ہی خماریاں چڑھی ہیں۔ تو آ لے جو نئیر ماہیر شاہ، تجھ سے اس

پر الگ لیول کا انتقام لوں گا بچو"

سخت کوفت سے وہ مرد جاہ اپنے سحر سمیت اندر گھسا جو بالکل اندھیرے میں ڈالفن بلینکٹ پہنے مزے سے جنتی نیند سو رہی تھی، داران کا دماغ اسکے بلینکٹ کو دیکھے گھوما جو ایک ڈالفن کو سٹیوم جیسا کمبل تھا۔

"یہ بلینکٹ اسے کس پاگل نے لے دیا، ضرور حمین یا اسکے لالہ کا کارنامہ ہو گا انھیں ہی یہ چنی منی نظر آتی آجکل۔ یہ کہاں سے لگ رہی ہے میری بیوی، لگ رہا دو سال کی بچی ایڈاپٹ کی ہے۔ اف داران اف یہ دن بھی آنے تھے"

اپنے مقدر کو کو سے داران نے جھٹکے سے اسکے سر سے مچھلی والی ٹوپی کھینچی جبکہ اس کمبل کو ان زیب کیے اس کو پورا اس ڈالفن بلینکٹ سے آزاد کیا اور اس کمبل کو گول مول کیے دیوار کی طرف مارے اس سے پہلے پیروں کی طرف پڑالحاف کھول کے کرواتا، دار یہ نہ صرف جاگی بلکہ اس درجہ بد تہذیبی سے جگانے پر آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو بھر لائی۔

"یہ کمبل کس نے دیا پہلے اسکا نام بتاؤ میں اسے بھینس والا انجکشن لگا کر اسکا کیڑا ماروں جو تمہیں کاکی بنانے پر تلاء، اور یہ کیا سر پھاڑ خلیے والی مائی بنی ہو۔ خبر دار اگر تم روئی، چلو جا کر چینج کرو۔ بال کرل کرو، میک آپ کرو پھر آکر گلے لگو میرے"

داران نے کوئی نرمی نہ دیکھاتے اسے دونوں بازو سے پکڑے اٹھایا اور کھڑا کروایا، ڈھیلے سے گرم پاجامے اور ایاد کے سائز کی شرٹ میں وہ سچ میں مقابل کھڑے حسین کا دماغ گماتی محسوس ہوئی۔

"مجھ سے نہیں ہوتا ماہیر، تھک جاتی ہوں چیخ کرنے سے۔ بالوں کو تو ہاتھ لگاتے موت آتی ہے۔ پلیز میک آپ کا تو نام بھی مت لینا میرے ہاتھ درد کرنے لگتے برش پکڑ کر۔ ایسے ہی مل لو پلیز"

داریہ کی آواز بچوں سے بھی زیادہ گلوگیر تھی اوپر سے اسکے یہ بہانے، داران نے بہت کوشش کی مسکراہٹ چھپانے کی پر ناکام رہا۔

اٹھا کر اس بھالو بنی داریہ کو ڈریسنگ پر بٹھائے پاس ہی رکتے پہلے اسکا ڈھیلا سا جوڑا ان پن کیا، غصہ تب آیا جب بال بیچ سے سارے گیلے تھے۔

"ہاں کھاتے اور سوتے تو تم بالکل نہیں تھکتی۔ یہ کہو مجھ سے دشمنی ہے اور بال ڈرائے کیوں نہیں کیے نہا کر، داریہ تم اتنے خوبصورت بال خراب کر ڈالو گی یوں گیلے لپیٹ کر"

داران نے پہلے تو لپک کر ٹاول اٹھایا اور اسکے سر پر رکھے بال خشک کرتے ساتھ ڈانٹ بھی گیا پر داریہ کی مستقل مسکراتی نظر اسے غصہ بھی نہ ہونے دے سکی۔

"تم ہونا، میرے سب کام کر دیا کرو اور مجھ سے بہت سارا پیار لے لیا کرو"

داریہ نے اسکی گردن کے اطراف ہاتھ لپیٹے اسے نزدیک کیا، داران ابھی بالکل پیار کے موڈ میں نہ تھا تبھی منہ پھیر کر توجہ بالوں پر دی۔

"دوبارہ یہ ڈھیلے پاجامے اور کھلی شرٹ میں نہ دیکھوں تمہیں"

داران نے بہت توجہ سے بال ڈرائے کیے دھیرے سے آگے ہو کر اسکے بال برش کیے، وہ تھوڑے تھوڑے گیلے جبکہ بہت مہکدار تھے، فوراً سلجھ بھی گئے، داران نے خود ہی اسکے بال کرل کیے، اور بہت نیچرل والیوم دینے کے بعد اسکے سرخ و سفید چہرے پر بہت نیچرل سامیک اور بھی کیا، اس نیچ دار یہ نے اسے گردن سے تھامے رکھا اور کبھی انگلیوں سے اسکی گردن پر گدگدی کرتی کبھی چہرے پر پھیرتی پر داران اسکی یہ شرارتیں تحمل سے برداشت کرتا تھا۔

"اب لگ رہی ہو مسیز داران ماہیر شاہ! خود کا خیال رکھا کرو فلورنس۔ تم یوں سجتی ہو، اب اس پاجامے اور شرٹ کو میں خود آگ لگاتا ہوں پہلے تمہارے لیے کچھ اچھالے آؤں"

داران نے اسکے لیے ڈریس لینے کو ڈریسنگ روم کا رخ کیا اور جب واپس آیا تو موس کلر پلازو پینٹ کے ہمراہ سلب کھدر کی لیڈیز بہت خوبصورت کرتی والا ڈریس لایا جسکے ساتھ ایک پولی وول کی بہت خوبصورت شال بھی تھی۔

"یہ ڈریس پہنو"

داران نے ہینگر پر لگا ڈریس نکال کر میٹرس پر رکھا اور پلٹ کر آیا تاکہ ماہرانی کو ڈریسنگ سے اتارے پر وہ اسکے پاس آتے ہی بازو گلے میں ڈالے لاڈ سے ساتھ جا لگی۔

"میں اس دنیا کی سب سے لکی گرل ہوں، تم جو ہو میرے پاس"

اول جملہ داران کی اپنے اطراف بندھی بازو کا سکون محسوس کیے ادا کیا اور آخری اسے دیکھنے کے لیے زرا سامنے آتے ہوئے۔

"قدر پھر بھی نہیں، بیویاں کتنے جتن کرتی ہوں گی۔ سبج کر رہنے کے، ادائیں دیکھانے کے۔ اور تم ڈلفن بن کر میرا غصہ سوانیزے پر پہنچا چکی تھی۔ چھوٹی بچی ہو کیا؟"

آخری جملہ داران نے دانت پیس کر بولا جس پر داریہ ہنس پڑی۔

"جب تک تم بابا نہیں بن جاتے میں بچی ہی ہوں۔ اچھا کہوناں پلیز وہ تین لفظ جو مجھے سکون دیتے ہیں"

داریہ کی یکدم بیقراری پر داران کنفوز ہوا کیونکہ آئی لوویو کی تو آجکل کوئی وقعت نہ تھی تبھی اب یہ کونسے ان کے علاوہ تین لفظ ہیں جو اسکو سکون دے سکتے ہیں یہی سوچنے لگا۔

"اب یہ کونسے تین لفظ ہیں داریہ، کیوں دماغ خراب کر رہی ہو"

دماغ پر زور ڈالنے کے باوجود کچھ پلے نہ پڑا۔

"بولو ورنہ چینخنے لگوں گی"

آنکھیں دیکھاتے گھوری۔

"تم سمارٹ ہو"

داران نے جلدی سے سن حسیں جگا کر جملہ گولی سا پھینکا، اف وہ سرور جو داریہ کی آنکھوں میں یہ سن کر پھیلا، داران کی ہارٹ بیٹ مس کر گیا۔

"اور تم لکی کہ مجھ سی سمارٹ داریہ کاسب ہو۔ یہ تین لفظ تم نے بے بی کے آنے تک مجھے روز دن میں دس بار بولنے ہیں۔ اوکے؟"

داران کا دماغ گھوما۔

"واٹ! اتنا جھوٹ بلو اوگی جہنم ملے گی دیکھنا"

داران نے اسکی گردن سے بازو نکالے اسکے پیچھے کی جانب باندھے ماتھے سے ماتھا جوڑے اسے آئینے کے ساتھ جوڑا، داریہ اس کی خوشبو میں مست و پاگل ہو گئی۔

"مجھے جب دنیا میں تم ملے ہو تو یقیناً اس جہاں بھی کوئی خوبصورت جگہ ہی ملے گی، تم تو شرطیہ ملو گے کیونکہ میں تمہیں ہر سانس کے ساتھ دوسری دنیا کے لیے بھی مانگتی ہوں داران ماہیر شاہ اور جس جگہ تم ساتھ ہوئے وہ جگہ جنت سے کم ہوگی بھی نہیں"

وہ مسکراہٹ یکدم ہی شدت دیوانگی اور حب بن گئی، داران نے اسکے خوبصورت چہرے کے نقش نقش کو تکتے آنکھوں میں آگلتے خمار کے سبب اسکے ہونٹوں پر محبت اور انس کے پھول کھلا دیے۔

"جب بھی میرا پورا نام لیتی ہو، ختم کر دیتی ہو میرے ہوش کا نقطہ تک۔ یہ تمہارے ہونٹوں سے ادا ہوتا شرارہ لگتا ہے، شکر پارہ لگتا ہے"

داریہ کی آنکھیں شکر پارے پر چمکیں، وقت ہو اچاہتا تھا داران کے رومنیس کا جنازہ نکالنے کا۔

"مجھے کھانے ہیں"

داریہ کی فرمائش پر داران زرا دور ہٹا۔

"کیا؟"

داران کو حیرت گھیری۔

"شکر پارے، وہ بھی بہت سارے"

داریہ نے آنکھیں پٹپٹاتے منہ میں پانی سا بھرے بتایا تو داران نے اپنا سر پیٹ لیا۔

"تم مجھے ہی کھا لو بی بی، اٹھو جا کر چینیج کرو۔۔۔ تمہیں شکر پاروں کی دکان میں ہی چھوڑ کر آتا ہوں، رنج کے کھاتی رہنا"

داران کی چڑچڑاہٹ فوراً اترنے لگی تو داران لپک کر اسکے گر جانے کے خیال سے جب بے ارادہ پاس آکر اسے تھام گیا تو دونوں کی بے باک نظریں ملیں۔

داریہ نے خود ہی اسکے قریب ہو کر ساری شکایتوں کا گلہ تادیر داران کو میسر آتے توڑا۔

"تمہارا شاد گر بلکل تم پر گیا بے باکیوں میں، یو نو اڑا کے لے گیا بارس صدیقہ کو۔ نکاح تھا آج انکا"

داران کے اس انکشاف پر داریہ جو سرخیوں میں دھلی مسکرا رہی تھی، حیرانگی بھرا ہنس پڑی۔

"ہا ہا واہ واہ بارس تم نے تو میرا سر فخر سے اونچا کر دیا لاڈلے۔ بہت اچھی ہیں صدیقہ، دل پھسل گیا ہو گا

اسکا۔ میں بہت بہت بہت خوش ہوں ماہیر۔ فائنلی بارس کو بھی اسکے حصے کی خوشی ملی"

داریہ تو پگلا ہی گئی، خود داران اسکی ایکساٹمنٹ پر اسے اپنے سینے لگاتا ہنس پڑا۔

"چلو جاو چہنچ کرو ہم بھی گھوم کر آتے ہیں باہر"

اب داریہ کو ظاہر ہے جانا ہی پڑتا ورنہ ماہیر کی اتنی محنت برباد چلی جاتی، فوراً شرارتی منہ بناتی وہ اپنے کپڑے اٹھائے جیسے ہی بھاگنے لگی داران کے تنبیہی گھورنے پر بالکل کچھوے سی سپیڈ پکڑے چلتی اندر گھسی تو داران سر جھٹکتا مسکایا۔

.._____..

"یار آپ بھی لے لیتے بیلا کے لیے کچھ، یہ مسی شکل لے کر جا رہے۔ حد ہو گئی بے مروتی کی۔ کیسی قسمت ہے بیلا بخاری کی کہ بندہ ملا ایک نمبر کا۔۔۔۔۔"

اس سے پہلے یچی اسے زور کی کان کے نیچے دیتا، وہ جو بکے اور گفٹ پیک تھا مے دوسرے سے اپنا سوٹ کیس گھسیٹ رہا تھا، بدک کر دور ہٹا۔

"کیا؟ بولو اور چمڑی اتر والو میرے ہاتھوں۔ زرا شرم کھا لو تمہارا سینئر ہوں۔ رہی بات بیلا کے لیے کچھ لینے کی تو میرے پرسنل سے دو فٹ دور کھسکو سمجھے"

یچی نے بھی گھر کے گیڈ تک پہنچتے بیل دینے کے بجائے ڈپلیکیٹ کی نکالی کیونکہ بیل بجانا اچھا نہ لگا حالانکہ ابھی بس رات کے دس ہی بجے تھے۔

"اچھا تو شرٹ کے اندر چھپا رکھا گفٹ؟"

عمر کو دلچسپی سے موت آئی جس پر یچی نے لعنتی انداز میں ہاتھ دیکھایا، پر عمر کو پراہ ہی کہاں تھی، دروازہ کھولا ہی کہ آگے سوہا مسکرا کر بھیا سے لیٹی، جبکہ اتنے دن بعد اپنی چوڑی کو دیکھے عمر کو فضاوں میں اڑتے دل دیکھائی دیے۔

"اف کتنا مس کیا آپ دونوں کو۔ آجائیں دادو جانم اور بیلا اپیا بھی جاگ رہے۔۔۔"

دانستہ عمر سے نظر چرائے وہ ایکسائٹمنٹ سے بولی جس پر یچی اسکا گال تھپکائے جان بوجھ کر آگے بڑھتا گھر میں داخل ہوا جبکہ اسکے جاتے ہی سوہا زار روہانسی ہوئی کیونکہ عمر بازو کھولے اسکو گلے لگانے کے لیے منتظر تھا۔

فورا سے اسکے حصار میں قید ہوتے ہی بازو عمر کی گردن میں حائل کیے ساتھ جالپیٹی، ایک ہاتھ میں بکے اور دوسرے میں گفٹ سمیت ہی وہ اسکے اطراف شدت سے بازو لپیٹ گیا۔

"بہت مس کیا تمہیں، میرا پٹولا۔۔۔ یہ تمہارے لیے"

بہت دیر بعد وہ روبرو ہوئی تو جذباتی ہوتی آنکھیں نم کیے اسکے بکے اور گفٹ تھمانے پر اور روئی، دونوں کو اس سے لے کر وہیں کھڑی گاڑی کے بونٹ پر رکھے وہ پھر سے عمر کے بازوؤں میں سمٹ گئی۔

"مس یو ٹو عمر، مجھے یہ جدائی تمہاری بہت شدید محبت میں ڈال گئی ہے۔ تم سب کچھ بن گئے میرا"

اتنے دنوں بعد یہ گرفت ملی کے آزادی کا من ہی نہ چاہا پروہ اسے روبرو لے آیا، اسکا چہرہ نہارتے اسکی جبین چومی، آنسو پونجھے۔

"لانگ ڈسٹنس کے بعد والے یہ ہگ بہت یچی ہیں، گلے لگ جا بس میری چوڑی"

عمر کو جیسے قرار ہی اسے دل سے لگا کر ملا۔

"بہت یچی، خیر چلو اندر چلتے"

الگ ہوتے سوہانے جلدی سے پھول اور گفٹ اٹھایا تو عمر نے اسکی کمر میں بازو حائل کرتے قریب کیے پیار بھری حق وصولی کیے سوہا کو دھڑکا دیا۔

کچھ دیر ایک دوسرے کی آنکھوں میں معنی خیزی سے دیکھنے کے بعد مسکرا کر دونوں ہی اندر گئے جہاں یچی، انجمن دادو سے ملنے کے بعد کچن میں میڈ کے ساتھ کھانا گرم کروانے نکلی، کے پیچھے ہی لپکا، عمر اور سوہا کو یچی دروازے میں ملا تبھی عمر نے شرارت سے آنکھ ماری اور دوڑ کر انجمن صاحبہ سے جالپٹا۔

میڈ کو آرام کرنے کا کہے بیلا نے خود ہی سب دیکھنے کا کہا تو وہ چلی گئی، اسی لمحے یچی اندر داخل ہوا، وہ اسکی موجودگی اسکے گلون سے جان گئی تبھی جب وہ پاس آ کر اسے عقب سے حصارے اسکے کندھے پر جھک کر لب رکھے قریب ہوا تب وہ مسکرائی اور یچی کے حصار میں فوراً پلٹی۔

آنکھوں میں محبت کا جہاں بسا تھا۔

"یولک سو چار منگ، تم پر تبیر ڈ بہت سچ رہی ہے۔ یہ سر پر انز تھا؟"

یچی اسکے گالوں سے لگتے ٹھنڈے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر دیوانگی سے چومتے مسکرایا۔

"غور کرو میں تھوڑا صحت مند ہو گیا، چوچا نہیں رہا جبکہ سر پر انز ویڈنگ نائیٹ پر میری جان"

یچی زرا پیچھے ہوا تو بیلا اسکی سمار ٹنس پر پڑے دس پر سنٹ فرق پر ہنسی۔

"تم چوچے بھی آفت تھے اور اب تو واللہ! تبھی وڈیو کال نہیں لیتے تھے اب سمجھی۔ بٹ یس یولک سو ہنڈ سم۔ بہت مس کیا تمہاری ان محبت بھری آنکھوں کو"

بیلا سے مزید دور نہ رہا گیا تو اسکے سینے میں چہرہ چھپائے اسکے حصار میں سمٹی جو یچی نے مضبوط کیے احساس سکون میں اضافہ کیا۔

"میں نے بھی، ٹھیک ہو گئی ہونا پوری؟"

یچی کا معنی خیز سوال سنے وہ شرمگین سا ہنسی۔

"الحمد للہ! اچھا جاو میں کھانا لگواتی ہوں، مجھے ابھی پریشان مت کرو"

بیلا نے اسکی روح سہلاتی گرفت میں پھڑ پھڑاتے جانا چاہا مگر یچی نے اسے تھامے اسکی گردن کے اطراف پیار دیتے اسکی گلاب خوشبو انہیل کرتے گال پر بھرے بوسے سے محبت تحریر کیے بیلا کی دھڑکنیں تیز کیں۔

"آئی لو ویو"

زر اسابھٹک کر محبت بھرالمس بہکی رو میں بخشا ہوا وہ شرافت سے اس سے دور ہوئے کچن سے نکلا تو بیلا نے دل کے بڑھتے شور پر گھبرا کر سلیب تھامی اور دوسرا ہاتھ دل پر رکھا، اف وہ آنکھوں میں چلا آتا بیلا کا دھڑکتا دل قیامت تھا۔

.._____..

"اوہ میرے خدا! تمہیں ناں چھتر پڑنے چاہیں۔ کس قدر بد تمیز ہو رہے ہو تم۔ بچارے رجال بھائی، اگر خدا نخواستہ کس کر بیٹھتے تو تیزاب سے منہ کو غسل دینا پڑتا۔۔۔ عاقب۔۔"

اپنی سٹوری تھکے عاقب صاحب نے فریش ہو کر باہر نکلتے ہی انیب کے گوش گزار کی، وہ اسکے لیے کافی لائی تھی بنا کر پر یہ سب سنے اسکی طرف پلٹی جو بے شرمی کی ساری حدیں کر اس کیے بس اک ٹاول میں فخر سے کھڑا تھا، انیب پلٹنے پر پچھتائی، جسم کانپ گیا، آنکھوں میں گلال اتر آئے، جبکہ ٹاول سے بال رگڑنا روکتا عاقب ٹاول تھامے ہی مقابل اتری قوسین پر مبہوت ہوا۔

"کیا ہوا میرے جلوے سہے نہیں جا رہے جو نظر چرالی میرے سکون نے، اور تم نے کتنی بار تیزاب سے منہ دھویا اسکی بھی وضاحت دو"

ایک ہی جھٹکے سے ٹاول ڈریسنگ کی جانب پھینکے انیب کو کھینچ کر اپنے سینے سے پٹخے کڑے تیوروں اور بھاری آواز میں کی سرگوشیوں سے حساب چاہا، انیب کا چہرہ سرخیوں میں ڈھلتا بس دھنک رنگ ہونے لگا۔

"عاقب! وہ انیب نہیں ہیں اور میں کیوں دھونے لگی تمہارا لمس تیزاب سے۔ تم تو سراپا امرت ہو، پر خدا کے لیے یہ چھوٹے بچوں کی طرح ٹاول باندھ کر کمرے میں مت آیا کرو، کسی دن میری سانس رکی تو کرتے رہنا پھر میرے سکون میرے سکون۔۔۔ یونوناں، یو آرویری ہاٹ مین"

انیب کی دھڑکنیں اب بھی اتھل پتھل ہو گئیں اور عاقب چاہتا تھا جب وہ بوڑھا ہو جائے تب بھی انیب اسکو دیکھ کر یونہی رنگیلی اور آتشی ہو جایا کرے۔

کیسی راحت تھی اس لمحے اسکو بیان کرنا مشکل ہوا تو اپنے بے قابو جذبات کی رو بھٹکانے کو ہنس دیا۔
"جب یوں میری ہاٹنس سے گھبراتی ہو، قسم سے تمہیں سالم نگلنے کا دل چاہتا ہے۔ اچھا لگتا ہے تمہارا گھبرانا، سکون اور تسکین ہی مجھے تمہارے اس روپ سے ملتی ہے۔ میں اپنی عادتیں نہیں بدل رہا، تم یوں جان لیو اہو نامت چھوڑنا۔۔۔ پر امس؟"

عاقب کا یکدم نرم اور محبت سے لبریز لہجہ انیب کی سانسوں کو رواں کر گیا وہ اسکے سینے لگتی ہاتھ اسکے چوڑے شانے تک لپیٹ گئی جواب تک تر تھے۔

"پر امس، تمہاری یہ شوخیاں، بے باکیاں، یہ شیطانیاں ہی تمہارا اصل حسن ہیں۔ میری جان ہو تم عاقب موہان"

انیب فوراً اسکے روبرو ہوتے اسکا خوبصورت مسکراتا چہرہ نرم مرمریں ہتھیلوں کی حرارت میں بھرتے اسکے عارض چومتے عاقب کو رشک و سرور بخش گئی۔

"اور تم میرا سکون۔۔۔"

جو ابا اپنے آتش مزاج جیسی جسارت کیے کچھ لمحے انیب کی سننے، سمجھنے، اور سانس لینے کی حس اپنے قبضے میں لے کر وہ غضبناک مسکرایا۔

"رجال بھائی کے پیر کا کیا ہو گا عاقب"

یکدم ہی انوونے بیچ کے فسوں کو توڑا اور نہ وہ جان پر اک لمحہ لگا کر مسلط ہو جاتا۔

"ہا ہا اسکی فکر مت کرو یار، اسکی جانیہ ہے ناں۔ تھوڑا پیار کرے گی اسکے سارے درد دور ہو جائیں

گے۔ میرے لیے کپڑے نکال دو میں کافی پی کر زرا ہاٹنس بڑھالوں اپنی پھر تم پر نازل ہوتا ہوں"

عاقب کی بد زبانی پر انیب گھوری پر آگے سے اس آگ کے گولے کی نظریں بچاری کو زمین میں ہی دھنسا گئیں۔

"جب شرم بٹ رہی تھی اسکا برتن لیک تھا، وہیں گر گئی کہیں"

منہ ہی منہ میں بڑبڑائے کا نپتی ٹانگوں سمیت ہی وہ ڈریسنگ روم دوڑ کر گھسی تو عاقب نے بھی سائیڈ میز

پر رکھا کافی کا بھاگ اڑا تا مگ اٹھا کر ہونٹوں سے لگائے شرا انگیز سی سائیل دی جو ہر رات ہی اس کمینے کی

آنکھوں کا حصہ ہوتی تھی۔

"رجال! آپ ٹڑکھڑا کر کیوں چل رہے ہیں۔ سب بیٹھے تھے تبھی پوچھ نہیں سکی باہر، آریو اوکے؟ صبح تو میں آپکو ٹھیک چھوڑ کر گئی تھی"

کچن وغیرہ ثمن ماما کے ساتھ سمیٹ کر وہ جلدی سے کمرے میں رجال کا کھانا لیے دوڑی، رجال کچھ دیر پہلے ہی جم سے آیا تھا تبھی وہ اسکا ڈنر بھی ٹرے میں سجائے لائی، وہ ابھی فریش ہو کر باہر آ رہا تھا پیر میں درد کے سبب زرا زرا چلنے میں مشکل تھی۔

"میں ٹھیک ہوں، تم بتاؤ دن کیسا گزرا۔ انیب کا چینل ہاؤس دیکھا تم نے؟"

رجال نے ٹاول ہینگ کیے اپنے لیے گرم سٹف شرٹ کبرڈ سے نکال کر پلٹ کر مسکرا کر پوچھا تو وہ ٹرے بیڈ پر رکھے لپک کر رجال کی طرف آئی، آنکھیں اسکے بنا شرٹ کے دیکھائی دیتے خوبصورت وجود سے لمحہ بھر سرکاتے پر حیا پلکیں جھکا کر نرمی سے اسکے ہاتھ سے شرٹ لی اور پہنانے کے بیچ بس خاموشی سے رجال کو دیکھتی رہی۔

"پہلے بتائیں پیر پر کیا ہوا؟"

جانیہ نے بٹن بند کیے کالر بٹھاتے ہوئے اپنی ہتھیلوں کو اسکے سینے پر جوڑا۔

"عاقب کی شرارت، جانیہ بن کر صبح کس لینے آیا تھا کمینہ"

رجال نے زرا نظر سی چرا تے بتایا، جانیہ بے اختیار اک ہتھیلی اپنے ہونٹوں پر رکھے ہنس پڑی۔

"ہا ہا یہ عاقب بھائی تو بہت وہ ہیں، انیب آپکا کیا حال کرتے ہوں گے۔ چلیں آپ کھانا کھائیں میں آپکے پیر کا مساج کرتی ہوں"

ہنسنے کے ساتھ ہی وہ رجال کا ہاتھ پکڑے بیڈ کے کنارے لائے جانے لگی تاکہ کوئی آنٹنمنٹ تلاشے مگر رجال نے اسکو نرم سا حصار لیا۔

پلوں میں جانیہ کی رخساروں پر رجال کی خوب صورت نگاہوں کی تپش سے گلاب اترے۔
"میں نے پورا دن بہت مس کیا تمہیں"

رجال اسکی خوشبو محسوس کرنے کو بہت تروتازگی بھرا جان رہا تھا پھر وہ جیسی پھول کی طرح صبح تھی اب تک اسکے چہرے کی چمک ویسی تھی۔

"میں نے بھی، خود چلی گئی تھی تاکہ آپکو مزید ہلکان نہ کروں۔ خواہش کبھی ختم نہیں ہوتی لیکن انسان کے اعصاب تھک جاتے ہیں، مسلط رہنے سے۔ میں نہیں چاہتی آپ پر اتنا سا بھی بوجھ بنوں، جب کبھی آپکے احساسات اور اعصاب پر بھاری پڑنے لگی تو مجھے خود سے کچھ دن دور کرنے کی اجازت ہے آپکو رجال"

اپنے ہونٹوں کو بہت پیار سے پھیلانے وہ بولتی ہی اتنا پیارا تھی کہ رجال کا ہوش یہیں دم توڑنے لگتا تھا، وہ بہت خاص تھی، اسکا اسکی روح تک اعتراف کر رہی تھی کل سے۔

"نہیں! ایسی اجازت مت دو مجھے۔ میں تم سے کبھی دور نہیں جانا چاہوں گا۔ ہم جہاں رہیں گے ساتھ رہیں گے، تم نے میرے جسم کی ساری تھکاوٹیں بانٹی ہیں جانیہ۔ تم کیسے تھکن بخش سکتی ہو۔ تم ایک مکمل، سراپا راحت ہو میرے لیے"

اسکی جبین بے حد جذب سے چومے رجال نے اپنی چاہت کے پھول کھلائے، جس سے جانیہ کی شاخ جان پر بہا اتری۔

"یس! پیور سولز جو ہیں ہم۔ آپ خود بہت سکون آور ہیں میرے لیے رجال۔ جیسے آپ سے میرا دل جڑا ہوا ہو، جیسے آپکی روح میں میری روح کا حصہ ہو"

لہجہ اب بھی ڈرا تھا پر وہ بلاشبہ ایک خوبصورت اعتراف کر چکی تھی جسکی تسکین و ستائش ایک ساتھ انجام پاتے رجال نے نرم چاہت بخش کر اسکے احساس کو دیوانگی سے ہونٹوں سے لگالیا۔

"آپ جیم ٹائمنگ چینیج کریں رجال، سب کے ساتھ مل کر ڈنر کرنے کا اپنا مزہ ہے"

جانیہ نے جلدی سے اسکی آنکھوں سے نگاہیں چراتے بات بدلی جس پر رجال ٹرے پر سجے بھوک بڑھاتے لوازمات دیکھے بیٹھا اور کھانا شروع کیا۔

جانیہ نے بھی سامنے ہی بیٹھے دھیرے سے ہاتھ بڑھا کر رجال کے پیر کو چھونا ہی چاہا جب وہ پیر کھینچ کر فولڈ کر گیا۔

جانیہ اسے مسکراتی گھوری۔

"میرے پیروں کو ہاتھ نہیں لگاؤ گی تم"

رجال کو سب بہت اچھا لگا کیونکہ شمن ہر روز ایک دو ڈش صرف رجاں کی پسند کی خود بنوایا کرتی تھی۔
"تو مساج کیسے منہ سے کروں؟"

جانیہ کو اسکی بات پر تپ چڑھی، رجاں اسے پھر گھورا تو وہ یہ تنبیہی تیور نظر انداز کیے کچھ دیر کے لیے کمرے سے غائب ہوئی، جب واپس آئی تو آئٹمنٹ اسکے ہاتھ میں تھی۔

وہ رجاں کے لیے سٹرونگ بلیک کافی بھی بنا کر لائی تھی تبھی رجاں بھی ڈنر فنش کر چکا تھا۔
"دو میں خود لگا لوں گا"

رجاں نے بیٹھے بیٹھے ہی ٹرے سائیڈ رکھتے ہاتھ آگے کیا۔

"خود لگانی ہوتی تو اب تک لگا چکے ہوتے، رجاں پلیز آپکے پیر مجھے بہت پیارے ہیں۔ تو ہاتھ لگانے سے کیا ہو گا، خوا مخواہ کی ضد نہیں"

جانیہ کسی انکار کے موڈ میں نہ تھی تبھی رجاں نے اسے تنگ نہ کرتے پیر سیدھا کر دیا، جانیہ نے اسکا پیر اٹھا کر اپنی گود میں رکھتے دھیرے سے آئٹمنٹ انگلیوں کی دو پوروں پر لگاتے رجاں کے پیر کے تلوے پر لگاتے مساج کرنا شروع کیا، درمیان میں کہیں درد تھا جو جانیہ کو دبانیے سے رجاں کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر پتا چلا۔

"جانیہ بس"

رجال نے پیر کھینچا تو وہ غصے سے گھوری۔

"کیسی ضدی ہو تم؟"

رجال خفگی سے منہ پھلا گیا جبکہ جانیہ نے اچھا بھلا مساج دیا پھر اسکا پیر میٹرس پر رکھے اٹھ کر زرا پاس آئے ٹرے اٹھانے لگی جب رجال نے اسے دبوچ کر پاس ہی بٹھالیا۔

وہ بیٹھتے ہی رجال پر جھک آئی۔

ڈھیلے سے بندھے بال اس جھٹکے سے کیچڑ سے نکل کر رجال کو اور مدہوش کر گئے۔

"اسے ضدی نہیں، جان لیوا کہتے ہیں۔ آپ پورے پیارے ہیں مجھے، ایسے بچوں کی طرح بیہوش کیا کریں۔ آپکے پیر میں ہلکا سا کسی سخت چیز کا دباؤ پڑا ہے بس اور لڑکھڑا آپ ایسے رہے تھے جیسے خدا نخواستہ پیر کٹا ہے۔ میں پریشان ہو گئی تھی"

جانیہ نے اسکی بیرڈ میں انگلیاں گھساتے اسکے چہرے کے بہت مدہم نشان پر انگلی پھیری، ملائم سا احساس پاتے ہی وہ جھک کر اپنے ہونٹ اسکی گال پر رکھ بیٹھی، رجال کو بے حد سکون ملا لیکن جانیہ کی بات مسکراہٹ بھی دے گئی۔

"تم پریشان ہوئی تبھی تو مجھے تمہارے لاڈ ملے"

وہ بظاہر خوش تھا پر جانیہ کو لگا اسکی اس بات میں درد ہے۔

"رجال! آپ کو مجھ سے جو بھی چاہیے ہو بس حکم کیجئے گا۔ لاڈ ہو، پیار ہو، فکر ہو، توجہ ہو یا بہت سارے گہز۔ جتنا بس میں ہوا دوں گی۔ آپ سے میری دنیا شروع ہوئی ہے اور آپ پر ہی ختم ہوئی ہے۔ میں کبھی کمی کر دوں اپنی بے پناہ محبت میں تو حق سے کہہ دیجئے گا۔ مجھے اچھا لگے گا"

اسے رجال کو دیکھ کر صرف پیار محسوس ہوا کیونکہ سچ میں ان کے درد ہی اس عشق اور کشش کا سبب بنے تھے۔

"تم مجھے دیکھتی رہو گی میں کمیوں، خساروں اور حسرتوں سے محروم ہوتا جاؤں گا۔ بہت کئیرنگ ہو تم، ماما کے بعد ان جیسا میرا دوسرا مرہم تم بنی ہو۔ بہت پیاری ہو"

رجال کا اعتراف خوبصورت تھا، جانیہ کا دل چاہا اس سے پیار کا اظہار پھر سنے کیونکہ کل بس ایک بار ہی اسکے آئی لوویو کے جواب میں ہی رجال نے وہ تین لفظ کہے تھے۔

"آپ دوسری بار کب کہیں گے؟"

جانیہ کی بے قراری پر رجال یکدم حیرت زدہ ہوا۔

"کیا کہنا ہے؟"

رجال کو سچ میں سمجھ نہ آیا۔

"وہی کہ کون ہوں آپ کی"

جانیہ نے سر اس کے سینے رکھتے اسکے سینے سے گردن تک ہاتھ لے جاتے رکھا۔

"محبت"

رجال کا جواب سنے وہ روبرو ہوئی، آنکھوں میں جسم کی ساری جان عود آئی۔

"آپکے ہونٹوں سے محبت لفظ بھی قابل محبت ہو کر نکلا ہے، آپ سچ میں اتنے پیارے ہیں یا صرف مجھے لگتے ہیں رجال"

وہ بلاشبہ اچھا اور پرکشش تھا، اک چارم تھا اسکی پرسنالٹی کا مگر جانیہ حسن کے معاملے میں اس سے کئی گنا اعلیٰ تھی پر یہ محبت کی وہ قسم تھی جو دلوں سے وابستہ تھی۔

"صرف تمہیں لگتا ہوں، تمہیں پتا ہے تم بہت زیادہ خوبصورت ہو جانیہ۔ کبھی اتنی خوبصورتی اور خوب سیرتی میں تو ایک ساتھ نہیں دیکھی۔ تم بالکل اپنی ماں جیسی نہیں ہو، تم میرے جیسی ہو"

یہ ذکر رجال اگر کسی اور طرح کرتا تو جانیہ ہرٹ ہوتی پر رجال جانتا تھا کیسے الفاظ میں یہ حوالہ جانیہ کو سکون دے سکتا ہے۔

"مجھے فخر ہے کہ میں آپ جیسی ہوں، آپ نے یہ جملہ کہہ کر میری سیروں خون بڑھایا ہے۔"

جبکہ ایسا ہی جواب چاہتا تھا وہ۔

"میرے پاس آ جاو"

جانیہ نے اسکے کھینچنے پر ٹرے کی طرف بیچاریگی سے دیکھا جو اسے سائیڈ ٹیبل پر بہت بری لگ رہی تھی، بیسی فیل ہو رہا تھا۔

"رجال مجھے ٹرے رکھنی ہے، آپ کافی پیسےیں ٹھنڈی کر دی"

جانیہ نے گھبرا کر اسے ہوش دلائی۔

"تم سی مٹھاس کے آگے وہ کڑوی کافی ہرگز مناسب نہیں۔ بس میرے پاس آ جاؤ اور مجھ سے باتیں کرو۔ بتاؤ اس سارے وقت کتنا مس کیا؟"

رجال کی خواہش نہ ٹالے وہ اسکی بازو پر سر رکھے ساتھ ہی جوتے اتارے لیٹ گئی۔

"وہ کل بتاؤ دیا تھارات کو"

جانیہ نے ہچکچاتے ہوئے بتایا۔

"میں ہوش میں نہیں تھا سن نہیں سکا پھر سے پلیز"

رجال کی من مرضی کے آگے جانیہ ہار گئی اور پھر سے اسے جدائی کے وقت کا احوال سنائے کبھی مسکرا نے لگی کبھی اداس ہو گئی۔

"بولتی رہو پلیز"

رجال کے اسکے چپ ہونے پر وہ بے تاب ہوئے بولا تو جانیہ نے چہرہ اسکی گردن میں چھپا لیا۔

"تھک گئی، آئی نیڈ یو لائنک ڈیٹ"

جانیہ نے کہتے ہیں آنکھیں بند کیں جبکہ رجال نے زرا سا پیچھے ہونا چاہا تو وہ ہنستی ہوئی اور اس میں سمٹ گئی۔

"او کے، تھینک یو فار ایوری تھنگ جانیہ"

بالوں پر پیار دیتے وہ اپنی بازو پھیلائے جانیہ کی پرسکون نیند کے اب ہر شب یونہی اسباب کرنے والا تھا۔

.._____..

"اس طرف آئی سپیشلسٹ ہیں"

ماول اور ایاد گھر نکل گئے کیونکہ انکو داریہ اور داران پک کر کے لے گئے جبکہ حمین واپسی پر مایا کے ساتھ ہو اسپتال آیا، دونوں ساتھ ہی تھے، جب حمین بھی ساتھ ہی جانے کے ارادے بنانے لگا تو مایا کے چہرے کی رنگت بدلی۔

"آپ کہاں جا رہے ہیں پلیز آپ یہیں ویٹ کریں حمین میں آ جاتی ہوں"

در حقیقت مایا یہاں گائنی کو ملنے آئی، کیونکہ آنکھوں کی دھندلاہٹ کے ساتھ اسے ڈنر کے بیچ عجیب چکر آتے رہے یہاں تک کہ اس سے کچھ کھایا تک نہ گیا بس اسی لیے اس نے یہ سوچا کہ گائنی سے مل کر اپنا شک دور کرے۔

مایا کے گریز پر حمین نے اسکو پکڑ کر اپنے روبرو کیا جو عجیب بے قرار سی تھی، آنکھیں بھی چرا رہی تھی۔

"میں ساتھ جاؤں گا آپ اکیلی کیوں جائیں گی، مایا عجیب بیہوش مت کریں پریشان ہو رہا ہوں"

ہاتھوں کو مایا کے ٹھنڈے چہرے سے جوڑے گرمائش دینے کے بیچ اپنے جذبات بھی اسکے دل کو آسودگی دینے کو بیان کیے۔

"پلیز حمین! آپ یہیں رکیں میں ابھی آجاتی۔ مجھے نہ اکیلے ڈاکٹر کے پاس جانا ہی پسند۔۔ میرا مطلب پسند نہیں کمفرٹ کہہ لیں۔ آپ یہیں رکیں میں بس ابھی آرہی ہوں"

اسی سابقہ گھبراہٹ کے سنگ وہ حمین کے ہاتھ چھڑواتی تیزی سے وہاں سے غائب ہوئی جبکہ حمین ماتھا کھجاتا مایا کی مشکوک حرکت پر کسی سوچ میں تھا، خیر مایا نے کسی نرس کی مدد سے مطلوبہ ڈاکٹر ڈھونڈی۔ جبکہ چیک آپ کے دوران مایا کے دل کی دھڑکن اس قدر تیز تھی کہ وہ ڈاکٹر خود سارا وقت مسکراتی رہی۔

زلٹ جاننے لیے بلڈ ٹیسٹ رپورٹ کی ضرورت ہی نہ پڑی کیونکہ مایا کی پریگنسی کو پانچ ہفتے گزر چکے تھے، جبکہ اسے اب جا کر اسکا اثر فیل ہوا۔

"بے بی پانچ ہفتے کا ہو چکا ہے، بہت مبارک ہو۔ بلڈ کی کمی ہے وہ ساتھ ساتھ لگ جائے گا لیکن آپ کو اپنا بہت خیال رکھنا ہے، جائیں اپنے ہسپتال کو بلائیں تاکہ میں آپ کی رپورٹس انکے حوالے کر کے کچھ احتیاطی تدابیر بھی بتاؤں"

مایا کی آنکھیں دفعتاً بھگیں، یعنی اتنے دن سے وہ امید سے تھی اور اسے خبر ہی نہ ہوئی، اللہ کا شکر ادا کرتی یا عنقریب حمین کو بانٹنے کا دکھ سنبھالتی، ڈاکٹر کو سر ہلا کر اشارہ کیے وہ کانپتے پیروں میں ہمت بھرے اٹھی، پورا جسم خوشی اور سکھ کی شدت سے لرز رہا تھا۔

"یا اللہ! م۔ میں حمین کو یہ کیسے بتاؤں۔ ایسا لگ رہا ہے میرا دل بند ہو جائے گا۔ ہمارا بے بی۔۔ حمین تو اسے اپنی جان بنا لیں گے، پ۔۔ پھر میرا کیا ہو گا۔ کیا وہ مجھے بھول جائیں گے۔۔۔۔۔ ہاں جب وہ داریہ اور ایاد سے اتنا پیار کرتے ہیں پھر اپنے بے بی کو تو بہت پیارا کر لیں گے۔۔ م۔ میں کیا کروں گی؟ نہیں میں کیسے شیر کروں گی انکو"

خود سے لڑتی روتی تڑپتی وہ کب باہر کوریڈور تک آگئی کہ خبر ہی نہ ہوئی، وہیں ٹہلتے حمین نے خود ہی اسے دیکھا، مایا نے بھی اسی لمحے حمین کو دیکھا۔

"حمین"

وہ جیسے ہی مایا کی بھگی آنکھوں کو دیکھائی دیا، مایا نے اسے پکارتے ہی لپک کر ان آسودہ پناہوں کو حاصل کیا اور ساتھ جا لیٹی۔

وہ رو رہی ہے یہ حمین کو اسکی شدت اور گرفت کے بعد سسکنے سے پتا چل گیا اوپر سے مایا کے دل کی دھڑکن بھی بہت تیز تھی۔

"مایا! آریو اوکے؟ کچھ بتائیں تو ہوا کیا ہے"

ایک تو وہ پہلے ہی مایا کی مشکوک حرکت پر پریشان تھا اوپر سے مایا کے آنسو، حمین چوہان کے دل کی دھڑکنیں سست کرنے لگے۔

"حمین کچھ ایسا ہو گیا ہے جو میں بتا نہیں سکتی، پلیز مجھ سے کچھ مت پوچھیں"

مایا کی تکلیف کی نوعیت سمجھنا حمین کے لیے مشکل ہوا، اس لڑکی کا رونا، خون جلارہا تھا۔

"خدا کی بندی! کیا میری جان لینا چاہتی ہیں"

اسکے بدستور بہتے آنسوؤں سے حمین کی آواز میں سہا پن آیا اور لہجہ بھاری ہوا۔

"میں آپکو کیسے اسکے ساتھ شئیر کروں گی حمین، مجھ سے نہیں ہو گا۔ آپ صرف میرے ہیں"

مایا کے اس جواب نے حمین کو دل و جان سے ہلا کر رکھ دیا۔

پوری قوت سے وہ روتی مایا کو پکڑ کر اپنے سامنے لایا۔

"سٹاپ کرائنگ! میری طرف دیکھیں کس کی جرت ہے جو آپ سے حمین چھینے۔ کس کے ساتھ شئیر کرنا پڑے گا آپکو مجھے۔ کیوں پریشان کر رہی ہیں، میرا دل بیٹھا جا رہا ہے"

حمین نے اسکے آنسو پونجے، گالوں سے چپکے بالوں کو ہٹائے مایا کی سرخ آنکھوں میں جھانکا۔

"ح۔۔ حمین! بے بی"

مایا بتاتے پھر رو پڑی۔

"بس اتنی سی بات۔۔۔۔۔ ویٹ۔۔۔۔۔ واٹ؟ کیا کہا؟"

حمین پہلے تو بے ارادہ مسکرایا لیکن پھر یکدم کرنٹ لگے بندے جیسے اس نے مایا کا جھکا چہرہ اوپر اٹھایا، حمین کے چہرے پر لکھے تڑپے ہوئے سوال نے مایا کی سانس روک دی۔

"بے بی؟ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ ہمارا بے بی۔۔۔ مایا جواب دیں مجھے"

حمین کی بے قراری پر وہ پھر سے اسکے سینے جا لگی۔

"ج۔۔۔ جی۔۔۔ پانچ ویکس سے وہ میرے پاس آچکا ہے حمین۔۔۔۔ آپ کی طرح اس نے بھی چپکے سے میری زندگی میں آکر سر پرانز کر دیا"

سینے لگی ہی وہ نم آنکھوں سے ممننائی جبکہ حمین کے ہونٹوں پر دفعتاً مسکراہٹ عودی اور خود بخود مایا کے گرد بازوؤں کا ہالہ جکڑا گیا۔

"مایا! یہ اتنی بڑی خوشی آپ ایسے رو کر سنا رہی ہیں۔ کیا کروں میں آپکا؟ آپ دنیا کی حسین ماں بنیں گی۔۔۔ اتنی بڑی خوشی چھپا کر بیٹھی تھیں اور میں کب سے انتظار میں تھا اس لمحے کا۔ میری جان! آپکا جتنا ہوں اتنا اپنا نہیں، تو یہ ڈر دل سے نکال دیں کہ حمین آپ سے آنچ بھی دور ہوگا"

حمین نے اسکا چھپا چہرہ اٹھاتے جبین چومے یقین دلایا، مایا کی نم آنکھیں مسکراتے ہونٹوں کے سنگ غضب ڈھا گئیں۔

"پر امس کریں مجھ سے، بے بی آیا تو مجھ سے اور زیادہ پیار کریں گے۔ سن رہے ہیں ناں، میں نہیں برداشت کر پاؤں گی آپکا کسی کو جان کہنایا بنانا۔ میں رہوں گی، میں رہنا چاہتی ہوں۔ ورنہ رورو کر خود کو ہلکان کر دوں گی"

وہ پہلی ماں تھی جو اپنے ہی بچے سے جل رہی تھی، حمین اسے پکڑ کر بھیجتا قہقہہ مارتے منظروں کو ساکن کر گیا۔

"رورو کر ہلکان آپ آل ریڈی کر چکی ہیں خود کو، میں پر امس کرتا ہوں جیسی آپ ہیں ویسا کوئی نہ اس جہاں پیارا ہو گا نہ دوسرے جہاں۔ بس رونا بند کریں اور سمائیل کریں۔ ممی ٹو بی مایا! یہ رونے والی بات ہے کیا؟"

حمین نے بہت سے جتن کرتے فائنلی اپنی لیڈی فریگرنٹ کو مسکراہٹ دے ہی دی پر باخدا مایا یوں
الگ ہی لیول کا شرماتی جان پر بن گئی۔

"میں خوش ہوں، کیونکہ آپکو یہ خوشی میرے وسیلے سے مل رہی ہے۔ حمین آپ کے لیے یہ دعا
ناجانے کب سے کر رہی تھی۔ مجھے زیادہ پیار کرنا ہے آپکو، میں پاگل ہوں آپکے لیے۔ سمجھے
آپ۔۔۔ چلیں ڈاکٹر بلارہیں آپکو"

مایا کی معصومانہ تاکیدیں حمین کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ چھوڑ رہی تھیں جبکہ دونوں اسکے بعد رپورٹس
کلکٹ کرنے پہنچے، ڈاکٹر نے دونوں کو مبارکباد کے ساتھ احتیاطی تدابیر بتائیں۔

جبکہ حمین اسے لیے واپس روانہ ہوا، مٹھائی، کیک، اور ناجانے کتنی ساری چیزیں خرید لیں۔

اور جب گاڑی ڈیفنس کالونی کے پارکنگ ایریا میں رکی تو حمین نے مسکراتی مایا کا ہاتھ پکڑے کھینچ کر اپنے قریب کیا، اسکی دونوں رخسار چومتے ماتھا چوما، پھر ہاتھ پکڑ کر لبوں سے چھوا۔

"آپ نے میری زندگی ناقابل بیان حد تک دلفریب کر دی مایا، بہت زیادہ خوش ہوں کہ مجھے یہ خوشی آپکے اس من پسند وجود سے مل رہی ہے، میں آپکو سچ میں گلاب کے پھول کی طرح پیار سے سنبھالوں گا، آپ میری زندگی کی بہار، خوشبو اور تازگی ہیں۔ یونہی تو آپکو فریگرنٹ لیڈی نہیں کہتا۔ میرے لاڈلوں کی خوشی چیک کر یے گا زرا، اومائی گارڈ میں بہت زیادہ ایکسائٹڈ ہو رہا ہوں۔ باخدا میری زندگی کی ایسی شدید خوشیاں مجھے آپ سے ملی ہیں، پاگل کرنے والی خوشیاں، دیوانہ کر دینے والے سکھ"

مایا سے کچھ بولنا مشکل تھا لیکن حمین کی توسانسیں، آنکھیں یہاں تک باتیں بھی بول رہی تھیں۔

وہ پھر سے اسکے سینے جا لگی۔

اسے یہ والا حمین اپنا شیدائی کر گیا۔

"حمین! نظر نہ لگے ہمیں"

مایا کی سرگوشی پر وہ چہرہ روبرو لائے اسکی آنکھوں کو چومتے رہی سہی نمی چن گیا۔

"نہیں لگے گی، آجائیں سبکو یہ نیوز سناتے ہیں۔"

مایا نے خوشی خوشی اسکے ہمراہ گھر تک فاصلہ طے کیا، حسب توقع وہ چاروں باشندے لاونچ میں ہی ڈھیڑ ہو کر حمین اور مایا کے منتظر تھے۔

بیل بچی تو ماول ہی دوڑ کر گئی اور آگے سے حمین انکل کے ساتھ خالا جبکہ اتنے سارے شاپنگ بیگز جن میں مٹھائی اور سوئیٹس کی اک ریسا نہ ریخ تھی دیکھ کر ٹھٹکی۔

البتہ مایا اور حمین کے چہرے کا گلو ہی ٹارگٹ پوائنٹ تھا داران، ایاد اور داریہ کے لیے۔
"آپ دونوں یہ بلش کس خوشی میں کر رہے یار؟"

داریہ ابھی بھی بیٹھ کر ڈرائے فروٹس ہی چبا رہی تھی، جبکہ ایاد، داران اور اب تو ماول کی پر شوق نظریں بھی اس سپیشل کیل پر تھیں۔

"ایکچولی ہمارے پاس تم لوگوں کے لیے ایک ایکسائننگ نیوز ہے"

حمین خود تھوڑا بلش کیا کیونکہ یہ پہلا ایکسپرنس خاصا گدگد رہا تھا، جہاں ماول تمہید پر ہنسی وہیں داریہ، داران اور ایاد بھی فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔

آنکھوں ہی آنکھوں سے کچھ باتیں ہونے کی دیر تھی کہ داریہ اچھلتی ہنستی ماموں سے جا لپٹی یہاں تک کہ آدھے حصار میں مایا کو بھی بھر لیا، ماول، داران اور ایاد بھی ہنس پڑے۔

"اوہ مائی گاڈ! ماموں۔۔۔ آر یو سیریس۔۔ مطلب میرے ماموں اب فائنلی ریل بابا بنیں گے۔ آئی

ایم سو، پیپی۔۔ مایا! بہت مبارک ہو۔ یار آپ دونوں جییں بس۔ قسم سے میرا بس چلتا تو ناچ کر خوشی

مناتی لیکن میرا بندہ مجھے دو کھینچ کر لگا دے گا تو بھی میرے نہ ناچنے کے باوجود ناچنے کو قبول کر لیں"

داریہ کی بات اور خوشی نے سبکے چہروں پر شرارت دوڑائی۔

خود ماول فوراً خالہ سے لپٹ گئی جبکہ ایاد اور داریہ نے ایک بار پھر مل کر ماموں کے گلے لگتے دبوچ کر پیار جتایا جبکہ یہ خوشی داران کی آنکھوں میں سرخائی لائی کیونکہ بہت بڑی تھی، ماول اور داریہ سے ملنے کے بعد داران قریب آیا تو نم آنکھیں چرا لیتی مایا کو آہستگی سے پکڑے اپنے مضبوط حصار میں بھرے داران نے اپنا ہاتھ مایا کے سر کی پچھلی طرف رکھا اور جھکتے سر چوما، وہ فوراً سے بازو داران کے اطراف لپیٹ کر اسکے سینے میں سمٹ گئی۔

"میری مایا، پہلے مسٹر حمین کی ہوئیں اب شاید شمیم کی ہو جائیں۔۔۔ آہ میں بچا رام نہ بولا بچہ آپکا سڑتا رہ گیا"

داران نے مایا کے آنسوؤں کو اپنے سینے کی ردادی کیونکہ جانتا تھا وہ اسکے گلے لگ کر بچپن سے خوشی اور دکھ میں روتی آئی ہے جبکہ شمیم پر نا صرف سارے ہنسے وہ خود ہنس پڑی۔

"میں اپنے بے بی کا نام شمیم نہیں رکھنے والی داران۔ اور سڑیں تمہارے دشمن۔۔۔ تم تو دل ہو مایا کا"

مایا کا معصومانہ احتجاج پر سب مسکائے داران سمیت کیونکہ اسے مایا پر ڈھیروں پیار آرہا تھا۔

"اور آپ میری بہت بڑی خوشی، بہت مبارک ہو۔ اللہ آپکو اولاد کا کامل سکھ عطا کریں۔ دن بدن اپنے حمین کو مزید پیاری ہوتی جائیں۔ آپکی یہ خوشبو مجھے بہادر بناتی آئی ہے، آپکی اولاد بھی ایسی ہی نڈر ہو۔ ہمیشہ مسکراتی رہیں مایا"

پیار سے مایا کی جبین چومے وہ مسکرا کر حمین کی طرف پنچے کی صورت ہاتھ بڑھا گیا جسے حمین نے پوری قوت سے جکڑا جبکہ یہ سب ماول کو بھی جذباتی کر گیا تو وہ بھی فوراً سے بھیا اور خالا کے نیچ انکے ہگ میں گھسی، دار یہ اور ایاد ماموں سے لپٹے تھے جبکہ مایا اور ماول، داران سے اور با خدا لگ رہا تھا دنیا جہاں کی ساری دلکشی بس اسی جگہ آن سمائی ہے۔ زہے نصیب۔

جبکہ سبکے سونے کے بعد جب ماول روم میں آئی، ایاد لیپ ٹاپ کھولے اپنا کام ہی کر رہا تھا۔ ماول نے پاس آ کر رکتے مسکرا کر اسکا لیپ ٹاپ اٹھایا اور بند کیے مڑ کر میز پر رکھے خود ایاد کے پاس لیپ ٹاپ کی جگہ سنبھالے گلے میں بازو ہار سے پروے آسمائی۔

"ایاد! کیا آپکو بھی بے بی چاہیے"

سب کے بے بیز دیکھتے ماول کو بھی عجیب سی خواہش محسوس ہوئی، ایاد جو اسکے کو مل وجود کو حصارے پر سکون تھا، حیرت بھرا مسکرا کر رو برو ہوا۔

"ہرگز نہیں! تم ہوناں بے بی۔ پہلے خود تو بڑی ہو جاو پھر ممی بھی بن لینا۔ میں چاہتا ہوں ہم اگلے دو تین سال صرف اپنے کیرئیر کو دیں، تم شاہ انڈسٹری سنبھالنے والی بن جاو اور میں بھی یونیورسٹی میں قدم جمالوں، پھر ہم اس بارے سوچ لیں گے"

ایاد کے ملائم سے جواب پر وہ کھل کر مسکرائی کیونکہ اسے لگتا تھا شاید ایاد ایسا چاہتا ہو۔

"تھینک گارڈ، ملینگو مجھے لگا کہیں آپ کسی حسرت میں نہ رہ جائیں تبھی پوچھا۔ میں خود بھیا اور خالا کے بے بی کو بہت سارا پیار کرنا چاہتی ہوں۔ ہمارا بھی آگیا تو میری توجہ تو وہ لے لے گا۔ اللہ پاک نے ہمیں اسی لیے بے بی نہیں دیا اب تک کیونکہ وہ چاہتے ہم ہر چیز کھل کر انجوائے کریں۔ اف کتنا مزہ آئے گا جب میں سارا پیار ان دو بے بیز پر لٹاؤں گی"

ماول کی یہ معصومیت اور یہ بچپنا خود ایاد بھی ابھی بہت جینا چاہتا تھا اوپر سے ماول کی خوشی ایاد کو ویسے ہی بے حد عزیز تھی۔

"تمہارے ہوتے ہوئے مجھے کوئی حسرت چھو بھی نہیں سکتی میری گڑیا، تم اپنی زندگی ابھی انجوائے کرو اگر اللہ نے اس بچے کو بھی بنا میڈیکل کنسلٹ یہ کرم ہم پر کر دیا تو میں تمہیں اس ذمہ داری کو اٹھانے کے لیے سٹر ونگ بنا دوں گا۔ بس تم ایسے ہی چہکتی رہو"

دونوں ہاتھ ماول کے رخساروں سے جوڑے ایاد نے اسکی جبین چومی جسے اس وقت ایاد پر ڈھیروں پیار آیا تبھی واپس لپٹ گئی جبکہ اسکے جذبات کی حدت ایاد خان کے لیے ہمیشہ سرور آگین ہو جاتی تھی اور یہی ان دو کی محبت کا اصل حسن اور چارم تھا۔

.._____..

اک نئی بھگی صبح موسکو کی سرزمین پر اتر آئی۔

گیارہ بجے بارس کی آنکھ کھڑکی پر گرے بھاری پردے کے ہلنے کے سبب اندر آتی ٹھنڈی ہوا پر کھلی، رات اس نے صدیقہ کو اپنے جذبات کی بارش میں بھگو یا تو صبح سے موسکو میں شدید بارش شروع تھی، موسلا دھار، سردی کا ٹھیک سے آغاز کرنے والی، لیٹے لیٹے سماعت میں اترتی بارش کی پھوار اور کہیں صدیقہ کے انکار سے اقرار تک کی داستان سناتی سرگوشیاں اسکے سرور کو اس لمحے بھی بڑھا گئیں۔

"میری ڈاکٹر صاحبہ زندہ تو بچ گئیں ناں۔ اف خبر لے بارس انکی"

فوراً سے لحاف پڑے کیے وہ فرش پر گری شرٹ اٹھا کر پہنے پہلے واش روم کی طرف گیا، دروازہ کھولا پر وہاں اسے ناپائے وہ سیدھا کمرے سے باہر نکلا۔

لاونچ ایریا کے دائیں کنارے بڑی سی گلاس وال تھی جسکے باہر سرسبز بیل آدھے سے زیادہ دیوار پر چڑھی تھی لیکن آدھے سے باہر ہوتی بارش کا منظر صاف دیکھائی دے رہا تھا، اسی کے پاس صدیقہ چپ چاپ کھڑی تھی، بھیگے بال اسکی کمر پر لہرا رہے تھے اور سادھا سی کرتی پاجامے میں ننگے پیر کھڑی تھی کیونکہ فرش پر موٹا ایرانی قالین بچھا تھا۔

بارس نے کچھ دیر خاموشی سے اسے دیکھا اور پھر اسکے قریب گیا، مانوس سے احساس پر وہ اس سے پہلے گھوم کر پلٹتی، بارس نے اسکو عقب سے بازوؤں میں بھر لیا۔

"آئی ایم سوری صدیقہ، ہر سزا قبول ہے سوائے تھپڑ کے۔ آئی نو میں نے بہت زیادتی کر دی آپ کے ساتھ لیکن آپ میری تھیں میں کیا کرتا۔ پاگل کر دیا آپکی کشش نے مجھے"

اپنی معذرت اسکے گیلے بالوں میں چہرہ چھپا کر کی جبکہ صدیقہ نے اسکے اپنے اطراف ہاتھ کھولے اور اسکے سامنے ہوئی۔

"میں نے شکایت کی؟"

صدیقہ سپاٹ تھی جبکہ بارس کے چہرے کی رنگت سی بدلی۔

"آپ ناراض ہیں، ورنہ جس پیار سے میں نے آپکو رات سلا یا، اس پیار سے جگاتیں مجھے، سپیشل فیل کروائیں۔ گیلے بالوں کو میرے چہرے پر پھیرتیں، یا گرم کافی کے مگ میں میرے ہاتھ کی انگلی ڈبو دیتیں، اور کچھ نہیں تو ایک مارنگ کس ہی کر دیتیں"

بارس کی خواہشوں کی لسٹ پر صدیقہ کے سرخ گلاب ہوتے ہونٹوں پر مسکراہٹ رہینگئی۔

"میں ناراض ہوتی تو تمہیں شوٹ کر چکی ہوتی اب تک، میں نہیں جانتی تم نے یہ سب اچانک میرے ساتھ کیا کیا، میں سمجھ نہیں سکی لیکن ایک سچ جاننا تم ڈیزرو کرتے ہو کہ مجھے تم یو نہی اچانک قبول نہیں ہوئے بلکہ اس ڈیرہ ماہ میں میں نے بے ارادہ تمہیں اپنا دل دے دیا تھا۔ اس بات کی خود کو بھی خبر نہیں ہونے دی، لیکن پتا نہیں تم کیسے یہ سب کر بیٹھے"

صدیقہ کی نم آنکھیں دیکھتے بارس نے مسکرا کر اسکا جھکا چہرہ اوپر اٹھایا۔

"کیا سچ میں، ایک کومے میں گیا مریض پسند آگیا تھا آپکو۔ انجام کی پرواہ کیے بنا دل دے دیا، تو سنیں! مجھ پر جو آپ چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر طاری کی گئیں وہ آپکی اسی دل دے دینے کا صلہ تھا اور

اللہ کی طرف سے ملا آپکو کیونکہ میں بہت شائے اور شریف سا بندہ تھا با خدا، یہ بے باکیاں اور بے شرمیاں تو مجھے آتی ہی نہ تھیں۔ میرا دل کر رہا ہے الٹی چھلانگیں ماروں، اس شرف پر کہ میں اس ڈاکٹر کا محبوب ہوں"

بارس نے خوبصورت لب و لہجے میں یہ سب اعترافات کرتے ہی صدیقہ کی کمر میں ہاتھ لپیٹے اپنے سینے سے لگائے اپنی پسند کی جسارت کیے صدیقہ کو دہلا دیا۔

"تم نے بہت ہرٹ کیا ہے مجھے، مینٹلی اور ایموشنلی۔ میں مر جاتی تو؟"
صدیقہ کی آنکھیں گیلی دیکھتے ہی وہ اپنے پیار بھرے لمس سے انکو ٹھنڈا کر کے سکون بخش گیا۔
"آج تک کوئی پیار، رومنسیس، یا ایسی حق و صولی سے مرا ہے صدیقہ؟"
بارس کے سوال نے صدیقہ کی گالیں دہکا دیں۔

"نہیں پر تم مارنے والے تھے، میں تمہاری داران سر اور دار یہ سے شکایت لگاؤں گی"
پھر سے سب یاد آنے پر وہ روئی تو بارس نے پکڑ کر بچی سی بن جاتی صدیقہ کو اپنے بازوؤں میں بھینچ ڈالا۔

"مجھ سے لگالیں جی بھر کر، لیکن کوئی تیسرا نہ آئے ہمارے بیچ۔ با خدا ایسے دیکھیں گی تو لمحہ لگے گا پیار ہونے میں، اور میرا پیار آپ سہہ نہ پائیں گی"

بارس کے حصار سے نکلتی وہ اسے شاکی آنکھوں سے تکتے لگی جن میں آنسوؤں کے قیمتی موتی بھی تیر رہے تھے۔

"پلیز۔ مجھے مزید تکلیف مت دینا"

اس بار بارس سچ میں پریشان ہوا، فوراً اسے صدیقہ کو بازوؤں میں اٹھایا جو پھر سے روتی اس سے لپٹ گئی۔
"کل تو کوئی بڑے ہونے کی تقریر جھاڑ رہا تھا ڈاکٹر صاحبہ! ہیں تو آپ دس سال کی بچی ہی۔ چلیں آپکو مزے دار سا آملیٹ بنا کر کھلاتا ہوں، یہاں بیٹھیں"

اسے لیے وہ کچن میں آیا اور صدیقہ کو سلیب پر بٹھائے دور ہونے لگا جب وہ اسکی شرٹ کی آستین پکڑ بیٹھی۔

بارس لمحہ صرف کرتے نزدیک آیا۔

"ت۔۔ تم پیار نہیں کرتے ناں؟"

صدیقہ سے ایسے معصوم سوال کی ہی امید تھی اسے، بارس نے اپنے دونوں ہاتھ صدیقہ کے رخساروں سے جوڑے، صدیقہ کے چہرے کے رنگ گلال ہوئے۔

"میں رومنیس بہت کروں گا، اور چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے کروں گا۔ مجھ جوانی کی سیٹیج پر قدم رکھتے جوان کی محبت یہی ہے، یو آر لکی کہ گرل فرینڈ کی سیٹیج پر ہی آپ مجھے حلال ہو کر مل گئیں، جب تک میں رنگ روپ نکال کر تھوڑا مزید عمر میں آگے جاؤں گا آپ سے پیار نہیں سیدھا عشق ہو چکا ہو گا اور

میرے آپ پر پل پل نچھاور کیے پیار کا یہ فائدہ ہو گا کہ آپ اسی عمر کے حصے میں رک جائیں گی۔ صدا جو ان اور دلکش بے بی گرل بن کر۔ آپ کے علاوہ اب میرے پاس کوئی آپشن نہیں سوئس صدیقہ میں آپ سے جی بھر کر، عمر بھر پیار کرنا چاہتا ہوں "

تخیر سے کھلی صدیقہ کی آنکھیں تکتا وہ اسکے ہونٹوں پر مطلبی سی نظر ڈالے بڑے جبر سے دھیان واپس ان گلابی آنکھوں تک لایا، یہ سب سننے کے دوران صدیقہ نے اسکی شرٹ و حشیوں کی مانند مٹھیوں میں جکڑ لی تھی۔

"ی۔۔۔ یہ کیسا جواب ہوا۔ میں نہیں بولوں گی "

صدیقہ نے ہاتھ آزاد کیے منہ پھیرنا چاہا پر بارس نے کسی ایک بھی فرار میں اسے کامیاب نہ ہونے دیا، اسکے دونوں ہاتھ پکڑ کر اپنی گردن کے دائیں بائیں ٹکائے اور آگے چہرہ لے جاتے پھیرے چہرے کا توڑ اپنے استحقاق سے کیا جو صدیقہ کو لمحہ بھر پھر دنیا بھلا گیا۔

"جب دو ہفتے پہلے میں کوئے سے نکلا پر بول نہ پاتا تھا تو آپ کو دیکھ کر اس بول نہ پانے کی گھٹن سے آزادی پالیتا تھا۔ آپکا مجھے چھونا، محبت بھر رہا تھا مجھ میں۔ دیوانگی۔ مجھے آپ کے سوا اب کچھ نہیں درکار۔ میں ہمارے رشتے کو بہت مضبوط چاہتا تھا تبھی آپکی خواہش کے بنا ہی سارے حق وصول کیے۔ اب آپ چاہ کر بھی میرے سحر سے نہیں نکل سکتیں نہ مجھے نکلنے دیں گی۔ سو آپ کے

حواسوں، اعصابوں اور خیالوں پر میری مہر لگ گئی یہ میرے لیے کمفرٹ زون ہے۔ میری زندگی کی پہلی اور آخری آسانی آپ بنیں کیونکہ اس سے پہلے میری زندگی میں جذبات نہیں تھے "

طرف دار تو بارس اسے رات ہی اپنا کر چکا تھا، پر اب اسکے لہجے میں بولتی خوشی صدیقہ کو دیوانہ کر گئی، کسی کے لیے راحت بننا اتنا مشکل نہیں لیکن کسی کے لیے پہلی خوشی، پہلا نشاط اور پہلا دلا سہ بننا بہت خاص ہوتا ہے۔

بارس کی اختتامی جملے تک غم سے بوجھل آواز پر تمام تر گھبراہٹ کے صدیقہ نے اسکا ہاتھ جکڑا۔

"تمہارے پیرنٹس؟ فیملی"

صدیقہ کا دل تڑپا۔

"گلے لگیں پھر بتاتا ہوں"

وہ اسکے بازو کھولنے پر فوراً ساتھ جا لپٹی جس پر بارس نے اسے اپنی مختصر سی اذیت ناک کہانی سنا دی کہ کیسے وہ بچ گیا اور پھر داریہ سے کیسے ملا، صدیقہ کی آنکھیں اسکی تکلیف پر بھیگ گئیں۔

"تمہاری فیملی اب سے میں ہوں"

جب صدیقہ سامنے اسے لائی تو وہ خود آنکھیں گیلی پونجھ رہا تھا، صدیقہ نے ایسا کرنے سے روکا اور خود بارس کے آنسو پونجھے۔

"میں اگر اتنا پر اعتماد اور خالی دامن ہو کر بھی بہادر اور ثابت قدم تھا تو صرف داریہ میم کے سبب، ورنہ میرے پاس تھا ہی کیا جس کے سبب جیتا صدیقہ۔ لیکن انہوں نے کہا کسی کے لیے جینے سے پہلے خود کے لیے جیوں۔ دیکھیں میرے جینے کا فائدہ، مجھے آپ مل گئیں۔ اگر وہ مجھ تڑپے ہوئے بچے کا ہاتھ نہ تھا متیں میں کسی دن اسی ورکشاپ پر مرا ملتا۔ زندگی لکھی تھی، آپ جیسی راحت لکھی تھی تبھی اللہ نے داریہ میم کو وسیلہ بنایا کہ انہوں نے میرا ہاتھ تھاما۔ اب میری زندگی میں اگر احترام کے لائق کوئی ہے تو وہ داریہ میم ہیں جبکہ محبت کے لائق صرف آپ"

صدیقہ کی ساری رہی سہی تکلیف بارس کے بارے یوں جان کر ختم ہو گئی بلکہ دل چاہا بارس کو اپنے دل میں رکھ کر چھپالے۔

"آئی ایم سوری اگر میرا ناراض ہونا تمہیں ہرٹ کر گیا، میں اب بالکل ناراض نہیں ہوں"

یہی سننے کو تو وہ بے تاب تھا، صدیقہ اس سادہ خلیے میں بے حد پرکشش لگ رہی تھی، پھر بارس نے جو حاکمیت جمائی اس کے اثرات بھی نمایاں تھے اور صدیقہ کی راعنائی میں اضافے کا سبب بن رہے تھے۔

"آئی نوڈار لنگ! جو لڑکی میری قربت میں پر سکون تھی وہ مجھ سے خفا نہیں رہ سکتی تا دیر، آئی ایم لکی ٹو ہیو یو صدیقہ۔ اب آپ پر جو ستم ڈھائے ہیں انکی تلانی کو ناشتہ بنا کر آپکو کھلاؤں گا۔ فریش ہولوں۔ پھر آپ اپنی مرضی سے سانسیں لینے میں آزاد ہوں گی"

شوخی و چنچل سا وہ الٹا جوان آدمی صدیقہ کو سرتا پیر اپنی لفظی و عملی جسارتوں سے دل کی طرح دھڑکا چکا تھا اور باخدا صدیقہ تا عمر اس سرور و نشاط سے نکلنے پر راضی نہ ہونے والی تھی اب۔

.._____..

صبح سے شام سب کے روزمرہ کاموں اور دھندوں میں ہوئی اور شام حسین یحییٰ اور عمر کی مہندی نائیٹ نے کر دی۔

سب ہی کیپلز انوائٹڈ تھے، رونق تو وہ تھی جو انجمن صاحبہ کے گھر میں آج کی شام لگا گئی۔ بیلا اور سوہا ایک جیسے ہی چولی لہنگے میں ست رنگے آنچلوں کو اوڑھے محفل کی جان جاناں بنی تھیں جبکہ دونوں دلہے الگ الگ لیول کے نیارے لگ رہے تھے۔

یحییٰ نے فل بلیک پینٹ شرٹ چوز کی تھی جبکہ عمر نے کرتا پاجامہ، یحییٰ ایسا سب پہنتا نہیں تھا تو کسی نے اسکے سیاہ رنگ پر کوئی اعتراض نہ کیا بلکہ وہ بیلا کے ساتھ سب سے زیادہ بلیک میں ہی سج رہا تھا، جبکہ عمر اور سوہا کی سیٹیج پر بیٹھ کر بھی شرارتیں نہ تھم رہی تھیں۔

کل بارات کے بعد فائنلی داران اور داریہ کی بھی اکٹھے خوشاب واپسی تھی۔

رجال اور جانیہ بھی گولڈ کمبو میچنگ کے ساتھ بہت پیارے لگ رہے تھے جبکہ یحییٰ نے انیب اور عاقب کو بھی انوائٹ کیا تھا جو سب سے ہاٹ کیل تھا، اگر یوں کہیں کے سب نے آگ لگا رکھی تھی تو غلط نہ ہو گا۔

"فائنلی! تم دو کے سہرے کے بھی پھول کھلے۔ ورنہ خاصا ترس آ رہا تھا اب مجھے تم دو پر"

داران بھی رسم کرنے چار کول کلر کی لئیر ڈڈریس میں سجتی داریہ کے ہمراہ آیا اور خود بھی ہاف وائیٹ پینٹ کے ہمراہ میچنگ چار کول شرٹ اور جیکٹ زرا کلاسی چڑھا کر آفت مچا رکھی تھی۔

عمر اور یچی تو بلش کیے پر بیلا اور سوہا باقاعدہ ہنسیں، دونوں دلہوں کے سر میں بھر کر تیل اور گالوں پر ابٹن ملے اور منہ میں مٹھائی ٹھوسے ہی داران پرے ہٹا جبکہ داریہ نے بس مسکراتے ہوئے چاروں کی گال کی اک اک طرف ابٹن کا اک اک دھبہ لگا دیا۔

"سوہا فرینڈ ہیں آپ کی؟"

اسکے بعد رجال، جانیہ کے ہمراہ یہی فریضہ نبھا کر آیا اور سوہا اور وہ باقاعدہ سلیفی لینے لگے، عمر نے بھی بیچ میں انٹری ماری، جب وہ جانیہ کے ہمراہ سٹیج سے اترا تبھی جانیہ کے سوال پر خوشگوار حیرت سے روبرو ہوا۔

"تمہارے علاوہ اس دنیا کی ہر لڑکی اب میری بہن ہے، نا، پیپی"

وہ جانیہ کی رگ رگ سے واقف تھا، جانیہ کے چہرے کا رنگ لوٹا سا تھا میں وہ ہنس بھی پڑی۔

"او پس! ایک لڑکی اور ہے تمہارے سوا جو میری بہن نہیں ہوگی"

اچانک سے رجال کو شرارت سو جھی، جانیہ کا گلاب چہرہ اتر ا۔

"وہ کون ہے رجال"

آنکھوں میں آنسو تک لے آتے جانیہ نے تڑپ کر پوچھا۔

"ہماری فیوچر بیٹی"

اسکے کان میں سرگوشی کیے وہ اس کے دل کی دھڑکنیں بڑھاتا پاس سے گزرا تو وہ نم آنکھوں سے ہنس پڑی۔

"رجال نے کتنے یار دوست بنا لیے، مجھے جیلیسی ہو رہی ہے انیب"

وہیں گلابی چائے کا مگ تھام کر اس نئے ٹیسٹ کو کچھ خاص پسند نہ کر کے منہ بگاڑتے عاقب نے جب رجال کے ارد گرد اتنے سب لوگ دیکھے تو سلگا۔

"تم بھی بنا لو ان سبکو دوست"

انیب نے اسے مفت مشورہ تنہا یا جبکہ وہ جو اب گھورا اور اٹھ کر مگ انیب کے ہاتھوں میں تنہائے سیدھا رجال کی طرف بڑھا۔

"گئے رجال بھائی"

انیب نے ہنس کر مگ ہونٹوں سے لگایا پر نظریں اپنے آتش فشاں پر جمائیں۔

"بات سن!"

رجال جو انجمن آنٹی کے پاس بیٹھا پیار و صلہ رہا تھا عاقب کے آکر بازو سے پکڑے کھڑا کیا اور خود بھی آگے سر کرتے انجمن صاحبہ سے سر پر ہاتھ پھیرواتے ہی رجال کو زرا سائیڈ پر لے گیا۔

"توبات مت کر مجھ سے گینڈے، میرا پیر ٹورنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تو نے کل"
رجال کل سے دو فٹ دور سرک رہا تھا پر عاقب کو اسکی سچ میں فکر ہوئی کیونکہ روٹھایا ایک حد تک ہی
سیو ہوتا ہے، خطرناک بلا بنتے دیر نہیں لگتی۔

"اسی بہانے تجھے جانیہ کا ایکسٹرا پیار بھی تو ملا ہو گا سالے، زیادہ ہیر ونہ بن"
عاقب نے بھی ڈھیٹائی کے اگلے پچھلے سارے ریکارڈ توڑ کر رجال کو مسکرا نے پر مجبور کر ہی دیا۔
"جو بھی ہے مجھے تجھ سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے، تجھے اولاد کہا ہے تو اب برداشت کرنا پڑے گا پھر میرا
پیر ٹوٹے یا پسلیاں"

مسکراہٹ سمیت ہی رجال نے جب یہ اہمیت جتائی تو عاقب کی مسکراہٹ بھی کچھ خاص ہوئی۔
"نہیں پسلیاں نہیں توڑوں گا وعدہ ہے، میں تیرے اور جانیہ کے بیچ اب اتنا بھی ولن نہیں بن سکتا
یار۔ آخر کو تو نے مجھے جلدی سے چاچا بنانا ہے، تبھی تو مجھے یقین آئے گا کہ تو اس معصوم جانیہ کے لیے
بہت سنجیدہ ہے۔ ویسے بھی مجھ سے ایک دو سال سہی پر بڑا ہے تو، اس لیے پہلے تو باپ بن کر دیکھا"
عاقب کی شوخیاں کسی بھی وقت شروع ہو سکتی تھیں اسی طرح رجال کا ہاتھ بھی کسی لمحے اٹھ سکتا
تھا، ایک گردن پر سیکے رجال اسکو کراہنے کا پورا موقع فراہم کیے دوڑ نکلا جبکہ عاقب نے زیر لب اچھی
تنگری گالی دے کر فوری حساب چکایا۔

"جانیہ کیا مل گئی، سپانڈر مین بن گیا۔ زور کی کیوں لگی ہے، آئی۔۔۔۔۔ چل عاقب اپنے سکون سے پیار لے تھوڑا آرام مل جائے گا"

عاقب نے منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے واپسی کی راہ پکڑی جبکہ محفل اپنی آن بان اور شان کے سنگ کافی دیر تک چلی۔

.._____..

"آپ نے کہا تھا آپکو بیٹی چاہیے، لیکن شاید میں اتنی جلدی کنسیونہ کر سکوں۔ آپ انتظار کریں گے یا دوسری شادی کر لیں گے؟"

مہندی کے فنکشن سے واپس آکر سب ہی کافی تھک گئے، سبکو جیسے آرام عزیز تھا ویسے رجال کو سکون صرف جانیہ کی گود میں سر رکھے مل سکتا تھا، شام سے وہ رجال کی خواہش پر افسردہ تھی، بند آنکھیں کھول کر رجال نے اپنا ہاتھ اپنے سر کے بالوں میں سرسراتے جانیہ کے ہاتھ پر رکھے اسکو حلاوت سے پکڑ کر ہتھیلی لبوں سے جوڑتے چوما، جانیہ کے پورے وجود کو رجال کے ہونٹوں کی دیوانگی جکڑ لیتی تھی۔

"میں بوڑھا ہونے تک انتظار کروں گا، میری اولاد اگر کوئی عورت جنم دے گی وہ تم ہوگی جانیہ۔ میں جانتا ہوں تم ایک بہت بڑے حادثے سے گزری تھی لیکن تم سے ماں بننے کی اہلیت نہیں چھینی گئی یہ امید کی بہت چمکدار کرن ہے۔ ہم یہ خوشی ضرور دیکھیں گے"

جانیہ کے تڑپتے دل کو رجاں کی مرہمی نگاہوں اور مسیحائی لمس سے قرار آگیا، وہ جھک کر پیار سے رجاں کا ماتھا چومتے اپنی پوری دلکشی سے مسکرائی۔

"ر۔۔ رجاں! آپ بہت پیارے ہیں۔ دن بدن آپ پر فدا ہو رہی ہوں، یہ خوبصورت سارحم دل شخص موسکو کا جلا دتو کہیں سے نہیں لگتا"

جانیہ کے ہونٹوں پر حسین پر نرم سی مسکراہٹ تھی تو لہجے میں تجسس کی موجیں، وہ اسے ہنوز مسکرا کر گہری نظروں سے تکتا گیا۔

"داران بھی نہیں لگتا تھا، ہم جلا دوں کا جلا دی روپ صرف گناہ گاروں اور مجرموں کے لیے ہے۔ اپنوں کے لیے اور اپنی محبت کے لیے جلا دہر شفقت اور انسیت کی حد پار کر سکتا ہے"

وہ اسکی میٹھے لب و لہجے میں تھوڑے سے غرور کی آمیزش کے سنگ وضاحت پر کھکھلاتی ہنسی، اسکے دامن میں جگہ ہی نہ رہی تھی کسی مزید سکھ کی، اتنا بھر گئی تھی وہ رجاں کی ہو کر۔

"آپ پر شفقت اور انسیت بہت سچی ہے رجاں"

جانیہ کی محبت بھری سرگوشی رجاں کے جسم میں سکون و نشاط بھر گئی، وہ اسے یوں دیکھنے لگا جیسے کسی کی پوری جان آنکھوں میں آرکی ہو۔

"مجھ پر صرف جانیہ سچی ہے، نظر لگ جانے کی حد تک حسین نعمت ہو تم میری"

ہاتھ بڑھا کر اسکے نرم ملائم گال کو چھوتے رجال نے یہ اعتراف کیے محبتوں کی حد کر دی، وہ اسکے ہاتھ کو دیوانگی سے چومتے پھر سے روسی دی، یہ شخص اپنے وجود کا حصہ لگ رہا تھا اسے۔

"آپ بھی رجال"

جانیہ کے لیے اس شخص کا یہ ہاتھ بہت پیارا تھا جس ہاتھ سے وہ اسے تھام کر اک خوابوں کے شہر میں لے آیا تھا۔

"ہمیشہ مسکراتی رہنا، میں جیتا چلا جاؤں گا"

وہ اسکی جانب دیکھتے سرگوشی میں بولا جبکہ جانیہ نے جھک کر اسے اپنی سانسوں کا حصار پیش کیا کہ وہ ہی تو انکے توازن کا سبب تھا، پھر دونوں زندگی سے بھرا مسکرا اٹھے۔

ان دو کی آنکھوں میں عشق کی مٹھاس اور شدت چھلک رہی تھی، کیونکہ رجال اور جانیہ کی آنکھیں ایک دوسرے کے عکس کو چومتی تھیں، باخدا وہ محبت امر ہو چکے تھے۔

وہیں دوسری جانب عاقب اور انیب ایک بار پھر لان میں ٹہل کر مسکرا رہے تھے، وہ شرارتیں کر کے ہنس رہا تھا جبکہ انیب اسکی کان کی لوتک سرخی پھیلاتی باتوں پر گھبرائے جا رہی تھی، پھر وہ گھڑی گھڑی اپنے سکون کو اپنے پہلو میں سجتا دیکھ کر بہکنے لگتا، کھلے آسمان تلے ان دو کی موجودگی اور ساتھ چمکنے لگتا، وہ اسکے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر گھورتی کہ خدا کا خوف کرے، سب یوں کہا نہیں جاتا، اور وہ اسکا ہاتھ ہٹا

کر جھٹکا دے کر اپنی باہوں میں گھیر کر جکڑتے سمجھاتا کہ وہ اسکی ہر اوٹ پٹانگ بات سننے کے لیے ہی اسے عطا ہوئی ہے، محبت ہے وہ اسکی۔

اف وہ آگ کی طرح تپش رکھتے تھے، اک الوہی حدت جو اب انکو تا عمر ایک دوسرے کی گرفت میں مبتلا رکھنے والی تھی۔

صدیقہ کی زندگی اچانک سیاہ سے سفید ہو کر اجلی ہو گئی، اسے محبت کی حدیں نچھاور کرتا ہمسفر ملا تو بارس کی تکلیفوں اور تشنگیوں کا بھی اک شاہانہ علاج ہو گیا، اب وہ ساتھ تھے، اور انکا ساتھ حسین تھا۔
پھر مہندی والے چار پرڈرز بھی تو وارفتگی و بے قراری کے طوفان میں گھرے تھے، اف یہ بے تابیاں۔

"بے بی! آریو اوکے؟ آئی مین دل دھڑک تو نہیں رہا؟"

سوہا اپنے روم میں ابھی آکر بس چینج ہی کرنے لگی تھی جب دروازے میں اندر سر کر کے جھانکتے عمر کی فکر پر ہنسی۔

"دھڑک رہا ہے تبھی تو زندہ ہوں، اور تم بھاگ جاو ورنہ دادی جانم سے پٹ جاو گے، انہوں نے آج رات ہم چاروں پر بہت سخت پہرا دینا ہے"

سوہا نے مسکراتے ہوئے واپس آئینے میں دیکھتے اپنی جیولری اتارنی چاہی جس پر عمر باہر ارد گرد محتاط ہوئے دیکھتا دوڑ کر سوہا تک پہنچا جو اسکے اندر آنے پر ڈر کر پلٹی۔

"میری جان! میری چوڑی۔ میرا دل چاہ رہا ہے تمہیں بریڈ میں لگا کر ہڑپ کر جاؤں۔ مکھن لگ رہی ہو۔ مجھ بھوکے بھیڑیے کو معصوم سی دادو جانم کا پہرہ کیا روک پائے گا، مجھے چھوٹی سی کسی کر دو تاکہ صبر آئے کہ یہ دمکتا دکھتا آفت ناک سر اپا میرا ہی ہے"

عمر کا لہجہ تڑپا جبکہ اخیر تر سا بھی تھا، سوہا کی فطری گھبراہٹ جلد ہی پیار بنی، اسکا چہرہ ہاتھوں میں لیے جلدی سے اسکے ناک کی ٹپ چومی اور اس سے پہلے پلٹتی، عمر نے اسے بازوؤں سے جنجھوڑتے واپس اپنے سامنے کیا، سوہا کی سانسیں اتھل پتھل ہوئیں۔

"یہ کسی (kissi) کا جنازہ نکالتے شرم نہ آئی تمہیں، تم مجھے اب یوں ٹر خاو گی سوہا؟" وہ الٹا ناراض ہوا، سوہا کے ہاتھ پیر پھولے، وہ بہت زیادہ اٹریکٹو اور پسینگ لگ رہا تھا۔

"یہ کس سے بات کر رہی ہو تم میری بچی؟ کیا عمر۔۔۔"

اس سے پہلے وہ سوہا کو قابو کرتا، انجمن صاحبہ اپنی سٹک سے دروازہ بجا کر جب اندر وارد ہوئیں تو انکو سامنے کا ہیرا انجھا پوز دیکھ کر میٹھا سا غصہ آیا، سوہا بدک کر عمر سے دور ہوئی۔

"وہ دادی جانم میں آیا تھا سوہا سے یہ پوچھنے کہ یہ کونسی فیرنس کریم لگاتی ہے، فائزہ بیوٹی کریم۔۔۔ چلیں اب ہم نکلتے ہیں، دونوں فائزہ بیوٹی کریم لگا کر کل چمکاریں ماریں گے۔۔۔ آجائیں اسے جلنے دیں"

انجمن صاحبہ اس نوٹسکی کی ڈرامہ بازی پر مسکائے اسکے ہمراہ ہی کمرے سے نکلیں پر سوہا کو وہ آفت کا گولہ معنی خیزی سے جاتے جاتے بھی تاڑنا نہ بھولا جس پر سوہا انکے جاتے ہی ہنس پڑی پر کل کا سوچ کر جسم سے سرد لہریں اٹھ رہی تھیں۔

جبکہ انجمن صاحبہ کے غائب ہونے کا فائدہ اٹھاتے میسج میں آتے بلاوے پر بیلا جلدی سے ٹیرس پر آئی تو آگے پشت کیے کھڑا یچی دیکھائی دیا، آنکھوں میں شرارت لیے وہ اسکے عقب سے دھیرے سے ہتھیلیوں کو سر کا کر اسکے سینے لگاتی ساتھ جا لپٹی۔

یچی نے اسکے ہاتھوں کو پکڑ کر کھینچا تو وہ مزید ساتھ جا لپٹی جبکہ پھر اسکے مہندی سے سجے دونوں ہاتھ چومتے ایک ہی جھٹکے سے پلٹ کر بیلا کو اپنی بازو کے شکنجے میں بھر کر اسکی دھڑکنیں منتشر کر گیا۔

"دادی جانم کے پہرے کے باوجود تم میرے پاس آگئی بہت تیز ہو، اس ملاقات کا اپنا ہی سرور ہے۔ کیسی فیلنگز ہیں؟"

وہ دل و جان کا انس آنکھوں میں سمیٹے بیلا کے حسین چہرے کے نقوش اپنی بھٹکتی نگاہوں کا محور بنائے بولا تو وہ گہرا پر سوز و پر لطیف مسکائی۔

زر اساپیروں پر اٹھے یچی کی بیئرڈ میں چھپی گال چومی۔

"کل بتاؤں گی، ابھی بس دیکھ لو بہت سا۔ دادی جانم کے لوٹنے سے پہلے میری موجودگی لوٹ لو"

بیلا نے اپنے ہاتھ یچی کے گریبان پر رکھے اسکی اور سرکتے بے باک سی لفظی جسارت کی۔

"ایسی آفر چھت پر نہیں دیتے، سات پردوں کے اندر چھپ کر دیتے ہیں پگلی۔ میں تمہیں ایک جھلک میں بھی اتنا دیکھ سکتا ہوں جو مجھے کئی آسان سانسیں عطا کر سکتا ہے۔ اب تم میرا حصہ ہو، میری دھڑکن"

یچی نے اس کے لپکنے کو سراہتے اس کے رخسار کو چھوا جو بیلا میں تتلیاں بھر گیا، وہ گل ہو گئی، بہار ہو گئی۔
"تم ایکسٹرا ہنڈ سم لگ رہے ہو اس نئی بیئر ڈلک میں، اور اب تمہاری ہڈیاں بھی نہیں چھیں گی مجھے۔ بٹ آئی مس مائی ایکسٹرا پتلو چوچا۔ خیر اب میں جارہی"

خمار و بے خودی میں اسے اچانک یاد آیا تو اس ساحر سے جان چھڑوائے بھاگنے لگی پر یچی نے کمر جکڑ کر سانسوں کے قریب تر کرتے اس کے کان کو پیار سے چومتے بیلا کو گد گدایا۔

"تم نہیں بچو گی کل، آخری عیاشی بھری رات مبارک"

بیلا کے پورے وجود میں سنسنی پھیلی جبکہ اس سے پہلے وہ کوئی ہوش ڈمگاتی گستاخی کرتا، بیلا اپنی دھڑکنوں کا تال میل سنبھالتی اس کے حصار سے نکل کر بھاگ گئی اور یچی کا دل سر مست ہو کر ناچ گیا۔

وہیں مایا اور داریہ اب وی آئی پی بن چکی تھیں، ہر کوئی انکی بلائیں لیتا، وہ تھک تو نہیں گئیں، انھیں بھوک تو نہیں لگی؟ وہ اپنے ان کے دماغ کی لسی تو نہیں کرنا چاہتیں، اف وہ قہقہے، وہ شرارتیں زندگی کے وجود کو ثبت کر رہی تھیں، ہر کوئی اپنی زندگی میں پر سکون ہو رہا تھا۔

جہانگیر کی زندگی میں زمیل کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا تھا پر جسکا دوست داران ماہیر ہوا سے بھلا کیسے کوئی خلش ستا سکتی ہے، وہ شمن کے ساتھ اپنے بچے کا انتظار کیے خوش تھے، زمیل چلا گیا پر اپنی دعائیں اپنے یار کے لیے اس ہوا کے دوش پر بکھری چھوڑ گیا تھا۔

شاہ حویلی کی ہلکی پھلکی سجاوٹ ہو چکی تھی، وادی کا امان پروردہ اپنی حسینہ کے ساتھ کل آنے والا تھا، وادی مہک رہی تھی، پھر سے امان پروردہ کے گیت بلند ہو رہے تھے، پھر سے اک کہانی مکمل ہو رہی تھی۔

عزیزے جان کے دل پر لگے ہر زخم پر مرہم لگ گیا تھا، تبریز خوش تھے، جانے والوں کی میٹھی میٹھی یاد تو پھر تا عمر کا ساتھ نبھاتی ہے۔

یہ خوشی کا دور سلامت رہے۔

ایک خوبصورت رات کٹی تو دگنا خوبصورت ملن کے رنگوں سے سجادن چڑھ آیا، بہت سے فیصلوں کا دن!

.._____..

جتنا بچی اور عمر کی شادی کا جشن ڈیلے ہوا اتنی زیادہ رونق اس تقریب پر لگی، گویا انتظار کی ساری خلش مٹ گئی۔

ایک بار پھر وہ سب دوست بنے جمع ہوئے، ہر کپیل نے ایسا ڈیسنٹ لباس اور رنگ چوز کیا جو میچنگ بھی ہوا اور حسین بھی لگتے وارفتگی پھیلائے کا موجب بھی بنا۔

یچی اور بیلا کی زندگی جس ٹیرے میڑے ٹریک سے چلی تھی لگتا نہ تھا وہ منزل پائیں گے پر آج منزل ان پر رشک کر رہی تھی، اس منزل تک جاتا ہر راستہ انکی ملکیت تھی، جبکہ سوہا اور عمر کی یہ میٹھی سی محبت بھی فائنلی کچھ خاص ہو گئی۔

سب بہت خوش تھے، یوں جیسے یہ خوشیاں کبھی نہ تھمیں گی، کبھی مدھم نہ ہوں گی اور کبھی دامن کو چھوڑ کر نہ جائیں گی۔

دلہنیں سرخ عروسی جوڑوں میں محفل پر طلسم طاری کیے ہوئے تھیں اور ان کے پہلو میں سجتے انکے ذاتی شیر نہال تھے، انجمن صاحبہ نے کب سوچا تھا کہ وہ ایسے جشن بھی منائیں گی، ورنہ جب اپنے بیٹے بہو کو کھویا تھا انکی دنیا تو تب ہی تھم گئی تھی لیکن اللہ نے انکے صبر کا صلہ دیا، خوشیوں نے جھولی بھر کر ان کو مسرور بیت عطا کی۔

یہ جشن بلاشبہ شاندار تھا کیونکہ اس میں آئے ہر فرد کا دل شاد ماں تھا۔

اور پھر یہ خوبصورت سی شام اپنے اختتام تک پہنچی، داران اور دارِ یہ نے سب سے فائنلی اجازت لی اور خوشاب روانہ ہوئے۔

مہمان بھی رخصت ہوتے گئے، یچی اور بیلا کی تو آج ایک دوسرے کے بنازیست ادھوری تھی لیکن سوہا اور عمر چینیج کرتے ہی سیر سپاٹوں پر نکل گئے۔

سوہا نے اسے کہا تھا وہ ڈنر نہ کرے نہ خود سوہا نے کیا، دونوں اپنی ویڈنگ نائیٹ پر لانگ ڈرائیونگ، کینڈل لائیٹ ڈنر اور کھلی مہکی خنک فضا میں سڑکوں پر جتنا بھی گھوم لیتے آج ایک دوسرے کے سحر سے بچنا ناممکن تھا۔

.._____..

کب سے وہ دلہن ہونے کے باوجود اپنے جان لیوا دلہے کے انتظار میں تھی اور یچی تھا کہ آج کچھ اور ہی ارادے باندھے ہوئے تھا۔

"تم پہلے دلہے ہو جو اپنی دلہن کو انتظار کروا رہے ہو، یو یو میرے پیر ٹھنڈ سے جم گئے ہیں۔ مجھے جلدی سے چینیج کرنے دونوں۔ کر کیا رہے ہو اندر"

دلہنا پے کا قہر لے کر انتہا کی سجتی بیلا اتنے بھاری جوڑے میں مزید کھڑے نہ رہ پانے پر وہیں گرنے کے انداز میں میٹرس پر جالیٹی جبکہ اندر سنک سے جڑے آئینے میں اپنا عکس دیکھتا یچی خود کو اتنا خوبصورت شاید زندگی میں پہلی بار لگا تھا۔

گرے ایش کلر کمبوا والا مردانہ شلوار سوٹ پہنے وہ آئینے میں خود اپنے اس بالکل الگ روپ پر حیران و ساکت رہ گیا، سلم ہونے کے سبب اس پر شلوار سوٹ کبھی اچھا لگا ہی نہ تھا نہ اس نے بچپن سے یہ لباس پہنا پر آج بیلا کا دیا یہی گفٹ پہن کر وہ اسے حیران کرنے سے پہلے خود ہو چکا تھا۔

ایک دم پر فیکٹ فننگ جو یقیناً تب ایسی شاندار نہ ہوتی کیونکہ یچی نے اس ڈیرھ ماہ میں اپنے سمارٹ فکر کو کافی مینٹین کر لیا تھا۔

"بیلا تم سے پہلے اپنے اس روپ پر میں ہی شیدائی ہو گیا۔ کتنا اچھا لگ رہا ہے یہ کلر اور یہ جوڑا۔ ڈیشننگ یچی حیدر! اب تمہاری بیلا کا کیا ہو گا جو پہلے ہی تم پر لٹو ہے"

خود سے ہی شوخ و مچلتی خود کلامی کیے وہ دبا سا مسکرایا اور مردانہ شال ویسے ہی رہنے دی کیونکہ اسکی ضرورت نہ تھی جبکہ بیلا جو یونہی دلہن بنی میٹرس پر گر پڑی تھی، چینجنگ روم کے دور اوپن ہونے کی آہٹ پر فوری اٹھنے لگی پر اس سے اٹھا ہی نہ گیا۔

یچی ہنس کر قریب آئے اپنا ہاتھ بیلا کی طرف بڑھا گیا، بیلا نے اس کے ہاتھ سے پہلے اس پر سجتے اپنے گفٹ کو دیکھ کر منہ سے نکلتی چیخ ہو نٹوں پر ہتھیلوں کو رکھ کر روکی۔

"اومائی گارڈ! یہ تم ہو یچی"

اس ڈرامہ کونین کو دونوں بازو سے پکڑ کر اس کے دس کلو لہنگے سمیت اٹھا کر کھڑا کرواتا یچی، بیلا کی آنکھوں میں تیرتی وارفنگی پر قربان ہوا۔

"کیسا لگا سر پر انز؟"

یچی نے ایک ہی جھٹکے سے اسکے سر پر ٹکا بھاری کامداری آنچل پنز سے آزاد کیے پیچھے میٹرس کی جانب اچھالتے اسکے رخساروں سے ہاتھوں کو جوڑا، وہ آنکھیں نم کیے فوراً اپنے ہاتھ اسکے ہاتھوں پر رکھے قریب سر کی۔

"بے حد حسین یو یو۔ میں نے کہا تھا تم اچھے لگو گے پر با خدا اس دنیا کے سب سے خوبصورت انسان لگ رہے ہو، میں قربان جاؤں تمہاری وجاہت کے۔ یہ رنگ بہت سچ رہا ہے تم پر، جیسے بنا ہی تمہارے لیے ہو اور لک فٹنگ زرا چیک کرو کتنی جان لیوا ہے۔ تھینک یو سو مچ مجھے یہ اتنا کیوٹ سر پر انز دینے کے لیے"

اسکے دونوں ہاتھ پکڑ کر چومتی وہ بازو اسکے گلے میں لپیٹے اسکے گلے لگی تو یچی نے اس ایکسٹر تعریف پر بلش کرتے بیلا کو بازوؤں میں بھر لیا۔

"کہا تھا ناں بنا بہکائے بہک جاو گی، تم تو مجھ پر کچھ زیادہ ہی قربان ہو گئی بیلا۔ آج مجھے ہونے دو، خود پر فدا۔ دنیا کی حسین ترین دلہن کے لیے اگر یہ دلہا تھوڑا اچھے سے سچ گیا ہے تو یہ حق تھا تمہارا۔ آج تمہاری خوشبو اور دھڑکن سب چھین لوں گا"

گرفت میں شدت ملی، آواز میں مدہوشی اور لہجے میں جنون لے کر اسکے کان میں عطر ڈالتے یچی کے جان پر ور حصار میں وہ مچلی پر آج ہر شدت و دیوانگی واجب تھی۔

"میں نے اس دن کا بہت شدت سے انتظار کیا ہے،

جب میرا یو یو میرے پاس صرف میرا ہو کر موجود ہو۔ تم میری خوشبو اور دھڑکن چھین لو لیکن مجھے اپنے آخری سانس تک ان سانسوں جیسا پیارا اور اہم رکھنا"

بیلا کی مسرور سرگوشیاں، یچی کے سرور میں لامتناہی اضافہ کر بیٹھیں، وہ گلے لگے ہی اسکی گردن کی پچھلی طرف لاک ہوا بھاری کندن ہار ڈھیلا کرنے کے ساتھ ہاتھ نیچے لے جاتے کمر بند بھی کھول گیا جب اسے سامنے لایا تو بیلا کے گلے کا ہار ڈھیلا ہو کر نیچے ہو چکا تھا جسے با آسانی یچی نے اسکی ملائم گردن سے اتار پھینکا۔

پھر جھک کر اسکی گردن کی ملائم جلد بے حد رغبت سے اپنے ہونٹوں سے چھوئی، گردن سے سفر کرتے
یچی کے ہونٹوں پر طلب کی حدت جگی، منہ زور دیوانگی کا اثر غالب آیا جو اسکے سرخ یا قوتی لبوں کی
دیوانہ وار ستائش پر زرا قابو میں آیا۔

"تم ہمیشہ سے میری سانسوں جتنی اہم ہی ہو اور رہو گی، میں بہت خوش قسمت ہوں بیلا کہ میری بیوی
تم ہو، میری زندگی کی بہت سی تکلیفوں کا مرہم ہو، میں بے حد پیار کرتا ہوں۔ میری زندگی میں تمہارا
ہونا ہی میرے سکھ کی وجہ ہے"

محبت پاش بھاری سرگوشیاں کرتے یچی کے ہاتھ کی پوریں بیلا کے کانوں کو بھی بوجھ اور الجھن سے آزاد
کر چکی تھیں، بس جسم پر بھاری لباس باقی بچ گیا تھا۔

"میرے لیے تو تم میری ہر تکلیف کا مرہم ہو، آئی لو ویوٹو"

گویا وہ راضی تھی، اپنے یو یو کے معاملے میں دل و جان ہتھیلی پر رکھ دینے والی جان نثار ہمسفر۔

"کتنا خوبصورت احساس ہے یہ، ہم ایک دوسرے میں ضم ہونے کے کنارے کھڑے ہیں۔ تاحد نگاہ صرف سکون بچا ہے، بیلا! کیا میں واقعی اتنا خوش قسمت ہوں، تم کھو جاتی مجھ سے تو باخدا سکون چلا جاتا مجھ سے روٹھ کر۔ میں نے ہر سانس کے ساتھ تمہیں پانے کا شکر کیا ہے اب تک اور کروں گا، جب تک زندہ ہوں۔ میں اس سے پہلے اتنا پر سکون نہیں ہوا جتنا اس لمحے، تم میری ہو جاؤ گی، مکمل۔ روح اور جان کے بعد جسم سے بھی"

بیلا اسکی دیوانگی کے جواب میں نم آنکھوں سے مسکرا رہی تھی اور پھر اس پیارے شخص کو چہرہ تھامے پیار کا انوکھا احساس کرتے اسکی صبیح جبین چومی، چہرے کا ہر نقش اپنے ہونٹوں کی ملائم نرمی سے معتبر کر دیا۔

"یہ میری اولین خواہشوں میں سے سرفہرست ہے، مکمل تمہارا ہونا یچی حیدر" وہ خود سپردگی کے ڈھنگ بہت باوقار انداز میں نبھاتی آنکھوں کو حیا کے پردے سے گرا گئی تو یچی حیدر کا صبر بھی لٹ گیا، کسی بہتے پر زور جھرنے کی مانند وہ اس بہتی ندی میں سمٹنے لگا، جیسے دونوں کی بقا کے لیے یہ ملن اشد ضروری ہو گیا ہو۔

دھڑکنیں بڑھنے کے بجائے اس جان لیوا قربت پر سست پڑنے لگیں، پر یہ یقیناً وقتی تھا، محبت کے سانچوں میں ڈھلے امرت لوگ تا دیر سانس اور دھڑکن سست نہیں رہنے دیا کرتے۔

لانگ ڈرائیونگ، لیٹ نائیٹ ریسٹورنٹ جا کر پتا نہیں کیا اوٹ پٹانگ تک کھالیا پر وقت تھا جیسے گزرنے پر آہی نہ رہا تھا، تھک ہار کو وہ دیوانے مستانے پروانے لوٹے، عجیب سی معنی خیزی تھی جو دونوں کے بیچ حائل دلوں کی حرکت کو تیز کر رہی تھی اور جسموں کو نادیدہ حدت میں جھونک رہی تھی۔

جب سوہا اور عمر نے ایک ساتھ کمرے میں قدم رکھا تو تازہ گلاب اور موتیے کی مہک نسوں میں گھل کر خمار طاری کر گئی، دونوں چیخ کر کے گئے تھے، انکے حسین سراپوں پر سجا سیاہ رنگ مزید مائل باکرم ہونے کی دعوت دے رہا تھا۔

"اف مجھے کچھ ہو رہا ہے، ارادہ بگھڑ رہا ہے سوہا، یا تو اتنی سجاوٹ نہ ہونے دیتی یا اتنی پیاری نہ ہوتی تم"

عمر نے گہرا سانس اس اطلسی فضا کے سپرد کیا البتہ اسکی نظریں کچھ ہی دور پلٹ کر کھڑی سوہا کی پشت کی جانب ٹھہری تھیں جو خود پل پل دل بنی دھڑک رہی تھی، عمر نے قدم بڑھا کر اسکی طرف کا راستہ طے کیا، سوہا کے دل کی دھڑکن اسکے کان میں سنائی دینے لگی۔

"ہنی مون ہمیں موسکو میں منانا تھا ناں عمر"

اس سے پہلے وہ حدیں عبور کرتا وہ جلدی سے پلٹ کر بولی پر اگر عمر کی آنکھوں کو دیکھ لیتی تو لفظوں کے گلے کاٹ دیتی۔

"عمر، تم اتنے ہاٹ کیوں لگ رہے ہو؟"

سوہا کے ہاتھ نم پڑے جبکہ عمر کے خمار پر اس ڈرے سہمے جملے نے اوس گرائی۔

"کیونکہ بے بی! میں پیدا ہی ہاٹ ہوا تھا۔ تم کیوں اتنی ٹھنڈی پڑ رہی ہو"

اسے لگا جیسے سوہا ابھی صدمے سے کپکپاتی زمین بوس نہ ہو تبھی اسے کندھوں سے پکڑ کر دھیرے سے اپنے نزدیک کیا، سوہا کی دھڑکنیں لمحہ بہ لمحہ بڑھ کر سماعت اور دھیان تک ارتعاش برپا کر رہی تھیں۔

"ع۔۔ عمر! یہ بہت بھاری لمحے ہیں"

وہ اسکے سینے کے قریب سرکتی سر اسکے شانے سے ٹکائے اسکی سینے سے شرٹ مٹھوں میں جکڑ گئی، عمر کے ہونٹوں پر رسیلی سی مسکراہٹ احاطہ کر گئی۔

خود بخود ہاتھ اٹھا کر سوہا کی بالائی کمر تک لے جاتے باندھے۔

"مجھ پر تم وہ ایک ایک سانس لیتی بھاری ہو، جس میں میرا حصہ نہ ہو۔ مجھے جان ہارنی ہے تم پر، میری جان لٹنے پر مچل رہی ہے سوہا"

سوہا کے وجود میں ہوتی عجیب سی ہلچل محسوس کرتے عمر نے آواز و لہجہ مدہوش کیا، وہ یکدم سراٹھا کر عمر کی محبت پاش آنکھوں میں خوفزدہ و رحم طلب ہوئے جھانکی۔

"تم مجھے کھا کیوں نہیں لیتی؟"

دفا عمر کے تڑپ بھرے جملے پر وہ گرے آنکھوں والی اپنی تمام تردلفریبی کے ہنسی اور دانت عمر کی دائیں گال پر پیار سے گاڑے کچھ یوں کہ وہ عمر کو اک جذباتیت بھرے بوسے سے بھی نرم لمس کی صورت محسوس ہوئے۔

"میں نے تمہیں کھالیا، کچھ بتاؤں؟ آج تم بالکل پر انس لگ رہے تھے اور میں سچ میں خود کو پرسنز فیل کر رہی تھی۔ تمہارے قریب اک خوبصورت چین مسیر آنے لگا ہے، ہر وقت تمہیں سوچتی رہتی تھی کہ ابھی تم کیا کر رہے ہو گے، کیسے سانس لے رہے ہو گے۔ تمہاری یہ بولتی شور مچاتی آنکھیں، یہ ہر وقت پھیلے مسکراتے ہونٹ۔ تم پورے، میرے لیے میجیکل وائب ہو"

اظہار کی ہمت وہ کبھی نہ کرتی پر آج عمر پر فریفتہ ہی اس قدر تھی کہ دل چاہا اسکی اہمیت اسے بتاتی ہی چلی جائے۔

"مجھے اللہ نے تم سے زندگی کے اس موڑ پر ملوایا جب میں بہت اکیلی پڑی ہوئی تھی، تم میری زندگی میں سمائیل لائے۔ اچانک سے مجھے محسوس ہونے لگے، یہ جتنے دن تم مجھ سے دور رہے، میں ہر پل تم سے ایموشنلی اٹیچ ہوتی گئی، صدیوں میں کی جانے والی محبت یہ چند دن اپنے نام لگا بیٹھے۔ میں نے بہت سارے خواب سجالیے، کیونکہ مجھے یقین ہے عمر آفندی مجھے سچ میں پرسنز بنا دے گا"

سوہا کے یہ نرم ملائم اظہار، عمر کی جان پر بہت بھاری تھے، اوپر سے وہ کوئل سی پری اسے بھی تو دگنی عزیز تھی۔

دل تو چاہا اسے سانس لینے کی بھی مہلت نہ دے پر وہ اسے خود ہی تو اپنا آسمان سونپ چکا تھا۔

"چوزی! تم میرے صبر کے پیمانے لبریز کر رہی ہو۔ دیکھو شریف نہیں ہوں، تمہارے معاملے میں تو ہرگز نہیں۔ یہ اظہار تب کرنا جب مجھے برداشت کرنے کی قوت ہو تم میں۔ میں رک نہیں پاؤں گا اگر اک حرف مزید تم نے میری آنکھوں میں دیکھ کر کہا"

عمر کی آواز جذبات کے غلبے سے بارہا ٹوٹی، سوہانے اپنی دونوں ہتھیلیوں کی ٹھنڈک عمر کی گردن کے اطراف دی اور چہرہ بے حد قریب لائی جسکے بعد اسے دور جانے دینا عمر کے بس کا روگ نہ تھا۔
"آئی لو ویو سوچ عمر آفندی"

وہ بنا انجام کی پرواہ کے مسکائی یہ جاننے کے باوجود کہ وہ اس بہار کو خود پر لمحہ لگا کر اتار لے گا۔
"تمہارے ہونٹوں سے وہی نکلا ہے ناں جو میں نے سنا؟"

عمر کسی نشے میں دھت شرابی کی مانند جام سکون کا طلب گار ہوئے بڑبڑایا۔
"اڑنے سے پہلے مجھے تھوڑی اپنی قید سونپ دو، یہ قید مجھے تمہارے آسمان سے پہلے تمہارے دل میں پرواز بخشے گی۔ مجھ سے نہیں ہو گا تم سے دور رہنے کا جبر مزید کیونکہ میں نے تمہیں بہت مس کیا ہے، تمہیں تلافی کرنی ہو گی ورنہ پاگل ہو جاؤں گی"

خود سپردگی کا یہ جان لیوا انداز عمر کے تن من میں آگ دہکا گیا، وہ آنکھیں خمار و سرور سے لبریز ہوئیں۔

"میری جان! میں تو اس تلافی کے لیے تڑپ رہا ہوں۔ میں تمہیں پاگل ہونے کیسے دے سکتا ہوں، آجا اور لوٹ لے میرا سب کچھ چوڑی"

عمر نے اختتام تک جیسے زرا پرے ہٹ کر اپنی بازو کھولے شاہ رخ خان پوز دیا، سوہا ہنس کر اسکے سینے جا لگی۔

جبکہ دونوں گلے لگے تو دل کی دھڑکنیں پاگل ہونے لگیں۔

"اف! یہ بہت خوبصورت ہے۔ سوہا آئی لو ویو ٹو"

اسکے سر کو چومتے جان نثاری سے اظہار کیا جس پر وہ اور شدت ملاتی اسکے سینے میں گھٹنے لگی۔

"تھینکیو فار میکنگ مائی لائف ہیون عمر"

ایسے اظہار پر وہ اسے کیسے چھپنے دیتا، پکڑ کر روبرو کرتے ہی اسکے ستائش کے منتظر چہرے کے خدو خال پر اپنے ہونٹوں سے بہار رانج کر دی۔

وہ عمر کی مٹھاس اپنی زبان سے وجود میں اترتا محسوس کرنے کی خواہش مند تھی پر لگتا نہیں تھا وہ آفت کا پرکالہ اسے لمس کی اس زبان کے سحر سے زیادہ دیر ہوش میں رہنے دیتا۔

اسکے بعد پھر لفظوں کی وقعت ہی نہ رہی، وہ آگ میں دبی دو چنگاریاں تھے جو ایک بھڑکتے آلاو میں بدل کر سب تہس نہس کر کے اک نئے نشاط و سرور کو اپنے لیے کریٹ کرنے والے تھے۔

"وادی سون سکیسر خوش ہے، اسکا امان پروردہ اپنی حسینہ کے سنگ لوٹ آیا"

رات گہری تھی پرستاروں کے جھرمٹ میں نکلے چاند نے اوچھالی جھیل کی خوبصورتی لاکھ گنا بڑھا رکھی تھی اور پھر اس کے کنارے کھڑا وہ ہنس کا جوڑا جو اس وادی کا اب اکھٹا عشق تھا۔
وہ لوٹ آئے تھے پر شاہ حویلی سے پہلے وادی سون انکے دیدار کی منتظر تھی، ان دو کو ساتھ دیکھنے کے لیے ترس چکی تھی۔

"یہ تم نے ان ڈائریکٹ اپنی ہی تعریف کی ہے، یہ اوڑھ لو"

داران نے اسکے کان سے لگے محبت بھری جسارت کرتے ہی اپنی جیکٹ اسکے کومل وجود کو حصار کی کیونکہ خود وہ اس ٹھنڈ کا عادی تھا پر داریہ کے لیے یہ شدت بے حد اضافی تھی، وہ پہلے جملے کو نظر انداز کیے آخری پر پلٹی، اک انسیت سے لبریز نظر اپنے اطراف لپٹی داران کی جیکٹ پر ڈالی اور اک محبوبیت میں دھت نظر داران ماہیر شاہ پر۔

"تم مجھے ہمیشہ اپنی چیزیں کیوں دے دیتے ہو، اپنا دل، اپنا اختیار، اپنی خوشبو، اپنی محبت، اپنی رضا، اپنی شال اور اب اپنی جیکٹ بھی"

داریہ چاہتی تھی اسے بھی ٹھنڈ نہ لگے تبھی اسکی کمر کے اطراف ہاتھ لپیٹے اس کے ساتھ جا لپیٹی۔

"کیونکہ تم میری ہو"

ہاتھ اسکے اطراف حائل کیے اسکی جبین چومتے جواب دیا، قہر برس رہا تھا وادی سون میں، دھند لکا چھایا تھا، ایسا لگ رہا تھا سردی کے غائبانہ اولے گر رہے ہوں۔

"سرور مت دلاؤ مجھے"

وہ مدہوش ہوئی، اتنی سی دیر میں ہی داریہ کے ہونٹوں کی رنگت سردی سے بدلنے لگی، اسکے رخساروں پر سرخی سمٹنے لگی۔

"ٹھنڈ کہتے ہیں اسے، تم کانپ رہی ہو۔ چلیں؟ یہ جھیل سے گفت و شنید پھر کر لینا دھوپ کے پہر"

اسکو اپنے خوبصورت اور مضبوط ہاتھوں کی حرارت دیتے پیار سے تصحیح کی جس پر داریہ کھکھلا دی۔

"میں رومنٹک ہو رہی تھی ماہیر"

داریہ نے خفا ہوتے گھورا۔

"غلط جگہ ہو رہی ہو، میں نے جواب دیا تو گر پڑو گی"

اف وہ اپنے قرب کی شدتوں کی تباہ کاریاں بتاتا داران ماہیر شاہ۔

"تم جواب دینے کے ساتھ ہی سنبھال نہیں سکو گے کیا مجھے؟"

داریہ کے من میں جسارتیں کرنے کی پرحدت خواہشیں گھوم رہی تھیں۔

وہ اوچھالی جھیل کو بتانا چاہتی تھی کہ اسکا ماہیر شاہ اب اسکا ہے۔

"میں خود لڑکھڑاجاؤں گا، نشہ بن کر نس نس میں اترتے تم دیر ہی کتنی لگاتی ہو۔ اس وادی کی محبت ہوں میں، یہ جیلِس ہو گئی تو اپنا امان پروردہ نیا چن لے گی"

داران کے دل نشین و سوسوں پر دارِ یہ ہنسی، اسکے قریب سرک کراک دل موہ لیتی پیش رفت کیے داران کو مسرور و بے خود کیا، اس لڑکی کا گرم لمس، اس سر دلہر کو اپنے اندر فوراً ضم کر گیا۔

"تم سے بہتر اسے کوئی نہ ملے گا، یہ بات وادی سون سکیسر جانتی ہے۔ ماہیر! تم میری زندگی کی قیمتی ترین خوشی ہو"

نرم ہتھیلوں میں داران کا چہرہ بھرے اسکی جبین رخسار چھوتے وہ اک دلربا سے انداز میں مقابل وارفتگی پھیلا گئی۔

"اور میں تمہاری اتنی قیمتی خوشی ہونے پر بھی قربان"

جواباً اسکی آنکھوں کو چومتے بینائی کو تقویت دی جس پر دونوں گلے گلے اور فائنلی موڈ بنا کہ اب شاہ حویلی کی ویرانی کو سکون و رونق میں بدلا جائے سو دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھا اور پھر دارِ یہ اسکا بازو تھامے ادا سے اپنے داران ماہیر شاہ کے سنگ شاہ حویلی روانہ ہو گئی۔

.._____..

سیانے لوگ کہتے ہیں ان لوگوں کی قبریں ٹھنڈی کر دی جاتی ہیں جنکو انکے محبوب یاد دلدار کے پہلو میں دفن کیا جائے، انکی مٹی میں محبوب کی قبر کی مٹی کی آمیزش ہو جائے تو انھیں کب حاجت ہے کسی اور

دنیا جہاں کے صلے کی، پھر ان قبروں کے آس پاس چلتی خاموش ہوا د عابن جاتی ہے، محبت کو امر کرنے کے لیے دل کے ساتھ جان بھی دینی پڑتی ہے۔

وہ دو جان دے گئے تھے، زمیل اور جاسم، مان دو کی قبریں الگ الگ جگہ پر تھیں پر اف وہ یار کا پہلو، جو تاقیامت نصیب ہونے والا تھا، یہ بھی تو اک خوشی کا پہلو ہے، اک راحت اک نشاط ہے۔

داران اور دار یہ واپس لوٹے تو شاہ حویلی دلہن کی طرح سچی تھی، دار یہ کا استقبال بالکل شاہ حویلی کی بہو کی طرح کیا گیا، جسے عزیزے جان نے "میری بچی" کہہ کر سینے لگا لیا، جسے تبریز شاہ نے بلا جھجک اس افسردہ حویلی کی رونق قرار دیا، فردوس اور عامر نے اس حسین کپل کی آمد پر دسترخوان کئی راغب کرتے پکوانوں سے سجایا تھا، خانواکبر گلے لگا کر داران کو ملے تھے، عثمان اپنی سپیشل ڈش کے ہمراہ اس خوبصورت کپل کو ملنے آیا تھا، رونق لگ گئی تھی اس شب۔

داران کے لیے زندگی کی سب راہیں ہموار ہو گئی تھیں،

مومن کی راہ ہموار کر دی جاتی ہے، پانچ وقت اللہ کے حضور جا کر اپنا اطمینان مانگنے والے لوگ اک دن اسقدر بھر دیے جاتے ہیں کہ وہ چلتا پھرتا رشک بن جاتے ہیں۔

دار یہ خوش تھی، نہیں خوشی تو بہت چھوٹا لفظ تھا، وہ سر سے پیر تک سکون بن گئی تھی۔

اسکے ساتھ داران ماہیر شاہ اسقدر سجتا کہ ہوائیں رک کر انھیں دیکھتیں، منظر تھم جاتے، انکی محبت، انکی لافانی کشش کا نعم البدل کوئی نہ تھا۔

"کاش میں آج کھل کر تمہیں تم سے چراپاتا"

خوبصورتی تو وہ تھی جو ڈنر کے بعد داران کی خواب گاہ میں رقص کی، داریہ نے وہی اسکی می کی شادی کا جوڑا پہن کر اسکا روم میں ویلکم کیا۔

داران اس کے نزدیک بہت کسی بے خود شے کی مانند لپکتے بڑبڑایا۔ داریہ نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے رگ جان بننے سے روکا۔

"کب کا چرا لیا ہے، یہ لڑکی خود کو بھول چکی ہے۔ بہکنے کو چھوڑوا بھی، وہ تعریف کرو جو تم نے اب تک نہیں کی۔ دلہن بن کر کیسی لگ رہی ہے تمہاری فلورنس"

داریہ کی آنکھیں اسے چھو گئیں، محبت و وارفتگی سے اور جواباً داران نے اسکو سرتا پیر دیکھتے اسکو شانوں سے تھامے اپنی سانسوں کی دسترس تک کھینچ لیتے کیا۔

"واللہ! ہمیشہ کی طرح میرا ذاتی قہر، میری اپنی قیامت، میری اکلوتی تباہی۔ تم سچ رہی ہو، جیسے کوئی آخری حدوں کو چھوتا ہوا سجتا ہے"

داریہ نے اس کی آنکھوں اور ہونٹوں کے سنگم کا باہمت اظہار سنتے نشیلا سا ہنس کر داران ماہیر شاہ کو سرتا پیر اپنی راعنائی میں جکڑ لیا، پھر کاش کو کاش رہنے دینا داران ماہیر شاہ کو زیب نہ دیا۔

یہی نہیں دو دن بعد داریہ اور داران کے ولیمے نے ایک بار پھر سب دوستوں کو جمع کر لیا، سنت تھی، پورے اہتمام سے پوری کی گئی۔

کچھ دن تک سوہا، عمر، رجال اور جانیہ واپس موسکو چلے گئے، رجال اور عمر نے اپنی اپنی ذمہ داری سنبھال لی، یچی یہیں رہ کر ڈیفینس بیورو میں داران کے ہمراہ شارپ سوٹرز اور سیکورٹی سیکرٹ ایجنٹ آفیسر کی جاب کرنے لگا، بیلا نے اپنی فراغت کا ساتھ انجمن دادو کو بنایا، وہ بیمار رہنے لگیں تھیں اور بیلا انکے آخری وقت میں انکو تنہائی نہیں دے سکتی تھی، یہاں تک کہ یچی خود انکو وقت دیتا، سوہا اور عمر آزاد پنچھی دنیا میں گھومنے لگے، وہ ایک بار پھر جلا د کا جاسوس بنے مختلف ملک گھومتا، اپنی سوہا کے ہمراہ۔ جانیہ نے بھی رشہ جاکر DWE آئیڈمی جوائن کر لی، بارس، صدیقہ، سائمن سب ایک فیملی بن گئے، پھر اسکا رجال اسکا جلا د اسکے پاس تھا تو اسے اپنی زندگی سے محبت تھی۔

عاقب نے حویلی ری نیو کروائی، ہر ویک اینڈ انیب کے ساتھ وہیں رہتا، ممی بابا جیسے روح بن کر اسے جوائن کر لیتے۔ انیب صحافت میں قدم جماتی گئی، عاقب نے شاہ انڈسٹری میں اپنا ہر ہنر صرف کر دیا، داران بھی شاہ انڈسٹری کے ساتھ بہت سے فرض نبھاتا رہا، پہلا فرض جو محبت بھی تھی وہ داریہ کو اکیلانہ ہونے دینا، اسکے لاڈ اٹھانا، اسے دن میں دس بار سمارٹ کہہ کر خوش کرنا، اسکے بدلتے موڈ، بدلتی کیفیت، بڑھتے درد، طویل ہوتی خواہشوں کو سر آنکھوں رکھنا، پھر دوسرا فرض ڈیفینس پرائیج کا ہائیٹی ٹرینڈ شارپ شوٹر اپنی مہارتیں دیکھاتا، دوستوں کی دل جوئی کرنے کا لیاقت کو یقینی بناتا۔

جہانگیر اپنے ٹریول ایجنسی کے بزنس کو سنبھالتے، ماریہ اپنا سکول دیکھتیں، ثمن اپنے بچے کے آنے کے انتظار میں بندھی خوبصورتی سے جی رہی تھی۔

مایا کے لیے حمین نے اسکی راہیں تک پھول بنادیں، وہ مایا کی خواہش کہے بناسننا، یاد دلائے بنا پوری کرتا۔
ماول نے بہت اچھے مارکس کے سنگ گریجویشن کی اور فائنلی ایاد ایک بار پھر اسکا ٹیچر بنا، ایادز میل خان
کمسٹری پروفیسر کی وہ سب سے لاڈلی سٹوڈنٹ بنے یہ خوبصورت زندگی جینے لگی، اسے ایاد گڑیا بنے
رہنے کی ہر عیاشی دے رہا تھا۔

یچی اور بیلا کی زندگی میں پھر اچانک بہار آئی، ابھی شادی کو چند ہفتے ہی گزرے کے وہ امید سے ہوئی، یہ
امید کی خبر انجمن صاحبہ کو نئی زندگی دے گئی۔

سب سے پہلے وہ آیا، خوبصورت گریٹیش بلو آنکھوں والا "ہارب ماہیر شاہ" دار یہ نے آٹھ ماہ کے بعد ہی
ہارب کو جنم دیا کیونکہ موصوف اپنے بابا کی طرح مینٹلی تیز جبکہ فزیکلی ویک تھے، وہ اس قدر پیارا اور
چھو مو تھا کہ اس نے دنیا میں آکر اپنی خوبصورتی اور نزاکت سے ہر فرد کو ہلا دیا۔

پھر "ادیان حمین چوہان" دنیا میں آئے، مایا اور حمین کی دوسری محبت بن کر، حمین چوہان کا غرور بن
کر، رونقیں لگ گئیں۔

پیچھے پیچھے "زمیل جہانگیر" آگیا، جہانگیر نے اپنے اور ثمن کے بیٹے کا نام "زمیل جہانگیر" رکھا، کیونکہ
زمیل نے کہا تھا وہ انکا دوست بنے گا، ماریہ صاحبہ کی تو خوشی کا لیول ہی الگ تھا۔

ابھی یہ تین تشریف لائے ہی تھے کہ اک پری اتری "امینہ حیدر" یچی اور بیلا کی بیٹی، بہت پیاری،
انجمن صاحبہ کی دھڑکنوں کا سکون، انکی پرپوتی۔

کتنا خوبصورت تھا یہ کہ اللہ نے انکو اپنی پرپوتی کا بھی چہرہ دیکھا دیا۔

اور یہی نہیں بارس اور صدیقہ کی زندگی میں بھی "فروزان بارس" نامی بے حد پیاری گڑیا نے انٹری مار دی۔

باقی سب کی زندگی میں ابھی تک ٹھہرا ہوا تھا، پھر دیکھتے ہی دیکھتے کئی سال بیت گئے، سب اپنی زندگیوں میں بہت آگے بڑھ گئے۔

سبکی زندگیاں سکون کا دوسرا نام بن گئیں۔

.._____..

After Three Years...

ایک خوبصورت نومولود سی پاکیزہ صبح شاہ حویلی کی اونچی دیواروں کے پار سے نور بنی ٹپک رہی تھی۔
"آپ کی تو ہوں میرے بے بی! پر تھوڑی آپکے ڈیڈا کی بھی ہوں۔ انکی پر نسبز ہوں ناں، اور آپ انکے پرنس۔ چلیں آپ عزیزے جان کے پاس بیٹھیں، اپنا شیک فینش کریں تب تک میں آپکے ڈیڈا کو بریک فاسٹ سرو کر لوں"

ہارب شاہ کے سفید دودھیا گال چومتے داریہ نے اسے اٹھا کر عزیزے جان کی گود میں بٹھایا مگر موصوف کی تڑپی نظریں اسی طرف تھیں جدھر داریہ جاو جھل ہوئی، عزیزے سے اپنا شیک کپ لیے

وہ ویسے ہی انکے سینے لگتا تو پھر وہ اسے لوری سنا کر سلاتیں، کبھی کبھی سو جاتا لیکن کبھی کبھی آخری ہگ اسے ممی کا چاہیے ہوتا۔

داران کو شاہ انڈسٹری سے دیر ہو رہی تھی پر جاگے کے باوجود وہ داریہ کے آکر اٹھانے کا منتظر کلسمندی سے بیڈ پر ہی لیٹا تھا۔

گزرے سالوں نے سبکی خوبصورتی و وجاہت میں اضافہ کیا تھا پر واللہ ماہیر شاہ کی یہ بے ترتیب سی حالت بھی جان لیوا تھی۔

داریہ کمرے میں انٹر ہوئی تو کروٹ پر تکیہ دبوج کر سوئے داران کے پاس آرکتے بیٹھی ہی کہ داران نے جھٹ سے کروٹ سیدھی کیے اپنا سر داریہ کے گھٹنے پر رکھا، اف وہ دل بن کر دھڑکتی فلورنس اور جان آنکھوں میں انڈیل کر جو ابانہار تا داران ماہیر شاہ۔

"مل گئی تمہیں فرصت میرے رقیب سے، مطلب نہ رات کو ملتی ہو نہ میری صبح بروقت حسین کرتی ہو۔ میں پاگل ہو جاؤں گا تمہاری اتنی کمی پر داریہ"

داران کے شکوے ہر صبح کا معمول تھے، داریہ نے اس کے بکھیرے بال پیار سے سمیٹے جھک کر صبح پیشانی چومی۔

"میں آگئی تھی رات تمہارے پاس ہمیشہ کی طرح پر تم سو گئے تھے، میں نے بہت پیار لٹایا۔ اپنی فیورٹ کس بھی کی۔ تمہیں چڑایا بھی۔ تمہیں پہروں تاڑا بھی۔ اب بھی پاگل ہونا ہے تو مجھے بھی کر کے

ہونا، پاگل ماہیر شاہ کے ساتھ پاگل داریہ ہی سچتی ہے۔ رہی بات رقیب صاحب کی تو ابھی چھوٹا ہے، سمجھ جائے گا کہ اسکی ممی کسی کی پوری دنیا ہیں۔ ناومیپی؟"

داریہ نے ہر صبح کی طرح اسے چاوسے منایا جس پر داران مسکرا کر اٹھ بیٹھا، وہ ہر صبح کی طرح بہت فریش اور پرکشش لگ رہی تھی، گہرے نیلے لباس میں چاند کی تمثیل، سنہری آنکھیں، رغبت میں مبتلا کرتے لب و رخسار۔

"یس۔۔۔ پیسیٹ پرسن آیت دس مومنٹ"

داران نے اسکے رخسار پیار سے چومتے ابھی کچھ کر گزرنے کا ارادہ بنایا ہی کہ کمرے میں داخل ہونے سے پہلے ہی ہارب کی چینج پر ہڑبڑا کر داریہ سے دور ہوا۔

"ممی تو تچنی تلو، دندے ڈیڈا۔۔۔ ممی آئی وانت تو سلپ و دیو"

ہارب شاہ اندر آتے پہلے تو داران کو آنکھیں پھاڑتا گھورا پھر داریہ کا ہاتھ اپنے ننھے ہاتھ میں لیے اسے کھینچنے لگا جیسے داریہ اسے داران کے پہلو میں بیٹھی تک قبول نہ ہو، داران کو آگ ہی تو لگ گئی۔

"تم سے پہلے یہ میری ہے، آئے بڑے تچنی تلو۔۔۔ بولنا تو سیکھ لو پہلے، پوٹی تو کرنا سیکھ لو خود، قد اور عمر دیکھو اسکی اور بھرم چیک کرو، آیا بڑا مجھے دھمکی دینے والا۔ تم بچ جاو مجھ سے، تمہارا سافٹ ویئر ابڈیٹ

کر دوں گا۔ اف کتنا گند اچینختا ہے، جا میرے باپ، جاو تم لاڈیاں کرو اسے ہی"

داران نے ایک ہی جھٹکے سے پکڑ کر ہارب کو جب دبوچ کر اسکی گال دانتوں میں لی تو وہ ایسا چینخا اور ہاتھ پیر چلاتا کان کے پردے پھاڑنے میں کامیاب ہوا تو بچا داران خود ہی ہاتھ جوڑ کر اس بلا کے ہاتھ داریہ تھمائے اٹھا اور ٹاول لیے فریش ہونے گھسا جبکہ ہارب کا خوا مخواہ کا چینخنا داریہ کے گلے لگاتے ہی رکالٹا وہ داریہ کے ساتھ ہی چڑھ کر لیٹے آدھے سے زیادہ اس پر حاوی ہو گیا۔

داریہ کی مسکراہٹ تب ہنسی بنی جب ہارب اسے مزید خود سے جوڑنے کی کوشش میں تھا، بس نہ چل رہا تھا ماں کو اٹھا کر دل میں رکھ لے۔

"مئی آپکی ہی ہے بے بی، سو جاو میرا بچہ۔ ادھر آ جاو"

داریہ نے بازو کا حصار دیے اسے خود میں سمیٹا جبکہ اکثر وہ ہارب کو سلاتے خود بھی اس ٹائم سو جاتی جب داران کو شاہ اند سٹری جانا ہوتا۔

جناب شاور لے کر نکلے تو آگے ماں بچے کی لپٹا لپٹی دیکھے اپنے اندر اٹھتے شعلوں کو قابو کیے موصوف بنا ناشتے اور زوجہ کی جانب سے گڈبائے کس لیے ہی پیڑ پٹخ کر نکل گئے اور ایسا یہاں اب تو روایت بن چکی تھی۔

.._____..

"میم آپ اندر نہیں جاسکتیں، جلاد اس وقت بڑی ہیں"

رجال چغتائی کے ولا کی بیرونی باڑ عبور کرنے پر آمادہ جانیہ کو کسی بادب اور نرم آواز نے پکار کر روکا، وہ فوراً سے گھبرا کر پلٹی۔

"انھیں بتائیں جانیہ آئی ہے، بہت ضروری بات کرنی ہے مجھے۔ یا پھر ایسا کریں مجھے اندر جانے دیں، میں پہلے بھی آچکی ہوں بھیا"

جانیہ بلیک لئیر ڈڈریس میں صبح سویرے بال کھولے، تھوڑی سی تیاری کے سنگ کافی گھبرا ئی لگی، باڑ کے کنارے کھڑا آدمی انکار نہ کرتے اسکے لیے فوری جگہ بنا کر اپنی گن بھی ہٹا گیا جس سے جانیہ خوفزدہ ہوتی محسوس ہوئی۔

"اف رجال، ایک ویک سے آپ گھر نہیں آئے۔ میں جانتی ہوں آپ نے منع کیا تھا پر میں بہت مس کر رہی تھی، یا اللہ وہ غصے میں نہ ہوں بس"

جانیہ نے کندھے پر لٹکا بیگ اچھے سے دبوچا اور تیزی سے وہ سنسنان کو رڈور عبور کرتی آگے بڑھی، کچھ ہی قدموں میں اسطبل شروع ہوا، اعلیٰ نسل کے ایرانی اور عربی گھوڑے بندھے تھے، ان میں سے ایک سنہرے بالوں والا بھورا گھوڑا دور سے ہی جانیہ کو دیکھے سر ہلائے انسیت بھری آواز نکالنے لگا جس پر جانیہ نے فوراً اسکی طرف قدم بڑھائے اور اسکے سنہری بال سہلا کر اسکے ماتھے پر پیار دیا۔

وہ جب بھی جلا د خانہ آتی تھی "گوزل" نامی رجال کا یہ گھوڑا جانیہ کو یونہی محبت سے خوش آمدید کہتا تھا۔

"تم میری سفارش کر دینا اگر وہ میرے آنے پر غصہ ہوئے، لیکن ان کے لیے سر پرانز پارٹی آرینج کی ہے رات، ہماری تھرڈ اینورسری، دوبار میں بھول گئی لیکن شکر ہے تیسری بار وہ بھول گئے۔ پتا نہیں وہ کب گھر آتے تو میں خود چلی آئی کیونکہ کم از کم ہمارا یہ پورا دن تو ایک ساتھ ہونا چاہیے۔ ویسے تو ان تین سالوں میں ایک بار بھی میں نے انکا غصہ نہیں دیکھا پر آپس کی بات ہے شدت سے دیکھنا چاہتی ہوں۔ تاکہ مجھے انکے اس روپ سے بھی عشق ہو جائے۔ تبھی تو تین سال سے ہر وہ حرکت کر رہی ہوں جس کے لیے وہ منع کرتے ہیں، کوزل تم ہی بتاؤ ایسا کب تک چلے گا۔ اتنے میٹھے رجال شوگر کر دیں گے مجھے۔ میں بھی کتنی پاگل ہوں تم سے باتوں میں لگ گئی۔ جاتی ہوں۔۔۔ خیال رکھنا تم اپنا"

کوزل سے بچوں کی طرح باتیں کیے فوری اسے پیار کیے وہ آگے بڑھی، ابھی کچھ ہی قدم اٹھائے تھے کہ رجال کی دھاڑ نما آواز پر وہ گودام کے باہر ڈر کر کے چھپ گئی۔

"کاٹ کر پھینک کر آو اسے، اسکے جسم کے اتنے ٹکڑے کرنا کہ اسکا باس اس زندگی میں تو اسکے ٹکڑے اکٹھے نہ کر سکے۔ جبکہ اس دوسرے کے دونوں گھر قبضے میں لو۔ جب تک مطلوبہ انفارمیشن نہ دے، سانس لینے کے آکسیجن بھی ترسار سا کر دو اسے۔۔۔"

جانیہ کے ہاتھ پیر کانپ گئے، تین سالوں میں پہلی بار اس نے رجال کی اتنی خوفناک آواز سنی جبکہ مزید ہمت کیے جب اس نے دیوار کی اوٹ سے جھانکا تو آگے زمین پر پڑے مرے آدمی کی تن سے جدا گردن دیکھے جانیہ چیخی۔

رجال جو اس وقت خونخوار موڈ میں تھا، جانیہ کی چیخ پر دوڑ کر باہر پہنچا، وہ منہ پر ہاتھ رکھے یوں کھڑی تھی جیسے اس نے کوئی جن دیکھ لیا ہو۔

"تمہیں منع کیا تھا یہاں آنے سے، سمجھتی کیوں نہیں ہو بیوقوف لڑکی"

رجال نے اسکا بازو پکڑا اور واپس گھسیٹا اسطبل کی حدود میں لایا، جانیہ کا پورا چہرہ سفید پڑ گیا۔

"و۔۔ وہ میں چاہتی تھی آپ مجھ پر غصہ ہوں، ت۔ ترس گئی ہوں آپکا محبت کے علاوہ کوئی رنگ دیکھنے کے لیے۔۔۔ پلیز مارے گامت"

جانیہ کا بیگ تک چھوٹ کر نیچے گرا الٹا جس طرح وہ غصے سے دھکتے رجال کے خوف سے کانپی، مقابل کا دماغ گما گئی۔

"میں تمہیں مار سکتا ہوں کیا؟ تمہارا ناں دماغ الٹ گیا ہے۔ بکھواتا ہوں تمہیں پاکستان۔ میرے پیار نے بگاڑ دیا ہے۔ بیویاں شکر کرتی ہیں انکو ہر وقت پیار دینے والا شوہر ملے اور ایک تم ہو مجھے تنگ کر کے رکھ دیا ہے۔ میرے غصے کی ایک نظر تمہیں آدھا کر گئی ہے، دوسری نظر جان لے جائے گی تمہاری سمجھی"

رجال کا دل کیا اس لڑکی کو ایک کھینچ کر لگائے، جبکہ جانیہ کا دل کیا وہ اسکی وہ غصے کی نظر دوبارہ کبھی نہ پائے۔

"آپ م۔۔ مجھے ڈانٹ رہے ہیں۔۔؟"

جانیہ کی سانس اٹکنے لگی تو رجاں نے اسکو پکڑ کر گھبراتے فوری اپنے سینے سے نزدیک سرکایا۔
"ہاں، کیا کر لو گی۔۔۔ بولو۔۔۔ بڑا شوق ہے نہ مجھے چینختا، غصے سے دھاڑتا دیکھنے کا۔ مل گیا چین یا ایک
دو تھپڑ بھی لگاؤں"

رجاں نے جان بوجھ کر رعب جھاڑا پر بھول گیا تھا وہ لڑکی صرف لگتی بہادر تھی اسکے لیے پھول جیسی
تھی، رجاں کے پیروں سے زمین تب سر کی جب وہ تھپڑ کاسنتے ہی رجاں کی بازوؤں میں ہوش کھو گئی۔
رجاں نے بمشکل اسے سنبھالا، فوراً سے اسی ایریا کی دوسری طرف تعمیر فارم ہاؤس کی طرف لیتے بڑھا
اور جاتے ہوئے اپنے آدمی کو ترنت کسی ڈاکٹر کو لانے کا بھی کہا۔
"اسکی کسر رہ گئی تھی، چڑیل"

نرمی سے اسے میٹرس پر لیٹائے رجاں نے اسکے بے جان ہاتھ کو پکڑ کر چوما اور ساتھ ہی بیٹھا۔
"جب پتا ہے کہ صرف میرے پیار کے لیے بنی ہو تو کیوں کرتی ہو ایسی بچوں والی حرکتیں، کتنی بار بتاؤں
تمہیں جانیہ کہ اب بڑی ہو گئی ہو۔۔۔"

جھک کر اسکا ماتھا چومے وہ اس بیچ اسکا گال تھپکا رہا تھا پر بے ہوشی طویل رہی، ڈاکٹر بھی جلد ہی پہنچا،
بہت خطرناک حد تک گرابی پی اور جانیہ کی زرد رنگت سے ہی ڈاکٹر سمجھ گیا پر کنفرمیشن کے بنا جلا د کو
کوئی خبر دینا اسے مناسب نہ لگا۔

رجال نے ڈاکٹر کو جانیہ کو چھونے سے منع کیا تھا تو وہ بہت احتیاط سے اسے چیک کرنے کے بعد اٹھ کر رجال کے روبرو ہوا۔

"بلڈ ٹیسٹ کرنا ہو گا کنفرمیشن کے لیے، کیا بلڈ سیمپل لے لوں؟"

ڈاکٹر کے مودب ہو کر کیے سوال پر رجال نے اک نظر جانیہ پر ڈالی اور دوسری ڈاکٹر پر پھر اپنا ہاتھ بڑھایا جیسے سرنج مانگ رہا ہو۔

"آپ کو مطلوبہ وین معلوم ہے کیا جلا د؟"

ڈاکٹر ہکلا یا جس پر رجال نے سرنج اسکے ہاتھ سے لیے پرے کیا اور جھک کر خود جانیہ کی بازو میں اس سرنج سے بلڈ لیا۔

"شک کیا ہے تمہیں جس تحت میری بیوی کا یہ خون لے رہے ہو؟"

رجال جانیہ کے خون کے لیے بھی حساس تھا، سرنج تھمانے سے پہلے سرد مہری سے سوال کیا۔

"جی، ممکن ہے یہ امید سے ہوں"

رجال نے اسکا شک سنے سرنج اسے تھما کر کمرے سے تشریف لے جانے کا تنبیہی اشارہ کیا کیونکہ اسے یقین ہی نہ آیا، تین سال ہو چکے تھے اب تو رجال بھی ناامید ہو گیا تھا۔

"اپنی ڈاکٹری کہیں اور جھاڑو، دو گھنٹے میں اصل رپورٹ چاہیے"

ڈاکٹر ڈرتا ہوا رجاں کے جھاڑنے پر فوراً کمرے سے نکل گیا جبکہ رجاں نے آزرده نظر زرد چہرے والی نرم میٹررس پر لیٹی جانیہ پر ڈالی اور پاس ہی بیٹھا۔

"ہیپی اینورسری جانیہ"

وہ دس منٹس تک ڈرپ سے آتی طاقت پر جاگی تو رجاں نے اسکے خشک ہونٹوں کو سائیڈ پر رکھے گلاس سے چند قطرے پانی لے کر ترکیے انگوٹھے کی پور سے دباتے وش کیا تو وہ جاگتے ہی منہ پھلا گئی۔

"مجھے لگا آپ بھول گئے، بھولے رہتے ناں رجاں۔۔۔ میرا سارا سر پر انڈر برباد کر دیا۔ اوپر سے مجھ پر غصہ کیا، سیدھا تھپڑ لگانے کی دھمکی دے دی"

اٹھ کر بیٹھتے ہی وہ لڑنے لگی، رجاں نے گہرا سانس فضا میں خارج کرتے اس لڑکی کو عاجز آئے دیکھا۔
"تویوں بیہوش ہو کر جان نکال تولی تم نے،

سمجھ نہیں آتی تمہیں کہ تم صرف میری محبت کے لیے بنی ہو۔ دوبارہ کرو گی ایسا؟ بولو"

رجاں نے اسکے دونوں بازو پکڑ کر اپنے قریب کیا کہ دونوں کے چہروں میں اک انچ کا فاصلہ بچا، وہ سہم گئی۔

"آپ غصہ کرتے بہت حسین لگتے ہیں پر اتنا حسن میں برداشت نہیں کر سکتی (جان لیوا مسکرائی)۔ سوری ناں، دوبارہ میرے باپ دادا کی توبہ جو یہ خواہش کروں۔ تین سال انتظار کروایا آپ نے، پہلے ہی دن کر لیتے غصہ تو میرا ارمان پورا ہو جاتا اور میں آپ کو اتنا نہ ستاتی"

جانیہ کے یوں اتنے قریب رک کر مسکرا کر بولنا، رجال کو کچھ یاد رہنے دیتا ہی کہاں تھا، پچھلے پانچ دن سے وہ ساوتھ افریقہ گیا تھا، آنے کے بعد سے کچھ لین دین کے کام سے یہاں جلاد خانے میں پھنسا تھا، ہفتے کی جتنی تشنگی تھی اس نے جانیہ کی سانسوں پر قہر ڈھاتے مٹائی اور اس بیچ وہ واپس رجال کی جنون خیزی میں دھت تکیے سے جا لگی، دونوں ہاتھ خود پر بیٹھے بیٹھے جھکے رجال کی گردن میں باندھ لیے۔

"تمہارا تنگ کرنا اچھا لگتا تھا مجھے، اب نہیں کرو گی کیا؟ میں تنگ کرنے والی جانیہ کہاں سے لاؤں گا" وہ خود جب تھک گیا تب ان محملی جان پرور سانسوں سے دور ہوا اور اپنی دوری اس سوال اور مطلبی نظروں سے اور خطرناک کر گیا۔

"رجال مجھے آپکا فیس دھندلایا نظر آرہا ہے، مجھے وامٹنگ فیل ہو رہی ہے۔ ہٹ جائیں" اس سے پہلے وہ جواب دیتی اپنی حالت پر اسے پرے کیے اٹھتی چکراتے سر سمیٹ ملحقہ واش روم دوڑی، جبکہ رجال پیچھے ہی جاتا یکدم رکا۔
ڈاکٹر کی بات دماغ میں گھومی۔

"آہہ!"

جانیہ کے کراہنے پر وہ اندر داخل ہوا جو پیٹ پکڑے بس گر پڑنے ہی والی تھی جب رجال نے اسے بمشکل اپنا سہارہ دیے سنبھال کر اپنی طرف پلٹایا پر وہ درد سے ہلکان تھی، اسے بازوؤں میں اٹھا کر واپس کمرے میں لایا، اسے لٹا کر لحاف کرواتے وہ کتنی دیر اسکے پاس بیٹھا رہا۔

ڈاکٹر کی کال پر رجال نے سائیڈ پر رکھا فون اٹھایا۔

"رپورٹ از پازیٹو۔ ون منتھ پر یگنٹ ہیں آپکی وائف"

یہ سنتے ہی رجال نے نم آنکھوں سے مسکرا کر ہلکان ہوئی جانیہ کو دیکھے فون کسی غیر ضروری شے کی طرح سائیڈ پر رکھتے اسے یونہی نیم جان سا اٹھا کر اپنے سینے لگایا، وہ خود رجال کے گلے لگانے پر بے چین ہوئی۔

"یہ پاگل مجھے دینے کے لیے آپکا بہت شکریہ میرے اللہ، عجوبی نمبر ون۔ کونسا سر پر اتز دینے آئی تھی اور کونسا دے بیٹھی، میری جان (پیار اور لاڈ میں تھوڑی شرارت اور خفگی ملی جس نے رجال کو خود بلش ہونے پر مجبور کیا)، اوئے ہوش میں آ۔۔۔۔۔"

رجال نے اسکے لہراتے وجود پر چڑ کر آخری دہک لگائی جس پر وہ بچوں سی منمنائے زرا خود کو سنبھال پاتے مندی مندی آنکھوں سے رجال کو دیکھنے لگی۔

"آپکو غصے میں دیکھنے کا اثر ہے، کچھ ہو رہا ہے مجھے۔ میں نہیں بچوں گی اب۔۔۔۔۔ کیوں غصہ کیا مجھ پر، بولیں۔۔۔۔۔"

پھر سے ہوش آتے ہی وہ لڑنے لگی، رجال نے اسکے گلابی گال کو بھرے بو سے سے چھواتو وہ تھوڑی حوصلے میں آئی۔

"موسکو کے سب سے وحشی جلاد کے بچے کی ماں بننے والی ہو اب تو یہ ڈرامے بازی چھوڑ کر سدھر جاو۔ ویسے بھی میرا پیار کنٹرول سے باہر ہو رہا ہے یہ خبر سن کر"

رجال کے قریب آکر سرگوشی کی مانند کیے انکشاف پر لمحہ بھر جانیہ کی چلتی کائنات تھم گئی۔

"ک۔۔ کیا، میں"

اس سے کچھ بولانہ گیا، البتہ وہ اسے دیکھے ہنس پڑا جو ششدر ہو رہی تھی۔

"یس یو آر"

وہ مسکرا کر اسکی ناک دباتا ہنسا تو جانیہ فوراً سے اس سے لپٹ کر رو پڑی، رجال نے اسے اپنے بازوؤں کا حصار دیتے زرا پیچھے ہوتے جبین چومی، اسکے آنسو پونجھے۔

"ر۔۔ رجال آپ بابا بنیں گے، کتنا مزہ آئے گا۔ اور میں ممی۔۔۔ میں نے آپکو اینورسری گفٹ بہت اچھا دیا ناں، آپ کیا دیں گے؟"

جانیہ کی کھکھلاتی ہنسی لوٹی تو رجال نے اسکے سوال پر اسے جھٹکے سے خود سے لگاتے خماری سے نگاہیں چار کیں۔

"میں تمہیں ایک تھپڑ دوں گا"

رجال کی شرارت پر جانیہ نے غبارے سامنے پھلایا جس پر رجال کا قہقہہ پورے کمرے میں گونجا جبکہ اسکے اگلے لمحے وہ خود بھی مسکراتی واپس رجال کے گلے میں باہیں لپیٹے ساتھ جا لگی۔
"تھینکیو"

زرا پیچھے سرک کر جانیہ کی گال چومتے پیار لٹایا جبکہ جانیہ کی یہ سب سے بڑی وش تھی جو فائنلی پوری ہو چکی تھی۔

.._____..

"کیا ہو گیا یار، کب سے فائلز پٹخ رہے ہو۔ ڈیل تو ہمیں مل گئی ناں۔ غصہ کس چیز کا چڑھا ہے"

کانفرس روم سے تمام تر سٹاف باری باری باہر نکلا تو صرف داران اور عاقب بچ گئے، عاقب نے خوا مخواہ فائلز پر غصہ ہوتے داران کو اور چھیڑ دیا۔

جو اباداران نے گھور کر عاقب کو دیکھا۔

"باپ بننے کا، مطلب حد ہو گئی عاقب موہان"

داران کے متوقع جواب پر عاقب کا قہقہہ چھوٹا۔

"تم نے ہنسنا ہے تو براہ مہربانی دفع ہو جاو یہاں سے"

داران نے جو ابا کاٹ کھاتے گھورا اور واپس اپنا پٹخننے والا کام شروع کیا۔

"ہاہا اچھا یار سنو تو، مسئلہ کیا ہے مین جب تک بتاؤ گے نہیں میں باچھیں یو نہی کھلی رہیں گی۔ کچھ بتاؤ تاکہ تمہیں عاقب موہان کا بہترین مشورہ ملے"

عاقب نے ساتھ کی کرسی گھسیٹے مزاق کے بجائے اس بار دل جوئی کرنی چاہی۔

"ہارب شاہ! تنگ کر دیا ہے اس نے۔ میں داریہ کو دیکھتا بھی ہوں تو شور مچانے لگ جاتا ہے۔ سوادو سال ہو گئے یار مجھے نہیں یاد پڑتا میں داریہ کے ساتھ کسی اوٹنگ پر نکلا ہوں۔ مطلب زندگی تو بچے خوبصورت کرتے، میرے گھر میری ہی سوتن پیدا ہو گئی۔ صبح تو حد ہو گئی، اچھی بھلی داریہ میرے پاس بیٹھی تھی۔ ہم بات ہی کر کے بڑھا رہے تھے کہ آیا اور داریہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے حق جما گیا، ایسے چمٹ کر سویا ہوتا ہے کہ دل کرتا اٹھا کر مرتخ چھوڑ آؤں۔ مطلب یار مجھے میری اولاد جلا جلا کر مار رہی ہے"

داران کی دکھ بھری داستان سنے عاقب نے بہت کوشش کی نہ ہنسے پر ناکام ہو گیا جبکہ داران کے زخموں پر عاقب کا ہنسنا اور نمک چھڑک گیا۔

"اس معاملے میں میں لکی رہ گیا پھر، اب تک میرا سکون صرف میرا ہے۔ یار اب وہ آگیا ہے دنیا میں تو اسے قبول کرو۔ آئی تھنک پری میچور برتھ کے سبب شروع سے داریہ کی ایکسٹرا کئیر کے سبب وہ مغرور آدمی صرف اسی سے ہی پیار کر سکا، تمہیں پتا ہے ناں تم تو قریب بھی نہیں جاتے تھے اسکے۔ اسے تکلیف میں نہیں دیکھ سکتے تھے تبھی دور رہے لیکن وہ اتنا سیانا نہیں کہ یہ سمجھے، اسے صرف

دار یہ یا عزیزے جان کا لمس سکون دیتا ہے کیونکہ وہ اب تک ماں اور دادی کے پاس ہی زیادہ رہا۔ اگر تم چاہو تو اسے عزیزے کے پاس چھوڑ کر دار یہ کے ساتھ کوئی ٹرپ پلین کر لو"

عاقب نے مسکراتے لب و لہجے میں سمجھایا جبکہ داران نے نفی میں سر ہلاتے عاقب کو دیکھا۔

"میری اس سے جلن ایک طرف پر کیا کروں نظر نہ آئے تو دل بیٹھنے لگتا ہے۔ بس میری دار یہ چھین کر پورا قابض ہو گیا ہے اس پر وہ چھٹانگ بھر کا بچہ۔ تم باپ بنو گے پھر تمہیں بھی تمہاری مس سکون نہیں ملے گی۔ عیش کر لو عاقب موہان"

داران نے مسکرا نے کے سنگ ہی جواب دیا جبکہ عاقب اس کے آخری تاکید جملے پر خود بھی زخمی سا مسکا دیا۔

"سچ بتاؤں تو مجھے باپ بننے سے خوف آتا ہے داران، چاہتا تو ہوں اب انیب کی خواہش سنوں پر دل عجیب و سوسوں میں گھرا ہے۔ یونو میں نے کیسا حسرت زدہ بچپن جیا؟"

عاقب کی آنکھوں میں دفنا گھلتی سرخائی پر داران نے چیئر اسکی طرف سر کاتے اپنا ہاتھ اس کے کاندھے پر رکھا۔

"میں سمجھ سکتا ہوں، یہ فطری ہے۔ بالکل ایسے ہی میں ہار ب کو دار یہ سے دور نہیں ہونے دیتا، نہ دیکھ سکتا ہوں۔ کیونکہ ایک ماں بیٹے کی جدائی یا دوری بہت بری ہوتی ہے۔ تم، میں ایون اس دنیا میں موجود ہر انسان کہیں نہ کہیں اپنے ماضی سے خوف کھائے بیٹھا ہے"

داران کی ڈھارس پر عاقب جاذب مسکرایا، اس گزرے تین سالوں نے انیب اور دار یہ جیسی دوستی داران اور عاقب میں بھی استوار کر دی تھی۔

"وقت کتنی جلدی گزر جاتا ہے یار لیکن سب زخم مرہم پا بھی جائیں پر داغ چھوڑ جاتے ہیں۔ میری اور انیب کی کہانی ممی بابا جیسی ایک پرسنٹ بھی نہیں ہے لیکن پھر بھی ڈرتا ہوں اسکے لیے کیونکہ اسے کھو دیا تو مر جاؤں گا۔ میری مسکراہٹ پچھلے تین سالوں سے اس لڑکی نے مدہم نہیں پڑنے دی، پردل کا ڈر نہیں جاتا۔ یہ ڈر کہ کہیں ایک اور عاقب نہ پیدا ہو جائے"

عاقب کی تلخی سوچ پر داران حیران نہ تھا، کیونکہ عاقب کے اندر سمٹا ڈرا معصوم بچہ بول رہا تھا یہ۔

"جب تم دو کی کہانی جاسم سبرینہ جیسی نہیں تو بھلے اک اور عاقب جنم لے پر بہت خوبصورت ورژن کے ساتھ لے گا۔ ڈونٹ وری بڈی! زندگی کا حسن اولاد سے بڑھتا ہے حالانکہ میری لوو سٹوری تو اولاد نے فیوز کر دی پر پھر بھی جان بستی ہے میری اس چند فٹ کے نخریلے شاہ جی میں۔ اس انیب بچاری کو بھی خود سے تھوڑی نجات دو اب، بہت سہہ لی تم جیسے کرنٹ کو۔ سب سیٹل ہیں، تم لوگ بھی آگے بڑھو"

داران نے بہت پیار سے یہ سمجھا کر عاقب کا ڈر فائنلی دور کیا جس کے جواب میں عاقب کی مسکراہٹ خاصی شرانگیز تھی۔

"تم چاہتے ہو عاقب موہان کی اچھی بھلی ہاٹ لوولا نف بھی فیوز ہو جائے، دوست ہو یہ ثابت کر دیا آج
تین سال بعد تم نے داران ماہیر شاہ۔۔۔۔۔ وہ کیا کہتے ہیں، ہم تو ڈوبیں گے صنم تجھ کو بھی لے ڈوبیں
گے"

عاقب کی نخریلی ٹون پر داران تو ہنسا ہی خود عاقب بھی مسکراہٹ کو ہونٹوں پر بکھرنے سے روک نہ
سکا۔

.._____..

شاہ اندھڑی سے آتے ہی پہلے ماول کا کام ادیان سے ڈھیڑ سا لپٹنا ہوتا تھا اور جو ابادیان کو مول (دیان کا رکھانام) سے کاٹن کینڈی، ایک بڑا سالالی پاپ اور ایک اسکے فیورٹ کارن پاپس لے کر بہت ساری مول کے فیس پر کسیر کرنا، ماول نے اپنی طرح ادیان کو بھی چیزیں کا اچھا شوقین بنا رکھا تھا، آج تو ماول گھر ہی تھی کیونکہ ریٹ کا موڈ تھا جبکہ ابھی وہ پار لر گئی تھی اور ایاد نے ہی اسے یونی سے واپسی پر پک کر لیا۔

"میری جان! میرا بھالو۔ مش کیا مجھے میرے ہنڈسم نے"

زمیل کی دیے پلاٹس کو سیل کرنے کے بعد تمام قرضہ سود ادا ہو گیا تو حمین نے سب کے لیے ایک نیا گھر لیا، اور یہ گھر اسکی ایک ایک اینت ماول اور مایا نے خود سجائی تھی، اس وقت لاونچ میں دیان اور ماول لاڈیوں میں بزی تھے، مایا، ملازمہ کے ہمراہ لنچ لگوانے میں لگی تھی جبکہ ایاد اور حمین باہر لان میں رک کر کچھ بات کرنے لگ گئے تھے۔

"مول! بیت کب لائیں گی؟"

سر ہلاتے ہی ادیان نے چیزیں سائیڈ پر رکھے بازو ماول کی گردن میں لپیٹے پوچھا جس پر ماول نے اسے دبوچ کر چٹا چٹا گال چومے۔

"تم ہوناں ہمارا لیبٹ (خرگوش)۔ میں نے پوچھا تھا آج سیلون سے واپسی پر لیکن وہ شاپ اونر کہہ رہا تھا آپکو دو لینے پڑیں گے۔ تو ایسا کرتے ہیں میں کل دو لے آؤں گی تو آپ ایک ہارب کو گفٹ کر دینا" ماول کے سب طے کرنے پر ادیان فوراً کھکھلایا۔

پارک میں کچھ دن پہلے موصوف نے خرگوش دیکھا بس تب سے مول سے فرمائشیں ہو رہی تھیں۔
"بت آئی ائی ایم نات لیبٹ، آئی ایم ادیان مین تو ہان (ادیان حمین چوہان)"

ویسے تو ادیان کی زبان صاف تھی پر کچھ لفظ بولتے تھتھیا جاتا، ماول نے ہنس کر اس کے بھرم دیکھے۔
"اوائے ہوئے، تمہاری ممی بابا تو بڑے سادھے سے تھے، ایٹیوڈ سے پاک مخلوق۔ تم کس پر گئے ہو میرے پٹاکے۔ ابھی سے تمہارا یہ حال ہے، بڑے ہو کر تو آگ لگاؤ گے۔ اچھا ہے اپنے ممی بابا کے حصے کی بھی تباہی مچانا"

ماول نے اس کے گھنے سر کے بالوں میں ہاتھ پھیرا جس سے وہ ہمیشہ چڑتا تھا، اور ماول اسے چڑاتی بھی بہت تھی پر وہ پیار بھی سب سے زیادہ مول سے کرتا۔

"اف ادیان! کتنا میٹھا کھاؤ گے۔ تمہارے ساتھ تمہاری اس گول مول کی بھی پٹائی کر دینی ہے میں نے"

لینچ لگواتے جب مایا باہر آئی تو دونوں کو لالی پاپ چاٹنا دیکھے سر تھام گئی۔

مایا کی بات پر وہ دونوں آفت کے پر کالے ہنسے۔

"ادیان! تمہاری ممی کو پٹائی کرنی آ ہی نہ جائے۔۔۔ ہا ہا"

ماول کے ہنستے ہی ادیان بھی ہنسا جبکہ مایا کو بھی مسکرا کر انا پڑا۔

تین سالوں میں مایا پر بالکل کوئی اثر نہ پڑا بلکہ الٹا وہ اور پیاری ہو گئی، ایاد اور حمین بھی ایک ساتھ باتیں کرتے اندر آئے تو ماول کی گود میں بیٹھا ادیان فوراً دوڑ کر حمین کی طرف گیا جسے حمین نے مسکرا کر اٹھا لیا اور بابا سے ماتھے پر پیار لینا اسکی یونہی عادت تھی۔

خود ایاد نے پیار سے اسکی ناک دبائی۔

"مسٹر ادیان چوہان کافی بور ہو جاتے ہیں اب، ہے ناں۔ تو اپنی مول اور یاد کو کہو کہ آپکو فرینڈ چاہیے ایسا جسکے ساتھ تم ہمیشہ کھیل سکو۔ بولو شاباش"

حمین کے پٹی پڑھانے کا اثر تھا کہ ادیان نے فوری ویسا ہی کیا۔

"یار ماموں اسکا فرینڈ ہے نہ زمیل اور ہار ب، کیوں اس کو ہم معصوموں کے پیچھے لگا رہے ہیں"

ایاد بھی ٹائی ناٹ ڈھیلی کرتا لاونچ کی سمت بڑھائے ماول کو بے باکی سے آنکھ ونگ کر گیا کیونکہ دونوں کچھ ماہ پہلے ہی میڈیکل کنسلٹ لے چکے تھے، خیر سے ماول جلد کنسیو کر لے گی یہ ڈاکٹر نے انکو بتا رکھا تھا لیکن بس عجیب لگ رہا تھا یہ بتانا کہ وہ فیملی پلین کر رہے تو اب تک دونوں شرعیوں نے یہ نیوز اپنے

تک ہی رکھی تھی اور یہ صرف انکو لگتا تھا، حمین اور مایا جانتے تھے کیونکہ ایک ہی گھر میں رہ کر نہ ایسی باتیں چھپتی ہیں نہ بدلتی ہوئی نظریں۔

"تم دو معصوم کہیں سے نہیں، بیٹا میں تمہارا ماموں ہوں۔"

حمین نے ادیان کو اٹھائے ہی صوفے پر جا بیٹھتے اس پروفیسر کو لتاڑا جبکہ ماول شرما جاتی مایا کی ہلیپ کرنے لگی۔

ایک دن کے گپ سے وہ شاہ انڈسٹری جاتی تھی، عاقب، داران اور ماول تینوں ہی اب شاہ انڈسٹری شنیر ہولڈرز تھے اور تینوں ہی ایک سے بڑھ کر ماہر تھے۔

"اچھا آپکو شک ہو چکا ہے کیا ہماری کوششوں کا؟"

ایاد حیران سا آکر ماموں کے ساتھ بیٹھا، ادیان بابا کی گود سے نکل کر اپنی چیزوں کی سمت لپکا تو حمین نے زرا گردن موڑ کر حیرت کے شہکار بنے بھانجے کو بولتی لتاڑتی گہری نظروں سے دیکھا۔

"آفکورس! میری جان تمہارے ماموں اب ماموں کے ساتھ ایک عدد بابا بھی ہیں۔ مجھے اور مایا کو پتا ہے تم دو کی سنجیدگی، بس ہم تم دو کی شرمیلی ادائیں اور معصومیت انجوائے کر رہے تھے۔ اچھا ہے تم لوگ اب فیملی کے بارے سنجیدہ ہوئے"

یہاں حمین نے اسے شک کیا وہیں مایا نے ماول کو پکڑ کر اپنے سینے لپٹائے پیار کیا جو شرم کے مارے بلش کرتی خالامیں چھپی ہوئی تھی کیونکہ ابھی سے ہی وہ بہت زیادہ گھبرا رہی تھی۔

"یار آپ لوگ تو بہت خطرناک ہو"

ایاد نے بوکھلا کر نظریں چرائیں جس پر حمین نے بازو اطراف لپیٹ کر ہنس کر اسے اور تنگ کرتے خود سے لپٹایا، خان صاحب کی کوفت انجوائے کرتا حمین بہت پیارا لگا۔

"تم دو سچ میں بہت معصوم ہو"

حمین نے کان میں جھک کر جب یہ چھیڑنے کو کہا تب ایاد کو بھی کمینہ مسکرا کر انا پڑا۔

"جی جی آپ اور مایا جیسے پروپلائر نہیں ہو سکتے ہم۔ میری بزنس وو مین ان کوششوں سے جلد بٹنے والی، میرے اس دکھ میں شریک ہوں یار آپ مجھے تنگ کر رہے الٹا"

ایاد نے یکدم ہی مظلومیت اختیار کی جس پر حمین کھل کر ہنسا۔

"مجھے تو بس یہ خوشی میرے ادیان چوہان کی بورئیت دور ہو جائے گی تم لوگوں کی سنجیدگی کے سبب، سوری بھانجے اس کے علاوہ میں تمہارے دکھ میں بالکل شریک نہیں ہو رہا اور بے بی کے بعد اپنی حسینہ کی توجہ کیسے حاصل کرنی پہلے کی طرح، اسکی ٹپس تو سوچنا بھی مت کہ دوں گا"

حمین نے گویا دل جلانے میں حد کی، ایاد نے منہ بسورا جواٹھ کر چیلنج کرنے جا چکے تھے جبکہ اس سے پہلے ماول، ادیان کو اسکی چوری کھلانے کے لیے لے کر جاتی، ایاد نے ہاتھ پکڑ کر کھینچتے اپنے پہلو میں

بسایا۔

ادیان وہیں وسط میں زمین پر بیٹھے اپنے ایئر وپلین کی بیٹری بدل رہا تھا، اس اچانک افتاد پر ماول کا چہرہ سرخیاں چھوڑ گیا۔

"میں نے کہا تھا ناں یہ دو جانتے ہیں ہمارے ڈاکٹر ز کے پاس جانے کے بارے، اف مجھے تو بہت شرم آرہی ملیںگو۔ جب بے بی میری ٹمی میں آیا تو شرم سے نظریں بھی نہیں اٹھاپاؤں گی"

ماول نے زرا سا اس میں سمٹے سرگوشی سی کی، ایاد مسکرا کر ماول کے سرخیوں میں ڈھلے چہرے کو نہارتا قریب ہونے لگا تو ماول نے اسے فوری دور کیا۔

"پاگل ہو گئے ہیں، ادیان کیا سوچے گا"

ماول نے اسکی توجہ پاس ہی نیچے قالین پر مست ہو کر بیٹھے ادیان کی جانب دلوائی۔

"یہی سوچے گا کہ اسکے دوست کو عنقریب دنیا میں لانے والا کیل کتنا روٹنٹک ہے، ہم اسکی بوریت دور کریں گے تو کیا یہ ہمیں ساتھ رو مینس کرتا برداشت نہیں کر سکتا"

ایاد نے ماول کی ایک نہ سنتے، ادیان صاحب کی آنکھوں میں دھول جھونکتے بڑی مہارت سے حق وصولی کی، ماول نے اسکے سینے پر مکادے مارتے مسکراہٹ لبوں میں دبائے دور کیا۔

"بہت بگھڑ گئے ہیں آپ ایادز میل خان"

ماول اٹھ کر اسکی قربت سے بدحواس ہو کر کہیں دور جانے لگی جب ایاد نے اسکا ہاتھ پکڑے اٹھنے کے باوجود اس کو مل پری کو واپس بٹھایا۔

"تم بھی تو میری گڑیا نہیں رہی، میرا بگھڑنا بنتا تھا۔ تمہاری توبہ شکن راعنائی و دلکشی کے باوجود صبح سے شام اپنے حواسوں میں رہ لیتا ہوں اسی پر شکر کیا کرو"

لب و لہجے سے ٹپکتی ایسی بے لگام معنی خیزی کہ ماول کی پلکیں، آنکھوں پر لرز کر رہ گئیں، لب بھینچ گئے، اور دل کی دھڑکن باخدا سینے سے کسی موج آوارہ سی لپٹنے لگی۔

"اور رات کے بارے میں کیا کہیں گے؟"

ماول نے ہمت کرتے ایاد کی آنکھوں میں مچلتے جذبات کھوجتے زیریں لب کاٹتے لفظی سی جسارت کی۔
"میری ہے، ہر رات بھی اور رات کی یہ رانی بھی"

ایاد کا مسکراتا جواب ماول کے رخساروں پر گلاب اتار لایا۔

"یعنی آپ سنیک (سانپ) ہیں"

ماول کی حاضر جوابی اب بھی داد کی مستحق تھی حالانکہ جن نظروں سے اب ایاد اسے دیکھتا تھا، لوٹ سکتی تھیں، تباہ کر سکتی تھیں۔

"نہیں اینا کانڈا"

پھر سے جسارت کی کوشش کی گئی پر ماول ہنس کر ناکام کیے اٹھی اور فرش پر بیٹھے ادیان کے ساتھ جا بیٹھی۔

"بے بی آپکا لہجہ ٹھنڈا ہو رہا ہے"

ماول نے اس سے کھلونے لینے چاہے جس پر ادیان آگے سے مغرورانہ گھورا۔

"آپ کرری او تھنڈا، یاد سے باتیں کر کے"

اس دوسوا دوسال بچے کے جواب پر ماول حیران رہ گئی جبکہ ایاد ہنس کر اٹھے فریش ہونے بڑھ گیا، ماول کے چہرے پر ایک رنگ آرہا تھا اور ایک جارہا تھا۔

جبکہ کچن میں کھڑی مایا تمام لچ لگوانے کے بعد میڈ کو پانی کا جگ تھمائے بھیج کر مسکرائی کیونکہ چینیج کر کے آتے اسکے ہنڈ سم دروازے میں ہی ایکشن مارے کھڑے تھے۔

"آج آپکے فیورٹ کڑی چاول بنائے ہیں، اچھا کیا چینیج کر لیا۔ اللہ کرے میرے ادیان میں بھی آپکی سب اچھی اور پیاری عادتیں چلی جائیں"

مایا نے اپنے نرم ہاتھوں سے ہتھیلوں کو حمین کے چہرے سے جوڑا پھر بال سیٹ کرتی مسکرائی۔

"میری جان یہ میرا ادیان کیا ہے؟ میرا بھی برابر ہے اور اس نے یا تو مجھ پر جانا ہے یا آپ پر۔ تو سمجھیں اچھا بچہ ہی بنے گا۔ رہی بات آپکے ہاتھ کے کڑی چاول کی تو اور کتنا دیوانہ کریں گی، اب تو لیول کے لیول عبور کر دیے حمین چوہان نے"

فلرٹ کرنے والے شیر لب ولہجے میں چھیڑ کر حمین نے اپنی فریگرنٹ لیڈی کو پلکیں جھکا لینے پر مجبور کر دیا۔

ایاد جو اپنی شرٹ کا پوچھنے نیچے آیا، کچن کے باہر کے اندر کا ہیرا انجھاپوز دیکھے وہیں رکا۔

"ہاں ہاں ہو جائیں شروع آپ کچن میں ہی، مجھے لگتا ہے ہمارا بچہ تو بعد میں آنا آپ نے خود ہی ادیان صاحب کی بوریت جلد دور کر دینی ہے۔ مایا آپ کی ہمت کو سلام جو تین سال سے میرے بہکے نشیلے ماموں کو برداشت کر رہی ہیں"

ایاد کے بولنے پر مایا بدک کر حمین سے دور ہوئی جبکہ حمین اس سے پہلے ہنس کر اپنی چیل اتارتا، ایاد دم دبا کر بھاگ نکلا جبکہ مایا نے لپک کر حمین کے دونوں گال بری طرح کھینچ کر باقاعدہ پکڑ کر موصوف معصوم سے حمین چوہان کو کچن بدر کر دیا۔

"ارے ارے! اپنے اتنے دیوانے شوہر کے ساتھ اب آپ یہ کریں گی۔۔ وہ آپ نے سنا نہیں، بدنام نہ ہوں گے تو کیا نام نہ ہو گا"

حمین کو دھکیلنا مشکل ہی نہیں ناممکن تھا جبکہ مایا کی ہنسی بے قابو تھی۔

"آپ اکیلے ہو لیں بدنام مجھے نہیں ہونا، جائیں ورنہ سخت گد گدی کروں گی"

مایا اور حمین کی یہ رومانوی شرارتیں اور ایاد کی بے باک چھیڑ خانی ہی تو اس خوبصورت مکان کو حسین سا گھر بناتی تھی اور یہ شرارتیں ہی اس گھر کی خوشی کا راز تھیں۔

چغتائی پبلس میں زمیل کی شرراتیں، اسکی ہنسی، اسکی معصوم مسکراہٹ سب تھکے ماندوں کو تروتازہ کرتی جیسے آج بھی انیب شام سے آتے ہی اس کے ساتھ لان میں کھیل رہی تھی، اپنی بڑی سی آپیا کے ساتھ زمیل کی بہت دوستی تھی پھر وہ بھی تو اس سونے ویران مکان کی ابھی اکلوتی رونق تھا۔

انیب اسے بال کرواتی اور وہ پانڈے کی طرح پھد کتابالہٹ کیے خوش ہوتا اور آپیا کو گیند کے پیچھے دوڑاتا، جبکہ ماریہ اور ثمن دونوں شام کی چائے پینے کے ساتھ ان بہن بھائیوں کی اٹکیلیاں دیکھ رہی تھیں جنہوں نے اب فٹ بال کھیلنا شروع کر دیا۔

"اللہ میری انو کی بھی گود بھرے، میری جانیہ کو رنگ لگائے، رجال اور عاقب کے بچے دیکھ لوں بس اب اور کوئی حسرت نہیں"

ماریہ صاحبہ کے لہجے میں اڈتی خواہش پر پاس بیٹھی ثمن ان سے لپٹی۔

"اللہ نہ کرے آپکو کچھ ہو، سب کی خوشیاں دیکھیں آپ اماں جان۔ زمیل کی شادی پر بنگڑے بھی ڈالنے ہیں آپکو ابھی"

ثمن کے لاڈ پر ماریہ نے پیار سے اسکا ہاتھ چوما۔

جبکہ انو اور زمیل فل مستی موڈ میں کھیل میں مست تھے۔

عاقب زرشاہ انڈسٹری سے جلدی نکل آیا تبھی جلدی پہنچا تو اسی وقت ماموں کی بھی گاڑی اندر آئی۔

دونوں ماموں بھانجا پنجاڑا تے ساتھ ہی اندر کی طرف بڑھے پر اچانک سے دونوں ہی لان کے کنارے رک گئے۔

"آپ سے ایک بات پوچھوں ماموں؟"

عاقب اور جہانگیر دونوں کی نظر انو اور زمیل پر تھی، زندگی سے بھرا منظر تھا۔

"ہاں پوچھو"

جہانگیر نے فوراً سے عاقب کو دیکھا۔

"زمیل کا نام اس پیلس میں گونجتا ہے تو کیا آپکو وہ یاد آکر دکھی نہیں کرتے، میں تو مومی بابا کا نام لوں تو میری آنکھیں ناچاہتے ہوئے بھی بھر آتی ہیں، ویسے ان دو کو بنا نام لیے جتنا مرضی یاد کر لوں۔ نام کمزور کر دیتے ہیں یار"

عاقب کے معصومانہ سوال پر وہ روبرو ہوتے اپنے شیر داماد اور بھانجے کو مضبوط کندھوں سے تھام گئے۔

"سچ پوچھو جب میں اسے پکارتا ہوں زمیل کہہ کر تو میرے دل کو میرے یار کی جدائی کا کچوکا لگتا ہے پر

پھر اسی لمحے کوئی مرہم رکھ جاتا ہے۔ یہ مرہم کہ جب تک میں زندہ ہوں میری زبان میرے یار کے

نام کا ورد کرتی رہے گی۔ نام واقعی کمزور کرتے ہیں۔ اس لیے میرا مشورہ ہے کہ تم اور انیب اپنے بچوں

کا نام کچھ الگ رکھنا۔ نام اتنا کمزور کر دیتے ہیں بچے کہ سنبھلنا مشکل ہو جاتا ہے"

ماموں کی بات میں درد تھا، عاقب بے جان سا ہنس پڑا اور فوری ماموں کے گلے لگ گیا۔

"آپکے مشورے پر عمل کروں گا ماموں"

عاقب کے اقرار پر جہانگیر خوش دلی سے مسکرائے، عاقب نے خود بھی بلیڈز اتارا اور شرٹ کے کف لنکس فولڈ کیے میدان میں اترا، اب زمیل کے قہقہے شدت پکڑ گئے کیونکہ عاقب سے بھی وہ بہت اٹیچ تھا۔

جبکہ نشتوں پر براجمان ان تین نفوس کی آنکھیں نم نم ہونے لگیں۔

جانے کیا یاد آگیا، ہائے یہ دل میں دبی چنگاریوں سے خسارے۔

شام سے رات ڈھلی تب جا کر زمیل تھکا، وہ بھی اسکے واش روم کا ٹائم تھا تو می کے ساتھ موصوف چلے گئے، جہانگیر بھی ماریہ صاحبہ کے ہمراہ اندر بڑھے جبکہ عاقب نے فٹ بال اپنے قریب آر کی انیب کو دیکھتے ہٹ کرتے پھینکا اور نرم سا انیب کو حصار کر اپنے قریب کیا۔

"کیسا ربا دن میرے شعلے؟"

انیب کی مسکراتی سرگوشی کے جواب میں عاقب نے اسکی آنکھیں باری باری محبت سے چومیں۔

"تمہیں مس کیا میرے سکون، اور تمہارا؟ سنا ہے پھر کسی کرپٹ سیاست دان کے پیچھے پڑی ہو آجکل"

عاقب کی محبت و حلاوت بھری جوابی سرگوشی و شرارت پر وہ ہنسی۔

"صحافیوں کا اور کام ہی کیا ہے میں دشمن بناتی رہتی ہوں تم صلح صفائیاں کر آتے ہو۔ تمہیں بھی سیاست

میں ہونا چاہیے تھا ویسے"

انیب نے یہ سب جو کہا اس پر عاقب کا قہقہہ بلند ہوا۔

"اف! تو فائنلی کئی سال بعد تم نے یہ راز پتا لگوا ہی لیا کہ کیوں تم جیسی منہ پھٹ صحافی کے دشمن تادیر دشمن نہ رہے"

گویا اس بات پر دونوں کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"میں پہنچی چیز ہوں، اب تومان لو"

اسکی اتر اہٹ پر عاقب نے سر ہلاتے اسکی خوبصورت شباهت دیکھتے کان کے پاس ہونٹوں کو روکا۔
"آئی وانٹ سمتھنگ سپیشل"

عاقب کی یکدم مدہوش و پر تقاضا سرگوشی پر انیب فوراً گھبرا کر رو برو ہوئی۔
"بے بی؟"

انیب کے چہک کر پوچھنے پر عاقب مسکرا دیا۔

"فائنلی! اف۔۔ میں بھی شدت سے ممی بننا چاہتی ہوں۔ تھینکیو عاقب! مجھے پتا ہے تم بابا بننے سے فطری خوف رکھتے ہو دل میں لیکن آئی سوئیر تم اس دنیا کے سب سے اچھے فادر بنو گے۔ اینڈ آئی پرامسس میں تم سے زرا بھی دور نہیں ہوں گی۔ اب تو ز میل بھی بڑا ہو گیا تو میں یہی سوچ رہی تھی نیا بے بی آنا چاہیے۔ اف آئی ایم سوا ایکساٹڈ"

حیا سے سرخ گلال ہوتی وہ کبھی مسکرائی کبھی چہکی کبھی پگلا گئی، جبکہ عاقب نے بس اسے پکڑ کر اپنے مضبوط سینے لگا کر بازو شدت سے اسکے نازک مگر بے حد پر سکون کرتے وجود کے اطراف لپیٹے۔

"تم نے مجھے یہ چند سال جو صرف میرے اور اپنے دیے ہیں، انکا صلہ نہیں لوٹا سکتا میرے سکون تبھی اب تمہاری خواہش سر آنکھوں پر۔ بن سکتی ہو مومی اور بڑھا سکتی ہو میرا رینک۔ میں تمہاری خواہش پر اب ویسا راضی جیسا تم چاہو"

عاقب کی جانب سے یہ عیاشی ملنا انیب پر بہار لے آیا، وہ مزید شدت سے لپٹی گویا عاقب موہان کے ڈر بھی اسی خوشی سے بھرے فیصلے کے سنگ اپنی موت مر گئے۔

داران کی گاڑی شاہ حویلی کے پورچ میں رکی تو حسب روایت خانو اکبر نے جلدی سے گاڑی کا گیڈ کھولا، داران مسکرا کر فون ڈیش بورڈ سے اٹھائے گاڑی کی چابی باہر نکلتے ہی خانو اکبر کو تھما گیا۔

"آپ کو کتنی بار کہوں مجھ سے احترام وصول کیا کریں نہ کہ مجھے دیں یا آپ سے بہت بہت چھوٹا ہوں"

داران کا معمول کا شکوہ سنے خانو برا بھی منا گئے۔

"اوائے خانہ خراب! تم یہ روز روز عاجزی کر کے ہم کو بوڑھا بولنے کی کوشش کرتی ہم سب سمجھتی۔ ہم بھی بڑی ڈھیٹ ہے زما زوئے! احترام دیتا رہے گی"

خانواکبر کی جوابی برہمی پر داران انکے کندھے پر ہاتھ لے جاتا حائل کیے ہنسا۔

"او کے سب کر لیں پر خدا را خانوالا! اب تو اپنا یہ مونٹ مذکر سدھا کر لیں۔"

داران نے چائٹا کھانے والا ہی کام کیا تھا پر وہ جگر تھا انکا، پیار سے اسکا ماتھا چوم گئے۔

"جانہیں کرتا ہم ٹھیک اپنی مونٹ مذکر"

خانواکبر ڈھیٹوں کے سردار بنے حویلی کی ابتدائی باڑ پر داریہ کو کھڑا دیکھ چکے تھے تبھی پاس سے گزر گئے البتہ داران کی مسکراہٹ، داریہ کو دیکھتے غائب ہوئی، جان بوجھ کر مغرور بنے وہ اس سے پہلے اجنبیت کی حدیں پار کیے اسکے پاس سے گزر جاتا، داریہ جھٹ سے سامنے آئی، داران نے بمشکل ٹکمرانے سے خود کو روکا۔

"کوئی خفا ہے ہم سے، دیکھیں تو سہی کوئی خفا ہو کر کتنی کلر وائبر دے رہا ہے۔ اف آگ ہی نہ لگ جائے اس تپے ماتھے کی گرمائش سے ارد گرد"

داریہ نے اپنی نرم ہتھیلیوں کو سرکا کر داران کی گردن کا ہار بنانا چاہا، داران نے جھٹکنا چاہا پر وہ مزید قریب آگئی۔

"آج نہیں منا پاؤ گی تم، ہر روز پگھل جاتا ہوں پر میرے صبر کی حد ختم ہو گئی آج۔ ہٹو"

داران کا یوں مغرور ہو کر ناراض ہونا داریہ کو سب سے زیادہ مائل کرتا، پیار سے اسکے پھولے گال کو چوم کر مسکرائی تو اس صبح ماتھے کی ہر شکن ڈھیلی پڑ کر غائب ہوئی۔

"ہر روز ہی یہی کہتے ہو اور میری ایک کس سے پگھل جاتا ہے یہ سخت ماہیر شاہ۔ آئی لو ویو، آئی مس یو سوچ۔ تم جب اس سے جلتے ہو مجھے تم پر پیار آتا ہے اور ہارب سے عشق ہونے لگتا ہے کہ اسکی بدولت مجھے حدوں کے پار بھی تم ملتے ہو۔ تمہارے بے پناہ رنگ دیکھائی دیتے ہیں۔ خدا گواہ ہے ماہیر شاہ میں تمہارے چہرے کی ہر سلوٹ، ہر تاثر کی الگ الگ دیوانی ہو چکی ہوں۔ اب دیکھنا میرا ماہیر شاہ مان جائے گا"

دکھتی رگیں اکھاڑ دیتی تھی وہ قاتل حسینہ، داران نے اسے پکڑ کر اپنے گلے لگایا، بے حد شدت سے اور وہ تمام تر شدت پسندی کے اثرات میں لپٹی مسکرائی۔

"مان گئے ہو؟"

دار یہ نے اسکی توانا بازوؤں کو پکڑ کر روبرو کیا تو وہاں شکست خوردہ سی ہاں درج تھی۔

"جب میرے پاس آتی ہو تو لگتا ہے میرے سوا کسی کی قطرہ نہیں ہو، تبھی پگھل کر مان جاتا ہوں۔ یار میں مس کرتا ہوں تمہیں، تم کیا ہمیشہ مجھے ترس ترس کر ہی ملا کرو گی، مجھے میری دار یہ پوری چاہیے، ایک دن دے دو۔ جو صرف میرا ہو، اور کسی کا نہیں۔ ہارب کا بھی نہیں"

داران کے لہجے کی تڑپ پر دار یہ گھبرا ایا ہنسی۔

"او کے مسٹر جلد ایسا دن دوں گی تمہیں کہ تم مجھے دیکھ دیکھ کر عاجز آ جاو گے، یہ بھی نہیں کہہ سکتی مت جلو اس سے۔ تم جلتے بہت پیارے ہو"

داریہ کی شریر سرگوشیوں پر داران نے اسکی خوبصورت ناک چومی۔

"میں تم سے عاجز آیا تو گلابا دینا"

داران نے اسکی کمر جکڑتے قریب تکیے آفر کی۔

دونوں کی آنکھوں میں خمار اتر ا۔

"میں تمہاری دکھتی رگ دباؤں گی"

داریہ کی معنی خیزی پر اس سے پہلے داران کوئی بے خود حرکت کرتا، کال آنے پر فسوں توڑتے داریہ کی گال تھپکا گیا جو اسے کال سننے کے لیے اکیلا چھوڑتی اندر واپس گئی البتہ داران، رجال کی کال پر فکر مند سالان کی سمت چلا گیا۔

اس جانب ہوک سی تھی، وحشت تھی۔

رات کی سرپر انز پارٹی کے لیے وہ جانیہ کے لیے خوبصورت ڈریس لایا وہی پہننے میں وہ بزی تھی جب کسی ای میل نے رجال کے وجود سے جان کھینچی۔

وہ جانیہ کو بتائے بنا ہی گھر سے نکلا، ایک سوا ایک گھنٹے تک اس ای میل بھیجنے والے کو ڈھونڈ کر جب اس کے اڈے کی تلاشی لی تو اسے ٹانگر کی کچھ چیزیں ملیں۔

نہ صرف ٹانگر کی بلکہ اسکے پاس موجود لپ ٹاپ میں رابل گیرٹ اور خود رجال کی وڈیوز موجود تھیں لیکن اصل جان رجال کی تب گئی جب اسی فولڈر میں اسے جانیہ کی تصویریں اور وڈیو ملی، وہ دیکھنا نہیں

چاہتا تھا پر وہ خود ہی کھل آئی، اور رجاں کے ہاتھ سن پڑے، اس لیپ ٹاپ میں اور بھی بہت ثبوت تھے، گریول کے کن لوگوں کے ساتھ تعلقات تھے، وہ کن پانچ سالہ مستقبل کے پراجیکٹس میں شامل ہوتا سب درج تھا، سب سے پہلے تو اس ای میل بھیج کر موسکو کے جلاد کو دھمکانے والے کی رجاں نے زندہ قبر کھدوائی، اسکی دونوں آنکھیں تیز دھاری نوکیلی سلاخ سے نکالیں جنہوں نے جانیہ کی وڈیو دیکھی۔

پھر بھی رجاں کے اندر کی آگ سرد نہ پڑی تو داران واحد حل بچا۔
یہ سب جب رجاں نے اسے بتایا تو داران کے چہرے کی رنگت سفید پڑی کیونکہ رجاں کی آواز کانپ رہی تھی۔

"رجاں! بڈی۔۔۔ بی بریو!"
داران کو سمجھ نہ آیا وہ کیا کہہ کر رجاں کی اذیت کم کرے۔
"اس ملعون کو کیوں مارا تم نے داران، میرے اندر یہ سب دیکھ کر جو آگ لگی ہے اب اسے کون سرد کرے گا"

رجاں کی آنکھیں لہو تھیں، داران کو خود لگا جیسے ایک جھٹکے سے اس گندی نسل کے کیڑے کو مار کر اس نے واقعی نا انصافی کی ہے، رجاں کی آواز میں آج دنیا جہاں کا سوز اتر ا تھا، وہ جانے سانس بھی کیسے لے رہا تھا اس لمحے۔

"جلاد کے اندر آگ لگنی ضروری ہے، یہی تو ہمت دے گی۔ آئی ایم سوری، آئی ایم ریٹی سوری رجا۔ میں سمجھ سکتا ہوں تمہاری تکلیف۔ پر کم صرف تمہاری، جانیہ سے جڑی محبت کرے گی۔ مجھے اگر علم ہوتا وہ جانیہ کے ساتھ یہ سب کر چکا ہے، باخدا میں اسے اب تک زندہ رکھ کر اذیت دے رہا ہوتا۔ میں کیا کر سکتا ہوں؟ حکم کرو"

داران کی آواز بھاری ہوئی جبکہ رجا اپنے لوگوں کو اس آدمی کی قبر بنانے کے بعد یہ جگہ جلانے کا حکم دیے سانس سی بند ہونے پر وہاں سے نکل آیا۔

"زندگی میں ناجانے کتنی بار مزید تڑپوں کا داران! صرف اس حسرت میں کہ کاش اپنے مجرم کی طرح میں نے اس کے مجرم کی بھی جیتے جی کھال اکھاڑی ہوتی"

وہ جلاد تھا پر یہ تکلیف اسے توڑ گئی، اسے لگا جیسے اس کا دل وہ سب دیکھ کر کئی ٹکروں میں بٹ گیا ہو۔
"محبت جانتے ہو کیا ہے ہم نشین! اس سب کو برداشت کرو۔ جلاد کو یہ صبر زیب دے گا۔ اور جانیہ پر محبتوں کی انتہا نہ چھوڑ کر دو۔ تمہیں تڑپنا یاد نہیں رہے گا اور اسے غمزدہ ہونا۔ محبت اس دنیا کا سب سے بڑا درماں ہے"

رجا نے اپنی گاڑی کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے اپنی پگھلتی درد کرتی آنکھ رگڑی۔

"اسے مت بتانا تم کیا دیکھ چکے ہو، مر جائے گی"

داران کی اس سرگوشی پر رجا نے کال کاٹ دی کیونکہ دل دونوں طرف دل اور کلیجہ پھٹ رہا تھا۔

"کاش میں اسکی زندگی میں پہلے شامل ہو جاتا، بچا لیتا اسے اس تکلیف سے۔ یہ سب مجھے کیوں دیکھایا آپ نے؟ شاید اس لیے کہ ابھی بھی میری محبت کم ہے، اور آپ چاہتے ہیں میں اس سے مزید محبت کروں۔ تو بتائیں مزید محبت کیسے کروں؟ میری تو ہر آتی جاتی سانس اسکا نام لیتی ہے۔ اب اور شدید محبت کیسے کی جائے گی مجھ سے"

۔ رجاں سے چل پانا دو بھر تھا، دل کٹ رہا تھا، یہ سب اسے توڑ گیا، آواز بار بار بھاری پڑتی سانس سے لرزی۔

وہ ساری وڈیوز، وہ ساری لنکس جڑ سے ختم کرنے کے بعد پوری تسلی کے بعد وہ جب فارم ہاوس پہنچا تو رات ہو گئی تھی، وہ اسکے انتظار میں تھک چکی تھی تبھی جب وہ لاونچ میں انٹر ہوا تو جانیہ لپک کر آتی اسکے سینے لگ گئی، خود بخود رجاں نے بازو اسکے اطراف لپیٹ کر مزید جسم کا حصہ بناتے سر چوما۔

"کہاں رہ گئے تھے؟ میں ڈر رہی تھی"

جانیہ کے منہ سے ڈر کا لفظ سنے ہی ہی وہ اسے بازوؤں سے پکڑ کر سامنے لایا۔

"میری جان کیوں ڈر رہی تھی؟ کیا ہوا۔۔۔ درد ہے کہیں"

وہ رجاں کا سوال اسکی آنکھوں کی سرخائی پر بھول گئی، وہ یوں تھا جیسے کسی کی جان جارہی ہو۔

"رجاں! آپکی آنکھیں سو جھمی ہوئی ہیں۔ بتائیں مجھے آپ روئے ہیں۔ اگر جھوٹ بولا تو اللہ کرے یہیں

مر جاؤں"

جانیہ کے بے ارادہ جملے پر رجاں کے چہرے کی رنگت بدلی۔

"میں تمہیں تکلیف دینے والے اور پل پل میں، قیامت تک میں۔ ایسے دوبارہ نہیں بولنا، میرا دل کانپ گیا جانیہ۔ ہاں رویا ہوں پر تم نہ ہوئی تو کیسے جیوں گا، یہ ذمہ داری کیسے نبھاؤں گا جلا دکی۔ مجھ سے ایسے بات مت کرنا دوبارہ۔ میں تم سے جھوٹ تو نہیں بولتا پھر ایسی بری شرط کیوں جان۔ غلط بات ہے"

وہ یکدم ہی تڑپا ہوا بولا کہ جانیہ کو اپنی کہی بات پر تکلیف ہوئی، پیار سے رجاں کا چہرہ سہلاتی وہ اسکے چہرے کا نقش نقش چھوتے ساتھ جالپٹی۔

"اچھا میں نہیں پوچھوں گی رونے کی وجہ، رجاں آپ اداس بھی ہوتے ہیں میری سانس بھاری پڑنے لگتی ہے۔ آئی ایم سوری۔ لک میں کیسی لگ رہی، آتے ہی رونا ڈال دیا میں نے۔ کان پکڑ کر سوری"

فورا سے پیچھے ہوئے وہ اپنے فراق کو دیکھاتی نم سا مسکرائی تو رجاں نے اسکی کلائی جکڑتے واپس سینے کے قریب کھینچ لیا۔

"تم کیسی لگ رہی ہو یہ سوال مت پوچھا کرو، تم مجھے میرا اپنا ہی کوئی حصہ لگتی ہو اور خود کی تعریف نہیں کرتے جان! نظر لگتی ہے۔ آج کینڈل لائٹ ڈنر کرے گی میری حسینہ میرے ساتھ؟"

رجاں کا اظہار ہو یا کوئی تقاضا، سب ہی الگ تھا، دیوانہ کرنے والا۔

"کروں گی، ڈانس بھی کرنا ہے کیل والا"

جانیہ کی شوخ مسکراہٹ اسکے ہونٹوں پر آئی اور وہ اتنی قیمتی تھی کہ رجال نے لپک کر حاصل کر لی، اپنے اندر اتار کر محفوظ کر لی۔

"جو کہو گی حکم سمجھ کر پورا کروں گا، گفت کیا چاہیے؟"

وہ نرمی اور چاہت کی حدیں پار کرتا اسکے گال سہلاتے بال سنوارتے نہایت توجہ دیے بولا۔
"مجھے آپ کے سوا کچھ اچھا نہیں لگتا جانتے تو ہیں، کوزل کی ایک رائیڈ پر ایکسپریس خوش ہو جاؤں گی پر آپ کے ساتھ"

جانیہ کی ہر بار کی معصومانہ خواہش پر وہ بے اختیار اسکا ماتھا چوم گیا، رگ رگ میں راحت اتری۔
سارا دکھ ہوا ہو گیا۔

"میں چیخ کر تا ہوں پھر ہم چلتے ہیں، میری جان! میرے دل کا ٹکرا۔ آتا ہوں"
اسکو بچوں کی طرح پچکار کر لاڈ کیے وہ پاس سے جاتے جاتے رکا اور پلٹ کر جب جانیہ کو دیکھا تو وہ آلوہا سا مسکرا کر رجال سے آنکھیں ملائے اسکا رہا سہا کرب بھی اپنی موجودگی سے سمیٹ گئی وہ واپس لپک کر آیا اور یوں جانیہ کو اپنے سینے لگایا جیسے کوئی اپنی متاع جان دل سے لگا لیتا ہے۔

.._____..

"اتنی ٹھنڈ ہے کیا ناروے میں کہ بھالوبن کر پیک ہو، زرا عمر کا دیدار کروانا، یقیناً وہ تو پاؤں بنا ہو گا"

امینہ اور بیلا دونوں ہی مزے سے لاؤنچ میں لگے صوفے پر براجمان وڈیو کال پر نظر آتی سوہا کو دیکھ رہی تھیں، انجمن صاحبہ بھی ساتھ ہی بیٹھی تھیں، امینہ حیدر کی کیوٹ باتیں سن رہی تھیں۔

"ہاہا اسے کچھ زیادہ ہی ٹھنڈ لگتی آپیا، خود تو پیک ہے مجھے بھی عجوبہ بنا دیا۔ کہہ رہے تھے سرکار کہ برف باری ہونے والی، سال کی پہلی برف باری ہم وہی دیکھنے آئے ہیں۔۔۔۔۔ وہ الو آگے گیا ہے میرے لیے گرم کافی لینے"

سوہا سے ٹوپی میں دبک کر بولا جانا مشکل تھا، بیلا ہنسی کیونکہ سوہا کا چوزا پیچھے ہی منہ سے دھواں اگلتا دو کافی کے مگ تھامے چلا آ رہا تھا۔

"میری گڑیا کیسی ہے، تمہارے لیے بہت بڑی ڈال لی ہے ایبی۔۔۔ تم پاگل ہو جاو گی دیکھ کر، وہ بالکل تمہاری طرح ہے۔ بڑی سی"

پھپھو کے گڑیا کا بتانے کی دیر تھی کہ امینہ نے ٹیب ممی سے لیے چمکتی آنکھوں سے سوہا کو دیکھتے سہائیل دی۔

"اول تلرپینشل اور دلیٹر بت بھی سوا (کلرپینسلز اور گلیٹر بک بھی)"

امینہ کی فرمائش پر وہ خود ہنسی اور سکریں سے ہی اپنی جان کو پیار ارسال کیا۔

"ڈن! میرے بچے"

سوہا نے فوری مسکراتے کہا۔

"ٹھنڈ بہت لگ رہی تم لوگوں کی طرف بچو خیال رکھو اپنا، ایک دوسرے کے ساتھ دنیا گھومنے کے چکر میں ٹھنڈ نہ لگو لینا۔ چلو انجوائے کرو کافی"

اس بار دادو نے فکر سے تاکید کی جس پر دونوں ہی بائے کہتے اجازت لیے کال بند کر گئے جبکہ امینہ تو اپنے گفٹس کے لیے اتنی خوش تھی کہ اسی لمحے آتے یچی کو بھی ایکسائٹمنٹ کے سنگ بتاتی اسے بھی فریش کر گئی۔

"او میرا بچہ! اتنی ساری ڈالز، اتنے سارے کلرز ہیں تو آپکے پاس۔ میری رین بو، مزید کیا کریں گی کلرز کے ساتھ"

یچی نے اسے اٹھا کر گود میں بٹھاتے اسکے ایک پونی میں مقید بال کھولے کیونکہ یچی کو وہ پونی کے بجائے کھلے بالوں میں بہت پیاری لگتی تھی جبکہ انجمن صاحبہ اور بیلا کے چہرے پر مسکراہٹ موجود تھی۔

"مدے پسند۔۔ جادہ سی چاہیں"

اپنی بازو یچی کی گردن میں حائل کیے شرارت سے مسکرا کر جواب دیا۔

"تم خود اتنی کلر فل ہو، دنیا کے سارے رنگ تو تمہارے پاس آل ریڈی ہیں۔ میری ڈال"

یچی کا شفقت بھر الاڈ امینہ کو اور خوبصورت سا مسکراہٹ بخش گیا۔

وہیں دفناناروے کے شہر فتمارک میں سال کی پہلی برف باری ہونے لگی، لیٹ اکتوبر اور ابتدائی نومبر کے دنوں ہی ہی یہاں اخیر برف باری کا آغاز ہو جاتا تھا۔

سوہا اور عمر نے گرم دھواں اگلنے کافی مگ لبوں سے لگائے اور اندر حرارت اتارتے ہی چہرے آسمان کی طرف کیے تو گالوں پر روئے کی طرح برف کی جھاگ جمع ہونے لگی۔

"اف! سال کی پہلی برف باری ہم نے مس نہیں کی عمر۔ یہ کس قدر حسین ہے"

ان جیسے اور بھی کئی من چلے کپلز Nordkapphallen میں سال کی پہلی گرتی برف باری پر پاگل ہو رہے تھے۔

"یہ تمہارے جیسی ہے چوڑی"

عمر نے اسکی کمر جکڑتے اور کوٹ میں دب کر بھی اسکی پکڑ میں آتی سوہا کے گال سے ناک رگڑتے بہکتے اک تپش دیتی جسارت کیے بڑبڑایا، سوہا کھکھلائی۔

"خوبصورت؟"

سوہا نے بیچ لافاصلہ سمیٹے آنکھیں پٹیٹائیں۔

"جی نہیں، نہایت ٹھنڈی"

عمر کہہ کر رکا نہیں جبکہ سوہا پیچھے ہی دوڑی جبکہ دونوں کے بے باک قہقہے فنمارک کی فضاوں میں گھونجتے زندگی کا پتا دینے لگے۔

جبکہ اینہ سوتی ہی انجمن صاحبہ کے پاس تھی تبھی ڈنر کے بعد وہ کچھ دیر ڈیڈی کے ساتھ مل کر کلرز کرتی، کچھ یچی کے چہرے پر کچھ ہاتھوں پر یہاں تک کے اسکی شرٹس تک ایبی کی پینٹنگ سے نہ بچتی۔

دادو جانم کو میڈیسن کے ساتھ دودھ کا گلاس دیے بیلا روم میں آئی تو ہنس پڑی کیونکہ یچی مزے سے لپ ٹاپ کھولے کام کر رہا تھا اور امینہ اسکے ماتھے پر واٹر کلر سے ہنر دیکھا رہی تھی۔

"اسے منع کیوں نہیں کرتے تم یو یو، دیکھو کیسا جن بنا دیا ہے"

بیلا مسکراتی ہوئی چینج کر کے واپس آئی تو ہنوز ایچی کے جاری ہنر پر ڈریسنگ کے سامنے رکے آئینے کے پار سے یچی کو دیکھتے بولی۔

"میں آل ریڈی اسکا جن ڈیڈی ہوں، تو منع کیوں کروں۔ اچھا ہے اسکا ہاتھ ڈرائنگ میں صاف ہو جائے گا۔ ہے ناں میرا بے بی"

لیپ ٹاپ سے نگاہ اٹھائے امینہ کا سر چومتے اور حوصلہ افزائی کی جس پر وہ آدھی یچی اور اسکے لپ ٹاپ پر چڑھے کان پر برش پھیرنے لگی جس پر بیلا کا دل کانپا۔

"اف! یہ دونان سیریس باپ بیٹی۔ میری تو کسی کو پڑی ہی نہیں ہے"

بیلا نے دونوں کے لاڈ پر ٹھنڈی سانس کھینچی جبکہ ساتھ ہی میڈ کو میسج کیا کہ ایچی کو لے جائے، میڈ وہیں انجمن صاحبہ کے روم میں ہی سوتی تھی۔

دستک پر بیلا کی آنکھیں چمکیں جبکہ یچی نے معنی خیز سی نظر اپنی حسینہ پر ثبت کی جو فوراً دروازہ کھول گئی، آگے میڈ تھی جو ایچی کی آیا بھی تھی تبھی ایچی اسکی عادی تھی۔

"آجاو ایچی! بڑی دادو نے نئی سٹوری ریڈ کی ہے۔ آجاو مل کر سنتے ہیں"

ملازمہ کے کہانی کا کہتے ہی امینہ نے زور کا بابا کو ہگ کیے پیار لیا اور بمشکل ہی اترتی ہوئی میڈ کی گود میں چڑھی اور جاتے جاتے مئی سے کس بھی لی۔

بیلا نے فلائنگ کس کیے ہاتھ ہلایا اور ڈور بند کرتی خوشی سے پلٹی ہی کہ سامنے تن کر کھڑے یچی کو دیکھ کر ڈری، مگر پھر فوراً اس سے لاڈ سے لپٹ گئی۔

"مجھے ہمیشہ اسکے سامنے بھول جاتے ہو، ناٹ فیر۔ اب آدھا گھنٹہ روز کی طرح تمہارا منہ صاف کرنے پر لگ جائے گا میرا جو یہ مصوری کے مظاہرے کر گئی وہ۔ اور اسکے بعد تمہیں نیند آجائے گی۔ میرا ٹائم گیاناں پھر سے"

بیلا کے روبرو ہو کر شکوے کرنے کے بیچ مسکراہٹ لبوں پر یچی کا چہرہ دیکھے بکھری، وہ سچ میں رنگوں میں ڈوبا ہوا تھا۔

"تو بنا منہ صاف کیے ہی منہ لگ جاو، نیند کی مجال جو آس پاس بھی بھٹک گئی"

یچی کے بہکے جواب پر بیلا ہنس دی، بازوؤں کو یچی کے گلے کا ہار بنایا۔

"ایکچولی مجھے نیٹ کلئین یو یو کو پیار کرنے کی عادت ہے نہ کہ نیلے پیلے کارٹون کو"

وہ سراسر شرارت میں لگی، یچی نے اس کے گرد بازوؤں کی گرفت مضبوط کیے فاصلہ ختم کرتے رگ جان کر لیا۔

"تم نے مجھے کارٹون کہا؟"

ڈرامائی تنبیہی ڈراتا بہکانداز یچی پر آفت لگا۔

"یس، لگ رہے ہے"

ہنسی سمیت بے باک تیور دیکھائے گئے۔

تبھی یچی نے اپنا ماتھا زبردستی بیلا کی گال سے رگڑا تو وہ گھلانیلا سرخ رنگ بیلا کی گال پر لگ گیا، وہ اس کے یوں کرنے پر بے چین ہوئے مچلی۔

"اب تم مجھ کا رٹون کافی میل ورژن لگ رہی ہو، جتنی تم میرے لیے جنونی ہو، ایک اور بے بی آگیا تم نے میرے اگنور کرنے پر کوچ کر جانا ہے۔ دیکھو کتنا اچھا ہسبنڈ ہوں، دس بچوں کی خواہش ہونے کے باوجود تین سال سے ایک پر ہی صبر شکر کیے ہوں، صرف اپنی اس حسینہ کے لیے"

بیلا کی مسکراہٹ یچی کے اہمیت و شوخی جتنا تے لفظ لفظ پر گہری اور چرا لینے کی حد تک حسین ہوتی گئی۔

"دس! مارنا چاہتے ہو کیا مجھے؟"

بیلا گھبرا یا سا بولی۔

"نہیں تمہیں بار بار اپنی اولاد جنم دیتا دیکھنا چاہتا ہوں، میرہ سادگی دیکھو کے کیا چاہتا ہوں"

یچی کے مسکرا کر دیے اس ظالمانہ جواب ہر بیلا نے اسکی گردن کے اطراف ہاتھ لا کر ٹکائے۔

"یہ جو ایک آئی ہے ناں، دس پر بھاری ہے۔ میرا یو یو چھین لیا۔ بس اب صرف تم میرے ہو، تھوڑے

سے ایچی کے"

بیلا کے ہاتھوں کی گرمائش پر یچی نے اس کے دونوں ہاتھ گردن کی دائیں بائیں سے ہٹا کر دیوانگی سے چومے۔

"تھوڑا سا تمہارا، زیادہ اپنی رین بوکا"

یچی نے اسے جان بوجھ کر ستایا اور اس سے پہلے وہ روہانسی ہوئے رو دیتی، یچی نے محبت کی پوچھاڑ سے مدہوش کیے اپنے سینے میں بسا لیا اور قہقہے پر اپنی ہار مانی۔
یہ ہار کہ یقیناً وہ اب بھی سارے کا سارا اسکا ہی ہے۔

.._____..

"دادا کے شیر پوتے، بہت ہنڈ سم ہوتے جارہے ہیں، آپ حسن و وجاہت میں اپنے بابا سے دوہاتھ آگے جائیں گے"

ڈنر داریہ نے لگوایا تو فردوس اسکی ساتھ مدد کر رہی تھیں، سب مسکراتے ہوئے لاونچ میں ہارب شاہ کی چھوٹی چھوٹی باتوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے، تبریز شاہ کو وہ بابو کہہ کر بلاتا تھا، وہ اسے اسکی فیورٹ سٹوری بک لا کر دیتے تھے جسکی پکچر سٹوری ہارب کی فیورٹ تھی۔

"دو کیا سوہاتھ آگے جائے گا"

داران کی دبی سی خود کلامی ان سبکو ڈنر کے لیے بلانے آتی داریہ نے سنی تو لبوں پر پھسلتی مسکراہٹ بڑی دقت سے چھپا سکی۔

"مراسٹر سٹرو"

دار یہ نے ہاتھ بڑھا کر داران کا کان چھوا اور ہلکا سا دباتی پاس سے گزری، داران نے گردن فوراً موڑی جہاں وہ فلائنگ کس کیے موصوف کے جذبات اکساتی پائی گئی۔

"چڑیل، ایسی حرکتیں کر رہی ہے جیسے صرف میری ہے"

داران نے منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے دہائی دی۔

"صرف تمہاری ہی ہوں۔ آجائیں ڈنر کر لیں۔ ادھر دیں اسے بابا میں اسکو خود کھلا دیتی ہوں کھانا"

دار یہ نے پاس عقب میں رکے ہی پہلی سرگوشی داران کے کان میں کی جبکہ فوراً سے ہارب کو بابا سے لیے اٹھا کر خود سے لپٹایا اور سب ہی میز کرسیوں کی طرف بڑھ گئے۔

ہارب کی جگہ ہمیشہ کی طرح داران اور دار یہ کے بیچ کی تھی۔

وہ ننھی جان عزیزے اور تبریز کی دھڑکن تھی۔

"اللہ کا شکر ہے جس نے اس ویران اور افسردہ شاہ حویلی میں یہ نعمت اور رونق اتاری۔ اللہ میرے

بچوں کو ہر بری نظر سے بچائے"

عزیزے نے سب کو ایک ساتھ دیکھے ہر روز کی طرح خوش دلی سے دعا کی اور سب کے آمین کہنے پر ڈنر شروع کیا گیا۔

جس میں ہارب کے نخرے اٹھاتی دار یہ پر سبکو ہارب سے زیادہ پیار آتا۔

پھر دوسری طرف زمیل کی معصوم سی باتیں چغتائی پیلس کی ویرانی نگل جاتیں۔

اچانک سے آتی جانیہ اور رجال کے بارے خبر نے بھی سب چہروں پر خوشی ہمکادی۔
"اللہ کا شکر ہے میرا رجال بھی بابا بنے گا، یہ خوشی بہت بڑی ہے۔ میں بتا نہیں سکتی میں نے رجال کی
اس خوشی کا کتنا انتظار کیا۔ میرا بچہ"

سب سے زیادہ جذباتی ثمن تھی، رجال کی خوشی اپنی خوشی سے بڑی لگی تو سب ہی اسے آبدیدہ دیکھ کر
افسردہ ہوئے۔

"بلکل! اللہ اسے اور جانیہ کو خوش رکھے۔ بس اب تم دونوں بھی ہمیں یہ خوشیوں کے رنگ بڑھاتی نیوز
سنا دو تاکہ میں اپنے خاندان کی بھرپور خوشی دیکھ لوں"

مار یہ صاحبہ کا اشارہ عاقب انیب کی طرف تھا تو دونوں بس وارفتگی سے اک دو بے کی جانب تکتے کے
بعد مسکرا دیے۔

"ان شاء اللہ! یہ خوشیاں سلامت رہیں۔ کسی کو نظر نہ لگے"

جہانگیر نے بھی گویا اس خوشی کے ماحول میں گفتگو میں حصہ لیا۔

ڈنر کے بعد ہمیشہ کی طرح وہ اپنے شعلے کے ہمراہ واک کرنے لان میں نکل آئی جو رجال سے اسی لمحے
کال پر بات کیے کچھ زیادہ ہی خوش لگا۔

"اب مجھے باپ بنتے شرم نہیں آئے گی، وہ کمینہ بھی بن گیا، مجھے حوصلہ مل گیا"

عاقب کی مسکراتی شرارت پر انیب اسکے ساتھ جا لگے ہنسی تو فوراً عاقب نے بازو گرد حصاری۔

"مجھے رجاں بھائی اور جانیہ کے لیے خود سے زیادہ خوشی ہوئی عاقب! وہ دو بہت سپیشل لگتے تھے مجھے جب ایک ساتھ ہوں۔ جانیہ کی وجہ سے ہی وہ بدل گئے، کتنے الگ ہو گئے۔ کیا سچ میں محبت اتنی پاؤر فل ہوتی ہے؟"

انیب کے لہجے میں جذب ملا تو آواز کانپی، جس پر عاقب نے اسے پکڑ کر روبرو لاتے حصار سا بازوؤں کا بنائے کسرتی سینے کے مزید نزدیک سر کا یا۔

"لک ایٹ می میرے سکون! تمہیں چلتا پھرتا ثبوت ملے گا محبت کی طاقت کا۔ میں انیب کی محبت کا ثبوت ہی تو ہوں۔ محبت جسے راس آجائے اسے سر سے پیر تک بدل دیتی ہے۔ تمہیں کیا بتاؤں کہ میں خود رجاں کی اس خوشی پر کہیں دل سے مسرور ہوا ہوں۔ اسکی آنکھوں میں ہمہ وقت اک درد دیکھائی دیتا ہے پر آج جب اس نے مجھے یہ نیوز سنائی، وہ سچ میں بہت خوش تھا۔ بھائی ہے وہ میرا، میں اسکی خوشی پر فدا ہو گیا"

عاقب کی آواز فرط جذبات کی دلسوزی سے بھاری پڑی تو انیب نے فوراً ہتھیلوں کی حرارت اسکے رخساروں کو دی۔

"جلد تم اسے جب یہ نیوز دو گے وہ بھی یونہی فدا ہو گا، جب ہمیں سامنے والے کی آنکھوں کا درد دیکھائی دینے لگے سمجھ جاؤ اللہ تم پر مہربان ہے۔ کچھ حسین عطا کرنے والا ہے۔ مجھے بھی تمہاری آنکھوں کا درد دیکھایا گیا اور پھر تم پورے سوئپ دیے گئے"

انیب کی جانب وہ دیکھتے دیکھتے مسکرایا پھر اسے پکڑ کر اپنے سینے لگالیا۔

"انیب! تم سچ میں میرا سکون بنا کر بھیجی گئی ہو اس دنیا میں۔ ان تین سالوں میں ایک دن بھی ممی بابا کا یہ بیٹا ڈرا نہیں، کیونکہ میرے پاس تم جیسی سپر پاور ہے۔ میں یہ نیوز اسے جلد سے جلد سنانے پر بے تاب ہوں اور تم سے مزید پیار کر کے اپنی ہوٹنس کا فین بنانے کے لیے بے چین ہوں"

انیب کو اسکے حصار میں ہی ہنسنا پڑا، وہ اسکی ہاٹنس پر تو مرچکی تھی۔

"وہ تو میں ازل سے ہی تھی، تمہاری ہوٹنس کی فین بلکہ متاثرہ"

انیب کا جوابی بے خود سر گوشانہ حربہ مقابل کے جذبات پر وار ثابت ہوا۔

"بہت خوب میرے سکون! میرے ٹائپ کی اب بنی ہو تم۔ مزہ آئے گا"

انیب کے رخسار دکھے کیونکہ عاقب کی ذومعنیت اب بھی وہ سہمہ نہ پاتی تھی جبکہ عاقب موہان کا جوابی قہقہہ گویا ان دو کی زندگی کا ابدی قرار ہی لگ رہا تھا۔

.._____..

"آج نہیں بچے گا یہ چند فٹ کا شاہ"

باہر سب سے لاڈ وصول کرنے کے بعد ہارب نے پھر سے بیڈروم اور بیڈ پر دار یہ کے پاس ہی جگہ سنبھالی تھی اور ممی سے جڑ کر ایسے بیٹھ کر ٹیب پر کارٹون دیکھ رہا تھا جیسے ممی کسی کو دینی نہیں اور کارٹون کا ایک سین بھی مس نہیں کرنا۔

داران کو غصہ آیا اور اس سے پہلے وہ ہارب کی طرف بڑھتا، دارِ یہ اسکے پھاڑ کھاتے تیور دیکھتی معصومانہ گھوری۔

"مسٹر ہارب! یہ کیا بد تمیزی ہے۔ ٹائم دیکھا ہے تم نے گیارہ بج رہے ہیں، تمہارے اندر نیند کی کوئی طلب جاگتی بھی ہے یا میرا ہی خون جلانے کی ڈگری کر کے اوپر سے اترے تھے"

داران نے غصہ تو پی لیا پر ہارب سے ٹیپ ضرور کھینچ لیا جس پر وہ آگے سے داران کو موٹی موٹی نیلی آنکھیں پھیلا کر غصے سے دیکھ اور سن رہا تھا۔

"ممی! ڈیڈ اٹیبل لیا۔۔۔ تاٹون۔۔۔ دندے دیدا۔۔۔"

سرداریہ کے سینے سے لگاتے اس میں چھپے داران کی شکایت کی تو دارِ یہ نے لاڈ سے اسے خود سے لپٹایا اور ایک ہاتھ سے داران کی پھولی گال کھینچے اسکے ہاتھ سے ٹیپ لے کر سائیڈ ٹیبل پر رکھا۔

"اس لیے لیا کہ آپ اب سو جاو، میرا بے بی نیند لے گا ناں اب۔۔۔ ہمیں ڈریمز بھی تو دیکھنے ہیں، اچھے والے۔ ہم سکائے پر اڑیں گے، ڈریمز میں ہمارے ونگز آجائیں۔ چلو میرا بے بی سو جائے۔ ممی یہیں ہے، کہیں نہیں جا رہی"

دھیرے سے اسکے بال سہلاتی وہ اسے سلانے لگی جس پر وہ زرا ساداریہ کے سینے سے منہ نکالے ایک آنکھ سے داران کو دیکھنے لگا، داران کا بس نہ چلا اس چالو اولاد کو اٹھا کر کسی کو دے آئے۔ بچارا مٹھیاں کستا اٹھ کر چینج کرنے نکل گیا۔

"جنتی میں تمہارے ڈیڈا کے لیے پاگل ہوں اتنے تم میرے لیے ہو، میری جان کا ٹکرا۔ ماما اچھی لگتی ہیں میرے ہار ب کو؟"

داریہ نے اسے پکڑ کر تکیے پر لٹایا اور خود زرا سے دوسرے تکیے پر بازو سے سہارہ لے کر اس پر جھکی اور ہنوز اسکے بال سہلاتے اسکی گال پر انگلیاں سہلائیں کیونکہ وہ یونہی سوتا تھا۔

"ممی یو آل مائن۔۔۔ ڈیڈ اتی فی او۔۔۔ دیڈ اتو باولے دایے دی (ممی یو آر مائن، ڈیڈا کی نہیں ہو۔ دیڈا کو باولے جائے گی)"

سمجھنے کی دیر تھی کہ دار یہ ہنس کر اسکی گال چومتی اسکا اپنی گال کو چھوتا ہاتھ بھی چومنے لگی۔

"باولے گئی تو آپکو اتنے سارے گفٹس کون دے گا میرے بے بی، کون اتنے پیارے ڈریسز لائے گا۔ کون آپکو پارک لے کر جائے گا، کون گاڑی میں سیر کروائے گا اور کون میرے بے بی کو زور والے ہگ کر کے تنگ کرے گا۔ کون کسیاں کرے گا ادھر، ادھر ادھر۔۔۔۔۔ لے جائے گا کیا انکو؟"

داریہ نے اسکے فیس پر جگہ جگہ انگلی رکھی تو خود ہی ہارب داریہ سے ڈر کر لپٹا۔

"باو تو مال دوس دا۔ ڈیڈ اتو تچنی کلے دی۔۔۔۔"

ہارب کے جواب پر دار یہ ہنس پڑی اور پکڑ کر اپنے مسٹر ہارب کو زور سے سینے لگا گئی۔

"بلکل، ڈیڈ ازابیٹ۔۔۔ ہارب کے ڈیڈی جان بوجھ کر ہارب کو تنگ کرتے ہیں کیونکہ وہ اس دنیا میں انکو سب سے پیارا ہے۔ میرا بے بی، اپنے بابا کی جان ہے۔ چلو سو جاو اب"

ہارب کو داریہ کے گلے لگاتے ہی نیند آ جاتی اور ابھی بھی وہ باتیں ختم ہوتے ہی اسکی آغوش میں جلد بھاری سانسیں بھرنے لگا جسکا مطلب تھا موصوف ٹن ہو گئے۔

داریہ نے اسے واپس تکیے پر لٹایا اور اسکا ماتھا چوما۔

پھر اسکی ننھی ہتھیلی اور اس پر کمبل کروائے رخ موڑ ہی پائی کے فل بلیک میں چینج کر کے آتے جلوے بکھیرے وجیہہ سے ماہیر شاہ کو دیکھے وہ اٹھ کر اسکے روبرو ہوئی۔

"سو گیا ولن؟"

داران کی آنکھیں ہارب کو سویا دیکھ کر مسکرائیں اور داریہ کو اپنے حصار میں سمٹا دیکھے چمکیں۔

"تم سے چڑتا ہے لیکن تمہیں کچھ ہوگا اسکا سوچتے ہی ڈر جاتا ہے۔ کیونکہ ہارب کے بابا اس دنیا کے بیسٹ فادر ہیں۔ یہ بلکل تم جیسا ہے، پوزیسیو۔ ایکسپریسیو، گریٹ بلو آنکھوں والا۔ تم نے خود کے بعد مجھے ہارب جیسی خوشی دے کر کتنا مکمل کیا ہے کہ میں کبھی کبھی ڈر جاتی ہوں۔ اپنی خوشیوں کو نظر لگنے کے خدشوں سے"

دونوں کی انسیت بھری نظر ہارب پر تھی پھر ایک دوسرے پر آجی، داران نے اسکے کھلے بال ہاتھ بڑھا کر سنوارنے کے بجائے مزید پھیلا دیے تاکہ وہ اسکے ہوش اڑا دے۔

"اپنے حصے کی ہر تکلیف سہہ لی تم نے، اب نظر نہیں لگے گی فلورنس۔ رہی بات اسکی، باپ بننے کی خوشی اسی نے دی مجھے۔ تمہارے بعد جو سب سے اہم ہے وہ ہارب شاہ ہی ہے کیونکہ اسکی ماں تم ہو۔ بس تمہارے معاملے میں میرا دل کسی گنجائش کا رودار نہیں کیا کروں"

اسکے رخساروں پر ہاتھ رکھتے ان سنہری آنکھوں کی ان نیلی آنکھوں نے نظراتاری جو مسرویت بھرا لمحہ بنی۔

"کچھ نہیں بس میرے لیے یونہی جذباتی رہو، اچھے لگتے ہو۔ مجھے ہر پل میری اہمیت کا احساس دلاتے ہوئے۔ آج وہ جلدی سو گیا، آج تم مجھ پر قبضہ کر سکتے ہو۔ تم مجھے جی بھر کر دیکھ سکتے ہو، تم مجھے جی بھر کر اپنا بنا سکتے ہو"

دار یہ نے ان گریش بلو آنکھوں کی شکایت پوری شان سے دور کرتے اپنے آپ کو میسر و موجود کرنے میں حد کر کی۔

"جی ہی تو نہیں بھرتا میری آنکھوں کی ٹھنڈک! دل ہر بار تم سے بھر جانے پر پہلے سے دگنا مچلتا ہے کہ تم اور ملو، ملتی رہو اور میرے روبرو آنکھیں بھی نہ جھپکو۔ کچھ تو رکھا گیا ہے تم میں ایسا جو مجھے کہیں کا نہیں چھوڑتا"

وہ اسکے چہرے کے خوبصورت مسرور خدو خال پر اپنی بھٹکتی محبت چھلکاتی نظروں سے گلاب جیسی تروتازگی پھیلاتے سرگوشیوں میں بھاری آواز ڈھال کر ارد گرد نادیدہ سی حدت اور فسوں بیدار کر گیا۔

وہ داران ماہیر شاہ تھا، جذبات اس پر آکر ختم ہوتے تو بے خودی و بے تابی اسکی ذات سے جنم لیتے تھے۔

"اف تمہارا یہ اظہار، میں ملتی رہوں گی۔ تمہارے بن کہے"

ہاتھ بڑھا کر اسکے عارضوں پر ٹکاتے داڑھی کے بال پیار سے سہلاتے داریہ نے موصوف کے خود ہی سر جھکاتے داران کے ماتھے پر پیار دیا۔

"میں تمہارے لیے بوڑھا ہو کر بھی یو نہی بے قرار رہوں گا، اور تم مجھے تب بھی یو نہی چاہنا۔ خوش ہو تم؟ ایک بار بولو"

داران اسکی آنکھوں کی چھلکتی خوشی کے سنگ خوبصورت ہونٹوں کا اظہار چاہتا تھا۔

"پاگل ماہیر شاہ! خوش تو میں تب تھی جب تمہارے صرف نکاح میں آئی تھی، اب اس جذبے کا خود ہی نام رکھ لو جو مجھے لاحق ہے بس اتنا یاد رکھنا یہ اس پوری دنیا میں تمہارے لیے صرف داریہ کے دل میں موجود رکھا گیا ہے، میری جان تمہاری ان گہری محبت سے چھوتی، دیوانگی سے مسکراتی، عاشقی سے چمکتی آنکھوں پر قربان"

دونوں آنکھیں چومتے وہ اس پر محبت سے لٹ گئی جبکہ تبھی تو وہ بھرا ہوا لگنے لگا، ملنے پر آتی تھی تو صرف اسکی فلورنس بن جاتی تھی۔

"داریہ! میری محبت ہو تم"

وہ بے اختیار لٹ جاتے بڑبڑایا۔

"داران! میری بھی محبت ہو تم"

جبکہ وہ جان بوجھ کر داران پکاری کیونکہ داران کی بہت سی محبت اسے یوں پکار کر انعام کے طور پر بھی ملتی تھی۔

"اف! تمہارے ہونٹوں سے نکلتا داران۔۔۔ لٹ گیا تمہارا ماہیر شاہ"

جنونی تو خیر وہ داریہ کو چھوتے ہی ہو جاتا تھا اور باخدا اسکا داریہ کی اور صرف لپکنا ہی منظروں کو حیا نشین کر دیتا تھا پھر داریہ کی ہمت تھی اس مرد جاہ کی نچھاور کیا پیار سنبھال لیتی تھی۔

.._____..

کوزل کی رائیڈ لینے کے بعد وہ لوگ واک کے لیے فارم ہاوس سے دور نکل آئے، یہ جگہ رات کے اوپن پارک جیسی تھی پر بہت خوبصورت تھی، وہ دونوں ہی ہمیشہ کی طرح مضبوط درخت کے جھکے تنے پر بیٹھے سامنے سیاہ آسمان پر ٹمٹماتے تاروں کو دیکھ رہے تھے، کچھ دور درخت کے تنے سے بندھا کوزل سر جھکا کر وہاں اگلی گھاس چڑ رہا تھا۔

ہوا کے ٹھنڈے جھونکے بکھرے تھے، فضا کے دامن میں ان دو کے سراپوں سے اٹھتی مخمور خوشبو ملی ہوئی تھی۔

رجال نے جانیہ کے امید سے ہونے کی خبر ثمن اور دادو کو دے دی تھی، وہ لوگ بہت خوش تھے، اور رجال کو ثمن نے جانیہ کا خیال رکھنے کی بہت تاکیدیں بھی کیں۔

ڈنر دونوں نے فینسی بولڈ ریسٹورنٹ میں کیا تھا، بہت ہی رومانوی ماحول میں لیکن اب اس جگہ وہ دو صرف ایک دوسرے کے ساتھ تھے تبھی زیادہ خوش تھے، ویسے بھی دنیا سے دونوں کی کچھ خاص بنتی ہی نہ تھی۔

رجال کے بازو کا حصار جانیہ کے کومل وجود کو حاصل تھا، وہ اسکے شانے سے سرٹکائی لبوں پر متبسم رنگ سجائے بے حد پرسکون تھی۔

"رجال؟"

جانیہ نے سراٹھاتے رجال کو پکارا، فوراً سے توجہ جانیہ کو دی گئی۔
"کہو"

اسکی گال کی نرم ہٹ پیار سے محسوس کیے جان وارتی سرگوشی کی۔

"آپ کی آنکھیں کیوں سو جھمی تھیں، اب آپ ٹھیک ہیں تو شیر و دمی۔ کیونکہ سب سے پہلے تو ہم فرینڈز ہیں۔ کیا کچھ مجھ سے جڑا تھا، آئی مین آپکو رلانے کی ہمت بس مجھ میں جو ہے"

جانتا تھا وہ بے چین ہے کیونکہ دل سے جڑ چکی تھی اور جس طرح تین سال سے اس نے رجاں کی روح تک کے درد مٹائے تھے وہ دونوں بن کہے ایک دوسرے کو سمجھنے لگے تھے۔

"مجھے تمہارے لیے رونا پسند ہے، پھر وہ تمہاری کوئی تکلیف سوچ کر ہو یا تمہارے لیے اللہ سے بات کرتے ہوئے۔ تم اسے بھی اہمیت سمجھو ناں جان، سپیشل فیل سمجھو میری طرف سے۔ مشکل سوال کر کے میرا امتحان نہ لو کیونکہ فیل ہو جاؤں گا۔ تم تو میری آسانی ہو جانیہ، آسانی بن کر صرف پیار کرو مجھ سے"

ٹالنے کا ہنر رجاں کو آگیا تھا، کچھ یوں کہ نہ وہ مشکل میں پڑتا نہ جانیہ کے پاس اصرار کو کچھ رہتا۔
"وہ تو کرتی ہوں، بہت سا۔ پر میری تکلیف یاد کر کے مت رویئے گا دوبارہ۔ میری روح تو اسی دن اجل گئی تھی جس دن پہلی بار آپ نے میرا ہاتھ چوم کر اپنی شفقت پھونکی تھی، رہی بات اس جسم کی اسکے ہر زخم پر آپ کی محبت کی مرہمی تہہ چڑھ گئی ہے، جس نے دھیرے دھیرے درد تو کیا زخم کا نام و نشان تک مٹا دیا ہے۔ پر اس کر لیں مجھ سے، میرے لیے رونے کے بجائے اب سے صرف میرے لیے مسکرائیں گے"

ٹال دینے کے باوجود جانیہ کا یوں روح تک سکون اتارنا رجاں کو لا جواب کر دیتا تھا، وہ اسکی پھیکی سی مسکراہٹ چومتا رو برو ہوا تو ان گالوں پر شادی مرگ کی سی خوشی میں شفق اتر آئی تھی۔
"کر لیا پر اس، کچھ اور بھی کرنا ہے تو بتاؤ؟"

رجال کی توجہ دیتی پر خمار نظریں جانیہ کو بلش کروا گئیں۔

"کوزل کیا سوچے گا، اس نے دیکھ لیا"

جانیہ کی آنکھیں حیا سے زیرک ہوئیں جبکہ رجال ہنس دیا۔

"کوزل کی ایسی کی تیسری، جب وہ اپنی والی "شینزل" (گھوڑی کا نام) سے نین مٹکا کرتا ہے تب ہم بھی تو دل بڑا کیے دیکھتے ہیں۔ تم اسے چھوڑو، تم مجھے دیکھو۔ تم میرے بچے کی ماں بنو گی، یہ کتنا خوبصورت احساس ہے۔ تم کتنی پیاری ماں بنو گی، تم میری اتنی پیاری جانیہ بنی ہو تو اپنے بچے کی تو آئیڈل می بنو گی" رجال کے کچھ جملے جانیہ کو ہنسا گئے، کچھ دھلا گئے، کچھ جان سی سرکا گئے۔

"ہے! تم رو رہی ہو؟"

رجال نے اسکا چہرہ ٹھوڑی سے پکڑے اپنی اور کرتے آنسوؤں کو بہت مشکل سے سہا۔

"ر۔۔ رجال ک۔۔ کاش"

اس سے پہلے وہ سسک کر کچھ بول پاتی رجال نے اسکو پکڑ کر اپنے سینے میں چھپایا۔

"سوچنا بھی مت ماضی، وہ اکھاڑ دیا میں نے تمہاری زندگی سے۔ میرے دل میں اتنی سکت نہیں کہ تمہارا کوئی کاش سہہ سکوں۔ تم صرف میری جانیہ ہو، یہ بچہ تمہیں مزید ہیل کرے گا، دیکھنا تمہارے اندر کے ہر زخم کا مرہم بنے گا"

رجال سے وہ ہر بات کہہ سکتی تھی پر یہ نہیں، نہ وہ سن سکتا تھا۔

"وہم۔۔ مجھے اس دوسری دنیا ملے گا ناں رجاں میرا وہ بچہ جو میری مشکل نہیں بنا اور اللہ کے پاس خود ہی چلا گیا، وہ پاک ہے ناں۔ اسکا ح۔۔ حساب تو نہیں ہو گا ناں؟"

جانیہ کی تڑپ پر رجال نے گہر اسانس کھینچا اور روبرو ہوا۔

"وہ تمہاری طرح پیور ہے، ملے گا تمہیں۔ صرف تمہارا کہلا کر۔ یہ لاسٹ بار ہے، مجھے تکلیف ہوتی ہے جانیہ۔ میرا دل پھٹنے لگتا ہے۔ تمہیں تو تسلی دے دیتا ہوں خود کو سنبھالنا دو بھر ہونے لگتا ہے"

رجال نے تاسف سے جانیہ کو دیکھا، وہ رجال کی گال چومتی اپنے آنسو بھی رگڑ گئی۔

"تبھی آپ سے محبت ہے مجھے، میرے ہر درد کو بانٹ لیا آپ نے رجا۔ میرے کسی ستم پر اف بھی نہیں کی۔ کاش میں آپ کو ان چھوٹی ملتی، کاش میرے وجود کو چھو تا پہلا لمس آپ کا ہوتا، کاش۔۔۔۔ جانتی ہوں یہ نہیں سہہ پاتے آپ پر میرا اور کوئی ہے ہی نہیں جس سے یہ سب کہہ سکوں۔ تو بتائیں مجھے اس ستم کی تلافی میں کیا کروں آپ کے لیے؟"

جانہ کی آنکھیں نم تھیں محبت سے اُٹی تھیں۔

رجال سوز بھرا ہنسا، یہ لڑکی ستاتی بھی جان لیوا تھی۔

"جسٹ ہگ می"

اپنی بازو پھیلائے اپنا مرہم مانگا اور وہ فوری ان بازوؤں میں جا سمٹی۔

"آپ اس دنیا میں اتری خوبصورت روحوں میں شامل ہیں، آئی لوویو سوچ رہا ہوں۔ مجھے رشک ہے کہ آپ صرف میرے ہیں"

جذب، عشق، محبت اور دیوانگی کی ساری مٹھاس ان کے گلے لگنے میں گھل گئی۔

جانیہ کو اسکے ساتھ پر رشک آتا تھا تبھی تو رجا چغتائی مسکراتا تھا، اور پھر جلا دھونا آسان نہیں تھا، یہ رابل گیرٹ کی جگہ تھی، اسکا محاصرہ دکھ درد اور تکلیف تا قیامت کرنے والی تھی لیکن اسکے برعکس ہر جلا دھ کی قسمت کہیں نہ کہیں ستاروں سی روشن بھی تھی۔

اور جس برائی اور وحشت پر کہانی نے جنم لیا اسی کی اچھائی اور چاہت کی جانب ہجرت پر امان پروردگی کی یہ حسین داستان ختم ہوئی۔

یہ کہانی تھی امان پروردگی کی، ایک دوسرے کا مرہم بننے کی، ایک دوسرے کے لاڈ اٹھانے کی اور ایک دوسرے کے زخموں کی رفوگری کرنے کی، یہ کہانی تھی دوستی کی، عشق کی، محبت کی۔

تھوڑی بے باک مگر انگ انگ تک پاک، حفاظت، محبت سے برتر تھی، ہے اور تا قیامت رہے گی۔ اس امان پروردگی کو آپ تک پہنچانے والی اس ادنی لکھاری ایس مروہ مرزا کو مت بھولیے گا، معلوم نہیں اچھا لکھ بیٹھی یا برا آپ بتائیں۔ آپ کی ہر رائے سر آنکھوں پر ہوگی۔

The End _____~♥□❀